

مؤسس

وارث علوم اعلیٰ حضرت، نبیرۂ حجۃ الاسلام، جانشین مفتی اعظم ہند، جگر گوشۂ مفسر اعظم، شیخ الاسلام والمسلمین، قاضی القضاۃ، تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی الشاہ **محمد اختر رضا خان قادری ازہری** رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ: جانشین تاج الشریعہ مفتی محمد عسجد رضا خان قادری نوری بریلوی مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

فائل 2022ء

جنوری، فروری و مارچ، اپریل
اگست، ستمبر، نومبر، دسمبر

www.muftiakhtarrazakhan.com

پیشکش: **تاج الشریعہ فاؤنڈیشن**

Taj-al-Shari'ah Foundation, Karachi, Pakistan

0092 303 2886671 | /makhtarraza1011

وارثِ علومِ اعلیٰ حضرت نبیرۂ حجۃ الاسلام جانشین مفتئ اعظم ہند جگر گوشۂ مفسرِ اعظم شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی الشاہ **محمد اختر رضا خان قادری ازہری** رحمۃ اللہ علیہ

اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے دیگر علمائے کرام کی تصنیفات اور
حیات و خدمات کے مطالعہ کے لئے وزٹ کریں

Waris e Uloom e Alahazrat, Nabirah e Hujjat ul Islam, Janasheen e Mufti e Azam Hind, Jigar Gosha e Mufassir e Azam Hind, Shaikh ul Islam Wal Muslimeen, Qazi ul Quzzat, Taj ush Shariah Mufti

Muhammad Akhtar Raza Khan

Qadiri Azhari Rahmatullahi Alihi

Or Khaanwada e Alahazrat k Deegar Ulama e Kiram Ki Tasneefat Or Hayaat o Khidmaat k Mutaluah k Liyae Visit Karen.

To discover about writings, services and relical life of the sacred heir of Imam Ahmed Raza, the grandson of Hujut-ul-Islam, the successor of Grand Mufti of India, his Holiness, Tajush-Shariah, Mufti

Muhammd Akhter Raza Khan

Qadri Azhari Rahmatullahi Alihi

the Chief Islamic Justice of India, and other Scholars and Imams of golden Razavi ancestry, visit

www.muftiakhtarrazakhan.com

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

0092 303 2886671 /makhtarraza1011

January-2022 Rs. 25/-

جمادی الاولیٰ/ جمادی الآخری ۱۴۴۳ھ/ جنوری ۲۰۲۲ء



مدیر اعلیٰ

جانشین تاج الشریعہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری نوری بریلوی

مد ظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سُنّی دُنیا بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF



مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

بیادگار
امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی،
مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی
وارث علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتی اعظم نور دیدہ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خان قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خان قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

شمارہ نمبر ۱
Issue No. 1
Vol. 7 جلد نمبر ۷

۱۴۴۳ھ
جمادی الاولیٰ / جمادی الآخری
جنوری ۲۰۲۲ء

مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

تزئین کار

عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک)
آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

محمد تمہید خان عرشی
فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے
سالانہ ۳۰۰ روپے سادہ ڈاک سے
سالانہ ۵۵۰ روپے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے
امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ

قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح 9 بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 9259089193 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ہدایت

اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

رابطہ کا پتہ
ماہنامہ سنی دنیا
۸۲/سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

Email:
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

Contact Address
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲/سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مشمولات

مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

ملک العلما! ایک عبقری شخصیت

ادار یہ

چاند شب دیجور میں اپنی ملکوتی چاندنی سے اس نیلگوں آسمان کو حسین وخوب رو بناتا ہے اور اس کے اطراف جگمگاتے ستارے اس کے حسن وجمال کو دوبالا کرتے ہیں، ٹھیک اسی طرح امام احمد رضا فلک علم وفضل کے اس آفتاب وماہتاب کا نام ہے جس کی علمی ضیاباریوں سے آج پوری دنیا روشن ومنور ہے، اس آفتاب وماہتاب کے ارد گرد بھی ستاروں کا ایک ہالہ نظر آتا ہے جس کی متنوع علمی شعاؤں نے چرخ علم وفضل کی چمک دمک کو مزید دوبالا کردیا ہے۔

ان میں سے ہر ایک ستارہ اپنی علمی ضیاباری میں امام احمد رضا کا پرتو نظر آتا ہے، ان کی علمی تابشوں سے ایک عالم جگمگا رہا ہے، ذرا دیکھئے تو کوئی ''صدر الافاضل'' کی شکل میں علم وفضل کا نور بکھیرتا نظر آتا رہا ہے تو کوئی ''حجۃ الاسلام'' کی شکل میں اسلامی حقانیت کو دنیا پر واضح کررہا ہے، کوئی ''مفتیٔ اعظم'' بن کر دنیا کو اسلامی حمیت کا درس دے رہا ہے تو کوئی ''شیر بیشہ اہل سنت'' بن کر باطل کو کیفر کردار تک پہنچا رہا ہے، کوئی ''صدر الشریعہ'' بن کر شریعت کے اسرار ورموز سمجھا رہا ہے تو کوئی ''ملک العلما'' بن کر علوم نادرہ میں امام احمد رضا کی نیابت کرتا نظر آرہا ہے۔

ان جگ مگ ستاروں میں حضور ملک العلما کی ذات والا صفات اس وقت ہمارے پیش نظر ہے، جن کے بارے میں ہم اپنی طرف سے کچھ کہنے یا لکھنے کے بجائے ہم ان کے مرشد ومربی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت ہی کے لفظوں میں کچھ کہنے یا لکھنے اور انھیں کی نظر سے انھیں دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں:

حضور اعلیٰ حضرت کے ۱۴ر شہرۂ آفاق خلفا وتلامذہ میں ملک العلما کی شخصیت کئی اعتبار سے خصوصیت کی حامل ہے، چنانچہ آپ نے ''الاستمداد'' میں اپنے خلف اکبر حضرت علامہ مفتی حامد رضا خاں قادری بریلوی اور اپنے بزرگ ترین خلیفہ حضرت علامہ عبد السلام جبل پوری علیہما الرحمہ کے بعد یعنی تیسرے نمبر پر ملک العلما کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے:

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے
اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

اس سے بارگاہ اعلیٰ حضرت میں ملک العلما کے مقام ومرتبہ کے ساتھ ساتھ آپ سے قلبی تعلق کا بھی پتہ چلتا ہے، آپ گلستان رضا کے وہ عطر بیز گل ہیں جس کی رنگا رنگ عطر بیزی پر امام احمد رضا کو فخر تھا، ناز تھا، اعتماد تھا اور بھروسا تھا، کیوں کہ آپ جملہ علوم وفنون خصوصاً علوم اسلامیہ میں امام احمد رضا کے علمی اور فکری جانشین تھے، تفسیر وحدیث، تجوید وقرأت، فقہ وعقائد اخلاق و تصوف، عروض وبلاغت، ادب ولغت، نحو وصرف، معانی وبیان، نجوم وفلکیات، ہیئت وہندسہ، توقیت وتکسیر، رمل وجفر، منطق و فلسفہ، جروح وتعدیل، ریاضی ومناظرہ جیسے علوم پر آپ کو دسترس حاصل تھی، اس وسعت علمی پر آپ کی لگ بھگ ۱۰۰ر تصنیفات وتالیفات شاہد عدل ہیں۔

ملک العلما بچپن ہی سے دینی ومذہبی معاملات میں بیدار مغزی کے حامل تھے اور زمانہ طالب علمی سے ہی تصنیف وتالیف، وعظ وتقریر، بحث ومناظرہ، درس وافتا میں خاصی دلچسپی اور مہارت رکھتے تھے، ان عظیم نعمتوں کے لئے انھوں نے امام احمد رضا سے شرف بیعت وتلمذ کو سونے پر سہاگہ قرار دیا ہے، اسی لئے بارگاہ ایزدی میں بطور شکر تحریر فرماتے ہیں:

''زمانۂ طالب علمی ہی سے دینی خدمات، درس وتدریس، تالیف وتصنیف، وعظ وتبلیغ، افتا ومناظرہ کا شوق وذوق میرے دل میں جاگزیں ہوا، اور برابر انھیں دینی خدمتوں

میں انہماک وشغف کے ساتھ منہمک رہا اور پھر ان نعمتوں پر مزید گویا سونے پر سہاگہ یہ کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مأۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ مولانا مولوی حاجی قاری حافظ شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ القوی کی بیعت وتلمذ وارشاد وخلافت کے شرف سے مشرف فرمایا، جو شریعت مطہرہ وطریقت منورہ کی علمی عملی تصویر تھے۔" [حیات اعلیٰ حضرت،۱/]

ملک العلما کے علم وفضل کی عظمت وبلندی کا اندازہ آپ کے مرشد ومربی امام احمد رضا قدس سرہٗ کے اس مکتوب سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے:

"مکرمی مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری سلمہٗ فقیر کے یہاں کے اعز طلبہ سے ہیں اور میرے بجان عزیز، ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی اور اب کئی سال سے میرے مدرسہ میں مدرس اور اس کے علاوہ کار افتا میں میرے معین ہیں، میں یہ نہیں کہتا کہ جتنی درخواستیں آئی ہوں، سب میں یہ زائد ہیں مگر اتنا ضرور کہوں گا:

(۱) سنی، خالص مخلص، نہایت صحیح العقیدہ، ہادی مہدی ہیں
(۲) عام درسیات میں بفضلہ تعالیٰ عاجز نہیں (۳) مفتی ہیں
(۴) مصنف ہیں (۵) واعظ ہیں (۶) مناظرہ بعونہ تعالیٰ کر سکتے ہیں (۷) علمائے زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ ہیں.............. فقیر آپ کے مدرسہ کو اپنے نفس پر ایثار کرکے انھیں آپ کے لئے پیش کرتا ہے، اگر منظور ہو تو فوراً اطلاع دیجئے کہ اپنے ایک اور دوست کو میں نے روک رکھا ہے کہ ان کی جگہ مقرر کروں، اگرچہ دو عظیم کام یعنی کار افتا وتوقیت اور ان سے اہم تصنیف میں وہ بھی ہاتھ نہیں بٹا سکتے۔" [کلیات مکاتیب رضا،۱/ ۲۰۹-۲۱۰]

اس خط میں سب سے پہلے امام احمد رضا نے ملک العلما کو من جملہ اپنے یہاں کے ہونہار طلبہ میں سے ایک پھر منظر اسلام کے ایک ذی صلاحیت مدرس اور فتویٰ نویسی میں اپنے معاون کی حیثیت سے متعارف کرانے کے بعد تحریر فرمایا:

(۱) "سنی، خالص مخلص، نہایت صحیح العقیدہ، ہادی مہدی ہیں"
اس جملہ سے اعلیٰ حضرت نے اس بات کی ضمانت دی ہے کہ ملک العلما معتقدات اہل سنت کے مطابق نہ صرف خود سنی صحیح العقیدہ ہیں بلکہ سنی گر بھی ہیں، اس قول سے آپ کے ایمان واسلام اور عقیدے کی پختگی کا مکمل اظہار ہوتا ہے۔

(۲) "عام درسیات میں بفضلہ تعالیٰ عاجز نہیں" فرما کر آپ کی تدریسی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کی کوشش فرمائی ہے، چنانچہ جب ہم "قول رضا" کی روشنی میں آپ کی تدریسی خدمات کا جائزہ لیتے ہیں تو آپ امام احمد رضا کی چلتی پھرتی کرامت نظر آتے ہیں۔

۱۳۲۵ھ میں فراغت کے فوراً بعد ہی امام احمد رضا نے ملک العلما کو منظر اسلام، بریلی شریف کا مدرس سوم بنادیا، یہاں تقریباً پانچ سالوں تک درس وتدریس کے ساتھ ساتھ آپ کار افتا میں امام موصوف کی معاونت کی اہم ذمہ داری بھی انجام دیتے رہے، ۱۳۲۹ھ میں مدرسہ حنفیہ، آرہ، بہار تشریف لائے اور یہاں لگ بھگ دو سال تک علوم ومعارف کے خزانے لٹائے، پھر ۱۳۳۰ھ میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ میں مسند تدریس سنبھالی جہاں چار سال تک تدریسی سرگرمیاں رہیں، ۱۳۳۴ھ میں مدرسہ خانقاہ کبیریہ، سہسرام تشریف لے گئے، جہاں تقریباً چار یا پانچ سالوں تک تدریسی خدمات انجام دیں، پھر دوبارہ اراکین مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ کے اصرار بسیار پر ۱۳۳۸ھ میں مدرسہ کی مسند صدارت کو زینت بخشی اور اسی منصب جلیل پر رہتے ہوئے غالباً ۱۳۷۰ھ میں سبکدوش ہوئے۔

۱۳۷۱ھ میں شاہ شاہد حسین درگاہی میاں سجادہ نشین بارگاہ عشق، میتن گھاٹ پٹنہ کی استدعا پر کٹیہار، بہار میں جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کا افتتاح فرمایا اور اپنی تدریسی وانتظامی صلاحیتوں کے ذریعہ اسے بام عروج تک پہنچایا، جب یہ ادارہ کافی مستحکم ہوگیا تو آپ ربیع الاوّل شریف ۱۳۸۰ھ میں اپنے دولت کدہ "ظفر منزل"، شاہ گنج پٹنہ تشریف لے آئے۔

[حیات ملک العلما، ص۱۶]

درج ذیل کتابیں آپ کی اعلیٰ تدریسی صلاحیت کی روشن

دلیل ہیں:

(۱)علم منطق میں ''تقریب''(۲)علم فلسفہ میں ''تذہیب''(۳) ''الانوار اللامعۃ من الشمس البازغۃ''(۴)علم نحو میں ''وافیہ''(۵) ''التعلیق علیٰ شروح المغنی''،(۶)''نظم المبانی فی حروف المعانی'' (۷)علم صرف میں ''عافیہ۔''

(۳) اعلیٰ حضرت نے اپنے مذکورہ مکتوب میں ملک العلما کو ''مفتی''، ارشاد فرمایا ہے، اہل علم اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ علم فقہ وافتا اپنے اندر بے پناہ گہرائی وگیرائی اور وسعت و جامعیت رکھتا ہے ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں کہ وہ مفتی وفقیہ بن جائے الا ماشاء اللہ! کہ یہ اسی کے فضل وکرم سے ہے، وہ جس پر بارش رحم وکرم کرنا چاہتا اسے دین کا فقیہ بنا دیتا ہے، چنانچہ معلم کائنات فخر موجودات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین۔ یعنی اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا اسے دین کا فقیہ بناتا ہے۔''

[مشکوٰۃ شریف]

محض درسی کتب پڑھ لینے سے علم فقہ وفتویٰ حاصل نہیں ہوتا جیسا کہ اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ درس نظامیہ کا ہر وہ فارغ التحصیل جو قدرے صلاحیت رکھتا ہو فتویٰ دے سکتا ہے، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری فاضل بریلوی قدس سرہ القوی فرماتے ہیں:

''آج کل درسی کتابیں پڑھنے پڑھانے سے آدمی فقہ کے دروازے میں بھی داخل نہیں ہوتا۔'' [فتاویٰ رضویہ، ۴/۵۶۵]

دوسری جگہ یوں رقمطراز ہیں:

''علم الفتویٰ پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ مدتہا کسی طبیب حاذق کا مطب نہ کیا ہو۔'' [فتاویٰ رضویہ، ۱۰/۲۳۱]

صحابۂ کرام، تبع تابعین عظام اور ائمۂ اسلام جو منصب افتا پر فائز ہوئے سب مجتہد اور مفتی مطلق تھے لیکن حضرت امام شافعی کے بعد کوئی بھی مفتی مطلق نہیں ہوا سب مفتی منتسب ہیں جو اقوال مجتہد حفظ کر کے بطریق حکایت بیان کریں یعنی ہمارے زمانے کا فتویٰ، فتویٰ نہیں بلکہ مفتی کے کلام کی نقل ہے جسے مستفتی کے لئے نقل کر دیا جاتا ہے۔ [ردالمحتار، ۱/۶۹]

مگر اللہ عالم الغیب والشہادۃ اسے بھی ایک گونہ قوت اجتہاد عطا فرماتا ہے جس کے ذریعہ وہ درپیش مسائل کے حل کے لئے دلائل وبراہین کا ادراک حاصل کرتا ہے، اس کے بغیر نوزائیدہ مسائل کا حل ممکن ہی نہیں، چنانچہ حضرت علامہ شامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں:

''مسائل جدیدہ کو حل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مفتی اجتہادی قوت کا حامل اور لوگوں کے حالات کا عالم ہو۔''

[ردالمحتار، جلد ۲/۳۹۸]

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ منصب عظمیٰ کس قدر جاں سوزی، بالغ نظری اور تبحر علمی کا متقاضی ہے، چنانچہ اعلیٰ حضرت کی دور رس نگاہوں نے ملک العلما کی ذات میں وہ سارے جوہر دیکھ لئے تھے جس کی ضرورت ایک ''نقطہ رس مفتی'' کو ہوتی ہے جبھی تو ارشاد فرمادیا ''مفتی ہیں'' قول رضا کو سامنے رکھ کر ''فتاویٰ ملک العلما'' کا مطالعہ کیجئے تو یہ عقدہ کھلتا چلا جاتا ہے کہ ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

ملک العلما نے فتویٰ نویسی کا آغاز اعلیٰ حضرت کی زیر تربیت ۱۳۲۲ھ میں ہی کر دیا تھا جب آپ کی عمر صرف ۱۹ر سال کی تھی یعنی آپ کم سنی میں ہی کبرسنی کے متقاضی مفتی کے عظیم منصب پر فائز ہو چکے تھے، جس منصب کے لئے محض علمی کمال ہی کافی نہیں بلکہ مدتوں کسی مفتی مجتہد صفت کی صحبت بھی نہایت ضروری ہے، آپ اپنے پہلے فتویٰ کے تعلق سے فرماتے ہیں:

''۱۳۲۲ھ میں سب سے پہلے جو میں نے فتویٰ لکھا اور اعلیٰ حضرت کی خدمت میں اصلاح کے لئے پیش کیا، حسن اتفاق سے بالکل صحیح نکلا، اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز اس فتویٰ کو لئے ہوئے خود تشریف لائے اور ایک روپیہ دست مبارک سے فقیر کو عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: مولانا! سب سے پہلے جو فتویٰ میں نے لکھا، اعلیٰ حضرت والد ماجد (علامہ نقی علی خاں قادری بریلوی) قدس سرہ العزیز نے مجھے شیرینی

اداریہ

کھانے کے لئے ایک روپیہ عنایت فرمایا تھا، آج آپ نے جوفتویٰ لکھا یہ پہلا فتویٰ ہے اور ماشاء اللہ بالکل صحیح ہے، اسی لئے اُسی اتباع میں ایک روپیہ آپ کو شیرینی کھانے کے لئے دیتا ہوں، غایت مسرت کی وجہ سے میری زبان بند ہوگئی اور میں کچھ بول نہ سکا۔" [حیات اعلیٰ حضرت، ۱/۴۶]

ملک العلما کے فتویٰ نویسی اور دیگر تحریری سرگرمیوں کا یہ زرّیں سلسلہ ۱۳۸۲ھ یعنی وقت وصال تک جاری رہا جو لگ بھگ ساٹھ سالوں پر محیط ہے۔

فقہ و افتا کا میدان اس قدر سنگلاخ ہونے کے باوجود بھی ملک العلما کے فتاویٰ ادب سے پر اردوئے معلّٰی کے شاہکار نظر آتے ہیں، حالانکہ کہا تو یہی جاتا ہے کہ "فتوے کی زبان دوٹوک اور خشک ہوتی ہے"، لیکن جب ملک العلما کے فتاویٰ پر نظر پڑتی ہے تو یہ مفروضہ یکسر غلط لگنے لگتا ہے اور یہ انکشاف ہوتا ہے کہ اگر "مفتی"، امام احمد رضا کی آغوش تربیت کا پروردہ ہو تو اس کے فتویٰ میں ادب کی چاشنی بھی ہوگی اور زبان و بیان کی حلاوت بھی! گویا اس کے فتوے کا "ادبیت و سلاست" کا مرقع ہونا ایک یقینی امر ہے۔

محمد ساحل سہسرامی کے ذریعہ مرتب کردہ آپ کے فتاویٰ بنام "فتاویٰ ملک العلما" حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری برکاتی بریلوی مدظلہ العالی کی اجازت اور آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی مدظلہ العالی کے اہتمام سے "المجمع الرضوی نے پہلی بار ۲۰۰۴ء میں شائع کئے۔

اس کے علاوہ آپ کے کئی تفصیلی فتاویٰ جو مستقل ایک کتاب کی حیثیت رکھتے تھے، ہندو پاک کے مختلف اشاعتی اداروں سے چھپ کر منظور اہل علم و قلم اور مقبول خاص و عام ہو چکے ہیں۔

(۴) نیز آپ نے فرمایا "مصنف ہیں" جب ہم اس قول کی روشنی میں ملک العلما کی تصنیفات کا جائزہ لیتے ہیں تو یہاں بھی آپ کے تصنیفی کمالات امام احمد رضا کی گہر شناس نگاہوں کی اعلیٰ بصیرت کا پتہ دیتے ہیں، امام احمد رضا کی دوررس نگاہیں یہ ملاحظہ فرما رہی تھیں کہ ملک العلما ۱۳۲۳ھ میں "مواھب ارواح القدس لکشف حکم العرس" تصنیف فرما رہے ہیں، ۱۳۲۴ھ میں "شرح الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ" کا آغاز کر چکے ہیں، ۱۳۲۴ھ میں "مبین الھدیٰ فی نفی امکان مثل المصطفیٰ"، ۱۳۲۵ھ میں "التعلیق علی القدوری" ۱۳۲۵ھ میں "اعلام الساجد بصرف جلود الاضحیۃ فی المساجد" کی تصنیف ہو رہی ہے، ۱۳۲۶ھ میں "بسط الراحۃ فی الحظر والاباحۃ"، ۱۳۲۶ھ میں "الفیض الرضوی فی تکمیل الحموی"، ۱۳۲۷ھ میں المجمل المعدد لتالیف المجدد، ۱۳۳۰ھ میں التحقیق المبین لکلمات التوابین تحریر فرما رہے ہیں۔

۱۳۳۰ھ میں "اطیب الاکسیر فی علم التکسیر" ۱۳۳۲ھ میں "رفع الخلاف من بین الاحناف" ۱۳۳۳ھ میں "خیر السلوک فی نسب الملوک" ۱۳۳۳ھ میں "نزول السکینۃ باسانید الاجازات المتینہ" ۱۳۳۳ھ میں "القول الاظہر فی الاذان بین یدی المنبر" ۱۳۳۳ھ میں "جواہر البیان فی ترجمۃ خیرات الحسان" ۱۳۳۶ھ میں "تحفۃ الاحباب فی فتح الکوّۃ والباب" ۱۳۳۷ھ میں "تحفۃ الاحبار فی اخبار الاخیار" ۱۳۳۷ھ میں "الاکسیر فی علم التکسیر" ۱۳۳۸ھ میں "سرور القلب المحزون فی الصبر عن نور العیون" ۱۳۳۹ھ میں "ہادی الھداۃ لترک الموالاۃ" ۱۳۴۱ھ میں "اعلام الاعلام باحوال العرب قبل الاسلام" ۱۳۴۳ھ میں "نہایۃ المنتہیٰ فی شرح ہدایۃ المبتدی" ۱۳۴۴ھ میں "الافادات الرضویۃ" کی تالیف ہو رہی ہے۔

۱۳۴۵ھ میں اپنی شہرۂ آفاق کتاب "جامع الرضوی المعروف بہ صحیح البہاری" تصنیف فرما رہے ہیں، ۱۳۴۷ھ "دلچسپ مکالمہ" ۱۳۴۸ھ میں "تسہیل الوصول الیٰ علم الاصول" ۱۳۵۳ھ میں "تنویر السراج فی ذکر المعراج" ۱۳۵۴ھ میں "نصرۃ الاصحاب باقسام ایصال الثواب" ۱۳۵۷ھ میں "الفوائد التامہ فی اجوبۃ الامور العامۃ" ۱۳۵۷ھ میں "جامع الاقوال فی رویۃ الھلال" ۱۳۶۰ھ میں "مولود رضوی" ۱۳۶۵ھ میں "تحفۃ العظما فی فضل العلما" ۱۳۶۶ھ میں "سدّ الفرار لمہا جری بہار" ۱۳۶۷ھ میں "چودھویں صدی کے مجدد" جیسی معرکۃ الآرا تصانیف منصۂ شہود

پرآرہی ہیں اور ۱۳۶۹ھ میں ''حیات اعلیٰ حضرت'' لکھ کر ''رضویات'' کی خشت اوّل رکھ رہے ہیں، ۱۳۷۰ھ میں ''عید کا چاند'' ۱۳۷۱ھ میں ''تنویر المصباح للقیام عندحیّ علی الفلاح'' ۱۳۸۲ھ میں ''النور والضیا فی سلاسل الاولیا'' تصنیف فرما کر تلامذۂ اعلیٰ حضرت میں نمایاں مقام حاصل کررہے ہیں۔

(۵) امام اہل سنت ملک العلما کی مزید علمی صلاحیتیں آشکار کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: واعظ ہیں، ملک العلما نے وعظ وتقریر کے ذریعہ قوم وملت کی اصلاح کے فرائض دینے کے ساتھ ساتھ اس فن میں رسائل بھی تصنیف فرمائے ہیں، چنانچہ ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی لکھتے ہیں:

''وعظ وخطاب پر تو ملک العلما کے کئی رسائل لاہور سے شائع ہوچکے ہیں، مزید اور غیر مطبوعہ ہیں، سب کو جمع کردیا جائے تو ایک ضخیم جلد ''خطبات ملک العلما'' کے نام سے چھپ سکتی ہے۔'' [ماہنامہ کنز الایمان، دسمبر ۲۰۰۸ء، ص ۲۹]

(۶) نیز ارشاد فرماتے ہیں ''مناظرہ بعونہ تعالیٰ کرسکتے ہیں'' اس سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ مناظرہ کے تعلق سے امام احمد رضا کو ملک العلما پر یہ مکمل اعتماد واطمینان تھا کہ باطل سے نبرد آزمائی کے لئے آپ میں وہ ساری خوبیاں اور صلاحیتیں موجود ہیں جن کی ضرورت ایک ''کامیاب مناظر'' کو ہوتی ہے، چنانچہ امام احمد رضا ملک العلما کو ایک مناظرے کے لئے تیار رہنے کا حکم دیتے تحریر فرماتے ہیں:

''مولانا المکرم ذی المجد والکرم ولدی الاعز مولانا محمد ظفر الدین جعلہ اللہ کاسمہ ظفر الدین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
وہابیہ خذلہم اللہ تعالیٰ نے تین جگہ شور مچا رکھا تھا، بھاگلپور، فیروز آباد، راندیر! بھاگلپور کا نتیجہ تو یہ ہوا کہ آپ کو اس اشتہار اور مولوی نعیم الدین صاحب کے خط سے واضح ہوگا، یہ خط اصل ہے، بعد ملاحظہ واپس ہو، فیروز آباد میں ایک صاحب مورچہ لئے ہوئے ہیں اور ان شاء اللہ تعالیٰ وہاں حاجت نہ ہوگی، راندیر میں ابھی کوئی آدمی کام کا نہ گیا، وہاں ضرورت پڑتی معلوم ہوتی ہے، میں نے فاتحان بھاگلپور کو آج ہی لکھ دیا ہے کہ تیار رہیں مگر انھوں نے وہاں سے کلکتہ جانے کو لکھا تھا اور شاید ابھی انھیں اطراف میں ان کا قیام مناسب ہو، لہٰذا آپ راندیر جانے کے لئے تیار رہیں، میرے تار کا انتظار کریں۔'' [کلیات مکاتیب رضا، ۱/ ۳۶۴]

اس مناظرے کے لئے ملک العلما کی مستعدی پر امام احمد رضا اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''مولانا المکرم ذی المجد والکرم ولدی الاعز مولانا محمد ظفر الدین جعلہ اللہ کاسمہ ظفر الدین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
آپ کی مستعدی پر بحمدہ تعالیٰ جی خوش ہوا، جزاکم خیراً وبارک فیکم وبکم ولکم وعلیکم، آج ۱۳؍دن ہوئے، راندیر سے جواب نہ آیا، جواب آنے پر کچھ کیا جائے۔''

[کلیات مکاتیب رضا، ۱/ ۳۶۴]

۱۳۲۳ھ میں ملک العلما نے امکان کذب باری تعالیٰ، علم غیب رسول اور اہل سنت کے ان مسائل سے متعلق جن پر اہل دیوبند کو اختلاف ہے ۲۰؍سوالات اپنے زمانہ طالب علمی میں مرتب کرکے اشرفعلی تھانوی سے ان کے جوابات طلب کئے، جن کا کوئی بھی جواب تھانوی صاحب کی طرف سے نہ دیکھنے میں آیا نہ سننے میں آیا، اس تحریری مناظرے کے نتیجے میں ''ظفر الدین الجید اور ظفر الدین الطیب'' جیسے رسالے معرض وجود میں آئے۔

۱۳۲۶ھ میں فیروز پور میوات میں کچھ وہابیہ دیابنہ نے ضلالت وگمراہی کا طوفان برپا کررکھا تھا، جس سے پریشان ہوکر حضرت مولانا صوفی شاہ رکن الدین الوری نے حضرت مولانا احمد حسین خاں رام پوری مقیم درگاہ معلیٰ اجمیر شریف کو کسی مناظر کے لئے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بریلی شریف بھیجا، مولانا رامپوری بارگاہ اعلیٰ حضرت میں حاضر ہوئے اور وہاں کے تمام حالات سنا کر کوئی مناظر روانہ فرمانے کی گزارش کی، اس سلسلے میں مزید ملک العلما خود تحریر فرماتے ہیں:

''اس وقت اعلیٰ حضرت نے مجھے یاد فرمایا اور حکم دیا کہ ملک میوات تحصیل نواح فیروز پور جھرکا میں وہابیوں سے مناظرہ کرنا ہے، آپ مولانا کے ساتھ تشریف لے جائیے اور وہابیوں

کوشکست دیجئے، میں نے عرض کیا تعمیل ارشاد کو حاضر ہوں، حضور کی دعا کی ضرورت ہے، حضور کی دعا شامل حال رہی تو وہابیہ کو ضرور شکست ہوگی، اس وقت اعلیٰ حضرت مکان کے اندر تشریف لے گئے اور ایک اونی جبہ لاکر مجھے عنایت فرمایا اور ارشاد ہوا کہ: یہ مدینہ طیبہ کا ہے، میں نے اسے دونوں ہاتھوں سے لے کر سر پر رکھا، آنکھوں سے لگایا اور رکھ لیا، اعلیٰ حضرت کی دعا اور اس جبہ کی یہ برکت ہوئی کہ وہابیہ کی طرف سے متعدد صاحبان مناظرہ کے لئے آئے تھے............ جب ابتدائی مباحث طے ہوگئے اور سوالات کی نوبت آئی تو پہلے ہی سوال کے جواب میں سبھوں نے ایسی خاموشی اختیار کی کہ ایک لفظ بھی نہ بول سکے، تقاضے پر تقاضے ہوتے مگر ان کا سکوت نہ ٹوٹتا، تین گھنٹے تک سب کے سب خاموش محض رہے، آخر ثالث وحکم صاحب نے کہا: مولانا کچھ تو بولئے تاکہ ہم لوگوں کو کچھ کہنے کا موقع ملے، اس پر بھی وہ خاموش محض رہے، آخر مجبوراً ان لوگوں نے بھی اعلان کیا: صاحبو! آپ لوگوں کے سامنے سب ابتدائی باتیں طے ہوئیں، جب علمی باتوں کی نوبت آئی، مولانا ظفر الدین صاحب نے سوالات کئے، ان کے جواب میں ان تمام علما نے سکوت محض سے کام لیا اور بالکل خاموشی میں تین گھنٹہ وقت صرف کردیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس ان سوالوں کا کوئی جواب نہیں ہے اور یہ لوگ جواب سے قاصر ہیں ورنہ کس دن کے لئے اٹھا رکھتے؟ ان لوگوں کا مذہب باطل اور مولوی شاہ رکن الدین صاحب ومولوی شاہ ارشاد علی صاحب، مولانا مولوی ظفر الدین صاحب، مولوی احمد حسین خاں صاحب وغیرہ علما کا مذہب حق ہے، آپ لوگ آتے وقت دو دروازے سے الگ الگ داخل ہوئے تھے، اب سب لوگ متفق ہوکر اس دروازے سے مولوی ظفر الدین صاحب کے ساتھ مناظرہ گاہ سے باہر تشریف لے جائے، چنانچہ ان چند مولویوں کے علاوہ بقیہ سب لوگ علمائے اہل سنت کے ساتھ ساتھ آئے، والحمد للہ علی ذلک۔'' [حیات اعلیٰ حضرت، ۱/۵۵-۵۶]

۱۳۳۴ھ میں کلکتہ کے ایک غیر مقلد مولوی ولی اللہ مارواڑی نے حنفیوں کو مناظرے کا چیلنج دیا تھا، حاجی محمد لعل خاں مدراسی کی دعوت پر امام احمد رضا نے اس غیر مقلد کے گمراہ کن اعتراضات کا دنداں شکن جواب دینے کے لئے ملک العلما کو کلکتہ بھیجا، جب آپ اس مناظر کے لئے کلکتہ تشریف لے گئے تو بدعقیدہ مولوی مارواڑی فرار ہوگیا، اس کی مکمل تفصیل ''گنجینۂ مناظرہ'' میں دیکھی جاسکتی ہے، اس مناظرہ میں کامیابی پر امام احمد رضا ملک العلما کو مبارک باد دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''فتح مبارک ہو، پہلے معلوم تھا، مگر ہمارے حاجی صاحب کا استعجاب، جس کا حاصل یہ ہوا کہ آپ یہاں سے چلے گئے، دیوبندیوں کے پیچھے نماز درست نہ ہونے کا یہ اشتہار جس میں مولوی برکات احمد صاحب کی تحریر ہے، غنیمت ہے، امید کی جاتی ہے کہ ان شاء اللہ المولیٰ رفتہ رفتہ آملیں۔''

[کلیات مکاتیب رضا، ۱/۳۵۷]

اسی سال رامپور میں بھی ایک مناظرہ کیا اور فتح یاب وظفر مند رہے، آپ کے صاحبزادے ڈاکٹر مختار الدین آرزو مناظرے کے تعلق سے لکھتے ہیں:

''مجھے یاد آتا ہے کہ میرے بچپن میں وہ آریہ سماج اور مسیحی مبلغین سے مناظرے کے لئے جلسوں میں تشریف لے جایا کرتے تھے، ایک مناظرے کے لئے وہ برما بھی تشریف لے گئے تھے۔'' [حیات ملک العلما، ص۱۶]

فن مناظرہ میں ملک العلما کی مہارت تامہ کی روشن دلیل آپ کی درج ذیل تصانیف ہیں:

(۱) الحسام المسلول علی منکر علم الرسول ۱۳۲۳ھ (۲) ظفر الدین الجید ۱۳۲۳ھ (۳) شکست سفاہت ۱۳۲۶ھ (۴) رالدین الطیب ۱۳۲۷ھ (۵) سم الکنزۃ علی الکلاب الممطرۃ ۱۳۲۸ھ (۶) النبراس لدفع ظلام المنہاس ۱۳۲۹ھ (۷) کشف الستور عن مناظرۃ رامپور ۱۳۳۴ھ (۸) ندوۃ العلما ۱۳۳۸ھ (۹) گنجینۂ مناظرہ ۱۳۳۴ھ (۱۰) رفع الخلاف من بین الاحناف ۱۳۳۲ھ۔ [حیات ملک العلما، ص۲۴]

(۷) مزید ارشاد ہوتا ہے ''علمائے زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ ہیں'' امام احمد رضا کے اس جملہ سے علم توقیت میں ملک العلما کی انفرادیت واضح ہوتی ہے یعنی امام احمد رضا کے بعد اس فن میں ملک العلما کی شخصیت ہی یکتائے روزگار اور علمائے عصر کی مقتدا تھی اور آج بھی ہے، بریلی شریف اور اطراف کے علاوہ پورے ملک کے لئے اوقات صلوات خمسہ اور اوقات سحر و افطار کا استخراج آپ ہی فرماتے تھے، چنانچہ اس کا ذکر امام احمد رضا نے خلیفہ تاج الدین ناظم انجمن نعمانیہ لاہور کو لکھے اپنے ایک مکتوب میں یوں فرمایا ہے:

''میرے یہاں کے اوقات طلوع و غروب و نصف النہار، ہر روز و تاریخ کے لئے اور جملہ اوقات ماہ مبارک رمضان شریف کے بھی بناتے ہیں۔'' [کلیات مکاتیب رضا، ۱/ ۲۱۰]

اس سلسلے میں ملک العلما تحریر فرماتے ہیں:

''فقیر سراپا تقصیر محمد ظفر الدین قادری رضوی بہاری مجیروی غفرلہ جذبات ارباب دانش و اصحاب بینش میں ملتمس کہ اس دور تمدن و ترقی میں کہ قریب قریب ہر شخص اپنے اوقات کا انضباط ساعات سے کرتا ہے، شاذ و نادر ہی کوئی ایسا تعلیم یافتہ نکلے جس نے سیر شمس و قمر کی روایت پر اپنے کاروبار کا مدار رکھا ہو، اس لئے ضروری تھا کہ اوقات صوم و صلوٰۃ، صبح صادق، طلوع شمس، ضحوۂ کبریٰ، نصف النہار، وقت عصر و مغرب، افطار و عشا بھی حسب لواحت ساعت مرتب کئے جائیں، خداوند عالم بہتر سے بہتر جزائے خیر عطا فرمائے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت و استاذی و ملاذی و مرشدی شیخ الاسلام والمسلمین جناب مولانا قاری شاہ احمد رضا فاضل بریلی قدس سرہ العزیز کو، مسلمانوں کی اس ضرورت کا آپ نے احساس فرمایا اور ۱۳۱۱ھ میں بریلی شریف کے اوقات صوم و صلوٰۃ رمضان شریف کے لئے ہر سال مرتب فرما کر رفاہ عام کے لئے مع تفاضل اوقات دیگر بلاد شائع فرمانا شروع کیا، جب ۱۳۲۵ھ میں میں نے اس فن کو حاصل کیا، یہ خدمت میرے متعلق ہوئی، میں بھی ہر سال رمضان شریف کے اوقات صوم وصلوٰۃ مرتب کرتا جسے مطبع اہل سنت و جماعت بریلی شریف چھاپ کر شائع کرتا، اسی اثنا میں مجھے خیال ہوا کہ یہ اوقات قمری مہینے کے بنتے ہیں، اس لئے ہر سال بنانے کی ضرورت پڑتی ہے اور اشتہاری طرز پر شائع ہوتے ہیں، اس لئے لوگ بعد رمضان شریف ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا کرتے ہیں، اگر شمسی مہینوں سے بنائے جائیں تو فقط ایک سال کا بنانا کافی ہے جو ہمیشہ کے لئے کارآمد ہو، اس امر کو ملحوظ رکھتے ہوئے میں نے بریلی شریف کے اوقات شمسی مہینوں سے مرتب کر کے بہ شکل 'مؤذن الاوقات' ۱۳۳۵ھ میں شائع کیا۔'' [مؤذن الاوقات، ص ۲]

حضور ملک العلما ہیأت و ہندسہ اور تقویم میں اچھی خاصی مہارت رکھتے تھے، چنانچہ اعلیٰ حضرت اس فن میں کسی نیم ملا کی غلطیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ملک العلما کو لکھتے ہیں:

''ولدی اعز الاعز مولانا المکرم جعل کاسمہ ظفر الدین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا پرچہ آیا، نواب صاحب نے ترجمہ کیا، کسی عجیب بے ادراک کی تحریر ہے، جسے ہیأت کا ایک حرف نہیں آتا، سراپا اغلاط سے مملو ہے، آپ نے جو تقویمات کواکب لکھیں، ان میں بھی بعض میں فرق ہے، مجھے ۱۷ دن سے بخار آتا ہے، نقاہت بشدت ہوگئی ہے، طالب دعا ہوں، خیال ہے کہ بعد صحت ایک مضمون نہ صرف اس کے اغلاط کثیرہ کے بیان میں بلکہ ہیأت جدیدہ کے مسئلہ جاذبیت کے ابطال میں بھی، سید صاحب 'ہمدم' کو بھیج دیں، آپ مناسب جانیں تو آپ کے نام سے ہو، اردو ہمدم کو چلا جائے اور انگریزی اس کی آپ بانکی پور کے اخبار کو بھیج دیں، والسلام بچے کو دعا۔'' [کلیات مکاتیب رضا، ۱/ ۳۷۵]

اس فن میں آپ کی درج ذیل تصانیف اہل علم و قلم کی رہنمائی کرتی نظر آرہی ہیں:

(۱) الجواہر والیواقیت فی علم التوقیت ۱۳۳۰ھ (۲) بدر السلام لمیقات کل الصلوٰۃ والصیام ۱۳۳۵ھ (۳) مؤذن الاوقات

اداریہ

۱۳۳۵ھ (۴) توضیح الافلاک ۱۳۴۰ھ (۵) مشرقی اور سمت قبلہ ۱۳۵۸ھ۔

اس خط میں ایک اور بات قابل غور ہے: کہ امام احمد رضا نے ملک العلما کو ''مکرمی'' تحریر فرمایا ہے جسے لوگ عموماً اپنے سے بڑے یا کم از کم ہم عمر افراد کے لئے لکھتے ہیں، اس سے جہاں بارگاہ امام میں ملک العلما کی قدر و منزلت اور غایت شفقت کا پتہ چلتا ہے وہیں یہ درس بھی ملتا ہے کہ استاذ و شاگرد کے ساتھ کیسا ربط وضبط ہونا چاہئے، اعلیٰ حضرت نے یہ جملہ اپنے شاگرد کے لئے لکھا ہے جبکہ آج کے شاگرد اپنے استاذ کے لئے ایسے جملے لکھنے کے روادار نہیں، استاد و شاگرد کے درمیان پاس ولحاظ، ادب واحترام اور شفقت ومحبت میں کیسا انحطاط آیا ہے، اللہ رحم فرمائے۔

محض اسی ایک جملے پر بس نہیں بلکہ امام احمد رضا نے آپ کو مختلف مواقع پر شفقت اور قدر ومنزلت بھرے مختلف الفاظ سے یاد فرمایا ہے، چنانچہ آپ کو لکھے گئے امام اہل سنت کے ہر خط سے یہ شفقت ومحبت آشکارا ہے:

''(۱) ولدی الاعز حامی السنہ ماحی الفتنہ جعلہ المولیٰ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین (۲) ولدی الاعز المکین مولانا المکرم ذی العلم المتین جعلہ کاسمہ ظفر الدین (۳)۔'' [کلیات مکاتیب رضا]

ملک العلما کو امام احمد رضا کی ان بے پناہ شفقت ومحبت کا شدت کے ساتھ احساس تھا، چنانچہ 'حیات اعلیٰ حضرت' میں ایک جگہ یوں رقم طراز ہیں:

''حق یہ ہے کہ ایک خادم کی وہ عزت افزائی ہے جس کی حد نہیں اور اس کے بعد اس کو ہمیشہ برقرار رکھا، میرے پاس چالیس سے زیادہ مکاتیب ہیں جو وقتاً فوقتاً بریلی شریف سے امضا فرمائے، اس میں برابر 'ولدی الاعز مولانا مولوی محمد ظفر الدین جعلہ اللہ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین' سے شروع فرمایا، فتاویٰ شریف جلد اوّل میں میرا نام انھیں لفظوں سے تحریر فرمایا ہے۔'' [حیات اعلیٰ حضرت، ۱/ ۴۷]

شفقت اصاغر اور خورد نوازی کی اس سے بہتر مثال اور کیا ہو سکتی ہے؟ امام احمد رضا اپنے مکتوب مذکور کے شروع میں تحریر فرماتے ہیں:

''اب کئی سال سے میرے مدرسے میں مدرس اور اس کے علاوہ کار افتاء میں میرے معین ہیں۔''

اس جملے سے پتہ چلتا ہے کہ ملک العلما امام موصوف کے لئے کتابوں سے حوالوں کی تخریج، عبارات کا اصل سے مقابلہ، کتب خانوں اور لائبریریوں سے نادر ونایاب کتب کی تلاش و جستجو، عبارات کے لاحق وسابق سے اطلاع جیسے فرائض نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیتے تھے، نیز اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام احمد رضا کو آپ پر یہ اعتماد کلی تھا کہ جو عبارتیں آپ نقل کر کے بھیج رہے ہیں وہ من وعن وہی ہیں جو کتاب میں مذکور ہیں، اس میں کسی قسم کا کوئی حذف واضافہ نہیں، ردّ وبدل نہیں، ذرا غور فرمائیے کہ کتاب سامنے نہیں مگر عبارتیں دیکھی جارہی ہیں، فتووں میں حوالہ کے طور پر مذکور ہو رہی ہیں، واللہ کیسی آنکھ تیار کی ہیں امام احمد رضا نے کہ موجود ہیں بریلی میں، مگر پٹنہ میں کتابوں کی عبارتیں ملاحظہ فرما رہے ہیں، فقہی جزئیات دیکھ رہے ہیں سہسرام میں، ہیں بریلی میں اور کٹیہار میں حوالوں کے لاحق وسابق پر غور کر فرما رہے ہیں، شملہ میں نادر کتابوں کا مطالعہ فرما رہے ہیں۔

امام احمد رضا ان سے کتب ورسائل کی عبارات طلب کرتے، عبارتوں میں مطابقت کی ہدایت فرماتے، خط وکتابت کے ذریعہ بدمذہبوں کی خبر لینے کا حکم فرماتے، چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

''مسودۂ فتویٰ جو آپ نے بھیجا، اس میں مولوی دیانت حسین صاحب ومولوی مقبول احمد صاحب کے بھی دستخط تھے، اس مطبوعہ میں نہیں، اس کا کیا سبب ہوا؟ مبسوط سرخسی کتب خانہ میں ہو تو اِس عبارت کو تطبیق کر بھیجئے: والاصطفاف بین الاسطوانتین .... وذلك لا یمنع صحة الاقتداء۔ یہ عبارت یونہی ہے کہ اس میں فرق ہے؟ اس کا سابق ولاحق کیا ہے؟۔'' [کلیات مکاتیب رضا، ۱/ ۳۳۴]

مبسوط کی اسی عبارت کے تعلق سے اپنے دوسرے خط

میں یوں رقم طراز ہیں:

’’مبسوط سرخسی کی یہ عبارت طائفہ کذابیہ نے رسالہ ’تنشیط الآذان‘ میں کہ انبیٹھی نے مسئلہ اذان میں سخت جہالات فاحشہ پر لکھا، استناداً نقل کی ہے، ان لوگوں کا کذب بدیہی اوّلی ہے، آپ کسی شخص کے نام سے اسے خط بھیجوائیے بلکہ مناسب ہو تو رجسٹری کہ آپ نے فلاں رسالہ میں یہ عبارت مبسوط امام سرخسی نقل کی ہے، آپ کے بعض مخالفین کہتے ہیں کہ یہ عبارت مبسوط میں کہیں نہیں، لہٰذا براہ مہربانی بواپسی ڈاک اطلاع دیجئے کہ عبارت مذکورہ مبسوط کے کس کتاب وباب وفصل وجلد وصفحہ میں ہے کہ مخالفوں کو دکھا کر ساکت کیا جائے، اس خط کی کارروائی باذنہٖ تعالیٰ جلد ہو، رجسٹری ہی مناسب ہے اور اگر وہ جواب نہ دے تو ’مبسوط‘ کے باب الامامۃ، باب مکروہات الصلوٰۃ وغیرہا ایسے استیعاب وغور سے پڑھے دیکھے جائیں کہ نفی چھاپ دینے کا موقع ملے، اس مہمل رسالہ کا رد اگرچہ اصلاً ضروری نہیں کہ سب وہی مردودات پیش کرتے ہیں اور ان کے رد کو ہاتھ نہیں لگاتے، پھر بھی عوام ہر تازہ تحریر کا جواب چاہتے ہیں، لہٰذا باذنہٖ تعالیٰ کچھ نہ کچھ ہونا بہتر ہے، یہ جواب اس تحقیق وطلب تصحیح نقل پر موقوف ہے، لہٰذا عجلت واحتیاط کامل دونوں مطلوب ہیں۔‘‘

[کلیات مکاتیب رضا، ۱/ ۳۳۵]

ایک عبارت پر اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

’’ولدی وزینی وقرۃ عینی برادر دینی ویقینی مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب جعلہ اللّٰہ کاسمہٖ ظفر الدین آمین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ! عبارت ’تاتارخانیہ‘ بہت عمدہ ہے، ایسی عبارتیں کہ اذان مکان عالی پر ہوں، کافی نہیں .... فقہ شافعی میں امام ابواسحاق کی کتاب ’تنبیہ‘ ہے، اس کی شرح امام ابوزکریا نووی نے فرمائی، جس کا نام ’تحریر‘ ہے، یہ متن وشرح اگر اس کتب خانے میں ہوں تو جلوس امام علی المنبر وقیام مؤذن للاذان کے متعلق جو کچھ اس میں ہو، نقل کر کے بھیجئے، نیز باب الاذان میں اگر کچھ لکھا ہو۔‘‘ [کلیات مکاتیب رضا، ۱/ ۳۳۳]

مزید ایک خط میں ارشاد فرماتے ہیں:

’’ولدی اعزی اعزک اللّٰہ فی الدین والدنیا وجعلک کاسمک ظفر الدین آمین، آمین، آمین السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ! پانچ رسالے اور آپ کا فتویٰ مرسل ملے، بارک اللّٰہ فیک ولک وبک وعلیک، عبارت ’تحریر‘ کی زیادہ ضرورت ہے، نیز ’شرح وقایہ نقایہ فصیح ہروی‘ اگر وہاں ہو، اس مسئلہ کے فطان اور مرور بین یدی المصلی کی بحث دیکھو کہ اس میں کیا لکھا ہے؟ یہاں قرب اضافی مراد ہے۔‘‘ [کلیات مکاتیب رضا، ۱/۳۳۳]

ایک خط میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:

’’حسب وعدہ کل روز یکشنبہ باوصف دردسر رسالہ لکھ دیا، مع نقل فتویٰ ہلال مرسل ہے، مجھے دربارۂ خضاب ان چند کتابوں کی پوری عبارات درکار ہیں، آپ کے پاس ہوں تو فبہا ورنہ ایک دن کے لئے پٹنہ جا کر لائیے، تاتارخانیہ، زاد المعاد لابن القیم، عقد الفرید لابن عبدربہ، نزہۃ المجالس، اس کے سوا اگر اور کتب سے کہ میرے پاس نہیں عبارات مستوعبہ ہو تو ’احسن کتم‘ اور ’وسمہ‘ کی تفسیر (ماورائے صراح وقاموس وتاج العروس وخالق زمخشری ومغرب مطرزی ومصباح المنیر ومختار الصحاح ونہایہ ابن اثیر ومجمع البحار وتحفہ ومخزن الادویہ وتذکرہ انطاکی ووجامع ابن بیطار وانوار الاسرار لابغدادی ومرقات واشعۃ اللمعات وفتح الباری وعمدۃ القاری وارشاد الساری وشرح مسلم للنووی وشرح شمائل ترمذی للقاری وشرح شرعۃ الاسلام علی زادہ وشرح مشارق الانوار لابن الملک وتیسیر وسراج المنیر وشروح جامع صغیر) اور کتابوں سے جو کچھ ملے تو اور عنایت ہو۔‘‘ [کلیات مکاتیب رضا، ۱/ ۳۶۷]

اتنی مسافت پر موجود ہونے کے باوجود بھی جس نگاہ سے یہ سارے علمی کام ہو رہے ہیں، امام احمد رضا نے اسی کو ’’ملک العلما‘‘ کا باوقار خطاب دیا ہے، امام احمد رضا کو ملک العلما کی اِن جاں فشانیوں کا اعتراف تھا اور وہ ان کی مصروفیتوں سے کامل واقف

اداریہ

تھے، چنانچہ ایک خط میں سنیوں کی حالت زار اور ملک العلما کی غیر معمولی مصروفیتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''سنیوں کی عام حالت یہی ہو رہی ہے کہ جن کے پاس مال ہے، انھیں دین کا خیال کم ہے اور جنھیں دین سے غرض ہے، افلاس کا مرض ہے ورنہ کلکتہ میں حمایت دین کے لئے دو ہزار روپئے ماہوار بھی کوئی چیز نہ تھے اور ادھر یہ مدرسہ شمس الہدیٰ جس کی نسبت میں نے سنا کہ سولہ ہزار سالانہ جائداد اس کے لئے وقف ہے، اس کا بھی ہاتھ میں رکھنا ضرور ہے، مبادا کہ کوئی دیوبندی قابض ہوجائے، والعیاذ باللہ تعالیٰ! افسوس کہ ادھر نہ مدرس، نہ واعظ، نہ ہمت والے مالدار، ایک ظفر الدین کدھر کدھر جائیں اور ایک لعل خاں کیا کیا بنائیں؟۔'' [کلیات مکاتیب رضا، ۱/ ۳۵۸]

امام احمد رضا کو ملک العلما پر کس درجہ وثوق تھا اور آپ کی نظر میں ملک العلما کے فتویٰ و تصدیق کی کیا اہمیت تھی اس کا اندازہ اس خط سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

''حبیبی ولدی وقرۃ عینی مولانا مولوی ظفر الدین صاحب قادری جعلہ اللہ کاسمہ ظفر الدین، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

وہابیہ نے اس مسئلہ کو طول دیا ہے، مدت سے ان کی امید تھی کہ اصول دین چھوڑ کر کسی فرعی مسئلہ میں بحث آپڑے، اپنے موافق آپ کا تصدیقی خط ''دبدبۂ سکندری'' میں چھپ چکا ہے، مگر اس قدر کافی نہیں، رسائل ومسائل بھیجتا ہوں، ایک مختصر فتویٰ اگرچہ دو ہی سطر کا ہو، اپنی مہر سے اور جتنے لوگوں کی مہریں وہاں مل سکیں فوراً فوراً ارسال کیجئے۔''

[کلیات مکاتیب رضا ۱/ ۳۳۲]

ملک العلما افتا و توقیت، تصنیف وتالیف اور وعظ ومناظرہ میں عین امام احمد رضا کے منشا کے مطابق ماہر وکامل تھے، ملک العلما کی انھیں اعلیٰ صلاحیتوں کے سبب بریلی شریف سے کہیں دور جانے کی صورت میں امام احمد رضا کو کسی حد تک آپ کی کمی کا احساس رہتا تھا پھر بھی دین متین کے لئے ''اپنے نفس پر ایثار'' کر کے جہاں ضرورت ہوتی بھیجتے، چنانچہ آپ کا یہ احساس ان الفاظ میں سامنے آتا ہے:

''فقیر آپ کے مدرسہ کو اپنے نفس پر ایثار کر کے انھیں آپ کے لئے پیش کرتا ہے، اگر منظور ہو تو فوراً اطلاع دیجئے کہ اپنے ایک اور دوست کو میں نے روک رکھا ہے کہ ان کی جگہ مقرر کروں، اگرچہ دو عظیم کام یعنی افتا و توقیت اور ان سے اہم تصنیف میں وہ بھی ہاتھ نہیں بٹا سکتے، اس لئے وعظ ومناظرہ بھی نہیں کر سکتے، مگر یہ وہاں گئے تو جس نے انھیں ان کاموں کا اپنے کرم سے بنایا ہے، اِن کو بھی بنا سکتا ہے۔''

[کلیات مکاتیب رضا، ۱/ ۲۱۰]

پچپن سال کے اس طویل تدریسی ایام میں ہزاروں تشنگان علوم آپ کے سرچشمۂ علم وحکمت سے سیراب ہوئے، اس دوران آپ اپنی ذاتی مصروفیات مثلاً فتویٰ نویسی، وعظ وتلقین، تصنیف وتالیف، بیعت وارشاد، مناظرہ اور قضا کے علاوہ مسلسل امام احمد رضا کے رابطے میں رہے اور ان کے کارناموں سے باخبر رہے اور اپنی سرگرمیوں سے انھیں باخبر کرتے رہے، ایک ساعت کے لئے بھی نہ امام موصوف سے آپ کا قلبی تعلق ٹوٹا اور نہ چند روز کے لئے بھی سلسلۂ مراسلت منقطع ہوا، جو استاد وشاگرد اور مرشد ومسترشد کے لئے یقیناً درس عبرت ہے۔

ملک العلما اپنے مرشد ومربی کی بارگاہ میں سراپا نیاز رہتے اور جب کبھی انھیں خط لکھتے نہایت ادب واحترام اور عقیدت و محبت کے ساتھ مخاطب فرماتے، چنانچہ اپنے ایک خط میں اپنے مرشد کو ان الفاظ میں مخاطب فرماتے ہیں:

''بحضور پرنور آقائے نعمت دریائے رحمت متع اللہ المسلمین بطول بقائکم السلام علیکم رحمۃ اللہ وبرکاتہ

خادم بارگاہ مع الخیر رہ کر خواہان عوافی مزاج میں مع متعلقین کرام ہے، تقریر پرتنویر مشرف ورود فرما کر معزز ومشرف فرمایا۔'' [خطوط مشاہیر بنام امام احمد رضا، ۱/ ۴۳۳]

ملک العلما کو جب بھی کوئی دینی، دنیوی، علمی پریشانی لاحق ہوتی یا کسی شرعی مسئلے میں رہنمائی کی ضرورت پڑتی، فوراً اپنے مرشد کی بارگاہ میں رجوع کرتے، چنانچہ ایک مسئلے میں

رہنمائی کے لئے نہایت نیازمندی کے ساتھ لکھتے ہیں:

''یوم صومکم یوم نحرکم'' یہ کیسی حدیث ہے اور کس کتاب میں ہے اور کس موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا یہاں بالاتفاق روز شنبہ کو عید ہوئی، مگر یہاں کے کسی شخص نے نہ عید کا چاند دیکھا، نہ ذی قعدہ کا، صرف میرے فتویٰ کے حکم کے مطابق ایسا ہوا، میں نے اپنی تسلی کے لئے یہ سوالات کئے ہیں، شامی، قاضی خان، سراجیہ، بحر الرائق، عالمگیری، فتح القدیر، کافی میں ثبوت نہیں ملا، اس لئے حضور کو تکلیف دی۔''

[خطوط مشاہیر بنام امام احمد رضا، ۱/ ۴۳۸]

امام احمد رضا کو اپنے اس لائق وفائق شاگرد سے قلبی لگاؤ اور ان کی صحت وطبیعت کا بھرپور خیال تھا، جب بھی موقع ملتا اور کوئی نقش تیار فرماتے تو اس ہونہار شاگرد کو کبھی فراموش نہیں کرتے، چنانچہ اس قلبی لگاؤ کا اظہار اس خط سے ہوتا ہے، ملاحظہ فرمائیے کیسا پیار، کیسی شفقت مترشح اس خط سے:

''میں جن امور میں ہوں، اگر آپ کو تفصیل معلوم ہوتو مجھے عدم تحریر خطوط میں معذور رکھیں گے مگر آپ کی یاد، دل کے ساتھ ہے، جو عظیم ساعت میسر ہوئی، محض عطیۂ الٰہی تھی، اس میں یہ نقوش تیار کئے جو مرسل ہیں.........

ان کے فوائد برکات عظیمہ، مخلوق وخالق سب کے نزدیک عظیم وجاہت، بعونہ تعالیٰ ہر ضیق سے نجات، ہمیشہ وسعت رزق، محبت الٰہی، حیات طیبہ، قلوب خلائق میں محبت، ان میں دو نقشوں میں مکتوب لہ کے نام کے اعداد بھی داخل کئے جاتے ہیں، وقت بہت قلیل تھا، صرف پندرہ نام اس کے لئے تجویز کئے، ان میں ایک آپ کا بھی نام تھا۔''

[کلیات مکاتیب رضا، ۱/ ۳۳۶]

ایک موقع پر آپ کے لئے چاندی کا نقش تیار کرایا تھا، فرماتے ہیں:

''ان ساعات میں دو نقش عظیم وجلیل آپ کے لئے لکھے، جن میں آپ کے نام کے اعداد بھی داخل تھے، ایک کی ساعت وقت صبح کی تھی اور دوسرے کی افضل الساعات ساعت اخیرہ جمعہ اور بعد جمعہ ایک نقش آپ کے لئے چاندی کندہ کرایا، یہ تینوں نقوش معظم ایک ڈبیہ میں مع پرچۂ ترکیب رکھ کر پارسل کر دیئے۔''

[کلیات مکاتیب رضا، ۱/ ۳۳۷]

یہ سب عنایتیں دیکھ کر ملک العلما کی قسمت پر رشک ہوتا ہے کہ کیسا استاد ومربی پایا تھا آپ نے! جو کبھی استاد بن کر علم وہنر کے موتی سے آپ کا ظاہر تعمیر کر رہا ہے، کبھی مرشد بن کر اصلاح باطن کے لئے راہ سلوک کی باریکیوں سے واقف کرا رہا ہے تو کبھی باپ بن کر دنیا کے نشیب وفراز سمجھا رہا ہے۔

امام احمد رضا نے جس پدرانہ شفقت کے ساتھ ملک العلما کے بچوں کی خیریت دریافت کی ہے، ان کے نام تجویز فرمائے ہیں اور انھیں دعائیں دی ہیں، اس کی مثال ملنی مشکل ہے، یہ خط ملاحظہ فرمائیے:

''نعمت تازہ کی خیریت سے اطلاع دیجئے اور یہ کہ تہنیت کا تارمع تاریخی نام 'مختار الدین ۱۳۳۶ھ' کہ آپ کے نام سے ملتا ہوا بھی ہے، جو میں نے ۲۸ ر ذی القعدہ ۳۶ھ روز جمعہ کو بھیجا، کیا آپ کو ملا؟۔''

[کلیات مکاتیب رضا، ۱/ ۳۷۱]

ایک دوسرے خط تحریر فرماتے ہیں:

''پہلے آپ نے بہت کتابوں کی عبارتیں اس بارے میں کہ اذان جمعہ زمانۂ اقدس میں دروازہ پر ہوتی تھی، ان تفاسیر سے کہ میرے پاس نہیں، نقل کر کے بھیجی تھیں، وہ پرچہ باحتیاط رکھ دیا تھا، اب تلاش کیا نہ ملا، بچیوں کو دعا۔''

[کلیات مکاتیب رضا، ۱/ ۳۶۷]

نیز ایک جگہ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

''خط ملا، یہ نعمت تازہ مبارک ہو، اس کا نام وہ رکھئے کہ ہندوستان میں کسی عورت کو نصیب نہ ہوا، یعنی حضرت ربیع بنت معوذ انصاریہ صحابیہ بنت صحابی علیہا الرضوان کے نام مبارک پر ربیع خاتون ۱۳۳۹ھ۔''

[کلیات مکاتیب رضا، ۱/ ۳۸۸]

امام احمد رضا اپنے اس شاگرد رشید کی تصانیف کی تعریف

کرتے، ان کے دیگر علمی کارناموں پر خوش ہوتے، دعائیں دیتے، ہدایات دیتے اور احباب سے مشورے کی تلقین فرماتے، چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

''آپ کا رسالہ 'موذن الاوقات' آیا نام بھی مناسب وموزوں پایا، اس کے مقصد اوّل اور خاتمہ کو ضرور دکھالینا چاہئے اور 'تذہیب' کا حرف بہ حرف قبل طبع دکھالینا فرض اہم ہے، مولانا کسی وقت اپنے آپ کو مشورۂ احباب سے مستغنی نہ کرنا بہت مفید فی الدین ہے، آپ کی تصانیف 'عافیہ وافیہ و تقریب' پر خوشی ہوئی، مگر کاش یہ وقت آپ نے بہشتی زیور وگوہر کی قلعی کھولنے میں صرف کیا ہوتا تو بحمدہ تعالیٰ ذخیرۂ عقبیٰ ہوتا، جہاں ان کتابوں سے گمراہ ہوئے جاتے ہیں، وحسبنا اللہ المولیٰ ونعم الوکیل۔'' [کلیات مکاتیب رضا، ۱/ ۳۶۵]

آپ کے کسی رسالہ کی تعریف کرتے ہوئے ایک خط میں یوں فرماتے ہیں:

''دردِ سر کی حالت میں رسالہ کچھ دیکھا، بعونہ تعالیٰ بہت اچھا لکھا ہے، جزاکم خیراً کثیراً فی الدنیا والآخرۃ۔''

[کلیات مکاتیب رضا، ۱/ ۳۶۷]

ایک اور مقام پر آپ کے کام کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مولانا ظفر الدین صاحب نے 'تسہیل التعدیل' کا کام ماشاء اللہ بہت جلد کیا، جزاہ اللہ تعالیٰ خیر جزاء۔''

[کلیات مکاتیب رضا، ۲/ ۲۳۸]

بریلی شریف میں جو بھی علمی، مذہبی جلسے منعقد ہوتے، امام احمد رضا اس میں ملک العلما کی شرکت ضروری سمجھتے، حتیٰ کہ باصرار انھیں شرکت کے لئے خط لکھتے، چنانچہ لکھتے ہیں:

''مولانا المکرم ذی المجد والکرم اکرمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حالات حاضرہ ومصائب دائرہ نے اسلام ومسلمین کو جس درجہ سراسیمہ وپریشان کیا ہے، آپ جیسے واقف کار حضرات سے مخفی نہیں، علمائے اہل سنت وجماعت اگر اب بھی بیدار نہ ہوں گے تو (خدانخواستہ) وہ دن دور نہیں کہ سوائے کف افسوس ملنے کے اور کچھ چارۂ کار نہ پائیں گے، انھیں ضرورتوں کو محسوس کر کے علمائے اہل سنت وجماعت کا ایک مہتم بالشان جلسہ ۲۲-۲۳-۲۴/ شعبان المعظم روز دو شنبہ، سہ شنبہ، چہار شنبہ کو ہونا قرار پایا ہے، میں جناب کی اعانت دینی وتوجہ مذہبی سے امید واثق رکھتا ہوں کہ اس ضروری دینی کام کو سب کاموں پر مقدم سمجھیں گے اور تشریف لاکر اپنے مفید مشورہ اور مواعظ حسنہ سے مسلمانوں کی اصلاح احوال فرمائیں گے۔'' [کلیات مکاتیب رضا، ۱/ ۳۸۶]

گاندھویوں کے خلاف ایک جلسے میں شرکت کے لئے یوں لکھتے ہیں:

''ولدی الاعز حامی السنن مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب جعلہ کاسمہ ظفر الدین، آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

....

۱۳/ تا ۱۵/ رجب مطابق ۲۴/ تا ۲۶/ مارچ سے گاندھویوں کا بھاری جلسہ بریلی میں ہونے کو ہے، احباب کی رائے ہے کہ اپنے علما بھی ایام ندوہ کی طرح جمع ہوں، یہ اگر قرار پایا تو آپ کو آنا ضرور ہوگا، تیار رہئے، اگر میں ۱۱/ یا ۱۲/ رجب کو تار دوں تو باذنہ تعالیٰ فوراً تشریف لائیے۔''

[کلیات مکاتیب رضا، ۱/ ۳۸۶]

ایک شفیق باپ اپنے عزیز ترین بیٹے کو جس طرح دنیا کی بے ثباتی اور اس کے نشیب وفراز سمجھاتا ہے امام احمد رضا اسی طرح ملک العلما کو دنیا کی بے ثباتی سے واقف کراتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''آپ کا خط در بارۂ پریشانی دنیا آیا تھا، ہفتے ہوئے اور اس کا جواب آج دوں، کل دوں مگر طبیعت علیل، بار بار بخار کے دورے اور اعدائے دین کا ہر طرف سے ہجوم، ان کے دفع میں فرصت معدوم.......................

اس سے اعتماد رہتا ہے کہ عدم جواب کو اعذار صحیحہ پر خود محمول

فرمائیں گے، اس خط کے جواب میں چاہتا تھا کہ آیات و احادیث دربارۂ مذمت دنیا و منع التفات بہ تمول اہل دنیا لکھ کر بھیجوں، مگر وہ سب بفضلہ تعالیٰ آپ کے پیش نظر ہیں، فلاں کو دست غیب ہے، فلاں کو حیدرآباد میں رسوخ ہے، یہ دیکھا، یہ نہ دیکھا کہ آپ کے پاس بعونہ تعالیٰ علم نافع ہے، ثبات علی السنہ ہے، ان کے پاس علم نافع نہیں یا علم مضر ہے، اب کون زائد ہے؟ کس پر نعمت حق بیشتر ہے، بشرط ایمان، وعدہ وعلو وغلبہ باعتبار دین ہے نہ یہ کہ دنیوی امور میں مؤمنین کو تفوق رہے، دنیا سجن مؤمن ہے، سجن میں اتنا آرام مل رہا ہے، کیا محض فضل نہیں؟ دنیا فاحشہ ہے، اپنے طالب سے بھاگتی ہے اور ہارب کے پیچھے دوڑتی ہے، دنیا میں مؤمن کا قوت کفاف بس ہے۔'' [کلیات مکاتیب رضا، ۱/ ۳۹۲]

ایک جگہ ملک العلما کے دینی خدمات کو سراہتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''آپ اور مولانا حامی سنت ماحی بدعت حاجی محمد لعل خاں صاحب سلمکما جو کچھ خدمات دین کر رہے ہیں، مولیٰ عز وجل برجستہ قبول فرمائے اور دونوں جہاں میں اس پر اجر جزیل دے اور ہمیشہ اعدائے دین پر مظفر و منصور رکھے، آمین۔''

[کلیات مکاتیب رضا، ۱/ ۳۵۹]

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کو ملک العلما کی پاسداری اور آپ کی خوشی اس قدر عزیز تھی کہ ہزار عدیم الفرصتی کے عالم میں بھی جانفشانی اور عرق ریزی سے گریز نہ فرماتے، چنانچہ آپ کے نام اپنے ایک مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں:

''آپ کی 'خوشی' کے لئے استخراج طالع ومراکز بیوت وتسویت البیوت کر کے میں بھیج سکتا ہوں ان شاء اللہ تعالیٰ، مگر وقت ولادت کا دقیقۂ ساعت اور موقع ولادت کے طول وعرض کا علم ضروری ہے، اس سے اطلاع دیجئے اور جب تک آپ تقویم کواکب سبعہ اس وقت خاص کے لئے استخراج کر کے مجھے بھیج دیجئے کہ اس کی جانچ کرلوں، تقویمات نکالنے کے متعدد برہانی قاعدے میرے رسالہ 'مسفر المطالع فی التقویم والطالع' میں ہے۔'' [کلیات مکاتیب رضا، ۱/ ۳۵۱]

مذکورہ بالا حقائق سے جہاں ملک العلما اور امام احمد رضا کے خصوصی تعلقات کا پتہ چلتا ہے وہیں ملک العلما کی پاکیزہ سیرت اور عبقری شخصیت کا اظہار بھی ہوتا ہے اور یہ امر واضح ہوتا ہے کہ ملک العلما خلفا و تلامذۂ اعلیٰ حضرت میں درج ذیل خصوصیات کے حامل ہیں:

(۱) امام احمد رضا کے خلفا میں ملک العلما سے زائد کوئی دوسرا صاحب تصانیف کثیرہ نہیں۔ (۲) ملک العلما ہی نے ''حیات اعلیٰ حضرت''، لکھ کر رضویات کی داغ بیل ڈالی اور پہلی بار دنیا کو امام احمد رضا کی عبقری شخصیت سے روسناش کرایا۔ (۳) ملک العلما اعلیٰ حضرت کے خلفا و تلامذہ میں سب زیادہ علوم وفنون پر دسترس رکھتے تھے۔ (۴) اعلیٰ حضرت نے سب سے زیادہ ملک العلما کو خطوط لکھے ہیں۔ (۵) اعلیٰ حضرت کے بعد توقیت وتقویم، ہیأت وہندسہ جیسے علوم وفنون میں تنہا ماہر تھے۔

◆◆◆

ص ۵۳ ر کا بقیہ...

الحمد للہ پچھلے دو سال سے ناشر مسلکِ اعلیٰ حضرت عالی جناب محمد صادق اللہ رضوی صاحب چتر ادرگہ اپنی زکوٰۃ کی رقم کے علاوہ اپنے دوست و احباب کی زکوٰۃ کو جمع کر کے اُن اداروں تلک پہنچائے ہیں جن کو یہ ہر سال بالمشافہ اداروں کے سفیروں اور ذمہ داران کو دیا کرتے تھے، اِن جیسے مخیر حضرات کی طرح آج ہمارے تمام قوم کے عمائدین اور مدارس کے مخیر حضرات کوشش کریں تو الحمد للہ ہمارے مدارس سلامت رہیں گے اور مدرسے چلانے والوں کی ہمت و حوصلے بھی بلند رہیں گے۔

◆◆◆

ص ۷۴ ر کا بقیہ...

کا صبر آزما زمانہ ختم ہوا اور یار غار یار مزار بن گیا۔

یعنی اس افضل الخلق بعد الرسل
ثانی اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام

◆◆◆

اداریہ

از: مولانا مجتبیٰ اشرف عظیم آبادی *

شریک حیات کے ساتھ زندگی کیسے گزاریں؟

اسلامیات

یہ اتنا اہم مسئلہ ہے کہ اگر یہ حل نہ ہو تو مرد و عورت کی زندگی سراپا جہنم بن کر رہ جائے، اس لئے اس مسئلہ کا حل ضروری ہے تا کہ مرد و عورت کی ازدواجی زندگی امن و سکون اور آرام و راحت کی صورت میں ایسی جنت بن جائے کہ اس میں رنج و الم اور کلفت و صدمہ کا گزر ہی نہ ہو سکے، مردوں کو اپنی عورتوں کے ساتھ بہترین اخلاق کا مظاہرہ کرتے رہنا چاہئے اور اگر عورتوں کی طرف سے کوئی شکوہ یا ناشکری ناگوار ہو تو اس کو برداشت کر کے صبر کرنا چاہئے، انہیں غصہ میں نہیں آنا چاہئے، اس لئے کہ اس پر بڑا اجر ملتا ہے۔

پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو مرد اپنی عورت کی بدکلامی پر صبر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر کا ثواب عطا فرمائے گا۔ (سامان آخرت)

عورت کے شکوہ شکایتوں، اس کی ناشکریوں اور بدکلامیوں کا سب سے عمدہ حل یہ ہے کہ مرد وہ سب کچھ سن کر برداشت کرتے ہوئے، ہنس کر اس کی باتوں کو مذاق میں ٹال دے اور اچھے اچھے وعدوں سے اس کو خوش کر دے ورنہ ازدواجی زندگی کا لطف غارت، بلکہ زندگی تلخ اور کڑوی ہو جائے گی اور شادی میں دو دلوں کے ملاپ کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا، خود شہنشاہ کونین سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ازواج کے غصے اور ان کی سخت کلامیوں پر صبر و تحمل فرمایا کرتے تھے اور اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ بہت زیادہ خوش طبعی فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھی تو میں نے آپ کے ساتھ دوڑنے کا مقابلہ کیا اور میں دوڑ میں حضور سے آگے نکل گئی، لیکن جب میں فربہ جسم والی ہو گئی، تو میں پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مقابلہ میں دوڑی تو میں پیچھے رہ گئی اور حضور مجھ سے آگے نکل گئے تو حضور نے فرمایا کہ یہ تمہاری اس دوڑ میں مجھ سے آگے نکل جانے کا بدلہ ہے۔ (ابوداؤد شریف)

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی مقدس بیویوں کے ساتھ کس درجہ بے تکلفی کے ساتھ تفریح و خوش طبعی فرمایا کرتے تھے اور کس طرح ازواج مطہرات کی دل جوئی فرما کر انہیں خوش رکھتے تھے، لہٰذا محسن اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ان سنتوں اور آپ کی اس مقدس زندگی اور طریقۂ معاشرت میں یقیناً بلا شبہ ان بداخلاق بدکردار اور ظالم و جابر شوہروں کے لئے بہت بڑی عبرت اور نصیحت ہے جو اپنی بیویوں کے سامنے ہر وقت ترم خاں بنے رہتے ہیں، انہیں طرح طرح سے اذیتیں دیتے رہتے ہیں۔

ایسے شوہروں پر لازم ہے کہ وہ ہادیٔ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طرز زندگی کو اپنے لئے نمونۂ عمل بنائیں اور اپنی بیویوں کو کوفت و گھٹن میں ڈال کر ان کے اس حق خوش طبعی پر ڈاکہ نہ ڈالیں جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں عطا فرمایا ہے، بلکہ مردوں پر لازم ہے کہ وہ عورتوں کے جذبات کی قدر اور اس کا احترام ملحوظ رکھیں اور کبھی کبھی عورتوں کو بے تکلفی کے ساتھ ہنساتے اور خوش کرتے رہیں تا کہ خود بھی پیار و محبت کی لذتوں سے لطف اندوز ہوتے رہیں اور انہیں بھی شادمانی و مسرت اور تفریح و خوش طبعی کی لذتوں سے لطف اندوز کرتے رہیں تا کہ رنج و آلام سے بھری ہوئی، اس دنیا میں مرد و عورت کی زندگی مسرت و شادمانی کی جنت بنی رہے ورنہ یاد رکھو کہ جس طرح مرد کی ناراضگی سے عورت کی زندگی جہنم بن جاتی ہے۔

اسی طرح عورت کی ناراضگی بھی شوہر کے لئے وبال جان

* مضمون نگار خانقاہ عمادیہ، منگل تالاب، پٹنہ بہار سے متعلق ہیں۔

بن جاتی ہے، تجربات شاہد ہیں کہ جب عورت شوہر سے ناراض ہو جاتی ہے یا اکتا کر شوہر سے نفرت کرنے لگتی ہے تو کبھی میکہ میں بیٹھی رہتی ہے، کبھی خودکشی کر لیتی ہے اور کبھی طلاق کی آندھی میاں بیوی کے مقدس بندھن رشتۂ نکاح ہی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتی ہے، اس وقت نہ شوہر کا ڈنڈا کام کرتا ہے اور نہ ہی کوئی اور چیز کام کرتی ہے۔

لہٰذا رشتۂ نکاح کے مقدس تعلق کو خیر و خوبی کے ساتھ نباہنا ہی دین و دنیا کی کامیابی ہے، ہاں یہ بھی ضروری ہے کہ عورت کو اس درجہ بے تکلف نہ بنا دیا جائے کہ عورت بالکل نڈر اور بے خوف ہو جائے اور واہیات و غلط کاموں میں مشغول ہو جائے بلکہ شوہر پر یہ بھی لازم ہے کہ اگر عورت خلاف شریعت یا خلاف تہذیب کوئی کام کرے تو اسے شدید تنبیہ کرے، انہیں اپنے اوپر حاوی نہ ہونے دے، اس لئے کہ عورت حقیقت میں سرکش نفس کے مانند ہے اگر ذرا بھی اسے ڈھیل دی جائے گی تو وہ حد سے بڑھ جائے گی اور جب حد سے بڑھ جائے گی تو پھر اس کا تدارک بہت مشکل ہوگا۔

اس سلسلے میں قرآن پاک نے نہایت ہی مختصر اور جامع لفظوں میں ہدایت کی روشنی کا ایک ایسا منارۂ نور پیش کیا ہے کہ اگر ازدواجی زندگی کا تجزیہ کر کے اس آیت سے روشنی حاصل کی جائے تو اس کے تمام پہلوؤں اور گوشوں پر ہدایتوں کا ایسا نور جلوہ افروز ہو جائے گا کہ بہشت کی راحتوں اور لذتوں کا جلوہ دنیوی زندگی کے جہنم کدہ ہی میں نظر آئے گا، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ازدواجی زندگی کے بارے میں ارشاد فرمایا:

''وعاشروهن بالمعروف فان كرهتموهن فعسى ان تكرهوا شيئا و يجعل الله فيه خيرا كثيرا۔

(پ ۴/النساء، آیت ۱۹) اور عورتوں کے ساتھ اچھے طریقے سے گزر بسر کرو پھر اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بھلائی رکھ دے۔''

حدیث شریف میں رحمت عالم نور مجسم سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے میں میری وصیت کو قبول کرو، عورتیں حضرت آدم علیہ السلام کی سب سے اوپر والی پسلی سے پیدا کی گئی ہیں جو تمام پسلیوں سے زیادہ ٹیڑھی ہے اگر تم اس کو سیدھی کرنے لگو تو اس کو توڑ ڈالو گے اور اگر تم اس کو چھوڑ دو گے تو وہ ہمیشہ ٹیڑھی ہی رہے گی، لہٰذا ان عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے میں میری وصیت کو تم لوگ قبول کرو۔" (مشکوۃ ج ۲ ص ۲۸۰ / حوالہ بخاری و مسلم)

اس آیت اور احادیث کا خلاصہ یہی ہے کہ عورتوں میں کچھ خرابیاں ضرور پائی جائیں گی جن کو تم کاملاً درست نہ کر سکو گے، لہٰذا اگر تمہیں عورتوں کی کوئی عادت پسند نہ آئے تو اس پر صبر کرو اور یہ امید رکھو کہ اللہ تعالیٰ اس عورت میں تمہارے لئے کوئی بڑی بھلائی رکھی ہے، تم ان کے ساتھ ہمیشہ بھلائی اور اچھے برتاؤ کے ساتھ پیش آتے رہو۔

◆◆◆

ص ۳۲ / کا بقیہ.........................

بھی ہوا ہے تو اسے چھوڑ کر ہماری کتاب کو بھی درست مانیے، اس طرح یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہندو مسلم سب ایک ہی دھرم ہے، ماننے کا طریقہ الگ ہے اور دونوں تھوڑی تھوڑی غلطیوں کے ساتھ حق پر ہیں، لہٰذا ہمیں کافر، جہنمی کہنا کیسے جائز ہوگا؟ ہم تو آپ کو نہیں کہتے، ہم تو آپ کے سارے مذہبی امور انجام دے لیتے ہیں، اگر معاملہ یہی ہے تو پھر آپ ہمارے معمولات اپنا کر کافر نہیں ہو سکتے ہاں ناجائز کام کے مرتکب ہو سکتے ہیں بس۔

اب مولانا لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنی اصلی بات اپنے دھرم والوں کو بتائیں اور ان سے سچی بات نہ چھپائیں، وہ کہیں گے کہ قرآن میں یہودیوں، عیسائیوں کے لیے کہا گیا ہے:

"افتؤمنون ببعض الكتاب وتكفرون ببعض۔ یعنی کچھ پر ایمان لاتے ہیں اور کچھ پر ایمان نہیں لاتے۔"

اب اس آیت کے مصداق خود مسلمان ہیں، لہٰذا اللہ کے حکم کے مطابق تم خود ایمان والے نہ ہوئے۔

◆◆◆

اسلامیات

(از: عالمہ اے رضویہ*

امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پریشان کیوں؟

دن لہو میں کھونا تجھے شب صبح تک سونا تجھے
شرم نبی خوفِ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

اللہ جل جلالہ کی عطا اور اس کی رحمت بے شمار ہے، سب سے بڑی رحمت یہ کہ ہمارے دلوں میں اپنے محبوب وجہ تخلیقِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ڈال دی اور اپنے صالحین بندوں کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائی، سورۂ فاتحہ میں ہمیں انھیں کے راستے پر چلنے کی دعا سکھائی جن کا راستہ اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملتا ہے، یعنی محبوب ومحب میں نہیں میرا تیرا۔

اللہ اپنے بندوں کی آزمائش بھی لیتا ہے، ان کی جنھیں وہ پسند کرتا ہے، مومن کی بہت سی پریشانیاں اس کی آزمائش کے لئے بھی ہوتی ہے کچھ اسے سزا دینے کچھ عبرت کے لئے کہ ہماری قوم کے رہنماؤں کا مذاق اڑانے سے، مراد علما کی توہین کرنے سے، کیا تم حق بتانے والی علما کی جماعت کا مذاق نہیں اُڑاتے ہو جبکہ اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو، قیامت کی وہ نشانی کے علما اٹھا لئے جائیں گے، اپنے حصے میں جتنا علم سمیٹنا ہے ان کے پاس بیٹھو اور اسلام کی تاریخ معلوم کرو گوگل کو اپنا گرو نہ بناؤ، اس کی معلومات سے کچھ حاصل نہ ہوگا، اپنے بچوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کرو، یاد رہے دین کی تبلیغ کرنے والوں پر طعنہ زنی کرنا بند کردو، ان کی توہین کرنا ایمان والوں کا شیوہ نہیں ہے، کفار ومنافقین کا طریقہ ہے۔

شاید آپ کو یاد نہیں کہ ابتدائے اسلام میں مسلمانوں پر طعنہ زنی کون کرتا تھا؟ کافروں کے علاوہ ایک اور جماعت تھی نامنافقین کی جو بظاہر کلمہ گو تھے مگر ایمان کے کمزور تھے، اب فیصلہ کرو کہ تم کس صف میں ہو؟ آزمائشوں کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مسلمان کو جو تھکاوٹ، بیماری، پریشانی، غم، تکلیف اور صدمہ پہنچے یہاں تک کہ اس کے پیر میں کوئی کانٹا ہی چبھے تو اللہ تعالیٰ اس کے سبب اس کے گناہ مٹا دیتا ہے۔''

(بخاری، 4/3، حدیث 5641)

ایک جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مسلمان مرد وعورت کے جان، مال اور اولاد میں ہمیشہ مصیبت رہتی ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔''

(ترمذی، 4/179، حدیث 2407)

اب رہی وہ بات جس پر سیکولر، لبرل لوگوں کو مسلمان کہلا کر بھی سب سے زیادہ غصہ آتا ہے کہ گناہوں کی وجہ سے بھی مصیبتیں، پریشانیاں، بیماریاں اور وبائیں آتی ہیں یا نہیں؟ اور گناہوں میں بھی سب سے زیادہ ناراضی اِن لوگوں کو جس گناہ پر ہوتی ہے وہ بے حیائی ہے، اُن کے دِلوں کی خواہش ہے کہ اس من پسند، خوش کُن، نفس پرور گناہ کے بارے میں ہرگز کچھ کلام نہ کیا جائے۔

اب ہم اس کا تفصیل سے جواب دیتے ہیں، جواب یہ ہے کہ گناہوں اور بے حیائیوں کی وجہ سے یقیناً مصیبتیں اور وبائیں آتی ہیں اور اگر آپ مسلمان ہیں تو آپ کو قرآن کی ان آیات پر ایمان رکھنا ہی ہوگا جن میں یہ سب چیزیں بیان کی ہیں، مسلمان ہوتے ہوئے یہ نہیں ہوسکتا ہے کہ آدھی آیات مان لیں اور آدھی کا انکار کر کے طاغوتوں یعنی اسلام دشمن فلسفیوں پر ایمان رکھیں، گناہوں کی وجہ سے بھی مصیبتیں آتی ہیں چنانچہ قرآن فرماتا ہے:

''وَ مَاۤ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ وَ یَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍ۔ (پارہ 25 سورۃ الشوریٰ 30) اور تمھیں جو

احوال قوم وملت

* مضمون نگار مرکز جامعہ نظامیہ صالحات کرلا ممبئی کی معلمہ ہیں۔

مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب سے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا اور بہت کچھ تو اللہ معاف فرما دیتا ہے۔'' (کنزالایمان)

دوسری آیت میں فرمایا:

''ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ۔ (پارہ 21 رسورۃ الروم 41) یعنی چمکی خرابی خشکی اور تری میں ان برائیوں سے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمائیں تا کہ انھیں ان کے بعض کوتکوں (کاموں) کا مزہ چکھائیں وہ باز آجائیں۔'' (کنزالایمان)

اب میرا سوال ہے کہ وہ تمام لوگ جو خود کو مسلمان کہتے ہیں اُن کا اِن آیات پر ایمان ہے یا نہیں؟ اگر ہے اور امید ہے کہ ہوگا تو خود ہی بتائیں کہ برے اعمال کے سبب تکالیف آنا قرآن سے ثابت ہوا یا نہیں اور وہ بھی سابقہ امتوں کا نہیں بلکہ اِسی امت کا بیان ہو رہا ہے۔

رزقِ خدا کھایا کیا فرمانِ حق ٹالا کیا
شکر کرم ترس سزا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

اب آئیے ذرا بے حیائی کی وجہ سے دنیا میں سزا و عذاب کی طرف، تو خدا کا فرمان سنیں:

''اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (پارہ 18 رسورۃ النور 19) یعنی وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں برا چرچا پھیلے (بے حیائی کی بات پھیلے) ان کے لیے دردناک عذاب ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

(کنزالایمان)

اسی بے حیائی سے بیماریاں پھیلنے کے متعلق نبی کریم ﷺ کا فرمان بھی پڑھ لیں، فرمایا:

''جس قوم میں زنا کاری یا سودخوری عام ہوجائے، وہ اپنے لئے اللہ کے عذاب کو حلال کرلیتی ہے۔''

(الترغیب والترہیب 3/ 191 حدیث نمبر 29)

دوسری حدیث مبارک میں ہے کہ:

''جب تم پانچ چیزوں میں مبتلا ہو جاؤ اور میں اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ تم ان چیزوں میں مبتلا ہو (ان میں پہلی چیز بیان فرمائی) پہلی یہ کہ جس قوم میں بے حیائی اعلانیہ ہونے لگے تو اس میں طاعون اور ایسی ایسی بیماریاں پھیل جاتی ہیں جو ان سے پہلے لوگوں میں نہ تھیں۔''

(ابن ماجہ، 4/ 367,368 حدیث/ 4019)

آیات و احادیث سے واضح ہوا کہ گناہوں کے سبب بھی بیماریاں، مصیبتیں آتی ہیں، اب رہی یہ بات کہ کیا ہم کسی متعین بیماری یا وبا کے بارے میں کہہ سکتے ہیں کہ یہ گناہوں کی وجہ ہی سے ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب آفات و مصائب کے مختلف اسباب و مقاصد ہیں تو عام الفاظ میں تو کہہ سکتے ہیں کہ مصیبتیں گناہوں کی وجہ سے آتی ہیں لیکن کسی خاص مصیبت اور خاص فرد کے بارے میں عذاب کا متعین حکم نہیں لگایا جا سکتا ہے۔

ہاں! احتمال ہوتا ہے لیکن لبرلز اور سیکرلرز کا عذاب ہونے کا مذاق اڑانا سراسر باطل ہے، ہمارے اوپر کے کلام سے بہت سے اعتراضات کا جواب واضح ہو جائے گا مثلاً جو لوگ کہتے ہیں کہ اگر وبائیں عذاب ہیں تو صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین وباؤں کا شکار کیوں ہوئے؟ تو جواب یہ ہے کہ ان کے لئے عذاب نہیں بلکہ بلندئ درجات کا سبب ہے، جو کہتے ہیں کہ اگر وبائیں عذاب ہیں تو عام مسلمان اس میں کیوں مبتلا ہیں تو اس کا جواب ہے کہ بہت سے مسلمانوں کے حق میں یہ تنبیہ ہے اور بہت سے گناہگاروں کے لئے گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے اور بہت سے مسلمانوں کے لئے امتحان ہے اور بہت سے بدکاروں کے لئے عذاب ہے اور بہت سے لوگ جن کو کوئی تکلیف نہیں پہنچی ان کے لئے دوسروں کو دیکھ کر عبرت کا موقع ہے یا بہت سے بدکاروں کے لئے ڈھیل ہے۔

اب یہ سوال ہے کہ بڑے بڑے گناہگار یا بے حیائی میں ڈوبے ہوئے ملک یا علاقے یا لوگ تو اس کا شکار نہیں ہوئے، حالانکہ ان کو سب سے پہلے شکار ہونا چاہئے تھا تو اس کا جواب یہ

ہے کہ آپ کی یہ اوقات نہیں کہ خدا کو مشورے دیں کہ وہ یہ کرے اور یہ نہ کرے، اس کی شان فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ہے، وہ علیم وحکیم ہے، اس سے نہیں پوچھا جائے گا کہ فلاں کام کیوں کیا اور فلاں کیوں نہیں کیا، ہاں! بندوں سے پوچھا جائے گا کہ اپنے اعمال کا حساب دو، لہٰذا مفت کا چودھری بننے کی حاجت نہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ جب عذاب ہونا متعین نہیں تو پھر توبہ و استغفار کا کیوں کہا جاتا ہے تو اس کا جواب نبی کریم ﷺ کے عمل وسنّت وتعلیم میں موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ توبہ واستغفار کے لئے ضروری نہیں کہ قطعی طور پر ثابت ہو کہ موجودہ تکلیف عذابِ الٰہی ہی ہے؟ بلکہ عذاب ہونے کے احتمال پر بھی توبہ و استغفار کرنا سنّت بلکہ اس کا حکم ہے، آیئے! آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عمل بتاتی ہوں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آندھی آتی تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ دعا پڑھتے :

''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَھَا وَخَیْرَ مَا فِیْھَا وَخَیْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ مَا فِیْھَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ۔ یعنی اے اللہ! میں تجھ سے اس ہوا کی بھلائی چاہتا ہوں اور جو اس ہوا میں بارش وغیرہ ہو اس کی بھلائی چاہتا ہوں اور جس غرض کے لئے یہ بھیجی گئی اس کی بھلائی چاہتا ہوں، اے اللہ! میں اس ہوا کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں اور جو چیز اس میں ہے اور جس غرض سے یہ بھیجی گئی ہے اس کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔

جب آسمان پر بادل گرجتے تو چہرۂ انور کا رنگ تبدیل ہو جاتا اور کبھی اندر تشریف لاتے، کبھی باہر تشریف لے جاتے اور جب بارش ہو جاتی تو آپ کو اطمینان ہو جاتا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! لوگ جب اَبر دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں کہ بارش کے آثار معلوم ہوئے مگر آپ پر ایک گرانی محسوس ہوتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: عائشہ! مجھے اس کا کیا اطمینان ہے کہ اس میں عذاب نہ ہو، قومِ عاد کو ہوا کے ساتھ عذاب دیا گیا تھا، وہ عذاب کو دیکھ کر خوش ہوئے تھے [کہ اس میں ہمارے لئے پانی برسایا جائے گا حالانکہ اس میں عذاب تھا۔]

(مسلم شریف صفحہ 348 حدیث: ملتقطاً 2084، 2085)

اللہ جَلَّ شَانُہٗ کا ارشاد ہے :

''فَلَمَّا رَاَوْہُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِیَتِھِمْ-قَالُوْا ھٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا-بَلْ ھُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِہٖ-رِیْحٌ فِیْھَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ (۲۴) تُدَمِّرُ کُلَّ شَیْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّھَا فَاَصْبَحُوْا لَا یُرٰۤی اِلَّا مَسٰکِنُھُمْ کَذٰلِکَ نَجْزِی الْقَوْمَ الْمُجْرِمِیْنَ۔ (۲۵) یعنی پھر جب انہوں نے اسے (یعنی عذاب کو) بادل کی طرح آسمان میں پھیلا ہوا ان کی وادیوں کی طرف آتا یہ بولے بادل ہے ہم پر برسے گا۔ (کہا گیا کہ نہیں) بلکہ یہ تو وہ ہے جس کی تم جلدی مچاتے تھے، یہ ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے، یہ اپنے رب کے حکم سے (ہر چیز کو تباہ کر دیتی ہے) تو صبح رہ گئے کہ نظر نہ آتے تھے، مگر ان کے سونے مکان، ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں مجرموں کو۔''

(پارہ 26، سورۃ الاحقاف 24 :25/ کنز الایمان)

یونہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب گرج چمک کی آواز سنتے تو دعا کرتے :

''اَللّٰھُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِکَ وَلَا تُھْلِکْنَا بِعَذَابِکَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِکَ۔ یعنی اے اللہ! ہمیں اپنے غضب سے ہلاک نہ کرنا اور نہ ہمیں اپنے عذاب سے تباہ کرنا اور ہمیں اس سے پہلے عافیت عطا فرما۔'' (ترمذی، 5/ 281، حدیث 3461)

معلوم ہوا کہ کسی مصیبت، پریشانی کے عذاب ہونے کے احتمال پر بھی توبہ واستغفار کیا جائے گا، اب موجودہ وبا پر غور کر لیں کہ کیا یہ گناہوں کے سبب ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور اس پر استغفار کرنا چاہیے یا نہیں؟ سنّتِ نبوی کا تقاضا یہی ہے کہ ڈرا جائے کہ کہیں یہ عذاب نہ ہو اور سنّت یہی سکھاتی ہے کہ اس پر استغفار کیا جائے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ قرآن وحدیث پر ایمان رکھنے والوں کے دِلوں کو ٹیڑھے پن سے بچائے اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمائے، آمین۔

◆◆◆

احوالِ قوم وملت

از: حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی *

حوا کی بیٹیوں کی عزت تار تار! کون ذمہ دار؟

احوال قوم وملت

رب تعالیٰ نے کائنات کو بہت خوبصورت حسین وجمیل بنایا ہے، پوری حسین وجمیل کائنات پر نظر ڈالیں تو خداوند قدوس کی عظمت کا احساس ہوتا ہے، رب العالمین جو اپنے بندوں سے ایک ماں کے مقابلے میں ستر گنا سے بھی زیادہ محبت فرماتا ہے اُس نے عورت جیسی صنف نازک کو بہت عزت بخشی آپ ﷺ نے نہ صرف عورت کو اس کے حقوق دلوائے بلکہ اس زمانے میں اس معاشرے میں اس کو وہ مقام بخشا جس کی وہ حق دار تھی، اسلام نے عورت کو کیا مقام دیا؟ عورت کو جتنی عزت، رتبہ اور مقام اسلام میں حاصل ہے، وہ کسی اور مذہب میں نہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ کی بے شمار احادیث میں بھی عورت کی عزت کا حکم ملتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور جب زندہ دفن کی گئی لڑکی سے پوچھا جائے گا، کس خطا کی وجہ سے اسے قتل کیا گیا؟ اور جب نامۂ اعمال کھولے جائیں گے اور جب آسمان کھینچ لیا جائے گا اور جب جہنم بھڑکائی جائے گی۔ (القرآن، سورۃ التکویر، آیت 8 سے 10)

اہل عرب عورت کے وجود کو اپنے لئے موجب عار سمجھتے تھے، ہندوستان میں شوہر کی چِتا پر اس کی بیوہ کو زندہ جلا دیا جاتا تھا، عورت کو اسلام نے عزت بخشی ماں کے روپ میں، اس کے پیروں تلے جنت کی خوش خبری دی ''عورت'' جسے دین اسلام نے بہت سارے حقوق سے نوازا، بہن، بیٹی، بیوی کے درجہ میں اس کی عزت وناموس کی حفاظت کا ذمہ مردوں کے ذمہ پر رکھا، لیکن افسوس آج انہیں حوا کی بیٹیوں کی عزت کو پیروں تلے روندا جا رہا ہے۔

حوا کی بیٹیوں کے ساتھ بُرا سلوک، بُرے سماج کی دین

انسان بھی عجیب ہے، اپنے غلط فیصلوں اور رویوں کو فطرت کا ٹیگ لگاتا ہے اور خود بری الذمہ ہو جاتا ہے، فطرت کا ٹیگ لگا کر اگر مرد عورت کے ساتھ کچھ غلط کرتا ہے تو اسے عین فطرت سے تعبیر کیا جاتا ہے، **استغفر اللہ و اتوب الیہ**، اور اس ''عین فطری'' عمل سے مرد سڑکوں اور دفاتر و گھروں میں خواتین کو ہراساں کرتے ہیں، نہ صرف غریب اور ناخواندہ گھروں میں ہی خواتین پر تشدد کیا جاتا ہے بلکہ اعلیٰ تعلیم یافتہ گھرانوں میں بھی اس طرح کے واقعات رونما ہوتے ہیں۔

اِن واقعات کے پیچھے عورت کو کمتر، عزت سے محروم اور باندی سمجھنے کی سوچ کارفرما ہے، عورت کے ساتھ جو جنسی ہراسانی ہوتی ہے اُس سے عورت کے جسم کے ساتھ دل اور روح تک پورا زخمی ہو جاتا ہے، راہ چلتی عورت پر آواز کسنا یا جان بوجھ کر ٹکرا جانا ہی ''ہراسمنٹ'' ہے کسی بھی خاتون کی مجبوری دیکھ کر اس کی ناموس، عزت، عصمت سے کھلواڑ کرنا عزت کا سودا کرنا، یہ سب "ہراسمنٹ ہی تو ہے۔"

ہمارے ملک عزیز میں بعض اہل مذاہب عورت کو دیوی دیوتاؤں کی طرح پوجتے ہیں، اس کے باوجود یہ بے قدری؟ عورتوں کو ہراساں کرنے کے خلاف قوانین موجود ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ اس ظلم کی شکار ہونے والی عورت ثبوت کہاں سے لائے؟ گواہ کہاں ڈھونڈھے؟ اور پھر کورٹ کچہری میں متاثرہ عورت کی بے بسی دیکھنے کے قابل ہوتی ہے، عورتوں کی حفاظت کی دعویٰ کرنے والی تنظیموں، وکلا اور منتخب نمائندوں کو دعوتِ فکر دیتی ہے، اِس طرح کی گندی ذلیل حرکتوں میں سخت گیر عناصر ذہن رکھنے والے نیتا حضرات کے غیر ذمہ دارانہ بیانات سوشل میڈیا، فیس بک وغیرہ میں آتے رہتے ہیں اور ان کی گندی سوچ بھی جلتی آگ میں گھی، پٹرول ڈالنے کا کام کرتی ہے، ان کو

* مضمون نگار مسجد ہاجرہ رضویہ، اسلام پور جمشید پور کے امام وخطیب ہیں۔

کوئی عبرت ناک سزائیں دینے والا بھی نہیں" سیاں بھئے کوتوال تو اب ڈر کاہے کا؟"

حال ہی میں اتر پردیس کے رام کولا میں بی جے پی مہیلا مورچہ کی رہنما سنیتا سنگھ گوڑ کو مسلم مخالف ایک فیس بک پوسٹ کو لے کر بڑا بوال ہوا تھا، اس کے بعد ان کو ان کے عہدے سے ہٹا دیا گیا، اُنھوں نے فیس بک پر لکھا تھا کہ ہندو مردوں کو مسلمانوں کے گھر میں گھسنا چاہیے اور ان کی عورتوں سے ریپ کرنا چاہئے، اس نے مزید لکھا کہ "اس کا ایک ہی حل ہے، 10 ہندو بھائی ایک ساتھ مل کر ان کی بہن اور ان کی ماں کے ساتھ سر عام سڑک پر ریپ کریں، پھر اس کو کاٹ کر کھمبے میں باندھ کر بیچ بازار ٹانگ دیں۔ (اس سے آگے کے الفاظ لکھتے ہوئے بھی ہمیں شرم آرہی ہے)

للن ٹاپ کی رپورٹ کے مطابق؛ اس تبصرے کو فیس بک سے ہٹالیا گیا ہے، NDTV کے رپوٹر نے تفصیلی رپورٹ دی ہے حالانکہ فیس بک کے اسکرین پر شاٹ وسوشل میڈیا پر یہ وائرل ہوا تھا وغیرہ وغیرہ، اس طرح کے بیانات سے عورتوں کی عزت اور تار تار ہورہی ہے۔

جنسی زیادتی کیا ہے؟

جنسی زیادتی کو جنسی بدسلوکی یا جنسی تشدد بھی کہا جاتا ہے، جنسی زیادتی کے متعدد معنیٰ ہوتے ہیں، جیسے بغیر مرضی کے کسی عورت کے بدن کو چھونا یا بوسہ بازی کرنا، مجبور کر کے یا زبردستی جنسی سرگرمیوں کا ارتکاب کرنا، جس میں تشدد اور تکلیف کا عنصر شامل ہو، جنسی زیادتی کے زیادہ تر واقعات کا ارتکاب مردوں کی طرف سے عورتوں اور بچوں کے خلاف کیا جاتا ہے، جنسی زیادتی کے اکثر واقعات کی اطلاع پولیس کو نہیں دی جاتی، لوگ شرم محسوس کرتے ہیں اور اب تو جنسی زیادتی عام ہوگئی ہے۔

(زینت اختر بل، اگر، نئی دہلی)

D W.com جرمنی کی رپوٹر کا کہنا ہے کہ "پانچ میں سے تقریباً ایک عورت جنسی زیادتی کا شکار ہوتی ہے پولیس کو اطلاع دینا ایک مشکل فیصلہ ہوتا ہے، زیادہ تر شرم وحیا کی وجہ کر لوگ خاموش ہی رہتے ہیں، ہمارے عدالتی نظام کی مجبوریاں اور شواہد اکھٹا کرنے کا طریقہ اتنا پیچیدہ ہے کہ بیان کرنے سے شرم آتی ہے، یہ بھی ایک وجہ ہے کہ حوا کی بیٹیوں کی عزت کو پیروں تلے روندا جارہا ہے۔" (dw.com)

ہمارے معاشرے میں روز سیکڑوں لڑکیوں کے ساتھ چھیڑ خانی جنسی زیادتی کے واقعات ہورہے ہیں، ہم تو یہ بات ماننے کے لیے بھی تیار نہیں ہیں کہ ہمارے معاشرے میں ایسا بھی کچھ ہورہا ہے، لیکن سچائی اور حقیقت حال یہی ہے کہ یہاں ہر دن کہیں نہ کہیں حوا کی بیٹی اپنی عزت وناموس اپنے وقار کو بچانے کے لیے اپنے اندر ہی اندر سسک سسک کر مر رہی ہے، اس کی پکار کوئی سننے والا نہیں، حیرت تو اس بات پر ہے کہ ہمارا معاشرہ ایسی خواتین کو برداشت ہی نہیں کرتا جو اپنے اوپر ہونے والے ظلم وتشدد کی روداد معاشرے کے سامنے لائے، اگر ایک عورت ہمت کر کے اپنے اوپر ہونے والے ظلم وزیادتی کے ازالے کے لئے قانون کا سہارا لے کر عدالت کا دروازہ کھٹکھٹائے اور انصاف کی متلاشی ہو تو اسے بے شرمی کا طعنہ اور چپ رہنے کا درس دیا جاتا ہے، ایسی خواتین کو ہماری سوسائٹی قبول نہیں کرتی، یہ ایک مظلوم عورت کی توہین ہے، یہ بہ حیثیت اِنسان ایک عورت کی تذلیل ہے، حوا کی بیٹی کا غلیظ گالی دینے اور اس کے جسم وروح پر تیزاب پھینک دینے کے مترادف ہے۔

یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی مرد کو پیسے دکھا کر غلام بن جانے یا اس کی اپنی بیٹی کا سودا کر لینے کی پیش کش کی جائے، کام کرنے والی خواتین کو قدم قدم پر اسے ذہنی اور روحانی تشدد کا سامنا کرنا پڑتا ہے، یہ سوال خواتین کی تنظیموں، وکلا اور منتخب نمائندوں کو دعوتِ فکر دیتا ہے، عورت کو محض اپنی ناپاک خواہشات کی تکمیل کا ذریعہ سمجھنے والوں کو اتنا سوچنا چاہئے کہ مجبوری اُن کے گھر بھی دستک دے سکتی ہے، ان کی بہن، بیٹیوں کو بھی باہر نکلنا پڑ سکتا ہے اور اس وقت معاشرے کے جو بُرے حالات ہیں، اُن سے ان کو بھی گزرنا پڑ سکتا ہے۔

اِنسانیت کو شرمسار کرنے والی داستان

BBC Urdu.com,24sep–2021 کے مطابق اور دی وائر و NDTV کی رپورٹ کے مطابق انڈیا کے شہر ممبئی میں پولیس کے مطابق ایک 15 سالہ لڑکی سے مبینہ طور پر رواں سال جنوری سے ستمبر تک 100 سے زیادہ لوگ لڑکی سے اجتماعی ریپ کرتے رہے۔(نعوذ باللہ، استغفر اللہ)

مقامی ذرائع ابلاغ کا کہنا ہے کہ پولیس حکام ایک 15 سالہ لڑکی کے ساتھ زنا بالجبر کے کیس پر تحقیقات کررہے ہیں، جسے قریب 9 ماہ تک گینگ ریپ کا نشانہ بنایا گیا، ممبئی پولیس نے ریپ کے ان الزامات میں اب تک 28 افراد کو گرفتار کرلیا ہے، یہ سلسلہ رواں سال جنوری میں شروع ہوا تھا، مقامی اطلاعات کے مطابق اس لڑکی کے ساتھ گینگ ریپ کا سلسلہ اس وقت شروع ہوا جب اس کے بوائے فرینڈ نے اس کا ریپ کیا اور اس واقعے کی ویڈیو بنالی، اس لڑکے اور اس کے دوستوں نے مبینہ طور پر اس ویڈیو کو استعمال کرتے ہوئے اس لڑکی کو بلیک میل کیا اور زبردستی اس کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کئے۔

اخبار" دی ہندو" کے مطابق ایڈیشنل کمشنر پولیس کا کہنا ہے کہ ملزمان نے اس لڑکی کو رواں سال جنوری سے ستمبر تک مختلف مقامات پر متعدد بار جنسی تشدد کا نشانہ بنایا، اسسٹنٹ پولیس کمشنر کی سربراہی میں ایک خصوصی تحقیقاتی ٹیم اس کیس میں تفتیش کررہی ہے، حکام کا کہنا ہے کہ گینگ ریپ ممبئی کے گرد ونواح کے دیہی علاقوں میں متعدد بار کیا گیا، ان علاقوں میں بدلہ پور، دومبیولی، مرباد اور ربالے شامل ہیں، پولیس کا کہنا ہے کہ اکثر ملزمان 16 سے 32 کے طلبا ہیں، پولیس اس بات کی بھی تحقیق کررہی ہے کہ جرم کی رپورٹ ہونے میں اس قدر تاخیر کیسے ہوئی، اس لڑکی نے پہلی بار پولیس کو ان واقعات کی اطلاع بدھ کو دی، نیوز چینل این ڈی ٹی وی کے مطابق لڑکی نے کل 33 رحملہ آوروں کے نام درج کرائے ہیں اور بتایا ہے کہ وہ قریب تمام افراد کو جانتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

عصمت دری، جنسی زیادتی بالغ افراد اور بچوں، عورتوں اور مردوں اور ہر پس منظر کے لوگوں کے ساتھ ہورہی ہے، کیا کیا لکھا جائے جنسی زیادتی طاقت کا ناجائز استعمال ہے جو موجودہ ہندوستان کے ماحول میں چل رہا ہے، بڑے بڑے نیتا اور طاقت ور ایم ایل اے کھلے سانڈ کی طرح جہاں چاہیں منہ مار رہے ہیں، چند دنوں بعد انھیں ضمانت مل جاتی ہے غریب بے چارہ سسکیاں ہی لیتے رہتا ہے، جب اونچی پہنچ کے لوگ ہی قانون کی دھجیاں اڑائیں گے تو اس معاشرے میں عورت اپنے گھر میں بھی کتنی محفوظ ہوگی؟ عورت ہر زمانے میں مظلوم چلی آرہی ہے، لوگ عورتوں کو اپنے عیش و عشرت کے لیے اسے کھلونا سمجھتے ہیں لیکن اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس نے عورتوں پر احسان عظیم کیا، اس کو ذلت و پستی سے نکالا اور زندہ دفن ہونے والی اس عورت کو بے پناہ حقوق دیئے۔

قومی وملی زندگی میں عورتوں کی کیا اہمیت ہے، اس کو سامنے رکھ کر اس کی فطرت کے مطابق اس کو ذمہ داریاں سونپیں، لوگوں خصوصاً عورتوں کو گہرائی سے اسلام کا مطالعہ کرنا چاہئے، ہم سب کو عورتوں کی عزت و اکرام کرنا چاہئے اور ان پر ہونے والے مظالم کے خلاف ہمیشہ آواز بلند کرنا چاہئے، اللہ سب کو اس کی توفیق بخشے، آمین ثم آمین۔

◆◆◆

ص ۲۶ رکا بقیہ..........................

ہی میں گناہ تھے اور اب ان کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہماری نوجوان نسل خاص طور پر اس کا شکار ہے برائے مہربانی نصیحت فرمائیں اور ساتھ ہی نیک توفیق کے لئے دُعا بھی فرمائیں، جزاک اللہ خیر!

ارشاد...: نیک توفیق کے لئے میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے اور میرے اہل خاندان کو، اعزو اقارب کو اور میری آنے والی نسلوں کو اور موجودہ نسل کو اللہ تبارک وتعالیٰ اور تمام اہل سنت وجماعت کو عموماً توفیق خیر عطا فرمائے اور نوجوانوں کی اصلاح حال فرمائے اور ہم سب کو اللہ تبارک وتعالیٰ حضور سرور عالم ﷺ کی سچی محبت عطا فرمائے اور سچا تقویٰ اللہ تبارک وتعالیٰ تمام سنی مسلمانوں کو عطا فرمائے جو یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندے کو وہاں نہ پائے جہاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس بات سے منع کیا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ سچا تقویٰ مومن کو ہر حال میں، ہر مہینے میں اور ہر آن میں عطا فرمائے۔ .... جاری

تینتیسویں قسط

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

ملفوظات تاج الشریعہ

صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات وفرمودات کو ”ملفوظات“ کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر دور میں صالحین اور اولیائے کاملین کے ارشادات وفرمودات قلم بند کرنے یا انھیں محفوظ کرنے کی روایت رہی ہے تاکہ آنے والی نسلیں ان سے رشد وہدایت کی روشنی حاصل کرسکیں، صوفیائے کرام کے ارشادات وفرمودات اگرچہ سادہ ہوتے ہیں مگروہ ایسے مؤثر اور معنی خیز ہوتے ہیں کہ ان کا ایک ایک جملہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، ان کا ایک ہی جملہ کسی بھی قوم کی تقدیر بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھا ہے، کسی شاعر نے ان کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔ ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضور تاج الشریعہ نے سوال وجواب کا یہ سلسلہ جنوری ۲۰۰۵ء میں شروع کیا جو مسلسل ۲۰۱۶ء تک جاری رہا، یعنی پورے ۱۲؍ سالوں تک یہ زرّیں سلسلہ جاری وساری رہا، اس دوران آپ نے کم وبیش ۷۰۰۰ رہزار سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے جو یقیناً ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں، ”ملفوظات تاج الشریعہ“ صرف مئی ۲۰۱۰ء سے اکتوبر ۲۰۱۰ء تک کے سوالات وجوابات پر مشتمل ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے گیارہ سالوں کے جواہر پارے ریکارڈنگ کی شکل میں ابھی باقی اور محفوظ ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ بھی کتابی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ کی میز پر ہوں گے، راقم الحروف ارباب علم ودانش سے التماس کرتا ہے کہ ”ملفوظات تاج الشریعہ“ میں اگر کوئی شرعی خامی یا غلطی نظر آئے تو اسے ناقل ومرتب کی غلطی تصور کرتے ہوئے ادارے کو مطلع فرمائیں تاکہ اس کی اصلاح کی جاسکے، راقم اس کی تینتیسویں قسط قارئین سنی دنیا کی نذر کررہا ہے۔

احقر محمد عبد الرحیم نشترؔ فاروقی

ملفوظات

گزشتہ سے پیوستہ

۱۲؍ستمبر ۲۰۱۰ء، بریلی شریف، ہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض...: پچھلے سیشن میں سوال تھا کہ ٹوائلٹ کے ساتھ جو باتھ روم ہوتے ہیں اس میں لوگ وضو کرتے ہیں اور دُعا پڑھنے کے بارے میں اس میں وضاحت فرمادیں۔

ارشاد...: ہاں یہ میں نے پہلے بھی کہا تھا اور شاید میرے پیرائے بیان سے یہ ظاہر ہوگیا ہوگا کہ صاف ستھرے باتھ روم جن میں بد بو نہ آتی ہو اور نجاست بالکل نہ ہو میرا جواب ایسے باتھ رومز کے لئے تھا لیکن میں نے غور کیا اور اسی وجہ سے میں نے آہستہ پڑھنے کے اوپر زور دیا اور یہ بھی کہا کہ دل میں آدمی یہ ذکر کرلے اور دل کا ذکر کہیں منع نہیں ہے اور مزید غور پر یہ بات سامنے آئی کہ باتھ روم بہر حال باتھ روم ہے اس کو ہر شخص باتھ روم ہی سمجھتا ہے وہاں پر زبان سے ذکر کرنے میں ایک طرح کی کراہیت عرف اور عادت سے بھی ہے۔

عرض...: حضرت سے درخواست ہے کہ کچھ اس پر بھی نصیحت فرمائیں کہ مسلمانوں میں جو جذبہ رمضان شریف میں ہوتا ہے وہ رمضان کے بعد دیکھنے میں نہیں آتا اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ رمضان کے ختم ہوتے ہیں معاذ اللہ لوگ اس طرح گناہوں میں ملوث پائے جاتے ہیں جیسے وہ گناہ صرف رمضان بقیہ ص ۲۵؍پر

از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی*

حبیب گنج اسٹیشن

حبیب میاں سے نظام شاہ کی بیوہ تک

احوال وطن

مسلمانوں سے اپنی "دیرینہ محبت" کا ثبوت دیتے ہوئے بی جے پی نے ایک بار پھر مسلم نام سے منسوب جگہ کو ہندو نام سے بدل دیا، اس بار زعفرانی پارٹی کے نشانے پر بھوپال کا حبیب گنج ریلوے اسٹیشن آیا، جسے ایک ہندو خاتون رانی کملا پتی کے نام سے تبدیل کر دیا گیا، اس طرح حبیب گنج اسٹیشن بھی بی جے پی کی "تہذیبی" مہم کی بھینٹ چڑھ گیا، مزے کی بات یہ ہے کہ بی جے پی اور اس سے وابستہ افراد چوڑے سینے کے ساتھ یہ دعویٰ کرتے نہیں تھکتے کہ:

"ہم دنیا کی سب سے زیادہ وسیع القلب قوم ہیں۔"

اپنی اسی وسیع القلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ لوگ چن چن کر ایسے شہروں، محلوں، اداروں، سڑکوں اور اسٹیشنوں کے نام بدل دیئے ہیں، جن کے نام اسلام اور مسلمانوں کے نام پر رکھے ہوئے ہیں، اس سے قبل یوپی کے مغل سرائے جنکشن کو دین دیال اپادھیائے کے نام سے بدلا گیا تھا، اس وقت بی جے پی والے کہتے تھے کہ ہمیں مغلوں سے دقت ہے اس لیے مغل نام بدل رہے ہیں مگر ایسا تھا نہیں، اُنہیں اصل دقت مسلمانوں سے تھی، اس لیے مسلم نام پر آباد شہر بھی جلد ہی ان کے نشانے پر آگئے، تاریخی شہر الٰہ آباد کو پریاگ راج، فیض آباد کو ایودھیا بنا دیا گیا، دلّی کا محمد پور گاؤں مادھو پور میں بدل دیا گیا، شہروں سے جی نہیں بھرا تو محلوں اور چوک بازاروں تک آگئے، گورکھ پور کا اردو بازار، ہندی بازار اور محلہ علی نگر ہنومان نگر بنا دیا گیا، آگرہ کا مغل میوزیم شواجی میوزیم میں تبدیل کر دیا گیا۔

معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہوا، اس کے بعد باضابطہ انتظامی پروٹوکول کے مطابق کئی اور شہروں کے نام بدلنے کی سفارش حکومت سے کی گئی ہے، جن میں علی گڑھ، سلطان پور، فیروز آباد اور رنگ آباد، کاس گنج اور مراد آباد جیسے شہر شامل ہیں، ان شہروں اور محلوں کا قصور صرف اتنا ہے کہ وہ یہاں کی امن پسند اور بڑا دل رکھنے والی اکثریت کو مسلم سلطنت کی یاد دلاتے ہیں۔

حبیب میاں اور رانی کملا پتی

حبیب گنج ریلوے اسٹیشن جس زمین پر بنا ہوا ہے وہ بھوپال کے آخری نواب حمید اللہ کے بڑے بھتیجے نواب حبیب اللہ کی جاگیر ہوا کرتی تھی، انہوں نے عوامی سہولت کی خاطر ریلوے اسٹیشن کے لیے اپنی ذاتی زمین بہ طور عطیہ دی تھی، ان کی اسی فیاضی کی بنیاد پر اسٹیشن کو حبیب گنج نام دیا گیا، تب سے لے کر آج تک یہ اسٹیشن اپنے محسن حبیب میاں کو خراج تحسین پیش کرتا آرہا ہے، بی جے پی لیڈران کو اس نام کی چبھن تو کافی دنوں سے تھی مگر کہنے سے بچتے تھے لیکن لگاتار دوسری بار مرکز میں حکومت بنتے ہی سب اصلی رنگ میں آگئے اور اس طرح رانی کملا پتی کا نام آگے بڑھا کر حبیب میاں کے نام سے چھٹکارا حاصل کر لیا گیا، مزے کی بات یہ ہے کہ حبیب میاں سے چھٹکارا پانے کے لیے جس خاتون کا نام استعمال کیا گیا ہے، وہ بھلے ہی ایک ہندو باپ کر پال سنگھ کی بیٹی تھیں مگر ایک مسلم نواب نظام شاہ کی بیوی بھی تھیں۔

رانی کملا پتی کا پس منظر

اورنگ زیب عالمگیر کے انتقال بعد مغل سلطنت کمزور پڑ گئی، جس سے حوصلہ پا کر علاقائی امیروں نے بغاوت کر کے اپنی اپنی خود مختار ریاستیں بنالیں، ایسی ہی ایک ریاست گنّور گڑھ بھی تھی، جو بھوپال سے قریب پچاس کلومیٹر دور آباد تھی، اس

زمانے میں بھوپال ایک چھوٹا سا گاؤں ہوا کرتا تھا، یہ ریاست قریب 750 مواضعات پر مشتمل تھی، اس ریاست کے حاکم نظام شاہ ہوا کرتے تھے، رانی کملا پتی انہیں نظام شاہ کی ساتویں اور سب سے چھوٹی بیوی تھیں، تاریخ دانوں کے مطابق رانی کملا پتی بے حد حسین وجمیل اور ذہین خاتون تھیں، نظام شاہ کا بھتیجہ عالم شاہ لالچی اور حکومت کا حریص تھا، اسی لالچ میں اس نے اپنے چچا کے کھانے میں زہر ملا دیا، جس سے نظام شاہ کی موت ہوگئی، شوہر کی موت کے بعد ان کی بیوہ رانی کملا پتی نے افغان سردار دوست محمد خان کو راکھی باندھ کر اپنا منہ بولا بھائی بنایا اور مدد طلب کی، دوست محمد خان نے بھائی ہونے کا حق ادا کرتے ہوئے عالم شاہ کو جنگ میں قتل کیا، تاریخ میں رانی کملا پتی اور دوست محمد خان کے مابین راکھی اور بہن بھائی والا رشتہ عوام خواص میں بہت مشہور ہے، کچھ متعصب تاریخ نویسوں نے دوست محمد خان کو لالچی قرار دے کر ان کی کردارکشی کی کوشش بھی کی ہے مگر اکثر تاریخ دانوں نے اسے تسلیم نہیں کیا۔

بی جے پی کا ادھورا داؤ

مسلمانوں کے تئیں بی جے پی کی پالیسی کھلی کتاب کی طرح ہے، اس لیے حبیب گنج کا نام بدلنے پر کسی کو حیرت نہیں ہوئی، کیوں کہ اُنہیں رانی کملا پتی کو خراج عقیدت ہی پیش کرنا ہوتا تو ملک کے کسی بھی اسٹیشن کا نام بدلا جاسکتا تھا، مگر بی جے پی کی ہر حصول یابی مسلم تہذیب کی بھینٹ پر ہی تعمیر ہوتی ہے، ہاں! مزے دار بات یہ رہی کہ اس بار مسلم نام بدلنے کے لیے انہیں جو نام ملا وہ ایک مسلم حاکم کی بیوی کا نکلا اور وہ بھی پہلی دوسری نہیں بلکہ ان کی ساتویں نمبر کی بیوی کا۔

اب یہ بات اپنے آپ میں کس قدر مضحکہ خیز ہے کہ جو بی جے پی اسلام کے تعدد ازواج پر پابندی کی بات کرتی ہے وہ ایسی خاتون کو خراج عقیدت پیش کر رہی ہے جو ایک مسلمان کے نکاح میں تھی اور اپنے شوہر کی ساتویں بیوی تھی، اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ بی جے پی کی تنگ نظری سے بھلے ہی حبیب میاں قربان ہوگیے مگر ان کی قربانی رائگاں نہ گئی کہ ان کی جگہ ان کے "دادا" نظام شاہ کی اہلیہ کا نام آیا، یعنی پوتے کی جگہ دادی کا نام درج ہوگیا اور اسی بہانے بی جے پی کا دوہرا کردار بھی عوام کے سامنے بے نقاب ہوگیا۔

◆◆◆

احوال وطن

ص ۴۸ رکا بقیہ......................

غریب پروری، مہمانوں کی خاطرداری سنت رسول اللہ کی روشنی میں خوب اور توجہ سے کرتیں، فقیر تقریباً دس گیارہ سال حضور امین شریعت کی خدمت اقدس میں رہا، پیرانی امی مخدومہ محترمہ کی نوازشات مجھ پر بھی کافی رہیں، خواتین جو مراد لے کر ان کے پاس آتیں بامراد ہوکر واپس لوٹتیں۔

ان کے والد گرامی فقیہ اعظم مہاراشٹر علامہ مفتی عبدالرشید فتح پوری علیہ الرحمہ بہت بڑے عالم دین اور وقت کے ولی تھے، تربیت ونسبت کا اثر مخدومہ محترمہ میں صاف جھلکتا تھا۔

نماز سے محبت ولگاؤ کا یہ عالم تھا کہ نسیان کی وجہ سے کئی مرتبہ وضو فرماتیں اور نماز بھی کئی کئی مرتبہ ادا کرتیں اور زبان کا حال بھی اللہ اللہ۔۔۔۔۔۔ذکر و درود شریف سے زبان تر رہا کرتیں، ایسی مقدس ونیک طینت اور عظیم نسبتوں کی حامل خاتون مخدومہ محترمہ کی رحلت یقیناً باعث حزن وملال ہے، اللہ تعالیٰ آپ کی تقویٰ شعار زندگی کو درجات کی بلندی کا باعث بنائے اور جملہ افراد خانوادہ کو صبر جمیل سے نوازے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم۔

◆◆◆

ص ۵۱ رکا بقیہ......................

اور اس جائیداد سے ایک ایسی قسط مقرر کر کے وہ قرض وصول کر لیا جائے جس کی ادا نا قابل برداشت نہ ہو، جو مقروض بیت المال سے روپیہ لیں بیت المال کی جماعت ان کے مصارف معین کر دے اور جو تخفیف خرچ میں بآسانی نکل سکتی ہو نکالی جائے۔

(خطبۂ صدارت، آل انڈیا سنی کانفرنس، مرادآباد 1925، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، ص 57: تا 62)

◆◆◆

از: مفتی غلام آسی مونسؔ پورنوی*

چترویدی کا ٹرینڈ

نقد و نظر

محترم قارئین! اپنا ملک ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جہاں آپ کو ایک سے بڑھ کر ایک نمونے مل جاتے ہیں، حد تو یہ ہے کہ اب ہمارے مذہبی جلسوں کے اسٹیج بھی ان سے اچھوتے نہیں رہے، کوئی بغیر پڑھے لکھے مفتی، کوئی قوال، کوئی ڈانسر، کوئی کامیڈین، تو کوئی بغیر گیان کے ''چترویدی'' مل جائے گا، آج کل تو جلسوں میں چترویدی کا ٹرینڈ چلا ہوا ہے، کوئی بھی جلسہ ہو، اس میں کوئی نا کوئی نام نہاد چترویدی آپ کو مل ہی جائے گا، جلسوں کے پوسٹروں میں ماہر ''وید و پران'' کے القاب کے ساتھ کوئی نا کوئی نمونہ آپ کو نظر آ ہی جائے گا، دو چار منتر یاد کر کے اپنے آپ کو چترویدی کہلانے والوں کو یہ پتہ بھی نہیں ہوگا کہ ''چترویدی'' کہتے کسے ہیں اور کن کن محنت ومشقت کے دریاؤں کو عبور کرنے کے بعد انسان ''چترویدی'' بنتا ہے۔

آئیے سب سے پہلے ہم یہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ''چترویدی'' کسے کہا جاتا ہے؟ ہندو دھرم کی مذہبی کتابوں میں سب سے زیادہ اہم چار کتابیں مانی جاتی ہے، وہ چاروں کتابیں یہ ہیں: (۱) رگ وید (۲) سام وید (۳) اتھروید (٤) یجروید۔

عقیدۂ ہنود کے مطابق یہ چاروں کتابیں یش وانی (یعنی ایشور کا کلام ہیں) اور ان ویدوں کی تشریحات وتوضیحات اور تضمینات کو ''پران'' کہا جاتا ہے، اس کی تعداد اٹھارہ ہیں اور بعض کا کہنا ہے کہ پرانوں کی تعداد 25 سے زیادہ ہیں، ہندو مذہب میں پرانوں کو عقیدت وعظمت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، کیوں کہ ان اٹھارہ پرانوں کو مختلف دیوی دیوتاؤں کا خزانہ مانا جاتا ہے اور ان کے اندر وہ تمام چیزیں تفصیلات کے ساتھ موجود ہیں، جن کو، دنیا، نیکی، گناہ ثواب، عذاب، اچھائی، برائی سے تعبیر کرتی ہے، اس کے اندر آپ کو موت کے بعد انسان کے جزا وسزا کا چیپٹر بھی ہے اور کچھ پران کے اندر ابتدائے کائنات سے انتہائے کائنات تک کی کتھائیں دستیاب ہو جائیں گی۔

جو ان چاروں ویدوں کے کل اٹھارہ پرانوں کے جملہ رموز واوقاف کو سمجھتا ہو، ان پرانوں اور ویدوں کے عبارات سے مسائل ہندومت کی تخریج کرتا ہو وہ ''چتر ویدی'' کہلاتا ہے، لقب ''چترویدی'' کی اور زیادہ تفصیل جاننے کے لئے ہم نے بی بی ڈی یونیورسٹی لکھنؤ کے سنسکرت کے سابق پروفیسر ڈاکٹر آر پی مشرا سے رابطہ کیا اور براہ راست چتروی کے تعلق سے استفسار کیا، انھوں نے تو تقریباً 20 سال تک وید و پران پر لکچر دیا ہے، چترویدی کسے کہتے ہیں اور چترویدی کیسے بنا جاتا ہے، ان کا جواب سن کر میرا ماتھا گھومنے لگا، ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی، وہ کہہ رہے تھے: مولانا صاحب! آج کے دور میں چترویدی بننا اتنا آسان نہیں، کیونکہ چترویدی بننے کے لئے چاروں ویدوں اور ان کے سبھی پرانوں کے رموز واوقاف کے علاوہ ان کے جملہ جزئیات سے واقف ہونا ضروری ہے، جو ان صفات کا جامع ہو اسی کو ''چترویدی'' کہا جاتا ہے اور آج کل چترویدی ہیں کہاں؟ مشکل سے دو چار رہ گئے ہیں، وہ بھی کچھ رشی کیش میں اور کچھ ایودھیا و متھرا میں۔

میں اتنا سننے کے بعد وہاں سے اٹھ کر چلا آیا اور سوچنے لگا کہ یہ مولوی آٹھ دس سال مدرسہ میں رہ کر وید و پران کا ماہر کب ہو گیا، کیسے وید و پران کے جزئیات سے شناسائی ہو گئی اور کس ادارے کے کس استاذ نے انہیں سنسکرت میں وید و پران پڑھا لکھا کر وید و پران کا ماہر بنا کر ''چترویدی'' کے لقب سے ملقب کرنے کے بعد اپنے ادارے سے دستار وسند سے نوازا ہے، یہ تو بالکل ہی مذہبی کتاب ہے اور اس کے اندر تو کفر وشرک کے

* مضمون نگار دار العلوم انوار مصطفے، تیلی باغ لکھنؤ کے استاد ہیں۔

انبار موجود ہیں، اس کفر شرک کے انبار سے اسلام کے ہیرے کو غیر جوہری کیسے چن کر اٹھائے گا۔

یقیناً یہ وید و پران کے ذریعہ حق وصداقت کا چراغ نہیں جلایا جاسکتا، البتہ گمراہی و بے دینی کے اسباب ضرور اکٹھا کئے جاسکتے ہیں، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا آج کل کے جلسوں میں جو نام نہاد بنا پڑھے لکھے'' چترویدی'' حضرات وید و پران کے سہارے اسلام اور پیغمبر اسلام کے مقام وعظمت کو ثابت کر کے تبلیغ دین کرنا چاہتے ہیں یا ان کی اچھی باتوں سے سبق سیکھنا یا سکھانا چاہتے ہیں، انھیں اس حدیث پاک سے درس عبرت حاصل کرنا چاہئے:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تورات کا ایک نسخہ لے کر تشریف لائے اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! یہ تورات کا ایک نسخہ ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پڑھنا شروع کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا رنگ متغیر ہونے لگا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عمر! تمہاری ماں تم کو روئے، کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرے کا رنگ بدل رہا ہے؟ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کی طرف دیکھا اور عرض کی: میں پناہ مانگتا ہوں اللہ اور رسول کے غصے سے، ہم راضی ہوئے اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، اگر آج موسیٰ علیہ السلام تشریف لے آئیں اور تم لوگ میرے بجائے ان کی اتباع شروع کردو، تو سیدھی راہ سے گمراہ ہو جاؤ گے اور اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو وہ بھی میری ہی اتباع کرتے۔

(سنن الدارمی، حدیث 436)

اس حدیث کو ذرا غور سے پڑھئے اور اس کے مفہوم پر مکرر غور کر کے بتائیے کہ کیا یہ تنبیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اُن جانثاروں کو نہیں فرمائی جنہیں قرآن **السابقون الاولون** کا خطاب دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، صرف تورات کے چند جملے پڑھنے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عزیز از جاں صحابہ کو گمراہی کی وعید تک سنائی تو ہماری اور آپ کی کیا حیثیت ہے؟

بہت ہی غور وفکر کا مقام ہے کہ توریت جو کہ بلا کسی اختلاف کے اللہ کی کتاب ہے، جب اس کا پڑھنا اللہ کے رسول نے پسند نہ فرمایا اور ارشاد مایا کہ اگر تم میری موجودگی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کرو تو بھی تم گمراہ ہو جاؤ گے، تو آپ اندازہ لگائیے کہ جن کتابوں کا وجود ہی شرک وکفر پر ہو، اس سے ہدایت کا چشمہ کیسے جاری ہوسکتا ہے، وہاں شمع ہدایت کیسے روشن ہوسکتی ہے۔

غور طلب امر یہ ہے کہ کیا ان شرک و کفر شرک سے بھری کتاب کے منتروں کو پڑھ کر مسلمانوں کے اذہان میں ان کتابوں کی عظمت نہیں بٹھائی جارہی ہے، جب توریت جیسی مقدس کتاب سے دین محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نشر واشاعت ممکن نہیں تو پھر پران وو وید کے منتروں سے کیونکر دین متین کی نشر واشاعت ممکن ہوسکتی ہے؟ واضح ہو کہ جب کسی مذہبی جلسے میں کوئی نام نہاد چترویدی وید و پران کی عبارت پڑھتا ہے اور اس سے اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان و عظمت بیان کرتا ہے، تو یقیناً سامعین کے ذہن و دماغ میں یہ بات گردش کرتی ہے کہ اہل ہنود کی مذہبی کتابوں میں جب اسلام اور صاحب اسلام کی شان اور ان کی عظمت بیان کی گئی ہے، تو پھر مذہب اسلام اور مذہب اہل ہنود دونوں برابر ہی ہوئے یا ہلکا پھلکا فرق واقع ہوسکتا ہے اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یقیناً اہل ہنود کی کتابیں کوئی آسمانی کتب وصحائف ہوں گی اور ان کے پیشوا ضرور صاحب نبوت ورسالت ہوں گے، تبھی تو ان کے پیشواؤں کے ذریعے ان کی مذہبی کتابوں میں پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان وعظمت بیان کی گئی ہے۔

اس طرح ایک نام نہاد چترویدی نے ایک سیدھے سادھے

عام مسلمان کے ذہن میں ہزاروں طرح کے شکوک وشبہات پیدا کر دیئے، جیسا کہ اہل ہنود کی کتابوں کو آسمانی کتاب ہونے کا شک، ان کے پیشواؤں کے نبی ورسول ہونے کا شک، ان کے دین کے حق ہونے کا شک وغیرہ وغیرہ، حالانکہ اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ کسی کتاب کے آسمانی ہونے کے لئے یا کسی کے نبی ہونے کے لئے قرآن وحدیث سے دلیل چاہئے، مگر اس غیر پڑھے لکھے شخص کو کیا معلوم کہ مذکورہ معاملات میں اسلام کا عقیدہ کیا ہے اور عقیدہ کہتے کس کو ہیں، اب وہ شخص اسلام اور بانیٔ اسلام کے حوالے سے کنفیوژ ہو گیا۔

قابل غور بات یہ کہ ہم نے جلسہ کیا تھا مذہب اسلام کی نشرواشاعت کے لئے اور منبر رسول سے مذہب ہنود کی نشرواشاعت ہوگئی، جلسہ کیا تھا، اسلام کے حوالے سے کنفیوژن دور کرنے کے لئے، اب چترویدی صاحب نے اپنی تقریر سے ایک عام مسلمان کو کنفیوژ کر کے دارین کے نقصان وخسران میں گرفتار کر دیا، خدانخواستہ اگر کسی مسلمان نے ان ویدوں اور پرانوں کو اللہ کی کتاب مان لیا اور مذہب ہنود کے پیشواؤں کو اپنا پیشوا مان لیا تو اس کے ایمان کا کیا ہوگا، اس کی ذمہ داری کس پر ہوگی؟ لہٰذا اگر آپ یہ توقع رکھتے ہیں کہ وید و پران کے منتروں کے ذریعہ دین کی تبلیغ ہوگی تو یہ آپ کی خام خیالی ہے۔

اس لئے میں گزارش کرتا ہوں جملہ مسلمانوں سے کہ وہ اس طرح کے جاہل چترویدیوں کو اپنے جلسوں میں بلا کر ایمان و عقیدے کی کھیتی کو ویران نا کریں، اپنے اسٹیجوں کو ان سے پاک رکھیں ورنہ اس کا حساب پروردگار کی بارگاہ میں دینا ہوگا، نیز اس بات کا خیال رکھیں کہ اگر جلسے کرنے ہی ہیں تو مختصر کریں، علاقائی مدارس کے اساتذۂ کرام کو اپنے جلسوں میں مدعو کریں اور اسلام وسنیت کو فروغ دیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو زمانے کے فتنوں سے محفوظ ومامون رکھے، آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

اس سلسلے میں چند علما کی رائے مزید ملاحظہ فرمائیں:

(از: مولانا نوراختر

اے عمر! تم پر رونے والیاں روئیں، کیا تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ انور کا حال نہیں دیکھتے؟ حضرت عمر نے جب توراۃ شریف کی تلاوت کی تو ان کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں رہا ہوگا کہ معاذ اللہ قرآن آنے کے بعد بھی ابھی توراۃ وانجیل کی ضرورت باقی ہے یا صرف تلاوت سے کیا ہوگا؟ ہمارے لیے تو ہمارا قرآن اور ہمارے رسول کافی ہیں۔

لیکن پھر بھی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا اور آپ نے پرجلال آواز میں فرمایا:

''اے عمر! اگر آج موسیٰ بھی ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہ ہوتا۔''

یہ آج کل کے "چترویدی" کیا سمجھتے ہیں کہ ہم وید و پران سے نبی کریم کی شان بیان کر کے حضور کو خوش کر لیں گے؟ کیا قرآنی آیات جو ہمارے نبی کی شان میں نازل ہوئیں وہ ناکافی ہیں؟ اگر وید و پران کی اتنی ہی معنویت ہوتی تو اس سے مشرکین ہدایت نہ پاتے؟

ایسے مقررین سوائے خسارے کے سودے کے اور کچھ نہیں کر رہے ہیں، عوام تو خوش ہو جائے گی لیکن جنہیں خوش کرنے کے لیے ہم پیدا ہوئے شاید وہ خوش نہ ہوں۔

(از: مفتی صادق مصباحی

آج کل کے چترویدی خطبا کا یہی حال ہے، جو چند اشلوک رٹ کر دھاک جماتے ہیں، خطبائے زمانہ کا حال سب پر واضح ہے، ورنہ حکمت کا ضالۃ المؤمن ہونا مسلم ہے، اس سے کسے انکار! مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر کس و ناکس غیروں کی ویدوں اور پرانوں میں سر کھپائے، خود گم راہ ہو اور دوسروں کو بھی گم راہ کرے، یاد رہے کہ کچھ اچھی اور حکمت کی باتیں ہر کتاب میں مل جائیں گی خواہ وہ قادیانی کی کتاب ہو یا یہود ونصاریٰ کی یا ہنود کی! مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں ہر عام وخاص کو ان کتابوں کو پڑھنا دیکھنا درست ہو جائے۔

اہل علم وتحقیق اگر دفاعِ اسلام اور اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کے لیے ان کا علم حاصل کریں تو ماجور بھی ہوں گے، یہود کی زبان سیکھنے کا حکم خود حدیث سے ثابت ہے، مگر تجربہ شاہد

ہے کہ آج کے ''چترویدی'' حضرات کا یہ ایک پیشہ اور دھونس جمانے کا ہتھیار بن کر رہ گیا ہے، اس فکر کی حوصلہ افزائی کسی صورت نہیں کی جاسکتی۔

مزید براں ویداور پران سن کر عوام یہ سمجھتی ہے کہ اصل عالم اور قابل یہی حضرت ہیں، بقیہ علما جو قرآن وحدیث سے استدلال کرتے ہیں، ان کی وہ وقعت عوام کی نظر میں نہیں ہوتی اور ساتھ ہی عوام کی نگاہ میں اِن کتابوں کی اہمیت بیٹھتی جاتی ہے اور یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ مصادر شرع سے بے اعتنائی ہو اور فرضی کتب کی محبت دل میں بیٹھ جائے۔

جہاں حاجت وضرورت ہو، یا سامعین میں غیر بھی ہوں، جنھیں اسلام کی جانب رغبت دلانا مقصود ہو یا اہل علم ہوں جن کا، ان سے متاثر ہونے کا خطرہ نہ ہو تو حرج نہیں ورنہ ہر محفل میں ضرورت بلاضرورت ویدوپران کی اڑان سے بچنا ہی چاہیے۔

(از: مولانا محمد زاہد علی مرکزی

اس دور میں جتنے چترویدی مقرر ہیں اگر ان سے اسٹیج پر پوچھ لیا جائے کہ چٹائی اور شامیانہ کو سنسکرت میں کیا کہتے ہیں تو وہ اتنا بھی نہ بتا پائیں، پھر ایسے لوگوں کو کس معنی کر اجازت ہو، کہ اسٹیجوں پر چترویدکا پرچار کریں؟ یہاں وہی بات ہوگی جو وہابیوں گمراہوں کی کتب کے متعلق ہے یعنی اچھے علم والے اور راسخ العقیدہ لوگوں کو ضرورتاً دیکھنا جائز ہوگا نہ کہ ہر عامی کو۔

ایسی صورت میں اگر کوئی چترویدی صاحب واقعی سنسکرت میں ماہر ہیں اور وہ پنڈتوں کے جوابات دے سکتے ہیں تو انھیں تو اجازت ہوگی لیکن اس کے علاوہ کو اجازت نہیں کہ وہ پھنسا تو تو ہمارے علما کی شان میں بھی بٹا لگے گا اور عوام بھی مشکوک ہوگی، شردھانند جیسے لوگوں نے یہی کیا تھا، عقیدے سے کمزور لوگوں اسی طرح غیر مسلم بنایا اور حضور مفتی اعظم ہند علامہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی، حضور صدر الافاضل وغیرہ بزرگان دین نے ان کے اس جال کو توڑا کیوں کہ وہ بھر پور علم رکھتے تھے، نتیجہ شدھی تحریک کو الٹ دیا اور لاکھوں غیر مسلموں کو بھی کلمہ پڑھایا، افسوس کہ آج وہ سارے واقعات وحادثات ہمیں دستیاب نہ ہو سکے اگر وہ چیزیں محفوظ ہوتیں تو آج کے اس گھر واپسی والے مسئلے پر اہم ان کی گھر واپسی کرار ہے ہوتے۔

یہ بھی یاد رہے کہ جب تک شدھی تحریک کا فتنہ نہ تھا، تب تک ان اہل علم حضرات نے نہ وید پڑھے اور نہ ہی عوام میں یہ چیزیں لائے، اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ علم پڑھ تو سکتے ہیں لیکن اسے عوام کے سامنے ضرورتاً ہی لایا جائے وہ بھی اس انداز میں کہ اپنے مذہب پر آنچ نہ آئے، ان کا قول انھیں پر الٹ دیا جائے، جب کہ ہمارے مقررین صرف پیسے کے لیے ایسا کرتے ہیں، شلوک پڑھ کر تعریف تو کر دیتے ہیں کرا لیتے ہیں لیکن اس کے بعد ماحصل نہیں بتا پاتے کہ ہم نے کیوں پڑھا؟ اسے کتنا مانا جا سکتا ہے اور کتنا نہیں؟ ہمارا عقیدہ ان کتابوں پر نہیں ہے بلکہ ہم یہ صرف اس لیے کہہ رہے ہیں کہ فلاں نے ہمارے نبی پر اعتراض کیا ہے یا ہمارے مذہب کو برا کہا ہے وغیرہ وغیرہ۔

لہٰذا پڑھنا اور ہے بولنا اور ہے، ہر پڑھی چیز بتا ہی دی جائے یہ ضروری نہیں، لہٰذا پڑھنا اور ہے بولنا اور ہے، یہ تو ضرورت کے لیے ریزرو رکھی جاتیں ہیں۔

تبصرۂ ثانی

حضرت یہاں ایک نکتہ اور ہے کہ لوگوں میں وید پرانوں کی عظمت بڑھے گی جس سے وہ گمراہی وکفر تک پہنچ سکتے ہیں تو وہیں یہ کفار ہمیں کل یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اگر ہماری کتابیں صحیح نہیں ہیں تو پھر تمہارے مولانا لوگ ہمارے کتابوں سے کیوں شلوک پڑھتے ہیں، جو تمہارے حق میں وہ تمہیں قبول ہے اور جو ہمارے حق میں ہے وہ بیکار ہے، یہ اچھا طریقہ نکالا ہے تم لوگوں نے، یہ تو وہی بات ہوئی کہ " میٹھا میٹھا ہپ ہپ، کڑوا کڑوا تھو تھو" اچھا چلو یہی مان لیا جائے کہ جو تمہارے حق میں صحیح ہے اسے ہی مانا جائے تب بھی اتنا تو لازم آتا ہی ہے کہ ہمارے دھرم گرو جنھیں بعض لوگ انجانے میں خدا ماننے لگے ہیں وہ بھی اچھے لوگ تھے، پھر آپ لوگ انھیں کیوں نہیں مانتے؟ خدا نہ مانئے لیکن خدا کا سچا بندہ تو مانیے! اگر ہماری کتابوں میں کچھ بدلاؤ بقیہ ص ۱۹ ر پر

تصنیف: امام فقیہ ابواللیث نصر ابن محمد سمرقندی
ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

پہلی قسط

اللہ کے لئے حمد وشکر ہے جس نے ہمیں اپنی کتاب (قران مجید) کا سجھاؤ دیا اور اگلی سب متوں پر ہمیں اپنے سب سے زیادہ معزز مکرم حبیب (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے وسیلے سے برتری عطا فرمائی (اس کی حمد کرتا ہوں) ایسی حمد جو اس کی مرغوب خوشنودی کو کھینچ لائے اور اس کی مخزون عطا کو (ہماری جانب) منعطف کردے اور (اس کے سبب) وہ ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والا اور اپنے اولیا اور آلاء کا پہچاننے والا بنالے اور اللہ تعالیٰ درود (وسلام) نازل فرمائے ہمارے آقا ومولیٰ اپنے برگزیدہ رسول اور چنیدہ نبی (حضور پرنور، حضرت) محمد (مصطفےٰ) پر اور حضور کی پاکیزہ آل وعترت پر اور حضور کے اصحاب وامت پر، سب پر۔

سبب تالیف وتقدیمی کلمات از مصنف

حضرت نصر ابن محمد ابن ابراہیم سمرقندی (۱) نے کہا: جب میں نے یہ دیکھا، اس (اُجالے) میں جس کے ساتھ کتابُ اللہ نے نطق فرمایا:

''اُدۡعُ إِلىٰ سَبِيۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ وَ جَادِلۡهُم بِالَّتِيۡ هِيَ أَحۡسَنُ۔ یعنی اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اُس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔'' [سورۃ النحل - ۱۲۵]

نیز اس (سجھاؤ کی برکت) سے جس کے ساتھ سنت وارد ہوئی اور وہ ہے حدیث عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ فرمایا: نبی اکرم ﷺ (کی عادت کریمہ تھی کہ) ہمیں وعظ وتبلیغ خال خال (یعنی ناغہ کر کرکے) کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے (نہ کہ روزانہ لگاتار) اس اندیشے سے کہ کہیں ہم اکتانہ جائیں، ملول نہ ہوں کہ ہر اس آدمی پر (دعوت وتبلیغ، وعظ وتذکیر کی) بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ادب میں معرفت، علم میں حصہ اور مواعظ وحکم میں نظر اور سیرت صالحین پر اور ریاضت و مجاہدہ کرنے والوں کی سعی ومحنت پر وقوف عطا فرمایا ہو، تو (میں نے یہ کتاب ''تنبیہ الغافلین'' لکھی) میں نے اپنی اس تالیف میں موعظت وحکمت کی کچھ باتیں جمع کردی ہیں جو ناظرین کے لئے امید ہے نفع بخش اور موجب شفا ہوں گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

قارئین کے لئے مصنف علیہ الرحمہ کی نصیحت

اس کتاب کا مطالعہ کرنے والوں کو میری نصیحت ہے کہ اس میں **اوّلاً** تو اپنے لئے تذکّر وتفکّر (۱) کی نیت سے اور **ثانیاً** دوسروں کے لئے تذکیر وتنبیہ کی غرض سے نظر کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان امور (یعنی تذکیر وتنبیہ (۲) کا مامور ومکلف کیا ہے اور اس بابت سنت بھی وارد ہے، (چنانچہ) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''كُوۡنُوۡا رَبَّانِيِّيۡنَ بِمَا كُنۡتُمۡ تُعَلِّمُوۡنَ الۡكِتَابَ۔ یعنی ربانی ہوجاؤ بسبب اس کے کہ تم کتاب الٰہی کی تعلیم دیتے ہو۔'' [سورۂ آل عمران، آیت ۷۹]

---

[۱] یعنی عالم ربانی، امام الہدیٰ، عابد وزاہد حضرت فقیہ ابواللیث سمرقندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ نے اپنی اس کتاب ''تنبیہ الغافلین'' کی تالیف کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جب میں نے دیکھا، الخ۔ یعنی کہنا چاہتے ہیں کہ جب مجھے قرآن وحدیث کی روشنی میں، حامل علم دین کی حیثیت سے یہ علم و احساس ہوا کہ اہل علم پر مسلمانوں کے لئے خیر خواہی لازم ہے۔ تعلیم وتبلیغ اور وعظ وتذکیر کے ذریعہ نفع رسانی، ان کا فرض منصبی ہے تو میں نے اس شرعی ذمہ داری کی ادائیگی کے لئے یہ کتاب لکھی ہے، ناظرین کو معلوم ہو کہ آپ چوتھی صدی کے عظیم المقام فقیہ ہیں، علمائے حنفیہ کے معتمد علیہ مقتدیٰ ہیں، آپ کی وفات ۳۷۵ھ میں یا کچھ آگے یا کچھ پیچھے ہوئی، ۱۲ / منہ۔
محمد صالح قادری نوری بریلوی (مترجم) غفرلہ

ع[۱] ''تذکر وتفکر'' = نصیحت قبول کرنا، مان لینا، سمجھ لینا، سوچنا، غور کرنا، نگاہ دل ودماغ سے دیکھنے کی کوشش کرنا۔
[۲] ''تذکیر وتنبیہ'' = دھیان دلانا، نصیحت کرنا، سمجھانا بوجھانا، بیدار کرنا، سوئے ہوئے کو جگانا، غفلت دور کرنے کی تدبیر کرنا۔

ترغیبات

بقول بعض مفسرین، یہاں (ربانی) سے مراد ہے عالم با عمل، لہٰذا آیت کا معنی یہ ہوا: اے اہل علم! تم کتاب الٰہی کی لوگوں کو جو تعلیم دیتے ہو اس پر خود بھی عامل رہو۔

اور دوسری جگہ فرماتا ہے:

''اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ یعنی بے شک اللہ کی خشیت تو اس کے بندوں میں صرف انہیں کو ہوتی ہے جو علم و معرفت والے ہیں۔'' [سورۂ فاطر–۲۸]

اور (ایک جگہ تبلیغ و انذار کا حکم دیتے ہوئے اپنے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے) فرمایا:

''یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ۔ (ترجمہ) اے وہ جو دوشالے میں لپٹ کے لیٹے ہوئے ہو! اٹھ کھڑے ہو (یعنی مستعد ہو جاؤ) اور پھر (لوگوں کو خطرۂ عذاب سے) ڈراؤ۔'' [سورۂ مدثر-۲]

نیز ایک اور آیت میں فرماتا ہے:

''وَذَکِّرْ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ (ترجمہ) اور سمجھاتے رہو، کیوں کہ سمجھانا اہل ایمان کو فائدہ دیتا ہے۔'' [الذاریات:۵۵]

حدیث شریف:

اور مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تَفَکُّرُ سَاعَۃٍ خَیْرٌ مِنْ عِبَادَۃِ سَنَۃٍ۔ یعنی ایک گھڑی کا تفکر (یعنی آخرت سے متعلق سوچ و چار) یک سالہ عبادت سے زیادہ بھلا اور مفید ہے۔''

معقولی دلیل:

اور (معلوم ہو کہ) جس نے مواعظ و حکم میں غور کرنے سے گریز اور اسلاف کرام کی سیرتوں میں نظر کرنے سے اعراض کیا (لاپرواہی برتی) وہ دو حالتوں سے آگے نہیں جا سکے گا (یعنی دو میں سے کوئی ایک بات ضرور صادق آئیگی) یا تو ایسا ہوگا کہ اسے اپنے قلیل عمل پر اقتصار کر لینے کے باوجود موہوم یہ ہے کہ میں سابقین الی الخیرات میں سے ہوں (۱) یا ایسا ہوگا کہ (عبادت و طاعت میں) تھوڑی بہت محنت و ریاضت کر تو لیتا ہے مگر اسے اپنی نگاہ میں بہت عظیم جانتا حتی کہ اس کے سبب اپنی ذات کو دوسروں پر فضیلت دیتا ہے تو اس کی ساری محنت کوشش باطل اور عمل نامقبول (۲)

تو (معلوم ہوا کہ) جب بندہ (کتاب و سنت میں آئے ہوئے) مواعظ و نصائح میں اور بزرگان دین کے احوال و معمولات میں (مخلصانہ، بہ نیت عمل) نظر کریگا تو مزید سے مزید ثوابی کاموں کی حرص و رغبت اس کے اندر پیدا ہوگی اور اپنی کوتاہی کو پہچانے گا (احساس کرے گا کہ میں بزرگان دین کے درجات تک رسائی میں کس قدر قاصر اور کتنا پچھڑا ہوا ہوں؟)

دعائے مصنف

اب ہم (آخر میں) اللہ تعالی سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں خوب ستھرے ستھرے اعمال کی اور نہایت عظیم عظیم برکات (حاصل کرنے) کی توفیق عطا فرمائے، بے شک وہ منّان و قدیر (۳) ہے۔

فائدہ

زیر عنوان ''خطبۂ کتاب'' حضرت مصنف علیہ الرحمہ اپنے تقدیمی کلمات کے بعد آگے بیان مقصود شروع کرتے ہیں، کتاب کے مقاصد، مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے مفید مفید، مختلف چنیدہ ابواب میں بیان کئے ہیں، ابواب کے درمیان کوئی خاص مناسبت و ترتیب کا التزام حضرت نے پسند نہیں کیا ہے بلکہ اپنی صواب دید سے جو جہاں چاہا بیان فرما دیا ہے، البتہ بعض کتب حدیث و تصوف کی طرح کتاب کی ابتدا باب الاخلاص ہی سے فرمائی ہے چونکہ ایمان و ایمانیات میں، طاعت و عبادات میں صدق و اخلاص ہی بنیادی چیز ہے، ثمرۂ عمل کا مدار اسی پر ہے اس لئے یہی زیادہ مناسب تھا، لہٰذا ناظرین کو بھی چاہئے کہ مطالعہ سے پہلے اپنی نیت درست کر لیں۔ مخلصانہ، مطالعہ شروع کریں، تو اے بھائی! اللہ عز و جل سے توفیق عمل و اصلاح حال مانگتے ہوئے بسم اللہ کہہ کے ورق کھولئے اور پڑھنا شروع کیجئے۔ (مترجم غفرلہ)

---

[۱] یعنی سمجھتا ہے کہ میں بہت بڑا متقی، عابد و عامل اور نیک بندہ ہوں، ظاہر ہے یہ اس کی حماقت و خود فریبی نہیں تو اور کیا ہے؟ ۱۲/منہ

[۵] کیونکہ عُجب و خود بینی کا یہی ثمرہ ملتا ہے، ۱۲/مترجم غفرلہ

[۶] ''منان'' = بہت احسان کرنے والا۔ ''قدیر'' = بڑی قدرت والا، ۱۲/مترجم غفرلہ

۱۔ باب الاخلاص، عمل میں للّٰہیت کا بیان

اخلاص وصدق نیت کے بغیر اچھے سے اچھا عمل بھی بے کار

ذکر سند

مصنف کتاب (یعنی حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندی) رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے شیخ محمد ابن فضل ابن احنف سے حدیث سن کر، ان کی پوری اسناد و تحدیث نقل کرتے ہوئے بطریق عاصم، حضرت محمد ابن لبید (رضی اللہ عنہ و عنہم) سے راوی ہیں کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حدیث شریف

''اخوفُ ما اخاف علیکم الشرك الاصغر۔ الحدیث (ترجمہ) مجھے تمہارے متعلق جن (مضر) چیزوں کا اندیشہ ہے ان میں سب سے زیادہ اندیشہ ناک چیز شرک اصغر ہے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ، شرک اصغر کیا ہے؟ (یعنی اس لفظ سے حضور کی کیا مراد ہے؟) فرمایا: ''ریا'' (یعنی عمل میں دکھاوا ہونا اور صدق نیت وللّٰہیت کا فقدان ہونا، مزید فرمایا): روز جزا، اللہ تعالیٰ ریا کاروں سے فرمائے گا: تم ان کے پاس جاؤ جن کے لئے دنیا میں دکھاوا کرتے تھے اور دیکھو ان سے تمہیں (دکھاوے والے اعمال کے صلے میں) کیا بھلائی ملتی ہے؟

کسی کو فریب دینا، خود فریبی ہے

وضاحت

مصنف علیہ الرحمۃ نے کہا: ایسا ان سے روز جزا محض اس لئے فرمایا جائے گا کہ ان کا عمل دنیا میں فریب دہی کے طور پر تھا تو آخرت میں ان کے ساتھ بھی فریب دہی (کی مشاکلت) پر معاملہ کیا جائے گا اور یہ (مضمون حدیث) ویسا ہی ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے (قرآن مجید میں) فرمایا:

''إِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ يُخَادِعُونَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ۔ ترجمہ: بے شک منافق لوگ (اپنے گمان میں) اللہ کو فریب دیا چاہتے ہیں اور وہ انہیں (بطرز مشاکلت) فریب دہی کی سزا دینے والا ہے۔'' [سورۃ النساء۔۱۴۱]

تفسیر

مصنف (علیہ الرحمۃ نے کہا) یعنی۔ اللہ تعالیٰ ریا کاروں کو بطرز خداع بدلہ دے گا کہ ان کے اعمال کا ثواب تو کچھ نہیں بلکہ ان سے فرمائے گا جاؤ اپنے اعمال کا ثواب ان سے لو جن کے لئے عمل کیا تھا۔ میرے پاس تمہارے (ریا کارانہ) اعمال کا کچھ ثواب نہیں۔ ''کیوں کہ ان کے وہ اعمال، خالصاً لوجہ اللہ نہیں تھے'' حالانکہ بندہ، مستحق ثواب جبھی ہوتا ہے کہ جب اس کا عمل خالصاً لوجہ اللہ ہو اور جب غیر اللہ کی اس میں شرکت ہوگئی تو اللہ تعالیٰ اس سے بری (بے علاقہ) ہے۔

[مصنف کی یہ بات پوری ہوئی]

اللہ بندے کے شرک سے بے نیاز وبری ہے

سند حدیث

مصنف علیہ الرحمۃ، شیخ موصوف کی اسی تحدیث وسند کو نقل کرتے ہوئے بطریق سعید مقبری، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ حدیث قدسی بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

حدیث قدسی:

انا اغنی الشرکاء عن الشرك .انا غنی عن العمل الذی فیه شرکة لغیری فمن عمل عملا اُشرك فیه غیری فانا منه برء۔ (ترجمہ) میں شرک سے، شریکوں میں سب سے زیادہ بے نیاز ہوں، میں (بندے کے) اس عمل سے بے نیاز ہوں جس میں میرے غیر کے لئے ذرا سی بھی حصہ داری ہو، تو جس بندے نے اپنے کسی عمل میں میرے غیر کو شریک کیا تو میں اس سے (یعنی اس عمل سے اور بقول بعض اس عامل سے) بری ہوں۔

مدلول حدیث:

تو اس خبر میں اس بات پر صاف دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا کوئی عمل قبول نہیں فرماتا جو خالصاً لوجہ اللہ نہ ہو۔ تو جب عمل خالصاً لوجہ اللہ ادا نہیں کیا تو وہ (ظاہر ہے) قابل قبول نہیں،

آخرت میں عامل کے لئے اس پر کچھ ثواب نہیں ملے گا بلکہ وہ (الٹا گنہگار اور) عذاب جہنم کا سزاوار ہوا، اس (متذکرہ بالا) مضمون پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی دلالت کررہا ہے، فرمایا:

''مَّن كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَن نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلاهَا مَذْمُوماً مَّدْحُوراًo وَمَنْ أَرَادَ الآخِرَةَ وَسَعَى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَئِكَ كَانَ سَعْيُهُم مَّشْكُوراًo كُلاًّ نُّمِدُّ هٰؤُلاء وَهٰؤُلاء مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُوراًo۔ (ترجمہ) جو اس جلدی والی کا (یعنی دنیا کا) ارادہ کرے ہم اسے اس میں جلدی دیدیں جو چاہیں اور جس کے لئے ارادہ فرمائیں، پھر اس کے لئے جہنم کردیں کہ اس میں جائے مذمت کیا ہوا، دھتکارا ہوا (یا دھکے کھاتا ہوا) اور جو (اپنے عمل سے) آخرت کا ارادہ کرے اور اس کی سی کوشش کرے اور وہ ہو ایمان والا تو ایسوں کی محنت و کوشش قابل قدر رہی ہے، ہم ہر ایک کی امداد فرماتے ہیں، اِن کی بھی اور ان کی بھی اے نبی! یہ (دنیا میں امداد) تمہارے رب کی دین ہے اور تمہارے رب کی دین پر روک نہیں ہے۔(۱) [سورۂ بنی اسرائیل—۱۸ر تا ۲۰]

تفسیر

مصنف علیہ الرحمۃ نے فرمایا(۲):

قولہ تعالیٰ: (مَنْ... [الیٰ]... فِيهَا ما نشاء) کا معنی یہ ہے کہ جو بندہ اپنے عمل سے دنیا لینے کا

ارادہ کرے اور اخروی ثواب کا ارادہ نہ کرے تو ہم اسے دنیا میں دنیا کے اموال وغیرہ سے اتنی مقدار عطا فرمادیں گے، جتنی ہماری مشیت ہوگی۔

وقولہ تعالیٰ: (لمن نرید) یعنی لمن نرید ان نھلکہ۔ جسے ہم ہلاک کرنے کا ارادہ فرمائیں اور بقول بعض مفسرین ''لمن نرید'' کا معنی یہ ہے کہ جسے ہم اگر کچھ دینا چاہیں گے تو اپنی مشیت کے مطابق دیں گے نہ کہ اس کی چاہت کے مطابق۔''

وقولہ تعالیٰ: (ثم جعلنا له جهنم) یعنی ہم نے پھر اس کے لئے عذاب جہنم واجب کردیا۔

وقولہ تعالیٰ: (یصلاها) یعنی جہنم میں داخل ہوگا۔

وقولہ تعالیٰ: (مذموماً) مذمت کیا ہوا یعنی جہنم میں داخل ہوگا، اس حال میں کہ مستوجب مذمت ہوگا یعنی وہ خود اپنی مذمت کرتا ہوگا اور دوسرے بھی اس کی مذمت کرتے ہوں گے۔(۳)

وقولہ تعالیٰ: (مدحوراً) دھتکارا ہوا۔ اللہ کی رحمت سے دور کیا ہوا۔

وقولہ تعالیٰ: (ومن اراد الأخرة) جو آخرت کا یعنی ثواب آخرت کا ارادہ کرے۔

وقولہ تعالیٰ: (و سعیٰ لها سعیها) یعنی اور اس نے آخرت کے لئے نیک عمل (اس کی شرطوں کے مطابق) خالصاً لوجہ اللہ کیا۔

وقولہ تعالیٰ: (وهو مؤمن) یعنی اس حال میں کہ عمل صالح کرنے کے ساتھ، ہو صحیح ایمان والا، کیونکہ ایمان کے بغیر کوئی عمل، مقبول نہیں۔

وقولہ تعالیٰ: (کان سعیهم مشکوراً) یعنی تو اُن کا عمل مقبول ہوگا۔ (اس کی قدر کی جائے گی)

وقولہ تعالیٰ: (کلاًّ نمدُّ هٰؤلاء وهٰؤلاء من عطاء ربك) یعنی تمہارا رب اپنی مشیت کے مطابق دونوں فریق کو اپنے رزق میں سے عطا فرماتا ہے۔

وقولہ تعالیٰ (وما کان عطاءُ ربك محذوراً) یعنی تمہارے رب کے رزق پر روک لگائی ہوئی نہیں ہے نہ مومن سے نہ کافر سے اور نہ نیکوکار سے نہ بدکار سے (یعنی وہ اپنی مشیت کے مطابق دنیا میں روزی سب کو دیتا ہے)........ جاری

---

[۱] یعنی اس کی روزی، نیک و بد۔ مخلص و منافق سب کو حسب مشیت پہنچتی ہے۔ ۱۲ر مترجم غفرلہ

[۲] بعض کلمات کی توضیح میں اثنائے نظم جو معانی حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے بیان کئے ہیں وہ میں نے یکجا کرکے نظم قرآنی سے نکال کر نیچے علاحدہ لکھ دئے ہیں تاکہ آیات کے ترجمے میں بے ربطی نہ آجائے۔ ۱۲ر مترجم غفرلہ

[۱] کہ کتنا حرماں نصیب ہے کہ اچھے اعمال کے باوجود دوزخ میں گیا، ۱۲ر مترجم غفرلہ

سوشل میڈیا سے

یہودیت! چند حقائق

انکشافات

میڈی ڈیوڈ ایک اسرائیلی عورت تھی، اُس کے گھر خوشی آنے والی تھی، میڈی کو روز صبح ایک ادارے میں جانا پڑتا، جہاں اسے 3 گھنٹے تک ریاضی کی مشقیں حل کرائی جاتیں تاکہ بچہ ذہین پیدا ہو، اس کے بعد وہ گھر آ کر مچھلی، بادام، دودھ، کھجور، بیف، دالیں اور دیگر پھل وغیرہ کھاتی، سرکاری طور پر اس کو وظیفہ دیا جارہا تھا تاکہ وہ ایک صحت مند یہودی کو پیدا کرسکے، اس کے شوہر کا رویہ بھی نہایت مثبت تھا، کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ ایک ایسا بچہ پیدا ہو جو نوبیل پرائز حاصل کرے، 80 فیصد یہودی ہی ہمیشہ سے نوبیل پرائز حاصل کرتے آئے ہیں۔

بالآخر 17/جنوری 1990ء کو میڈی کے ہاں 8/پاؤنڈ کا سولیمن جوزف پیدا ہوا، اس کی ماں بھی بہت صحت مند تھی اور بچے کو بہترین ابتدائی غذائیں دے رہی تھی، تین سال کی عمر میں اسے نشانہ بازی، تیراندازی اور دوڑ کی مشقیں شروع کرادی گئیں تاکہ اس کے اندر یکسوئی اور فیصلہ سازی کا عنصر پیدا ہو، سولیمن کو اخلاق وتہذیب بھی سکھایا جاتا، اس کے سامنے کوئی اونچی آواز میں آپس میں بھی بات نہ کرتا، ایک دن سولیمن بہت حیران ہوا، اس کے ماں باپ ہر مہمان کی بہت تواضع کرتے تھے، مگر ایک بھارتی مہمان جب سگریٹ پینے لگا تو سولیمن کے والد نے اُس سے کہا کہ آپ گھر سے باہر جاکر سگریٹ پئیں، مہمان نے کہا کہ سگریٹ کی 80 فیصد فیکٹریاں یہودیوں کی ہی ہیں تو سولیمن کے والد نے جواب دیا کہ ہاں وہ ہمارا بزنس ہے مگر یہودی اسموکنگ نہیں کرتے، جیسے کہ ہم تمام دنیا کے بچوں کو کارٹون نیٹ ورک اور ڈزنی ورلڈ دکھاتے ہیں مگر اپنے بچوں کو ہم تیراندازی، گھڑ سواری، تیراکی اور ریاضی سکھاتے ہیں، ہمارے اسرائیلی بچے کیلی فورنیا کے بچوں سے ذہنی استعداد میں 6/سال آگے ہیں، ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں کو کس بچے کو ڈاکٹر یا سائنٹسٹ بنانا ہے، ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں مستقبل میں اپنے کتنے بچوں کو بزنس مین یا انجینئر یا سیاست داں بنانا ہے، اسی حساب سے ہر ایک کی ٹریننگ ہوتی ہے۔

سولیمن جوزف جب چھٹی جماعت میں گیا تو اسے پروجیکٹ دیا گیا کہ 3/ہزار ڈالر کی سرمایہ کاری سے 10/ہزار ڈالر کما کر دکھائے، اسے تیسری جماعت سے کاروباری حساب وکتاب پڑھایا جارہا تھا، مگر وہ صرف 7/ہزار ڈالر ہی کما سکا، اس ناکامی پر اسے کاروباری ریاضی کی ایکسٹرا کلاسیں لینا پڑیں اور ساتویں جماعت میں وہ اسکول کے فراہم کردہ 5/ہزار ڈالر سے 16/ہزار ڈالر کمانے میں کامیاب ہوگیا، اب وہ ایک پکا یہودی بن چکا تھا، اب وہ جو چاہے مضمون اپنے ہائی اسکول کے لیے منتخب کرتا، مگر صرف سائنسی مضامین کی اجازت تھی اور سولیمن نے نیوکلیئر فزکس کا انتخاب کیا، یہ وہ سال تھا جب سولیمن نے زندگی میں پہلی بار چپس، پیپسی اور چاکلیٹ چکھے، کیونکہ ساری کچرا خوراک یہودی بچوں کو منع ہوتی ہے۔

سولیمن کا یہ پہلا تجربہ آخری تجربہ رہا اور اس کو ماں باپ سے بہت ڈانٹ پڑی، اب وہ پھر سے جیب میں کھجور اور بادام رکھتا ہے، جو ٹافیوں اور الم غلم سے بدرجہا بہتر ہیں، جب سولیمن تعلیم سے فارغ ہوا تو اس کے والد نے اسے نیویارک کے ایک ادارے میں بھیجا، صدیوں کے سودخور یہودی اس ادارے میں یہودی بچوں کو بلاسودی قرضے فراہم کرتے تھے تاکہ یہودی بچے اپنے ہنر وتعلیم کے مطابق کاروبار کا آغاز کریں، نہ کہ نوکریاں ڈھونڈتے پھریں، سولیمن کو اپنی طلب کے مطابق قرضہ مل گیا، اس نے اسرائیل میں ایک لیبارٹری کھولی، جہاں اس کے

انکشافات

سب سائنس دان دوست بھی اس کے ساتھ مل گئے، اس کے بعد جدید ٹیکنالوجی سے ان لوگوں نے ایسے ایسے ہتھیار بنائے جس سے دنیا کا ہر ملک اسرائیل سے ڈرنے لگا۔

ہمیں اور ہمارے بچوں کو بھی چاہئے کہ پڑھائی یہ سوچ کر نہ کریں کہ نوکری مل جائے گی بلکہ اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو استعمال کرتے ہوئے کوئی نیا کاروبار کریں، اسرائیلی دنیا پر کیوں حکومت کررہے ہیں؟ اور مسلمان کیوں زوال کا شکار ہیں؟ ایک اسرائیلی بچہ پیدا ہونے سے پہلے ہی تربیت پانا شروع کردیتا ہے، یہودی ایک باقاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ چل رہے ہیں اور وہ اپنی نئی نسلوں کی ایسی ٹھوس تربیت کرتے ہیں کہ ہر آنے والی نسل پچھلی نسل کا ایجنڈا لے کر آگے بڑھتی ہے، نسل درنسل ان کی حکمت عملی میں کوئی خلا نہیں پیدا ہو پاتا، کوئی بچہ اپنے آباو اجداد کی حکمت عملی سے اختلاف نہیں کرتا اور یہودیوں کے منصوبے صدیوں تک بغیر کسی مشکل کے جاری رہتے ہیں، یہودیوں کی ایک اور خوبی جواُن کی ترقی کی ضمانت ہے، یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کا راستہ نہیں کاٹتے، بلکہ ایک یہودی دوسرے یہودی کی مدد کرتا ہے، ساری دنیا کو انہوں نے سود در سود کے چکر میں پھنسایا ہوا ہے، مگر ایک یہودی جب دوسرے یہودی کو قرض دیتا ہے تو ایک پیسے کا بھی سود نہیں لیتا، چاہے کتنے بھی عرصے میں رقم کی واپسی ہو۔

یہودی خاندان جو اسرائیل میں بستے ہیں، ان میں طلاق کی شرح صرف 3 رفیصد ہے، وہ بھی صرف شوبز وغیرہ سے وابستہ لوگوں میں، عام یہودی خاندانوں میں طلاق ممکن ہی نہیں، وہ جانتے ہیں کہ ایک مضبوط قوم کے لیے سب سے پہلے مضبوط خاندان ضروری ہے تاکہ بچوں کی تربیت عمدہ انداز میں ہو، یہی وہ لوگ ہیں جو دنیا بھر کو ڈراموں اور فلموں کے ذریعہ طلاق کی تربیت دے رہے ہیں، مردوں کی تفریح کے لئے اتنے ذرائع پیدا کردئیے ہیں کہ ان کو اپنے گھروں میں دلچسپی محسوس ہی نہیں ہوتی بلکہ وہ خاندان کو ایک بوجھ سمجھنے لگے ہیں جو ان کی آزادی اور تفریح کی راہ میں رکاوٹ ہے اور پھر آخر کار بچوں کی جنت اجڑ جاتی ہے، یہ بچے کسی چچا، ماموں کے گھر ''بُرے ماں باپ کی بری اولاد'' سنتے ہوئے اپنی زندگی گزارتے ہیں اور مستقبل میں کچھ نہیں کرپاتے، یہودی اپنے بچوں کو اپنی تمام مذہبی کتب اور مذہبی رسومات ازبر کرادیتے ہیں، اگر ان کا عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں تھا کہ وہ آئیں گے تو دنیا میں یہودیوں کی حکومت قائم ہوگی، تو آج بھی وہ نہ صرف ایک مسیح کا انتظار کررہے ہیں بلکہ ان کا بچہ بچہ دجال مسیح کی آمد کا میدان تیار کررہا ہے۔

شام کی تباہی بھی دجال کی آمد کی نشانی ہے، جسے وہ دل لگا کر پورا کررہے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ ترکی، مصر، مدینہ، عراق اور تمام عرب ممالک ''گریٹر اسرائیل'' کا وہ نقشہ ہیں جن کی فتح کے بعد ہی دجال آسکے گا اور تمام دنیا کو یہودیوں کی جاگیر بنادے گا، ویسے سچی بات تو یہ ہے کہ یہودی اتنے متحد اور ذہین ہیں کہ اب بھی تمام دنیا پر بلاواسطہ انہی کا قبضہ ہے، وہ جو چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے، عرب حکمران خدا کو خوش کرنے سے زیادہ یہودیوں کو خوش کرنے کی فکر میں رہتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو جس قدر نقصان یہودی پہنچارہے ہیں وہ ناقابل برداشت ہے، تاہم یہ بات صحیح ہے کہ ہم اپنے رب کے احکام پر عمل کریں تو ان کی سازشیں ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں، ہم اپنے اسلاف کے طریقے پر چلیں جس کو وہ مشعل راہ بنائے ہوئے ہیں۔

یہودی اُس وقت تک اسلام کو نقصان نہیں پہنچا سکتا جب تک ہم میں سے کوئی اس کا رازدار ساتھی نہ بنے، اس کے ایجنڈے کو مسلمانوں میں ترویج نہ 5 ر دے، خدارا اپنے بچوں کی تربیت پر توجہ دیں، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں امام مہدی اور حضرت عیسیٰ کی فوجوں میں شامل ہونا ہے، ان کو ایمان کی لَو دیں، اس سوچ کے ساتھ ان کی تربیت نہ کریں کہ یہ بس کسی ملٹی نیشنل کمپنی میں کسی یہودی کے ملازم بن جائیں بلکہ کوشش یہ کریں کہ آپ کا بچہ خود کی کوئی کمپنی قائم کرکے سیکڑوں کو روزگار فراہم کرسکے، یاد رکھیں کہ مرضی تو ساری دنیا میں صرف باس کی ہی چلتی ہے، ملازم کی نہیں، اللہ اسلام اور مسلمانوں کو غالب کرے، آمین۔

◆◆◆

از: مفتی جمیل احمد قادری *

کیا اعلیٰ حضرت نے یہ وصیت کی کہ میری قبر قد آدم گہری ہو؟

تحقیقات

اعلیٰ حضرت کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ آپ نے آخری وقت میں یہ وصیت فرمائی تھی، کہ میری قبر کو قد آدم کے برابر کھودنا تا کہ سوال و جواب کے بعد میں کھڑے ہو کر سلام کرسکوں یا پڑھوں، یہ بات کس کتاب میں ہے، اس طرح کے اکثر سوالات ہوتے رہتے ہیں، آئیے اس کی حقیقت جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ سیدی اعلیٰ حضرت کی سوانح اور سیرت کی کسی بھی معتبر کتاب میں ایسی روایت نہیں ملتی، خلیفۂ امام احمد رضا، حضرت ملک العلماء جنہوں نے حضور اعلیٰ حضرت کی خدمت میں برسوں گزارے ہیں، ان کی تصنیف "حیات اعلیٰ حضرت" میں وفات امام کا تفصیلی ذکر ملتا ہے، اس میں لکھا ہے کہ حضور اعلیٰ حضرت نے اپنی وفات سے دو گھنٹہ پندرہ منٹ پہلے اپنی وصیت قلم بند کرایا، ان وصایا میں غسل وتدفین بلکہ جنازہ اور قبر کا ایک ایک جزیہ درج ہے، مگر مذکورہ وصیت کا اس میں کہیں ذکر نہیں، چنانچہ تحریر ہے:

"بعد قبض روح فوراً نرم ہاتھوں سے آنکھیں بند کردی جائیں، بسم اللہ وعلیٰ ملۃ رسول اللہ کہہ کر، نزع میں نہایت سرد پانی، ممکن ہو تو برف کا، پلایا جائے، ہاتھ پاؤں وہی پڑھ کر سیدھے کردیئے جائیں، پھر اصلاً کوئی نہ روئے، وقت نزع میرے اور اپنے لئے دعائے خیر مانگتے رہو، کوئی کلمہ برا زبان سے نہ نکلے، فرشتے آمین کہتے ہیں، جنازہ اٹھتے وقت خبردار! کوئی آواز نہ نکلے۔

7 قبر میں بہت آہستگی سے اتاریں، دہنی کروٹ پر وہی دعا پڑھ کر لٹائیں، پیچھے نرم مٹی کا پشتارہ لگادیں۔

8 جب تک قبر تیار ہو، سبحان اللہ ،والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر، اللھم ثبت عبیدك ھذا بالقول الثابت بجاہ نبیك صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے رہیں، ناج (اناج) قبر پر نہ لے جائیں، یہیں تقسیم کردیں، وہاں بہت غل ہوتا ہے اور قبروں کی بے حرمتی ہوتی ہے۔

9 بعد تیاری قبر سرہانے الم تامفلحون، پائتی آمن الرسول تا آخر سورہ پڑھیں اور سات بار بآواز بلند حامد رضا خاں (اعلیٰ حضرت کے بڑے صاحبزادے، جنھیں حجۃ الاسلام کہا جاتا ہے) اذان کہیں، پھر سب واپس آئیں اور ملقن (تلقین کرنے والا) میرے مواجہہ میں کھڑے ہو کر تین بار تلقین کریں، پیچھے ہٹ ہٹ کر، پھر اعزہ واحبا چلے جائیں اور ڈیڑھ گھنٹے میرے مواجہہ (منہ کے سامنے) میں درود شریف ایسی آواز سے پڑھتے رہیں کہ میں سنوں پھر مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کر کے چلے آئیں اور اگر تکلیف گوارا ہو سکے تو تین شبانہ روز (رات ودن) کامل پہرے کے ساتھ دو عزیز یا دوست مواجہہ میں قرآن شریف و درود شریف ایسی آواز سے بلا وقفہ (بغیر ٹھہرے ہوئے) پڑھتے رہیں کہ اللہ چاہے تو اس نئے مکان میں دل لگ جائے۔

10 کفن پر کوئی دوشالہ یا قیمتی چیز یا شامیانہ نہ ہو، کوئی بات خلاف سنت نہ ہو۔'' (حیات اعلیٰ حضرت، جلد سوم صفحہ 293 292)

اعلیٰ حضرت کے بھتیجے مولانا حسنین رضا خان بریلوی، جنہوں نے تیس سال تک امام احمد رضا کے آخری شب و روز دیکھے ہیں، ان کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت نے آخری وقت اپنے وصایا تحریر کرائے اور فرمایا کہ:

"جنازہ اٹھنے پر خبردار! کوئی آواز نہ نکلے غسل وغیرہ سب مطابق سنت ہو، جنازہ میں بلاوجہ شرعی تاخیر نہ ہو، جنازے کے

* مضمون نگار جامع رضا پٹنہ کے بانی وسرپرست ہیں۔

آگے کوئی شعر میری مدح کا ہر گز نہ پڑھا جائے، قبر میں بہت آہستگی سے اتاریں، داہنی کروٹ پر وہی دعا پڑھ کر لٹائیں، نرم مٹی کا پشتارہ لگائیں، جب تک قبر تیار ہو سبحان اللہ الخ پڑھتے رہیں۔" (سیرت اعلیٰ حضرت، ص 137/امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف)

مجدد اسلام، حضور اعلیٰ حضرت کی وصیتوں کا مجموعہ جو" وصایا شریف" کے نام سے چھپ کر مارکیٹ میں دستیاب ہے، اس میں قلمی اور زبانی، دونوں قسم کی وصیتیں مرقوم ہیں، ملفوظ وصایا میں امام اہل سنت کی بعض وصیتیں ان لفظوں میں ہیں:

" خوب سن لو! حجۃ اللہ قائم ہو چکی، اب میں قبر سے اٹھ کر تمہارے پاس بتانے نہ آؤں گا، جس نے اسے سنا اور مانا، اس کے لئے نور ونجات ہے اور جس نے نہ مانا، اس کے لئے ظلمت و ہلاکت، یہ تو خدا اور رسول جل جلالہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت ہے، جو یہاں موجود ہیں، سنیں اور مانیں اور جو یہاں موجود نہیں ہیں تو حاضرین پر فرض ہے کہ غائبین کو اس سے آگاہ کر دیں۔"

(وصایا شریف، صفحہ ۲۳/ناشر مرکز الدراسات الاسلامیہ بریلی شریف)

اور مکتوب وصایا میں تقریباً وہی تمام باتیں ہیں، جو اوپر مذکور ہوئیں، وصایا شریف کے مرتب کا بیان ہے کہ:

" میں نے تمام واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں، میں یہ کہنے کے لئے مجبور ہوں، کہ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز جو تفرد و امتیاز دور جدید کے علمائے ظاہر میں رکھتے تھے، وہی علو و برتری انہیں طبقہ اولیاء میں بھی حاصل تھی۔"

(وصایا شریف، صفحہ 24)

یعنی اس وصایا شریف میں جو کچھ ارشاد ہے، وہ دوسروں سے سنا، سنایا نہیں بلکہ آنکھوں دیکھا مشاہدہ ہے، مگر اس مکتوب یا ملفوظ حصے میں کہیں بھی اس مفروضہ وصیت کا ذکر نہیں، جو سوال میں مذکور ہے، علامہ بدرالدین علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

" آپ نے 25 صفر 1440ھ جمعہ مبارکہ کو وصال سے دو گھنٹہ 17 منٹ بیشتر، تجہیز و تکفین وغیرہ سے متعلق ضروری وصایا جو 14/اہم باتوں پر مشتمل ہیں، قلم بند کرائے اور آخر میں 12/ بج کر 21/منٹ پر خود دست اقدس سے حمد و درود شریف کے مندرجہ ذیل کلمات تحریر فرمائے۔" (سوانح اعلیٰ حضرت، صفحہ 304)

مگر حیرت ہے کہ، یہاں بھی قبر کے قد آدم گہرا ہونے کا کوئی ذکر نہیں، وصایا شریف میں ہے کہ حضور صدر الشریعہ، مفتی امجد علی اعظمی سے امام اہل سنت نے کچھ وصیتیں کبھی تحریر کرائی تھیں، مگر وہ کاغذ کہیں کھو گیا، مرتب کے الفاظ ہیں:

" مولانا امجد علی صاحب نے کچھ وصایا شریف قلمبند کیے تھے، جو خود حضور اقدس نے القا فرمائے تھے، افسوس ہے کہ وہ کہیں کاغذات میں ایسے مل گئے، کہ انکا اب تک پتہ نہ چلا۔" (وصایا شریف، صفحہ 21)

ہم اگر یہ فرض کر لیں کہ انہیں گمشدہ وصایا میں قبر کی قد آدم گہرائی کا تذکرہ ہوگا، تو اب یہ سوال ہے کہ وصال کے محض سوا دو گھنٹے قبل جب وصایا تحریر کرائے جا رہے تھے، جن میں چھوٹی سے چھوٹی بات کا ذکر ہے، اتنی اہم بات خیال مبارک میں آنے سے کیسے رہ گئی، ہم یہ بھی فرض کئے لیتے ہیں کہ لوگوں کے ہجوم اور سفر آخرت کی گہما گہمی میں امام اہل سنت، شاید ذکر کرنا بھول گئے ہوں (حالانکہ مجدد اسلام کی خداداد ذہانت، حیرت انگیز قوت حافظہ اور بالخصوص قبر و دفن سے متعلق امور تحریر کراتے وقت ایسی بات کا بھول جانا، کسی طور عقل سلیم باور کرنے کو تیار نہیں۔) مگر حضرت صدر الشریعہ تو موجود تھے، انہیں تو فوراً یاد دلا دینا چاہیے کہ ایک موقع پر حضور والا نے قبر کی گہرائی کے متعلق ایسا ایسا فرمایا تھا، مگر انہوں نے بھی یاد نہیں دلایا۔

ان عقلی و نقلی شواہد کی روشنی میں یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ، امام اہل سنت نے ایسی کوئی وصیت کبھی کی ہی نہیں اور قبر کی قد آدم گہرائی میں نہ کوئی فضیلت ہے اور نہ ہی کوئی دینی فائدہ وہ تو درندوں سے لاش کی حفاظت اور زندوں کو بدبو وغیرہ سے بچانے کے لیے فقہا نے اسے بہتر قرار دیا ہے، امام احمد رضا قدس سرہ خود فرماتے ہیں:

" شریعت مطہرہ نے قبر کا گہرا ہونا اسی واسطے رکھا ہے کہ احیا (زندوں) کی صحت کو ضرر نہ پہنچے، درمختار میں ہے: حفر

قبرہ مقدار نصف قامۃ فان زاد فحسن۔ ردالمحتار میں ہے: و ان زاد الی مقدار قامۃ فھو احسن کما فی الذخیرۃ و ھذا حد العمق والمقصود منہ المبالغۃ فی منع الرائحۃ ونبش السباع۔" (فتاویٰ رضویہ، ج4/ص102/رضا اکیڈمی ممبئی)

حضور اعلیٰ حضرت کا مرقد انور جہاں ہے، وہ کوئی عام قبرستان نہیں، جہاں بعد دفن جانوروں سے نعش مبارک کی بے حرمتی کا خطرہ ہو اور جسد پاک سے دوسروں کو ایذا پہنچنے کا تو وہم بھی نہیں کیا جا سکتا کہ مجدد اپنے وقت کا روحانی بادشاہ ہوتا ہے، اس کی حیات ظاہری ہو یا باطنی، اس کی برکات سے ایک عالم فیض یاب ہوتا ہے، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مجدد کے بارے میں اپنی کتاب "فیوض الحرمین" صفحہ 146/پر لکھتے ہیں:

" مجددیت اور مفہمیت کا مقام، ولایت کے ہر مقام سے اس لیے بلند ہے کہ مجدد نہ صرف ہمہ وقت خالق کی طرف متوجہ رہتا ہے بلکہ اس تعلق کو بتمام وکمال قائم رکھتے ہوئے خالق کا فیضان، سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں، خلقِ خدا تک بھی پہنچاتا رہتا ہے، اس لئے وہ مرد حق جو اپنی خودی کی منزل، طریق نبوت سے پاتا ہے، اس کا مقام کہیں بلند ہے، اس شخص سے جو مقام خودی کو طریق ولایت سے حاصل کرتا ہے۔" (بحوالہ شاہ ولی اللہ اور فلسفہ خودی، صفحہ30)

قبر میں سرکار مدینہ کے سامنے نے کھڑے ہو کر سلام پڑھنے کا مفروضہ کسی مقررانہ ذہن کی پیداوار لگتا ہے ورنہ برزخی زندگی عالم دنیا سے مختلف ہوتی ہے، اس کا قیاس دنیا کے معاملات پر نہیں کیا جا سکتا، بارگاہ رسول میں کسی عاشق کو کھڑے ہو کر سلام پڑھنے کے لئے، قبر کا قدآدم گہرا ہونا بھی ضروری نہیں، چند فٹ گہری قبر والا بھی کھڑا ہو سکتا ہے، حضرت موسیٰ کلیم اللہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھے گئے، جبکہ ان کی لمبائی اور قد کی طوالت پوری دنیا میں مشہور ہے، بخاری میں سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"موسی آدم طوال" حضرت موسیٰ بہت لمبے آدمی تھے۔"

(بخاری، جلد اوّل، صفحہ 481/مکتبہ مجلس البرکات اشرفیہ مبارک پور)

معجم کبیر للطبرانی میں ہے:

" موسیٰ علیہ السلام کا قد مبارک بارہ ہاتھ تھا۔"

(جلد9/صفحہ205/مکتبہ ابن تیمیہ قاہرہ)

امام جلال الدین سیوطی سے اس سلسلے میں دو روایت منقول ہے:

" ایک میں سات اور دوسرے میں دس ہاتھ لکھا ہے۔"

(الحاوی للفتاویٰ، جلد2/ص342/دارالکتب العلمیہ، بحوالہ عوج بن عنق، ص4)

سب سے کم والی روایت کے مطابق حضرت موسیٰ کا قد مبارک سات ہاتھ ہوا، یعنی ساڑھے دس فٹ، تو کیا آپ کی قبر مبارک ساڑھے دس فٹ گہری تھی؟ اور پھر نماز کے لئے قبر کا چوڑا ہونا بھی ضروری ہے۔ تو گویا وہ قبر نہ ہوئی، اچھا خاصا کنواں ہو گیا، والعیاذ باللہ تعالیٰ! معلوم ہوا کہ امام اہل سنت کی وصیت کے متعلق جو روایت منقول ہے، وہ عقلاً، نقلاً کسی طور درست نہیں لگتی۔

مگر شارح بخاری، حضرت مفتی شریف الحق صاحب امجدی نے ایک جگہ اس وصیت کے بعض حصے کو درست قرار دیا ہے، فرماتے ہیں:

" یہ روایت کہ کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھوں جاہلوں نے گڑھ لی ہے، ہاں اتنا صحیح ہے کہ وصیت فرمائی کہ میری قبر قدآدم ہو۔" (فتاویٰ شارح بخاری، جلد سوم، صفحہ 466/دائرۃ البرکات گھوسی)

◆◆◆

قارئین توجہ فرمائیں

ادارہ ہر ماہ پابندی کے ساتھ آپ کو رسالہ بھیجتا ہے مگر ڈاک کی لاپرواہی کی وجہ سے کچھ لوگوں کو رسالہ نہیں پہنچ پاتا، ایسے ممبران سے التماس ہے کہ ہمیں فون کر کے مطلع فرمائیں تا کہ محکمۂ ڈاک میں شکایت کر کے رسالہ پہنچایا جا سکے

از: مولانا انصار احمد مصباحی*

فیس بک کا اسلام دشمن چہرہ بے نقاب

تبصرہ دو نظر

آخر کار ماہرین کو بھی اقرار کرنا پڑا کہ Facebook سماج میں منافرت پھیلانے کا ارتکاب کرتا آیا ہے، فیس بک نے تنازعات میں جانب داری سے کام لیتے ہوئے، جہاں بھی موقع ملا ہے، اکثر معاملات میں "اسلام دشمنی" کا مظاہرہ کیا ہے۔

تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ گذشتہ سال جب CAA اور NRC جیسے کالے قانون کے خلاف بھارت کے مسلمان سڑکوں پر برسر احتجاج تھے، Facebook نے جلتے پر گھی ڈالنے کا کام کرتے ہوئے، افواہوں اور مسلم مخالف پوسٹوں کو 300 فیصد بڑھا دیا تھا۔ خبر کے مطابق دہلی کا دنگا اکسانے میں بھی فیس بک معاون بنا تھا۔ چند ماہ قبل مئی میں، اسرائیل نے مظلوم فلسطینیوں پر اندھا دھند حملے کیے، مسجد اقصی میں تراویح کی نماز ادا کر رہے مسلمانوں پر اچانک دھاوا بول کر کئی لوگوں کو شہید کر دیا، بیت المقدس کی عظمت پامال کی، بچوں، بوڑھوں اور عورتوں پر راکٹ داغے، تعلیم گاہیں خاکستر کیں۔ اسرائیل کی اس درندگی کے خلاف پوری دنیا میں غم و غصے کا اظہار کیا گیا، فیس بک، ٹویٹر اور سوشل میڈیا کے پلیٹ فارم سے اسرائیل اور اس کے پروڈکٹ کے بائیکاٹ کا سلسلہ چلایا گیا۔ فیس بک نے یہاں بھی اپنی صیہونیت نوازی دکھاتے ہوئے مسجد اقصی ہیش ٹیگ والے پیغامات کو ڈیلیٹ کرنا شروع کر دیا تھا۔

بھارت کے کانگریس نیتا۔ پون کھیرا۔ نے فیس بک کی پارلیمانی کمیٹی سے بھی جانچ کروانے کا مطالبہ کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے، فیس بک اب فیک بک بن چکا ہے۔ چلو دیر سے ہی سہی، آخر کسی کو تو سمجھ میں آیا۔ جب ہم چیخ رہے تھے، چلا رہے تھے، اکاؤنٹ Restricted ہونے کی شکایتیں کر رہے تھے، لوگ اسے۔ مولویوں کا اپنا معاملہ۔ سمجھ کر در گزر ہو جاتے تھے۔ اب جا کے آنکھ کھلی ہے۔

پچھلے کئی دنوں سے فیس بک سرخیوں میں رہا ہے۔ حال ہی میں فقط چند گھنٹوں کے لئے سروس بند ہونے کی وجہ سے، اس کے مالک۔ مارک زک برگ۔ کو لگ بھگ 7 ارب ڈالر کا نقصان ہوا تھا، اور وہ امیروں کی فہرست میں تیسرے پائیدان سے کھسک کر چوتھے میں آ گیا ہے۔

فیس بک کی سابق ملازمہ۔ فرانسیس ہاگن۔ نے، حال ہی میں Facebook کے تعلق سے کئی سنسنی خیز انکشافات کیے ہیں۔ ان کا کہنا تھا:

فیس بک سے بچے بگڑ رہے ہیں۔ کمپنی کو لوگوں کی آزادی سے زیادہ پیسوں کی چنتا ہے، کمپنی نے زیادہ سے زیادہ اشتہارات حاصل کرنے کے مقصد کو پانے کے لئے عوام کے منفی جذبات کا سہارا لیا ہے، انھوں نے اپنے دوسرے خلاصے میں یہ بھی کہا ہے: بھارت میں یہ "فیک بک" کی شکل اختیار کرتا جا رہا ہے۔

فرانسس ہاگن کون ہے؟

فرانسس ہاگن (Frances Haugen) فیس بک کے "سیوک انٹگریٹی ٹیم" میں بطور پروڈکٹ مینیجر، لگ بھگ دو سال تک کام کر چکی ہے، اس کے پاس Google، Pinterest اور Yelt جیسی کمپنیوں میں بڑے عہدوں پر کام کرنے کا تجربہ تھا، 2010ء میں دوران تعلیم فرانسس ہاگن نے، آن لائن ڈیٹنگ کا پلیٹ فارم "Secret Agent Cupid" کا آغاز کیا تھا، جو بعد میں Hinge ایپ سے مشہور ہوا، Facebook میں ملازمت حاصل کرنے کا ان کا

* مضمون نگار جماعت رضائے مصطفےٰ شاخ کولکاتا کے رکن ہیں۔

ایک خاص مقصد تھا۔
وہ خود کہتی ہیں:
''2014ء میں میرے ایک قریبی کا آن لائن استحصال ہوا، اس وقت میں نے عزم کر لیا کہ مجھے انٹرنیٹ میں انسانی حقوق کی پامالی کے روک تھام کے لئے کام کرنا ہے، اسی عزم کے ساتھ وہ فیس بک سے جڑی تھی، 2020ء میں، امریکہ میں صدارتی انتخابات میں جب فرانسس ہاگن نے دیکھا کہ کہیں نہ کہیں فیس بک کو سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کیا جارہا ہے، تو وہ فیس بک کی ساری ذمہ داریوں سے دست بردار ہوگئی، وہ The Wall Street Journal کو، فیس بک کی کئی خفیہ دستاویزات فراہم کر چکی ہے۔

موقع کی نزاکت کو سمجھ کر، اپنی ناکامیوں اور کمپنی کی حیرت انگیز انکشافات سے عوام کی توجہ ہٹانے کے لئے فیس بک نے نیا داؤ کھیلا، تازہ خبر یہ ہے کہ فیس بک کے مالک مارگ زگ برگ نے اس کا نام تبدیل کر لیا ہے، اب اس کا نیا نام ''میٹا'' ہوگا'' مطلب'' نوسو چوہے کھاکے بلی حج کو چلی'' ویسے اب یوزرس حقیقت جان چکے ہیں، نام کی تبدیلی نیت نہیں بدل سکتی، شیکسپیئر نے بہت پہلے کہا تھا :What's in name (نام میں کیا رکھا ہے؟)

اچھا ہوا فیس بک کا جانب دارانہ رویہ طشت از بام ہوکر جگ ظاہر ہو گیا ہے، ورنہ جب ہم چیخ رہے تھے تو ہمارا کوئی یقین نہیں کر رہا تھا، ایک طرف جب ہماری احتجاجی آوازوں کو بھی ''انسانی حقوق کے لئے خطرہ، آداب معاشرت کے خلاف'' اور ''فیس بک ضابطوں کے خلاف'' بول کر اکاونٹ معطل کیا جا رہا تھا، عین اسی وقت فیس بک پر مسلم مخالف سرگرمیاں اور افواہیں 300 گنا بڑھادی جاتی تھیں۔

ہم جتنی جلدی یہ بات تسلیم کرلیں، ہمارے لئے اتنا ہی بہتر ہوگا کہ سوشل میڈیا کو صرف اپنے مفاد سے مطلب ہوتا ہے، جس بات میں جتنا جھوٹ ہو، وہ اتنی ہی تیزی سے پھیلتا ہے، اب جب کہ سب کچھ کھل کر سامنے آ گیا ہے، ہمیں سوشل میڈیا خاص کر Facebook کے استعمال کا طریقہ بدلنا ہوگا، ورنہ ہم بھی اس کے گندے عزائم میں برابر کے شریک ہوں گے، ہم سر دست مندرجہ تبدیلیاں کر سکتے ہیں:

جن کے ایک سے زائد فیس بک اکاونٹ ہوں، وہ زائد اور فیک اکاونٹ کو فورا ڈی ایکٹیو (Permanently Delete) کردیں۔

فیس بک استعمال کرنے کی مدت میں کمی کر دیں! اس پلیٹ فارم میں ویڈیوز وغیرہ بالکل نہ دیکھیں! ویسے بھی ویڈیوز دیکھنے میں تضیع اوقات اور لایعنی کاموں میں پڑنے کے علاوہ کوئی فائدہ نہیں، غیر اسلامی پوسٹ (مزاحیہ اور اداکاری وغیرہ پر مشتمل) لائک کریں، نہ ہی شیئر کریں۔

ملینئرس (مشہور ومعروف دنیاوی شخصیات) کو فالو کرنے سے گریز کریں! نمائش یا خودنمائی کے لئے فیس بک میں اپنی یا اپنے بچوں کی تصویریں ہرگز پوسٹ نہ کریں! کوشش کرکے Facebook، انسٹاگرام، WhatsApp اور میسینجر میں سے کوئی ایک یا دو ہی استعال کریں! فیس بک سے زائد گروپ اور پیجیز ڈیلٹ کر دیں، فیس بک میں کوئی گروپ یا پیج بنایا ہو تو اسے ڈی ایکٹیو (ہمیشہ کے لئے ختم) کر دیں۔ (الا الضرورۃ)

گھر کے نوجوانوں اور بچوں کو Facebook سے دور رہنے کی ہدایت کرتے رہیں! اپنے WhatsApp سے زائد اور لایعنی گروپ سے Left ہوجائیں! ضروری نہ ہو تو Instagram چلانا بند کر دیں! سوشل میڈیا پلیٹ فارم کی غلط روش کے خلاف آواز اٹھانے میں کبھی پیچھے نہ ہٹیں۔

فیس بک اپنا مفاد دیکھتا ہے، اسے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیجیے، فقط چند گھنٹوں کے کریک ڈاون سے اسے 7 ارب ڈالر کا نقصان اٹھانا پڑا، سوچئے، ہم اپنی طرف سے دھیرے دھیرے فیس بک پر ضرب کاری کرتے رہیں گے تو وہ اپنی پالیسیوں پر ضرور نظر ثانی کرے گا۔

◆◆◆

تـــــــدونظـــــر

(از: مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی *

سیدنا ابوبکر! صدیق بھی، رفیق بھی

اسلاف وأخلاف

عام الفیل (570ء) کو دو سال چھ ماہ گزرے تھے کہ ابوقحافہ عثمان بن عامر کے گھر ایک سعادت مند بچے نے آنکھیں کھولیں، نام عبدالکعبہ رکھا گیا، جو بعد میں بدل کر عبداللہ کر دیا گیا تھا، پرورش کا زمانہ شروع ہوگیا، یہ وہ زمانہ تھا کہ عرب معاشرے میں دنیا بھر کی ساری برائیاں عام تھیں۔ شراب نوشی و زنا کاری ان کا شوق تھی اور بت پرستی ان کی فطرت۔

اسی بگڑے ہوئے معاشرے میں بچے نے پروان چڑھنا شروع کیا۔ جب یہ بچہ چار سال کا ہوگیا تو ایک دن ابوقحافہ اسے اپنے ساتھ لے کر بت خانے پہنچے اور ایک بڑے بت کی جانب اشارہ کر کے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ ننھے بچے نے ایک نظر باپ کو دیکھا اور پھر بت سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا:

"میں بھوکا ہوں مجھے کھانا دے، میں ننگا ہوں مجھے کپڑے دے، میں تجھے پتھر مارتا ہوں اگر تو خدا ہے تو خود کو بچالے۔"

اتنا کہہ کر پتھر اٹھایا اور بت کو دے مارا۔ بھلا وہ پتھر کی مورت کیا جواب دیتی اور کیا خود کو بچاتی؟ پتھر لگا اور بت اوندھے منہ گر پڑا۔ ابوقحافہ نے غضب ناک ہو کر بیٹے کے چہرے تھپڑ مارا، مارے غصے کے عالم میں گھسیٹتے ہوئے ان کی والدہ ام الخیر سلمی بنت صخر کے پاس لائے اور اس حرکت کی شکایت کی، والدہ نے نہایت اطمینان سے جواب دیا:

"ابوقحافہ! بچے کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ جب یہ پیدا ہوا تھا تو مجھے غیب سے اس کے بارے میں اچھی باتیں بتائی گئی تھیں۔" (سیرت خلیفۃ الرسول: ص 37/38)

بت پرستی عربوں کی رگوں میں رچی بسی تھی لیکن فضل ربی نے اس بچے کو شرک کی گندگی سے محفوظ رکھا، جانتے ہیں یہ بچہ کون تھا؟ یہ خوش نصیب بچہ کوئی اور نہیں حضور سید عالم ﷺ کے یار غار سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔

بچپن گزرا، جوانی آئی، عربوں کی خاندانی روایت کے مطابق آپ نے بھی تجارت کرنا شروع کیا، یہ وہ زمانہ تھا جب پورے مکہ میں محمد عربی ﷺ کی شرافت اور نیک نامی کی دھوم تھی۔ لوگ اس جوان کی ایمان داری اور امانت داری کی قسمیں کھاتے تھے، اتفاق یہ ہوا کہ ایک تجارتی سفر پر صدیق اکبر کو محمد عربی ﷺ کی رفاقت نصیب ہوئی، سفر ملک شام کا تھا، راستے میں ایک مقام پر بیری کا درخت تھا، حضور اس کی چھاؤں میں بیٹھ گئے، وہیں پاس میں ایک عیسائی راہب رہتا تھا، اس نے آپ ﷺ کو دیکھا تو صدیق اکبر سے پوچھا، یہ شخص کون ہے؟

آپ نے جواب دیا: عبداللہ بن عبدالمطلب کے شہزادے محمد ﷺ ہیں، راہب نے کہا خدا کی قسم! یہ نبی ہیں، اس درخت کے نیچے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سے آج تک کوئی نہیں بیٹھا۔ راہب کی یہ بات آپ کے دل پر نقش ہوگئی اور آپ نے حضور ﷺ کی صحبت و رفاقت کو خود پر لازم کرلیا۔

(تاریخ مشائخ نقش بندیہ: ج:1 ص 121/122)

قبول اسلام

حضور ﷺ کے اعلان نبوت سے پورے مکہ میں ایک ہنگامہ برپا تھا، کل تک جس کی سچائی کی قسمیں کھائی جاتی تھیں آج اسے جھٹلایا جا رہا تھا۔ جس کی عقل و ذہانت کی مثالیں دی جاتی تھیں آج اسی کو مجنون قرار دیا جا رہا تھا۔ جس وقت یہ معاملہ پیش آیا صدیق اکبر مکہ سے باہر گئے ہوئے تھے۔ جب آپ واپس لوٹے تو حضور کے اعلان نبوت کے بارے میں خبر ملی، خبر ملتے ہی آپ ﷺ سے ملاقات کی، حضور ﷺ نے اسلام پیش فرمایا، آپ نے بغیر سوچ و بچار کے فوراً ہی اسلام قبول کرلیا، محمد بن

اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن عبدالرحمٰن نے بروایت عبداللہ بن الحصین التمیمی بیان کیا:

''أن رسول اللہ ﷺ قال: مادعوت أحدا إلی الإسلام إلا کانت عندہ کبوۃ و تردد و نظر، إلا أبا بکر ما عتم عنہ حین دعوتہ، و لا تردد فیہ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے کسی کو بھی اسلام کی دعوت دی تو اس کو تذبذب میں پایا اوراس کوتردد ہوا سوائے ابوبکر کے، جب میں نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا تو انہوں نے بغیر تذبذب اور تردد کے اسلام قبول کرلیا۔'' (تاریخ الخلفا للسیوطی: ص32)

اللہ اکبر!

جس کے ایمان کی فضلیت خود" جان ایمان" بیان کریں اس کے مقام ومرتبے کا کون اندازہ کرسکتا ہے؟

قبل اسلام بھی صدیق اکبر عرب میں رائج برائیوں سے پاک وصاف تھے قبول اسلام کے بعد آپ کا کمال اور بڑھ گیا۔ آپ نے خود کو اسلام اور پیغمبر اسلام کے لیے وقف کردیا۔اور بڑے پیمانے پر دعوت وتبلیغ کا کام شروع کردیا۔سب سے پہلے آپ نے اپنے اہل خانہ کو دین کی دعوت پیش کی۔آپ کی شہزادی حضرت اسمارضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

" ہمارے بابا جس دن ایمان لائے اسی دن سب گھر والوں کو اسلام کی دعوت پیش کی۔آپ اس وقت تک مجلس سے نہیں اٹھے جب تک ہم سب نے اسلام قبول نہیں کرلیا۔"

اہل خانہ کے بعد صدیق اکبر نے اپنے دوست واحباب کے درمیان تبلیغ دین کا آغاز فرمایا، آپ کی مخلصانہ تبلیغ اور شخصیت سے متاثر ہوکر کئی مشاہیر افراد نے اسلام قبول فرمایا، اہم افراد میں حضرت عثمان غنی، حضرت زبیر بن عوام، حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت سعد بن وقاص، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف جیسی شخصیات شامل ہیں، یہ پانچوں افراد" عشرہ مبشرہ" کی خوش نصیب جماعت کا حصہ ہیں، عشرہ مبشرہ ان دس افراد کی جماعت کا نام ہے جنہیں حضور ﷺ نے دنیا میں ہی جنت کی بشارت عطا فرمائی، ان دس خوش نصیبوں میں پانچ افراد نے حضرت ابوبکر صدیق کی دعوت پر اسلام قبول فرمایا۔

صدیق کا خطاب

اعلان نبوت کا دسواں سال تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کو ایک ایسے سفر پر بلایا جو آپ سے پہلے اور آپ کے بعد کسی کے نصیب میں نہیں آیا، اس سفر کا ذکر قرآن میں اس طرح بیان ہوا ہے :

''سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۔ پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو، راتوں رات لے گیا، مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک، جس کے گردا گرد ہم نے برکت رکھی، کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں، بیشک وہ سنتا دیکھتا ہے۔" (سورہ بنی اسرائیل)

مسجد حرام (مکہ) سے مسجد اقصیٰ (فلسطین) تک کا سفر "اسرا" کہلاتا ہے، اس زمانے میں مکہ سے فلسطین کا فاصلہ تقریباً ایک مہینے سے زیادہ وقت میں طے ہوا کرتا تھا، حضور صدر الافاضل فرماتے ہیں:

" جس کا فاصلہ چالیس منزل یعنی سوا مہینہ سے زیادہ کی راہ ہے۔"

لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ سفر صرف رات کے ایک حصے میں ہی کرادیا، سفر کا اگلا مرحلہ مسجد اقصیٰ سے آسمانوں کے سفر کا تھا، جسے معراج کہا جاتا ہے، سفر کا یہ مرحلہ ایک رات کے کچھ ہی حصے میں مکمل ہوا، صبح مصطفیٰ جان رحمت نے اہل مکہ سے اس سفر کا تذکرہ فرمایا تو اہل مکہ نے آپ کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ جو سفر ایک مہینے میں طے ہوتا ہے وہ آپ نے رات کے مختصر وقت میں کیسے کرلیا؟

مکہ کا ہر انسان آپ ﷺ کو جھٹلا رہا تھا، کیوں کہ عقلاً یہ سفر ناممکن تھا، تیز رفتار گھوڑے اور اونٹ بھی ایک ماہ سے کم وقت میں مکہ سے فلسطین نہیں پہنچا سکتے تھے، اس لیے کفار مکہ مسلسل آپ کے خلاف باتیں بنا رہے تھے، مگر قربان جاؤں ابوبکر کی محبت پر کہ جب آپ نے یہ سنا تو فوراً حضور کی تصدیق فرمائی، اسی واقعے کے بعد آپ کو بارگاہ رسالت سے صدیق اکبر

اسلاف و اخلاف

کا خطاب حاصل ہوا، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

"لما أسری بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم إلی المسجد الأقصی، أصبح يتحدث الناس بذلك، فارتدَّ ناس ممن كان آمنوا به وصدقوه، وسعی رجال من المشركين إلی أبي بكر رضي الله عنه، فقالوا: هل لك إلی صاحبك يزعم أنه أُسري به الليلة إلی بيت المقدس؟ قال: أو قال ذلك؟ قالوا: نعم قال: لئن قال ذلك لقد صدق، قالوا: أو تصدقه أنَّه ذهب الليلة إلی بيت المقدس، وجاء قبل أن يصبح؟ فقال: نعم، إني لأصدقه ما هو أبعد من ذلك، أصدقه في خبر السماء في غدوة أو روحة، فلذلك سُمِّي أبابكر الصديق رضي الله عنه۔" (تاریخ الخلفا للسیوطی: ص28)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں جس رات حضور کو معراج ہوئی تو صبح ہی مشرکین مکہ نے میرے والد کے پاس آ کر کہا: آپ کو کچھ خبر ہے کہ آپ کے دوست یہ دعوی کرتے ہیں کہ وہ رات میں بیت المقدس پہنچا دیئے گئے، حضرت ابوبکر نے پوچھا کیا واقعی وہ ایسا کہتے ہیں؟

مشرکین نے کہا ہاں وہ یہی کہتے ہیں، تو حضرت ابوبکر نے فرمایا وہ سچ کہتے ہیں، اگر حضور صبح یا شام کو اس سے زیادہ آسمانوں کی سیر کی بھی خبر دیتے ہیں تو میں فوراً ہی اس کی تصدیق کرتا، اسی تصدیق کی بنا پر آپ صدیق اکبر کے لقب سے مشہور ہوئے، حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں:

"إنَّ الله بعثني إليكم فقلتم: كذبت في أول الأمر، وقال أبو بكر: صدقت وواساني بنفسه وماله۔ اللہ تعالیٰ مجھے تمہاری جانب پیغمبر بنا کر بھیجا لیکن سب نے شروع میں مجھے جھٹلایا مگر ابوبکر نے میری تصدیق کی اور اپنے جان و مال کو میرے اوپر نچھاور کیا۔"

"عن ابی هريرة قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم ليلة اسری به: "ان قومي لا يصدقوني" فقال له جبريل: يصدقك أبو بكر وهو الصديق۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شب معراج میں نے جبریل سے کہا کہ میری قوم اس معراج کی تصدیق نہیں کرے گی، حضرت جبریل نے عرض کیا: حضرت ابوبکر آپ کی تصدیق کریں گے وہ صدیق ہیں۔" (مجمع الزوائد: 19/41)

امام حاکم نے نزال بن سبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اے امیر المومنین آپ ہمیں حضرت ابوبکر کے بارے میں بتائیے، حضرت علی نے فرمایا:

"ذاك امرؤ سماه الله الصديق على لسان جبريل وعلى لسان محمد، كان خليفة رسول الله- صلى الله عليه وسلم- رضيه لديننا فرضيناه لدنيانا۔

حضرت ابوبکر کی ہستی وہ ہستی ہے جس کا نام اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل امین اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی زبان مبارک سے صدیق رکھا اور وہ نماز میں رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ تھے۔ پس جس شخص سے رسول اللہ ﷺ ہمارے دینی معاملات میں راضی ہوئے ہم اس سے اپنی دنیا کے معاملات کے لیے راضی ہو گئے۔ [انہیں اپنا خلیفہ منتخب کرلیا]

(تاریخ الخلفا للسیوطی: ص28)

جسے فرشتوں کا سردار صدیق کہے، جسے انبیا کے سردار صدیق کہہ کر پکاریں تو امت انہیں صدیق کیوں نہ کہے ؎

اصدق الصادقیں، سید المتقیں
چشم و گوش وزارت پہ لاکھوں سلام

یار غار، یار مزار

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

"صحب ابوبكر النبي عليه الصلاة والسلام من حين اسلم الى حين توفي لم يفارقه سفرا ولا حضرا، الا فيما أذن له عليه الصلاة والسلام في الخروج فيه من حج وغزو، وشهد معه المشاهد كلها۔ (التاریخ الخلفا32)

تمام علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق قبول اسلام کے بعد سے حضور اقدس ﷺ کے وصال تک سفر و حضر میں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہے، سوائے اس کہ رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے آپ نے حج یا کسی غزوے میں شرکت کی ہو، ورنہ آپ ہر حال میں ہر وقت آپ ﷺ کے ساتھ رہتے تھے، یہ ساتھ اتفاقی نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں خود اپنے محبوب ﷺ کا صاحب (ساتھی) بنایا تھا:

''اِذۡ ھُمَا فِی الۡغَارِ اِذۡ یَقُوۡلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ جب وہ دونوں غار میں تھے تو اپنے یار سے فرماتے تھے غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔'' (سورۂ توبہ 40)

جسے اللہ تعالیٰ نے خود اپنے محبوب کا صاحب (رفیق) بنایا ہو بھلا وہ کیوں کر حضور ﷺ سے دور رہ سکتا تھا؟ جب آپ رات کو گھر تشریف لے جاتے تو حضور سے ملنے کی خاطر پوری رات بے چینی سے گزارتے۔ جیسے ہی صبح صادق کا وقت آتا فوراً حاضر خدمت ہو جاتے۔ حضور علیہ السلام سے اس قدر محبت تھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں اسی دن اپنے پاس بلایا جس دن حضور ﷺ نے وصال فرمایا تھا۔

''عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت :إن أبابكر لما حضرته الوفاة قال:أي يوم هذا؟ قالوا:يوم الاثنين، قال:فإن مت من ليلتي فلا تنتظروا بي لغد، فإن أحب الأيام والليالي إليّ أقربها من رسول الله صلى الله عليه وسلم ۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جس روز حضرت ابوبکر کی وفات ہوئی آپ نے پوچھا کہ آج کون سا دن ہے؟ عرض کیا گیا دوشنبہ ہے، فرمایا کہ آج رات میں انتقال کر جاؤں مجھے دفن کرنے میں کل تک تاخیر نہ کی جائے میں رسول اللہ ﷺ تک جتنا جلد پہنچ جاؤں اتنا ہی اچھا ہے۔'' (رواہ احمد، تاریخ الخلفا للسیوطی 68)

جیسا محبوب نے چاہا ویسا ہی ہوا، پیر کی رات میں بہ عمر 63 سال آپ کا وصال ہوا اور رات میں ہی آپ کو آپ کے محبوب ﷺ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا اس طرح جدائی بقیہ ص ۷۱ ر پر

ص ۵۳ رکا بقیہ.........

کریں، انہیں لکڑی کی طرح تراشیں نہیں، بلکہ بچوں میں اعتماد پیدا کرنے سے ان کی کردار سازی ہوگی، اعتماد ختم کرنے سے کردار سازی نہیں ہوگی، صرف کردار تراشا جا سکتا ہے جو کہ بچے کی تربیت کے لیے نقصان دہ ہے۔

اس کو کچھ یوں سمجھیں اگر شوہر بیوی سے صرف اتنا کہے کہ تمہیں کھانا نہیں بنانا آتا، ہر بار کھانا خراب بناتی ہو، تو پھر اس کے بعد بیوی سے کھانا اچھا نہیں بن سکتا، وہ ہر بار ڈر کے کھانا بنائے گی کہ پتا نہیں اچھا بنا ہے یا نہیں بنا، اس کے اندر بے عزت ہونے کا خوف پیدا ہو جائے گا اور خود اعتمادی نکل جائے گی جو کھانا خراب ہونے کی صورت میں ظاہر ہوگی۔

بالکل ٹھیک اسی طرح جب آپ بچے سے یہ کہتے ہیں کہ تم سے کوئی کام ہوتا بھی ہے یا ہر کام خراب کر دیتے ہو، تمہیں سمجھ نہیں آتی وغیرہ وغیرہ، اس کے بعد آپ کا بچہ آپ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق کام تو کرے گا، لیکن اس کے اندر خوف کا عنصر پیدا ہو جائے گا اور ہمیشہ یہ بات اس کے دل میں رہے گی پتا نہیں میں کام سہی کر رہا ہوں یا نہیں، کسی بھی کام کے اندر وہ خود اعتمادی کھو دے گا۔

یاد رکھئے! خوشحال اور بہترین زندگی گزارنے کے لیے خود پر اعتماد ہونا بہت ضروری ہے اور الفاظ کا چناؤ بچوں کی شخصیت بنانے میں بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔

آخری بات

آج والدین بچوں کی تربیت کو چھوڑ کر دنیاوی مفادات کے پیچھے دوڑ رہے ہیں، ماں کا اہم ترین کام بچوں کی تربیت تھا جو جاہل ماں کرتی تھی لیکن آج کی ماں پڑھی لکھی ہے مگر اپنے فریضے سے انجان ہے، آج کی ماں ملازمت کرنے کی وجہ سے بچوں کی تربیت نہیں کر سکتی۔

اس لیے اپنے حقیقی سرمائے کا بہت بڑا نقصان خود اپنے ہاتھوں سے کر رہی ہے، غلطیوں کی اصلاح تنقید سے نہیں بلکہ محبت سے پیش آ کر ان کی کردار سازی سے کریں۔ ◆◆◆

یادرفتگاں

اہلیۂ محترمہ حضور امین شریعت
ایک مثالی خاتون

از: مولانا محمد اشرف رضا قادری*

پیرانی امی مخدومہ محترمہ، فقیہ اعظم مہاراشٹر مفتی عبدالرشید فتح پوری علیہ الرحمہ (بانی: جامعہ عربیہ ناگ پور) کی نیک طینت شہزادی تھیں، علمِ دین کا حصول اپنے والد گرامی سے کیا، فرائض وواجبات اور صوم وصلوٰۃ ان کے وقتوں پر ادا کرتیں، حتّٰی کہ تہجد اور دیگر نوافل (چاشت، اشراق وغیرہ) کی بہت پابند تھیں — اس ضمن میں کسی بھی طرح کی لاپرواہی کا کوئی تصور نہیں تھا —

مخدومہ محترمہ کی ولادت یکم جنوری ۱۹۴۰ء کو آپ کے ننہال جہاں گیر آباد بھوپال میں ہوئی۔ فنِ تجوید کی تمام کتابیں مع مشق پڑھیں، علی گڑھ جامعہ اردو سے ادیب کامل کے امتحان میں بھی امتیازی نمبرات سے کامیاب ہوئیں، گھر کے روحانی ماحول نے ذات ومزاج کو نکھار دیا۔

شعر وادب کا نکھرا ذوق رکھتی تھیں، شعر گوئی سے بھی دل چسپی تھی، یہی سبب ہے کہ جب آپ کے شہزادۂ اکبر علامہ سلمان رضا خان صاحب قبلہ کی دستار بندی کا مبارک لمحہ آیا تو موقع کی مناسبت سے کچھ اشعار قلم بند فرمائیں جن کی اشاعت بھی ہوئی، علاوہ ازیں ۱۳ر نومبر ۱۹۹۳ء میں جب حضور امین شریعت کے ہمراہ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئیں اور وہاں سے بغداد مقدس کا مبارک سفر بھی فرمائیں.... تو سفر کے حالات کو بڑے عمدہ پیرائے میں منظوم قلم بند کیں، اس منظوم رودادِ سفر کو عنقریب سہ ماہی امین شریعت میں اشاعت کی منزل سے گزارا جائے گا۔

حضور امین شریعت
علامہ سبطین رضا خان بریلوی
علیہ الرحمہ کی اہلیہ اور حضور حکیم
شریعت علامہ سلمان رضا خان قادری
بریلوی کی والدہ محترمہ مخدومہ ۱۵ر نومبر
۲۰۲۱ء/۹ر ربیع الآخر ۱۴۴۳ھ بروز پیر
رحلت فرما گئیں- انا للہ وانا الیہ راجعون...
تدفین ۱۶ر نومبر کو خانقاہِ امینِ
شریعت میں عمل میں آئی-

حضور مفتی اعظم کا خاص فیض حاصل رہا، حضور امینِ شریعت کا نکاح حضور مفتی اعظم ہند کی عنایت و انتخاب سے ہوا، ۱۸ر شعبان المعظم ۱۳۷۶ھ ۲۸ر مارچ ۱۹۷۵ء بروز چہار شنبہ بعد نمازِ عصر بڑی مسجد آم والی محلہ جہانگیر آباد بھوپال میں عقدِ نکاح کی رسم ادا کی گئی۔ حضور مفتی اعظم ہند؛ حضور امینِ شریعت کی نکاح میں خود تشریف لائے، اس موقع پر مفتی مالوہ مفتی رضوان الرحمٰن صاحب نے نکاح پڑھایا، بعد نکاح اسٹیشن پر کافی دیر تک حضور مفتی اعظم ہند ورد فرماتے رہے، اس کے بعد پیرانی امی کو دَم فرمایا اور وہاں سے بریلی شریف کے لئے رخصت فرمایا۔

مخدومہ محترمہ ہمیشہ ایک شعر پڑھا کرتیں اور جو بھی خاتون ملاقات کو آتی تو ناصحانہ ومصلحانہ انداز میں کہتیں:

لگانا ہے دل تو لگاؤ خدا سے
زمانہ نہیں دل لگانے کے قابل

یہ شعر ان کی شخصیت کا عکاس ثابت ہوا، بارگاہِ الٰہی عزوجل میں ان کی دعا قبول ومقبول ہوئی کہ مخدومہ محترمہ دنیا اور مادی ذرائع سے مکمل طور پر دور ہوگئیں؛ یعنی دنیا سے بے خبری کی کیفیت غالب آئی؛ لیکن دینی امور کو کبھی نہیں بھولتیں، خواتین اور بچیوں کو نمازوں کی پابندی اور پردہ کی تلقین ہمہ وقت کیا کرتی تھیں اور از خود نمازوں کو ان کے وقتوں پر پابندی کے ساتھ ادا کرتیں، لیکن دنیوی امور کے متعلق اہلِ خانہ دریافت فرماتے تو بے خبر رہتیں۔

بقیہ ص ۲۸ر پر

* مضمون نگار سہ ماہی امین شریعت بریلی شریف کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

حضور حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کی فکر انگیز اور چشم کشا تحریر

قرض حسن سے سودی لین دین کا حل

از: مولانا محمد اسلم رضا قادری*

حجۃ الاسلام، شہزادۂ اعلیٰ حضرت، مفکر و مدبر علامہ الشاہ مفتی محمد حامد رضا خان قادری بریلوی علیہ الرحمہ نے ایک صدی قبل (۱۳۴۳ھ ۱۹۲۵ء) مرادآباد (یوپی) کی سرزمین پر "آل انڈیا سنی کانفرنس" میں جو خطبۂ صدارت پیش کیا تھا اس کی اہمیت وافادیت اور معنویت آج بھی جوں کی توں ہے۔

درحقیقت آپ نے اپنے اس عظیم الشان، بے مثال، انقلابی وانفرادی خطبۂ صدارت میں امت مسلمہ کے دینی و مذہبی، معاشی وتجارتی، سماجی ومعاشرتی، ملی وقومی کرب ومسائل کا حل تلاش کرتے ہوئے مخلصانہ انداز واسلوب میں ایک منشور ولائحۂ عمل پیش کیا تھا۔

مگر افسوس کہ ایک صدی بیت جانے کے بعد بھی امت مسلمہ آپ کے پیش کردہ ان رہنما اصول وخطوط کو اپنانے میں ناکام نظر آرہی ہے اور یہ بات مبنی برحقیقت ہے کہ ہمارے یہاں بقول حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کے "لوگ پیروں کی زبان زیادہ سمجھتے ہیں"، مگر کسی مفکر ومدبر کی کامیابی اور سرخروئی سے سرفراز کرنے والی باتوں کو اتنی اہمیت نہیں دی جاتی ہے۔

امت مسلمہ آج بھی اگر اپنے قائدین ومخلصین کی باتوں پر کان دھرنا شروع کردے تو گذرے دنوں کا خسارہ برداشت کرتے ہوئے مستقبل میں اپنے تجارتی ومعاشی حالات کو بہتر بنا سکتی ہے، سود اسلام میں حرام قطعی ہے اور قرض دے کر نفع لینا بھی اسلام میں ناجائز ہے، یہ بات ہر مسلمان جانتا ہے۔

مگر حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے سود سے بچنے اور اپنے کاروبار کو بڑھانے کا ایک جائز طریقۂ کار بتاتے ہوئے "انجمن قرض حسن" کی شکل میں قوم مسلم سے دردمندانہ اپیل وگزارش کی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کریں اور ان کی زندگی کا سہارا بنیں تاکہ مسلمان معاشی اعتبار سے مضبوط ومستحکم ہوں اور دوسری قوموں کے درمیان ذلیل ورسوا نہ ہوں، حلال وجائز طریقے سے کاروبار کریں ہرگز سود لے کر غیر قوموں کا دست نگر نہ بنیں، لہٰذا امعان نظر کے ساتھ پیش کردہ امور کو پڑھنے کی ضرورت ہے۔

سود سے کس طرح نجات حاصل کی جائے

(۱) شریعت طاہرہ کے دامنوں میں پناہ لو، اس کے احکام کی تعمیل کرو، جس میں سود کھانا بے رحمی اور خون ناحق سے زیادہ سنگ دلی ہے۔ شریعت نے اسے حرام قرار دیا ہے اسی طرح سود دینا بھی اپنے نفس اور اپنے خاندان پر ظلم اور خودکشی کا مترادف ہے، اس کو بھی ایسا ہی حرام فرمایا ہے۔

مسلمان ہوش کے ناخن لیں

اب تک اگر مسلمان اس حکم کی تعمیل نہ کر کے برباد ہوئے تو اب تو ہوش میں آئیں اور پہلی بربادیوں کا علاج یہ ہے کہ سود دینے اور سودی قرض لینے سے بچیں اور سچی توبہ کریں کہ آئندہ خواہ کچھ بھی حال ہو مگر سودی قرض نہ لیں گے۔ ہر مصیبت برداشت کریں گے مگر سود کی مصیبت سے بچیں گے، تمام مسلمان چھوٹے بڑے، امیر غریب سب اس کا عہد کریں اور اگر کوئی اس کے خلاف کرے اور سودی قرض لے اس سے لین دین، میل جول ترک کردیں، اس پر عمل کیا جائے تو تباہی کا سلسلہ تو ابھی منقطع ہوجائے اور آئندہ کے لیے تو اس مصیبت سے تو اطمینان ہو اور یہ کچھ دشوار نہیں ہے، کیونکہ سودی قرض اسی کو ملتا ہے جو اس سے زیادہ کی جائیداد مکفول کرتا ہے، یا زیور، برتن وغیرہ رہن رکھتا ہے، تو جو اتنا اثاثہ رکھتا ہو وہ سودی قرض نہ لے، کچھ چیز فروخت کرڈالے، اگر ضرورت کے وقت ارزاں بھی فروخت کی تو وہ نقصان جب بھی نہ ہوگا جو سودی طوفان سے ہوتا ہے۔

تذکیرات

* مضمون نگار سنی ایجوکیشنل ٹرسٹ باسنی ناگور شریف کے رکن ہیں۔

اب یہ سوال باقی رہتا ہے کہ نام ونمود اور شان وشوکت، عیش وعشرت کے لیے جو قرض لیتے ہیں انہیں تو اس سے باز رہنا آسان ہے لیکن جو آسمانی بلاؤں اور ناگہانی آفتادوں سے مجبور ہو کر لیتے ہیں گو وہ بہت کم ہی مگر وہ کیا کریں، جائیداد فوراً فروخت نہیں ہو سکتی اور مصیبت فرصت نہیں دیتی، یہ مجبوری قرض لینا پڑتا ہے، اس کا ایک جواب تو میں عرض کر چکا ہوں کہ زیور و جائیداد نکل جانے کے بعد جو کچھ وہ جب کرتے ہیں آج کریں۔

مسلمان قرض حسن دے کر ثواب کے مستحق بنیں

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ مسلمانوں سے قرض حسن لیں اور اپنا کام چلائیں، حاجت پوری ہونے کے بعد بتدریج یا جس طرح سہل ہو اس قرض کو ادا کر دیں ان کے احباب اور محلہ داران کی مصیبت رفع کرنے میں کافی امداد دیں اور ایک دوسرے کی دستگیری اپنے ذاتی نفع کے لیے اپنا مقصود سمجھیں، خود غرضی سے بچیں یہ نہایت بری خصلت ہے۔

قرض حسن (یا) اسلامی بیت المال

اب ہم اپنی اصلاح کے لیے مجبور ہیں کہ وقتی اور فوری ضرورت کے لیے کوئی ایسا ذخیرہ تیار رکھیں جو مصیبت کے وقت ہمارے کام آئے اور ہمیں قدر ضرورت قرض حسن دے سکے تا کہ ہمیں پھر کسی کافر کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ذلت اٹھانی نہ پڑے۔

ذلت سے بچنے کی تدابیر

اس کی چند تدبیریں ہیں، ایک یہ کہ ہم ذخیرۂ قرض حسن جمع کریں اور اس کا طریقہ یہ ہے:

(۱) ہر باکار اور خوش حال شخص جو کسی طرح اپنی بسر اوقات کر لیتا ہے اگر وہ صاحب اولاد ہے تو اپنی اولاد سے ایک لڑکا زیادہ فرض کر لے اور اگر صاحب اولاد نہیں ہے تو فرض کرے کہ اس کے ایک فرزند ہے اور روزانہ وہ اپنے اس فرضی فرزند کے نام سے حسب حیثیت دو آنے، چار آنے، پیسہ دو پیسہ جیسی گنجائش ہو ایک مقفل صندوقچہ میں ڈال دیا کرے، چاہے مقدار کم ہو مگر ترک نہ ہو، ناغہ نہ ہو، یہ عمل روزمرہ جاری رہے، مگر صاحب اولاد جس قدر اپنی اولاد کا دیتا ہے اس سے کم اس صندوقچہ میں نہ ڈالے۔

اس طرح ایک قصبہ میں بیس ہزار مسلمان ہیں اور ان میں بوڑھے بچے، بیکار نادار، چھوڑ کر کم سے کم چھ ہزار مان لے جائیں اور فرض کیا جائے کہ ادنی درجہ ایک پیسہ یومیہ اس ذخیرہ کے لئے جمع کرتے ہیں تو قریب چورانوے روپے یومیہ جمع ہونے لگیں اور ایک ماہ میں دو ہزار آٹھ سو بیس اور چھ مہینے میں سولہ ہزار نو سو بیس روپے ایک معمولی قصبہ میں جمع ہو جائیں اور نہ کچھ دشواری ہو نہ بار۔

یہ تو اس صورت میں ہے جبکہ صرف ایک پیسہ یومیہ فرض کیا جائے اور حسب حیثیت جمع کیا گیا تو ان شاء اللہ تعالیٰ بہت زیادہ ہوگا اور یہ مقدار بھی اس قابل ہے کہ فوری اور وقتی مجبوریوں کے لیے مسلمان سودی قرض سے بچ سکیں، اگر اس تدبیر پر عمل کیجئے تو آپ چھ مہینے میں اس قابل ہو سکتے ہیں کہ آپ کا کوئی بھی بھائی مہاجن کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے لیے مجبور نہ ہو۔

(۲) شادی بیاہ، تقریبات، مہمانوں کے ورود، عیدیں، شب برات، محرم، اعراس وغیرہ کے موقعوں پر جہاں آپ کو اپنی اولاد یا اعزہ اور مہمانوں کے لیے وسیع خرچ کرنے پڑتے ہیں، حسب حیثیت اس ذخیرہ) کو بھی ایک لڑکے یا مہمان کی برابر حصہ دیجئے اور اسی صندوق میں جمع رکھیے۔

(۳) سوداگر اپنی تجارتوں میں، مزدور اپنی مزدوریوں میں، اجیر اپنے کرایہ میں، ایک پیسہ روپیہ کے اوسط سے قومی ذخیرہ کے لئے وصول کرے اور امانت داری سے اس کو ذخیرہ میں جمع کر دے اور لیتے وقت ہی اس کو اپنے مال کی قیمت، یا مزدوری اور کرایہ کے داموں سے علیحدہ رکھیں اور اس کو اپنے تصرف میں لانا سخت خیانت سمجھیں، اس طریقہ سے بھی بہت کافی رقم جمع ہوگی، جن لوگوں کو یہ روپیہ، قرض دیا جائے پہلے تحقیق کر لیا جائے کہ انھیں مجبور کرنے والی ضرورت درپیش ہے، اور اس کی اور کوئی سبیل ان کے پاس نہیں، پھر یہ روپیہ ایک پرامیسری رقعہ یا کوئی اور ایسی قانونی تحریر لکھا کر دے دیا جائے جس کی رجسٹری بھی ضروری نہ ہو اور وہ بے سود جائز بھی ٹھہرے۔

اس روپے کی ادا کے لیے وہ طریقہ تجویز کیا جائے جس

سے مستقرض بآسانی وہ رقم ادا کر سکے خواہ زیادہ مدت میں وعدہ کے مطابق رقم کی وصولی کی کوشش کی جائے ،لیکن اگر یہ ثابت ہوجائے کہ یہ شخص فی الحال اس رقم کی ادا کے قابل نہیں ہے، یا ادا سے سخت دشواری میں پڑ جائے گا تو اس کو مزید مہلت دی جائے ، کیونکہ درحقیقت یہ رقم اپنے بھائیوں کی اعانت ہی کے لیے ہے، ہر گاؤں اور ہر محلہ میں وہاں کے باشندوں کی ایک مجلس بنائی جائے جس کا نام "انجمن قرض حسن" ہو۔

اس مجلس کے اراکین ایک معتمد شخص کو انتخاب کر کے امین قرار دیں وہ اس روپے کو اپنے پاس جمع رکھے اور اس کا مکمل حساب اس کے پاس ہو اور ہر ہفتہ آمد و خرچ سنایا کرے، اس کے لیے جمعہ کا دن مقرر کیا جائے تو بہت بہتر جب رقم دو سو روپے تک پہنچ جائے تو اس کو کسی اطمینان کی جائے (جگہ) جمع کر دیا جائے اور اگر اہل محلہ کی یہی رائے ہو تو ابتدا ہی سے رقم کسی اطمینان کی جگہ خواہ بینک میں امانت رکھ دی جائے مگر اس طریق پر کہ اس کا وصول کرنا ہر وقت ممکن ہو۔

انجمن قرض حسن

انجمن قرض حسن کے ممبران کا فرض ہے کہ وہ اس رقم کے جمع کرنے کی کوشش کریں اور ہر شخص سے روزانہ لے لیا کریں، خواہ وصول کا کام مسجد کے مؤذن یا امام صاحب کے سپرد کیا جائے ، یہ قرض کا سیلاب روکنے کی تدبیریں تھیں کہ جو شخص قرض سے توبہ کریں اور مصارف کم اور ضروریات محدود کر کے بھی کسی وجہ سے قرض لینے کے لیے مضطر ہوں ان کا کام نکال دیا جائے ، تا کہ آئندہ کے لیے سودی قرض کا سلسلہ بند ہو،لیکن جو لوگ مقروض ہیں اور رات دن سود کا باران پر بڑھتا چلا جاتا ہے وہ کیا کریں۔

ادائے قرض کی تدابیر

(۱) قرض معمولاً دیا ہی جب جاتا ہے جب اس سے کئی گنی زیادہ قیمت کی جائیداد مکفول کر لی جاتی ہے یا زیور گروے کیا جاتا ہے یا اور کسی چیز سے اطمینان کر لیا جاتا ہے، اب ہمارا فرض ہونا چاہیے کہ ہم فوراً اس چیز کو فروخت کر کے ہم باہمی تعلقات کے دباؤ سے اپنے بھائیوں پر اثر ڈالیں اور انہیں فوراً قرض ادا کر دینے پر مجبور کریں، اگر وہ ایسا نہ کریں تو ہم انہیں چھوڑ دیں اور ان کے کسی حال میں ان کے ساتھ شرکت نہ کریں، یہاں تک کہ وہ سودی قرض سے سبکدوشی حاصل کرنے پر مجبور ہو جائیں، اس طرح بہت سے قرضوں سے نجات ہو جائے گی۔

(۲) گورنمنٹ سے استدعا کرنا چاہیے اور جو ہمارے نمائندے گورنمنٹ کے ایوان میں رہیں وہ سوال اٹھائیں کہ کیا سبب ہے جو سود کے لیے کوئی حد مقرر نہیں کی گئی جس کے بعد وہ کبھی نہ بڑھے اور دائرہ کو اس حد سے آگے ڈگری نہ دی جائے ، ایک رقم کا سود اس سے کئی ہزار گنا ہو سکتا ہے اور اس کو قانون نہیں روکتا۔

اسی وجہ سے ہزار ہا رئیس اپنی ریاستیں کھو کر ناداری کی ذلت میں گرفتار ہو رہے ہیں اور ان کی دردناک حالتیں دیکھی نہیں جاتیں، شریف اور معزز انسانوں کی یہ تباہی قابل رحم ہے، اس لئے گورنمنٹ کو یہ طے کر دینا چاہیے کہ کسی حال میں سود کی ڈگری پچیس فیصدی سے زیادہ نہ دی جائے گی اور جس جائیداد پر قرض کی مقدار اس حد تک پہنچ جائے گی، اس کے بعد وہ جائیداد اس قرض میں نیلام کر دی جائے گی، یا صاحب جائیداد کہیں سے روپیہ ادا کرے، خواہ اس کو یہ یا دوسری کوئی اور چیز فروخت کرنا پڑے، مگر اس کو پھر دوبارہ سال کے اندر اس جائیداد کو دوبارہ مکفول کرنے کی اجازت نہ ہوگی، کیا غضب ہے بڑی بڑی شرح سے سود لیا جا رہا ہے اور دلالی، رشوتیں اور مقدمات و رجسٹری کے مصارف۔

اس کے علاوہ یہ تو ابتدائی منزل ہوتی ہے اور جب چھ ماہ کے بعد سود اصل میں شامل کر کے اس پر از سر نو سود چلایا جاتا ہے، اس کی رفتار کا کیا ٹھکانہ ہے، سو روپے، تین روپیہ، سیکڑہ کے شرح سے دس سال میں ہزار ہا ہو جاتے ہیں، اگر ایک شخص ہزاروں روپے کی جائیداد رکھتا ہو اور کسی ضرورت سے فقط سو روپے تین روپے کی شرح سے لے کر دس سال خاموش ہو جائے تو یہ سو روپے اس کی کل جائیداد کو ختم کر دیں گے، کیا ستم ہے کیوں اس کے لیے قانون بنانے کی استدعا نہ کی جائے۔

(۳) ایک بیت المال بنایا جائے ،جس سے مقروض مسلمانوں کا قرض ادا کر کے ان کی جائیداد مکفول کر لی جائے بقیہ ص ۲۸ / پر

لڑکیوں کی شادی کی عمر

از: مولانا انصار احمد مصباحی

آج کل معمول کے مطابق کئی انتہائی اہم، حساس اور ضروری موضوعات سے صرف نظر کر کے حکومت اپنی جگ ہنسائی کے لئے ایک بار پھر ایک غیر ضروری قانون میں الجھ گئی ہے۔

عوتوں کے حقوق کی بات کریں تو اس وقت ان کے لئے علاحدہ کالجیز اور اسکولوں کی ضرورت ہے، بھاری بھرکم جہیز کی مانگ کے ختم کرنے والے کسی قانون کی اشد ضرورت ہے، ملک میں ہر دن درجنوں کی تعداد میں لڑکیوں کے ساتھ چھیڑ خانی ہوتی ہیں، ان کی اجتماعی عصمت دریاں عروج پر ہیں، بازاروں اور بھیڑ بار والے علاقوں میں پبلک ٹوائلیٹ نہ ہونے کی وجہ سے عورتوں کو کئی پریشانیوں کا سامنا ہوتا ہے، شوہروں کی شراب نوشی سے لگ بھگ بھارت کی ایک تہائی خواتین پریشان ہیں؛ ان چیزوں سے توجہ ہٹا کر سرکار نے لڑکیوں کی شادی کی کم سے کم عمر 21 سال کے بل کو منظوری دی۔

یہاں یہ بتانا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ لڑکا—لڑکی کی، اپنی مرضی سے ایک ساتھ رہنے کی کوئی عمر یا حد مقرر نہیں ہے، لڑکیاں 18/سال کے بعد الیکشن لڑ سکتی ہیں، ووٹ ڈال سکتی ہیں، نوکری کر سکتی ہیں، بس شادی نہیں کر سکتیں، حیرت ہے، ابھی تک سرکار نے بلوغت کی عمر 18/سال رکھی ہے، یعنی 18/سال کی عمر سے پہلے کی عمر نابالغی کی عمر ہے، یہاں ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ لڑکیاں سرکار کی نظر میں بالغ ہوجانے کے بعد شادی کیوں نہیں کر سکتی۔

بی جے پی حکومت کا یہ پہلا اقدام ہے، جس میں کسی خاص طبقے یا فرقے کو نشانہ نہیں بنایا گیا، اس بل سے کسی خاص طبقے کو فائدہ یا نقصان نہیں ہوگا بلکہ اس قانون کے نفع نقصان میں بھارت کی 136/کرور کی آبادی برابر کی شریک ہے۔

اسلام میں شادی بیاہ میں عمر کی کوئی تفصیل موجود نہیں، بالغ ہونے کے بعد ولی کی اجازت کے بغیر بھی نکاح کر سکتی ہے، خدا کرے، مذکورہ قانون میں کچھ خیر کے پہلو بھی نکل کر سامنے آئے؛ لیکن اس قانون کے نافذ ہونے کے بعد جن خطرناک نتائج کے خدشے ظاہر کیے جا رہے ہیں وہ نہایت ہی قابل تشویش ہیں، یہ بل پارلیامینٹ میں ایک ایسے وقت میں پیش کیا گیا تھا، جب بل سے فقط دو تین روز قبل آر ایس ایس سپریمو موہن بھاگوت نے ایودھیا میں ہزاروں کی بھیڑ میں آبادی کنٹرول موضوع پر نفرت آمیز تقریر کی تھی۔

اس بل کے منظور ہوجانے سے زنا اور چھیڑ خانی کے واردات میں کئی گنا اضافہ ہوجائے گا، لڑکیاں بالغ ہونے کے بعد جب تک گھروں میں بیٹھی رہتی ہیں، گھر کے سارے افراد کو اس کی عصمت کی فکر ستاتی رہتی ہے، بھارت روایات کا دیش ہے، یہاں تہذیب و ثقافت کو مذہب کا درجہ حاصل ہے، بھارت کی سنسکرتی ہی، اس کی پہچان ہے، یہاں عورت کی پاک دامنی کی قسمیں کھائی جاتی ہیں، ان کی عصمت کو معاشرے میں سب سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔

بھارت کی زمین میں وہ انسان سب سے عظیم اور قابل احترام سمجھا جاتا ہے، جس نے مشکل حالات میں بھی اپنا دامن، بدکرداری سے بچائے رکھا؛ جب کہ یہاں کی تہذیب میں کسی عورت کی بد چلنی نہایت ہی گھناونا جرم مانا جاتا ہے، اس قانون کے نافذ ہوجانے کے بعد بھارت کی سنسکرتی پر کاری ضرب لگے گی۔

بدقسمتی سے بچیوں کو ماں کے پیٹ ہی میں قتل کر دینے کے واقعات بھی ہو رہے ہیں، لڑکیوں کو، لڑکوں کی بہ نسبت وہ پیار نہیں مل پاتا، جس کے وہ مستحق ہیں، شادی کی کم سے کم عمر 21/سال کر کے بچیوں کے قتل کے معاملات میں بھی اضافہ ہوسکتا ہے۔

21/سال تک لڑکیوں کی اصل خوب صورتی اور جاذبیت، بسا اوقات ماند پڑنے لگتی ہے، شہروں کی بہ نسبت دیہی علاقوں میں دسویں سے آگے تک کی تعلیم کی معقول سہولیات مہیا نہیں ہیں، جس وجہ سے دسویں پاس کرنے کے بعد، دیہات کی نوے فیصد لڑکیاں گھروں پر ہی بیٹھی رہتی ہیں، ایسے میں ان کی جلد شادی کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے کئی خرافات جنم لے سکتی ہیں،

کم ازکم اس قانون کے نافذ العمل ہونے سے پہلے سرکار اگر، 18؍ سے 21؍سال کے بیچ کی لڑکیوں کی سروے کروا کر ایک رپورٹ تیار کرواتی، تو بہتر نتیجہ برآمد ہوسکتا تھا۔ ◆◆◆

مسلمان اسلامی قلعوں کو مضبوط کریں

از: قاضی مشتاق احمد رضوی نظامی، کرناٹک

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے اپنے دس نکاتی پروگرام میں فرمایا ہے، ایک وہ زمانہ آئے گا کہ دین کا کام درہم و دینار سے چلے گا کیوں نہ صادق ہو کہ صادق ومصدوق کی بات ہے، میں سمجھتا ہوں فرمانِ اعلیٰ حضرت کے مطابق یہ وہی زمانہ ہے جس کی پیشین گوئی دی گئی ہے کہ بغیر درہم و دینار کے دین کا کام ہونا ممکن نہیں۔

جامعات، دارالعلوم، مدرسے اور مکاتب دین کے قلعے ہیں" کرونا کے بہانے" لاک ڈاؤن کے نام پر لگاتار دوسال سے یہ اسلامی قلعے بند رہے، اداروں کے لئے مالی امداد کی فراہمی سفیروں سے حتی الامکان ہوا کرتی تھی، لیکن کرونا کے نام سے خصوصاً رمضان المبارک میں عبادت گاہوں کے بند کے اعلان سے جس قدر نقصان اِن اداروں کا ہو رہا ہے اور نقصان ہو چکا ہے، اِس سے وہی لوگ واقف ہیں جنھوں ان اسلامی قلعوں کا بار اپنے کندھوں پہ لے رکھا ہے۔

اسی لئے راقم کی گزارش ہے اُن عمائدین سے جو اپنی زکوٰۃ کی رقم صرف رمضان المبارک میں تقسیم کرتے ہیں تا کہ ثواب زیادہ ملے، مگر اسلامی نکتہ نظر سے دیکھا جائے تو ہر ایک صاحبِ نصاب مالدار اپنے مال کی زکوٰۃ ماہِ رجب میں نکالے، جو لوگ صاحبِ نصاب ہیں وہ ماہِ رجب میں ہی زکوٰۃ نکال کر مستحقین تلک پہنچانے کی کوشش کریں تا کہ مستحقین زکوٰۃ کو رمضان المبارک کا انتظار کرنا نہ پڑے اور خصوصاً وہ حضرات جو ان اسلامی قلعوں کی بازیابی کے لئے دور دراز سے سفر طے کر کے آپ کے شہر، گاؤں، قریے، قصبوں تلک آتے ہیں اُن کو آپ تلک آنے کا انتظار نہ رہے۔

پچھلے لاک ڈاؤن کے موقعوں پر ملک کے ہر ایک مدرسہ، مکتب، دارالعلوم اور جامعہ کا بہت بڑا نقصان ہوا ہے اور نقصان صرف ان اداروں کا ہی نہیں بلکہ یہ نقصان اسلام کا ہوا ہے، آپ کے اور ہمارے دین کا ہوا ہے، چونکہ مدرسے سلامت ہیں تو دین سلامت ہے مدرسے بند ہو گئے تو دین کا نقصان ہے۔

لہٰذا مخیر حضرات سے التماس وگزارش ہے کہ مستحقین زکوٰۃ جو آپ کے قریبی رشتے دار یا اپنے علاقے کے غربا و مساکین ہیں اور اپنے شہر اور اپنے قریبی علاقوں میں چلنے والے مدارس ودارالعلوم ہیں، اُن کے علاوہ جہاں جہاں جس جس مدرسے، دارالعلوم اور جامعات کو آپ حضرات اپنی زکوٰۃ کی رقم مدارس کے سفیروں اور ذمہ داران کو بالمشافہ دیا کرتے تھے، اگر آپ کے پاس اُن کی رسیدیں موجود ہیں تو اس میں پتے بھی ہوں گے، اکاؤنٹس نمبر بھی ہوں گے، رابطے نمبر بھی ہوں گے، برائے کرم اُن سے رابطہ کر کے اُن تک اپنی امداد ضرور پہنچائیں تا کہ مدرسے چلانے والوں کی ہمت میں اضافہ ہو، اُن کے حوصلے بلند ہوں اور ہمارے اسلامی قلعے بھی آباد رہیں گے، اُن قلعوں سے اسلامی سپاہی اور کمانڈروں کی صورت میں ہر سال ہماری اور ہماری قوم کی اولادیں حافظ، عالم، فاضل، مفتی اور بن کر نکلتی رہیں گی۔ بقیہ ص ۷۱؍ پر

بچوں کی تربیت کیسے کریں؟

سوشل میڈیا سے

ہمارے بچے ہماری زندگی ہیں، یاد رکھئے آج کے بچے کل کا مستقبل ہیں، بچوں میں خود اعتمادی کریں، یہ مختصر تحریر خاص طور پر والدین کے لیے ہے۔

پہلی بات

بچوں کو تعلیم اچھے استاد سے دلوائیں لیکن تربیت والدین کی ذمہ داری ہے اور والدین ہی کر سکتے ہیں، یہ ان کا اہم ترین فریضہ ہے، اس پر غور کریں۔

دوسری بات

بچوں کی تربیت کے ذریعے کردار سازی بقیہ ص ۷۴؍ پر

مختصرات

منظومات

نبی کے عاشق اکبر خلیفۂ اوّل

(از: مولانا سید اولاد رسول قدسی، نیویارک امریکہ

مرے رسول کے دلبر خلیفۂ اوّل
ہیں مومنین کے رہبر خلیفۂ اوّل

وفور عشق پران کے نثار عشق بلال
نبی کے عاشق اکبر خلیفۂ اوّل

وہ انبیاو رسل کے ہیں بعد اعلیٰ بشر
فضیلتوں کے مقدر خلیفۂ اوّل

بہار ہیں وہ گلستان دین و ایماں کی
صحابیت کے گل تر خلیفۂ اوّل

ہے آسمان پر صدیق نام اس پہ گواہ
رہے ازل سے منور خلیفۂ اوّل

رہا تمام صحابہ کا اتفاق اس پر
حبیب رب کے ہیں مظہر خلیفۂ اوّل

بروز حشر شہ دیں کے دست اقدس سے
پلائیں گے ہمیں کوثر خلیفۂ اوّل

ہمیشہ ساتھ رہے آج بھی ہیں بعد وصال
قریب روضۂ اطہر خلیفۂ اوّل

کیا عمر نے یہ اقرار بارہا قدسی
ہیں مجھ سے فضل میں بڑھ کر خلیفۂ اوّل

ہیں علم و قلم کے امیر اعلیٰ حضرت

(از: مولانا محبوب گوہر اسلام پوری، مظفر پور

شریعت کے درِ شہیر اعلیٰ حضرت
طریقت کے بدر منیر اعلیٰ حضرت

تصانیف سے یہ حقیقت ہے واضح
ہیں علم و قلم کے امیر اعلیٰ حضرت

ہو فقہ و فتاویٰ یا تاریخ عالم
ہر اک فن میں ہیں بے نظیر اعلیٰ حضرت

سیہ بخت کو پل میں کر دیں منور
ہیں لاریب روشن ضمیر اعلیٰ حضرت

حدائق کا ہر شعر کرتا ہے اعلاں
ہیں عشقِ نبی کے سفیر اعلیٰ حضرت

کتابوں کے اوراق ہیں اس پہ شاہد
ہیں شاہِ دنیٰ کے اسیر اعلیٰ حضرت

یہ عشقِ شہِ دیں، یہ نعتوں کی دنیا
ہیں دونوں میں میروں کے میر اعلیٰ حضرت

جو اہل نظر ہیں یہی کہہ رہے ہیں
ہیں فیضانِ پیرانِ پیر اعلیٰ حضرت

نکلتے ہیں نعتوں پہ جتنے رسائل
ہیں روحانی سب کے مدیر اعلیٰ حضرت

علوم و معارف کی ہر انجمن میں
ہیں مثل قمر مستنیر اعلیٰ حضرت

رہِ نعت طے ہو سلیقے سے گوہرؔ
اگر اس میں ہوں دستگیر اعلیٰ حضرت

چراغِ نورِ ہدایت مجاہد ملت

(از: مولانا رحمت اللہ صدیقی، پیغام رضا ممبئی

شہید عشقِ رسالت مجاہد ملت
قتیل خونِ شہادت مجاہد ملت

پیام امن و صداقت مجاہد ملت
چراغ نورِ ہدایت مجاہد ملت

سفیر راہِ طریقت مجاہد ملت
غریقِ بحرِ ولایت مجاہد ملت

جہانِ علم کی شوکت مجاہد ملت
زمینِ فکر کی وسعت مجاہد ملت

چمک رہا ہے زمانے میں مثلِ شمس و قمر
ہے جس کو آپ سے نسبت مجاہد ملت

نشان منزلِ مقصود ہے جہاں کے لیے
زمیں پہ آپ کی تربت مجاہد ملت

زمانہ اس کا بھلا کیا بگاڑ پائے گا
ہے جس کو آپ سے الفت مجاہد ملت
ہے کفر و شرک کی دنیا پہ آج بھی طاری
یقیناً آپ کی ہیبت مجاہد ملت
باالاتفاق کہا اہل علم و دانش نے
ہو تم رضا کی کرامت مجاہد ملت
شرف جسے بھی ملا دید کا وہ بول اٹھا
زمیں پہ جنتی صورت مجاہد ملت
جہاں میں فکر رضا کی ہمیشہ کرتے رہے
قدم قدم پہ اشاعت مجاہد ملت
ہزار ڈھونڈا کیے پر مثال مل نہ سکی
وہ پائی آپ نے شوکت مجاہد ملت
فروغِ عشقِ رسالت میں دونوں ہاتھوں سے
لٹائی آپ نے دولت مجاہد ملت
ملی تھی آپ کو اسلاف سے وراثت میں
مناظرانہ طبیعت مجاہد ملت
بھلا نہ پائیں گے تا عمر چاہنے والے
ترے فراق کی کلفت مجاہد ملت
جہاں میں اہلِ فتن کا ہے زور بڑھنے لگا
ہے پھر سے تیری ضرورت مجاہد ملت
بتایا مسلک احمد رضا زمانے کو
تھے ترجمان جماعت مجاہد ملت
ہر ایک وقت کے فرعون کو کچل دوں گا
ہو خاص چشم عنایت مجاہد ملت
''تمام شہر کو اپنی طرف جھکا لوں گا''
اگر ہو تیری حمایت مجاہد ملت
میری نوا میں ہو سوز اویس طرز بلال
عطا ہو ایسی طریقت مجاہد ملت
ہر ایک شخص عقیدت میں سر جھکاتا تھا
خدا نے بخشی وہ شوکت مجاہد ملت
الم کی دھوپ سے خطرہ مرے وجود کو ہے
ہو سائبان کرامت مجاہد ملت
نگاہِ خاص کی امید و آرزو لے کر
کھڑا ہے سامنے رحمت مجاہد ملت

منقبت درشان اہلیۂ محترمہ حضور امین شریعت

(از: مولانا محمد اشرف رضا قادری، سہ ماہی امین شریعت

سرسبز ہیں اشجار مگر تیری کمی ہے
پھولوں کی ہے مہکار مگر تیری کمی ہے
جلووں کا ہے انبار مگر تیری کمی ہے
جوبن پہ ہے گلزار مگر تیری کمی ہے
گلشن کے ہر اک گُل پہ بہاروں کا اثر ہے
چڑیوں کی ہے چہکار مگر تیری کمی ہے
ہر دل میں تری یاد، ہر اک لب پہ ترا ذکر
اے مادرِ غم خوار! مگر تیری کمی ہے
جلووں کا تماشہ ہے، وہی نور کا درپن
پُر کیف ہے دیدار مگر تیری کمی ہے
جنت کے مکیں لاکھوں کروڑوں ہیں جہاں میں
جنت کی خریدار مگر تیری کمی ہے
کرتا ہوں میں تسلیم کہ دنیا میں ہزاروں
ہیں صاحبِ ایثار مگر تیری کمی ہے
اے رشکِ چمن سیدی سبطین رضا خاں
آباد ہے گھر بار مگر تیری کمی ہے
سوکھی ہوئی کھیتی پہ مرے دل کی اے امی
ہے ابر گُہر بار مگر تیری کمی ہے
کہتے ہیں یہی حضرتِ سلمان رضا خاں
لاکھوں ہیں طرف دار مگر تیری کمی ہے
"مخدومۂ ما" اشرفِ سبطین کے لب پر
مدحت کے ہیں اشعار مگر تیری کمی ہے

◆◆◆

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے زیر اہتمام
۴۱؍ ویں امام احمد رضا کانفرنس

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے زیر اہتمام ۴۱؍ ویں امام احمد رضا کانفرنس سے علما و دانشوروں کا خطاب

امام احمد رضا فاضل بریلوی عالم اسلام کی ایک عظیم شخصیت تھے، آپ نے مذہب، فلسفہ، قانون اور سائنسی عنوانات پر کثیر تعداد میں کتابیں تصنیف کی ہیں، عصر حاضر میں آپ کی تحریریں صوفی ازم کے سبب ساری دنیا میں پھیل چکی ہیں اور اسلامی حوالوں سے عشق رسول ﷺ آپ کی تحریروں کا بنیادی عنصر ہے۔

ان خیالات کا اظہار اسپیکر قومی اسمبلی جناب اسد قیصر نے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کے زیر اہتمام صد سالہ عرس رضوی کے موقع پر منعقد ہونے والی 41؍ امام احمد رضا کانفرنس 2021ء کے نام ایک پیغام میں کیا۔

ڈپٹی اسپیکر قومی اسمبلی جناب محمد قاسم خان سوری نے کہا: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی جیسی عظیم ہستیاں عالم اسلام کا عظیم سرمایہ ہیں، وہ نہ صرف ایک عالم وفقیہ تھے، بلکہ وہ علوم سائنس پر بھی گہری نظر رکھتے تھے، مسلمان سائنسدانوں کی فہرست بہت لمبی ہے لیکن امام احمد رضا خاں محدث بریلوی ایک منفرد سائنسدان تھے۔

مفتی اعظم پاکستان مفتی منیب الرحمٰن جو کہ کانفرنس کی صدارت فرما رہے تھے نے اپنے خطاب میں کہا کہ میں امام احمد رضا فاضل بریلوی کو مجدد مأۃ ماضیہ، مجدد مأۃ حاضرہ اور مجدد مأۃ مستقبلہ سب مانتا ہوں ان کے تجدیدی نقوش اتنے عمیق اور محیط ہیں کی میرا ایمان ہے کہ آنے والی صدیوں تک بھی آپ اقامت کے ساتھ علمی دنیا میں کھڑے نظر آئیں گے، ایسی عظیم ہستی کی یاد میں کانفرنس کا انعقاد اور ایک خوبصورت مجلہ کی اشاعت پر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کی خدمات قابل تحسین ہے۔

مہمان خصوصی عالمی شہرت یافتہ ممتاز سماجی رہنما مولانا محمد بشیر فاروق قادری (سربراہ سیلانی ویلفیئر ٹرسٹ انٹرنیشنل پاکستان) نے کہا کہ سیدنا اعلیٰ حضرت ایسی یگانہ روزگار ہستی ہیں کہ جنہوں نے نہ صرف علم دین، فقہ و حدیث میں اعلیٰ خدمات انجام دیں بلکہ سائنسی علوم میں بھی اپنی تحقیقات سے دنیا بھر کے مسلمانوں کو حیران کر دیا، آج عالم عرب کے بڑے بڑے ناشر ادارے خود سے امام احمد رضا کی کتب شائع کرنا اپنے لیے اعزاز سمجھ رہے ہیں جس کا سارا کریڈٹ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کو جاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی دیگر کتب کی طرح علوم سائنس پر تحقیقات کو جدید انداز میں دنیا کے سائنسدانوں کے سامنے پیش کیا جائے تو ہمارے سر فخر سے مزید بلند ہو سکتے ہیں اور یہ کام اس ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے پلیٹ فارم سے ہو رہا ہے۔

انہوں نے اس موضوع پر کام کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے پیش کش کی کہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے تحت اعلیٰ حضرت کے سائنسی علوم پر تحقیقات کے لیے ہم اپنے بھر پور تعاون کا یقین دلاتے ہیں۔

اس سے قبل صدر ادارہ پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے خطبۂ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ ادارہ نے اردو اور عربی میں جدید علمی انداز کا کام کر کے امام احمد رضا کو برصغیر اور عرب دنیا میں خوب متعارف کرا دیا ہے اب یورپی ممالک میں تعارف کرانے کے لیے انگریزی میں کتب کی اشاعت کی اشد ضرورت ہے خاص کر امام احمد رضا کی سائنسی کتب کو انگریزی میں منتقل کر کے یورپی ممالک میں پھیلانے کی ضرورت ہے جس کے لیے

ادارہ شب و روز تحقیقاتِ علمیہ میں مصروف ہے۔

امام احمد رضا کانفرنس میں دیگر کئی مقتدر اہل علم و فن نے مختلف موضوعات پر مقالات پڑھتے ہوئے امام احمد رضا کی شخصیت اور ان کی خدمات کو زبردست خراج تحسین پیش کیا، چنانچہ پروفیسر ڈاکٹر سہیل شفیق (صدر شعبہ تاریخ اسلامی، کراچی یونی ورسٹی) نے کہا کہ امام احمد رضا اپنے عہد کے ممتاز عالمِ دین، محدث، فقیہ، مصنف اور نابغۂ روزگار شخصیت تھے۔

آپ نے تقریباً ایک ہزار کتب اور رسائل تصنیف کیے، کثرت تصانیف اور متعدد علوم پر آپ کو جو گرفت حاصل تھی اس کی نظیر نہیں ملتی، اسی طرح اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی سے متعلق لکھے گئے تحقیقی مقالات اور مطبوعہ کتابیں بھی کثیر تعداد میں ہیں جن کا شمار کرنا ایک مشکل امر ہے، دنیا کی مختلف جامعات میں آپ کی شخصیت و علمی کمالات پر درجنوں تحقیقی مقالات لکھے گئے ہیں، جبکہ مطبوعہ کتابوں کی تعداد ہزاروں میں ہے، اسی لیے ''کتابیات رضا'' مدون و شائع کی گئی ہے۔

علامہ مفتی علی اصغر قادری عطاری (مفتی دارالافتاء اہل سنت) نے کہا کہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا نے امام احمد رضا کے حوالے سے جو کام کیا وہ ایک ماں کا درجہ رکھتا ہے، جامعہ الازہر میں امام احمد رضا کانفرنس و سیمینار کا انعقاد اور وہاں کے علما کو اعلیٰ حضرت کا تعارف پیش کرنا ادارہ کا بڑا کارنامہ ہے جس کی بدولت الازہر کے مفتی آج اپنے فتاوٰی میں امام احمد رضا کے فتاوٰی رضویہ کے حوالے دے کر فتاویٰ جاری کر رہے ہیں۔

علامہ مفتی محمد شہزاد نقشبندی (استاد جامعۃ المدینہ لاہور) نے کہا کہ امام احمد رضا کے علوم و فنون پر جب بھی بات کی جاتی ہے تو صرف ان کی شاعری، ترجمہ قرآن اور فتاوٰی رضویہ کے حوالے سے ہی بات کی جاتی ہے دیگر علوم کی طرف توجہ نہیں کی جاتی، آج اگر ان علوم جدیدہ کو عام کیا جائے تو دنیا حیران رہ جائے کہ امام احمد رضا صرف عالم و فقیہ ہی نہیں ایک عظیم سائنسدان بھی تھے۔

جناب طارق آزاد (رکن مجلس ادارت اردو ڈکشنری بورڈ پاکستان) ''اردو لغت تاریخی اصول پر اور مولانا احمد رضا کی شعری لفظیات'' کے عنوان سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اردو لغت بورڈ کی 22 / جلدی جامع اردو لغت پر نظر ثانی کے وقت فاضل بریلوی کی حدائق بخشش کے حوالے سے لاتعداد الفاظ شامل کیے جائیں گے، یوں اردو لغت امام احمد رضا کی احسان مند ہے۔

امام احمد رضا کانفرنس 2021ء کی نظامت ادارہ کے جنرل سکریٹری مفتی سید زاہد سراج القادری نے کی، حافظ محمد اسامہ کی تلاوت قرآن کریم سے آغاز کے بعد محمد رضا خان قادری، محمد نعمان انصاری اور محمد زکریا اشرفی نے ہدیۂ نعت پیش کیا۔

اس موقع پر ادارہ کی طرف سے علامہ مفتی محمد عمر خلجی قادری کو ترجمۂ قرآن کنزالایمان اور تفسیر نور العرفان کا سندھی ترجمہ کرنے اور مفتی عبد الغفار حلیمی کو ترجمہ قرآن کنزالایمان اور تفسیر خزائن العرفان کا براہوی زبان میں ترجمہ کرنے پر تعریفی ایوارڈ دیا گیا جبکہ دیگر مہمانوں کو بھی یادگاری شیلڈز دی گئیں، تمام شرکا کو ''مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۲۱ء'' اور دیگر کتب کا تحفہ بعدہ طعام پیش کیا گیا۔

مجلس استقبالیہ کے اراکین منظور حسین جیلانی، مفتی محمد ندیم صدیقی، محمد امتیاز فاروق، ڈاکٹر محمد حسن امام، ڈاکٹر محمد یونس قادری، حامد حسین کریمی، مولانا محمد ندیم اختر القادری، سید محمد خالد قادری، ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری، محمد مقصود حسین قادری اویسی، افضل حسین نقشبندی، سید محمد اطہر قادری، خان افسر خان قادری، محمد طحٰہ وغیرہ نے مہمانوں کا استقبال کیا۔

کانفرنس میں بڑی تعداد میں علما و مشائخ اور اربابِ علم و دانش نے شرکت کی، جن میں علامہ پروفیسر عامر بیگ، ڈاکٹر ناصر الدین صدیقی، ڈاکٹر ثاقب، ڈاکٹر داؤد عثمانی، ڈاکٹر عاطف اسلم، ڈاکٹر سلمان مغل، ڈاکٹر طاہر قریشی، ڈاکٹر تاج محمد، ڈاکٹر لئیق، ڈاکٹر مرتضیٰ اور دیگر ممتاز اہل علم و فن، دینی و سماجی شخصیات کے ساتھ پر جوش مقامی عقیدت مندوں کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔

رپورٹ: اراکین ادارہ تحقیقات امام احمد رضا

◆◆◆

تریپورہ فساد کے خلاف کرناٹکا میں احتجاج

تنظیم علمائے اہلسنت ہرپن ہلی نے 12/نومبر 2021ء بروز جمعہ کو احتجاج کرتے ہوئے شہر کے اسسٹنٹ کمیشنر اور تحصیلدار کے ذریعے بھارت کے راشٹر پتی یعنی صدر جمہوریہ کو میمورنڈم پیش کیا اور میمورنڈم کے ذریعے پُرزور طریقے پر صدر جمہوریہ سے اپیل کی گئی ہے کہ تریپورہ کی موجودہ حکومت کو فوری طور پر برخواست کیا جائے اور راشٹر پتی شاسن لاگو کیا جائے کیونکہ موجودہ حکومت اور وہاں کی پولیس مسلمانوں کے جان مال عزت وآبرو اور عبادت گاہوں کی حفاظت کرنے میں مکمل طور پر ناکام ہو چکی ہے۔

مولانا امجد رضا برکاتی اور مولانا سلیم رضا برکاتی صاحب نے اپنی تقریروں میں بھارت کی حکومت سے مطالبہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ وی، ایچ، پی کے غنڈوں نے اپنی ایک ریلی میں نبی کونین ﷺ کی شانِ اطہر میں جس طرح کے گھنونے اور نازیبا الفاظ استعمال کئے ہیں آج ان کو آزاد گھومنے چھوڑا گیا ہے انہیں گرفتار کر کے فوری طور پر جیل بھیج دیا جائے۔

احتجاج میں شہر کے سارے سنی علما، حفاظ، ائمہ، مدرسین اور مساجد کے متولیان اور ذمہ دران کے ساتھ ساتھ نوجوانوں کی کثیر تعداد میں شرکت رہی۔

رپورٹ: قاضی مشتاق احمد رضوی نظامی
جنرل سکریٹری تنظیم علمائے اہل سنت، ہرپن ہلی، وجئے نگر کرناٹک

◆◆◆

علاقائی طلبا کے درمیان مسابقتی پروگرام

دارالعلوم فیضان تاج الشریعہ کے احاطے میں علاقائی طلبہ مکاتب کے درمیان منعقد مسابقتی پروگرام بحسن وخوبی اختتام پذیر ہوا جس میں دس مکاتب کے طلبہ نے حصہ لیا اور درج ذیل شخصیت ساز عناوین پر اپنی اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا، قرأت، ناظرہ قرآن، حفظ عم پارہ، اذان، نعت، تقریر، قصہ گوئی، ذہنی آزمائش، جنرل نالیج، ڈرائنگ، پروگرام مینیجر عالی جناب قاری حسن منظر صاحب نے بیان کیا کہ اس طرح کے مقابلہ جاتی پروگرام کو فروغ دیا جانا چاہئے، اس سے بچوں کی چھپی اور خوابیدہ صلاحیتوں میں نکھار پیدا ہوتا ہے، ایسے مقابلہ جاتی پروگرام کے ذریعے بچوں کو ضروری علم دے دیا جائے تاکہ مستقبل میں یہ نونہال طلبہ جس فیلڈ میں بھی رہیں اپنے کلچر اور اسلامی تشخص کے ساتھ زندگی گزاریں۔

یہ مقابلہ علاقہ ٹھاکر گنج بہار کے اُن مکاتب کے طلبہ کے درمیان ہوا جو مکاتب البرکات ویلفیئر ٹرسٹ کی زیر نگرانی قرطبہ انسٹیٹیوٹ کے تعلیمی نصاب کے پابند ہیں، درج ذیل مکاتب کے بچوں نے اس مقابلہ جاتی پروگرام میں حصہ لیا:

(1) مدرسہ نوریہ تعلیم القرآن بہبل ڈانگی (2) مدرسہ رضائے مصطفیٰ بہادر پور (3) مدرسہ شمس العلوم گورکھاپٹسری (4) مدرسہ تعلیم القرآن قاضی بستی پٹسری (5) مدرسہ السلامیہ غریب نواز جیرن گچھ مولانی (6) مدرسہ مدرسہ نوریہ فیضان مصطفیٰ بہادر پور (7) مدرسہ تاج الشریعہ بہادر پور (8) مدرسہ فیضان نوری گلشن مصطفیٰ گدھن گولہ (9) مدرسہ دینیہ مدینۃ العلوم بھگوا (10) مدرسہ فیضان تاج الشریعہ ٹھاکر گنج۔

اس موقع سے علاقہ کے درجنوں علما وقائدین موجود رہے، مولانا اکرام رکن البرکات ویلفیئر ٹرسٹ، مولانا اظہار احمد راہی، مولانا دارالسلام مصباحی، حافظ شاہد رضا، حافظ احسان رضا، حافظ توصیف رضا، مولانا جہانگیر عالم، مولانا شواہد رضا، مولانا عظیم الدین، مولانا نسیم رضا، مولانا توقیر امجدی، حافظ علی حسن، حافظ شمس الضحیٰ مولانا امیر الدین کے علاوہ مقامی حضرات بڑی تعداد میں موجود تھے۔

نوٹ: اگر آپ بھی اپنے مکاتب و مدارس میں بہتر تعلیمی نظام کو فروغ دینے کی خواہش رکھتے ہیں تو "البرکات ویلفیئر ٹرسٹ" سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

رپورٹ: اراکین دارالعلوم فیضان تاج الشریعہ ٹھاکر گنج

◆◆◆

माहनामा सुन्नी दुनिया बरेली शरीफ़ में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	Quarter Page	Half Page	Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	Quarter Page	Half Page	Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	Quarter Page	Half Page	Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

S. No.	Adv. Space	Quarter Page	Half Page	Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोटः-

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।

2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।

3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2020-2022

JANUARY-2022
PAGES 60 WITH COVER

PER COPY : ₹25.00
PER YEAR : 300.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan

ادارہ سنی دنیا کا ایک عظیم کارنامہ، رضویات پر ایک گنج گراں مایہ

امام احمد رضا نمبر

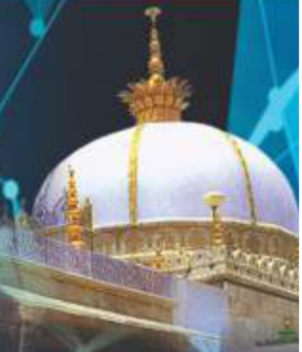


جو حضرات یہ عظیم شاہکار حاصل کرنا چاہتے ہیں ادارہ کو ۲۰۰ روپئے بھیج کر حاصل کر سکتے ہیں۔

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

February/March-2022 Rs. 50/-

رجب المرجب/ شعبان المعظم ۱۴۴۳ھ/ فروری/ مارچ ۲۰۲۲ء



مدیر اعلیٰ جانشین تاج الشریعہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری بریلوی مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سُنّی دُنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

امام احمد رضا اور کلام رضا سے بغض وحسد کی تباہ کاریاں

رجب المرجب! بے شمار فضیلتوں اور برکتوں کا مہینہ

بوسنیا کی المناک داستان

ضروریات اور خواہشات میں فرق

ممبئی میں اعلیٰ حضرت کی علمی مجلسیں

حضور غریب نواز اور امام احمد رضا

معاشرے میں رائج رسم ورواج اور ان کا شرعی حکم

علامہ مشتاق احمد نظامی! ایک بھولی بسری شخصیت

محدث سورتی! کتاب زندگی کے چند نمائندہ صفحات

حجابی لڑکیوں پر کالج کے دروازے بند! ایک لمحۂ فکریہ

صدر العلما اور استاذ زمن کی نعتیہ! ہم آہنگی کا جلوہ صدر رنگ

لوگوں میں صلح وصفائی! سیرت نبوی ﷺ کا روشن ترین پہلو

جمہوریت اور ہندو راشٹر اکا شاخسانہ

شب برأت کی فضیلت اور اس کے معمولات

امام احمد کبیر رفاعی اور ان کے القابات

مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

بیادگار امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی
وارث علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتی اعظم نور دیدہ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خان قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خان قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

اہل سنت وجماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

شمارہ نمبر ۲-۳
Issue No. 2-3
Vol. 7 جلد نمبر ۷

۱۴۴۳ھ
رجب المرجب شعبان المعظم
فروری مارچ
۲۰۲۲ء

تزئین کار

عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک)
آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

محمد تمہید خان عرشی
فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے
سالانہ ۳۰۰ روپے سادہ ڈاک سے
سالانہ ۵۵۰ روپے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے
امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ
کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی۔ مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ
قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح 9 بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 9259089193 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ہدایت
اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

Contact Address
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

Email:
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

رابطہ کا پتہ
ماہنامہ سنی دنیا
۸۲/ سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مشمولات

مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

امام احمد رضا اور کلام رضا سے بغض وحسد کی تباہ کاریاں

یہ حقیقت تو جگ ظاہر ہے کہ اب تک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے سے گستاخان رسول وہابیہ و دیابنہ کے پیٹ میں درد ہوا کرتا تھا لیکن برا ہو بغض وحسد کا! جس نے بارگاہ مصطفی ﷺ میں والہانہ صلوٰۃ وسلام پڑھنے والے سنیوں میں بھی کچھ ایسے افراد پیدا کر دیئے ہیں جنھیں اب صلوٰۃ وسلام سے نماز میں خلل ہونے لگا ہے، اس لئے وہ سلام پر ہی پابندی لگانے کی وکالت کرنے میں مصروف ہیں، اب یہ سمجھنا مشکل ہے کہ اس نئی بوتل سے پرانی ہی شراب کی سڑاند باہر آرہی ہے یا یہ صرف بغض وعناد کی آگ میں جلنے بھننے کی؟

غالب گمان یہی ہے کہ یہ صرف ''رضا'' اور ''سلام رضا'' سے جلنے بھننے کی سڑاند ہے اور کچھ نہیں، اب یہ تو اللہ رب العزت کی عطا ہے وہ جسے چاہے عزت وعظمت عطا فرمائے اور جتنی چاہے اتنی عطا فرمائے، اس میں ہم اور آپ جل بھن کر کر بھی کیا سکتے ہیں، بقول حضرت شیخ سعدی:

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

اگر یہ سعادت بزور بازو ہوتی اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے اس عزت وعظمت کو از خود اپنے حصے میں رکھ لیا ہوتا تو ہم بھی مخالفین کے ساتھ بارگاہِ رضا میں شاکی ہوتے کہ حضور! ساری عزت وعظمت تو آپ نے اپنے لئے مخصوص کر لی، ہمارے لئے قطرہ دو قطرہ ہی سہی کچھ تو برائے نام چھوڑ دیتے، لیکن صاحب! یہ سعادت بزور بازو نہیں بلکہ یہ تو ''وتعز من تشاء وتذل من تشاء'' کی جلوہ سامانیاں ہیں۔

یہ تو اللہ کی عطا ہے، وہ جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت، اس میں انسان کا اپنا کوئی عمل دخل نہیں، کیا ہی بہتر ہو کہ ہم راضی برضائے الٰہی ہو کر اس کی عزت وتکریم کریں جسے اللہ نے معظم ومحترم بنایا ہے، ہو سکتا ہے کہ اس کے صدقے عزت و عظمت کا کچھ حصہ ہماری جھولی میں بھی آجائے۔

اعلیٰ حضرت سے صدی دو صدی پیشتر اور بعد میں بھی بے شمار صاحبان فضل وکمال تشریف لائے اور ہر ایک نے حسب توفیق خدمت دین کا فریضہ انجام دیا، اللہ نے انھیں بھی عزت و عظمت کے اوج ثریا پہ بٹھایا لیکن جو عزت وشہرت اعلیٰ حضرت اور ان کی تحریرات کے حصے میں آئی ویسی عزت وشہرت کسی اور کے لئے دیکھنے سننے میں اب تک نہیں آئی، شاید یہی وجہ ہے کہ کچھ لوگ احساس کمتری میں مبتلا ہو کر بغض وعناد کا شکار ہو گئے۔

سلام سے چڑھنے والی یہ نئی بٹالین کہنے کو تو سنی ہے مگر امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز سے بغض وحسد نے انھیں اس قدر اندھا اور بہرہ کر دیا ہے کہ وہ حق وصداقت کی روشنی اور اس کی دل نشین آواز سے محروم ہیں، یہ لوگ امام اہل سنت کی خداداد شہرت ومقبولیت سے ایسے جلتے بھنتے ہیں کہ انھیں اعلیٰ حضرت کا نام بالواسطہ یا بلاواسطہ کسی صورت بھی برداشت نہیں، حتیٰ کہ ان کے کلام بلاغت نظام کو بھی بمشکل تمام برداشت کر پاتے ہیں، دراصل جس محفل میں دیکھئے، جس مسجد میں جائیے اور جس مدرسے کا رخ کیجئے "مصطفی جان رحمت پہ لاکھوں سلام" کی گونج سے لوگوں کے دل کھل جاتے ہیں جبکہ کچھ لوگوں کے دل ودماغ ماؤف ہو کر جھنا اٹھتے ہیں اور ان کے منہ بے اختیار کُھل جاتے ہیں، آخر کب تک برداشت کرتے، صبر کا پیمانہ اکثر لبریز ہو جاتا ہے اور جنون بغض وعناد میں کیا کچھ بک جاتے ہیں انھیں خود بھی پتہ نہیں چلتا۔

جب عوام میں ان کے خلاف چہ می گوئیاں ہونے لگتی ہیں تب جا کر انھیں احساس زیاں ہوتا ہے اور اس حقیقت کا ادراک

اداریہ

بھی، کہ امام اہل سنت سے بغض وحسد کی آگ میں وہ خود کی ہی دستار عز وشرف جلا کر خاکستر کر رہے ہیں، چار و نا چار جیب و داماں کی رفوگری کے لئے زبانِ دراز کو مزید دراز ہونے سے روکتے ہیں، مگر دل میں چھپا بغض وعناد کا غبار کسی نہ کسی صورت باہر نکلنے کا راستہ ڈھونڈ ہی لیتا ہے اور بسا اوقات اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ" سلام کی آواز سے نماز میں خلل پڑتا ہے، اس لئے اب اسے یکسر بند ہی کر دیا جائے" اس کے لیے وہ یہ ''بھاری بھر کم'' دلیل بھی دیتے ہیں کہ" سلام تو محض مستحب ہے جبکہ نماز فرض ہے" یہ دلیل بظاہر معقول لگتی ہے اور سطحی ذہن رکھنے والے افراد فوری طور پر ان کے فریب کا شکار بھی ہو جاتے ہیں۔

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ عموماً مساجد میں پنج گانہ کے نمازی اہل محلہ ہی ہوتے ہیں اور اذان، صلاۃ، جماعت اور سلام کے اوقات بھی انھیں بخوبی معلوم ہوتے ہیں، کبھی کبھار ہی ایسا ہوتا ہوگا کہ کسی کی جماعت چھوٹ جاتی ہو اور اسے سلام کے دوران نماز پڑھنی پڑتی ہو، ایسے میں کبھی کبھار پیدا ہونے والے مسئلے کے سبب معمول اہل سنت کو یکسر روک لگا دینا کون سی دانش مندی ہے؟ خاص کر وہ معمول جو عصر حاضر کے مذاہب باطلہ اور اہل سنت کے درمیان خط امتیاز کی حیثیت رکھتا ہو، پھر یہ کہ کبھی کبھار سلام کے سبب نماز میں واقع ہونے والے اس موہوم خلل کی بنا پر سلام کو یکسر بند کرانے کی ضد کوئی سنی صحیح العقیدہ کرے یہ بعید از امکان ہے اور بر سبیل تنزل اگر کوئی ایسا کرتا بھی ہے تو جس دن نماز میں خلل ہوگا اس دن بند کرنے کے لئے کہتا کہ جب میں نماز پڑھ رہا تھا تو اس وقت آپ لوگوں کو سلام نہیں پڑھنا چاہئے، لیکن وہ تو سرے سے سلام کو ہی ہمیشہ کے لئے بند کرانے پہ بضد ہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ دال میں کچھ کالا نہیں بلکہ پوری دال ہی کالی ہے۔

یاد رکھئے! بغض وحسد اور تعصب وعناد ایسی مہلک فکری بیماریاں ہیں جو انسانی عقل وشعور کو راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر کے آوارۂ صحرا بننے پر مجبور کر دیتی ہیں اور انسان قبول حق کی نعمت سے محروم ہو کر بھی خود کو برحق تصور کرنے لگتا ہے، حتی کہ فہم وفراست سے عاری ہو کر اچھے برے کی تمیز اور حق و باطل کی پہچان بھی کھو دیتا ہے۔

ایسی کیفیت میں انسان نہ صرف اپنے لئے پریشانی کا سامان کرتا ہے بلکہ دوسروں کے لئے بھی مصیبت بن جاتا ہے حتی کہ اس سے معاشرے کی سالمیت اور امن وشانتی کو بھی خطرہ لاحق ہو جاتا ہے، کیوں کہ وہ ہر اچھائی کو برائی، ہر برائی کو اچھائی اور حق کو باطل، باطل کو حق، یا یوں کہہ لیجئے کہ خرد کو جنوں، جنوں کو خرد تصور کرنے لگتا ہے اور اپنی اس جنونی سوچ کو درست ثابت کرنے کے لئے طرح طرح کے فرسودہ اور مضحکہ خیز دلائل و براہین پیش کرتا ہے، بعض اوقات تو ''لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا'' کا مصداق بن کر خود کو کٹھرے میں کھڑا کر لیتا ہے اور اسے اس کا پتہ بھی نہیں چلتا، اسی لئے قرآن مقدس اور احادیث مبارکہ میں بغض وحسد سے پناہ مانگنے اور اس سے بچنے کا حکم فرمایا گیا ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے:

''وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ۔ یعنی (تم کہو میں پناہ مانگتا ہوں) حاسدوں کے شر سے جب وہ حسد کریں۔'' [سورۃ الناس، ۳۰/۵]

اللہ تعالیٰ نے حسد کے شر کو شیطان اور ساحر کے ساتھ ملا کر بیان کیا اور فرمایا کہ ان سب سے میری پناہ مانگو، اس سے اندازہ کیجئے کہ حسد کا فتنہ اور اس کا شر کتنا ہولناک ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

''عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ایاکم والحسد فان الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب۔ یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم نے فرمایا کہ حسد سے بچو کیوں کہ حسد نیکیوں کو ایسے کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔'' [ابوداؤد شریف، ۲/۳۱۶]

رسول رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''الحسد یفسد الایمان کما یفسد الصبر العسل۔ حسد ایمان کو اس طرح بگاڑ دیتا ہے جس طرح ایلوا شہد کو بگاڑ دیتا ہے۔'' [کشف الخفاء، ۱/۳۱۷]

نیز نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’لا یجمع فی جوف عبد الایمان والحسد۔ یعنی آدمی کے دل میں ایمان اور حسد جمع نہیں ہوتے۔‘‘

[موارد الظمآن، ۳۸۵]

مذکورہ آیت واحادیث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ بغض و حسد کی بیماری نہ صرف انسان کی ذاتی دشمن ہے بلکہ اس کے ایمان کی بھی دشمن ہے جو اگر لگ گئی تو انسان کا دین، دھرم سب تباہ کر دیتی ہے، پھر وہ شخص دوسروں کے دین وایمان کو بھی برباد کر دینے کے درپے ہو جاتا ہے، گویا:

ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے

واضح ہو کہ حسد وہ بدترین گناہ ہے جو آسمان میں سب سے پہلے ابلیس سے اور زمین میں سب سے پہلے قابیل سے سرزد ہوا تھا اور دنیا آج تک فتنہ وفساد، قتل وغارت گری، تباہی وبربادی کی صورت میں اس کا خمیازہ بھگت رہی ہے، حجۃ الاسلام امام محمد الغزالی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’حسد سے طاعات میں خرابی پیدا ہوتی ہے، طبیعت میں گناہوں کی طرف میلان ہوتا ہے، دل اندھا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ احکام خداوندی سمجھنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے، انسان ذلت ومحرومی کی لعنت میں گرفتار ہو جاتا ہے، اپنی کسی بھی مرادمیں کامیاب نہیں ہوتا۔‘‘ [منہاج العابدین، ۱۲۴]

معلوم ہوا کہ حسد ایک ایسی بیماری ہے جو عبادات کے اجر وثواب کو تباہ کر دیتی ہے، شر ومعصیت کی تخم ریزی کر دیتی ہے، آرام وسکون کو ختم کر دیتی ہے، دین کی سمجھ سے محروم کر دیتی ہے، اس کے ہوتے ہوئے انسان اپنے دشمن پر غالب نہیں ہوسکتا اور نہ اپنی مرادمیں کامیابی پا سکتا ہے، لہٰذا انسان کو چاہئے کہ حسد کے علاج میں ہرگز کوتاہی نہ برتے بلکہ جلد سے جلد اس مرض سے نجات پانے کی فکر کرے، حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

’’ہمیشہ خاموشی اختیار کر، تاکہ تیرے اندر روح پیدا ہو، لالچی نہ بن، تاکہ فتنوں سے محفوظ رہے، نکتہ چیں نہ بن، تاکہ لوگوں کے طعن وتشنیع سے بچا رہے، حاسد نہ بن، تاکہ تجھے فہم کی طاقت نصیب ہو۔‘‘ [منہاج العابدین، ۱۲۵]

یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جس طرح جماعت کا وقت مقرر ہے، اسی طرح سلام کا بھی ایک وقت متعین ہے، ایسی صورت حال سے بچنے کے لئے چاہئے کہ جس کے ساتھ ایسا معاملہ پیش آئے وہ ’’سلام‘‘ بند کرانے کے بجائے اگلے دن سے وقت پر آنے کی کوشش شروع کرے، جب وہ صرف خود کو وقت کا پابند بنا کر اس ’’خلل‘‘ سے نجات پا سکتا ہے تو ایک اجتماعی عمل جو دور حاضر میں سنیت اور سنیوں کی علامت و پہچان ہے، اسے بند کرانے کی کیا حاجت؟ خود اکیلے کو تو وقت کا پابند کر نہیں سکتے، اُلٹے تمام اہل محلہ سے سلام بند کرانے پر بضد ہیں۔

سبھی جانتے ہیں کہ آج کل عوام الناس میں سنی اور دیوبندی کی پہچان صلوٰۃ وسلام سے ہوتی ہے، جس مسجد سے سلام کی آواز آتی ہے لوگ اسے سنی مسجد سمجھتے ہیں اور جس مسجد والے سلام نہیں پڑھتے لوگ انہیں دیوبندی گمان کرتے ہیں، اس لئے سلام بند کرنا یا مائیک سے سلام بند کرنا کسی صورت مناسب نہیں بلکہ وہابیہ دیابنہ کو تقویت پہنچانا ہے اور اس کی اجازت ہرگز ہرگز نہیں دی جا سکتی۔

اگر اسی طرح عذر لنگ کو بنیاد بنا کر معمولات اہل سنت سے دست برداری اختیار کی جانے لگے تو رفتہ رفتہ یہ سلسلہ فرائض و واجبات تک پہنچ جائے گا، کل کو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جماعت کھڑی ہونے کے بعد مسجد آنے والے نمازی کو حکم ہے کہ پہلے سنت فجر پڑھے پھر جماعت میں شریک ہو، چاہے وہ امام کو قعدۂ اخیرہ ہی میں کیوں نہ پائے، ظاہر ہے اس وقت امام قرأت بالجہر کر رہا ہوگا، ایسی صورت میں اگر کوئی یہ کہے کہ امام صاحب اتنی زور سے قرأت کرتے ہیں کہ ہم سنت ادا کرنے میں بھول جاتے ہیں پھر وہاں کیا کریں گے؟ کیا اسے بھی بند کرائیں گے؟ اور اگر اسے بند کرائیں گے تو کیا یہ نماز پر ہی پابندی لگانا نہ ہوا؟

آخر سلام سے ہی کیوں نماز میں خلل ہوتی ہے؟ زمانۂ قدیم سے تواتر کے ساتھ یہ عمل چلا آرہا ہے کہ روز جمعہ قبل جمعہ خطیب جمعہ لوگوں کو خطاب کرتا ہے، دراں حالے کہ لوگ سنت کی ادائیگی

اداریہ

کررہے ہوتے ہیں مگر کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوتا بلکہ اپنی خطا تصور کرتے ہیں کہ ہم وقت سے نہ آسکے،تو پھر وقت سلام ایسا تصور کیوں نہیں؟ جبکہ معاملہ دونوں جگہ ایک ہی ہے، یہ روش بڑی ہی خطرناک ہے جس کے بطن سے ایسی تخریب کار سوچ پیدا ہوتی ہے۔

ویسے بھی اس وقت ملک میں ہر طرف مخالفین اسلام کے ذریعہ اذان اور نماز بند کرانے کی مہم چل پڑی ہے، ایسی صورت حال میں کسی شعار سنیت کو بند کرانے کا مطلب خود کو پست اور کمزور کرنے کے سوا کیا ہوسکتا ہے، اس وقت حالات ایسے نہیں ہیں کہ سنی مسلمان آپس میں دست و گریباں ہوں، سنیوں کو بہر حال متحد رہنے کی ضرورت ہے، پھر یہ کہ دور حاضر میں سلام شعار سنیت ہے اور جب کوئی چیز شعار کی حیثیت اختیار کرلے تو وہ مٹائی نہیں جاسکتی، اللہ رب العزت اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے ہم سب کو فکر سلیم عطا فرمائے، آمین۔

◆◆◆

ص ۱۰ رکا بقیہ........................

پہلی رات کہ اس رات میں عبادت کرے اور اس کے دن میں روزہ رکھے۔(۲۔۳) عیدین (یعنی عید الفطر اور عید الاضحی) کی راتیں کہ ان راتوں میں عبادت کرے اور دن میں روزہ نہ رکھے (عیدین کے دن روزہ رکھنا ناجائز ہے۔) (۴) شعبان المعظم کی پندرھویں رات کہ اس رات میں عبادت کرے اور دن میں روزہ رکھے۔(۵) شب عاشورا (یعنی محرم الحرام کی دسویں شب) کہ اس رات میں عبادت کرے اور دن میں روزہ رکھے۔'' (غنیۃ الطالبین: ص ۲۳۶، دار احیاء التراث العربی بیروت)

رب تعالیٰ ہمیں نیک عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس ماہ مبارک کے فیوض و برکات سے مستفض فرمائے، آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین ع ﷺ۔

◆◆◆

ص ۱۱ رکا بقیہ........................

وضوابط ہیں، جو اپنے عیوب ونقائص کے سبب ناقابل عمل ہیں۔

اسلامی اصول وضوابط اور اسلامی قوانین اتنے عمدہ بہترین مستحکم اٹل اور عمدہ حکمتوں کے حامل ہیں کہ وہ تغیر وتبدل کے محتاج نہیں اور نہ ہی ان سے بہتر اصول وضوابط اور قوانین پیش کئے جاسکتے ہیں، اسلامی تعلیمات وقوانین اور احکامات کی حکمتوں کی افہام وتفہیم سے اگرچہ ہماری ناقص فہم وفراست اور محدود ادراک قاصر ہوں مگر یہ ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ اسلامی افکار ونظریات اور تعلیمات بے شمار حکمتوں کی حامل ہیں، ایسی تمام حکمتیں قرآن واحادیث اور مختلف ماہرین معقولات ومنقولات اور ماہرین علوم وفنون کے چمکتے دمکتے نورانی الفاظ وجمل اور اقوال میں پنہاں و پوشیدہ ہیں، جنکا مشاہدہ اہل دانش وبینش اور اہل نظر شب و روز کرتے ہیں اور تحقیق وتفتیش کی وادیوں کی سیر کرنے اور خاک چھاننے والے محققین بحر الفاظ ومعانی میں غوطہ زن ہوکر حکمتوں اور خوبیوں کے چمکدار موتی چن کر باہر لاتے ہیں، جن سے اہل ذوق کی آنکھیں خیرہ ہوجاتی ہیں جن سے آگاہ ہوکر اہل محبت کی طرح اہل عقل وخرد، فساق وفجار بلکہ غیر مسلم بھی مائل بعمل ہوجاتے ہیں یہاں تک کہ اسلامی افکار ونظریات، خیالات وتصورات کے ناشر ومبلغ بن جاتے ہیں۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جن مسلموں نے اسلامی افکار ونظریات اور احکامات و ہدایات کا سنجیدہ اور منصفانہ مطالعہ کیا اور اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کے فضائل وفوائد، برکات وثمرات اور حکمتوں سے آگاہ ہوئے فوراً اسلامی تعلیمات وقوانین کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہوگئے اور اسلام کی حقانیت و صداقت پر ان کے دل ایمان لانے کے لئے آمادہ ہوگئے انکے دل پکار اٹھے کہ اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا مذہب حق و صداقت پر مشتمل نہیں ہوسکتا اور نہ اس دین متین کے مقابلے میں کوئی دوسرا ضابطۂ حیات پیش کیا جاسکتا ہے، تاریخ عالم ایسے شواہد اور ایمان افروز واقعات سے بھرا پڑا ہے اور یہی وہ وجہ ہے جس سے اسلام کا فطری اور آفاقی پیغام دنیا کے گوشے گوشے میں عام سے عام تر ہوتا چلا گیا اور قلوب واذہان کی زمین پر فتح کے پرچم نصب کرتا چلا گیا اور یہ پاکیزہ سلسلہ آج بھی تسلسل کے ساتھ جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔

◆◆◆

از: مولانا محمد رجب علی مصباحی*

رجب المرجب ! بے شمار فضیلتوں اور برکتوں کا مہینہ

اسلامیات

حرمت والے مہینوں میں رجب المرجب مقدس مہینہ ہے جو اسلامی مہینوں میں ساتویں نمبر پر ہے، یوں تو ماہ رجب کے فضائل متعدد جہات اور مختلف گوشوں پر مشتمل ہیں تاہم یہاں صرف چند گوشے یعنی عبادت میں رجب المرجب کی اہمیت کو چنداں اجاگر کرنے کی سعی محمود کی گئی ہے تاکہ بندگان خدا اس پر عمل پیرا ہوکر توشۂ آخرت فراہم کرسکیں اور اس کے فیوض و برکات سے مستفض ہوسکیں، آئیے چند احادیث کریمہ کے حوالے سے فضائل رجب کا مطالعہ کرتے ہیں:

(۱) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ماہ رجب میں تین دن روزہ رکھے گا رب تعالیٰ اسے ایک مہینہ روزہ رکھنے کا ثواب عطا فرمائے گا، جو شخص سات دن روزہ رکھے گا رب تعالیٰ اس کے لیے دوزخ کے سات دروازے بند فرما دے گا، جو شخص آٹھ دن روزہ رکھے گا رب تعالیٰ اس کے لیے آٹھ جنتی دروازوں کو کھول دے گا، جو شخص پندرہ دن روزہ رکھے گا رب تعالیٰ اسے اپنی رضا عطا فرمائے گا اور جسے رضائے الٰہی میسر آجائے اسے عذاب نہیں ہوگا اور جو شخص ماہ رجب کے پورے ایام میں روزہ رکھے گا رب تعالیٰ اس کے لیے حساب کو آسان فرما دے گا۔ (تبیین العجب بما ورد فی شہر رجب: ابن حجر عسقلانی، ص ۴۸)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص رجب کے مہینے میں ایک دن روزہ رکھ کر حالت روزہ میں چار رکعات نفل نماز یوں ادا کرے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سو بار آیۃ الکرسی، دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سو بار قل ھو اللہ احد پڑھے تو اسے اس وقت موت نہ آئے گی جب تک وہ اپنا ٹھکانہ جنت میں نہ دیکھ لے۔ (ایضاً: ص ۵۱)

(۳) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ستائیسویں رجب کو بارہ رکعات اس طور پر پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی سورہ ملائے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد حالت جلوس میں ستر مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم چار مرتبہ کہے پھر روزے کی حالت میں صبح کرے تو رب تعالیٰ ساٹھ سال تک کا گناہ اس سے محو فرما دے گا۔ (ایضاً: ص ۵۲)

(۴) نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص رجب کے مہینے میں کسی مسلمان بھائی کی پریشانی کو دور کرے گا رب تعالیٰ اسے جنت میں ایک ایسا محل عطا فرمائے گا جس کی وسعت حد نگاہ ہوگی، رجب کے مہینے کی عزت وتکریم کرو رب تعالیٰ تجھے ہزار ہا کرامتیں اور شرافتیں عطا فرمائے گا۔ (ایضاً: ص ۴۸)

(۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے ۲۷ رویں رجب یعنی شب معراج کو نبی بنا کر بھیجا گیا ہے لہٰذا جو شخص اس دن روزہ رکھے گا (یہ روزہ) اس کے لیے ساٹھ مہینوں کا کفارہ بن جائے گا۔ (ایضاً: ص ۶۴)

(۶) حضرت عبد اللہ بن زید انصاری فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک جنت میں ایک نہر ہے جس کا نام رجب ہے جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے، جو شخص ماہ رجب کا ایک دن روزہ رکھے گا، رب تعالیٰ اسے اسی نہر سے سیراب فرمائے گا۔ (ایضاً: ص ۳۳)

(۷) ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی

اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بے شک جنت میں ایک نہر ہے جسے رجب کہا جاتا ہے جس کا پانی نہایت شیریں ہے، جو اسے ایک بار پی لے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا، رب تعالیٰ اسے ماہ رجب میں روزہ رکھنے والوں کے لیے تیار فرمایا ہے۔ (ایضاً: ص ۳۷)

(۸) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رجب اللہ کا مہینہ، شعبان میرا مہینہ اور رمضان میری امتی کا مہینہ ہے، عرض کیا گیا: یارسول اللہ! آپ کا یہ ارشاد ''رجب اللہ کا مہینہ ہے'' کا مطلب کیا ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس مہینے میں بکثرت بخششیں ہوتی ہیں، لوگ قتل وقتال سے محفوظ رہتے ہیں، اسی مہینے میں رب کریم انبیاے کرام کے صدقے توبہ قبول فرمایا اور اسی ماہ مبارک میں اولیاے عظام کو عذاب کی ابتلا اور آزمائش سے محفوظ فرمایا، جس نے رجب کے مہینے میں روزہ رکھا رب تعالیٰ ان تین چیزوں کو واجب فرما دیتا ہے، گزشتہ تمام گناہوں کی بخشش، باقی ماندہ ایام میں گناہوں سے حفاظت اور بروز قیامت پیاس کی شدت سے نجات۔ ملخصاً (ایضاً: ص ۵۳)

حجۃ الاسلام حضرت سیدنا امام محمد غزالی مکاشفۃ القلوب میں فرماتے ہیں: رجب دراصل ''ترجیب'' سے مشتق (یعنی نکلا) ہے، اس کے معنیٰ ہیں: تعظیم کرنا، اس کو الاحسب (یعنی سب سے تیز بہاؤ) بھی کہتے ہیں اس لیے کہ اس ماہِ مبارک میں توبہ کرنے والوں پر رحمت کا بہاؤ تیز ہو جاتا ہے اور عبادت کرنے والوں پر قبولیت کے انوار کا فیضان ہوتا ہے، اسے الاصم (یعنی سب سے زیادہ بہرہ) بھی کہتے ہیں کیوں کہ اس میں جنگ وجدل کی آواز بالکل سنائی نہیں دیتی، اسے رجب بھی کہا جاتا ہے کہ جنت کی ایک نہر کا نام رجب ہے جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے، اس نہر سے وہی پانی پیئے گا جو رجب کے مہینے میں روزے رکھے گا۔

(مکاشفۃ القلوب: ص ۱-۳۰۳، مطبوعہ، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

غنیۃ الطالبین میں ہے کہ اس ماہ کو شہر رجم بھی کہتے ہیں کیوں کہ اس میں شیطانوں کو رجم یعنی سنگ بار کیا جاتا ہے تا کہ وہ مسلمانوں کو ایذا نہ دیں۔ اس ماہ کو اصم (یعنی خوب بہرا) بھی کہتے ہیں کیوں کہ اس ماہ میں کسی قوم پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کے نازل ہونے کے بارے میں نہیں سنا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ اُمتوں کو ہر مہینے میں عذاب دیا اور اس ماہ میں قوم کو عذاب نہ دیا۔ (غنیۃ الطالبین: ص ۲۲۹ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مکاشفۃ القلوب میں ایک اور مقام پر ہے:

''بزرگان دین (رحمھم اللہ) فرماتے ہیں: رجب میں تین حروف ہیں: ر-ج-ب-ر سے مراد رحمتِ الٰہی (عزوجل) ج سے مراد بندے کا جرم، ب سے مراد بر یعنی احسان وبھلائی، اللہ (عزوجل) فرماتا ہے، میرے بندے کے جرم کو میری رحمت اور بھلائی کے درمیان کردو۔''

حضرت علامہ صفوری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) فرماتے ہیں:

''رجب المرجب بیج بونے کا، شعبان المعظم آبپاشی کا اور رمضان المبارک فصل کاٹنے کا مہینہ ہے لہٰذا جو رجب المرجب میں عبادت کا بیج نہیں بوتا اور شعبان المعظم میں آنسوؤں سے سیراب نہیں کرتا وہ رمضان المبارک میں فصل رحمت کیوں کر کاٹ سکے گا؟''

مزید فرماتے ہیں:

''رجب المرجب جسم کو، شعبان المعظم دل کو اور رمضان المبارک روح کو پاک کرتا ہے۔'' (نزھۃ المجالس: ج ۱، ص ۱۵۵)

حضرت سیدنا ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانچ راتیں ایسی ہیں جس میں دُعا رد نہیں کی جاتی: (۱) رجب کی پہلی رات (۲) پندرہ شعبان (۳) جمعرات اور جمعہ کی درمیانی رات (۴) عید الفطر کی رات (۵) عید الاضحیٰ کی رات۔

(جامع صغیر: ص ۲۴۱، حدیث نمبر ۳۹۵۲، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت سیدنا خالد بن معدان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''سال میں پانچ راتیں ایسی ہیں جو ان کی تصدیق کرتے ہوئے بہ نیت ثواب ان کو عبادت میں گزارے تو اللہ تعالیٰ اُسے داخل جنت فرمائے گا۔ (۱) رجب کی بقیہ ص ۸ پر

از: محمد افتخار حسین رضوی *

اسلامی اصول وضوابط اور ان کی حکمتیں

اسلامیات

اس وسیع وعریض کائنات میں بے شمار مخلوقات موجود ہیں، جن میں مختلف النوع اور عجیب الخلقت حیوانات، خطرناک، خوفناک اور خوں خوار درندے، متفرق رنگ ونسل و ہیئت کے چرندے اور عقل وشعور کو حیران کن احساسات سے دوچار کرنے والے رنگ برنگے خوبصورت ودلکش پرندے شامل ہیں، جو خالق کائنات کے سکھائے ہوئے فطری اصولوں کے مطابق اپنے اپنے طریقے سے زندگی بسر کرتے ہیں اور نظام زندگی کا توازن برقرار رکھنے میں معاون بنتے ہیں، مگر ان بے زبان حیوانات کے علاوہ اس کائنات میں ایک ایسی مخلوق بھی ہے، جسے انسان اور آدمی کا لقب دیا گیا ہے، جو دیگر حیوانات کی طرح بے زبان و بے شعور نہیں بلکہ یہ عقل وشعور والا مخلوق صاف طور پر بامعنی الفاظ بول سکتا ہے۔

سوچ اور سمجھ سکتا ہے، غور وفکر کرنے، زندگی کو بہتر سے بہتر بنانے اور زندگی کے مختلف شعبوں میں عروج وارتقا کے مراحل طے کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، جو اپنے عادات واطوار، شکل وصورت، کردار وعمل، طرز زندگی، علم وہنر، شعور وادراک، فہم و فراست اور تمام مقاصد تخلیق کے سبب دیگر تمام مخلوقات سے بالکل مختلف اور ممتاز ومنفرد حیثیت کا حامل ہے، یہ انسانی گروہ وجماعت اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنا پر تمام مخلوقات پر قابو پالیتا ہے اور انہیں مسخر کر کے اپنے استعمال میں لاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار خوبیوں اور صلاحیتوں کا مجسمہ بنا کر دیگر تمام مخلوقات پر فوقیت دیا ہے اور اشرف المخلوقات کا تاج زریں پہنا کر عزت ووقار بخشا ہے، مگر انسان کو کامیاب زندگی بسر کرنے اور بامقصد حیات کی تکمیل کے لئے کامل اصول وضوابط، عمدہ ضابطۂ حیات اور آداب وشعور زندگی کی اشد ضرورت ہے ورنہ بصورت دیگر انسان اور دیگر مخلوقات کے درمیان کوئی امتیاز وفرق برقرار نہ رہے گا۔

لہٰذا اس جہت سے جب ہم عالم انسانیت کا منصفانہ جائزہ لیتے اور تمام اقوام وملل کا بنظر غائر مشاہدہ کرتے ہیں تو روز روشن کی طرح یہ حقیقت اجاگر ہوتی ہے کہ کامل واکمل اصول وضوابط، مستحکم واٹل فطری قوانین اور عمدہ ضابطۂ حیات صرف مسلمانوں کے پاس ہے، کیونکہ مسلمانوں کے پاس مذہب اسلام کی شکل میں جو دستور وضابطۂ حیات موجود ہے، وہ محدود وناقص افکار و نظریات کے مالک انسان اور مجبور ومحتاج لوگوں کا بنایا ہوا نہیں بلکہ خالق کائنات ومخلوقات، معبود برحق، پروردگار عالم، خدائے بزرگ وبرتر اور مالک حقیقی کا بنایا ہوا اور بھیجا ہوا ہے اور اس مقدس ومتبرک دستور وضابطۂ حیات کو خالقِ کائنات کے کامل و اکمل بندے، بے مثل اور افضل ترین نبی ورسول، امام الانبیاء اور محبوب حقیقی نے احسن طریقے سے انسانیت تک پہنچایا ہے اور بذات خود اس ضابطۂ حیات کے مطابق زندگی بسر فرما کر عالم انسانیت کے لئے اپنا مکمل اسوۂ حسنہ کا نمونہ چھوڑا ہے، جس کا مکمل عملی مظاہرہ پیش کر کے صحابہ کرام نے اسلامی ضابطۂ حیات کی حقانیت وصداقت کا پرچم نصب کر دیا ہے۔

اس لئے جس طرح اللہ تعالیٰ کی لامحدود ذات اور اس کے افضل ترین رسول کی ذات تمام عیوب ونقائص سے پاک ہے اسی طرح اللہ جل شانہ کا عطا کردہ دستور وضابطۂ حیات بھی نقائص سے مبرا اور کامل واکمل ہے، مسلمانوں کے علاوہ دنیا کے کسی بھی قوم کے پاس دین اسلام جیسا دستور وضابطۂ حیات نہیں ہے، کیوں کہ دنیا کے تمام اقوام وملل کے پاس محدود اور ناقص علم و عقل والے انسانوں کے بنائے ہوئے اصول

بقیہ ص ۸ ر پر

* مضمون نگار ٹھاکر گنج، کشن گنج بہار کے مقیم ہیں۔

از: حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی *

لوگوں میں صلح وصفائی

سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روشن ترین پہلو

اسلامیات

آج کل ذرا ذرا سی بات پر لڑائی جھگڑا عام ہو گیا ہے نفسا نفسی کا عالم ہے، اب تو حال یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ معمولی معمولی سی بات پر قتل کر دینا عام ہو گیا ہے، چھوٹی سی بات پر باپ بیٹے کو اور بیٹا باپ کو، بھائی بھائی کو اور بھائی بہن کو، شوہر بیوی کو اور قریبی رشتے دار و دوست کو مار ڈالنے کو تیار ہو جاتے ہے، انسان کی جان مچھر اور مکھی سے بھی کمتر ہو گئی ہے، آئے دن قتل کے واقعات بڑھ رہے ہیں، بوریوں اور سوٹ کیسوں میں بھری لاشیں مل رہی ہیں روزانہ درجنوں جھگڑے اور قتل کے واقعات معمول کی بات ہو گئی ہیں۔

کسی کو احساس زیاں (نقصان) تک نہیں ہو رہا ہے، قاتل ناحق کے دل میں انسانیت کے درد کی رمق تک باقی نہیں رہی ہے، اس کا دل محبت، ہمدردی، انکساری اور انسان دوستی سے خالی ہو چکا ہے حتیٰ کہ انسان انسان کے خون کا پیاسا بن چکا ہے آج کا انسان شاید اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ احکامات نہیں پڑھا ہے، جو بے وجہ لڑائی جھگڑا اور قتل ناحق کی وعید میں نازل ہوئے ہیں اللہ رب العزت نے قتل ناحق کی مذمت کرتے ہوئے قرآن مجید میں سخت وعید نازل فرمائی ہے:

''جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا دوزخ ہے کہ مدتوں اس میں رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہوگا اور اللہ اس پر لعنت کرے گا اور اس نے اس کے لیے زبردست عذاب تیار کر رکھا ہے۔'' (سورۃ النساء93/کنزالایمان)

تشدد کا بڑھتا رجحان صلح سے دوری لمحہ فکریہ

ہمارے معاشرے میں ہی کیا پورے ملک، پوری دنیا میں تشدد کا بڑھتا رجحان انتہائی تشویش کا باعث ہے، اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کو صلح کرانے کا حکم دیا اور صلح کرنے کرانے والوں کو پسند فرمانے کی خوش خبری بھی سنائی:

''اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں جنگ کریں تو ان کے درمیان صلح کرا دیا کرو، پھر اگر ان میں سے ایک (گروہ) دوسرے پر زیادتی اور سرکشی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کا مرتکب ہو رہا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، پھر اگر وہ رجوع کر لے تو دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف سے کام لو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔''

(سورۃ الحجرات 9/کنزالایمان)

صلح کرانا اللہ کو پسند ہے حدیثوں میں بھی اس کی فضیلت آئی ہے مذکورہ آیت کا شان نزول حدیث پاک میں اس طرح سے ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا، اگر آپ ابن ابیّ (منافق) کے یہاں چلتے تو بہتر تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے یہاں ایک گدھے پر سوار ہو کر تشریف لے گئے، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پیدل آپ کے ہمراہ تھے، جدھر سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزر رہے تھے وہ شور (ریگستان) زمین تھی، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے یہاں پہنچے تو وہ کہنے لگا ذرا آپ دور ہی رہئے آپ کے گدھے کی بو نے میرا دماغ پریشان کر دیا ہے، اس پر ایک صحابی بولے کہ اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گدھا تجھ سے زیادہ خوشبودار ہے، عبداللہ (منافق) کی طرف سے اس کی قوم کا ایک شخص اس صحابی کی اس بات پر غصہ ہو گیا اور دونوں نے ایک دوسرے کو برا بھلا کہا پھر دونوں کے حمایتی مشتعل ہو گئے اور ہاتھا پائی، چھڑی اور جوتے تک نوبت

پہنچ گئی، ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یہ آیت:

’’وَ اِنۡ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اقۡتَتَلُوۡا فَاَصۡلِحُوۡا بَیۡنَہُمَا فَاِنۡۢ بَغَتۡ اِحۡدٰىہُمَا.................الخ (سورۃ الحجرات 9) اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کرادو۔‘‘ (بخاری، حدیث 2691)

صلح کرانے کے لیے جھوٹ بولنا گناہ نہیں

صلح کرانے میں جھوٹ بھی بول سکتے ہیں ام کلثوم بنت عقبہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ جھوٹا وہ نہیں ہے جو لوگوں میں باہم صلح کرانے کی کوشش کرے اور اس کے لیے کسی اچھی بات کی چغلی کھائے یا اسی سلسلے کی اور کوئی اچھی بات کہہ دے۔ (بخاری، حدیث 2692)

سہل بن اسعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ: قبا کے لوگوں نے آپس میں جھگڑا کیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک دوسرے پر پتھر پھینکے، آپ ﷺ کو جب اس کی اطلاع دی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا ’’چلو ہم ان میں صلح کرائیں گے۔‘‘

(بخاری، حدیث 26)

صلح حدیبیہ جس کو قرآن نے فتح مبین فرمایا: ماہ ذیقعدہ ۶ ہجری میں حضور ﷺ عمرہ ادا کرنے کے ارادے سے مدینہ سے مکہ تشریف لے جانے کے لیے سفر میں نکلے مشرکین مکہ نے مسجد الحرام کی زیارت سے روک دیا آپ ﷺ نے مشرکین مکہ اور قریش سے حدیبیہ کے مقام پر صلح فرمایا، اس کی دستاویز AGREEMENT حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لکھی تھی، لکھتے وقت آپ نے ’’بسم اللہ الرحمن الرحیم‘‘ لکھا، مشرکین مکہ و قریش کے نمائندہ نے اسے قبول نہیں کیا اور کہا کہ زمانۂ جاہلیت کے طریقہ پر ’’باسمك اللھم‘‘ لکھنا پڑے گا، آپ ﷺ نے اسے قبول کرلیا، آپ کا اسم گرامی ’’محمد الرسول اللہ‘‘ لکھا گیا، مشرکین مکہ نے اس پر اعتراض کیا کہ لفظ محمد کے ساتھ رسول اللہ نہ لکھو، کیوں کہ آپ رسول ہوتے تو ہم آپ سے لڑتے ہی کیوں؟ قریش ضد پر اڑ گئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک طرفہ صلح کرنے کے لیے اس پر بھی راضی ہو گئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا رسول اللہ کا لفظ مٹا دو، حضرت علی نے کہا میں تو اسے نہیں مٹا سکتا، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھ سے مٹا دیا اور مشرکین کے ساتھ اس شرط پر صلح کی کہ آپ اپنے اصحاب کے ساتھ (آئندہ سال) تین دن کے لیے مکہ آئیں اور ہتھیار میان میں رکھ کر داخل ہوں گے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے برداشت نہ ہو سکا اور انھوں نے جوش جذبات میں کچھ ایسے الفاظ فرمائے کہ ہمیشہ (اس پر) شرمندہ رہتے تمام صحابہ انتہائی جذبات میں احرام کھول کر ایک دوسرے کے سر مونڈھنے لگے اور ایسا کر رہے تھے کہ جیسے ایک دوسرے کی گردن کاٹ دیں گے، لیکن اللہ رب العزت نے اس صلح کو جو بظاہر ذلت آمیز تھی ’’فتح مبین‘‘ قرار دیا:

’’اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا.....................الخ،
بے شک (اے نبی) ہم نے آپ کو کھلم کھلا فتح دی۔‘‘

(بخاری و مسلم حدیث 2698، 2699، 2700، 2701، 2693)

اور بھی احادیث موجود ہیں مطالعہ فرمائیں، حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم فتح مکہ کو فتح شمار کرتے ہو اور ہم بیعت الرضوان کے واقعہ کو فتح مانتے ہیں ہم چودہ 1400 سو آدمی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس موقع پر تھے صلح حدیبیہ کے موقعہ پر ایک درخت کے نیچے صحابہ کرام نے آقا ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی اسی مقام پر صلح حدیبیہ ہوئی۔ (بخاری)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صلح حدیبیہ کے واپسی سفر میں آپ ﷺ نے فرمایا گزشتہ شب میں مجھ پر ایک سورت اتری جو مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے پھر آپ نے (اِنَّا فَتَحۡنَا) کی تلاوت کی۔

(بخاری، ترمذی، نسائی، مسند احمد)

صلح حدیبیہ سے بہت برکت حاصل ہوئی، لوگوں میں امن و امان قائم ہوا، مسلمان کافروں میں بول چال شروع ہو گئی، علم و ایمان کی روشنی تیزی سے پھیلنی شروع ہو گئی، آپ ﷺ فرماتے ہیں درگزر کرنے سے عزت بڑھتی ہے اور عاجزی و انکساری کرنے سے بلندی اور عالی رتبہ حاصل ہوتا ہے۔ (حدیث)

صلح کی اہمیت وفضیلت فوائد

خانگی زندگی ہو یا معاشرتی کبھی ایسے حالات آجاتے ہیں کہ لوگوں میں جھگڑے کی نوبت آجاتی ہے، خدانخواستہ گھریلو زندگی میں اگرایسی نوبت آجائے تو اللہ رب العزت فرمارہا ہے، ثالثی مقرر کرکے صلح کرلو قرآن مجید میں ہے:

''وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ....الخ (سورۃ النساء35) اگر تمھیں میاں بیوی کے درمیان مخالفت (ان بن) کا اندیشہ ہو توتم ایک منصف مرد کے خاندان سے اور ایک منصف عورت کے خاندان سے مقرر کرلو، اگر وہ دونوں (منصف) صلح کرانے کا ارادہ رکھیں تو اللہ ان دونوں کے درمیان موافقت پیدا فرمادے گا، بے شک اللہ خوب جاننے والا اور خبردار ہے۔'' (کنزالایمان)

میاں بیوی کے درمیان اگر رنجش، بگاڑ ہو تو علمائے کرام فرماتے ہیں اور شارع علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایمان دار اور سمجھ دار شخص کو مقرر کرے جو یہ دیکھے ظلم وزیادتی کس طرف سے ہے پس ظالم کو ظلم سے روکے، سمجھائے اس سے بات نہ بنے تو مرد والوں وعورت والوں کی طرف سے ایک بہتر دین دار شخص کو منصف مقرر کردیں (شارع علیہ السلام) نے اس بات کی طرف شوق دلایا ہے کہ جہاں تک ہوسکے کوشش کریں کہ کوئی شکل نبھاہ کی نکل آئے اگر شوہر کی غلطی ہے تو عورت کو اس سے روک لے اور اس کا خرچ دلائے اور سمجھائے اور اگر عورت کی طرف سے زیادتی ہو تو عورت کو الگ کریں (مرد اس کا خرچ بند کردے) لوگ اسکو سمجھائیں اسکو مجبور کریں کہ اپنی عادت ٹھیک کرے اور شوہر کو بھی سمجھائیں کہ ہنسی خوشی رہے۔

صلح کرنے کرانے کی فضیلت

قرآن پاک میں متعدد جگہ آئی ہے رسول پاک ﷺ کی سنت بھی ہے خود آپ ﷺ کی زندگی میں ایک بار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درمیان کوئی بات ہوگئی تو آپ نے پوچھا: کیا تم عمر کو حَکَم بناؤ گی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: نہیں، کیوں کہ وہ سخت مزاج ہیں، پھر آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ تمہارے والد میرے اور تمہارے بیچ فیصلہ کریں؟ حضرت عائشہ نے کہا: ہاں، آپ ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا، جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم بات کروگی یا میں بات کروں؟ اُم المومنین نے عرض کیا: آپ ہی بات کریں لیکن صحیح صحیح بولیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ سن کر سخت غصہ ہو گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایک طمانچہ مار دیا، حضرت عائشہ بھاگیں اور آپ ﷺ کی پیٹھ کے پیچھے چھپنے لگیں، حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں نے آپ کو اس لیے نہیں بلایا تھا، پھر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے تو آپ نے حضرت عائشہ کو قریب بلایا، مگر انھوں نے آنے سے انکار کردیا، آپ مسکرائے اور فرمایا: ابھی کچھ دیر پہلے تو تم میری پیٹھ سے چمٹے جارہی تھیں، پھر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور دونوں کو ہنستے ہوئے دیکھا، تو فرمایا: آپ دونوں نے اپنے اختلاف میں ہمیں شریک کیا تھا، تو اپنی صلح میں بھی ہمیں شریک کرلیں۔ (ابوداؤد:4999)

مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں

اللہ رب العزت ارشاد فرمارہا ہے: [سورۃ الحجرات : 10] (یادرکھو) سب اہل ایمان (آپس میں) بھائی ہیں، سو تم اپنے دونوں بھائیوں میں صلح کرادیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

آج احکام اِلٰہی کی پابندی سے دوری ہی ہماری لڑائی اور جھگڑے کی وجہ ہے اور ہمارے اندر برداشت کی قوت ختم ہوتے جارہی ہے جس کی وجہ سے بے چینی، بدامنی، تشدد، ذرہ سی بات پر قتل تک کربیٹھتے ہیں او پوری زندگی برباد کرلیتے ہیں نہ خود چین سے رہتے ہیں۔ نہ دوسرے کو چین سے رہنے دیتے ہیں قتل ناحق کے بارے میں قرآن مجید میں بہت سی وعیدیں آئی ہیں، اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ ....الخ۔'' (بنی اسرآئیل 33)

قاتل کے دل میں انسانیت کا درد ختم ہو جاتا ہے اس کا دل محبت، ہم دردی، انکساری اور انسان دوستی سے خالی ہو جاتا ہے، سماج کے ذمے دار لوگوں کو حالات پر غور کرنے کی ضرورت ہے اور جو بن پڑے اپنی طاقت بھر کوشش کرنا چاہئے، جہاں لڑائی جھگڑا نظر آئے وہاں میل ملاپ صلح کرائیں اور اللہ کی بارگاہ میں پسندیدہ بندہ ہونے کا شرف حاصل کریں اللہ سے دعا ہے کہ ہم سب کو صلح کرنے کرانے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

◆◆◆

ص ۲۲ رکا بقیہ.........

زبان فیض ترجمان سے توکل کی بڑی فضیلتیں اور توکل کرنے والوں کے لیے عظیم بشارتیں سن رکھی ہیں مگر میں یہ نہیں سمجھ پا رہا ہوں کہ توکل تک میں کیسے پہنچوں گا اور میں خداوند قدوس کے متوکلین بندوں میں کیسے شامل ہوں گا، پھر اس بدوی نے جونہی توکل سے متعلق آپ سے پوچھا کہ آقا! میرے پاس اونٹ ہے اور یہ یقیناً رب دوعالم کی عطا کردہ نعمت ہے کیوں کہ اس نعمت کی بنیاد پر میرے بہت سارے کام آسان تر ہو جاتے ہیں، میں اس نعمت کے حصول کے سامنے پروردگار عالم پر یہ توکل کیسے کروں آیا اونٹ کا پیر باندھ کر یا کھلا چھوڑ کر؟ بدوی کے اس سوال پر سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا کہ اونٹ کا پیر کھول کر نہیں بلکہ باندھ کر توکل علی اللہ کا پیکر بن۔

سنن ابن ماجہ کے صفحہ ۳۰۷ ر میں مندرج حدیث کا ماحصل یہ ہے کہ وہ شخص کبھی تقلیل رزق یا عدم رزق کا شکوہ نہیں کرتا جو توکل کے دامن سے یہ شناسائی حاصل کر لیتا ہے اور اس کی حقیقت و ماہیت کو پا لیتا ہے پھر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے متوکل بندے پر رب کائنات وسیع سے وسیع تر رزق کی برسات کرتا ہے اور ایسے خوش بخت کی حالت ان پرندوں کے مساوی ہو جاتی ہے جو صبح بھوکے جاتے ہیں اور شام کو شکم سیر ہو کر اپنے گھونسلوں میں واپس ہوتے ہیں۔

◆◆◆

ص ۳۰ رکا بقیہ.........

رت کرنا، گھوگھنی اور گلگلے پر اصرار کرنا، دیگر ناچ باجا وطائفہ وغیرہ کرنے کو جو منع کرے، اسے باہڑا و باہڑا والا مذہب کہنا کیسا ہے؟"

تو آپ نے جواب دیا:

''ڈھول بجانا، عورتوں کا ناچ باجہ، یہ سب حرام ہیں، گلگلے یا گھگھنیوں میں حرج نہیں.................. جب کہ ان کے ساتھ گانا بجانا نہ ہو، رت جگا جو عام طور پر ہوتا ہے، کہ عورتیں گاتی بجاتی ہیں، یہ ناجائز ہے۔" (فتاویٰ امجدیہ، جلد 4 رصفحہ 75)

شادی بیاہ کی بعض رسموں کے بارے میں حضور صدر الشریعہ بہار شریعت میں رقم فرماتے ہیں:

" دلہا دلہن کو بٹنا (ابٹن) لگانا، مائیوں بٹھانا جائز ہے، ان میں کوئی حرج نہیں، دولہا کو مہندی لگانا ناجائز ہے.......
.........یوں ہی کنگنا باندھنا، ڈال بری کی رسم کہ کپڑے وغیرہ بھیجے جاتے ہیں، جائز.....................
دولہا کو ریشمی کپڑے پہننا حرام..................یوں ہی مغرق جوتے بھی ناجائز اور خالص پھولوں کا سہرا جائز.........
.... بلاوجہ ممنوع نہیں کہا جا سکتا۔"

(بہار شریعت، حصہ 7 رصفحہ 104)

میں سمجھتا ہوں کہ یہ چند سطور میرے مدعا کے ثبوت کے لیے کافی ہیں، کہ عرس و نیاز، چادر وگاگر، محرم کا کھچڑا، شب برأت کا حلوہ، ربیع الاوّل کا جلوس اور اس قسم کے دیگر مراسم اہل سنت کے لیے ثبوت مانگنے کی ضرورت نہیں، اس کے جواز کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس کی ممانعت شریعت میں وارد نہیں۔

◆◆◆

ص ۳۷ رکا بقیہ.........

حامد علیہ الرحمہ کا مکمل کلام تو زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکا بلکہ گردش زمانہ کی نذر ہو گیا مگر مختصر سا کلام جو محفوظ رہ سکا آپ کی شاعرانہ عظمت، ادبی ذوق، قادر الکلامی اور سب سے بڑھ کر عشق مصطفی ﷺ میں فنائیت کا ایک جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

◆◆◆

اسلامیات

از: پیر محمد اجمل رضا قادری*

ضروریات اور خواہشات میں فرق

اسلامیات

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا ہے تو اس کے ساتھ کچھ ضروریات بھی وابستہ کر دی ہیں، اس کو بھوک لگتی ہے، سردی لگتی ہے، گرمی محسوس ہوتی ہے، بھوک لگتی ہے تو روٹی کی طلب پیدا ہوتی ہے، اگر پیاس لگتی ہے تو اسے پانی کی طلب محسوس ہوتی ہے، سردی لگے تو اسے موٹے لحاف کی ضرورت ہے، گرمی میں محسوس کرتا ہے کہ مجھے ہوا کی ضرورت ہے، پنکھے کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کے ساتھ اور دیگر ضروریات وابستہ کر دی ہیں، اگر یہ بالغ ہو گیا ہے تو اسے نکاح کی ضرورت ہے، ان ساری ضروریات کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے ساتھ رکھا ہے اور پھر دینِ اسلام نے ان ضروریات کو پورا کرنے کے جائز طریقے بھی ہمیں ارشاد فرمائے ہیں، لیکن یہ یاد رکھیں کہ ضروریات اور خواہشات میں فرق ہوتا ہے، ضروریات کو پورا کرنا، ضروریات کی طلب کرنا، ضروریات کے لیے رزقِ حلال کی تلاش کرنا، اس کو عبادت کہا گیا، آپ رزقِ حلال کی طلب کے لئے جب نکلتے ہیں تو اللہ کے دوست کہلاتے ہیں، ہاتھ پھیلانے کی ذلت سے بچنے کے لیے، ماں باپ کی خدمت کے لیے، اپنے بیوی بچوں کو رزقِ حلال کھلانے کے لیے اگر آپ محنت کرتے ہیں تو آپ کا وہ سفر راہِ خدا میں شمار کیا جاتا ہے، لیکن اگر معاملہ ضروریات سے آگے بڑھ جائے اور بات خواہشات تک چلی جائے تو پھر یہ عبادت نہیں رہتی۔

ضروریات اور خواہشات کیا ہیں؟

ضرورت تو یہ ہے کہ رہنے کے لیے چھت چاہیے، گرمی سردی کے حساب سے چند لباس چاہیے، کمر سیدھی کرنے کے لیے سادہ بستر چاہئے اور جینے کے لئے حلال رزق چاہیے تو یہ ضروریات ہیں اور اگر ایک بہت بڑا بنگلہ چاہئے، کئی کئی گاڑیاں چاہئے، پہننے کے لئے بہت سارے جدید سے جدید ترڈیزائن والے کپڑے چاہیے، بات کرنے کے لئے مناسب موبائل نہیں بلکہ ہر نیا آنے والا ماڈل ہونا چاہیے، یہ خواہشات ہیں۔

ضروریات کے ساتھ تو انسان اپنا وقت گزار لیتا ہے لیکن خواہشات اسے رسوا کر دیتی ہیں، خواہشات کے پیچھے لگنے والا انسان ایسا سفر شروع کر دیتا ہے جس سے واپسی کئی دفع بڑی مشکل ہو جاتی ہے، وہ ایسی تھکاوٹ کا شکار ہو جاتا ہے جو اترنے کو تیار ہی نہیں ہوتی، آخر کیوں؟ اس لیے کہ نفس بچے کی طرح ہوتا ہے، آپ اس کی ایک خواہش پوری کرتے ہیں، یہ دوسری طلب کرتا ہے، آپ دوسری خواہش پوری کرتے ہیں، وہ تیسری طلب کرتا ہے، پھر یہ اس ضدی بچے کی طرح ہو جاتا ہے جو آپ کی بات ماننے کو تیار ہی نہیں ہوتا بلکہ اس کی ضد جائز ہو یا ناجائز ہو، وہ صرف اپنی ہی ضد منوانے پر آمادہ رہتا ہے، میرا رب فرماتا ہے:

"اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ۔ یعنی مال کی طلب نے تمہیں غافل کر دیا یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھ لیا۔"

خواہشات کی طلب میں، مال کی طلب میں اتنا آگے بڑھے کہ وقت آ گیا قبر میں جانے کا، لیکن رہے غافل کے غافل، دکان کھلی رہی، نماز جاتی رہی، مال بکتا رہا اور تلاوت کے لیے وقت نہ مل سکا، انسان اپنے روزمرہ کے معاملات کو اور دوستوں کو تو وقت دیتا رہا، خواہشات تو پوری کرتا رہا، لیکن جو بحیثیت انسان ہماری ذمہ داریاں ہیں، وہ پیچھے رہ گئیں، یاد رہے خواہشات کا پیالہ کبھی پُر نہیں ہوتا، نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا:

* مضمون نگار تحریک اصلاح معاشرہ کے بانی ہیں۔

’’دو بھوکے بھیڑئیے بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں، تو وہ اتنا زیادہ نقصان نہیں کرتے، جتنا نقصان عزت اور مال کی طلب انسان کے دین میں کرتی ہے۔‘‘

مجھے پہچان لو! مجھے جان لو! میری عزت کرو! میں فلاں صاحب ہوں! یہ چیز دین کو بگاڑ کے رکھ دیتی ہے، چاہے جانے کی خواہش، عزت کی خواہش! اور مال کی طلب، پھر جب یہ خواہشات بڑھتی ہیں تو جائز، ناجائز، سارا کچھ ہی انسان اکٹھا کر کے لے آتا ہے، اس لئے اپنی خواہشات کو اگر کنٹرول میں رکھا جائے اور زندگی کو ضروریات کے ساتھ وابستہ کیا جائے، خواہشات کے ساتھ نہیں تو پھر کئی دفع ایسا ہوتا ہے کہ کچھ لوگ چالیس سال نہیں، دس سال بھی پردیس میں لگا کر آئیں تو گزارا چل جاتا ہے، اگر ہم اپنی خواہشات کو کنٹرول کر لیں اور ضروریات سے وابستہ ہو جائیں تو ہوسکتا ہے ہمارے والد کو اوور ٹائم نہ لگانا پڑے، ہو سکتا ہے ہمارا بھائی پردیس میں نہ رہے، واپس آ جائے، خواہشات کا گھوڑا بے لگام ہے، بھرتا ہی نہیں۔

ایک بادشاہ کے بارے میں صوفیا نے لکھا ہے کہ اس کا یہ دعویٰ تھا کہ میں سب سے طاقتور آدمی ہوں، اس کا گھمنڈ توڑنے کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک بندوبست کیا، وہ گزر رہا تھا تو بہت سارے لوگوں سے کہہ رہا تھا، اپنی کوئی خواہش بتاؤ، میں پوری کردوں، ایک فقیر، فاقہ مست، درویش! ؎

غبار آلود سمجھ کر حقارت سے نہ دیکھ ان کو
انہیں کی ٹھوکروں سے سلطنت بنتی اور بگڑتی ہے

ایک درویش بھی بیٹھے تھے، مٹی کا پیالہ لیے، بادشاہ نے کہا: بابا! کوئی خواہش؟ فرمانے لگے، میں نے اپنی خواہشات اپنے رب سے وابستہ کرلی ہیں، شام کو کچھ مل جاتا ہے، اس پیالے میں ڈالتا ہوں اور کھا لیتا ہوں، اللہ تعالیٰ مجھے عافیت عطا کرتا ہے، اس نے کہا: نہیں! میں آپ کی خواہش پوری کروں گا اور بڑے گھمنڈ میں کہا، تو درویش نے پیالہ آگے کیا اور فرمایا: لو کردو! اس کے جیب میں جتنی اشرفیاں تھیں، بادشاہ نے ساری نکال کے پیالے کے اندر پھینکیں، پیالے میں جب وہ اشرفیاں گر رہی تھیں تو ان کے گرنے کی آواز آرہی تھی، آواز تو آئی لیکن اس درویش نے دوبارہ پیالہ آگے کیا تو پیالہ بالکل خالی تھا، کہا: بادشاہ! کچھ ڈال تو صحیح یار! اس نے اپنے غلاموں سے کہا: لاؤ اشرفیاں! وہ بھی سارے اشرفیوں کی تھیلیاں لائے، بادشاہ مٹھیاں بھر بھر کے ڈالتا، مٹی کے پیالے سے اشرفیوں کے لگنے کی آواز تو آتی، پر وہ جاتی کہاں، کچھ سمجھ نہ آتا۔

اب جو کچھ ان لوگوں کے پاس جو تھا، وہ سب خالی ہو گیا، بادشاہ اپنے غرور میں مست تھا، اس نے خزانے سے اشرفیوں کے بوریاں منگالیں، مٹھیاں بھر بھر کے ڈالتا رہا، لیکن وہ پتہ نہیں کہاں جاتیں، جب بادشاہ تھکنے لگا، چہرے پر شرمندگی کے آثار ظاہر ہونے لگے، پشیمان ہونے لگا، دو قدم پیچھے ہٹنے لگا، تو درویش نے ہاتھ تھاما، کہا: میں نے تجھے کہا تھا، تو یہ دعویٰ نہ کر! تو یہ دعویٰ نہ کر! مجھے میرے رب تعالیٰ کے ساتھ وابستہ رہنے دے، تو بادشاہ کہنے لگا: بابا! تو نے تو آج مجھے عجیب پریشانی میں ڈال دیا، یہ پیالہ ہے کون سا جو بھر ہی نہیں رہا؟ تو درویش کہنے لگا، یہ انسانی خواہشات کا پیالہ ہے، یہ نہیں بھرا کرتا، نہ کسی بادشاہ کے خزانوں سے بھرتا ہے، نہ کسی ہیرے جواہرات سے بھرتا ہے، چونکہ ایک خواہش کے بعد دوسری خواہش جنم لیتی ہے، ایک آرزو کے بعد دوسری آرزو۔

آج سے ہمارے کپڑے پرانے کب ہوتے ہیں، ان کا ڈیزائن ہی تو بدل جاتا ہے، آج ہمارے گھروں کے اندر، خرچہ مکان بنانے کا نہیں، وہ خرچہ تو تیاری کا ہے، لے کے تو بیٹھ گیا، ہمیں وہ ٹیپ ٹاپ، جس نے ہمارے اپنے ہم سے جدا رکھے، لیکن ہماری خواہشات مکمل نہ ہوسکیں، حضرت سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرمایا کرتے تھے:

" خواہش ایک گھڑی کی ہوتی ہے، لیکن بڑے لمبے غم میں مبتلا کر دیتی ہے۔"

ایک منٹ کے لیے تو نے خواہش کی تھی، لیکن کتنے غم وہ لے آئی اور اگر تو اس کو کنٹرول کرتا، اس خواہش کو اللہ کی رضا کے لیے چھوڑ دیتا تو آہستہ آہستہ تیرے لیے وقت گزارنا آسان ہو جاتا،

مسند امام احمد بن حنبل میں، میرے رسولِ کریم، سید عالم ﷺ کا فرمان موجود ہے، حضور ﷺ فرماتے ہیں: اس خواہش سے اللہ کی پناہ مانگو جو تمہیں عیب میں ڈال دے۔

اپنی خواہشوں سے پناہ مانگیں! حضور ﷺ فرما رہے ہیں، ایسی خواہش سے اللہ کی پناہ مانگنا جو ایک خواہش کرو تو پھر دوسری خواہش میں ڈال دے اور حضور ﷺ فرمانے لگے: بے فائدہ خواہشات سے بھی اللہ کی پناہ مانگنا، جو خواہشیں تو ہیں پر تمہارا نفع کوئی نہیں کرتیں، نقصان ہی کرتی ہیں، تین چیزوں سے پناہ مانگو، اس خواہش سے جو عیب میں ڈال دے اور اس خواہش سے جو نئی خواہش میں ڈال دے اور اس خواہش سے جو کسی فائدے کے بغیر ہی خواہش ہے۔

خواہشات پہ ایک قدم رکھیں

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسی نے کہا تھا، رب کریم تک جانا ہے، سفر کتنا مشکل ہے؟ فرمایا: دو قدم کا ہے، ایک قدم اپنے نفس کی خواہشات پہ رکھ لو، اگلا قدم اللہ کے قرب تک پہنچ جائے گا، لیکن اگر تم چاہو کہ میرا دین جو ہے وہ رب چاہا نہ ہو، من چاہا ہو تو بہت مشکل ہے، حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بادشاہ تھے، اپنی بیوی سے کہنے لگے کہ اب ہم حکمران بن گئے ہیں، بتاؤ زیورات کے ساتھ زندہ رہنا چاہتی ہو کہ عمر بن عبد العزیز کے ساتھ؟ کہا، حضور! کیا معنی؟ فرمایا: اگر تم زیورات میں الجھ جاؤ گی تو نئی سے نئی خواہش کرو گی، پھر میں بھی حلال حرام کی تمیز سے خدانخواستہ معاذ اللہ کہیں دائیں بائیں نہ ہو جاؤں، یہ سب کچھ دے دو اللہ کے رستے میں خیرات کرتے ہیں، دے دیا سارا کچھ، بادشاہِ وقت کے بچوں نے پھٹے کپڑے پہنے، آخری وقت آیا تو بچوں کے ماموں نے آ کے حضرت عمر بن عبد العزیز سے کہا، آپ تو جا رہے ہیں، لیکن آپ کے بچوں کے منہ میں کھانے کو کوئی نوالہ تک نہیں، ان پہ تو غربت ہے اور بادشاہ دنیا سے جا رہا ہے اور بچوں کا یہ حال ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بچوں کو بھی بلا لیا، فرمانے لگے، بچوں! میں نے اپنی خواہشات کو بھی کنٹرول میں رکھنے کی کوشش کی ہے اور تمہاری بھی، میں نے تمہیں رزقِ حلال کھلایا ہے، بس میں نے تمہاری ضروریات پوری کی ہیں، خواہشات پوری نہیں اور میں نے تمہیں تمہارا رزق کھلایا ہے، لوگوں کا چھین کے نہیں، وہ اس لیے کہ میرے پاس دو راستے تھے، یا تو میں بہادر ہوتا، دوزخ سے نہ ڈرتا تو حلال و حرام جمع کرتا، لیکن میں بزدل نکلا، جہنم سے ڈر گیا، لہٰذا میں نے خواہشات کو کنٹرول کر لیا اور ایسا کوئی کام نہیں کیا جو میرے اور تمہارے لیے دوزخ کا سامان بنے، تو بچے اٹھ کے قریب گئے۔

شیخ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑ کے چوما، کہا: ابا حضور! ہم پرانے حکمرانوں کے بچوں کو بھی جانتے ہیں، جب وہ گزرتے ہیں تو لوگوں کی ترچھی نظریں ان پر تنقید کے تیر برساتی ہیں اور آپ کی اولاد جب گلیوں سے گزرتی ہے تو لوگ جب آپ کو دعائیں دیتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ ہم بڑے عظیم باپ کے بیٹے ہیں، ہمیں یہ غربت گوارا ہے، ہمیں اپنی ضروریات کے ساتھ زندہ رہنا، ہم نے بلند و بالا بنگلے تو نہیں بنائے، لیکن ہم نے دعائیں بڑی جمع کی ہیں، آپ نے ہمارے لیے ایک بڑا ذخیرۂ آخرت اکٹھا کیا ہے۔

آخر میں میں اپنے بھائیوں سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ ضروریات کے ساتھ ضرور وابستہ رہیں، سارے حقوق ادا کریں، لیکن خواہشات کے پیچھے چلو گے تو یہ تھکا دیں گی، یہ ایسا گھنا جنگل ہے کہ جس میں باہر نکلنے کا کوئی رستہ میسر نہیں آئے گا، سڑک نہیں ملے گی، ہوسکتا ہے کسی کونے میں سفر کرنے والے ہلاک ہو جائیں، لیکن خواہشات پوری نہ ہوں گی، عرش کا مالک ہماری مدد کرے اور ہمیں قناعت و توکل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

◆◆◆

ص ۱۰۲ رکا بقیہ..........................

کرایا، مولانا بڑے ہی مخلص، ملنسار اور ہر ایک کی خیر خواہی کا جذبہ رکھتے تھے، رات ۱۲ ربجے صلاۃ و سلام پر محفل کا اختتام ہوا۔

رپورٹ: مولانا غلام محی الدین

مدرسہ قادریہ پانسکوڑہ، مدناپور، مغربی بنگال

(از: مولانا سید اولاد رسول قدسی*

توکل علی اللہ اور اس کی فضیلت

اگر دور حاضر کا ماضی سے تقابل کیا جائے تو یہ بات ناقابل انکار ہوگی کہ ماضی کے اعتبار سے بلاشبہ آج مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہونے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے پاس دولت و ثروت کی بھی خوب فراوانی ہے، مگر اس کے باوجود مسلمان خواہ صاحب ثروت ہو یا متوسط یا کہ غریب ہمیشہ اس کی زباں پر تقلیل رزق اور عدم برکت کا شکوہ پایا جاتا ہے اگر اس کی وجوہات پر غور وخوض کیا جائے تو اس کی بنیادی وجہ جو سمجھ میں آتی ہے وہ ہے عدم توکل وقناعت۔

حالانکہ رب قدیر نے قرآن مقدس میں متعدد مقامات پر توکل کی تلقین فرمائی ہے اور متوکلین کے لئے بشارتیں بھی بیان فرمائی ہیں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"من یتوکل علی اللہ فھو حسبہ۔ یعنی جو اللہ تبارک و تعالیٰ پر توکل کرے تو وہ اس کے لئے کافی ہے۔"

سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اپنی احادیث میں بڑے ہی شرح و بسط کے ساتھ اپنی امتوں کو رب قدیر کی بارگاہ میں متوکل رہنے کی ہدایت فرمائی ہے جیسا کہ ابن ماجہ کی حدیث میں مذکورہ آیت قرآنیہ کی ترجمانی کرتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا:

"من توکل علی اللہ کفاہ۔ یعنی جو شخص اللہ پر توکل کرے (اپنے تمام امور کی سپردگی اللہ کی طرف کردے) تو وہ اس کے لئے کافی ہے۔"

اسی طرح ابوداؤد شریف کے اندر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث یوں مندرج ہے کہ آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"الزھادۃ فی الدنیا لیست بتحریم الحلال وباضاعۃ المال ولکن الزھادۃ فی الدنیا ان لاتکون بما فی یدك اوثق بما فی ید اللہ۔ یعنی حلال کو اپنے اوپر حرام کر لینے اور مال کو ضائع کر دینے کا نام ترک دنیا نہیں بلکہ دنیا سے بے رغبتی یہ ہے کہ جو کچھ دولت تیرے ہاتھوں میں ہے اس پر بھروسہ کرنے کے بجائے اس پر بھروسہ کر جو اللہ کے دست قدرت میں ہے۔"

اس ضمن میں وہ حدیث جو صحیح البخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، انتہائی روح پرور اور سبق آموز ہے، سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنی تمام امتوں کو مکۃ المکرمہ میں ایام حج کے موقع پر اس حال میں مجتمع دیکھا کہ وہ بلندی و پستی کو اپنے حصار میں لی ہوئی ہیں، مجھے اپنی امت کی کثرت تعداد پر بے حد خوشی فراہم ہوئی، ایسے زرّیں موقع پر مجھے یہ مژدۂ جانفزا دیا گیا کہ ان امتوں میں ستر ہزار افراد ایسے ہوں گے جو کل بروز قیامت بلا حساب و کتاب جنت میں بھیجے جائیں گے، جب حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی تو صحابۂ کرام نے آپ کی بارگاہ میں عرض کی: یارسول اللہ! ایسے خوش نصیب لوگ کون ہیں؟ آپ نے جواباً فرمایا: یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنے جسموں کو نہیں داغتے، فالیں نہیں لیتے، چوری چھپے اوروں کی باتیں نہیں سنتے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔

اس سے بڑھ کر توکل علی اللہ کی فضیلت اور کیا ہوگی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ پر توکل کرنے والا بے حساب و کتاب جنت میں داخل ہوگا، حیف صد حیف! آج مسلمانوں نے توکل کا دامن بالکلیہ چھوڑ رکھا ہے اور لبوں پر ہمیشہ حرف شکوہ جاری رہتا ہے۔

مسلم شریف کے اندر انتہائی عبرت آموز حدیث حضرت صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ موجود ہے، ایک مرتبہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے ارشاد فرمایا:

اسلامیات

''عجبا لامر المؤمن ان امره کله له خير وليس ذلك لاحد الا لمؤمن ان اصابته سرا شکر فکان خيراً له وان اصابته ضراء صبر فکان خيرا له۔ یعنی بندۂ مومن کا معاملہ عجیب ہے کہ اس کے ہر کام میں خیرو عافیت پائی جاتی ہے اور یہ خاصہ ضرور مومن کا ہے، اس کے علاوہ کسی اور کو یہ شرف حاصل نہیں، وہ ایسے کہ اگر اسے مسرت وفراخی میسر آئے تو وہ خداوند قدوس کا شکر ادا کرے تو اس میں اس کے لیے بہتری ہے اور اگر کبھی اس کے بر عکس مصائب وآلام میں گھر جائے تو وہ اس پر صبر کرے تو اس میں بھی اس کے لیے بہتری ہے۔''

آج المیہ یہ ہے کہ جب ہمیں خوشیاں میسر آتی ہیں تو ہم عیش وتنعم کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر خداوند قدوس کو فراموش کر بیٹھتے ہیں اور توکل کا دامن چھوڑ دیتے ہیں اور اگر ہم پر دردوغم حملہ آور ہوتے ہیں تو ہم بجائے صبر وشکیب کے نالہ وشیون کرتے ہوئے معاذ اللہ رب اکرم کے حضور شاکی ہو جاتے ہیں، دراصل ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ ہم مخلوقات پر بھروسہ کرتے ہیں نہ کہ مالک حقیقی پر! رب قدیر نے سورۂ فرقان میں کتنی پیاری بات ارشاد فرمائی: ''توکل علی الله الذی لا یموت۔ یعنی اس اللہ پر توکل کر کہ جسے موت نہیں آئے گی۔''

اگر بندۂ مومن مذکورہ آیت پر عمل پیرا ہو جائے تو عجب نہیں کہ وہ توکل علی اللہ سے منھ موڑ کر کسی اور کی پناہ تلاش کرے، توکل علی اللہ کی اگر اعلیٰ ترین مثال دیکھنا ہو تو خلیل اللہ ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کو یاد کریں جب آپ کو منجنیق کے ذریعہ بھڑکتے ہوئے شعلوں کی نذر کیا جا رہا تھا تو ایسے ہولناک موقع پر خود حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے آپ کی بارگاہ میں عرض کی تھی کہ اے اللہ کے خلیل! آپ چاہیں تو میں آپ کی مدد کروں اور رب کی بارگاہ میں آپ کی حاجت پیش کروں تاکہ رب قدیر آپ کو اس کھولتی ہوئی آگ سے محفوظ فرما دے، تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ جبرئیل! میرا رب وہ ہے جو دل کے بھیدوں کو بھی جانتا ہے، مجھے چنداں عرض کرنے کی ضرورت نہیں، اس کی ذات میرے لیے کافی ہے، مجھے کسی اور کی مدد کی قطعی حاجت نہیں۔

اللہ کے خلیل علیہ السلام کی شان توکل کا حسین ثمرہ تھا کہ آتش نمرود آپ کے لیے گلزار بن گئی، نمرود حیرت زدہ اور مبہوت ہو کر رہ گیا اور اس کی تمنائے ظلم وستم آہیں بھرتی رہ گئی، اسی واقعہ کی منظر کشی کرتے ہوئے ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا: ؎

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل تھی محو تماشائے لب بام ابھی

آج جو گھروں سے برکتیں روٹھ چکی ہیں، اس کی وجہ بھی عدم توکل ہے، مسلمان تقلیل رزق کا شکوہ کرتا ہے اور یہ کہتا پھرتا ہے کہ یار! میں جتنا بھی کماتا ہوں، وہ میرے لیے کافی نہیں ہوتا، مہینے کے اختتام سے پہلے ساری تنخواہ ختم ہو جاتی ہے، ایسے لوگوں کے لیے مندرجہ ذیل حدیث بے حد معین ومددگار ثابت ہوگی۔

ترمذی شریف میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث یوں مرقوم ہے، آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''لوانّکم تتوکلون علی الله حق توکله لرزقکم کما یرزق الطیر تغدو خماصا وتروح بطانا۔ یعنی اگر تم خلاق کائنات پر توکل کرلو جیسا کہ توکل کا حق ہے تو وہ تمہیں اس طرح رزق عطا کرے گا جس طرح پرندوں کو وہ رزق فراہم کرتا ہے، وہ صبح سویرے بھوکے پرواز کرتے ہیں اور شام کو شکم سیر ہو کر واپس لوٹتے ہیں۔''

انسان کا عمل جہاں عدم توکل، تقلیل رزق اور عدم برکت کا باعث ہوتا ہے، وہیں عدم قناعت کی بنیاد پر وہ مصائب وآلام کے حصار میں آجاتا ہے، نتیجۃً وہ نہ صرف یہ کہ صبر کا دامن چھوڑ بیٹھتا ہے بلکہ ردائے شکر سے بھی عاری ہو جاتا ہے، حالانکہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان اوصاف یعنی صبر وشکر کو ایمان کی علامت قرار دیا ہے اور ایسے اوصاف سے متصف کو مومن گردانا ہے، جیسا کہ طبرانی کی حدیث ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کی ایک جماعت سے

استفسار فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ تم کون ہو؟ تمہاری شناخت کیا ہے؟ صحابۂ کرام نے عرض کی یارسول اللہ! ہم مومن ہیں، آپ نے پھر فرمایا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ ایمان کی علامت کیا ہے؟ صحابۂ کرام بصد ادب واحترام عرض گزار ہوئے کہ ہم مصائب وآلام کے سنگین وقت میں بھی صبر کا دامن نہیں چھوڑتے اور فراخی کے لمحات میں خداوند قدوس کا شکر بجالاتے ہیں اور رب قدیر کی رضا پر ہم پیکر رضا رہتے ہیں، صحابۂ کرام کا جواب سن کر آپ نے قسمیہ فرمایا کہ رب کعبہ کی قسم تم مومن ہو۔

قناعت کی فضیلت سے متعلق حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی مایۂ ناز تصنیف لطیف ''احیاء العلوم'' میں ایک انتہائی درس خیز حدیث قلم بند فرمائی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کل بروز حشر میری امت کی ایک جماعت ایسی ہوگی کہ خداوند کونین جسے پَر عطا فرمائے گا اور وہ اپنے پروں سے پرواز کرتے ہوئے اپنی قبروں سے باہر آئیں گے اور اڑتے ہوئے جنت الفردوس میں داخل ہو جائیں گے، رب کائنات کا ان پر ایسا خصوصی فضل ہوگا کہ وہ جنت کی لازوال نعمتوں سے متمتع ہوں گے اور وہ اپنی خواہشات کے پیش نظر جہاں چاہیں گے آرام پذیر ہو جائیں گے، ایسے خوش نصیب حضرات سے فرشتے سوال کریں گے کہ یہ بتاؤ کہ تم لوگ کون ہو؟ نہ تم نے پل صراط دیکھا، نہ حساب وکتاب سے دوچار ہوئے اور نہ جہنم کا مشاہدہ کیا پھر کون سے عمل کی بنیاد پر تمہیں یہ اعزاز ملا؟

حدیث پاک میں یہاں تک درج ہے کہ فرشتے انہیں خداوند قدوس کی قسم دے کر پوچھیں گے کہ للہ بتاؤ: دنیا میں تم نے کون سا ایسا قابل قدر عمل کیا تھا کہ جس کے عوض تمہیں یہ مرتبہ ملا؟ اب ان کا جواب ملاحظہ کریں اور اپنے ایمان وعمل کے شبستان کو معطر بنائیں، وہ جواباً یوں کہیں گے: اے اللہ تبارک وتعالیٰ کے نوری فرشتو! ہم نے ایسی دو عادتیں اختیار کی تھیں جو رب کائنات کو اس قدر پسند آئیں کہ اس نے ہم پر بے پایاں کرم فرمایا، ایک تو یہ ہے کہ علی الاعلان گناہ کا ارتکاب تو بہت دور کی بات ہے، ہم نے کبھی خلوت میں بھی گناہ کا ارادہ نہیں کیا، وہ اس لیے کہ ہم جانتے تھے کہ ہمیں کوئی نہیں دیکھ رہا ہے مگر ہمارا خدا سمیع وبصیر تو دیکھ رہا ہے، یہ سوچ کر ہمیں بے حد شرم وندامت دامن گیر ہوتی اور ہم خود کو محض ارتکاب ہی نہیں بلکہ ارادۂ گناہ سے بھی دور ونفور رکھتے اور دوسری عادت یہ تھی کہ ہم نے کبھی خلاق کائنات کی بارگاہ میں تقلیل رزق کا شکوہ نہیں کیا بلکہ اس کی عطا کردہ تھوڑے سے رزق پر بھی ہمیشہ قناعت سے کام لیتے رہے، یہ جواب سن کر فرشتے فرمائیں گے: یقیناً تمہاری ان قابل صد تحسین عادتوں کا یہی بدلہ ہے، تم بلاشبہ رب قدیر کی انہیں عنایتوں کے مستحق ہو۔

اسی طرح کنز العمال میں یہ وارد ہے کہ ایک مرتبہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے کہا کہ: آپ خداوند قدوس سے یہ دریافت فرمائیں کہ ہم کون سا ایسا عمل کریں کہ جس سے ہم اس کی رضا حاصل کرسکیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر جا کر رب لم یزل سے عرض گزار ہوئے: یا الٰہ العالمین! تو سمیع وبصیر ہے تو نے میری قوم کی بات سن لی ہے جواب عنایت فرما: رب قدیر نے اپنے کلیم سے فرمایا کہ اے میرے کلیم! جاؤ اپنی امت سے کہہ دو کہ میری عطا کردہ رزق پر راضی بہ رضا رہیں، خواہ کمی ہو یا بیشی، تو میں بھی انہیں اپنی رضا کا تمغہ عطا کردوں گا۔

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی کتاب مستطاب کا ''مکاشفۃ القلوب'' میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام سے بطریق وحی ارشاد فرمایا: اے داؤد! کیا میرے بندوں میں ایسا بھی کوئی خوش بخت بندہ ہے جو مخلوق پر انحصار کئے بغیر اپنے خالق حقیقی کا دامن رحمت تھام لے، اگر میرا کوئی بندہ ایسا کرے تو میں اس کی مشکلات کو کالعدم کردوں گا اور جب اس پر گردش ایام حملہ آور ہوں تو ایسے وقت میں میرا فیض وکرم اس کے سر پر سائباں بن جائے گا اور وہ مصائب وآلام سے یکسر نجات حاصل کرلے گا۔

لہٰذا بندے کو چاہئے کہ راضی بہ رضائے مولا رہے اور صبر کا دامن کبھی نہ چھوڑے، یاد رہے کہ جو مصائب وآلام ہم پر آتے

اسلامیات

ہیں یا تو وہ ہمارے گناہوں کی سزا ہوتے ہیں یا پھر خداوند قدوس کی جانب سے آزمائشیں! اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آزمائش میں مبتلا ہونا سعادت مندی کا پیش خیمہ اور حصول رضائے الٰہی کا ذریعہ ہوتا ہے، چنانچہ مسند احمد بن حنبل کی حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کو آزمائش میں ڈالتا ہے جس سے وہ راضی ہوتا ہے اور اگر بندہ ایسے جانکاہ وقت میں صابر رہتا ہے تو اسے پروردگار عالم اپنے خاص بندوں میں شامل فرمالیتا ہے۔

حقیقت توکل سے متعلق ایک اور انتہائی سبق آموز واقعہ نذر قارئین کیا جارہا ہے، حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک بار حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اثنائے ملاقات ایک سبق آموز متصوفانہ سوال کیا کہ حضور والا! یہ بتائیے کہ آپ کی اس رفعت شان اور بلندیٔ درجات کی وجہیں کیا ہیں؟ حضرت شفیق بلخی نے جواباً اپنے اسفار زندگی کا ایک واقعہ یوں بیان فرمایا کہ میں کسی بیابان سے گزر رہا تھا، معاً میں نے ایک ایسا بے بس و بے کس بے بازو کا پرندہ دیکھا جس کی کس مپرسی کی حالت نے میرے دل کی کیفیات کو متغیر کر دیا، فوراً میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسا بے بس پرندہ جس کے نہ بازو ہیں اور نہ اڑنے کی صلاحیت باقی ہے پھر اسے رزق کیسے اور کہاں سے ملتا ہوگا، اس سے پہلے کہ میری سوچوں کا تعلق ٹوٹتا، میں نے کیا دیکھا کہ ناگہاں ایک دوسرا پرندہ بڑی تیزی کے ساتھ اپنی چونچ میں ایک ٹڈی لے کر آیا اور بے بازو پرندے کے منھ میں ڈال دی، یہ دیکھ کر میرا یقین مستحکم سے مستحکم تر ہو گیا اور میری بصیرت منور و مجلی ہوگئی کہ بلاشبہ رب قدیر پوری کائنات کا خالق بھی ہے اور رازق بھی، میرے دل میں معاً یہ بات پیدا ہوئی کہ اس بے بازو والے بے بس پرندے کو بیٹھے بٹھائے روزی مل سکتی ہے تو پھر مجھے کیوں نہیں؟ نتیجتاً میں نے سارے کاروبار چھوڑ دئے اور خود کو رب کائنات کی عبادت میں ہمہ وقت منہمک کر دیا۔

یہ واقعہ سننے کے بعد حضرت ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمہ کا توکل حقیقی سے مملو روح پرور جواب سنیے، فرمایا: جناب والا! اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ نے صحت مند و توانا پرندہ بننے کے بجائے لاچار و بے بس پرندہ بننا پسند کیا؟

آپ کا یہ جواب محض چند الفاظ پر مشتمل نہیں بلکہ یہ اپنے اندر مفاہیم و مطالب کا ایک بحر ناپیدا کنار لیے ہوئے ہے، یہی وجہ ہے کہ صوفیائے کرام نے بڑی وضاحت کے ساتھ فرمایا کہ انسان حصول رزق کے لیے کوشاں ہو اور اس کے اسباب کی فراہمی میں کوئی کسر باقی نہ رکھے پھر جب اسباب مہیا ہو جائیں تو اب اسباب کے بجائے اپنے خالق و رازق خدا کی کرم نوازی پر مکمل توکل رکھے کیوں کہ جو بھی رزق ملتا ہے یقیناً اسی خدائے وحدہ لاشریک کی بارگاہ سے ہی ملتا ہے، اسی طرح ایک بڑا ہی عبرت خیز واقعہ حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ نے مکاشفۃ القلوب میں قلمبند فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ جناب ہرم بن حبان نے خیر التابعین حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ حضور! میں اپنے وطن سے ہجرت کا متمنی ہوں، آپ کس طرف جانے کا مجھے مشورہ دیں گے، آپ نے فرمایا کہ تمہارے لیے ملک شام کا سفر بہتر ہے، اس پر جناب ہرم بن حبان نے فرمایا کہ وہ ایک اجنبی خطہ ہوگا، وہاں میرے گزر بسر کے انتظامات کیسے ہوں گے؟ حضرت اویس قرنی نے جلال آمیز لہجے میں فرمایا کہ ہلاک ہو جائیں وہ دل جن میں توکل علی اللہ کا فقدان ہے۔

یہاں ایک بہت ہی اہم امر کی وضاحت ناگزیر ہے، وہ یہ کہ عموماً لوگ توکل کے مفہوم کو سمجھنے میں سخت غلطی کرتے ہیں، ان کی سمجھ میں توکل کا معنی ہے اسباب و وسائل سے صرف نظر کرنا، قطعی طور پر توکل کا یہ معنی نہیں اور اگر ایسا کر لیا جائے تو پھر اسے توکل نہیں کہا جائے گا کیوں کہ توکل کے لیے یہ جزء لاینفک ہے کہ وہ اسباب کے پہلو بہ پہلو ہو، یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لی جائے کہ اسباب کے بغیر توکل کبھی متصور رہا اور نہ ہو سکتا ہے، ہمارے اس دعوے کی پشت پناہی کنز العمال کی تیسری جلد، صفحہ ۱۰۳ رکی حدیث اس طرح کرتی ہے کہ ایک مرتبہ ایک بدوی یعنی دیہاتی نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سوال کیا کہ یارسول اللہ! میں نے آپ کی بقیہ ص ۱۵ ر پر

تصنیف: امام فقیہ ابواللیث نصر ابن محمد سمرقندی
ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

دوسری قسط

گزشتہ سے پیوستہ

خلاصۂ مضمون از مصنف علیہ الرحمہ:

تو (معلوم ہوا کہ) اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے صاف بیان فرمادیا کہ جس نے غیر رضائے الٰہی کے لئے عمل کیا اس کو آخرت میں اس عمل پر کوئی ثواب نہیں ملے گا (بلکہ وہ الٹا گنہگار ہوگا) اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیئے عمل کیا جیسا کرنا چاہئے اس کا عمل مقبول ہوگا اور جب اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے نہیں بلکہ کسی اور غرض سے نیک عمل کرے گا تو اس کے لئے کوئی حصہ نہیں یعنی کچھ فائدہ نہیں ہے بجز خواہ مخواہ کی محنت مشقت اور تھکان کے۔ اور جیسا کہ حدیثوں میں بھی آیا ہے۔ (چنانچہ اس مضمون کی ایک حدیث یہ ہے ملاحظہ ہو: (

حدیث شریف

مصنف علیہ الرحمہ اپنے شیخ محمد ابن فضل کی پوری سند و تحدیث نقل کر کے بطریق عمر و حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''رُبَّ صَائِمٍ لَيسَ لَهٗ حَظٌّ مِنۡ صَوۡمِهٖ اِلا الجُوۡع و العَطَش،وَرَبُّ قَائِمٍ لَيسَ لهٗ حَظٌّ مِنۡ قِيَامِهٖ الا السَّهۡرُ وَالنَّصَبُ۔ بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ انہیں اپنے روزے سے بھوک پیاس کے سوا اور کچھ حاصل نہیں اور بہت سے قائم اللیل ایسے ہیں کہ انہیں اپنے قیام سے بیداری اور تھکاوٹ کے سوا کچھ حاصل وصول نہیں۔''

وضاحت از مصنف

مراد یہ ہے کہ جب روزہ و نماز اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے نہ ہوا تو بندہ کے لئے اس پر کوئی ثواب مرتب نہ ہوگا اور جیسا کہ بعض دانشور بزرگوں سے بھی منقول ہے، فرمایا:

حکیمانہ تمثیل

اس کی مثال جو ثواب کا کام دکھاوے، سُناوے کے لئے کرے اس آدمی کی سی ہے جو بازار گیا اور (پیسہ پاس نہیں) اس نے اپنے خالی بٹوئے (پرس) میں کنکریاں بھر رکھی ہوں کہ دیکھ کر لوگ کہیں ''اس کا بٹوا کتنا پُر ہے؟'' حالانکہ اس کہنے سے لوگوں کی جھوٹی تعریف کے سوا اس کو اور کوئی منفعت نہیں، اگر کوئی چیز (بازار سے) اپنے لئے خریدنا چاہے تو نہیں خرید سکتا، اسی طرح وہ ہے جس نے ریا کاری کے لئے، شہرت و ناموری کے لئے عمل کیا اسے اپنے عمل سے کوئی فائدہ نہیں بجز لوگوں کی جھوٹی تعریف کے، آخرت میں اس کے لئے کچھ ثواب نہیں ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''وَقَدِمۡنَا اِلٰى مَا عَمِلُوا مِنۡ عَمَلٍ فَجَعَلۡنَاهُ هَبَاءً مَّنۡثُوۡرًا۔ یعنی جو اعمال بندوں نے اللہ کی خوشنودی کے لئے نہیں بلکہ اور اغراض سے کئے ان کا ثواب ہم نے باطل کر دیا اور انہیں ایسا (بے وقعت) کر دیا جیسے سورج کی کرنوں میں دکھائی دینے والے گرد و غبار کے باریک باریک، اڑتے ہوئے ذرے۔'' (سورۂ فرقان: ۲۳)

جسے عذاب کا ڈر یا ثواب کی امید ہو وہ شرک اصغر سے بھی بچے

حدیث شریف

امام وکیع، بطریق امام سفیان ثوری، حضرت امام مجاہد سے راوی ہیں فرمایا ایک آدمی حضور نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی خدمت اقدس میں آیا، عرض کیا یا رسول اللہ! میں کوئی چیز خیرات کرتا ہوں جس سے مقصود اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہوتی ہے، ساتھ ہی میں اس بات کو بھی دوست رکھتا کہ میرے لئے کلمۂ خیر

ترغیبات

بولا جائے (یعنی لوگ میری تعریف کریں تو میرا یہ طرز عمل شرعاً کیسا ہے؟) تو (حضور نے ازخود جواب مرحمت نہیں فرمایا بلکہ اسی وقت) یہ آیت کریمہ نازل ہوگئی، فرمایا:

آیت کریمہ

''فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحاً وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَداً۔ تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہئے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔'' [سورۃ الکہف۔اخیر آیت]

توضیح

(مصنف علیہ الرحمۃ نے کہا) مراد یہ ہے کہ جس کو روز جزاء، اللہ تعالیٰ کے حضور پیشی کا ڈر لاحق ہو یا بقول بعض مفسرین جسے اللہ سے ثواب عمل کی امید ہو تو اسے چاہئے کہ نیک عمل، خالصاً لوجہ اللہ کرے اور اسکی عبادت میں کسی کو ساجھی نہ بنائے۔

سات باتوں کا اِدّعاء، سات کاموں کے بغیر بے سود

حکمت

حکما میں سے ایک حکیم کا قول ہے کہ جس نے سات عمل کئے سات کاموں کے بغیر، اسے اپنے عمل کا کوئی نفع نہیں ملے گا:

① ''ڈرتا ہے اور پرہیز نہیں کرتا'' مراد یہ ہے کہ ظاہر کرتا ہے کہ اس کے دل میں اللہ کا خوف ہے اور حال یہ ہے کہ گناہوں سے احتراز نہیں کرتا ہے۔ جب ایسا ہے تو زبانی اظہار خوف کچھ مفید نہیں۔

② ''امید رکھتا ہے اور طلب نہیں کرتا'' مراد یہ ہے کہ زبان سے کہتا ہے میں اللہ تعالیٰ سے ثواب ورحمت کی امید رکھتا ہوں اور حال یہ ہے کہ طلب صادق سے کورا ہے یعنی مخلصانہ نیک اعمال نہیں کرتا، تو زبانی بول کچھ نفع نہیں دے گا۔

③ ''نیت کرتا (یعنی سوچتا) ہے، قصد نہیں کرتا'' مراد یہ ہے کہ دل میں خیال باندھتا ہے کہ ثواب کے کام کروں، خیر خیرات کروں اور حال یہ ہے کہ عزم بالجزم (قصد صادق) نہیں کرتا ہے، تو اس کا یہ سوچنا، خیال باندھنا کچھ نفع نہیں دے گا۔

④ ''دعا مانگتا ہے اور سعی و جہد نہیں کرتا'' یعنی اللہ تعالیٰ سے توفیق خیر کی دعا مانگتا ہے اور حال یہ ہے کہ کوشش ومحنت نہیں کرتا تو اسے یہ زبانی دعا (جھوٹی، منافقانہ مانگ) کچھ نفع نہیں دے گی، حالانکہ چاہئے تو یہ تھا کہ کوشش (جدوجہد) خوب کرتا تا کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال ہو جاتی جیسا کہ ارشاد ربانی ہے، فرمایا:

''وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ۔ اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے اور بے شک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔'' [سورۃ العنکبوت۔اخیر آیت/ کنز الایمان]

وضاحت: (مصنف علیہ الرحمۃ نے کہا) ''یعنی جنہوں نے ہماری طاعت میں، ہمارے دین میں مجاہدہ کیا، (خوب محنت و ریاضت کی) تو ہم ضرور ضرور انہیں اس کی توفیق دے دیں گے۔''

⑤ اور وہ ''استغفار تو کرتا ہے لیکن نادم نہیں ہوتا ہے'' یعنی کہتا ہے استغفر اللہ (اللہ سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں) اور حال یہ ہے کہ اسے اپنے اب تک کے کئے ہوئے گناہوں پر پشیمانی، شرمندگی نہیں ہے۔ تو یہ زبانی استغفار (بغیر ندامت کے) نافع نہیں۔

⑥ ''عمل بعلانیہ بغیر عمل باسریرہ (۱)'' یعنی وہ اپنی ظاہری حالت کے سدھارنے، سنوارنے میں لگا رہتا ہے اور باطنی امور کی اصلاح نہیں کرتا تو یہ (ظاہر کی اصلاح، اصلاح باطن کے بغیر) نفع بخش نہیں ہے۔

⑦ ''عمل بالکد دون الاخلاص'' یعنی ثواب کے کاموں میں بڑی سخت محنت ریاضت تو کرتا ہے اور حال یہ ہے کہ اس کام سے رضائے الٰہی مقصود نہیں ہے، تو جو اعمال اخلاص سے خالی ہوں بے سود ہیں ان کا کوئی فائدہ نہیں، یہ تو اپنے آپ کو دھوکا دینا ہے۔ [قول حکیم پورا ہوا]

کس قدر خطرناک ہے، دینی کام کے عوض حصولِ دُنیا؟

حدیث شریف

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی

---

[۱] ''باسریرہ'' = باطنی حالت، یعنی قلب ونیت کے احوال، ۱۲ رمترجم عفی عنہ

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''یخرج فی آخر الزمان اقوام۔الحدیث۔اخیر زمانے میں کچھ قومیں ایسی پیدا ہونگی جو دنیا کو، تازے دوہے ہوئے دودھ کی طرح (بڑے چاؤ سے) ہتھیائیں گی۔''

وضاحت

(حضرت مصنف نے کہا) اس کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگ دینی کاموں کو دنیا کمانے کھانے کا ذریعہ بنائیں گے اور دوسری روایت کے مطابق دیندار بن کر دنیا حاصل کریں گے۔

حدیث کا بقیہ حصہ

(حضور نے آگے فرمایا:) اور (ان کے ریاکارانہ زہد کا یہ عالم ہوگا کہ) بھیڑ بکریوں کی کھالوں کا لباس پہنیں گے اور نرمی و شیریں میں ان کی زبانیں شکر سے زیادہ شیریں ہوں گی حالانکہ ان کے دل بھیڑیوں کے سے ہوں گے اللہ تعالیٰ (ان ریاکاروں، مکاروں) سے فرماتا ہے:

حدیث قدسی

''أبی تغترون ام علی تجترؤن فبی حلفت لأبعثن علی اولئك فتنة تدع الحكيم العاقل فيها حيران۔

(ترجمہ) کیا تم (میرا حلم ورحم وفضل وکرم دیکھ کر) مجھ سے دھوکہ کھاتے ہو یا مجھ پر اپنی جرأت مندی کا مظاہرہ کرتے ہو؟۔تو مجھے میری ذات کی قسم میں ضرور ضرور ان پر کوئی نہ کوئی بڑا فتنہ بھیجوں گا جو دانشوروں اور عقلمندوں تک کو حیران وپریشان کرچھوڑے گا۔'' (۱)

توضیح

(حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے کہا) ''اجتراء'' کا معنی یہ ہے کہ آدمی، بے سوچے سمجھے، بغیر دیکھے بھالے خود کو بہادر گردان لے۔(اور میدان جنگ میں کود پڑے)

بعض صورتوں میں ریاپن معاف ہے

حدیث شریف

امام وکیع (دوواسطوں سے) حضرت ابو صالح سے راوی ہیں، فرمایا:

''ایک صاحب نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں آئے، عرض کی یا رسول اللہ! میں کوئی نیک عمل کروں اور اس کو پوشیدہ رکھنے کی تدبیر بھی کروں اس کے باوجود اس پر لوگوں کو اطلاع ہوجائے اور ان کا باخبر ہوجانا مجھے پسند آئے (اچھا لگے) تو کیا اس عمل میں میرے لئے کچھ ثواب ہوگا؟ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس میں تمہارے لئے دوہرا اَجر ہے، ایک چھپانے کی (مخلصانہ) کوشش کا اور ایک عمل کے ظاہر ہوجانے کا۔'' (۲)

وضاحت

(مصنف علیہ الرحمہ نے کہا) مطلب یہ ہے کہ جس عامل کے عمل پر لوگوں کو (کسی طرح) آگاہی ہوجائے اور وہ لوگ بھی اس کو دیکھ کر ویسا نیک عمل کرنے لگیں تو عامل اوّل کو دوہرے ثواب کا استحقاق ہے، اپنے عمل کا ثواب اور مقتدا بہ ہونے کا ثواب۔

کسی کارِ حسن یا کارِ بد کا نیا طریقہ نکالنا

جیسا کہ ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور پرنور نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا:

''من سن سنة..............الحدیث۔ یعنی جس نے کسی کار خیر کا کوئی نیا طریقہ وضع کیا اس کے لئے اپنی نیکی کا بھی ثواب ہے اور ان سب کے ثوابات کے برابر بھی ثواب ہے جو قیامت تک اس پر عمل کریں اور جس نے کسی کار بد کا کوئی نیا طریقہ اختراع کیا تو اس پر اپنی بدی کا بھی گناہ ہے اور ان سب کے گناہوں کے برابر بھی گناہ ہے جو قیامت تک اس پر عمل کریں۔''

تنبیہ

(مصنف علیہ الرحمہ نے کہا) لیکن جب صورت حال یہ ہو کہ لوگوں کا اس کے نیک عمل پر مطلع ہونا اسے جو بھاتا ہے وہ اگر اس وجہ سے نہیں ہو کہ اور لوگ اس کی پیروی کریں (بلکہ اس

[۱] یعنی انہیں بھی اس فتنہ سے بچاؤ کی کوئی مؤثر تدبیر نہیں سوجھے گی، ۱۲ رمترجم غفرلہ

[۲] یعنی جو صورت سوال تم نے پیش کی ہے وہ ریاکاری کی صورت نہیں ہے بلکہ وہ دوہری نیکی ہے، کیونکہ ظہور عمل کا اچھا لگنا ریاو عجب کی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ اس وجہ سے ہوا کہ دوسروں کو بھی دیکھا دیکھی ویسا کرنے کی طرف رغبت ہوگی، ۱۲ رمترجم غفرلہ

ترغیبات

اعجاب میں نفسانی خواہش کارفرما ہو) تو ایسی صورت میں ثواب برباد اور گناہ لازم آنے کا قوی اندیشہ ہے۔ (لہٰذا احتیاط لازم)

مخلصانہ تھوڑا عمل، ریاکارانہ کثیر عمل سے بہتر

حدیث شریف

حضرت امام عبداللہ ابن مبارک (علیہ الرحمہ) دو راویوں کے توسط سے حضرت ابوحبیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے راوی ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان الملائکة یرفعون عمل عبد... الحدیث۔ بیشک فرشتے، بندگان خدا میں سے کسی بندے کا نیک عمل لے کر اوپر جاتے ہیں اور وہ اس عمل کو بہت زیادہ اور نہایت پاکیزہ جانتے ہیں حتی کہ سلطنت الٰہیہ میں اس جگہ تک منتہی ہوتے ہیں جہاں تک اللہ کی مشیت ہوتی ہے، وہاں ان کو اللہ کی طرف سے وحی ہوتی ہے: تم میرے بندہ کے ظاہر عمل پر حافظ و ناظر ہو اور میں اس کی نیت پر رقیب ہوں، بے شک میرے اس بندے نے یہ عمل (جو تم لے کر آئے ہو) میرے لئے مخلصانہ نہیں کیا ہے لہٰذا اِسے سجّین (۱) میں درج کرو اور (کبھی) فرشتے کسی بندہ کا عمل لے کر اوپر چڑھتے ہیں اور وہ اس عمل کو قلیل و حقیر سمجھتے ہیں حتی کہ جب وہاں تک پہنچتے ہیں جہاں تک ان کا پہنچنا اللہ چاہے، اللہ تعالیٰ ان کو وحی فرماتا ہے کہ تم میرے بندہ کے (ظاہر) عمل پر نگراں ہو اور میں اس چیز پر رقیب ہوں جو اسکے جی میں (عمل کے وقت) تھی، بے شک میرے اس بندے نے اپنا یہ عمل خالص میرے ہی لئے کیا ہے لہٰذا اسے علّیین (۲) میں لکھو۔

وضاحت

(مصنف علیہ الرحمۃ نے کہا) حدیث مذکور میں اس بات پر دلیل ہے کہ تھوڑا عمل جب لوجہ اللہ (۳) کیا جائے اس کثیر عمل سے بہتر ہے جو رضائے الٰہی کے سوا کسی اور غرض سے کیا جائے، کیوں کہ جب عمل قلیل، لوجہ اللہ ہوگا تو بے شک اسے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے چند گنا بڑھا دے گا جیسا کہ اس نے (قران شریف میں) فرمایا:

"وَإِن تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِن لَّدُنْهُ أَجْراً عَظِيماً۔ اگر کوئی نیکی ہو تو دوگنی کرتا اور اپنے پاس سے بڑا ثواب دیتا ہے۔ [سورۃ النساء–۴۰]

اور رہا وہ کثیر عمل جو بندے نے رضائے الٰہی کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے کیا ہو تو اس پر کچھ ثواب نہیں ملے گا، بلکہ (الٹا) مستحق عذاب جہنم ہوگا۔ ....جاری

[۱] "سِجّین" = سب بد بختوں کے اعمال ناموں کا جامع دفتر اور اُن کی روحوں کا مستقر، ۱۲ مترجم غفرلہ
[۲] "عِلّیین" = جملہ نیک بختوں کے اعمال ناموں کا جامع دفتر اور اُن کی ارواح کا مستقر، ۱۲ مترجم غفرلہ
[۳] لوجہ اللہ = اللہ کی رضا کے لئے، ۱۲ مترجم غفرلہ

ص ۱۰۰ کا بقیہ..........................

ہے ظلم گھنیر شہِ اجمیر
ترے در کی ہو خیر، شہِ اجمیر

روتے زخمی ہنستے قاتل
حاکم بھی جفا میں ہے شامل
مومن کے دل و جاں ہیں گھائل
لاشوں کے ہیں ڈھیر شہِ اجمیر
ترے در کی ہو خیر، شہِ اجمیر

نفرت کی نظر، اُلٹی بولی
اِس باغ میں، زاغ کی ہے ٹولی
بنیاد محبت کی ڈولی
آپس میں ہے بَیر شہِ اجمیر
ترے در کی ہو خیر، شہِ اجمیر

گرتی ہوئی آس، سنبھل جائے
مظلوم کا حال بدل جائے
تم چاہو تو آج ہی ٹَل جائے
دُکھ درد کا پھیر شہِ اجمیر
ترے در کی ہو خیر، شہِ اجمیر

سخیوں کے سخی، اے غریب نواز
اے چرخِ ولایت کے شہباز
سن لیجے فریدی کی آواز
ہم سب ہوں بخَیر، شہِ اجمیر
ترے در کی ہو خیر، شہِ اجمیر

از: مولانا نثار مصباحی*

سیدنا عمر فاروق کی طرف منسوب ایک روایت کی تحقیق

تحقیقات

"سیدنا امام حسن وحسین اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کھیل رہے تھے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
''اے ہمارے غلام کے بیٹے''

ان الفاظ کی وجہ سے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رنجیدہ ہوئے تو اپنے والد محترم کی بارگاہ میں بطورِ شکایت عرض کی کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے مجھے غلام کا بیٹا کہا ہے، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
''امام حسین رضی اللہ عنہ سے یہ بات لکھوا کر لے آؤ تا کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو اس کاغذ کو میرے کفن میں رکھ دینا۔''

اس روایت کو کئی خطبا نے بیان کیا ہے جبکہ اس کا کوئی بھی مستند حوالہ موجود نہیں ہے، جھوٹی روایت میں اگرچہ کتنی ہی محبت کا درس کیوں نہ ہو، لیکن ہے تو من گھڑت، اس لیے علمائے کرام وخطبائے عظام کا حق بنتا ہے کہ مستند روایات ہی عوام الناس تک پہنچائیں۔
یہ واقعہ اہل تشیع کی کتاب "چودہ ستارے" از نجم الحسن کراروی کے صفحہ 226 ر پر موجود ہے، اس واقعہ کا کوئی مستند حوالہ ملے تو ضرور رہنمائی کی جائے تا کہ اپنی اصلاح ممکن ہو۔

اسدالرحمٰن، پیر محل، پاکستان۔''

تعلیقِ اوّل

حدیثِ صحیح سے ثابت ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ۱۳ ر یا ۱۴ ر سال کے تھے اور اسی وجہ سے جنگ میں شرکت کی انھیں اجازت نہیں ملی، اگلے سال جنگ اُحد میں آپ نے شریک ہونا چاہا، مگر بعض روایات میں ہے کہ اس میں بھی جنگ کرنے کی اجازت نہیں ملی، مگر اس وقت آپ کی عمر مکمل ۱۴ ر سال تھی۔ (تقریب التہذیب لابن حجر)

۳ ھ میں جنگِ احد ہوئی، سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ ۳ ھ میں اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ۴ ھ میں پیدا ہوئے، اس وقت یعنی ۴ ھ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی عمر ۱۶ ر سال تھی، ظاہر ہے امام حسین کی جب کھیلنے کی عمر ہوئی ہوگی تب تک سیدنا عبداللہ بن عمر ۱۹ — ۲۰ ر سال کے جوان مجاہد ہو چکے تھے، امام ابن عبدالبر" الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب" میں معروف تابعی امام مجاہد کا یہ بیان نقل فرماتے ہیں:
''وعن مجاهد، قال: عبد الله بن عمر شارك يوم فتح مكة وكان عمره عشرين سنة۔ حضرت عبداللہ بن عمر فتح مکہ میں شریک رہے، اس وقت ان کی عمر ۲۰ ر سال تھی۔''

سب جانتے ہیں کہ فتح مکہ ۸ ھ میں ہوئی، فتح مکہ کے وقت امام مجاہد کے بقول: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی عمر ۲۰ ر سال تھی، یعنی ۴ ھ میں ان کی عمر ۱۶ ر سال تھی اور ۳ ھ میں ۱۵ ر سال!
(بہرحال معمولی اختلاف کے باوجود یہ طے ہے کہ امام حسین کی ولادت کے وقت یعنی ۴ ھ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی عمر ۱۴ — ۱۵ ر سال سے کم نہیں تھی اور جب امام حسین کی عمر مبارک ۴ ر سال ہوئی، یعنی ۸ ھ میں، اس وقت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر امام مجاہد کے بقول ۲۰ ر سال اور باختلافِ روایت کم از کم ۱۸ — ۱۹ ر سال ضرور تھی۔)

عمر کے اس تفاوت کے بعد یہ کہنا کہ دونوں ایک ساتھ کھیل رہے تھے، یہ کہنا ہی غیر معقول ہے اور ہماری بیان کردہ یہ تفصیل اس فرضی واقعے کی بنیاد ڈھا دینے کے لیے کافی ہے۔

از: نثار مصباحی

* مضمون نگار روشن مستقبل دہلی کے رکن ہیں۔

تعلیقِ دوم

صحیح البخاری شریف کی حدیث ہے:

''حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ الله قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَهُ يَوْمَ أُحُدٍ وَهُوَ ابْنُ أَرْبَعَ عَشْرَةَ سَنَةً فَلَمْ يُجِزْنِي۔ (صحیح البخاری، حدیث نمبر 2521)

بخاری شریف کی اس حدیث میں صراحت ہے کہ جنگِ احد کے وقت (یعنی ۳ھ میں) حضرت عبداللہ بن عمر کی عمر شریف ۱۴/سال تھی، اسی حدیث میں آگے ہے:

''ثُمَّ عَرَضَنِي يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَأَنَا ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً فَأَجَازَنِي۔ (یعنی جنگ خندق کے وقت ان کی عمر ۱۵/سال تھی)

اس پر ایک اشکال ہے کہ جنگ خندق ۵ھ میں ہوئی، جب جنگ احد کے وقت وہ ۱۴/سال کے تھے تو خندق کے وقت ۱۶/سال ہونا چاہیے کیوں کہ جنگِ خندق ۵ھ میں ہوئی، پھر اس میں کیسے کہا گیا کہ خندق کے وقت مَیں ۱۵/سال کا تھا؟ اس اشکال کے ۲/جواب دیئے گئے ہیں:

۱— جنگِ خندق ۵ھ میں نہیں بلکہ ۴ھ میں ہوئی، جیسا کہ امامِ مغازی موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے، (مگر یہ جواب کمزور ہے، کیوں کہ تحقیقی قول وہی ہے جو امام ابن اسحاق نے بیان فرمایا ہے کہ جنگ خندق ۵ھ میں ہوئی۔)

پھر اس اشکال کا دوسرا جواب دیا گیا ہے کہ:

۲— جنگ احد کے وقت وہ تیرہ سال کے تھے اور چودہواں سال چل رہا تھا، اس لیے ۱۴/سال کہا اور خندق کے وقت ۱۵/سال مکمل تھے، سولہواں چل رہا تھا، مگر سولہویں کے مہینوں کو نہ گنتے ہوئے صرف ۱۵/سال کہنے پر انھوں نے اکتفا کیا۔

(دیکھیے: فتح الباری شرح بخاری، اسی حدیث کی شرح)

بہر حال اتنا طے ہے کہ جنگ احد کے وقت ان کی عمر ۱۳—۱۴/سال ضرور تھی، اس سے کم نہیں تھی، اس سے بھی ہمارا مدعا حاصل ہے، البتہ یہاں ایک اشکال ہوگا کہ اس حساب سے فتح مکہ کے وقت ان کی عمر ۱۸/سال بن رہی ہے، پھر "الاستیعاب" کے حوالے سے مذکور قول میں امام مجاہد نے فتح مکہ کے وقت ان کی عمر ۲۰/سال کیسے بتائی؟ اس اشکال کے ۲/جواب ہیں:

۱— پہلا جواب یہ ہے کہ فتح مکہ کے وقت ان کی عمر ۱۸/سال تھی، انیسواں سال چل رہا تھا، امام مجاہد نے انیس کی جگہ بیس کہہ کر ۲۰/کی تعیین نہیں کی ہے بلکہ ایک تقریبی قول بیان فرمایا ہے یعنی لگ بھگ ۲۰/سال تھی اور ایسا بہت ہوتا ہے کہ ۱۹/سال والے کو موٹے طور پر بیس سال کا کہہ دیا جاتا ہے۔

۲— دوسرا جواب یہ ہے کہ امام مجاہد تک یہی قول پہنچا ہوگا کہ اس وقت ان کی عمر ۲۰/سال تھی، اس لیے انھوں نے ۲۰/سال بیان کی۔

بہر حال ان معمولی اختلافات سے ہمارے مدعا پر کوئی فرق نہیں پڑتا، چاہے آپ فتح مکہ کے وقت ان کی عمر ۱۸/سال مانیں، یا ۱۹/مانیں یا ۲۰/مانیں، بہر حال امام حسین رضی اللہ عنہ کی عمر شریف فتح مکہ والے سال جب ۴/سال تھی اس وقت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی عمر ۱۸—۱۹/سال ہو چکی تھی اور دونوں کی عمر میں اس تفاوت کے ہوتے ہوئے ساتھ ساتھ کھیلنا متصور نہیں۔

◆◆◆

ص ۴۳/کا بقیہ...........................

مرکزی درسگاہ دارالعلوم حاجی علی خانقاہ قادریہ محمد رفیع نگر گوونڈی ممبئی 43/میں عرس حضور پاسبان ملت علیہ الرحمہ کے حوالے سے ایک ''تقریب روحانی'' کا انعقاد ''حضرت شیر ملت دارالاقامہ'' میں کیا گیا، جس میں آپ کی دینی وملی خدمات جلیلہ کو یاد کیا گیا، ساتھ ہی آپ کی شخصیت پر روشنی ڈالی گئی اور آپ کے لئے قرآن خوانی اور فاتحہ خوانی کا اہتمام کیا گیا، بعدہ صلوٰۃ و سلام اور آپ کے لئے بلندی درجات کی دعا کی پر محفل کا اختتام ہوا، جس میں دارالعلوم کے طلبہ اور اساتذہ نے شرکت کی۔

ابر رحمت تیری مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی شبنم افشانی کرے

◆◆◆

از: مفتی جمیل احمد قادری*

معاشرے میں رائج رسم ورواج اوران کا شرعی حکم

تقدونظر

یہ چیز یادر ہے کہ ہر رسم بری نہیں ہوتی، انہی رسموں سے بچنا اور بچانا ضروری ہے جو خلاف شرع اور مفضی الی المنکر (برائی کی طرف لے جانے والی) ہیں، حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"جب تک کسی رسم کی ممانعت شریعت سے ثابت نہ ہو، اس وقت تک اسے حرام و ناجائز نہیں کہہ سکتے، کھینچ تان کر اسے ممنوع قرار دینا زیادتی ہے۔" (بہار شریعت حصہ 7 صفحہ 104)

مدینہ پاک میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ہوئی تو آپ نے دیکھا کہ وہاں کے لوگ کھجوروں کی شادی کرتے تھے، نر کھجور کی شاخ کو مادہ کھجور کے ساتھ ملایا کرتے اور ان کا خیال تھا کہ اس سے پھل زیادہ اور اچھے آتے ہیں، حضور نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ:

"لعلکم لولم تفعلوا کان خیرا۔ ممکن ہے کہ تم یہ نہ کروتو اچھا ہو۔" (مشکوۃ، ص 28 مجلس البرکات)

اہل مدینہ نے فرمان رسالت پر عمل کرتے ہوئے اس رسم کو ترک کردی، مگر نتیجہ یہ ہوا کہ اس سال پھل کم آئے، لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! درختوں کی شادی چھوڑ دینے سے پھلوں کا نقصان ہو گیا، اس پر رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"انتم اعلم بامر دنیاکم۔ تم لوگ اپنے دنیوی معاملات بہتر سمجھتے ہو۔" (مرقات، جلد اوّل، صفحہ 346)

یعنی انہیں اجازت مل گئی کہ تم جیسا بہتر سمجھو کرو۔

مجدد اسلام، امام احمد رضا کی بارگاہ میں ایک سوال آیا، مسلمانوں کی ایک قوم میں ایک عجیب وغریب رسم تھی، شادی بیاہ کے موقع پر جب پوری برادری کے لیے کھانا تیار کیا جاتا، تو اس کے لئے ایک بڑا ہی انوکھا انداز اپناتے، سائل کے الفاظ میں آپ خود ملاحظہ فرمائیں، لکھتا ہے:

"شادی غمی کا کھانا وہ اس طریق سے پکتا تھا، جس کے گھر خوشی ہوتی تو جملہ پنچ (تمام برادری والے) اس کے گھر جمع ہوتے اور دیگچی میں پانی بھر کر پنچوں کے بیچ میں رکھتے ہیں اور ایک برتن میں علیحدہ گڑ رکھتے ہیں، پھر ایک آدمی انہیں سے اٹھ کر پنچوں سے اجازت کھانا پکانے کے واسطے" گڑ گلانے" کی طلب کرتا، ان کی زبان میں کہتا (پنچا موکل) یعنی پنچ اجازت گڑ گلانے کی دو، تو اس وقت پنچ اجازت دیتے ہیں (بسم اللہ) یعنی اجازت دی گئی۔

اس وقت پانچ گوٹ والے جن کا نام دھڑے والے ہے، پانچ آدمی اٹھ کر ایک ایک ڈلی گڑ کی (یعنی گڑ کا ایک ایک ٹکڑا) لے کر بسم اللہ کہہ کر اس دیگچی میں ڈال دیتے ہیں، تب کام شروع ہو کر اختتام کو پہنچ جایا کرتا تھا۔

یہ رسم قدامت باپ دادا کی قائم (کردہ) تھی، سترہ والوں کو حسد پیدا ہوا کہ دھڑے والے گڑ گلائیں، تب کھانا پکے اور یہ اپنا حق جتاتے ہیں، کہ گڑ گلانا ہمارا کام ہے، تو ہم کو ایسا کھانا منظور نہیں ہے، ہم دھڑے والوں سے علیحدہ ہی اچھے ہیں............... اسی سبب سے آپس میں دو فریق ایک سترہ والے اور دوسرے دھڑے والے ہو گئے .... دھڑے والوں نے تو اپنی رسم قدیم قائم رکھی، کہ ہم بسم اللہ کے ساتھ اس کام کو کرتے ہیں، کوئی شرک کفر نہیں کرتے .... اور سترہ والوں نے رسم قدیم چھوڑ کر نیا طریقہ یہ اختیار کیا، کہ جس کے یہاں کھانا وغیرہ پکے، تو مالک کھڑا ہو کر اجازت کھانا پکانے کی مانگ لیتا ہے اور وہ کھانا پکا کر کھا لیتے ہیں۔

* مضمون نگار جامع رضا پٹنہ کے بانی وسرپرست ہیں۔

ستر ہ والے کے کھانے کو دھڑے والے نہیں کھاتے اور دھڑے والوں کا ستر ہ والے .... اور یہی بات باعث نفاق ہے .... ستر ہ والے کہتے ہیں کہ ہم رسمی کھانا نہیں کھاتے، شریعت سے منع ہے۔"

امام اہل سنت نے اس سوال کا جو جواب دیا ہے، وہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے، انسانی زندگی بلکہ اسلامی زندگی میں رسموں کی کیا اہمیت ہے، حضور اعلیٰ حضرت کے لفظوں میں ملاحظہ فرمائیں، آپ فرماتے ہیں:

" رہا کھانے کا جھگڑا .... اس میں ستر ہ والوں پر چار الزام ہیں:

۱ ایک یہ کہ دھڑی والوں کا ایک قومی امتیاز، جو قدیم سے چلا آتا تھا، اس پر حسد کیا اور حسد کار شیطان ہے۔

۲ دوسرے یہ کہ اس کے سبب جماعت میں تفریق کر دی، بندھی گرہ کے دو گروہ مختلف کر دیئے، کہ یہ ان کے یہاں نہ کھائیں، وہ ان کے یہاں نہ کھائیں۔

۳ تیسرے یہ کہ وہ کھانا، جسے قدیم سے ان کے باپ دادا، اور یہ خود کھاتے آئے، اسے اب نفسانیت کے سبب شریعت سے حرام بتایا، یہ سخت جرم ہے .... وہ کھانا نہ اس رسم کے باعث شرعا جب (یعنی اس وقت) حرام تھا، نہ اب ہے۔

۴ چوتھے یہ کہ خود ایک رسم نکالی اور اس طرح کھانا نہ پکے تو نہ کھائیں گے تو ان کے منہ ان کا کھانا شریعت سے حرام ہوا۔

رسم کی پابندی اگر چہ عوام حد سے زیادہ کرتے ہیں، مگر اس کو شرعاً واجب نہیں جانتے، رسم ہی سمجھتے ہیں تو جس رسم میں خود کوئی شرعی برائی نہ ہو، اس میں قوم کی موافقت ہی کا حکم ہے .... اور اس میں اختلاف ڈال کر نکو بننا شرعاً معیوب (برا) ہے۔

یہ ایک الزام اس تنہا شخص پر بھی خاص اس بارے میں ہے، حدیث میں ہے: خالقو الناس باخلاقھم۔

دھڑے والوں پر اس بارے میں کوئی الزام نہیں .....

.... ہاں اگر کوئی شخص اس گل کی رسم کو ضروری اور حکم شرعی جانے، تو ضرور جھوٹا اور سخت اشد الزام کا مورد ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد 9 نصف آخر، صفحہ 249 248 / رضا اکیڈمی ممبئی)

اس اقتباس سے رسموں کے پیچھے لٹھ لے کر دوڑنے والے، ہوش کے ناخن لیں۔

اسلام کی وسعت ظرفی اور دریا دلی دیکھیں، اس نے اپنے ماننے والوں کو کھلی چھوٹ دے رکھی ہے کہ جہاں تک چاہو جاؤ، جو چاہو کرو، بس اتنا دھیان رہے کہ ممنوعات شرعیہ کے حصار کو پار مت کرنا۔

صوبۂ بہار کے ایک مخصوص علاقے میں ایک شادی میں شرکت کا مجھے موقع ملا، میرے میزبان جن کی شادی تھی، خود بھی ایک دین دار اور محتاط عالم دین تھے، بارات والے دن مجھے آنگن میں لے گئے، جہاں اور بھی کئی افراد تھے اور پھر ایک رسم شروع ہوئی، دولہا میاں کو ننگے سر کرسی پر بٹھا دیا گیا اور سرسوں کا تیل پان کے پتے پر لگا کر، باری باری ان کے سر پر پھیرا جانے لگا، ابتدا میں مجھے اچھا نہیں لگا، میں نے دل میں کہا کہ ایک عالم دین کو ایسی خرافات سے پرہیز کرنا چاہیے یا کم از کم مجھے یہاں نہیں بلانا چاہیے، مگر پھر معاً خیال آیا کہ اس میں شرعی خرابی کیا ہے، کڑوا تیل سر میں لگانے کی چیز ہے، پان کے پتے سے اگر بطور رسم لگایا جا رہا ہے، تو برائی کیا ہے اور پھر میں مطمئن ہو کر دلچسپی سے دیکھنے لگا۔

رسم وہی بری ہے، جو گناہ پر مشتمل یا گناہ کی طرف لے جانے والی ہے، شادیوں میں ایک رسم ہوتی ہے" رت جگا" اسے ناجائز کہا گیا ہے، کیونکہ عورتیں رات بھر جاگ کر گاتی بجاتی ہیں، بعض علاقوں میں مردوں کا لباس پہن کر، مردانہ بھیس میں، محلے میں گشت کرتی ہیں اور یہ سب محض تفریحاً ہوتا ہے، سوتے ہوئے لوگوں کو چھیڑتی اور ان کی بوکھلاہٹ سے لطف اندوز ہوتی ہیں، حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا:

" یہ رسوم بیاہ شادی کے اندر موجود ہیں، منڈھا گاڑنا، مٹی بھرنی، ڈھولک بجانا اور عورتوں کو گانا، رسم بقیہ ص ۱۵ / پر

(از: مولانا محمد ولی اللہ قادری *

شیخ المشائخ حضرت تیغ علی قادری علیہ الرحمہ

مسلک اعلیٰ حضرت کے پیروکار یا اہل پھلواری کے؟

نقد ونظر

سرکار سرکانہی شیخ المشائخ حضرت شاہ تیغ علی قادری قدس سرہ (پیدائش ۱۳۰۰ھ مطابق ۱۸۸۳ء، وفات ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۹۵۸ء) کی شخصیت کثیر الجہات تھی، آپ نے جہاں صوفیانہ مسلک کی ترویج واشاعت فرمائی، وہیں علمائے اہل سنت کی کثیر جماعت بھی تیار کی، ملّی اور سماجی خدمات کے ساتھ ساتھ تعلیمی میدان میں جو نمایاں خدمات انجام دیں، وہ زرّیں حروف سے لکھنے کے قابل ہیں، مذہبی علوم کے فروغ کے لیے دار العلوم کی بنیاد ڈالی اور درجنوں مکاتیب ومدارس کی سرپرستی فرمائی، وہیں عصری علوم کے لئے اپنے ارادت مندوں کی ذہن سازی بھی کی، عصری علوم کے متعلق دعویٰ کے لیے راقم کے وطنِ عزیز چکیا مشرقی چمپارن کا ہائی اسکول وانٹر کالج حضرت شیخ المشائخ کی ذہن سازی کی دلیل فراہم کر رہا ہے، اس اسکول کے قیام میں آپ کے مرید خاص حاجی یتیم میاں مرحوم کی کاوش کو کون بھول سکتا ہے؟ شیخ المشائخ کی علمی خدمات بالخصوص عصری علوم کے نیک جذبات کا اظہار ایک تفصیلی مضمون کا متقاضی ہے، اس لیے راقم الحروف صرف اپنے موضوع کی طرف توجہ مرکوز کرتا ہے۔

شیخ المشائخ سرکار سرکانہی کی علمی وروحانی تربیت میں سلسلہ فرید آبادانیہ نقشبندیہ کے مشائخ کا بیش از بیش حصّہ ہے، یہ دیگر بات ہے کہ خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف سے رشتہ قائم ہوا اور محی ملّت حضرت محی الدین قادری اس وقت کے سجادہ نشیں خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف نے آپ کی بزرگی کو دیکھتے ہوئے خلافت سے نوازا، حضرت شیخ المشائخ کی حیات مبارکہ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضور شیخ المشائخ کو پھلواری شریف کے بزرگوں سے روحانی رشتہ رہا اور وہاں کے بزرگوں کے عقائد ونظریات کو تسلیم کیا، البتہ شاہ محی الدین قادری پھلواری علیہ الرحمہ کے بعد کے اہالیان خانقاہ پھلواری شریف کے عقائد ونظریات حضرت شیخ المشائخ کے عقائد ونظریات سے بالکل مختلف ہو گئے، رہی بات معمولات کی تو ان کے خلفا اور ارادت مندوں کے حرکات وسکنات اور کتابیں اس بات کا غماز ہیں کہ شیخ المشائخ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے فتاویٰ پر عمل کیا اور پھلواری شریف اور دیگر مشائخ کے فتاویٰ سے اختلاف فرمایا۔

اس سلسلے میں ’’جمعہ کی اذان ثانی‘‘ اور ’’قیام عندحی علی الفلاح‘‘ پر سلسلۂ تیغیہ کے خلفا اور مریدین کا عمل اس بات کی دلیل ہے کہ شیخ المشائخ نے اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ کو ترجیح دی، اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ کے اثرات کا نتیجہ ہی کہا جائے گا کہ شیخ المشائخ نے محفل سماع سے اپنے مریدوں کو منع فرمادیا اور خود بھی ترک کیا جیسا کہ شیخ المشائخ کی سوانح حیات ’’انوار قادری‘‘ کے مصنف حافظ محمد حنیف قادری تیغی رقم طراز ہیں:

’’ہمارے سرکار قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ابتدا میں سماع سے ذوق تھا اور اپنے آقایان نعمتِ بزرگانِ سلسلہ آبادانیہ کے مسلک پر انھیں آداب وشرائط کے ساتھ محفل سماع میں شرکت فرماتے رہے، لیکن انقلاب زمانہ نے جب لوگوں کے ہاتھوں سے احتیاط کی باگ ڈور چھین لی، متقدین صوفیا کی نظروں میں سماع وغنا کے جو منافع تھے، ان کے حاصل ہونے کے بجائے مضرات زیادہ پیدا ہونے لگے تو آپ نے حزم و احتیاط کی بنا پر مجلس سماع کی شرکت یک قلم ترک کر دیا اور اپنے متوسلین ومسترشدین کو بھی محفل سماع کے انعقاد ترک کرا اور اپنے متوسلین اور مسترشدین کو بھی محفل سماع کے انعقاد اور اس میں شرکت کی ممانعت فرمادی اور واضح طور پر فرمایا کہ خواجۂ عالیشان حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ

* مضمون نگار گورنمنٹ انٹر کالج چھپرہ، بہار کے استاد ہیں۔

اللہ تعالیٰ علیہ کا مسلک اس بارے میں یہ تھا'' نہ ایں کارمی کنم نہ انکارمی کنم'' میرا بھی اس باب میں یہی مسلک ہے۔''

[انوار قادری،صفحہ ۶۲]

مزید لکھتے ہیں:

''خلاصہ یہ کہ آپ کی ذات گرامی جامع صفات صوری ومعنوی تھی، آپ کی محفل نعت بھی تمام آلات لہو، دف، مزامیر وغیرہ سے پاک اور خالی ہوتی تھی اور آج بھی آپ کی خانقاہ عالم پناہ میں موقع بہ موقع آداب وشرائط کے ساتھ نعت خوانی ہوا کرتی ہے۔''

[انوار قادری،صفحہ ۶۴]

یہ بتانے کی قطعی ضرورت نہیں کہ آج بھی خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف میں محفل سماع منعقد ہوتی ہے جب کہ خانقاہ تیغیہ سرکاہی شریف میں نہیں، شیخ المشائخ نے محض محفل سماع سے اختلاف نہیں کیا بلکہ عقائد کے باب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے نظریات کو ترجیح دی، جیسا کہ حافظ ملت حضرت علامہ عبد العزیز محدث مبارک پوری قدس سرہ بانی جامعہ اشرفیہ مبارک پور رقم طراز ہیں:

''جامع شریعت وطریقت شیخ المشائخ محبوب الاولیاء الحاج حضرت شاہ محمد تیغ علی صاحب قبلہ قدس سرہ العزیز ایک خدا رسیدہ اور بلند پایہ بزرگ تھے، موصوف نہایت دین دار، دین پرور، متبع سنت اور اعلیٰ حضرت قبلہ فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے مسلک کے پابند تھے، اتباع سنت آپ کے عادتِ کریمہ کہ اپنے مریدین ومعتقدین کو بھی اتباع سنت کی تعلیم دیتے تھے، رشد وہدایت آپ کا منصب ہی تھا، اشاعت مذہب اور تبلیغ دین کے دلدادہ تھے۔''

[انوار قادری،صفحہ ۲۱۰۔۲۱۱]

حافظ ملت علیہ الرحمہ کا مذکورہ قول صدفی صد درست ہے لیکن افسوس کہ جامعہ اشرفیہ ہی کا ایک فارغ اور سراوں سے تعلق رکھنے والے فرد مسٹر آفتاب رشک سراوئی نے اپنے مضمون میں شیخ المشائخ کا تعلق صلح کلی بدعقیدہ سے جوڑنے اور اُن کا ہم نوا بنانے کی مذموم کوشش کی ہے، مسٹر آفتاب رشک مظفر پوری نے فیس بک شوشل میڈیا کے ذریعہ قابل مذمت کوشش کی ہے، اپنے طویل مضمون میں مضمون نگار نے اس بات پر زور دینے کی کوشش کی ہے کہ شیخ المشائخ کے عقائد ونظریات خانقاہ مجیبیہ کے موجودہ افراد کے عقائد ونظریات یکساں ہیں، حالاں کہ انھوں نے دلائل کے طور پر جو کچھ لکھا ہے، وہ خود ان کے مراد کو باطل کرتا ہے، موصوف لکھتے ہیں:

''شیخ المشائخ حضور الشاہ محمد تیغ علی قادری رحمۃ اللہ علیہ بھی چونکہ اس (دیابنہ کے کفریہ) مسئلے میں اپنے پیر خلافت حضرت مولانا سید شاہ محی الدین قادری مجیبی قدس سرہ کے مسلک و موقف پر قائم تھے، اس لئے ان کے خلاف ماحول سازی کی گئی اور لوگوں کو ان سے دور کرنے کی ساری کوششیں کی گئیں اور ان کے عقیدے و مسلک کے خلاف ان سے وضاحت طلب کی گئیں۔''

نیز حضور شیخ المشائخ کے وصایا شریف کو عقیدے کا عنوان دیا ہے اور نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:

''حضور الحاج الشاہ محمد تیغ علی قادری اپنے اس وضاحت نامے (جس میں علمائے دیوبند کی تکفیر شامل نہیں ہے) پر علامہ ظفر الدین بہاری شاگرد وخلیفۂ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور مفتی آگرہ مفتی عبد الحفیظ حقانی کو گواہ بنا کر ان سے دستخط بھی کروالیا تاکہ مخالفین کو کسی قدر خاموش رکھ کر کام جاری رکھا جا سکے۔''

مسٹر رشک مظفر پوری کے گمراہ کن نظریات کا جائزہ لینے سے پہلے داخلی شہادت پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ حافظ ملت کے قول کی تائید وتصدیق ہو جائے اور رشک سراوی کو توبہ کی توفیق ملے، صاحب ''انوار قادری'' شیخ المشائخ کے مرید کرنے کا طریقہ بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''بیعت لینے میں آپ کمال احتیاط برتتے تھے، جب کوئی مرید ہونے کی خواہش ظاہر کرتا تو پہلے اچھی طرح اس کی جانچ لیتے کہ کسی دوسرے پیر کا مرید تو نہیں ہے، اس کو عقائد حقہ اہل سنت وجماعت سے کوئی اختلاف تو نہیں ہے، اگر

تبصرہ ونظر

کسی دوسرے پیر کا مرید ہوتا تو ہر گز اس کی بیعت نہیں لیتے .... طالب کے عقیدہ میں اگر کوئی فتور دیکھتے تو صاف کہہ دیتے کہ یہ سلسلۂ طریقت ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور حضرت غوث پاک کا جس کا بار بزرگوں نے میرے سر اس لیے رکھا کہ خلق خدا کو خدا اور سول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رضا حاصل کرنے کا طریقہ بتاؤں، پس جب تک تمہارے عقائد درست نہ ہو جائیں تم مرید ہو کر کیا کرو گے؟ جاؤ پہلے بزرگان دین وعلمائے اہل سنت کے عقائد کے مطابق درست کرو، پھر آؤ تو بیعت لی جائے گی، تب تمہیں خدا رسی کا راستہ معلوم ہوگا اور بزرگان سلسلہ کے فیوض و برکات حاصل ہوں گے، بغیر اس کے مرید ہونے کا کچھ حاصل نہیں اور اس کو علمائے اہل سنت کی تصانیف مثلاً بہار شریعت وانوار ساطعہ وحسام الحرمین شریف اپنے پاس سے مطالعہ کرنے کو دیتے، اگر ان کتابوں کے مطالعہ سے وہ صحیح العقیدہ سنی ہو جاتا تو اس کی بیعت لیتے ورنہ نہیں۔'' [انوار قادری ملخصاً، صفحہ ۵۹۔۶۰]

کیا شیخ المشائخ کے تصلب فی الدین اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترجمانی اس اقتباس سے نہیں ہوتی؟ اس اقتباس سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ بدعقیدہ وہابی دیوبندی کے سلسلے میں حضرت واضح اور صاف نظریہ رکھتے تھے اور حسام الحرمین شریف کی صرف تائید ہی نہیں فرمائی بلکہ حسام الحرمین شریف اور انوار ساطعہ کو جان سے عزیز رکھتے تھے، یہاں یہ بات بھی اہمیت سے خالی نہیں کہ شیخ المشائخ ردّ دیانیہ اور وہابیہ کو اپنی تحریر اور بیان کا موضوع بھی بناتے تھے اور ان کی تقریر کے اثرات کس حد تک مرتب ہوتے اسے صاحبِ ''انوار قادری'' کے الفاظ میں ملاحظہ کریں:

''سب سے بڑی کرامت آپ کے بیان ہدایت نشان میں یہ تھی کہ بغیر مناظرہ ومباحثہ صرف آپ کے مواعظ حسنہ کو سن کر ہزاروں وہابیوں دیوبندیوں نے عقائد باطلہ سے توبہ کر کے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کر لی، جو اس وقت تک بحمدہٖ تعالیٰ سچے اور پکّے صحیح العقیدہ سنی مسلمان ہیں اور بعض ان میں سے صاحبِ سلسلہ بھی ہیں، مظفر پور اور چمپارن میں ایسی کتنی بستیاں تھیں کہ وہاں کے باشندے سو فیصدی یا تو غیر مقلد وہابی یا وہابی دیوبندی۔ یہ آپ کی ہدایت اور تبلیغ کا شہکار ہے کہ آج ان بستیوں میں ڈھونڈھنے سے بھی کوئی ایک وہابی یا دیوبندی نہیں ملتا، بلکہ سب کے سب صحیح العقیدہ سنی آپ کے یا آپ کے خلفا کے ارادت میں داخل ہیں۔''

[انوار قادری، صفحہ ۵۹]

مذکورہ بالا دونوں اقتباسات کے مطالعہ کے بعد کیا کچھ کہنے کو رہ جاتا ہے کہ کہا جائے بدعقیدوں کے متعلق شیخ المشائخ کا نظریہ مسلک اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور حسام الحرمین کی تائید کرنے والے علما و مشائخ کے مطابق تھا یا کسی اور کے مطابق؟ کیا مسٹر آفتاب رشک مظفر پوری یہ بتانے یا کوئی فتویٰ دکھانے کی کوشش کریں گے کہ شیخ المشائخ پر کس نے کفر کا فتویٰ لگایا؟ قیامت تک رشک مظفر پوری یا ان کے حواری بتا نہیں پائیں گے کیوں کہ انھوں نے علمائے کرام کے جن طبقوں کے متعلق بدگمانی کی ہے ان علما و مشائخ ہی سے شیخ المشائخ کا رشتہ استوار تھا اور سنّی علمائے کرام نے شیخ المشائخ کی شخصیت کا اعتراف کیا اور ان کی بلندی و بزرگی کی گواہی دی جیسا کہ صاحب انوار قادری حافظ حنیف قادری تیغی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

''ہر چہار دانگ عالم میں آپ کا شہرہ پھیل گیا اور خلق خدا کی رجوعات میں دن دونی اور رات چوگونی ترقی ہوتی گئی، یہاں تک کہ ہندستان کے مشاہیر وجید علمائے اہل سنت و جماعت کثرہم اللہ تعالیٰ مثلاً حضرت بابرکت الشاہ سید محمد صاحب محدث اعظم ہند کچھوچھوی دامت برکاتہم العالیہ و حضرت صدر الافاضل مولانا الشاہ محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مفسر اعظم ہند وحضرت صدر الشریعہ مولانا الشاہ محمد امجد علی صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فقیہ اعظم ہند اور عالی جناب ملک العلماء فاضل بہار حضرت مولانا الشاہ محمد ظفر الدین صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ سابق پرنسپل مدرسہ شمس الہدی پٹنہ وجلالۃ العلم استاذ العلما حافظ ملت

تقدونظر

حضرت مولانا الشاہ حافظ عبدالعزیز صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور و حامیِ سنت ماحیِ بدعت حضرت مولانا مولوی محمد ابراہیم رضا خاں صاحب قبلہ عرف جیلانی میاں خلف الخلف مجدّد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت حضرت مولانا الشاہ محمد احمد رضا خاں فاضل بریلوی قبلہ رضی اللہ عنہ جیسی مبارک ہستیوں اور مقتدر شخصیتوں نے جب آپ کو دیکھا اور آپ کے چہرۂ انور سے پرتو انوار قادریہ آبادانیہ فریدیہ کی تابانی دیکھی تو سبھوں نے آپ کی ولایت تسلیم کرلی۔''

[انوار قادری، صفحہ ۱۶۴-۱۶۰]

جن شخصیات کا نام اوپر ذکر ہے اور حافظ محمد حنیف قادری تیغی علیہ الرحمہ نے جن کا نام بڑے القاب سے لیا ہے، وہ جملہ حضرات وہابیہ دیانیہ کے کفر کے قائل حسام الحرمین کی تائید کرنے والے ہیں، مسٹر آفتاب رشک صاحب اس کے باوجود اپنے نظریہ سے رجوع نہیں کریں گے کیا؟ آخر صاحب انوار قادری نے پھلواری شریف کے کسی بزرگ کا نام کیوں نہیں رقم کیا ہے جن کا رشتہ سرکار سرکانہی سے مستحکم ہو، اس لئے راقم الحروف کا ماننا ہے کہ حضرت محی ملت الشاہ محی الدین قادری علیہ الرحمہ تک ہی سرکار سرکانہی کا روحانی رشتہ قائم رہ سکا، ان کے وصال (۱۹۴۷ء) کے بعد ان کے خلفا اور وابستگان جب اپنے بزرگوں کے عقائد و نظریات سے منحرف ہو گئے تو سرکار سرکانہی اور ان کے خلفا و مریدین نے بھی خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف رشتہ ترک کرلیا۔

جہاں تک وصایا شریف پر علمائے اہل سنت کو گواہ بنانے کی بات ہے تو سرکار سرکانہی کی نظر میں اس وقت پھلواری شریف میں کوئی ایسی شخصیت نہیں تھی جن پر سرکار سرکانہی کو بھروسہ ہو، مسٹر آفتاب رشک نے وصایا شریف سے جو نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ''وصایا شریف میں علمائے دیوبند کی تکفیر شامل نہیں ہے۔'' یہ سراسر ظلم اور صوفیانہ مسلک سے متصادم ہے، وصایا شریف میں جن عقائد اور عمل کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں پہلا عقیدہ امکان کذب باری کا عقیدہ ہے، یہ عقیدہ کیا یہ نہیں بتاتا ہے کہ امکان کذب باری کا قائل مسلمان نہیں ہے، اس کا عقیدہ رکھنے والوں پر محض حسام الحرمین کے حامی علما و مشائخ نے کفر کا فتویٰ نہیں لگایا بلکہ بہت سی خانقاہوں نے بھی ان کی تکفیر کی، دور جانے کی ضرورت نہیں خانقاہ مجیبیہ میں جس خانقاہ سے تبرکات آئے وہ خانقاہ شمسیہ ارول ہے، اس کی شہادت ''سیرت پیر مجیب'' مؤلفہ شاہ ہلال احمد قادری سے ملتی ہے، وہی خانقاہ شمسیہ ارول شریف ہے جہاں سے تقویت الایمان اور اسماعیل دہلوی کے خلاف سب سے پہلے علم جہاد بلند کیا گیا اور اسماعیل دہلوی کے خلاف کفر وارتداد کا فتویٰ دیا گیا، تفصیل کے لئے ''بہار کی خانقاہ ہیں اور امام احمد رضا'' ملاحظہ کیا جائے جو ماہ نامہ ''ماہ نور'' دہلی سے شائع ہوا جس سے خانقاہ مجیبیہ والوں نے جس کم ظرفی کا مظاہرہ کیا اس سے اہل علم واقف ہیں۔

مسٹر آفتاب رشک نے اپنے مضمون میں یہ بھی لکھا ہے کہ ''مختلف طریقوں سے آپ کی بڑھتی مقبولیت کو گھٹانے کی کوشش کی گئی بلکہ ایک وہ زمانہ بھی آیا کہ بعض کرم فرماؤں نے آپ کی تکفیر کرڈالی تا کہ اس کی آڑ میں آپ کے پھیلے اثرات کو کم کیا جاسکے۔'' رشک صاحب آپ نے بہت بڑا دعویٰ کردیا لیکن دلیل نہیں دی کہ آخر کس نے سرکار سرکانہی پر کفر کا فتویٰ دیا اور کس نے آپ کے پھیلتے اثرات کو کم کرنے کی کوشش کی؟ کیا مضمون نگار کو ''البینۃ علی المدعی والیمین علیٰ من انکر۔'' یاد نہیں ہے؟ راقم الحروف اپنے مطالعہ کی حد تک یہ کہہ سکتا ہے کہ خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف کے افراد نے شیخ المشائخ جیسے گوہر نایاب کی قدر نہیں کی بلکہ آپ کی شان میں گستاخیاں بھی کی۔

آپ نے شاہ امان اللہ پھلواری کی موت پر علامہ جید القادری کا تعزیت نامہ کو پیش کیا لیکن حضرت شیخ المشائخ کے وصال پر پھلواری والوں کے تعزیت نامے کو کیوں نہیں دکھائے؟ شیخ المشائخ کے وصال پر شاہ امان اللہ پھلواری یا ان کے وابستگان میں سے کسی نے کیا تعزیت نامہ لکھا؟ اگر لکھا ہوتا تو صاحب انوار قادری اسے ضرور شامل کرتے، اس کے برعکس شیخ المشائخ کے وصال پر مبارک پور سے لے کر بریلی شریف کے علمائے اہل

سنت و جماعت نے نثر ونظم کی شکل میں مخدوم المشائخ کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کیا۔

شاہ امان اللہ پھلواری کی بات آ گئی ہے تو یہ بات بھی عرض کردوں کہ ''حیات شاہ امان اللہ پھلواری'' کے مصنف شاہ ہلال احمد قادری نے تو حد کردی، جب آج سے پندرہ سال قبل حکومت بہار نے بہار کے صوفیائے کرام کے پیغامات کو عام کرنے اور نئی نسل کو ان کی شخصیت سے متعارف کرنے کی غرض سے بہار کے نمائندہ صوفیائے بہار پر مضامین کا مجموعہ ہندی میں شائع کرنے کا فیصلہ کیا تو اس سلسلے میں جب میٹنگ ہوئی کہ کن کن بزرگان دین کو مجموعہ میں شامل کیا جائے، جب شیخ المشائخ کا نام آیا تو اس نام پر سب سے پہلے اعتراض شاہ ہلال احمد پھلواری نے کیا اور ان کی شخصیت کے متعلق ایک بہت ہی رکیک جملہ استعمال کیا۔

اہالیان خانقاہ سراواں ہر چند اپنے آپ صوفیانہ مسلک کے داعی اور مبلغ تصور کرتے ہیں لیکن ان کی فکر وعمل اس بات کی گواہی نہیں دیتی بلکہ ان کی تحریر وتقریر میں ''انا خیر منہ'' کا جلوہ نمایاں ہوتا ہے، ربّنا ظلمنا انفسنا کی صوفیانہ فکران کے عقائد واعمال اور حرکات وسکنات میں نظر نہیں آتی، ایسی فکر رشک مظفر پوری کے مذکورہ مضمون میں بھی دیکھنے کو مل رہی ہے، موصوف لکھتے ہیں:

> ''شیخ المشائخ حضور الحاج الشاہ محمد تیغ علی قادری علیہ الرحمہ کا زمانہ ایسا نہ تھا کہ آپ اپنی بات رکارڈ کرا کر ہر طرف پھیلا دیتے نہ آپ کا کوئی رسالہ نکلتا تھا جس میں آپ کے عقائد و معمولات وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے ہوں نہ آپ نے کوئی کتاب تصنیف کی تھی جس سے لوگوں کو اپنے عقائد ومعمولات کی درست جانکاری ہو سکتی تھی۔''

مذکورہ بالا اقتباس کے ہر لفظ سے تکبر اور شیطانی فکر ظاہر ہو رہی ہے، نیز رشک مظفر پوری کی جہالت کا ثبوت بھی فراہم کرتا ہے یہ اقتباس! رشک صاحب نے اس اقتباس کے ذریعہ سرکار سرکانہی کی جملہ خدمات سے یک لخت انکار کر دیا ہے، ساتھ ہی ساتھ سرکار سرکانہی کے دور اور ان کے علاقے کی علمی ترقی کو بھی فراموش کر دیا ہے، سرکار سرکانہی نے اپنی بات (عقائد) کو عام کرنے کے لئے دار العلوم علیمیہ انوار العلوم سرکانہی شریف کی بنیاد ڈالی اور وہاں کے اساتذہ کا انتخاب بہت سوچ سمجھ کر کیا، دار العلوم علیمیہ انوار العلوم دامور پور مظفر پور کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو عقائد اور معمولات کے سلسلے میں خوش کن نتیجہ سامنے آتا ہے، رشک صاحب آپ کے بہ قول سرکار سرکانہی خانقاہ مجیبیہ کے مطابق عقائد رکھتے تھے تو سرکار سرکانہی نے صحیح العقیدہ سنی اساتذہ ہی کو کیوں رکھا؟ کیا بتانے کی زحمت کریں گے کہ پھلواروی عقائد ونظریات رکھنے والے کتنے اساتذہ آج تک دار العلوم علیمیہ سرکانہی شریف میں خدمات انجام دیں؟ اساتذہ کی بات تو چھوڑ دیں، دار العلوم علیمیہ دامور پور کے سالانہ اجلاس میں اب کتنے پھلواروی علما شریک ہوتے ہیں؟

دار العلوم علیمیہ کی تاریخ بتاتی ہے کہ وہاں کے اجلاس میں مبارک پور، بریلی شریف اور کچھوچھہ مقدسہ کے مشائخ اور علما شریک ہوتے رہے اور آج بھی یہی سلسلہ جاری ہے، رہی بات کتاب لکھنے اور لکھوانے کی تو یہ دعویٰ بھی رشک صاحب کا غلط ہے ''ہدایت المریدین، انتباہ الطالبین (رموزِ حقیقت)'' اور ''اعزازی قادری''، جیسی کتابیں جو سلسلۂ تیغیہ اور شیخ المشائخ کے معمولات وعقائد کی تفہیم میں بنیادی ماخذ ہیں، کی تاریخ تصنیف واشاعت پر غور وفکر کیا جائے تو رشک مظفر پوری کی گمراہی مزید واضح ہو جائے گی اور ان کے الزامات کی قلعی کھل جائے گی، ''رموزِ حقیقت'' کے پیشِ لفظ میں حافظ حنیف قادری تیغی رقم طراز ہیں:

> ''آپ نے (سرکارِ سرکانہی) ارشاد فرمایا کہ کوئی کتاب تصوّف کی تصنیف ہوتی کہ جس میں سلسلہ والوں کو اپنے سلسلۂ آبادانیہ کہ بزرگوں کے مسلک سے واقفیت حاصل کرائی جاتی تو بہت اچھا ہوتا، اگرچہ اس سلسلہ کی اعلیٰ اعلیٰ تصانیف ''آئینۂ مبارک، مفید الطالبین، آداب السالکین'' وغیرہ وغیرہ موجود ہیں لیکن ان میں طریقت کے مسائل نہایت مختصر ہیں اور جو ہیں وہ عام فہم نہیں کہ جس کو عوام سمجھ سکیں اور فقیر کی

طرف مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ تم مستند کتابوں سے اخذ کر کے اس طرح انجام دو کہ طالب کو ادراک کما ینبغی ہو اور اپنے سلسلہ والوں کو اپنے بزرگانِ سلسلہ کے مسلک سے واقفیت ہو جائے تو فقیر نے ہر چند عذر پیش کیے کہ مجھ میں نہ اتنی صلاحیت ہے، نہ اس قدر معلومات! فقیر کو اس خدمت سے معاف رکھا جائے، مکرر ارشاد ہوا کہ انسان خالصاً لوجہ اللہ، اللہ پر بھروسہ کر کے کسی کام کو شروع کرے اور وہ انجام کو نہ پہنچے کیا معنی، فقیر نے مکرر عذر پیش کرنے کو خلاف ادب وتہذیب سمجھا اور محض خوشنودی اللہ ورسول کے لیے سرِ تسلیم خم کیا، واقعی کچھ فضل خداوندی اور بزرگانِ سلسلہ کی عنایت وتوجہ ہی کا باعث تھا کہ اس بارِ عظیم کو فقیر نے اپنے سر پر لیا اور حکمِ مرشد فرضِ عین سمجھ کر بہ اُمید وسیلۂ نجات لکھنا شروع کیا اور نام رسالہ ہذا کا ''انتباہ الطالبین'' المعروف ''رموزِ حقیقت رکھا۔'' [رموزِ حقیقت، صفحہ ۹]

اسی طرح کتاب کے اختتام پر لکھتے ہیں:

''الحمد اللہ بہ تاریخ ۱۴ محرم الحرام ۱۳۵۰ھ مطابق ۲ رجون ۱۹۳۱ رسالہ ہذا بہ خیر وخوبی اختتام پذیر ہوا۔'' [رموزِ حقیقت:۱۵۷]

اب بتایا جائے کہ شیخ المشائخ کے دور میں کتاب لکھنے کا رواج تھا یا نہیں؟ اگر اِس پر بھی تشفی نہ ہو تو ایک اور دلیل ملاحظہ کیا جائے، صاحب ''انوار صوفیہ'' علامہ جید القادری فاضل بریلی شریف رقم طراز ہیں:

''ایام طالب علمی میں ایک خوش گوار شام شیخ المشائخ الکرام و مرشد العلماء العظام امین امانت بوتراب حضرت الحاج شاہ محمد تیغ علی قادری، آبادانی، فریدی، مجیبی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر تھا، آپ نے دوران ارشاد یہ فرمایا کہ بابو میری دلی خواہش ہے کہ سلسلہ قادریہ آبادانیہ کے بزرگوں کے حالات مقدسہ پر ایک کتاب لکھی جائے اور اگر قاسم علوم شریعت وطریقت حضور مفخر موجودات محمد محمود الصفات علیہ التحیۃ والتسلیمات سے لے کر ان تمام حضرات کے حالات طیبات (جن کی وساطت سے خلق خدا کی ہدایت کی ذمہ داری خانقاہ آبادانیہ سرکا نہی شریف تک آئی ہے) قلمبند کر دیئے جائیں تو اور بھی اچھا ہو، میں نے انکار مناسب نہ جانا (باوجودیکہ اپنی بے علمی اور کم بضاعتی اس کی اجازت نہیں دیتی تھی) کیونکہ میرے دل کی ایک ایک دھڑکن کو یقین کامل تھا کہ۔

گفتہ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

یہ وہ نفوس قدسیہ ہیں جن کی زبان حقیقت کا ترجمان ہوا کرتی ہے، خدا والوں کا مقدس ارشاد اپنے صداقت کی آپ ہی دلیل ہوا کرتی ہے، حدیث شریف صحیح مسلم بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ: قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رب اشعب مدفوع بالابواب لو اقسم علی اللہ لابرہ۔

گردشِ لیل ونہار اپنا کام کرتی رہی، دن ہفتہ، ہفتہ مہینہ اور مہینہ سال میں تبدیل ہوتا رہا اور میں دار العلوم مظہر الاسلام بریلی شریف سے دورۂ حدیث سے فراغت پا کر کلکتہ جاتے ہوئے مخدوم طریقت واقف راز حقیقت ومعروف حضرت شاہ محمد ایوب صاحب (خلیفۂ اجل حضرت شیخ المشائخ رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں بمقام سیتا رام پور ضلع بردوان حاضر ہوا، سلسلۂ گفتگو میں انھوں نے بھی یہی خواہش ظاہر کی اور میں نے یہ کام اپنے ذمہ لے لیا لیکن اس کے لئے معتد بہ وقت نہیں نکال سکا۔'' [انوارِ صوفیہ، صفحہ ۴]

علامہ جید القادری مزید لکھتے ہیں:

''حضور شیخ المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے ذاتی کتب خانہ میں آپ کا ایک خصوصی بیاض (جس میں قرآن کریم کی آیات طیبات واحادیث کریمہ وغیرہ نقل کی گئی ہیں) جنھیں وقتاً فوقتاً آپ نے خود اپنے دست مبارک سے اور اکثر خدام سے اپنی نگرانی میں درج کرایا ہے، جس بیاض کا نام (خود حضرت شیخ المشائخ نے ابواب القرآن تجویز فرمایا تھا) ہے۔'' [انوار صوفیہ:۲۲۹]

علامہ علی احمد جید القادری نے جس بیاض تیغی کی بات لکھی

ہے، اس کے مطالعہ سے جہاں شیخ المشائخ کے عقائد ونظریات واضح ہورہے ہیں، وہیں قرآن وحدیث اور اقوال صحابہ وتابعین کے متعلق شیخ المشائخ کی معلومات کا اندازہ ہوجاتا ہے، علامہ جید القادری نے ''بیاض تیغی'' کا چند نمونہ پیش کیا ہے جن میں بے شمار نکات اور صوفیانہ توضیحات شامل ہیں، بیاض تیغی کا ایک اقتباس ملاحظہ کریں:

''سچ تو یہ ہے کہ سارے عالم کا ظہور ان (حضرت آدم علیہ السلام) کے خطا کی برکت ہے، ان (انبیا وصالحین) کی خطائیں ہماری عبادتوں سے افضل ہیں، کیوں کہ ان کی خطا رب کی عطا ہوتی ہے، حضرت فاروق اعظم کی خطا سے قیامت تک کے مسلمانوں کو رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں سے جماع کرنے کی اجازت ملی، حضرت ابوامینہ ضمری رضی اللہ عنہ کے منہ سے مجبوراً کلمۂ کفر نکال دینے کی برکت سے ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کو ایسی مجبوری میں اس کی اجازت ملی، فرشتے محض عابد تھے اور انسان عبادت مع محبت کے لئے پیدا کیا گیا۔'' [انوار صوفیہ، صفحہ ۲۳۳-۲۳۴]

سرکار سرکانہی کے سلسلے میں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ محض صوفی بے مغز تھے، حالاں کہ سرکار سرکانہی کے ارشادات وفرمودات جو کتابوں میں موجود ہیں، ان سے پتہ چلتا ہے کہ وہ عالم دین بھی تھے، یہ دیگر بات ہے کہ دنیاوی سند نہیں رکھتے ہوں گے، اسی لئے لوگوں نے منفی نظریہ اخذ کرلیا، اسی وجہ سے غالباً رشک مظفر پوری نے نہ محض سرکار سرکانہی کو ہی تصنیف وتالیف میں نابلد قرار دیا بلکہ ان کے دور پر بھی ستم ظریفی کا مظاہرہ کیا، سرکار سرکانہی کی سوانح حیات سے یہ بات بھی اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ شیخ المشائخ اپنے دور کی علمی شخصیات میں سب سے زیادہ متاثر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ سے تھے، اس لئے ان کی لکھی نعت بھی بہت ہی عقیدت کے ساتھ سماعت فرماتے تھے جیسا کہ انوار قادری میں لکھا ہے:

''برادر عزیز مولوی شاہ محمد علاؤالدین سلمہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت سرکار قبلہ قدس سرہ العزیز شجاول پور برادر طریقت محمد عباس صاحب کے یہاں تشریف لے گئے، میں بھی آپ کے ہمراہ تھا، بروز جمعہ بعد نماز جمعہ مسجد میں لوگوں کو ٹھہرالیا اور مجھے حکم فرمایا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قبلہ رضی اللہ عنہ کی وہ نعت پڑھو: ؎

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل دیئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

میں نے دست بستہ کھڑے ہوکر تعمیل حکم کی اور وہ نعت شریف پڑھی۔'' [انوار قادری، صفحہ ۵۰]

اس اقتباس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ سرکار سرکانہی بعد نماز جمعہ نعت کی محفل منعقد کرتے تھے اور بعد محفل صلوٰۃ والسلام کا نذرانہ پیش کرتے تھے جیسا کہ اہل سنت وجماعت کی مساجد میں بعد نماز جمعہ صلوٰۃ والسلام کا نذرانہ پیش کیا جاتا ہے، حالاں کہ یہ معمول خانقاہ مجیبیہ میں نہیں ہے، آفتاب رشک مظفر پوری کے مضمون کے قاری کو یہ بتانا ضروری ہے کہ اعلیٰ حضرت کے مسلک کی ترویج واشاعت میں شیخ المشائخ کا بیش از بیش حصّہ ہے، تاریخ شاہد ہے کہ شیخ المشائخ نے اپنی حیات طیبہ میں اپنے جانشین حضرت شاہ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے خلف اکبر علامہ جید القادری کو بریلی شریف بھیجا تا کہ وہ اعلیٰ حضرت سے مکمل فیض یاب ہوکر اپنے قرب وجوار میں اعلیٰ حضرت کے پیغام کا پرچم بلند کریں، اگر شیخ المشائخ پھلواری عقائد اور معمولات کے شیدا ہوتے تو علامہ جید القادری کو پھلواری شریف علم حاصل کرنے کے لئے بھیجتے بریلی شریف نہیں۔

حاصل کلام یہ کہ آفتاب رشک مظفر پوری نے اپنے مضمون کے ذریعہ سرکار سرکانہی کو خراج عقیدت پیش کرنے کے بہانے سراوی فکر کو عام کرنے کی جو سعی کی ہے، وہ ہر لحاظ سے قابل مذمت ہے، رشک مظفر پوری کو معلوم ہونا چاہیے کہ سرکارِ سرکانہی نے مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ کے لیے حد درجہ کوشش کی، خود سرکارِ سرکانہی کے داد پیر حضرت حافظ فریدالدین آروی نے مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کے لیے جو کارنامے انجام دیئے وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہے، تاریخ شاہد ہے کہ شہر آرا

میں اعلیٰ حضرت کے خلیفہ مفتی رحیم بخش آروی نے مسلکِ اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت کی خاطر مدرسہ حنفیہ آرا سے استعفیٰ دے کر مدرسہ فیض الغربا قائم کیا تو مدرسہ کے قیام میں حضرت شیخ طریقت حافظ فرید الدین قدس سرہ نے بھر پور تعاون فرمایا اور تاحیات خصوصی معاون رہے، آپ کے وصال کے بعد جب حسّام الحرمین کے خلاف بدعقیدوں نے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی تو مدرسہ فیض الغربا آرا کے مدرّسین نے بھی حسّام الحرمین کی تصدیق فرمائی، علامہ مفتی محمد ابراہیم آروی مدرّس مدرسہ فیض الغربا، آرا تحریر فرماتے ہیں:

''بلا شبہ ایسی عقائد والے کافر و مرتد ہیں، اس لیے اُن میں توہین و تنقیص شان اللہ و رسول ہے، یہ لوگ اس آیتِ کریمہ کہ سزاوار ہیں، یعنی کہہ دیجیے اے نبی اِن سے کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اُس کے رسول کے ساتھ ٹھٹھا کرتے تھے، بہانے نہ بناؤ، تم کافر ہو چکے، اپنے ایمان کے بعد.........

عالمگیری میں ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ کی ایسی شان بیان کرے جو اُس کے لائق نہیں یا اسے جہل یا عجز یا کسی ناقص بات کی طرف نسبت کرے، وہ کافر ہے، اسی طرح جو اسے اچھا سمجھے یا اس پر راضی ہو وہ بھی کافر ہے، اعلام میں ہمارے علمائے اعلام سے کفر متفق الیہ کی فصل میں منقول ہے، جو کفر کا لفظ بولے وہ کافر ہوا، اسی طرح جو اس پر ہنسے یا اسے اچھا سمجھے یا اس پر راضی ہو کافر ہو جائے گا، میں حسّام الحرمین کو شروع سے آخر تک دیکھا جو کچھ اس میں ہے صحیح ہے، مسلمانوں کو اس پر عمل کرنا واجب ہے، اس کا منکر گمراہ ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر محمد ابراہیم عفی عنہ آروی قادری رضوی مدرّس مدرسہ فیض الغربا، آرہ۔'' [تجلیات خلفائے اعلیٰ حضرت، صفحہ ۴۱۱]

اس لئے شیخ المشائخ کے عقیدت مندوں سے ہماری گزارش ہوگی کہ آفتاب رشک سراوی کے گمراہ کن مضمون کو پڑھنے سے گریز کریں تاکہ شیخ المشائخ کی عقیدت مجروح نہ ہو، اسی طرح آفتاب رشک مظفر پوری سے بھی التماس ہے کہ سراوی چشمہ اتار کر شیخ المشائخ کی آفاقی شخصیت اور خدمات کا مطالعہ کریں تاکہ صلح کلیت کی لعنت سے توبہ کی دولت میسر ہو سکے، آخر میں اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ پاک ہم سب کو حق بات سننے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم لوگوں پر شیخ المشائخ کے روحانی فیوض و برکات جاری فرمائے، ان کے عقائد و اعمال پر ہم لوگ قائم و دائم رہیں، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

◆◆◆

ص ۵۷ / کا بقیہ....................

اس خیال کا دل میں آنا تھا کہ حضرت خواجہ قدس اللہ سرہٗ کے لب اقدس پر تبسم کی شیرینی نمایاں ہو جاتی ہے، گویا مجھے اشارہ فرما رہے ہیں کہ انہیں چھوڑو، تم پڑھو اور خبردار! اے فقیر ان کی بات کا کچھ خیال نہ کرنا، اس التفات کی حلاوت نے میرے دل سے ترش رویوں کے انکار کی تلخی مٹا دی۔

اب مجھے یاد نہیں کہ ''رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ رَحۡمَةً وَّهَيِّئۡ لَنَا مِنۡ اَمۡرِنَا رَشَدًا-[کہف:۱۰] تک پہنچا تھا یا ''ینشر لکم ربکم من رحمتہٖ ویھیئ لکم من امرکم مرفقاً''[کہف:۱۶] تک، میری آنکھ کھل گئی اور وہ باب بند ہو گیا، بحمد اللہ، اِدھر یہ خواب دیکھا اور اُدھر مرض میں نمایاں تخفیف ہوئی، میں نے کہا یہ اس پاک تربت کی خاک ملنے کی برکت ہے اور حضرت خواجہ کی یہ بندہ نوازی، حضرت محبوب الٰہی کی مدحت کی بدولت ہے۔

میرا دل جوش میں آیا اور صدا لگائی کہ اے شخص تو نے آنکھ سے دیکھ لیا اور آنکھ پر آزما لیا، تو کوئی پتھر ہی ہوگا اگر اب بھی تیرے یقین میں اضافہ نہ ہوا، سن اِدھر آ کہ اس سے اہم مدح کی طرح ڈالیں اور کوئے غوثیت کی خاک پر جان نثار کریں۔'' (قصیدہ اکسیر اعظم مع فارسی شرح مجیر معظم، ص ۱۰۹ / تا ۱۱۴)

یہ چند روشن چمکتی تحریریں آپ کے گوش گزار کرنے کی سعادت حاصل کی ہے، مولیٰ قبول فرمائے اور فیضان غوث و خواجہ و رضا سے خوب خوب مالا مال فرمائے، آمین، دلائل و براہین تو خوب ہیں مگر اتنے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

◆◆◆

از: مولانا غلام مصطفٰے نعیمی *

کافرانہ مسلک

تقدونظر

ناگپور سے ہمارے عزیز مولانا مصطفیٰ رضا صاحب نے بہ غرض استفسار ایک قوالی کا ویڈیو لنک بھیجا، اوپن کیا تو قوال صاحب کی خاصی بے سُری آواز کانوں سے ٹکرائی، آواز کو کسی طور برداشت کیا مگر قوال کے منہ سے نکلنے والا کلام کسی طور برداشت کرنے کے قابل نہیں تھا، حسن مطلع کچھ اس طرح تھا: ؎

صابر کا ہوں میں بندہ، صابر میرا خدا ہے
میرا کافرانہ مسلک، مشرب میرا جدا ہے

مسلم معاشرے کا عام انسان بھی یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ لفظ خدا، اللہ تعالیٰ ہی کے لیے استعمال ہوتا ہے، کسی غیر کو خدا کہنا جائز نہیں مگر مذکورہ کلام لکھنے والے کی جسارت تو دیکھیے کہ کس بے باکی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے حضرت مخدوم صابر کلیری علیہ الرحمہ کو اپنا خدا قرار دیا اور اتنے ہی پر بس نہیں کیا اپنے باطل نظریہ کو" کافرانہ مسلک" کہہ کر مکمل ڈھٹائی بھی دکھا رہا ہے۔

لفظ خدا کی تشریح

خدا فارسی زبان کا لفظ ہے، اپنی اصل حالت اور معنی کے ساتھ اردو میں بھی استعمال ہوتا ہے، لغوی اعتبار سے لفظ خدا کے مختلف معنی بیان کیے گیے ہیں:

"۱۔معبود۔۲۔دیوتا۔۳ مالک۔۴۔آقا۔۵۔خودمختار۔۶۔باکمال۔۷۔ماہر وغیرہ"

لیکن صدیوں سے لفظ خدا کا استعمال اللہ تعالیٰ کے اسم صفاتی "رب" کے ترجمہ کے طور پر کیا جا رہا ہے، غیر اللہ کے لیے اس بولنا جائز نہیں جیسا کہ مشہور فارسی لغت غیاث اللغات میں ہے:

" خدا بالضم بمعنی مالک وصاحب۔ چو لفظ خدا مطلق باشد بر غیر ذات باری تعالی اطلاق نکند۔" (غیاث اللغات، ص 185)

یعنی لفظ خدا (پیش کے ساتھ) مالک اور صاحب کے معنی میں آتا ہے، جب لفظ خدا مطلقاً استعمال کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے بولنا جائز نہیں۔

شرعاً کسی بندۂ خدا کو اپنا خدا ماننے کا کیا حکم ہے، یہ بتانے کی بھی حاجت نہیں رہی کہ قوال نے خود ہی اس کا حکم بتاتے ہوئے اپنے نظریہ کو" کافرانہ مسلک" قرار دیا ہے، اب کوئی اضافی دانش ور یہاں اہل نظر اور مجاذیب کے ان اقوال کی بحث نہ چھیڑیں جو شذوذ کے قبیل سے ہیں حالانکہ ان کا بھی عوامی استعمال منع ہے، ہر گزرتے دن قوالیوں میں ایسے گمراہانہ بلکہ کفریہ اشعار بڑھتے جا رہے ہیں اس لیے اب دو پہلوؤں پر بات کرنا بے حد ضروری ہو گیا ہے:

1 بزرگوں سے منسوب محفلوں میں ایسے کلام پڑھنا
2 قائلین سماع کے اہل علم کی ان پر خاموشی

ایک ایسا مجمع جہاں مسلمانوں کے بچے، جوان، بوڑھے اور نسبتاً کم پڑھے لکھے افراد موجود ہوں، وہاں ایسا کلام پڑھنا کہاں تک درست قرار پائے گا؟

عام لوگوں کے لیے اس کلام میں حضرت صابر پاک کا نام ہی کلام پر اعتبار کرنے کے لیے کافی ہے، اگر ایسا کلام ان کی زبانوں پر جاری ہو جائے یا وہ یہ مان بیٹھیں کہ کسی محترم شخصیت کو خدا ماننے میں کوئی حرج نہیں ہے تو وہ اپنے پیر و مرشد، ماں باپ، اساتذہ اور ہر اس شخص کو اپنا خدا کہنے میں نہیں ہچکچائیں گے جو ذرا بھی رتبہ ورسوخ والا ہو۔

جس طرح ہندو سماج میں ہر بڑے عہدے والے کو پربھو اور بھگوان کہنا عام ہے اسی طرح کل کو مسلمان بھی اونچے لوگوں کو خدا کہنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھیں گے۔

قائلین سماع میں ایک ٹھیک ٹھاک تعداد علما اور دانش وران کی ہے جو واضح طور پر عقیدہ و توحید و رسالت، الفاظ کی نزاکتوں اور باریکیوں کو اچھی طرح سمجھتے ہیں، اس کے باوجود ان کا ایسے گمراہانہ کلام پر خاموش رہنا، تنبیہ نہ کرنا بہت زیادہ کھلتا ہے، اگر یہ حضرات آگے آکر ایسے شتر بے مہار قوالوں کو تنبیہ کریں اور انہیں دائرہ شرع میں اشعار کہنے اور غیر اخلاقی حرکات و سکنات سے باز رکھنے کی تاکید کریں تو اس کا خاطر خواہ اثر ہوگا۔

قوالوں کی خرمستیاں

پچھلے کچھ وقت سے دیکھا جا رہا ہے کہ قوالی کے نام پر فکری اور عملی آوارگی لگاتار بڑھتی جا رہی ہے، بعض قوال صرف فلمی گانوں کی دُھن پر ہی قوالی بناتے ہیں، جیسے ہی کوئی نیا فلمی گانا ریلیز ہوا ٹھیک اسی سُر تال کے ساتھ قوالی بھی مارکیٹ میں آجاتی ہے، نقل میں کوئی کمی باقی نہ رہ جائے اس لیے سُر تال کے ساتھ ساتھ گانوں کے لٹکے جھٹکے بھی قوالی میں بھی شامل کیے جاتے ہیں، جس کے لیے قوال اور قوالہ باضابطہ اچھے خاصے dance moov بھی دکھاتے ہیں۔

قوالوں کا ایک گروہ ایسا سطحی اور بازارو کلام لکھتا ہے جو کسی طور پر ایک شریف اور مہذب معاشرے میں قبول نہیں کیا جا سکتا ذرا یہ نمونہ دیکھیں؛ ؎

چلے ہیں سب ریڑی بھنڈاری اَپّن چلا ہے جم کے
ریل گاڑی کے ہر ڈبے میں دھوئیں اڑیں گے چِلم کے
ٹکٹ وِکٹ کی کا ہے ٹینشن، ٹی ٹی اپنا جُٹ ہے
اب کی چھٹی میں اپنا تو نمبر بھی بالکل فٹ ہے

اے پپّا! خواجہ کا میلا آ ریلا، اپُن اجمیر جا ریلا

ذرا غور کریں! اس کلام کو سن کر ذہن میں خواجہ غریب نواز کے کسی عاشق کی تصویر ابھرتی ہے یا کسی چرسی اور چِلمیے کی؟

ذمہ داران سے گزارش

قائلین سماع کے اہل علم اور ذمہ داران کو چاہیے کہ وہ آگے آئیں اور تصوف و قوالی کے نام پر چل رہے اس غیر شرعی اور غیر اخلاقی سسٹم کے خلاف آواز بلند کریں تا کہ صوفیا اور تصوف کا صحیح پیغام لوگوں تک پہنچ سکے، اگر وقت رہتے اس سسٹم کو نہ روکا گیا تو آنے والے وقت میں محافل سماع میں دَم مارو دَم کی صدائیں اور چِلم کے دھوئیں اڑانے سے شاید ہی کوئی روک پائے۔

اغیار ویسے ہی تصوف پر معترض ہیں، ایسی حرکات اور ایسے کلام انہیں مزید صوفیا اور تصوف پر اعتراض کا موقع فراہم کریں گے اس لیے ایسے قوالوں کی اصلاح اور بروقت تنبیہ کی جائے تا کہ دامن تصوف پر کوئی داغ نہ آسکے۔

◆◆◆

ص ۹۸ رکا بقیہ...

۱۳ اے میرے بھائی اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو کہ دنیوی ضرورت کے مطابق سامان زندگی رکھنا یہ ملعون نہیں ہے، اسی طرح دنیوی ضرورت سے زیادہ مال و اسباب رکھنا اور اسے خیرات و حسنات میں خرچ کرتے رہنا یہ بھی ملعون نہیں ہے۔

۱۴ اگر طبیب کہ دے کہ فلاں چیز مت کھانا یہ تمہارے لئے نقصان دہ ہے، تو ہم اسی وقت چھوڑ دیتے ہیں اور ہم نہیں کھاتے ہیں لیکن کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام تشریف لائے اور یہی فرماتے رہے کہ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے پھر بھی ہم نے دنیا سے دل نہیں موڑا بلکہ دن رات دنیا ہی کی طلب میں لگے رہے، ایسی صورت میں یہی کہا جائے گا کہ طبیب کی بات کو تو ہم نے اہمیت دی لیکن انبیائے کرام علیہم السلام کی بات کو ہم نے نظر انداز کر دیا، اب آپ ہی بتاؤ کیا یہی ایمان ہے کیا اسی کو مسلمان ہونا کہتے ہیں۔

۱۵ اے بھائی! تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ دنیا مکر و فریب سے بھری ہوئی ہے اور بے وفا ہے، یہ ایک رنگ میں نہیں رہتی بلکہ ہر وقت رنگ بدلتی رہتی ہے۔

یہ تو بظاھر شہد معلوم ہوتی ہے لیکن ہے زہر آلود، اگر کسی کو صبح نوازتی ہے تو رات میں اسے چھوڑ دیتی ہے، اگر کسی کو صبح میں عزت بخشتی ہے تو شام ہوتے ہوتے اسے پاؤں سے روند دیتی ہے۔

(ماخوذ از مکتوبات دو صدی، فوائد رکنی)

◆◆◆

حیدر کاظمی کی وال سے

بوسنیا کی المناک داستان

حکم ہوا تمام مردوں کو ایک جگہ اکٹھا کیا جائے، فوجی شہر کے کونے کونے میں پھیل گئے، ماؤں کی گود سے دودھ پیتے بچے چھین لیے گئے، بسوں پر سوار شہر چھوڑ کر جانے والے مردوں اور لڑکوں کو زبردستی نیچے اتار لیا گیا، لاٹھی کے سہارے کھانستے چلنے والے بوڑھوں کو بھی نہ چھوڑا گیا، سب مردوں کو اکٹھا کر کے شہر سے باہر ایک میدان کی جانب ہانکا جانے لگا، ہزاروں کی تعداد میں لوگ تھے، عورتیں چلا رہی تھیں، گڑگڑا رہی تھیں، اِدھر اعلانات ہو رہے تھے:

"گھبرائیں نہیں کسی کو کچھ نہیں کہا جائے گا، جو شہر سے باہر جانا چاہے گا اسے بحفاظت جانے دیا جائے گا۔"

زار و قطار روتی خواتین اقوامِ متحدہ کے اُن فوجیوں کی طرف التجائیہ نظروں سے دیکھ رہی تھیں جن کی جانب سے دعویٰ کیا گیا تھا کہ شہر محفوظ ہاتھوں میں ہے لیکن وہ سب تماشائی بنے کھڑے تھے، شہر سے باہر ایک وسیع و عریض میدان میں ہر طرف انسانوں کے سر نظر آتے تھے، گھٹنوں کے بل سر جھکائے زمین پر ہاتھ ٹکائے انسان، جو اس وقت بھیڑوں کا بہت بڑا ریوڑ معلوم ہوتے تھے، دس ہزار سے زائد انسانوں سے میدان بھر چکا تھا، ایک طرف سے آواز آئی فائر!

تڑخ تڑخ تڑخ! سینکڑوں بندوقوں سے آوازیں بہ یک وقت گونجیں لیکن ان کے مقابلے میں انسانی چیخوں کی صدائیں تھیں جو اتنی بلند تھیں کہ ہزاروں کی تعداد میں برسنے والی گولیوں کی تڑتڑاہٹ بھی دب کر رہ گئی، ایک قیامت تھی جو برپا تھی، ماؤں کی گودیں اجڑ رہی تھیں، بیویاں آنکھوں کے سامنے اپنے سروں کے تاج تڑپتے دیکھ رہی تھیں، بیوہ ہو رہی تھیں، دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھیں، سینکڑوں ایکڑ پر محیط میدان میں خون، جسموں کے چیتھڑے اور نیم مردہ کراہتے انسانوں کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا، شیطان کا خونی رقص جاری تھا اور انسانیت دم توڑ رہی تھی۔

ان سسکتے انسانوں کا ایک ہی قصور تھا کہ یہ کلمہ گو مسلمان تھے، اس روز اسی سالہ بوڑھوں نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے بیٹوں اور بے قصور پوتوں کی لاشوں کو تڑپتے دیکھا، بے شمار ایسے تھے جن کی روحیں شدتِ غم سے ہی پرواز کر گئیں، شیطان کا یہ خونی رقص جب تھما تو ہزاروں لاشوں کو ٹھکانے لگانے کے لیے مشینیں منگوائی گئیں، بڑے بڑے گڑھے کھود کر پانچ پانچ سو، ہزار ہزار لاشوں کو ایک ہی گڑھے میں پھینک کر مٹی سے بھر دیا گیا، یہ بھی نہ دیکھا گیا کہ لاشوں کے اس ڈھیر میں کچھ نیم مردہ سسکتے اور کچھ فائرنگ کی زد سے بچ جانے والے زندہ انسان بھی تھے۔

لاشیں اتنی تھیں کہ مشینیں کم پڑ گئیں، بے شمار لاشوں کو یوں ہی کھلا چھوڑ دیا گیا اور پھر رُخ کیا گیا غم سے نڈھال ان مسلمان عورتوں کی جانب جو میدان کے چہار جانب ایک دوسرے کے قدموں سے لپٹی رو رہی تھیں، پھر انسانیت کا وہ ننگا رقص شروع ہوا کہ درندے بھی دیکھ لیتے تو شرم سے پانی پانی ہو جاتے، شدتِ غم سے بے ہوش ہو جانے والی عورتوں کا بھی ریپ کیا گیا، خون اور جنس کی بھوک مٹانے کے بعد بھی چین نہ آیا، اگلے کئی ہفتوں تک پورے شہر پر موت کا پہرہ رہا، ڈھونڈ ڈھونڈ کر اقوام متحدہ کے پناہ گزیں کیمپوں سے بھی نکال نکال کر ہزاروں لوگوں کو گولیوں سے بھون دیا گیا، محض دو دن میں پچاس ہزار نہتے مسلمان زندہ وجود سے مردہ لاش بنا دیئے گئے۔

یہ تاریخ کی بدترین نسل کشی تھی، ظلم و بربریت کی یہ کہانی سینکڑوں ہزاروں سال پرانی نہیں، نہ ہی اس کا تعلق وحشی قبائل یا دورِ جاہلیت سے ہے، یہ 1995ء کی بات ہے جب دنیا اپنے

آپ کو خود ساختہ مہذب مقام پر فائز کئے بیٹھی تھی، یہ مقام کوئی پس ماندہ افریقی ملک کا نہیں بلکہ یورپ کا جدید قصبہ سربرینیکا تھا، یہ واقعہ اقوام متحدہ کی نام نہاد امن فورسز کے عین سامنے بلکہ ان کی پشت پناہی میں پیش آیا۔

اگر آپ سمجھتے ہیں کہ یہ مبالغہ آرائی ہے تو ایک بار سربرینیکا واقعے پر اقوام متحدہ کے سابق سیکرٹری جنرل کوفی عنان کا بیان پڑھ لیجیے جس نے کہا تھا کہ یہ قتلِ عام اقوام متحدہ کے چہرے پر بدنما داغ کی طرح ہمیشہ باقی رہے گا، نوے کی دہائی میں یوگوسلاویہ ٹوٹنے کے بعد بوسنیا کے مسلمانوں نے ریفرنڈم کے ذریعہ اپنے الگ وطن کے قیام کا اعلان کیا، بوسنیا ہرزیگوینا کے نام سے قائم اس ریاست میں مسلمان اکثریت میں تھے جو ترکوں کے دورِ عثمانی میں مسلمان ہوئے تھے اور صدیوں سے یہاں آباد تھے، لیکن یہاں مقیم سرب الگ ریاست سے خوش نہ تھے، انھوں نے سربیا کی افواج کی مدد سے بغاوت کی، اس دوران بوسنیا کے شہر سربرینیکا کے اردگرد سرب افواج نے محاصرہ کرلیا، یہ محاصرہ کئی سال تک جاری رہا۔

اقوام متحدہ کی امن افواج کی تعیناتی کے ساتھ ہی باقاعدہ اعلان کیا گیا کہ اب یہ علاقہ محفوظ ہے، لیکن یہ اعلان محض ایک جھانسا ثابت ہوا، کچھ ہی روز بعد سرب افواج نے جنرل ملادچ کی سربراہی میں شہر پر قبضہ کرلیا اور مسلمانوں کی نسل کشی کا وہ انسانیت سوز سلسلہ شروع کیا جس پر تاریخ آج بھی خون کے آنسو بہا رہی ہے، اس دوران نیٹو افواج نے مسلسل مجرمانہ خاموشی جاری رکھی کیونکہ یہ معاملہ مسلمانوں کا تھا۔

جولائی 1995 سے جولائی 2020 تک پچیس سال گزر گئے، آج بھی مہذب دنیا اس داغ کو دھونے میں ناکام ہے، یہ انسانی تاریخ کا واحد واقعہ ہے جس میں مرنے والوں کی تدفین پچیس سال سے جاری ہے، آج بھی سربرینیکا کے گردونواح سے کسی نہ کسی انسان کی بوسیدہ ہڈیاں ملتی ہیں تو انہیں اہلِ علاقہ دفناتے نظر آتے ہیں، جگہ جگہ قطار در قطار کھڑے پتھر اس بات کی علامت ہیں کہ یہاں وہ لوگ دفن ہیں جن کی اور کوئی شناخت نہیں ماسوائے اس کے کہ وہ مسلمان تھے۔

گو کہ بعد میں دنیا نے سرب افواج کی جانب سے بوسنیائی مسلمانوں کی اس نسل کشی میں اقوام متحدہ کی غفلت اور نیٹو کے مجرمانہ کردار کو تسلیم کرلیا، کیس بھی چلے معافیاں بھی مانگی گئیں مگر ع

ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

اب تو یہ واقعہ آہستہ آہستہ یادوں سے بھی محو ہوتا جا رہا ہے، دنیا کو جنگ عظیم، سرد جنگ اور یہودیوں پر ہٹلر کے جرائم تو یاد ہیں، لیکن مسلمانوں کا قتلِ عام یاد نہیں، غیروں سے کیا گلہ! ہم میں سے کتنوں کو معلوم ہے کہ ایسا کوئی واقعہ ہوا بھی تھا؟ پچاس ہزار مردوں اور بچوں کا قتل عام اتنی آسانی سے بھلا دیا جائے؟ یہ وہ خون آلود تاریخ ہے جسے ہمیں بار بار دنیا کے سامنے رکھنا ہوگا۔

جس طرح نائن الیون اور دیگر واقعات کو ایک گردان بنا کر رٹایا جاتا ہے، بعینہٖ ہمیں بھی اس کی یاددہانی جاری رکھنی ہوگی، نام نہاد مہذب معاشروں کو ان کا اصل چہرہ دکھاتے رہنا ہوگا، اس واقعے میں ہمارے لیے ایک اور بہت بڑا سبق یہ بھی ہے کہ کبھی اپنے تحفظ کے لیے اغیار پر بھروسہ نہ کرو، اپنی جنگیں اپنے ہی زورِ بازو سے لڑی جاتی ہیں۔

◆◆◆

ص ۸۷/کا بقیہ ....

غنیۃ الطالبین میں حضور غوث اعظم ارشاد فرماتے ہیں کہ شب برأت کو صلوٰۃ الخیر ایک سو رکعت نوافل اور ہر رکعت میں دس بار قل شریف پڑھنا حضرت امام حسن بصری سے روایت ہے، فرماتے ہیں مجھے تیس صحابۂ کرام نے بتایا کہ جو شخص اس رات کو صلوٰۃ الخیر پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس پر ستر بار نظر کرم فرمائے گا اور ایک بار نظر کرم سے اس کی ستر حاجتیں پوری فرمائے گا، جن میں کم از کم ایک حاجت گناہوں کی بخشش ہے۔

شعبان کے مہینے میں روزہ رکھنا اللہ کے رسول ﷺ سے ثابت ہے، اگر کوئی پندرھویں شعبان کا روزہ رکھ لے تو اس کے لیے باعث اجر و ثواب ہوگا۔

◆◆◆

احوال قوم و ملت

از: عبدالرحمٰن ضیائی*

علامہ مشتاق احمد نظامی! ایک بھولی بسری شخصیت

احوال قوم وملت

ابھی حال ہی میں حضرت پاسبان ملت کا عرس گزرا ہے مگر اس سلسلے میں چاروں طرف سناٹا دیکھنے کو ملا، یہ پاسبان ملت، امیر کشور خطابت، قاطع نجدیت وو ہابیت، دعائے مفتی اعظم، محبوب مجاہد ملت، حضرت العلام الشاہ مشتاق احمد نظامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بانی دارالعلوم غریب نواز الہ آباد اور ہزاروں سنی تنظیموں کے بانی کا عرس سراپا قدس تھا۔

نظامی صاحب قبلہ کیا تھے، اکابرین کہتے ہیں وصال کے بعد اس طرح کا خطیب پھر ہماری جماعت کو ملا ہی نہیں، جس کے نام پر وہابیت میں زلزلہ آجاتا تھا، جن کے حوالے سے حضور مجاہد ملت کے کئی والہانہ پیغام موجود ہیں، جن سے پاسبان ملت کی ہمہ گیر شخصیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، مگر افسوس کہ ایسے مرد قلندر کی خدمات کو ہم نے سرے سے ہی مسترد کر دیا، جس نے زندگی کا ہر لمحہ فروغ دین وسنیت ومسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت میں صرف کیا، جہاں گئے علما کی ٹیم پیدا کی، تنظیموں کی تشکیل فرمائی تاکہ زیادہ سے زیادہ خدمت دین انجام دی جاسکے۔

آپ نے ناموافق زمین کو ہموار کیا اور وہاں اہل سنت کے پرچم کو نصب کیا، متحرک علما کو کام کرنے کا ذہن دیا، ہم نے کئی بزرگ علما کی زبانی سنا، کہ نظامی صاحب چھوٹوں پر بڑی شفقت فرماتے، ان کو حوصلہ بخشتے، کام کرنے کا ذہن دیتے، مگر افسوس آج کے دور میں چھوٹوں کو صرف دست بوسی اور قصیدہ خوانی کے لئے رکھا جاتا ہے، مگر ہزاروں زبانیں بولتی ہیں کہ پاسبان ملت نے انہیں تنظیموں سے جوڑا، آپ نے کئی مساجد ومدارس کے قیام میں کلیدی کردار ادا کیا۔

آہ! وہی قوم اپنے محسن کو بھول گئی، خود نئی نسل کے علما کو آپ کا نام تک نہیں معلوم، اسٹیجی، تنظیمی خدمات تو اپنی جگہ آج اہل الہ آباد کو کیا کہا جائے، پاسبان ملت نے وہاں عظیم علمی قلعہ تیار کیا، جہاں کے فارغین ملک و بیرون خوب خدمات انجام دے رہے ہیں مگر کہیں سے عرس مبارک کے موقع پر نہ تو آپ کے حالات پر کوئی مکمل تحریر سامنے آئی، نہ ہی کسی ادارے سے نکلنے والے رسالے نے آپ کی خدمات پر کوئی مضمون شائع کیا، کہنے کو تو اکثر افراد کہتے ہیں کہ مجھے نظامی صاحب بہت مانتے تھے، یہاں امامت پر لگایا وہاں سجے ہوئے دسترخوان پر کھلایا۔

مگر وہ افراد آج کہاں ہیں جو حیات ظاہری میں فیض مالی لے رہے تھے، بعد وصال فیضان روحانی لینے کے لیے کہیں ان کا تذکرہ بھی نہیں کرتے، یاد رہے آج آپ نے اہل سنت کے اس مرد قلندر کو بھلا دیا، جس میں اہم کردار ہمارے قبیلے کا بھی رہا ہے، یقین جانئے کل آپ بھی تاریخ کے صفحات میں گم ہو کر رہ جائیں گے، اپنے بزرگوں کی یاد میں آپ کی بھی یاد باقی ہے۔

اگر تحریر کا کوئی لفظ کسی کو اینٹ کی طرح لگ جائے اور زخم کر جائے تو پیشگی معافی کا خواست گار ہوں، میں شکر گزار ہوں حضرت علامہ ہاشم رضا حشمتی صاحب قبلہ استاد دارالعلوم غریب نواز الہ آباد کا جو مسلسل سوشل میڈیا پر تن تنہا عرس کی جانکاری اور مبارکباد پیش کرتے رہے، کاش ہر سنی خانقاہ جن کے مراتب ودرجات کا ذکر نظامی صاحب نہایت خلوص وصداقت کے ساتھ کرتے تھے، وہ بھی اپنے یہاں بلندی درجات کی دعا کرتے تو خوب ہوتا، پر افسوس نظامی صاحب نے جن کو شہر در شہر علاقہ در علاقہ ساتھ میں لے جا کر علامہ، پیر طریقت، مفتی ملت کا اعلان فرماتے رہے، وہ علامہ اور مفتی ملت بھی ہو گئے، پیر طریقت بن کر حلقہ مریداں بھی بنا لئے مگر اپنے محسن حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی نور اللہ تربتہ کو بھول گئے۔

بقیہ ص ۲۸ پر

* دارالعلوم حاجی علی خانقاہ قادریہ محمد رفیع نگر گوونڈی کے بانی ہیں۔

از: مولانا محمد ہاشم اعظمی مصباحی*

حضور غوث اعظم کے والد گرامی "جنگی دوست" کیوں؟

اسلاف وا خلاف

روحانی زندگی کے فضائل وکمالات اولیائے کرام کے نفوس میں اپنی شان کے ساتھ موجود ہوتے ہیں، اس لئے اولیائے کرام کے حالات وواقعات کا مطالعہ شخصیت سازی میں تیر بہ ہدف نسخہ کیمیا ہوتا ہے، اولیائے کرام صاحب فضل وکمال ہونے کے ساتھ کشورعلم وعمل بھی ہوتے ہیں، خوف خدا، اللہ کی رضا، اندیشۂ آخرت، تقویٰ وطہارت ان کی حیات فانی کا وظیفہ اور حیات سرمدی کا نسخہ ہوتا ہے، اِنھیں اوصاف حمیدہ کی بدولت مخلوق خدا ان کی طرف کھنچی چلی آتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے اِن نیک بندوں میں بلا کی جاذبیت، غضب کی دل کشی اور مقناطیسی کیفیت پیدا کردیتا ہے۔

یہی وہ پاک نفوس ہیں جنھیں اللہ کی راہ میں فنا ہوکر بھی بقا ملتی ہے، اِنھیں ذوات قدسیہ کے سرخیلِ اعظم کا نام سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے، آپ علوم وفنون کے ہر شعبے میں کامل واکمل تھے، اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات ولایت میں آپ کو وہ درجۂ کمال عطا فرمایا تھا جو اور کسی ولی کو نہیں عطا ہوا، آپ رضی اللہ عنہ کا خاندان صالحین کا خاندان تھا، آپ کے دادا جان، نانا جان، والد ماجد، والدۂ محترمہ، پھوپھی جان، بھائی اور تمام صاحبزادگان سب کے سب متقی و پرہیز گار تھے، اسی وجہ سے لوگ آپ کے خَاندان کو اشراف کا گھرانہ کہتے تھے، غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد محترم کا اِسم گرامی سید مُوسیٰ، کنیت اَبُوصالح اور لقب ''جَنگی دوست'' تھا، آپ جیلان شریف کے اکابر مَشائخ کرام میں سے تھے۔

''جنگی دوست'' کی وجہ تسمیہ

آپ کا لقب ''جَنگی دوست'' اس لیے ہوا کہ آپ خَالصۃً اللہ کی رضا کے لیے نَفس کُشی اور رِیاضت ومجاہدہ میں یکتائے روزگار تھے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے پیکر تھے، اس معاملہ میں اپنی جَان تک کی بھی پَروانہ کرتے تھے، چُنانچہ ایک دن آپ جامع مسجد کو جارہے تھے کہ خلیفۂ وقت کے چند مُلازِم شَراب کے مَٹکے نہایت ہی اِحتیاط سے سَروں پر اُٹھائے جارہے تھے، آپ نے جب اُن کی طرف دیکھا تو جلال آ گیا اور اُن مٹکوں کو توڑ دیا، آپ کے رُعب ودبدبہ اور عظمت وبُزرگی کے سامنے کسی ملازم کو دَم مَارنے کی جُرأت نہ ہوسکی، ملازمین نے خلیفۂ وقت سے شکایت کی اور آپ کے خِلاف خلیفہ کو خوب اکسایا خلیفہ نے حکم دیا: سیّد مُوسیٰ کو فوراً میرے دَربار میں پیش کرو، چنانچہ آپ کو دَربار میں پیش کیا گیا، خلیفہ غیظ وغضب کے عالم میں للکار کر کہتا ہے: آپ کو میرے مُلازمین سے الجھنے کی جُرأت کیسے ہوئی؟

آپ نے فرمایا: میں محتسب ہوں، اس لئے میں نے اپنا فرضِ منصبی ادا کیا، خلیفہ نے کہا: آپ کس کے حکم سے محتسب مقرر کئے گئے ہیں؟ آپ نے رعب دار لہجہ میں جواب دیا: جس کے حکم سے تم حکومت کررہے ہو، آپ کے اس جرأت مندانہ اِرشاد سے خلیفہ پر ایسی ہیبت ورِقّت طاری ہوئی کہ گھٹنوں پر سَر رکھ کر بیٹھ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد عَرض کیا: حضور والا! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے علاوہ مٹکوں کو توڑنے میں کیا حکمت تھی، آپ نے اِرشَاد فرمایا: تمہارے حال پر شفقت کرنا نیز تجھ کو دنیا اور آخرت کی رسوائی اور ذِلت سے بچانا، خلیفہ پر آپ کی اس حِکمت بھری گفتگو کا بہت گہرا اثر ہوا، متأثر ہوکر آپ کی خدمت اَقدس میں عرض گزار ہوا: عالیجاہ! آپ میری طرف سے بھی محتسب کے عہدہ پر مَامُور ہیں، آپ نے اپنے متوکلانہ انداز میں فرمایا، جب میں حَق تعالیٰ کی طرف سے مَامُور ہوں تو پھر مجھے خَلق کی طرف سے مَامُور ہونے کی کیا حاجت ہے، اُسی دِن سے آپ ''جَنگی دوست'' کے لقب سے مشہور ہوگئے۔ (سیرت غوث الثقلین، ص ۵۲) ◆◆◆

* مضمون نگار نوادہ مبارکپور اعظم گڑھ یوپی کے مقیم ہیں۔

از: مدثر جمال رفاعی*

امام احمد کبیر رِفاعی اور ان کے تعظیمی القاب

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کی مختلف صفات مختلف الفاظ میں بیان فرمائی ہیں اور اپنے نافرمان بندوں کے بارے میں بھی ان کی نافرمانی کے شدید یا خفیف ہونے کے لحاظ سے مختلف الفاظ و القاب استعمال فرمائے ہیں، اسی طرح نبی کریم ﷺ نے اپنے متعدد کبار صحابہ کو ان کی خصوصیات اور امتیازات کے پیش نظر مختلف القاب اور مختلف فضائل ومناقب والے الفاظ سے شرف یاب فرمایا ہے، مذکورہ بالا یہ دونوں حقائق ''القاب'' کی اصل اور بنیاد ہیں، اگر غور کیا جائے تو القاب کے صدور کے لحاظ سے اس کی دو قسمیں بنتی ہیں:

ایک وہ القاب جو قرآن وسنت میں کسی کے لیے وارد ہوئے ہوں، مثلاً قرآن کریم میں نبی کریم ﷺ کے متعلق خاتم النبییّن وغیرہ یا احادیث میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے عتیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لیے ''محدَث'' یا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے ''مولا'' وغیرہ وغیرہ۔

دوسرے وہ القاب جو اہل علم ومعرفت نے اپنے اپنے علم و فن کے ماہرین اور متعلقین کے لیے صادر کیے ہوں، مثلاً فقہائے کرام کے ہاں مجتہد مطلق، مجتہد منتسب، مجتہدِ مذہب، مجتہدِ مرجح اور مقلد وغیرہ وغیرہ، یا مثلاً محدثین عظام کے ہاں امیر المومنین فی الحدیث، ثقہ، ثبت، حجۃ، حافظ، مسند، محدث، وغیرہ وغیرہ۔

حضرات صوفیائے کرام اور اولیائے عظام کے ہاں جو مختلف شخصیات کے لیے جو القاب استعمال کیے جاتے ہیں وہ بھی بنیادی طور پر اسی دوسری نوعیت کے ہوتے ہیں، جو زہد و معرفت اور سلوکِ طریقت کے ماہرین مختلف شخصیات کے مراتب کے پیشِ نظر استعمال کرتے ہیں، علاوہ ازیں ''القاب'' کے صدور کی ایک صورت اور بھی ہے وہ یہ کہ کسی معتبر بندے کو نبی کریم ﷺ کی خواب میں زیارت ہو، یا نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی اور نبی یا کسی صحابی وولی کی زیارت ہو اور اس میں اسے کسی ''ولی'' کے متعلق کوئی ''لقب'' بتایا جائے، یہ صورت بھی ایک معتبر صورت ہے بشرطیکہ اس میں خواب کے متعلق شریعت اسلامیہ کی عمومی ہدایات کو ملحوظ رکھا جائے، نیز یہ بھی ملحوظ رکھا جائے کہ قرآن کریم میں حکم ہے:

''وَ لَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ۔ (سورۃ الحجرات 11) اور ایک دوسرے کو بُرے لقب سے یاد نہ کرو۔''

اس سے مفہوم مخالف کے طور پر اس بات کا جواز اخذ ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کو اچھے لقب سے یاد کیا جاسکتا ہے، اس مختصر تمہید کے بعد اب ہم سلسلہ مبارکہ رفاعیہ جو اہل حق کے سلاسل طیبہ میں ایک ممتاز سلسلہ طریقت ہے جس کے موسس امام احمد کبیر رفاعی موسوی حسینی حسنی (قدس اللہ سرہ اللطیف ونفعنا بعلمہ الشریف وفیضہ المنیف) کے ''القاب'' کے متعلق کچھ عرض کرتے ہیں، تا کہ یہ واضح ہو جائے کہ ان کے متعلق جو القاب استعمال کیے جاتے ہیں، وہ محض ان کے حلقہ رفاعیہ کے احباب کی ذاتی وضع ہے یا دیگر کبار اہل علم اور کبار اہل طریقت نے ان کے متعلق اس نوع کے بلند پایہ القاب استعمال کیے ہیں اور ان کی بلند شان وعظمت کو اس نوع کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔

اس مختصر مضمون میں بندہ ناچیز کی کوشش ہے کہ امام رفاعی قدس سرہ کے متعلق مختلف اہل علم نے جو ''القاب'' استعمال فرمائے ہیں، وہ انہی کی تصریحات کے ساتھ اپنے قارئین کے سامنے رکھ دیئے جائیں تا کہ ان کے سامنے صورت حال پوری طرح واضح ہوجائے، **واللہ الموفق وھو المعین۔**

سید المرسلین کی بشارت اور امام رِفاعی کا مقامِ عظمت

سیدی امام رفاعی قدس سرہ کے شیخ ومرشد (جو رشتے میں

اسلاف واخلاف

ان کے ماموں بھی تھے) امام منصور بطائحی انصاری قدس سرہ فرماتے ہیں کہ:

''ایک شب خواب میں مجھے نبی کریم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، اور آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے منصور! میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہاری بہن کو چالیس دن بعد ایک لڑکا عطاء فرمائیں گے، اس کا نام ''احمد رفاعی'' ہوگا، جس طرح ''میں'' تمام انبیا کا سردار ہوں، اُسی طرح ''وہ'' (سید احمد کبیر رفاعی) تمام اولیا کا سردار ہوگا۔'' (ارشاد المسلمین الی طریقۃ شیخ المتقین، الشیخ ابی الفرج عزالدین عمر الفاروثی الرفاعی المحدث)

سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور امام رفاعی کا مقام عظمت

سلطان المتکلمین، امام ربانی، مجدد حقانی سیدی محمد مہدی الرفاعی الثانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ روحانی مکاشفے میں حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

''ارتبط السید احمد فھو اعظم الاولیاء المحمدیین بعد الائمۃ الآل الاثنی عشر نیابۃ عنی من مقام الحال و عن جدہ محمد رسول اللہ ﷺ من منزلۃ الحال و المقام و ھو شیخک و شیخ کل مسلم یومن باللہ و برسولہ و اوسع اقطاب الامۃ المحمدیۃ دائرۃً۔ (بوارق الحقائق، طبع قاہرہ، ص120) تم سید احمد رفاعی کے ساتھ جڑ جاؤ، کیوں کہ وہ میری طرف سے ''مقامِ حال'' میں اور اپنے نانا حضرت محمد ﷺ کی طرف سے ''حال اور مقام'' دونوں اعتبار سے نائب ہیں اور اہل بیت کے بارہ اماموں کے بعد امت محمدی کے سب سے بڑے ولی ہیں، وہ تمہارے بھی شیخ ہیں اور ہر اس مسلمان کے شیخ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہو اور امت محمدیہ کے اقطاب میں انہی کا دائرہ سب سے وسیع ہے۔''

سیدنا خضر علیہ السلام اور امام رفاعی کا مقام عظمت

سلطان المتکلمین، امام ربانی، مجدد حقانی سیدی محمد مہدی الرفاعی الثانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ملک شام کے علاقہ ''مسکین'' میں جہاں سلسلہ رفاعیہ کے بزرگوں کے مزارات ہیں، وہاں سیدنا خضر علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی، اس ملاقات میں انہوں نے امام رفاعی قدس سرہ کے متعلق جو القاب استعمال فرمائے وہ درج ذیل ہیں:

''شیخ المتقین (متقی لوگوں کے شیخ) سید الصدیقین (صدیقین کے سردار) امام المتمکنین (صاحبِ تمکین لوگوں کے امام) سلطان العارفین (عارفین کے بادشاہ) نائب جدہ النبی الامین ﷺ (اپنے نانا نبی امین ﷺ کے نائب) [بوارق الحقائق، طبع قاہرۃ، ص47]

غوث اعظم اور امام رفاعی کا مقام عظمت

کتاب سواد العینین میں مذکور ہے کہ ایک مرید نے شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ سے امام رفاعی قدس سرہ کے متعلق سوال کیا تو شیخ نے جواب میں فرمایا:

''اے فقیر! امام رفاعی وہ شخص ہیں کہ ان کے مقام و مرتبے اور حد کو کوئی نہیں پہچان سکتا اور نہ کوئی وہاں تک پہنچ پایا ہے، یہ وہ باکمال شخص ہیں کہ شریعت اور قرآن کریم ہی ان کے اخلاق ہیں، ان کا دل رب الارباب اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہے، انہوں نے سب کچھ چھوڑ دیا اور سب کچھ پالیا۔''

(سماع وشراب عند اشراف الاقطاب، سواد العینین، طبع دار التقوی دمشق الشام)

سید ابو القاسم بن السید ابراہیم البرزنجی الحسینی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''اجابۃ الداعی فی مناقب القطب الکامل العارف الشریف السید احمد الرفاعی'' میں حضرت سیدی امام رفاعی قدس سرہ کے متعلق درج ذیل القاب تحریر کیے ہیں:

''العارف الاکبر، الکبریت الاحمر، خریدۃ المعارف، مرجع کل عارف، قطب دائرۃ الجمال، فلک سمۃ الکمال، مربی السالکین، امام العارفین، مظہر الانوار الالہیۃ، سر المحبۃ الذاتیۃ، کاشف نقاب وحدۃ الوجود، حامل رایۃ اصحاب الشہود، الشیخ الواصل المحقق، سندنا الکامل المکمل المدقق، فخر العارفین، قرۃ عین الواجدین، انسان عین المحققین، نتیجۃ مقدمۃ العاشقین۔''

(اجابۃ الداعی،ص 2 ،دار التقوی دمشق الشام)

امام ذہبی کے یہاں امام رفاعی کے تعظیمی القاب

بعض وجوہ سے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے اس سلسلے میں سب سے پہلے وہ القاب درج کیے جائیں جو جلیل الشان و کبیر المقام محدث علامہ شمس الدین محمد الذہبی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ نے امام رفاعی قدس سرہ کے تذکرے میں رقم فرمائے ہیں اور وہ درج ذیل ہیں:

''(1) الزاہد الکبیر (2) سلطان العارفین۔(بحوالہ: تاریخ الاسلام للذھبی)

(فائدہ: اسی تاریخ الاسلام میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے امام رفاعی قدس سرہ کے متعلق جو دعائیہ جملہ درج کیا ہے وہ بھی ان کے علوم مقام کی دلیل ہے اور وہ یہ ہے، رضی اللہ عنہ)

(1) الامام (2) القدوۃ (3) العابد (4) الزاہد (5) شیخ العارفین۔(بحوالہ: سیر اعلام النبلاء للذھبی، الجزء الحادی و العشرون)

(1) زاہد العراق۔(تذکرۃ الحفاظ، ج4۔ص1341)

علامہ شہاب الدین احمد کے یہاں امام رفاعی کے تعظیمی القاب

موصوف اپنی کتاب مسالک الابصار فی ممالک الامصار میں لکھتے ہیں:

''کان رضی اللہ عنہ رجلا صالحا فقیھا شافعی المذھب۔(الجزء الثامن) امام رفاعی رضی اللہ عنہ نیک سیرت آدمی تھے، فقیہ تھے اور شافعی المسلک تھے۔''

اس مختصر سی عبارت میں تین باتیں قابل غور ہیں: ایک امام رفاعی کے لیے ''رضی اللہ عنہ'' والا دعائیہ جملہ لانا، دوسرے امام رفاعی کے متعلق ''رجل صالح'' کا وصف، تیسرے امام رفاعی کے متعلق ''فقیہ'' کا وصف۔

یہاں یہ بھی یاد رکھنا مفید ہوگا کہ علامہ ابن فضل اللہ العمری شیخ ابن تیمیہ کے شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں۔

امام یافعی یمنی مکی کے یہاں امام رفاعی کے تعظیمی القاب

موصوف اپنی کتاب ''مرآۃ الزمان'' میں درج ذیل القاب ذکر کرتے ہیں:

''تاج العارفین، امام المعرفین، ذو الانوار الزاھرۃ، و الکرامات الباھرۃ، و المقامات العلیۃ، و الاحوال السنیۃ، و البرکات العامۃ، و الفضائل الشھیرۃ بین الخاصۃ و العامۃ۔ یعنی: امام رفاعی قدس سرہ روشن انوار والے، چمکدار کرامتوں والے، بلند مقامات اور روشن احوال والے، عوام اور خواص کے درمیان فضائل کی شہرت رکھنے والے اور پھیلی ہوئی برکتوں والے ہیں۔''

اس عبارت میں ہر ''وصف'' درحقیقت ایک لقب ہے جو اہل فہم پر مخفی نہیں، اسی طرح یہی امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ایک دوسری کتاب خلاصۃ المفاخر فی مناقب الشیخ عبد القادر میں امام رفاعی قدس سرہ کے متعلق لکھتے ہیں:

''کان من اعیان مشایخ العراق، و اجلاء العارفین، و اکابر المحققین، و صدور المقربین، عمر اللہ القلوب بمحبتہ و ملأ الصدور من مھابتہ و عمر الاوطان بذکرہ و عطر الآفاق بنشرہ۔ امام رفاعی عراق کے نمایاں ترین مشایخ، جلیل القدر عارفین، اکابر محققین اور مقربین کے صدر مجلس والے لوگوں میں سے ہیں، اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت اور ان کے سینوں میں ان کی ہیبت بھر دی ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے تذکرے سے سب خطے آباد کر دیئے ہیں اور آفاق میں ان کی خوشبو پھیلا دی ہے۔''

اس عبارت میں بھی ہر ہر جملہ امام رفاعی قدس سرہ کے لیے ایک ایک لقب اور ایک ایک وصف کا بیان ہے اور عیاں را چہ بیاں؟

علامہ جمال الدین اسنوی کے یہاں امام رفاعی کے تعظیمی القاب

موصوف اپنی کتاب طبقات الشافعیۃ میں امام رفاعی کے تذکرے میں درج ذیل القاب ذکر کرتے ہیں:

''صاحب الاحوال و الکرامات، استاذ الطائفۃ المشھورۃ۔ یعنی عمدہ احوال اور کرامات والے، مشہور

اسلاف و اخلاف

جماعت کے استاذ۔''

امام ابن کثیر دمشقی کے یہاں امام رفاعی کے تعظیمی القاب

امام موصوف نے طبقات میں درج ذیل لقب ذکر کیا ہے: الزاھد الکبیر المشھور۔

اور البدایۃ والنہایۃ میں درج ذیل لقب: شیخ الطائفة الاحمدیة والرفاعیة والبطائحیة۔

امام ابن الملقن کے یہاں امام رفاعی کے تعظیمی القاب

امام موصوف اپنی کتاب طبقات الاولیاء میں لکھتے ہیں:

''استاذ الطائفة المشھورة، کان من حقه التقدیم فانه اوحد وقته حالا و صلاحا۔ امام رفاعی مشہور جماعت کے استاذ ہیں، اور مقدم ہونا ان کا حق ہے کیوں کہ وہ اپنے حال اور اپنی نیکی کے اعتبار سے اپنے زمانے میں سب سے یکتا تھے۔''

اسی طرح یہی امام موصوف امام رفاعی قدس سرہ کا ایک مقولہ ان کی فضیلت ومنقبت کے اظہار کے لیے ذکر کرتے ہیں کہ امام رفاعی قدس سرہ نے اپنی موت سے پہلے یہ ارشاد فرمایا کہ:

''انا شیخ من لا شیخ له، انا شیخ المنقطعین۔ میں (امت مسلمہ کے) اُن لوگوں کا شیخ ہوں جن کا کوئی شیخ نہ ہو اور میں بچھڑے ہوئے لوگوں کا شیخ ہوں۔''

علامہ جمال الدین کے یہاں امام رفاعی کے تعظیمی القاب

علامہ موصوف اپنی کتاب ''النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر و القاہرۃ'' لکھتے ہیں:

''امام وقته فی الزھد والصلاح والعلم والعبادة، کان من الافراد الذین اجمع الناس علی علمه و فضله و صلاحه۔ امام رفاعی زہد وصلاح اور علم وعبادت میں اپنے وقت میں امام تھے اور ان یگانہ روزگار افراد میں سے تھے جن کے علم وفضل اور نیکی پر سب لوگوں کا اتفاق ہے۔''

علامہ ابو الفضل عبد القادر الشاذلی اور امام رفاعی کے تعظیمی القاب

علامہ موصوف اپنی کتاب ''الکواکب الزاھرۃ فی اجتماع الاولیاء یقظة بسید الدنیا والآخرۃ ﷺ'' میں درج ذیل دو لقب لکھتے ہیں:

(1) القطب ۔(2) العارف

علامہ محمد بن یحیی التاذفی کے یہاں امام رفاعی کے تعظیمی القاب

علامہ موصوف اپنی کتاب ''قلائد الجواھر فی مناقب الشیخ محی الدین عبد القادر الجیلانی'' میں امام رفاعی کے لیے درج ذیل لقب خاص طور پر ذکر کرتے ہیں:

''السید الکبیر، محی الدین، سید العارفین۔ یعنی بڑے سردار، دین کو زندہ کرنے والے، عارفین کے سردار۔''

نیز یہ بھی لکھتے ہیں:

''وھو احد الاربعة الذین یبرؤن الاکمه والابرص ویحیون الموتی باذن الله سبحانه و تعالی۔ امام رفاعی ان چار بزرگوں میں سے ایک ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اجازت اور حکم سے مُردوں کو زندہ کرتے تھے اور کوڑھی اور برص کی بیماری والوں کو شفا دیتے تھے۔''

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت اور امام رفاعی کے تعظیمی القاب

حضرت مخدوم جہانیاں جہان گشت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شہر نخشوان میں چلہ سے فارغ ہونے کے بعد مجھے اُم عبیدہ جانے کا حکم ہوا کہ وہاں سلطان العارفین حضرت سلطان سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ آرام فرما ہیں اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (بشارت رویا میں) کہ اوّلین صحابہ کرام میں افضل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، اولین اَولیائے کرام میں افضل علی مرتضی رضی اللہ عنہ ہیں اور آخرین اَولیائے کرام میں افضل حضرت سلطان سیدی احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

(سفر نامہ مخدوم جہانیاں، ص22)

امام شعرانی اور امام رفاعی کے تعظیمی القاب

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''الطبقات الکبریٰ'' میں لکھتے ہیں:

''امام رفاعی قدس سرہ کے ایک شاگرد نے ان سے پوچھا: اے میرے سردار! کیا آپ قطب ہیں؟ تو امام رفاعی نے فرمایا: اپنے شیخ کو قطبیت سے بلند تر سمجھو پھر اس شاگرد نے

پوچھا: کیا آپ غوث ہیں؟ تو امام رفاعی نے فرمایا: اپنے شیخ کو غوثیت سے بلند تر سمجھو۔‘‘

یہ بات ذکر کر کے امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

’’میں کہتا ہوں کہ اس بات میں یہ دلیل موجود ہے کہ امام رفاعی (معلوم) مقامات اور اطوار سے بلند تر ہو چکے تھے، کیوں کہ قطبیت اور غوثیت تو معروف اور معلوم مقامات ہیں اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اللہ کی توفیق کے ساتھ ہوتا ہے تو اس کا کوئی مقام جانا نہیں جا سکتا اگر چہ اسے ہر مقام حاصل ہوتا ہے، واللہ اعلم۔‘‘

قطبیت اور غوثیت سے ہے سوا
رتبہ اعلی و اکرم آپ کا

شان عالی آپ کی ہے بے نظیر
یا رفاعی سید احمد کبیر

خلاصہ اس بات کا یہ ہوا کہ: امام رفاعی قدس سرہ کا مقام ’’قطبیت‘‘ اور ’’غوثیت‘‘ کے مقام سے بھی بلند تھا اور اتنا بلند تھا کہ دوسرے لوگ اس کو معلوم نہیں کر سکتے! چند کتابوں کو سرسری نظر سے دیکھنے سے یہ چند معلومات آپ کے سامنے رکھی ہیں اور سلسلہ مبارکہ رفاعیہ کے اپنے اکابر و شیوخ کی کتب اور حوالہ جات ابھی اس میں شامل نہیں ہیں، اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ امام رفاعی قدس سرہ کی ذاتِ گرامی کو کس قدر مناقب و امتیازات سے نوازا گیا ہے اور وہ کس قدر بلند پایہ ’’القاب‘‘ سے شرف یاب ہیں، طبع سلیم اور فہم مستقیم رکھنے والوں کے لیے یہ معلومات بھی کافی ہیں اور ان کے بلند مقام سے آگاہی کے لیے روشن نشانات ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعاء ہے کہ ہمیں اپنے نبی اکرم، شافع محشر، حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، تمام انبیا اور تمام مرسلین اور تمام اولیائے کرام کے طفیل اپنی محبت و معرفت کا نور نصیب فرمائیں اور اپنے ان بندوں کی برکات سے دنیا اور آخرت میں مستفید فرمائیں اور انہی کی وسیلے سے اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت و محبت نصیب فرمائیں۔

یہ چند باتیں اپنے مکرم سید حسام الدین رفاعی ابن سید جمال الدین رفاعی (خانقاہ رفاعیہ، بڑودہ، گجرات، ہندوستان) کے توجہ دلانے سے زیر قلم آئی ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور سید صاحب موصوف کی مساعی جمیلہ میں برکت عطا فرمائیں اور انہیں تمام مسلمانوں کی خیر خواہی کے وافر جذبات سے سرشار فرمائے رکھیں اور انہیں امت مسلمہ کے زخموں پر مرہم رکھنے والا بنائیں! آمین یارب العالمین۔

آخر میں اپنے شیخ و مرشد سیدی وسندی، حضرت امام رفاعی قدس سرہ کے متعلق اپنے دو شعر درج کرتا ہوں: ؎

تاباں ہے سورج تِری مِدحتوں کا
چرچا ہے ہر سو ترے رنگ و بو کا

ہے حاصل تجھے رُتبہ اِمامِ ہُدیٰ کا
ہے فرزند جو تو رسولِ خُدا کا

◆◆◆

ص ۸۳ رکا بقیہ........................

ہے، عام آدمی کے ذہن و دماغ سے مذہبیت کا سحر ٹوٹ گیا ہے انھیں زیادہ دنوں تک یرغمال بنا کر نہیں رکھا جا سکتا، مہنگائی کی مار نے ساری چوکڑی بھلا دی ہے، ملک کے باہر یورپ، امریکہ اور خلیجی ممالک میں کثیر تعداد میں ہندوستانی شہری رہتے ہیں، ان کی بڑی تعداد بڑی بڑی کمپنیوں میں اونچے اونچے عہدوں پر فائز ہے، وہ جمہوریت مخالف حرکتوں پر تنقید کرنے میں کبھی پیچھے نہیں ہٹے، چاٹو کار گودی میڈیا کی کارستانیوں سے ان کے ساتھ ساتھ ہندوستانی عوام بھی آگاہ ہے۔

بی جے پی نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ بس اتنا ہی کر سکتی ہے، ملک کی جمہوریت کی کچھ جڑیں تھوڑی دیر کے لئے کتری تو جا سکتی ہیں؛ لیکن جمہوریت کو مکمل ختم کر کے اسے کسی مذہب سے منسوب کر دینے کا خواب، ایک سراب جیسا ہے۔ ؎

ہزار برق گرے، لاکھ آندھیاں اٹھیں
وہ پھول کھل کے رہیں گے جو کھلنے والے ہیں

◆◆◆

از: مولانا محمد اسلم رضا اشفاقی *

حضور غریب نواز اور امام احمد رضا

اسلاف و اخلاف

سلطان الہند، عطائے رسول حضور سیدنا خواجہ غریب نواز چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ والرضوان (۵۳۴ھ ۶۳۳ھ) کی شہرہ آفاق شخصیت سے کون واقف نہیں، ہر جانب آپ ہی کے چرچے ہیں، بارگاہِ الٰہی میں آپ کی محبوبیت ومقبولیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ جب آپ کے پیرو مرشد، شیخ طریقت، سلطان العارفین حضرت خواجہ عثمان ہارونی علیہ الرحمہ نے کعبۃ اللہ میں میزاب رحمت کے نیچے اپنے اس چہیتے مرید وخلیفہ کے لئے دعا کی تھی اور ان کا ہاتھ پکڑ کر خداوند قدوس کے سپرد کیا تھا، تو غیب سے آواز آئی: ہم نے معین الدین کو قبول کیا'' یہ وہ شرف عظیم ہے جو ہمارے خواجہ، ہند کے راجہ علیہ الرحمہ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔

اسی طرح حج کے دوران کعبہ شریف میں حضرت خواجہ غریب نواز یادِ الٰہی میں مشغول تھے تو آپ نے ایک غیبی آواز سنی: اے معین الدین ہم تجھ سے خوش ہیں ہم نے تجھے بخش دیا، جو کچھ چاہے مانگ عطا کروں۔ (اہل سنت کی آواز، ص ۱۵۸، مارہرہ شریف)

جب دربار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضری ہوئی تو آپ کو یہ بشارت سنائی گئی: اے معین الدین تو میرے دین کا معین ہے، میں نے تجھے ہندوستان کی ولایت عطا کی، وہاں کفر وظلمت پھیلی ہوئی ہے تو اجمیر جا، تیرے وجود سے ظلمتِ کفر دور ہوگی اور اسلام کی رونق بڑھ جائے گی۔'' (سیر الاقطاب، ص ۱۲۴)

عطاؤ بخشش کی ایسی بارش ہوئی کہ حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ پورے ہندوستان پر چھا گئے، کون سی جگہ ہے جہاں آپ کا روحانی فیض نہیں پہونچا، کس خطے پر کرم کی بارش نہیں برسی، ہندوستان میں جس طرف دیکھئے خواجہ کے دیوانے نظر آتے ہیں، فقر وفاقہ میں زندگی بسر کرنے والا یہ درویش کامل آج لاکھوں کو اپنی نوازشات سے مالا مال کر رہا ہے، روزانہ اپنے در سے ہزاروں کو عطا کر رہا ہے، منگتوں کی جھولیاں بھر رہا ہے، وہ نابینا ہیں جنہیں عطائے رسول کی یہ بخششیں نظر نہیں آتی ہیں، وہ بے عقل ہیں جو جماعت اولیا کی کامیابی پہ کشش وپنج میں مبتلا ہیں، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: یہ اللہ کی جماعت ہے، سن لو! اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہے۔ (سورۃ المجادلۃ: ۲۲)

دیکھا آپ نے؛ اللہ تعالیٰ اولیا کی جماعت کو کامیاب بتا رہا ہے، اب اگر کوئی عدوِ اولیا ان کی عظمت ورفعت کا انکار کرے؛ تو یہ قرآن کریم کی آیت کریمہ کا انکار ہوا یا نہیں؟ ضرور ہوا۔

حقیقت یہ ہے کہ جو بندہ اللہ کا ہو جاتا ہے تو ساری کائنات اس کی تابع فرمان ہو جاتی ہے پھر اس کی ہر طرح سے نصرت و حمایت کی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر تم دین خدا کی مدد کروگے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ (سورۂ محمد: ۷، کنز الایمان)

اولیائے کرام اور صوفیائے عظام نے اللہ کے دین کی تبلیغ واشاعت کی، خوف وخشیت، عبادت وریاضت میں اپنی حیات بسر کی تو خداوند قدوس نے انہیں وہ عزت ومقبولیت عطا فرمائی جسے آج ہر آنکھ دیکھ رہی ہے۔

آج ہر دُکھ، دَرد کا مارا اولیائے کرام کے مزارات پر حاضری دے کر سلام نیاز پیش کرتا ہے اور اپنے من کی مراد پاتا ہے، مگر وہابی، دیوبندی، غیر مقلدین وغیرہ اس کے منکر ہیں اور اہل سنت وجماعت کے دلوں سے اولیائے کرام کی عقیدت کو نکالنے کے درپے ہیں، شاید انہیں معلوم نہیں کہ اہل سنت و جماعت اولیائے کرام سے جو عقیدت ومحبت رکھتے ہیں وہ رسمی نہیں ہے بلکہ یہ محبت دنیا وعقبیٰ میں کامیابی کی ضمانت ہے، تمہارے یہاں یہ سب باتیں شرک ہیں مگر ہمارے یہاں یہ سب

چیزیں معمولات اہل سنت میں داخل ہیں، اولیائے کرام ہی دین متین کے سچے محافظ و پاسبان ہیں، یہی وہ جماعت حق ہے جس کی اتباع وپیروی کا حکم اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: و کونوا مع الصادقین۔ اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

کون ہے جو اولیائے عظام کی صداقت کا انکار کر سکتا ہے، لہٰذا ان نفوس قدسیہ کی طرف ہمارا قلبی لگاؤ ہونا اس پر فتن دور میں نہایت ضروری ہے، حضور خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کے دم قدم سے ہندوستان میں اسلام کا نور پھیلا، اسلام کی روشنی نے کفرو ضلالت، نفاق و جہالت سے لوگوں کے قلوب کو مجلّٰی و مصفّٰی کر دیا، آج دین اسلام کی جو باغ و بہار نظر آ رہی ہے وہ حضور خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کے قدوم میمنت لزوم کا صدقہ ہے، آپ کی تبلیغی ودعوتی کاوشات سے نوے لاکھ لوگوں نے آپ کے مقدس ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

حضور خواجہ عثمان ہارونی اور آتش پرست: ہم اہل سنت و جماعت اللہ تعالیٰ کی عطا سے انبیا و اولیا کے لئے تصرف واختیار کا ہونا، مانتے ہیں، مگر وہابی، دیوبندی، اور غیر مقلدین اسے شرک وبدعت کہتے ہیں۔

آئیے ذیل میں حضور سلطان الہند خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کے پیر و مرشد حضور خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک واقعۂ تصرف پیش کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ آپ ہارون سے بغداد کے لئے روانہ ہوئے راستہ میں ایک ایسی منزل پر قیام فرمایا جہاں آتش پرست رہتے تھے، انہوں نے عبادت کے لئے ایک زبردست آتش کدہ بنا رکھا تھا، جس میں روزانہ بیس گاڑیاں لکڑیاں جلائی جاتی تھیں اور آگ ہمیشہ روشن رہتی، آتش پرست اس کے ارد گرد بھیڑ لگائے رہتے اور آگ کی پوجا کرتے تھے۔

اس منزل پر ایک سایہ دار درخت کے نیچے حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیام فرمایا، جب نماز کا وقت آیا تو مصلیٰ بچھا کر نماز میں مصروف ہو گئے اور اپنے خادم کو حکم دیا کہ افطار کے لئے آگ کا انتظام کر کے روٹی تیار کرے، خادم جب آگ لینے کے لئے آتش کدہ پہونچا اور آگ مانگی تو آتش پرستوں نے یہ جواب دیتے ہوئے آگ دینے سے انکار کر دیا کہ آگ کو ہم معبود سمجھتے ہیں، اس لئے اس میں سے تمہیں آگ نہیں دے سکتے۔

خادم ناکام ہو کر واپس آیا اور حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا، جسے سن کر آپ بنفس نفیس آتش کدہ پہنچے، وہاں آپ نے دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص جس کا نام مختشیا تھا اس کی گود میں ایک سات سالہ بچہ تھا، بہت سے آتش پرست اس بوڑھے کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے اور سب آگ کی پرستش میں مصروف تھے، آپ نے اس بوڑھے شخص کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: تم اس آگ کی پرستش کیوں کرتے ہو؟ یہ تو اللہ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے جو پانی سے بجھ جاتی ہے، تم لوگ اس کی عبادت کرو جو آگ کا خالق ہے، اگر تم معبود حقیقی خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرو گے تو تمہیں جہنم کی آگ سے نجات مل جائے گی، بوڑھے مختشیا نے یہ سن کر کہا: ہمارے دین میں آگ کا مقام بہت بلند ہے اور ہم اس کی پرستش اس یقین کے ساتھ کرتے ہیں، کہ قیامت کے دن یہ آگ ہمیں نہیں جلائے گی۔

آپ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ مدت دراز سے آگ کی عبادت وخدمت کر رہے ہو، ذرا اس میں ہاتھ ڈال کر دیکھو کہ تمہیں جلاتی ہے کہ نہیں؟ اس بوڑھے نے کہا: آگ کی خاصیت ہی یہ ہے کہ اس میں جو چیز ڈالی جاتی ہے اسے جلا دیتی ہے، بھلا کس کا ہاتھ اس میں محفوظ رہ سکتا ہے؟ اس سوال وجواب کے بعد آپ نے اس بوڑھے کی گود سے بچہ کو لیتے ہوئے فرمایا: کہ یہ آگ خالق حقیقی کے حکم کے بغیر ایک بال بھی نہیں جلا سکتی اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ پڑھ کر ”یانار کونی برداوسلاما علیٰ ابراھیم“ پڑھتے ہوئے اس بچہ کے ساتھ آتش کدہ میں داخل ہو گئے۔

یہ حیرت ناک منظر دیکھ کر آتش پرست آہ وفغاں کرنے لگے، آگ میں داخل ہوتے ہی آپ مع اس بچہ کے تھوڑی دیر کے لئے لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئے، اور اس وقفہ میں آتش پرستوں کے درمیان ایسی ہلچل اور لوگوں کی ایسی کھلبلی مچی

کہ ہزاروں تماشائی آتش کدہ کے پاس جمع ہو گئے اور پھر ان سبھوں نے چند ہی ساعت کے بعد اپنے ماتھے کی آنکھوں سے یہ حیرت ناک منظر دیکھا، کہ آپ اس بچہ کے ساتھ آتش کدہ سے اس طرح سے باہر نکل رہے ہیں کہ دونوں کے جسم ولباس پر آگ تو کیا دھنواں کا بھی کوئی اثر نہ تھا اور بچہ نہایت خوش وخرم نظر آ رہا تھا، بوڑھے مختشیا نے بچہ سے دریافت کیا: کہ تم نے آگ کے اندر کیا دیکھا؟ بچہ نے جواب دیا: میں اس بزرگ کی برکت سے باغ کی سیر کر رہا تھا، حیرت واستعجاب کے ساتھ یہ منظر دیکھنے اور بچہ کا جواب سننے والے ہزاروں آتش پرست حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گرویدہ ہو گئے اور آتش پرستی سے توبہ کر کے صدق دلی کے ساتھ سب نے فوراً اسلام قبول کر لیا اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت بھی ہو گئے، مختشیا کا نام آپ نے عبد اللہ اور بچہ کا نام ابراہیم رکھا۔''

(بارگاہ خواجہ ہند میں امام احمد رضا کی حاضری، ص ۲۴-۲۵)

پورے واقعہ کی حقیقت حضور سلطان الہند خواجہ غریب نواز چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد میں پنہاں ہے، آپ فرماتے ہیں:

''عاشق کا دل محبت کا آتش کدہ ہوتا ہے، اس میں جو چیز جائے اسے جلا کر ختم کر دیتا ہے، کیوں کہ عشق کی آگ سے بڑھ کر کوئی آگ تیز نہیں۔'' (مصدر سابق، ص ۵۸)

حضور خواجہ غریب نواز کی بارگاہ میں ایک شیعہ حاکم کی توبہ

سبزوار کی سیاحت کے دوران حضرت خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک باغ میں حوض کے کنارے تشریف فرما تھے، کہ سیر وتفریح کی نیت سے حاکم سبزوار بھی وہاں آ پہنچا، جس کا نام یادگار محمد تھا، اس نے ایک اجنبی کو دیکھ کر اپنی ناراضی ظاہر کی، حضرت خواجہ نے اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو اس کے ہوش وحواس جاتے رہے، اس مغلوب الحال پر جب آپ نے حوض کا پانی لے کر کچھ چھینٹے مارے تو اسے ہوش آیا، اسے نہ صرف یہ کہ اپنی غلطی کا احساس ہوا بلکہ اس کے دل میں جذبۂ عقیدت پیدا ہو گیا اور اپنی شیعیت سے تائب ہو کر اپنے اعیان وارکان حکومت کے ساتھ آپ کا مرید ہو کر اپنی ساری دولت آپ کے قدموں پر نچھاور کر دی، جسے آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ:

''رعایا کے ساتھ ظلم وتعدی سے حاصل کیا گیا یہ مال ودولت ان کے اصل مالکوں کو واپس کر دو، چنانچہ یادگار محمد نے ایسا ہی کیا اور جب اس نے علوم ظاہری وباطنی کا تکمیل کر لی تو حضرت خواجہ نے اسے اپنا خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔''

(مصدر سابق، ص ۲۹)

معلوم ہوا کہ صوفیا واولیا بھی اہل بدعت کی گوشمالی کرتے ہیں، نہ کہ ان کی خاطر تواضع، جیسا کہ آج کل یہ پیغام خوب دیا جا رہا ہے کہ صوفیا کسی کو برا نہیں کہتے تھے، ان کے یہاں ہر ایک انسان ہے وہ انسانیت کا سبق پڑھاتے تھے، اب جب کہ خواجہ صاحب نے اس پر نگاہِ جلال وغضب ڈالی تو کیا انہوں نے انسانیت کے خلاف کیا؟ ہرگز نہیں۔ انہوں نے نور باطن سے یادگار محمد کی حقیقت کو جان لیا تھا کہ یہ ایک شیعہ ہے، تو انہوں نے اپنی حقانیت کا جمال اس کے سامنے ظاہر کر کے بتا دیا کہ اللہ کی ہدایت اولیا وصوفیا کے قدموں تلے ہے تو کہاں بھٹکتا پھرتا ہے، ادھر آ، تجھے نور ہدایت، نور اسلام نصیب ہوگا، تو اسے توبہ کی توفیق نصیب ہوئی اور مسلک حق اہل سنت وجماعت پر گامزن ہو کر اپنی پوری زندگی اللہ والوں کی خدمت میں گزار دی، ورنہ حضور خواجہ غریب نواز چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگاہِ محبت کا تو حال یہ تھا۔ ''رسالہ احوال پیران چشت'' میں ہے:

''نظر معین الدین بر ہر فاسقے کہ افتادے درزماں تائب شدے، باز نہ گرد معصیت نگشتے۔'' (تاریخ مشائخ چشت، ص ۱۴۶)

حضرت خواجہ غریب نواز چشتی اجمیری علیہ الرحمہ کی نگاہ جس فاسق پر پڑ جاتی وہ اسی وقت اپنے گناہ سے توبہ کر لیتا پھر اس گناہ کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا، معلوم ہوا سختی کے وقت سختی اور نرمی کے وقت نرمی ضروری ہے۔

''دلیل العارفین'' میں حضور خواجہ غریب نواز چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے اگر کوئی برا شخص نیکوں کی صحبت

اختیار کرے تو امید ہے کہ وہ نیک ہو جائے گا اور اگر نیک شخص بروں میں بیٹھے تو برا ہونے خطرہ ہے، جس کسی نے کچھ حاصل کیا، صحبت سے حاصل کیا اور جو نعمت حاصل ہوئی وہ نیکوں سے حاصل ہوئی، نیکوں کی صحبت، نیک کام سے بہتر ہے اور بروں کی صحبت برے کام سے بھی بری ہے۔''

(بارگاہ خواجہ ہند میں امام احمد رضا کی حاضری، ص ۵۸-۵۹)

مشائخ چشت اور رد روافض

ہمارے ہر سلسلہ کے بزرگوں نے ہر دور میں باطل فرقوں کا رد کیا اور اپنے مریدوں کو ان کی گمراہیت سے بچایا، آج نہ جانے کیوں اس چیز کو غیر مناسب سمجھا جا رہا ہے اور ہر ایک کے ساتھ نرمی اور میل جول کو عام کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں:

''چشتیہ سلسلہ کے بزرگوں نے شیعوں کے عقائد کی اصلاح کے لئے مختلف طریقے اختیار کئے، حضرت شاہ کلیم اللہ دہلوی علیہ الرحمہ نے اپنے خلیفہ شاہ نظام الدین اورنگ آبادی کو ہدایت کی؛ کہ وہ معتقداتِ روافض کو روکنے کے لئے پوری جدوجہد کریں، شاہ فخر الدین صاحب نے شیعوں کا مقابلہ سختی سے نہیں بلکہ محبت سے کیا، آخری زمانہ میں شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ راہ اختیار کی کہ سنی مسلمانوں کو شیعوں کی صحبت اور اثر سے بچنے کی تلقین کی، شاہ کلیم اللہ دہلوی نے ایک کتاب ''رد روافض'' کے نام سے تصنیف فرمائی تھی۔'' (تاریخ مشائخ چشت، ص ۶۴-۶۵ ۳/ مطبوعہ لاہور)

یہ دیکھئے سلسلہ چشتیہ کے عظیم بزرگ حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، بڑی وضاحت کے ساتھ فرماتے ہیں:

''سالک را باید کہ از صحبت بدمذہباں خود را دور دارد، اگر چہ در صحبت ایشاں نعیم دنیاوی موجود شوند، ہرگز اختیار نکند بلکہ بہ گرسنگی و برہنگی گذاردن بہتر است۔''

(تاریخ مشائخ چشت، ص ۶۵۲/ مطبوعہ لاہور)

سالک کو چاہیے کہ اپنے کو بدمذہبوں کی صحبت سے دور رکھے، اگر چہ ان کی صحبت کا تعلق دنیاوی معاملات سے ہو، پھر بھی ان کی صحبت کو اختیار نہ کرے، اس کی صحبت سے تو بھوکا اور برہنہ رہنا زیادہ بہتر ہے۔

مولانا خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں:

''بدمذہبوں کے معاملے میں وہ (حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نہایت سخت گیر تھے، اپنے مریدوں اور معتقدوں کو ہمیشہ بدمذہبوں سے بچنے کی تلقین فرماتے رہتے تھے، وہ بدمذہبوں کی لکھی ہوئی کتابوں کے مطالعہ کو بھی پسند نہ کرتے تھے، کہا کرتے تھے: کہ حضرت مخدوم بہاء الدین زکریا ملتانی نے تو اپنے بیٹے کو ایک ایسی کتاب بھی نہ پڑھنے دی تھی جس کا مصنف ایک معتزلی تھا۔''

(تاریخ مشائخ چشت، ص ۶۵۲: مطبوعہ لاہور)

شریعت وطریقت اور مشائخ چشت

بعض لوگوں نے آج اس چیز کو فریب دہی کا ذریعہ بنا لیا ہے کہ شریعت الگ ہے اور طریقت الگ ہے، معاذاللہ جب کہ شریعت وطریقت ایک ہی چیز کا نام ہے، جو اسے الگ الگ تصور کرے وہ گمراہ و بے دین ہے، سید الطائفہ حضرت سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''ایں راہ کسے یابد کہ کتاب بردست راست گرفتہ باشد وسنت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بردست چپ، ودر روشنائی ایں دو شمع می رود، تانہ در مغاک شبہت افتد نہ در ظلمت بدعت۔''

(تذکرۃ الاولیا، ص ۸: بحوالہ تاریخ مشائخ چشت، ص ۲-۳)

طریقت کے راستے پر چلنے والے کے لئے دائیں ہاتھ میں قرآن اور بائیں ہاتھ میں سنت کا ہونا ضروری ہے انہیں دو شمعوں کے اُجالے میں اپنا سفر حیات طے کرے تاکہ شبہات اور بدعات کے گڑھے میں نہ پڑے، حضرت شیخ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''پیر آں چناں باید کہ در احکام شریعت وطریقت وحقیقت عالم باشد، وچوں ایں چنیں باشد او خود ہیچ نامشروع نہ فرماید۔''

(فوائد والفواد، ص ۱۴۷/ بحوالہ تاریخ مشائخ چشت، ص ۵)

پیر ایسا ہونا چاہئے کہ جو شریعت وطریقت وحقیقت کے احکام کا عالم (جاننے والا) ہو جب وہ ان تمام باتوں کا جاننے والا

ہوگا تو غیر شرعی کام کا حکم نہ کرے گا، مخدوم جہاں حضرت شیخ شرف الدین یحیٰ منیری قدس سرہٗ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں:

''اس سے زیادہ افسوس کے قابل ان لوگوں کی حالت ہے جو شریعت کی راہ کی پروا نہیں کرتے اور اہل حقیقت بن کر بیٹھتے ہیں، دعویٰ ان کا یہ ہے کہ جب حقیقت منکشف ہوگئی تو شریعت کی ضرورت کیا باقی رہی؟ نعوذ باللہ من ذلك، یہ مذہب ملحدانہ ہے، ایسے مذہب واعتقاد پر خدا کی پھٹکار ہو، جس طرح جان بغیر جان وقالب دونوں کے ناممکن ہے، اسی طرح ایمان کی بقا، بے شریعت وحقیقت محال ہے۔''

(مکتوبات صدی، ص ۲۰۰-۲۰۱/ مکتوب ۲۶/ مطبوعہ دہلی)

مزید فرماتے ہیں:

''اے بھائی! اس گروہ صوفیا کی تصنیفات اور ان کی کتابوں کے سالہا سال کے مطالعہ سے یہ معلوم ہو چکا کہ مشائخ طریقت اور علمائے شریعت کا اس پر اتفاق واجماع ہے کہ کوئی شخص کتنا ہی اونچے مقام اور عالی مرتبہ پر پہونچ گیا ہو، یا علم و معرفت سے آراستہ ہو چکا ہو، عالَم ظاہر اور عالَم باطن اس پر منکشف ہو گیا ہو اس کے باوجود اسے چاہئے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شرع کا مقلد رہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت کی پابندی سے ذرہ برابر علیحدہ نہ ہو، اگر ایسا نہیں کرے گا تو اباحت کے صحرا اور حلول واتحاد کے جنگل میں گر کر ہلاک ہو جائے گا، اور اپنا دین بھی برباد کرے گا۔

اے بھائی جب تک علم وعقل باقی ہے شرع کی ذمہ داری بھی باقی ہے، مشائخ اور علما رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اس پر اتفاق واجماع ہے کہ جو اس کا منکر ہے، وہ دین اسلام سے خارج ہے۔''

(مکتوبات دوصدی، ص ۴۰۱-۴۰۳/ مکتوب ۱۰۲/ مطبوعہ دہلی)

حضور سیدنا مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ الربانی ارشاد فرماتے ہیں:

''ولی کو نا موزوں نہیں ہونا چاہئے، حضرت نور العین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عرض کیا کہ موزونیت سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: کہ جمیع صفات وافعال وحرکات، میزان شریعت و طریقت میں پورے اتریں، کوئی بات خلاف شریعت و طریقت اور روش صوفیہ نہ ہو۔'' (لطائف اشرفی، ص ۱۸۷/ حصہ اوّل)

حضرت خواجہ کلیم اللہ چشتی شاہ جہاں آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

''اے برادر در تفاوت مراتب فقرا اگر امروز خواہی کہ دریابی بجانب شریعت او نگاہ کن کہ شریعت معیار است، معیار فقیر بر شریعت روشن می گردد۔''

(مکتوبات کلیمی، ص ۲۷/ بحوالہ تاریخ مشائخ چشت، ص ۴)

اے بھائی! اگر تو مراتب فقرا کو جاننا چاہتا تو ان کی شریعت کی اتباع کی جانب نظر کر کہ شریعت ہی معیار ہے، شریعت کے معیار سے فقیر کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔

مزید فرماتے ہیں:

''بر نہج شریعت باید رفت، ہمہ داخلان طریقت را تاکید نمایند کہ ظاہر شریعت آراستہ دارند و باطن بعشق مولیٰ پیراستہ سازند، آنچہ در شریعت راسخ نیست ناقص است، بلکہ طریقت وحقیقت او معلوم کہ حقیقتے نہ دارد، مرد آں ست کہ جامع باشد میاں شریعت وطریقت وحقیقت۔ یعنی شریعت کی راہ پر چل، تمام مریدوں کو تاکید فرماتے تھے کہ اپنے ظاہر کو شریعت طاہرہ سے آراستہ رکھیں اور اپنے باطن کو مولیٰ کے عشق سے پیراستہ کریں جو شریعت میں کامل نہیں وہ ناقص ہے، بلکہ طریقت وحقیقت کی حقیقت اسے معلوم ہی نہیں ہے، مرد مومن وہ ہے جو شریعت وطریقت وحقیقت کو جمع کرنے والا ہو۔'' (تاریخ مشائخ چشت، ص ۱۳۴/ مطبوعہ لاہور)

خواجہ غریب نواز سے امام احمد رضا کی والہانہ محبت

میں نے ایک ایسے عنوان کا انتخاب کیا ہے جو اپنے مالہٗ و ماعلیہ کے اعتبار سے ایک مبسوط مقالہ کا متقاضی ہے، مگر میں آپ کے سامنے اس حوالے سے صرف چند باتیں پیش کر کے گزرنا چاہتا ہوں، کیوں کہ آج کے حالات کے تناظر میں یہ باتیں بھی اگر اہل عقیدت کے مابین قبول ہو جائیں تو بھی فائدہ سے

خالی نہ ہوں گی۔

آج کچھ حضرات اس بات کو بار بار ہوا دے رہے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے غریب نواز کے لئے کچھ نہیں لکھا، کچھ نہیں بتایا، شاید انہیں اس حقیقت کا علم نہیں کہ اعلیٰ حضرت، حضور خواجہ غریب نواز چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ”کو سلطان الہند غریب نواز“ مانتے تھے، ان کے گستاخ و بے ادب کو ”محروم و بدبخت“ فرماتے تھے، اجمیر کے ساتھ ”شریف“ نہ لکھنے والے کو ”عدوِّ اولیا“ بتاتے تھے پورا ایک ”قصیدۂ اکسیر اعظم“ آپ کے روحانی فیضان کے اظہار کے مقصد کے لئے لکھا، دوسری مرتبہ زیارت حرمین شریفین سے واپسی پر سیدھے اجمیر شریف حاضری دی، جو بہت تاریخی حاضری تھی، اپنے فتاویٰ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

”حضرت سلطان الہند معین الحق والدین ضرور غریب نواز ہیں۔“ (فتاویٰ رضویہ ۱۱ر ص ۳۴ر ممبئی)

آگے آنے والی تفصیلات میں آپ خود ملاحظہ کریں گے، کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کیسے سچے عاشق تھے، وہ جہاں عاشق رسول، فنافی الغوث تھے وہیں عاشق غریب نواز بھی تھے۔

امام احمد رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی جملہ صحیح ومستند سلاسل طریقت مثل چشتیہ ونقش بندیہ وسہروردیہ ورفاعیہ وشاذلیہ وغیرہ اوران کے صحیح الاعتقاد سنی مشائخ کرام کو برحق سمجھنے کے ساتھ ان کے عقیدت مند بھی تھے اور جہاں کہیں ان کا ذکر اور ان کا نام آپ کی تحریروں میں ملتا ہے حسن ادب واحترام کے ساتھ ہی ملتا ہے، اس کے ساتھ ہی آپ سلسلہ عالیہ قادریہ کو افضل السلاسل قرار دیتے تھے۔ (اہل سنت کی آواز، ص ۵۶۲)

یہ ایک تاریخی اور زمینی حقیقت ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ جملہ اولیائے کرام وصوفیائے عظام کے عقیدت کیش اور عقیدت مند نیز جملہ مستند سلاسل طریقت کے پاسبان ومحافظ کا نام ہے، حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں آپ نے جو لکھا ہے وہ سب ظاہر وباہر ہے، اس کا تو جواب ہی نہیں، آپ نے حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی، حضرت مخدوم شرف الدین یحییٰ منیری، حضرت سیدنا احمد کبیر رفاعی، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے متعلق بھی بہت خوب لکھا ہے، اپنی کتب وفتاویٰ میں آپ نے متقدمین فقہاومحدثین وائمہ تاریخ وسیر کے القابات وخطابات کا جس طرح لحاظ فرمایا وہ بھی آپ کی اولیا دوستی کا ایک روشن باب ہے جس کا کوئی حقیقت پسند رد وانکار نہیں کرسکتا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بزرگ ضرور تھے، ان پر فیض ورنگ قادریت ضرور غالب تھا مگر ایسا بھی نہیں ہے کہ وہ دیگر بزرگ اولیا کے مدّاح نہ تھے، ممبئی باندرہ میں ایک مجذوب حضرت مولانا سلطان احمد صاحب نقش بندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے، اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے ملاقات وشرف نیاز حاصل کیا، جس کی ساری تفصیل برہان ملت حضرت علامہ برہان الحق صاحب رضوی جبل پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ”اکرام امام احمد رضا“ (ص ۶۶ : تا ۶۸) پر بیان فرمائی۔

ان تمام تر تفصیلات سے کیا واضح نہیں ہوتا کہ امام احمد رضا جملہ سلاسل طریقت کے شیوخ سے قلبی لگاؤ رکھتے تھے، اس کے باوجود بھی یہ کہنا کہ انہوں نے چشتی ونقش بندی مشائخ کا اچھے انداز میں ذکر نہیں کیا، سوائے فریب دہی کے اور کیا ہوسکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتاویٰ وکتب اس بات پر شاہد عدل ہیں کہ آپ صرف حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دستگیری پر جان ودل سے قربان نہ تھے بلکہ عطائے رسول حضور سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان غریب نوازی اور فیض رسانی کا بھی اپنی مجالس اور تحریروں میں ذکر کرتے ہیں اور اہل سنت کی عقیدت ومحبت مقبولان بارگاہ سے مستحکم ومضبوط فرماتے تھے۔

اگر کوئی شخص ”اجمیر“ کے ساتھ ”شریف“ نہ لکھتا تو امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے بہت برا جانتے اور غلام معین الدین نہ لکھنے والے کے خلاف صدائے حق بلند فرماتے، جیسا کہ ایسے ہی ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

”اجمیر شریف کے نام پاک کے ساتھ لفظ ”شریف“ نہ لکھنا

اوران تمام مواقع میں اس کاالتزام نہ کرنا اگر اس بنا پر ہے کہ حضور سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جلوہ افروزی حیات ظاہری ومزار پرانوار کو (جس کے سبب مسلمان اجمیر شریف کہتے ہیں) وجہِ شرافت نہیں جانتا تو وہ گمراہ، بلکہ عدوُّ اللہ ہے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں؛ کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: من عادلی ولیا فقد آذنتہٗ للحرب۔ جس نے میرے ولی سے دشمنی مول لی، میری جانب سے اس کے لئے اعلان جنگ ہے اور اگر یہ نام پاک التزام بر بنائے کسل وکوتاہ قلبی ہے تو سخت بے برکتی وفضل عظیم وخیر جسیم سے محرومی ہے، کما افادہٗ المحقق محی الدین ابو ذکریا قدس سرہٗ "فی الترضی"۔ اور اگر اس کا مبنیٰ وہابیت ہے تو وہابیت کفر ہے، اس کے بعد ایسی باتوں کی کیا شکایت ما علیٰ مثلہٗ یعد الخطأ۔ اپنے نام سے غلام کا حذف اگر اس بنا پر ہے کہ حضور خواجۂ خواجگان رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم کا غلام بننے سے انکار واستکبار رکھتا ہے تو بدستور گمراہ اور بحکم حدیث عدوُّ اللہ ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے: قال اللہ تعالیٰ: الیس فی جھنم مثوی للمتکبّرین۔ کیا مغرور کا ٹھکانہ جہنم نہیں اور اگر بر بنائے وہابیت ہے کہ غلام اولیائے کرام بننے والوں کو مشرک اور غلام محی الدین اور غلام معین الدین کو شرک جانتا ہے تو وہابیہ خود زندیق، بے دین، کفار و مرتدین ہیں، وللکفرین عذاب مھین۔ اور کافروں کے لئے خواری کا عذاب ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ ۶/ص ۱۸۷-۱۸۸ ممبئی)

فتویٰ مقدسہ کا ایک ایک لفظ اس حقیقت کی غمازی کر رہا ہے کہ یہ عاشق غریب نواز کا فتویٰ ہے۔ یہ بھی بخوبی مترشح ہوتا ہے کہ سیدنا غریب نواز کے ادنیٰ گستاخ کو بھی امام احمد رضا برداشت نہیں کرتے تھے، اس کے باوجود یہ الزام دھرنا کہ امام احمد رضا نے حضور غریب نواز کا اچھے انداز میں ذکر نہیں کیا، بے سروپا معلوم ہوتا ہے۔

فتویٰ مذکور میں ''وعنھم'' کا صیغہ بتا رہا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اس صیغہ میں جملہ اولیا وصوفیا کے غلام بننے کو قابل فخر بتایا ہے۔ یعنی وہ تو ایسے عاشق اولیا تھے کہ سنی مسلمانوں کو تمام اولیا وصلحا کا غلام بنانا چاہتے تھے۔

حضرت سیدنا معین الملت والدین خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیوض وبرکات اور منکرین فیضان خواجہ غریب نواز کا ذکر کرتے ہوئے ایک مجلس میں امام احمد رضا بریلوی ارشاد فرماتے ہیں:

''حضرت خواجہ کے مزار سے بہت کچھ فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں: (۱) مولانا برکات احمد صاحب مرحوم، جو میرے پیر بھائی اور میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے، انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک ہندو جس کے سر سے پیر تک پھوڑے تھے، اللہ ہی جانتا ہے کہ کس قدر تھے، ٹھیک دوپہر کو آتا اور درگاہ شریف کے سامنے گرم کنکروں اور پتھروں پر لوٹتا اور کہتا ہے کہ خواجہ اگن لگی ہے (یعنی آگ لگ رہی ہے) تیسرے روز میں نے دیکھا کہ بالکل اچھا ہو گیا۔

(۲) بھاگل پور سے ایک صاحب ہر سال اجمیر شریف جاتے تھے، ایک وہابی رئیس سے ملاقات تھی، اس نے کہا: میاں ہر سال کہاں جایا کرتے ہو، بیکار اتنا روپیہ صرف کرتے ہو؟ انہوں نے کہا چلو، اور انصاف کی آنکھ سے دیکھو؛ پھر تم کو اختیار ہے، خیر ایک سال وہ ساتھ میں آیا، دیکھا کہ ایک فقیر سوٹا لئے روضہ شریف کا طواف کر رہا ہے اور یہ صدا لگا رہا ہے، خواجہ پانچ روپیہ لوں گا اور ایک گھنٹہ کے اندر لوں گا اور ایک ہی شخص سے لوں گا، جب اس وہابی کو خیال ہوا کہ اب بہت وقت گزر گیا ایک گھنٹہ ہو گیا ہوگا اور اب تک اسے کسی نے کچھ نہ دیا، جیب سے پانچ روپئے نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھے اور کہا: لو میاں! تم خواجہ سے مانگ رہے تھے، بلا خواجہ کیا دیں گے لو ہم دیتے ہیں، فقیر نے وہ روپئے تو جیب میں رکھے اور ایک چکر لگا کر زور سے کہا: خواجہ

اسلاف و اخلاف

تورے بلیاری جاؤں، دلوائے بھی تو کس خبیث منکر سے۔''

(الملفوظ، ص ۴۴، حصہ سوم، رضا اکیڈمی، ممبئی)

بارگاہِ الٰہی میں اجابت وقبول دعا کے مقامات مقدسہ کی نشان دہی کرتے ہوئے عاشق غریب نواز امام احمد رضا قادری کیا خوب لکھتے ہیں:

''مرقد مبارک حضرت خواجہ غریب نواز معین الحق والدین چشتی قدس سرہ۔'' (ذیل المدعاء لاحسن الدعاء، ص ۵۹)

نسبت غریب نواز کے متعلق وہابیت کے بغض وحسد کو اس طرح ظاہر فرماتے ہیں:

''یوں ہی غریب نواز بھی کہ حضرت خواجۂ اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت کہنے سے متعصّبان طائفہ چڑھتے ہیں۔''

(حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات، ص ۱۵۸، رضا اکیڈمی، ممبئی)

مرقد حضور غریب نواز سے مریض یوں شفا پاتے ہیں، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قدس سرہٗ لکھتے ہیں:

''امّا بعد! گدائے سرکار غوثیہ، سگ کوئے قادریہ عبد المصطفیٰ احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی، اللہ تعالیٰ اس کا حشر سگانِ مولا میں فرمائے، عرض پرداز ہے کہ فقیر نے ماہ مبارک ربیع الآخر ۱۳۰۲ھ میں سراپا طہارت حضور پرنور، صاحب فضل بلند، سلطان المشائخ محبوب الٰہی علیہ الرضوان الغیر المتناہی (ان پر رب کی بے پایاں رضا متوجہ ہو) کی زیارت کے قصد سے بریلی سے شدِّ رحال (سفر) کرکے بارگاہِ غیاث پور کی خاک بوسی کی، تین دن وہاں سے واپس آکر شاہجہاں آباد دہلی میں قیام کا عزم کیا۔

اس سے دو سال قبل میری داہنی آنکھ میں کثرت مطالعہ کے باعث کچھ ضعف آ گیا تھا، دل نے کہا آنکھ کی شفاو صفا کی امید پر دوائے چشم کے لئے طبیبوں کے پاس رجوع کیا جاسکتا ہے، میں نے دل کا مشورہ قبول کیا لیکن چالیس دن تک پہاڑ کھودا، سوکھی گھاس بھی ہاتھ نہ آئی (کوئی چوہیا بھی نہ ملی) سلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضل راسخ کی جانب توجہ کی، ازراہِ محبت وشوق حضرت کی مدح میں چند اشعار لکھے۔

رات کے وقت جب سر تکیہ سے لگایا نیند آ گئی، اب خواب مجھے کس دروازے سے اور کس بارگاہ میں لے گیا؟ (وہ سنیئے:) ایک رنگین جنت نشان مقام ہے جس کے جنوب میں مسجد ہے اور شمال میں ایک درگاہ ہے، بختِ رسا کے ہمراہ جب وہاں پہنچا تو اس احاطے میں تین تربتیں نظر آئیں۔

قبلہ کی جانب حضرت کارساز، خواجۂ غریب نواز، سلطان الہند، وارث نبی، قدس سرہٗ العلیٰ کا مزار بامتیاز ہے، اس کے پیچھے ایک ہاتھ کے فاصلے پر ایک ایسے چاند کی منزل ہے جس کی تابندگی سورج کی طرح ہے، جیسے آفتاب اور وقت چاشت اور چاند جب سورج کے پیچھے آئے، یعنی درجات بخشنے والے صاحب برکات سیدنا شاہ برکت اللہ مارہروی، رَوّح روحہ الملک القویّ، کا مخزن برکات مرقد مبارک ہے اس کی پشت پر ایک اور قبر ہے جسے نہ پہچان سکا۔

سر عقیدت کو قدم بنایا، جب پہنچنے کے قریب ہوا تو دیکھا کہ پہلے خواجۂ بزرگ کا مزار پاک ہے میں پائنتا بیٹھ گیا، اب کیا دیکھتا ہوں کہ مرقد کا بالائی حصہ چاک ہوتا ہے اور حضرت خواجہ اس کے اوپر قبلہ رُو آرام فرما ہیں، چشم مبارک کھلی ہوئی ہے، قوی، تناور، دراز قامت شخصیت ہے، رنگ سرخ ہے ساتھ ہی ایک دبدبہ اور شوکت ودلیری بھی عیاں ہے، آنکھ کشادہ، داڑھی کے بال سیاہ وسفید، عیب سے دور، محاسن سے بھرپور، ذات مبارک ہے، بے خود ہوکر دوڑا اور اپنے آپ سے بڑھ گیا، وہ خاک پاک جو مزار کے چاک ہونے میں برآمد ہوئی تھی، چہرہ اور آنکھ پر لگائی، پھر کیا تھا اپنی خوش قسمتی پر ناز کرنے لگا اور سورۂ کہف کی تلاوت شروع کردی، دروازۂ مسجد کے پاس چند مجاور میری تلاوت پر ترش رو ہو گئے کہ نماز کا وقت ہے اور اس شخص نے تلاوت کا باب کھول دیا، میں نے اپنے دل میں کہا: سبحان اللہ! ایک بندہ ایک خواجہ کے سامنے قرآن کی تلاوت میں مصروف ہے، ان کے دل پر کیوں گراں ہورہا ہے؟ بقیہ ص ۳۸ر پر

اسلاف واخلاف

از: مولانا فیضان سرور مصباحی*

حضرت محدث سورتی
کتابِ زندگی کے چند نمائندہ صفحات

علامہ وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ مذہب اسلام کے بے باک ترجمان کا نام ہے، تفسیر، عقائد، فقہ، عشق وروحانیت، رد بد مذہباں اور فن طب کے ساتھ ساتھ "علم حدیث" آپ کا خاص میدان تھا، جس میں آپ نے بیش بہا قیمتی تحریری یادگاریں بھی چھوڑی ہیں "منیۃ المصلی" پر آپ کا اہم اور وقیع حاشیہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے، یہ حاشیہ کیا ہے! محدثانہ رنگ میں مختلف فیہ مسائل پر ایسی زبردست توضیح وتنقیح اور جرح وتعدیل واسماء الرجال کی روشنی میں فقہ حنفی کی ایسی تائید وترجیح کہ قاری عش عش کر اٹھتا ہے۔

مجلسِ برکات جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے عمدہ کاغذ پر اسے مجلد شائع کرایا ہے" شرح معانی الآثار" پر بہت مختصر عربی حاشیہ بھی بیروت سے طبع ہو چکا ہے" التعلیق المجلی " کے بعض حدیثی ابحاث جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں سبقاً سبقاً پڑھنے کے بعد میں دل دماغ پر آپ کے حوالے سے نہایت خوشگوار اثرات قائم ہوئے، تفصیلی حالات پڑھنے کی خواہش تھی، مگر اب تک قاصر رہا تھا، الحمدللہ اس مضمون کی تیاری کے بہانے آپ کی زندگی کو بہت تفصیل سے جاننے کا موقع ملا۔

۸ر جمادی الاولی ۱۳۳٤ھ آپ کے وصال کی تاریخ ہے، اس لیے خراج عقیدت پیش کرنے کی غرض سے چند سطریں لکھ کر نذر قارئین کر رہے ہیں۔ ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

ولادت اور نسبی تعلق

امام شاہ وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ کی ولادت انقلاب 1857ء سے بیس سال قبل ۱۲۵۲ھ/ ۱۸۳٦ء میں راندیر، ضلع سورت (انڈیا) میں ہوئی، آپ کا شجرۂ نسب حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے صاحبزادے حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے، اسی نسبت سے آپ ''حنفی یا حنیفی'' بھی لکھا کرتے تھے۔

1857ء کی آزمائشیں اور ہجرتِ عراق

انقلاب 1857ء کا جب آغاز ہوا؛ تو اس میں آپ کے خاندان کے متعدد افراد کے ساتھ ساتھ آپ کے ۲ر حقیقی بھائی بھی شہید ہو گئے، سامانِ تجارت جل کر راکھ ہو گیا، باقیات پر انگریزی فوجوں نے قبضہ کر لیا، حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے والدین کریمین اور برادرِ صغیر مولانا عبداللطیف سورتی علیہ الرحمہ کے ہمراہ کسی طرح سرزمین ''عراق'' پہنچے، وہاں ۳ر سال تک سکونت پذیر رہے۔

سفر حج اور وطنِ ہند واپسی

پھر بارادۂ حج سبھی مکۂ مکرمہ، پھر وہاں سے مدینۂ منورہ کی زیارت سے باریاب ہوئے، مدینہ منورہ سے اب واپسی میں راندیر، سورت انڈیا کا قصد تھا کہ راستے میں والد گرامی کا وصال ہو گیا، راندیر پہنچ کر والدۂ ماجدہ بھی داغِ مفارقت دے گئیں۔

سفر برائے تحصیلِ علم دین

اب آپ اور آپ کے چھوٹے بھائی بچے تھے، دونوں تحصیل علم کی غرض سے دہلی روانہ ہوئے، وہاں جامع مسجد فتحپوری دہلی میں چند دن رہے، اس وقت وہاں حضرت علامہ رحیم بخش معروف بہ خواجہ مسعود مظہری دہلوی علیہ الرحمہ درس وتدریس کے جوہر لٹا رہے تھے، پھر مدرسہ حسین بخش دہلی میں کچھ دن رہ کر اساتذۂ کرام سے اکتساب فیض کیا، ادھر کانپور میں صاحبِ علم الصیغہ حضرت مفتی عنایت احمد کاکوروی علیہ الرحمہ کا ادارہ

* مضمون نگار روشن مستقبل دہلی کے رکن ہیں۔

"مدرسہ فیض عام کانپور" اپنی علمی شہرت کے ڈنکے بجا رہا تھا، دونوں بھائیوں نے وہاں پہنچ کر حضرت مفتی لطف اللہ علی گڑھی علیہ الرحمہ سے خوب خوب استفادہ کیا اور ۱۲۸۲ھ میں وہیں سے فراغت حاصل کی۔

بیعت وخلافت

فراغت کے بعد "بیعت" کے لیے مرشد کامل اویس زماں شاہ فضل الرحمن گنج مرادآبادی علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں پہنچے یہ "گنج مرادآباد" ضلع اناؤ، یوپی (انڈیا) میں ایک مشہور علاقہ ہے، مرشد کامل نے آپ کے اندر موجود علمی وروحانی دونوں خوبیوں کو دیکھ کر بخوشی نہ صرف سلسلۂ قادریہ نقشبندیہ میں شامل فرمایا؛ بلکہ سند حدیث اور خلعتِ خلافت سے بھی نواز دیا، بیعت کے بعد ایک سال تک وہیں مرشدِ کامل کی بارگاہ میں روحانی تربیت کے لیے موجود رہے۔

درس وتدریس کا آغاز

۱۲۸۸ھ کے شروع میں علامہ احمد حسن کانپوری علیہ الرحمہ اور دیگر علما کے مشورے کے بعد اپنے مادر علمی "مدرسہ فیض عام کانپور" سے تدریس کا آغاز کیا، جو تقریباً آٹھ سالوں تک جاری رہا، یہاں دارالافتا کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد تھی۔

سنن نسائی پر عربی حاشیہ نویسی

یہیں "مدرسہ فیض عام کانپور" میں آپ نے یکے از صحاح ستہ "نسائی شریف" پر عربی حاشیہ نویسی کا کام شروع کیا تھا، جو ۱۲۹۴ھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

علامہ احمد علی محدث سہارنپوری کی خدمت میں

آپ کے مرشدِ گرامی شاہ فضل الرحمن گنج مرادآبادی علیہ الرحمہ نے فن حدیث میں آپ کی خصوصی رغبت ودلچسپی دیکھ کر "مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور" جانے کا حکم دیا، اس وقت وہاں محدث جلیل محشئ بخاری علامہ احمد علی محدث سہارنپوری کی تدریس حدیث کا بڑا شہرہ تھا، گو کہ آپ کے پاس پہلے ہی سے مرشد کامل علیہ الرحمہ اور استاذ گرامی حضرت مفتی لطف اللہ علی گڑھی علیہ الرحمہ کی طرف سے ملی ہوئی حدیث شریف کی دو دو سندیں موجود تھیں، پھر بھی مرشد کا اذن پا کر آپ علامہ احمد علی محدث سہارنپوری کی خدمت میں پہنچ گئے، ۳؍سال وہاں رہ کر فن حدیث کی منتہی درجے کی کتابیں پڑھیں، اس کے بعد محدث سہارنپوری کا وصال ہو گیا، یہ وہ وقت تھا جب کہ وہاں حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمہ اور حضرت علامہ سید دیدار علی الوری علیہ الرحمہ دورۂ حدیث شریف کے طالب علم تھے۔

شادی خانہ آبادی اور پیلی بھیت آمد

۱۲۹۵ھ میں مظاہر علوم سہارنپور سے فراغت کے بعد واپسی ہوئی، عمر تقریباً ۲۷؍سال کی ہو چکی تھی؛ مگر اب تک آپ غیر شادی شدہ تھے، ہاں! آپ کے چھوٹے بھائی مولانا عبد اللطیف سورتی علیہ الرحمہ پیلی بھیت میں نکاح کر کے وہیں رہ رہے تھے، حضرت علامہ احمد حسن کانپوری علیہ الرحمہ کی خواہش پر محدث سورتی کی شادی کانپور ہی میں میر عنایت حسین صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی، کچھ روز وہاں قیام پذیر رہے، اس کے بعد چھوٹے بھائی مولانا عبد اللطیف سورتی علیہ الرحمہ نے کافی اصرار کیا؛ تو آپ نے پیلی بھیت میں مستقل رہائش اختیار کر لی، آپ کی پانچ صاحبزادیاں اور ایک صاحب زادے سلطان الواعظین مولانا عبد الاحد پیلی بھیتی علیہ الرحمہ ہوئے۔

مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت شریف کا قیام

۱۳۰۱ھ میں اپنے مکان سے ملحق زمین خرید کر "مدرسۃ الحدیث" کے نام سے ایک مدرسہ تعمیر کرایا، جس کی افتتاحی تقریب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمہ نے شرکت فرمائی اور "فن حدیث" سے متعلق ۳؍گھنٹے کا منفرد انداز میں خطاب فرمایا، اس موقع پر علمائے رامپور، علمائے بدایوں اور علمائے پنجاب کا عظیم الشان قافلہ موجود تھا۔

(تذکرۂ محدث سورتی، ص ۷۷-۷۸)

اعلی حضرت علیہ الرحمہ کی اس حدیثی تقریر سے صاحبزادۂ محدث سہارنپوری مولانا خلیل الرحمٰن سہارنپوری صاحب متاثر ہو کر کہتے ہیں:

''اگر اس وقت میرے والد ماجد (علامہ احمد علی محدث سہارن

اسلاف واخلاف

پوری) ہوتے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تبحر علمی کی دل کھول کر داد دیتے اور انھیں اس کا حق بھی تھا۔"

(امام احمد رضا اور رد بدعات ومنکرات، ص ۳۳)

امام وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ کے اس مدرسۃ الحدیث کا فیض عام سے عام تر ہوا، جس میں رہ کر آپ ۲۰ / سال تک درس حدیث میں مشغول رہے، دیگر تبلیغی مصروفیات اس پر متضاد ہیں، جب کہ اس ادارے کے قیام سے پہلے پندرہ سال مسلسل" مدرسۂ حافظ العلوم پیلی بھیت" میں بحیثیت صدر مدرس علم وفن کے گوہر لٹاتے رہے۔

مشہور تلامذہ

چوں کہ اپنی زندگی کا بیش تر حصہ درس وتدریس میں گزارا، اس لیے آپ کے تلامذہ کی ایک کثیر تعداد ہے، جن میں چند مشہور نام یہ ہیں، صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ، ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری، حضرت مفتی ضیاء الدین احمد مدنی، حضرت مولانا مشتاق احمد کانپوری، محدث اعظم سید محمد محدث کچھوچھوی، پروفیسر علامہ سید سلیمان اشرف بہاری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، حضرت مولانا عبد العزیز خاں محدث بجنوری، حضرت مولانا عزیز الحسن پھپھوندی، حضرت مولانا مصباح الحسن پھپھوندی، حضرت مولانا نثار احمد کانپوری علیہم الرحمہ۔

معمولاتِ محدث سورتی

فخر المحدثین حضرت علامہ وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات پر نظر ڈالیں تو متقدمین اسلاف کی یادیں تازہ ہو جاتی ہیں، آپ کے معمولات میں سے یہ باتیں تحریری طور پر تاریخ کا حصہ بنی ہیں:

ہر وقت باوضو رہتے؛ مگر دورانِ درس وضو کا خاص اہتمام فرماتے، لباس ہمیشہ سادہ اور غذا نہایت ہی معمولی استعمال کرتے، ۱۲/ ربیع الاوّل شریف کے محفل میلاد میں شریک ہوتے اور اختتام تک قیام فرماتے، بچوں سے خصوصی انس وپیار فرماتے، قرب وجوار کے تمام بچے نماز عصر کے بعد آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چاروں طرف حلقہ باندھ کر بیٹھ جاتے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کو پند ونصائح فرماتے، نماز عصر تا مغرب مسجد میں قیام فرماتے، لیکن اس دوران بچوں کے علاوہ کوئی اور شخص آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قریب نہ جاتا، نماز تہجد کے بعد وظیفہ پڑھتے، نماز فجر سے قبل گھر کے تمام افراد اور مدرسہ کے طالب علموں کو بیدار کرتے۔

نماز فجر کے بعد قرآن کریم کی تلاوت فرماتے، اشراق کی نماز سے قبل ناشتہ کرتے، آپ ایک اچھے طبیب بھی تھے، کچھ دیر مطب میں بیٹھتے، پھر مدرسہ تشریف لے جاتے، بارہ بجے کھانا تناول فرمانے کے بعد کچھ دیر قیلولہ فرماتے، ظہر کے بعد سے عصر تک طلبا کو حدیث شریف کا درس دیتے، مغرب عشا کے درمیان خاندان کی بچیوں کو حدیث کا درس دیتے؛ جس میں محلہ کی عورتیں بھی شریک ہوتی تھیں، عشا کی نماز کے بعد رات گئے تک لکھنے اور پڑھنے میں مصروف رہتے، نہایت دھیمی آواز میں گفتگو فرماتے حتی کے محافل وعظ میں بھی یہی طریقہ اختیار فرماتے جہری نمازوں میں بلند آواز سے قرات فرماتے، فجر کی نماز میں لمبی سورتیں تلاوت فرماتے، اکثر وبیشتر دوران تلاوت رقت طاری ہو جاتی تھی، ہمیشہ نیچی نظریں رکھتے، ہر وقت چہرے پر مسکراہٹ رہتی، سادگی وانکساری کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ (گلستانِ محدثین، ص ۱۹۹)

احساسِ طالب علمی

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے معمولات میں سب سے عجیب پہلو یہ تھا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس دوران تدریس ایک تھیلا موجود رہتا تھا، جس میں قدیم کوفی طرز تحریر کا، قرآن حکیم کا پہلا پارہ رکھا رہتا تھا، یہ پارہ اپنی قدامت کے اعتبار سے کافی بوسیدہ ہو چکا تھا، جبکہ تھیلا بھی کئی جگہ سے نکل گیا تھا، جو نہایت خوبصورت قدیم پارچہ کا سلا ہوا تھا، دیکھنے سے پتہ چلتا تھا کہ یہ کسی خاص مقصد کے لیے بنایا گیا ہے، شیخ المحدثین حضرت وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اکثر اس تھیلے کی تفصیلات کو چھپاتے تھے، لیکن جب کوئی اصرار کرتا تو فرماتے:

"یہ وہ تھیلا ہے جو میری والدہ ماجدہ نے اپنے ہاتھوں سے سیا تھا اور جس میں پہلی مرتبہ یہی سپارہ لے کر مدرسہ پڑھنے

اسلاف و اخلاف

گیا تھا، یہ تھیلا میری متاع عزیز ہے، جہاں یہ میری والدہ کی نشانی ہے، وہاں اس کی ہر وقت موجودگی مجھے احساس دلاتی ہے کہ میں بنیادی طور پر طالب علم ہوں، جس دن یہ احساس میرے دل میں معدوم ہو گیا، اس دن میرے علم اور جہالت میں کوئی حدِ فاصل نہیں رہے گی۔''

(گلستانِ محدثین، ناصر الدین ناصر المدنی، ص ۱۹۳۔۱۹٤)

تصنیف وتالیف

تحریکِ ردّ ندوہ اور تحریک ردغیر مقلدین کے آپ پر جوش داعی تھے، اس سلسلے میں آپ نے کافی اسفار بھی کیے اور ان کے خطرات سے عوام وعلما کو آگاہ اور بیدار کرنے کی سعی بلیغ فرمائی، مدرسے کی ذمہ داری اور اس کے اہتمام وانصرام کا معاملہ الگ تھا، ان ہجوم افکار کے باوجود خود کو تصنیف وتالیف کے ساتھ بھی جوڑے رکھا، اکثر زیر درس اور دیگر اہم کتابوں پر آپ نے حواشی لکھے، مگر بروقت اشاعت میں نہ آنے کی وجہ سے، یا دوسرے اسباب کی بنیاد پر ضائع ہو گئے، چند تحریری کام یہ ہیں:

حاشیہ مدارک التنزیل، حاشیۂ تفسیر بیضاوی، حاشیۂ تفسیر جلالین، تعلیقات سنن نسائی، حاشیہ شرح معانی الآثار، تعلیقاتِ شروح اربعہ بر ترمذی شریف، شرح سنن ابی داوٗد، شرح مشکوۃ المصابیح، افادات حصن حصین، التعلیق المجلی لمافی منیۃ المصلی، الدرۃ فی عقد الأیدی تحت السرۃ، کشف الغمامۃ عن سنیۃ العمامۃ، اظہارِ شریعت، جامع الشواہد فی اِخراج الوہابیین عن المساجد، حاشیہ مقامات حریری، حاشیہ شافیہ، تعلیقات شرح ملاحسن، حاشیہ میبذی وغیرہ۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی سے عقیدت

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی محقق بریلوی علیہ الرحمہ سے آپ عمر میں ۲۰ رسال بڑے تھے، مگر اس کے باوجود دونوں بزرگوں کی آپسی عقیدت ومحبت، عزت واحترام دیکھ کر بسا اوقات دیکھنے والوں کی آنکھیں بھیگ جایا کرتیں، اس سلسلے میں متعدد واقعات تاریخ کے صفحات پر نقش ہیں، طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ضرور لکھتا۔

وصال پُر ملال

آپ ایک عظیم محدث تھے، علوم حدیث اور درس حدیث سے زندگی بھر خود کو وابستہ رکھا، تقریباً چالیس سالوں تک درس حدیث کے بعد شدید اعصابی کمزوری کے شکار ہو گئے تو اس وقت بھی بستر علالت ہی سے درس حدیث دیتے رہے، وصال والے مہینے جمادی الاوّل کے آغاز ہی میں غشی کی کیفیت طاری ہونے لگی، علاج ومعالجہ جاری تھا، ٦ رجمادی الاولی کو افاقہ کے بعد پوچھنے لگے کہ کیا دن ہے؟ بتایا گیا دوشنبہ، فرمایا: بخاری شریف کی پہلی جلد ختم ہو گئی۔

حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ ۸ رجمادی الاولی ۱۳۳٤ بمطابق ۱۲ راپریل ۱۹۱٦ء کو بوقت تہجد اپنے مالک حقیقی سے جا ملے، إنا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہر طرف صفِ ماتم بچھ گئی، پیلی بھیت شریف میں دیوانوں کا عجب ہجوم تھا، خلقِ خدا زار وقطار روتی تھی، اعلی امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمہ کو بھی وصال کا بڑا گہرا صدمہ پہنچا، اس دن کل نمازیں بیٹھ کر ادا کیں، حالاں کہ ہر حال میں عصا لے کر کھڑے ہو کر نماز ادا کیا کرتے تھے، یہ اعلیٰ حضرت کے شدید حزن ملال کا اظہار یہ تھا، فرمانے لگے: وہ دنیا سے کیا رخصت ہوئے؛ بلکہ میرا داہنا ہاتھ مجھ سے جدا ہو گیا اور میری کمر ٹوٹ گئی۔

انڈیا میں صوبہ یوپی کے شہر "پیلی بھیت" میں آپ کا مزار مبارک مرجع خلائق ہے اور اپنی برکتیں لٹا رہا ہے۔

نوٹ: اعلی حضرت اور محدث سورتی علیہما الرحمہ کے درمیان خصوصی ربط وتعلق پر رفیق گرامی مولانا محمد ابو ہریرہ رضوی مصباحی (رام گڑھ، جھارکھنڈ) نے قدرے تفصیل سے لکھا ہے" گلستانِ محدثین" از مولانا ناصر الدین ناصر المدنی میں بھی کافی واقعات درج ہیں، حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ کے پر پوتے" خواجہ رضی حیدر" نے ''تذکرۂ محدث سورتی'' کے نام سے تفصیلی حالات لکھے ہیں، اس میں بھی آپ کے بارے میں تفصیل سے پڑھا جا سکتا ہے، یہ مختصر سا مضمون ہم نے انہی مؤخر الذکر دونوں کتابوں کی روشنی میں تیار کیا ہے۔

◆◆◆

از: انجینئر محمد یاسر رضا باندوی*

صدر العلما اور استاذ زمن کی نعتیہ شاعری
ہم آہنگی کا جلوۂ صدرنگ

اسلاف وا خلاف

امام احمد رضا بریلوی بلاشبہ بیسویں صدی کے بڑے عظیم نعت گو شاعر گزرے ہیں، آپ کو حسّان الہند کا مقام حاصل ہے، نعتیہ شاعری کے سرتاج اور اس فن کی عزت و آبرو کے ساتھ ساتھ نہ صرف سخنورانِ عجم کے امام کہے جاتے ہیں بلکہ امام الکلام کے لقب سے ہر محفل نعت میں یاد کئے جاتے ہیں، اسی طرح آپ کے برادرِ اصغر علامہ حسن رضا بریلوی کے کلام کا مطالعہ کرنے کے بعد انہیں بھی بلاتردد اردو کا ممتاز نعت گو شاعر قرار دیا جاتا ہے اور استاذ زمن اور شہنشاہ سخن کے اعلیٰ لقب سے پکارا جاتا ہے۔

اُستاذ زمن کے کلام کی مقبولیت اپنے بھائی امام احمد رضا بریلوی کی طرح ہی نہ صرف علمی وسعتوں کے عرض وطول پر پھیلی ہوئی ہے بلکہ براعظم میں منعقد ہونے والی تمام محافل نعت میں کافی و وافی قد و قامت رکھتی ہے، آپ کے نعتیہ دیوان ''ذوقِ نعت'' میں جہاں فصاحت و بلاغت کے عناصر اور تغزل کے رنگ کی بھرپور آمیزش ہے، وہیں پیکر تراشی، استعارہ سازی، تشبیہات، اقتباسات، صنائع معنوی، حسنِ تعلیل وحسنِ تشبیب، حسنِ طلب وحسنِ تضاد، لف ونشر مرتب ولف ونشر غیر مرتب، تجانیس، تلمیحات، تلمیعات، اشتقاق، مراعاۃ النظیر وغیرہ صنعتوں کی جلوہ گری بھی پوری آب و تاب کے ساتھ موجود ہے، آپ کے دیوان میں نعت کے ضروری لوازم کے استعمال سے مدحِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی کامیاب ترین کوششیں جلوہ گر نظر آتی ہیں۔

علامہ حسن رضا بریلوی کی بعض نعتوں کو اردو ادب کا اعلیٰ شاہ کار قرار دیا جاسکتا ہے، آپ کا پورا کلام خود آ گہی، کائنات آ گہی اور خدا آ گہی کے آفاقی تصور سے ایسا لبریز ہے کہ اپنے سے اگلے بزرگوں کے اِس مشہور و معروف قول پر پورے طور سے پہلے خود عمل پیرا ہوئے اور پھر اپنے کلام کو اس کا جیتا جاگتا نمونہ بنا کر پیش کیا ہے: ؎

کرا جوئی ؟ چرا در پیچ و تابی
کہ او پیداست تو زیر نقابی
تلاش خود کنی، جز او نہ بینی
تلاشِ او کنی، جز خود نہ یابی

(ترجمہ: تجھے کس کی تلاش ہے؟ کیوں ہر وقت پیچ و تاب کھاتا رہتا ہے کہ وہ تو (ذرّے ذرّے سے) عیاں ہے اور تو خود پا ہوا ہے۔

لہٰذا جب تو اسے تلاش کرے گا تو خود آ گاہی سے آشنا ہوگا اور جب خود کو تلاش کرے گا تو خدا آ گاہی کی منزل پر فائز ہو جائے گا۔)

یہی وجہ ہے کہ علامہ حسن رضا بریلوی کی آل میں، جلیل القدر ہستیاں ہیں جن کی شخصیت کی تابشیں آنے والی کئی صدیوں کو منور کرتی رہیں گی اور پھر کیوں نہ ہو؟ آپ نے اسی خود آ گاہی و خدا آ گاہی پر سادہ مجازی سے اپنی اولادوں کی تربیت کی اور اپنے لاڈلے" صاحب" کو بھی یہی گھٹی پلائی اور پھر انہوں نے اپنی اولادوں کو بھی یہی جام پلایا اور حکیم الاسلام علامہ حسنین رضا خاں قادری بریلوی" صاحب" کی اولادوں نے بھی ایسا پیا، ایسا پیا کہ ان کے افعال و کردار سے نورانیت ظاہر ہوتی تھی اور یوں لگتا تھا کہ بیک زبان سب یہ اعلان کر رہے ہوں: ؎

ما فراموش کردہ ایم ہرچہ خواندہ ایم
الا حدیث یار کہ تکرار می کنیم

اسی خمیر اور اسی گھٹی کی بنیاد پر حسنؔ بریلوی کی شاعری میں موجود یہ تمام ملکہ تسلسل کے ساتھ آپ کے پوتوں میں بھی چلا آرہا ہے مگر میرے ممدوح حضور صدر العلما بقول مفتی اعظم ہند" ان میں تحسین رضا خان کا جواب نہیں" اور بقول حضور تاج الشریعہ "تحسینؔ رضا واقعی تحسین رضا ہیں۔"

آپ کی شخصیت پر شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند کا فیض اتنا ٹوٹ کر برسا کہ آپ آج بھی اہل دل کے نزدیک ''مظہر مفتی اعظم'' کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں، آپ کی ہستی مفتی اعظم ہند کا جیتا جاگتا نمونہ تھی، آپ نے مفتی اعظم ہند کی حیات ظاہری میں اور اس کے بعد بھی نہ صرف قال اللہ وقال الرسول کا درس دیا بلکہ سادہ مجازی کے ساتھ مختلف تبلیغی دورے بھی کئے، ساتھ ساتھ مختلف کتب کی تصحیح وغیرہ کا کام بھی آپ ہی کے ذمہ رہتا تھا، اپنی اس قدر مصروفیات وتبلیغ دین کے ساتھ ساتھ آپ نے مدح رسول کے ایسے زندہ جاوید نقوش چھوڑے ہیں کہ جو اپنے آپ میں استاد زمن شہنشاہ سخن مولانا حسنؔ رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری کا جیتا جاگتا نمونہ نظر آتے ہیں، صدر العلماء محدث بریلوی کی شاعری کو بغور ملاحظہ کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ جامعیت کے اعتبار سے نہ صرف فکر اپنے دادا جان کی ہے بلکہ لہجہ بھی وہی ہے۔

نعت گوئی اہل دل کا ہی مقدر ہے، محبت رسول کی چاشنی سے قلب معتر ہوتا ہے پھر جا کر جگر سوز الفاظ نوک قلم سے نکلتے ہیں اور ایمانی جذبے کو تجدید نو بخشتے ہیں اور پھر نبیرۂ استاذ زمن کا قلم جن کی گھٹی میں ہی عشق رسول کی چاشنی گھول کر پلائی گئی ہو، ان کی فکر سے نکلنے والے اشعار کیوں نہ عقیدۂ اہل سنت کے موافق ہوں گے؟ اپنے دادا جان کی طرح آپ کے بھی ذہن وفکر میں بزم محشر (یعنی قیامت) اپنے آقائے کریم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل ہی ہے استاذ زمن کا یہ شعر دیکھئے:ـ

فقط اتنا سبب ہے انعقاد بزم محشر کا
کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے

اسی فکر کو عقیدت کے پیرائے میں ڈھال کر نبیرۂ استاذ زمن حضور صدر العلما یوں فرماتے ہیں:ـ

جس کو کہتے ہیں قیامت حشر جس کا نام ہے
درحقیقت تیرے دیوانوں کا جشن عام ہے

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان کردہ دلائل اور عقیدۂ حق کے مطابق حضور ﷺ کی شفاعت عظمیٰ وہ مقام محمود ہے، جس پر بروز محشر سرکار ﷺ فائز ہوں گے، ساتھ ہی گنہگاروں کے لئے بھی سعادت ہوگی بلکہ پرہیزگار بھی آپ کی شفاعت کی تمنا کریں گے جیسا کہ امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:ـ

کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ
قرض لیتی ہے گنہ پرہیزگاری واہ واہ

اسی عقیدۂ حق کی توثیق استاذ زمن مولانا حسنؔ رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے اور گنہگانوں کو خوشخبری سنائی ہے جس کا تائیدی تبصرہ بشکل اظہار مسرت صدر العلما علامہ تحسین رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کلام کے ذریعہ کیا ہے، مثلاً استاد زمن کا یہ شعر ملاحظہ ہو:ـ

وہ شفاعت کو چلے ہیں پیش حق
عاصیو! تم کو مبارک باد ہے

اسی کا تائیدی تبصرہ بشکل اظہار مسرت صدر العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ملاحظہ کریں:ـ

آرہے ہیں وہ سر محشر شفاعت کے لئے
اب مجھے معلوم ہے، جو کچھ میرا انجام

اسی کا تائیدی تبصرہ بشکل اظہار مسرت صدر العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دوسری جگہ فرماتے ہیں:ـ

دل تحسینؔ سے غم کی گھٹائیں چھٹ گئیں آتا
سنا ہے جب سے اس کے شافع روز جزا تم ہو

جس قدر جامعیت اس عقیدۂ شفاعت میں پائی جاتی ہے کہ صدر العلما رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں شفاعت پر صرف یقین ہی نہیں مسرت کا اظہار یوں ملتا ہے کہ جیسے محشر میں حضور کی تشریف آوری کو اپنے ماتھے کی نگاہوں سے ملاحظہ فرما رہے ہوں، اس طرح حد درجہ غیب پر یقین استاذ زمن کے کلام کی عادت

اسلاف وا خلاف

خاص ہے جیسے آپ کے اسی مشہور و معروف کلام کو ہی دیکھیں کہ ازمطلع تا مقطع محفل حشر کی ایسی منظر کشی کی ہے کہ جسے بعینہٖ ملاحظہ فرما رہے ہوں، چند نمونۂ کلام یہاں نقل کئے جاتے ہیں:ـ

تمہارا نام مصیبت میں جب لیا ہوگا
ہمارا بگڑا ہوا کام بن گیا ہوگا

کسی کے پاؤں کی بیڑی وہ کاٹتے ہوں گے
کوئی اسیر غم ان کو پکارتا ہوگا

کبھی قریب ترازو کبھی لب کوثر
کوئی صراط پر ان کو پکارتا ہوگا

عزیز بچے کو ماں جس طرح تلاش کرے
خدا گواہ یہی حال آپ کا ہوگا

میں ان کے در کا بھکاری ہوں فضل مولا سے
حسنؔ فقیر کا جنت میں بسترا ہوگا

اردو نظم نگاری میں ایسی نادر و نایاب مثال بہت کم ہی دیکھنے کو ملتی ہے کہ نعت پاک میں اس حساسیت کے ساتھ کلام لکھے جائیں کہ پڑھنے والا ابھی ان نظاروں کا عینی شاہد ہو جائے، اب اگر لفظ نظم پر نظر ڈالیں تو لامحالہ تسلسل کی طرف ذہن جاتا ہے اور نعت گوئی کی روحانی دنیاں میں انبیا کا آنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا ختم ہونا بھی ایک نظم ہی ہے جس کو نظم رسالت کہا جاتا ہے یہ تمام روحانی و علمی بحث تخیل کہلاتی ہے کیوں کہ رسالت کا مقام سارے عہدوں سے وراء الوریٰ ہے اور ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخلیق کا وقت اور ان کے جسم پر نور کا خمیر اور تمام حقیقی خوبیاں بیان کرنا انسانی عقلوں کے بس میں نہیں بس یوں سمجھنا چاہیے کہ کائنات کی تمام خوبیوں کو ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خووبیوں کے صدقے ہی خوبی ہونے کا حقیقی شرف حاصل ہوا ورنہ خوبی خواب تک نہ ہو پاتی، اسی لئے استاد زمن اسی نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہیں:ـ

اے نظم رسالت کے چمکتے ہوئے مقطع
تو نے ہی اسے مطلع انوار بنایا

اسی نکتے کا علمی تذکرہ حضور صدر العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یوں کرتے ہیں:ـ

پیمبر کی حقیقت کو کوئی تحسینؔ کیا سمجھے
جو مقطع ہے تخیل کا وہ مطلع ہے نبوت میں

دوسری جگہ اسی نکتے کو واضح کرتے ہوئے نبیرۂ استاد زمن یوں رقمطراز ہیں:ـ

حقیقت آپ کی سمجھیں تو کیا سمجھیں خرد والے
خدا والے یہ کہتے ہیں خدا جانے کہ کیا تم ہو

تمہاری واقعی توصیف ہم سے غیر ممکن ہے
کہ ہم جو کچھ کہیں اس سے حقیقت میں سوا تم ہو

تیسری جگہ اسی نکتے کو واضح کرتے ہوئے نبیرۂ استاد زمن یوں رقم طراز ہیں:ـ

کرے مدح شہ والا، کہاں انسان میں طاقت ہے
مگر ان کی ثنا خوانی تقاضائے محبت ہے

بدل سکتے ہیں آج بھی حالات زمانہ آج بھی تحسین
مگر ان کی نگاہ فیض سامان کی ضرورت ہے

الغرض سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات وہ ابر کرم ہے جس کا احاطہ کرنا ہمارے بس کی بات نہیں بس اس ابر کے چند چھینٹے ہی ہم غلاموں کے جام کو لبالب بھر دیتے ہیں جیسا کہ استاد زمن فرماتے ہیں:ـ

الٰہی تشنہ کام ہجر دیکھے دشتِ محشر میں
برسنا ابرِ رحمت کا، چھلکنا حوضِ کوثر کا

مذکورہ اشعار کی توضیح یوں کی جاتی ہے کہ اس ابر رحمت سے جام وحدت، عقیدۂ توحید سے منسلک ہے، اسی لئے تو فقط ان کے نام پاک کا ورد ہی اس تشنگی کو بجھانے کے لئے کافی و وافی ہو جاتا ہے، اس وضاحت کی عکاسی صدر العلما رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں:ـ

ساقی کوثر کا نام پاک ہے ورد زباں
کون کہتا ہے کہ تحسینؔ آج تشنہ کام ہے

نام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ورد سے ہر کام بن جاتا ہے جب بھی کوئی مشکل پیش آتی ہے تو درود پاک کے ورد سے مشکل

اسلاف واخلاف

کشائی ہو جاتی ہے بلائیں تل جاتی ہے، دکھ درد سب دور ہو جاتے ہیں یہ سب نوازشیں اسی جان آدم و جان عیسیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں اسی لئے استاذ زمن سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو دل و جان سے اپنا مسیحا تسلیم کرتے ہیں جیسے کے اس شعر میں ہے:۔

مر ہی جاؤں میں اگر اُس دَر سے جاؤں دو قدم
کیا بچے بیمارِ غم قربِ مسیحا چھوڑ کر

اسی کی تائید صدر العلما رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور زمانہ کلام کے اس شعر میں ملاحظہ کریں:۔

وہ یوں تشریف لائے ہم گنہگاروں کے جھرمٹ میں
مسیحا جیسے آجاتا ہے بیماروں کے جھرمٹ میں

یعنی آقا کریم محمد مصطفیٰ ﷺ ایسے مسیحا ہیں کہ جن کے ناخن بھی مشکل کشائی کرتے ہیں، بلکہ ان کے قدموں کی خاک تو خاک شفا ہے، ان کے قدموں کی برکت سے ہی حرمین، طیبین ہوئے تو پھر ان کے شہر مدینہ کا کیا مقام ہوگا جو شہر آقا کا ہے غلام کو اس سے اتنی حد درجہ محبت ہوتی ہے کہ ہر امتی کے دل میں مدینہ رہتا ہے اور ان امتیوں میں چند خوش نصیب وہ ہیں جن کے دل میں مدینہ کی محبت اور اس کا تصور اس قدر بسا ہے کہ وہ خود کو ہر ہر وقت مدینہ میں پاتے ہیں اسی لئے استاذ زمن یوں رقم طراز ہیں:۔

قریب طیبہ بخشے ہیں تصور نے مزے کیا کیا
مرا دل ہے مدینہ میں مدینہ دل کے اندر ہے

اسی بات کی نشاندہی حضور صدر العلما نے اپنے اس شعر میں یوں فرمائی ہے:۔

مدینہ سامنے ہے بس ابھی پہنچا میں دم بھر میں
تجسس کروٹیں کیوں لے رہا ہے قلب مضطر میں

علم غیب مصطفیٰ ﷺ پر پختہ عقیدہ استاذ زمن کو وراثت میں ملا تھا، اس کے شواہد آپ کے کلام میں جا بجا موجود ہے:۔

طور پہ جلوہ دکھایا ہے تمنائی کو
کون کہتا ہے کہ اپنوں سے ہے پردہ تیرا
چاک ہو جائیں گے دل جیب و گریبان کس کے
دے نہ چھپنے کی جگہ راز کو پردہ ترا
اب جما تا ہے حسن اس کی گلی میں بستر
خوب رویوں کا جو محبوب ہے پیارا تیرا

اسی بات کو اپنے کلام میں صدر العلما رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جا بجا بیان کیا ہے، ان کا ایک مشہور قطعہ ملاحظہ ہو:۔

علم غیب رسول کے منکر
اک حقیقت کو بھول جاتے ہیں
غیب مانا کہ راز ہے لیکن
راز اپنوں سے کب چھپاتے ہیں

اسی طرح حضور استاذ زمن کے مشہور و معروف کلام کشف راز نجدیت کے اتباع میں آپ کے نبیرہ بھی جا بجا رد وہابیت کرتے نظر آتے ہیں:۔

تلاش جذبۂ ایمان عبس ہے کینہ کاروں میں
وفا کی جستجو اوران جفا کاروں کے جھرمٹ میں

حضرت صدر العلما ایک با کمال شاعر تھے اور آپ نے خوب شاعری فرمائی، ابتدا سے ہی اس کی مشق کی ہے جس کی کئی مثالیں دیکھی گئی ہیں، اشعار کے آب گینوں میں اپنے جذبۂ دینی، ملی دردمندی اور عشقِ نبوی کی شرابِ طہور اُنڈیلی اور لفظوں کے جام بھر بھر عشقِ رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے مے خواروں کو ہونٹوں لگانے کی دعوت دی، آپ کے بہت سارے اشعار آپ کے عہد طفلی میں ہی اس وقت کئی رسالوں میں شائع ہوئے اور اہل علم میں بھی بہت مقبول ہوئے، جب بھی ان دلنشیں اشعار کو وقت کے بڑے علما کے سامنے پڑھا جاتا تو یہی گمان کرتے کہ استاذ زمن کے کلام ہیں مگر جب مقطع پر پہنچتے تب معلوم ہوتا کہ یہ تو نبیرۂ استاذ زمن علامہ تحسین رضا کا کلام ہے، پاکستان کے کچھ رشتہ داروں سے راقم تک یہ بات پہنچی ہے کہ تحسین ملت شروعاتی مشق کے دوران حضور محدث اعظم مفتی سردار احمد صاحب کو اپنے کلام دکھایا کرتے تھے اور اکثر ان کو بھی یہی شبہ ہوتا تھا کہ استاد زمن کے کلام ہیں، اس بات کی تصدیق ماسٹر حسین صاحب ساکن کانکر ٹولہ بریلی شریف نے کی اور بعد میں مفتی مجیب اشرف صاحب کے ذریعہ بھی اس بات کی تصدیق ہوئی کہ وقت کے

اسلاف و اخلاف

کئی اکابر علمائے کرام کی زبان فیض ترجمان سے ایسے ہی جملہ سنے گئے، اسی ضمن میں میرے استاد محترم مولانا صغیر اختر مصباحی مدظلہ العالی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ جب آپ نے اپنی لکھی ہوئی درج ذیل نعت پاک مفتی اعظم ہند کی موجودگی میں سنائی، تو حضرت بہت محظوظ ہوئے، جب مقطع پڑھا تو حضرت نے برجستہ فرمایا: اچھا! تو تمہارا کلام ہے؟ میں تو سمجھ رہا تھا کہ چچا جان (استاد زمن) کا کوئی غیر مطبوعہ کلام ہے۔

(محدث بریلوی نمبر، مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی، ص ۴۸۷ تا ۴۹۲)

جس کو کہتے ہیں قیامت حشر جس کا نام ہے
درحقیقت ترے دیوانوں کا جشن عام ہے

آرہے ہیں وہ سر محشر شفاعت کے لئے
اب تجھے معلوم ہے جو کچھ میرا انجام ہے

تو اگر چاہے تو پھر جائیں سیہ کاروں کے دن
ہاتھ میں تیرے عنان گردش ایام ہے

روئے انور کا تصور، زلف مشکیں کا خیال
کیسی پاکیزہ سحر ہے کیا مبارک شام ہے

دل یہ کہہ کر رہ طیبہ میں بہلاتا ہوں میں
آگئی منزل تیری بس اور دو اک گام ہے

ساقیٔ کوثر کا نام پاک ہے ورد زباں
کون کہتا ہے کہ تحسین آج تشنہ کام ہے

الغرض کہ صدر العلما حضرت علامہ تحسین رضا خاں قادری بریلوی کی شاعری اور ان کی شاعرانہ فکر میں وہی بلندی وتخیل پایا جاتا ہے جو ان کے دادا حضور کی شاعری کا طرہ امتیاز رہا ہے، دادا جان کی طرح آپ کی نعتیہ شاعری میں بھی جذبے کا وہی تقدس اسی طرح موجود ہے کہ جسے دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ شاعر نے شاعری نہیں کی بلکہ شعر نے خود شاعر سے کہلوایا، اس بات کی وضاحت کے لئے مختلف جہتوں سے نبیرۂ استاد زمن کے اشعار کو پیش کر کے کلام کی فنی وفکری مماثلث استاد زمن کے کلام سے کرنے کی کوشش کی ہے مگر یہ سب جحتیں حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے قول فیصل کے سامنے ہیچ ہیں، ایک موقع پر آپ کے برادر اصغر حضرت علامہ حبیب رضا خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا:

''تحسین رضا خان گل سرسبد ہیں! جانتے ہو گل سرسبد کیا ہوتا ہے؟ مالی جب اپنی ٹوکری سجاتا ہے تو جو پھول سب سے اوپر نمایاں طور پر رکھتا ہے، وہی گل سرسبد ہوتا ہے۔''

حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے گل سرسبد علامہ تحسین بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی نعتیہ شاعری حقیقت میں اپنے دادا جان استاد زمن حسن بریلوی کی شاعری کا آئینہ دار ہے، اس لحاظ سے آپ کا کلام بھی گل سرسبد کی حیثیت رکھتا ہے، میرے قلیل مطالعے کے مطابق جس طرح استاد زمن کی ذوق نعت، اعلیٰ حضرت کی حدائق بخشش کی ترجمانی کرتی ہے اور آسان زبان میں اشعار کے معنی ومفہوم کی فہم میں معاون ہے، ٹھیک اسی طرح صدر العلماء محدث بریلوی کی ''گلہائے بخشش'' استاد زمن کی ذوق نعت کا مظہر ہے۔

◆◆◆

ص ۹۵ رکا بقیہ.........................

والہ ۲۰۰۴ء، ص ۱۹۲ (۱۴) عبد العلیم میرٹھی، علامہ، انسانی مسائل کا حل، مترجم محمد حسین آسی، پروفیسر، ورلڈ اسلامک مشن کراچی ۲۰۰۸ء، ص ۹ (۱۵) سورۃ آل عمران ۸۳ (۱۶) عبد العلیم میرٹھی، علامہ، انسانی مسائل کا حل، مترجم محمد حسین آسی، پروفیسر، ورلڈ اسلامک مشن کراچی ۲۰۰۸ء، ص ۱۰ (۱۷) مرجع سابق، ص ۱۱۔ ۱۲ (۱۸) مرجع سابق، ص ۱۳۔ ۱۴ (۱۹) سورۃ آل عمران ۱۹ (۲۰) عبد العلیم میرٹھی، علامہ، انسانی مسائل کا حل، مترجم محمد حسین آسی، پروفیسر، ورلڈ اسلامک مشن کراچی ۲۰۰۸ء، ص ۱۴ (۲۱) مرجع سابق، ص ۱۶۔ ۱۷ (۲۲) مرجع سابق، ص ۱۹۔ ۲۰ (۲۳) مرجع سابق، ص ۲۰ (۲۴) مرجع سابق، ص ۲۱۔ ۲۲ (۲۵) عبد العلیم میرٹھی، علامہ، تبلیغ اسلام کے اصول وفلسفہ، خورشید احمد سعیدی، تحریک فکر رضا ممبئی، ص ۲۱۔ ۲۲۔

◆◆◆

پہلی قسط

(از: ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی*

بمبئی میں اعلیٰ حضرت کی علمی مجلسیں

رضویات

بمبئی کبھی ایک جزیرہ نما ٹاپو تھا، جہاں جہاں جگہ تھی، ماہی گیروں اور مچھیروں کے چھونپڑے تھے، اصل آبادی چیمبور [صیمور]، تھانہ، کلیان، نالاسوپارہ تھی، بعد میں یہی جزائر نما بمبئی دنیا کے مشہور ترین شہروں میں شمار ہونے لگا، ہندوستان کی معاشی راجدھانی اور صوبۂ مہاراشٹر اکا دار الخلافہ بنا، بمبئی بارونق، پرکشش، تجارتی، صنعتی، روزگاری اور غریب پرور شہر ہے، یہاں روشنی بھی ہے اور تاریکی بھی، نیکیاں بھی ہیں اور برائیاں بھی، یہ تو وارد ین و صادرین پر موقوف ہے کہ کون سی راہ اختیار کرتے ہیں، پہلے شہر سورت بابِ کعبہ کہلاتا تھا کہ وہاں بندرگاہ ہونے کی وجہ سے ہندوستانی حجاج کرام وہیں سے اس مبارک سفر کی شروعات کرتے تھے، بعد میں بمبئی کے ساحل پر یہ سہولت مہیا کی گئی، تب سے بمبئی بابِ کعبہ بنا اور حجاجِ کرام یہاں سے روانہ ہونے لگے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے پہلا حج ۱۲۹۶ھ میں ادا کیا تھا، والد ماجد خاتم المحققین حضرت شاہ نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ کی معیت مبارکہ میسر تھی، گمانِ غالب ہے، یہ سفر براہِ بمبئی ہوا ہوگا، جس کی تفصیل تک میری رسائی نہ ہوسکی۔ کچھ ضمنی واقعات ملتے بھی ہیں، تو انہیں سفرِ حج کے ضمن میں درج کیا جائے گا۔ اعلیٰ حضرت کی ولادت ۱۲۷۲ھ میں ہوئی۔ پندرہ برس کے ہوتے ہوتے آپ کی علمی شہرت اطرافِ ہند میں پھیل چکی تھی۔ بمبئی سے بھی ان کے پاس استفتے اور سوالات آنے لگے تھے اور علما و عوام بمبئی سے رابطے استوار ہو چکے تھے، دن گزرتے گئے۔ یہ رابطے مضبوط و مستحکم ہوتے گئے۔ فتاویٰ رضویہ کی مختلف جلدوں کے مطالعے سے ان رابطوں کا سراغ ملتا ہے، علما کے علاوہ، خواص، تاجرین و عمائدین اور دیندار رئیسانِ شہر سائلین و مستفتین میں نظر آتے ہیں۔

تاسیس ندوہ

۱۳۱۰ھ میں مدرسہ فیض عام کان پور کے سالانہ اجلاس میں علما کی ایک میٹنگ ہوئی۔ جس میں معاشرہ میں پھیلی برائیوں، خصوصاً اصلاحِ نصابِ تعلیم پر گفتگو ہوئی۔ علمائے کرام کی متفقہ رائے سے پہلے پہل اس تنظیم کا نام ''ندیۃ العلماء'' رکھا گیا جو بعد میں ''ندوۃ العلماء'' سے مشہور ہوا۔ کان پور والی میٹنگ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز بھی شریک تھے اور اصلاحِ نصاب پر اپنا گراں قدر مقالہ بھی پیش کیا تھا، ۱۳۱۲ھ میں یہ اجلاس لکھنؤ، ۱۳۱۳ھ میں بریلی اور ۱۳۱۴ھ میں ندوہ کا اجلاس بمبئی میں منعقد ہوا۔

کان پور کی میٹنگ میں ہی کچھ ایسی باتیں سامنے آئیں، جن کی اصلاح وخلاصہ محتاط ومتدین علما و مشائخ چاہتے تھے۔ لکھنؤ کے اجلاس میں وہ قابلِ اصلاح باتیں اور زیادہ روشن ہوکر اجاگر ہوئیں۔ تو اصلاحی کوششیں بھی تیز ہوگئیں۔ اس اصلاحی فکر کے سرگروہ یوں تو تمام محتاط علما تھے، مگر نمائندگی و پیشوائی میں پیش پیش تاج الفحول حضرت شاہ محمد عبد القادر قادری برکاتی بدایونی، حافظِ بخاری حضرت سید شاہ محمد عبد الصمد مودودی چشتی سہسوانی ثم پھپھوندوی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی تھے، بریلی کے اجلاسِ ندوہ میں وہ قابلِ اصلاح باتیں اور شوخ رنگ میں سامنے آئی تھیں۔

تصدیقات جلیلہ

نتیجہ یہ ہوا کہ تمام اقطارِ ہند کے علما، مشائخ، عمائدین اور دانشورانِ قوم وملت جلسۂ ندوہ سے کھنچے کھنچے رہنے لگے اور اصلاح ومفاہمت کی رفتار بڑھ گئی، ۱۳۱۳ھ میں اعلیٰ حضرت سے اس کے متعلق دس سوالات ہوئے۔ ان سوالوں کے جوابات کا مجموعہ ''فتاوی القدوۃ لکشف دفین الندوۃ'' کے نام سے ۱۳۱۳ھ ہی میں مطبع نادری سے شائع ہوا۔ جس پر تمام ہندوستان کے قریب

* مضمون نگار مرکز برکات رضا ایجوکیشنل ٹرسٹ ممبئی کے بانی اور معروف اہل قلم ہیں۔

پچاس اجلہ علما و مشائخ نے ندوہ کی بے دینیوں اور مداہنتوں کا اظہار کرتے ہوئے تائید و تصدیق کی۔جن کا مقامی تعلق بمبئی، الہ آباد، دہلی، مراد آباد، رام پور، بدایوں، بریلی، پھپھوند اور مارہرہ مقدسہ سے ہے۔علمائے بمبئی کے مصدقین کے نام نامی کے اندراج سے پہلے نامی و مشہور عالم اور مفتی و مناظر حضرت مفتی محمد عمر الدین قادری ہزاروی کی تصدیق ملاحظہ کریں، شیخ العلما حضرت مفتی محمد عمر الدین ہزاروی کی عبارت یہ ہے :

''بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ ہندوستان میں حکومت اسلام نہ ہونے کے باعث طرح طرح کے فتنے حادث ہوتے رہتے ہیں، اوّلاً نجدیہ کا فتنہ ظاہر ہوا، پھر اس میں سے نیچریوں کی شاخ پھوٹی۔اب سب سے بڑا فتنہ بنام ''ندوۃ العلما'' نیچریوں نے قائم کیا ہے اور اس میں چند کوتاہ اندیش سنیوں کو بھی شامل کرلیا ہے اور باعث زیادہ خرابی اور بدمذہبی کا یہ ہوا ہے کہ ان عیاروں نے تمام کارروائی ظاہراً ان سادہ لوحوں کو سونپ دی ہے، یہ ان مکاروں کے مکر سے بے خبر، ان کی چال بازی سے غافل، ان کے اقوال فاسدہ کو اپنی زبان وقلم سے شائع کر کے عوام کو دھوکہ دے رہے ہیں، چنانچہ گواہ اس کی روداد مطبوعہ جلسہ لکھنؤ و کان پور ہیں، جس کے اقوال فاسدہ کا مشتے نمونہ از خروارے سائل نے سوال میں درج کیا ہے اور فقیر نے بھی ان خرافات مردودہ کے علاوہ اور بہت سے ہذیانات مطرودہ ان ہر دو روداد میں دیکھے ہیں۔

پس مجیب مصیب نے جو کچھ ان قائلین کے اقوال فاسدہ کی رو سے ان پر احکام شرع جاری کیے ہیں، وہ سب ان پر قطعاً وارد ہوتے ہیں۔ان پر لازم و واجب ہے کہ ان اقوال فاسدہ سے تائب ہو کر جلد اہل سنت میں شامل ہوں، ورنہ ان کی وہ جانیں۔اللہ عزوجل تو اپنے دین کی خود حفاظت فرمائے گا۔ان سے کچھ نہیں ہونے کا۔اگلے مبتدعین سے کیا ہوا، جو ان سے ہوگا۔''

اسمائے مصدقین

دیگر تائید و تصدیق کرنے والے علمائے کرام اور ان کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

[۱] **اجوبۃ مرقومۃ الصدر صحیح و درست است۔**

کتبہ: خادم الشرع القاضی اسماعیل الجلمائی عفا اللہ تعالیٰ عنہ وعن والدیہ وعن استاذیہ وعن جمیع المؤمنین آمین یارب العالمین، [مع مہر]

[۲] **المجیب مصیب و لہ ثواب عظیم و من انکر فقد غوی و ضل عن الطریق الحق۔**

کتبہ: احر العباد حسن بن نور محمد عفی عنہما

[۳] **ما اجاب الجیب فھو فیہ مصیب و لہ فیہ اجر نصیب۔**

کتبہ: سید مرتضی بن سید محمد سلطان امام مسجد بالائی محلہ

[۴] **فقد اصاب من اجاب و من انکر فقد خسر وخاب لاریب فی تحقیق المحقق و تدقیق المدقق۔**

حررہ: فقیر قادری مرید احمد حنفی عفی عنہ

[۵] **الاجوبۃ کلھا صحاح والعلم الاتم عند خالق المساء والصباح۔**

العبد الفقیر محمد یٰسین عفا اللہ تعالیٰ عنہ

[۶] **ھٰذہ الجوابات کلھا حق لاریب فیھا۔**

حررہ الراجی الی رحمۃ المنان میر عبد الرحمٰن عفی عنہ

[۷] جوابات سوالات عشرہ مذکورہ سب صحیح اور مطابق اہل سنت و جماعت ہیں۔

حررہ العبد المفتقر الی مولاہ محمد عبید اللہ جعل اللہ اخراہ خیر من اولاہ

[۸] **الجواب صحیح موافق لاھل السنۃ والجماعۃ۔**

کتبہ: خادم الشرع قاضی شیخ محمد مرگھی عفی ع نہ وعن جمیع المسلمین آمین قاضی شہر بمبئی

[۹] **صح الجواب۔**

نمقہ الفقیر عبد الغفور عفی عنہ

[۱۰] **الجواب صحیح۔**

حررہ المتوکل علی اللہ القوی محب النبی حفظہ اللہ عن شر کل غوی وغبی

[۱۱] **الجواب ظاہر للصواب واللہ اعلم بالصواب۔**

رقمہ: احقر الآفاق محمد اسحاق عفی عنہ

[۱۲] قد حقق المحقق فیما اجاب و ھو فیه مصیب و مثاب و اجب الاعتقاد ما اثبت و قال و ماذا ابعد الحق الا الضلال۔

کتبہ: فقیر حقیر سراپا تقصیر گوشہ نشین کلبہ نامرادی ادنی الادانی محمد عبدالہادی عفی عنہ

اب جو بمبئی کی باری آئی، یہ ۱۳۱۴ھ کا سال تھا، اس کی روداد سنیے! مدرسۂ محمدیہ جامع مسجد بمبئی کے صدر مدرس حضرت مفتی محمد عمرالدین ہزاروی لکھتے ہیں:

''ندوہ والوں نے بمبئی میں بھی اس بدمذہبی کا جال پھیلانا چاہا، مگر بحمد اللہ ناکام رہے، چنانچہ اس کا قدرے نمونہ ایک اخبار روانہ کرتا ہوں، جس کے ص ۷: پر یہیں ذکر ہے۔''

[مکتوبات علما وکلام اہل صفا، طبع بریلی، ۱۳۱۴ھ ص ۸۲]

یہی حضرت مفتی محمد عمرالدین ہزاروی آگے تحریر کرتے ہیں:

''شبلی نعمانی کو ندویوں نے جلسہ تائیدی ندوہ کے لیے بلایا تھا، اخبار 'سفیر' میں اطلاع کی تھی کہ شبلی اور مہدی صاحبان ندوہ کے مقاصد پر لکچر دیں گے، مگر قبل اس کے دونوں لکھنؤ [سے] بمبئی تشریف لاتے اور جمعہ کی نماز کے بعد وعظ میں خوب ندوہ کے پرخچے اڑائے اور شبلی و عبدالحق صاحبان اراکین ندوہ کی بھی خوب خبر لی، شبلی صاحب بمبئی سے چلے گئے اور اراکین کے حوصلے پست ہو گئے۔''

[مکتوبات علما وکلام اہل صفا، طبع بریلی، ۱۳۱۴ھ ص ۸۳]

۱۳۱۴ھ میں ہی ''فتاوی السنة لالجام الفتنة'' کے نام سے ایک کتاب چھپ کر منظر عام پر آئی، اس کتاب کے مصنف حضرت علامہ شاہ محمد عبدالرزاق مکی حیدرآبادی تھے۔ مطبع نادری بریلی سے شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب میں ندوہ کے متعلق چھ سوالات اور ان کے جوابات ہیں، کتاب مذکور کا منشا ہے کہ اہل ندوہ سے بچا جائے۔ حیدرآباد کے علاوہ بمبئی اور دیگر بلاد ہند علما، فقہا، مشائخ اور ماہرین دین و دانش کی تائید وحمایت اس کتاب کو حاصل ہے۔

آج سے ایک سو پچیس سال پہلے جن علما، مشائخ، خطبا اور ائمہ نے اس کتاب کی تائید وحمایت اور دستخط و مہر ثبت کر کے ندوہ سے اپنی نفرت و بیزاری کا اظہار واعلان کیا ہے، یہاں ان کے چند اسمائے گرامی درج کیے جاتے ہیں، اصل کتاب میں تفصیل دیکھیے یا میری کتاب ''مطالعۂ ندویت'' کا مطالعہ کیجیے، وہ اسمائے مبارکہ یہ ہیں:

حضرت علامہ محمد عبید اللہ مکی، صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد بمبئی۔ حضرت علامہ قاضی محمد اسماعیل مہری استاذ مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد بمبئی۔ حضرت علامہ قاضی محمد صالح بن قاضی شریف عبداللطیف جامع مسجد بمبئی۔ خلیفۂ بغداد حضرت علامہ عبداللہ بن محمد حموی از سرکار بغداد وارد حال بمبئی۔ حضرت علامہ قاضی شیخ محمد مرگھے، قاضئ شہر دوم، بمبئی۔ حضرت علامہ قاضی محمد اسماعیل جلمائی شافعی خادم شرع، بمبئی۔ حضرت علامہ شاہ محمد امین اللہ عرف شاہ جہان حسینی رفاعی، بمبئی۔ حضرت علامہ مولانا محمد اسحاق صاحب واعظ شہر بمبئی۔ حضرت علامہ سید شاہ غلام حسین جونا گڑھی، وارد حال بمبئی۔ حضرت علامہ محمد عبدالغفور صاحب واعظ ومدرس شہر بمبئی۔ حضرت علامہ حسن بن نور محمد صاحب۔ حضرت علامہ مفتی محمد عمرالدین ہزاروی واعظ ومدرس شہر بمبئی۔ حضرت علامہ محمد طاہر صاحب۔

دو تین کو چھوڑ کر یہ سارے مقامی وآفاقی علما وخطبا وائمہ تھے، جو ندوہ کی شناعتوں، سفاہتوں اور دینی قباحتوں کا کھلے عام اعلان کر رہے تھے اور اپنی نفرت و بیزاری کا اظہار کر رہے تھے، ان کے علاوہ عمائدین، تاجرین اور دانشوران شہر بھی اس تحریک اصلاح کے پرجوش کارکن اور سرگرم حصہ تھے، چند پرجوش کارکنان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

حضرت علامہ محمد اسماعیل نقشبندی شاذلی۔ گورے بابو۔ حاجی محمد قاسم۔ حاجی عیسی خان محمد۔ حاجی نور محمد عثمان۔ حاجی محمد قاسم۔ حاجی محمد اسحاق آدم۔ حاجی ابو۔ حاجی حبیب۔ حاجی محمد ابراہیم۔ شیخ محمد ابراہیم بن شیخ چاند وغیرہم اور شہر ناسک سے حضرت شاہ محمد عبدالفتاح کے فرزند حضرت مولانا سید امام الدین اور جناب سید احمد صاحب بہت ہی فعال تھے۔

تحفۂ حنفیہ پٹنہ

یہ سوسوا سوسال پہلے کی بات ہے۔ یہ ایک ماہنامہ تھا، جو عظیم آباد پٹنہ سے شائع ہوتا تھا۔ یہ رسالہ ندوہ اور غیر مقلدیت کے ردو تعاقب میں کلیدی کردار انجام دیا ہے، یہ اس دور کا نہایت مشہور اور مقبول رسالہ تھا۔ حضرت مفتی محمد عمر الدین قادری رضوی ہزاروی اس کے خاص قلم کاروں میں تھے، آپ اس کی اشاعت وترقی کے خواہاں تھے۔ اس دور کے قلیل آبادی والے بمبئ شہر میں درج ذیل قارئین ومعاونین تھے۔ حتی کہ یہ سلسلہ گجرات تک انہوں نے دراز کرادیا تھا:

[۱] جناب سوداگر بکر خان ولد عمر خان، قصبہ میسا نگر، گجرات، بذریعہ حامی الاسلام والدین مولانا محمد عمر الدین صاحب مدرس دام مجدہ، جالی محلہ امر کھاڑی مکان حاجی صدیق جعفر، بمبئ۔

[۲] جناب مولانا محمد میاں صاحب، محلہ قصاب واڑہ، کوچہ چاند سیٹھ، بمبئ۔

[۳] جناب حاجی عبد الرحیم صاحب بن حاجی بلند مرحوم، محلہ قصاب واڑہ، کوچہ چاند سیٹھ، بمبئ۔

[۴] جناب میاں مومن صاحب، محلہ قصاب واڑہ، کوچہ چاند سیٹھ، بمبئ۔

[۵] جناب مولانا سید محمد شاہ صاحب عرف بابا میاں، مکان عیسی صاحب، جالی محلہ، بمبئ۔

[۶] جناب مولانا احمد میاں صاحب مہتمم مدرسہ احمدیہ، محلہ قصاب واڑہ، کوچہ چاند سیٹھ، بمبئ۔

[۷] جناب حاجی عیسی جمعہ صاحب، مستری محلہ، بمبئ۔

[۸] جناب مولانا حافظ عبد الغفور صاحب امام مسجد محلہ متصل کرا فٹ مارکیٹ، بمبئ۔

[۹] جناب شیخ احمد بھائی صاحب متصل مسجد قصاب واڑہ، بمبئ۔

[۱۰] جناب سیٹھ دادا میاں صاحب الیاس حاجی چینائی بر دکان حاجی محمد اسحاق الیاس، متصل زکریا مسجد، بمبئ۔

[۱۱] جناب مولانا عبد الرحیم احمد امین صاحب، بر دکان زکریا حاجی، متصل زکریا مسجد، بمبئ۔

[۱۲] جناب ابراہیم اسماعیل صاحب، زکریا مسجد، بمبئ۔

[۱۳] جناب مولانا مولوی حسن صاحب امام مسجد حکیم اسماعیل صاحب، چونا بھٹی، بمبئ۔

[۱۴] جناب شیخ عبد اللطیف صاحب احمد کمپنی شیخ میمن اسٹریٹ، متصل جامع مسجد بمبئ۔

[۱۵] جناب مولانا خدا بخش صاحب امام مسجد دھان باڑی، بمبئ۔

[۱۶] جناب احمد صاحب کاپڑیا متصل محلہ گندا تالاب، بمبئ۔

[۱۷] جناب عثمان رحیمتا صاحب، بر مکان عیسی علی، جالی محلہ، بمبئ۔

[۱۸] جناب میاں جی حسین صالح محمد صاحب ملا، مستری محلہ، بمبئ۔

[۱۹] جناب محمد علی صاحب دلوی محلہ دھان باڑی، بمبئ، بذریعہ موئد سنت خیر البشر مولانا حاجی وحافظ وقاری واعظ سید شاہ محمد عمر صاحب دام مجدہ، حیدرآباد دکن۔

[ماہنامہ 'تحفہ حنفیہ' پٹنہ، شمارہ جمادی الاخری ۱۳۱۶ھ، ضمیمہ ص ۲]

مکتوب بمبئ ۱۳۱۸ھ: میں سرزمین عظیم آباد پٹنہ میں ملک گیر سطح پر رد ندوہ تاریخ ساز اجلاس منعقد ہوا۔ یہ اجلاس مسلسل سات دنوں تک چلتا رہا۔ تمام متحدہ ہندوستان کے سوسو علما ومشائخ نے شرکت کی۔ بمبئ سے حضرت مفتی محمد عمر الدین قادری رضوی ہزاروی بھی مدعو تھے۔ ناگزیر حالات کے پیش نظر پٹنہ نہ جا سکے، تو داعی ومیزبان حضرت قاضی محمد عبد الوحید فردوسی کو مبارک باد دیتے ہوئے اپنی معذرت کا بھی اظہار کرتے اور لکھتے ہیں:

''برادرم مولانا الفرید الوحید سلمکم اللہ تعالی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فقیر بمعیت مولانا قاضی مہری صاحب رئیس اعظم بمبئ ضرور حاضر جلسہ ہوتا، مگر نائب مدرس کی علالت سے مجبور اور مولائے موصوف بھی قصد کرتے کرتے رہ گئے۔ بہر حال مبارک باد دیتا ہوں۔ خدا اہل سنت کو فتح یاب اور مبتدعین کو پشیماں اور مغلوب کرے، سائر علمائے اہل سنت، بالخصوص اعلی حضرت امام علمائے ظاہر وباطن تاج الفحول محب الرسول بدایونی مدظلہ اور مجدد مأۃ حاضرہ والا حضرت فاضل بریلوی سامت برکاتہم کی خدمات میں تسلیم پہنچایئے، والسلام۔

خادم محمد عمر الدین عفی عنہ
مدرس اول مدرسہ فتحیہ واقع بمبئی۔''

[روداد اجلاس اہل سنت، تحفہ حنفیہ، پٹنہ ۱۳۱۸ھ،ص ۱۵۰]

عملی تعاون

مفتی بمبئی حضرت مفتی محمد عمر الدین قادری رضوی ہزاروی ماہنامہ ''تحفہ حنفیہ'' پٹنہ کے مستقل مقالہ نگاروں میں تو تھے ہی، مخلصانہ تعاون کرتے اور کراتے بھی تھے۔ چنانچہ مہتمم مطبع حنفیہ حضرت مولانا محمد ضیاء الدین پیلی بھیتی مفتی بمبئی اور معاون خاص جناب میاں مومن صاحب مرحوم کا شکریہ ادا کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''خاص کر ناصر دین وملت قاتل کفر وبدعت عالم نبیل فاضل جلیل جناب مولانا مولوی محمد عمر الدین صاحب سنی حنفی قادری ہزاروی مقیم بمبئی مربی ''تحفہ حنفیہ'' صانہ اللہ تعالیٰ عن مصائب الدنیویۃ والاخرویۃ کا شکریہ ادا ہو ہی نہیں سکتا اور حامی سنت ماحی بدعت جناب میاں مومن صاحب سیٹھ کا دفتر تحفہ تہہ دل سے شکر گزار، جنہوں نے ایسی حالت میں اعانت تحفہ و حمایت سنت مطہرہ فرمائی اور یک مشت ساٹھ روپے بغرض مدد تحفہ حضرت مولانا ممدوح کے ذریعہ سے دفتر تحفہ میں بھجوائے، جزاہم اللہ تعالیٰ۔''

[ماہنامہ ''تحفہ حنفیہ'' پٹنہ، شمارہ محرم الحرام ۱۳۲۱ھ،ص ۳۸]

سخاوت عثمانی کا جلوہ

شمارہ مذکورہ کے ص ۳۹ / پر خریداران و معاونین کی فہرست میں جناب صدیق حاجی محمد حاجی عثمان صاحب بمبئی کا نام نامی شامل ہے۔

تعمیر مزار

اعلیٰ حضرت کے وصال پر ملال کے بعد اگلے برس ہی قرآن خوانی، ایصال ثواب اور عرس کی تقریب سعید منعقد ہونے لگی، جس میں علما ومشائخ کے علاوہ مخلصین ملک وملت نے بھی شرکت کی اور مزار مبارک اور خانقاہ عالیہ کی تعمیر کا معاملہ بھی زیر غور آیا، ۱۳۴۱ھ، ۱۳۴۲ھ کے عرس پاک میں تعمیر مزار و خانقاہ کا نقشہ بھی تیار ہو گیا اور کام بھی شروع ہو گیا۔ خلیفہ اعلیٰ حضرت الحاج سید محمد عبد الرزاق قادری رضوی کٹنی مدھیہ پردیش ایک ٹرک تعمیراتی اشیا لے کر پہنچے۔

پھر یہ کام کچھ سست رفتاری کا شکار ہو گیا۔ ۱۳۴۵ھ، ۱۳۴۶ھ میں یہ کام ایک نئے عزم وحوصلے کے ساتھ شروع ہوا۔ جس کی نگرانی وسربراہی اعلیٰ حضرت کے دونوں صاحب زادگان نے کی۔ جناب محمد شفیع الدین خان رضوی، حاجی لیاقت علی خان رضوی، سید ایوب علی رضوی اور جناب سید محمد ضمیر الدین وغیرہ عشاق اعلیٰ حضرت نے دیکھ بھال کی ذمہ داری سنبھالی۔ واضح رہے اب کی بار یہ کام جناب شیخ نواب جان صاحب رضوی کلکتہ کی تحریک وتعاون پر شروع ہوا، یہ کام مخلصین بریلی کے بازوئے ہمت سے چلتا رہا۔ باہر کا تعاون یکا دکا ہی رہا۔ ان خوش نصیبوں میں ایک فرد فرید حضرت مولانا محمد جسیم صاحب رضوی بمبئی بھی تھے، رحمۃ اللہ علیہ۔

[روداد تعمیر مزار شریف، باہتمام حکیم ملت حضرت مولانا شاہ محمد حسنین رضا خان، حسنی پریس بریلی، ص ۱۳/ مصدقہ سرکار مفتی اعظم ہند، ص ۱۶/ بتاریخ ۲۳/ صفر المظفر ۱۳۴۶ھ]

جماعت رضائے مصطفیٰ

یہ تنظیم اعلیٰ حضرت کی زندگی پاک کے بالکل اخیر دور میں عمل میں آئی، جس نے تاریخی کارنامے انجام دیئے۔ اس تنظیم و تحریک میں بھی علمائے بمبئی اور اہل خیر عوام اہل سنت بمبئی کی عملی شراکت داری وحصہ داری رہی، مثلاً:

[۱] محب سنت جناب سیٹھ حاجی ابو یوسف صاحب قادری رضوی، بمبئی۔

[۲] محب سنت جناب شیخ امام علی صاحب قادری رضوی مالک ہوٹل اسکریم بمبئی۔

[۳] محب سنت جناب حاجی عبد الغفور صاحب مقیم بمبئی۔

[۴] جناب حاجی محمد نصرت یار خان صاحب رضوی بریلوی مقیم بمبئی۔

[روداد جماعت رضائے مصطفیٰ، بریلی روداد سال سوم ۱۳۴۱ھ، ص ۲۹/ و ۳۳/ و نیز روداد سال چہارم، ۱۳۴۲ھ، ص ۴۸-۴۹]

.........جاری

رضویات

از: ڈاکٹر معین احمد خاں رضوی *

”انتخاب کلام حامدؔ“ جمالیاتی شاعری کا نادر نمونہ

اردو زبان وشاعری کے ناقدین کے درمیان یہ بحث بہت پرانی ہے کہ شاعری یا ادب کا جائزہ جمالیاتی بنیادوں پر کیا جائے یا فلسفانہ واخلاق اقدار کی بنیاد پر بہت سے ناقدین جہاں فلسفانہ واخلاقی اقدار کی بنیاد پر شاعری کے تجزیہ پر متفق ہیں تو دوسری جانب ایک بڑا گروہ اس بات پر متفق ہے کہ ادب وشاعری کا جائزہ جمالیاتی بنیاد پر کرنا مناسب ہے کیونکہ فلسفہ واخلاق تو اس کے اندر پوشیدہ ہوتے ہی ہیں اور اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ ادب یا شاعری میں اصل اہمیت انداز بیان یا اسلوب کی ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ کسی بھی ادب یا شاعر کا ادبی مواد جس نوع کا ہوگا اس کے اثرات بھی اتنی ہی قوی ہوں گے۔

انداز بیان کے سلسلے میں ہم آسان زبان میں کہہ سکتے ہیں کہ یہ ایک ایسا عمل ہے کہ جس کی مدد سے ایک ادیب یا شاعر اپنے جذبات واحساسات کو یا بالفاظ دیگر اپنی بات کو مصفا کر کے انتہائی پیچیدہ عمل سے گزار کر لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے اور دراصل یہی انداز بیان ہی ہے جو شاعری کی اصل بنیاد ہے اور شاعری کو سمجھنے وپرکھنے کے لئے یہی وہ واحد اساس ہے جس سے اس شاعری کے اثرات ومکمل مضمرات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

جمالیاتی شاعری کے اس اجمالی تعارف کے بعد جب ہم انتخاب کلام حامد پر طائرانہ نظر ڈالتے ہیں تو یہ کہنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے کہ اس مختصر نعتیہ کلام کے مجموعہ میں ادبی جمالیات یا جمالیاتی شاعری کا ایک مقدس نگارخانہ موجود ہے۔

حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کے اس گراں قدر نعتیہ کلام میں جہاں ایک طرف آپ کی شاعری شریعت مصطفی ﷺ کے سخت دائرے میں رہتی ہے اس لیے موضوع ومواد کی اہمیت ورفعت اپنی جگہ، وہیں دوسری جانب اسلوب نگارش وانداز بیاں کے لحاظ سے اپنا ایک منفرد ومخصوص مقام ومرتبہ رکھتی ہے، ذرا یہ اشعار دیکھیں جو ”نسیم طیبہ“ کے عنوان سے کلام حامد میں موجود ہیں: ؎

شوق کی چیرہ دستیاں، دل کی اڑائیں دھجیاں
وحشت عشق کا سماں دامن تار تار میں

شوق کی ناشکیبیاں، سوز کی دل گدازیاں
وصل کی نامرادیاں عاشق دل فگار میں

گردش چشم ناز سے حامدؔ میگسار مست
رنگ وسرور وکیف ہے چشم خمار دار میں

کلام حامد میں جہاں ایک طرف شوخی وبانکپن، رنگ تغزل کے طور پر صاف نظر آتا ہے بلکہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا نظر آتا ہے مگر یہ بات حیران کرنے والی ہے کہ اس عاشقانہ جذب وکشش کو پیش کرتے ہوئے انتہائی متانت وسنجیدگی کا ثبوت بھی پیش کیا ہے کہیں بھی مبالغہ آرائی سے کام نہیں لیا ہے، نادر تشبیہات ونادر ترکیبیں جن کا استعمال انتہائی لطیف وخوبصورت پیرائے میں کیا ہے جو زبان وبیان پر ان کی قادر الکلامی کا جیتا جاگتا ثبوت ہے ملاحظہ کریں درج ذیل اشعار: ؎

حسینوں میں تمہیں تم ہو نبیوں میں تمہیں تم ہو
کہ محبوب خدا تم ہو نبی الانبیاء تم ہو

تمہارے حسن رنگیں کی جھلک ہے سب حسینوں میں
بہاروں کی بہاروں میں بہار جانفزا تم ہو

وہ لاثانی ہو تم آقا نہیں ثانی کوئی جس کا
اگر ہے دوسرا کوئی تو اپنا دوسرا تم ہو

غریبوں دردمندوں کی دوا تم ہو دعا تم ہو
فقیروں بے نواؤں کی صدا تم ہو ندا تم ہو

کہتے ہیں کہ بڑے شاعر یا ادیب کا یہ کمال ہوتا ہے کہ وہ اپنی شاعری میں روزمرہ کے الفاظ ومحاورات کا استعمال اس معنی آفرینی ودل نشینی کے ساتھ کرتا ہے کہ الفاظ ومحاورات کا برمحل استعمال زبان پر ''اجنبیت'' کا قطعاً گمان نہیں ہونے دیتا۔

حجۃ الاسلام علامہ حامد بریلوی علیہ الرحمہ نے نعتیہ کلام میں عربی، فارسی وار دوئے معلّٰی کے الفاظ کے ساتھ ساتھ ہندی وعام بول چال کے الفاظ کو جس خوبی سے ہم آہنگ کیا ہے بلکہ کہنا چاہیے کہ زبان وبیان کے اس اتصال سے ایک نئے لہجے کو جنم دیا ہے یہ ان کا بڑا کمال ہے اور ان پر کیا ہی خوب زیب دیتا ہے، ملاحظہ کریں درج ذیل اشعار:ـ

پیکے پلا کے میکشو ہم کو بچی کھچی ہی دو
قطرہ دو قطرہ ہی سہی کچھ تو برائے نام دو

تلووں سے ان کے چار چاند لگ گئے مہر وماہ کو
ہیں یہ انہیں کی تابشیں، ہیں یہ انہیں کے نام دو

گاہ وہ آفتاب ہیں گاہ وہ ماہتاب ہیں
جمع ہیں ان کے گالوں میں مہر وماہ تمام دو

ہوئی جو مجرم کو باریابی، تو خوب عصیاں سے دھج یہ ہوگی
خمیدہ سر آبدیدہ آنکھیں، لرزتا ہندی غلام ہوگا

اِدھر وہ گرتوں کو تھام لیں گے، اُدھر پیاسوں کو جام دیں گے
صراط ومیزان وحوض کوثر، یہیں وہ عالی مقام ہوگا

حضور روضہ ہوا جو حاضر، تو اپنی سج دھج یہ ہوگی حامدؔ
خمیدہ سر آنکھ بند لب پہ مرے درود وسلام ہوگا

منقبت حضرت آل رسول علیہ الرحمہ کے یہ اشعار دیکھیں اور ملاحظہ کریں، حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کا یہ انداز بیاں کہ جس میں ''مقامی بولیوں'' کے ساتھ روہیل کھنڈی الفاظ کو کس خوبصورتی کے ساتھ زبان وبیان سے ہم آہنگ کیا ہے۔

پار بیڑا لگائے آل رسول
ڈوبے بجرے ترائے آل رسول

تیرا باڑا ہے بٹ رہا جگ میں
تو ہی دے یا دلائے آل رسول

جھولی پھیلائے ہے ترا منگتا
بھر دے داتا برائے آل رسول

دیدے چُمکار کر کوئی ٹکڑا
سگِ در کو رضائے آل رسول

دور دوری کا دَور دَورا ہو
دَور پھر یہ نہ آئے آل رسول

بیل میری بھی اب مندھے چڑھ جائے
صدقہ حامد رضائے آل رسول

کہتے ہیں کہ ایک فطری شاعر وہی ہوتا ہے جس کے کلام میں فریفتگی، بیخودی، مدہوشی، شوق ودرد والم وسوز وگداز ہو مگر اس کے ساتھ ساتھ سچے جذبات واحساسات وواردات قلب کا برملا اظہار ہو، اشعار کو پڑھ کر ایسا نہ لگے کہ شاعر نے شعر محنت سے لکھا بلکہ قاری یہ کہنے پر مجبور ہو کہ شعر نے خود شاعر سے لکھوایا یہ اصول مدنظر رکھیں اور ملاحظہ کریں نعت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درج ذیل اشعار:ـ

ہو فدا تجھ پہ میری جان رسول عربی
تجھ پہ صدقہ ترے قربان رسول عربی

دل سے ہے دل ترے قربان رسول عربی
اور سو جاں سے فدا جان رسول عربی

جان کی جان میری جان رسول عربی
اور ایمان کا ایمان رسول عربی

تیرا ارشاد ہے ارشاد الٰہی پیارے
تیری ہر بات ہے قرآن رسول عربی

تیری صورت میں نظر آئے خدا کے جلوے
تو ہے آئینۂ رحمان رسول عربی

نزع کے وقت سلامت رہے ایمان میرا
جاؤں دنیا سے مسلمان رسول عربی

خاک ہو جائے تیری گلیوں میں مٹ کر حامدؔ
ہے مرے دل میں یہ ارمان رسول عربی

المختصر یہ کہ حجۃ الاسلام حضور حامد رضا خاں بقیہ ص ۱۵ / پر

چونتیسویں قسط

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

ملفوظات تاج الشریعہ

صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات وفرمودات کو ''ملفوظات'' کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر دور میں صالحین اور اولیائے کاملین کے ارشادات وفرمودات قلم بند کرنے یا انھیں محفوظ کرنے کی روایت رہی ہے تاکہ آنے والی نسلیں ان سے رشد وہدایت کی روشنی حاصل کرسکیں، صوفیائے کرام کے ارشادات وفرمودات اگرچہ سادہ ہوتے ہیں مگر وہ ایسے مؤثر اور معنی خیز ہوتے ہیں کہ ان کا ایک ایک جملہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، ان کا ایک ہی جملہ کسی بھی قوم کی تقدیر بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھتا ہے، کسی شاعر نے ان کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔ ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود   گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضور تاج الشریعہ نے سوال وجواب کا یہ سلسلہ جنوری ۲۰۰۵ء میں شروع کیا جو مسلسل ۲۰۱۶ء تک جاری رہا، یعنی پورے ۱۲ر سالوں تک یہ زرّیں سلسلہ جاری وساری رہا، اس دوران آپ نے کم وبیش ۷۰۰۰ رہزار سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے جو یقیناً ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں، ''ملفوظات تاج الشریعہ'' صرف مئی ۲۰۱۰ء سے اکتوبر ۲۰۱۰ء تک کے سوالات وجوابات پر مشتمل ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے گیارہ سالوں کے جواہر پارے ریکارڈنگ کی شکل میں ابھی باقی اور محفوظ ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ بھی کتابی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ کی میز پر ہوں گے، راقم الحروف ارباب علم ودانش سے التماس کرتا ہے کہ ''ملفوظات تاج الشریعہ'' میں اگر کوئی شرعی خامی یا غلطی نظر آئے تو اسے ناقل ومرتب کی غلطی تصور کرتے ہوئے ادارے کو مطلع فرمائیں تاکہ اس کی اصلاح کی جاسکے، راقم اس کی چونتیسویں قسط قارئین سنی دنیا کی نذر کررہا ہے۔

احقر محمد عبد الرحیم نشترؔ فاروقی

گزشتہ سے پیوستہ

عرض... ۱: پچھلے سیشن میں اس سوال کہ جماعت وتر چل رہی تھی اگر کوئی شخص ایک رکعت کے بعد پہنچا تو اس نماز کو کیسے مکمل کرے؟ حضرت نے جواب عطا فرمادیا کہ فرض میں مسبوق کی طرح اس کو بھی پورا کرلے لیکن سائل نے پھر عرض کیا کہ یہ قنوت کے بارے میں ہے کیا کرے جو شاید صحیح سنا نہیں گیا جس پر حضرت نے فرمایا کہ دونوں رکعات میں پڑھے اس کی دوبارہ وضاحت فرمادیں کہ جب مقتدی تیسری رکعت امام کے ساتھ پڑھ چکا اور اس میں دُعائے قنوت بھی پڑھ لی تو اب جب اکیلا اپنی پہلی رکعت پڑھے گا تو قنوت دوبارہ کیوں پڑھے گا؟

ارشاد...: اس صورت میں قنوت پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے غالباً میں نے سوال صحیح طور پر نہیں سنا اور مجھے یہ یاد آتا ہے کہ جب میں جواب دے چکا تو مجھے بتایا گیا کہ قنوت کے سلسلے میں یہ سوال کیا گیا ہے قنوت کے سلسلے میں یہی ہے کہ جب وہ امام کے ساتھ دُعائے قنوت پڑھ چکا ہے اب اپنی چھوٹی ہوئی رکعت کو حسبِ دستورِ سابق جس طرح سے مسبوق اپنی چھوٹی ہوئی رکعت کو ادا کرتا ہے وہ اس طور پر ادا کرے گا اور قنوت نہیں پڑھے گا۔

عرض... ۲: پچھلے سیشن کے اس سوال کہ مدارس کے جو لوگ آتے ہیں وہ زکاۃ ہی کے چندے سے اپنے سفر کا خرچ نکال لیتے ہیں حضرت نے تفصیلاً جواب کے آخر میں فرمایا جس قدر اس کو

ضرورت سفر میں خرچ کرنے کی اتنی رقم عرفاً مالک کی اجازت سے زرِزکاۃ میں سے منہا ہوگی، اب عرض یہ ہے کہ سفر کرنے والا وکیل تو ایک ہے اورزکاۃ کئی لوگوں نے دی تو یہ خرچہ کس طرح تقسیم ہوگا تاکہ ہر ایک کو معلوم ہو سکے کہ اس کی کتنی زکاۃ ادا نہیں ہوئی ؟

ارشاد...: اس کا اندازہ تو لگانا مشکل ہے اور یہ زرِزکاۃ میں سے اگر سب کے اوپر سب کی زکاۃ میں سے ڈالا جائے تب یہ سوال اُٹھتا ہے بہر حال اس کا اندازہ سرِ دست لگانا بہت مشکل ہے اِن شاءاللہ اس سوال پر مزید غور کرکے جواب دیا جائے گا اگر اس سیشن میں ہو گیا تو اس سیشن میں ورنہ اگلے سیشن میں ۔(اب جو مجھ سے پچھلے سیشن کے بارے میں مسئلہ پوچھا گیا تھا اور میں نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ وہ زرِزکاۃ، زکاۃ میں سے وہ اخراجاتِ سفر نکالے جائیں گے اس میں دو ہی صورتیں ہیں کہ پوری رقم میں سے ان کو محسوب کر دیا جائے یا کسی ایک مزکی کی رقم میں سے وہ رقم لے لی جائے اور اس مزکی کو بتا دیا جائے ۔)

عرض...۳: اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ روایت بتائی جاتی ہے کہ جب اُن کا انتقال ہوا تو بیت المقدس میں ایک شامی بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ سرکار کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ جلوہ فرما ہیں اور کسی کا انتظار فرما رہے ہیں عرض کرنے پر ارشاد فرمایا کہ بریلی کے عالم احمد رضا خان کا انتظار ہے پھر وہ عالم ہند بھی تشریف لائے ۔ کیا یہ روایت درست ہے؟ اور ان شامی بزرگ کا کیا نام تھا؟

ارشاد...: نام تو مجھے یاد نہیں ہے ویسے یہ روایت میں نے بارہا سُنی ہے اور سرِ دست مجھے حضرت مولانا قاضی عبد الرحیم بستوی صدر مفتی مرکزی دارالافتاء رحمۃ اللہ علیہ کا نام یاد آتا ہے کہ وہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ وہ بزرگ ہندوستان آئے اور کچھ لوگوں نے ان کی خدمت کرنا چاہی انہوں نے نذرانہ لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں مستغنی ہوں مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے اب یہ بات کہ وہ بزرگ بیت المقدس کے تھے یا کہاں کے تھے اس وقت مجھے یاد نہیں ہے اور غالباً یہ وہی واقعہ ہے جو میں نے حضرت مولانا قاضی عبد الرحیم صاحب بستوی علیہ الرحمۃ سے سُنا۔

عرض...۴: کیا عورت کو مسجد جانے کی اجازت ہے اور کیا اسے مغربی ممالک میں رواج دینا چاہئے؟ اہل سنت وجماعت کے یہاں کیا حکم ہے؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: نہیں عورتوں کو اس کی اجازت نہیں ہے اور کسی بھی ملک میں اس کو رواج دینے کی اجازت نہیں، انہیں مسجد میں نماز ادا کرنے کی اجازت نہیں اور انہیں چاہیے کہ اپنے گھروں میں نماز ادا کریں اور اس پر مذاہب اربعہ کے تمام علما کا اتفاق ہے یعنی حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی ائمہ کا اس پر متفقہ فیصلہ ہے کہ عورتیں مساجد میں نماز ادا کرنے نہ جائیں۔

عرض...۵: بہارِ شریعت حصہ پنجم میں عالمگیری کے حوالے سے ''روزے کا بیان'' میں ''روزہ توڑنے والی چیزوں کا بیان'' میں مسئلہ لکھا ہے کہ حقنہ لیا یا نتھنوں سے دوا چڑھائی یا کان میں تیل ڈالا یا تیل چلا گیا ''روزہ'' جاتا رہا اور پانی کان میں چلا گیا یا ڈالا تو نہیں! جب کہ ایک مفتی صاحب نے بیان میں کہا کیوں کہ کان سے حلق کا رابطہ نہیں ہے اور کان میں ڈالی ہوئی دوا یا پانی حلق میں نہیں پہنچتا اس لئے کان میں دوا ڈالنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا، رہنمائی فرمائیں۔

ارشاد...: بہار شریعت کی عبارت درست ہے، ایسا ہی ہدایہ میں ہے: ولو اقطر فی اذنیه الماء او دخلهما لا یفسد صومه لانعدام المعنی والصورة بخلاف ما اذا دخله الدهن۔ (ہدایہ،۱/۲۳)

عرض...۶: میں ہر سال انشورنس پالیسی بھرتا ہوں کیا اس پر زکاۃ ہے اگر ہے تو کس طرح سے نکالی جائے ؟

ارشاد...: اس کا مسئلہ، یہ سوال بارہا پوچھا جا چکا ہے اور پچھلے کسی سیشن میں ایسے بہت سارے سوالات ایک ہی پیرائے میں پوچھے گئے تھے میں نے یہ جواب دیا تھا کہ ان رقموں کا حکم وہی جو بینک وغیرہ میں ڈیپوزٹ کی جاتی ہیں جب تک وہ رقمیں بینک وغیرہ میں رہیں ان پر زکاۃ سال بہ سال ہوگی لیکن اس کی ادائیگی اس وقت ہوگی، ادا کرنا اس وقت لازم ہوگا جب خمسِ نصاب، نصاب

منظومات

کا پانچواں حصہ یا نصاب بھر مل جائے۔

عرض...۷: میں نے ایک کتاب میں پڑھا تھا کہ حضور صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح ابولہب کے بیٹے سے کیا تھا کیا یہ درست ہے؟

ارشاد...: سرِ دست مجھے اس سلسلے میں یاد نہیں ہے اتنا ضرور ہے کہ ابولہب کے کسی بیٹے سے سرکار کریم علیہ الصلاۃ والسلام کی کسی صاحبزادی کا نکاح ہوا اور ابولہب کی شرارت سے یا شامتِ اعمال سے وہ آمادۂ گستاخی ہوا اور سرکار کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ فرمایا:

''اللھم سلط علیہ کلبا من کلابك۔ اے اللہ اس پر اپنے کتوں سے ایک کتا مسلط فرما۔''

(شرح السنۃ للبغوی، ۷/ ۲۶۸ – السنن الکبریٰ للبیہقی، ۵/ ۳۴۶)

اور ملک شام کو حسب عادت قریش کا جو قافلہ جاتا تھا اس میں وہ موجود تھا کسی جنگل سے جب گزر ہو رہا تھا تو شیر ظاہر ہوا اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی دُعا کا یہ اثر ہوا کہ شیر نے گویا کہ وہ مامور تھا اس کو پھاڑ کھایا۔

عرض...۸: ایک ہندو مسلمان ہونا چاہتا ہے اور مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے اس کے لئے ضروری اقدامات کیا ہیں کہ وہ اسلام میں داخل ہو؟ اور کیا مجھے اس سے شادی کرنا چاہئے کیوں کہ وہ مجھ سے شادی کے لئے اسلام قبول کرنا چاہتا ہے نا کہ دینِ اسلام کی طرف رجحان کے باعث؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: اسے مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اقرار کرے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے آخری رسول ہیں اور آپ اُسے اسلام کے بنیادی احکام سے متعارف کرائیں اور اسے ہر قسم کے شرک و کفر سے دور رہنے کی تنبیہ کریں۔ جہاں تک شادی کرنے کا سوال ہے تو یہ آپ پر منحصر ہے کہ اگر آپ اس سے مطمئن ہیں تو آپ شادی کرسکتی ہیں۔

عرض...۹: مشت زنی روزے کی حالت میں روزہ یاد ہونے پر کی تو کیا روزہ ٹوٹ گیا؟ اگر ٹوٹ گیا تو قضا ہے یا کفارہ؟

ارشاد...: روزہ ٹوٹ گیا جب کہ روزہ دار ہونا یاد تھا اور مشت زنی کی عادت حرام ہے اس سے توبہ لازم ہے اور اِس صورت میں قضا ہے کفارہ نہیں جہاں تک مجھے یاد ہے اور مزید اس سلسلے میں کسی سے پوچھیں یا کتاب دیکھ کر مسئلہ معلوم کریں۔ (اور مشت زنی یعنی استمناء بالکف اس کے بارے میں یہی حکم ہے کہ قضا لازم ہے اور کفارہ نہیں۔)

عرض...۱۰: اگر کوئی شخص پیشاب کرنے کے ایک سے دو گھنٹے بعد تک قطروں کے مرض میں مبتلا ہو گیا اسے ہر فرض نماز میں کپڑے بدلنے چاہئے یا وہ پانچ فرض نمازیں انہیں کپڑوں میں نئے وضو کے ساتھ پڑھ سکتا ہے؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: مجھے یاد ہے کہ میں نے پچھلے سیشن میں اس کا جواب دیا تھا اس صورت میں اسے ہر وقت کپڑے تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں وہ صرف مخصوص حصے کو دھو سکتا ہے اور وہ ہر نماز کے لئے وضو کرے جب نماز کا وقت داخل ہو۔

عرض...۱۱: ہمارے یہاں ایک عالم صاحب نے یہ فرمایا کہ محلے داری اور پڑوس کی بنا پر بدمذہب کے جنازے اور سوئم میں ضرور شریک ہونا چاہئے اور سوئم میں جب قرآن مجید پڑھے تو ایصالِ ثواب کی نیت سے نہ پڑھے بلکہ اس نیت سے پڑھے کہ کلامِ پاک پڑھتا ہوں۔ رہنمائی فرمائیں!

ارشاد...: یہ حکم سخت خلافِ شرع ہے اور یہ حکم صلح کلیت کی دعوت دینا ہے اور بدمذہبوں کی بدمذہبی کو ہلکا سمجھنا بلکہ یہ بدمذہب نوازی ہے اور مداہنت فی الدین ہے اور دین میں مداہنت حرام، بدکام اور کفر انجام ہے اس حکم پر ہرگز عمل نہ کرے اور بدمذہب کی بدمذہبی اگر حد کفر تک پہنچی ہے تو اس کی نمازِ جنازہ پڑھنا ناجائز وحرام بلکہ فقہائے کرام کے حکم کے بموجب کفر ہے:

''الدعاء بالمغفرة للكافر كفر لطلبه تكذيب الله تعالى فيما اخبر به، كذا قال القرافي۔'' (درمختار، ۱/ ۵۲۲)

قرافی کے حوالے سے مختار میں یہ ہے کہ کافر کے لئے مغفرت کی دُعا کرنا کفر ہے اس لئے کہ یہ اس بات کا مقتضی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو خبر دی کہ کافروں کی مغفرت نہیں ہوگی یہ دُعائے مغفرت اُس کی تکذیب کی مقتضی ہے اور تکذیب

کا تقاضا کرتی ہے لہٰذا یہ کفر ہے۔

عرض...۱۲: کیا معتکف اپنے ساتھ الکحل/اسپرٹ سے بنائی گئی ہومیوپیتھیک دوا مسجد میں لاکر عبادت کی جگہ پر رکھ سکتے ہیں؟

ارشاد...: ہومیوپیتھک کی بعض دوائیں پاک وصاف ہوتی ہیں اوران میں الکحل نہیں ہوتا اور بعض دواؤں میں الکحل کی آمیزش ہوتی ہے خصوصاً لکوڈ اور ٹیبلیٹ میں بھی الکحل کی آمیزش ایسی ہوتی ہے کہ میں نے خود یہ دیکھا کہ ہومیوپیتھک کی وہ گولیاں اگر کسی بیگ وغیرہ میں بند بھی ہوں تو ان سے بالکل شراب کی بوآتی ہے اگر وہ گولیاں ایسی ہیں تو نجس ہیں اور کسی نجس چیز کا مسجد میں داخل کرنا حرام و ناجائز ہے اس کی اجازت نہیں اور اگر ان گولیوں میں یا اس لکوڈ میں اس دوا میں الکحل کی آمیزش نہیں ہے تو جائز ہے۔

عرض...۱۳: اتنا باریک کپڑا کہ جسم جھلکے مرد اور عورت دونوں کے لئے ایسے کپڑے کا کیا حکم ہے؟ اور اس کپڑے میں نماز کا کیا حکم ہے مرد اور عورت دونوں کے لئے؟

ارشاد...: مرد کے لئے ایسا کپڑا پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ اس کے اعضائے عورت کی نمائش نہ ہو، ران وغیرہ کی نمائش نہ ہو، اور ہاتھ وغیرہ میں اوپر کے حصے میں وہ کپڑا پہنے تو اس کے لئے حرج نہیں ہے اور عورت سرتاپا عورت ہے لہٰذا اگر وہ ایسا کپڑا پہنتی ہے اور اس کے پیٹ، پیٹھ، سینہ اور بازو وغیرہ چمکتے ہیں تو یہ کپڑا اس کے لئے ناجائز و حرام ہے اور یہ قیامت کی نشانی ہے سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا:

''کاسیاتٍ عاریات۔ کہ کپڑا پہنیں گی لیکن اس کے باوجود وہ عریاں نظر آئیں گیں۔'' (الصحیح لمسلم، ۳/۱۶۸۰)

اسی طرح عورتوں کو خصوصاً اور مردوں کو بھی ایسا کپڑا پہننا جس سے بدن کے اعضا کی نمائش ہو اور ان کا انداز خوب جھلکے ناجائز ہے کپڑے کی مصلحت اور اس کی حکمت سترِ عورت ہے اور آج کل کے فیشن میں عریانیت اور ننگا پن اور فحاشیت اس پر زیادہ زور ہے لہٰذا اس قسم کے کپڑے چست اور جھلکنے والے، تنگ اور چست بنائے جاتے ہیں جس سے بدن کے اعضا کا انداز ہوتا ہے اس سے بھی احتراز لازم ہے اور عورتوں کی نماز جس صورت میں ان کے اعضا بازو، پیٹ، سینہ وغیرہ جھلکے ان کی نماز نہیں ہوگی۔

عرض...۱۴: التشبیہ بالکفر ھو العین الکفر سواء کان فی القول والعمل؟

ارشاد...: سائل اس سے کیا پوچھنا چاہتا ہے اور وہ سائل عرب ہے یا غیر عرب ہے؟ اور یہاں پر اس عبارت کے لکھنے میں کچھ مس پرنٹ واقع ہوا (التشبہ من کفر) کفر سے مشابہت کا قصد یا کفر سے مشابہت صوری جو چیز کہ شعارِ کفر ہے یا جو چیز ان کافروں کا شعار ہو یا ان کا مذہبی ہے کفر سے بات یہاں پر شعارِ مذہبی ہے اس سے تشبہ قصداً ہو تو ہر مطلقاً وہ قومی شعار میں ہو یا مذہبی شعار میں یہ قصدِ مشابہت مطلقاً کفر ہے اور اگر مشابہت صوری ہو اور مذہبی شعار میں ہو وہ قول ہو یا عمل تو یہ بھی کفر ہے اور اگر قومی شعار ہے اور مشابہت قصداً نہیں بلکہ صورتاً واقع ہو گئی تو یہ حرام و ناجائز ہے۔

عرض...۲۲۱۵: اگست کے سیشن میں فرمایا کہ اقامت میں حی علی الصلاۃ اور حی علی الفلاح کے وقت چہرے کو دائیں اور بائیں نہ گھمائیں، بہارِ شریعت میں گھمانے کا حکم دیا ہے اور آگے لکھا ہے کہ اذان کی سنتوں سے اقامت کی سنت زیادہ مؤکد ہے، رہنمائی فرمائیں!

ارشاد...: مجھے اقامت کے سلسلے میں یہ حکم یاد نہیں ہے اگر بہارِ شریعت میں ایسا ہی ہے تو جو بہارِ شریعت میں ہے وہی صحیح ہے بہر حال یہ عبارت تصحیح نقل کے قابل ہے اور تصحیح نقل کا تقاضا کرتی ہے میں کتاب منگوا کر اس کو دیکھ کر اس سلسلے میں کچھ کہہ سکوں گا۔

عرض...۱۶: سات (۷) سالہ بچے کی بیعت اُس کی ماں کروا سکتی ہے؟ جب کہ بچے کے والد کو اس بارے میں علم نہ ہو یا اس کی مرضی نہ ہو؟

ارشاد...: حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمۃ یہ فرماتے تھے کہ نابالغ بچے اپنے باپ کی اجازت سے بیعت ہو سکتے ہیں لہٰذا باپ کی اجازت لینا چاہئے۔

عرض...۱۷: کیا عورت تنہا فضائی سفر کرسکتی ہے اس طرح کہ اس کا محرم اسے ایئر پورٹ پر چھوڑے اور دوسرے ایئر پورٹ

منظومات

پر دوسرا محرم اس کو لے لے؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: یہ درست نہیں ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس کی اجازت بھی نہیں ہے۔

عرض...۱۸: اگر کسی کے بہت زیادہ روزے قضا ہوں تو وہ شوال کے چھ (٦) روزوں پر قضا روزوں کی نیت کرے گا یا شوال کے چھ؟

ارشاد...: جب تک فرض ذمے میں ہے نفل قبول نہیں ہوتا لہٰذا جس قدر جلدی بنے وہ جو روزے اس کے ذمے قضا ہیں ان کو ادا کرلے اور چھ روزے جو شوال کے دنوں میں رکھے جاتے ہیں ان میں بھی وہ قضا کی نیت کرے۔

عرض...۱۹: امام مہدی رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ جس زمانے میں ظاہر ہوں گے اُس زمانے میں مسلمانوں کی فرقہ بندی ہوگی کہ نہیں جیسے حدیث میں نشاندہی کی ہے تہتر (٧٣) فرقے مسلمانوں میں قیامت تک ہوں گے تو کیا امام مہدی رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کے زمانے میں مختلف فرقے ہوں گے کہ امام مہدی رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ سے پہلے تہتر (٧٣) فرقے ہو چکے ہوں گے؟

ارشاد...: حدیث کے اطلاق سے یہی ظاہر ہے اور حضرت امام مہدی رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ اس وقت ظاہر ہوں گے جب بدمذہبی کا اور کفر کا دور دورہ ہوگا اُن کے حالات میں آتا ہے کہ وہ سور کو قتل کریں گے صلیب کو توڑیں گے اور دنیا کو عدل سے بھر دیں گے اس سے پہلے وہ جور اور ظلم سے بھری ہوگی اور بدمذہبی اور باطل فرقے یہ سب ظالم اور ظلم کے مصداق ہیں۔

عرض...۲۰: موبائل ایس ایم ایس اور ای میل کے ذریعے ایسی بات چلائی جارہی ہے اور اس کو حدیث شریف بتایا جارہا ہے وہ یہ ہے کہ جس شخص کی نمازیں قضا ہوئی ہوں اور تعداد معلوم نہ ہو تو وہ رمضان کے آخری جمعے کے دن چار رکعات نفل ایک سلام سے پڑھے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سات بار آیت الکرسی اور پندرہ بار سورۂ کوثر پڑھے اگر سات سو (٧٠٠) سال کی نمازیں بھی قضا ہوئی ہوں گی تو اس کے کفارے کے لئے یہ نماز کافی ہے، کیا یہ صحیح حدیث شریف سے ثابت ہے؟

ارشاد...: معاذ اللہ! یہ کوئی حدیث کا مضمون نہیں ہے اور اس قسم کی حدیث نہ میری نظر سے گزری نہ میں یہ گمان کرسکتا ہوں کہ ایسا مضمون حدیث میں وارد ہوا ہوگا اور یہ فرائض الٰہی کو یکسر اٹھانا ہے، ایسی حدیث اگر ہو بھی تو ضرور موضوع ہوگی اس پیغام کو بھیجنا اور اس کو وصول کرنا اور اس پر کان دھرنا اور اس کو آگے بھیجنا یہ سب حرام، بدکام ہے۔

عرض...۲۱: کیا مرد کے لئے جسم کے بال (سینے کے بال) ہٹانا جائز ہے؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: اس کا مشورہ نہیں دیا جاتا۔

عرض...۲۲: انگلی میں پتھر پہننا جائز ہے یا نہیں؟ پتھر اس نیت سے پہننا کہ کاروبار میں اضافہ ہو صحیح ہے یا نہیں؟ غیر مسلم سے ہاتھ دکھلانا یا تاریخِ پیدائش بتا کر پتھر لینا صحیح ہے یا نہیں؟

ارشاد...: یہ تو ایک طرح کی کہانت ہے اور کاہنوں کے اوپر اعتبار کرنا ہے یہ شرعاً منع ہے اور بدشگونی ہمارے دین میں نہیں ہے اور پتھر عقیق وغیرہ کا پہننا جب کہ ایک ہو اور چاندی کی انگوٹھی ساڑھے چار ماشے سے کم کی ایک نگ کی ایک انگوٹھی ہو تو یہ جائز ہے اور حدیث میں عقیق کو پہننے کا حکم آیا ہے اور فرمایا کہ عقیق کی انگوٹھی پہنو اس لئے کہ عقیق برکت والا ہے۔

عرض...۲۳: حضرت گزشتہ سال رمضان میں میرے پاس دس ہزار روپے (١٠،٠٠٠) تھے اس سال رمضان میں کُل ساٹھ ہزار (٦٠،٠٠٠) کی رقم میرے پاس ہے تو مجھے کتنی رقم پر زکاۃ ادا کرنا ہوگی؟

ارشاد...: جو رقم اخراجات کے بعد حاجت اصلیہ سے اور دین سے فاضل ہو اس رقم کی زکاۃ ادا کرنا ہوگی۔

عرض...۲۴: اگر امام صاحب تکبیر تحریمہ کے بعد قراءت شروع کردیں تو وہ مقتدی جو ثنا نہیں پڑھ پایا وہ ثنا کب پڑھے؟

ارشاد...: اگر اس نے قراءت شروع کردی تو اب مقتدی پر استماع اور انصات فرض ہے:

''وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ

تُرْحَمُوْنَ o جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو سنو اور اس کی تلاوت کے دوران خاموش رہو تا کہ تمہارے اوپر رحمت ہو۔'' (سورۃ الاعراف، آیت ۲۰۴)

یہ حکم خارج صلاۃ اور نماز میں یکساں ہے جب اُس نے قراءت شروع کردی اور یہ سن رہا ہے تو اب اس کو ثنا پڑھنے کا حکم نہیں ہے اس لئے کہ ثنا پڑھنا ایک مسنون کام ہے اور استماع اور انصات فرض ہے۔

عرض...۲۵: سید زیادہ قرض میں ڈوبا ہو قرض اتارنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی ہے تو اس کا قرض اتارنے میں زکاۃ کے پیسہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

ارشاد...: زکاۃ دینا سید کو جائز نہیں اور سید کو زکاۃ لینا بھی جائز نہیں اور سید کو زکاۃ دینے سے زکاۃ ادا نہیں ہوگی سید کی خدمت کرنا چاہتے ہیں اور زکاۃ کے علاوہ کوئی اور رقم نہیں ہے جس سے سید کی خدمت ہو سکے تو حیلۂ شرعی کے ذریعے سے سید صاحب کی خدمت کرسکتے ہیں اور حیلۂ شرعی معروف ہے کہ کسی فقیر مسلم کو وہ رقم دے دیں اور اس سے کہہ دیں کہ یہ رقم تمہاری ہے اس کا تم جو چاہو کرو تملیک کی نیت سے اس کو یہ رقم دے کر اور اس کو مالک بنا کر پھر اس کو کہیں کہ اگر تم چاہو تو فلاں سید صاحب کی خدمت کردو تو اس صورت میں زکاۃ بھی ادا ہو جائے گی اور یہ کہنے والا فقیر کو یہ نیک مشورہ دینے والا اس کی نیکی میں برابر کا شریک ہوگا اور سید صاحب کو یہ رقم لینا حلال ہوگا۔

عرض...۲۶: زید نے فرض حج نہیں کیا اور عذر یہ پیش کرتا ہے کہ جب تک پاسپورٹ پر تصویر کی پابندی ہے اُس وقت تک اُس پر حج فرض ہی نہیں، بکر کہتا ہے کہ حج فرض کرلیا جائے مگر نفلی حج اور عمرے کے لئے تصویر کی اجازت نہیں، عمرو کا کہنا ہے کہ یہ معذوری کی صورت ہے اس سے حج اور عمرہ فرض ہو یا نفل چھوڑنا ٹھیک نہیں، زید، بکر اور عمرو میں سے کس کا قول شرع شریف کے مطابق ہے؟ رہنمائی فرمائیں۔

ارشاد...: حج فرض ہے، ایک نفسِ فرض ہے اور ایک فرضیتِ ادا ہے نفسِ وجوب کے اعتبار سے اُس پر حج فرض ہے لیکن ادائیگیِ حج اس پر فرض نہیں ہے اس لئے کہ فرضیتِ حج کی ادائیگی کی بہت شرطیں ہیں اس میں سے ایک شرط امنِ طریق ہے اور امنِ طریق یہ ہے کہ راستے میں کوئی مانع، حج کو جانے سے کوئی چیز مانع نہ ہو یہاں پر جب حکومتوں کے قوانین کے اعتبار سے خلاف شرع ایک امر پر مجبور کیا جاتا ہے کہ فوٹو کھنچواؤ تبھی حج کو جاسکتے ہو تو یہ امنِ طریق کی صورت نہیں ہے لہٰذا اس صورت میں ادائیگی اُس پر فرض نہیں ہے اور اس صورت میں یہ ہے کہ وہ شخص اگر حج کے لئے نہ گیا تو اس پر لازم ہے کہ اپنے انتقال کے وقت یہ وصیت کردے کہ جب یہ ناجائز اور حرام شرط اُٹھ جائے پابندی اُٹھ جائے میری طرف سے حج کر لینا اور جن صاحب نے یہ تفسیر کی کہ فرض حج کے لئے فوٹو کھنچوانا جائز ہے ان کی یہ تفسیر غلط ہے فوٹو کھنچوانے کی اجازت حج فرض کے لئے نہ نفل کے لئے کسی صورت نہیں ہے۔

عرض...۲۷: روزے کی حالت میں آنکھ میں دوا ڈال سکتے ہیں؟ جب کہ اطبا (ڈاکٹرز) سے معلوم کرنے پر پتا چلا کہ آنکھ میں ڈالی جانے والی دوا اکثر تو ڈائریکٹ معدے میں یا ناک اور حلق کے ذریعے سے معدے تک پہنچتی ہے ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

ارشاد...: آنکھ میں دوا ڈالنے پر فقہا نے یہی فرمایا ہے کہ یہ مفسدِ روزہ نہیں ہے لہٰذا اگر روزے کی حالت میں آنکھ میں دوا ڈالی تو روزہ نہ جائے گا اور پیٹ تک یا معدے تک دوا کا پہنچنا یا کسی چیز کا پہنچنا مطلقاً مفسدِ روزہ نہیں ہے یہ اس صورت میں ہے جب کہ جس جگہ سے وہ شے اس کے بدن میں ڈالی گئی وہاں سے لے کر پیٹ تک منفذ مباشر ہو براہِ راست، ڈائریکٹ وہاں تک پہنچے اور اگر رگوں کے واسطے سے وہ دوا پیٹ میں یا معدے میں یا پورے بدن میں سرایت کرتی ہے تو وہ اس صورت میں مفسد نہیں ہے اس کی نظیر انجکشن ہے کہ انجکشن میں جو دوا اس کے ذریعے سے انجیکٹ (داخل) کی جاتی ہے وہ رگوں کے ذریعے سے بدن میں، پیٹ میں، دماغ میں یا اس کے اور اعضا میں پہنچتی ہے ڈائریکٹ نہیں پہنچتی۔

.... جاری

منظومات

سوال وطن

حجابی لڑکیوں پر کالج کے دروازے بند! ایک لمحہ فکریہ

از: سمیع اللہ خان*

اڈپی کے بعد کنداپورا کالج میں بھی بھگوا تعصب کا شرمناک منظر

کرناٹک کے کنداپورا گورنمنٹ کالج میں بھی آج مسلمان بچیوں کو داخل ہونے سے روک دیا گیا کیونکہ وہ باحجاب تھیں، یہ بچیاں کالج کے پرنسپل اور منتظمین کے سامنے روتی اور فریاد کرتی رہیں کہ امتحانات میں محض ۲ ر مہینے باقی ہیں عین امتحانات سے قبل اس طرح انہیں کالج سے باہر کر کے ان کی زندگی برباد نہ کی جائے، لیکن کالج انتظامیہ نے ایک نہیں سنی اور حجاب کے ساتھ بچیوں کو کالج میں داخلے کی اجازت نہیں دی، انہیں صدر دروازے سے باہر کر کے گیٹ بند کردیا گیا۔

اس سے قبل سخت گیر ہندو تنظیموں سے منسلک کچھ ہندو طلبا کالج میں بھگوا چادریں پہنے ہوئے آئے اور مسلم لڑکیوں کے حجاب زیب تن کرنے کے خلاف احتجاج کرنے لگے، جس کے بعد انتظامیہ نے مسلم بچیوں کو حجاب کے ساتھ کالج میں داخل ہونے سے روک دیا ہے، ابھی کرناٹک کے اڈپی کالج میں مسلم بچیوں کے حجاب پہننے کا معاملہ حل نہیں ہو پایا تھا کہ کرناٹک ہی میں ایک اور کالج نے مسلم بچیوں کے حجاب پر پابندی لگادی ہے۔

یہ منظر دیکھ دل پر سخت چوٹ پہنچی ہے، آج نام نہاد آزادی کے ستر سال بعد بھارت کا مسلمان کہاں کھڑا ہے؟ ماب لنچنگ اور حجاب پر پابندیوں کے دور سے شروع ہونے والے نئے بھارت میں مسلمانوں کا مستقبل کیا ہوگا؟

حجاب آئینی آزادی سے پہلے بنیادی انسانی حق بھی ہے، کون کیا پہنے گا یہ کسی بھی انتظامیہ کے کنٹرول میں نہیں ہے، تعلیم گاہوں کے یونیفارم میں مسلم، بچیوں کا حجاب ہو یا سکھوں کا تربن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، اس پر اب تک کی تاریخ شاہد ہے کبھی کسی کو حجاب سے مسئلہ نہ ہوا، اب اچانک درمیان سال میں اڈپی اور کنداپورا میں مسلم بچیوں کے حجاب کو غیر قانونی قرار دے کر انہیں حجاب اتارنے پر مجبور کرنا علاوہ ازیں پورا سال برباد کرتے ہوئے کالج سے برخاست کرنے کی دھمکی دینا یہ نہ صرف غیر قانونی ہے بلکہ یہ ہندوتوا غنڈہ گردی کی بے شرم مثال ہے، یہ غنڈہ گردی برہمنی ہندوؤں کی بدنما تاریخ بننے جارہی ہے۔

دراصل جب اڈپی میں ہماری بچیوں کو حجاب کی وجہ سے تعلیم سے روکا گیا تھا تب سیاسی، ملی وسماجی لیڈران کو جس شدت کے ساتھ میدانی احتجاج کے ساتھ لڑائی لڑنی چاہیے تھی، وہ نہیں لڑی گئی، لوگوں نے کہا کہ مقامی سطح پر حل ہونے دو زیادہ بڑا ایشو نہ بناؤ اور بعض سیکولر مسلمانوں نے اس ایشو کو دبانے اور غیر مؤثر کرنے کی کوششیں بھی کیں جو کہ خود کو مثبت اور حد سے زیادہ progressive دکھلانے کی کوشش میں ہمیشہ لگے رہتے ہیں انہیں چاہیے کہ کنداپورا میں مسلم بچیوں کے ساتھ ہونے والے اس متعصّبانہ ظلم کو دیکھیں اور ہوش کے ناخن لیں، بھارت میں بڑھتے اسلاموفوبیا کی وجہ سے جو حضرات گھبرانے اور بوکھلا کر ہڑبڑانے لگتے ہیں۔

مسلمانوں کے خلاف آئے دن ظلم وزیادتی اور تعصب کی خبروں سے ہڑبڑا کر جو حضرات ان زیادتیوں کی تاویل میں لگ جاتے ہیں انہیں چاہیے کہ اس قدر چھوئی موئی نفسیات کے ساتھ وہ عملی سوسائٹی میں نہ رہیں بلکہ ہنگاموں کے موجودہ دور میں کہیں گوشہ نشین ہوجائیں، خبروں سے دور رہیں، کیونکہ جو لوگ شترمرغ کی طرح ریت میں سر ڈال رہے ہیں اور اس کی تلقین بھی کر رہے ہیں، وہ ظلم کے سیلاب کو راستہ دے رہے ہیں۔

اڈپی والے مسئلے میں پارلیمانی سیکولر اپوزیشن کو جو کردار ادا کرنا چاہیے تھا وہ بھی نہیں کیا گیا کیونکہ سیکولر اور لبرل مخلوق گرچہ پہناوے میں پسند کی آزادی کا نعرہ لگاتی ہے لیکن بقیہ ص ۸۵ ر پر

(از: مولانا انصار احمد مصباحی*

جمہوریت اور ہندو راشٹر کا شاخسانہ

احوال وطن

سابق امریکی صدر ابراہم لنکن نے بہت ہی مختصر لفظوں میں جمہوریت کی تعریف کی ہے:

" Goverment of the people, by the people and for the people"

یعنی جمہوری حکومت عوام میں سے، عوام کی جانب سے عوام کی خاطر ہوتی ہے۔"

کسی بھی جمہوریت میں عوام کی رائے کو کسی نہ کسی طرح دخل ہوتا ہے، دنیا کی قدیم ترین جمہوریت کی ماں ملک عزیز بھارت ہی ہے، 100/سال قبل مسیح میں، گوتم بدھ سے پہلے ہند میں جزئی جمہوریت نافذ العمل تھی۔

بھارت 15/اگست، 1947ء کو انگریزوں کے ناجائز تسلط سے آزاد ہوا، بھارت کی "مجلس دستور ساز" نے آئین ہند (भारत का संविधान) کو 26/نومبر، 1949ء میں تسلیم کیا اور 26/جنوری، 1950ء کو عوام پر نافذ کیا، دستور ہند Givernment of India Act 1935 کو بدل کر بنایا گیا تھا "پیور ریسرچ سینٹر" کی رپورٹ کے مطابق اس وقت پوری دنیا میں 96/ایسے ممالک ہیں، جن کا نظام جمہوریہ ہے، ان میں سے 86/ملکوں میں آزاد جمہوریہ ہے، جو سیاسی اور شہری حقوق کی کسوٹی پر پورا اترتے ہیں، ان میں سے ہندوستان کی جمہوریت سب سے بڑی اور مثالی رہی ہے، یہاں کی گنگا جمنی تہذیب کی کئی ملکوں نے تقلید کی ہے۔

2014ء میں بی جے پی کو حکومت بنانے میں کامیابی ملی تو بھگوا تحریک آر ایس ایس کو نئے بال و پر مل گئے، سنگھ پریوار (تمام شاخوں کے ساتھ) کا نظریہ ہمیشہ سے جمہوریت مخالف اور ملک کے مفاد کے خلاف رہا، 1927ء سے اب تک اس تحریک کا ایک ہی مقصد رہا ہے، یعنی سیکولر بھارت کو ایک "ہندو راشٹر" بنانا، آر ایس ایس نواز بی جے پی کی حکومت بنی تو یہ تحریک اپنے دیرینہ خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لئے ہاتھ پاوں مارنا شروع کر دی۔

اس کے لئے زعفرانی پارٹی نے عملی اقدام کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، خاص مذہب کو نشانہ بنا کر "شہریت ترمیمی قانون" پاس کروایا، اس کالے قانون کے خلاف آواز احتجاج بلند کرنے والوں کے ساتھ سوتیلا بلکہ ظالمانہ سلوک کیا، پارٹی کے نیتا نے ایسی نفرت انگیز بیان دیا کہ دہلی میں فساد پھوٹ پڑا، ریلیوں میں "دیش کے غداروں کو، گولی مارو سالوں کو" کے زہریلے نعرے لگائے گئے، وزیر داخلہ امیت شاہ نے مبینہ طور پر تقریر میں کہا "بٹن اتنے زور سے دباؤ کہ اس کا کرنٹ سیدھے شاہین باغ کی عورتوں کو لگے" اسی پر بس نہیں، جس وقت اس مسلم دشمنی پر مشتمل قانون کی مخالفت ہو رہی تھی، دیش کے وزیر اعظم یونیورسٹیوں کے ان پڑھے لکھے طلبہ و طالبات کو مخصوص لباس سے پہچان رہے تھے۔

سرکاری خزانوں سے مندریں تعمیر کی گئیں، دستور کا خون کرتے ہوئے کرسی کی طاقت کے بل پر بابری مسجد کی جگہ رام مندر کی تعمیر کا فیصلہ کروایا؛ احتجاج کر رہے کسانوں پر منسٹر کے بیٹے نے گاڑی دوڑا دی؛ علی الاعلان مسلم نسل کشی پر عوام کو اکسایا گیا؛ شہروں کے مسلم نام تبدیل کیے گئے؛ مسلم پیشوا مثلاً اورنگ زیب عالم گیر علیہ الرحمہ وغیرہ کو ڈاکو اور لٹیرا ثابت کرنے کی کوشش کی گئی؛ نصاب تعلیم میں ایسی باتیں شامل کی گئیں جو کسی خاص مذہب کی تعلیمات اور شخصیات پر مشتمل ہیں؛ محمد الطاف کی پولیس حراست میں موت ہوگئی، تری پورہ فساد کے

* مضمون نگار جماعت رضائے مصطفے شاخ کولکاتا کے رکن ہیں۔

احوال وطن

آزادانہ جانچ کرنے والی ''فیکٹ فائنڈنگ ٹیم'' پر انسداد دہشت گردی قانون "UAPA" عائد کردیا گیا۔

جنگ آزادی کے قائدین کو گالیاں دی جارہی ہیں، ملک کی اصل آزادی 1947ء کے بجائے 2014ء میں بتایا جارہا ہے، گاندھی جی کی مذمت اور گوڈسے کو ہیرو ثابت کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، انڈیا گیٹ پر 50/سالوں سے جل رہے امر جوان جیوتی بجھادی گئی ہے، بیٹنگ ریٹریٹ کی تقریب سے گاندھی جی کی پسندیدہ دھن ہٹادی گئی ہے، ہجومی تشدد کے شکار اخلاق احمد کے قتل کے ایک ملزم کی لاش پر بی جے پی نیتا پھول چڑھاتے نظر آئے، علیم الدین کے آٹھ قاتلوں کا بی جے پی نیتا نے ہار پہنا کر استقبال کیا تھا، ریلیاں نکال کر پیغمبر اعظم ﷺ کو گالیاں دی گئیں، عوام سے مسلمانوں کے معاشی بہشکار کی اپیلیں کی گئیں، باتیں اور بھی ہیں، آرٹیکل 370/کی منسوخی، لنچنگ کے واقعات، کھلی جگہ نماز پڑھنے سے روکنا اور مسلمانوں کی بے جا گرفتاریاں جیسے واردات بھی اس میں شامل کرسکتے ہیں، مذکورہ سارے واقعات آرایس ایس نواز بی جے پی کے، بھارت کو ہندو راشٹر بنانے کے سفر کی ابتدا کہی جاسکتی ہے، لیکن ''ہنوز دلی دور است'' عوام کے ذہن میں ہندو راشٹر کی خوش فہمی اور خوف کا جو وائرس بھرا گیا ہے، اس کی حقیقت ''ہوا میں پل تعمیر کرنے'' سے زیادہ کچھ نہیں، اوپر کے مذکورہ واقعات کا ایک اور رخ بھی ہے، جو مختلف اور متضاد ہے، بھارت کی جمہوری جڑیں کھوکھلی کرنا اتنا آسان کام نہیں جتنا یہ لوگ سمجھ رہے ہیں، اس کے مندرجہ ذیل وجوہات ہیں:

(1) فضیحت: ہری دوار دھرم سنسد، سی اے اے اور کسان مخالف زرعی قوانین کے سبب، بی جے پی کو عالمی طور پر کافی بدنامیوں کا سامنا ہوا ہے، ملکی خزانے سے کھربوں خرچ کرکے عالمی دورے کرکے مودی جی نے، جو جھوٹی امیج بنائی تھی، ان تینوں واقعات نے اس پورے کیے دھرے پر مکمل پانی پھیر دیا، اقوام متحدہ کی دھمکی پر ہی مودی سرکار نے سی اے اے کو نافذ نہ کرنے کا معاہدہ نامہ جمع کرایا ہے۔ دھرم سنسد معاملے میں خود آئی آئی ایم بنگلور کے اساتذہ اور طلبہ نے خط لکھ کر، وزیر اعظم اور وزیر داخلہ کی خاموشی پر تنقید کی تھی۔

(2) کورٹ/مقننہ: عدلیہ یا مقننہ جمہوریت کی اہم ستون ہے، موجودہ سرکار ملک کی عدالت کو اپنا آلہ کار بنانے میں کامیاب نہیں ہو پائی ہے، یہاں بابری مسجد کا فیصلہ ضرور آپ کے ذہن کو ضرب لگائے گا؛ لیکن عدالت نے وہ فیصلہ پس منظر نہیں؛ بلکہ پیش منظر کو مدنظر رکھ کر لیا تھا، یوں سمجھ لو کہ پورا اونٹ گزر چکا تھا، عدالت کے پاس صرف دم بچی تھی، پچھلے چند ماہ اور گزشتہ چند ایام کا جائزہ لیں تو آپ دیکھیں گے کہ چیف جسٹس رامنا نے حکومت کی غلط پالیسیوں پر کڑی تنقیدیں کی ہے، بدزبان نرسمہانند اور جتیندر تیاگی کی گرفتاریاں ہوئیں، اٹارنی جنرل نے اس کے خلاف توہین عدالت کا مقدمہ چلانے کی منظوری دے دی، مسلم خواتین کی توہین پر مشتمل ایپ بنانے والے اور ان کے ساتھیوں کو پولیس نے بڑی جرات مندی سے گرفتار کیا۔

(3) جمہوریہ: اقتدار کے نشے میں چور بی جے پی اس خوش فہمی میں مبتلا ہے کہ ملک کی اکثریت اس کے ساتھ ہے، وہ جو چاہے کرے، حالانکہ زمینی حقائق اس کا انکار کرتی ہیں، جمہوریت سے چن کر آنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ اکثریت کی حمایت مل گئی، ہمارے ملک میں کبھی بھی ساٹھ فیصد سے زیادہ ووٹنگ نہیں ہوتی، اٹھارہ سال سے کم عمر والوں کو ووٹ کا اختیار نہیں، جتنے لوگ پولنگ بوتھ میں ووٹ ڈالتے ہیں، انھیں حاصل کرنے کے لئے درجنوں امیدوار اور پارٹیاں موجود ہوتی ہیں۔ ایسے میں جس کی جھولی میں زیادہ ووٹ آئے، وہ فاتح قرار پاتا ہے، اس کا یہ مطلب کہاں ہوا کہ فاتح امیدوار کو نصف سے زائد لوگوں نے اپنا پسندیدہ لیڈر مانا! پانچ سو میں سے تین سو سیٹیں حاصل کرنے والوں کو ملک کی آبادی میں سے صرف تیس سے پینتیس فیصد عوام کی حمایت حاصل ہوتی ہے، یہ تیس فیصد کبھی بھی ستر فیصد کے جمہوری حقوق کو غصب نہیں کرسکتے۔

(4) عوام: ریاستی انتخابات سے بی جے پی کو بھی اس بات کا بخوبی احساس ہوگیا ہے کہ اس کا زور ٹوٹتا جارہا بقیہ ص ۴۹ پر

از: مولانا معظم علی مصباحی*

پیاری بہنو!
شوہر کی قلیل آمدنی میں بھی خوش رہنا سیکھیں

ایک نصیحت آموز آپ بیتی

نسوانیات

میں بہت تنگ تھی اس انسان سے، اپنی قسمت پہ رویا کرتی تھی، ہر وقت خود کو اذیت دیتے رہنا، میرے سینے میں ایک آگ جلا کرتی تھی، بھلا میرے ساتھ ہی کیوں آخر یہ سب ہوا؟ وہ نہ کوئی کام کرتا تھا، نہ کسی قسم کی کوئی ذمہ داری نبھاتا تھا، میں اس سے بیزار ہو چکی تھی، کہنے کو وہ میرا شوہر تھا، لیکن بس باتوں کی حد تک، سارا دن بازار میں دوستوں کے ساتھ بیٹھا رہتا، کبھی تاش کھیل رہا ہوتا تو کبھی گپ شپ لگا رہا ہوتا۔

میں اسے جب بھی کوئی کام کرنے کا کہتی تو بس اتنا کہتا: تم کو کھانے کے لئے مل رہا ہے نا پھر کیا تکلیف ہے تم کو؟ میں اسے سمجھاتی زندگی میں اور بھی بہت سی ضروریات ہیں، صرف کھانا پینا ہی نہیں، ہمارے اب دو بچے ہو چکے ہیں، یہ کل کو اسکول بھی جائیں گے، ان کے اخراجات ہوں گے، کون کرے گا پورے؟ وہ مسکرانے لگتا، وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا، تم ابھی سے فکر نہ کرو، میں اپنی دوستوں کو دیکھتی تھی، ان کے شوہر نئی موٹر سائیکل، کبھی نیا موبائل، کبھی باہر ڈنر کے لئے جا رہے ہوتے تو کبھی گھر میں کوئی پارٹی کر لیتے اور ایک میں تھی؛ دو وقت کی روٹی بھی مشکل سے مل رہی تھی، کبھی جو کچھ پیسے مانگ لو تو رونا دھونا شروع ہو جاتا، میں بہت تنگ تھی، دل چاہتا تھا بچوں کو لے کر خودکشی کر لوں، لیکن کیسے کر سکتی تھی، بچوں کی طرف دیکھتی خاموش ہو جاتی، میں اس سے دور ہونے لگی، دل چاہتا تھا اس سے کہیں دور چلی جاؤں۔

جانتے ہو کیوں معظم علی! وہ خود کو سجا سنوار کر بھی نہیں رکھتا تھا، اس سے سگریٹ اور تمباکو کی بدبو سی آتی تھی اور مجھے اس بدبو سے نفرت ہونے لگی تھی، میں اسے سب چھوڑنے کا کہتی تو میری بات کو جھٹلا دیتا، وہ گھر آتا مجھ سے کھانا مانگتا، میں صاف انکار کر دیتی کھانا نہیں بنایا، تھوڑا سا بناتی، بچوں کو اور خود کھا لیتی، وہ شاید جانتا تھا میں یہ سب جان بوجھ کر کرتی ہوں، میرے پاس بیٹھنے کی کوشش کرتا، اس سے جھگڑنے لگتی، اسے طعنے دیتی، اسے بے عزت کرتی، وہ میری طرف دیکھتا، پھر گالی دے کر کہتا بکواس کرتی رہو، تمہاری عادت ہو چکی ہے یہ۔

جب وہ چلا جاتا، میں رونے لگتی، اللہ سے ہزاروں شکوے کرتی، آخر میں ہی کیوں اس جہنم کی حقدار ٹھہری، میں نے تو کوئی گناہ بھی نہیں کیا، مجھے کبھی امی کے گھر جانا ہوتا تو اس سے پیسے مانگتی، ہزاروں باتیں سناتا، پھر آخر ہزار دو ہزار نکال کر مجھے دیتا اور کہتا بہت فضول خرچ ہو گئی ہو تم، جب بھی امی کے گھر جانا ہوتا، لڑتے جھگڑتے ہی گئی، وہاں امی بہن بھابھی سب کہتے پارلر جایا کرو، اپنا خیال رکھا کرو، دیکھو رنگ کتنا پیلا پڑ گیا ہے۔

میں چپ ہو جاتی، آخر کیا بتاتی، میرے نصیبوں کو آگ لگانے والا میرا شوہر ہی ہے جو میری زندگی کو جہنم بنانے ہوئے ہے، بڑی بہن کا شوہر دبئی جاب کرتا تھا، وہ اپنی بیوی کے لئے ایپل والا موبائل لے کر آیا، آپی مجھے دکھا رہی تھی، دیکھو! لاکھ روپئے کا موبائل گفٹ کیا ہے تیرے جیجو نے، میں حسرت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگی، ایک آنسو پلک کو نم کر گیا۔

کاش! کبھی مجھ پہ بھی ایسے قسمت مہربان ہوتی، کاش اللہ نے میرے بھی نصیب ایسے لکھے ہوتے، بچے اب بڑے ہو رہے تھے، ایک دن بچوں کی وجہ سے میری جٹھانی اور دیورانی سے جھگڑا ہو گیا، جٹھانی نے کافی طعنے دیئے، تیرے بچے میرے گھر سے دو

نسوانیات

وقت کھانا کھاتے ہیں، یہاں رہتے ہیں، اتنی غیرت مند ہو تو ان کو کھلاؤ نا، میں بہت روئی تھی، میرا شوہر تو ہے ہی بے غیرت! جب اکبر گھر آیا میں نے اسے بتایا، آج گھر میں اتنا تماشہ ہوا ہے، انہوں نے طعنے دیئے ہیں اور تم بے غیرت بن کر گھومتے رہو بس، وہ بھائی کے گھر گیا، وہاں سب کے ساتھ جھگڑنے لگا، میرے بچوں کو گالیاں دینے والے تم کون ہوتے ہو، بات جب بڑھی تو میرے شوہر نے ان سے کہا مجھے الگ کر دو، بس گھر میں دیوار کھینچ دی گئی، بچوں کو گود میں لے کر کہنے لگا، اب ان چاچو لوگوں کے گھر نہیں جانا، بھوک لگے تو ماما سے کہنا کھانے کا، گالیاں دینے لگا، میرے بچوں کو ڈانٹتے ہیں، میں تلخ لہجے میں بولی، اب تو کچھ شرم کرلو، اب تو کچھ کام دھندا کرلو۔

وہ بولا: کیا تم ہر وقت میرے پیچھے پڑی رہتی ہو، کبھی پیار سے بات کرلیا کرو، جب دیکھو مجھے طعنے دیتی رہتی ہو، تم کو سب کچھ ملتا تو ہے نا، پھر کیوں تماشہ کرتی ہو؟ میں نے چلا کر کہا، سب کے گھر میں نئی موٹر بائیک ہے اور ہمارے پاس پرانی سی ٹوٹی ہوئی یہ میرا موبائل دیکھ رہے ہو، 5 منٹ بھی اس کی بیٹری نہیں رہتی، بچوں کی ہزاروں ضروریات ہیں، تم کیوں نہیں سمجھتے؟

میں پاگل ہو جاؤں گی، میری شکل دیکھو، میں بھکارن بن گئی ہوں، تھک گئی ہوں میں، میرے پاس بیٹھ کر بولا تو ہر وقت جھگڑتی رہتی ہے کبھی تو پیار سے بات کرلیا کر میرے ساتھ! میں نے اسے سائیڈ پہ دھکا دیا، وہ خاموش ہو گیا، میں تھک ہار گئی تھی، اب سوچ رہی تھی بس اس سے طلاق لے لوں گی، اپنے ایک دو کزن سے بھی بات کی تھی جو وکیل تھے، انہوں نے تسلی دی، ہم ساتھ ہیں آپ کے، طلاق لے لو اس کمینے سے، میں سوچ رہی تھی آج گھر آئے گا تو بس اس کو بول دوں گی طلاق دے دو مجھے، میں انتظار کر رہی تھی، وہ رات 10 بجے آیا، بچے سو رہے تھے، دونوں بچوں کے ماتھے پہ بوسہ کیا، ان کے ہاتھ چومے، پھر چار پائی پہ بیٹھ کر مجھے آواز دی: من تشاء مجھے روٹی دے، میں کروٹ بدلے لیٹی رہی، اس نے پھر آواز دی: من تشاء سن لے اٹھ جا۔

میں چپ رہی، وہ پاس آیا، مجھے دیکھا میں نے آنکھیں بند کرلیں، مجھے کمبل اوڑھا کر بولا: تھک جاتی ہے سارا دن، کچن میں گیا، کھانا دیکھنے لگا کچھ بھی نہیں تھا، کھانے کے لئے، ایک پیالی میں نمک مرچ ڈال کر اس میں تھوڑا پانی ملا کر سوکھی روٹی کھانے لگا، میں دیکھ رہی تھی، میں دل میں سوچنے لگی، کتا مرتا بھی نہیں ہے، کھانا کھا کر سو گیا، دوسرے دن صبح صبح ہم کسی بات پہ جھگڑنے لگے، میں نے اسے کہا: بس مجھے طلاق دے دو، میں اب برداشت نہیں کر سکتی، میں تھک گئی ہوں، غصے میں میں نے اس کے کپڑے بھی پھاڑ دیئے، وہ طلاق کا نام سنتے ہی چپ ہو گیا، جلدی سے کپڑے چینج کئے، پھر بائیک لے کر باہر جانے لگا، میں نے چلا کر کہا: اللہ کرے تو مر جائے، میری جان تو چھوٹ جائے تم سے، وہ بائیک باہر کھڑی کر کے کمرے میں گیا، کسی کاپی پہ کچھ لکھا، پھر چلا گیا، میں گالیاں دے رہی تھی، رو رو کر تھک گئی، میں اسے بددعا دے رہی تھی، میں نے ارادہ کرلیا، بس اب اس انسان کے ساتھ نہیں رہنا، دو چار گھنٹے گزرے اور میں میکے جانے لگی، بچوں کو ساتھ لیا، اتنے میں گلی میں ایک شور سا برپا ہوا، میں رو رہی تھی، ہمارے دروازے پہ دستک ہوئی، میں نے دروازہ کھولا، پورا گاؤں چار پائی اٹھائے میرے دروازے کے سامنے کھڑا تھا، میں حیران تھی کیا ہوا؟

اتنے میں آواز آئی: ایک لڑکا فون پہ بات کر رہا تھا، یار اکبر کا ایکسیڈینٹ ہوا، وہ مر گیا ہے، یہ سنتے ہی جیسے مجھ پر قیامت آ گری، میں ساکت ہو گئی، چار پائی صحن میں رکھی گئی، سب لوگ قبر کھودنے کی بات کرنے لگے، کچھ جنازے کا ٹائم دیکھنے لگے، مسجد میں اعلان ہونے لگا، اکبر میرے سامنے چار پائی پہ لیٹا ہوا تھا، کون یقین کرے وہ مر چکا ہے، میں چیخنے چلانے لگی، اکبر اٹھ جا میں نہیں کچھ مانگتی، مجھے کچھ نہیں چاہئے، میں طلاق کی بات بھی نہیں کرتی، میں اس کے پاؤں چومنے لگی، اکبر اٹھ جا، میری جان اٹھ جا، دیکھ، دیکھ میں کہیں نہیں جا رہی، مجھے تیرے ساتھ ہی رہنا ہے، میں بھوکی پیاسی رہ لوں گی، مجھے یوں چھوڑ کر نہ جا، میں کھانا بنا کر لاتی ہوں، بھوک لگی ہے نا تم کو؟

لیکن اب بہت دیر ہو چکی تھی، اب وہ مجھے چھوڑ کر جا چکا تھا، میں چیختی رہی لیکن وہ منوں مٹی تلے جا سویا، اس کے جانے کے

بعد مجھے دنیا کے رنگ نظر آنے لگے، مجھے رشتے بدلتے دکھائی دینے لگے، پھر جو اپنے تھے وہ سب منہ موڑنے لگے، مجھ پہ دنیا نظریں کسنے لگی، بچے بابا ڈھونڈنے لگے، اب کون ان کا نیند میں آ کر ماتھا چومے گا؟ کون میرے تلخ لہجے برداشت کرے گا؟

مجھ سے مکان چھین لیا گیا، جو حصہ بنتا تھا وہ بھی نہ دیا، میں اکبر کے بعد در بدر ٹھوکریں کھانے لگی، اب بچے بھی کچھ فرمائش نہیں کرتے، وہ جانتے ہیں بابا اب نہیں رہے، میرے سگے بھائی بھی منہ موڑ گئے، میں لوگوں کے گھروں میں نوکرانی بن کے کام کرنے لگی، ایک دن مجھے اس کی ڈائری ملی، جس پہ لکھا تھا، من تشاء سے شادی کر کے میں بہت خوش ہوں، من تشاء سے بہت پیار کرتا ہوں، وہ پاگل ہے بالکل، سمجھتی ہی نہیں جھگڑتی رہتی ہے، دیکھو آج اس نے مجھے کھانا نہیں دیا۔

وہ کہتی ہے مہنگا موبائل لا کر دو، اسے کیسے بتاؤں نہیں لا سکتا، آج میرے بچوں کو میرے بھائی نے گالی دی، میں بہت رویا ہوں، میرے بچے میری جان ہیں، من تشاء کو بخار ہے، وہ بیچاری میرے لئے کیا کچھ برداشت کر رہی ہے، اللہ نے چاہا ہمارے حالات بدل جائیں گے پھر من تشاء کو دنیا کہ ہر خوشی دوں گا، اب وہ مجھے کھانا نہیں دیتی، میں جانتا ہوں ناراض ہے مجھ سے، میں نے نمک مرچ سوکھی روٹی کھائی ہے، آج میری کمر میں اینٹ لگی ہے، زخم بہت گہرا ہے، من تشاء کو نہیں بتاؤں گا پریشان ہو جائے گی بیچاری، ڈاکٹر کہہ رہا تھا 15 ٹانکے لگے ہیں، آج مجھے چوٹ بھی لگی ہے، کہہ رہی ہے طلاق دے دو، میں مر جاؤں گا اس کے بنا، ابھی غصے میں ٹھیک ہو جائے گی، میں ڈائری کو سینے لگا کر چیخ چیخ کر رونے لگی۔

ہمسفر تو ہمسفر ہوتا ہے نا، وہ جیسا بھی تھا میرا سایہ تھا، میری ڈھال تھا، اس کے بعد زمانے کی ٹھوکریں کھا کر سمجھی ہوں اس کے ساتھ میرے دونوں جہاں تھے، تھک ہار کر گھر آتی ہوں، اب ٹوٹ گئی ہوں، میں بچوں کی خاطر زندہ ہوں بس، ورنہ کب کی ختم ہو جاتی، میں خود کو اذیت دیتی ہوں، کیوں جھگڑتی تھی اس کے ساتھ، کیوں اس کو ستاتی تھی، کیوں میں لوگوں کو دیکھ کر بڑے خواب دیکھتی تھی، وہ میرے ساتھ ہوتا تو شہزادی سی زندگی گزار رہی ہوتی، کیا میں بخشی جاؤں گی؟ اللہ مجھے معاف کرے گا، میں مشکل وقت میں اس کا سہارا، اس کی ہمت نہ بن سکی، میں مطلب پرست لالچی ہو گئی تھی، اب تو اکثر لوگ میری مدد کرتے ہوئے میرے جسم کی بات بھی کرتے ہیں۔

میں سبھی عورتوں سے ہاتھ جوڑ کر اپیل کرتی ہوں کہ پیسہ ہمسفر کے سامنے خاک برابر بھی نہیں، لالچ اور بڑے بڑے خواب کی تمنا میں لوگوں کی نوکرانی نہ بن جانا، شوہر اگر ایک وقت کی روٹی بھی کھلائے تو مسکرا کر سینے سے لگ جانا، خدا کی قسم! زمانے کی لاکھ تلخیوں کو وہ تمہاری خاطر برداشت کرتا ہے، پلیز اگر کوئی بہن اپنے شوہر سے یوں بیزار ہے تو سمجھ جائے، اس سے پہلے کہ آنسو مقدر اس کا بن جائیں۔

◆◆◆

ص ۸۰ ؍ کا بقیہ..........

درحقیقت وہ بھی مسلمانوں کے باعزت اور باحجاب پہناوے کو ناپسند کرتے ہیں کیونکہ پہناوے میں ننگا پن ان کی نظریاتی بنیاد ہے۔

ایسے میں اب بہت ضروری ہے کہ مسلمانوں کے ذمہ داران حجاب کے خلاف ہندوتوا تعصب کے معاملے کو مؤثر طور پر بلند کریں، ریاستی سطح پر اس ہندوتوا تشدد کے گھناؤنے چہرے کو انٹرنیشنل میڈیا کے مذاکرات میں لائیں، اس سے پہلے کہ حجاب کے خلاف زہر ہر تعلیمی ادارے اور انسٹیٹیوٹ کی اندرونی پالیسی کا حصہ بن جائے اور مسلم بچیاں بغیر مزاحمت کے اسے اندرونی طور پر خاموشی سے قبول کرنے لگیں اس سے پہلے مسلم لیڈرشپ کو حرکت میں آنا ہوگا، خواہ آج کرناٹک کے یہ ادارے حجاب پر پابندی کو واپس لے لیں پھر بھی ان کی اس حرکت سے پھیلے ہوئے زہر کے خلاف سخت احتجاج کیا جانا چاہیے تاکہ آئندہ کوئی بھی ادارہ ہندوتوا غرور میں ایسے زہر کو اپنی پالیسی کا حصہ بنانے کی ہمت نہ کر سکے، ریاستِ کرناٹک کو آر ایس ایس کے منظم منصوبے کے تحت ہندوتوا کی لیبارٹری بنانے کا کام ہو رہا ہے، افسوس کہ کرناٹک کے سلسلے میں سامنے کے یہ خطرناک حقائق نظرانداز کیے جا رہے ہیں۔

◆◆◆

نسوانیات

از: مولانا مجتبیٰ اشرف عظیم آبادی*

شب برأت کی فضیلت اور اس کے معمولات

اسلامیات

پروردگار عالم نے بعض چیزوں کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ کو تمام شہروں پر فضیلت عطا فرمائی، اسی طرح وادی مکہ کو تمام وادیوں پر، بئر زمزم کو تمام کنوؤں پر، مسجد حرام کو تمام مسجدوں پر، سفر معراج کو تمام سفروں پر، قرآن کو تمام کتابوں پر، مومن کو تمام انسانوں پر، ولی کو تمام مؤمنوں پر، صحابی کو تمام ولیوں پر، نبی کو تمام صحابہ پر، رسول کو تمام نبیوں پر اور شہنشاہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام نبیوں، رسولوں اور ساری کائنات پر فضیلت عطا فرمائی۔

اسی طرح خالق کائنات نے بعض دنوں کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی، جمعہ کو تمام دنوں پر، رمضان المبارک کو تمام مہینوں پر، لیلۃ القدر کو تمام راتوں پر اور شب برأت کو اور دوسری راتوں پر فضیلت عطا فرمائی۔

شب برأت کی فضیلت تو کثیر احادیث مبارکہ سے ثابت ہے جس سے اہل ایمان کے اندر اتباع و اطاعت اور کثرت عبادت کا ذوق وشوق پیدا ہوتا ہے اور لفظ شب برأت (یعنی دوزخ سے نجات دلانے والی رات، دوزخ سے آزادی دلوانے والی رات) یہ تو احادیث کے الفاظ عتقاء من النار کا اردو ترجمہ ہے اور اس رات کو یہ نام خود سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عطا فرمایا۔

اس لئے کہ اس رات میں خالق کائنات بے شمار مومنوں کو بخشش کا پروانہ عطا فرماتا ہے اور وہ حدیثیں جس میں شب برأت کی فضیلت بیان ہوئی ہے، ان احادیث کو روایت کرنے والوں میں سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا مولیٰ علی، ام المومنین عائشہ صدیقہ، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابوہریرہ، حضرت انس بن مالک، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم جیسی اعلیٰ شخصیتوں کے نام شامل ہیں۔

سلف صالحین واکابرین کے احوال سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ شب برأت میں عبادت وریاضت میں مشغول رہنا یہ ایک عمدہ ترین عمل ہے، لیکن کچھ لوگ ایسے ہیں جو اس رات میں عبادت وذکر اور وعظ ونصیحت پر مشتمل محفلوں کے منعقد کرنے کو بدعت ضلالۃ کہتے ہیں، جو سراسر غلط اور احادیث مبارکہ کے خلاف ہے، اس لئے کہ اس رات کی فضیلت پر کثرت کے ساتھ حدیثیں موجود ہیں اور لوگ تواتر کے ساتھ اس پر عمل کرتے چلے آرہے ہیں۔

شب برأت کی اہمیت تو اس سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ حدیث سبھی نے شب برأت کا ذکر کیا اور محدثین نے تو باضابطہ طور پر اپنی حدیث کی کتابوں میں شعبان کی پندرہویں رات کے عنوان سے باب ہی قائم کردیا۔

یہ بات بھی ذہن نشیں رہے کہ جب ائمہ حدیث اپنی کتاب میں کسی عنوان سے کوئی باب قائم کرتے ہیں اور اس باب کے تحت کئی حدیثیں لاتے ہیں تو اس سے مقصود صرف کتب حدیث میں اس موضوع پر باب قائم کرنا نہیں ہوتا بلکہ وہی ان کا عقیدہ و ایمان اور نظریہ ہوتا ہے۔

لہٰذا کتب احادیث کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن ماجہ، امام احمد بن حنبل، امام ابن خزیمہ، امام ابن ابی شیبہ، امام طبرانی، امام بیہقی الغرض جملہ محدثین کا یہی عقیدہ تھا کہ شب برأت شرف وبزرگی والی رات ہے اور اسی پر ان کا عمل بھی تھا، پھر بھی شب برأت سے متعلق احادیث کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ حدیث ضعیف ہے، یہ حدیث

* مضمون نگار خانقاہ عمادیہ، منگل تالاب، پٹنہ بہار سے متعلق ہیں۔

ضعیف ہے یہ صرف اور صرف لاعلمی اور ہٹ دھرمی ہے۔

اس لئے کہ شب برأت سے متعلق حدیثیں دس سے زائد صحابہ کرام نے روایت کی ہیں اور ہر ایک کی سند الگ الگ ہے، پھر ان سے تابعین نے اتنے ہی سندوں کے ساتھ روایت کیا پھر ان سے تبع تابعین نے اتنے ہی سندوں کے ساتھ روایت کیا پھر ان سے ائمہ حدیث نے اتنے ہی الگ الگ سندوں کے ساتھ روایت کیا اور یہ سندیں اس درجہ کو پہنچ جاتی ہیں کہ اگر کسی ایک سند میں کسی وجہ سے ضعف بھی پالیا جائے تو دوسری سند اسے تقویت دے دیتی ہے۔

اگر اس میں بھی کسی وجہ سے ضعف پالیا جائے تو تیسری سند اسے تقویت دے دیتی ہے۔ پھر اتنے سارے محدثین نے مختلف طرق سے ان احادیث کو روایت کیا ہے کہ اس میں ضعف کی مجال ہی نہیں رہ جاتی ہے بلکہ وہ حدیث محدثین کے یہاں صحت کو پہنچ جاتی ہے۔

مزید یہ کہ جملہ محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث بھی مقبول ہوتی ہے اور شب برأت سے متعلق حدیثوں کو تو اس قدر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے روایت کیا ہے کہ یہ چیز تو تصور میں ہی نہیں آنی چاہئے کہ یہ ضعیف ہے۔

شب برأت کی فضیلت

۱ ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کو شعبانُ المعظم سے زیادہ کسی مہینے میں روزہ رکھتے ہوئے نہ دیکھا۔

(ترمذی، ج2،ص182، حدیث736)

۲ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک رات میں نے حضور نبی پاک ﷺ کو نہ پایا تو میں آپ ﷺ کی تلاش میں نکلی تو آپ مجھے جنت البقیع میں مل گئے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرھویں رات کو آسمان دنیا پر تجلی فرماتا ہے اور قبیلہ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ لوگوں کو بخشش دیتا ہے۔ (ترمذی، ج2،ص183، حدیث 739)

۳ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ص ﷺ نے ارشاد فرمایا جب پندرہ شعبان کی شب آتی ہے تو اللہ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور مشرک اور اپنے بھائی سے کینہ رکھنے والے لوگوں کے علاوہ سب کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ (مجمع الزوائد، حدیث نمبر ۱۲۹۵۷)

تیسری صدی ہجری کے بزرگ ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن عباس مکی فاکہی (م ۲۷۲ھ) اپنے زمانے کا مکہ مکرمہ کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جب شب برأت آتی تو اہل مکہ کا آج تک یہ طریقۂ کار چلا آرہا ہے کہ مسجد حرام میں جا کر نماز ادا کرتے ہیں، طواف کرتے اور ساری رات عبادت اور تلاوت قرآن میں مشغول رہتے ہیں، زم زم شریف پیتے اور اسی سے غسل کرتے ہیں اور اس رات میں ان اعمال کے ذریعے خوب برکتیں سمیٹتے ہیں۔'' (اخبار مکہ، جز3/ج2/84)

فقہ حنفی کی مشہور و معروف کتاب ''مراقی الفلاح'' میں اس رات کی فضیلتوں کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے:

''پندرہ شعبان کی شب کو عبادت کے ذریعہ زندہ کرنا مستحب ہے اس لیے کہ پورے سال کے گناہ اس سے معاف ہوتے ہیں اور پانچ راتیں ایسی ہیں جن میں دعائیں رد نہیں کی جاتیں، جمعہ کی رات، رجب کی پہلی رات، پندرہویں شعبان کی رات اور دونوں عید کی راتیں۔'' (کتاب الصلاۃ: باب الوتر وأحکامہ)

شب برأت کے معمولات

سنن بیہقی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ رسول اللہ نے اس رات کو ۱۴ر رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ ۱۴ر بار، قل شریف ۱۴ر بار، سورۂ فلق ۱۴ر بار، سورۃ الناس ۱۴ر بار، آیت الکرسی ایک بار اور آیت لقد جاءکم رسول من انفسکم آخر تک ایک بار پڑھی پھر فرمایا جو اس طرح کرے گا اسے ۲۰ر حج مبرور، ۲۰ر سال کے مقبول روزے کا ثواب ملے گا اور جو آئندہ دن روزہ رکھے گا، اسے ۱۲۰ر سال کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ بقیہ ص ۴۲ر پر

(از: غلام مصطفےٰ رضوی *)

مبلغ اسلام حضرت علامہ عبدالعلیم میرٹھی علیہ الرحمہ کی تصنیف لطیف

’’انسانی مسائل کا حل‘‘ ایک تجزیاتی مطالعہ

خیر کے مقابل شر ہمیشہ سرگرم عمل رہا ہے، اسلام کی صداقت وحقانیت نے جب دلوں کی دنیا کو مسخر کرلیا تو وہ مذاہب جن کی بنیاد اوہام پر تھی اور وہ انسانی عقل کی اختراع تھے، تلملا اُٹھے، جن آسمانی مذاہب کی شکلیں ان کے ماننے والوں نے بگاڑ کر رکھ دی تھیں، انھیں بھی اسلام کی سچائی اور صداقت سے بیر تھا اور وہ حسد وبغض کے جذبات سے مغلوب، اسلام کے مقابل ’’شر‘‘ کا یہ عمل سامنے آیا کہ نئے نئے افکار ونظریات وجود میں آئے، تمدنی وتہذیبی، ثقافتی ونظریاتی، سیاسی واقتصادی ہر طرح کے حملے کیے گئے، لیکن یہ فطری بات ہے کہ حق وصداقت کو دوام واستقرار ہے اور باطل کو ہزیمت وزوال۔

فطرت سے انحراف ہی انسانی مسائل کا سبب بنتا ہے، اسلام سے عداوت وبغض رکھنے والے افکار ونظریات کی بنیاد چوں کہ انسانوں کے ہاتھوں بنائے ہوئے اُصولوں پر تھی، اس لیے ان کی فکر نے انتشار وفساد کی فضا استوار کی اور تخریب وتباہی کا سامان ہوا، ادیانِ باطلہ جور وستم کی راہ پر گامزن تھے، انسانی سہاگ لٹ کر رہ گیا تھا، عصمتیں تار تار تھیں، دہشت گردی کا بازار گرم تھا، ایسے ماحول میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد ہوتی ہے اور دینِ فطرت کی ضیا پھیلتی ہے، انسانیت کی زلفِ برہم سنورتی ہے، سچائی راہ پاتی ہے، ہدایت وصداقت کا آفتاب طلوع ہوتا ہے، امام محمد شرف الدین بوصیری (م ۶۹۴ھ) فرماتے ہیں: ؎

فَاِنَّهٗ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا
يُظْهِرْنَ اَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ

ترجمہ: کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آفتابِ فضل وکمال ہیں اور انبیائے کرام ستارے ہیں؛ جو اسی آفتاب کی روشنی انسانوں کو تاریکیوں میں دکھاتے رہے ہیں۔(۱)

جس ذات پاک کے فیض سے انبیائے کرام ظلمتوں میں اُجالا پھیلاتے اور انسانیت کو فطرت کی راہ ’’شاہراہِ حق‘‘ دکھا کر عزت وعظمت عطا کرتے رہے؛ وہ ذات کیسی انسانیت نواز اور مرکز حق وصداقت ہوگی، اس کی عظمتوں کا اندازہ ہم اپنی عقل خام سے کیسے لگا سکتے ہیں، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دینِ فطرت کی طرف بلایا اور جبیں کا وَقار پامال ہونے سے بچا کر انسان کا دامن ستھرا فرما دیا۔

منفی اندازِ فکر

جریدۂ عالم پر اسلام کے اثرات جیسے جیسے بڑھتے گئے؛ ادیانِ باطلہ میں اضطراب بڑھتا گیا اور دینِ فطرت سے متعلق پروپیگنڈا کیا گیا کہ اسلام ایک عسکری دین ہے اور علم وفن سے اس کا کوئی رشتہ وتعلق نہیں، اس کی اشاعت بہ زورِ شمشیر وسناں کی گئی ہے، اس فکر غلط کے پرچار میں مغرب میں وجود پانے والے طبقۂ مستشرقین کا زیادہ حصہ رہا، گرچہ جنھوں نے سنجیدگی کے ساتھ اسلام کا مطالعہ کیا اور سیرت کا تجزیہ کیا ان میں اکثر نے اعترافِ حق کیا کہ اسلام ایک الہامی دین ہے اور یہ فطرت کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے، اس کے فیصلے اور ضابطے نقص وعیب سے مبرا ہیں، بہر کیف اسلام سے جدا راہوں کو کشادہ کرنے کی کوشش کی گئی، اس کے لیے تشدد اور ظلم کا سہارا لیا گیا، اسلام چوں کہ امن ومحبت اور اخوت کا درس دیتا ہے، اس لیے اس کے مقابلے میں برائیوں کو پروان چڑھایا گیا؛ جس سے انسانیت کا وَقار داغ دار ہوا اور یہ منفی اندازِ فکر باعثِ زوال ثابت ہوا۔

مبلغ اسلام اور اشاعت اسلام

مبلغ اسلام علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (ولادت ۱۵/

رمضان المبارک ۱۰ ۱۳۱ھ/ ۱۳؍ اپریل ۱۸۹۲ء— رحلت ۲۳؍ ذی الحجہ ۱۳۷۲ھ/ ۲۲؍ اگست ۱۹۵۴ء) اسلام کے سرگرم و مثالی مبلغ اور دانشِ نورانی سے آراستہ کامیاب داعی تھے، امام اہلِ سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی محدث بریلوی (م ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) کی صحبت بابرکت نے داعیانہ فہم و فراست کو مہمیز کیا اور جذبات کو عزم و حوصلہ دیا، جب ہم دعاۃ و مبلغین کی خدمات کا جائزہ لیتے ہیں تو مبلغ اسلام علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی جیسا ان کے عہد میں اور ما بعد دور میں کوئی نہیں دکھائی پڑتا، وہ اپنے داعیانہ اوصاف میں انفرادی شان کے حامل اور نمایاں نظر آتے ہیں، آپ نے دنیا کے بیشتر ملکوں میں اسلام کا پیغام پہنچایا، پڑھے لکھے افراد بھی قبولِ حق پر مائل ہوئے، نومسلموں کی تعلیم و تربیت کا انتظام و اہتمام کیا، مساجد و مدارس، جامعات و تعلیمی مراکز، اسکول و کالجز اور رفاہی و فلاحی ادارے قائم کیے، مختلف زبانوں میں رسائل و جرائد جاری فرمائے۔

بساطِ دعوت و تبلیغ پر اسلوب کی اہمیت مسلّم ہے، قرآن مقدس میں رب تعالیٰ کا ارشاد اس پر غماز ہے:

''اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَ الْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ۔ (۲) اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔'' (کنز الایمان)

آپ نے اسی اسلوب کا اپنا کر ایسے نقوش قائم کیے کہ جن کے زاویئے متاثر کن ہیں، اس کی جھلک آپ کے لیکچرز اور تصانیف دونوں جگہ دکھائی دیتی ہے، ۱۷؍ ویں صدی عیسوی میں جو مادی انقلاب رونما ہوا؛ اس نے ایک نئی فکر کو پروان چڑھایا اور اسلام سے عار رکھنے والے زعمائے مغرب کا یہ ذہن بنا کہ ہم اپنی عقلی تحریک کے بل بوتے پر اسلام کو ختم کر دیں گے، شاید یہ وہم اسی لیے پیدا ہوا کہ وہ عقل کو قبلہ قرار دے لیے تھے اور اس کے مقابلے میں روحانیت کو کم تر سمجھتے تھے، ان کا یہ گمان زیادہ مدت تک قائم نہ رہ سکا، اس لیے کہ اسلام جہاں اپنی صداقت و حقانیت کے ناقابلِ تردید روحانی دلائل رکھتا ہے، وہیں عقلی استدلال کی بے پناہ قوت بھی اور عقل اس کے اصولوں کی تائید پر مجبور ہے، ہر عقلی موشگافی کا نتیجہ اسلام کے دل کش حسن کو اجاگر کرے گا۔

عقلی تحریک کے دعوے داروں نے دہریت و لادینیت کے فتنے کو جنم دیا اور دنیا تباہی کے دہانے پر جا پہنچی، عقلی تحریک نے فطری نظام کو سبوتاژ و ملیامیٹ کرنے کی کوشش کی، حقوق سلب کیے گئے، غریبوں کو کچلا گیا، عدم توازن کی ایسی فضا تیار کی گئی کہ معاشرتی بگاڑ پیدا ہوا، ناانصافی، ظلم و تعدی عقلی تحریک کی پیداوار ہیں جن کی کوکھ سے دہشت گردی کا وجود ہوا؛ اس طرح کائنات میں افراتفری واقع ہوئی، ایسے روح فرسا ماحول میں اسلام ہی انسانی مسائل کا حل ہے اور انسانیت کا رہنما و محافظ۔

انسانی مسائل کا حل

مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ نے مادی انقلاب سے پیدا ہونے والے زوال کا مشاہدہ کیا تھا اور مادی معاشرے میں انسانی اقدار کی بربادی دیکھی تھی، اس لیے درد کا درماں بھی کیا اور جہاں اپنے دعوتی پیغام کو روحانی دلائل کے ساتھ عقلی دلائل سے سجایا، وہیں ایسی کتابیں بھی لکھیں، جن میں دعوتِ فکر دی اور قبولِ حق کا پیام بھی، آپ کی تصنیف ''انسانی مسائل کا حل''، ایسی ہی ہے، جو دراصل آپ کے ایک انگریزی لیکچر کا اُردو ترجمہ ہے۔

راقم کے پیشِ نظر اس کا جو مطبوعہ نسخہ ہے وہ ورلڈ اسلامک مشن کراچی کا شائع کردہ اور ۲۲؍ صفحات پر مشتمل ہے، لیکن معیار کے اعتبار سے کثیر صفحات پر بھاری، اس کا سنِ اشاعت ۲۰۰۸ء ہے اور مترجم پروفیسر محمد حسین آسی ایم. اے. ہیں۔

کتاب کی زبان سادہ، اسلوب عام فہم اور استدلال کی قوت غالب ہے، عقلی دلائل نے مادیت سے مرعوب ذہنوں کو اپیل کی ہے اور اسلام کی سچائی کو تمثیلی انداز اور سنجیدہ طریقے سے پیش کیا ہے، مترجم نے مبلغ اسلام کی تحریر کے اسلوب کا پورا پورا خیال رکھا، یہی سبب ہے کہ پوری کتاب پڑھ جانے پر بھی کہیں یہ محسوس نہیں ہوتا کہ ترجمہ پڑھ رہے ہیں بلکہ ایسا لگتا ہے کہ اصل

تحریر سے استفادہ کررہے ہیں..... راقم اس مقالے میں ''انسانی مسائل کا حل'' کے چند گوشوں کا اجمالی جائزہ پیش کرے گا۔

مبلغ اسلام کی دعوت کا یہ انداز بڑا اہم ہے کہ پہلے زمین ہموار کرتے ہیں، مسائل ذکر کرتے ہیں پھر ان کا تصفیہ اور حل پیش کرتے ہیں، مثالوں سے بات کی وضاحت بھی خوب کرتے ہیں، ہر جگہ اشاعتِ حق کا جذبہ موجیں مارتا دکھائی دیتا ہے، جس سے آپ کی تحریر میں اصلاح کا پہلو صاف محسوس ہوتا ہے، آپ کی مومنانہ فراست کے اثرات نے شوریدہ زمینوں کو گلزار بنا دیا اور تحریر میں اثر پذیری بھی بہ درجۂ اتم موجود۔ ؎

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن

گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

مبلغ اسلام کی تحریر کا انداز داعیانہ ہے، اس لیے موضوع چاہے کوئی بھی ہو یہی انداز جلوہ گر رہتا ہے، حتیٰ کہ سائنسی واقتصادی، سیاسی وسماجی اور تعلیمی وفکری مسائل پر بھی جو کچھ لکھا اس میں بھی یہ فضا برقرار ہے، اس پر کتاب ''انسانی مسائل کا حل'' دلیل ہے۔

فکر کی پرواز

انسانی مسائل کا حل میں مبلغ اسلام منطقی انداز میں ذہن میں اٹھنے والے سوالات کو پہلے بیان کرتے ہیں۔.. انسان کا ذہن بڑا عالی ہے، اس کی پروازِ فکر کو وسیع فضائیں عطا کی گئی ہیں، فطرت نے اسے بڑی صلاحیتوں سے نوازا ہے مبلغ اسلام کے الفاظ میں:

''انسان عالم گیر اصولوں سے خاص نتائج اور خاص واقعات سے عالم گیر اصول اخذ کرنے کی اہلیت رکھتا ہے، وہ حکیمانہ اقوال اور ضرب الامثال وضع کرسکتا ہے، شاعرانہ تصور اور بلند پروازِ تخیل سے مجردات کی سیر کرسکتا ہے، وہ اگر مادے کے خواص کی تحلیل سے عاجز نہیں تو ذرے کا سینہ چیر سکتا ہے، لیکن ان سب حقائق کے باوجود اسے اپنے ننھے سے ذہین دماغ کے مقابلے میں دنیا بہت وسیع معلوم ہوتی ہے، جوں جوں وہ (انسان) علم کی تلاش میں آگے بڑھتا جاتا ہے توں توں اسے حقیقت کی بے پایاں وسعت کا یقین ہوتا جاتا ہے، گویا وہ کسی تازہ انکشاف سے اس حقیقت کو بھی پالیتا ہے کہ بے شمار حقائق ابھی پردۂ خفا میں ہیں۔ (جنھیں دریافت کرنا ابھی باقی ہے) اس طرح علم کی پیاس کبھی بجھتی ہی نہیں ہے۔'' (۳)

انسان کی بے بسی

مبلغ اسلام لکھتے ہیں:

''حصولِ علم کی اس تمام جدوجہد کے باوجود انسان صرف جزوی طور پر ہی کسی ایسی حقیقت کو پاسکتا ہے جس کا انکشاف حال میں ہو رہا ہے یا ماضی میں ہو چکا ہے، مستقبل کے بارے میں وہ بالکل بے خبر ہے، وہ استقرائی طریقے سے نتیجہ نکالنا چاہتا ہے مگر اس نتیجے پر خود اسے مکمل یقین نہیں ہوتا، اس سلسلے میں علم ہیئت سے بھی مدد لینے کی کوشش کرتا ہے مگر بے سود، ماضی، حال اور مستقبل کا جامع اور یقینی علم اس کے بس سے باہر ہے۔'' (۴)

مادیت کی ناکامی

مادی دنیا کے مشاہدے سے بہ آسانی روح کی قدر کا اندازا ہوسکتا ہے، یہ حقیقت ہے کہ انسان مستقبل کا حتمی علم نہیں رکھتا، اس لیے انسانی فکر ٹھوس رہنمائی نہیں کرسکتی، اس لیے کہ ان سب کی بنیاد مادیت پر ہے روحانیت پر نہیں، مبلغ اسلام فرماتے ہیں:

''انسان (ذہنی) سکون اور (قلبی) چین کے حصول کی خاطر لگاتار جدوجہد کرتا تو ہے مگر صرف مادیات میں، اسی لیے ناکام رہتا ہے کسی مادی سمت سے (اپنی جستجو کا) آغاز کر کے تھوڑی بہت کامیابی حاصل کر بھی لیتا ہے مگر جب اسے اپنے انتہائی مقصود کے آئینے میں دیکھتا ہے تو وہ اسے دور ہی نظر آتا ہے، مال و دولت، صحت وتندرستی اور شاندار عائلی زندگی بھی اسے وہ ذہنی وروحانی سکون مہیا نہیں کرسکتی جس کے ہم سب تہِ دل سے متمنی ہیں، یہ چیزیں تو ضمنی عناصر کا کام ہی دے سکتی ہیں اور وہ بھی کب؟ جب مقصود کا صحیح احساس ہو۔'' (۵)

اس مقام پر مبلغ اسلام اپنے مخصوص دعوتی اسلوب میں مشاہدہ بیان کرتے ہیں جس میں تمثیل کا پہلو بھی ہے:

''بحیثیت ایک فرد کے میں نے اسے (ذاتی) تجربے سے

سمجھنے اور حل کرنے کی کوشش کی ہے، میں ایک ملک سے دوسرے ملک اور ایک براعظم سے دوسرے براعظم میں گیا ہوں، دنیا کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک دیکھ چکا ہوں، میں نے یونیورسٹیوں اور لائبریریوں میں حقیقت کی تلاش کی ہے، میں نے تجربہ گاہوں میں سائنسی جدوجہد سے رابطہ قائم کیا ہے، بازار اور صنعتی میدان میں انسانیت کے رجحانات کا مشاہدہ کیا ہے، زندگی کے نشیب و فراز سے گزرا ہوں اور اس طرح مادی وسائل سے حاصل ہونے والی خوشی اور تسکین سے بے خبر نہیں ہوں، لیکن ان تجربات میں اگر کوئی یقینی، صاف اور واضح ہے تو صرف یہ کہ ایسی خوشی ہمیشہ وقتی اور لمحاتی ہوتی ہے جو آخر کار دکھوں اور پریشانیوں کے طوفان کے پیچھے روپوش ہو جاتی ہے، بالکل اسی طرح جیسے بارش اور کڑک والی سخت اندھیری رات میں گھنگھور سیاہ بادل چاند کا خوبصورت چہرہ چھپا دیتے ہیں، میں نے ذہنی سکون اور قلبی تسکین یعنی حقیقی مسرت کی تلاش کی مگر وہ مادی دنیا مہیا نہ کر سکی۔'' (۶)

اپنے مشاہدے سے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ اس طرح ہے:

''یہ چیز مذہبیت میں دستیاب ہو سکتی ہے جس سے روحانی اور اخلاقی دنیا کے نئے نئے افق سامنے آتے ہیں، مذہب ہی میں اس کی جستجو ممکن ہے کیوں کہ وہی اس کا مدعی بھی ہے، حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ (حقیقی مسرت فراہم کرنا) مذہب کا اہم مسئلہ ہے۔'' (۷)

مذہب اور ازم

یہاں ایک سوال یہ بھی سر ابھارتا ہے کہ مذہب کیا ہے؟ انسانوں نے جن افکار کی تشکیل کی وہ در اصل ازم ہیں جن کی ناکامی ظاہر ہو گئی بہ زعم وہ اسے مذہب کہیں لیکن وہ مذہب نہیں، وہ رہنمائی سے محروم ہیں، مبلغ اسلام فرماتے ہیں:

''آج دنیا میں بیسیوں مذاہب، فرقے اور ازم ہیں، اگر اس کی تعریف یوں کی جائے کہ مذہب اس نظریئے کا نام ہے جو بنیادی زندگی سے متعلق ہے اور جو مجموعی طور پر گویا فلسفۂ حیات ہے تو مختلف نظریات کی کثیر تعداد کا یہی دعویٰ ہے، موجودہ دور میں کئی اسکالرز اور مفکر، معلم کی حیثیت سے سامنے آئے ہیں اور انھوں نے کوئی نہ کوئی ازم پیش کر کے اسی کو مذہب کا درجہ دے دیا ہے، مارکس ازم، ہٹلر ازم اور گاندھی ازم اسی کی چند مثالیں ہیں۔'' (۸)

ازموں کی ناکامی کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جب ہم سنجیدگی سے ان ازموں پر غور کرتے ہیں تو پہلی چیز جو ہمیں کھٹکتی ہے یہ ہے کہ وہ سب انسانی دماغوں کی پیداوار ہیں، کتنے ہی ذہنی ارتقا سے آراستہ کیوں نہ ہوں مگر ہیں تو انسانی فکر کا نتیجہ........انسان ہونے کی حیثیت سے ان کی اہلیت، علم اور زاویۂ نگاہ محدود تھا لہٰذا نہ تو ان کا علم یقینی ہو سکتا ہے اور نہ وہ فیصلے ہی جو انھوں نے صادر کیے، چنانچہ اس صورت حال میں ان ازموں اور ان کے معلموں پر ابدی نجات وفلاح اور حقیقی مسرت کے حصول کے لیے کیوں کر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔'' (اس کے بعد ان کی فطری خامی کی طرف اس طرح اشارہ کرتے ہیں۔)

''معلوم ہوا کہ اولین ضرورت ہی جو ان ازموں کو معتبر بنا سکتی تھی، مفقود ہے، رہیں وہ غلط سلط چیزیں جو ان کی تعلیم میں بنیادی طور پر شامل ہیں سو انھیں تفصیل سے زیر بحث لانے کا یہ موقع نہیں، یہی کہنا کافی ہے کہ وہ انسانی ذہنوں کی پیداوار ہیں جو فطری طور پر نہ تو اب بے عیب ہیں اور نہ کبھی تھے۔'' (۹)

۱۹۵۰ء میں دعوتی سفر کے دوران مبلغ اسلام جاپان بھی گئے جہاں دانش وروں کے ایک اجتماع میں ایک مقالہ مسلمانوں کے سائنسی کارناموں سے متعلق بہ عنوان The Cultivation of Science by the Muslims پیش کیا، اس میں بھی نظریاتی یلغار کے مابین مذہب (اسلام) کی قدر و صداقت سے متعلق فرمایا تھا:

''رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف سنگھائی (Royal

Asiatic Society of Shanghai) کے ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے میں نے واضح کیا تھا کہ سائنس اور مذہب کے باہمی تضاد کا مفروضہ صرف غلط فہمیوں کی بنیاد پر ہے اور مجھے انتہائی مسرت ہوئی کہ میری اس بات کو غیر معمولی طور پر سراہا گیا، بلاشبہ جن لوگوں کے نزدیک مذہب اور سائنس کے مابین تضاد موجود ہے وہ حقیقتاً مذہبی نظریہ کو غلط معانی دیتے ہیں، وہ دراصل مذہب نہیں ہے وہ دیومالائی قصے ہیں اور توہمات کے سوا کچھ نہیں، حقیقت یہ ہے کہ مذہب بہ ذات خود ایک سائنس ہے۔'' (۱۰)

مطالعۂ کائنات اور خالق کائنات

مخلوق کا مشاہدہ خالق کی سمت رہنمائی کرتا ہے، مبلغ اسلام فرماتے ہیں:

''جب ہم اپنے اردگرد (ایک وسیع) کائنات، ستاروں سے بھر پور آسمان اوپر، گوناگوں مخلوق نیچے دیکھتے ہیں اور جا بجا ایک (حسین) ترتیب اور (متوازن) نمونے کا مشاہدہ کرتے ہیں تو ہم مجبوراً اس نتیجے پر پہنچ جاتے ہیں کہ یقیناً کسی نہ کسی مصور وصانع اور خالق کا ہونا ضروری ہے، جسے بجا طور پر کائنات کا موجد عظیم باعث اوّل کہا جا سکے، عقل اسے کیوں کر تسلیم کر سکتی ہے کہ یہ وسیع کائناتی نظام کسی بنانے والے کے بغیر ہی ظہور پذیر ہو گیا ہو۔ (بہ الفاظ دیگر) مخلوق خود ہی اپنے خالق کی نشان دہی کر رہی ہے۔'' (۱۱)

مبلغ اسلام کے اس نکتے پر قرآن مقدس سے ایک دلیل دینا زیادہ مناسب سمجھتا ہوں، جس میں نظام کائنات میں غور و خوض کی تعلیم دے کر خالق حقیقی کی سمت رہنمائی کی گئی ہے اور دعوتِ فکر بھی ہے:

''اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ (۱۲) بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات و دن کا بدلتے آنا اور کشتی کہ دریا میں لوگوں کے فائدے لے کر چلتی ہے اور وہ جو اللہ نے آسمان سے پانی اتار کر مردہ زمین کو اس سے جلا دیا اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہواؤں کی گردش اور وہ بادل کہ آسمان و زمین کے بیچ میں حکم کا باندھا ہے، ان سب میں عقل مندوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں۔'' (کنز الایمان)

مبلغ اسلام کے بیان کردہ اس پہلو کی مزید توضیح انھیں کے ایک اصول سے کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

''اب ہر عقل مند کا فرض ہے کہ وہ اپنی عقل کو بروئے کار لائے اور سوچے کہ کیا اسے انسان کے گھڑے ہوئے نامکمل نظریات کو اختیار کرنا ہے، یا ہر چیز کے جاننے والے خدا کی طرف سے آئی ہوئی مکمل راہِ ہدایت کو۔۔'' (۱۳)

دعوت فکر

وجود باری سے متعلق عقلائے زمانہ کو غور و فکر کی دعوت دیتے ہوئے مبلغ اسلام علامہ شاہ عبدالعلیم میرٹھی فرماتے ہیں:

''اسے معمولی عقل سے بھی سمجھا جا سکتا ہے، ہر سچا اور غیر متعصّبانہ فلسفہ اور سائنسی نظریہ بھی اس کا موید ہے۔ (یہ طے ہو چکا تو) منطقی جرح وقدح کے مطابق یہ بھی ضروری ہے کہ وہ (باعث ہستی) خلاق اکبر، ہمہ داں اور (اپنے علم و قدرت سے) ہر جگہ موجود ہے۔''

منکرین! عقل سے بے بہرہ تھے، اسی لیے یہ بات جو آسان بھی ہے اور مشاہداتی بھی ان کی سمجھ میں نہ آئی، مبلغ اسلام فرماتے ہیں:

''حیاتِ انسانی میں اس اعتقاد کو (وجود باری تعالیٰ کے عقیدے کو) عالم گیر حیثیت حاصل رہی ہے اس سے فقط انھی افراد نے انکار کیا ہے جن کے جذباتی تعصب نے انھیں عقل وخرد سے بے نیاز ہو کر سوچنے پر آمادہ کیا۔'' (۱۴)

عقل کو آستاں سے دور نہیں
اس کی تقدیر میں حضور نہیں

نظام کائنات پر تفکر یہ بتاتا ہے کہ پورا نظام کسی کے تابع ہے اور ہر ایک فطرت کے مطابق حرکت پذیر، دوسرے الفاظ میں کائنات کا ہر جز اللہ تعالیٰ کے احکام کی متابعت کی بنیاد پر ''مسلم'' ہے:

''وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّاِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ۔ (۱۵) اور اسی کے حضور گردن رکھے ہیں جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں خوشی سے اور مجبوری سے اور اسی کی طرف پھریں گے۔'' (کنزالایمان)

انبیا کا آفاقی پیغام

انسانوں کی رہنمائی کے لیے انبیا تشریف لائے اور خدا کی اطاعت کی تعلیم دی، فطرت سے انحراف کرنے والوں کو، مبلغ اسلام، انبیائے کرام کے مشن سے متعلق عقلی بات سمجھاتے ہیں:

''خدا سے پیغامات حاصل کرنے اور خلق تک پہنچانے کی بنا پر انھیں مذہبی اصطلاح میں رسول یا نبی کہا جاتا ہے، بلکہ ہر قسم کی ظاہری تعلیم حاصل نہ کرنے کے باوجود، وہ بلند ترین عقل وعلم کی باتیں سکھاتے ہیں۔'' (۱۶)

انبیا کے پیغام کو جب فراموش کر دیا جاتا تب دوسرے نبی جلوہ گر ہوتے اور پیغام کی تکمیل فرما دیتے اور حقانیت کی راہ دکھاتے، بعثتِ انبیا کا سلسلہ جاری رہا اور آخر وہ وقت بھی آیا جب پوری انسانیت تاریکی کی نذر ہو گئی اور عالم گیر رہنمائی کی محتاج، مبلغ اسلام کے الفاظ میں:

''یہ سب (حضرات انبیائے کرام علیہم السلام باری باری) تشریف لا کر اپنا اپنا کام (یعنی خلق کی ہدایت) کرتے گئے، حتیٰ کہ ایک ایسا وقت بھی آ گیا جب حیاتِ انسانی ایک عالم گیر تاریکی میں محصور ہو گئی... عالم گیر اصلاح کے لیے ایک عالم گیر پیغام کی ضرورت تھی اور جس خدائے واحد و یکتا نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سب رسولوں کو وحی بھیجی تھی، حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلاۃ والسلام والتحیۃ والثنا کو بھی وحی بھیجی، وہی جنھوں نے تاریخ انسانیت میں بالکل پہلی بار خدائی حکم کے مطابق یہ دعویٰ کیا: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا۔ (پ۹، ع۱۰) اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں۔'' (۱۷)

اس میں ختمِ نبوت کی یہ دلیل بھی مل گئی کہ دوسرے انبیا کسی خاص علاقہ یا قوم میں جلوہ گر ہوتے تھے، لیکن سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعوت پیش کی وہ عالم گیر تھی اور اس آفاقی دعوت سے تمام انسانیت کو رہنمائی و ہدایت ملی جس کی مثال تاریخِ انسانی میں نہیں ملتی۔

آخری پیغام کی عقلی دلیل

مبلغ اسلام اپنے دعوتی اسلوب میں عقلی تجزیہ پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تشریف لائے جب پریس (Press) اور پیغام کو ہمیشہ کے لیے محفوظ رکھنے کے دوسرے ذرائع ان سائنسی کوششوں کے نتیجے میں رونما ہونے ہی والے تھے جن کا آغاز خود آپ کے غلاموں نے کیا، آپ کا پیغام مستقل اور ابدی ہے، کیوں کہ رب تعالیٰ نے خود درج ذیل الفاظ میں اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ (سورۃ الحجر ۹) بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔'' (کنزالایمان)

اور اس کے کامل ہونے کا اعلان یوں فرمایا ہے:

''اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ [المائدۃ ۴] آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔'' (۱۸)

[کنزالایمان]

یہاں قرآن کے الفاظ میں یہی پیغام کھل کر سامنے آتا ہے:

''اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ۔ (۱۹) بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔'' (کنزالایمان)

اسلام کے اصولوں پر عمل بالخصوص سرکار اقدس صلی اللہ علیہ

وسلم کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل کی ترغیب دیتے ہوئے حقیقی مسرت کے حصول کا راز ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں اور قوانین الہٰی کی اطاعت و پیروی کی تلقین بھی:

''سچی مسرت اور حقیقی کامرانی خدائے تعالیٰ کے مقرر کردہ اور برگزیدہ رسولانِ کرام کے لائے ہوئے قوانین کے مطابق زندگی کے جسمانی اخلاقی اور روحانی پہلوؤں کی متوازن نشوو نماہی سے حاصل کی جاسکتی ہے۔'' (۲۰)

قوانین اسلام پر عمل کرنے کے نتیجے میں سکون قلب، تسکین روح اور مسرت کا حصول ہوگا، مبلغ اسلام نے ''انسانی مسائل کا حل'' میں مذہب کی ضرورت کے ضمن میں محسوسات پر بھی سائنٹیفک انداز میں گفتگو کی ہے اور حقیقی مسرت کے حصول کے لیے رجوع الی اللہ اور قرب الٰہی کے پہلو پر قرآن مقدس سے دلیل قائم کرکے روشنی ڈالی ہے۔

قرب الٰہی

مبلغ اسلام اس پہلو سے ایک مثال دیتے ہیں جو ہر ذی شعور کی سمجھ میں بہ آسانی آئے گی:

''روزمرہ کی زندگی میں اگر آپ کسی ایسے شخص سے اچھی طرح منسلک ہوجائیں جو کسی قسم کی طاقت رکھتا ہو تو آپ اپنے اندر بھی ایک نئی قوت محسوس کریں گے، اب اس ذات سے حصول قرب کا اندازا کیجیے جو زندگی، نور کمال اور قوت کا حقیقی منبع ہے۔'' (۲۱)

اس مقام پر مبلغ اسلام نے ان انسانوں کی حالت زار کو بیان فرمایا ہے جو محرومی کا شکار ہیں نیز اس کے اسباب بھی بیان فرمائے جن کے باعث بندہ قرب الٰہی سے محروم ہو رہتا ہے۔

عبادت

کیا رب قدیر نے جو ہم پر والدین سے زیادہ مہربان ہے اور جس نے اسی بنا پر اپنے رسولان کرام علیہم السلام کے ذریعے ہماری رہنمائی کا بندوبست فرمایا، اپنے ذکر کا کوئی بہترین طریقہ بھی سکھایا ہے، کیا عبادت کی معینہ صورتیں یا ایک ہی وقت کی عبادت سودمند یا کافی ہے، یہ وہ سوالات ہیں جو ہمارے دماغ میں ابھرتے ہیں اور جن کا جواب خود قرآن حکیم نے دیا ہے، ہمیں حکم ہے کہ پانچ دفعہ تو فرض نمازیں ادا کریں اور ان کے علاوہ زندگی کا لمحہ لمحہ اپنے رب کی یاد سے معمور رکھیں، الہامی کلام کے الفاظ میں:

''الَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوۡدًا وَّ عَلٰی جُنُوۡبِہِمۡ۔

(آل عمران ۱۹۱) جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے۔'' (کنز الایمان)

اس مقام پر مبلغ اسلام عبادت و ذکر الٰہی کی دو صورتیں ذکر کرتے ہیں:

''(۱) ہم ہر لمحے کے اختتام پر یہ یاد رکھیں کہ تمام قوت و خوبی اسی (ذات باری) سے ملتی ہے، وہی اصل میں ہر حسن و کمال دینے والا اور ہم تو محض اس کے بھکاری ہیں۔ (۲) کوئی بھی عمل کرتے وقت باخبر رہیں کہ یہ کام خدا کے اتارے ہوئے اور خدا کے سکھائے ہوئے قوانین کے مطابق ہے کہ نہیں۔'' (۲۲)

عمل کی ترغیب کا منطقی انداز

ایک مشفق استاذ یہ چاہتا ہے کہ اپنا درس طالب علم کے ذہن میں اتار دے اور ایسا کہ وہ اسے پھر نہ بھولے اس لیے استاذ مثالوں سے اپنی بات کو آسان اور قابلِ فہم بناتا ہے، مبلغ اور داعی کا وصف یہی بتایا گیا ہے کہ وہ پُر از حکمت کلام کرتا ہے اور اسلام کی تعلیمات کو سلجھے ہوئے انداز میں پیش کرکے فکر پر خوشگوار اثرات مرتب کرتا ہے، مبلغ اسلام اس جوہر سے مرصع تھے اور ایک مشفق و کامیاب استاذ بھی، جو حق کی دعوت کے نکات کو ذہن نشین کرانے کا فن خوب جانتے تھے، کچھ ایسا ہی انداز اس اقتباس میں دکھائی دیتا ہے، جس میں عمل کی ترغیب بھی ہے اور اسلام کی تعلیمات کی سچائی پر دعوتِ فکر بھی:

''جس طرح سائنس کا کوئی نظریہ عملی تجربے سے تائید لیے بغیر مکمل طور پر سمجھ میں نہیں آسکتا بالکل اسی طرح آپ اسے بھی عملی طور پر آزمائیں یہ کارروائی خود نظریئے کی صداقت کا ثبوت پیش کردے گی، جب آپ اپنے اعمال کی بنیاد ذکر خدا

پر رکھیں گے تو جلد ہی اپنی زندگی کو خدائے الٰہی کے مطابق ایک متوازن سانچے میں ڈھلی ہوئی پائیں گے۔'' (٢٣)

انسانی مسائل کے حل کا پیغام

اپنے معرکۃ الآرا مقالہ ''انسانی مسائل کا حل'' کے آخر میں مبلغ اسلام، اسلام پر ثابت قدمی کا پیغام عقیدے کی بنیاد پر ان الفاظ میں دیتے ہیں، جن میں ادیانِ باطلہ کی تردید کے ساتھ ہی تنبیہ بھی ہے اور قلبی واردات کی کیفیت بھی:

''خبردار! خدا ہی آپ کا مالکِ حقیقی اور شہنشاہِ ازلی ہے، اس کے احکام کے آگے سرِ تسلیم خم کر کے اس کے رسولوں کی اتباع کیجیے، جن میں آخری حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا ہیں، اسی راستے پر خود چلیے اور اسی کی دوسروں کو تلقین کیجیے اور اسی پر چل کر فوز وفلاح، ابدی سکون اور دوامی مسرت حاصل کیجیے۔'' (٢٤)

اس پیغام کو ہم مبلغ اسلام کی ''اذانِ سحر'' بھی کہہ سکتے ہیں جس میں حق کی اشاعت کا جذبۂ صادق موجود ہے، جس سے گلستانِ حیات میں تازگی کا احساس ہوتا ہے، اقبال نے کہا تھا: ؎

وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستان وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

اختتامیہ

نجات ومسرت کا حصول صرف قوانین فطرت کی اطاعت میں پنہاں ہے، اس سے بغاوت کی کوکھ سے ہی مسائل سر ابھارتے ہیں اور انسانیت ذلت وپستی اور رسوائی سے دوچار ہوتی ہے، مبلغ اسلام نے انسانی کمزوریوں کی خوب نشاندہی کی ہے اور اس کے تدارک کی دوا تجویز کی ہے۔ ''انسانی مسائل کا حل'' میں آپ نے یہی فکر دی کہ فطرت کو اپنایا جائے اور خلافِ فطرت سے اجتناب برتا جائے، تب دنیا مسرت کا گہوارا بنے گی اور امن وسکوں کا گلستاں اور یہ حقیقی مسرت دین فطرت میں ہے جسے ''اسلام'' کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے، یہاں اس مفہوم کی وضاحت میں مبلغ اسلام کے افکار کے عطر سے ایک نمونہ پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں جس کی خوشبو یقیناً وجود کو مہکا دے گی:

''اسلامی تعلیمات کے مطابق قادرِ مطلق رب پر ایمان رکھنا اور اس کے احکامات کے آگے سرِ تسلیم خم کر دینا انسانی فطرت ہے، ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ۔ (صحیح بخاری، کتاب الجنائز؛ باب: ما قیل فی أولاد المشرکین) یعنی ہر پیدا ہونے والا فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے۔

صحابہ نے عرض کی: فطرت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: طبیعتِ اسلام، اس لیے اسلام فطرت کا مترادف ہے اور فطرت ''اسلام'' کے مترادف، اسلام کی ساری تعلیمات فطرت سے ہم آہنگ ہیں۔'' (٢٥)

اس فطرت سے انحراف کی بنیاد پر ہی دنیا طرح طرح کے مسائل سے گزر رہی ہے، انسانی مسائل کا حل صرف اسلام میں ہے اور حق کی راہ روشن ہے، مبلغ اسلام علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی کے مرشد گرامی امام احمد رضا نے بجا ہی فرمایا ہے ؎

ترے دین پاک کی وہ ضیا کہ چمک اٹھی رہِ اصطفا
جو نہ مانے آپ سقر گیا کہیں نور ہے کہیں نار ہے

حوالہ جات:

(١) نفیس احمد مصباحی، مولانا، کشف بردہ، طبع المجمع القادری مبارک پور ٢٠٠۵ء، ص ٢١٦ (٢) سورۃ النحل ١٢۵ (٣) عبدالعلیم میرٹھی، علامہ، انسانی مسائل کا حل، مترجم محمد حسین آسی، پروفیسر، ورلڈ اسلامک مشن کراچی ٢٠٠٨ء، ص ٢ (٤) مرجع سابق، ص ٢-٣ (۵) مرجع سابق، ص ٣ (٦) مرجع سابق، ص ۵-٦ (٧) مرجع سابق، ص ٦ (٨) مرجع سابق، ص ٦-٧ (٩) مرجع سابق، ص ٧-٨ (١٠) عبدالعلیم میرٹھی، علامہ، سائنس کے فروغ میں مسلمانوں کا حصہ، مترجم رضا فاروقی، مشمولہ تبرکات مبلغ اسلام، اویسی بک اسٹال گوجرانوالہ ٢٠٠٤ء، ص ٤٩١ (١١) عبدالعلیم میرٹھی، علامہ، انسانی مسائل کا حل، مترجم محمد حسین آسی، پروفیسر، ورلڈ اسلامک مشن کراچی ٢٠٠٨ء، ص ٨-٩ (١٢) سورۃ البقرۃ ١٦٤ (١٣) عبدالعلیم میرٹھی، علامہ، اسلام کے اصول، مترجم محمد حسین آسی، پروفیسر مشمولہ تبرکات مبلغ اسلام، اویسی بک اسٹال گوجراں بقیہ ص ٦٦ / پر

محبت کا ایک انوکھا انداز

سوشیل میڈیا سے

◆ ایک ڈاکٹر تھے، اکثر ایسا ہوتا کہ وہ نسخے پر ڈسپنسر کے لئے لکھتے، کہ اس مریض سے پیسے نہیں لینے اور جب کبھی مریض پوچھتا کہ ڈاکٹر صاحب آپ نے پیسے کیوں نہیں لئے؟ تو وہ کہتے کہ مجھے شرم آتی ہے، کہ جس کا نام ابوبکر ہو، عمر ہو، عثمان ہو، علی ہو یا خدیجہ، عائشہ اور فاطمہ ہو، میں اس سے پیسے لوں۔

ساری عمر انہوں نے خلفائے راشدین، امہات المومنین اور بنات رسول ﷺ کے ہم نام لوگوں سے پیسے نہ لئے، یہ ان کی محبت اور ادب کا عجیب انداز تھا۔

◆ امام احمد بن حنبل نہر پر وضو فرما رہے تھے، کہ ان کا شاگرد بھی وضو کرنے آن پہنچا، لیکن فوراً ہی اٹھ کھڑا ہوا اور امام صاحب سے آگے جا کر بیٹھ گیا، پوچھنے پر کہا کہ دل میں خیال آیا کہ میری طرف سے پانی بہہ کر آپ کی طرف آرہا ہے، مجھے شرم آئی کہ استاد میرے مستعمل پانی سے وضو کرے۔

◆ اپنے سگے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا، کہ آپ بڑے ہیں یا میں؟ (عمر پوچھنا مقصود تھا) کہا: یارسول اللہ ﷺ بڑے تو آپ ہی ہیں البتہ عمر میری زیادہ ہے۔

◆ مجدد الف ثانی رات کو سوتے ہوئے یہ احتیاط بھی کرتے، کہ پاؤں استاد کے گھر کی طرف نہ ہوں اور بیت الخلا جاتے ہوئے یہ احتیاط کرتے، کہ جس قلم سے لکھ رہا ہوں اس کی کوئی سیاہی ہاتھ پر لگی نہ رہ جائے۔

ادب کا یہ انداز اسلامی تہذیب کا طرہ امتیاز رہا ہے اور یہ کوئی برصغیر کے ساتھ ہی خاص نہ تھا، بلکہ جہاں جہاں بھی اسلام گیا اس کی تعلیمات کے زیر اثر ایسی ہی تہذیب پیدا ہوئی، جس میں بڑوں کے ادب کو خاص اہمیت حاصل تھی، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سب کو یاد تھا، کہ جو بڑوں کا ادب نہیں کرتا اور چھوٹوں سے پیار نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں، ابھی زیادہ زمانہ نہیں گزرا، کہ لوگ ماں باپ کے برابر بیٹھنا، ان کے آگے چلنا اور ان سے اونچا بولنا برا سمجھتے تھے اور اُن کے حکم پر عمل کرنا اپنے لیے فخر جانتے تھے۔

اس کے صدقے اللہ ﷻ انہیں نوازتا بھی تھا، اسلامی معاشروں میں یہ بات مشہور تھی، کہ جو یہ چاہتا ہے کہ اللہ ﷻ اس کے رزق میں اضافہ کرے، وہ والدین کے ادب کا حق ادا کرے اور جو یہ چاہتا ہے کہ اللہ ﷻ اس کے علم میں اضافہ کرے وہ استاد کا ادب کرے۔

◆◆◆

پردہ گھروں کو آباد کرنے کا ضامن ہے

سوشیل میڈیا سے

ایک باحجاب خاتون میٹرو میں سوار ہوئی، دروازے سے گزرتے ہوئے اس کی چادر ایک جگہ اٹک گئی، جس سے وہ خاتون تھوڑی لڑکھڑائی، ایک خاتون جس نے نامناسب اور تنگ لباس پہنا ہوا تھا چیخ کر بولی: یہ کیا کر رہی ہو اور کیسا لباس پہنا ہوا ہے؟ اس گرمی میں! میٹرو میں بیٹھے بقیہ افراد بھی متوجہ ہوئے لیکن اس باحجاب خاتون نے جلدی سے خود کو سنبھالا اور اسی خاتون کے ساتھ جا کر بیٹھ گئی۔

جب میٹرو چل پڑی تو اس باحجاب خاتون نے اس خاتون کو کان میں کہا کہ یہ چادر میں نے تمہاری خاطر پہن رکھی ہے، یہ سن کر اس خاتون نے کہا کہ میری خاطر؟ میں نے تمہیں کب کہا کہ میری خاطر تم چادر پہنو اور اس گرمی میں پسینے سے شرابور ہو؟ اس نے کہا بالکل! میں نے یہ لباس تمہاری خاطر پہنا ہے تا کہ اگر ایک دن تمہارا شوہر جس نے تم سے نکاح کیا ہے اور عہد کیا ہے کہ وہ تمہارے علاوہ کسی اور خاتون کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھے گا، کبھی تم سے بے وفائی نہ کرے اور میری طرف متوجہ نہ ہو، کبھی میرے حسن کی طرف مائل ہو کر اس کا دل تم سے اچاٹ نہ ہو اور تمہاری ازدواجی زندگی خراب نہ ہو، اس کی توجہ فقط تمہاری ہی ذات تک محدود رہے، اس لئے میں نے اپنے اوپر

سختی کر کے تمہارے گھر کو محفوظ کیا ہوا ہے، میں گرمی کی شدت میں بھی اپنے جسم کی نمائش نہیں کرتی، تا کہ کوئی مرد اپنے گھر کی خواتین سے خیانت نہ کرے۔

یہ مت بھولو کہ میں بھی تمہاری طرح عورت ہوں، میرا بھی دل کرتا ہے کہ لوگ میری تعریف کریں اور جب تک میں نظروں سے اوجھل نہ ہو جاؤں لوگ میرے حسن کی مدح سرائی کریں لیکن میرا بھی ایک شوہر ہے جس سے میں خیانت نہیں کرنا چاہتی کیونکہ میری نظر میں مجھ پر فقط میرے شوہر کا حق ہے اور میں اس حق میں خیانت نہیں کروں گی، اگر میں اس عہد میں وفا کرتی ہوں تو میرا شوہر بھی مجھ سے کبھی خیانت نہیں کرے گا اور کسی خاتون کی جانب نظریں اٹھا کر نہیں دیکھے گا، لیکن تم جیسی عورتوں نے کہ جن کے گھروں کی حفاظت ہم اپنے حجاب سے کرتی ہیں، اپنے جسموں کی نمائش کر کے مردوں کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں اور اپنے حسن کی طرف مائل کرتی ہیں، مردوں کی ایک ایک نظر کی بھیک مانگتی ہیں۔

اب تم بتاؤ کہ اعتراض مجھے تم پر کرنا چاہئے یا تمہیں مجھ پر؟ یہ سن کر وہ خاتون شرمندہ ہوئی اور اس نے کہا کہ کبھی میں نے اس معاملے کو اس زاویے سے دیکھا ہی نہیں دیکھا تھا، یقیناً تمہاری بات درست اور قابل تقلید ہے، اگر ساری عورتوں نے اس پردہ کو اپنا لیا تو دنیا سے فتنہ وفساد کے اکثر دروازے بند ہو جائیں گے۔

اس حقیقت کو مغربی خواتین سمجھ چکی ہیں اور وہ حجاب جیسی نعمت کا ادراک کر کے اسلام کی طرف مائل ہو رہی ہے، یہ بات تو سبھی جانتے ہیں کہ مغرب میں خاندانی نظام تباہ و برباد ہو چکا ہے، وہاں نہ مرد کو عورت پر اعتماد ہے نہ عورت کو مرد پر، واضح ہو کہ دین اسلام نے فقط عورت کو ہی حجاب کا پابند نہیں کیا بلکہ مرد کو بھی حکم دیا ہے کہ وہ اپنی نظریں جھکا کر رہیں، بے پردگی آج کل ہمارے معاشرے کے لئے بہت بڑا المیہ بن گئی ہے جس پر ہم سب کو سنجیدگی کے ساتھ غور و فکر کی ضرورت ہے۔

◆◆◆

مدارس میں فنی مہارت کا فقدان

از: محمد شاہد علی مصباحی

روشن مستقبل دہلی، تحریک علمائے بندیل کھنڈ

بہت سے لوگ تو سرخی پڑھتے ہی نوازنا شروع کر دیں گے مگر مجھے ان کی قطعی فکر نہیں، لیکن یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ ہمارے یہاں فنی مہارت کا فقدان ہے، آپ خود اپنی انگلیاں پکڑیں اور ماہرین تفسیر، ماہرین اصول فقہ، ماہرین اصول حدیث، ماہرین منطق، ماہرین فلسفہ، ماہرین فلکیات، ماہرین کلام، ماہرین نحو، ماہرین صرف وغیرہ تلاش کرنا شروع کریں، یقین جانیں آپ کے صرف ایک ہاتھ کی انگلیوں کے پورے بھی ختم نہ ہوں گے اور ماہرین ختم ہو جائیں گے، کیا کبھی سوچا ایسا کیوں؟ اس کی تین وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ: ہمارے مدارس نے ایسا نظام نہیں بنایا کہ اس طرح فنون میں تخصص کا اہتمام کیا جائے۔

دوسری وجہ: اہل مدارس نے نظام تعلیم ایسا نہیں بنایا کہ ایک استاد کو ایک ہی فن کی کتابیں پڑھانے کو دی جائیں۔

تیسری وجہ: ہمارے اساتذہ یہ سوچتے ہیں کہ ہم ہر فن کی کتابیں پڑھائیں ورنہ لوگ کہیں گے کہ اس کو بقیہ فن نہیں آتے یا اگر میں ایک ہی فن پڑھاؤں گا تو میرے بقیہ فنون کمزور ہو جائیں گے۔

جبکہ پہلی صورت میں دوسروں کے لیے اپنے علم سے کھلواڑ کرتے ہیں اور دوسری صورت "طلب الکل فوت الکل" کے قبیل سے ہے۔

استاد کے اپنے فن میں ماہر نہ ہونے کے نقصانات

پہلا نقصان: اگر استاد اپنے فن میں ماہر نہیں ہے تو وہ اس فن کی باریکیوں سے واقف نہیں ہوگا اور جو شخص خود ہی فن کی باریکیوں سے آگاہ نہ ہو بچوں کو کیسے مطمئن کرے گا؟ لہٰذا بچوں کی زندگی سے کھلواڑ کے سوا اس سے کچھ اور حاصل نہیں ہو سکتا۔

دوسرا نقصان: جب ہمیں کسی فن پر کام کرنے والوں کی ضرورت محسوس ہوگی تو وہ کام ہرگز نہ ہو سکے گا۔

مختصرات

تازہ واقعہ

اسی ہفتہ ہم نے کچھ علوم پر مخصوص کورس تیار کرنے کی غرض سے افراد کی تلاش شروع کی تو سوائے دو ایک افراد کے کوئی اس پر تیار نہ ہوا، کسی نے کہا کہ وقت نہیں ہے اور کسی نے کھل کر بتایا اس طرز پر کام کرنا مشکل ہے کیوں اس انداز سے کبھی سوچا نہیں لہٰذا پریشانی ہوگی۔

اس پریشانی کا حل

ہمیں بھی کالیجوں اور یونیورسٹیوں کی طرح اساتذہ کو ایک فن کی کتابیں پڑھانے کو دینی چاہیے، اساتذہ کو بھی چاہیے کہ وہ طلب الکل کے فارمولے کو چھوڑ کر کسی ایک فن میں ملکہ حاصل کریں، اس سے خود ان کو بھی فائدہ ہوگا اور طلبہ کو بھی بے انتہا فائدہ ہوگا، ساتھ ہی آپ اس فن کے لیے اپنی بہترین خدمات انجام دے سکتے ہیں، کاش ہم اس جانب بھی فکر کریں۔

◆◆◆

مخدوم جہاں کے چند ارشادات

(از: زہراء فاطمہ عظیم آبادی

اولیاء اللہ کے ارشادات وفرمودات ہمیشہ خلق خدا کے لئے مشعل راہ ثابت ہوئے ہیں، ان کے ہر ہر لفظ میں وہ تاثیر پنہاں ہوتی ہے جو کسی کی بھی زندگی بدل دینے کی صلاحیت رکھتی ہے، دنیا والوں نے لاکھوں کی بدلتی تقدیر مشاہدہ بھی کی ہے، ہم ایک ایسے ولی کامل حضور مخدوم جہاں کے چند ارشادات وفرمودات نذر قائین کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں، امید واثق ہے کہ قارئین کرام انھیں پڑھ کر اور انھیں اپنی زندگی میں شامل کر کے دونوں جہاں کی کامرانیوں سے ہم کنار ہوں گے:

۱ جس نے شریعت کو ہی نہیں سمجھا، وہ طریقت کو کیا سمجھے گا؟

۲ وہ شخص جو بغیر علم وایمان کے پوری زندگی مجاہدہ اور ریاضت کرتا رہا تو وہ ویسا ہی رہے گا جیسا تھا۔

۳ ہر وہ عمل جس میں نفس شامل ہو، آخرت میں ایسے عمل کی کوئی حاجت نہیں وہ دنیا ہی دنیا ہے اور اس سے دین کی تباہی و بربادی ہے۔

۴ ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ سے بندے کے راضی ہونے کی علامت کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے بندے کے راضی ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ مصیبت میں بھی اسی طرح خوش رہے جیسے وہ نعمت میں خوش رہتا ہے۔

۵ جماعت صوفیہ کی روشوں میں سے ایک روش یہ بھی ہے کہ وہ اپنے بارے میں بدگمان اور دوسروں کے حق میں خوش گمان رہتے ہیں۔

۶ بزرگان دین کسی بھی طاعت وعبادت کو نھیں چھوڑتے اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ خوشنودی اور رضا کہیں اسی میں نہ ہو، اسی طرح وہ کسی گناہ کے قریب بھی نہیں جاتے اس خوف سے کہ کہیں اللہ کی پکڑ اسی گناہ پر نہ ہو جائے۔

۷ پیر اگر مرید کے امراض باطن کا طبیب نہ ہو تو وہ پیر بنانے کے لائق ہی نہیں بلکہ ابھی وہ خود مریض اور طبیب کا محتاج ہے۔

۸ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی نے پوچھا ام المومنین! آدمی برا کب بن جاتا ہے؟ فرمایا جب آدمی خود کو اچھا سمجھنے لگے۔

۹ اس تاریک دنیا میں اپنے قلم، زبان، مال اور مرتبے سے جہاں تک ہو سکے حاجت مندوں کو فائدہ پہنچاؤ۔

۱۰ جب کسی کی نعمت کے ذریعہ آزمائش ہوتی ہے تو شکر کا مطالبہ ہوتا ہے اور جب کسی کی بلا اور مصیبت کے ذریعہ آزمائش ہوتی ہے تو صبر کا مطالبہ ہوتا ہے۔

۱۱ ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا کہ جب ایسا وقت آ جائے کہ بزرگوں کی صحبت میسر ہی نہ ہو تو اس وقت کیا کیا جائے؟ فرمایا: ایسے وقت میں بزرگوں کی تحریروں میں سے ایک جز روزانہ پڑھ لیا جائے اس لئے کہ جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو چراغ سے روشنی لی جاتی ہے۔

۱۲ مرید کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسا ہونا چاہئے اور پیر کو سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسا۔

بقیہ ص ۴۰ پر

منظومات

فرمانِ رب کی میزان میں خود کو رکھ کر تول

از: شکیلؔ اثر نورانی بریلی شریف

اللہ ہی اللہ بول رے بھائی اللہ ہی اللہ بول
اپنی میٹھی باتوں سے پھر کانوں میں رس گھول

صرف بقائے ایمانی ہے
یہ ساری دنیا فانی ہے
سب دولت آنی جانی ہے
کس کی چلی یاں من مانی ہے
رہ جائیں گے بس دنیا میں تیرے سچے بول
اللہ ہی اللہ بول رے بھائی اللہ ہی اللہ بول

سُن بندے یہ بات خدارا
مت پھر در در مارا مارا
مِلک خدا کی ہے جگ سارا
ہے وہی سب کا پالن ہارا
بس وہی بھرتا ہے خوشیوں سے جیون کا کشکول
اللہ ہی اللہ بول رے بھائی اللہ ہی اللہ بول

تو ہے شہِ کونین کی اُمت
راہ تری قرآن و سنت
تیرے لیے ہر عظمت و عزت
پھر کیوں ہے اب تیری ذلت
فرمانِ رب کی میزان میں خود کو رکھ کر تول
اللہ ہی اللہ بول رے بھائی اللہ ہی اللہ بول

علم اگر حاصل نہ کرے گا
بول تو حاکم کیسے بنے گا
محکوم و مجبور رہے گا
سر کو اُٹھا کر جی نہ سکے گا
علم و عمل سے اپنی محرومی کے بندھن کھول
اللہ ہی اللہ بول رے بھائی اللہ ہی اللہ بول

جو سچ ہے وہ سچ ہی رہے گا
جھوٹ جو ہے وہ سچ نہ بنے گا
باطل کو مٹنا ہے مٹے گا
باعزت تو حق ہی رہے گا
لاکھ پھریں طوفان اُٹھائے شیطانوں کے غول
اللہ ہی اللہ بول رے بھائی اللہ ہی اللہ بول

یہ فرمانِ خداوندی ہے
عظمت مومن عشقِ نبی ہے
اس کے سوا سب گمراہی ہے
اپنا شکیلؔ ایمان یہی ہے
اسلامی کردار میں ہے یہ اک جوہر انمول
اللہ ہی اللہ بول رے بھائی اللہ ہی اللہ بول

نبی کی نعت کے لائق زبان دے مولیٰ

از: مولانا محمد رحمتؔ اللہ صدیقی، ممبئی

نئی زمین نیا آسمان دے مولیٰ
نبی کی نعت کے لائق زبان دے مولیٰ
غمِ حیات کی تابندگی نہ ہو مدھم
مرے شعور کو ایسی اٹھان دے مولیٰ
مری حیات کا ہر باب مشکبار رہے
نبی کی یاد کا وہ عطر دان دے مولیٰ
جنونِ عشق رہے شعلہ زن ہر اک لمحہ
فروغِ عشق کا تازہ جہان دے مولیٰ
میری نوا سے دلوں میں ہو گرمیٔ الفت
بلالِ حبش کی طرزِ اذان دے مولیٰ
اندھیرا پھر سے پلٹ آیا ہے زمانے میں
رضا کے جیسا کوئی پاسبان دے مولیٰ
ہمیشہ ناز رہے مجھ کو اپنی قسمت پر
قتیلِ عشقِ نبی خاندان دے مولیٰ

حضورِ گنبد خضریٰ رہوں میں ہر لمحہ
نبی کے شہر میں کوئی مکان دے مولیٰ

نہ علم ہے، نہ عمل ہے، نہ فکر پختہ ہے
میں ان کا ہو کے رہوں ایسا گیان دے مولیٰ

ہجوم میں بھی مجھے خوفِ اجنبیت ہے
رفیقِ فکر، رفیقِ بیان دے مولیٰ

پھنسی حیات ہے مدت سے جلتے صحرا میں
کرم کا ان کے کوئی سائبان دے مولیٰ

ترے حبیب کا ہو کر رہے سدا رحمت
ردائے فضل و کرم اس پہ تان دے مولیٰ

آہ! زاغوں کی کوتوالی ہے

(از: مولانا سلمان رضا فریدی، مسقط عمان

باغِ ہستی کی پائمالی ہے
خون سے تر، ہر ایک ڈالی ہے

بلبلوں کی زباں پہ ہے پہرہ
آہ! زاغوں کی کوتوالی ہے

آگ برسا رہا ہے پھولوں پر
ایسا ظالم، چمن کا مالی ہے

خارزاروں کو مل رہی ہے غذا
لالہ زاروں پہ خشک سالی ہے

تحفۂ گل کہاں سے لاؤں میں
ہر شجر، نقشِ خستہ حالی ہے

ایسی حالت میں سالِ نو آیا
جب بہاروں کا ہاتھ خالی ہے

ہو مسرت کی اب سحر یارب
چارسُو غم کی رات کالی ہے

تیرے در سے دلِ فریدؔی بھی
اے خدا امن کا سوالی ہے

◆◆◆

بے کسوں کا سہارا ہے اجمیر میں

(از: مولانا سید اولادِ رسول قدسیؔ، نیو یارک امریکہ

ذی اثر مقتدر شاہ ہندوستاں، بے کسوں کا سہارا ہے اجمیر میں
جس کو کہتے ہیں ہم خواجۂ خواجگاں، وہ نبی کا نواسہ ہے اجمیر میں

جس کو کہتی ہے دنیا عطائے رسول، ہو گئے اس کے اندر فضائل حلول
جس سے وابستہ ہے دل کا امن واماں، وہ غریبوں کا ماویٰ ہے اجمیر میں

ہند میں شرک کی چھائی تھی کالی گھٹا، ہر طرف کرب کی چل رہی تھی ہوا
جس کی آمد سے رحمت ہوئی ضوفشاں، خیر کا وہ اجالا ہے اجمیر میں

چاہے کوئی ہو کیسا ہو سائل مگر، اس کو منہ مانگی ملتی ہے شام وسحر
غم کے ماروں کو کرتا ہے جو شادماں، چارہ گر ایسا خواجہ ہے اجمیر میں

جس کے روحانی اقدار کے سامنے، شعبدہ باز و ساحر سبھی دب گئے
جس پہ قربان ہے عزم کا آسماں، فتح کا وہ ہمالہ ہے اجمیر میں

مضطرب کیوں ہو خواجہ کے اے عاشقو! کام کی بات ہے غور سے تم سنو
کہہ رہا ہے یہ حقانیت کا سماں، خلد کا سیدھا رستہ ہے اجمیر میں

ہر طرف خلق والفت کی ہے روشنی اور پھیلی ہے فرحت کی تابندگی
جس کا جلوہ فگن در ہے جنت نشاں، قدسیؔ وہ شان والا ہے اجمیر میں

مٹے غم کی اندھیر، شہِ اجمیر

(از: مولانا سلمان رضا فریدی، مسقط عمان

ترے در کی ہو خیر شہِ اجمیر
مٹے غم کی اندھیر، شہِ اجمیر

فریاد سنو مورے نَینَن کی
کہتی ہے لڑی یہ اَنسُوَن کی
چلتی ہے کٹاری دشمن کی
کردو اُنھیں زیر شہِ اجمیر
ترے در کی ہو خیر، شہِ اجمیر

اے رب کے ولی پیارے خواجہ
بھارت کی زمیں کے مہاراجہ
مشکل میں ہیں اب تیرے شیدا

بقیہ ص ۲۶ ر پر

درسگاہ نظامیہ کی زینت تھے مولانا فضیل احمد

مفتی ملک الظفر سہسرامی

دارالعلوم خیریہ نظامیہ میں منعقد تعزیتی نشست سے خطاب

سہسرام مورخہ 17/دسمبر (پریس ریلیز) اللہ کے رسول سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ قرب قیامت علم دین علمائے دین کے اٹھنے سے اٹھ جائے گا، رفتہ رفتہ ہماری صفوں سے مخلص، باصلاحیت ذی استعداد علمائے دین کا اٹھنا ہمارے لئے بڑا لمحۂ فکریہ ہے، حضرت مولانا مفتی فضیل احمد ضیائی بھی ہماری جماعت کے ان باوقار، ذمہدار باصلاحیت مخلص اور دیندار اساتذۂ کرام میں تھے جن سے درسگاہوں کا وقار اور زیب وزینت قائم ہے ان خیالات کا اظہار معروف عالم دین حضرت مولانا مفتی محمد ملک الظفر سہسرامی نے اپنے ایک بیان میں کیا انہوں نے کہا کہ مولانا موصوف گڑھوا کے ایک گاؤں کدھون میں عیسوی تقویم کے حساب سے 3/اگست 1965ء کو پیدا ہوئے لیکن ان کی زندگی کا نصف سے زائد حصہ مدینۃ الاولیاء سہسرام اور باقی دھنباد میں تحصیل علوم نبویہ علیہ التحیۃ والثناء، تبلیغ دین اور اشاعت علم میں گزرا۔

تعلیم وتربیت کے لیے ان کے والدین نے انہیں دارالعلوم خیریہ نظامیہ کے مخلص اور باوقار اساتذۂ کرام کی آغوش تربیت میں دے دیا محنت اور لگن کے ساتھ درس نظامیہ کی متداول کتب کی تحصیل کی، محنت طلب مزاج پایا تھا زیرکی اور زود فہمی سے قدرت نے نواز رکھا تھا جس کا اثر یہ ہوا کہ درس نظامیہ کے نصاب کی تکمیل 1402ھ مطابق 1982ء میں مکمل کر لی فراغت سے قبل وہ کچھ دنوں کے لئے الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور بھی گئے لیکن وہاں کی فضا انہیں راس نہیں آئی اور وہ دوبارہ دارالعلوم خیریہ لوٹ آئے، فراغت کے بعد ہی اساتذۂ کرام نے دارالعلوم کے طلبہ کی تعلیم وتربیت کے لئے معین المدرسین کی حیثیت سے آپ کا انتخاب فرمالیا کم عرصے میں محنت اور لگن کی بدولت اساتذہ کی نگرانی کے سائبان میں آپ کی علمی وفکری صلاحیتیں نکھرتی سنورتی چلی گئیں اور طلبا کے دلوں میں آپ گھر کرتے چلے گئے اساتذہ و طلبا ان کی صلاحیتوں کے جلد ہی قائل ہو گئے، دھنباد کے ایک اسکول میں جب بحیثیت استاد تقرری عمل میں آئی تو مادر علمی میں تدریسی خدمات سے رخصت لے لی۔

اسکول میں ایک ذمہ دار استاد کی حیثیت سے تاحین حیات خدمات انجام دیتے رہے، انہوں نے کہا کہ مولانا مرحوم اپنے سینے میں ایک حساس دل پالتے تھے، مزاج میں دین داری تھی چنانچہ اسکول کی ذمہ داری نبھانے کے بعد جو وقت فارغ ہوتا اس میں مدرسہ اہلسنت چرک پتھر میں بحیثیت ناظم تعلیمات اعزازی طور پہ مکمل تن دہی کے ساتھ خدمات انجام دیں، حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ مفتی فضیل احمد ایک مخلص باصلاحیت استاد ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت خلیق ملنسار اور اپنے سینے میں ایک بے غبار دل رکھنے والے انسان تھے، وہ میرے رفیق اور ہم درس تھے عمر میں مجھ سے بڑے تھے تاہم وہ میری مخدوم زادگی کا خیال فرماتے ہوئے مجھ سے ہمیشہ ادب واحترام سے پیش آتے کبھی کبھی علم المیراث سے متعلق کسی مسئلے میں وہ مجھ سے استصواب فرماتے، افسوس! علم وعمل کا یہ روشن ستارہ گزشتہ شب جمعرات بعد نمازِ مغرب ہماری ظاہری نگاہوں سے روپوش ہو گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

16 دسمبر بعد نمازِ ظہر ان کے آبائی وطن کدھون گڑھوا میں سوگواروں کے ایک جم غفیر کے ساتھ نمازِ جنازہ ادا کی گئی اور وہیں تدفین بھی عمل میں آئی، دارالعلوم خیریہ نظامیہ کے اساتذہ، طلبا اور تمام ذمہ داران و مخلصین اہل خانہ کے اس غم میں برابر کے شریک ہیں۔

◆◆◆

حضرت مفتی ابوطالب فیضی کا وصال پر ملال

از: انیس عالم سیوانی، نائب قاضی شہر لکھنؤ

نہایت افسوس کی بات ہے کہ دارالعلوم اہلسنت فیض الرسول براؤن شریف کے قدیم فارغ التحصیل ناشر سنیت علامہ مفتی ابو طالب صاحب فیضی نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا، مفتی صاحب تقریباً پچیس روز قبل سلطان پور میں جمعہ کے دن ایک سڑک حادثے

کا شکار ہو گئے تھے، پوزیشن نازک ہونے کے سبب لکھنولایا گیا، یہاں یونیورس ہاسپٹل بندھا روڈ کھدرا لکھنو میں زیر علاج رہے، حادثہ کے بعد سے ہوش میں نہیں تھے، گذشتہ جمعہ کو حالت میں بہتری نظر آئی تھی لیکن ۲۰ ردسمبر کی رات ایک بجے کے قریب حالت بگڑ گئی، آنا فانا ڈاکٹروں نے آکسیجن اور تمام ترجدید سپورٹنگ سسٹم کے ذریعے کنٹرول کرنے کی کوشش کی، یہ حقیر گزشتہ کل بعد مغرب ہاسپٹل پہنچ کر مفتی صاحب کی عیادت کی اور آئی سی یو شعبہ کے محافظ سے بات کی جس نے کنڈیشن سریس ہونے کی بات کہی، ساتھ ہی مفتی صاحب کے عزیز جرار صاحب سے بھی ملاقات ہوی ان حضرات کی گفتگو سے مایوسی نمایاں تھی، بہر حال اللہ کی مشیت حضرت دنیا سے تشریف لے گئے اللہ غریق رحمت فرمائے، آمین۔

آپ کا آبادی وطن بلرامپور یوپی تھا، کافی سالوں گجرات میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دینے کے بعد ضلع سلطانپور سے بیس کیلومیٹر فیض آباد روٹ پر کنہٹی گاؤں میں ایک گورمنٹی ادارہ کے پرنسپل، شیخ الحدیث ومفتی تھے، اچھے مدرس، مقبول عوام خطیب، اور تصنیف وتالیف سے شغف رکھنے والے عالم تھے، حادثہ کے دن جمعہ پڑھانے اور دن ہی میں کسی محفل میں شرکت کی غرض سے گھر سے نکلے تھے، مغرب تک جب واپسی نہیں ہوئی تو اہلیہ نے فون کیا تو خبر ملی کہ حادثہ ہو گیا ہے گھر والے وہاں پہنچے تو دیکھا کہ سڑک کے کنارے جھاڑیوں میں بے ہوش پڑے ہیں، ناک، کان، منہ سے خون بہہ رہا ہے، وہاں ایک پولیس والا تھا اور غیر مسلمین کی کچھ دکانیں تھیں لیکن حقیقت حال کا پتہ نہیں لگ سکا کہ حادثہ کیسے ہوا اور کب ہوا؟

اہل خانہ لکھنؤ لے کر آئے، یہاں زینتھ ہاسپٹل نئی بانس منڈی میں کئی روز ایڈمیڈ رہے اس کے بعد یونیورس ہاسپٹل میں داخل کیا گیا جہاں آپ نے زندگی کی آخری سانسیں لیں، آپ کے وارثین میں دو بیٹے، تین بیٹیاں اور اہلیہ ہیں، اللہ رب العزت آپ کی مغفرت فرمائے اور اہل وعیال کو صبر جمیل عطا کرے، آمین۔

شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے گزشتہ سمینار میں تشریف لے گئے تھے، کئی سالوں سے عرس امجدی کے اسٹیج سے پہلے روز آپ کا خطاب ہوتا تھا، حضور تاج الشریعہ، حضور فقیہ ملت علیہما الرحمہ اور حضور محدث کبیر کے وفا شعاروں میں تھے، بہت صاف ستھری اور کڑک گفتگو ہوتی تھی، آپس میں کافی کشادہ ظرف اور ملنسار تھے، بات بات میں حضور فقیہ ملت اور محدث کبیر کا نام لیتے تھے اور فرماتے کے میں نے ان بزرگوں سے پڑھا ہے۔

بعض لوگوں کی طرف سے جب محدث کبیر مدظلہ الاقدس کو طعن تشنیع کا نشانہ بنایا جارہا تھا، اس پریڈ میں آپ نے بہت سخت جواب مخالفین کو دیا، اس حقیر سے حضرت کے گہرے اور خاص مراسم رہے، ان کی رحلت کا غم ہمیشہ رہے گا، اللہ کریم اپنے محبوبوں کے طفیل ان کے درجات بلند سے بلند تر فرمائے اور ان کے بچوں کی غیب سے مدد فرمائے، آمین۔ ◆◆◆

عرس چہلم مولانا مرشد علی قادری

۲۷ رجنوری ۲۰۲۲ء مطابق ۲۳ رجمادی الآخرہ ۱۴۴۳ھ بروز جمعرات حضرت مولانا مرشد علی قادری رضوی (پرنسپل مدرسہ مدینۃ العلوم بھدوہی، یوپی) کا عرس چہلم ان کے آبائی وطن منڈا ماری موہن پور ضلع پوربی مدناپور مغربی بنگال میں نہایت ہی سادگی کے ساتھ منعقد ہوا، جس میں اہل محلہ کے ساتھ قرب وجوار کے علمائے کرام کی بڑی تعداد موجود رہی۔

جبکہ بیرونی علمائے کرام ومفتیان عظام میں حضرت مفتی مجاہد حسین رضوی الہ آباد، حضرت مفتی عبدالرحیم نشتر فاروقی بریلی شریف، ادیب عصر حضرت مولانا رحمت اللہ صدیقی ممبئی، حضرت مولانا نظم علی مرزاپور، حضرت مولانا صلاح الدین گوپی گنج، نقیب اہل سنت حضرت قاری محبوب گوہر پٹنہ، حضرت قاری محمد جنید عالم رضوی، حضرت مولانا عبدالقادر، حضرت رجب علی، حضرت مولانا عبدالصمد بھدوہی اور مولانا ابوالکلام احسن القادری ہوڑہ شریک عرس ہوئے۔

علمائے کرام نے مغربی بنگال اور اڑیسہ سے لے کر اتر پردیش تک پھیلی مولانا مرشد علی صاحب کی دینی اور مسلکی خدمات کو سراہا اور ان کی دینی فکر سے عوام اہل سنت کو روشناس بقیہ ص ۱۸ رپر

सुन्नी दुनिया में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
	Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर					
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳
	Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर					
1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳
	Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर					
1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳
	Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर					
1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳
	Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी					
1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोटः–

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।

2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।

3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2020-2022

FEBRUARY/MARCH-2022
PAGES 104 WITH COVER

PER COPY : ₹ 25.00
PER YEAR : 300.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan

APRIL-2022 Rs. 25/-

رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ / اپریل ۲۰۲۲ء

جانشین تاج الشریعہ مفتی محمد عسجد رضا خان قادری ازہری بریلوی

مدیر اعلیٰ مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سُنّی دُنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

رمضان کریم مبارک

- روزے کی فضیلت اور اہمیت
- سازشیں اور قومی تقاضے
- اسلام ہی سچا مذہب کیوں؟
- بدمذہبوں کے عقائد اور ان کا رد
- شعبہ القادری ناچیز تھا تاہم پسند آیا
- اسم محمد ﷺ کے خصوصیات و کمالات
- ہندوستانی قوانین اور ہمارے حقوق
- خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا کا مقام و مرتبہ
- معمار ملت کی رحلت! قوم وملت کا ناقابل تلافی نقصان
- رجب بیج بونے کا، شعبان آب پاشی اور رمضان فصل کاٹنے کا مہینہ

معمار ملت پر خصوصی ضمیمہ

مُدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسرِ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرستِ روحانی

وارثِ علومِ اعلیٰ حضرت عکسِ حجۃ الاسلام ثانی
مفتیٔ اعظم نوردیدہ مفسرِ اعظم تاج الشریعہ
بدرالطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خان قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیرِ اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیرِ طریقت رہبرِ شریعت
قائدِ ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خان قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

مرکزِ اعظم اہلِ سنت و جماعت آستانۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

شمارہ نمبر ۴
Issue No. 4
Vol. 7 جلد نمبر ۷

۱۴۴۳ھ
رمضان المبارک
اپریل ۲۰۲۲ء

مدیر: مولانا محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی

تزئین کار

عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک)
آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

محمد تمہید خان عرشی
فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے

سالانہ ۳۰۰ روپے سادہ ڈاک سے

سالانہ ۵۵۰ روپے رجسٹرڈ ڈاک سے

پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے

امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ
کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ
قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح 9 بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 9259089193 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ہدایت
اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

رابطہ کا پتہ

ماہنامہ سنی دنیا
۸۲/سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

Email:

sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com

Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

Contact Address

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003

Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲/سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مشمولات

حضرت معمار ملت کی رحلت قوم وملت کا ناقابل تلافی نقصان

مفتی محمد عبد الرحیم نشترؔ فاروقی

اداریہ

معمار قوم وملت، خلیفۂ تاج دار اہل سنت، حضرت علامہ ڈاکٹر محمد مطلوب عالم شبیہ القادری صاحب علیہ الرحمہ کا وصال پر ملال دنیائے سنیت کا عموماً اور مسلمانان اہل بہار کا خصوصاً خسارۂ عظیم ہے، بالخصوص سارن کمشنری کے علمائے کرام ایک مخلص اور مشفق سرپرست سے محروم ہو گئے، سارن اور اطراف وجوانب کی سنیت کے فروغ واستحکام میں آپ کا اہم کردار رہا ہے، یہاں کی مساجد ومدارس میں اساتذہ اور ائمہ کی ترسیل سے لے کر ان کی تعمیر وترقی تک میں آپ نے سرگرم رول ادا کیا، علما اور حفاظ کی تعلیم وتربیت کے لئے آپ نے سیوان شہر میں دو دو اداروں کا قیام فرمایا، محی العلوم شکل ٹولی اور غوث الوریٰ عربک کالج مخدوم سرائے آپ کی تعلیمی اور تعمیری خدمات کی نمایاں یادگار ہیں۔

آپ عالمانہ جاہ جلال اور فاضلانہ شان وشوکت کے ساتھ ساتھ اخلاق ومروت کے پیکر تھے، عالم، فاضل، مفتی، مدرس، مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ ایک نکتہ سنج اور صاحب طرز ادیب وشاعر بھی تھے، ایک درجن سے زائد کتب ورسائل اور نعتیہ دیوان آپ کی تصنیفی مہارت اور سخن سنجی پر شاہد ہیں، آپ نے تعلیمی وتعمیری اور تصنیفی خدمات کے ساتھ ساتھ تحقیقی خدمات بھی انجام دی ہیں، شیخ المشائخ حضور مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات وخدمات پر آپ نے پی ایچ ڈی کی تھی۔

آپ کا شمار باصلاحیت، باا‌ثر، صائب الرائے اور پختہ کار علما ودانشوران قوم وملت میں ہوتا تھا، آپ ایک باوقار اور متأثر کن شخصیت کے مالک تھے، عالمانہ کروفر آپ کے سراپے سے ہویدا تھا، اپنے تو اپنے غیر بھی مرعوب رہتے تھے، سامنے والا بمشکل تمام لب کشائی کر پاتا تھا، چہرے سے ہمیشہ ایک نور مترشح تھا۔

اکابر سے عقیدت ومحبت اور اصاغر پر شفقت ومروت آپ کی خاصیت تھی، اکثر ناچیز راقم الحروف سے فرمایا کرتے تھے کہ جب بھی گھر سے بریلی شریف کے لئے واپسی ہو، غوث الوریٰ ہو کر تشریف لے جائیں اور پہلے ہی فقیر کو سفر کی تاریخ سے مطلع کر دیں تا کہ ٹکٹ وغیرہ بنوا دیا جائے، ناچیز اس کرم نوازی پر خجل خجل جاتا، اصرار بسیار پر چاروناچار آپ کے حکم کی تعمیل کرتا، بڑے خوش ہوتے، سفر والے دن غوث الوریٰ میں اس حقیر کا انتظار کرتے اور کھانا کھلا کر اسٹیشن تک چھڑواتے، حالانکہ یہ نالائق اس لائق نہیں کہ اِسے اس قدر اہمیت وتوجہ دی جائے لیکن وہ اپنی خوردنواز طبیعت اور بارگاہ تاج الشریعہ کا ادنیٰ خادم ہونے کے سبب راقم پر اسی طرح اپنی عنایتیں اور نوازشیں فرماتے رہتے۔

معمار ملت کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپ کی چھوٹی چھوٹی مجلسی گفتگو بھی حضور اعلیٰ حضرت، حضور حجۃ الاسلام، حضور مفتی اعظم ہند، حضور مفسر اعظم ہند اور حضور تاج الشریعہ قدس سرہم کے ذکر خیر سے خالی نہیں ہوتی، اپنے مرشد گرامی حضور مفتی اعظم ہند کے ذکر خیر پر تو اکثر آبدیدہ بھی ہو جاتے، اِن بزرگوں سے سچی عقیدت ومحبت ہی کا ثمرہ تھا کہ آپ ہر سال عرس رضوی میں اپنے خویش واقارب اور محبین ومتوسلین کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ لازمی طور پر شریک ہوتے تھے۔

افسوس کہ اب ہم ایسی فقید المثال اور نادر روزگار شخصیت سے ہمیشہ کے لئے سے محروم ہو گئے، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے معمار ملت کا نعم البدل عطا فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے اور وارثین وپس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وصحبہ وآلہ وبارک وسلم۔

◆◆◆

از: افتخار احمد قادری*

اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات وخصوصیات

اسلامیات

اللہ رب العزت نے اپنے حبیب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سرتا بقدم شان ہی شان بنا کر بھیجا، حتیٰ کہ جس جس چیز کی آپ کی ذاتِ اقدس سے نسبت ہوگئی وہ بھی شان والی قرار پائی، آپ کے ساتھ نسبت رکھنے والی چیزوں میں آپ کے اسمائے گرامی بھی ہیں، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی ساری کائنات سے ممتاز ہے اسی طرح آپ کے اسمائے گرامی بھی ساری کائنات سے ممتاز ہیں۔

محمد اور احمد آپ کے ذاتی نام ہیں، جب کہ صفاتی ناموں کی تعداد چودہ سو تک شمار کی گئی ہے، ناموں کی اتنی کثیر تعداد دنیا کے کسی بڑے سے بڑے آدمی کے حصے میں بھی نہیں آئی، حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: ایک مسلمہ قاعدہ ہے کہ ناموں کی کثرت،، نام والے،، کی عظمت پر دلالت کرتی ہے۔

(مرأت المفاتیح، باب اسماء النبی ﷺ)

قرآن کریم کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد سے ہوتا ہے، چوں کہ تمام محامد اسی کی ذاتِ پاک کے لئے ہیں اس لئے اس کا نام محمود ہے، اس نے اپنے نام سے مشتق کر کے اپنے حبیب کا نام محمد رکھا، گزشتہ کتب سماویہ میں آپ کا نام،، احمد،، مرقوم تھا، امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''تفسیر درمنثور'' میں حضرت قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے لئے امت محمدیہ میں ہونے کی تمنا کرتے ہوئے اللہ رب العزت نے عرض کیا: اے اللہ تو مجھے احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں شامل فرما۔ (ج3/ص553 دار الفکر، بیروت)

بالخصوص اسم محمد کی تو شان ہی نرالی ہے، جس طرح آپ سارے نبیوں کے سردار ہیں اسی طرح آپ کا یہ نام بھی ناموں کا سردار ہے، اس نام کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ ہے کہ دیگر انبیائے کرام کے مقدس ناموں سے ان کی ہمہ جہت عظمتوں کا اظہار نہیں ہوتا، مگر آپ کے اس نام سے آپ کے جملہ کمالات کی طرف صرف اشارہ ہی ہوتا بلکہ پوری پوری دلالت ہوتی ہے۔

امام زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرحِ موطا امام مالک میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: محمد اس ہستی کو کہا جاتا ہے جس میں تمام تر خصائل محمودہ کامل واکمل ہوں۔

(باب اسماء النبی، ج4، ص557)

امام ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتح الباری میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کہ محمد اس ہستی کو کہا جاتا ہے جس کی تسلسل کے ساتھ اتنی تعریف کی جائے کہ اس کی کوئی آخری حد ہی نہ آئے یہ وہ عظیم نام ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی بھی نبی ورسول کے حصے میں نہیں آیا، نیز یہ نام پاک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات وصفات سے ملا کر دیکھا جائے تو یہ پکار پکار کر کہتا ہے کہ آپ بالکل سچے نبی ہیں، آپ کا یہ نام آپ کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ولادت سے قبل خواب میں بشارت کیا گیا، جب حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل ہوئی، جب ان سے یہ نام رکھنے کی وجہ دریافت کی گئی تو انہوں نے فرمایا: میں نے اپنے پوتے کا یہ نام اس لئے رکھا ہے تا کہ خالق کائنات آسمانوں میں اس کی تعریف کرے اور مخلوق زمین میں اس کی تعریف کرے۔

اس نام کی ایک خوبی یہ ہے کہ یہ تعریف کی پوری قوت کے ساتھ وجود میں آنے کی طرف اشارہ کرتا ہے، جیسے صرف یصرف تصریفا میں کسی چیز کو پھیرنے کے لئے قوت کا وجود ضروری ہوتا ہے، اس لحاظ سے لفظ محمد کا مفہوم یہ ہوا کہ جو بھی شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو دیکھے گا وہ بے

*مضمون نگار کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت، یوپی کے متوطن ہیں۔

اختیار آپ کی تعریف پر مجبور ہو جائے گا، جیسا کہ ترمزی اور ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں جیسے ہی آپ کو دیکھا،، میں پہچان گیا کہ ایسا حسین وجمیل چہرہ کسے جھوٹے کا نہیں ہوسکتا، اسی طرح اور بھی بہت سے واقعات ہیں جن میں آپ کی ذاتِ اقدس کو دیکھتے ہی لوگوں کی زبان پر بے اختیار تعریفی کلمات جاری ہو گئے، ایک انگریز مصنف مائیکل ہارٹ نے دنیا کی سو عظیم شخصیات پر مشتمل کتاب لکھی تو وہ بن دیکھے ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نام نامی اسم گرامی کو سب سے پہلے لکھنے پر مجبور ہو گیا۔

(ابن ماجہ، باب اطعام الطعام)

لفظ محمد چوں کہ باب تفعیل سے ہے جس کی ایک خاصیت مبالغہ ہے، جیسے قتل کا معنیٰ فقط مارنا ہے اور تقتیل کا معنیٰ ٹکڑے ٹکڑے کرنا ہے، اس لحاظ سے لفظ محمد کا معنیٰ ہوگا ایک ایسی ہستی جس کا جز وجز و قابلِ تعریف ہو، جو ہر ہر جہت سے مستحق حمد ہو، جو ہر ہر زاویہ سے لائق ثنا ہو، یہ خوبی بھی ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں بدرجہ اتم موجود ہے، دنیائے انسانیت میں آپ ہی وہ واحد ہستی ہیں جس میں نقص وعیب کے کسی ذرے کا بھی تصور نہیں کیا جا سکتا۔

باب تفعیل کی ایک خاصیت استمرار بھی ہے یعنی کسی کام کا ہمیشہ ہمیشہ جاری رہنا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بھی یہی شان ہے کہ آپ کی تعریف میں استمرار پایا جاتا ہے کیونکہ آپ کی ہر زمانے، ہر علاقے اور ہر زبان میں تعریف کی گئی ہے اور یہ تسلسل کے ساتھ جاری ہے، اس دنیا میں آپ کی تشریف آوری سے قبل بھی آپ کی مدائح کا سلسلہ جاری رہا، پھر جب آپ دنیا میں تشریف لے آئے تب تو رنگ ہی نرالا ہو گیا، آپ کے وصال اقدس کے بعد سے لے کر اب تک بھی اس میں کوئی انقطاع نہیں آیا اور تا قیام قیامت بھی یہ سلسلہ جاری وساری رہے گا، بروز قیامت لواء الحمد آپ کے ہاتھ میں ہوگا، نیز جنت میں بھی آپ کی تعریف بے حد وحساب ہوری رہے گی، اگر آپ آج تک حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں لکھی گئی نعتوں کا سرمایہ اکٹھا کرنے لگ جائے تو وہی ایک بحر ناپیدا کنار ہے، باقی تعریفیں تو اس کے علاوہ ہیں۔

اسم محمد ﷺ کی خصوصیات

اس نام مبارک کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کو گالی دینا ممکن نہیں، کیونکہ یہ نام اور گالی آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک ہستی کو پہلے سرتا پا تعریف تسلیم کیا جائے اور پھر اس کو گالی دی جائے، یہی وجہ ہے کہ جب کفار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو برا بھلا کہتے تھے تو اس کے لئے انہیں آپ کا نام گرامی بہر صورت لینا پڑتا تھا، کسی نے توجہ دلائی کہ پہلے تم محمد کہ کر ان کی تعریف کرتے ہو اور پھر اسی تعریف والے کو برا کہتے ہو، ان دونوں کا آپس میں کوئی جوڑ نہیں، اس پر انہوں نے لفظ محمد کی جگہ،، مذمم،، کہ کر برا بھلا کہنا شروع کر دیا، جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کا علم ہوا تو آپ مسکرائے اور ارشاد فرمایا: اے صحابہ تمہیں اس بات پر خوشگوار حیرت نہیں ہوتی کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھ سے قریش کی گالی گلوچ اور لعن طعن کو دور فرمادیا؟ وہ مزمم کو گالیاں دیتے رہتے ہیں اور میرا نام تو محمد ہے۔

(صحیح البخاری، باب ماجاء فی السماء الرسول)

اس نام کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ جب بھی یہ بول جائے تو بولنے اور سننے والے دونوں اشخاص پر ایک مرتبہ درود وسلام پڑھنا واجب ہوجاتا ہے اور ایک سے زائد بار پڑھنا مستحب ہوتا ہے، معجم الاوسط کی حدیث پاک کے مطابق جس کے سامنے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک لیا گیا اور اس نے درود نہ پڑھا وہ بدبخت آدمی ہے۔

سنن نسائی کی حدیث پاک کے مطابق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی لے کر ایک بار درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے اور جو ایک بار سلام بھیجے اللہ رب العزت اس پر دس بار سلام بھیجتا ہے، مسند احمد کی حدیث پاک کے مطابق جو شخص آپ کے نام نامی کے ساتھ آپ پر ایک بار درود شریف بھیجے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر ستر بار درود بھیجتے ہیں۔

اسلامیات

اس نام کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کی اللہ تعالیٰ کے اسم ذات کے ساتھ کئی طرح سے مناسبت ہے، اللہ میں بھی چار حروف ہیں اور محمد میں بھی چار حروف ہیں، اللہ کا بھی ہر حرف نقطے سے خالی ہے اور محمد کا بھی ہر حرف نقطے سے خالی ہے اللہ میں بھی ایک حرف مشدد ہے اور محمد میں بھی ایک حرف مشدد ہے، اللہ میں بھی کہیں زیر نہیں ہے اور محمد میں بھی کہیں زیر نہیں ہے، یعنی یہ دونوں نام وہ ہیں جو کبھی زیر ہونے والے نہیں ہیں، انہوں نے ہمیشہ زبردست ہی رہنا ہے۔

پھر ان دونوں میں ایک ایک تشدید بھی ہے، اس میں یہ نقطہ ہے کہ ان دونوں کی شان پوری شدت اور شان وشوکت سے ظاہر ہوگی، مزید یہ کہ مشدد حرف میں پہلا لفظ ساکن اور دوسرا متحرک ہوتا ہے، اس میں یہ نکتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان کہیں سکون پکڑنے والی ہے اور نہ ہی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی، جیسے ہی کسی مقام پر رکے گی اس سے اگلے ہی لمحے بلا توقف پھر سے شروع ہوجائے گی۔

لفظ اللہ میں زبر ہوتا ہے مگر پیش نہیں، جبکہ لفظ محمد میں زبر کے ساتھ پیش بھی ہے، اس میں یہ نقطہ ہے کہ محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جو کچھ بھی پیش کیا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہوتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کو کوئی بھی کچھ پیش نہیں کرسکتا، جب لفظ اللہ بولیں تو دونوں ہونٹ کھل جاتے ہیں تا کہ موت کے وقت اس کا نام لینے میں کسی قسم کی دقت نہ ہو اور جب لفظ محمد بولیں تو دونوں ہونٹ مل جاتے ہیں، ایک مرتبہ پہلے میم پر دوسری مرتبہ دوسرے میم پر، اس میں یہ نقطہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے نام کو ایک مرتبہ نہیں بلکہ دو دو مرتبہ بوسے دلواتا ہے۔

اللہ کا نام لیتے ہوئے منہ بالکل بند نہیں ہوتا مگر محمد کا نام لیتے ہوئے دو مرتبہ بند ہوتا ہے، اس میں یہ نقطہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دست قدرت اپنے حبیب کو سب کچھ عطا فرمانے کے لئے ہمہ وقت کھلا رہتا ہے اور محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اسے مسلسل سمیٹتے رہتے ہیں، پھر محمد کے آخری لفظ دال پر منہ کے کھل جانے کا مطلب یہ ہے کہ آقا علیہ الصلاۃ والسلام صرف سمیٹتے ہی نہیں رہتے بلکہ امت میں خوب خوب بانٹتے بھی ہیں۔

اسم محمد کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے میم سے ماضی اور حا، سے حال اور میم سے مستقبل کی طرف اشارہ ہے، جب کہ دال، اس بات پر دلالت کررہی ہے کہ ماضی، حال اور مستقبل تینوں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہیں۔

اسم محمد کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کا ہر حرف بامعنیٰ ہے، دیگر ناموں سے اگر کچھ حرف ختم کردیئے جائیں تو وہ بے معنیٰ ہوکر رہ جاتے ہیں، مگر اسم اللہ بھی اس خامی سے پاک ہے اور اسم محمد بھی اس خامی سے پاک ہے۔

اگر محمد کی میم کو ہٹا دیا جائے تو وہ،، حمد،، بن جاتا ہے جس کے معنیٰ تعریف کے ہیں، اگر میم اور حا دونوں کو ہٹا دیا جائے تو یہ مد بن جائیں جس کے معنیٰ کھینچنے کے ہیں یعنی ساری کائنات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کھنچتی ہے، اگر میم اور حا اور میم تینوں کو ہٹا دیا جائے تو دال بن جاتی ہے، جس کے معنیٰ دلالت کرنے والا اور رہنمائی کرنے والا کے ہیں، یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کی سب سے بڑی دلیل ہے اور آپ کے صدقے ساری کائنات کو ہدایت نصیب ہوتی ہے۔

اسم محمد کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ قرآن مجید میں چار بار آیا ہے اور چار کے عدد کی اپنی ایک خاص اہمیت ہے، آسمانی کتابیں چار! بڑے فرشتے بار! خلفائے راشدین چار! ائمہ فقہ چار! نماز کی حالتیں یعنی قیام، رکوع، سجود، قعود چار! عمر کی منزلیں یعنی بچپن لڑکپن، جوانی بڑھاپا چار! دنیا کے موسم چار! عناصر چار، بالخصوص جدید سائنس کے مطابق جب یہ کائنات بنائی گئی تو اس کے پہلے چار سیکنڈ سے لے کر چار منٹ تک ہونے والے واقعات انتہائی شان وشوکت اور منفرد نوعیت کے حامل تھے، کیوں کہ انہی واقعات نے ہماری اس کائنات کو موجودہ صورت دی، پس کائنات کے قدرتی نظام میں بھی چار کے ہندسے کا خصوصی عمل دخل ہے۔

آئن سٹائن نے کائنات کو،، چار ابعادی کائنات،، سے تعبیر کیا ہے، اس کے نزدیک جس دنیا میں ہم رہتے ہیں وہ سوائے

چار ابعادی زمان ومکان کے کچھ بھی نہیں ہے، پس معلوم ہوا کہ اس کائنات کی تخلیق کے پیچھے اسی ذات محمدی کی جلوہ گری ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں چار بار کیا گیا ہے، وما ارسلناك الا رحمته اللعالمین میں بھی اسی طرف اشارہ ہے، دلچسپ بات یہ ہے کہ خود لفظ رحمت کے حروف بھی چار ہیں، پس یہ کہنے میں قطعاً کوئی مضائقہ نہیں کہ یہ ساری کائنات قریہ محمد ہے اور اوراس کا ذرہ ذرہ اسی ہستی کا طواف کر رہا ہے، زمین وآسمان میں آپ ہی کی بادشاہی اور آپ ہی کا سکہ چلتا ہے۔

اسم محمد کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ جتنی عقیدت ومحبت سے اس نام کو چوما جاتا ہے اتنا کسی بھی نام کو نہیں چوما جاتا، المقاصد الحسنہ للسخاوی اور دیلمی کے مطابق نام مبارک سن کر انگوٹھے چومنا خلیفہ رسول حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت ہے، جس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے شفاعت کی بشارت ہے، فتاویٰ شامی کے مطابق اذان میں نام مبارک چومنے والے کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے پیچھے جنت میں لے جائیں گے، بزرگوں نے فرمایا کہ جو نام مبارک سن کر انگوٹھے چومے اور انہیں آنکھوں سے لگائے تو اسے کبھی آنکھوں کی تکلیف نہ ہوگی۔

اسم محمد کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ لوگ آج چودہ سو سال بعد بھی نہایت عقیدت ومحبت کے ساتھ اپنے بچوں کے نام میں اس کو شامل کرتے ہیں، یہ دنیا کا سب سے زیادہ کامن نام ہے کوئی بھی دوسرا نام اس کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہے، اسم محمد کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اگر کوئی انسان سوتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو سمیت کر اپنے سر کے پاس رکھ لے اور اپنے دونوں گھٹنوں کو سمیٹ کر پیٹ کے قریب کرلے تو وہ اسم محمد کی تصویر بن جاتا ہے اور سونے کا سب سے بہترین طریقہ بھی یہی ہے۔

ماں کے پیٹ میں جنین بھی اسم محمد کی صورت میں ہوتا ہے، اگر آپ انسان کی قد وقامت پر غور کریں تو وہ بھی اسم محمد کی تصویر ہے، جن گنہگار انسانوں کو دوزخ میں بھیجا جائے گا، اللہ تعالیٰ ان کی موجودہ ساخت کو تبدیل فرمادے گا کیونکہ ایک تو اس ساخت سے نام محمد کا اظہار ہوتا ہے اور دوسرا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو بھی اللہ تعالیٰ نے اسی ساخت پر پیدا فرمایا ہے۔

اسم محمد کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ نام معجزاتی طور پر مختلف کائناتی اشیاء میں قدرتی طور پر اپنا جلوہ دکھاتا رہتا ہے، کبھی یہ چاند میں لکھا نظر آتا ہے، کبھی بادلوں میں لکھا نظر آتا ہے، کبھی بجلی کی چمک میں لکھا نظر آتا ہے، کبھی پتھروں پر لکھا نظر آتا ہے، کبھی سبزیوں پر لکھا نظر آتا ہے، کبھی روٹیوں پر لکھا نظر آتا ہے، کبھی درختوں کے پتوں پر لکھا نظر آتا ہے، کبھی مختلف جانوروں پہ لکھا نظر آتا ہے، اسی طرح اور بہت سی چیزیں ہیں جن پہ یہ لکھا دکھائی دیتا ہے۔

ایسا اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی کے بعد صرف اسم محمد کے ساتھ ہی ہوتا ہے، تاکہ دنیا والوں کو پتہ چلے کہ یہ ایک برحق ہستی کا نام ہے، وہ اس کا کلمہ پڑھیں اور کامیابی کے راستے پر چلیں، اسم محمد کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کی احادیث میں بہت زیادہ عظمت بیان ہوئی ہے، بہار شریعت میں ذکر کردہ ان احادیث کا حسب ذیل ہے:

جس نے حضور کی محبت اور آپ کے نام سے برکت حاصل کرنے کے لئے اپنے بیٹے کا نام محمد رکھا، وہ اور اس کا بیٹا دونوں جنت میں جائیں گے، جس کا نام محمد یا احمد ہوگا اسے اللہ تعالیٰ دوزخ میں نہ ڈالے گا، اپنے ہر ہر بیٹے کے نام میں نام محمد کو ضرور شامل رکھا کرو، جو اپنے کسی بھی بیٹے کا نام محمد نہ رکھے وہ ایک جاہل آدمی ہے، جس کے نام میں محمد ہو اس کا احترام ضروری ہے۔

اسم محمد کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ جب کسی دکھ درد کے موقع پر اس کے ذریعے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یاد کیا جائے تو آدمی کا دکھ درد دور ہو جاتا ہے، ایک مرتبہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پاؤں سن ہوگیا، ان سے کسی نے کہا کہ آپ کے نزدیک جو شخصیت سب سے زیادہ محبوب ہو اسے یاد کیجئے، اس پر انہوں نے کہا،، یا محمداہ،، یہ کہنے سے آپ کا پاؤں ٹھیک ہوگیا، اللہ رب العزت ہمارے دلوں میں اپنے رسول کی سچی عقیدت ومحبت عطا فرمائے، آمین۔

◆◆◆

اسلامیات

از: حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی *

رجب بیج بونے کا، شعبان آب پاشی کا اور رمضان فصل کاٹنے کا مہینہ

اسلامیات

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کا ہم سب پر بڑا احسان ہے کہ ہمیں انسان بنا کر پیدا فرمایا اور اشرف المخلوقات کے شرف سے نوازا مزید یہ کہ نبی اکرم ﷺ کا اُمتی بنایا۔

اس فانی دنیا میں ان گنت لوگ آئے، چلے بھی گئے لیکن بہت سے اللہ کے خاص بندے ایسے بھی آئے اللہ رب العزت کی وحدانیت کی تبلیغ فرمائی اور رسولانِ عظام کے پیغام کو عام کیا، جن میں خود پیغمبرانِ عظام، صحابۂ کرام، تابعین کرام تبع تابعین، ائمۂ مجتہدین، اولیاء اللہ وغیرہ شامل ہیں، اِنہیں اللہ والوں میں حضور خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ بھی ہیں، آپ کی ولادت 14 رجب المرجب پیر صبح صادق 537ھ کو سنجر میں ہوئی اور وصال 6 رجب المرجب پیر بوقت فجر 633ھ کو اجمیر شریف میں ہوا، آپ کی عمر 97 سال ہے نماز جنازہ فخرالدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔

دعوت وتبلیغ

آپ جب ہندوستان کی سرزمین پر تبلیغ واِشاعت دین اسلام کے لیے تشریف لائے، تو آپ کے ساتھ توپ، جنگی ساز و سامان یا تیر وتلوار نہیں تھا، نہ ہی کوئی بڑا جنگجو لشکر آپ کے ہمراہ تھا، اللہ پر بھروسہ اور رسولِ کریم ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہوئے دینِ اسلام کی تبلیغ شروع فرمائی اسلامی اُصولوں وطریقہ کار پر عمل کرتے ہوئے لوگوں کو دعوت دین دی۔ لوگوں نے آپ کے طرزِ عمل کو دیکھا تو لوگ اسلامی تعلیمات کی جانب متوجہ ہوئے۔ آپ انتہائی عبادت گزار اور شب بیدار تھے، رات رات بھر عبادت فرماتے اور قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول رہتے۔ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کو تلاوتِ قرآن سے اس قدر محبت تھی کہ، دن میں دو قرآن پاک ختم فرمالیتے دوران سفر بھی قرآن پاک کی تلاوت جاری رہتی۔ (مرآۃ الاسرار، ص 595، فیضان خواجہ غریب نواز، ص 13)

خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کی ہدایات: خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (1) کہ: ''نیک لوگوں کی صحبت نیکی کرنے سے بہتر ہے''۔ (2) خواجہ غریب نواز نے فرمایا: کہ نفس پرستی یقینا بندے کو خدا سے کوسوں دور کردیتی ہے، جب خدانخواستہ انسان ربِّ قدوس سے دور ہوگیا تو سمجھو کہ وہ اپنی زندگی کا اصل مقصد بھول گیا کیوں کہ ''اللہ'' کو پانے کا ہی نام زندگی ہے''۔ (3) خواجہ غریب نواز نے فرمایا: کہ عرفاء کا بڑا بلند مقام ہے اور جب وہ اس پر پہنچ جاتے ہیں تو پوری دنیا کو اپنی دو اُنگلیوں کے درمیان دیکھتے ہیں''۔ (4) سلطان الھند نے درویشوں کے متعلق فرمایا: کہ درویش وہ ہے جس کے پاس جو بھی حاجت لے کر آئے اسے کبھی خالی ہاتھ واپس نہ لوٹائے''۔ (5) نائب رسول فی الھند نے فرمایا: کہ موت ایک ایسی پاکیزہ چیز ہے جو دوستوں سے ملا دیتی ہے، محبت کا اظہار محض زبان سے نہ ہونا چاہیے اس کا اثر دل میں بھی ہونا چاہیے''۔ (6) خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ جس شخص میں تین باتیں ہوں سمجھ لو کہ اللہ اسے دوست رکھتا ہے (1) سمندر جیسی سخاوت، (2) آفتاب جیسی شفقت، (3) اور زمین جیسی تواضُع۔ (7) سلطان الھند فرماتے ہیں: کہ عارف وہ ہے جو صبح کو اُٹھے اور اسے رات کی یاد نہ آئے وغیرہ وغیرہ۔ ماہ رجب المرجب کی چھٹی تاریخ کو آپ کا عرس پاک

* مضمون نگار مسجد ہاجرہ رضویہ، اسلام پور جمشید پور کے امام وخطیب ہیں۔

نہایت ہی تزک واحتشام کے ساتھ منایا جاتا ہے، بلادِ ہند وپاک، بنگلہ دیش وغیرہ میں خوش عقیدہ مسلمان آپ کی نذرونیاز کرتے ہیں آپ سے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں اللہ والوں سے محبت ایمان کی نشانی ہے۔ آپ کی دینی اور تبلیغی خدمات روزِروشن کی طرح عیاں ہیں لکھنے کے لیے دس بیس کتابیں بھی کم پڑجائیں گی۔ ماہ رجب المرجب کی فضیلت میں آپ کا عرس پاک بھی شامل ہے جو بہت دھوم سے منایا جاتا ہے۔

ماہِ رجب المرجب! عظمتوں کا مہینہ

رجب المرجب کا مہینہ انتہائی عظمتوں والا ہے جس میں خدا کی بے انتہا رحمت ابرِ بہار کی مانند برستی ہے اور اس کے اعمال خصوصی جزا اور دوگنے ثواب کے حامل ہیں اس مہینے میں روزہ رکھنا، عمرہ کرنا شب بیداری کرنا اور دُعا میں مشغول رہنا انسان کو سعادت کی بلندیوں تک پہنچا دیتا ہے، اِن چار حرمت والے مہینوں سے مُرادرجب، دوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم الحرام ہیں۔

(البخاری، ص 181/حدیث 4772)

کثیر احادیث طیبہ ان حرمت والے مہینوں کے بارے میں موجود ہیں اور قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہی فضیلت کے لیے کافی ہے:

''إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْراً فِي كِتَابِ اللهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ فَلاَ تَظْلِمُواْ فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ وَقَاتِلُواْ الْمُشْرِكِينَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَآفَّةً وَاعْلَمُواْ أَنَّ اللهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ۔ بیشک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہے اللہ کی کتاب میں جب سے اس نے آسمان اور زمین بنائے ان میں سے چار حرمت والے ہیں یہ سیدھا دین ہے، تو ان مہینوں میں اپنی جان پر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے ہر وقت لڑو جیسا وہ تم سے ہر وقت لڑتے ہیں اور جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔''

(سورۃ توبہ 9/آیت 36)

مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ان میں چار مہینے حرمت والے ہیں، ان حرمت والے مہینوں میں سے تین متصل ہیں، ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور ایک جدا ہے رجب، عرب کے لوگ بھی ان مہینوں کی تعظیم کرتے تھے اور ان میں قتال حرام جانتے تھے۔

(تفسیر خازن، ج2/ص 236)

رجب عبادت کا بیج بونے کا مہینہ

مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے:

''رَجَبُ شَهْرُ اللهِ وَشَعْبَانُ شَهْرِي وَرَمَضَانُ أُمَّتِي۔ رجب اللہ کا مہینا، شعبان میرا مہینہ اور رمضان المبارک میری امتی کا مہینہ۔'' (مسند الفردوس، 2/275، حدیث 3276)

حضرت سیدنا علامہ صفوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''رجب المرجب بیج بونے کا مہینہ، شعبان المعظم آبپاشی کا مہینہ اور رمضان المبارک فصل کاٹنے کا مہینہ ہے، لہٰذا جو رجب المرجب میں عبادت کا بیج نہیں بوتا اور شعبان میں آنسوؤں سے سیراب نہیں کرتا، وہ رمضان المبارک میں فصلِ رحمت کیوں کر کاٹ سکے گا؟ مزید فرماتے ہیں رجب المرجب جسم کو، شعبان المعظم دل کو اور رمضان المبارک روح کو پاک کرتا ہے۔'' (نزھۃ المجالس، ج1، ص 155)

لہٰذا اے جنت کے طلب گارو! بیج بونے کا مہینہ تشریف لے آیا ہے، خوب عبادت کا بیج بولیجئے، ذکر ودرُود کی کثرت کیجئے، نمازوں کی پابندی کیجئے، تہجد، اشراق، چاشت، وغیرہ نفل نمازوں کا اہتمام کریں، قرآن کریم کی تلاوت کی خوب کثرت کیجئے وغیرہ وغیرہ، اللہ تعالیٰ ہم سب کو بیج بونے، آنسوؤں سے سینچائی کرنے اور آنے والے رمضان المبارک سے سیراب ہونے کی توفیق رفیق عطا فرمائے آمین۔

◆◆◆

ص ۴۹/ کا بقیہ......................................

ملت کو عظمتوں کی سحر بخش دیجیے
اے شاہ اپنا فیض نظر بخش دیجیے
دامن فریدی بھی ہے پسارے معاویہ
اللہ اور رسول کے پیارے معاویہ

◆◆◆

اسلامیات

از: مفتی محمد صابر القادری فیضی*

روزے کی فضیلت اور اہمیت

اسلامیات

قارئین کرام! ماہ رمضان المبارک کا مقدس مہینہ تشریف لارہا ہے رحمت الٰہی کی موسلا دھار بارش ہوجاتی ہے، آئیے اپنے خالی دامن کو بارگاہ بیکس پناہ میں پھیلا دیں تا کہ دین و دنیا کی کامرانیوں اور کامیابیوں کو پاسکیں، اس ماہ مبارک کی ایک ایک ساعت صداحترام اور لائق عزت وتکریم ہے، اس کی حرمت کا ہر لمحہ خیال رکھیں، فحش گوئی میں سرمست رہنے کی بجائے اس سے کلی طور پر پرہیز کرتے ہوئے قرآن کریم، دینی واسلامی کتب ورسائل کا مطالعہ کریں تا کہ قرآن وسنت، فقہ وعقائد سے سیرت و کردار کوسنوارنے کے ساتھ ساتھ ماہ رمضان المبارک کی گونا گوں لطافتوں اور برکتوں سے محظوظ ہوتے ہوئے فوز وفلاح دارین کے شرف سے مشرف ہوسکیں۔

راقم الحروف انہیں مقاصد حسنہ کے پیش نظر یہ مختصر مگر جامع، دل کش، خوشنما اور روحانی پھولوں سے ایک گلدستہ آراستہ کرنے کی کوشش کی ہے، عام فہم اور آسان الفاظ بڑے کارآمد مسائل وفضائل پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں، امید ہے کہ قارئین کرام اسے حرز جان بنائیں گے۔

اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں کم از کم چودہ سو بار یقیناً ماہ رمضان المبارک جلوہ گر ہوا، اگر اسی طویل عرصہ کے تمام واقعات کو قلمبند کیا جائے تو نہ جانے کتنے دفتر درکار ہوں اور کتنی ہی کتابیں معرض وجود میں آئیں، مگر ہزاروں تاریخی امور سے صرف نظر کرتے ہوئے چند اہم تاریخی واقعات کے اشارے دیئے جاتے ہیں جن کا تعلق امت مصطفیٰ ﷺ کے دل میں ایمان وایقان کی حد تک سرایت کر چکا ہے۔

ذرا ماضی کے جھروکے سے جھانکتے ہوئے جبل نور کی چوٹی پر غار حرا میں چمکتے ہوئے انوار سے اپنے قلب وجگر کو منور کیجئے، سیدالانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس شان عبودیت سے خالق کائنات کی بارگاہ میں مصروف عبادت ہیں کہ جبرئیل امین حاضر ہوکر عرض گزار ہیں:

”اقرأ باسم ربك الذی خلق۔ یعنی اپنے خالق کا نام لیجئے اور قرآن مجید کو تلاوت سے نوازیئے۔“

یہ دن کی بات نہیں، رات کا پرسکون لمحہ، دور بہت دور شہر سے، مکہ پاک سے دور، زمین سے اوپر پہاڑ پر رات کی اندھیری لیلۃ القدر میں ماہ رمضان المبارک کی ستائیسویں شب میں اللہ اللہ قرآن کے نزول کی رات تھی۔

یہی وہ رات ہے جس رات کے پردے میں قرآن پاک ملا اور یہی وہ رات تھی جس رحمت بھری رات میں ہمیں سب کچھ ملا، جمعۃ الودع ماہ رمضان نے ہمیں کیا کچھ نہیں دیا مگر ہم نے اسے کیا دیا؟ غزوۂ بدر اور فتح مکہ کا امین یہی ماہ مبارک ہے، حضرت امام حسن کی ولادت باسعادت کا شرف اسے نصیب ہے، حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ، حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ، حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ، حضرت ام المومنین سیدہ صفیہ، حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے وصال اسی ماہ کے اندر رکھے ہیں، حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا المناک واقعہ اسی ماہ میں پیش آیا، گویا کہ یہ مہینہ خیر ورضا اور سعادت دارین کا ضامن ٹھہرا۔

اس مختصر خاکے سے سبق ملتا ہے کہ ہمیں ایک دن خاک میں سما جانا ہے تو پھر کیوں اس دنیا میں دل جمائیں، اگر دل لگانا ہے تو خالق کائنات سے لگائیں تا کہ یہاں سے جانے کے بعد

*مضمون نگار جامعہ عربیہ رحمانیہ، رحمن گنج ضلع بارہ بنکی کے پرنسپل ہیں۔

ہماری ایسی ہی عید ہو جیسے ماہ رمضان المبارک جاتے جاتے عید الفطر کی مسرتیں راحتیں، خوشیاں ہر ایک مسلمان کے دامن میں ڈال دیتا ہے۔

فضیلت روزہ

اللہ تعالیٰ اپنے پاکیزہ کلام مقدس میں ارشاد فرماتا ہے:
''یا ایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ یعنی اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے جیسے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔'' (سورۂ بقرہ، آیت ۱۸۳)

رمضان المبارک کی یہ سہانی راتیں، یہ دل کش سویرا، یہ نشاط انگیز شام اور روحانی کیف کا یہ حسین موسم خدائے قدیر کی عظمت و برتری کا کتنا کھلا ثبوت ہے کہ عالم اسلام کے اٹھانوے کروڑ افراد بھی متحد ہو کر ایثار نفس اور جذبات کے اخلاص کا جو ماحول پیدا نہیں کر سکتے تھے، پلک جھپکتے ہی وہ عالم گیر انقلاب خداوند تعالیٰ کی صرف ایک آیت کے بل پر عالم وجود میں آ گیا، جس آیت کی شوکت اقتدار کے آگے روئے زمین کے فرزندان توحید کی گردنیں خم ہو گئی ہیں۔

مذکورہ آیۃ کریمہ کے مطالب کی تفہیم کے سلسلے میں آیت مقدسہ کو چار حصوں پر منقسم کیا جا سکتا ہے، خطاب، حکم، وضاحت حکم، مقصود! ذیل میں ہر ایک کی الگ الگ تشریح ملاحظہ فرمائیں:

خطاب

قرآن کریم میں خطاب الٰہی کا عام انداز یہ ہے کہ مخاطب کے الفاظ سے حکم کی سرزمین ہموار کر دی جاتی ہے، اس آیت کریمہ میں عام بندوں سے خطاب نہیں بلکہ ان بندوں سے خطاب ہے جو حلقۂ اسلام میں داخل ہونے کے بعد یہ معاہدہ کر چکے ہیں کہ ہماری زندگی کا ہر لمحہ تابع فرمان الٰہی ہے، اپنی زندگی کا کوئی نقشہ ترتیب دینے میں آزاد نہیں ہیں، ہماری موت و حیات، کردار و گفتار، افکار و خیالات، اعضاو جوارح سب کے سب ایک دائمی عبودیت کے دائرے کے پابند ہیں، یہ دائرہ اسی وقت ٹوٹ سکتا ہے جب بغاوت کر کے کوئی اپنے ہی کئے ہوئے معاہدہ سے پھر جائے۔ خدا کے وفادار بندوں کو تعمیل حکم پر گوش بر آواز کر دینے کے لئے یہ انداز خطاب ہی بہت کافی ہے، زمین پر رینگنے والے انسانوں کی اس بڑھ کر اور کیا معراج ہو سکتی ہے کہ خود خالق کائنات اپنی ان گنت مخلوقات میں سے صرف اہل ایمان کو مخاطب فرما رہا ہے، دلوں میں جلالت شان کا کچھ بھی احساس پیدا ہو جائے، تو اس اکرام خسروانہ پر اہل ایمان کو جھوم اٹھنا چاہئے۔

اب اس انداز خطاب کے بعد حکم سے منہ پھیرنے کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ عملاً ہم اپنے آپ کو اہل ایمان کے زمرہ سے ثابت نہیں کر رہے ہیں جن سے اس آیت میں خطاب کیا گیا ہے، معاذ اللہ ہمارے ایمان کی سلامتی کے لئے یہ کتنی خطرناک صورت ہے، ذرا گہرائی میں اتر کر مسلمانوں کو اس نکتے پر غور کرنا چاہئے۔

حکم

خوشنودئ الٰہی کی نیت سے ایک خاص وقت تک کھانے پینے اور شہوات نفس سے رک جانے کا نام روزہ ہے، اس آیت کریمہ میں اسی کا حکم دیا گیا ہے، روزہ کے تفصیلی احکام اور اس کے فضائل احادیث وفقہ کی کتابوں سے معلوم کئے جا سکتے ہیں، اس وقت مجھے صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ اسلام کے سارے فرائض میں روزے کی اہمیت کیا ہے؟

آپ ذرا بھی غور فرمائیں گے تو واضح طور پر محسوس ہو جائے گا کہ روزے کا تعلق سرتاپا بندۂ مومن کے جذبۂ اخلاص سے ہے، یہاں نمائش اور غیر کی توجہ حاصل کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، جب کہ نماز، حج اور زکوٰۃ کی تعمیل میں اپنی عبادت کی نمائش اور مذہبی تقدس کے اظہار کا جذبہ شامل کیا جا سکتا ہے، برخلاف اس کے جو شخص دن بھر بھوکا پیاسا رہ کر جنسی خواہشات اور معاصی سے اجتناب کر کے روزہ رکھتا ہے تو اس کے یہ مخفی حالات دنیا والے نہیں جان سکتے، صرف خدا ہی جانتا ہے کہ میرا فلاں بندہ میری خوشنودی کے لئے کن کن حالات سے گزر رہا ہے، ایک روزہ دار کو دن بھر کئی مواقع ملتے ہیں کہ وہ دوسروں کی نظر سے چھپ کر کھا پی لے اور شام کو روزہ داروں کی صف میں بھی آ کر بیٹھ جائے، لیکن ہزار بھوک، پیاس کی شدت کے باوجود وہ ایسا نہیں

کرتا کیوں کہ روزے کی حالت میں وہ انتہائی جذبۂ اخلاص کے ساتھ صرف خدا کو خوش کرنا چاہتا ہے۔

یہاں پر مجھے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے تقویٰ کا ایک عدیم النظیر واقعہ یاد آتا ہے ،ابھی آپ عہد طفولیت میں ہیں، رمضان المبارک کا متبرک مہینہ ہے اور آپ کے پہلے روزے کے افطار کی تقریب ہے، کاشانۂ اقدس میں جہاں قسم قسم کا سامان ہے، ایک جگہ فیرنی کے پیالے جمانے کے لئے رکھے ہوئے ہیں، دوپہر کا وقت ہے، شدت کی گرمی ہے کہ آپ کے والد محترم آپ کو فیرنی کے کمرے میں لے جاتے ہیں اور کمرہ اندر سے بند کر کے ایک پیالہ آپ کو دیتے ہیں کہ اسے کھالو، آپ عرض کرتے ہیں، میرا تو روزہ ہے ، کیسے کھالوں؟ آپ کے والد گرامی نے فرمایا: بچوں کا روزہ ایسا ہی ہوتا ہے لو کھالو، میں دروازہ بند کر دیتا ہوں، کسی کو خبر نہ ہوگی اور نہ کوئی دیکھ رہا ہے، آپ جواب دیتے ہیں ''جس کے حکم سے روزہ رکھا ہے وہ تو دیکھ رہا ہے'' یہ جواب سن کر اعلیٰ حضرت کے والد گرامی کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو آگئے، آپ کو باہر لے آئے اور شاباشی دی۔

مگر آج کل بڑے بڑے جوانمرد، امیر و کبیر، عقل و فہم کے دعویدار ہوٹلوں کے پردہ میں بیٹھے گلچھڑے اڑا کر ماہ رمضان المبارک کی عظمت وتقدس کو پامال کرتے ہیں، اللہ رب العزت ایسوں کو ہدایت عطا فرمائے۔

وضاحت کا حکم

بغیر یہ بتائے ہوئے بھی کہ ہم سے پہلی امتوں پر روزہ فرض تھا حکم ممکن تھا، لیکن قربان جائیے شان حکمت ورحمت کے کہ روزے کا حکم دیتے وقت یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ یہ حکم صرف تمہارے اوپر ہی نافذ نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ تم سے پہلے بھی جو امتیں گزر چکی ہیں، یہ ان پر بھی عائد کیا گیا تھا، کیوں کہ انسان کی یہ فطرت ہے کہ جب وہ اپنے جیسی تکلیف میں دوسروں کو بھی مبتلا دیکھتا ہے تو اسے صبر آجاتا ہے اور اسے اپنی تکلیف کا احساس کم ہوجاتا ہے، اس مقام پر خدائے حکیم نے یہ وضاحت صرف اس لئے فرمائی ہے کہ محبوب کی امت بشاشت قلب اور نشاط دل کے ساتھ روزہ کی مشقت سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اپنے آپ کو تیار کرلے۔

مقصود

کام کی اہمیت مقصد کے اعتبار سے گھٹتی بڑھتی ہے، روزے کا مقصود تقویٰ قرار دیا گیا ہے، یہ مقصود اتنا عظیم الشان ہے کہ اسے سارے محاسن کی جان کہہ سکتے ہیں، دراصل تقویٰ ہی انسانی شرافت کا بنیادی پتھر ہے، کونین کی سعادتوں اور معنوی طاقتوں کا وہ سرچشمہ ہے جو کبھی نہیں سوکھتا، اس کا دوسرا نام تقویٰ ہے، یہی تقویٰ آج ہماری زندگی کی سطح پر نہیں ابھر رہا ہے تو ہم دنیا میں بے نام ونشان ہو کر رہ گئے ہیں، اسی تقویٰ کے بل بوتے پر کبھی ہماری ہیبت سے سارا جہان کانپتا تھا مگر آج اندر سے تقویٰ کی روح نکل گئی ہے تو ہم خود لرزہ براندام ہیں۔

روزے کا یہ موسم اسی لئے ہر سال آتا ہے کہ ہمارے وجود کو معنوی لطافتوں سے مسلح کر دے، انھیں رضائے الٰہی کی لازوال دولت سے مالا مال کر دے، آج مظلوم اور آشفتہ جاں مسلمانوں روزے کی اہمیت محسوس کر کے اس کا خیر مقدم کرنا چاہئے۔

عبادت کا موسم

جس طرح کھیتی کا ایک خاص موسم اور تجارت کا ایک خاص سیزن ہوتا ہے اور کسان وتاجر اس کی تاک میں بیٹھے رہتے ہیں، جونہی وہ موسم اور سیزن آتا ہے کسان اور تاجر پر ایسی دھن سوار ہوجاتی ہے کہ وہ اپنے ہر آرام وراحت کو تج دیتے ہیں اور ایک ایک منٹ کو اپنا قیمتی سرمایا سمجھ کر انتہائی محنت ومشقت کے ساتھ اپنی پوری قوت کو مصروف عمل کر دیتے ہیں، یہاں تک کہ انسان اپنے گھروں کو غلوں کے ڈھیروں اور تاجر اپنی تجوری نوٹوں کی گڈیوں سے بھر دیتا ہے ،اسی طرح خوش نصیب مسلمان ماہ رمضان المبارک کا نہایت شوق وذوق کے ساتھ انتظار کرتے ہیں اور اس کی ایک ایک ساعت کو غنیمت جانتے ہوئے اپنے تمام مشاغل سے منہ موڑ کر ، اپنے نرم نرم بستروں اور گرم گرم لحافوں کی میٹھی نیند کو لات مار کر عبادت خانوں کی طرف دوڑ پڑتے ہیں اور عبادت گزاری ،شب بیداری، گریہ وزاری، سحر وافطاری

کر کے زراعت عقبیٰ وتجارت آخرت کی بے حساب کمائیوں سے بازار قیامت کے پونجی پتی بن جاتے ہیں۔

چونکہ رمضان المبارک میں رحمت خداوندی کے بڑے بڑے جلوے نمودار ہوتے ہیں اور خدا کی شان جمال کی بڑی بڑی عجیب وغریب تجلیاں بندوں پر جلوہ فگن ہوتی ہیں، اس لئے اس کے لیل ونہار توبہ واستغفار کا انمول وقت، عقبیٰ کی کھیتی کا دلنواز موسم اور تجارت آخرت کا خاص الخاص سیزن ہوتا ہے، لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ اس کے حقیقی اغراض ومقاصد کو پہچانیں، اپنی قیمتی زندگی کی انمول ساعتوں میں توبہ وانابت اور اپنی مالی وبدنی عبادت سے توشۂ آخرت جمع کرلیں اور اپنے رب کریم کے غفران ورضوان کی دولت سے مالا مال ہوں، کیوں کہ رمضان المبارک کا ایک ایک لمحہ گوہر نایاب سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔

موسم برسات میں بارش ہوتی ہے، موسم بہار میں پھول کھلتے ہیں اور دیگر موسموں میں پھل پھول غلے وغیرہ دستیاب ہوتے ہیں، مگر اس موسم خیر میں خود خالق کائنات موسمیات ملتا ہے کہ الصوم لی وانا اجزیٰ بہ سے اجاگر ہو رہا ہے۔

رحمتوں کی فصل بہار

رمضان کی رحمت بھری راتوں میں گھائل کی فریادوں کی طرح ہمیں اپنے رب کے حضور پھوٹ پھوٹ کر رونا ہے، بلک بلک کر تڑپنا ہے، یاد رکھئے غفلتوں کی گہری نیند میں ہم نے جتنی خطائیں کی ہیں، ساری عمر کا رونا بھی اس کے لئے ناکافی ہے، ایک بندۂ مومن کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا شقاوت ہوسکتی ہے کہ رمضان کے مہینے میں بے روزہ دار رہ کر کافر ومسلم کے درمیان امتیاز کی ظاہری دیوار کو بھی مسمار کردے، خدائے قدیر ہمیں اس مہینے کی برکتوں سے مالا مال کرے، ہمیں ظاہر وباطن اور قلب وروح کی توانائی عطا فرمائے، آمین یارب العلمین بحق طٰہٰ ویٰسین ﷺ۔

طوفان نوح لانے سے اے چشم فائدہ
دو اشک ہی بہت ہیں اگر اثر کریں

◆◆◆

ص ۱۶ / کا بقیہ..........

کا یہ عالم تھا کہ جب آپ سفر کے لئے روانہ ہوتے تو سب سے آخر میں ان سے ملتے اور جب سفر سے واپس تشریف لائے تو سب سے پہلے انہیں زیارت سے شاد کام فرماتے، سفر میں جاتے وقت اخیر میں اور واپسی پر سب سے پہلے سرکار ابد قرار ﷺ کا سیدہ سے ملنا کس قدر محبت آمیز اور شفقت خیز ہے یہ ارباب عقل ودانش سے پوشیدہ نہیں۔

جہاں تک سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کا تعلق ہے یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ نکاح کا انعقاد خداوند قدوس کے حکم وحی کے پیش نظر عمل میں آیا، یہی وجہ ہے کہ مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۵ رمیں یہ حدیث مرقوم ہے کہ مولائے کائنات کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے پہلے یار غار مصطفیٰ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور پرنور ﷺ کی بارگاہ میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کا پیغام بھیجا مگر آپ نے اسے منظور نہیں فرمایا، ایسے ہی مراد رسول حضور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی نکاح کا پیغام بھیجا اسے بھی آپ نے قبول نہیں فرمایا، حاشا وکلا اس کا یہ مطلب نہیں کہ مذکورہ شخصیات میں کچھ کمی تھی ایسا ہو نہیں سکتا کیوں کہ یہ وہ ذوات مقدسہ ہیں جن کے ایمان وعمل اور وطہارت کی قسمیں کھائی جاتی ہیں، جن کی صفات حمیدہ پہ قرآن مقدس کی آیات بینات اور احادیث معتبرہ ومستندہ وصحیحہ آج بھی ناطق ہیں۔

برملا یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ دراصل مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح میں رب کائنات کی مشیت و وحی کو دخل تھا، یہی وجہ ہے کہ حضرات عمرین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بعد جوں ہی مولائے کائنات کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے نکاح کا پیغام بھیجا تو حامل وحی الٰہی خدا کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فوراً نہ صرف یہ کہ اس پیغام کو منظور فرمایا بلکہ بخوشی مولائے کائنات سے آپ نے سیدہ کا نکاح کردیا۔

◆◆◆

از: مولانا سید اولاد رسول قدسی*

خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا کا مقام ومرتبہ

اسلامیات

خاتون جنت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اللہ تبارک وتعالیٰ کے حبیب مکرم رسول محترم ﷺ کی محبوب ترین صاحب زادی ہیں، یوں تو نبی کریم ﷺ کی تین اور صاحب زادیاں بھی تھیں لیکن سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے آپ سب سے زیادہ محبت وشفقت فرماتے تھے، صرف یہی نہیں بلکہ مولائے کائنات سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے بھی زیادہ سیدۃ کائنات آپ کو محبوب تھیں، اس دعوے کے استشہاد میں اشرف المؤید کے صفحہ ۵۳ر کے اندر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث پاک پیش کی جاسکتی ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مولائے کائنات کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے رسول کائنات ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا؟ این احب الیك انا ام فاطمة۔ یعنی یارسول اللہ! ہم میں سے کون آپ کو زیادہ محبوب ہے میں یا فاطمہ؟ سرکار ابد قرار ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا: فاطمة احب الی منك وانت اعز علی منها۔ یعنی فاطمہ مجھے تم سے زیادہ محبوب اور تم میرے نزدیک فاطمہ سے زیادہ عزت والے ہو۔

اسی طرح مدارج النبوۃ جلد دوم میں محدثین کرام کی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی حدیث یوں مذکور ہے کہ لوگوں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ وہ کون ہے جو رسول اللہ ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے تو آپ نے برجستہ فرمایا سیدہ فاطمہ اسی مدارج النبوۃ جلد دوم میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول بھی اس سلسلے میں بڑی صراحت ووضاحت کے ساتھ مندرج ہے۔

واقعہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دولت کدے میں تشریف لے گئے اور ان سے مخاطب ہوکر قسمیہ فرمایا کہ اے فاطمہ! خدا کی قسم میں نے رسول گرامی قدر ﷺ کے نزدیک تم سے زیادہ کسی اور کو محبوب نہیں دیکھا۔

سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت باسعادت سے متعلق مختلف اقوال ہیں، بعض حضرات نے آقائے نامدار ﷺ کے اعلان نبوت کے ایک سال بعد تو بعض نے اعلان نبوت کے ایک سال قبل سیدہ کی ولادت بتائی ہے لیکن علامہ ابن جوزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول یہ ہے کہ اعلان نبوت سے ایک سال پہلے نہیں بلکہ پانچ سال پہلے سیدہ ایسے سہانے وقت میں اس خاکدان گیتی میں جلوہ گر ہوئیں جب خانۂ کعبہ تعمیری مراحل سے گزر رہا تھا۔

حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نام وصفات کی جو وجوہ تسمیہ بیان فرمائی ہیں انہیں پڑھنے کے بعد سیدہ کے اقدار وفضائل کے مزید کئی گوشے اجاگر ہوجاتے ہیں، آپ فرماتے ہیں کہ سیدہ کا نام فاطمہ اس لئے رکھا گیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو اور ان کے محبین کو نار جہنم سے محفوظ رکھا ہے، ان کے مشہور وہ حروف لقب "بتول" سے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ سیدہ کو بتول اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ تمام عورتوں میں افضل وبرتر حسن وجمال میں فقید المثال ہیں کہ در ایمان وتوکل کی شان کہ آپ ماسوی اللہ سے ہمیشہ بے نیاز، حضرت شیخ علی الاطلاق نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ سیدہ فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکار ابد قرار ﷺ سے نہ صرف بلکہ میں سب سے زیادہ مشابہت رکھتی تھیں۔

حضور اکرم ﷺ کی سیدہ سے غایت محبت بقیہ ص ۱۵ر پر

*مضمون نگار نیویارک امریکہ میں مقیم اہل سنت معروف قلم کار اور نقاد ہیں۔

پہلی قسط

از: مولانا سید محمد اکرام الحق قادری*

اسلام ہی سچا مذہب کیوں؟

اسلامیات

دینِ اسلام پروردگارِ عالم اللہ تبارک وتعالیٰ کا منتخب اور پسندیدہ دین ہے، اُس کی بارگاہِ اقدس میں اِس کے علاوہ کوئی بھی دین مقبول نہیں ہے، اپنے کلامِ اَزَلی میں ارشاد فرماتا ہے:

”اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ۔ یعنی بے شک اللہ کے نزدیک [قابلِ قبول] دین، اسلام ہی ہے۔“

(سورۂ آلِ عمران، آیت نمبر ۱۹)

دوسرے مقام پر اعلان فرماتا ہے:

”وَ مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ، وَ هُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۔ یعنی اور جس نے اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو طلب [اختیار] کیا تو وہ اُس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔“ (سورۂ آلِ عمران، آیت نمبر ۸۵)

اس لیے کوئی شخص کتنا ہی با اَخلاق و با کردار ہو، کیسا ہی شیریں مقال و کشادہ رُو ہو، چاہے جتنا جواد و سخی ہو اور خواہ کتنا ہی اعمالِ صالحہ کا خوگر ہو، اسلام قبول کیے بغیر رب تبارک وتعالیٰ کی بارگاہِ عالی میں اُس کی اور اُس کی نیکیوں کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے، بروزِ قیامت اُس کی ساری نیکیاں اُس کے ناپاک منہ پر مار دی جائیں گے، اُسے کبھی نہ ختم ہونے والے دردناک عذاب میں گرفتار کیا جائے گا اور اُس سے کہا جائے گا:

”ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ۔ یعنی دوزخ کی آگ کا عذاب چکھو۔“ (سورۂ آلِ عمران، آیت نمبر ۱۸۱)

العیاذ باللہ تعالیٰ منہ! یوں تو تمام اہلِ مذاہب بڑے زور دار طریقے سے اپنے دین کی حقانیت کا دعویٰ کرتے ہیں، اُنھیں اپنے دین کے علاوہ کہیں بھی، کسی طرح کی کوئی صداقت نظر نہیں آتی؛ مگر جب اس دعوے کو سچ ثابت کرنے کے لیے دلائل و براہین کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور ادیانِ عالم کی حقانیت کو اُن کی کسوٹی پر پرکھنے کی بات کی جاتی ہے تو حق و صداقت کے میدان میں ”دینِ اسلام“ کے علاوہ کوئی بھی مذہب، دور دور تک نظر نہیں آتا۔

صرف اسلام کا پرچم لہراتا نظر آتا ہے اور اُسی کے جلوے ہر سو دکھائے دیتے ہیں اور یہ ناقابلِ انکار حقیقت بھی ہے کہ مذہب اسلام کی حقانیت کے دلائل، کل کی طرح آج بھی روشن و تابناک اور ناقابلِ ردّ و ابطال ہیں، کوئی بھی منصف مزاج شخص انھیں رَد کرنے کی جسارت نہیں کرسکتا، یہ الگ بات ہے کہ تعصب و عناد اور جہالت و نادانی کے سبب کروڑوں انسان نورِ ایمان سے محروم ہو کر کفر و شرک اور الحاد و اِرتداد کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں زندگی گزارنے میں فخر محسوس کر رہے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ مخالفت و دشمنی کی خوف ناک آندھیوں میں بھی اسلام کی شمع جوں کی توں روشن رہی اور دشمنانِ دین متحد ہونے کے باوجود اس کا کچھ بھی نہ کرسکے؛ بلکہ دنیا نے دیکھا کہ اسلام پر جتنی شدت و قوت کے ساتھ حملے کیے گئے، وہ اُتنی ہی طاقت و توانائی کے ساتھ پروان چڑھتا گیا، آج بھی اس کی مضبوط و محکم چٹان کے سامنے کفر کا اتحاد پارہ پارہ نظر آرہا ہے اور مسلمانوں کی تعداد مسلسل بڑھتی ہی جارہی ہے، جسے دیکھ کر اہلِ باطل کا کلیجہ پھٹا جارہا ہے اور اُن کی چیخیں ہر طرف گونج رہی ہیں، اگر آج اسلام کی جگہ کوئی اور مذہب ہوتا تو اُس کا نام و نشان تک باقی نہ رہتا، یہ اسلام کی حقانیت کا منہ بولتا ثبوت نہیں تو اور کیا ہے؟

یوں ہی نہیں فرمایا گیا تھا:

”یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ

* مضمون نگار دار العلوم محبوبِ سبحانی کرلا ویسٹ ممبئی کے پرنسپل ہیں۔

نُوْرِہٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۔ یعنی وہ اپنے مونھوں سے (پھونکیں مار کر) اللہ کے نور (اسلام) کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے، خواہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔" (سورۂ صف، آیت نمبر ۸)

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
تم جتنا دباؤ گے اتنا ہی یہ اُبھرے گا
نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

مگر چوں کہ ہمارے دشمن اب پہلے سے بہت زیادہ چست و چالاک ہو چکے ہیں، وہ جدید وسائلِ ابلاغ کے ذریعہ مسلمانوں کی فکر کے انتہائی صاف ستھرے دریا کو گدلا کرنے کے فراق میں ہیں، سوشل میڈیا کے ذریعے اُن کے نورانی سینوں میں گھس کر اُن کا اسلامی شعور اُچکنے میں تاک میں ہیں، یہ بدبخت "جتیندر تیاگی عرف وسیم رضوی رافضی" جیسے شیطانوں کو مارکیٹ میں لا کر، بھولے بھالے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی سعیِ پیہم کر رہے ہیں اور اُن کے دلوں کو شکوک وشبہات کے سیاہ دھبوں سے داغ دار کر کے اُنھیں اسلام سے برگشتہ کرنے کی ناپاک کوششوں میں لگے ہوئے ہیں، اِس لیے ہم سب کی یہ ذمے داری ہے کہ غیروں پر اسلام کی صداقت کو واضح کرنے کے ساتھ ساتھ، اہلِ اسلام کے ایمان کی بھی فکر کریں، دشمنوں کی ناپاک سازشوں کو ناکام کرنے کے ساتھ ساتھ نونہالانِ اسلام کے سینوں میں جلنے والی شمعِ ایمان کے تحفظ کی کوشش کریں اور اُنھیں کفر وشرک کے دلدل سے بچانے کی سعیِ بلیغ کریں۔

یہ مضمون اِسی سلسلے کی ایک چھوٹی سی کڑی ہے، جو نہایت صاف وواضح انداز میں عام مسلمانوں کے لیے رقم کیا جارہا ہے، اِس پرچے میں قسط وار دینِ اسلام کی حقانیت کو واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی اور اُس کی صداقت پر ایسے دلائلِ عقلیہ پیش کیے جائیں گے جنھیں کوئی بھی باشعور انسان نظرانداز نہیں کرسکتا، ممکن ہے کہ یہ سطور شکوک وشبہات کے بادل چھانٹنے اور اہلِ ایمان کو اطمینانِ قلبی کی دولتِ گراں مایہ سے سرفراز کرنے میں کامیابی حاصل کرلیں، بس قارئینِ کرام سے گزارش ہے کہ اِس پیغام کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کریں، ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

اسلام کے تمام احکام کی بنیاد قرآنِ مقدس پر رکھی گئی ہے، قرآنِ کریم خالق عالم اللہ عزوجل کا کلام ہے، جسے اُس نے عربی زبان میں، حضرت جبریلِ امین کے واسطے سے، اپنے آخری نبی حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل فرمایا ہے، یہ کلام نہ ہی ہمارے نبی ﷺ کا بنایا ہوا ہے نہ جبریل امین یا کسی انسان کا گڑھا ہوا، اہلِ ایمان کا یہ دعویٰ بھی ہے اور اعتقاد بھی، اب اگر قرآنِ شریف کا کلامِ اِلٰہی ہونا ثابت کردیا جائے تو اسلام کی حقانیت آشکار اور اُس کے تمام عقائد ونظریات ثابت ہو جائیں گے، قرآنِ کریم خود کے کلامِ اِلٰہی ہونے کا دعویٰ بھی کرتا ہے اور اُس پر ناقابلِ انکار دلائل بھی پیش کرتا ہے، یہ کلام، منکرین کو چیلینج بھی کرتا ہے اور اُن کے لاجواب ہونے کا فیصلہ بھی سناتا ہے، یہ اِجمال ہے، تفصیل آئندہ کی قسطوں میں ملاحظہ کریں گے۔

قرآنِ مجید ہر قسم کے تضاد [contradiction] سے پاک ہے:

"ہم مسلمانوں کی دینی کتاب "قرآنِ مقدس" دنیا کی واحد [تنہا] محفوظ [safe] کتاب ہے، جس میں اب تک کسی قسم کی تبدیلی [change] ہوئی نہ صبح قیامت تک ہوسکتی ہے، دنیا بھر میں قرآنِ کریم کے اَربوں نسخے [quranic editions] اور لاکھوں حُفّاظ [یاد کرنے والے] موجود ہیں، اِس کے باجود آیاتِ قرآنیہ میں اِعراب وحرکات [زبر، زیر، پیش وغیرہ] کا معمولی فرق بھی نہیں ملتا، نہ اِس کے الفاظ میں ٹکراؤ [collision] ملتا ہے نہ معانی [meanings] میں کسی قسم کا کوئی تضاد [contradiction] نظر آتا ہے، یہ قرآنِ عظیم کا وہ کمال ہے جس نے اُسے دنیا کی تمام کتابوں سے ممتاز [prominent] کر دیا ہے، انسان، دنیا کی مذہبی اور غیر مذہبی کوئی بھی ایسی کتاب پیش نہیں کرسکتے جو اِس

معیار [Quality] پر کھری اترتی ہو۔"

یہی کمال قرآنِ عظیم کے کلامِ اِلٰہی ہونے کی واضح نشانی اور مضبوط دلیل ہے، اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

"أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ ۚ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا۔ یعنی تو کیا وہ [کفار و مشرکین] قرآن میں غور نہیں کرتے اور اگر قرآن، اللہ کے غیر کی جانب سے ہوتا [مثلاً کسی انسان کا بنایا ہوا ہوتا] تو ضرور وہ اُس میں بہت اختلاف وتضاد پاتے۔" (سورۂ نساء، آیت نمبر ۸۲)

اِس آیتِ کریمہ میں اللہ رب العزت نے کفار و مشرکین عَرب کو اپنے کلام میں غور و فکر کرنے کی دعوت دی ہے اور یہ فرمایا ہے کہ اگر وہ قرآنِ مقدس کے معانی [Meanings] اور اُس کے الفاظ [Words] کی فصاحت وبلاغت [Eloquence&rhetorc] میں غور کرلیں تو اُن پر واضح ہوجائے گا کہ اُس میں کسی قسم کا کوئی تضاد یا ٹکراؤ [collision] نہیں ہے اور ٹکراؤ نہ ہونا اُس کے کلامِ اِلٰہی ہونے کی واضح دلیل ہے۔

اہلِ علم جانتے ہیں کسی کلام میں اختلاف کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔(۱) الفاظ میں اختلاف ہو (۲) معنٰی میں اختلاف ہو (۳) ترتیب میں اختلاف ہو، قرآن مقدس کے الفاظ [words] میں اختلاف ہے، نہ معانی [Meanings] میں اور نہ ترتیب [Order] میں۔ الفاظ میں اختلاف اِس لیے نہیں ہے کہ قرآنِ کریم "فصاحت و بلاغت" [Eloquence&rhetoric] کے جس معیار [Quality] پر نازل ہوا ہے، وہ معیار شروع سے آخر تک، یعنی سورۂ فاتحہ سے سورۂ ناس تک برقرار [موجود] ہے، ایسا نہیں ہے کہ اُس کے بعض الفاظ بلاغت میں "اِعجاز کی حد" [the limit of miracles] تک پہنچے ہوں اور بعض کلمات اُس [حدِّ بلاغت] سے کم ہوں، صدیاں گزر چکی ہیں؛ مگر سخت ترین دشمنانِ اسلام بھی، ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے باوجود یہ ثابت نہ کر سکے کہ قرآنِ مقدس کی فلاں آیت فصاحت و بلاغت میں حدِّ اعجاز سے کم ہے۔

یہ اِس بات کی انتہائی مستحکم [strong] دلیل ہے کہ قرآنِ عظیم کے الفاظ میں شروع سے آخر تک، کہیں بھی، کوئی اختلاف وتضاد [contradiction] نہیں ہے اور اِس کا پورا متن [یعنی یہ پورا کلام] مُعجز [دنیا کے تمام انسانوں کو عاجز و قاصر کر دینے والا] ہے، اِس لیے اسلام کے تمام دشمن مِل کر بھی اِس کی کسی آیت کا کوئی جواب نہ دے سکے ہیں اور نہ دے سکتے ہیں، وہ سب مِل کر بھی اِس کی ایک آیت جیسا کلام بنا کر پیش نہیں کر سکتے، وہ کل بھی عاجز [helpless] تھے، آج بھی قاصر [unable] ہیں اور کل بھی رہیں گے۔

قرآنِ مقدس کے معانی [meanings] میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے؛ کیوں کہ اِس کی بیان کردہ غیب کی تمام خبریں صدفی صد [hundred percent] صحیح ثابت ہوئی ہیں، ایسا نہیں ہوا کہ اِس کی بعض باتیں سچ اور بعض غلط ثابت ہوئی ہوں، کوئی کٹّر سے کٹّر دشمن دین بھی قرآن کریم کی کسی ایک بات کو بھی غلط ثابت نہ کر سکا، اِس نے ماضی [گزرے ہوئے زمانے] کی جو خبریں دیں ہیں، حضراتِ انبیاے کرام علیہم الصلاۃ والسلام اور اُن کی امت کے جو احوال [Condition] بیان کیے ہیں۔

آج تک اُن کی صداقت [سچائی] تسلیم کی [مانی] جارہی ہے، اِسی طرح قرآن مقدس نے جن عقائد، اَحکام اور نظریات [Beliefs & Ideas] کو بیان کیا ہے اُن میں بھی کوئی ٹکراؤ نہیں ہے، اِس سے ثابت ہوا کہ قرآنِ مقدس کے معانی میں کسی قسم کا تضاد نہیں ہے، اگر کسی قسم کا کوئی تضاد ہوتا تو آج کا ترقی یافتہ انسان، فضاؤں [Atmosphere] کی سیر کرنے والا اور سیاروں [Planets] پر کمندیں [Loops] ڈالنے والا بشر، اُسے ظاہر کرنے کی قدرت پالیتا؛ مگر ایسا نہ کبھی ہوا ہے اور نہ آئندہ ہو سکے گا؛ کیوں کہ یہ انسان کا نہیں، رب تعالیٰ کا نازل کیا ہوا کلام ہے۔

قرآنِ مجید کی ترتیب میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے، یعنی ایسا نہیں ہے کہ اُس کی آیتوں اور سورتوں میں کوئی ربط [Link]

اسلامیات

اور باہمی تعلق نہ ہو؛ بلکہ ہر آیتِ کریمہ اور سورۂ مبارکہ جہاں ہے، وہی اُس کا سب سے موزوں اور مناسب مقام ہے، اُسے وہاں سے ہٹا کر کہیں اور فِٹ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ خوبی دنیا کی کسی بھی کتاب میں نہیں پائی جا سکتی، یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے کہ قرآنِ کریم ۲۳؍سالوں کی طویل مدت میں نازل ہوا، نئے نئے احوال و واقعات[squinted& Events] کے مطابق آیتیں نازل ہوئیں؛ بلکہ بہ یک وقت کئی کئی سورتوں کی آیتیں بھی نازل ہوئیں اور حضور سرورِ عالم ﷺ ہر آیت کو اُس سے متعلق سورت میں لکھواتے رہے، اِسی انداز میں پورا قرآنِ پاک لکھا گیا، اِس کے باوجود اُس کی ترتیب[Order] میں کسی قسم کی کوئی خطا واقع نہ ہوئی۔

دشمنانِ دین اپنی پوری توانائی صرف کرنے کے باوجود یہ ثابت نہ کر سکے کہ قرآنِ کریم کی آیتیں اور اُس کے مضامین بے ترتیب ہیں، دنیا کی ہر کتاب میں خطا کا پایا جانا ممکن ہے، الفاظ، معانی یا ترتیب میں کہیں نہ کہیں ٹکراؤ یا تضاد ضرور پایا جاتا ہے؛ لیکن قرآنِ مقدس کا یہ زندہ و جاوید معجزہ ہے کہ اس کے الفاظ، معانی اور ترتیب سب کچھ اختلافات و تضادات سے محفوظ ہیں۔

ثابت ہوا کہ یہ کلام، کسی انسان کا نہیں بلکہ پروردگارِ عالم اللہ رب العزت کا نازل کیا ہوا کلام ہے۔

قرآنِ مقدس کے چیلینجز

دینِ اسلام کی بنیاد ''قرآنِ مقدس'' کے کلامِ اِلٰہی ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ دشمنانِ دین مِل کر بھی آج تک اُس کے چیلینجز کا جواب نہ دے سکے اور نہ آئندہ دے سکیں گے، اِس مختصر تحریر میں قرآنِ کریم کے ذریعے پیش کیے گئے چیلینجز کا اِحاطہ تو نہیں کیا جا سکتا، البتہ اِثباتِ مدعیٰ کے لیے اُن میں سے بعض کا ذکر کیا جا رہا ہے؛ تاکہ کج فکری کا شکار ہونے والے یا شکوک و شبہات کی تاریکی میں پھنس جانے والے حضرات اپنے باطل افکار و نظریات[false thoughts] پر نظرِ ثانی کرنے کی زحمت گوارا کر سکیں۔

قرآنِ کریم کا یہ دعویٰ ہے کہ تمام انسان اور جنات اِس کلام کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہیں، وہ دونوں مل کر بھی اگر ایسا کلام لانا چاہیں تو نہیں لا سکتے، اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

''قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا۔ یعنی اے محبوب! آپ کہیے کہ اگر تمام انسان اور جن مل کر اِس قرآن کی مثل لانا چاہیں تو وہ اس کی مثل نہیں لا سکیں گے، خواہ وہ ایک دوسرے کے مددگار رہوں۔''

(سورۂ اسرا، آیت نمبر ۸۸)

اِس آیتِ کریمہ میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ تمام انسان و جنات ایک دوسرے کا تعاون کرنے کے باوجود، اِس جیسا کلام نہیں پیش کر سکتے، وہ تو عربی تھے، انھیں اپنی فصاحت و بلاغت پر بڑا ناز تھا، وہ اپنے بالمقابل دنیا کے تمام انسانوں کو گونگا اور زبان دانی میں بے حیثیت تصور کرتے تھے، ساتھ ہی وہ اسلام کے کٹر دشمن تھے، اسلام اور پیغمبر اسلام کو ختم کرنا اُن کا مشن تھا، اسلام کو ناحق[unjust] ثابت کرنا اُن کا مقصدِ زندگی تھا۔ وہ دینِ اسلام کو باطل ثابت کرنے کے لیے صبح و شام کوششیں کیا کرتے، سازشیں رچا کرتے اور اُس کی بیخ کنی کے لیے ہر ممکن حربہ استعمال کیا کرتے تھے۔

قرآنِ مقدس نے اِس آیتِ کریمہ کے ذریعے اُن کے لیے آسانی فراہم کر دی تھی، اسلام کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکنے کے لیے ایک سنہری موقع دے دیا تھا اور واضح لفظوں میں یہ فرما دیا تھا کہ ''اگر تم اِس کلام کو کلامِ اِلٰہی نہیں مانتے اور اِس کے بتائے ہوئے راستے کو حق نہیں جانتے تو ایسا کرو کہ تم سب مل کر اِس جیسا کلام پیش کر دو! اگر تم کامیاب ہو گئے تو تمھارا مدعیٰ ثابت ہو جائے گا اور اسلام کا باطل و مردود ہونا سب پر روشن ہو جائے گا؛ لیکن سنو! قرآن نازل کرنے والا تمہارا رب تمہیں چیلینج کرتا ہے کہ اگر تم سب مل کر اپنی پوری توانائی[energy] صرف کر ڈالو اور اپنی مدد کے لیے سرکش جنّوں کو بھی بلا لو تب بھی تم ایسا بے نظیر[awesome] کلام پیش نہیں کر سکتے۔

انھوں نے ہر ممکن کوشش کی، اپنی پوری توانائی خرچ کی

اسلامیات

اور قرآن کی مثل لانے کے لیے مسلسل شب بیداریاں کیں ؛ مگر ناکام ونامراد رہے اور پھر "کھسیانی بلی کھنبا نوچے" کے بمصداق تلوار کے زور پر اسلام کو ختم کرنے اور قرآنی تعلیمات کو محو کرنے کے درپے ہوئے ، جس کے نتیجے میں اہلِ توحید واہلِ شرک کے درمیان بدر، اُحد، خندق، خیبر اور حُنَین جیسی خون ریز جنگیں رونما ہوئیں ، اگر قرآنِ کریم اللہ کا کلام اور اسلام اُس کا منتخب دین نہ ہوتا تو اہلِ عرب اس چیلینج کا جواب دے کر اُسی زمانے میں اسلام کا خاتمہ کر چکے ہوتے اور آج نہ ہی اسلام کا نام ونشان ہوتا اور نہ ہی یہ تحریر معرضِ وجود میں آتی ، مگر وہ چاہ کر بھی ایسا نہ کر سکے ، ثابت ہوا کہ یہ قرآنِ مقدس پروردگارِ عالم کا نازل کیا ہوا کلام ہے ، نہ حضور ﷺ کا بنایا ہوا ہے اور نہ کسی انسان کا گھڑا ہوا۔

قابلیت اور زبان دانی میں حیرت انگیز کمال رکھنے والے "کفارِ عرب" بالخصوص سردارانِ قریش اگرچہ کلامِ الٰہی کے جلال کے سامنے ٹک نہ سکے اور اپنی بے بسی کے باعث قرآن کی مثل لانے سے قاصر رہے ؛ مگر ہٹ دھرمی کے سبب اُس کے کلامِ الٰہی ہونے کا انکار کرتے رہے اور مسلسل یہ شور مچاتے رہے کہ محمد [فداہ ابی وامی] نے گھڑ کر یہ کلام پیش کیا ہے ۔ تو اللہ عز وجل نے اپنے چیلینج میں تخفیف کر کے ارشاد فرمایا:

"اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ یعنی کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ انھوں نے قرآن کو از خود گھڑ لیا ہے ، آپ کہیے کہ پھر تم اُس جیسی گھڑی ہوئی دس سورتیں لے آؤ اور [اپنی مدد کے لیے] اللہ کے سوا جس کو بلا سکتے ہو بلا لو ، اگر تم سچے ہو۔" (سورۂ ہود ، آیت نمبر ۱۳)

اِس آیتِ کریمہ میں اللہ عز وجل نے دشمنانِ دین کو قرآن جیسی صرف دس سورتیں پیش کرنے کا چیلینج دیا ہے اور اُن سے فرمایا ہے کہ تم پورے قرآن کی مثل لانے سے قاصر رہے ، پھر بھی اپنے پروپیگنڈے سے باز نہیں آئے ، اگر تمہارے عقیدے کے مطابق یہ کلام ، اللہ کا نہیں ؛ بلکہ محمد ﷺ کا ہے تو اُن کی طرح تم بھی تو عربی اور انتہائی فصیح وبلیغ ہو ، چلو تم قرآن جیسی دس سورتیں ہی بنا کر دکھا دو ، تا کہ سب کو پتا چل جائے کہ محمد عربی نے جو کلام پیش کیا ہے وہ خود اُن کا ہے نہ کہ رب تعالیٰ کا ، سادہ سی بات تھی ، وہ دس سورتیں پیش کر دیتے دینِ اسلام کا باطل ہونا ثابت ہو جاتا ؛ مگر انتہائی کوششوں کے باوجود وہ اِس چیلینج کا جواب نہ دے سکے ، جب اُن کی بے بسی ظاہر ہو گئی تو اللہ نے چیلینج میں مزید تخفیف کی اور فرمایا :

"وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۔ یعنی اور اگر تم کو اُس کتاب کے کلامِ الٰہی ہونے میں شک ہے جس کو ہم نے اپنے محبوب بندے پر نازل کیا ہے تو اُس کی مانند کوئی ایک سورت بنا کر لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے مددگاروں کو بھی بلا لو ، اگر تم سچے ہو ، سو اگر تم نہ کر سکے اور ہرگز نہ کر سکو گے تو اُس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے ، جس کو کافروں کے لیے تیار کیا گیا ہے۔" (سورۂ بقرہ ، آیت نمبر ۲۳-۲۴)

اور جب ایک سورت بھی نہ لا سکے تو چیلینج میں مزید آسانی کرتے ہوئے فرمایا:

"فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖۤ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ۔ یعنی یہ انکار کرنے والے قرآن کی مثل ایک آیت ہی لے آئیں ، اگر اپنے دعوے میں سچے ہیں۔" (سورۂ طور ، آیت نمبر ۳۴)

اِن آیات میں اللہ رب العزت نے اسلام کے سخت مخالف "مشرکینِ عرب" کو قرآنِ مجید کی سورتوں جیسی ایک سورت ؛ بلکہ ایک آیت لانے کا چیلینج دیا اور ساتھ ہی یہ پیش گوئی بھی فرما دی کہ "یہ نہیں لا سکیں گے" قرآنِ مقدس کا چیلینج لاجواب اور اُس کی پیش گوئی صحیح ثابت ہوئی ، واضح ہوا کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں ؛ بلکہ خالقِ کائنات اللہ عز وجل کا نازل کیا ہوا کلام ہے ، اِن آیاتِ کریمہ میں ، اللہ عز وجل کی توحید ، رسولِ پاک ﷺ کی رسالت اور دینِ اسلام کی حقانیت پر ایسی روشن دلیلیں ہیں جن کا

اسلامیات

انکار کوئی متعصب [fanatic] ہی کر سکتا ہے، ثابت ہوا کہ اسلام ہی ''سچا دین'' ہے۔

قرآنِ مقدس کے چیلینجز کی تعداد

گزشتہ گفتگو میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اللہ عزوجل نے عرب کے کافروں کو براہِ راست اور دنیا کے مشرکوں کو بالواسطہ اوّلاً پورے قرآن کی مثل لانے کا چیلیج دیا، جب نہ لا سکے تو ثانیاً دس سورتیں پیش کرنے کی دعوت دی، جب عاجز رہے تو ثالثاً ایک سورت کی نظیر لانے کو کہا، اِس پر بھی قادر نہ ہو سکے تو رابعاً قرآن جیسی صرف ایک آیت بنانے کی بات کہی؛ مگر وہ اس سے بھی قاصر رہے۔ جس سے واضح ہوا کہ یہ کلام ''کلامِ الٰہی'' ہے، اِس کی ہر آیت مُعجز ہے جو کہ اللہ عزوجل کی وحدانیت اور حضرتِ محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت و رسالت کی کھلی دلیل ہے۔

قرآنِ کریم میں ۶۶۶۶ر آیاتِ کریمہ ہیں، ہر آیت ایک چیلینج ہے جو آج بھی عالم کفر اور دنیاے شرک کو اپنی مثل لانے کی دعوت بھی دے رہی ہے اور اُن کے عاجز و قاصر ہونے کا اعلان بھی کر رہی ہے، اِس لحاظ سے دیکھیں تو اب تک کی گفتگو سے قرآنِ مقدس کے چھ ہزار چھ سَو چھیاسٹھ چیلینجز ثابت ہوئے، صدیاں گزر جانے کے بعد بھی یہ چیلینجز اپنی جگہ قائم ہیں اور سخت ترین دشمنانِ دین، انتہائی کوششوں کے باوجود آج تک اِن کا جواب نہ دے سکے اور نہ ہی آئندہ دے سکیں گے، اب آگے بڑھتے ہیں۔

قرآن نازل فرمانے والے ہمارے رب، اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ دعویٰ کیا کہ اُس کا کلام ہمیشہ محفوظ رہے گا، اُس میں ایک لفظ کو بھی، کبھی بھی کم نہیں کیا جا سکے گا، چناں چہ سورۂ حجر میں ارشاد فرمایا:

''اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ یعنی بے شک ہم نے ہی قرآنِ پاک کو نازل کیا اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' [سورۂ حجر، آیت نمبر ۹]

یہ آیتِ عظیمہ کس قدر زوردار اور کتنی زبردست تاکیدوں پر مشتمل ہے اُس کا اندازہ آپ نے ترجمے سے ہی لگا لیا ہوگا، اِس میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کی حفاظت کا دعویٰ کرتے ہوئے یہ اعلان فرمایا ہے کہ اِس میں کسی ایک حرف کی بھی کمی نہیں کی جا سکتی، صدیاں گزر چکی ہیں؛ مگر یہ چیلینج آج بھی برقرار ہے، کٹر دشمنِ اسلام بھی یہ ثابت نہیں کر سکا کہ قرآنِ پاک میں پہلے فلاں آیت تھی یا فلاں کلمہ تھا بعد میں اُسے نکال دیا گیا، ماضی کا انسان تو خیر بڑا کمزور تھا، مادی ترقیوں سے نا آشنا تھا، اُس کے پاس اسباب و وسائل نہ تھے؛ مگر عقل دنگ ہے کہ جدید ٹکنالوجی اور حیرت انگیز آلات سے آراستہ، خود کو سب کچھ سمجھنے والا آج کا برقی انسان بھی عاجز ہے اور وہ بھی قرآن کریم کے کسی حرف کو حذف کرنے کی نہ کوشش کر سکتا ہے نہ ہی جرأت و جسارت، آخر کیوں؟ اِسی لیے کہ اُسے معلوم ہے کہ اِس چیلینج کا جواب دینا اُس پُرخار وادی میں داخل ہونے جیسا ہے جس میں دنیا کا بڑے سے بڑا انسان اور مادی توانائی سے لیس سائنٹسٹ بھی قدم رکھنے کی بھی ہمت و طاقت نہیں رکھتا، اُسے عبور کرنا تو بہت بڑی بات ہے، اس خوبی اور کمال سے کیا دنیا کی کوئی اور کتاب متصف ہے؟ کیا دنیا کا بڑے سے بڑا مصنف اپنی کسی کتاب کے بارے میں یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ ''میری کتاب میں کوئی کمی نہیں کی جا سکتی''، عقل و شعور رکھنے والا کوئی بھی شخص اپنی کسی کتاب کے بارے میں اِس قسم کا دعویٰ نہیں کر سکتا؛ کیوں کہ اُسے پتہ ہے کہ یہ ممکن ہی نہیں، یہ دعویٰ صرف قرآنِ مقدس نے پیش کیا ہے۔

آج آباد دنیا کا کوئی بھی حصہ ایسا نہیں ہے جہاں مسلمان نہ ہوں، اسلام کے نام لیوا اور قرآنِ مقدس کے لاتعداد نسخے موجود نہ ہوں، دنیا میں اربوں نسخے ہیں؛ مگر اُن میں کسی ایک کلمے اور ایک لفظ کا بھی فرق نہیں ہے، جو قرآن انڈیا میں ہے وہی پاکستان میں، جو قرآن سعودی عرب میں ہے وہی امریکہ اور برطانیہ میں، کہیں بھی کچھ بھی فرق نہیں ہے، یہ قرآنِ کریم کی حقانیت و صداقت کی کھلی ہوئی دلیل ہے۔

ثابت ہوا کہ یہ کلام ''کلامِ الٰہی'' ہے اور دینِ اسلام ''دینِ برحق'' ہے۔ چوں کہ ہر آیتِ کریمہ یہ چیلینج پیش کر رہی ہے کہ ''اُس کو گھٹایا نہیں جا سکتا، اُس میں کمی نہیں کی جا سکتی''، اِس لحاظ

سے ۶۶۶۶ر چیلینجز اور ہوئے، اب قرآن کریم کے چیلینجز کی کل تعداد ''تیرہ ہزار تین سو بتیس'' ہوگئی، اللہ رب العزت نے فرمایا:

''اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِالذِّکۡرِ لَمَّا جَآءَہُمۡ وَ اِنَّہٗ لَکِتٰبٌ عَزِیۡزٌ. لَّا یَاۡتِیۡہِ الۡبَاطِلُ مِنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡہِ وَ لَا مِنۡ خَلۡفِہٖ، تَنۡزِیۡلٌ مِّنۡ حَکِیۡمٍ حَمِیۡدٍ۔ یعنی بے شک جن لوگوں نے قرآن کا اُس وقت انکار کیا جب وہ اُن کے پاس پہنچ چکا تھا (انھیں عذاب دیا جائے گا) بے شک یہ (قرآن) بہت معزّز کتاب ہے، اِس میں باطل (غیرِ قرآن) کہیں سے بھی نہیں آسکتا، نہ سامنے سے، نہ پیچھے سے۔ یہ کتاب بہت حکمت والے، حمد کیے ہوئے (اللہ عزوجل) کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔'' [سورۂ فصلت، آیت نمبر ۴۱-۴۲]

اللہ رب العزت نے اِن دونوں آیتوں سے قبل اُن بد بختوں کو عذابِ دوزخ کی وعیدِ شدید سنائی ہے جو قرآنِ پاک کے کلامِ الٰہی ہونے کا انکار کرتے ہیں، پھر یہ فرمایا کہ یہ قرآن ''کتابِ عزیز'' ہے، یعنی یہ کتاب، تمام کتابوں پر غالب ہے، کوئی بھی اِس کی مثل نہیں لا سکتا، اس کے بعد یہ چیلینج کیا کہ اِس کلام میں کوئی بھی انسان کسی ایک لفظ کا بھی اضافہ نہیں کر سکتا، نہ شروع میں نہ آخر میں۔

یہ چیلینج ایسا مضبوط ہے کہ صدیاں گزر جانے کے بعد بھی برقرار ہے، بڑے سے بڑا منکرِ اسلام اور دشمنِ رسول بھی یہ ثابت نہیں کر سکا کہ قرآنِ کریم میں پہلے فلاں آیت نہیں تھی، یا اُس میں فلاں کلمہ یا فلاں حرف نہیں تھا، بعد میں ملایا گیا ہے، کوئی بھی انسان اپنے کلام کے بارے میں یہ چیلینج نہیں کر سکتا کہ اُس میں زیادتی نہیں کی جا سکتی، اگر کوئی شخص اپنی کتاب کے سلسلے میں ایسا دعویٰ کرتا ہے تو اسے کسی مجنون کی بڑ سے زیادہ حیثیت نہیں دی جائے گی اور فوراً اُس کا بطلان واضح کر دیا جائے گا۔

یہ قرآنِ کریم کا اعجاز ہے کہ اُس نے نہ صرف یہ کہ دعویٰ کیا؛ بلکہ اس شان کے ساتھ کیا کہ آج تک کوئی بھی دشمنِ اسلام اسے رد نہیں کر سکا، اور نہ آئندہ کر سکے گا، چوں کہ قرآنِ مجید میں چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیاتِ کریمہ ہیں اور یہ دعویٰ ہر آیت پیش کر رہی ہے، اس لحاظ سے چیلینجز کی تعداد اتنی ہی اور بڑھ گئی۔

خلاصۂ کلام یہ کہ ہر آیت تین چیلینج پیش کر رہی ہے۔ [۱] اس کی مثل نہیں لائی جا سکتی [۲] اس میں کمی نہیں کی جا سکتی [۳] اس میں اضافہ نہیں کیا جا سکتا۔

تمام آیاتِ مبارکہ کو تین سے ضرب دینے سے قرآنِ مقدس کے کل چیلینجز کی تعداد بنتی ہے ''انیس ہزار نو سو اٹھانوے'' دنیا والے آج تک کسی ایک چیلینج کا بھی جواب نہ دے سکے، اگر یہ کسی انسان کا بنایا ہوا کلام ہوتا تو اب تک اس کا چیلینج ٹوٹ چکا ہوتا اور اسلام کا باطل ہونا واضح ہو چکا ہوتا، ثابت ہوا کہ یہ کلام ''کلامِ الٰہی'' ہے، دینِ اسلام ہی ''دینِ برحق'' ہے اور جنھوں نے دنیا میں کسی سے تعلیم حاصل کیے بغیر برجستگی کے ساتھ ایسا بے مثال کلام پیش فرمایا، یعنی ہمارے آقا حضرتِ محمد مصطفیٰ ﷺ وہ ''اللہ کے سچے پیغمبر'' ہیں۔

.........جاری ■◄

ص ۲۶ ر کا بقیہ...

ریاکار کی پہچان چار باتوں سے

ارشاد مولیٰ علی

(امیر المؤمنین) سیدنا علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرمایا: ریاکار کی، چار علامات ہیں:

① جب اکیلا ہوتا ہے تو عمل خیر میں ڈھیلا (سست) رہتا ہے۔

② اور جب لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے تو خوب نشاط اور چستی دکھاتا ہے۔

③ اور جب عمل پر اسکی تعریف و تحسین کی جاتی ہے تو اور زیادہ کرتا ہے۔

④ اور جب لوگ اس کی مذمت کرتے (یعنی عمل میں خامی نکالتے) ہیں تو اس کے عمل میں کمی آنے لگتی ہے۔

.........جاری ■◄

ماہِ صیام

اس کا استقبال کیجیے مومنو! سنت ہے یہ
تحفۂ نیکی لیے پھر آ گیا ماہِ صیام

اسلامیات

تصنیف: امام فقیہ ابواللیث نصر ابن محمد سمرقندی
ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

تیسری قسط

گزشتہ سے پیوستہ

محاسبۂ قیامت کا منظر

حدیث شریف:

فقیہ علیہ الرحمۃ کہتے ہیں: مجھ سے فقہائے کرام کی ایک جماعت نے اپنی اپنی اسنادوں کے ساتھ بتوسط عقبہ ابن مسلم، حضرت سمیر اَصبحی سے روایت کیا ہے کہ وہ مدینہ منورہ گئے وہاں دیکھا کہ ایک شخص پر لوگوں کا اجتماع ہے کہ وہ لوگوں کو حدیثیں سنا رہے ہیں، میں نے پوچھا یہ کون بزرگ ہیں؟ جواب ملا حضرت ابوہریرہ ہیں، تو میں ان کے نزدیک جا پہنچا جب انہوں نے اپنی بات ختم کرلی (مجلس برخاست ہوگئی) اور وہ تنہا رہ گئے تو میں نے (تعلّم حدیث کا موقع غنیمت جان کر) ان سے عرض کیا: حضرت! میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر گذارش کرتا ہوں کہ مجھے آپ کوئی ایسی حدیث شریف سنائیے جو آپ نے (براہ راست خود) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی ہو اور وہ حضور نے خود آپ ہی کے لئے بیان فرمائی ہو اور وہ آپ نے (اپنے دل ودماغ میں) محفوظ بھی کرلی اور اس کا معنی ومطلب بھی جان لیا ،سمجھ لیا ہو، تو حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے مجھ سے ارشاد فرمایا بیٹھ جا، تاکہ تجھ سے وہ حدیث شریف بیان کروں جو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے ہی اس حال میں بیان فرمائی تھی کہ ہمارے ساتھ کوئی تیسرا شخص موجود نہیں تھا ، پھر (اتنا فرما کر) آپ نے ایک سسکی لی (یعنی ٹھنڈی سانس بھری) اور پھر آپ کی چیخ نکل گئی اور بے ہوش ہوکر گر پڑے اور کچھ دیر اسی کیفیت میں رہے پھر ہوش میں آئے اور منھ پونچھ کر فرمایا: میں تم کو ضرور ضرور وہ حدیث سناؤں گا جو حضور نے مجھ ہی سے ارشاد فرمائی تھی (یہ کہہ کر) پھر آپ نے سسکی لی اور بے ہوش ہو گئے اور اب کی بار زیادہ دیر تک بے ہوش رہے پھر جب افاقہ ہوا تو منھ پونچھ کر ارشاد فرمایا: مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (ایک بار) ارشاد فرمایا تھا:

”انّ اللہ تبارك و تعالیٰ اذا کان یوم القیامة یقضی بین خلقه-الحدیث یعنی جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ خلق کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔“

اس وقت ہر امت (مارے شدت خوف کے اس کے حضور) گھٹنوں اور پنجوں کے بل پڑی ہوگی تو (فیصلہ سنائے جانے کے لئے) سب سے پہلے جن کا نام پکارا جائے گا وہ (تین آدمی ہیں)

○ ایک وہ ہوگا جس نے (اپنے سینہ میں) قرآن مجید جمع کر لیا تھا یعنی قرآن شریف کا حافظ وعالم تھا، ایک وہ ہوگا جو راہ خدا میں قتل کیا گیا اور ایک وہ ہوگا جو (دنیا میں) بڑا مالدار تھا، تو حامل قران سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا میں نے تجھے اپنی نازل فرمودہ کتاب کا علم نہیں دیا تھا؟ وہ رب تعالیٰ سے عرض کرے گا: بلیٰ یا ربِّ! اے میرے رب! کیوں نہیں؟ (تو نے مجھے بے شک قرآن کریم کا علم دیا تھا) تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے اپنے علم پر کیا عمل کیا؟ وہ عرض کرے گا: میں قرآن پڑھتے ہوئے رات اور دن کی گھڑیوں میں قیام کرتا تھا (یعنی نمازوں میں دن رات قرآن شریف پڑھتا تھا)۔ تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: تو نے جھوٹ کہا، فرشتے بھی کہیں گے: تو جھوٹ بول رہا ہے (اللہ فرمائے گا) بلکہ تیرا مقصود تو (اس پڑھنے سے) یہ تھا کہ کہا جائے فلاں شخص اچھا قاری ہے (حامل قرآن ہے) تو وہ کہا جا چکا۔(۱)

[۱] یعنی تو نے اپنا مقصود دنیا میں پالیا، اب یہاں تیرے لئے اس پر کچھ ثواب نہیں ہے، ۱۲ مترجم غفرلہ

* مترجم جامعۃ الرضا بریلی شریف کے صدر مفتی اور شیخ الحدیث ہیں۔

○ اور مالدار سے فرمایا جائے گا: جو مال میں نے تجھے دیا تھا، اس میں تیرا کیا طریقۂ کار رہا؟ وہ عرض کرے گا: میں اسے صلۂ رحمی میں اور صدقہ، خیرات میں خرچ کرتا تھا، تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: تو جھوٹا ہے، فرشتے بھی کہیں گے تو جھوٹا ہے، بلکہ (اس انفاق مال سے) تیرا مطلوب تو یہ تھا کہ کہا جائے: فلاں شخص بڑا سخی (۱) ہے، تو وہ کہا جا چکا۔ (یعنی تجھے اپنی تعریف کرانی مقصود تھی وہ مل گئی، اب اس پر یہاں کچھ اجر نہیں)

○ اور اس شخص کو (پیشی کے لئے) لایا جائے گا جو راہ خدا میں مقتول ہوا تھا، اس سے اللہ تعالیٰ پوچھے گا: تجھے کس لئے قتل کیا گیا تھا؟ وہ عرض کرے گا: میں نے تیری راہ میں (تیرے دین کے فروغ کے لئے) قتال کیا تھا، یہاں تک کہ (دشمن سے لڑتے لڑتے) میں مقتول ہوا، اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: تو نے جھوٹ کہا، فرشتے بھی کہیں گے: تو جھوٹا ہے، بلکہ تیری نیت تو یہ تھی کہ کہا جائے فلاں شخص بہادر ہے تو وہ کہا جا چکا... (۲)

دوزخ میں جھونکنے کے لئے سب سے پہلا جھونک

...پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے گھٹنے پر دست اقدس سے تھپکی ماری اور ارشاد فرمایا: اے ابوہریرہ! یہ تینوں وہ لوگ ہیں جن سے روز قیامت دوزخ سلگائی، بھڑکائی جائے گی۔ (۳)

[حدیث نبوی پوری ہوئی]

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حدیث سن کر رو پڑے:

...جب یہ خبر (یعنی حدیث مذکور) حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو پہنچی تو سن کر آپ رو پڑے اور بہت زیادہ روئے اور کہا "صدق اللہ و رسولہ" اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا اور پھر یہ آیت کریمہ پڑھی:

"مَن كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ ○ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ (ترجمہ) جو دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش (وزیبائش) کا طالب ہو ہم (دنیا میں ایسوں کو) ان کے اعمال (کا پھل) پورا دیدیں (اگر چاہیں) اور ان میں ان کو نقصان نہیں دیا جائے گا، یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں آتش جہنم کے سوا کچھ (حصہ) نہیں، انہوں نے دنیا میں جو کچھ کیا، بنایا، سب برباد گیا اور ان کے سب اعمال نابود ہوئے۔" [سورۂ ہود–۱۶]

دینی وجاہت سے دنیوی فائدوں کا حصول موجب خسران

حضرت عبداللہ ابن حنیف انطاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن بندہ جب اپنے عمل کا ثواب طلب کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: کیا ہم نے تجھے تیرا ثواب دنیا میں نہیں دے دیا؟ کیا ہم نے تیرے لئے مجالس میں کشادگی نہیں کرادی تھی؟ کیا تو دنیا میں سردار بنا ہوا نہیں تھا؟ کیا ہم نے تجھے خرید و فروخت میں خصوصی رعایتیں نہیں دلائی تھیں؟ کیا تو ایسا ایسا نہیں تھا؟ وغیرہ وغیرہ۔

مخلص کی ایک اچھی شناخت

حکیمانہ قول

بعض دانشور بزرگوں سے دریافت کیا گیا حضرت! مخلص کون ہے؟ فرمایا: مخلص وہ ہے جو اپنی حسنات، سیئات کی طرح چھپاتا ہو۔

اخلاص کا انتہائی اثر ونشان

کسی اور بزرگ سے عرض کیا گیا: حضرت! ماغایۃ الاخلاص؟ اخلاص کی انتہائی حد کیا ہے؟ فرمایا: یہ ہے کہ آدمی کو اچھا نہ لگے کہ لوگ اسکی تعریف وستائش کریں۔ (۴)

میں اچھا چنیدہ بندہ ہوں یا نہیں، یہ کیسے جانوں؟

حضرت ذوالنون مصری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کسی پوچھنے والے نے پوچھا: حضرت! آدمی کو یہ کب معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے چنیدہ بندوں میں سے ہے یعنی اس کے ان خاص

---

[۱] مصنف نے کہا: سخی وجوّ ادُ اسے کہتے ہیں جو بخیل نہ ہو، ۱۲ رمترجم غفرلہ
[۲] یعنی تجھے اپنی بہادری کا چرچا مطلوب تھا، اب یہاں تیرے لئے کچھ ثواب نہیں، ۱۲ رمترجم غفرلہ
[۳] یعنی عاصیوں میں سب سے پہلے دوزخ میں وہی جائیں گے، پہل انہیں سے ہوگی، واللہ اعلم بمراد رسولہ علیہ الصلاۃ والسلام، ۱۲ رمترجم غفرلہ

[۱] بلکہ اسے اپنی سچی تعریف، اپنی جھوٹی مذمت کی طرح بری لگے، ۱۲ رمترجم غفرلہ

ترغیبات

مخلص بندوں میں سے کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ فرمایا ہے؟
فرمایا: یہ بات وہ چار چیزوں سے جان سکتا ہے:
① جب اس نے راحت کا پٹہ گلے سے نکال ڈالا ہو، (یعنی اللہ کے حکم کی موافقت میں، نفس کی مخالفت کے لئے) راحت ترک کردی ہو۔
② اور موجود میں سے عطا کرتا ہو، یعنی اگر اس کے پاس پلّے زیادہ مال نہیں تھوڑا سا ہو تو اسی تھوڑے میں سے وہ راہ خدا میں خرچ کرتا ہو۔
③ اور اپنی منزلت گرنے، قدر گھٹنے کو محبوب رکھتا ہو۔ (۱)
④ اور اس کی نگاہ میں اپنی ستائش اور مذمت دونوں یکساں ہوں۔ (۲)

ریاکاری کی ایک سزا ـــ خِداع (۳)

حدیث شریف

حاتم طائی کے بیٹے حضرت عدی (بزرگ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حدیث شریف بیان فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''یُؤمر باناس من الناس یوم القیامۃ الی الجنۃ... .... الحدیث۔ یعنی روز قیامت کچھ لوگوں کو حکم ہوگا کہ جنت کو جائیں، جب وہ جنت کے بالکل قریب پہنچ جائیں گے اور اس کی خوشبو سونگھیں گے اور جنت کے محلوں اور اس کی نعمتوں پر ان کی نظر پڑے گی تو فرشتوں کو حکم ہوگا کہ انہیں وہاں سے واپس پھیر لاؤ کیوں کہ ان کے لئے جنت میں کچھ حصہ نہیں ہے، تو وہ وہاں سے ایسی بڑی حسرت وندامت کے ساتھ لوٹیں گے کہ اس جیسی حسرت وندامت کے ساتھ اولین و آخرین میں سے کوئی نہیں لوٹے گا، تو وہ اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے: کاش تو اے ہمارے رب! ہمیں وہ نعمتیں دکھائے بغیر دوزخ میں بھیج دیتا جو تو نے اپنے اولیا کے لئے تیار فرمائی ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: میں نے چاہا کہ تمہارے ساتھ ویسا کروں (جیسا تم نے کیا تھا تاکہ تم اپنی ریاکاری کا مزہ چکھو) جب تم تنہائی میں ہوتے تھے تو عظیم عظیم گناہوں کے ساتھ میرے قانون کا مقابلہ کرتے تھے اور اگر لوگوں سے ملاقات کو جاتے تو ان سے ایسے ملتے جیسے بڑے مُخْبِت (یعنی متقی ومتواضع) ہو، تو تم اپنے دلوں کی کیفیت کے برخلاف، لوگوں کو اپنے اعمال دکھاتے تھے، تمہارے دلوں میں لوگوں کی ہیبت تھی اور مجھ سے ہیبت زدہ نہیں ہوتے تھے، لوگوں کا اجلال کرتے، میری جلالت وعزت تمہارے دلوں میں نہیں تھی، معاصی (۴) کا یا مباحات (۵) کا ترک میرے لئے نہیں کرتے بلکہ لوگوں کو دکھانے کے لئے کرتے تھے تو آج تمہیں اپنا عذاب چکھاؤں گا جو نہایت دکھ دینے والا ہے ساتھ ہی میں نے اپنے بڑے بڑے ثوابوں سے بھی تمہیں محروم کردیا ہے۔ (تاکہ اس محرومی کا بھی تمہیں دکھ ہو اور حسرت وندامت میں مبتلا رہو۔)

بخیل ومنافق اور ریاکار پر جنت حرام

حدیث شریف

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''لما خلق اللہ تعالیٰ جنۃ عدن...... الحدیث۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے جنت عدن بنائی تو اس میں ایسی ایسی نعمتیں خلق فرمائیں جو کبھی نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے سنیں، نہ کسی انسان کے دل پر انکا خیال گزرا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے کلام فرمایا: بول! (کیا بولنا چاہتی ہے؟) بولی: ''قد افلح المؤمنون'' ''مسلمان کامیاب ہوئے، یہ جملہ اس نے تین بار ادا کیا پھر کہا: بے شک میں، ہر کنجوس، منافق اور ریاکار پر حرام ہوں۔''

---

[۱] یعنی دنیوی قدر ومنزلت کو اپنے لئے خطرناک مانتا ہو اور تواضع وسقوط پسند ہو، تعلّی تفوّق سے کوسوں دور رہتا ہو، ۱۲ ر مترجم غفرلہ
[۲] یعنی اس کے دل کو نہ اپنی تعریف وتحسین اچھی لگتی ہو نہ مذمت وتحقیر بری لگتی ہو، یا یہ مراد ہے اسے اپنی تعریف، مثل مذمت نا گوار ہوتی ہو، ۱۲ ر مترجم غفرلہ
[۳] خداع = فریب دہی، یہاں مراد دھوکہ نما معاملہ، ۱۲ ر مترجم غفرلہ
[۴] معاصی = نافرمانیاں، گناہ والے کام، ۱۲ ر مترجم غفرلہ
[۵] مباحات = جائز کام ــ وہ کام جس کا کرنا نہ کرنا برابر ہوتا ہے یعنی دونوں صورتوں میں نہ گناہ ہوگا نہ ثواب ملے گا، ۱۲ ر مترجم غفرلہ

بقیہ ص ۲۳ ر پر

از: ڈاکٹر فیض احمد چشتی*

بدمذہبوں کے عقائد اوران کارد

تعزیرات قلم

محترم قارئینِ کرام! بدمذہبوں کی برائی لوگوں کو بتانا اور ان کے کفریہ عقائد سے لوگوں کو باخبر کرنا لازم وضروری ہے تا کہ لوگ اس کے شر وفتنہ سے بچ سکیں، حدیثِ مبارکہ میں ہے:

''عن ابی امامة قال قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم اهل البدع کلاب النار۔ یعنی حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بدمذہب دوزخ والوں کے کتے ہیں۔''

(انوارالحدیث صفحہ 47 مطبوعہ مکتبہ فقیہ ملت دہلی)

''عن انس قال قال رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم اذا رائیتم صاحب البدعة فا کفهروا فی وجه فان الله یبغض کل مبتدع۔ یعنی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی بدمذہب کو دیکھو تو اس کے سامنے ترش روئی سے پیش آؤ اس لیے کہ خدائے تعالیٰ ہر بدمذہب کو دشمن رکھتا ہے۔'' (ایضاً)

شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی صاحب علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''بدمذہب کا رد فرض اعظم ہے، حدیث میں فرمایا: اذا ظهرت الفتن اوقال البدع فلم یظهر العالم علمه فعلیه لعنة الله والملائکة والناس اجمعین لا یقبل الله صرفا ولا عدلا۔ (کنز العمال جلد 1 صفحہ 193) یعنی جب فتنے ظاہر ہوں یا فرمایا جب بدعتیں ظاہر ہوں تو جو عالم اپنے علم کو ظاہر نہ کرے اس پر اللہ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے اللہ تعالیٰ نہ اس کا فرض قبول کرے گا نہ نفل۔'' (فتاویٰ شارح بخاری، جلد اوّل، صفحہ 422)

لوگوں کو بدمذہب کے جال میں پھنسنے سے بچانے کے لیے بدمذہب کی برائی بیان کرنے کی تاکید خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی ہے حدیث پاک ملاحظہ کریں:

''عن بهز بن حکیم عن ابیه عن جده قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اترغبون عن ذکر الفاجر متی یعرفه الناس اذکروا الفاجر بما فیه یحذر الناس۔ (سنن بیہقی، جلد 10 / صفحہ 354) یعنی حضرت بہز بن حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اپنے دادا سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ فاجر کو برا کہنے سے پرہیز کرتے ہو آخر اسے لوگ کیوں کر پہچانیں گے فاجر کی برائیاں بیان کرو تا کہ لوگ اس سے بچیں۔''

امام محی الدین ابی زکریا بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''ان یکون مجاهرا بفسقه او بدعته کالمجاهر بشرب الخمر ومصادرة الناس واخذ المکس و جبایة الاموال ظلما وتولی الامور الباطلة فیجوز ذکره۔ یعنی سرعام فسق وبدعت کا اظہار کرتا ہو جیسا کہ شراب پینا لوگوں پر ظلم کرنا تاوان لینا یا ظلماً مال لینا اور دیگر باطل کام کرتا ہو تو اس کے علانیہ گناہوں کا ذکر جائز ہے۔''

(ریاض الصالحین مترجم، جلد دوم، صفحہ 282 / مطبوعہ ادبی دنیا دہلی)

صدر الشریعہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رضوی صاحب علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

''اب سمجھنا چاہئے کہ بدعقیدہ لوگوں کا ضرر فاسق کے ضرر سے بہت زائد ہے فاسق سے جو ضرر پہنچے گا، وہ اس سے بہت کم ہے جو بدعقیدہ لوگوں سے پہنچتا ہے، فاسق سے اکثر دنیا کا ضرر ہوتا ہے اور بدمذہب سے تو دین وایمان کی بربادی کا ضرر ہے اور بدمذہب اپنی بدمذہبی پھیلانے کے لئے نماز وروزہ کی بظاہر خوب پابندی کرتے تا کہ ان کا وقار لوگوں میں قائم ہو پھر جو گمراہی کی بات کریں گے، ان کا پورا اثر ہوگا لہٰذا ایسوں کی بدمذہبی کا اظہار فاسق کے فسق کے اظہار سے زیادہ اہم ہے، اس کے بیان کرنے میں دریغ نہ کریں آج کل بعض صوفی اپنا تقدس یوں ظاہر کرتے ہیں کہ ہمیں کسی کی برائی نہیں کرنی چاہئے یہ شیطانی دھوکا ہے مخلوقِ خدا کو گمراہوں سے بچانا یہ کوئی معمولی بات نہیں بلکہ انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔''

(بہار شریعت، جلد سوم، حصہ شانزدہم، صفحہ 149-150 / مطبوعہ فاروقیہ بک ڈپو دہلی)

اس تفصیل سے بخوبی واضح ہو گیا کہ ہر بدمذہب کی برائی اور اس کے کفری عقائد کو لوگوں سے بیان کرنا جائز وضروری ہے تا کہ لوگ ان ایمان کے چٹوں (چوروں) سے چوکنا وآگاہ رہیں اور گمراہ ہونے سے بچیں:

ہر سنی مسلمان کو مطلع کیا جاتا ہے کہ دیوبندی مذہب کے بانی مولوی قاسم نانوتوی صاحب نے اپنی کتاب تحذیر الناس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا انکار کیا اور پیشوائے وہابیہ مولوی رشید احمد گنگوہی ومولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے براہین قاطعہ میں سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم مقدس کو شیطان ملعون کے علم سے کم قرار دیا اور مبلغ وہابیہ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب حفظ الایمان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کو ہر خاص وعام انسان بچوں پاگلوں اور جانوروں کے علم غیب کی طرح بتایا، چونکہ یہ باتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آخری نبی نہ ماننا یا حضور کے علم کو شیطان کے علم سے کم بتانا یا حضور کے علم غیب کو بچوں، پاگلوں اور جانوروں کے علم غیب کی طرح قرار دینا تمام مسلمانوں نانوتوی، مولوی گنگوہی، مولوی انبیٹھوی اور مولوی تھانوی بحکم شریعت اسلامیہ کافر ومرتد ہو گئے، فتاویٰ حسام الحرمین میں ہے:

''وبالجملة هولاء الطوائف كلهم كفار مرتدون خارجون عن الاسلام باجماع المسلمين وقد قال فى البزازيه والدر والغرر والفتاوى الخيريه و مجمع الانهر والدر المختار وغيرها من معتمدات الاسفار فى مثل هولاء الكفار من شك فى كفره و عذاب فقد كفر۔''

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ طائفے (یعنی مرزا غلام قادیانی، قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد، اشرف علی تھانوی اور اس کے ہم عقیدے چیلے) سب کے سب کافر ومرتد ہیں، باجماع امت اسلام سے خارج ہیں اور بے شک بزازیہ، درغرر، فتاویٰ خیریہ، مجمع الانہار اور درمختار وغیرہ معتمد کتابوں میں ایسے کافروں کے حق میں فرمایا کہ جو شخص ان کے عقائد کفریہ پر آگاہ ہو کر ان کے کفر وعذاب میں شک کرے تو خود کافر ہے، مکہ شریف کے عالم جلیل حضرت مولانا سید اسماعیل علیہ الرحمۃ الرضوان اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں:

''امابعد اقول ان هولاء الفرق الواقصين فى السوال غلام احمد قاديانى و رشيد احمد ومن تبعه كخليل انبيٹھى واشرف على وغيرهم لا شبهة فى كفرهم بلا مجال بل لا شبهة فيمن شك بل فيمن توقف فى كفرهم بحال من الاحوال۔ میں حمد وصلوٰۃ کے بعد کہتا ہوں کہ یہ طائفے جن کا تذکرہ سوال میں واقع غلام احمد قادیانی، رشید احمد گنگوہی اور جو اس کے پیرو ہیں جیسے خلیل احمد اشرف علی وغیرہ ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں، نہ شک کی مجال بلکہ جو ان کے کفر میں شک کرے بلکہ کسی طرح کسی حال میں انہیں کافر کہنے میں توقف کرے اس کے کفر میں بھی شبہ نہیں۔'' (حسام الحرمین)

غیر منقسم ہندوستان کے علمائے کرام کے فتاویٰ ''الصوارم الہندیہ'' میں ہے:

"ان لوگوں (یعنی قادیانیوں، وہابیوں، دیوبندیوں) کے پیچھے نماز پڑھنے، ان کی جنازہ کی نماز پڑھنے، ان کے ساتھ شادی بیاہ کرنے، ان کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا کھانے ان کے پاس بیٹھے ان سے بات چیت کرنے اور تمام معاملات میں ان کا حکم بعینہ وہی ہے جو مرتد کا ہے، یعنی یہ تمام باتیں سخت حرام اشد گناہ ہیں۔"

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

"ومایُنسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین۔ اور اگر تجھے شیطان بھولا دے تو یاد آجائے پر بدمذہبوں کے ساتھ نہ بیٹھ، خود سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: وان مرضوا فلا تعودھم وان ماتوا فلا تشھدوھم وان لقیتم فلا تسلموا علیھم ولا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا علیھم۔ (رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ و ابو داؤد عن ابی عمر وابن ماجۃ عن جابر والعقیلی وابن حبان عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنھم ،چشتی) یعنی اگر بدمذہب بددین بیمار پڑیں تو ان کو پوچھنے نہ جاؤ اور اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازہ پر حاضر نہ ہو اور ان کا سامنا ہو تو سلام نہ کرو، ان کے پاس نہ بیٹھو، ان کے ساتھ نہ پیو، ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان سے شادی بیاہ نہ کرو، ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو، ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔"

پھر چونکہ قادیانی، وہابی، دیوبندی، غیر مقلد، ندوی، مودودی تبلیغی یہ سب کے سب حکم شریعت اسلامیہ گمراہ، بدعقیدہ بددین، بدمذہب ہیں اس لئے حدیث وفقہ کے ارشاد کے مطابق اس شرعی دینی مسئلہ سے سب کو آگاہ کر دیا جاتا ہے کہ قادیانیوں، غیر مقلدوں، وہابیوں، دیوبندیوں، مودودیوں وغیرہ بدمذہبوں کے پیچھے نماز پڑھنا سخت حرام ہے، ان سے شادی بیاہ کا رشتہ قائم کرنا اشد حرام ہے، ان کے ساتھ نماز پڑھنا سخت گناہ کبیرہ ہے، ان سے اسلامی تعلقات قائم کرنا اپنے دین کو ہلاک اور ایمان کو برباد کرنا ہے جو ان باتوں کو مان کر ان پر عمل کرے گا، اس کے لئے نور ہے اور جو نہیں مانے گا اس کے لئے نار ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

جھوٹے مکار، دغاباز بدمذہب، بددین خدا اور رسول کی شان میں توہین کرنے والے مرتدین براہِ مکروفریب اتحاد و اتفاق کا جھوٹا منافقانہ نعرہ بہت لگاتے ہیں اور بہت زور سے لگاتے ہیں اور جو متصلب مسلمان اپنے دین و ایمان کو بچانے کیلئے ان سے الگ رہے، ان کے سر اختلاف و افتراق کا الزام تھوپتے ہیں جو مخلص مسلمان شرع کے روکنے کی وجہ سے ان بدمذہبوں کے پیچھے نماز نہ پڑھے، اس کو فسادی اور جھگڑالو بتاتے ہیں جو صحیح العقیدہ مسلمان فتاویٰ حسام الحرمین کے مطابق سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو کافر و مرتد کہے اس کو گالی بکنے والا قرار دیتے ہیں ایسے تمام صلح کلی منافقوں سے میرا مطالبہ ہے کہ اگر واقعی تم لوگ سنی مسلمانوں سے اتحاد و اتفاق چاہتے ہو تو سب سے پہلے بارگاہ الٰہی میں اپنے عقائد کفریہ وخیالات باطلہ سے سچی توبہ کرڈالو۔

خدا اور رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے سے باز آجاؤ اور گستاخی کرنے والوں کی طرفداری کی حمایت سے الگ ہو جاؤ اور سچا سنی مذہب قبول کرلو اور اگر ایسا کرلو تو ہمارے تمہارے درمیان بالکل اتحاد و اتفاق ہو جائے گا، اور اگر خدانخواستہ تم اپنے اعتقادات کفریہ سے توبہ کرنے پر تیار نہیں، تم گستاخی کرنے اور لکھنے والے مولویوں سے رشتہ ختم نہیں کر سکتے، سنی مذہب قبول کرنا تمہیں گوارا نہیں تو ہم قرآن و حدیث کی تعلیمات حقہ کو چھوڑ کر بددینوں، بدمذہبوں سے اتحاد نہیں کر سکتے رہا، متصلب سنی مسلمان کو جھگڑالو، فسادی گالی بکنے والا کہنا تو یہ پرانی دھاندلی اور زیادتی ہے، گالی تو وہ بک رہا ہے جس نے تقویۃ الایمان لکھی جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بڑا بھائی بنایا، جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے انبیائے کرام کو بارگاہ الٰہی میں ذرہ ناچیز سے بھی کم تر اور چمار سے بھی زیادہ ذلیل کہا، گالی تو وہ بک رہا ہے

جس نے حفظ الایمان میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کو پاگلوں اور جانوروں، چوپایوں کے علم غیب کی طرح ٹھہرایا بدزبانی تو وہ کر رہا ہے جس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم مقدس کو شیطان کے علم سے کم قرار دیا، اصل جھگڑالو تو وہ ہے جس نے تحذیر الناس میں مسئلہ ختم نبوت کا انکار کیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی ماننا عوام جاہلوں کا خیال بتایا، واقعی فسادی تو وہ ہے جس نے براہین قاطعہ میں اللہ تعالیٰ کے متعلق جھوٹ بول سکنے کا نیا عقیدہ گڑھا اور جس نے اردو زبان میں سرکار رسالت علیہ السلام کو علماء دیوبند کا شاگرد بتایا۔

سنی مسلمان نہ جھگڑالو اور فسادی ہے نہ گالی بکنے والا وہ تو شریعت اسلامیہ کے حکم کے مطابق ان گستاخ مولویوں کو کافر و مرتد کہتا ہے جو بارگاہ احدیت اور سرکار رسالت ﷺ میں گستاخی کرنے اور ضروریات دین کے منکر ہیں عقائد ضروریہ دینیہ کی مخالفت کرنے والوں کو کافر و مرتد کہنا ان کے حق میں منافق کا لفظ استعمال کرنا ہرگز ہرگز گالی نہیں ہے، خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کافر، کفار، مشرکین، منافقین وغیرہ کلمات مخالفین اسلام کے حق میں ارشاد فرمائے تو کیا کوئی بدنصیب یہ کہنے کی جرأت کوسکتا ہے کہ قرآن عظیم نے گالی دی ہے، معاذ اللہ تعالیٰ منہ۔

مسلمانو گستاخوں سے آپ کو نہ حجت کرنے کی ضرورت ہے اور نہ ان کا زق زق بق بق سننے کی حاجت ہے، آپ ان سے گالی گلوچ اور جھگڑا نہ کرو، بس آپ ان کی صحبت سے دور رہو، اپنے سے ان کو دور رکھو، تمہارے آقائے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے تمہیں یہی تعلیم دی ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

”ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتونکم۔ (مسلم شریف) یعنی مسلمانو! تم بدمذہبوں کی صحبت سے بچو، اپنے کو ان سے دور رکھو نہیں تو وہ تمہیں سچے راستے سے بہکا دیں گے اور تمہیں بے دین بنا دیں گے۔“

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں سچی ہدایت پر قائم رکھے، آمین۔

ایسا بدمذہب گستاخ جس کی گستاخی حد کفر کو پہنچ چکی ہو، یا ضروریات دین کا منکر ہو وہ کافر ہے، اور ایسا بدمذہب کہ کفریہ عقائد خود نہیں رکھتا مگر ایسے کفریہ و گستاخانہ عقائد والوں کو اپنا امام یا پیشوا بتاتا ہے یا انہیں مسلمان گردانتا ہے تو وہ بھی یقیناً اجماعاً کافر ہے، کیونکہ جس طرح ضروریات دین کا انکار کفر ہے اسی طرح ان کے منکر کو کافر نہ جاننا بھی کفر ہے، وجیز امام کردری و درمختار و شفائے امام قاضی عیاض وغیرہ میں ہے:

”اللفظ للشفاء مختصرا اجمع العلماء ان من شك فی کفرہ و عذابہ فقد کفر۔ یعنی شفا کے الفاظ اختصارا یہ ہیں، علماء کا اجماع ہے کہ جو اس کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ کافر ہے۔“ (کتاب الشفاء، ۲/۲۰۸، چشتی)

ایسے بدمذہبوں، گستاخوں سے دوستی، محبت، میل جول، ان کے یہاں جانا، انہیں اپنے یہاں بلانا، اہل سنت کی مسجد میں آنے دینا، درس وتبلیغ کی اجازت دینا، ان کے ساتھ صحبت رکھنا، ان کی طرف جھکاؤ اور مائل ہونا، الغرض ہر وہ کام جس سے بدمذہبوں سے انسیت وتعلق و وابستگی یا میلان کا اظہار ہو بدمذہبی وسخت حرام اور شادی بیاہ کرنا ناجائز، نکاح باطل محض وزنا کما صرح بہ الامام المجدد البریلوی فی ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار، قرآن کریم کی نصوص صریحہ واحادیث شریفہ سے ان تمام کی ممانعت ثابت اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

”و لا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔ (سورۂ ہود، آیت ۱۱۳) اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی۔“ (کنز الایمان)

اس آیت کی تفسیر میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”یہاں ظالم سے مراد کافر اور سارے گمراہ ومرتدین ہیں اور ان سے ملنے سے مراد ان سے محبت یا میل جول رکھنا۔“ (تفسیر نور العرفان)

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

”و اما ینسینك الشیطان فلا تقعد بعد الذکری

مع القوم الظالمین۔(الانعام:۶۸) اور اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔" (کنزالایمان)

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"ومن یتولھم منکم فانه منھم۔(سورۃ المائدۃ:۵۱) اور تم میں جو ان سے دوستی رکھےگا وہ انھیں میں سے ہے۔" (کنزالایمان)

اور بد مذہبوں کی نسبت حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ولا تجالسوھم ولا تواکلوھم ولا تشاربوھم ولا تناکحوھم ولا تخالطوھم ولا تعودوا مرضاھم ولا تصلوا معھم ولا تصلوا علیھم۔ اور ان کے ساتھ نہ بیٹھو، ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ اور پانی نہ پیو اور بیاہ شادی نہ کرو اور میل جول نہ کرو اور ان کے بیماروں کی عیادت نہ کرو اور ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو اور مرجائیں تو ان کا جنازہ نہ پڑھو۔" (صحیح ابن حبان، ا/۲۷۷، سنن البیہقی الکبری، ۱۰/۲۰۵، چشتی)

نیز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ایاکم و ایاھم لا یضلونکم و لا یفتنونکم۔ گمراہوں سے دور بھاگو، انہیں اپنے سے دور کرو، کہیں وہ تمہیں بہکا نہ دیں، کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔" (صحیح مسلم، ا/۱۲، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

نیز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اصحاب البدع کلاب اھل النار۔ بد مذہبی والے جہنمیوں کے کتے ہیں۔" (التدوین فی اخبار قزوین ۲/۴۵۸)

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بد مذہب سے شادی کرنے کے بارے میں فرمایا:

"ایحب احدکم ان تکون کریمته فراش کلب فکرھتموہ۔ کیا تم میں کسی کو پسند آتا ہے کہ اس کی بیٹی یا بہن کسی کتے کے نیچے بچھے! تم اسے بہت برا جانو گے۔" (سنن ابن ماجہ، ابواب النکاح ص،۹، ۱۳۱، چشتی)

یعنی بد مذہب جہنمیوں کے کتے ہیں اور انہیں بیٹی یا بہن دینا ایسا ہے جیسے کتے کے تصرف میں دیا، بہر حال ان عبارات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ بد مذہب سے میل جول، ان کے یہاں جانا، انہیں بلانا، اہل سنت و جماعت کی مسجد میں درس و تبلیغ کی اجازت دینا، شادی کرنا جائز نہیں ہے نیز وہ وہابی، دیوبندی لوگ جن کی گمراہی و بدمذہبی حد کفر کو پہنچ چکی ہے، ان کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، نیز ایسا شخص جو خود تو کفریہ عقائد نہیں رکھتا مگر جن لوگوں نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخیاں کی ہیں انہیں مسلمان جانتا ہے وہ بھی یقیناً اجماعاً کافر ہے، جیسے رئیس الوہابیہ اسماعیل دہلوی (م ۱۲۴۶ھ) نے لکھا معاذ اللہ کہ:

"اور یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔" (تقویۃ الایمان، ص/ ۲۳ مطبوعہ دہلی، ۱۳۵۶ھ / ۱۹۴۲ء، مطبوعہ مطبع علیمی، لاہور)

"یقین مانو کہ ہر شخص خواہ وہ بڑے سے بڑا انسان ہو یا مقرب ترین فرشتہ اس کی حیثیت شان الوہیت کے مقابلہ پر ایک چمار کی حیثیت سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔" (تقویۃ الایمان، ص ۲۲ / مطبوعہ دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی)

دیوبند کے حجۃ الاسلام، بانئ مدرسۂ دیوبند، محمد قاسم نانوتوی (م ۱۲۹۷ھ) نے لکھا معاذ اللہ کہ:

"اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی ﷺ میں کچھ فرق نہ آئے گا۔" (تحذیر الناس، ص ۲۴ / مطبوعہ کتب خانہ امدادیہ، دیوبند، چشتی)

دیوبند کے قطب عالم رشید احمد گنگوہی (م ۱۳۲۳ھ) نے لکھا معاذ اللہ کہ:

"کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ ہے۔" (فتاویٰ رشیدیہ، مبوب بطرز جدید، کتاب العقائد ص/ ۲۳۷، مطبوعہ، دار اشاعت، کراچی)

اس عبارت کا صاف مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ (معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد) جھوٹ بولنے پر قادر ہے، دیوبند کے محدث خلیل احمد انبیٹھوی (۱۳۴۶ھ) نے لکھا معاذ اللہ کہ:

"الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل

تعزیرات قلم

محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے، شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے، کہ جس سے تمام نصوص کو رد کرکے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔''

(براہین قاطعہ، ص/۵۵، مطبوعہ، دارالاشاعت، کراچی)

دیوبند کے حکیم الامت، اشرفعلی تھانوی (م ۱۳۶۳ھ) نے لکھا معاذاللہ کہ:

''پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی (بچہ) ومجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔''

(حفظ الایمان، ص/۱۳، مطبوعہ، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

ان مذکورہ بالا نام نہاد گستاخ علمائے (سو) دیوبند اپنی گستاخانہ عبارات کی روشنی میں دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور ایسے کافر ہیں کہ جو انہیں کافر نہ مانے، یا ان کے کفر وعذاب میں شک کرے کافر ہے (کما مر فیما سبق) تفصیل، امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی تصانیف حسام الحرمین وتمہید ایمان وغیرہما میں ملاحظہ فرمائیں اور عقائد اہل سنت وجماعت کی معلومات و دلائل کے لیے حکیم الامت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ کی کتاب مستطاب جاء الحق کا مطالعہ فرمائیں۔

◆◆◆

ص ۳۸ کا بقیہ.........

اپنے لئے عمل کرنے کے لئے اُس کو قولِ ضعیف پر عمل کرنے کی اجازت نہیں ہے اور قولِ ضعیف پر اور مذہبِ غیر پر کب عمل ہوتا ہے یہ سب اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کی تحقیقات سے رجوع کرنے سے معلوم ہوتا ہے فتاویٰ رضویہ کو آدمی سمجھ کر پڑھے تو اُس میں ہر مسئلے کا حل ہے۔

عرض...۲: آج کل بہت سے مسائل کو فقہی اختلاف کا نام دے کر یہ حدیث پیش کر دی جاتی ہے کہ علما کا اختلاف اُمت کے لئے برکت ہے حضرت سے گزارش ہے کہ حدیث میں جس اختلاف کا ذکر ہوا اُس کی تشریح فرمادیں؟

ارشاد...: حدیث میں جس اختلاف کا ذکر ہوا ہے میری سابقہ تقریر سے روشن ہوگیا ہوگا یہ فروعی مسائل میں ہے اور مسائلِ اعتقادیہ میں اہل سنت وجماعت کا جو مسلک ہے اُس پر آدمی کو گامزن ہونا ضروری ہے اور اُس سے مخالفت کی کسی کو اجازت نہیں ہے اور بدمذہبوں کے اختلاف کا اعتبار نہیں ہے فروعی مسائل میں بھی جو اختلاف ہے وہ منصب ائمۂ مجتہدین کا ہے جن کو اجتہادی صلاحیت ہے اور اُن کے اصحاب کا ہے اور مجتہدین کے جو طبقات ہیں مجتہد مطلق، مجتہد فی المذہب اور مجتہد فی المسائل اور پھر اصحابِ تخریج اور اصحابِ ترجیح یہ جو صلاحیت رکھتا ہے اُس کا یہ منصب ہے کہ وہ نصوص شرعیہ میں غور کرکے قرآن وسنت میں اپنی اجتہادی طاقت اُس کے مفاہیم میں صرف کر کے مسائل استنباط کرے یا کسی مذہب کے امام جس مذہب کا وہ مقلد ہے اپنے امام کے مذہب میں وہ اجتہاد کرے یا مجتہد فی المذہب کے بعد جو علما مجتہد فی المسائل ہیں جیسے کرخی علیہ الرحمۃ وغیرہ یا جو اصحابِ تخریج ہیں وہ لوگ نصوص شرع کے بعد ائمۂ مجتہدین جو امام اعظم رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ اور ان کے اصحاب اور ان کے مذہب کے جو علما ہیں ان کے مسئلے میں غور کرکے کوئی جواب نکالیں یہ کام اُن لوگوں کا ہے۔

.........جاری

قارئین توجہ فرمائیں

ادارہ ہر ماہ پابندی کے ساتھ آپ کو رسالہ بھیجتا ہے مگر ڈاک کی لاپرواہی کی وجہ سے کچھ لوگوں کو رسالہ نہیں پہنچ پاتا، ایسے ممبران سے التماس ہے کہ ہمیں فون کرکے مطلع فرمائیں تاکہ محکمۂ ڈاک میں شکایت کرکے رسالہ پہنچایا جا سکے۔

از: عالمہ اے رضویہ*

ہندوستانی قوانین اور ہمارے حقوق

معلومات

ہندوستان کو 15/اگست 1947ء کو آزادی ملی، جس کے بعد 26/جنوری 1950ء کو ہندوستان جمہوری ملک میں بدلا اور ملک میں آئین نافذ ہوا، یہی وجہ ہے کہ ہر سال 26/جنوری کو یوم جمہوریہ منایا جاتا ہے۔

آج ہی کے دن 1950ء میں گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ (1935) کو ہٹا کر ہندوستان کا آئین نافذ کیا گیا تھا، قابل ذکر بات یہ ہے کہ 26/نومبر 1949ء کو دستور ساز اسمبلی کی طرف سے آئین کو اپنایا گیا اور 26/جنوری 1950ء کو اس کو ایک جمہوری نظام کے ساتھ نافذ کیا گیا، ایسے میں یہ ایک سوال ہے کہ آخر 26/جنوری کو ہی آئین کیوں نافذ ہوا، دراصل اس کے لیے 26/جنوری کو اس لئے چنا گیا کہ 1930ء میں اسی دن انڈین نیشنل کانگریس نے ہندوستان کی مکمل خودمختاریت کا اعلان کیا تھا، اسی مناسبت سے 26/جنوری کو یوم جمہوریہ کی تقریب پر صدر جمہوریہ کے ذریعے ترنگا لہرایا جاتا ہے۔

جمہوریت کا لفظ جمہور سے بنا ہے جو اکثر کا معنی دیتا ہے اور جمہوریت سے اکثریتی رائے مراد لی جاتی ہے، جمہوری حکومت میں بھی کہیں نہ کہیں یہ معنی پنہاں ہیں یعنی اس کی تشکیل میں بھی اکثریتی رائے کا اعتبار کیا جاتا ہے، جمہوریت کو انگریزی زبان میں Democracy کہا جاتا ہے جو یونانی زبان کے دو الفاظ سے مل کر بنا ہے جس کے معنی عوام اور طاقت کے ہیں، اس لحاظ سے جمہوریت ایک ایسا نظام حکومت ہے جس میں اقتدار عوام کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور ان کی منشا کے مطابق حکومت فرائض انجام دیتی ہے۔

ماہرین نے جمہوریت کی مختلف انداز میں تعریفیں کی ہیں چند مشہور تعریفیں مندرجہ ذیل ہیں، سیلے seeley نے جمہوریت کی تعریف کچھ یوں کی ہے:

''جمہوریت ایک ایسی طرز حکومت ہے جس میں ہر ایک شریک ہوتا ہے۔''

لارڈ برائسس کے خیال میں:

''جمہوریت وہ طرز حکومت ہے جس میں اختیارات ایک فرد واحد یا افراد کے ایک مخصوص طبقہ یا طبقات کی بجائے معاشرے کے تمام افراد کو بحیثیت مجموعی حاصل ہوتا ہے۔''

ابرہم لنکن نے جمہوریت کی تعریف یوں کی ہے:

''جمہوریت عوام کی حکومت عوام کے ذریعے اور عوام کی خاطر۔''

واضح رہے کہ سب سے جامع تعریف ابراہم لنکن کی ہی مانی جاتی ہے، جمہوریت کا نظام لچکدار ہوتا ہے ناپسندیدہ عناصر کو انتخابات کے ذریعے مسترد کیا جاسکتا ہے، افکار وخیالات کی مکمل آزادی کے باعث عوام اپنے جذبات کا اظہار کرسکتے ہیں، حکومت رائے عامہ کو نظرانداز نہیں کرتی، اگر حکومت عوام کے مشوروں اور ان کی منشا کو نظرانداز کردے تو آئندہ انتخاب میں عوام ایسی حکومت کو پرامن طور پر اپنے ووٹ کے ذریعے تبدیل کرسکتے ہیں، اس طرح عوام کو حکومت تبدیل کرنے کے لئے تشدد کا راستہ اختیار نہیں کرنا پڑتا اور ملک انقلابات سے محفوظ رہتا ہے۔

26/جنوری یوم جمہوریہ بھارت کی ایک قومی تعطیل کا دن ہے جسے ملک بھر میں بڑے ہی شان وشوکت سے منایا جاتا ہے، بھارت کی سرکاری تعطیلات تین ہے ایک یوم جمہوریہ دیگر دو تعطیلات یوم آزادی بھارت اور گاندھی جینتی ہے، اگرچہ ہندوستان،

معلومات

15/اگست 1947ء کو برطانوی تسلط سے آزاد ہو گیا تھا،لیکن 26/جنوری 1950ء کو ہندوستانی تاریخ میں اہمیت اس لیے حاصل ہے کہ اس دن ہندوستان کے آئین کا نفاذ کیا گیا اور ہندوستان ایک خودمختار ملک اور ایک مکمل طور پر ریپبلکن یونٹ بن گیا، جس کا خواب ہمارے رہنماؤں نے دیکھا تھا، اپنے خون جگر سے گلستاں کی آبیاری کی تھی اور اپنے ملک کی خودمختاری کی حفاظت کے لیے جام شہادت بھی نوش کیا تھا، چنانچہ آئینی نفاذ کے دن کے طور پر 26/جنوری کو بطور یادگار منانے کے لیے طے کیا گیا، یہ دن آزاد اور جمہوریۂ ہند کی حقیقی روح کی نمائندگی کرتا ہے، لہٰذا اس دن ہمارا ملک ''ایک جمہوریہ'' ہونے کے ناطے اسے بطور تقریب مناتے ہیں۔

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ انگریزوں کے خلاف مسلح جدوجہد کا آغاز 1857ء سے ہوا، یہ ایک غلط مفروضہ ہے جو جان بوجھ کر عام کیا گیا، تاکہ 1857ء سے سو برس پہلے جس تحریک کا آغاز ہوا تھا، جس کے نتیجے میں بنگال کے سراج الدولہ نے 1757ء میں ،حیدر علی نے 1767ء میں، مجنوں شاہ نے 1776ء سے 1780ء تک اور ٹیپو سلطان نے 1791ء میں، مولوی شریعت اللہ اپنے بیٹے کے ہمراہ 1812ء میں انگریزوں کے خلاف جو باقاعدہ جنگیں لڑیں تھیں وہ سب تاریخ کے غبار میں دب جائیں اور اہل وطن آزادی کی خشت اوّل رکھنے والے مجاہدین کو جان بھی نہ سکیں۔

یوم جمہوریہ اور یوم آزادی کے جشن کے حوالہ سے مدارس کے خلاف ایک بے اصل بیان کے ذریعہ مسلسل طوفان برپا کرنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے، حالانکہ تاریخ کا ادنی سے ادنی طالب علم بھی واقف ہے کہ جنگ آزادی میں مدارس کا کردار ایک سنہرے باب کی حیثیت رکھتا ہے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ گزشتہ کئی سالوں سے آر ایس ایس اور اس کی ہمنوا سیاسی پارٹی نے ان مدارس کے خلاف انتہائی غیر ذمہ دارانہ بیان بازی کر کے ایک سوالیہ نشان قائم کرنے کی کوشش کی ہے، ان کا کہنا ہے کہ یوم جمہوریہ اور یوم آزادی کے موقع پر مدارس میں ترنگا نہیں لہرایا جاتا اور نہ ہی جشن منایا جاتا ہے جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ ملک کے طول وعرض میں پھیلے ان مدارس میں ان دونوں دنوں میں چھٹی رہتی ہے اور بڑے ہی شان وشوکت سے جشن بھی منایا جاتا ہے، وطن عزیز کی آزادی میں مسلمانوں کا کردار کسی سے مخفی نہیں ہے، خاص طور پر علمائے کرام کا، اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود ہم پر شک کرنا ہمیں مشکوک قرار دینا انتہائی شرمناک اور بے ہودہ حرکت ہے۔

خدائے عظیم ہمارے اس ملک کو دشمنوں کے شر وفساد سے محفوظ رکھے، ہمارے وطن عزیز کو امن وآشتی کا گہوارہ بنائے اور اسے مزید ترقیوں سے نوازتا کہ وہ ہر میدان میں بلند مقام پر فائز ہو، آمین ثم آمین۔

◆◆◆

ص ۴۴/ کا بقیہ......

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں قیام فرما کر امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکۂ معظّمہ بھیجا تھا، یہاں انہیں دیر لگی، کافروں نے اڑا دیا کہ وہ مکہ میں قید کر لیے گئے ہیں۔

میرے آنے سے پہلے ہی لوگوں نے مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ [مہاجر مکی] کو استفسارِ واقعات کے خطوط لکھے، جن کے جواب انہوں نے وہ دیئے کہ سنیوں کا دل باغ باغ ہو گیا اور وہابیوں کا کلیجہ داغ داغ، والحمد للہ رب العالمین، ان میں سے بعض جوابات میرے دیکھنے میں بھی آئے، جن میں فرمایا کہ یہ خبیث کذابوں کا کذب خبیث ہے، اس [اعلیٰ حضرت] کو تو مکہ معظّمہ میں وہ اعزاز ملا، جو کسی کو نصیب نہیں ہوتا، وہابیہ کی تو کیا شکایت کہ وہ پورے اعدا ہیں اور کیوں نہ میرے دشمن ہوں کہ میرے مالک و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمن ہیں۔'' [الملفوظ، طبع بریلی، ۲/ ۴۲]

.... جاری



پینتیسویں قسط

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

ملفوظات تاج الشریعہ

ملفوظات

صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات وفرمودات کو ”ملفوظات“ کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر دور میں صالحین اور اولیائے کاملین کے ارشادات وفرمودات قلم بند کرنے یا انھیں محفوظ کرنے کی روایت رہی ہے تا کہ آنے والی نسلیں ان سے رشد و ہدایت کی روشنی حاصل کرسکیں، صوفیائے کرام کے ارشادات وفرمودات اگر چہ سادہ ہوتے ہیں مگر وہ ایسے مؤثر اور معنی خیز ہوتے ہیں کہ ان کا ایک ایک جملہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، ان کا ایک ہی جملہ کسی بھی قوم کی تقدیر بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھا ہے، کسی شاعر نے ان کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔ ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گر چہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضور تاج الشریعہ نے سوال وجواب کا یہ سلسلہ جنوری ۲۰۰۵ء میں شروع کیا جو مسلسل ۲۰۱۶ء تک جاری رہا، یعنی پورے ۱۲؍ سالوں تک یہ زرّیں سلسلہ جاری وساری رہا، اس دوران آپ نے کم وبیش ۷۰۰۰؍ہزار سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے جو یقیناً ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں، ”ملفوظات تاج الشریعہ“ صرف مئی ۲۰۱۰ء سے اکتوبر ۲۰۱۰ء تک کے سوالات وجوابات پر مشتمل ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے گیارہ سالوں کے جواہر پارے ریکارڈنگ کی شکل میں ابھی باقی اور محفوظ ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ بھی کتابی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ کی میز پر ہوں گے، راقم الحروف ارباب علم ودانش سے التماس کرتا ہے کہ ”ملفوظات تاج الشریعہ“ میں اگر کوئی شرعی خامی یا غلطی نظر آئے تو اسے ناقل ومرتب کی غلطی تصور کرتے ہوئے ادارے کو مطلع فرمائیں تا کہ اس کی اصلاح کی جاسکے، راقم اس کی پینتیسویں قسط قارئین سنی دنیا کی نذر کر رہا ہے۔

احقر محمد عبد الرحیم نشتؔر فاروقی

گزشتہ سے پیوستہ

عرض... ۲۸: دورانِ نماز سامنے کی دیوار پر نگاہ پڑی اور اُس دیوار کی لکھاوٹ (لکھائی) پڑھ لی تو اُس پر کیا حکم ہوگا؟

ارشاد...: نماز بدستور ہوگئی اگر چہ یہ سخت معیوب ہے کہ نماز میں کسی اور طرف توجہ کرے یا وہ نگاہ وغیرہ سے کوئی چیز دیکھے یا پڑھے۔

عرض... ۲۹: تراویح سنت مؤکدہ کے حکم میں ہے یا نفل نماز کے؟

ارشاد... : تراویح سنت مؤکدہ ہے۔

عرض... ۳۰: میرے والد صاحب پسند نہیں کرتے کہ میں کرتا پاجامہ پہنوں اور وہ مجھے پینٹ شرٹ پہننے پر مجبور کرتے ہیں کیا مجھے ان کی اطاعت کرتے ہوئے پینٹ شرٹ پہن لینا چاہئے؟ کیا مجھے ان کی اطاعت کا ثواب ہوگا؟

ارشاد...: اس صورت میں والد کا کہنا ماننے پر ثواب نہیں ملے گا بلکہ بیٹا شریعت کے حکم کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوگا شریعت نے حکم یہ دیا ہے کہ صلحا کی وضع اختیار کرو قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

”خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ۔ اے لوگوں ہر نماز کے وقت وہ لباس پہنو جو تمہاری اپنی زینت ہے جو تمہارے ساتھ خاص ہے۔“ (سورۃ الاعراف، جز آیت ۳۱)

پینٹ شرٹ اگر چہ اب کسی قوم کے ساتھ خاص نہیں لیکن اپنی وضع کے اعتبار سے یہ انگریزوں کی ایجاد ہے اور اب بھی یہ

ملفوظات

کفار، فساق، فجار، نصاریٰ وغیرہ کی وضع ہے اور ایسی وضع بھی مسلمان کو اپنانا جائز نہیں ہے جو فاسقوں کی، فاجروں کی اور بُرے لوگوں کی وضع ہو بلکہ عالمگیری میں فرمایا:

''وانما یتمسك بافعال اهل الدین۔ دین داروں کے افعال سے تمسک اوران کی پیروی لازم ہے۔'' (۵/۳۵۲)

عرض... ۳۱: ایک ہندو کہتا ہے کہ مسلمان ہونا چاہتا ہوں مگر اس سے پہلے مجھے قرآن میں کیا لکھا ہے وہ سمجھاؤ اور وہ مسجد میں آکر مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتا ہے کیا اسے قرآن شریف یا اس کا ترجمہ سُنا سکتے ہیں اور کیا اُسے مسجد میں لے جا کر ساتھ نماز پڑھا سکتے ہیں؟

ارشاد...: جب تک وہ اسلام نہیں لاتا اس کو مسجد میں نماز کے لئے لے جانے کی اجازت نہیں اور جب تک وہ کلمہ نہیں پڑھتا اس کا نماز پڑھ لینا مسجد میں آنا اس پر مفید نہیں قرآن کریم کا ترجمہ جس میں قرآن کریم شرک سے روکتا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی وحدانیت کا بیان فرماتا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے ایک ہونے پر اس میں دلائل ہیں اُن باتوں کو اس کو بیان کرے یا اس کا ترجمہ اس کو سنائے تاکہ وہ متأثر ہو کر ایمان لائے۔

عرض... ۳۲: دیوّث کس شخص کو کہتے ہیں؟

ارشاد... :الدیوث من لا یغار علی محرمہ۔ (درمختار، ۴/۷۰)

دیوث وہ ہے جس کو اپنے محارم، محرم رشتہ داروں پر غیرت نہیں آتی اور وہ ان کو خلافِ شرع اور بے حیائی کے کام کرتے دیکھے اور اس پر انکار نہ کرے۔

عرض... ۳۳: موبائل فون پر نجاستِ غلیظہ لگ جائے تو کس طرح پاک کیا جائے؟ پانی کے استعمال سے موبائل خراب ہونے کا اندیشہ ہے۔

ارشاد...: جس طرح تلوار وغیرہ اور آئینہ وغیرہ کی طہارت کا حکم ہے اسی طور پر اس کی طہارت کی جائے گی۔

عرض... ۳۴: میں سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ کے دستِ اقدس پر مرید ہونا چاہتا ہوں، ان شاء اللہ! لیکن میرا دل کہتا ہے کہ ابھی میرا ایمان مضبوط نہیں کیا یہ میرے لئے بہتر ہے کہ مرید ہونے سے پہلے میں اپنے ایمان کو نماز باجماعت کی پابندی، روزہ اور ذکر اور درود شریف سے تقویت دوں یا یہ بہتر ہے کہ جتنا جلدی ممکن ہو مرید ہو جاؤں کہ کل کے حالات کا پتا نہیں؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بیعت کا مطلب گناہوں سے توبہ اور بزرگان دین کے سلاسل میں تعلق قائم کرنا ہے، آپ کو چاہیے کہ اپنے گناہوں سے توبہ کریں، نماز کی اور شریعت کی پابندی کریں اور آپ مُرید ہو جائیں۔

۱۹ رستمبر ۲۰۱۰ء، بریلی شریف، ہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شب دس شوال مطابق ۱۹ رستمبر کا یہ سیشن الحمدللہ محلہ سوداگران بریلی سے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جوارِ مقدس میں میرے گھر سے ہو رہا ہے، کل ۱۰ رشوال حضور اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، امام اہل سنت، معجزۃ من معجزات سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، نائب سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ونائبِ سیدنا غوث الوریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی سُنّی حنفی قدس سرہٗ کا یومِ ولادت ہے۔

اس دن ہم اہل سنت و جماعت کو امام اہل سنت کا یومِ ولادت اس طور پر منانا چاہئے کہ ہم سب عہد کریں کہ مسلکِ اہل سنت و جماعت جس کو پہچان کے لئے مسلکِ اعلیٰ حضرت کہا جاتا ہے اُس پر سختی سے قائم رہیں گے، یہ اس دن کے منانے کا اصل فائدہ ہے اور اسی ضمن میں میں یہ جواب بھی دے دوں کہ بزرگانِ دین کے ایام کی یاد منانے کا اصل فائدہ یہی ہے کہ جس دین کے لئے انہوں نے اپنی عمرِ عزیز صرف کی اور اس دنیا سے جس دین پر وہ گئے اہل سنت و جماعت کا وہ دین ہر سُنّی مضبوطی سے اُس پر قائم رہے اور نہ صرف یہ کہ خود قائم رہے بلکہ اپنے اہل وعیال کو اور رہتی دنیا تک آنے والی نسلوں کو اور اپنے عزیز و اقارب کو اور اس کے گرد و پیش جو لوگ ہیں جن پر وہ اثر رکھتا ہے، ان سب کو اس پر سختی سے قائم رہنے کی وہ تلقین کرے مسلک اہل سنت و جماعت پر سختی سے قائم رہنا ہم سنیوں کے لئے دستور

حیات بھی ہے اور یہ ہم سنیوں کے لئے سرمایۂ نجات بھی ہے اور دنیا کی بھلائی اور دنیا آنی جانی ہے دار القرار اور آخرت کی بھلائی سب مسلکِ اہل سنت و جماعت پر استقامت پر موقوف ہے اور مسلکِ اہل سنت و جماعت جس کو پہچان کے لئے مسلکِ اعلیٰ حضرت کہا جاتا ہے۔

سچے عقائد کا تو نام ہے ہی اُس کے ساتھ ساتھ معمولات اہل سنت و جماعت جن میں بدمذہب اختلاف کرتے ہیں، اُن معمولات اہل سنت و جماعت کا جیسے قیام، میلاد، نذرونیاز بزرگانِ دین اور بزرگانِ دین کے مزارات کی حاضری اور آستانہ بوسی ان تمام معمولاتِ اہل سنت و جماعت کا بھی نام مسلکِ اہل سنت ہے اور اُس کے ساتھ ساتھ مسلکِ اہل سنت ائمہ مجتہدین کی تقلید کا نام ہے اور ان کی تقلید کا یہ فائدہ ہے کہ آدمی کو حضور سرورِ عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کے احکامِ شریعت کی صحیح رہنمائی ہوتی ہے اور اس پر وہ صحیح طور پر اُن کو جاننے کے بعد عمل پیرا ہوتا ہے اور دین میں تلاعب اور تشاہی اور اتباعِ ہوا اور اپنی مرضی سے جس حکم کو چاہا جس حدیث کو چاہا اپنی مرضی سے لے لیا، جس حدیث کو چاہا اپنی مرضی سے چھوڑ دیا اور جس احکام شرعیہ میں جس پر چاہا عمل کیا اور جس پر نہ چاہا نہ عمل کیا جو اپنے آپ کو سلفی کہلاتے ہیں اور اپنے اس فعل پر ناز کرتے ہیں کہ ہم تقلیدِ ائمہ نہیں کرتے، ایسے غیر مقلد وہ حقیقتاً جو تقلیدِ مذموم ہے کہ کسی کا قول یا کسی کی بات کو بے دلیل مان لینا اس کے وہ مرتکب ہیں مسلکِ اہل سنت و جماعت ان کے اس مذموم رَوِش سے دور رہنے کا اور ائمۂ مجتہدین اور فقہائے مذہب اور علمائے امت کے دامن سے وابستہ ہونے کا نام مسلکِ اہل سنت ہے اور ان ائمہ کے ساتھ ادب اور نیازمندی کا نام مسلکِ اہل سنت ہے، علامہ ابن حجر ہیتمی مکی نے یہ فرمایا کہ:

"التادب مع الائمه خیرا کلها۔ ائمۂ مجتہدین کے ساتھ ادب کی رَوِش پوری خیر ہے اور یہ تمام خیر ہے۔"

تو یہ مسلک اہل سنت ہوا اور اس مسلک اہل سنت کا دوسرا نام مسلک اعلیٰ حضرت ہے۔

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحابِ حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

(صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم)

عقائد میں اور دین میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا مسلک یہ ہے اور معمولاتِ اہل سنت و جماعت جن کے وہابیہ سخت مخالف ہیں اُن کی دلیل مہیا کرنا اور عوام اہل سنت کو سختی سے قائم رہنا یہ مسلکِ اعلیٰ حضرت ہی کا کام ہے اور مسلکِ اعلیٰ حضرت اس لحاظ سے معمولاتِ اہل سنت کا نام ہے اور سچی حنفیت اور نہ صرف سچی حنفیت بلکہ تقلید ائمہ پر سختی سے گامزن کرنا اور ائمۂ مجتہدین کے دامن کرم سے ہم جیسے مقلدین کو وابستہ رکھنا یہ سب اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے کارنامے اور اسی وجہ سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا نام عقائد اہل سنت کے لئے، معمولاتِ اہل سنت کے لئے اور سچی حنفیت کے لئے اور تقلید ائمۂ مجتہدین کی نیازمندی اور ان کے ادب کے لئے ان سب باتوں کے لئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا نام پہچان ہے اور مسلکِ اعلیٰ حضرت ان سب باتوں کا نشان ہے، یہاں جو مجھ سے کہا گیا تھا، میں نے الحمد للہ تھوڑی تفصیل سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے مسلک پر اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی ذات پر کچھ اپنی بساط کے مطابق آپ کو بتا دیا اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے اور آپ کو مسلکِ اہل سنت پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے دین پر اور صحابہ (رضی اللہ عنہم) کے سچے دین پر، اہلِ بیت اطہار (رضی اللہ عنہم) کے سچے دین پر اُن کے اہل سنت کے معمولات پر اور سچی حنفیت پر اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے اور ہر حنفی کو اور تمام اہلسنت و جماعت کو جو کسی بھی امامِ مذہب کے مقلد ہیں مالکی ہوں، حنفی ہوں، حنبلی ہوں، شافعی ہوں اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو مسلکِ اہل سنت پر قائم رکھے، آمین۔

عرض...۱: معترض (جو خود کو سُنّی بتاتا ہے اور بہت سے مسائل میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اور دیگر سُنّی علما سے اختلاف کرتا ہے) نے یہ اعتراض کیا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے بھی اپنے سے قبل کے اکابر علما سے فقہی اختلاف کیا ہے، کیا یہ درست ہے؟ اگر اختلاف فرمایا تو وہ کس نوعیت کا ہے؟

ارشاد۔۔۔: معترض اگر طالب شہرت ہے اور ائمۂ مجتہدین سے اور نہ صرف ائمۂ مجتہدین سے بلکہ ائمۂ مجتہدین سے نیچے جو کسی مذہب کے مذہب حنفی کے علمائے مقلدین ہیں اگر اُن سے اختلاف کی کوئی صحیح توجیہہ رکھتا ہے اور اس کا اختلاف صحیح سمت میں ہے جب تو خیر ہے اور اگر اختلاف برائے اختلاف ہے اور اس پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی سند پیش کرتا ہے تو یہ اس کے لئے خیر کا پیغام نہیں ہے: الامور بمقاصدھا۔

اختلاف چاہنا یہ اور ہے اور اختلاف ہو جانا یہ اور ہے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کا اختلاف امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب جو مجتہد فی المذہب تھے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن سے اختلاف نہیں کیا اور ائمۂ معتمدین سے اگر کسی مسئلے میں اختلاف واقع ہوا ہے تو وہ انہی کے اقوال کی روشنی میں واقع ہوا ہے اور اگر اُس پر غور کیا جائے تو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کو منصف، ناظر منصف حنفیت سے ہرگز خارج نہیں پائے گا بلکہ یہ دیکھے گا کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ حنفیت کے اس دور میں سچے ترجمان ہیں اور وہ تشاہی کے طور پر اور تلاعب کے طور پر کسی قول کو چھوڑنے والے یا کسی قول کو پکڑنے والے نہیں ہیں بلکہ ائمۂ مذاہب کے ارشادات کا جو تقاضا ہے اُس کو پورا کرتے ہیں اور ان کا قول یا تو قول صوری کسی نہ کسی امام کا ہوگا، مذہب کے ائمۂ مذہب میں کسی کا وہ آئینہ دار ہوگا اور امام اعظم رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کا یا اُن کے اصحاب کا یا ان کے مذہب پر اُن کے مسائل پر تخریج کرنے والے ائمہ کا وہ قول صوری ہوگا یا وہ قول ضروری ہوگا۔

اختلاف کرنے کی ہمت جو صاحب رکھتے ہیں پہلے وہ قول صوری اور قول ضروری کا فرق سمجھیں اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کا رسالہ اجلی الاعلام ان الفتوی مطلقا علی قول الامام جس میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ نے یہ تحقیق فرمائی کہ فتویٰ مطلقاً امامِ اعظم رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ ہی کے مذہب پر ہوگا اور امامِ اعظم رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ ہر حال میں امامِ اعظم ہیں اور ان کے مذہب سے عدول جائز نہیں۔

اس میں احناف کرام نے جو تحقیقیں فرمائی ہیں اور جو انہوں نے تنقیحات کی ہیں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وہ سب کی سب اقوالِ امام اعظم رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ ہیں کوئی قول صوری ہے تو کوئی قول ضروری ہے تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کے اختلاف کو دلیل بنانا یہ سخت جسارت ہے اور مجھ کو لگتا ہے کہ جو لوگ رخصتوں کے پیچھے پڑتے ہیں اور تشاہی کے ذریعے سے اپنا قد اونچا کرنا چاہتے ہیں اور تشاہی کے ذریعے سے کسی قول کو چھوڑتے ہیں اور کسی قول کو پکڑتے ہیں وہی یہ جرأت کرسکتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی رضی اللہ تبارک و تعالیٰ عنہ اس دور میں سچے ترجمانِ حنفیت ہیں اور ہم کو کیا معلوم تھا کہ کون سا قول صحیح ہے اور کون سا قول رجیع ہے اور کون سا قول احوط ہے اور کون سا قول ارفق ہے، یہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضلِ بریلوی رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کی تنزکیہات کا ثمرہ ہے کہ ہم آج ان کے خوشہ چیں مذہب کی ان باتوں سے واقف ہیں اور ہمارے اوپر یہی ضروری ہے کہ جو جو ہمارے ائمۂ مذہب نے اور ائمۂ مذہب کی ترجمانی کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ نے ہم کو بتادیا اور ان کی ترجمانی کرتے ہوئے جس مسئلے کو صحیح کہا اور جس مسئلے کو راجح کہا ہم اُس کی پیروی کریں اور اُن سے اختلاف کی جسارت نہ کریں دُرِّ مُختار میں فرمایا:

''اما نحن فعلینا اتباع ما رجحوہ وما صححوہ کما لو افتو فی حیاتھم۔ (۱/۷۷) ہم لوگ ہمارا تو وظیفہ صرف اتنا ہے کہ ہمارے پیش رو علما نے جس مسئلے کو صحیح کہہ دیا ہم اس کو مانیں اور اُس کی پیروی کریں اور جس مسئلے کو راجح کہا اُس کی پیروی کریں جیسے کہ اُن کی زندگی میں اگر ہوتے اور وہ ہم کو فتویٰ دیتے تو ہمارے اوپر اُس کی اتباع ضروری تھی۔''

اور قولِ ضعیف پر عمل آدمی کو حرام ہے بقیہ ص ۳۲/ پر

از: غلام مصطفیٰ رضوی*

سازشیں اور قومی تقاضے

دشمنانِ اسلام کی سازشوں سے ہوشیار رہ کر مشرکین کے رسم و رواج سے احتیاط میں عافیت

احوال وطن

"عزیزانِ وطن! پاک مذہب اسلام جس کی ساری تعلیمات کا جوہر توحید وخدا پرستی ہے اُس کا دشمن تم صرف انگریزوں کو کیوں قرار دیتے ہو؛ ہر وہ مذہبِ باطل جو دُنیا میں موجود ہے؛ یا کسی وقت اختراع کیا جاسکتا ہے، وہ اس دین قویم اور صراطِ مستقیم کا دشمن جانی ہے؛ کفر و اسلام میں جب کہ تضاد ذاتی ہے؛ پس یہ محالِ عقلی ہے کہ کوئی مذہبِ کفر ٹھنڈی آنکھوں سے اسلام کو دیکھنا گوارا کرے؛ ہاں! مجبوری معذوری کی اور بات ہے، قرآن کریم نے سیکڑوں جگہ اسی کی خبر دی ہے، پس مسلمانوں کو خود اپنے آپ میں قوت پیدا کرنے کی ضرورت ہے، نہ کہ غیر قوم میں جذب و مدغم ہونا، یہی شریعت کا فتویٰ ہے اور یہی عقلِ سلیم کا حکم۔"

(النور، ص ۲۰۹، مطبوعہ ۱۹۲۱ء)

مذکورہ تمہیدی اقتباس ایک صدی پیش تر مفکر اسلام پروفیسر سید سلیمان اشرف بہاری (خلیفۂ اعلیٰ حضرت وسابق صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) نے ارشاد فرمائے، جنھوں نے اسی زمانے میں ہندوؤں کی اسلام دُشمنی کو بھانپ لیا تھا، اور ہندو مسلم اتحاد کی اس وجہ سے مخالفت کی تھی کہ اِس سے اسلامی شعائر رفتہ رفتہ زَد میں لائے جارہے تھے، اسلامی تشخص مٹانے کی کوششیں کی جارہی تھیں۔

اسلام سب سے بڑی سچائی ہے، تمام مذاہب باطل؛ اسلام کے دُشمن ہیں، اسلام کے مقابل انگریز نے سازشوں کے جال بنے، مسلمان! انگریز کے خلاف تھے لیکن ہندوؤں سے اشتراک واتحاد کرلیا جس کا مقصد ظاہری ملک کو انگریزی استبداد سے آزاد کرانا تھا، جب کہ انگریز بھی دُشمن تھے اور ہنود بھی، پھر ہنود سے اتحاد کی مہم جو ایک صدی قبل چلائی گئی اُس کے منفی اثرات اُسی زمانے میں ظاہر ہونے شروع ہوئے۔

نتائج

[۱] آزادی کے وقت حکومت بجائے مسلمانوں کو لوٹانے کے مشرک لیڈران کو دی گئی تا کہ مسلمان دوبارہ اقتدار نہ پاسکیں، جب کہ انگریز نے حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی۔

[۲] ادغام واشتراک کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوؤں کے کئی مراسم مسلم معاشرے میں اپنے پنجے گاڑنے میں کامیاب ہوئے، مذہبی روح اس سے متاثر ہوئی، جن مراسم سے نفرت کرنی تھی؛ ان سے انسیت بڑھی؛ آج جو بعض افراد ہولی، دیوالی، گنپتی جیسے شرکیہ معاملات میں شامل ہوجاتے ہیں یہ اسی ادغام واشتراک کا نتیجہ ہے۔

[۳] حالات کے زیر اثر جہاں جہاں مسلمانوں نے مشرکین سے مل کر تحریکیں چلائیں وہیں ہماری ترقی کا گراف زوال پذیر ہوا، نان کوآپریشن کے نتیجے میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، مدرسہ عالیہ کلکتہ اور اسلامیہ کالج لاہور تعلیمی دھارے میں پیچھے رہ گئے، اس خلا کے اثرات آج بھی محسوس کیے جارہے ہیں۔

[۴] موجودہ حالات میں تحریکیں بے اثر ہوکر رہ گئیں، کہیں کوئی اثر مسلمانوں کے نہیں ظاہر ہورہے جس کا سبب یہی ہے کہ ادغام واشتراک نے مسلمانوں کی کمزوری ظاہر کی ہے جس کا فائدہ فرقہ پرست قوتیں پورا اُٹھارہی ہیں، نمازیں انھیں کھٹک رہی ہیں، اذانوں سے وہ جل رہے ہیں، نمازِ جمعہ کے خلاف وہ کھل کر سامنے آرہے ہیں، کہیں کہیں قیادت دَر پردہ مشرکین سے متحد ہے یا کم از کم مرعوبیت کا شکار ہے۔

احوال وطن

[۵] انگریز کو ہم نے دُشمن جانا، مشرکین کو دوست سمجھا، جب کہ دونوں ہی دُشمن ہیں، آج یہی وجہ ہے کہ فرقہ پرست قیادت کہیں اسرائیل سے معاہدے کر رہی، کہیں امریکہ سے دفاعی اشیا کے سودے کر رہی، ان کے اتحاد کا میدان تمام دُشمنانِ اسلام ہیں، پھر کیوں یہ ہمارے ہمدرد ہو سکتے ہیں؟

[۶] جب کہ ان مسلم مخالف طاقتوں سے اشتراک کا ہی نتیجہ ہے کہ آج بعض مسلم مراکز کی حکومتیں اسرائیل و امریکہ کے آگے جھکی ہوئی ہیں؛ لیکن اپنوں سے ملنے کا شعور نہیں آرہا ہے۔

ہماری ذمہ داری

ہمیں جو تکالیف پہنچ رہی ہیں وہ ہمارے ہی اعمال کا نتیجہ ہے، ہماری ہی غفلت کے سبب وارد ہوئی ہیں، قرآن پاک کا ارشاد گرامی ہے:

”وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۔ (سورۂ شوریٰ:۳۰) اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا اور بہت کچھ تو معاف فرما دیتا ہے۔“ (کنزالایمان)

جو مصائب و آلام ہیں یہ ایک صدی پیش تر غلط قیادت یا قیادت کے غلط فیصلوں کے تسلیم و قبول کے نتائج ہیں، مشرکین سے مذہبی بنیادوں پر محبت کی جو کوششیں ہوئیں ان سے مسلمان اپنے اسلامی فیصلوں سے دور جا پڑے، اپنے ہی ہاتھوں مشرکین کو مسلط کرنے میں مدد دی، اپنے ہی ہاتھوں اپنے شعائر سے دوری بنائی، ذبح، معمولات، حرمتِ منبر کو تج دیا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کسی دور میں چاہے آزادی سے قبل کا دور ہو یا بعد کا مشرکین نے کوئی رو رعایت نہیں کی، مسلمانوں کو نقصان پہنچایا اور مسلمان اس امید پر کہ اتحاد نہ ٹوٹے؛ سب برداشت کیا، جس کے خوف ناک اثرات آج جھیل رہے ہیں، ہم نے مشرکین کو مسلط کیا اب وہ جو غالب آئے اس پر چیخ رہے ہیں، اس کا حل صرف یہ ہے کہ :

[۱] ہم احکامِ الٰہی و قوانین اسلام کے پابند ہو جائیں، مشرکین سے اتحاد سے بچیں جس سے مذہبی امور میں مداخلت کا اندیشہ ہو۔

[۲] شرعی فیصلوں کی پابندی کریں تو کسی خلافِ شرع قانون کی حیثیت باقی نہیں رہ سکے گی۔

[۳] غیر شرعی کورٹوں میں اپنے مقدمات نہ لے جائیں بلکہ شرعی اصولوں کی پیروی کریں۔

[۴] طلاق سے گریز کریں، نوبت آجائے تو شریعت کی پاس داری لازم جانیں۔

[۵] اپنے شعائر کی پاسداری کریں۔

[۶] دینی تعلیم سے رغبت پیدا کریں، بچوں میں دین داری کو رواج دیں، پھر دنیوی تعلیم کے منفی اثرات سے بچ سکیں گے۔

[۷] ملک سے وفاداری کریں لیکن شرکیہ مراسم کو ہرگز قبول نہ کریں بلکہ ان سے نفرت کریں، بچوں کو مراسمِ شرک سے نفرت دلائیں۔

[۸] مشرکین یا مذاہب باطل کے تہواروں میں شرکت اور مبارک و تہنیت سے بچیں اور بچائیں۔

[۹] علم دین سیکھنے سکھانے میں مدد دیں، مدارسِ اسلامیہ سے رشتے بحال کریں، علما کا احترام لازم جانیں۔

[۱۰] ایسی قیادت سے گریز کریں جو مشرک قائدین سے اتحاد برتے اور مشرکین کی تکریم کر کے مسلمانوں کو غلط روی کی دعوت دے۔

[۱۱] اسلامی احکام کی ساختہ تاویل، معذرت خواہانہ توجیہ سے بچیں۔

اسلام پر استقامت اختیار کریں، یاد رکھیں! اللہ کی رحمتوں کا نزول اللہ و رسول کی رضا میں ہے، جو مشرکین کو خوش کرنے کو کوشاں ہیں ان سے ہمیں کوئی عزت نہیں مل سکتی، ہمیں سرخروئی احکام الٰہی و قوانین اسلام کی اطاعت و پیروی میں ملنی ہے، اس لیے اپنے مذہبی تشخص کی سلامتی کے لیے بیدار رہ کر جئیں۔

◆◆◆



دوسری قسط

(از: ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی*)

بمبئی میں اعلیٰ حضرت کی علمی مجلسیں

رضویات

گزشتہ سے پیوستہ

بمبئی کے مستفدین

شہر بمبئی کے استفتا کرنے والوں اور سوال کرنے والوں میں علما و مشائخ، تجار و دانشور اور عوام الناس بھی ہیں، فتاویٰ رضویہ کی مختلف جلدوں میں ایسے اسما کثرت سے موجود ہیں، ہم چند اہم علما و مشائخ کے اسمائے گرامی کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں، حضرت علامہ سید شاہ حامد حسین صاحب خطیب و امام قصائی محلہ مسجد بمبئی، حضرت مفتی محمد عمر الدین ہزاروی صاحب خطیب و واعظ و مفتی و مدرس مدرسہ محمدیہ بمبئی، حضرت علامہ عبد الواحد خان صاحب خطیب و واعظ شہر بمبئی، حضرت مولانا محمد جہانگیر صاحب خطیب و امام جامع مسجد باندرہ بمبئی وغیرہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔

۱۳۱۳ھ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے رسالہ "منیر العین" تصنیف فرمایا، اس کے خاتمہ میں رقم فرماتے ہیں:

"یہ چند جملے لوحِ دل پر نقش کر لینے ہیں کہ بعونہ تعالیٰ اس تحریر نفیس کے ساتھ شاید اور جگہ نہ ملیں، وباللہ التوفیق وله الحمد، الحمدللہ القادر القوی علم اما علم وصلی اللہ تعالیٰ علی ناصر الضعیف وآله وسلم۔ قبول ضعیف فی فضائلِ الاعمال کا مسئلہ جلیلہ ابتداً مسودۂ فقیر میں صرف دو افادۂ مختصر ہیں، بارگاہِ مفیض علوم و نعم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بحمد اللہ تعالیٰ نفائسِ جلیلہ کا اضافہ ہوا، افادہ شازدہم [۱۶] سے یہاں تک آٹھ افاداتِ نافعہ اسی مسئلہ کی تحقیق میں القا ہوئے، قلم روکتے روکتے اتنے اوراق املا ہوئے۔

امید کی جاتی ہے کہ اس مسئلہ کی ایسی تسجیل جلیل و تفصیل جزیل اس تحریر کے سوا کہیں نہ ملے، مناسب ہے کہ یہ افادے اس مسئلہ خاص میں جدا رسالہ قرار دیے جائیں اور بلحاظِ تاریخ "الهادی الكاف فی حكم الضعاف" لقب پائیں۔"

[فتاویٰ رضویہ، طبع بمبئی، ۲/۴۸۱]

۱۳۱۶ھ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے رسالہ "الوفاق المتین" تصنیف فرمایا، اس رسالہ کے خاتمہ میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"اس فقیر حقیر اور مولانا مولوی عمر الدین صاحب کو کہ اس نفیسہ جلیلہ کے محرکِ تالیف اور "الدال كفاعله" کے مصداق منیف ہوئے اور عالی ہمتانِ زمن محبانِ دین وسنن حاجی اسحاق آدم صاحب صباغ پلندری و حاجی ابو، حاجی حبیب صاحب میمن ایمن حفظهما الله تعالیٰ عن الفتن و المحن کو، جن کی ہمت بلند سے اصل کتاب اور جامعِ فضائل قامعِ رزائل مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب قادری نقشبندی شاذلی سلمہ العلی والولی کو، جن کی سعی جمیل سے یہ اجزا تذئیل جلیل منطبع اور اہل سنت ان جواہر دینیہ سے منتفع ہوئے، دعائے عفو و عافیت و خیر و برکات دنیا و آخرت سے یاد فرمائیں۔"

[فتاویٰ رضویہ، طبع بمبئی، ۴/۳۷۶]

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں:

"۱۳۱۷ھ میں فتاویٰ الحرمین لرجف ندوۃ المین بمبئی ہی سے شائع ہو کر عام ہوئی تھی، یہ کتاب ندوہ کی اعتقادی بے راہ روی پر ہے، جس میں علما و مشائخ حرمین کی تقریظیں ہیں۔"

[الملفوظ، طبع بریلی، ۲/۹]

مفتی بمبئی

تاریخ بمبئی کے ان ایام میں، جس کا تذکرہ ہوا اور ہو رہا ہے،

بحیثیت عالم ربانی وخطیب لاثانی ، باطل شکن مناظر ومصنف، مجاہد سنیت اور مفتی بمبئی حضرت مولانا شاہ محمد عمر الدین قادری رضوی ہزاروی قدس سرہ القوی کا اسم گرامی بہت نمایاں وروشن ہے، آپ کا وطن اصلی کاٹھیاوار، گجرات تھا، آپ کے آبا و اجداد نقل مکانی کر کے قصبہ کوٹ نجیب اللہ، ہری پور، ضلع ہزارہ [جو تقسیم ہند کے بعد پاکستان میں ہے] سکونت پذیر ہو گئے تھے، وہیں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی، ہزارہ کے مشہور زمانہ عالم دین علامہ فیض عالم علیہ الرحمہ مصنف ''وجیز الصراط'' آپ کے عم زاد بھائی تھے، والد و اجداد کے اسمائے گرامی یہ ہیں: محمد عمر الدین بن مولانا محمد قمر الدین بن علاء الدین بن مراد بخش بن گل محمد۔

ابتدائی تعلیم ہزارہ میں ہی پائی، اعلیٰ تعلیم کے لیے بمبئی وارد ہوئے اور مشہور و بافیض درسگاہ جامعہ محمدیہ ملحق جامع مسجد بمبئی داخل درس ہوئے، اساتذۂ عظام میں مشہور خلائق بافیض عالم و بزرگ حضرت علامہ محمد عبید اللہ مکی صدر مدرس جامع محمدیہ بمبئی بطور خاص قابل ذکر ہیں، تکمیل تعلیم کے بعد آپ یہیں کے ہو کر رہ گئے، جامع محمدیہ میں مدرس ہوئے اور پھر صدر مدرس بھی ہوئے، دارالافتا کی ذمہ داری بھی انجام دیتے تھے، بے حد مقبول وہر دل عزیز خطیب وواعظ تھے، آپ کا خطاب ایمان افروز اور باطل سوز ہوا کرتا تھا، ٹھوس علمی مضامین بھی لکھتے تھے، تاریخ ساز ریکارڈ قائم کرنے والے ماہنامہ ''تحفہ حنفیہ'' پٹنہ میں آپ کے کئی مضامین نظر سے گزرے ہیں، صاحب تصانیف بھی تھے، نصف درجن سے زائد علمی ع تحقیقی وتردیدی کتب ومقالات آپ کے شاہکار قلم کی یادگار ہیں، میدان مناظرہ کے بھی آپ شہسوار تھے، بد مذہبوں کے ساتھ ساتھ آپ بے دینوں آریوں وعیسائیوں سے بھی برسر پیکار رہے، سیکڑوں بدعقیدہ اور بے دین غیر مسلم آپ کے ہاتھوں مشرف باسلام ہوئے۔

حضرت مفتی محمد عمر الدین قادری رضوی ہزاروی تاج الفحول حضرت شاہ محمد عبد القادری بدایونی کے فیض یافتہ اور مرید وخلیفہ تھے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری سے والہانہ تعلق خاطر تھا، ان کے علم نافع، عمل صالح اور جاں باز دینی وعلمی کارناموں اور دلی و روحانی تعلق [جس کا محبت بھرا ذکر اعلیٰ حضرت کی متعدد تحریروں میں ہوا ہے۔] کی بنیاد پر اعلیٰ حضرت نے بھی انہیں اجازت وخلافت سے مشرف کیا تھا، عمر کے آخر حصے میں اپنے وطن مراجعت فرمائی، ۱۴ر شعبان المعظم ۱۳۴۹ھ/ ۲ر۱ر۱۹۳۱ء کو عین شب برأت کی [رات] مبارک ومسعود ساعت میں وفات پائی، تفصیل دیکھیں:

[۱] تذکرہ علما ومشائخ سرحد، از امیر شاہ قادری، طبع پشاور، بحوالہ ''تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت'' از محقق صادق قصوری وڈاکٹر مجید اللہ قادری، طبع کراچی، ۱۹۹۲ء، ص ۲۶۹ :۲۷۰۔

[۲] تذکرہ علمائے اہل سنت، از مفتی محمود احمد رفاقتی، طبع لائل پور، باردوم ۱۹۹۲ء، ص ۱۸۱:۔

حج وزیارات

پہلا حج اعلیٰ حضرت نے اپنے والدین کریمین اور متعلقین کے ساتھ ۱۲۹۶ھ میں کیا تھا، ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ دوسرے حج وزیارت کے لئے تشریف لے گئے، تو یہ سفر مبارک بمبئی ہی سے ہوا، جب بریلی سے بمبئی پہنچے، تو کیا کیا ہوا، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ہی کی زبان سے سنیے، واضح رہے کہ یہ سفر مبارک اعلیٰ حضرت کا بالکل اچانک حکمتِ الٰہیہ کے مطابق ہوا تھا، دونوں کی روداد اعلیٰ حضرت کے الفاظ میں یہ ہے:

طوفان شدید

''پہلی بار کی حاضری حضراتِ والدین ماجدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے ہمراہِ رکاب تھی، اس وقت مجھے تئیسواں [۲۳] سال تھا، واپسی تین دن طوفانِ شدید رہا تھا، اس کی تفصیل میں بہت طول ہے، لوگوں نے کفن پہن لیے تھے، حضرتِ والدہ ماجدہ کا اضطراب دیکھ کر ان کی تسکین کے لیے بے ساختہ میری زبان سے نکلا کہ:

آپ اطمینان رکھیں، خدا کی قسم یہ جہاز نہ ڈوبے گا، یہ قسم میں نے حدیث ہی کے اطمینان پر کھائی تھی، جس میں کشتی پر سوار ہوتے وقت غرق سے حفاظت کی دعا ارشاد ہوئی ہے، میں نے وہ دعا پڑھ لی تھی، لہٰذا حدیث کے وعدۂ صادقہ

رضویات

پر مطمئن تھا، پھر بھی قسم کے نکل جانے سے خود مجھے اندیشہ ہوا اور معاً حدیث یاد آئی: مَن یَّتَاَلّٰ عَلَی اللہِ یُکَذِّبُہٗ، حضرت عزت کی طرف رجوع کی اور سرکارِ رسالت سے مدد مانگی، الحمدللہ کہ وہ مخالف ہوا کہ تین دن سے بشدت چل رہی تھی، دو گھڑی میں بالکل موقوف ہوگئی اور جہاز نے نجات پائی، ماں کی محبت، وہ تین شبانہ روز کی سخت تکلیف یاد تھی، مکان میں قدم رکھتے ہی پہلا لفظ مجھ سے یہ فرمایا کہ: حج فرض اللہ تعالیٰ نے ادا فرما دیا، اب میری زندگی بھر دوبارہ ارادہ نہ کرنا، ان کا یہ فرمانا مجھے یاد تھا اور ماں باپ کی ممانعت کے ساتھ حج نفل جائز نہیں، یوں خود ادا کرنے سے مجبور تھا۔

لکھنؤ سے روانگی

یہاں سے ننھے میاں [برادرِ خورد] اور حامد رضا خان [خلفِ اکبر] مع متعلقین بارادۂ حج روانہ ہوئے، لکھنؤ تک ان لوگوں کو پہنچا کر واپس آ گیا، لیکن طبیعت میں ایک قسم کا انتشار رہا، ایک ہفتہ یہاں رہا، طبیعت سخت پریشان رہی، ایک روز عصر کے وقت زیادہ اضطراب ہوا اور دل وہاں کی حاضری کے لیے زیادہ بے چین ہوا، بعد مغرب مولوی نذیر احمد صاحب کو اسٹیشن بھیجا کہ جا کر بمبئی تک سکنڈ کلاس رزرو کروالیں کہ نمازوں کا آرام رہے، انھوں نے اسٹیشن ماسٹر سے گاڑی مانگی، اس نے پوچھا، کس ٹرین سے ارادہ ہے، انہوں نے کہا، اسی شب کے دس بجے والی سے، وہ بولا، یہ گاڑی نہیں مل سکتی، اگر آپ کو اس سے جانا تھا، تو چوبیس گھنٹے پیشتر اطلاع دیتے، بے چارے مایوس ہو کر لوٹنا چاہتے تھے کہ ایک [ٹکٹ کلکٹر] جو قریب رہتا تھا، مل گیا، اس نے کہا، تم گھبراؤ مت، میں چلتا ہوں اور اسٹیشن ماسٹر سے جا کر کہا کہ یہ تو مجھ سے کل کہ گئے تھے، میں آپ سے کہنا بھول گیا، اس نے ایک سو تریسٹھ روپے پانچ آنے لے کر سکنڈ کلاس کا کمرہ رزرو کر دیا۔

ماں کی اجازت

عشا کی نماز سے اولِ وقت فارغ ہولیا، شکرم بھی آ گئی، صرف والدہ ماجدہ سے اجازت لینا باقی رہ گئی، جو نہایت اہم مسئلہ تھا اور گویا اس کا یقین تھا کہ وہ اجازت نہ دیں گی، کس طرح عرض کروں اور بغیر اجازتِ والدہ حج نفل کو جانا حرام، آخر کار اندر مکان میں گیا، دیکھا کہ والدہ ماجدہ چادر اوڑھے آرام فرماتی ہیں، میں نے آنکھیں بند کر کے قدموں پر سر رکھ دیا، وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھیں اور فرمایا: کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: حضور! مجھے حج کی اجازت دے دیجیے، پہلا لفظ جو فرمایا: یہ تھا کہ ”خدا حافظ“ یہ انہیں دعاؤں کا اثر تھا، میں الٹے پیروں باہر آیا اور فوراً سوار ہو کر اسٹیشن پہنچا، بعد واپسی کے معلوم ہوا کہ میں اسٹیشن تک بھی نہ پہنچا ہوں گا، انہوں نے فرمایا: میں اجازت نہیں دیتی، اسے بلا لو، مگر میں جا چکا تھا، کون بلاتا، چلتے وقت جس لگن میں مَیں نے وضو کیا تھا، اس کا پانی میری واپسی نہ پھینکنے دیا کہ اس کے وضو کا پانی ہے۔

بمبئی تار

بریلی کے اسٹیشن سے میں نے ایک تار اپنی روانگی کا بمبئی روانہ کیا، وہاں سب نے یہ خیال کیا کہ شاید حسن میاں [اعلیٰ حضرت مدظلہ کے منجھلے بھائی] تشریف لا رہے ہیں، اس واسطے کہ ان کا سالِ آئندہ میں ارادہ تھا، میرا کسی کو گمان بھی نہ تھا، غرض دن کے دن تک سب کو تذبذب رہا۔

آگرہ میں تاخیر

اِدھر مجھے راستے میں ایک دن کی دیر ہوگئی کہ آگرہ پر میل نکل گیا اور ہماری گاڑی نے پسنجر کا انتظار کیا، مولوی نذیر احمد صاحب نے اسٹیشن ماسٹر سے پوچھا کہ ہماری گاڑی کاٹ کر کیوں جدا کر لی، کہا، میل رزرو نہ تھا، آپ کو پسنجر میں جانا ہوگا، یہاں تک کہ وہ دن آ گیا، جس روز حجاج بمبئی کے قرنطینہ میں داخل ہونے والے تھے اور میں اس وقت تک نہ پہنچ سکا، اب سخت مشکل کا سامنا تھا کہ ہمارے لوگ قرنطینہ میں داخل ہوجائیں گے اور میں رہ گیا، اب جانا کیوں کر ہوگا، یہ دن پنج شنبہ کا ہے، تار آ چکا تھا کہ پنج شنبہ کو بھپارا ہو کر لوگ قرنطینہ میں داخل ہوجائیں۔

رضویات

بمبئی میں استقبال

اڑی کٹ جانے نے یہ تاخیر کی کہ میں جمعہ کے دن صبح آٹھ بجے پہنچا، اسٹیشن پر دیکھا، بمبئی کے احباب کا ہجوم ہے، حاجی قاسم وغیرہ گاڑیاں لیے موجود ہیں، سلام ومصافحہ کے بعد پہلا لفظ، جو انہوں نے کہا، یہ تھا کہ شہر کو نہ چلیے، سیدھے قرنطینہ چلیے، ابھی آپ کے لوگ داخل نہیں ہوئے ہیں، میں شکر الٰہی بجالایا اور اپنے لوگوں کے ساتھ داخل قرنطینہ ہوا، یہ حدیث کی انہیں دعاؤں کی برکت تھی کہ گئی ہوئی مراد عطا فرمائی، میں نے واقعہ پوچھا، وہاں کے لوگوں نے کہا، عجب ہے اور سخت عجب، ایسا کبھی نہ ہوا تھا، پنج شنبہ کو روزِ موعود پر ڈاکٹر آیا اور آدھے لوگوں کو بھپارا دیا کہ دفعتاً اسے سخت گھبراہٹ پیدا ہوئی اور کہا کہ باقی کا بھپارا کل ہوگا، یوں تمہارے لوگ باقی رہ گئے۔

ٹکٹ کی تبدیلی

اب ایک اور دقت پیش آئی کہ اس جہاز کا ٹکٹ بالکل تقسیم ہو چکا تھا، جس میں ہمارے لوگ جانے والے تھے، بہ مجبوری دوسرے جہاز کا ٹکٹ خریدا اور وہ بھی تیسرے درجے کا ملا، جس کی حکمت آگے ظاہر ہوگی اور حدیث کی دعائیں پڑھیں کہ سرکار مجھے اپنوں کا ساتھ عطا فرمائیں، ان سے چھوٹ کر میں تنہا کیوں کر حاضر ہوؤں گا، تلاش کی گئی کہ اس جہاز میں کوئی صاحب ایسے ہیں، جو اکیلے جانے والے ہوں، جنہیں یہ اور وہ دونوں جہاز برابر ہوں، مولیٰ تعالیٰ کی رحمت کہ ایک بڑے میاں ہمارے ہی ضلع بریلی مقام بھیڑی کے ساکن مل گئے، جنہوں نے بخوشی ٹکٹ بدل لیا، وہ اس جہاز میں گئے اور میں بفضلہ تعالیٰ اپنے ساتھیوں کے جہاز میں رہا۔

سرکار کا کرم

رکار نے پہلا ٹکٹ تیسرے درجے کا اسی لیے دلوایا تھا کہ وہ بڑے میاں ملنے والے تھے، جن کا ٹکٹ تیسرے ہی درجے کا تھا، ان سے تبدیل میں مالی نقصان نہ ہو، بعد قرنطینہ اس جہاز پر سوار ہو کر سوا سو روپے داخل کر کے اوّل درجے کا ٹکٹ تبدیل کرا لیا۔

عدن میں سمت قبلہ

جب عدن کے قرب جہاز پہنچا، میں نمازِ عصر پڑھ رہا تھا، نماز میں ایک عربی صاحب کی آواز میرے کان میں پہنچی کہ سمتِ قبلہ یہ نہیں ہے، میں نے کچھ خیال نہ کیا، اس لیے کہ میں مؤامرہ ہندسیہ سے عدن اور کامران کی سمتِ قبلہ نکال چکا تھا، وہ اتنی دیر کہ میں نے نماز پڑھی، وظیفہ پڑھا، بیٹھے رہے، جب میں فارغ ہوا، تو ان سے پوچھا، اس وقت بتائیے، سمتِ قبلہ کس طرف ہے اور پانچ منٹ پہلے کس طرف تھی اور حساب لگا کر سمجھایا کہ اس وقت سمتِ قبلہ ہی پر نماز ہوئی، جس کو انہوں نے بھی تسلیم کر لیا۔'' [الملفوظ، طبع بریلی، ج۲ ص ۲ تا ۵]

بمبئی واپسی

اعلیٰ حضرت قدس سرہ سفر حرمین طیبین سے جدہ کراچی ہوتے ہوئے بمبئی واپس تشریف لائے، تو اب فرماتے ہیں:

''بمبئی کے احباب وہاں لے جانے پر مصر ہوئے، وہاں جانا پڑا، مولوی حکیم عبد الرحیم وغیرہ احبابِ احمد آباد خبر ہوئی، آدمی بھیجے، باصرار احمد آباد لے گئے، زنانہ سواریوں کو بمبئی سے محمد رضا خان اور حامد رضا خان کے ساتھ روانہ کر دیا تھا، میں کراچی میں اترنے کے ایک مہینہ بعد مکان پر پہنچا، وہاں [مکۂ مکرمہ] وہابیوں خذلہم اللّٰہ تعالیٰ کو بفضلہ تعالیٰ جب شدید ذلتیں اور ناکامیاں ہوئیں، المرجوفون فی المدینہ کی وراثت سے یہاں یہ اڑا رکھی کہ معاذ اللہ فلاں قید ہو گیا ہے، بمبئی آ کر یہ خبر سنی۔''

تہنیتی اجلاس

''احباب نے ایک مجلس منعقد کی اور چاہا کہ ان لوگوں کی نسبت کچھ کہہ دیا جائے، واحدِ قہار نے ان کا کذب [جھوٹ] خود ہی سب روشن کر دیا تھا، مجھے کہنے کی کیا ضرورت تھی، ہاں! اتنا ہوا کہ آیۂ کریمہ ''انا فتحنا لك فتحا مبینا'' کا بیان کیا اور اس میں فتح مکہ معظّمہ اور اس سے پہلے صلح حدیبیہ کی حدیث ذکر کی، اس میں کہا کہ حضور اقدس بقیہ ص ۳۴ / پر

ص ۵۱ رکا بقیہ...

ایوارڈ یافتگان

(1) پیر طریقت حضرت سید شاہ محمد بادشاہ میاں صاحب قبلہ واسطی بلگرامی (2) علمبر دار اہل سنت حضرت مفتی غلام محمد یٰسین صاحب قبلہ ناظم اعلی الجماعۃ النظامیہ ملک پور (3) فقیہ عصر حضرت علامہ مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی صاحب قبلہ (4) مفکر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد سجاد صاحب مصباحی، کلکتہ (5) ناشر مسلک اعلی حضرت حافظ وقاری مولانا محمد مشاق جیلانی منظری جنرل سکریٹری جماعت رضائے مصطفی شاخ سب ڈویژن بائسی (6) فاضل جلیل حضرت مولانا محمد فیاض احمد اشرفی صاحب، بنگال۔

اخیر میں صلاۃ وسلام کے بعد حضرت مولانا مرغوب صاحب قبلہ (خطیب وامام جامع مسجد بازبیریا) کی دعا پر اجلاس کا اختتام ہوا، اجلاس میں شریک مذکورہ شخصیات کے علاوہ ادیب شہیر حضرت مولانا احمد رضا صاحب قبلہ (پرنسپل الجامعۃ الرضویہ کلیان ممبئی) ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، معمار ملت حضرت مولانا غلام ناصر صاحب قبلہ، شاعر اسلام حضرت، مولانا عسجد رضا پورنوی ثم بنارسی صاحب قبلہ، حضرت مولانا محمد اخلاق احمد نعیمی صاحب قبلہ عالی جناب، ماسٹر محمد سالم قادری صاحب قبلہ وغیرہم موجود رہے۔ ◆◆◆

مولانا محمد معراج عالم مرکزی، جماعت رضائے مصطفی شاخ بائسی

ص ۵۵ رکا بقیہ...

سراج العلوم سیوان کے وہابی استاذ ومفتی بیٹھے ہیں مولانا لال پیلے ہوگئے، وہیں برس پڑے اور گھر والے سے کہا اس کو ابھی فوراً اسٹیج سے نیچے اتارو، بے غیرت وہابی اتر نہیں رہے تھے لیکن گھر والے نے زبردستی نیچے اتارا، اسی طرح کا ایک واقعہ آبروئے فکر وقلم، مجاہد مسلک اعلیٰ حضرت علامہ رحمت اللہ صدیقی ممبئی نے بیان فرمایا کہ آپ کی سسرال میں وہابی مولوی عبد الحنان آ گیا، آپ اس منحوس کو دیکھ کر آگ بگولا ہو گئے، پہلے فوراً وہاں اسے بھگایا، پھر سسرال والوں کی خوب خبر لی۔

اس طرح کے بیشمار واقعات قادری صاحب علیہ الرحمہ کے حوالے سے مل جائیں گے لیکن اس مختصر سی میں تحریر اس کی گنجائش

کہاں؟ بہر حال! سارب کے سنیوں پر خاص کر اہل سیوان پر معمار ملت حضرت علامہ شبیہ القادری صاحب علیہ الرحمہ کے بے شمار احسانات ہیں، اللہ ربّ العزت ان کے درجات بلند فرمائے، آمین، میں اپنی گفتگو حضرت کے لکھے منقبت کے ان چار مصرعوں پر ختم کرتا ہوں: ؎

ہمیں حسن عمل بس مفتی اعظم پسند آیا
انہیں میں انما یخشٰی کا بھی عالم پسند آیا
یہ قسمت تھی اسی کی مفتی اعظم کی نظروں میں
شبیہ القادری ناچیز تھا تاہم پسند آیا

◆◆◆

معمار ملت کو مفتی اعظم نے خوب نوازا تھا

یہ خبر نہایت رنج وملال کے ساتھ سننے کو ملی کہ پوکھریرا شریف کا بطل جلیل، عالم ربانی، حضرت علامہ شبیہ القادری رحمۃ اللہ علیہ دار فانی کو چھوڑ گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ علامہ شبیہ القادری رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر و مرشد سرکار مفتی اعظم ہند کے سچے پکے شیدائی وعاشق صادق تھے، مرشد گرامی نے بھی نوازنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی، میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ سرکار مفتی اعظم ہند ایک مرتبہ اپنے سر کا عمامہ شریف اتار کر آپ کے سر پر سجا دیا جو بڑی سعادت مندی کی بات ہے۔

سیوان اور اس کے اطراف میں سنیت ورضویت اور مسلک اعلی حضرت کی جو شمع روشن ہے اس میں آپ کا اہل حصہ تھا، اللہ کرے آپ کے لگائے دینی وعلمی باغ مدرسہ محی العلوم اور غوث الوری عربک کالج سیوان کے ساتھ آسی جامع مسجد اور بلال مسجد کو شاد وآباد رہیں، دعا ہے مولیٰ تعالیٰ آپ کی تربت پر بے شمار رحمت وغفران کی بارش فرمائے اور اہل خانہ کے ساتھ تلامذہ، معتقدین ومریدین کو صبر پر اجر بخشے، آمین، مدیر ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف قابل مبارکباد ہیں جنھوں نے معمار ملت کی حیات و خدمات پر ایک علمی گلدستہ سجایا ہے۔

فقیر محمد حامد رضا رحمانی
دار العلوم رحمانیہ حامدیہ پوکھریرا شریف، سیتامڑھی، بہار

سارے مضامین عمدہ اور متنوع ہیں

از: مولانا انصار احمد مصباحی
رکن جماعت رضائے مصطفیٰ، شاخ اتر دیناج پور

ماہ نامہ سنی دنیا بریلی شریف، ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور، کنز الایمان دہلی، ماہ نامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف جیسے موقر اور معیاری اردو مذہبی ماہ نامے اپنی پرانی ساکھ اور شناخت قائم رکھتے ہوئے مکمل آب و تاب کے ساتھ تسلسل سے شائع ہو رہے ہیں، اردو ادبی رسائل کی بات کریں تو اس کا دامن اب بھی بہت کشادہ ہے۔

دنیا بھر میں اردو پڑھنے والوں کی تعداد 20 / کروڑ سے زائد ہے، یہ تعداد جرمنی، فرانس اور ایران کی مجموعی آبادی سے بھی زائد ہے، بھارت میں اردو بولنے والوں کی سب سے بڑی تعداد (لگ بھگ 100 / ملین) بستی ہے، اردو پاکستان کی دفتری اور سرکاری زبان ہے، برصغیر کے علاوہ متحدہ عرب امارات میں 13٪ / بحرین میں 11٪ / افغانستان میں 8٪ / ماریشس میں 6٪ / لوگ اردو بولتے اور لکھتے ہیں۔

حیرت ہے اردو بولنے والوں کا تناسب ہند و پاک کے بجائے خلیجی عرب ممالک (یو اے ای، عمان، سعودی، بحرین وغیرہ) میں زیادہ ہے، امریکہ، برطانیہ، انڈونیشیا، فرانس، اسپین اور جرمنی میں اردو والوں کا حلقہ روز افزوں بڑھ رہا ہے، دنیا میں سب سے زیادہ بولی جانے والی زبانوں میں اردو کا نمبر دسواں ہے، دوسرے نمبر پر موجود ہندی بھاشا بھی کئی معنوں میں اردو کی سگی بہن ہے؛ بلکہ کئی معنوں میں اردو اس کی ماں ہے، چوتھے نمبر پر عربی ہے، جو اردو کا ہم رسم زبان ہے، مطلب یہ کہ اردو کا مستقبل بہت روشن ہے، اردو خواں طبقہ کی تعداد دوسری کئی زبانوں کی بہ نسبت بڑھ رہی ہے۔

اس کے باوجود عالمی پیمانے پر پرکھا جائے تو پھر بھی اردو کا اشاعتی تناسب بہت پیچھے دکھائی دے رہا ہے، تعداد کے اعتبار سے اشاعت، معیار اور تنوع میں کئی گنا اضافے کی ضرورت ہے۔

تنہا ایران میں پندرہ سو سے زائد رسائل فارسی زبان میں ہر ماہ شائع ہوتے ہیں اور پڑھے جاتے ہیں، فرانسیسی (فرینچ) میں یہ تعداد دو ہزار سے آگے جاتی ہے، دنیا میں پڑھنے کا رجحان کم ضرور ہوا ہے، رُکا نہیں، دیگر زبانوں کی طرح اردو کا دامن ظاہری اسباب سے مالا مال نہیں، مطلب نہ سرکاری سرمایہ ڈھنگ سے مل پاتا ہے، نہ ہی یہ زبان کاروبار اور معاش سے جڑ پائی ہے، نتیجتاً فروغ و اشاعت مذہبی حلقوں اور علمائے اسلام پر منحصر ہو گئی؛ پر یہاں اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ اردو زبان برصغیر میں اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ پروان چڑھتی جائے گی اور **"الاسلام یعلو ولا یعلی"** اسلام بڑھتا رہے گا، گھٹے گا نہیں۔

نا امید نہ ہوان سے اے رہبر فرزانہ
کم کوش تو ہیں لیکن بے ذوق نہیں راہی

خوشی اور فخر کی بات ہے کہ بھارت میں پچھلے چند سالوں سے اہل سنت و جماعت کا، رسائل و جرائد کی اشاعتی میدان میں غلبہ رہا ہے، ماہ نامہ پیغام شریعت دہلی، ماہ نامہ جام میر بلگرام شریف، ماہ نامہ ارشدیہ ممبئی، دو ماہی الرضا پٹنہ، سہ ماہی پیغام مصطفیٰ ﷺ اتر دیناج پور، سہ ماہی پیام بصیرت سیتامڑھی، سہ ماہی مسلک اعلیٰ حضرت مظفر پور، سہ ماہی ہماری آواز مظفر پور، سہ ماہی عرفان رضا مرادآباد، سہ ماہی امین شریعت بریلی شریف، سہ ماہی المختار کلیان سمیت دو درجن سے زائد رسائل جاری ہو کر دنیا بھر میں پڑھے گئے اور ابھی ابھی سہ ماہی شعیب الاولیاء کی رسم اجرا ہوئی، ملک کے طول و عرض میں پھیلے ارباب علم و ادب نے اپنی علمی فراخ دلی کا مظاہرہ کیا اور سینئر اساتذہ کے ساتھ ساتھ جونیئر اور نو آموز فن کاروں نے بھی اپنے فن پاروں اور لطائف رو سناش کرائے۔

(اپنے ایک طویل مضمون کا اقتباس)

قارئین! اس وقت ماہ نامہ سنی دنیا بریلی شریف کا تازہ شمارہ (فروری، مارچ ۲۰۲۲ء) موبائل اسکرین پر جلوہ بار ہے، اس ماہ نامہ کی سرپرستی اور نگرانی قاضی القضاۃ حضرت علامہ مفتی عسجد رضا خان قادری نوری صاحب قبلہ فرماتے ہیں، سارے مضامین عمدہ ہیں، ایڈیٹر محترم ادیب شہیر حضرت مولانا محمد عبد الرحیم نشتر

فاروقی صاحب نے انتخاب مضامین میں بہت جگر سوزی سے کام لیا ہے، موصوف نے جہانِ علم وادب میں ایک عرصہ بِتایا ہے، جس کا اثر رسالے کے صفحہ صفحہ سے جھلکتا ہے۔

102 رصفحات پر مشتمل شمارے میں تیس سے زائد بیش قیمتی متنوع تحریریں شامل ہیں، مطالعہ کے بعد ایڈیٹر اور ادارتی ٹیم کو اپنے تأثرات ضرور لکھیں۔

◆◆◆

رسالہ صحافتی، شرعی اور سماجی تقاضوں کو پورا کر رہا ہے

(از: مفتی جمیل احمد رضوی

بانی وسرپرست جامع رضا پٹنہ، بہار

جناب مفتی عبدالرحیم نشتر فاروقی صاحب

ایڈیٹر ماہنامہ "سنی دنیا" بریلی شریف

سلام مسنون! اِدھر چند ماہ سے ماہنامہ سنی دنیا کے تین چار شمارے دیکھنے کو ملے، ماشاء اللہ بڑی آسودگی ہوئی، رسالہ صحافتی تقاضوں اور مسائل ضرور یہ پر محیط نظر آیا، شرعی، سماجی، سیاسی اور معاشی مسائل سے اس کا دامن بھرا بھرا پایا، مولیٰ تعالیٰ اسے مزید شہرت وقبولیت بخشے۔

نئے شمارے کا اداریہ پڑھ کر مسکرائے بغیر نہیں رہ سکا، آپ کا یہ رنگ تحریر میں نے پہلی بار دیکھا ہے، سنجیدگی، تحقیق اور مسائل پر سیر حاصل گفتگو آپ کی تحریر کے نمایاں اوصاف تھے، مگر اس بار جو شگفتگی اور شوخی دیکھی، خوشگوار حیرت ہوئی۔

کچھ برسوں سے میں خود بھی محسوس کر رہا تھا کہ مجدد اسلام حضور اعلیٰ حضرت کو بعض ''سنی'' کہلانے والے لوگ "صافی" اور "جوشاندہ" کی طرح مجبوراً برداشت کرتے ہیں، سلام رضا، مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ، امام کا نعتیہ کلام اور جلسوں میں ذکر رضا کے لہراتے پھریرے، ان کے دلوں میں کسی خار سے کم نہیں کھٹکتے، بعض دفعہ وہ منہ سے کچھ نہ بھی بولیں تو ان کا دھواں دھواں چہرہ اور بگڑی صورت سب کچھ سمجھا دیتی ہے۔

میں توڈ نکے کی چوٹ پر کہتا ہوں ہیں کہ بریلی نے برصغیر کے مسلمانوں کا کچھ بگاڑا نہیں بلکہ ہمیشہ بنایا ہی ہے، اسی لیے اکثریت کا دل بریلی اور بریلی والوں کی طرف جھکتا ہے۔

بریلی والوں نے نہ اپنی شہرت کے لئے مجسمے بنوائے نہ کوئی جدید تحریک چلائی اور نہ ہی ایجنٹ بحال کئے، بس عشق رسالت میں مخمور ہو کر خدمت دینی انجام دیتے رہے، ادھر دنیا کا یہ حال رہا کہ مسلمان پروانہ واران پر نثار ہوتے چلے گئے، اس میں امام اہلسنت یا ان کے خانوادے کا کیا قصور ہے۔

ہمارے یہاں ایک صاحب ہیں جو اپنے نام کے ساتھ "رضوی" لگاتے ہیں، مگر دل میں رضویت کے خلاف ایسا زہر رکھتے ہیں کہ خدا کی پناہ! برسوں پہلے ایک جگہ انہوں نے بریلی کی شہرت ومقبولیت کے خاتمے کے لیے ایک مخصوص میٹنگ بھی کی، منصوبے بنائے، مگر آج تک بریلی والوں کا بال بانکا نہیں کر سکے، سچ فرمایا امام نے:ـ

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

ادھر لوگوں کا حال یہ ہے کہ ان کو رضوی جان کر انھیں اپنے سروں پر بٹھایا، تعظیم کی، موٹے موٹے لفافے دیئے، جس سے ان کی دال روٹی خوب چلی، مطلب یہ کہ بریلی شریف اور "رضویت" کے نام پر لوگ اپنا پیٹ تو بھرتے ہیں، مگر موقع ملتے ہی اس "تھالی" میں "چھید" کرنے سے نہیں بھی چوکتے، مولا تعالیٰ سب کو ہدایت بخشے، آمین۔

◆◆◆

چھمی گوئیاں

منظومات

ہمیں خدا سے ملانا حضور جانتے ہیں

(از: مولانا سلمان رضا فریدی، مسقط عمان)

خدا کے قرب میں جانا حضور جانتے ہیں
وصالِ رب کا ٹھکانا حضور جانتے ہیں

یہ شان ہے کہ فرشتوں کی حد سے بھی آگے
سفر کے نقش جمانا حضور جانتے ہیں

درِ الٰہی سے لاکر نماز کا تحفہ
ہمیں خدا سے ملانا حضور جانتے ہیں

بتا رہی ہے یہ مازاغ کی حسیں آیت
اصولِ دید نبھانا حضور جانتے ہیں

کلیم دور سے بھی اک جھلک نہ دیکھ سکے
"دَنیٰ" کا لطف اٹھانا حضور جانتے ہیں

خدا کو موسیٰ نے دیکھا نبی کی آنکھوں میں
کہ رب کی دید کرانا حضور جانتے ہیں

اِسی یقیں پہ تمنائی تھا براق اُن کا
کہ غمزدوں کو ہنسانا حضور جانتے ہیں

نبی نے یاد رکھا بزمِ لامکاں میں ہمیں
بدوں کی لاج بچانا حضور جانتے ہیں

چلو حضور کے در سے بلندیاں لے لو
گرے ہوؤں کو اٹھانا حضور جانتے ہیں

رضائے رب کے لیے دامن نبی تھامو
کریم رب کو منانا حضور جانتے ہیں

نبی سے دور نہیں کوئی عاشق و شیدا
کہاں ہے میرا دوانہ، حضور جانتے ہیں

غموں میں والئ امت کو دیجئے آواز
کہ ہر اَلم سے چھڑانا حضور جانتے ہیں

نبی کے غیب کی منکر ہے، عقلِ بے توفیق
سب اہلِ عشق نے مانا، حضور جانتے ہیں

فریدؔی اُن کے سوا یہ کسی میں تاب نہیں
خدا کو دیکھ کے آنا حضور جانتے ہیں

واقف ہر این و آں شانِ عجم شاہِ عرب

(از: مولانا رحمت اللہ صدیقی، پیغام رضا ممبئی

بے زبانوں کی زباں شانِ عجم شاہِ عرب
دھوپ میں ہیں سائباں شانِ عجم شاہِ عرب

حق نما معجز بیاں شانِ عجم شاہِ عرب
ناخدائے کل جہاں شانِ عجم شاہِ عرب

تیرگی میں ضوفشاں شانِ عجم شاہِ عرب
بے نشانوں کا نشاں شانِ عجم شاہِ عرب

ان کی عظمت کو کوئی کیسے سمجھ پائے بھلا
ہیں الٰہی رازداں شانِ عجم شاہِ عرب

رب اکبر نے کیا بے سایہ ان کو اس لیے
سب پہ ہوں سایہ کناں شانِ عجم شاہِ عرب

لاکھ کوئی کچھ کہے سچ ہے یہی حق ہے یہی
ہیں وہی تسکین جاں شانِ عجم شاہِ عرب

ان کے اوصاف حمیدہ کا کہاں تک ذکر ہو
واقف ہر این و آں شانِ عجم شاہِ عرب

ان کے دست ناز میں ہیں نعمتیں کونین کی
ہیں عطائے بے کراں شانِ عجم شاہِ عرب

شدتِ محشر کا کھٹکا روز رہتا ہے مگر
ہیں پناہ عاصیاں شانِ عجم شاہِ عرب

کشتی انسانیت کو امن کا ساحل دیا
سرورِ کون و مکاں شانِ عجم شاہِ عرب

لطف مجھ کو دے گئی ان کے خیالوں کی ردا
بحرِ غم میں بادباں شانِ عجم شاہِ عرب

ان کے اوصاف حمیدہ کا کہاں تک ذکر ہو
واقف ہر این و آں شانِ عجم شاہِ عرب

ان کی عظمت کو کوئی کیسے سمجھ پائے بھلا
ہیں الٰہی رازداں شانِ عجم شاہِ عرب

کر دیا زیر و زبر لمحوں میں جبر و ظلم کو
خُلق کی نہر رواں شانِ عجم شاہِ عرب

ایمان کی یوں جان ہے معراج کا دولھا

از: سید خادم رسول عینی، بھدرک، اڑیسہ

اس دہر میں ذیشان ہے معراج کا دولھا
اور عرش کی بھی جان ہے معراج کا دولھا
اس واسطے قدسی کی قطاریں ہیں فلک پر
اللہ کا مہمان ہے معراج کا دولھا
خاکی ہوں کہ نوری ہوں زمینی ہوں کہ عرشی
سب خلق کا ارمان ہے معراج کا دولھا
صدیق بنا مان کے کوئی بنا فاروق
ایمان کی یوں جان ہے معراج کا دولھا
جبریل کے کافوری لبوں نے دیئے بوسے
ہاں نور کا انسان ہے معراج کا دولھا
تم چاند گئے کر وہ گیا عرش سے آگے
پرواز کا سلطان ہے معراج کا دولھا
تحفے میں عبادت دی جو آنکھوں کی ہے ٹھنڈک
تسکین کا عنوان ہے معراج کا دولھا
عینؔی ہے ہر اک شخص پہ سرکار کا احسان
یوں مظہر منان ہے معراج کا دولھا

◆◆◆

اللہ اور رسول کے پیارے معاویہ

از: مولانا سلمان رضا فریدی، مسقط عمان

اللہ اور رسول کے پیارے معاویہ
ہیں آسمانِ رُشد کے تارے معاویہ
تاجِ صحابیت نے بڑھائی ہے اُن کی شان
سونپی حَسَن نے اُن کو خلافت کی آن بان
ہوگا نہ کم کسی سے وقارِ معاویہ
اللہ اور رسول کے پیارے معاویہ
اصحابی کالنّجوم ہے اعلانِ مصطفیٰ
سب سے وفا کرو یہ ہے فرمانِ مصطفیٰ
ہیں اِس لئے ہمارے تمہارے معاویہ
اللہ اور رسول کے پیارے معاویہ
بزمِ صحابیت کے وہ دونوں سراج ہیں
ان کے نشانِ پا، سرِ مومن کے تاج ہیں
بیشک علی ہمارے، ہمارے معاویہ
اللہ اور رسول کے پیارے معاویہ
مانے گا ہر صحابی کو جو بااصول ہے
ان سے دغا تو حُبِّ علی بھی فضول ہے
سچوں کے جان و دل ہیں نثارِ معاویہ
اللہ اور رسول کے پیارے معاویہ
اُن کی برائی چھوڑ، اے باغی، اے کم نظر
دائم کلاہِ وعدۂ حُسنیٰ ہے ان کے سر
سرمہ ہے چشمِ دل کا غبارِ معاویہ
اللہ اور رسول کے پیارے معاویہ
گلزارِ جاں میں قربِ نبوت کے پھول ہیں
ان کی بہن ضیائے مکانِ رسول ہیں
ہیں لازوال نقش و نگارِ معاویہ
اللہ اور رسول کے پیارے معاویہ
قرآن میں خدا نے اتاری ہیں آیتیں
جن سے عیاں ہیں بزمِ صحابہ کی عظمتیں
مہکی اسی چمن سے بہارِ معاویہ
اللہ اور رسول کے پیارے معاویہ
اُس آنکھ نے زیارتِ سرکار پائی ہے
سب رفعتوں سے بڑھ کے یہ ان کی اونچائی ہے
لبریز ہو گلوں سے مزارِ معاویہ
اللہ اور رسول کے پیارے معاویہ
آقا نے ان کو مہدی و ھادی کی دی دعا
تا حشر جگمگائے گا وہ جلوۂ ہُدیٰ
ہے رہبری پہ اب بھی منارِ معاویہ
اللہ اور رسول کے پیارے معاویہ

بقیہ ص ۱۱/ پر

منظومات

اسباب ستہ کا موبائل ایپ لانچ

فقیہ اہل سنت حضرت مفتی آل مصطفیٰ مصباحی کے عرس چہلم کے موقع پر آپ کی مشہور ترین تصنیف ''اسباب ستہ'' کا موبائل ایپ لانچ ہوا، آئیے کچھ اس کتاب اور اس کے موبائل ایپ کے بارے میں جانتے ہیں۔

دور جدید میں نت نئے مسائل کا وجود کوئی نئی بات نہیں تاہم ہر دور میں پیش آمدہ حوادث وواقعات کا حکم جاننے کے لیے کچھ اصول متعین ومشخص ہیں جو کتب فقہ واصول فقہ میں متفرق مقامات پر بیان کیے گیے، یہ وہ اسباب وعلل ہیں جن کے سبب قول امام بھی بدل جاتا ہے جو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقتضی ہے، امام اہل سنت مجدد اعظم امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

''چھ باتیں ہیں جن کے سبب قولِ امام بدل جاتا ہے، لہٰذا قول ظاہر کے خلاف عمل ہوتا ہے اور چھ باتیں (1) ضرورت (2) دفع (3) عرف (4) تعامل (5) دینی ضرورت مصلحت کی تحصیل (6) کسی حرج موجود یا مظنون بہ بظن غالب کا ازالہ، ان سب میں بھی حقیقۃً قول امام ہی پر عمل ہے۔''

(ج 1، ص 385)

ان اسباب وعوامل کی نزاکت کے سبب مجلس شرعی مبارک پور میں اسے موضوع سخن بنایا گیا اور مندوبین کو اس عنوان پر تحقیقی مقالات لکھنے کی دعوت پیش کی گئی، جس پر بہت سے مندوبین نے تحقیقی مقالات مرتب فرمائے، مگر تمام مقالوں میں فقیہ اہل سنت حضرت مفتی آل مصطفیٰ کا مقالہ وقیع ترین مقالوں میں سے ایک تھا، ممتاز الفقہا محدث کبیر دام ظلہ رقم طراز ہیں:

"ان مجلس (مجلس شرعی مبارک پور) کی طرف سے جب اس موضوع کی منظوری دیدی گئی تو بہت سے اصحاب علم نے پرزور مقالے قلمبند فرمائے، جن میں محب گرامی قدر مولانا مفتی آل مصطفیٰ صاحب کا مقالہ وقیع ترین مقالوں میں سے ایک تھا۔"

آپ نے پوری محنت وکوشش سے مختلف مطول کتب فقہ وفتاویٰ خصوصاً چودھویں صدی ہجری کی فقہی شاہکار ''فتاویٰ رضویہ'' سے ان اسباب وعلل اور اصول وضوابط کا تعارف، ان کا درجہ استناد اور وقت تعارض ان کی ترجیحات جیسے امور پر بھرپور روشنی ڈالی ہے۔

اس مقالہ کی غیر معمولی اہمیت وافادیت اور بھرپور معنویت کی وجہ سے مولانا سید ابوالحسن ازہری کی فرمائش پر 2006 میں سب سے پہلی بار ہندوستان سے شائع ہوئی دیکھتے دیکھتے سارے نسخے ہاتھوں ہاتھ ختم ہوگئے، پھر پڑوسی ملک پاکستان سے بھی اس کی ایک بار طبع ہوئی۔

آپ کے عرس چہلم کے موقع پر آپ کے شاگرد وتلمیذ مولانا عبدالرحیم ثمر مصباحی نے اپنے سینئر اہل فن حضرت مولانا غلام ربانی فدؔا کی شراکت کے ساتھ پوری محنت ولگن سے اس کتاب کا موبائل اپلیکیشن تیار کر کے آپ کی بارگاہ میں بطور خراج پیش کیا ہے اور اہل علم کو ایک گراں قدر تحفہ دیا ہے۔

اس ایپ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ ایپ اَیڈ فری ہے یعنی دوران مطالعہ کسی قسم کا کوئی پرچار نظر نہیں آئے گا، یہ ایک وقت طلب اور مشکل کام تھا مگر ان لوگوں کا اخلاص اور حضرت فقیہ اہل سنت کا باطنی تصرف کہ بہت جلد یہ ایپ تیار ہو کر حاضر خدمت ہے، اسے ضرور لوڈ کر کے مطالعہ کریں اور اپنے گراں قدر تاثرات اور مفید مشوروں سے نوازیں تاکہ اگلی اپڈیٹ میں اسے اور بہتر اور دلکش بنایا جا سکے۔

رپورٹ: محبان فقیہ اہل سنت، پورنیہ بہار

◆◆◆

۱۵ رواں سالانہ عرس عظمتی اختتام پذیر

ہر سال کی طرح امسال بھی ۲۰ ررجب المرجب ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۲ رفروری ۲۰۲۲ء کو قطب سیمانچل، مرد درویش، شیخ کامل، عطائے رسول، گلشن چشت کے مہکتے پھول، مظہر مخدوم علاء الحق پنڈوی، حضور مخدوم سید شاہ عظمت اللہ حسینی چشتی نور اللہ

مرقدہ کی ذات پاک سے منسوب عرس عظمتی اور سنی عظمتی کانفرنس کا انعقاد آستانہ عالیہ عظمتیہ بازبیریا، بائسی بلاک، ضلع پورنیہ میں علما و مشائخ کی موجودگی میں ہوا۔

بلا شبہ خطہ سیمانچل میں حضور مخدوم سید شاہ عظمت اللہ چشتی علیہ الرحمہ کی دینی و ملی خدمات اور روحانی فیضان جگ ظاہر ہے، انہوں نے اپنی حیات میں تصوف کو کافی فروغ دیا اور روحانیت کا درس عام کیا، جس کی بدولت آج ہزاروں کی تعداد میں عقیدت مند بہار، بنگال اور نیپال کے دور دراز علاقوں سے حاضر بارگاہ ہوتے ہیں اور فیضان مخدوم سے مالا مال ہو کر لوٹتے ہیں۔ ؎

والله تجھ کو حضرت مخدوم نے کیا
آماجگاہِ خلقِ خدا بازبیریا

[شہزاد حسین مرکزی]

سنی عظمتی کانفرنس

سنی عظمتی کانفرنس کی سرپرستی صاحب سجادہ پیر طریقت حضرت الحاج الشاہ سید قیام الدین حسینی عظمتی صاحب قبلہ نے فرمائی، جبکہ کانفرنس کی صدارت کا فریضہ خانوادہ عظمتیہ کے چشم و چراغ پیر طریقت حضرت مولانا سید احمد کبیر حسینی واسطی مرکزی (ولی عہد خانقاہ عظمتیہ) نے انجام دیا اور اسٹیج کی ساری ذمہ داری حضرت مولانا محمد اخلاق احمد نعیمی صاحب نے نبھائی، اجلاس کی کاروائی کو آگے بڑھانے کے لیے ناظم اجلاس حضرت حافظ و قاری مولانا مشاق احمد جیلانی منظری نے تلاوت قرآن کریم کے لیے حافظ و قاری محمد شعیب رضا صاحب قبلہ کو مدعو کیا۔

بعدہ نعت و منقبت کے لیے بہترین آواز و سخن کے مالک مشہور شعرا یکے بعد دیگرے مدعو ہوتے رہے، جبکہ عاشقوں کے اس امنڈتے سیلاب سے خطاب کرنے کے لیے زبان و ادب کے ماہر، علوم دینیہ و عصریہ کے نکتہ داں، فاضل محقق حضرت علامہ و مولانا غلام حیدر مصباحی صاحب کو مدعو فرمایا، موصوف نے عشق رسول ﷺ پر بڑی عمدہ گفتگو کی، ان کے علاوہ ملک کے جید خطبا سرفہرست حضرت مولانا ذاکر حسین گیاوی (گیا، بہار) اور آل رسول، شہزادہ حضور فاتح بلگرام، حضور سید بادشاہ حسین واسطی بلگرامی دامت برکاتہم العالیہ المعروف حضور بادشاہ میاں (بلگرام شریف، یوپی) وغیرہم کے عمدہ بیانات بھی ہوئے۔

حضور سید شاہ عظمت اللہ! حیات و خدمات

یوں تو حضور سید شاہ عظمت اللہ چشتی علیہ الرحمہ کی تفصیلی حیات و خدمات صفحۂ تاریخ میں محفوظ نہ ہو سکیں کہ جس سے قوم بھرپور استفادہ کر سکے مگر امسال بڑی انتھک محنت اور تلاش و جستجو کے بعد ایک محرک شخصیت، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، حضرت حافظ و قاری مولانا مشاق احمد جیلانی منظری (جنرل سیکرٹری جماعت رضائے مصطفیٰ شاخ سب ڈویژن بائسی) نے آپ کی حیات و خدمات پر عمدہ معلومات کتابی شکل میں قوم کے سامنے پیش کیا، جس کا رسم اجراء پیر طریقت حضرت الحاج الشاہ سید قیام الدین حسینی عظمتی صاحب قبلہ کے ہاتھوں اسی اجلاس میں زیر عمل آیا، اسٹیج میں بیٹھے علما و مشائخ نے ان کے اس کام کو کافی سراہا اور موصوف کے دینی و ملی خدمات کے اعتراف میں ان کو ایوارڈ سے بھی نوازا گیا۔

تحریک پسند علما و فضلا کو مختلف انعامات

جس طرح دنیا بھر میں عصری علوم کے درس گاہوں اور اداروں کے سالانہ اجلاس اور مقابلہ جاتی پروگراموں میں اچھی کارکردگی اور نمایاں خدمات انجام دینے والوں کو مختلف انعامات سے نوازا جاتا ہے تاکہ ان میں کام کرنے کی مزید دلچسپی پیدا ہو، ٹھیک اسی طرح ہماری جماعت میں بھی اس عمل میں تیزی لانے کی ضرورت ہے تاکہ متحرک علمائے کرام میں دینی و ملی کام کرنے کا شعور بیدار ہو سکے اور لوگ اس کی طرف راغب ہوں۔

الحمدللہ کافی خوشی ہوئی کہ عرس عظمتی کے اس اجلاس میں مندرجہ ذیل شخصیات کو ان کی دینی و ملی خدمات کے اعتراف میں صدر کانفرنس حضرت مولانا سید احمد کبیر حسینی واسطی مرکزی صاحب قبلہ نے انعامات سے نوازنے کا اعلان فرمایا اور مذکورہ حضرات کو آل رسول پیر طریقت حضرت الحاج سید قیام الدین حسینی عظمتی صاحب قبلہ و دیگر علمائے کرام کے مقدس ہاتھوں سے انعامات تقسیم کئے گئے۔

بقیہ ص ۴۵ / پر

خیر و خبر

معمار ملت

حضرت علامہ شبیہ القادری رضوی نوری علیہ الرحمہ

کی حیات وخدمات ایک

خصوصی ضمیمہ

از: مولانا انیس عالم سیوانی*

شبیہ القادری ناچیز تھا تاہم پسند آیا

دنیائے سنیت کی مشہور و معروف شخصیت، صوبۂ بہار کے آفاقی عالم دین، رضویت کے عظیم ناشر، مذہب امام اعظم کے نہایت فعال مبلغ، مسلک اعلی حضرت کے بیباک نقیب، معمار ملت، خلیفۂ سرکار مفتی اعظم، جماعت اہلسنت کے بزرگ رہنما، اہل سیوان کے خصوصی محسن، دردمندان مذہب و مسلک کے قائد و پیشوا حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ شبیہ القادری علیہ الرحمہ کے ایک مصرع سے میں نے اپنی گفتگو کا آغاز کیا ہے، اس تحریر کا داعیہ ہمارے کرم فرما، ایڈیٹر ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف حضرت علامہ مفتی عبدالرحیم نشتر فاروقی صاحب کا حکم تھا کہ معمار قوم وملت علامہ شبیہ القادری صاحب کا فاتحہ چہلم ۹ رمارچ کو غوث الوری عربی کالج سیوان کے زیر اہتمام منایا جارہا ہے، لہٰذا حالیہ شمارہ سنی دنیا بریلی شریف میں معمار قوم وملت کے تعلق سے کچھ آنا چاہیے، نشتر صاحب کے حکم پر بہت عجلت میں چند سطریں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں:

مولانا شبیہ القادری صاحب کا اصلی نام مطلوب عالم تھا، مولانا شبیہ القادری صاحب کی پیدائش موضع کٹائی ضلع مظفر پور بہار میں ہوئی، آپ کی تاریخ پیدائش ۱۵ رجولائی ۱۹۳۸ء دن دو شنبہ صبح پانچ بجے کے قریب، موضع کٹائی مولانا علیہ الرحمہ کا ننیہال ہے، وہیں پیدائش ہوئی، آپ کے والد محمد منظور عالم صاحب صوم وصلوۃ کے پابند، مخیر، نیک طبیعت کے انسان تھے، اس دور کے لحاظ سے پڑھے لکھوں میں شمار ہوتا تھا، فارسی کی تعلیم تھی، گھر کے اعتبار سے متمول اور مضبوط لوگوں میں شمار تھا، کاشتکاری پیشہ تھا، چونکہ مولانا شبیہ القادری صاحب کے جد امجد مرحوم شتاب علی صاحب علاقہ کے گنے چنے زمینداروں میں تھے، اس دور میں انھوں نے مدرسہ نورالہدی پوکھریرا کے لیے بھی زمین وقف کی تھی۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کا خاندان آباواجداد کے زمانہ ہی سے صاحب حیثیت، پڑھا لکھا اور متمدن تھا، حضرت مولانا شبیہ القادری صاحب چار بھائیوں میں سب سے بڑے تھے، آپ کے دوسرے بھائی جو چھوٹے صاحب سے مشہور ہیں وہ کولکاتا پانی والے جہاز میں ملازم تھے، وہ کولکاتا ہی میں مقیم ہیں، تیسرے بھائی جان عالم صاحب مرحوم یہ ورسینئر تھے، چوتھے بھائی پروفیسر مشاہد عالم صاحب پہلے غالباً جامعہ جواہر لعل دہلی میں تھے ابھی جامعہ ملیہ میں ہیں، اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مولانا علیہ الرحمہ کے گھریلو اور خاندانی حالات کیسے ہیں۔

بہر حال! شبیہ القادری صاحب کی عمر جب پانچ برس کی ہوئی تو آپ کے نانا جان منشی عبدالحمید صاحب نے رسم بسم اللہ خوانی کرائی، محلے کے لوگوں کی دعوت ہوئی اور ایک خوبصورت مذہبی تقریب کے ذریعہ مولانا کی تعلیم وتربیت کا آغاز ہوا، ابتدائی تعلیم نانا جان سے حاصل کی، ناظرہ قرآن مولوی حافظ حمید الرحمن صاحب سے مدرسہ نورالہدی پوکھریرا میں پڑھی، اردو اور فارسی کی پہلی وغیرہ مولانا محمد عثمان مرحوم سے پڑھی، دوسری فارسی، گلستاں، بوستاں، یوسف زلیخا، بہار دانش، اخلاق محسنی، واخلاق جلالی مولانا غفران احمد صاحب مرحوم سے، درس نظامیہ کی تعلیم دارالعلوم مشرقیہ حمیدیہ قلعہ گھاٹ دربھنگہ بہار میں حاصل کی، دارالعلوم مشرقیہ حمیدیہ کے علاوہ دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف میں محدث احسان علی مظفر پوری سے استفادہ کیا، آپ کے اساتذہ میں خلیفۂ اعلیٰ حضرت، فاضل بہار علامہ سید ظفر الدین بہاری، محدث احسان علی مظفر پوری، علامہ مقبول احمد صدیقی، علامہ مقبول احمد خان کے نام قابل ذکر ہیں، واضح رہے کہ علامہ مقبول احمد صدیقی اور علامہ مقبول احمد خان معقولات کے مقبول ومعروف استاذ شمار کیے جاتے تھے، یہ

معمار ملت پر ضمیمہ

* مضمون نگار امام احمد رضا فاؤنڈیشن کے سکریٹری اور نائب قاضی شہر لکھنؤ ہیں۔

حضرات حمید یہ قلعہ گھاٹ میں مدرس تھے، علامہ مقبول احمد صدیقی صاحب نے اعلیٰ حضرت کا دور پایا تھا، مولانا شبیہ القادری صاحب جن دنوں حمید یہ قلعہ گھاٹ میں زیر تعلیم تھے ان کے آبائی گاؤں پوکھریرا ضلع سیتامڑھی کے معروف عالم دین حضرت علامہ رضوان احمد علیہ الرحمہ سابق استاذ مدرسہ جامع العلوم شریف جلال پور ضلع سیوان بھی زیر تعلیم تھے۔

واضح رہے کہ حضرت علامہ رضوان احمد صاحب جوانی ہی کے دنوں میں جبکہ وہ جلالپور میں مدرس تھے سانپ کے کاٹنے سے شہید ہو گئے تھے، ان کا مزار جلالپور قبرستان میں ہے، ان کے علم وفضل کے وارث وامین استاذ گرامی حضرت علامہ فیضان احمد صاحب رضوی جلالپور میں درجات عالیہ کے سنیئر استاذ ہیں، پوکھریرا علمی اعتبار سے اور بالخصوص رضویت کے لحاظ سے کافی اہمیت کا حامل رہا ہے، آج بھی کثیر تعداد میں علما، شعرا وہاں پائے جاتے ہیں، پوکھریرا کے مشہور حضرات میں حضرت سرکار مجبی، حضرت مولانا مطیع الرحمن صاحب اور حضرت علامہ الحاج ظفر الحسین حامدی، حضرت علامہ رضوان احمد ابراہیمی (مفسر اعظم ہند کی نسبت سے) اور حضرت علامہ شبیہ القادری صاحب نوری، یہ تمام لوگ بریلی کے کٹر حامی، مسلک اعلیٰ حضرت کے پر جوش داعیوں میں تھے، انہیں حضرات کے سبب یہ علاقہ بریلوی مکتبۂ فکر کا گڑھ مانا جاتا رہا ہے، اس گڑھ کو اب توڑنے کی ناپاک کوشش شروع ہو گئی ہیں، مظفر پور، سیتامڑھی، دربھنگہ، مدھوبنی کے علاقوں میں کئی بابا، کچھ تو جاہل مداری، پھر سید سراواں الہ آبادی بابا اور ان سب کے کسی نہ کسی طور پہ معاون مصباحی علما اہلسنت کے ان علاقوں کو منتشر کرنے اور بریلی مخالف ماحول بنانے کی انتھک سعی کر رہے ہیں اور افسوس یہ ہے کہ ان میں سے بہت سارے بریلی کا نام بھی لیتے ہیں لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے۔

پوکھریرا سے تعلق رکھنے والے مولانا الحاج ظفر الحسین حامدی صاحب اور مولانا رضوان احمد صاحب آپس میں پھوپھیرے ممیرے بھائی ہوتے تھے اور الحاج ظفر الحسین صاحب رشتے میں مولانا شبیہ القادری صاحب کے چچا کے داماد تھے، بات کہاں سے چلی اور کہاں پہنچ گئی، مولانا شبیہ القادری صاحب نے دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف ۱۹۵۱ء میں پڑھنے کے زمانہ میں حضور مفتی اعظم کے دست حق پرست پر شرف غلامی حاصل کر لیا تھا اور ۲۳ رجب ۱۳۹۴ھ کو پیر و مرشد حضور مفتی اعظم نے سلاسل طریقت کی اجازت عطا فرمائی، مولانا شبیہ القادری صاحب نے درس نظامیہ کے علاوہ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ کے امتحانات مولوی، عالم، فاضل نیز بہار یونیورسٹی مظفر پور سے میٹرک، تا ایم اے فارسی سے کیا۔

فارسی زبان پہ آپ کو اچھی قدرت حاصل تھی، معروف قلمکار، عالم علوم حدیث حضرت علامہ کوثر امام صاحب قادری نے بتایا کہ ایک مرتبہ نیا قلعہ سیوان کے ایک جلسہ میں تقریر کے دوران رومی کا ایک شعر زبان پہ آ گیا، اس کے بعد آپ کو یہ یاد ہی نہ رہا کہ تقریر اردو میں کرنی ہے معمار قوم وملت نے پوری تقریر فارسی میں کر دی، آپ کے ہیبت وجلال کے سبب کسی کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہو سکی کہ تقریر اردو میں کریں، جلسہ ختم ہو گیا پھر کسی نے کہا کہ تقریر بہت اچھی ہوئی اگر اردو میں ہوئی رہتی تو ہم لوگ بھی سمجھتے، آپ ہی کا بیان ہے کہ جب مدرسہ بورڈ پٹنہ کا نصاب بن رہا تھا تو آپ نے کہا کہ مدرسہ بورڈ کے نصاب میں سنیوں کو نظر انداز کیا گیا ہے، سنیوں کی کوئی کتاب نہیں شامل کی گئی ہے، اس پر کمیٹی نے کہا کہ اصول حدیث میں آپ کی جماعت کی کوئی کتاب ہو تو بتائیں ہم اسے شامل نصاب کر لیں گے، مولانا شبیہ القادری صاحب نے چند گھنٹوں میں اصول حدیث پر ایک مختصر کتاب لکھ کر پیش کر دیا، اس سے آپ کی سریع القلمی اور زود نویسی کا پتہ چلتا ہے، آپ نے ایک درجن علمی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔

اس کے علاوہ معمار قوم وملت کی ایک تقریر اور نعتیہ کلام کا مجموعہ "سبد نور" یعنی نور کی ڈالی اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مولانا علیہ الرحمہ درس وتدریس، تحریر وتقریر ہر فن مولیٰ تھے، مولانا کوثر امام صاحب نے بتایا کہ علامہ شبیہ القادری صاحب کی تصنیفات پر سرکار مفتی اعظم، حضور مجاہد ملت، علامہ مشتاق احمد نظامی جیسے اکابر کی تصدیقات وتقریظات ہیں۔

فراغت کے بعد بقول حضرت علامہ فیضان احمد صاحب

معمار ملت نمبر خصوصی

رضوی مولانا شبیہ القادری صاحب علامہ ارشد القادری صاحب علیہ الرحمہ کے مدرسہ جامعہ فیض العلوم جمشید پور میں کچھ دن تدریسی فرائض انجام دیے، وہاں سے دار العلوم نعیمیہ چھپرہ بہار آئے، نعیمیہ میں مولانا الحاج ظفر الحسین حامدی صاحب، مولانا رضوان احمد صاحب اور مولانا شبیہ القادری صاحب تینوں لوگ رہے، پھر یہاں سے یکے بعد دیگرے تینوں حضرات مدرسہ جامع العلوم شریف جلالپور ضلع سیوان میں مدرس ہوئے، جلالپور سے قریب مادھو پور گاؤں ضلع سیوان کے ہائی اسکول میں اردو فارسی کے لیے تقرری ہوئی، اسی درمیان سیوان شہر کے مشہور ڈی اے وی انٹر کالج میں اردو فارسی کی ویکنسی نکلی، اس کا امتحان دیا اور کامیاب ہوئے، پھر آپ سیوان شہر میں آگئے، یہیں آپ کا ڈی اے وی کالج بھی تھا، اسکول کی ذمہ داریوں کے بعد مذہبی فرائض کی ادائیگی میں لگے رہتے تھے۔

جنوری ۱۹۶۰ء میں سیوان آگئے تھے، ۱۹۶۶ء میں مدرسہ محی العلوم شکل ٹولی ضلع سیوان قائم کیا، اس مدرسہ کو مدرسہ بورڈ پٹنہ سے منظور کرایا، یہ مدرسہ فاضل تک منظور ہے، اس مدرسے میں حضرت مفتی ریاض احمد صاحب سیوانی، حضرت مولانا سہیل صاحب پیغمبر پوری اور حضرت مولانا محمد اسلم صاحب مدرسین ہوئے، مولانا محمد اسلم صاحب ابھی بھی بورڈ سے منظور مدرس ہیں، آپ حضرت علامہ شبیہ القادری صاحب کے ساتھ ۱۹۷۷ء سے ہیں، ۱۹۷۷ء میں تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے آئے تھے، ۱۹۷۹ء میں بحیثیت مدرس تقرری ہوئی، فی الحال فاضل کے پوسٹ پہ خدمت انجام دے رہے ہیں، حضرت علامہ شبیہ القادری صاحب کی فراغت ۱۹۵۹ء میں ہوئی، ۱۹۶۰ء میں رشتۂ ازدواج سے منسلک ہوئے، پہلی زوجہ سے مزاج نہ ملنے کے باعث ابتدا ہی میں طلاق ہوگئی تھی، پہلی زوجہ سے ایک بیٹی ہیں، دوسری شادی پوکھر یرا ہی میں ہوئی، دوسری زوجہ سے ایک بیٹا محمد نقیب الغوث غوثی ہیں، انہوں نے بی ٹیک کیا ہے (انجینئر نگ) فی الحال مدرسہ محی العلوم شکل ٹولی سیوان میں مدرس ہیں۔

۱۹۷۸ء میں علامہ شبیہ القادری صاحب نے محلہ مخدوم سرائے سیوان میں غوث الوریٰ عربی کالج قائم کیا، یہ ادارہ مولوی تک مدرسہ بہار بورڈ سے منظور ہے، مذکورہ ادارہ سے منسلک ایک عظیم الشان آسی جامع مسجد کا سنگ بنیاد ۲۰۰۴ء میں رکھا، الحمد للہ یہ مسجد تعمیر ہو چکی ہے، بہر حال حضرت علامہ زندگی بھر خدمت دین وسنیت کرتے رہے، ان کی زندگی کا ایک خاص مقصد سنیت کا تحفظ اور رضویت کا فروغ رہا، وہ ہمیشہ اس ذمہ داری کو پوری لگن کے ساتھ نبھاتے رہے، بریلی کے سچے پکے وفادار اور علمبردار تھے، بریلی کے خلاف ایک لفظ سننا گوارہ نہ تھا، ان کے چہیتے مولانا محمد وسیم اکرم سیوانی نے بتایا کہ جن دنوں منبع فتنہ وفساد ماہ نامہ جام شر وفتور (جام نور) نے مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف کچھ فتنہ خیزی شروع کی تھی جس کی پشت پناہی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے بعض فتنہ پرور مولوی کررہے تھے۔

ان دنوں سیوان کے کسی پروگرام میں مولانا عبد المبین نعمانی صاحب آئے تھے، اس پروگرام میں علامہ شبیہ القادری صاحب کو بھی شریک ہونا تھا، حضرت نہیں پہنچے، نعمانی صاحب کو معلوم ہوا کہ قادری صاحب علالت طبع کی وجہ سے نہیں آئے ہیں تو انہوں نے ملنے کی خواہش ظاہر فرمائی، بہر کیف نعمانی صاحب کسی کے ذریعہ مولانا مظہر الحق کالونی قادری صاحب کی رہائش گاہ پہ آئے، اتفاقاً علامہ عبد العزیز خان حشمتی صاحب بھی آگئے تھے، اسی درمیان علامہ عبد العزیز خان صاحب نے نعمانی صاحب سے ماہنامہ جام نور کے بارے میں دریافت کیا، نعمانی صاحب کچھ جواب دینا شروع کیا، غالباً وہ اس کی صفائی دینے کی کوشش کررہے تھے کہ علامہ شبیہ القادری صاحب اتنا برہم ہوئے کہ مجلس میں سناٹا چھا گیا، نہایت سخت ترین الفاظ میں مخالفت کرنے والوں اور ان کے حامیوں کی خبر لی، سارے لوگوں نے بھلائی اسی میں سمجھی کہ خموشی اختیار کرلی جائے۔

مولانا کوثر امام صاحب نے اپنی طالب علمی کے دور کا ایک واقعہ بتایا کہ سیوان میں ایک گاؤں ہتھوڑا ہے، وہاں کسی نے قادری صاحب کو تقریر کے لیے دعوت دیدی، قادری صاحب جب وہاں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اسٹیج پر مدرسہ

بقیہ ص ۴۵ پر

(از: مولانا سید صابر حسین شاہ بخاری قادری *

آہ! معمار ملت علامہ شبیہ القادری نہ رہے

"لکل امۃ اجل۔ ہر ایک کے لئے موت کا وقت متعین ہے۔"

ہر ایک نے سفر آخرت پر روانہ ہونا ہے، لیکن جب بھی دنیا کے کسی بھی خطے سے اہل علم وفضل کے سفر آخرت پر روانہ ہونے کی خبر وحشت اثر سامنے آتی ہے تو ان کی جدائی میں قلب و جگر پر بے اختیار ایک آری سی چل جاتی ہے۔

27/ جمادی الآخرہ 1443ھ/ 31/ جنوری 2022ء بروز پیر کو نائب قاضی شہر لکھنؤ مولانا انیس عالم سیوانی زید مجدہ کی جانب سے یہ دل خراش خبر سوشل میڈیا پر گردش کرتی ہوئی نظر آئی کہ معمار قوم وملت خلیفۂ مفتی اعظم ہند، تلمیذ رشید ملک العلماء حضرت علامہ الحاج شبیہ القادری پٹنہ میں کئی روز سے زیر علاج تھے کہ آج دنیائے فانی سے کوچ فرما گئے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

علامہ شبیہ القادری رحمۃ اللہ علیہ کا اصل نام "محمد مطلوب عالم قادری" ہے لیکن جب آپ نے شعر وشاعری کے میدان میں قدم رکھا تو اپنا تخلص "شبیہ القادری" اپنایا، آپ کے تخلص کو اتنی شہرت حاصل ہوئی کہ دنیائے سنیت ورضویت میں "شبیہ القادری" ہی سے آپ جانے اور پہچانے لگے۔

علامہ شبیہ القادری رحمۃ اللہ علیہ کے دادا جان شتاب علی مرحوم ومغفور پوکھریرا ضلع سیتامڑھی کے ایک نہایت اچھے زمین دار تھے، تین سو ایکڑ اراضی آپ کی ملکیت تھی، آپ نہایت فیاض اور سخی تھے آپ نے اپنے علاقے کے قرب وجوار میں کئی مساجد تعمیر کروائیں اور عیدگاہیں بنوائیں، مدرسہ نور الہدیٰ جو کہ دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف کا معاصر ہے کے لئے بھی چند ایکڑ زمین آپ ہی نے وقف فرمائی تھی۔

آپ کے والد گرامی محمد منظور عالم مرحوم ومغفور بھی اپنے والد گرامی کے نقش قدم پر گامزن رہے، انہوں نے بھی اپنی فیاضی اور سخاوت سے شہرت حاصل کی۔

علامہ شبیہ القادری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت 17/ جمادی الاولیٰ 1357ھ/ 15/ جولائی 1938ء کو ان کے ننہال موضع کٹائی ضلع مظفر پور بہار میں ہوئی۔

پانچ سال کی عمر میں آپ کے نانا جان منشی عبد الحمید مرحوم و مغفور کے مکان پر آپ کی بسم اللہ خوانی بڑی دھوم دھام سے ہوئی، فاتحہ کی شیرینی کے علاوہ سارے گاؤں کی نہایت پر تکلف دعوت کی گئی، اس میں غربا کی بھی کثرت تھی، آپ کی ابتدائی تعلیم وتربیت نانا جان مرحوم ومغفور نے فرمائی۔

مدرسہ نور الہدیٰ پوکھریرا میں مولانا حمید الرحمن رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن کریم کی حفظ وناظرہ کی تعلیم حاصل کی، مولانا محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ سے اردو فارسی کی تعلیم کی تکمیل کی۔

1378ھ/ 1959ء میں درس نظامی کی تکمیل کی اور سند فراغت حاصل کی، آپ کے مشاہیر اساتذہ کرام میں ملک العلما علامہ محمد ظفر الدین بہاری، مولانا مطیع الرحمن، مولانا محمد احسان علی رضوی مظفر پوری، مولانا مقبول احمد صدیقی، مولانا مقبول احمد خان، مولانا فیض الرحمن اور مولانا عبد الحفیظ قادری رحمۃ اللہ علیہم کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ سے آپ نے مولوی، عالم اور فاضل کے امتحانات پاس کئے، درس نظامی کی تکمیل کے بعد بہار یونیورسٹی مظفر پور سے میٹرک سے ایم اے فارسی کے

* مضمون نگار الحقیقت، برہان شریف، اٹک پنجاب کے مدیر اعلیٰ ہیں۔

امتحانات پاس کیے اور یہاں ہی سے حضرت سیدنا مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ کے حیات وخدمات کے حوالے سے پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا۔

2/رجب المرجب 1379ھ/یکم جنوری 1960ء تا 1382ھ/1962ء مدرسہ نعیمیہ چھپرہ میں تدریسی خدمات سر انجام دیں، 1382ھ/1962ء تا 1384ھ/1964ء جامع العلوم جلال پور سیوان میں صدر مدرس کی حیثیت سے تدریسی فرائض سرانجام دیئے۔

رمضان المبارک 1384ھ/جنوری 1965ء سے دم آخریں تک غوث الوریٰ عربی کالج علی گنج سیوان میں پرنسپل اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔

1370ھ/1951ء میں آپ جب بریلی شریف پڑھنے کے لئے حاضر ہوئے تو وہیں حضور مفتی اعظم ہند علامہ محمد مصطفیٰ رضا خان قادری برکاتی نوری رحمۃ اللہ علیہ کی قیام گاہ پر حاضر ہو کر سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ میں بیعت ہو گئے۔

23/رجب المرجب 1394ھ/12/اگست 1974ء میں حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خلافت واجازت سے بھی سرفراز فرما دیا۔

1379ھ/1960ء میں آپ کا عقد مسنون ہوا اور ازدواجی کا آغاز ہوا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک دختر نیک اختر اور ایک فرزند ارجمند سے نوازا، آپ کی دختر نیک اختر کا نام راشدہ خاتون اور فرزند ارجمند کا نام محمد نقیب الغوث ہے، اللہ تعالیٰ ان دونوں کو ہمیشہ شاد وآباد رکھے اور ان کے علم وعمل میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے، آمین۔

1372ھ/1983ء میں آپ نے حرمین شریفین کا سفر کیا، حج بیت اور زیارت روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سعادت سے مشرف ہوئے، حرمین شریفین کے دیگر مقدس مقامات کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے۔

علامہ شبیہ القادری رضوی بہاری رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی جہد مسلسل سے عبارت ہے، آپ نے درس وتدریس، وعظ ونصیحت کے ساتھ ساتھ قلم وقرطاس سے بھی گہرا تعلق رکھا اس پر آپ کی درج ذیل ایک درجن سے زائد کتابیں شاہد وناطق ہیں:

(1) الدراسۃ العربیہ (2) اصول حدیث (3) لمعات حدیث (4) تراجم کلام اللہ کا تقابلی جائزہ (5) اس کو یاد کرلو (6) عربی بولو (7) فسادی کون (8) دفاعی مورچہ (9) سید نور (نعتیہ مجموعہ) (10) ایک تقریر (11) خلاصہ النحو (12) میزان عدل (13) ترجمہ، الدر الثمین (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی کتاب)

آپ کی تمام کتابوں کو شہرت عام اور بقائے دوام حاصل ہے اور ان میں سے اکثر درسیات میں بھی شامل ہیں، مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کا حسنِ عقیدت دیدنی تھا، ان کی شان میں آپ کی منقبت کا ایک شعر ملاحظہ فرمائیے ؎

ہمیں حسن عمل بس مفتی اعظم پسند آیا
انہی میں انما یخشی کا بھی عالم پسند آیا

آپ کا حلقۂ اثر بہت وسیع ہے، آپ کے مشاہیر خلفا وتلامذہ میں مولانا علاء الدین رضوی، مولانا ابوالحسن، مولانا سہیل احمد قادری، مولانا ملک الظفر سہسرامی، مولانا وصی الحق رضوی، مولانا عزیز الرحمٰن، پروفیسر محمد اسلم، مولانا محمد شمشاد علی غوثی، مولانا عبدالباری اور مولانا رضاء المصطفیٰ کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

علامہ شبیہ القادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات سے ہم اپنے ایک عظیم قائد ورہنما، مسلک رضا کے بے باک ترجمان، عالم باعمل اور مصنف تصانیف کثیرہ سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو گئے ہیں، ان کی رحلت سے ہمارا ناقابلِ تلافی نقصان ہوا ہے، ان کی وفات حسرت آیات پر آج سبھی سنجیدہ اہل علم وقلم نہایت رنجیدہ ہیں، آہ!

آتی رہے گی ترے انفاس کی خوشبو
گلشن تری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور آپ کے درجات بلند سے بلند تر فرمائے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل اور صبر جمیل پر اجر جزیل عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔ ◆◆◆

از: مولانا فیضان الرحمن سبحانی واجدی *

حضرت معمار ملت
دار العلوم حمیدیہ کے روشن چراغ

معمار ملت پر ضمیمہ

شمالی بہار کا خطہ تہذیب وتمدن تعلیم وتعلم کے معاملہ میں ہمیشہ سے نمایاں رہا ہے، اس خطہ میں جس قدر علما، صلحا، ادبا کی بہتات نظر آتی ہے وہ دوسرے خطہ میں کثرت کے ساتھ نظر نہیں آتی ہے، صرف ترہت کے مضافات میں جو لعل و گہر موجود ہیں ان کو سمیٹتے ہوئے مشہور مؤرخ اور دربھنگہ راج کے اعلیٰ منصب پر فائز منشی بہاری لعل فطرتؔ نے مشہور زمانہ تصنیف تواریخ الفطرت میں اور مرزا زبیر الدین گورکان نے موج سلطانی میں اور جناب الیاس رحمانی نے دربھنگہ عہد اسلامیہ میں جن جواہر پاروں کا ذکر کیا ہے وہ اس خطہ کے سنہرے ابواب کو اجاگر کرتا ہے۔

چوں کہ میرے مضمون میں حضرت معمار ملت حضرت علامہ مولانا مطلوب عالم المتخلص بہ شبیہ القادری علیہ الرحمہ کی ذات ستودہ صفات کو دار العلوم المشرقیہ حمیدیہ کے زرین ادوار کے تذکرہ کے ساتھ ان بیان کرنا ہے لہٰذا بغیر کسی لمبی تمہید کے میں قارئین پر بوجھ بنتے ہوئے اس عظیم علمی قلعہ کی مختصر تاریخ اور اس کے جواہر پارے کو بھی ذکر کردوں تا کہ اس دار العلوم کی تاریخ ساز خدمات سے قارئین واقف ہوسکیں۔

سلطنت عثمانیہ کے آخری چشم و چراغ والی ترک خلفیۃ المسلمین شاہ عبد الحمید کو جب چوطرفہ مزاحمت اور یلغار کا سامنا کرنا پڑا تب انہوں نے پڑوسی ملکوں سے معاونت کی اپیل کی جس پر لبیک کہتے ہوئے ہندوستان میں ملک گیر پیمانہ پر علمائے اہل سنت نے اس مہم پر عمل کرنا شروع کردیا۔

حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے بھی اس تحریک کا ساتھ دیا اور فتح ونصرت کی دعا فرماتے رہے، اس تحریک کو بہار کے اندر بڑا فروغ ملا اور قرب سیوان ہی کے رہنے والے حضرت علامہ ومولانا حسن علی چھپراوی علیہ الرحمہ نے عوام المسلمین سے بڑھ چڑھ کر تعاون کی اپیل کی، بڑے پیمانے پر وصولیابی ہوئی، وصول شدہ آمدات کی پہلی قسط والی ترک کی معاونت کے لئے ارسال کردیا گیا، لیکن دوسری قسط کو ارسال کرنے کا موقعہ نہ مل سکا کہ خبر آ گئی کہ جنگ رُک چکی ہے۔

حضرت علامہ حسن علی چھپراوی علیہ الرحمہ نے اصحاب الرائے کے مشورہ پر وصول شدہ رقم سے دربھنگہ شہر کے وسط میں والئ ترک سلطان شاہ عبد الحمید کے نام سے موسوم ایک عظیم الشان اور فقید المثال علمی قلعہ بنام دار العلوم المشرقیہ حمیدیہ کی داغ بیل ۱۸۸۲ء میں علمائے اہل سنت کی نگرانی میں ڈالی اور اس علمی قلعہ میں علوم عقلیہ ونقلیہ کے ماہرین اساتذہ کی خدمت لی جس سے پورے بہار ہی نہیں بلکہ ہندوستان کے اکثر خطہ سے تشنگانِ علوم دینیہ کا ہجوم یہاں آ کر اپنی پیاس بجھانے لگا، اس وقت جن اساتذہ کی خدمت لی گئی ان میں مدرسہ سبحانیہ الہ آباد کے لائق و فائق باصلاحیت مدرس حضرت علامہ ابوسعید محمد عبد الحمید صاحب راجوی علیہ الرحمہ اور سرائے میر کے رہنے والے حضرت علامہ قمر اعظمی رحمۃ اللہ علیہ قابل ذکر ہیں۔

دونوں حضرات نے اپنی زندگی کی آخری سانس تک دار العلوم کی خدمت کی اور بعد وصال شاہی جامع مسجد قلعہ گھاٹ دربھنگہ میں بیرونی داخلی دروازہ کے دکھن جانب ایک چہار دیواری میں محو آرام ہیں) اس دور میں ایک معروف حافظ وقاری کی حیثیت سے حافظ سہیل احمد خاں بھی خدمت انجام دیا کرتے تھے، جن کی قبر شاہی قبرستان قلعہ گھاٹ میں شاہی جامع مسجد کے اتری جانب میں تھی جسے فقیر راقم الحروف نے دیکھی ہوئی ہے۔

* مضمون نگار خانقاہ واجدیہ وجامعہ واجدیہ، دربھنگہ کے سجادہ نشین ہیں۔

رفتہ رفتہ دارالعلوم کی تعلیم وتربیت کا شہرا عام ہوتا گیا اور اس کے ترقیاتی منازل طے ہوتے رہے، طلبہ کی کثرت کے سبب تعمیراتی مراحل بھی عروج کی جانب رواں دواں تھے، ۱۹۲۵ء میں اس دارالعلوم کا الحاق بہار مدرسہ اکزامنیشن بورڈ سے ہوا اور ۱۹۲۸ء میں پندرہ کمروں پر مشتمل ایک عظیم الشان عمارت بہ تعاون سید مطیع الرحمن بیرسٹر اور مولوی محمد شفیع بیرسٹر معرض وجود میں آ گئی، یہ مولوی محمد شفیع بیرسٹر وہ ذات ہے جن کے عزائم اور قوم میں تعلیم عصری ودینی کو فروغ دینے کے حوصلے کے نتیجہ میں بہار کے اندر دجنوں اسکولوں اور مدرسوں کا وجود عمل میں آیا جن میں دربھنگہ کا مشہور اسکول شفیع مسلم ہائی اسکول بھی ہے۔ ۱۹۳۴ء کے دل سوز زلزلہ سے دارالعلوم کی عمارت پر کوئی خاص اثر نہیں ہوا لیکن ۱۹۸۸ء کے زلزلہ سے مذکورہ عمارت مکمل طور پر زمین بوس ہوگئی، جس میں اس وقت کے صدر المدرسین حضرت مولانا سید محب رسول اور ان کے دو صاحب زادے سمیت کئی طلبہ اور محلہ کے لوگ شہید ہو گئے، ۱۹۹۰ء میں حکومت ہند کے مشترکہ تعاون سے ایک مستحکم عمارت پھر وجود میں آئی جو ہنوز دعوت نظارہ دے رہی ہے۔

دارالعلوم کے مختلف ادوار میں مختلف حضرات نے دارالعلوم کے منصب صدارت ونظامت پر متمکن رہ کر اپنے اپنے فرائض کو بحسن وخوبی انجام دیا، جن میں سب سے پہلے صدر مدرس اور سب سے پہلے منتظم کی حیثیت سے حضرت علامہ ابوالخیر ابوسعید محمد عبدالحمید صاحب راجوی رہے، کچھ لوگوں میں غلط طریقے سے یہ مشہور ہوا کہ دارالعلوم کے نام کے ساتھ حمیدیہ حضرت ہی کے نام کے سبب جوڑا گیا ہے جو کہ حقیت کے برعکس ہے، ان کے بعد اور بھی کئی حضرات نے یہاں کے کمان کو سنبھالا لیکن جن کے اسماء یہاں کے دستاویز میں آئے ہیں بحیثیت صدر مدرس یا کارگزار صدر مدرس وہ اس طرح ہیں:

مولانا مقبول احمد صاحب، چندن پٹی، مولانا مقبول احمد صاحب شکری (یہ دونوں حضرات نے دارالعلوم سے نظامیہ کی تکمیل فرمائی اور یک بعد دیگر یہیں مسند تدریس پر فائز ہوئے، بعدہ مولانا محمد نعمان صاحب، حضرت مولانا محمد عیسیٰ قادری چشتی ۱۹۳۴ء فاضل منظر اسلام بریلی شریف مسند تدریسی پر فائز ہوئے، بعدہ مولانا مقبول احمد صدیقی بردی پور، مولانا مقبول احمد خان گورا، فقیر راقم الحروف کے والدعزیز مفتی عبدالواجد قادری دربھنگہ، مفتی محبوب رضا روشن القادری پوکھریرا، مولانا عبداللہ بیل پکونا، مولانا نثار احمد صاحب سیدھولی، مولانا سید امیر الحسن شاہ سلطان پور، الحاج حافظ اجمیری صاحب دربھنگہ اور حالیہ میں انچارج پرنسپل حافظ نیاز احمد نوری، دربھنگہ ہیں۔

دارالعلوم ہذا میں بحال ہونے والے اکثر اساتذہ نے یہیں سے تکمیل تعلیم فرمائی جن کا ذکر سطور بالا میں گزرا، یا ایسا بھی ہوا کہ چند درجات یا کتب کو اس دارالعلوم میں پڑھا اور تکمیل کہیں اور سے کی، البتہ آسمان علم وفضل کے سینکڑوں ماہ ونجوم نے اسی دارالعلوم میں اپنی تشنگی علم کو بجھایا ہے سبھی کا نام درج کرنا تو بہت دشوار ہے البتہ چند نام یہ ہیں: حضرت امین شریعت اوّل مفتی رفاقت حسین مفتی اعظم کانپور، حضرت علامہ نعیم الدین صاحب شیخ الحدیث مدرسہ سبحانیہ الہ آباد، علامہ عبدالعلیم آسی دربھنگوی، علامہ سید الزماں حمدوی پوکھریروی، علامہ شمیم الرحمن پوکھریروی، آفتاب طریقت حضرت سید شاہ نورعلی نقشبندی خانقاہِ سمرقندیہ دربھنگہ، حضرت مولانا شاہ نظام الدین صاحب بلیاوی ثم الہ آبادی، حضرت مولانا محمد عیسیٰ قادری چشتی حیات پور، دربھنگہ۔

دارالعلوم المشرقیہ حمیدیہ کے اندر ایک عظیم الشان لائبریری بھی موجود تھی جس میں صرف مخطوطہ کی تعداد اندازہ کے مطابق پانچ سو سے زائد رہی ہوگی اور مطبوعہ کتابوں کی تعداد دس ہزار سے زائد تھی، فقیر راقم الحروف کے والد گرامی حضرت علامہ مفتی عبدالواجد قادری علیہ الرحمہ ۱۹۷۴ء میں دارالعلوم میں بحیثیت صدر مفتی بحال ہوئے تو اس وقت کا دیکھا حال اس فقیر کو بتایا کہ یہاں کی لائبریری پورے بہار کی عظیم لائبریریوں میں سے ایک تھی، خدابخش لائبریری میں بہت ساری ایسی نادر کتابیں موجود نہیں تھیں جو یہاں موجود تھیں، بلکہ یہاں کے قدیم استذہ نے قدیم ترین تراث کی کتابوں کو محفوظ کرنے کے لئے ایک مشن کے تحت ان کتابوں کو خود اپنے ہاتھوں سے بھی لکھا جو درجنوں کی تعداد میں بشکل مخطوطہ موجود تھیں،

لیکن ابھی کی صورت حال یہ ہے کہ اس میں ایک بھی مخطوطہ محفوظ نہیں ہے اور مطبوعات کی تعداد پانچ سو سے زائد نہیں ہے، یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہاں کے قدیم منتظمین نے اس بیش قیمتی دولت کی طرف تھوڑی بھی توجہ نہیں دی۔

دارالعلوم المشرقیہ حمیدیہ کی سرسری تاریخ کے بعد حضرت معمار ملت حضرت علامہ مولانا محمد مطلوب عالم المعروف بہ شبیہ القادری پوکھریروی ثم سیوانی کا جو تعلق دارالعلوم سے رہا ہے وہ قابل ذکر ہے، حضرت نے اگرچہ ابتدائی تعلیم اور چند دیگر درجات نظامیہ کو مدرسہ نورالہدیٰ پوکھریرا شریف میں حضرت علامہ شاہ حافظ حمیدالرحمن صاحب قادری رحمانی علیہ الرحمہ اور دیگر اساتذہ سے اور دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف میں رہ کر حضور مفسر اعظم ہند، حضور بحرالعلوم سید افضل حسین مونگیری وغیرہما سے پڑھا لیکن تکمیلِ درس نظامیہ اسی دارالعلوم المشرقیہ حمیدیہ قلعہ گھاٹ دربھنگہ سے کیا، حضرت کے سوانح نگار کی مانیں تو ۱۹۵۹ء میں ان کی فراغت دارالعلوم سے ہوئی، اگر وہ مبنی بر حقیقت ہے تو ریکارڈ کے مطابق بہت سارے اکابر علما وفضلا اس وقت وہاں تعلیم حاصل کررہے تھے مثلاً علامہ عبدالعظیم فانی پیغمبر پوری، علامہ محمد یٰسین شاکر پورنوی، علامہ عبدالعزیز روتہٹ وغیرہم، جب کہ کہیں ۱۹۵۳ء کا بھی ریکارڈ درج ہے جو کہ حضرت معمار ملت کے مضمون سے پتہ چلتا ہے۔

اور جن اساتذہ سے حضرت معمار ملت علیہ الرحمہ اکتساب علم فرمارہے تھے ان میں حضرت علامہ عبدالحفیظ، حضرت علامہ ناظم صاحب، حضرت علامہ مقبول احمد صدیقی، حضرت علامہ محمد فیض الرحمن، حضرت علامہ محمد نعمان صاحب، حضرت مولانا بدرعالم صاحب، حضرت حافظ محمد مظہرالحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین خاص طور پر قابل ذکر ہیں، انہی اساتذہ کے زیر نگرانی رہ کر علوم عقلیہ ونقلیہ میں مہارت تامہ حاصل کی۔

دارالعلوم المشرقیہ حمیدیہ اپنی بنیاد ہی سے مسلک اہل سنت حنفی المذہب کے طریق پر گامزن رہا ہے، لیکن جب سے بہار کی سرزمین پر گلابی سنیت کا اثر تیز ہونے لگا اس کے اثرات ہر مدرسہ اور دینی اداروں پر پڑنے لگا، خانقاہِ مجیبیہ جو کہ مسلک اہل سنت کا زمانۂ قدیم سے علمبردار رہی ہے اور صوفیان نظام کے طور طریقے پر گامزن رہی ہے وہ بھی بدمذہبوں کے دام تزویر میں پھنس کر ان کے عقائد ونظریات پر چشم پوشی کرتی رہی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خانقاہِ مجیبیہ پھلواری شریف کے جہاں جہاں اثرات تھے وہاں گلابی سنیت کی فضا ہموار ہونے لگی۔

دارالعلوم المشرقیہ حمیدیہ پر بھی ایک زمانہ تک خانقاہِ مجیبیہ کا اثر رہا بلکہ اس کی نگرانی میں یہ چلتا رہا اور اسی کے ہمنوا اور خیرخواہ علما کی بحالی بھی ہوتی رہی اور چند عرصہ تک مخلوط مکتبۂ فکر کے طلبہ وہاں تعلیم حاصل کرتے رہے، حضرت معمار ملت علیہ الرحمہ کے دور میں اس گلابی پن کے اثرات عروج پر تھے بایں ہمہ حضرت معمار ملت نے کبھی بھی اپنے عقائد ونظریات پر بال نہ آنے دیا، بلکہ ببانگِ دُہل عقائد خبیثہ کے حاملین طلبہ کے ساتھ علمی مباحثہ ومناظرہ کرتے اور مسلک اعلیٰ حضرت کی حقانیت کو اجاگر کرتے اور اس بنا پر انہوں نے دارالعلوم میں اپنی ایک الگ پہچان بنائی اور اپنی زندگی کے آخری لمحے تک اسی مسلک حقہ کی ترویج و اشاعت کرتے رہے۔

دارالعلوم کے دوران قیام جن اساتذہ سے حضرت معمار ملت نے تعلیم حاصل کی وہ سبھی مسلک اہل سنت کے ہی علمبردار رہے ہیں ان میں چند حضرات خانقاہِ مجیبیہ سے منسلک ہونے کے باوجود بھی انحراف ازعقائد اہل سنت نہ کیا، ہاں کچھ نرمی کا گوشہ ضرور اختیار کیا، حضرت علامہ مقبول احمد صدیق بردی پوری علیہ الرحمہ کی خاص شفقت ومحبت حضرت معمار ملت پر رہا کرتی تھی، اس وجہ سے دارالعلوم کے طلبہ کے لیڈر کی حیثیت سے رہتے بلکہ طلبہ کی بزم کے سکریٹری بھی منتخب ہوئے، اس تعلق سے حضرت معمار ملت کی ایک تحریر کو یہاں پیش کرنا مناسب ہوگا تاکہ ان کے تصلب فی الدین کا گوشہ روز روشن کی طرح عیاں ہوجائے:

''غالباً ۱۹۵۳ء کی بات ہے کہ میں مدرسہ حمیدیہ قلعہ گھاٹ ضلع دربھنگہ میں مشکوۃ شریف، قطبی، ہدیہ سعیدیہ وغیرہ پڑھ رہا تھا اور خالص بریلوی مسلک کے لڑکوں میں اپنے عقیدے

معمار ملت پر ضمیمہ

کے اعتبار سے سب سے زیادہ متحرک میں ہی تھا اور اپنے مسلک کی ترویج واشاعت کے ساتھ ساتھ بدعقیدہ لوگوں سے مناظرہ ومباحثہ کرنے میں بھی پیش پیش رہتا تھا، وہاں کے طلبہ کی ایک انجمن تھی جس کا نام ”حدیقۃ البیان“ تھا، اس حدیقۃ البیان کو حضرت علامہ مولانا شاہ نظام الدین شاہ قبلہ بلیاوی ثم الہ آبادی وغیرہ نے اپنے طالب علمی کے دور میں مدرسہ حمیدیہ قلعہ گھاٹ دربھنگہ میں قائم کیا تھا، ہمارے زمانے میں طلبہ کی رائے عامہ سے اس کے صدر اور سیکریٹری کا انتخاب عمل میں آتا تھا، اس سال اِس کا سیکریٹری میں ہو گیا اور اس کا صدر ایک دیوبندی طالب علم۔

اب ظاہر ہے کہ اجتماع ضدین محال ہے وہ دیوبندی زدہ رسالے اور ماہ نامے منگوانا چاہتا تھا اور میں سنیت کے ترجمان کو، مگر اساتذہ کی ہمنوائی ہم کو حاصل تھی، اس لئے اس کی ساری آرزوئیں اور تمنائیں خاکستر ہو جاتی تھیں اور میں ہندوستان کی ساری چوحدی کو اپنی آنکھوں میں لئے سراپا انتظار تھا کہ کوئی آواز دے کہ فلاں جگہ سے اپنے مسلک و عقیدہ کا ترجمان رسالہ بھی نکل رہا ہے، آستانۂ دہلی تھا بھی تو آدھا اِدھر آدھا اُدھر کی منزل میں، جو اس انجمن میں پہلے ہی سے آتا تھا، ایسی حالت میں میرے مسلکی یاس وسوز کا عالم مت پوچھئے، میری ہر آنے والی صبح کا آفتاب اسی امید میں طلوع ہوتا تھا کہ اب کسی نکلنے والے پرچہ کا پتہ چل جائے گا کہ اچانک ایک دن ظہر کی نماز کے بعد میرے استاذ معظم شیخ الحدیث (مدرسہ حمیدیہ) قلعہ گھاٹ دربھنگہ حضرت مولانا مقبول احمد صدیقی مدظلہ العالی نے بلوایا اور ”ماہنامہ پاسبان“ الہ آباد کی دس کاپیاں دیتے ہوئے فرمایا کہ لو اور اس کے خریدار بنوا کر بھیج دو میں پرچے لے کر ٹائٹل پیج اور اندرون اوراق الٹ پلٹ کر یہ پتہ لگانے لگا کہ کس مسلک وعقیدہ کے پرچے ہیں؟ ویسے حضرت کا مجھے بلوا کر دینا ہی اس بات کا پتہ دے رہا تھا کہ یہ پرچے مسلک بریلوی کے ترجمان ہیں، تاہم اطمینان خاطر کے لئے دیکھ رہا تھا کہ حضرت میرے مزاج کو سمجھ گئے اور فرمایا کہ کیا دیکھ رہے ہو؟ جس کی تم کو طلب تھی وہی ہے، میں نے دبی زبان میں عرض کیا، حضرت آپ مشتاق احمد صاحب نظامی کو جانتے ہیں؟ فرمایا جانتا تو نہیں ہوں مگر مولانا نظام الدین بلیاوی ہمارے شاگردوں میں ہیں ان کے شاگرد معلوم ہوتے ہیں، جب ہی تو میرے نام پرچے آئے ہیں ورنہ الہ باد میں مجھے کون جانتا ہے، اتنا سنتے ہی کیف وخوشی کا عالم مجھ پر طاری ہو گیا اور بے ساختہ نظامی صاحب کے لئے میری زبان سے حافظ کا یہ شعر نکل پڑا۔

حماك الله عن شر النوائب
جزاك الله في الدارين خيرا

(ماخوذ ماہنامہ پاسبان الہ باد شمارہ نومبر ۱۹۸۰ء صفحہ ۳۳-۳۴)

ماہنامہ پاسبان الہ باد میں حضرت معمار ملت نے علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ کے تعلق سے کافی عمدہ اور آنکھوں دیکھے احوال کو ذکر فرمایا، جس میں انہوں نے دار العلوم المشرقیہ حمیدیہ میں رہتے ہوئے اپنے تصلب دینی اور پیروئ مسلک اعلیٰ حضرت کا کھل کر اظہار فرمایا، اس دار العلوم کے گلابی ماحول ٹی ٹی ایس ماحول میں تبدیل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی اور بحمد اللہ اس کا اثر اب دیکھا جا سکتا ہے کہ دار العلوم ہذا میں جو گلابیت اس وقت رہی ہوگی اب تقریباً ناپید نظر آتی ہے۔

حضرت معمار ملت کی شخصیت جہاں ایک طرف تعلیم وتعلم کی طرف منہمک تھی وہیں آپ تنظیمی امور میں بھی بہت کارآمد ثابت ہوئے ہیں، سیوان کی سرزمین پر غوث الوریٰ عربک کالج کی بنیاد اس کی زندہ مثال ہے اور اس کے علاوہ درجنوں مدارس اور مساجد ان کے زیر نگرانی یا سرپرستی رہے ہیں، مرکزی ادارۂ شرعیہ بہار کے بانی وسربراہ اعلیٰ علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ جب بھی ریاستی کاؤنسل کی میٹنگ طلب فرماتے تو اس میں اکثر معمار ملت کی شرکت ہوتی، حضرت معمار ملت کو فقیر راقم الحروف کے والد گرامی حضرت امین شریعت مفتی عبد الواجد قادری علیہ الرحمہ سے بہت ہی زیادہ انسیت اور عقیدت تھی، بہت ادب واحترام کے ساتھ پیش آتے، ایک دوبار فقیر کی ملاقات بھی آپ سے

معمار ملت پر ضمیمہ

ادارۂ شرعیہ کی میٹنگ میں ہوئی۔

۱۱؍اپریل ۱۹۹۴ء کو جب مرکزی ادارہ شرعیہ بہار کا تیسرا ریاستی اجلاس علامہ علیہ الرحمہ نے بلوایا اور اجلاس زیر صدارت استاذ العلما خواجۂ علم وفن حضرت علامہ خواجہ مظفر حسین صاحب علیہ الرحمہ منعقد ہوئی اور تقریباً سو سے زائد مقتدر علما دانشوران کی شرکت ہوئی جن میں حضرت معمار ملت نے بھی شرکت فرمائی، آپ کی حسن کارکردگی اور انتظامی صلاحیت کو دیکھتے ہوئے علامہ علیہ الرحمہ کے ایما پر اور شرکاء اجلاس نے آپ کو مرکزی ادارۂ شرعیہ بہار کے نائب صدر کے منصب پر بحال کیا، جسے آپ حتی المقدور نبھانے کی کوشش فرماتے رہے۔

ایک بار غوث الوریٰ عربک کالج میں ایک اجلاس عام ہوا اور دار القضا کے علاوہ وہاں کی موجودہ صورت حال کا جائزہ لیا گیا، جس میں مولانا وسیم رضوی کافی متحرک نظر آئے اور وہاں کے مسائل کے حل پر غور کیا گیا، حضرت معمار ملت ان دونوں صاحب فراش تھے، ہم سب نے ارادہ کیا کہ پہلے حضرت امین شریعت ثانی حضرت علامہ مفتی انیس عالم سیوانی علیہ ارحمہ کے مزار پاک کی حاضری کے بعد حضرت کی رہائش گاہ پر جائیں گے، حسب پروگرام ہم سب حضرت کی رہائش گاہ حاضر ہوئے جہاں حضرت کے نور نظر جناب محمد نقیب الغوث نے ہم سب کا والہانہ استقبال کی، ہم نے حضرت کی مزاج پُرسی کی اور حضرت کی صحت کے لئے دعا گو ہوئے، فقیر راقم الحروف کی وہ آخری ملاقات تھی۔

حضرت معمار ملت ہم سب کے لئے نمونۂ اسلاف تھے اور قابل بھی! اللہ رب العزت انھیں جنت الفردوس میں محبوب مکرم سرور دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جوار رحمت نصیب فرمائے، ان کے جملہ پسماندگان اور متوسلین کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہٖ افضل الصلاۃ واذکی التسلیم۔

◆◆◆

معمار ملت مسلک اعلیٰ حضرت کے بیباک مبلغ

مولانا محمد رضا رحمانی

اس عالم دین پر قلم کیا لکھے جس کی زندگی کا لمحہ لمحہ گستاخ رسول کی سرکوبی اور مسلک رضا کی ترویج میں گزرا ہو، وہ جہاں گئے کسی بھی حال میں بدعقیدوں سے سمجھوتہ کا تصور تو دور کی بات ہے بلکہ اس کی تضلیل کرنے پر فخر محسوس کرتے تھے اور یہ عمل ان کی پہچان بن گیا تھا، ہمارے والد گرامی حضور محبوب الاولیا سے محبت فرماتے تھے، سرکار مجبی رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت محبت کا اندازہ آپ کے اس رسالہ سے لگایا جاسکتا ہے جو بنام، حضرت مجبی رحمۃ اللہ علیہ کے صفحہ حیات کا نقش اوّل جو 1984ء میں شائع ہوا تھا۔

اللہ کریم حضرت معمار ملت کو جنت الفردوس میں اعلیٰ جگہ عطا فرمائے اور مدیر ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف کو جزائے خیر عطا فرمائے جو معمار ملت کی حیات وخدمات پر رسالہ کا خصوصی ضمیمہ شائع کررہے ہیں۔ دعا گو: فقیر رضوی محمد رضا رحمانی

خادم آستانہ سرکار مجبی، پوکھریرا شریف

معمار ملت کی رحلت کا غم برسوں ستائے گا

مولانا ابوالحسن مصباحی رضوی

معمار ملت کے وصل کی خبر وحشت اثر سن کر دل پژمردہ ہو گیا، آپ مسلک اعلیٰ حضرت کے علم بردار تھے، اپنے پیر ومرشد سرکار مفتی اعظم ہند کے سچے پکے شیدائی وفدائی تھے، آپ کے قائم کردہ دینی وعلمی ادارے مدرسہ محی العلوم شکل ٹولی، غوث الوری عربک کالج مخدوم سرائے اور آسی جامع مسجد آپ کی علمی اور دینی خدمات کی ادگار ہیں، آپ نے سیوان اور اطراف وجوانب میں دین وسنیت کی بے لوث خدمات انجام دی ہیں، یہی وجہ ہے کہ پورا علاقہ آپ کو ہر دل عزیز رکھتا تھا، آپ کی دینی خدمات کو قدر کی نگاہوں دیکھتا تھا، آپ کی رحلت سے دنیائے سنیت ایک ناقابل تلافی نقصان سے دوچار ہوگئی ہے، مولیٰ تعالیٰ انھیں اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔ سوگوار: فقیر محمد ابوالحسن رضوی

ناظم اعلیٰ مدرسہ نوریہ حدیثیہ، مھولی، سارن

حضرت علامہ شبیہ القادری ! حیات وخدمات

از: مولانا محمد رضا امجدی *

علاقہ ترہت کمشنری بہار کا ایک مردم خیز علاقہ ہے، جہاں علم وفن کی نابغۂ روزگار شخصیات منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئیں ہیں اور دین متین کی ایسی خدمات انجام دیں ہیں جسے دنیا سنہرے حروف سے لکھے گی، اسی علاقہ ترہت میں ایک تاریخی قصبہ پوکھریرا شریف ہے، پوکھریرا اپنی تاریخی قدامت اور علمی جاہ وجلال اور شان دار روایات کے اعتبار سے ایک نمایاں مقام رکھتا ہے، جس کے روشن وتابناک ذرے علم وفضل کی دنیاں میں آفتاب و ماہ تاب کی طرح روشن وتاباں رہے ہیں، جس کی ضیا بار کرنوں سے صرف علاقہ ترہت ہی نہیں بلکہ پورا بہار فیض یاب ہوا ہے۔

اس ذرخیز خاک سے اٹھنے والے علما وفضلا نے اتری بہار کا رشتہ مرکز اہل سنت بریلی شریف سے مضبوط و مستحکم کیا ہے، جس سے بہت حد تک بریلی شریف کی عقیدت ومحبت میں اضافہ ہوا ہے، اگر پوکھریرا شریف کا تذکرہ ہو ان ستودہ صفات نفوس کے اسما شامل نہ ہوں تو پوکھریرا کی تاریخ مکمل نہیں ہوگی، فخر المحدثین شیخ العلماء آفتاب بہار حضرت مولانا عبد الرحمن المعروف سرکار مجبی علیہ الرحمہ، غزالی دوراں حضرت مولانا حکیم عطا الرحمن علیہ الرحمہ، فخر العلماء حضرت مولانا ولی الرحمن علیہ الرحمہ، سعدی زماں حضرت مولانا مطیع الرحمن علیہ الرحمہ، جیسی عبقری شخصیات پوکھریرا کے افق پر نمودار ہو کر رشد وہدایت کا وہ فریضہ انجام دیا ہے جسے آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

اسی مردم خیز قصبہ میں ممدوح مکرم حضور معمار ملت حضرت مولانا شبیہ القادری علیہ الرحمہ کا آبائی وطن ہے، آپ کی ولادت باسعادت ۱۵؍ جولائی ۱۹۳۸ء بروز دوشنبہ بوقت پانچ بجے صبح اپنے نانیہال موضع کٹائی میں ہوئی، متمول گھرانے سے تعلق کی بنا پر نگہ داشت و پرداخت نازونعم کے ساتھ ہوئی۔

تقریباً پانچ سال کی عمر میں نانا جان منشی عبد الحمید مرحوم و مغفور کے دولت کدہ پر رسم بسم اللہ خوانی ادا کی گئی، جب نوشت و خواندگی عمر کو پہنچے تو والد گرامی محمد منظور عالم صاحب کی ایما پر مخلص اساتذہ کی نگاہ داشت میں تعلیم وتعلم کے مراحل کو مکمل کیا اور دار العلوم حمیدیہ قلعہ گھاٹ دربھنگہ سے سند دستار وفضیلت سے نوازے گئے، آپ نے مدرسہ ایجوکیشنل بورڈ پٹنہ سے فاضل کی سند حاصل کی، تارک السلطنت حضرت سیدنا مخدوش اشرف جہاں گیر سمنانی علیہ الرحمہ والرضوان کی ہمہ گیر شخصیت پر پی، ایچ، ڈی کی ڈگری بہار یونیورسیٹی مظفر پور سے حاصل کی۔

تعلیمی خدمات

اسلامی علوم وفنون کے مروجہ نصاب درس کی تکمیل کے بعد زندگی کے باب کا ایک نیا دور شروع ہوا، علم وفضل کے اس کوہ گراں نے اپنی تعلیمی خدمات کا آغاز مدرسہ نعیمیہ چھپرہ سے کیا، پھر جامع العلوم جلال پور سیوان میں صدر مدرس کے باوقار عہدے پر رہے، جنوری ۱۹۶۵ء میں غوث الوریٰ عربی کالج علی گنج سیوان میں شیخ الحدیث و پرنسپل کے باوقار عہدے پر فائز المرام ہوئے تو پھر وہیں کے ہو کر رہ گئے، کتنی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا، لیکن آپ نے سب کا خندہ پیشانی کے ساتھ استقبال کیا اور نئے امنگوں اور حوصلوں کے ساتھ میدان عمل اپنے اخلاق ومحاسن کے ذریعے سنگلاخ زمین کو سبزہ زار بنایا، سلک اعلی حضرت کی ترویج واشاعت میں کلیدی رول ادا کیا، آج سیوان اور اطراف وجوانب میں مسلک اعلی حضرت کی جو بہاریں نظر آرہی ہے اس میں بہت حد تک آپ کی کدوکاوش کا ثمرہ ہے، غوث الوریٰ عربی کالج کو انھوں نے اپنا خون جگر دیکر سینچا اور پروان چڑھایا ہے۔

آپ کی کوشش سے درس نظامی شروع ہوا، عربی وفارسی کے متعدد درجات قائم ہوئے اور دیکھتے دیکھتے ادارہ عروج وارتقا کے منازل کو طے کرتے ہوئے علم وادب کی دنیا میں ایک مقام خاص حاصل کرلیا، آج غوث الوریٰ عربی کالج کی ایک خاص شناخت ہے اور اس کی پہچان حضرت شبیہ القادری علیہ الرحمہ کے

* مضمون نگار رضوی دار العلوم موتیہاری چمپارن بہار کے پرنسپل ہیں۔

نام کے ساتھ جوڑی ہوئی ہے، انھوں نے اس ادارہ کے لئے اپنی زیست کا بیشتر حصہ تقریباً نصف صدی سے زائد خرچ کیا ہے، وہ جملہ علوم وفنون میں مہارت تامہ رکھتے تھے، فقہ، حدیث، تفسیر، عربی ادب، عروض معانی، کے علاوہ شعروشاعری میں انھیں ید طولیٰ حاصل تھا، عقائد وکلام کے مشکل مسائل، فقہ کی گتھیاں ہوں یا حدیث وقرآن کی تعبیر وتفسیر یا شعروادب کی باریکیاں ہوں وہ ان سب مقامات کی افہام وتفہیم سے اس طرح عہدہ برآ ہوتے کہ ان فنون میں درک رکھنے والے افراد واشخاص بھی حیرت واستعجاب میں پڑ جاتے تھے، طرز کلام سنجیدہ متین اور پروقار ہوتا تھا۔

مسائل ومباحث کی تشریح وتعبیر اور اعتراضات کے جوابات اتنے کافی وشافی ہوتے کہ ہر ایک آدمی مطمئن ہوجاتا تھا، ذہن کے کسی گوشے میں شک وریب کا شائبہ تک باقی نہیں رہتا تھا، تبحر علمی کے ساتھ اخلاق ومحاسن کے دھنی تھے، خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کرتے، بات چیت متانت وسنجیدگی کے ساتھ فرماتے تھے، پہلی دفعہ عرس رضوی شریف کے موقع پر ملاقات کا شرف حاصل ہوا تھا، حضرت مفتی محمد عبید الرحمن صاحب مظفر پوری بریلی شریف میں چنگی دفتر والی مسجد میں رہتے ہیں، اسی وجہ سے عموماً مظفر پور اور اس کے اطراف وجوانب کے احباب میں سے اکثر عرس رضوی شریف کے موقع پر اسی مسجد میں قیام کرتے ہیں، میں بھی وہیں ٹھہرا ہوا تھا، حسن اتفاق حضور معمار ملت علیہ الرحمہ بھی اسی مسجد میں قیام کئے ہوئے تھے، حضرت مفتی احسن رضوی شاہزادہ حضور شیر بہار علیہ الرحمہ نے میرا تعارف کرایا، کافی دیر تک بات ہوتی رہی، ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازتے رہے، اس کے بعد کئی مواقع پر ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

تصنیف وتالیف

حضور معمار ملت علیہ الرحمہ نے درسیات وغیر درسیات کے مضوعات پر درجن بھر سے زائد کتابیں تصنیف کیں ہیں، اسلوب طرز ادا کے لحاظ سے تمام تصانیف علم وادب کی بہترین شاہکار ہیں جو مصنف علیہ الرحمہ کے قلم کی پختگی اور مخصوص انداز تحریر کی علامت وپہچان ہے، اہم سے اہم دینی مسائل یا علمی مباحث ہوں ہر جگہ انتہائی سلاست وروانی کے ساتھ اشہب قلم رواں دواں رہتا ہے، تکلف وتصنع سے عبارت منزہ وپاک ہوتی ہے۔

عام فہم الفاظ، مختصر، دل نشیں جملوں اور متین وسنجیدہ لب ولہجہ کے ذریعہ قاری کے ذہن کو مسائل کی گہرائی وگیرائی تک پہنچا دیتے ہیں، سہل وآسان انداز تحریر سے ترسیل وابلاغ کا بھر پور کام لیتے ہیں، مؤثر لب ولہجہ اور صاف وشستہ زبان، اسلوب نگارش نہایت ہی درجہ پاکیزہ اور جاذب نظر، لفظوں اور جملوں کی بازی گری کے بجائے سادہ اور پرتاثیر انداز بیان اختیار فرماتے تھے، یہی وجہ ہے کہ مصنف علیہ الرحمہ کی حیات ظاہری میں تمام کتابیں منظر عام پر آنے کے بعد قارئین سے بھر پور داد وتحسین حاصل کرچکی ہیں، کئی کتابیں تو درسیات میں داخل نصاب ہیں، جس سے مصنف کی مقبولیت کا اندازہ قائم کر سکتے ہیں۔

اجازت وخلافت

آپ نے حضور مفتی اعظم ہند جیسی عبقری ونابغہ روزگار شخصیت کے دست حق پرست پر ۲۳؍رجب المرجب ۱۳۹۴ھ کو سلسلہ عالیہ قادریہ میں شرف بیعت حاصل کی اور انھیں سے اجازت و خلافت بھی پائی، یہ وہ خانوادہ ہے جو معرفت وسلوک اور شریعت وطریقت کے لیے علم وعمل کو لازم قرار دیتا ہے کی پابندی پر خوب خوب زور دیتا ہے، شائد یہی وجہ ہے کہ معمار ملت نے اعمال صوفیانہ کے لئے خانقاہ وگوشۂ عزلت کا انتخاب نہیں کیا بلکہ میدان عمل میں رہ کر دین وسنیت کی خدمت انجام دی اور تزکیۂ نفس و تصفیۂ اعمال سے لوگوں کے اندر روحانی قدریں بیدار کیں۔

وفات حسرت آیات

آپ کئی روز پٹنہ ہاسپٹل میں زیر علاج رہے مگر بیماری شدت اختیار کرتی رہی، ضعف ونقاہت میں اضافہ ہوتا رہا، بالآخر ۲۷؍جمادی الآخر ۱۴۴۳ھ/ ۳۱؍جنوری ۲۰۲۲ء بروز پیر علم وفضل کا مہر تاباں ہزاروں ہزار عقیدت مندوں کو روتا بلکتا چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے لئے غروب ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ع

ابر رحمت تیرے مرقد پر گہرباری کرے

◆◆◆

معمار ملت پر ضمیمہ

از: مولانا قطب الدین رضوی *

صوبۂ بہار کی عظیم شخصیت کا انتقال! نا قابل تلافی نقصان

جھارکھنڈ میں ہونے والے ملی ''کنونشن ادارہ شرعیہ'' کے اہم مسائل پر تبادلۂ خیال ہو رہا تھا، دریں اثنا مرکزی ادارہ شرعیہ بہار کے حضرت مفتی ڈاکٹر امجد رضا امجد نے غازئ ملت کے نمبر پر فون کر کے یہ جانکاہ خبر دی کہ شمالی بہار کے ایک متبحر عالمِ دین، پوکھریرا شریف کے بلند پایہ فاضل و مفتی، خلیفۂ مفتی حضور اعظم ہند حضرت علامہ الحاج شبیہ القادری صاحب اس دنیائے فانی کو چھوڑ کر داعی اجل کو لبیک کہ گئے، انا للہ و انا الیہ راجعون۔

علامہ غلام رسول بلیاوی مرکزی ادارہ شرعیہ نے یہ المناک خبر سن کر بہت غمزدہ ہوتے ہوئے کہا کہ آہ! آج صوبہ بہار ایک بلند پایہ عالم دین سے محروم ہو گیا، علامہ شبیہ القادری علیہ الرحمہ سے میری ملاقات مذہبی جلسوں میں بہت دفعہ ہو چکی اور حضرت کی دعوت پر بھی سیوان کے مختلف حصوں میں جلسہ دستار بندی کے اجلاس میں جانا ہوا ہے، آپ بہت ہی منکسر المزاج اصغر نواز تھے، وہ اپنی فراغت کے بعد سے ہی سیوان کو اپنا میدانِ رشد و تبلیغ بنائے ہوئے تھے، سرکارِ مجی علیہ الرحمہ پر سب سے پہلے آپ نے ایک مختصر سا رسالہ بنام حضرت مجی کی حیات کا صفحہ اوّل لکھا تھا پھر وہی مضمون غالباً 2000ء میں ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف میں شائع بھی ہوا۔

آپ سرکارِ مجی سے بے پناہ عقیدت رکھتے تھے، یہ ان کا ایسا کارنامہ ہے، جب تک سرکارِ مجی کے ماننے والے زندہ رہیں گے، تب تک علامہ شبیہ القادری بھی زندہ رہیں گے، آپ کے رشتے مرکزی اداہ شرعیہ سے بہت گہرے تھے، ان کی ایک خواہش تھی کی سرکارِ مجی علیہ الرحمہ پر اس نہج سے کام ہونا چاہیے کہ سرکار مجی اعلیٰ حضرت کے بڑے قریبی مراسم تھے، آپ نے سرکار مجی اور امام احمد رضا کے مراسم کا بڑا ہی والہانہ ذکر کیا ہے۔

آپ کا وصال ملت اسلامیہ کے لیئے نا قابل تلافی نقصان ہے اللہ کریم حضرت کو بلند درجات سے نوازے اور ان کے لواحقین کو صبر و تحمل عطا کرے، ادارہ شرعیہ جھارکھنڈ کے زیر اہتمام اسلامی مرکز ہند پیڑھی رانچی میں نائب مہتمم قاری محمد ایوب رضوی کی قیادت میں تعزیتی محفل ہوئی جس میں قاضئ شریعت علامہ مفتی فیض اللہ مصباحی پرنسپل اسلامی مرکز نے موت العالِم موت العالَم پر روشنی ڈالی، ناظم اعلی نے کہا کہ علامہ شبیہ القادری علیہ الرحمہ کا جنازہ آج مورخہ یکم فروری کو ہوگا، جس میں علامہ غلام رسول بلیاوی کی قیادت میں مرکزی ادارہ شرعیہ پٹنہ کے مفتیان کرام اور علمائے دین کا ایک قافلہ شریک جنازہ ہونے سیوان پہنچ رہا ہے۔

◆◆◆

از: مولانا محمد وجہ القمر رضوانی *

سنیت کے فروغ و استحکام میں معمار ملت کا اہم حصہ

رہنے کو سدا دہر میں آتا نہیں کوئی
تم جیسے گئے ایسے بھی جاتا نہیں کوئی

۳۱ رجنوری ۲۰۲۲ء بروز پیر مطابق ۲۷ رجمادی الثانی ۱۴۴۳ھ اپنی عادت کے مطابق میں Whats App کھولا تو میرے عزیز جناب مولانا محمد ریحان انجم مصباحی رحمانی کی جانب سے یہ اندوہناک خبر پڑھنے کو ملی کہ حضرت علامہ شبیہ القادری پوکھریروی اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

طبیعت بہت غمگین ہوئی اور دل و دماغ پر غم کے بادل چھا گئے آپ سرکارِ مجیّٰ رحمۃ اللہ علیہ کی نگری پوکھریرا شریف، سیتامڑھی کی سرزمین پر ۱۵ رجولائی ۱۹۳۸ء فجر کے مبارک وقت اس دنیا تشریف میں لائے، یوں اتری بہار میں پوکھریرا شریف کو یہ فخر حاصل ہے کہ یہاں کی سرزمین سے سینکڑوں علم و ادب کے آفتاب

* مضمون نگار ادارۂ شرعیہ جھارکھنڈ کے ناظم اعلیٰ ہیں۔

و ماہتاب روشن وتاباں ہوئے جنھوں نے اپنے اپنے وقت میں علم وادب اور دین متین کی بڑی خدمت کی، انہیں عبقری اور نابغہ روزگار شخصیتوں میں فضل وکمال والی شخصیت حضرت علامہ شبیہ القادری کی تھی، جن کے ہمہ جہت خدمات کا زمانہ معترف ہے۔

آپ نے اپنے تعلیمی سفر کا آغاز مدرسہ نورالہدیٰ سے ہوا، خلیفۂ تاجدار اہل سُنّت حضور مفتی اعظم ہند حضرت مفتی محمد مطیع الرحمٰن نوری نوراللہ مرقدہ سے خوب اکتساب فیض فرمایا، اِن کے علاوہ آپ نے ماہر درسیات اور قابل قدر اساتذہ سے فیوض وبرکات حاصل کی، آپ کے دور میں الجامعۃ المشرقیہ مدرسہ حمیدیہ قلعہ گھاٹ، دربھنگہ کا تعلیمی معیار کافی بلند تھا، اس کی شہرت سن کر لوگ کافی دور دراز سے علمی تشنگی بجھانے یہاں تشریف لاتے تھے۔

حضرت علامہ شبیہ القادری اسی بلند پایہ سلطان الاساتذہ کی خدمت میں رہ کر خوب خوب علمی تشنگی بجھائی، آپ کی خوش نصیبی یہ بھی ہے کہ آپ نے امام احمد رضا کے مایہ ناز شاگرد وخلیفۂ ملک العلماء حضرت علامہ ظفرالدین فاضل بہاری اور حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا خان قادری بریلوی کے شاگرد وخلیفۂ حضرت علامہ محمد احسان علی حامدی محدّث فیض پوری سے علوم عقلیہ ونقلیہ حاصل کی اور محدث اعظم کے مرید وخلیفہ حضرت مولانا فیض الرحمٰن بلہاوی سے بھی کسب فیض فرمایا، نیز جب آپ مرکز شریعت وطریقت بریلی شریف حاضر ہوئے تو تاجدار اہلِ سُنّت حضور مفتی اعظم ہند علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا خان قادری نوری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے نیز جلد ہی خلافت واجازت سے نوازے گئے۔

جب آپ نے سیوان کی سرزمین پر قدم رکھا امین شریعت ثانی بہار مفتی اعظم نیپال کی آپ پر بڑی شفقتیں وعنایتیں رہیں، حضرت معمار ملت اپنے وقت کے متبحر عالم دین، بزم علم ودانش کے میر، درسگاہ کے معتمد مدرس، خانقاہ کے خدا رسیدہ بزرگ، میدان خطابت کے خطیب دلپذیر تھے، اس کے علاوہ نعت وغزل کے مایہ ناز شاعر ادب وصحافت کے نامور ادیب تھے، کئی کتابیں یادگار چھوڑیں ہیں جو آپ کے قلم وقرطاس کی جولانیت کا پتہ دیتی ہے۔

آپ رہبر راہ شریعت اور پابند شریعت شیخ طریقت تھے، آپ نے تحریر وتقریر اور تدریس کے ذریعہ دین حق اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت میں اپنی زندگی کا پورا لمحہ وقف فرمایا، سیوان اور اُس کے گِرد ونواح میں جو سنیت کی روشنی اور مسلک اعلیٰ حضرت کے کارنامے نظر آتے ہیں، اُس میں معمار ملت کا خون جگر بھی شامل ہے، اللہ ربُّ العزت اُن کے دینی خدمات کو قبول فرمائے، اُن کے درجات میں ترقی کے ساتھ جنّت الفردوس میں اعلیٰ مقام ومرتبہ عنایت فرمائے، آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ۔

سوگوار: محمد وجہ القمر رضوانی

خادم خانقاہ قادریہ نقشبندیہ آبادانیہ نوریہ رضوانیہ، نان پور، سیتامڑھی، بہار

فلک علم وحکمت کا نیر تاباں روپوش ہو گیا

از: مولانا محمد احمد رضا غزالی *

سرزمین پوکھریرا شریف سے افلاک علم وحکمت پر طلوع ہونے والا نیر تاباں اپنی علمی کرنوں سے تاریک دلوں کو جگمگاتا ہوا بالآخر 30/جنوری 2022ء کو روپوش ہوا، یعنی معمار ملت حضرت علامہ مولانا شبیہ القادری رحمۃ اللہ علیہ دار فانی سے رحلت فرما کر خلد آشیانی ہوئے۔

آپ کا اصل نام" محمد مطلوب عالم قادری ہے، شبیہ القادری آپ کا تخلص ہے، تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی طرح آپ کا بھی تخلص ایسا معروف ہوا کہ لوگ اصل نام کو بھول گئے۔

آپ کی ولادت باسعادت 17/جمادی الاولی 1357ھ /15/جولائی 1938ء کو آپ کے ننہال موضع کٹائی ضلع مظفر پور بہار میں ہوئی، پانچ سال کی عمر میں آپ کے نانا عبدالحمید مرحوم کے دولت کدے پر آپ کی تقریب بسم اللہ خوانی ادا کی گئی جس میں اہل محلہ کے ساتھ غربا ومساکین کے لیے پرتکلف کھانے کا اہتمام کیا گیا۔

ابتدائی تعلیم اپنے نانا جان سے حاصل کرنے کے بعد وطن مالوف گہوارۂ علم وادب پوکھریرا شریف جا کر پروردۂ آغوش ولایت پیر طریقت حضرت مولانا حمید الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن کریم کے ناظرہ وحفظ کی تعلیم حاصل کی، اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے وقت کی عظیم درس گاہ مدرسہ حمیدیہ قلعہ گھاٹ دربھنگہ تشریف لے گئے اور جید علما کے چشمۂ علم وحکمت سے سیراب ہو کر 1959ء میں دستار فراغت حاصل کی، جن اساتذہ سے اکتساب علم وفیض کیا، ان کے اسما درج ذیل ہیں:

(1) ملک العلماء علامہ ظفر الدین احمد رضوی بہاری (2) محدث بہار علامہ احسان علی رضوی فیض پوری سیتامڑھی (3) پروردۂ آغوش ولایت پیر طریقت مولانا حمید الرحمٰن پوکھریروی (4) حضرت مولانا مطیع الرحمٰن پوکھریروی (5) حضرت مقبول احمد صدیقی (6) حضرت مولانا فیض الرحمن (7) حضرت مولانا عبد الحفیظ قادری (8) حضرت مولانا عثمان صاحب (9) حضرت مولانا غفران صاحب (10) اپنے نانا جناب عبد الحمید صاحب۔

بعد فراغت تدریسی خدمات کا آغاز یکم جنوری 1960ء کو ضلع چھپرہ بہار کے مرکزی ادارہ جامعہ نعیمیہ سے کیا، دو سال تک مسند تدریس کو رونق بخشی، پھر 1962ء کو جامع العلوم جلال پور سیوان تشریف لے گئے اور صدر مدرس کے منصب پر فائز ہوئے، 1965ء سے تادم حیات غوث الوریٰ عربی کالج سیوان میں پرنسپل وشیخ الحدیث کی مسند پر جلوہ گر رہ کر علوم دینیہ کے ابلاغ وتبلیغ کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

نونہالان اہلسنت کی تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ عوام اہل سنت میں دینی شعور پیدا کرنے کے لیے مجالس ومحافل کا اہتمام فرماتے، علما وطلبہ کی علمی وفکری رہنمائی کے لیے کتابیں تصنیف فرمائی جو درجن سے زائد ہیں، جن کے اسما درج ذیل ہیں:

(1) اصول الحدیث (2) لمعات حدیث (3) الدراسۃ العربیہ (4) اس کو یاد کرو (5) عربی بولو (6) تراجم کلام اللہ کا تقابلی جائزہ (7) ایک تقریر (8) دفاعی مورچہ (9) میزان عدل (10) فسادی کون؟ (11) سید نور (نعتیہ دیوان) (12) ترجمہ الدر الثمین (مصنف حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی) (13) خلاصۃ النحو (14) القراۃ المرشدہ۔

آپ کی آخری آرام گاہ غوث الوریٰ عربی کالج کے قریب ایک عقیدت مند کی پیش کردہ زمین میں بنی ہے، اللہ رب العزت حضرت کے درجات بلند فرمائے آمین بجاہ النبی الامین ﷺ، معمار ملت کی حیات وخدمات پر ماہنامہ سنی دنیا کے خصوصی شمارہ کی اشاعت پر تاج الشریعہ کے منظور نظر حضرت علامہ مفتی عبد الرحیم نشتر فاروقی صاحب مدظلہ العالی ایڈیٹر ماہنامہ سنی دنیا کی بارگاہ میں ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں مولیٰ تعالیٰ آپ کو درازئ عمر بالخیر عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ ◆◆

(از: مولانا محمد فاروق احمد مصباحی*)

جامع محاسن وکمالات تھے معمار ملت

جماعت اہل سنت کی عبقری شخصیات میں ایک نمایاں نام معمار ملت حضرت علامہ مولانا الحاج شبیہ القادری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، آپ 1959ء میں تکمیل علم دین کے بعد مسند تدریس پر فائز ہوئے اور متعدد مدارس اسلامیہ میں اپنی خداداد صلاحیتوں سے فروغ علم دین میں کارہائے نمایاں انجام دیا اور سیکڑوں شاگردوں کو چشمۂ علم وحکمت سے سیراب کیا، آپ بیک وقت عالم، مصنف، مدرس، مقرر اور شاعر جیسے اوصاف وکمالات کے حامل تھے، ایک شخصیت میں اتنی ساری خوبیوں کا مجتمع ہونا غیر معمولی صلاحیت کی واضح دلیل ہے، آپ کی دینی، علمی ومسلکی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی، آپ نے اپنا علمی مرکز غوث الوریٰ عربی کالج کو بنایا اور وہیں سے تادم آخر خدمت دین کا عظیم فریضہ انجام دیتے رہے، آپ کے علمی شہ پارے جن کی تعداد درجن سے زائد ہیں، اہل علم میں مقبول اور قابل قدر ہیں۔

آپ سے میرے روابط عرصہ دراز سے قائم رہے ہیں، پہلی

* مضمون نگار مدرسہ قادریہ سلیمیہ چاند پورہ چھپرہ، بہار کے پرنسپل ہیں۔

مرتبہ 6/فروری 1992ء، دوسری مرتبہ 1994ء، تیسری مرتبہ 2001ء کو مدرسہ قادریہ سلیمیہ چاند پورہ چھپرہ کے جلسۂ دستار بندی کے موقع پر میں نے حضرت کو بحیثیت صدر جلسہ مدعو کیا تھا، بعد جلسہ تحریری طور پر اپنے تأثرات قلمبند فرمائے، جس میں مدرسہ کی پرشکوہ عمارت، طلبہ کی تعلیم وتربیت، ادارے کا نظم ونسق، بانی وصدر الحاج محمد سلیم صاحب قادری مرحوم، نائب وسابق صدر الحاج اطیع اللہ صاحب مرحوم اور راقم الحروف کی خدمات دینیہ کو خوب سراہا اور دعاؤں سے نوازا۔

آپ کی رحلت جماعت اہل سنت کے لیے باعث رنج و غم ہے، 30/جنوری شب دس بج کر پندرہ منٹ پر طویل علالت کے بعد دارفانی سے کوچ فرما کر خلد نشیں ہو گئے، اللہ رب العزت آپ کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

قابل مبارک باد ہیں محب گرامی قدر حضرت علامہ مفتی عبدالرحیم نشتر فاروقی صاحب ایڈیٹر سنی دنیا بریلی شریف جو ضلع سارن کی معروف شخصیت معمار ملت علامہ شبیہ القادری علیہ الرحمہ کے گوشۂ حیات پر خصوصی شمارہ شائع فرمارہے ہیں، مولائے کریم ان کی کاوش قبول فرمائے اور اس رسالہ کو قارئین کے لیے نفع بخش بنائے، آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

◆◆◆

فروغ مسلک اعلیٰ حضرت کی ایک اور زرنگار کڑی ٹوٹ گئی

از: ڈاکٹر مفتی ارشاد احمد ساحل سہسرامی*

ان دنوں عالمی سطح پر تسلسل سے اکابر علما ومشائخ اہل سنت اس جہان فانی کو الوداع کہہ رہے ہیں اور ہم اہل سنت ان کے داغ مفارقت سے دوچار ہیں، اسی دورانیے میں دین وسنیت اور فروغ مسلک اعلیٰ حضرت کی ایک اور زرنگار کڑی ٹوٹ گئی اور حضرت علامہ محمد مطلوب عالم رضوی معروف بہ شبیہ القادری علیہ الرحمہ بھی ہم سے رخصت ہو گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، للہ ما اعطی وما اخذ وعندہ کل شئی باجل مسمیٰ۔

حضرت والا سے مجھے غائبانہ تعارف تو عرصۂ دراز سے رہا لیکن بریلی شریف اور مبارک پور میں چند بار زیارت کا شرف حاصل رہا، آپ غوث الوریٰ عربی کالج سیوان کے بانی اور ڈائریکٹر کی حیثیت سے زیادہ متعارف تھے، جسے آپ نے خون جگر پلا کر پروان چڑھایا، بریلی شریف سے والہانہ وابستگی اور فروغ عشق رضا آپ کی شناخت تھی، آپ کے وصال کے بعد آپ کا سوانحی خاکہ دیکھا تو آپ کی شخصیت ہشت پہل نظر آئی۔

آپ فاضل بھی تھے اور محقق بھی، خطیب بھی تھے اور مدرس ومصنف بھی، نثر نگار بھی تھے اور شاعر بھی! ایک درجن کتابیں آپ کی علمی یادگار ہیں، آپ نے صرف دینی درسگاہ سے علم وفضل کی موتیاں نہیں سمیٹیں بلکہ عصری دانش کدے سے ڈاکٹریٹ بھی کی، آپ شیخ طریقت بھی تھے اور معمار ملت بھی، درجنوں ادارے آپ کے مرہون منت ہیں، کئی ایک یادگار کانفرنسیں آپ نے منعقد کرائیں، وہابیہ، دیابنہ سے لوہے لئے، ڈی اے وی کالج سیوان میں شعبۂ اردو وفارسی کے صدر رہے، غرض کہ ایک شخص میں جہان محاسن وکمالات سمٹ آیا تھا، لیکن ؎

سب کہاں، کچھ لالہ وگل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں تھیں جو کہ پنہاں ہوگئیں

یہ قادری رضوی درویش سادگی اور متانت کے ساتھ اپنی خشیت مآب بساط زندگی سمیٹ لے گیا اور اپنی لافانی یادگاریں ملت کے حوالے کر گیا جو رہتی دنیا تک اس کے خلوص، وفا، ایثار اور تعمیری فکر کی یاد دلاتا رہے گا، اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات بلند فرمائے، ان کے چھوڑے ہوئے مشن کی تکمیل کے لئے مخلص افراد فراہم فرمائے، ہم اہل سنت خاص کر آپ کے متعلقین وابستگان اور متوسلین ومحبین کو صبر جمیل عطا فرمائے، امین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

◆◆◆

معمار ملت پر ضمیمہ

معمار ملت ایک ہمہ جہت شخصیت

از: مولانا ریحان رضا انجم*

قرطاس وقلم کی اہمیت کا اعتراف مسلم ہے، یہی وجہ ہے کہ قرطاس وقلم کی وابستگی کا جنہیں اعزاز مل جاتا ہے ان کا تذکرہ تاریخ میں محفوظ ہوجاتا ہے، اسی بات کو پیش نگاہ رکھتے ہوئے کوشش ہونی چاہیے کہ صاحب فضل شخصیات جنہوں نے اپنی عمر عزیز کو دین وسنیت کے فروغ واستحکام میں صرف کیا ان کا ذکر جمیل تاریخ میں محفوظ ہوجائے، گلستاں میں حضرت شیخ سعدی کا سبق یاد ہے۔ ؎

نام نیک رفتگاں، ضایع مکن
تا بماند نیکت، را پایدار

دنیا سے تشریف لے جانے والے بزرگوں کے نام کو فراموش مت کرو تا کہ ان حضرات کے مبارک نام ہمیشہ باقی رہیں، ۳۰ر جنوری ۲۰۲۲ء کا سورج ہی نہیں ڈوبا بلکہ اس رات کی تاریکی میں پوکھریرا شریف سے نکلنے والا علم وفضل کا آفتاب اندرا گاندھی ہاسپیٹل پٹنہ میں رات دس بجے ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا، شوسل میڈیا کے ذریعے کچھ ہی منٹوں میں اس خبر نے دنیاے سنیت کو افسردہ وملول کردیا۔ ؎

عاشق غوث الوریٰ جاتا رہا
ترجمان مسلک احمد رضا جاتا رہا

معمار ملت علامہ شبیہ القادری علیہ الرحمہ نے اپنی عالمانہ باوقار زندگی کو مسلک ومشرب کے فروغ میں اس قدر وقف کردیا تھا کہ سارن کمشنری میں بالخصوص شہر سیوان واطراف میں جس جگہ وعلاقہ میں اہل سنت ومسلک اعلیٰ حضرت کی تعلیمی، تبلیغی، تصنیفی اور تعمیری کمی کا احساس ہوتا آپ پورے جوش وخروش کے ساتھ اس کمی کو دور کرنے کے لیے کمربستہ ہوجاتے اور جب تک اسے مکمل نہ کرتے چین سے نہ بیٹھتے تھے۔ ؎

دیوانگی عشق بڑی چیز ہے سیماب
یہ ان کا کرم ہے جسے دیوانہ بنالیں

سرکار مفتی اعظم کی صحت بابرکت نے معمار ملت پر ایسا قادری ورضوی رنگ چڑھادیا تھا کہ تاحیات کسی نے اس رنگ کو پھیکا ہوتے نہ دیکھا، تاریخ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ فروغ سنیت ورضویت کا جذبہ صادق آپ کو زمانہ طالب علمی سے ہی پیدا ہوگیا تھا، کیوں کہ چند ماہ بریلی شریف میں تعلیم حاصل کی انہیں ایام میں سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے دست مبارک پر شرف بیعت حاصل کیا اور قادری رضوی غلاموں کی صف میں شامل ہوگئے۔

خاندانی مزاج زمین دارانہ تھا اور بڑے ناز ونعم سے پلے بڑھے تھے، اہل خانہ آپ کو دور جانے کی اجازت بھی نہیں دیتے تھے بالآخر مدرسہ حمیدیہ، قلعہ گھاٹ، دربھنگہ میں دو عالم ربانی جن کی علمی شہرت ثریا پر تھی، اوّل علامہ مقبول احمد خان، دوم علامہ مقبول احمد صدیقی رحمہما اللہ تعالیٰ۔

چنانچہ آپ اپنی علمی تشنگی انہیں بزرگوں کی صحت بافیض میں رہ کر دور کرنے لگے، لیکن بارگاہ مفتی اعظم کا فیض قیام بریلی کے زمانے میں ایسا حاصل ہوا کہ ’’مدرسہ حمیدیہ دربھنگہ‘‘ میں اس کا پورا پورا اثر دیکھنے کو ملا، میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس سلسلے میں حضرت معمار ملت علیہ الرحمہ کی اس تحریر کا اقتباس پیش کردوں، جسے آپ نے بعنوان’’ علامہ نظامی ایک معمار سنیت کی حیثیت سے‘‘ کے عنوان سے قلم بند فرمایا تھا۔

’’غالباً ۱۹۵۳ء کی بات ہے کہ میں مدرسہ حمیدیہ، دربھنگہ میں مشکوٰۃ شریف، قطبی، ہدیہ سعیدیہ، وغیرہ پڑھا رہا تھا اور خالص بریلوی مسلک کے لڑکوں میں اپنے عقیدے کے اعتبار سے سب سے زیادہ متحرک میں ہی تھا اور اپنے مسلک کی ترویج واشاعت کے ساتھ ساتھ بدعقیدہ لوگوں سے مناظرہ ومباحثہ کرنے میں بھی پیش پیش رہتا تھا۔‘‘

(ماہنامہ: پاسبان، نومبر، ۱۹۸۰ء الہ آباد)

معمار ملت کی یہ انفرادیت وخصوصیت رہتی دنیا تک یاد رکھی

جائے گی، مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ واستحکام کے جذبۂ صادق کا مظہران کا یہ شعر ملاحظہ ہو۔

جگاؤ جوت کچھ ایسی نبی کی الفت کی
عقیدہ سارے جہاں کا بریلوی ہوجائے

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب ۲۰۱۲ء ماہ فروری میں خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد اسلم رضوی علیہ الرحمہ کے عرس چہلم کے موقع پر گوشۂ شیر بہار مجلہ ''رضائے مجتبیٰ'' مدھوبنی میں نے نکالا تھا، اس میں ناچیز کا ایک مضمون بنام ''سرکار مجتبیٰ تاریخ کے آئینے میں'' شامل اشاعت تھا، جب یہ مجلہ معمار ملت تک پہنچا تو آپ نے میرے مضمون کو پڑھ کر فون کیا تھا اور جس انداز سے آپ نے محبت وشفقت کا اظہار کیا وہ ملاحظہ ہو:

''بابو ریحان انجم تمہارا لکھا ہوا مقالہ سرکار مجبی تاریخ کے آئینے میں جس کو میں نے بار بار پڑھا ہر بار تم کو دل سے دعا دیتا رہا فون کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تم نے جس قلم سے یہ مقالہ لکھا ہے، میں جب بسفی آوں گا مجھے ضرور دو گے تا کہ اس قلم کو بوسہ دینے کا شرف حاصل کروں۔''

ان کی گفتگو نے میرے مجتبیٰ شناسی کی تحریک کو مزید قوت بخشی، اللہ کریم ہم سب کو اپنے اسلاف کے طرز عمل پر حیات کے لمحات گزارنے کی سعادت بخشے، آمین۔

محب گرامی حضرت مولانا اشرف غوثی کچھوچھوی مدرس غوث الوریٰ عربک کالج، مخدوم سرائے، سیوان کی کئی سالہ آرزو کی تکمیل آج معارف معمار ملت سے کرتے ہوئے فخر محسوس کر رہا ہوں، البتہ معمار ملت کی حیات میں کاش اگر یہ کام مکمل کرنے شرف حاصل ہوتا تو اور ہی لطف آتا، اس موقع پر مجھے علامہ شبنم کمالی علیہ الرحمہ کا ایک شعر یاد آرہا ہے۔

ہوتی ہے کہاں زندگی میں آدمی کی قدر
مرنے کے بعد نام کا جلسہ کریں گے لوگ

◆◆◆

عالم کی موت عالم کی موت ہے

حیف صد حیف کہ ملت کا وہ معمار گیا

از محمد احمد رضا غزالی بسفی مدھوبنی بہار مقیم حال چھپرہ

صاحبِ فہم و ذکا واقف اسرار گیا
حیف صد حیف کہ ملت کا وہ معمار گیا

اپنی قربت سے نوازیں گے شہنشاہ زمن
واہ کس شان سے وہ پیکر ایثار گیا

جس کی تحریر میں تھی الفت سرور کی چمک
حلقۂ علم وادب سے وہ قلم کار گیا

جس سے پرنور ہے تعلیم وتعلم کا جہان
جانب خلد وہی اختر ضوبار گیا

دین سرکار مدینہ کی اشاعت کے لیے
زندگی وقف تھی جس کی وہی سردار گیا

جس کی خوشبو سے معطر ہے مشام عاشق
گلشنِ عز وتشرف کا وہ گلزار گیا

حلقۂ شعر وسخن جس پہ تھا نازاں
اب وہ قریۂ شعر وسخن چھوڑ کے فنکار گیا

کتنا دل دوز ہے جاں سوز ہے رحلت کی خبر
مرد حق مرد جری حق کا علمدار گیا

مرکب خامہ وافکار غزالی روکو کہہ دو
دنیا سے محمد کا وفادار گیا

◆◆◆

सुन्नी दुनिया में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोट:-

1. तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।
2. वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़ददम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।
3. पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2020-2022

APRIL-2022
PAGES 72 WITH COVER

PER COPY : ₹25.00
PER YEAR : 300.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan

MARKAZI DARUL IFTA مرکزی دارالافتاء

82, Saudagaran Raza Nagar, Bareilly Sharif, U.P. Pin. 243003, (INDIA) ٨٢/سوداگران، رضانگر، بریلی شریف یوپی (الہند)

MDQ/00 7 /2021 — باسمہ تعالیٰ — 05/02/2022

اہل بہار مسلک اعلیٰ حضرت کے ایک مخلص داعی سے محروم ہو گئے

خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند، معمار ملت حضرت علامہ شبیہ القادری صاحب نور اللہ مرقدہ ۳۱؍جنوری ۲۰۲۲ء کی شب وصال فرماگئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی رحلت اہل سنت کا عظیم خسارہ ہے، آپ بہار بالخصوص سارن کمشنری میں مسلک اعلیٰ حضرت کے مخلص داعی وترجمان اور مرکز اہل سنت کے وفادار سپاہی تھے، موصوف کے وصال سے مسلمانان اہل بہار مسلک اعلیٰ حضرت کے ایک مخلص داعی سے محروم ہو گئے۔

آپ کا شمار مسلک اعلیٰ حضرت کے ان داعیوں اور مبلغوں میں ہوتا تھا جو نہایت ہی خاموشی کے ساتھ دین و سنیت کی خدمات انجام دیتے ہیں، آپ نے اپنی حیات کے تقریباً ۵۵؍سال سیوان، بہار میں گزارے، اس دوران دو اہم ادارے ''محی العلوم''، شکل ٹولی اور ''غوث الوریٰ عربک کالج''، مخدوم سرائے قائم فرمائے، یہ دونوں ادارے دینی تعلیم وتربیت کے فرائض انجام دے رہیں۔

آپ کو حضور اعلیٰ حضرت، حضور حجۃ الاسلام، حضور مفتی اعظم ہند اور والد گرامی حضور تاج الشریعہ قدست اسرارہم سے بڑی عقیدت ومحبت تھی، ہمہ وقت ان بزرگوں کا تذکرہ کرتے رہتے، زندگی بھر مرکز اہل سنت بریلی شریف کے وفادار رہے، اللہ رب العزت اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے حضرت معمار ملت کی خدمات جلیلہ کو شرف قبولیت عطا فرمائے، انھیں غریق رحمت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور برادران اہل سنت کو ان کا نعم البدل مرحمت فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم۔

فقیر محمد عسجد رضا قادری غفرلہٗ
(خانقاہ تاج الشریعہ، درگاہ اعلیٰ حضرت، بریلی شریف)
۳؍رجب المرجب ۱۴۴۳ھ مطابق ۵؍فروری ۲۰۲۲ء

Under Management : IMAM AHMAD RAZA TRUST زیر اہتمام: امام احمد رضا ٹرسٹ، سوداگران رضانگر، بریلی شریف

E-mail: asjadraza@markazeahlesunnat.com :ای میل
www.markazeahlesunnat.com www.hazrat.org :ویب سائٹ

Ph.: 91 0581 2458543 3091453 :فون
Fax : 91 0581 2472166 :فیکس

محرم الحرام ۱۴۴۴ھ / اگست ۲۰۲۲ء
AUGUST-2022 Rs. 25/-

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

پیغام کربلا

مظلوم شہزادے کی شہادت
قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
محرم شریف اور ہم! ہم محرم کیسے منائیں؟

عورت اور اس کے تخلیقی تقاضے
فضول خرچی اور اسراف کی مذمت
دینی تعلیم کی اہمیت وفضیلت اور افادیت
گناہوں پر ندامت اور اس کی فضیلت و برکت

اسلامی نیا سال مبارک ہو

چشمۂ دارالافتاء بریلی شریف کا ایک گم نام مگر نامور مفتی
دیوان نوری میں ہندی اور علاقائی زبانوں کا استعمال

حضور مفتی اعظم ہند اور خدمت خلق
حضور شعیب الاولیاء وقت کے عظیم صوفی

مدیر
مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی
وارث علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتیٔ اعظم نور دیدۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خاں قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خاں قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

مرکزِ اعظم اہلسنت وجماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

شمارہ نمبر ۸
Issue No. 8
Vol. 7 جلد نمبر ۷

۱۴۴۴ھ
محرم الحرام
اگست ۲۰۲۲ء

مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

تزئین کار

عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک)
آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

محمد تمہید خان عرشی
فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے
سالانہ ۳۰۰ روپے سادہ ڈاک سے
سالانہ ۵۵۰ روپے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے
امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں ہے۔

نوٹ

قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 9259089193 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ہدایت

اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

رابطہ کا پتہ
ماہنامہ سنی دنیا
۸۲/ سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

Contact Address
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

Email:
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲/ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

عورت اور اس کے تخلیقی تقاضے

اداریہ

عام طور پر لفظ ”عورت“ ہمارے یہاں مرد کی تانیث یا مادہ کے لئے استعمال ہوتا ہے، جبکہ عربی زبان میں ”چھپانے“ کی چیز کو ”عورت“ کہتے ہیں، دراصل خالق کائنات جل شانہ نے عورت کی تخلیق ہی اس نوعیت کی فرمائی ہے جو اس سے خود کو چھپانے کا تقاضہ کرتی ہے، حجاب کی یہی فطری جبلت اسے شرم و حیا پر مجبور کرتی ہے جس کے سبب وہ شعوری ولاشعوری طور پر اپنے جسم کو چھپانے کی سعی کرتی نظر آتی ہے، شرم وحیا کی یہ فطرت عورت کے لئے ”عورت“ رہنے میں بڑی معاون ثابت ہوتی ہے۔

عورت ہمارے معاشرے میں بیوی، بہن اور ماں جیسے کئی تقدس مآب رشتوں کی حامل ہے اور ہر رشتہ میں یہ لائق تعظیم وتکریم ہے، لیکن تاریخ بتاتی ہے کہ یہ عورت اسلام سے قبل ساری دنیا میں مظلومی اور محکومی کا شکار رہی ہے، وہ ذلت ورسوائی کا بوجھ اٹھائے تاریکیوں میں بھٹکتی رہی ہے، کہیں صرف عورت ہونے کے سبب اسے زندہ دفن کر دیا گیا تو کہیں شوہر کی موت پر اسے بھی شوہر کے ساتھ زندہ جلا دیا گیا، کبھی معمولی چیز کی طرح بازاروں میں بیچا اور خریدا گیا، کبھی اسے شیطان کی ایجنٹ اور فتنہ وفساد کا مجسمہ کہا گیا، تو کبھی اسے معصیت اور بدی کی جڑ قرار دیا گیا، کہیں اسے ناپاک، مکروہ اور منحوس کہا گیا، تو کہیں اسے شراب سے زیادہ نشیلی اور کسی مہلک زہر سے زیادہ زہریلی قرار دیا گیا، غرض کہ بحیثیت انسان اسے ہمیشہ اسکے جائز مقام ومرتبے اور حقوق وحیثیت سے محروم رکھا گیا۔

جبکہ عورت ایک نازک شیشہ اور قیمتی آبگینہ ہے، اسے بڑی توجہ اور محبت ومروّت کی ضرورت ہے، چنانچہ اسلام نے اس کی عزت وعظمت اور مقام ومرتبہ کی حفاظت کا خصوصی اہتمام کیا ہے، اسلام نے عورتوں کو وہ حقوق دیئے جن کا تصور بھی اس دورِ جاہلیت میں نہ تھا، اسلام نے عورتوں کی مختلف حیثیات متعین کیں اور ان کی ادائیگی کو اپنے تمام ماننے والوں پر لازمی قرار دیا۔

ماں کی حیثیت سے اسلام نے جنت کو ماں کے قدموں میں رکھ دیا اور اولاد کو تاکید کی کہ ماں باپ کے سامنے اف تک نہ کہا جائے، بیوی کو باعث سکون وراحت قرار دیا اور شوہر پر یہ لازم کیا کہ وہ اپنی بیوی کے ہر ممکن آرام وآسائش کا خیال رکھے اور ضرورت کی تمام اشیا گھر کے اندر مہیا کرے، بہنوں کو غیرت وحمیت کا نشان بنا کر بھائیوں کو پابند کیا کہ وہ اس پاکیزہ رشتہ کا خیال رکھیں۔

اسلام نے عورتوں کی عزت وعظمت اور ان کی عفت وعصمت کو محفوظ رکھنے کے لئے جو مؤثر اقدامات کئے ہیں، ان کا اصل مقصد ان کو بدقماش قسم کے مردوں کی ہوس ناک نظروں کا شکار ہونے سے بچانا ہے، چونکہ پردہ غیرت وحمیت اور شرم وحیا کی علامت اور نسوانی عفت وعصمت کی محافظت کا ضامن ہے، اس لئے اللہ رب العزت نے انسان کو حسب نوعیت پردے کا حکم فرمایا، کیوں کہ اللہ مرد وعورت دونوں کا خالق ہے، اسے معلوم ہے کہ انسانی معاشرے کو پاکیزگی کے ساتھ شاہراہ ترقی پر گامزن کرنے کے لئے کس کو کس چیز کی ضرورت ہے اور کس حد تک ضرورت ہے، کن پابندیوں کی حاجت وضرورت ہے اور کس حد تک ہے، عورت کہتے ہی ایسی چیز کو ہیں جو چھپا کر رکھی جائے، یہی وجہ ہے کہ عورتوں کو ”مستورات“ بھی کہا جاتا ہے، چنانچہ اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"الْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ، فَإِذَا خَرَجَتْ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ۔
یعنی عورت پردہ میں رہنے والی چیز ہے، جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو جھانکتا ہے۔" (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۱۱۷۳)

ستر اور حجاب میں فرق

”ستر“ کے لغوی معنیٰ چھپانے کے ہیں اور ”عورت“ کے

لغوی معنیٰ چھپانے والی چیز'' کے ہیں، اس طرح ''سترعورت'' کا معنی ہوا ''چھپانے والی چیز کو چھپانا'' اور اصطلاح شرع میں مرد وعورت کے جسم کا وہ حصہ ہے جس کا چھپانا ہر ایک سے واجب ہے سوائے میاں بیوی کے، مرد وعورت دونوں کے ستر کی حد الگ الگ ہے، چنانچہ مرد کا ستر ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنے کے نیچے تک ہے جس کا چھپانا سوائے بیوی کے ہر ایک سے واجب ہے اور عورت کا ستر منہ، تلوے اور ہتھیلی کے علاوہ پورا جسم ہے جس کا چھپانا سوائے شوہر کے محرم اور غیر محرم ہر ایک سے واجب ہے، حضور صدر الشریعہ فرماتے ہیں:

"سترعورت ہر حال میں واجب ہے، خواہ نماز میں ہو یا نہیں، تنہا ہو یا کسی کے سامنے، بِلا کسی غرضِ صحیح کے تنہائی میں بھی (ستر) کھولنا جائز نہیں اور لوگوں کے سامنے یا نماز میں تو ستر بالاجماع فرض ہے۔" (بہارِ شریعت، ج۱ رحصہ ۳ رص ۳۵)

''حجاب'' کے لغوی معنیٰ ''روکنے اور رُک جانے'' کے ہیں اور اصطلاح میں اسی کو ''پردہ'' سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس کے علاوہ دوسرے اور بھی کئی الفاظ جیسے برقع، نقاب، گھونگھٹ، آڑ وغیرہ ہیں جو اسی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔

عورت کا غیر محرم مردوں سے اپنے چہرہ، ہتھیلی اور تلوے کو چھپانا پردہ یا حجاب کہلاتا ہے اور یہ پردہ محرم مردوں سے واجب نہیں، جبکہ غیر محرم مردوں سے ستر کے ساتھ ساتھ پردہ یا حجاب بھی واجب ہے، محرم مردوں پر واجب ہے کہ وہ عورت کے چہرہ، ہاتھ اور پاؤں کے علاوہ جسم کے کسی اور حصے پر نظر نہ کرے جبکہ غیر محرم مردوں پر واجب ہے کہ وہ عورت کے جسم کے کسی بھی حصے پر نظر نہ کرے، ایک دوسرے کی طرف تانک جھانک کرنے والے مرد وعورت پر اللہ کے رسول ﷺ نے سخت لعنت فرمائی ہے:

"لعن اللہ الناظر والمنظور۔ یعنی اللہ کی لعنت ہے دیکھنے والے پر اور اس پر بھی جس کی طرف دیکھا جائے۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد رص ۲۰۳)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ القوی اس سلسلے میں ایک اور حدیث پاک رقم فرماتے ہیں:

"من تأمل خلف إمرأة ورأى ثيابها حتى تبين له حجم عظامها لم يرح رائحة الجنة ولأنه متى كان يصف يكون ناظرا إلى اعضائها۔ یعنی جس کسی نے عورت کو پیچھے سے دیکھا اور اس کے لباس پر نظر پڑی، یہاں تک کہ اس کی ہڈیوں کا حجم واضح ہو گیا تو ایسا شخص جنت کی خوشبو تک نہ پائے گا، اس لئے کہ جس لباس سے قدوقامت کا ظاہر ہو، اس کی طرف دیکھنا مخفی اعضا کو دیکھنے کے مترادف ہے۔" (فتاویٰ رضویہ، جلد رص ۱۶۳)

پردے کا مقصد

پردے کا مقصد یہ ہے کہ مرد وعورت کی جانب سے کوئی بھی ایسی حرکت وجود میں آئے ہی نہیں جو معاشرے کی پاکیزگی کا گلا گھونٹ دے یا اس میں کسی بے راہ روی کے عفریت کو جنم دے، جیسے کسی بھی عورت کا سرعام چہرہ اور بال کھول کر گھر سے باہر نکلنا، جسم کا خدوخال نمایاں کرنے والا لباس پہن کر نکلنا، بجتے ہوئے پازیب اور دیگر زیورات پہن کر یا تیز خوشبو لگا کر باہر نکلنا، یہ وہ چیزیں ہیں جو آوارہ صف مردوں کو دعوت گناہ دیتے ہیں اور انھیں بدکاریوں پر ابھارتے ہیں۔

اسلام نے ایسے ہر عمل پر پہلے پابندی عائد کر دی ہے جو مردوں کو ان کی طرف متوجہ کرے، اسی طرح مردوں کو بھی حکم دیا گیا کہ وہ عورتوں کی طرف دیکھیں ہی نہیں بلکہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اس سے ان کے دلوں میں کسی کے لئے کوئی غلط خیال پیدا ہی نہیں ہوگا، چونکہ اللہ نے فطری طور پر عورت کے اندر مرد کے لئے اور مرد کے اندر عورت کے لئے کشش رکھی ہے، اس لئے اللہ نے عورتوں کو پردے کا اور مردوں کو اپنی نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا، جو اللہ کی ان حدوں کو قائم رکھے گا وہ فلاح پائے گا اور جو ان حدوں کو پار کرے گا وہ مستحق عذاب ہوگا، ظاہر ہے کہ جب دونوں ان حدود کی پابندی کریں گے تو بہت ساری برائیاں وجود پذیر ہی نہیں ہوں گی، اس طرح معاشرہ اور سماج گناہوں اور برائیوں سے پاک وصاف رہے گا۔

پیاری بہنو! یاد رکھو پردہ تمہارے لئے بقیہ ص ۲۴ ر پر

از: مفتی اسلم رضا شیوانی*

فضول خرچی اور اسراف کی مذمّت

اِسراف کا لغوی معنی بے موقع و بے جا خرچ کرنا، برباد کرنا، خرچ کرنے میں حد سے گزر جانا ہے، جبکہ اِصطلاح میں اس سے مراد کسی ایسے بے مقصد یا ناجائز کام میں خرچ کرنا، جس میں شرعاً، یا عادۃً یا مُروۃً خرچ کرنا منع ہو، اِسراف کہلاتا ہے۔

(۱) فضول خرچی اور اِسراف خلافِ شریعت اُمور میں ہو تو حرام اور خلافِ مُروّت کاموں میں ہو تو مکروہِ تنزیہی ہے۔(۲)

اِسراف کی ممانعت

اللہ ربّ العالمین نے قرآنِ پاک میں فضول خرچی اور اِسراف سے ممانعت فرما کر، اپنی ناراضی کا اِظہار فرمایا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ۔ (۳) بے جا خرچ مت کرو، یقیناً بے جا خرچنے والے اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔''

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

''كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ۔ (۴) کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو! یقیناً حد سے بڑھنے والے اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔''

حکیم الامّت مفتی احمد یار خان نعیمی اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ" اِسراف کا معنی حد سے بڑھنا ہے، حد سے بڑھنا دو طرح سے ہوتا ہے: (1) جسمانی (2) روحانی، اسی لیے گناہ کو بھی اِسراف کہا جاتا ہے: ''رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا۔ (۵)

یہاں دونوں قسم کا اِسراف مراد ہو سکتا ہے، جسمانی بھی، رُوحانی بھی اور اس کا تعلق لباس، غِذا، پانی سب سے ہی ہے، لہٰذا اِسراف کی بہت تفسیریں ہیں: (۱) حلال چیزوں کو حرام جاننا (۲) حرام چیزوں کا استعمال کرنا (۳) ضرورت سے زیادہ کھانا پینا یا پہننا (۴) جو دل چاہے وہ کھا پی لینا یا پہن لینا (۵) دن رات میں بار بار کھاتے پیتے رہنا، جس سے معدہ خراب ہو جائے، بیمار پڑ جائے (۶) مضر اور نقصان دہ چیزیں کھانا پینا (۷) ہر وقت کھانے پینے کے خیال میں رہنا کہ اب کیا کھاؤں؟ آئندہ کیا پیوں؟ (۶) وغیرہ۔

شیطان کے بھائی

بے موقع بے محل پیسہ اُڑانا منع ہے اور ایسا کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا۔ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا۔ (۷) فضول (یعنی ناجائز کام میں پیسہ) نہ اُڑا، یقیناً اُڑانے والے (فضول خرچ کرنے والے) شیطانوں کے بھائی ہیں (کہ ان کی راہ چلتے ہیں)''

بخل، کنجوسی اور اِسراف کی ممانعت

دینِ اسلام ہر مُعاملے میں ہمیشہ اِعتدال و میانہ رَوی اپنانے کا حکم دیتا ہے، جبکہ بخل، کنجوسی اور اِسراف سے منع کرتا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا۔ (۸) اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ پورا کھول دے کہ تو بیٹھا رہے ملامت کیا ہوا، تھکا ہوا۔''

صدر الافاضل علّامہ سیّد نعیم الدین مُرادآبادی اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں کہ" یہ تمثیل (بطورِ مثال) ہے، جس سے اِنفاق یعنی خرچ کرنے میں اِعتدال ملحوظ رکھنے کی

* مضمون نگار وزارت اوقاف سعودیہ عربیہ کے مفتی ہیں۔

ہدایت منظور ہے اور یہ بتایا جاتا ہے کہ نہ تو (کنجوسی سے) اس طرح ہاتھ روکو، کہ بالکل خرچ ہی نہ کرو اور یہ معلوم ہو کہ گویا ہاتھ گلے سے باندھ دیا گیا ہے، دینے کے لیے ہِل نہیں سکتا، ایسا کرنا تو سببِ ملامت ہوتا ہے کہ بخیل کنجوس کو سب بُرا کہتے ہیں اور نہ (ہی) ایسا (کُشادہ) ہاتھ کھولو کہ اپنی ضروریات کے لیے بھی کچھ باقی نہ رہے۔(۹)

فضول خرچی اور تکبر کیے بغیر کھاؤ، پیو اور پہنو

اَحادیث مبارکہ میں بھی فضول خرچی اور اِسراف سے بڑی مُمانعت فرمائی گئی ہے، ایک رَوایت میں ہے، حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَالْبَسُوْا وَتَصَدَّقُوْا، فِيْ غَيْرِ إِسْرَافٍ وَلَا مَخِيْلَةٍ۔ (۱۰) بغیر فضول خرچی اور تکبر کیے کھاؤ، پیو، پہنو اور خیرات کرو۔‘‘

شریعت مطہرہ کا مطلوب و مقصود

فضول خرچی اور اِسراف سے ممانعت میں شریعت مطہرہ کا مطلوب و مقصود یہ ہے، کہ انسان بے مقصد اور ناجائز کاموں میں کسی بھی چیز کا استعمال نہ کرے، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ انسان خیر و بھلائی کے کاموں میں بخل اور کنجوسی کرے، حضرت سیّدنا امام مجاہد فرماتے ہیں: اگر تم اللہ کی فرمانبرداری میں جبلِ ابی قُبیس کے برابر بھی سونا خرچ کرو تو اِسراف نہیں اور اگر ایک صاع بھر اللہ کی نافرمانی میں خرچ کرو تو یہ اِسراف ہے۔(۱۱)

وضو میں اِسراف

حضرت سیّدنا سعد وضو فرما رہے تھے، کہ رسولِ اکرم ﷺ ان کے پاس سے گزرے، سرورِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’مَا هٰذَا السَّرَفُ؟ (اے سعد!) یہ کیسا اِسراف ہے؟ انہوں نے عرض کی: کیا وضو میں بھی اِسراف ہے؟ اس پر مالکِ دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’نَعَمْ، وَإِنْ كُنْتَ عَلٰى نَهَرٍ جَارٍ۔ (۱۲) ہاں (وضو میں بھی اِسراف ہے) اگرچہ تم بہتی نہر پر ہو۔‘‘

یعنی وضو کے لیے پانی کتنی ہی وافر مقدار میں دستیاب کیوں نہ ہو، بقدرِ ضرورت پانی استعمال کریں، ضرورت سے زائد پانی کا استعمال کرنا، اَعضا کو پانچ یا چھ بار دھونا، یا اسے ضائع کرنا پانی کا اِسراف ہے۔

اِسراف کے اَسباب

فضول خرچی اور اِسراف کے متعددِ اَسباب ہیں، بسا اَوقات انسان اپنی لاعلمی اور جہالت کے باعث اِسراف جیسے فعلِ حرام کا ارتکاب کر گزرتا ہے اور اُسے علم تک نہیں ہوتا، کبھی انسان غرور، تکبر اور تفاخُر کے مرض میں مبتلا ہو کر اَیسا کرتا ہے، مسلمان کے ساتھ غرور و تکبر کرنا انتہائی مذموم اور ناپسندیدہ اَمر ہے اور اللہ کی ناراضگی کا باعث بھی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

’’اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ۔ (۱۳) یقیناً وہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔‘‘

غرور و تکبر کرنے والوں کا انجام

اللہ ربّ العالمین کو تکبر کس قدر ناپسند ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے، کہ بروزِ قیامت تکبر کرنے والوں کو اَوندھے منہ جہنم میں ڈالا جائے گا، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرٍ، كَبَّهُ اللهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فِي النَّارِ۔ (۱۴) جس کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی تکبر ہوگا، اللہ اُسے اَوندھے منہ جہنم میں ڈالے گا۔‘‘

نمود و نمائش اور شہرت کی خواہش

نمود و نمائش اور شہرت و واہ واہ کی خواہش بھی اِسراف کے اَسباب میں سے ہے، شادی بیاہ کے موقع پر اِنسان دِکھلاوے اور رِیا کاری کے چکر میں اپنا کروڑوں روپیہ پانی کی طرح بہا دیتا ہے، ہزاروں روپے کے مہنگے ترین ملبوسات خریدے جاتے ہیں، بڑے بڑے شادی ہالز (Wedding Halls) کی بکنگ کرائی جاتی ہے، ضرورت سے زائد متعدد اَنواع و اَقسام کے کھانوں کا اہتمام کیا جاتا ہے، رسمِ مہندی کے نام پر فحاشی

و بے حیائی کا طوفان برپا کیا جاتا ہے، ناچنے گانے والیوں پر دَولت نچھاوَر کی جاتی ہے اوران سب عوامل کے پیچھے صرف ایک ہی مقصد کارفرما ہوتا ہے اور وہ ہے شُہرت و دِکھلاوا کا بھوت؛ تا کہ محلّہ و برادری میں ہماری ناک اونچی ہو، لوگ ہماری شادی کو مدّتوں یاد رکھیں اوراس کی مثالیں دیں وغیرہ وغیرہ۔

غیر ضروری طَور پر پیسے کا ضِیاع

یاد رکھیے! بے مقصد اور غیر ضروری طَور پر پیسہ کا ضائع کرنا اللہ کو ہرگز پسند نہیں، حضرت سیّدنا مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

’’اِنَّ اللّٰهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثاً:(1) قِيلَ وَقَالَ، (2) وَإِضَاعَةَ الْمَالِ، (3) وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ۔(۱۵) یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تین کاموں کو ناپسند فرمایا ہے: (۱) فضول بات، (۲) مال ضائع کرنا، (۳) اور بہت مانگتے رہنا (یا سوال کرنا)۔‘‘

لہٰذا اپنے مال و دولت کا درست استعمال کریں، اسے ناجائز وحرام کاموں کے بجائے، نیک اور اچھے کاموں میں خرچ کریں۔

اِعتدال و میانہ رَوی سب سے بہتر

اگر ہم اپنے گرد وپیش پر نظر دَوڑائیں اور اپنے روز مرہ اخراجات پر غیر جانبدارانہ نظرِ ثانی کریں، تو ہمیں بہت سی اشیا اور مقامات پر اپنی فضول خرچی اور اِسراف کا اِحساس ہوگا، دینِ اسلام میانہ رَوی کی تعلیم دیتا ہے؛ کیونکہ کسی بھی چیز میں بخل وکنجوسی یا فضول خرچی و اِسراف دونوں تباہی وہلاکت کا باعث ہیں، لہٰذا اِعتدال و میانہ رَوی ہی سب سے بہتر چیز ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

’’وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا۔(۱۶) وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں نہ حد سے بڑھیں اور نہ تنگی کریں اوران دونوں کے بیچ اعتدال پر رہیں۔‘‘

فضول خرچی اور اِسراف کا علاج

فضول خرچی اور اِسراف کی عادت پر قابو پانے کے لیے ضروری ہے، کہ کوئی بھی چیز خریدنے یا کام کرنے سے پہلے، اس بات پر غور وفکر کریں، کہ ہمیں اس چیز کی حاجت وضرورت ہے بھی یا نہیں؟ اور اگر ہے تو کتنی؟ حاجت سے زائد ہرگز نہ خریدیں؛ کہ ضائع ہونے کا قوی اندیشہ واحتمال ہے! مثال کے طَور پر اگر آپ سردی سے بچنے کے لیے کوئی اچھا لباس خرید رہے ہیں، یا شدید گرمی سے بچاؤ کے لیے اے سی (AC) لگوا رہے ہیں اور واقعی اس کی حاجت بھی ہے، تو شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن اگر ان اشیا کی خریداری کا مقصد دوسروں پر اپنی برتری کا اظہار ہے، تو یہ انتہائی مذموم اَمر ہے۔

اسی طرح اچھا مکان، اچھا فرنیچر، جدید ماڈل کی گاڑی اور موبائل فون (MobilePhone) وغیرہ کی خریداری کا مقصد، جب تک تکمیل ضرورت وحاجت ہے تب تو ٹھیک ہے اور اگر مقصود غرور، تکبر اور تفاخُر ہے تو یہ سب بھی فضول خرچی اور اِسراف کے زُمرے میں آئے گا، لہٰذا ضرورت اس اَمر کی ہے کہ ہم اپنی فضول خرچی اور اِسراف کی عادت کو ختم کریں، کفایت شِعاری اور سادگی کی عادت اپنائیں، فضول رسم وَرواج اور شہرت کی خاطر مال ودَولت کو ضائع نہ کریں، اپنے مال کو مَساجِد ومدارِس کی تعمیر میں لگائیں، دینی کتب کی اِشاعت کروائیں، علما کی خدمت کریں، راہِ خدا میں سفر کرنے والے مُبلّغین کو زادِ راہ مہیّا کریں، یتیموں، غریبوں اور بیوہ ومَساکین کی کفالت کریں، فلاح وبہبود کے کام کریں، جہاں پانی کی کمی ہو وہاں لوگوں کے لیے واٹر پلانٹ (Water Plant) لگوائیں، محنت کشوں اور مزدورں کی حاجت روائی کا انتظام کریں اور اپنی آخرت بہتر بنائیں۔

الٰہی ہمیں فضول خرچی اور اِسراف کی عادت سے بچا، دین ودنیا کے تمام مُعاملات میں اِعتدال اور میانہ رَوی اختیار کرنے کی توفیق عطا فرما، غرور وتکبر اور رِیاکاری جیسی بُری عادات سے نَجات عطا فرما، کفایت شِعاری اور سادگی کی دَولت سے مالا مال فرما، لوگوں کی فلاح وبہبود کے لیے کام کرنے کی توفیق مَرحمت فرما، اور ہمیں اچھا اور نیک مسلمان بنا، آمین۔

(۱) التعریفات للجُرجانی، باب الألف، ص ۲۳ ، مُلخّصاً (۲) الحدیقۃ الندیۃ،

اسلامیات

الخلق 27، الجزء ۲ ⁄ ص ۱۹ (۳) پ ۸، الأنعام ۱۴۱ (۴) پ ۸، الأعراف ۳۱ (۵) پ ٤، آل عمران ۱٤۷ (٦) "تفسیر نعیمی" پ 8، الاعراف، زیرِ آیت 31 ⁄ 8 ⁄ 390، ملخصاً (۷) پ ۱۰، بنی اِسرائیل ۲٦ ⁄ ۲۷ (۸) پ ۱۰، بنی اِسرائیل ۲۹ (۹) تفسیر خزائن العرفان، پ 15 ⁄ بنی اسرائیل، زیرِ آیت 29 ⁄ 531 (۱۰) صحیح البخاری، کتاب اللباس، ص ۱۰۲۰ (۱۱) ایک صاع موجودہ اَوزان کے حساب سے تقریباً چار کلو گرام کا ہوتا ہے (۱۲) تفسیر ابن أبی حاتم، الأعراف، تحت الآیۃ ۳۱ ⁄ ر ۷۹٦۲ ⁄ ٤ ⁄ ۱۳۹۹ (۱۳) سنن ابن ماجہ کتاب الطہارۃ، ر ٤۲۰ ⁄ ص ۷۹ (۱۴) پ ۱٤ ⁄ النحل ۲۳ (۱۵) شعب الإیمان 57 ⁄ باب فی حسن الخلق، ر 154 ⁄ ۸ ⁄ 6 ⁄ ۲۷۷۲ (۱٦) صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، ر ۱٤۷۷ ⁄ ص ۲٤۰ (۱۷) پ ۱۹ ⁄ الفرقان ٦۷۔

◆◆◆

ص ۱۳ ⁄ کا بقیہ..

والدہ نے حضور امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا: اس بچے کی پرورش کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ میں نے اسے دھوبی کے پاس بٹھایا تھا تاکہ کچھ کما کر لا سکے، مگر آپ نے اسے بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے خوش بخت! اسے علم کی دولت حاصل کرنے دے وہ دن دور نہیں جب یہ باداموں اور دیسی گھی کا حلوہ اور عمدہ فالودہ کھائے گا۔

یہ بات سن کر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی والدہ بہت ناراض ہوئیں، کہنے لگیں: (آپ ہم سے مذاق کرتے ہیں بھلا ہم جیسے غریب لوگ باداموں اور دیسی گھی کا حلوہ کیسے کھا سکتے ہیں؟ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ استقامت کے ساتھ علم دین حاصل کرتے رہے، یہاں تک کہ وہ وقت آیا جب عہد و قضا ان کے سپرد کر دیا گیا۔ ایک دفعہ خلیفہ نے ان کی دعوت کی، دوران دعوت خلیفہ نے باداموں اور دیسی گھی کا حلوہ اور عمدہ فالودہ ان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: اے امام! یہ حلوہ کھائیے، روز روز ایسا حلوہ تیار کروانا ہمارے لئے آسان نہیں، یہ سُن کر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی بات یاد آئی تو وہ مسکرانے لگے، خلیفہ کے استفسار پر فرمایا: میرے استاد محترم حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے برسوں پہلے میری والدہ سے فرمایا تھا کہ تمہارا یہ بیٹا باداموں اور دیسی گھی کا حلوہ اور فالودہ کھائے گا۔

آج میرے استاد محترم کا فرمان پورا ہو گیا۔ پھر انہوں نے اپنے بچپن کا سارا واقعہ خلیفہ کو سنایا تو وہ بہت متعجب ہوئے اور کہا: بے شک علم ضرور نفع دیتا ہے اور دین و دنیا میں بلندی دلواتا ہے۔ (عیون الحکایات الحکایۃ الثانیۃ عشرۃ ص ۲۷۸، ملخصا)

اس حکایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اولیاء کرام نگاہ فراست سے آئندہ پیش آنے والے واقعات کو پہلے ہی ملاحظہ فرمالیا کرتے ہیں، استاد کامل کی خاص توجہ انسان کو کیا سے کیا بنا دیتی ہے، یہ بھی پتا چلا کہ علم دین، دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی کا باعث ہے یہاں تک کہ بڑے بڑے دنیاداروں کو وہ مقام و مرتبہ نہیں ملتا جو علم کے شیدائیوں کو با آسانی حاصل ہو جاتا ہے۔

لہٰذا ہمیں بھی چاہئے کہ علم دین خود بھی سیکھیں اور اپنی اولاد کو بھی سکھائیں اور ان کی سنتوں کے مطابق تربیت کریں تاکہ انہیں نیک بنا کر اس جہنم سے بچایا جا سکے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ یاد رکھئے! مرنے کے بعد نیک اعمال کے علاوہ دیگر چیزیں کچھ کام نہیں آئیں گی، یہ مال و دولت، بینک بیلنس، عالیشان بنگلے، بڑی بڑی گاڑیاں دنیوی مقام و مرتبہ سب" یہیں رہ جائے گا، قبر میں ان میں سے کچھ بھی ساتھ نہ جائے گا، سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، سوائے تین چیزوں کے (1) صدقہ جاریہ (2) ایسا علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے، (3) نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہے۔

◆◆◆

ص ۱۴ ⁄ کا بقیہ..

ہندورانی دیش کی، اردو جس کا تاج
خسرو جی کی شاعری ان دونوں کی لاج

(ڈاکٹر محمد آصف حسین، مراد آباد کے غیر مسلم شعراء، دہلی، ایم کے آفسیٹ پرنٹرس، ۲۰۱۵ء، ص ۱۴)

.... جاری

از: مجتبیٰ اشرف قادری*

دینی تعلیم کی اہمیت وافادیت

علم نام ہے نور کا، علم سے اخلاق سنورتے ہیں، علم سے زنگ آلود قلوب مصفی ومزکی ہوتے ہیں، علم سے پراگندہ اذہان کو پاکیزگی ملتی ہے، علم سے زندگی گزارنے کا شعور ملتا ہے، علم دین حاصل کرنا اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کا سبب اور بخشش و نجات کا ذریعہ ہے، علم کا حاصل کرنا بلندی کی علامت ہے، علم اسلام کی حیات اور دین کا ستون ہے، علم دین حاصل کرنے سے دنیا وآخرت دونوں سنورتے ہیں، علم انبیائے کرام علیہ السلام کی میراث ہے، علم قربت الٰہی کا راستہ ہے، علم ہدایت کا سرچشمہ ہے، علم گناہوں سے بچنے کا ذریعہ ہے، علم خوف خدا کو بیدار کرنے کا عظیم نسخہ ہے، علم دنیا وآخرت میں عزت پانے کا سبب ہے، علم مردہ دلوں کی حیات ہے، علم سلامتی ایمان کا محافظ ہے، علم مخلوق خدا کی محبت پانے کا سبب ہے۔

الغرض! علم بے شمار خوبیوں کا جامع ہے، اس میں دین بھی ہے دنیا بھی، اس میں آرام بھی ہے اطمینان بھی، اس میں لذت بھی ہے راحت بھی، لہٰذا عقل مند وہی ہے جو طلب علم دین میں مشغول ہو کر نجات آخرت کا سامان کر جائے، اسلام میں علم کو بے پناہ اہمیت وفضیلت حاصل ہے، لہٰذا پہلی ہی وحی قرآنی علم حاصل کرنے کی طرف رغبت دلاتی ہے "اِقراء — پڑھو" اس کے علاوہ قرآن حکیم میں اور جگہوں پر بھی علم حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

چنانچہ سورہ آل عمران میں ہے: شھد اللہ انہ لا إلہ إلا ھو والملئکۃ وأولوا العلم قائما بالقسط۔ ترجمہ: اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں فرشتوں اور عالموں نے بھی انصاف سے متصف ہو کر یہ گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

اس آیت سے علم سے متعلق کئی طرح کی فضیلتیں ثابت ہوتی ہیں، پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے علما کا ذکر اپنے اور فرشتوں کے ساتھ فرمایا، دوسری یہ کہ علما کو بھی فرشتوں کی طرح اپنی وحدانیت کا گواہ بنایا اور تیسری یہ کہ ان کی گواہی کو بھی اپنے معبود برحق ہونے کی دلیل قرار دیا، چوتھی یہ کہ ان کی گواہی بھی فرشتوں کی گواہی کی طرح معتبر ٹھہرائی۔

اسی طرح سورۂ مجادلہ میں اہل علم کی شان وعظمت کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا: یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین أوتوا العلم درجات۔ ترجمہ: اللہ تم میں سے ایمان والوں کے اور ان کے درجات بلند فرماتا ہے جنہیں علم دیا گیا۔

اسی طرح احادیث میں بھی جگہ بجگہ علم کی فضیلت واہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔

(۱) علم دین کا حاصل کرنا ہر مسلم مرد وعورت پر فرض ہے۔

(۲) علم کے طلب کرنے والے کے لیے ہر چیز استغفار کرتی ہے حتی کہ مچھلیاں بھی سمندر میں اس کے لیے استغفار کرتی ہیں۔

(ابن عبد البر فی العلم عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(۳) ایک لمحہ علم دین کی طلب میں صرف کرنا پوری رات قیام کرنے سے بہتر ہے۔

(۴) ایک دن علم کی تلاش وجستجو میں لگانا تین ماہ روزہ رکھنے سے بہتر ہے۔

(الدیلمی فی مسند الفردوس عن ابن العباس رضی اللہ عنہما)

(۵) شہنشاہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ علم میری اور مجھ سے پہلے انبیا علیہم السلام) کی میراث ہے۔

(الدیلمی فی مسند الفردوس عن ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

اسلامیات

* مضمون نگار خانقاہ عمادیہ، منگل تالاب، پٹنہ بہار سے متعلق ہیں۔

(۶) علم شرع رکھنے والا زمین پر اللہ تعالیٰ کا امین ہے۔ (ابن عبدالبر فی العلم عن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
(۷) علم دین حاصل کرنے والوں سے آسمان والے محبت کرتے ہیں اور مچھلیاں سمندر میں ان کے لیے دعاے استغفار کرتی رہتی ہیں اور قیامت تک کرتی رہیں گی یہاں تک کہ وہ فوت ہوجاتے ہیں۔ (ابن النجار عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
(۸) وہ شخص جو علم کی طلب میں رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے راستہ کو آسان فرما دیتا ہے۔
(۹) وہ شخص جو علم کی طلب وتلاش میں رہتا ہے اس کے لئے وہ طلب وتلاش گذشتہ گناہوں کے لیے کفارہ ہوتی ہے۔
(الترمذی عن شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
(۱۰) اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔
(۱۱) علم دین طلب کرنے والوں کے لئے فرشتے اپنے پروں کو بچھا دیتے ہیں اس کے طلب علم سے راضی ہوکر۔
(۱۲) علم کا تلاش کرنے والا جاہلوں کے درمیان ایسا ہے جیسے زندہ مردوں کے درمیان۔
(۱۳) تم صبح کرو اس حال میں کہ تم عالم ہو یا متعلم یا دھیان سے دین کی باتیں سننے والا یا علم دین حاصل کرنے والوں سے محبت کرنے والا، تم پانچواں نہ ہونا ورنہ تم ہلاک ہوجاؤ گے۔
(البزار، الطبرانی فی الاوسط عن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
(۱۴) جس بھی دل میں حکمت و دانائی میں سے کچھ نہ ہو وہ ویران گھر کی طرح ہے پس تم سیکھو اور سکھاؤ اور (دین کی سمجھ حاصل کرو اور جاہلوں کی موت مت مرو کیوں کہ اللہ تعالیٰ لاعلمی کا عذر قبول نہیں فرماتا (ابن السنی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شفیع اعظم، رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے متاع ہوش وخرد سے عاری اہل عرب کی اس احسن طرز سے ایسی تعلیم وتربیت فرمائی کہ آج تک ان جیسا فہم وذکی زیرک ودانا اور مطیع وفرمانبردار اصحاب رسول رضی اللہ عنہم پیش کرنے سے دنیا عاجز ہے اور عاجز رہے گی، اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس صحابہ علم کی اہمیت وفضیلت اور اس کی ضرورت سے حد درجہ باخبر تھے اور بعد میں تابعین وتبع تابعین اور اولیائے امت وصلحائے اسلام نے بھی علم کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوں۔ دینی علوم وفنون کے ساتھ ساتھ اپنے عصر کے ضروری علوم سے بھی خود کو بہرہ ور کیا اور جب تک مسلمان اپنے آپ کو سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم پر نچھاور کرنے اور ان کے فرامین پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ علم سے منسلک رہا وہ پوری دنیا میں اپنا لوہا منواتا رہا، سب پر غالب رہا، زندگی کے ہر شعبے میں اور ہر دور میں کامیاب رہا، لیکن جب سے جدیدیت کا دل دادہ ہوکر معلم اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال حسنہ، سنتوں اور طریقوں کو چھوڑا تباہی و بربادی ان کا مقدر بن گئی اور آج مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ وہ دیگر پسماندہ طبقات سے بھی زیادہ پچھڑے ہوئے دکھائی دیتے ہیں حالانکہ دنیا میں علم وفضل کی جو شمعیں روشن ہوئیں وہ مسلم علماء کی بدولت ہی ہوئیں۔

لہٰذا ضرورت ہے کہ ہم بیدار ہوں اور شفیع اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سچی محبت کرتے ہوئے ان کے بتائے ہوئے راستے پر چلیں، اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: **کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ**۔ ترجمہ تم سب اپنے متعلقین کے سردار و حاکم ہو اور تم میں سے ہر ایک سے قیامت دن اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔
(بخاری، کتاب الجمعۃ، باب الجمعۃ فی القری والمدن، ۱/۳۰۹، حدیث ۸۹۳ :)

اس حدیث کے تحت شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں: رعیت سے مراد وہ ہے جو کسی کی نگہبانی یعنی نگرانی میں ہو، اس طرح عوام سلطان اور حاکم کے، اولاد ماں باپ کے، طلبہ اساتذہ کے، مریدین پیر کے رعایا ہوئے۔ یونہی جو مال زوجہ یا اولاد یا نوکر کی سپردگی میں ہو اس کی نگہداشت ان پر واجب ہے۔ جس کے ماتحت کوئی نہ ہو وہ اپنے اعضاء و جوارح، افعال و اقوال، اپنے اوقات اپنے امور کا نگہبان ہے۔ ان سب کے بارے میں وہ جواب دہ ہوگا۔ (نزہۃ القاری ۰۵۳۰، ۱۲)

افسوس کہ آج ہمارے دلوں سے علم دین کی قدرومنزلت ختم ہوتی جارہی ہے، ہمارے معاشرے کی اکثریت نہ تو خود علم دین سیکھنے کی طرف راغب ہوتی ہے اور نہ ہی اپنی اولاد کو علم دین سکھاتی ہے۔اپنے بچوں کے روشن مستقبل کیلئے خوب دنیوی علوم وفنون توسکھائے جاتے ہیں مگر دینی تعلیم دلوا کر اپنی اور اپنے بچوں کی آخرت بہتر بنانے کی طرف توجہ نہیں کی جاتی ہے، حالانکہ ہمارے اسلاف بچپن ہی سے اپنی اولاد کو علم دین سکھاتے یہاں تک کہ بڑے بڑے بادشاہوں نے بھی اپنی اولاد کو علم دین کے زیور سے آراستہ کیا کیونکہ وہ خود علم وعلما کے قدردان ہوا کرتے تھے، جیسا کہ خلیفہ ہارون رشید بہت نیک اور علم کی قدرو منزلت جاننے والے بادشاہ تھے ایک بار (اپنے بیٹے مامون رشید کی تعلیم کے لئے حضرت امام کسائی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے عرض کی تو آپ نے فرمایا: میں یہاں پڑھانے نہ آؤں گا، شہزادۂ میرے ہی مکان پر آجایا کرے، ہارون رشید نے عرض کی: وہ وہیں حاضر ہوجایا کرے گا مگر اس کا سبق پہلے ہوجائے، فرمایا: یہ بھی نہ ہوگا بلکہ جو پہلے آئے گا، اس کا سبق پہلے ہوگا، غرض مامون رشید نے پڑھنا شروع کیا، اتفاقاً ایک روز خلیفہ ہارون رشید کا گزرہوا، دیکھا کہ امام کسائی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) اپنے پاؤں دھورہے ہیں اور ان کا بیٹا مامون رشید پانی ڈالتا ہے، بادشاہ غضب ناک ہو کر گھوڑے سے اترا اور مامون رشید کو مار کر کہا: بے ادب! خدا نے دو ہاتھ کس لئے دیئے ہیں؟ ایک ہاتھ سے پانی ڈال اور دوسرے ہاتھ سے ان کا پاؤں دھو۔

ذرا سوچئے! آخر کیا وجہ تھی جو ہارون رشید جیسے عظیم بادشاہ نے اپنے بیٹے کو حضرت امام کسائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں علم دین سیکھنے کیلئے بھیج دیا اور خود بھی علمائے کرام کی اس قدر تعظیم بجالارہے ہیں؟ یقیناً اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ علما کے مقام و مرتبے اور معاشرے میں ان کی ضرورت واہمیت کو اچھی طرح سمجھتے تھے اور اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ اس لہلہاتے گلشن اسلام کو آباد رکھنے میں ان نفوس قدسیہ کا کتنا اہم کردار ہے، اسی طرح امیر المومنین حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت کا نہایت عمدہ انتظام کیا اور جلیل القدر محدث حضرت سیدنا صالح بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ جو خود آپ کے بھی استاد تھے انہیں اپنی اولاد کا استاد مقرر فرمایا۔

(التحفۃ اللطیفۃ فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ، ۲۳۳/۱)

شیخ الاسلام حضرت سیدنا امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والد محترم کے بارے میں منقول ہے کہ وہ خود تو تعلیم یافتہ نہ تھے لیکن علم دین کی اہمیت کا احساس رکھنے والے تھے، ان کی دلی خواہش تھی کہ ان کے دونوں صاحبزادے محمد غزالی اور احمد غزالی زیور علم شریعت وطریقت سے آراستہ ہوں، اسی مقصد کے تحت انہوں نے اپنے صاحبزادوں کی تعلیم وتربیت کیلئے کچھ اثاثہ بھی جمع کر رکھا تھا جو ان دونوں سعادت مند بیٹوں کے حصول علم میں بہت کام آیا۔

(اتحاف السادۃ المتقین، مقدمۃ الکتاب، ج۱، ص۹ ملخصاً)

اسی طرح حضور غوث پاک سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ بچپن میں ہی اپنی والدہ محترمہ کی اجازت سے علم دین کے حصول کے لیے بغداد پہنچے تھے۔ (بہجۃ الاسرار)

اعلی حضرت، امام اہلسنت، امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ و الرضوان نے بھی بچپن ہی سے علم دین سیکھتے رہے یہاں تک کہ ساڑھے چار سال کی قلیل سی عمر میں ناظرۂ قرآن مجید مکمل فرمایا اور صرف تیرہ (13) سال دس ماہ چار دن کی عمر میں تمام مروجہ علوم اپنے والد ماجد حضرت علامہ نقی علی خان علیہ الرحمۃ والرضوان سے حاصل کر کے سند فراغت حاصل کرلی۔

(فیضان اعلیٰ حضرت، ص۸۵۰۹۱)

اسی طرح حضرت سیدنا قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ بچپن میں آپ کے سر سے والد کا سایہ اٹھ گیا، والدہ نے گھر چلانے کے لیے انہیں ایک دھوبی کے پاس بٹھا دیا، ایک بار یہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی مجلس میں جا پہنچے، وہاں کی باتیں انہیں اس قدر پسند آئیں کہ دھوبی کو چھوڑ کر یہ امام اعظم علیہ الرحمۃ کے پاس بیٹھنے لگے، جب معاملہ آگے بڑھا تو ایک دفعہ ان کی بقیہ ص ۱۰/ پر

از: ...

از: ایک بندۂ خدا

گناہوں پر ندامت اور اس کی فضیلت و برکت

اسلامیات

گناہوں سے توبہ واستغفار کی بڑی فضیلتیں وارد ہیں، اس لئے ہر مسلمان کو اپنے جانے انجانے گناہوں سے ہمیشہ توبہ واستغفار کرتے رہنا چاہئے ، سچی توبہ بندے کو اللہ ورسول کی خوشنودی کے حصول کا ذریعہ ہے، سچی توبہ کر کے بندہ اپنے رب کو راضی کرلیتا ہے، پھر تو اس پر اللہ اور اس کے رسول کی رحمتوں کا نزول شروع ہوجاتا ہے، حدیث پاک میں آیا ہے:

''اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ۔ ندامت توبہ ہے۔''

(سنن ابن ماجہ، الحدیث ۴۲۵۲، ج ۴، ص ۴۹۲)

''اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ۔ یعنی گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس سے گناہ ہوا ہی نہیں۔'' (ایضاً، ص۴۹۱)

شرابی نوجوان کی توبہ

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار مدینہ منورہ کی ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ ایک نوجوان سامنے آیا، اس نے کپڑوں کے نیچے ایک بوتل چھپا رکھی تھی، حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: اے نوجوان! یہ کپڑوں کے نیچے کیا اٹھا رکھا ہے؟ اس بوتل میں شراب تھی، نوجوان نے اسے شراب کہنے میں شرمندگی محسوس کی، اس نے دل میں دعا کی: یا اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ! مجھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے شرمندہ اور رسوا نہ فرمانا، ان کے ہاں میری پردہ پوشی فرمانا، میں کبھی شراب نہیں پیوں گا، اس کے بعد نوجوان نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! میں سرکہ (کی بوتل) اٹھائے ہوئے ہوں، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھے دکھاؤ! جب اس نے وہ بوتل آپ کے سامنے کی اور حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے دیکھا تو وہ سرکہ تھا۔ (مکاشفۃ القلوب، ص ۲۷-۲۸)

بے ہوش ہونے والے شرابی کی توبہ

حضرت سری سقطی علیہ الرحمہ نے ایک شرابی کو دیکھا جو مدہوش زمین پر گرا ہوا تھا اور اپنے شراب آلودہ منہ سے اللہ اللہ کہہ رہا تھا، آپ نے وہیں بیٹھ کر اس کا منہ پانی سے دھویا اور فرمایا: اس بے خبر کو کیا خبر؟ کہ ناپاک منہ سے کس پاک ذات کا نام لے رہا ہے، منہ دھو کر آپ چلے گئے، جب شرابی کو ہوش آیا تو لوگوں نے اسے بتایا کہ تمہاری بے ہوشی کے عالم میں حضرت سری علیہ الرحمہ یہاں آئے تھے اور تمہارا منہ دھو کر گئے ہیں، شرابی یہ سن کر بڑا پشیمان و نادم ہوا اور رونے لگا اور نفس کو مخاطب کر کے بولا: بے شرم! اب تو سری علیہ الرحمہ بھی تجھے اس حال میں دیکھ گئے ہیں، خدا عزوجل سے ڈر اور آئندہ کے لیے توبہ کر۔

رات کو حضرت سری علیہ الرحمہ نے خواب میں کسی کہنے والے کو یہ کہتے سنا: اے سری! تم نے شرابی کا ہماری خاطر منہ دھویا ہم نے تمہاری خاطر اس کا دل دھو دیا، حضرت سری علیہ الرحمہ تہجد کے وقت مسجد میں گئے تو اسی شرابی کو تہجد پڑھتے ہوئے پایا، آپ نے اس سے پوچھا: تم میں یہ انقلاب کیسے آ گیا؟ تو وہ بولا: آپ مجھ سے کیوں پوچھتے ہیں جب کہ اللہ نے آپ کو بتا دیا ہے۔

ایک عاشق کی توبہ

حضرت سیدنا ابوحفص حداد علیہ الرحمہ ابتدا میں ایک لونڈی پر عاشق ہو کر اپنے صبر و قرار کو کھو بیٹھے، کسی نے آپ کو بتایا کہ فلاں علاقے میں ایک یہودی رہتا ہے، وہ بہترین جادو جانتا ہے، وہ یقیناً تم کو تمہاری محبوبہ سے ملا دے گا، آپ فوراً اس یہودی کے پاس پہنچے اور اس سے اپنا تمام حال بیان کیا، اس یہودی نے کہا کہ تمہارا کام ہوجائے گا لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ تم چالیس دن تک کسی بھی قسم کا

نیک عمل نہیں کروگے، پہلے اس پر عمل کرو پھر میرے پاس آنا۔
آپ نے اس شرط کو قبول کرلیا اور چالیس دن حسبِ شرط گزارنے کے بعد آپ اس کے پاس پہنچ گئے، اس نے جادو کرنا شروع کیا، لیکن اس کا کوئی اثر مرتب نہ ہوا، کئی مرتبہ کوشش کرنے کے بعد اس نے کہا کہ ہو نہ ہو، تم نے ان چالیس دنوں میں کوئی نہ کوئی نیکی ضرور کی ہے، ورنہ میرا جادو کبھی ناکام نہ جاتا، آپ نے فرمایا: ویسے تو مجھے کوئی قابل ذکر چیز یاد نہیں، ہاں ایک دن راستے میں پڑے ہوئے پتھر کو اس خیال سے ایک طرف کر دیا تھا کہ کوئی مسلمان بھائی اس سے ٹکرا کر زخمی نہ ہو جائے، یہ سن کر اس جادوگر نے کہا کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آپ اس پروردگار کی عبادت کو چھوڑ بیٹھے ہیں کہ جس نے آپ کے ایک معمولی سے عمل کو وہ شرف قبولیت بخشا کہ میرا جادو مکمل طور پر ناکام ہو گیا؟ اس بات سے آپ کے دل میں ایک آگ سی لگ گئی، فوراً توبہ کی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو کر کچھ ہی عرصہ میں درجہ ولایت پر فائز ہو گئے۔ (تذکرۃ الاولیاء، ج ا/ص ۲۷۶)

بنی اسرائیل کے نوجوان کی توبہ

بنی اسرائیل میں ایک جوان تھا جس نے بیس سال تک اللہ عزوجل کی عبادت کی، پھر بیس سال تک نافرمانی کی، پھر آئینہ دیکھا تو داڑھی میں بال سفید تھے، وہ غم زدہ ہو گیا اور کہنے لگا: اے میرے خدا! میں نے بیس سال تک تیری عبادت کی اور بیس سال تک تیری نافرمانی کی اگر میں تیری طرف آؤں تو کیا میری توبہ قبول ہوگی؟ اس نے کسی کہنے والے کی آواز سنی: تم نے ہم سے محبت کی ہم نے تم سے محبت کی، پھر تو نے ہمیں چھوڑ دیا اور ہم نے بھی تجھے چھوڑ دیا تو نے ہماری نافرمانی کی اور ہم نے تجھے مہلت دی اور اگر تُو توبہ کر کے ہماری طرف آئے گا تو ہم تیری توبہ قبول کریں گے۔ (مکاشفۃ القلوب، ص ۶۲)

لہو ولعب میں مشغول نوجوان کی توبہ

حضرتِ سیدنا شاہ شجاع کرمانی علیہ الرحمہ کے یہاں لڑکا تولد ہوا تو اس کے سینہ پر سبز حروف میں اللہ جل شانہ تحریر تھا لیکن جب شعوری عمر کو پہنچا تو لہو ولعب میں مشغول رہ کر بربط پر گانا گایا کرتا تھا، ایک مرتبہ رات کے وقت جب وہ ایک محلہ سے گاتا ہوا گزرا تو ایک نئی دلہن جو اپنے شوہر کے پاس سوئی ہوئی تھی مضطربانہ طور پر اٹھ کر باہر جھانکنے لگی، اسی دوران جب شوہر کی آنکھ کھلی تو بیوی کو اپنے پاس نہ پاکر اٹھا اور بیوی کے پاس پہنچ کر اس لڑکے سے مخاطب ہو کر کہا کہ ابھی تیری توبہ کا وقت نہیں آیا؟ یہ سن کر لڑکے نے تاثر آمیز انداز میں کہا کہ یقیناً آچکا ہے اور یہ کہہ کر بربط توڑ دیا اور اسی دن سے ذکر الٰہی میں مشغول ہو گیا اور اس درجہ کمال تک پہنچا کہ اس کے والد فرمایا کرتے کہ جو مقام مجھے چالیس سال میں نہ حاصل ہو سکا وہ صاحبزادے کو چالیس دن میں مل گیا۔ (تذکرۃ الاولیاء، ج ا/ص ۲۷۸)

کفن چور کی توبہ

حضرتِ سیدنا حاتم اصم علیہ الرحمہ نے بلخ میں دوران وعظ فرمایا کہ اے خدا عزوجل! اس مجلس میں جو سب سے زیادہ گنہگار ہو اس کی مغفرت فرما دے، اتفاق سے وہاں ایک کفن چور بھی موجود تھا، جب رات کو اس نے کفن چوری کرنے کے لیے ایک قبر کو کھولا تو ندا آئی کہ آج ہی تو حاتم علیہ الرحمہ کے صدقہ میں تیری مغفرت ہوئی تھی اور آج ہی تو پھر ارتکاب معصیت کے لیے آپہنچا، یہ ندا سن کر وہ ہمیشہ کے لیے تائب ہو گیا۔ (ایضاً ص ۲۲۲)

رقص وسرور میں مصروف لوگوں کی توبہ

حضرتِ سیدنا معروف کرخی علیہ الرحمہ کچھ لوگوں کے ہمراہ جارہے تھے کہ راستہ میں ایک مجمع رقص وسرور اور مے نوشی میں مصروف تھا، جب آپ کے ہمراہیوں نے ان کے حق میں بددعا کرنے کی درخواست کی تو فرمایا: اے اللہ عزوجل! جس طرح تو نے آج انہیں بہتر عیش دے رکھا ہے آئندہ اس سے بھی بہتر عیش ان کو عطا فرماتے رہنا، اس کے ساتھ ہی وہ مجمع شراب ورباب کو پھینک کر آپ کے سامنے آیا اور بیعت حاصل کر کے برے افعال سے تائب ہو گیا، اس کے بعد آپ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جو شرنی سے مرسکتا ہو اس کو زہر دینے سے کیا حاصل؟ (تذکرۃ الاولیاء، ج ا/ص ۲۴۲)

توبہ کی یہ قبولیت نفسانی خواہشات کے پیروی کرنے والوں

کو پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ توبہ کرنے والا نوجوان اللہ عزوجل کا محبوب ہے اور ادھیڑ عمری میں گناہ کرنے والوں کو جھنجھوڑ رہی ہے کہ اللہ عزوجل ان کی توبہ قبول فرمالے گا اور اظہارِ ندامت کرنے والے بوڑھوں کو آواز دے رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی محبت میں ٹوٹنے والے دلوں کے قریب ہے۔ (بحر الدموع ۳۰)

◆◆◆

ص ۱۸ / کا بقیہ ....

عرض...۸: زید نے کہا کہ سیدی تاج الشریعہ نے فرمایا ہے کہ ابن کثیر نے ابن تیمیہ کے گمراہ کن عقائد کی پردہ پوشی کی ہے اگر واقعی میں منسوب شدہ قول درست ہے تو پھر سیدی وضاحت فرما دیں کہ ابن کثیر نے ابن تیمیہ کی کن گمراہیوں کی پردہ پوشی کی ہے؟

ارشاد...: اس مختصر نشست میں اس کا موقع نہیں ہے اور البدایہ والنہایہ، ابن کثیر کی مشہور کتاب ہے اس کا میں نے حوالہ دیا جو صاحب عربی سے واقف ہیں البدایہ والنہایہ میں اس کے اقوال اور ابن تیمیہ کے بارے میں اس نے کیا کیا لکھا ہے وہاں جا کر دیکھیں۔

عرض... ۹: ڈاکٹر طاہر کو عوام ان کے عیسائیوں کے ساتھ عیسائی تہوار منانے اور دیگر گمراہیوں کی بناء پر ڈاکٹر پادری کہتی ہے تو کچھ حضرات اعتراض کرتے ہیں کہ پادری کہنا چونکہ کفار سے تشبیہ دینا ہے لہٰذا ایسا کہنا تکفیر کے زمرے میں آتا ہے؟ تفصیلی جواب عنایت فرمائیں کہ ڈاکٹر طاہر کو ڈاکٹر پادری کہنا اس کی تکفیر ہے یا نہیں اور کیا علما نے ڈاکٹر طاہر کی تکفیر کی ہے یا صرف گمراہی کا فتویٰ ہے؟

ارشاد...: ڈاکٹر طاہر القادری نے فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے کتاب لکھی اور اس میں اس نے کئی جگہ صاف صاف یہ لکھا کہ بریلویت اور دیوبندیت، شیعت وغیرہ میں کوئی فرق نہیں ہے اور یہ صرف تعبیری اختلاف ہے، تشریحی اختلاف ہے یعنی اس کے نزدیک دیوبندی جن کی بدمذہبی حد کفر تک پہنچ چکی اور رافضی جن کی بدمذہبی حد کفر تک پہنچ چکی اور عوام وخواص سب اُن کے کفر سے واقف ہیں وہ ان کو مسلمان سمجھتا ہے اور سنی صحیح العقیدہ جن کو عوام کی اصطلاح میں بریلوی کہا جاتا ہے اُن سے ملاتا ہے یہ اس کا کھلا کفر ہے اس کے علاوہ دید وشنید وغیرہ میں دیوبندیوں وغیرہم کے پیچھے وہ نماز کو جائز کہتا ہے بلکہ اپنا عمل بتاتا ہے کہ جب موقع ملتا ہے وہ پڑھ بھی لیتا ہے اس کے علاوہ اب عوام اور خواص انٹر نیٹ پر اور ویڈیو پر جو اس کے کلمات اور اس کی حرکات اور اقوال وافعال جن سے اس کی کفر نوازی، یہودیت نوازی اور عیسائیت نوازی اس سے خوب واقف ہیں اسی بنا پر اس کو پادری کہتے ہیں اور جو لوگ اس کے اقوال کفریہ اور ان حرکات شنعیہ کی وجہ سے اس کی وہ تکفیر کرتے ہیں اس میں وہ حق بجانب ہیں۔ ◆◆◆

ص ۲۱ / کا بقیہ ....

ہیں اور قیامت تک کراتے رہیں گے۔

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم صرف کربلا کی دردناک داستان کو بطور رسم یاد کر کے، غم کا اظہار کر کے، جلسے اور جلوس کا انعقاد کر کے، اور محض جذباتی نعرے لگا کر خاموش نہ بیٹھ جائیں بلکہ ہر مسلمان کے لئے انتہائی ضروری اور لازمی ہے کہ وہ شہیدان کربلا کی شہادت کے مقاصد کو اچھی طرح سمجھے اور ان پر ہمیشہ نظر رکھے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر شہیدان کربلا کی سیرت وسوانح کا اور کربلا کے پس منظر کا مکمل طور پر مکمل دیانت داری سے مطالعہ کرے، پیغام کربلا کو اچھی طرح سمجھے، امام عالی مقام کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرے، اپنے بچوں کو حسینی کردار کا حامل بنائے، فلسفہ شہادت پر غور وفکر کرے، اللہ ورسول، انبیائے کرام، صحابہ کرام، اہلبیت، اولیائے کرام، علمائے حق اور دین اسلام کی محبت سے سرشار ہو جائے، اپنے اور اپنی اولاد کے اندر جذبہ حصولِ شہادت پیدا کرے، تمام مسلمان اور عاشقان سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے عمل وکردار سے یہ ثابت کر دیں کہ ہم سب حسینی کردار کے سچے حاملین ہیں تا کہ ہم سب اللہ تعالیٰ اور پیارے مصطفیٰ ﷺ کو راضی کر کے خود بھی جنت کے مستحق بن سکیں اور دوسروں کو بھی بنا سکیں۔

شاہ است حسین، بادشاہ است حسین
دیں است حسین دین پناہ است حسین

سر داد، نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

اڑتیسویں قسط

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

ملفوظات تاج الشریعہ

ملفوظات

صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات وفرمودات کو ''ملفوظات'' کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر دور میں صالحین اور اولیائے کاملین کے ارشادات وفرمودات قلم بند کرنے یا انھیں محفوظ کرنے کی روایت رہی ہے تا کہ آنے والی نسلیں ان سے رشد و ہدایت کی روشنی حاصل کرسکیں، صوفیائے کرام کے ارشادات وفرمودات اگرچہ سادہ ہوتے ہیں مگر وہ ایسے مؤثر اور معنی خیز ہوتے ہیں کہ ان کا ایک ایک جملہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، ان کا ایک ہی جملہ کسی بھی قوم کی تقدیر بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھا ہے، کسی شاعر نے ان کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

حضور تاج الشریعہ نے سوال وجواب کا یہ سلسلہ جنوری ۲۰۰۵ء میں شروع کیا جو مسلسل ۲۰۱۶ء تک جاری رہا، یعنی پورے ۱۲/ سالوں تک یہ زرّیں سلسلہ جاری وساری رہا، اس دوران آپ نے کم وبیش ۷۰۰۰ رہزار سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے جو یقیناً ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں، ''ملفوظات تاج الشریعہ'' صرف مئی ۲۰۱۰ء سے اکتوبر ۲۰۱۰ء تک کے سوالات وجوابات پر مشتمل ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے گیارہ سالوں کے جواہر پارے ریکارڈنگ کی شکل میں ابھی باقی اور محفوظ ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ بھی کتابی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ کی میز پر ہوں گے، راقم الحروف ارباب علم ودانش سے التماس کرتا ہے کہ ''ملفوظات تاج الشریعہ'' میں اگر کوئی شرعی خامی یا غلطی نظر آئے تو اسے ناقل ومرتب کی غلطی تصور کرتے ہوئے ادارے کو مطلع فرمائیں تا کہ اس کی اصلاح کی جاسکے، راقم اس کی اڑتیسویں قسط قارئین سنی دنیا کی نذر کررہا ہے۔

احقر محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی

گزشتہ سے پیوستہ

۴/ اکتوبر ۲۰۱۰ء، پورٹ لوئس، ماریشس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض... ۲۶۱: شوال المکرم حضرت مولانا فضل الرحمن قادری ابن شیخ ضیاء الدین مدنی علیہما الرحمۃ کا یوم وصال ہے حضرت ان کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں۔

ارشاد...: حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب قادری رضوی مدنی ضیائی علیہ الرحمۃ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کے مرید باصفا اور ان کے خلفا میں سے تھے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ نے حرم مکی میں مقام حطیم میں آپ کو خلافت سے نوازا اور غالباً وہیں آپ کو مرید فرمایا اور آپ مسلک اعلیٰ حضرت کے مدینہ منورہ میں نقیب تھے اور آپ کا دولت خانہ علمائے اہل سنت وجماعت کے لئے گوشے گوشے سے علمائے اہل سنت مکے اور مدینے کے اور شام وغیرہ بلاد عربیہ کے علمائے اہل سنت اور پاکستان اور ہندوستان کے سنی علما اور عوام سب کے لئے آپ کا دولت خانہ مرجع خاص و عام تھا اور حضرت شیخ محمد ابن علوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت علی مراد شامی ضیائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دیگر علما عرب جو مدینہ منورہ میں مجاور تھے رہتے تھے ان کی بڑی قدر ومنزلت کرتے تھے اور ان کی دعوت پر وہ تشریف لاتے تھے اور انہوں نے مسلک اعلیٰ حضرت پر سختی سے استقامت اختیار کی اور اس سلسلے میں ان کو

وہاں کے مقامی وہابیہ کی طرف سے ایذا کا سامنا بھی ہوا اور آپ پر آزمائش بھی گزری جو لوگوں کو معلوم ہے اور آپ بڑے مہمان نواز تھے اور خاندانِ رضویت کے بڑے محب تھے اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے۔

عرض... ۲: جنبی اگر اچھا خواب دیکھے تو کیا یہ امید کر سکتا ہے کہ ان شاء اللہ اس کی تعبیر بھی اچھی ہوگی۔

ارشاد...: کیوں نہیں۔

عرض... ۳: ایک صاحب کہتے ہیں کہ میں الوظیفۃ الکریمہ پابندی سے پڑھتا ہوں لیکن مجھے لگ رہا ہے کہ مجھ پر نظر لگ گئی ہے کیا اس بات کو اعتقاد میں کمزوری سمجھا جائے یا پڑھنے میں غلطی ہوئی ہو یا وظائف پڑھنے والے کو بھی نظر لگ سکتی ہے؟

ارشاد... : نظر ہو سکتی ہے اور نظر برحق ہے یہ اعتقاد کی کمزوری نہیں ہے اور دعا کی جاتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ الوظیفۃ الکریمہ کا فائدہ پہنچائے اور اس میں جو کمی اُس کے پڑھنے میں رہ گئی ہو اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے پرہیز کے ساتھ اور اتباع شرع کے ساتھ فرائض و واجبات کی نگہداشت کے ساتھ آپ ان وظائف کو پڑھیں اور اس کا کماحقہٗ آپ کو فائدہ پہنچے۔

عرض... ۴: کسی شخص نے فرض، سنت، نفل وغیرہ میں نماز کے قعدہ میں درود ابراہیمی کے بعد بھول سے دعائے مسنونہ نہیں پڑھی اور سلام پھیر دیا اب اس کی نماز کا کیا حکم ہے۔

ارشاد...: نماز ہوگئی۔

عرض... ۵: ایک امام اپنی داڑھی کالے رنگ سے رنگتا ہے کیا اس کی امامت میں نماز جائز ہے؟ جمعہ کی نماز کا کیا حکم ہے اگر صرف وہ ہی ایک سنی امام میسر ہو؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: کالا خضاب لگانا ناجائز وحرام ہے اور جو امام کالا خضاب لگاتا ہے اور داڑھی میں کالے خضاب کا استعمال کرتا ہے وہ فاسق معلن ہے اس کی امامت مکروہ ہے اور اس کی اقتدا مکروہ ہے اس کو امام بنانا ممنوع ہے اور اگر جمعہ میں کوئی دوسرا امام میسر نہیں ہے تو اس وجہ سے کہ جمعہ ایک فرض عدم ہے جمعہ نہیں چھوڑا جائے گا اس کی اقتدا میں حرج نہیں حدیث میں آیا:

''صلوا خلف کل بر و فاجر۔ ہر اطاعت گزار اور ہر نیک اور فاسق کے پیچھے نماز پڑھو۔'' (سنن الدارقطنی، ۲/ ۴۰۴)

اس کا ایک محمل یہی ہے کہ اگر کوئی لائق امامت جامع شرائط جمعہ میں نہ ملے تو اس کے پیچھے نما پڑھ لے۔

عرض... ۶: بہت سے اولیا اور علما کے نام کے ساتھ امام لکھا ہوتا ہے جیسے امام جلال الدین سیوطی، امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ! اس سے کیا مراد ہے، کیا موجودہ دور کے علما و اولیا کے ناموں کے ساتھ امام لکھا جا سکتا ہے۔

ارشاد...: امام کے معنیٰ یہ ہیں کہ جو شریعت کا اور طریقت کا بڑا عالم اور متبع سنت عالم باعمل ہو اور لوگوں کے لئے مقتدا اور پیشوا ہو اس کے افعال اور اقوال اور اس کی رفتار و گفتار لوگوں کے لئے لائق اقتدا ہو اسی معنیٰ پر بزرگانِ دین کو امام کہا جاتا ہے اور موجودہ دور میں اگر کوئی شخص ان شرائط پر پورا ہے تو اس کو بھی امام کہا جا سکتا ہے۔

عرض... ۷: اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ہمارے سلسلے کے دیگر علما کا ابن کثیر کے بارے میں کیا قول ہے؟ کیا ہم اسے سنی مانتے ہیں اور کیا اس کے کسی قول کو اپنے عقیدے کو ثابت کرنے کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے؟

ارشاد...: اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ابن کثیر کے سلسلے میں کیا قول ہے مجھے اس وقت مستحضر نہیں البتہ ابن تیمیہ کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی رضی اللہ تبارک و تعالیٰ عنہ نے **المعتمد المستند** اور دوسری کتابوں میں یہ افادہ فرمایا ہے کہ وہ گمراہ تھا اور اس کے بارے میں علما کے چند گروہ ہیں بعض لوگوں نے اس کو کافر کہا اور حضرت علامہ امام ابن حجر الہیتمی مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام الجوہر المنظم میں اور فتاویٰ حدیثیہ میں کچھ اس طرف جاتا ہے جس سے اس کی تکفیر جھلکتی ہے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ تحقیق فرمائی کہ وہ گمراہ ہے اور کافر نہیں اور ابن کثیر بھی اسی کی روش پر ہے اور وہ ابن تیمیہ کا شاگرد ہے البدایہ والنہایہ میں بہت جگہ پر اس نے ابن تیمیہ کی حمایت میں اور اس کی تعریف بے جا میں اوراق سیاہ کئے۔

بقیہ ص ۱۶/ پر

از: خلیل احمد فیضانی*

مظلوم شہزادے کی شہادت

تاریخ عالم کا ورق ورق ہمارے لئے عبرتوں کا مرقع ہے، بالخصوص تاریخ کے بعض واقعات تو انسان کے ہر شعبہ زندگی کے لئے ایسے عبرت ناک ونصیحت آموز ہیں کہ جن سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی انہیں کبھی بھلایا جاسکتا، انہیں واقعات میں سے ایک واقعہ میدانِ کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کا بھی ہے، کہا جاتا ہے کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو وجود بخشا ہے اس وقت سے لے کر آج تک اور شاید قیامت کی صبح تک کوئی ایسا واقعہ رُونما نہ ہو کہ جس پر خود تاریخ کو بھی رونا آ گیا ہو، لیکن امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ ایسا دردناک اور اندوہ ناک واقعہ ہے کہ جس پر ظالم انسانوں کی سنگ دل تاریخ بھی ہچکیاں لے لے کر روتی رہی ہے، اس میں ایک طرف ظلم وستم، بے وفائی و بے اعتنائی اور محسن کشی ونسل کشی کے ایسے الم ناک اور درد انگیز واقعات ہیں کہ جن کا تصور کرنا بھی آج کل ہم جیسے لوگوں کے لئے ناممکن ہے اور دوسری طرف اہل بیت اطہار، رسول پاک کے چشم و چراغ اور اُن کے ستر، بہتر متعلقین کی ایک چھوٹی سی جماعت کا باطل کے مقابلہ کے لئے ثابت قدمی اور جان نثاری، یہ ایسے محیر العقول واقعات ہیں کہ جن کی نظیر تمام عالم انسانیت کی تاریخ میں ملنا بہت ہی مشکل ہے۔

آپ کی مظلومانہ شہادت

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کے شدید اصرار پر جب رخت سفر باندھنے کا ارادہ فرمایا حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت عبد اللہ بن عباس اور آپ کے بھائی محمد بن حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خیر خواہانہ طور پر آپ کو کوفہ جانے سے روکا، مگر چونکہ آپ سفر کا عزم مصمم کر چکے تھے اس لیے یہ مشورہ قبول نہ کیا اور سفر پر روانہ ہو گئے، دوران سفر آپ نے اپنے چچازاد برادر مسلم بن عقیل کو قاصد بنا کر کوفہ کی طرف بھیجا تا کہ وہاں کے حالات سے آگہی حاصل کریں اور ہمیں مطلع کریں کہ اگر حالات درست ہوں تو ہم یہ سفر اختیار کریں۔ جب مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ پہنچے تو بارہ ہزار کوفیوں نے آپ کا شاندار استقبال کیا اور آپ کے دست حق پر بیعت کی۔ ان حالات کے پیش نظر آپ نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع دی کہ حالات سازگار ہیں آپ تشریف لے آئیں۔ حضرت حسین سفر پر ہی تھے کہ آپ کو اطلاع ملی کہ عبید اللہ بن زیاد نے مسلم بن عقیل کو قتل کروادیا ہے۔ یہ خبر سن کر آپ کے رفقاے سفر نے قصاص لئے بغیر جانے سے انکار کر دیا۔

چناں چہ قافلہ روانہ ہوا۔ مقام قادسیہ سے کچھ آگے پہنچا تو حر بن یزید ایک ہزار کے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا اور اسے اس بات کا پابند کیا گیا تھا کہ حضرت حسین کو مع ان کے لشکر کے گرفتار کر کے ابن زیاد کے سامنے پیش کیا جائے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ منظر دیکھا تو اسے تنبیہ فرمائی کہ تم نے خود ہی خطوط لکھ کر ہمیں بلوایا تھا، اب دغابازی کیوں کرتے ہو؟ پھر آپ نے تمام خطوط اس کو دکھائے تو حر بن یزید نے آپ کو دھمکی آمیز لہجہ میں کہا:

"جنگ سے باز رہو! بصورت دیگر قتل کر دیئے جاؤ گے۔"

یہ سن کر آپ نے فرمایا: (میں روانہ ہوتا ہوں اور نوجوان مرد کیلئے موت کوئی ذلت نہیں ہے، جب کہ اس کی نیت حق ہو اور راہ اسلام میں جہاد کرنے والا ہو) پھر آپ نے دوسرا قاصد روانہ کیا جس کا نام قیس بن مسھر تھا، ابن زیاد نے اس کو بھی قتل کروادیا جب اس بات کی خبر آپ کو ہوئی تو آپ کی

آنکھوں سے آنسوجاری ہوگئے، بالآخر آپ بہت طویل مسافت طے کرکے 2 محرم 60ھ میں میدان کربلا میں پہنچ گئے، ادھر ابن زیاد نے عمر بن سعد کو ایک لشکر کا سپہ سالار بنا کر میدان جنگ کی طرف روانہ کردیا، جب اس کی آپ سے ملاقات ہوئی تو آمد کا مقصد پوچھا، حضرت حسین نے عمر بن سعد کے سامنے ایک پیشکش کی آپ لوگ میری طرف سے ان تین چیزوں میں سے ایک چیز کو اختیار کرلیں:

1 میں اسلام کی سرحدوں میں سے کسی سرحد کی طرف جانا چاہتا ہوں مجھے جانے دیا جائے تا کہ وہاں خود اسلام کی حفاظت کرسکوں۔

2 میں مدینہ منورہ کی طرف چلا جاؤں مجھے واپس جانے دیا جائے۔

3 مجھے موقع دیا جائے کہ میں یزید سے اس معاملہ میں بالمشافہ بات کرسکوں۔

عمر بن سعد نے اس بات کو قبول کیا اور ابن زیاد کو یہ پیش کش لکھ بھیجی جس کے نتیجہ میں ابن زیاد نے حکم بھیجا کہ میں صرف ایک بات قبول کرتا ہوں کہ حسین بن علی اپنے پورے لشکر کے ساتھ ہماری اطاعت کرلیں۔

حضرت حسین کو جب اس بات کی خبر ہوئی تو اپنے متبعین کو نہایت پر جوش انداز میں خطبہ دیا۔ تمام رفقاء نے وفاداری کا بھر پور یقین دلایا۔ رات تمام حضرات نے اپنے رب کے حضور آہ و زاری کرتے ہوئے گزاردی۔ دشمن کے مسلح فوجی ساری رات خیموں کے گرد گھومتے رہے۔ آخر دس محرم کو فجر کی نماز کے بعد حضرت حسین نے اپنے اصحاب کی صفیں قائم کیں جن کی کل تعداد 72 تھی۔ میدان کربلا میں عمر بن سعد اپنے لشکر کے ساتھ حملہ آور ہوا، اس طرح باقاعدہ لڑائی شروع ہوگئی۔ دونوں طرف سے ہلاکتیں اور شہادتیں ہوتی رہیں۔ آخر کار دغابازوں کا لشکر بظاہر حاوی ہوا۔ نتیجتاً حضرت حسین کا خیمہ جلادیا گیا۔ دشمنوں نے انتہائی سفاکی اور بے دردی سے معصوم بچوں کو بھی خون میں نہلانے سے دریغ نہ کیا۔ چشم فلک نے یہ منظر بھی دیکھا جب زرعہ بن شریک نے نواسہ رسول کے بائیں کندھے پر تلوار کا وار کیا، کمزوری سے پیچھے کی طرف ہٹے تو سنان بن ابی عمرو بن انس نخعی نے نیزہ مارا جس کی وجہ سے آپ زمین پر تشریف لے آئے، پھر آگے بڑھ کر اس نے خاتون جنت کے نور نظر کو ذبح کردیا پھر سر مبارک جو منبع انوار و برکات تھا کو تن مبارک سے جدا کردیا۔

اس خون ریز معرکہ میں حضرت حسین کے 72 ساتھی شہید اور کوفیوں کے 88 آدمی قتل ہوئے۔ ظلم بالائے ظلم یہ کہ حضرت حسین کا سر کاٹ کر ابن زیاد کے دربار میں پیش کیا گیا تو اس نے انتہائی گستاخی کرکے چھڑی کے ذریعے نواسہ رسول کے ہونٹوں کو چھیڑ کر جسد خاکی کی توہین کی اور یزید کو لکھ بھیجا کہ میں نے حسین کا سر قلم کردیا ہے۔ جنت اپنے سردار کی راہ تک رہی تھی، دسویں محرم کے ڈھلتے سورج نے انسانیت کی تاریخ کا یہ دردناک واقعہ دیکھا جس کو خون سے رنگین دھرتی نے اپنے سینے پر ہمیشہ کیلئے نقش کردیا نوجوانان جنت کے سردار اور خانہ نبوت کے چشم و چراغ نے اپنے خون سے شجر اسلام کو سیراب کرکے انمٹ داستان رقم کی جو آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ ہے۔

◆◆◆

ص ۴۴ رکا بقیہ.....................

رکھتے تھے، دنیا و اہل دنیا سے استغناء بے لوث قوم کی خدمت فرماتے۔

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان 14 / محرم الحرام 1402 / ہجری مطابق 12 / نومبر 1981 / عیسوی کو رات ایک بجکر چالیس منٹ پر اپنے کروڑوں عقیدت مندوں کو داغ مفارقت دے کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ اس المناک حادثہ کی خبر سن کر سوگواروں کے قافلے بریلی شریف کی جانب چل پڑے اور بریلی شریف میں مختلف ممالک کے سفراء اور نمائندگان حکومت جمع ہوگئے۔ بعد نماز جمعہ اسلامیہ انٹر کالج کے وسیع و عریض میدان میں لاکھوں عقیدت مندوں نے نمازِ جنازہ ادا کی۔

.... جاری

از: محمد افتخار حسین رضوی*

پیغام کربلا

اسلاف و اخلاف

دور حیات آئے گا قاتل قضا کے بعد
ہماری ابتدا ہے تمہاری انتہا کے بعد
قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

کربلا اسلامی تاریخ کا عظیم الشان، انقلاب آفریں، ایثار و قربانی اور صبر ورضا سے لبریز، حق وصداقت کے نور سے معمور، ایک ایسا باب ہے، جس کی مثال ونظیر عالم اسلام کی تاریخ ہرگز پیش نہیں کرسکتی۔

دنیا کا کوئی بھی مؤرخ اور تاریخ کا کوئی بھی طالب علم جب بھی کربلا کی نرالی اور انوکھی داستان حق وباطل کا مطالعہ کرتا ہے تو نواسہ رسول کونین صلی اللہ علیہ وسلم وجگر پارۂ علی مرتضیٰ شہید اعظم امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر شہیدان کربلا کا مجاہدانہ وسرفروشانہ کردار، جذبہ جہاد، ہمت وجرأت وشجاعت، اعلیٰ ترین صبر ورضا کا مظاہرہ، یزید پلید کے لشکر جرار بدکردار سے ٹکرانے کا حوصلہ، اسلام کی خاطر سر کٹانے کا عظیم کارنامہ دیکھ کر حیران وششدر رہ جاتا ہے۔

اہل ایمان اور اہل حق وانصاف کا اس حقیقت پر یقین کامل ہے اور رہے گا کہ کربلا کی جنگ کوئی سیاسی اور دنیا حاصل کرنے کی نہیں بلکہ یہ مکمل طور پر حق وباطل اور خیر وشر کی جنگ تھی اور حقیقت تو یہ ہے کہ حق وباطل کی جنگ صرف کربلا میں نہیں لڑی گئی بلکہ حق وباطل کا مقابلہ کائنات کی ابتداء سے ہی جاری ہے، تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی اہل باطل نے اہل حق وصداقت کو مٹانے کے لیے اپنی شیطانی قوتوں کا استعمال کیا تو حق وصداقت کے علمبرداروں نے بھی ایمانی قوتوں کے سچے جذبات کی بدولت اہل باطل کو صفحہ ہستی سے مٹادیا اور ضرورت پڑنے پر جام شہادت بھی نوش کیا۔

نواسہ رسولِ معظم ونبی محتشم، شہسوار کربلا، شہید اعظم، امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسی قافلہ حق وصداقت کے سالار اعظم ہیں، ہمارے امام عالی مقام اسلام وشریعت کی دفاع وتحفظ کے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے مامور تھے، اللہ تعالیٰ نے امام عالی مقام کو اسلام کی خاطر شہید ہونے کے لئے منتخب کرلیا تھا، اور سرزمین کربلا کو ان کے لئے صبر ورضا کا امتحان گاہ بنایا تھا جہاں آپ انتہائی مشکل امتحان میں کامیابی سے ہم کنار ہوگئے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو جنتی نوجوانوں کا سردار بنا کر عظیم الشان منصب پر فائز کیا ہے، آپ پوری امت مسلمہ کے امام برحق ہیں، آپ ہی حقیقت میں خلافت کے مستحق تھے، اسی لیے کہ آپ کا تعلق جس اعلیٰ نسل اور اعلیٰ خاندان سے ہے اور آپ ایمان وعرفان، زہد وتقویٰ، طاعت وعبادت، ہمت وشجاعت، طریقت ومعرفت، صبر ورضا، ایثار وقربانی اور اخلاق وکردار کے جن اعلیٰ وارفع مناصب پر فائز تھے انکا مقابلہ کوئی یزیدی نہیں کرسکتا تھا۔

آپ اپنے وقت میں اسلام، اسلامی تعلیمات اور اسلامی تہذیب وثقافت کے سچے پاسبان ومحافظ تھے، آپ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام کی محبت میں فنا ہوچکے تھے، اس لئے تو امام عالی مقام نے کربلا میں خود کو اور اپنے 72 ساتھیوں کو اسلام کے تحفظ کی خاطر قربان کردیا، سر کٹا دیا مگر بدکردار و بداطوار جہنمی یزید، ابن زیاد اور یزیدیوں کے سامنے سر نہ جھکایا اور شہادت کے مقدس ترین منصب پر فائز ہوکر ایک ایسا عظیم الشان اور جلیل القدر مثال قائم کیا کہ اس کی پیروی کرتے ہوئے قیامت تک اہل ایمان اور عاشقان سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دین اسلام کے تحفظ کی خاطر جان ومال کی قربانیاں پیش کرتے رہیں گے، خوش نصیب اور قسمت کے دھنی وہ اہل ایمان ہیں جو حسینی کردار کے سانچے میں ڈھل کر امام حسین رضی اللہ عنہ کا سچا عاشق اور غلام بن کر محافظین اسلام کی فہرست میں اپنا نام درج کراتے

بقیہ ص ۱۶ / پر

* مضمون نگار گورنمنٹ اسکول، ٹھاکر گنج، کشن گنج بہار کے ٹیچر ہیں۔

از: مفتی محمد مقصود عالم فرحت ضیائی *

قتل حسین اصل مرگ یزید ہے

اسلاف واخلاف

راکب دوش پیمبر، ریحانۂ مصطفیٰ بوسہ گاہ نبی، نواسۂ مختار کائنات، سبط رسول، نور چشم مشکل کشا، جگر گوشۂ خاتون جنت برادر امام حسن امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گلشن زندگی کا ایک ایک گل اتنا مشکبار و معطر ہے کہ جس کی نکہت سے مشام عالم مہک اٹھتا ہے، بارگاہ نبوت سے لے کر کربلا کے واقعات کے رونما ہونے تک کا مطالعہ کرنے سے اس بات کا ادراک ہو جاتا ہے کہ آپ کی سیادت و قیادت و امامت دنیائے اسلام پر مسلم ہے اور یہ کہنا پڑتا ہے کہ ؎

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر بلا کے بعد

ایک اہل اسلام کے لئے تو بس اتنا کافی ہے کہ محبت رسول کا نام حسین ہے، اس کے بعد مزید کسی اور دلائل و براہین کی حاجت ہی نہیں رہ جاتی ہے، کربلا کے ہولناک مناظر نے تو اس حقیقت کو اور زیادہ منور و تابناک کر دیا ہے، جس کا نظارہ کھلی آنکھوں سے کیا جا سکتا ہے کہ جب بھی محرم الحرام کا چاند لب بام آتا ہے تو ہر چہار سمت سے اسی نام مقدس کی گونج سنائی دیتی ہے، انہیں کے ذکر جمیل کا چراغاں دکھائی دیتا ہے، نعرۂ حسینی سے ہر بام و در معطر نظر آتے ہیں اور ہر فرد و بشر کی زباں پر بس یہی نغمہ رقص کناں ہوتا ہے۔ ؎

یا صرف مسلمان کے پیارے ہیں حسین
چرخ نوع بشر کے تارے ہیں حسین
انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت کے پچاس دن بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شکم مادر مہربان میں جلوہ گر ہوئے، آپ کی ولادت باسعادت روز سہ شنبہ ۵/ شعبان المعظم ۴ھ مدینہ طیبہ میں ہوئی: ولد لخمس لیال خلون من شعبان سنة اربع من الهجرة-

(معرفة الصحابة لابی نعیم الاصفهانی، باب الحاء من اسمه حسن)

(۱) عن أبي رافع، أن النبي صلى الله عليه وسلم: أذن في أذن الحسن والحسين حين ولدا - جب امام حسن وحسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی ولادت باسعادت ہوئی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کے کانوں میں اذان دی۔

(معجم کبیر طبرانی، حدیث نمبر ۳۰۱۵)

(۲) عن علي رضي الله تعالى عنه: أنه سمى ابنه الأكبر حمزة وسمى حسينا جعفرا باسم عمه، فسماهما رسول الله صلى الله عليه وسلم حسنا وحسينا - حضرت سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے اپنے بڑے شہزادے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا نام مبارک حمزہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا نام مبارک ان کے چچا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے نام پر رکھا، پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کا نام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما رکھا۔ (معجم کبیر طبرانی، حدیث نمبر ۲۷۱۳)

(۳) عن عمران بن سليمان قال: الحسن و الحسين" اسمان من أسماء أهل الجنة ما سمت العرب بهما في الجاهلية- عمران ابن سلیمان سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ حسن اور حسین یہ دونوں نام اہل جنت کے اسماء سے ہیں اور قبل اسلام عرب نے یہ دونوں نام نہیں رکھے۔ (الصواعق المحرقة، ص ۱۱۰)

(۴) عن ابن عباس أن رسول الله صلى الله عليه و

سلم عق عن الحسن و الحسین کبشا کبشا- سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرات حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے عقیقہ میں ایک ایک دنبہ ذبح فرمایا۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الضحایا، باب فی العقیقۃ، حدیث نمبر ۲۸۴۳)

(۵) لما استقر أهل الجنة قالت الجنة :یاربِ أ لیس و عدتنی أن تزینِنی بر کنین من أر کانك ؟ قال :ألم أزینك بالحسن و الحسین ؟ فماست الجنة میسا کما یمیس العروس- جب جنتی حضرات جنت میں سکونت پذیر ہوں گے تو جنت عرض گزار ہوگی پروردگار! ازراہ کرم کیا تو نے وعدہ نہیں فرمایا کہ تو، دوارکان سے مجھے آراستہ فرمائے گا؟ تو رب العزت ارشاد فرمائے گا: کیا میں نے تجھے حسن وحسین رضی اللہ عنہما سے مزین نہیں کیا؟ یہ سن کر جنت دلہن کی طرح فخر و ناز کرنے لگے گی۔ (معجم اوسط طبرانی، حدیث نمبر ۳۴۳)

(۶) حسین منی و أنامن حسین- حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔

(جامع ترمذی، ابواب المناقب، ج۲/۲۱۸ حدیث نمبر ۴۱۴۴)

(۷) فقال هذان ابنای و ابنا ابنتی اللهم إنی أحبهما فأحبهما و أحب من یحبهما- یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں اے اللہ! تو ان دونوں سے محبت فرما اور جو ان سے محبت رکھے اس کو اپنا محبوب بنا لے۔

(جامع ترمذی، باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ تعالی عنہما حدیث نمبر ۴۱۳۸)

(۸) الحسن والحسین سیدا شباب اهل الجنة- حسن اور حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔ (جامع ترمذی، ابواب المناقب باب مناقب الحسن والحسین حدیث نمبر ۴۱۳۶)

(۹) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موضع سوط فی الجنة خیر من الدنیا ومافیها- ایک کوڑا برابر جنت کی جگہ دنیا اور اس کی ساری چیزوں سے بہتر ہے۔

(بخاری شریف باب ماجاء فی صفة الجنة حدیث نمبر ۳۲۵۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے لئے سجدہ طویل کر دینا، منبر شریف سے اتر آنا، کاندھے پر سوار کرنا، رونے کی آواز سن کر تڑپ اٹھنا، دونوں شہزادوں کو چومنا اور سونگھنا دنیوی پھول قرار دینا وغیرہ وغیرہ بلندی مقام و مرتبہ اور عظمت و رفعت پر دال ہے، جب انہیں گہری نظر سے دیکھا جائے تو اس بات کا ادراک ہو جائے گا کہ کربلا کے واقعات کی جلوہ گری سے قبل ہی کربلا کی حقیقت و اصلیت اجاگر کر دی گئی ہے، جسے شعری زبان میں یوں کہا جائے تو بہتر ہوگا کہ ؂

شاہ است حسین بادشاہ ہست حسین
دین است حسین دیں پناہ ہست حسین
سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

(۱۰) إن ابنی هذا یعنی الحسین یقتل بأرض من أرض العراق یقال لها کر بلاء فمن شهد ذلك منهم فلینصره- یقیناً میرا یہ بیٹا یعنی حسین رضی اللہ عنہ عراق کے ایک علاقہ میں شہید کیا جائے گا، جسے کربلا کہا جائے گا، تو افراد امت میں سے جو اس وقت موجود ہو اسے چاہئے کہ ان کی نصرت و حمایت میں کھڑا ہو جائے۔ (کنز العمال، حدیث نمبر ۳۴۳۱۴)

کربلا کے معرکہ کی حقیقت وحیثیت اظہر من الشمس ہے درحقیقت یزیدیت کی شناخت کرانی مقصود تھی اور اس کے مد مقابل امام عالی مقام کے صبر و استقلال، دینی حمیت وغیرت، جذبۂ جاں نثاری و وفاداری اور مذہب پر استقامت کا مظاہرہ کرا کر اس کے توسط سے امت کو تعلیم دینا تھا کہ جب بھی یزیدیت سے سامنا ہو تو اسلامی اصول وضوابط اور نصب العین پر ڈٹے رہنا، امور دینیہ میں ذرہ برابر بھی کسی سے سمجھوتا نہ کرنا اور عدوان اسلام سے نبرد آزما ہو کر مذہبی غیرت وحمیت کا ثبوت دینا ہے، تاریخی پس منظر میں کربلا کے واقعات کی رونمائی کے بعد کا نظارہ کریں تو معلوم ہوگا کہ حق کی ہر اٹھنے والی آواز کو حسینیت سے تعبیر کیا جاتا رہا ہے اور کیا جاتا رہے گا جس سے متحقق وروشن ہو جاتا ہے کہ ؂

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

ص ۶ رکابقیہ.........................

کوئی قید و بند اور تمہاری آزادی پر پابندی کا نام نہیں جیسا کہ آج کل نام نہاد آزادئ نسواں کے دعویدار پروپیگنڈہ کررہے ہیں بلکہ یہ ہوس ناک مردوں کی نظروں سے تمہاری حفاظت کا ایک مضبوط حصار ہے جو تمہاری عزت وآبرو اور عفت وعصمت کی محافظت کو یقینی بناتا ہے، تم اس مضبوط حصار کے ساتھ ہر جائز کام کرتی سکتی ہو۔

اکثر لوگ اس غلط فہمی کے شکار ہیں کہ اسلام نے صرف عورتوں کے لئے پردہ کا حکم فرمایا ہے جبکہ ایسا ہرگز نہیں، اسلام نے تو عورتوں سے پہلے مردوں کو پردہ کا حکم دیا ہے، چنانچہ سورۂ نور میں جہاں ''پردہ'' کا حکم وارد ہوا ہے وہاں مردوں کو اپنی نگاہیں نیچی رکھنے اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے کا حکم پہلے دیا گیا ہے، اس کے بعد عورتوں کو پابند حجاب کیا گیا ہے، مردوں کا پردہ یہی ہے کہ وہ نامحرم عورتوں کی طرف نظر نہ کریں بلکہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

یاد رہے! اللہ رب العزت نے عورتوں کو مردوں سے زیادہ قیمتی، خوبصورت اور نازک بنایا ہے، اسی لئے ان کی حفاظت کی فکر بھی مردوں سے زیادہ ہے، کون نہیں جانتا کہ ہیرا قیمتی بھی ہے، نازک اور خوبصورت بھی، اسی لئے اسے کئی کئی حفاظتی حصار میں رکھا جاتا ہے، کبھی سنا ہے؟ کسی نے یہ آواز اٹھائی ہو کہ سونے، چاندی اور ہیرے کو کیوں اتنے میں پردے اور حصار میں رکھا جاتا ہے؟ نہیں، کیوں کہ لوگ ڈنڈوں سے اس کی خبر لے کر بھگائیں گے اور کہیں گے: کون نادان اور بیوقوف ہوگا جو ان قیمتی، نازک اور خوب صورت چیزوں کو بے پردہ اور بے حفاظت رکھے گا، تو ضرور کوئی چور اور ڈاکو معلوم ہوتا ہے، تیری نیت خراب ہے ان قیمتی چیزوں پر!

ٹھیک اسی طرح آج ''آزادئ نسواں'' کا ڈھنڈورا پیٹنے والے تمہارے ہمدرد نہیں بلکہ لٹیرے ہیں جو تمہیں بے پردہ کر کے تمہاری نازک اندامی کا فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں، تماری عزوآبرو کے ذریعہ اپنی تجارت اور بزنیس چمکانا چاہتے ہیں، تمہیں اپنے شیشے میں اتارنے کے لئے اس ''خوبصورت نعرہ'' کا استعمال کیا جاتا ہے، ورنہ تمہاری آزادی یا تمہاری قید و بند سے انھیں کوئی سروکار نہیں۔

اس لئے عورت کو عورت ہی رہنا چاہئے اور عورت رہتے ہوئے ہی اپنے تمام امور انجام دینے چاہئے، اسی میں اس کی صلاح وفلاح اور دنیا وآخرت کی کامیابی وکامرانی ہے، اللہ رب العزت اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے ہماری عورتوں کو اسلام کی سچی سمجھ عطا فرمائے اور اس کی تعلیمات پر مکمل عمل کی توفیق رفیق مرحمت فرمائے، آمین۔ ◆◆◆

ص ۵۲ رکابقیہ.........................

بلکہ جب ظلم وستم بے شمار اور احکام الٰہی پر عمل دشوار ہوجائے تو مکہ شریف سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کر جائے، اس لئے کہ عزت وشہرت، کامیابی وکامرانی آگے بڑھنے میں ہے نہ کہ ایک جگہ جامد ومنجمد ہو جانے میں۔

واضح ہو کہ مومن بھی پابند ہے مگر کس کا؟ تقدیر کا؟ نہیں! بلکہ احکام الٰہی کا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کی مثال اس اونٹ کی مانند ہے جس کی ناک میں نکیل ہو یعنی اس کا مالک جدھر چاہے اسے ادھر پھیرے اور وہ ادھر ہی پھرے۔

حاصل کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مومن ومسلمان بنایا ہے لھذا ہمیں اپنی کامیابی وکامرانی تعلیم وتعلم مسند ومنصب، جاہ وحشمت، عزت وعظمت، جو کہ مومن کا حصۂ ازلی ہے اس کے لئے کوشش کرنی چاہیے، متحرک وفعال رہنا چاہیے اس لئے کہ :

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

لہٰذا یہ چیزیں اگر گھر میں رہ کر ممکن ہوں تو گھر میں رہ کر کرے، ملک میں رہ کر ممکن ہوں تو ملک میں رہ کر، ورنہ جہاں جانا پڑے وہاں جائے حالات ومقامات کا ماتم نہ کرے اس لئے کہ مومن کے لئے سرحدیں معنیٰ نہیں رکھتیں خواہ وہ اپنے علاقے کی سرحد ہو خواہ ریاست کی خواہ ملک کی، اسی کو ڈاکٹر اقبال نے کہا ہے:

بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے

◆◆◆

از: محمد عطاء النبی حسینی مصباحی*

چشمۂ دار الافتاء بریلی شریف کا ایک گم نام مگر نامور مفتی

مفتی نواب مرزا سنی حنفی قادری بریلوی

اسلاف و اخلاف

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کون نہیں جانتا، آج عالم اسلام اس عظیم محسن کے احسان کا معترف ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات بابرکات ایسی ذات تھی کہ آپ سے کسی بھی اعتبار سے نسبت اور تعلق پیدا کرنا لوگ اپنے لیے سعادت کی معراج سمجھتے تھے، چناں چہ خاندانی تعلق ورشتہ کے علاوہ آپ سے تعلق ونسبت رکھنے والے تین طرح کے ہیں:

(۱) بیعت وارادت سے آپ سے تعلق رکھنے والے۔
(۲) حصول تعلیم وتربیت سے آپ سے تعلق رکھنے والے۔
(۳) اجازت وخلافت سے آپ سے تعلق رکھنے والے۔

یوں تو خلفائے امام اہل سنت پر کئی کتابیں آئیں اور مطالعہ سے بھی گزریں لیکن شاگردوں پر کوئی کتاب اب تک راقم کی کوتاہ نظر سے نہیں گزری، ممکن ہے کہ اس موضوع پر کتاب آئی ہو لیکن راقم کے ناقص مطالعہ میں نہ آپائی ہو، امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں میں سے ایک قابل قدر شاگرد امین الفتویٰ اوّل، مفتی رضوی دار الافتاء بریلی شریف مفتی نواب مرزا سنی حنفی قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں، آپ اپنے وقت کے نامور مفتی تو ضرور رہے لیکن آپ پر نہیں لکھا جا سکا جس کے سبب آپ اپنے عصر کے نام ور مفتی ہونے کے باوجود گمنامی کی وادی میں چلے گئے، یہی وجہ ہے کہ راقم کو اپنی کتاب "فتاویٰ علمائے ربانی در حیاتِ قادیانی" کے لیے حضرت نواب مرزا صاحب کے صرف آدھ صفحے کے حالات کی ضرورت تھی، اس کے لیے کافی معلومات حاصل کیں، رابطے کیے لیکن کامیابی صفر ہی رہی، پھر بھی کسی نہ کسی طرح آدھے صفحے کے حالات دستیاب ہوئے اور اس کے بعد ذہن بنا کہ جب حالات اس قدر کم دستیاب ہے تو کیوں نہ حضرت پر مستقل مطالعہ کیا جائے اور جو مواد دستیاب ہوں، ان مواد کی روشنی میں ایک مضمون ہی لکھ دیا جائے، اسی جذبے کے تحت مطالعہ کیا اور جو مواد دستیاب ہو سکے، ان مواد کی روشنی میں یہ مقالہ تیار کیا گیا ہے، قارئین کی نذر کیا جا رہا ہے۔

ولادت، نام اور تعلیم وفراغت

آپ کی ولادت بریلی شریف میں ہوئی، آپ کا اسم گرامی "نواب مرزا" ہے اور قلمی دنیا میں آپ اپنے نام کے ساتھ "عبید النبی، عبد النبی اور عبد الغنی" کا لاحقہ اور سابقہ لگاتے تھے، جیسا کہ ذیل میں آنے والے فتاویٰ اس پر دال ہیں، حصول علم کے لیے منظر اسلام میں بارگاہ اعلیٰ حضرت میں حاضر ہوئے اور 10/11/12 رشعبان المعظم 1326ھ مطابق 7/8/9/ ستمبر 1908ء دوشنبہ، سہ شنبہ، چہار شنبہ کو ہونے والے منظر اسلام کے دوسرے سالانہ جلسے میں امام اہل سنت نے اپنے دست حق پرست سے دستار بندی کی، اسی جلسہ میں آپ کے علاوہ آپ کے 7/ رفقائے درس کی بھی دستار بندی حضرت مولانا غلام جیلانی سجادہ نشین بانسہ شریف کے ہاتھوں ہوئی، منظر اسلام نمبر میں ہے:

"گزشتہ سال چار طلباء فارغ التحصیل ہوئے جن کی دستار بندی کا جلسہ تشریف آوری اکثر مشائخ عظام وعلمائے کرام وعمائد وروسا ذوی الاحترام حسن انتظام نہایت دھوم دھام سے سرانجام ہوا، اس سال بھی بمنہ وبکرمہ 8/ طلبا فارغ التحصیل ہوئے جن کے نام نامی درج ذیل کروں تو زائد مناسب ہوگا:

"(۱) جناب مولانا مفتی نواب مرزا صاحب سابق مفتی دار الافتاء بریلی (۲) جناب مولانا ظہیر الدین صاحب اعظم

گڑھی (۳) جناب مولانا حفیظ احمد صاحب اعظم گڑھی (۴) جناب مولانا نعمت اللہ صاحب نواکھالوی (۵) جناب مولانا صدیق احمد صاحب نواکھالوی (۶) جناب مولانا عظیم اللہ صاحب مچھلی شہری (۷) جناب مولانا احمد عالم صاحب رجہتی (۸) جناب مولانا ابراہیم صاحب بہاری۔''

ان صاحبان کی دستاربندی جناب مولانا مولوی شاہ غلام جیلانی صاحب سجادہ نشین بانسہ شریف اور جناب مولانا مفتی نواب مرزا صاحب سابق مفتی دارالافتا کی دستاربندی اعلیٰ حضرت موصوف نے اپنے دست حق پرست سے کی، تاریخہائے 10-11-12/شعبان المعظم 1326ھ مطابق 7-8-9/ستمبر 1908ء یومہائے دوشنبہ، سہ شنبہ، چہارشنبہ کو جلسہ بمقام بریلی مسجد بی بی صاحبہ میں منعقد ہوئے۔'' (منظر اسلام نمبر، ج1/ص231)

رضوی دارالافتاء بریلی شریف میں

بعد فراغت رضوی دارالافتاء بریلی شریف منسلک ہوئے اور دارالافتاء میں آپ فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دینے لگے، ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ ''حیات اعلیٰ حضرت،'' میں ''مختلف موضوعات پر خط لکھنے کی تربیت'' کے تحت لکھتے ہیں:

''تعویذات کے متعلق خط میرے یا حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب کے حوالے کیا جاتا، استفتا ہوتا تو حسبِ مراتب مولوی نواب مرزا صاحب بریلوی، مولوی سید شاہ غلام محمد صاحب بہاری، راقم الحروف جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی، مولوی حکیم سید عزیز غوث صاحب، حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب کے حوالے فرماتے، استفتا بہت پیچیدہ اور اہم ہوتا تو خود اعلیٰ حضرت ہی جواب تحریر فرماتے، فرائض کا مسئلہ زیادہ تر حضرت مولانا مولوی محمد رضا خاں صاحب عرف ننھے میاں برادرِ اصغر اعلیٰ حضرت کے حوالہ ہوتا۔''

(حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج1/ص140)

جماعت رضائے مصطفیٰ نے اس شعبۂ افتا میں ماہر مفتیانِ کرام کی تقرری کی تھی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے شاگردوں میں مفتی نواب مرزا بریلوی، مولانا مفتی سلطان احمد خان بریلوی، مفتی محمد رضا خاں بریلوی، مفتی عبد الرشید بہاری، مولانا ابرار حسین صدیقی تلہری، مولانا حشمت علی خان لکھنوی، مفتی محمد علی حامدی فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دیتے تھے۔

(تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، ص45)

بیعت وارادت

بیعت وارادت کا شرف حضور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ کے دست حق پرست پر حاصل کیا، فتویٰ نویسی اور اپنے پیر ومرشد کے بارے میں آپ خود لکھتے ہیں:

''آستانہ عالیہ رضویہ کے فتوؤں کا جواب میرے ہی متعلق ہے، میں نے پیر ومرشد حضور سیدنا اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کے زمانۂ حیات میں نے ایک مدت تک اس خدمت کو انجام دیا ہے۔'' (آسان نظام شریعت، حصہ1/ص4)

''چشمۂ دارالافتاء بریلی'' میں فتاویٰ نوابیہ کی اشاعت

آپ کے فتاویٰ ''چشمۂ دار الافتاء بریلی'' کے نام سے ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رام پور اور ماہ نامہ تحفہ حنفیہ پٹنہ میں امام اہل سنت اور حضور حجۃ الاسلام کی تصدیقات کے ساتھ شائع ہوتے تھے، جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کے شعبۂ رضوی دار الافتا کے فتاویٰ چشمۂ دار الافتا بریلی کے نام سے مستقل، ایک زمانے تک ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رام پور میں چھپتے رہے، ماہ نامہ تحفۂ حنفیہ پٹنہ میں بھی فتاویٰ شائع ہوتے تھے، ان فتاویٰ پر اکثر اعلیٰ حضرت یا حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا کی تصدیق ہوا کرتی تھی۔'' (تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، ص45)

فتاویٰ نوابیہ کے چند نمونے

چشمۂ دار الافتاء بریلی کے تحت آپ کے جو فتاویٰ شائع ہوئے، وہ سینکڑوں میں ہیں لیکن تمام دستیاب نہیں ہو سکے جو دستیاب ہوس کے ان میں سے چند فتاویٰ بطور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں تاکہ آپ کے فتاویٰ اور طرز فتاویٰ سے شناسائی حاصل

ہو سکے:

نمونہ:1 مسئلہ نمبر 267 مرسلہ حافظ غلام قادر خان صاحب ساکن قصبہ امریا ضلع پیلی بھیت

نابالغ عورت کے کفن کے لیے کتنے کپڑے دینا چاہیے؟

الجواب: وہ نابالغ عورت کہ قریب بلوغ آ گئی، اس کا حکم وہی ہے جو بالغہ کا یعنی پانچ کپڑوں میں کفن دی جائے گی:

(1) تہ بند کہ سر سے پاؤں تک ہو۔ (2) کفنی کہ پیچھے دونوں طرف گردن کی جڑ سے گھٹنے کے نیچے تک ہو۔ (3) لفافہ یعنی وہ چادر کہ اس کے قد سے سر اور پاؤں دونوں طرف اتنی زیادہ ہو جس سے لپیٹ کر باندھ سکیں۔ (4) اوڑھنی جس کا طول ڈیڑھ گز یعنی تین ہاتھ ہو کہ اس کے سر کے نیچے بچھا کر سر اور منہ پر نقاب کی طرح ڈالیں۔ (5) سینہ بند کہ پستان سے ناف بلکہ افضل یہ ہے رانوں تک ہو۔ اور جو قریب بلوغ ابھی نہ ہوئی اس کے لیے بھی بہتر یہی ہے کہ پانچ کپڑوں میں کفنائی جائے، ہاں صرف دو کپڑے بھی کافی ہیں، تہ بند اور چادر، ردالمختار میں ہے:

(قَوْلُهُ :وَالْمُرَاهِقُ كَالْبَالِغِ) الذَّكَرُ كَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى كَالْأُنْثَى ح قَالَ فِي الْبَدَائِعِ لِأَنَّ الْمُرَاهِقَ فِي حَيَاتِهِ يَخْرُجُ فِيمَا يَخْرُجُ فِيهِ الْبَالِغُ عَادَةً فَكَذَا يُكَفَّنُ فِيمَا يُكَفَّنُ فِيهِ (قَوْلُهُ وَمَنْ لَمْ يُرَاهِقْ إلَخْ) هَذَا لَوْ ذَكَرًا قَالَ الزَّيْلَعِيُّ وَأَدْنَى مَا يُكَفَّنُ بِهِ الصَّبِيُّ الصَّغِيرُ ثَوْبٌ وَاحِدٌ وَالصَّبِيَّةُ ثَوْبَانِ الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبید النبی نواب مرزا عفی عنہ بجاہ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(فتاویٰ منظر اسلام نمبر، ص 26–27)

نمونہ:2 مسئلہ نمبر 210 از علی گڑھ، مرسلہ عائشہ خاتون

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بی بی سعیدہ مالدار ہے جس کی عمر قریب ساٹھ سال کی ہے اور وہ عورت بیوہ ہے اور کوئی اس کا نہیں ہے، اپنے ملازمین اور دیگر مسلمانوں کے ہمراہ حج فرض ادا کر سکتی ہے یا نہیں، اگر ایسی حالت میں حج کرے تو کیا گناہ شرعی ہوگا اور حج فرض ادا ہوگا یا نہیں، اگر کسی سے نکاح کر لے اور وہ بعد واپسی بیت اللہ شریف سے خلع کر لے تو جائز ہوگا یا نہیں اگر ان صور مذکورہ میں سے کوئی صورت ادائے حج فرض نہ ہو سکے تو کوئی اور صورت عند الشرع پیدا کر کے تحریر فرمائیے بحوالہ کتب۔

الجواب: ملازمین و دیگر مسلمانوں کے ساتھ جانے سے گناہ ہوگا ہاں فرض ادا ہو جائے گا، مگر مع الکراہت! اس کی صورت یہی ہے کہ کسی سے نکاح کر کے اس کے ساتھ حج کرے اور اگر نکاح بعد کو باقی نہ رکھنا چاہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ اس سے بایں الفاظ کہے کہ میں نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں دیا اس شرط پر کہ جب میں سفر حج سے مثلاً اس شہر یا بمبئی میں واپس آؤں تو اسی وقت سے مجھے اختیار ہوگا کہ جب چاہوں اپنے نفس کو طلاق بائن دے کر تیرے نکاح سے باہر آ جاؤں، شوہر کہے میں نے قبول کیا، اس تقدیر پر بعد واپسی عورت کو اختیار رہوگا کہ جب چاہے اپنے آپ کو طلاق بائن دیگر نکاح سے جدا ہو جائے، مگر یہ ضرور ہے کہ ابتدا اس کی شرط عورت کی طرف سے ہو، اگر مرد نے کہا کہ میں نے تجھ سے اس شرط پر نکاح کیا اور عورت نے کہا میں نے قبول کیا تو نکاح ہو جائے گا اور شرط باطل رہے گی، والمسئلة فی الدر والفرق فی الخانية بہر حال عورت کو غیر محرم کے ساتھ جانا جائز نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"لا يحل لامرأة تومن بالله واليوم الآخر ان تسافر ميسرة يوم وليلة الا مع ذی رحم محرم يقوم عليها"۔

یعنی حلال نہیں اس عورت کو کہ ایمان رکھتی ہو اللہ اور قیامت پر کہ ایک منزل کا بھی سفر کرے مگر کر محرم کے ساتھ جو اس کی حفاظت کرے، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبید النبی نواب مرزا عفی عنہ بجاہ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(فتاویٰ منظر اسلام نمبر، ص 37–38)

نمونہ:3 مسئلہ نمبر 214 از حسین پور ضلع پیترا ڈاک خانہ کاش نگر بازار، مرسلہ نواب علی صاحب

ماقولکم رحمکم الله تعالیٰ؛ اندریں کہ ملک بنگال میں یہ رسم ہے کہ اگر کوئی شخص مرض میں مبتلا ہو تب منت و نذر

کرتے ہیں، اگر میری بیماری کو اللہ تعالیٰ صحت عطا فرمائے تو میں ایک دو سیر شیرینی مثلاً بتاشے یا جلیبی وغیرہ یا یہ منت کرتے ہیں کہ شیر برنج یعنی چاول اور دودھ اور چینی یا گڑ سے پکاتے ہیں جس کو اردو میں فیرینی کہتے ہیں اور کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے واسطے جمعہ کے مصلیوں کو بروز جمعہ کھلاؤں گا آیا یہ دونوں قسم منت میں شمار کیا جائے یا اگر منت میں شمار کیا جائے تو فقرا اور مساکین کھاسکتے ہیں یا رئیس اور مالدار بھی، بحوالہ کتب بیان فرمائیں۔

الجواب: اگر نذر ماننے والے نے یہ ارادہ کیا کہ جو غربا یا فقرا جمعہ کی نماز میں آئیں گے، ان پر تصدق کروں گا جب تو یہ شرعی نذر ہوگی اور اس کا پورا کرنا واجب ہو گیا، اور فقرا اور مساکین ہی اسے کھا سکیں گے، ہاں یہ اختیار ہوگا کہ انہیں فقرا کو دے جو جامع مسجد میں جمعہ کے لیے جائیں یا اوروں کو، نیز یہ بھی اختیار ہوگا کہ جمعہ کے دن تصدق کرے یا اور کسی دوسرے دن، ہاں جس شرط پر منت مانی ہے اس کے بعد ہونا ضرور ہے، ردالمحتار میں ہے:

’’**وَيَظْهَرُ مِنْ هَذَا أَنَّ الْمُعَلَّقَ يَتَعَيَّنُ فِيهِ الزَّمَانُ بِالنَّظَرِ إِلَى التَّعْجِيلِ، أَمَّا تَأْخِيرُهُ فَيَصِحُّ لِانْعِقَادِ السَّبَبِ قَبْلَهُ، وَكَذَا يَظْهَرُ مِنْهُ أَنَّهُ لَا يَتَعَيَّنُ فِيهِ الْمَكَانُ وَالدِّرْهَمُ وَالْفَقِيرُ**۔

اور اگر فقیر پر تصدق کی نیت نہ تھی تو یہ نذر شرعی نہ ہوئی، اس کا پورا کرنا فرض و واجب نہیں مگر ایک نیک وعدہ ہے، پورا کرنا مناسب ہے، درمختار میں ہے: (**وَلَمْ يَلْزَمْ**) **النَّاذِرَ (مَا لَيْسَ مِنْ جِنْسِهِ فَرْضٌ كَعِيَادَةِ مَرِيضٍ وَتَشْيِيعِ جِنَازَةٍ وَدُخُولِ مَسْجِدٍ)** واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبید النبی نواب مرزا عفی عنہ بجاہ المصطفیٰ ﷺ

(مصدر سابق، ص41)

نمونہ:4 مسئلہ نمبر 229/ از مظفر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین صورت مسئلہ ہذا میں کہ زید کی دو بیبیاں تھیں، زید بقضائے الٰہی فوت ہو گیا، ایک داماد عمرو اور دو بیبیاں ہندہ و زینب وارث چھوڑے، عمرو نے جو زید کا داماد ہے بعد انتقال اپنے خسر زید کے اپنی غیر حقیقی خوشدامن زینب سے نکاح کر لیا، دراں حالاں کہ زید کی بیٹی بھی بقید حیات عمرو کے نکاح میں موجود ہے آیا یہ نکاح شرعا جائز ہوا یا نہیں؟ اگر جائز ہوا تو کن کن دلائل سے اور ناجائز ہوا تو کیا برہان ہے؟ جب زینب کو خارجاً معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ محض گڑھت ہے اور شرع مطہرہ میں اس کی اصل نہیں تو وہ عمرو سے کنارہ کش ہو کر ایک مکان میں خلوت گزیں ہے، یہ بھی ارشاد ہو کہ فعل زینب کا مستحسن ہے یا غیر مستحسن اور عمرو سے دین مہر کی مستحق ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب: نکاح مذکور شرعاً جائز ہے تنویر الابصار میں ہے: **فجاز الجمع بين المرأة وبنت زوجها**۔ زینب کو اس بنا پر اپنے شوہر سے کنارہ کشی ہرگز جائز نہیں اور اسے مہر کا ضرور استحقاق ہے مگر جس مہر کے دینے کا کوئی وقت معین نہ قرار پایا ہو اس کا مطالبہ قبل طلاق یا موت نہیں کر سکتی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبید النبی نواب مرزا عفی عنہ بجاہ مصطفی ﷺ

(مصدر سابق، ص45)

نمونہ:5 مسئلہ نمبر 101/ جس زیور پر ایک سال زکوۃ نکالی گئی تو پھر اس مال پر دوبارہ زکوۃ نکالنا چاہیے یا نہیں؟ اور اگر جس مال پر زکوٰۃ دی گئی، اس کے بعد دوسرا مال یعنی زیور اور تیار ہو کر آجائے تو اس مال کو پہلے میں شامل کر کے زکوۃ نکالنا چاہیے یا نہیں یا صرف جدید مال پر؟ بینوا توجروا۔

الجواب: جب پھر ایک سال اس مال پر گزر جائے گا تو دوبارہ اس کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہوگی، درمختار میں ہے: **وسببه ملك نصاب حولي** الخ۔ اور قبل سال گزرنے کے کچھ اور مال اس نصاب کی جنس سے اس کی ملک میں آیا خواہ کسی طریقہ ملک سے ہو وہ بھی اصل نصاب میں شامل کر کے اصل پر سال گزرنا اس سب پر سال گزرنا قرار پائے گا اور نصاب پر اگر پانچواں حصہ نصاب کا زائد ہو گیا تو اس پانچویں حصہ کا چالیسواں حصہ دینا واجب ہوگا، اس سے کم معاف ہوگا اسی طرح دوسرے پانچویں

حصے تک معاف ہے، دوسرے پانچویں حصہ کے پورے ہونے پر اس کا بھی چالیسواں حصہ ادا کرنا واجب ہوگا، مثلاً سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ ہے اور اس کے اوپر جب تک 01 /تولہ زائد نہ ہوگا، وہی اصل نصاب کی زکوۃ کہ سوا دو ماشے سونا ہے، واجب ہوگا اور اتنا زائد ہونے پر اس کا چالیسواں کہ 3.5 /3 حصہ سرخ اور واجب ہوگا، اسی طریقہ سے چاندی کہ اس کا نصاب ساڑھے باون تولہ ہے اس پر جب تک ساڑھے دس تولے چاندی زائد نہ ہوگی وہی اصل نصاب کی زکوۃ 1 /تولہ 3 / ماشہ 6 /سرخ چاندی واجب ہوگی اور اتنا زائد ہونے پر 3 /ماشہ 1.5 /1 سرخ اور واجب ہوگا۔

معلوم رہے کہ سونا چاندی آپس میں ایک جنس ہیں:

قال شیخنا مجدد المائۃ حاضرہ دامۃ فیوضھم محشیا علی رد المحتار اقول :لینظر ما اذا تمانصابا وفی کل منھما عفواذا ضم العفوان قیمۃ بلغانصا بافھل یجب الضم الظاھر نعم ولیحررثم رأیت التصریح بہ فی الھندیہ والحمد للہ۔

درمختار میں ہے :وفی کل خمس بضم الخاء بحسابہ ففی کل اربعین درھما درھم وفی کل اربعۃ مثاقیل قیراطان ومابین الخمس الی الخمس ۔عفوای میں ھے المستفاد ولوبھبۃ وسط الحول یضم الی نصاب من جنسھا مالم یمنع مانع ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبید النبی نواب مرزا عفی عنہ بجاہ مصطفیٰ ﷺ

(مصدر سابق، ص 48)

تصنیف وتالیف

فتویٰ نویسی ہی اس بات پر واضح دلیل ہوا کرتی ہے کہ فتویٰ نویس کو تحریر وقلم سے تعلق خاطر ہے، آپ بھی ایک مفتی رہے وہ بھی رضوی دار الافتا جیسے دار الافتا کے تو پھر آپ کو تحریر وقلم سے کیوں کہ دل چسپی نہ ہوتی، آپ کے اسی تحریری دل چسپی کے نتیجے میں آپ کی ذات بابرکات سے چند کتابیں قوم کو میسر آئیں، آپ کی کتابوں کی اصل تعداد کا علم تو نہ ہو سکا البتہ فتاویٰ رضویہ میں آپ کی ایک کتاب کا نام ''اعجب العقاب'' اور اس کتاب کا ایک اقتباس کا ذکر ملتا ہے، فتاویٰ رضویہ میں ہے:

''یہ سمجھ میں آنے کی بات نہیں کہ بوٹی بواؤ معروف اور ان کے پاس ہوا ایشر جی کے پاس نہ ہو، دیکھنا کہیں یہ بوٹی بواؤ مجہول تو نہیں، تو یہ ضرور ایشر جی کے یہاں کہاں کہ ان کے ہوم کرنے والے ماس سے بہت برا مانتے ہیں عجب نہیں کہ بیماری میں طاقت آنے کے لیے مسلمانوں سے گوشت کی بوٹیاں مانگتے ہوں، ۱۲/اعجب العقاب، تصنیف مولوی نواب مرزا صاحب قادری برکاتی رضوی۔''

(فتاویٰ رضویہ، ج 535)

مولانا فواد رضا خان صاحب کے تعاون سے مفتی نواز مرزا صاحب کی ایک اور کتاب کا علم ہوا ، کتاب کا نام ہے ''آسان نظام شریعت'' جس کی اشاعت مجلس اسلامی شیش گڑھ کے تحت ہوئی ، یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے، راقم الحروف کو پہلے حصے کی زیارت نصیب تو نہیں ہوئی لیکن مولانا فواد رضا خان صاحب قبلہ نے راقم الحروف کو ''آسان نظام شریعت'' کا جو حصہ فراہم فرمایا ہے ، وہ دوسرا حصہ ہے ، جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ نواب مرزا صاحب کی اس کتاب کے کم از کم دو حصے ضرور ہیں ، دوسرا حصہ مسائل نماز پر مشتمل ہے جیسا کہ کتاب مذکور کے سر ورق پر ہے:

''الحمد للہ والمنۃ کہ مسلمانوں کے لیے بہترین تحفہ، نماز کے متعلق تمام مسائل کے سلیس بیان کا بے مثال رسالہ۔''

(سرورق آسان نظام شریعت)

پہلا حصہ مسائل عقائد پر مشتمل معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ حضور حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان اور حضور مفتی اعظم ہند علامہ محمد مصطفیٰ رضا خان علیہما الرحمہ کی تقاریظ اس پر دال ہیں، چناں چہ حضور حجۃ الاسلام اپنی تقریظ میں تحریر فرماتے ہیں:

''عقائد حقہ انیقہ ومسائل صحیحہ رائقہ۔''

(افتتاحیہ آسان نظام شریعت، حصہ 2 /ص 2)

اور حضور مفتی اعظم ہند تحریر فرماتے ہیں:

"عقائد حقہ وضروری مسائل صحیحہ رجیحہ منقحہ۔" (مرجع سابق)

درج بالا تأثر حضور مفتی اعظم ہند نے مکمل کتاب کی سماعت کے بعد پیش فرمایا، چناں چہ آپ کی تقریظ کے آخری الفاظ درج ذیل ہیں:

"میں نے پوری کتاب سنی مگر بعض وہ عبارات جو بعدِ تبییض اضافہ ہوئیں"۔ (مرجع سابق)

خلاصہ یہ کہ آپ کی دو تصانیف ہیں:

(1) اعجب العقاب (2) آسان نظام شریعت (دو حصے)

رضوی دارالافتا کے پہلے امین الفتویٰ

راقم اپنے ناقص مطالعہ کی روشنی میں اب تک یہی جانتا تھا کہ رضوی دار الافتاء بریلی شریف کے امین الفتویٰ "حضرت علامہ مفتی محمد شفیع احمد بیسلپوری علیہ الرحمہ" رہے، لیکن جب مفتی نواب مرزا علیہ الرحمہ کے حوالے سے مطالعہ شروع کیا تو واضح ہوا کہ مفتی شفیع احمد بیسلپوری سے قبل مفتی نواب مرزا علیہ الرحمہ رضوی دار الافتا کے "امین الفتویٰ" تھے، جیسا کہ حکیم الاسلام علامہ حسنین رضا خان قادری علیہ الرحمہ کی درج ذیل عبارت اس طرف رہنمائی کر رہی ہے، سیرت اعلیٰ حضرت میں ہے:

"فاضل بہار مولانا ظفر الدین صاحب خطیب جامع مسجد ہو کر شملہ چلے گئے تو ان کی جگہ حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب پیش کاری کے منصب پر فائز ہوئے اور مولوی نواب مرزا کے ہٹنے پر مولوی شفیع احمد خان صاحب بیسلپوری مرحوم امین الفتویٰ ہوئے۔" (سیرت اعلیٰ حضرت، ص125-126)

درج بالا اقتباس سے یہ کہنا بجا ہوگا کہ مفتی نواب مرزا منصب "امین الفتویٰ" پر جلوہ گر رہے، نیز یہ بھی کہنا درست ہوگا کہ اگر مفتی نواب مرزا سے قبل رضوی دار الافتا کے منصب "امین الفتویٰ" پر متمکن نہیں تھا تو مفتی نواب مرزا رضوی دار الافتا کے اوّل امین الفتویٰ رہے ہیں، مفتی نواب مرزا منصب امین الفتویٰ پر کس قدر متحرک وفعال رہے، اس کا اندازہ کرنا ہو تو فتاویٰ رضویہ میں موجود امام اہل سنت کے ایک فتویٰ کے متعلق آپ کی درج ذیل تحریر کا مطالعہ کیجیے:

"نوٹ: خادم آستانۂ عالیہ دار الافتا فقیر عبید النبی نواب مرزا قادری رضوی غفرلہ ربہ القوی عرضہ دارد کہ اعلیٰ حضرت شیخنا مجدد الملۃ دام ظلہ العالی پیش ازیں بتاریخ یازدہم محرم شریف ایں سوال را جوابے مختصر نوشتہ ارسال فرمودہ بودند کہ در کتاب الطلاق مرسوم گشت وبوجہ عروض تپ تفصیل را حوالت بر آئندہ فرمودند کہ بتوفیقہ تعالیٰ ایں فتویٰ کتاب الایمان ست از مولانا وبالفضل اولانا جناب مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب شمس آبادی دام بالایادی بتاریخ ہفدہم ماہ مبارک محرم محترم نامہ دگر بزبان عربی آمد ودرطے اوفتوی دیوبندیاں تفصیل را لب بہ استدعا کشادند اینجا بعونہ تعالیٰ فتوائے معضلہ پیش ورود ایں نامہ تکمیل یافتہ بود فتوائے دیوبندا اگر چیزے بہ دلیل علیل گرایندے جوابش خود اینجا دیدے فاما بتقلید کورانہ جناب گنگوہی صاحب نہ عبارتے نگاشتہ نہ بدلیلے چنگ زدہمیں مجتہدانہ بانگ بے آہنگ زد کہ اصلاً توجہ را نشاید آرے لطف جواب سفارشی مے شود کہ اوراذکر کنیم تا ببینند کہ مفتیان دیوبندی چساں در بند دیو جہالت اند کہ سوال ہم نفہمند وجواب مجتہدانہ دہند۔ (یعنی)

نوٹ: آستانہ عالیہ دار الافتاء کا خادم، نبی پاک کا ادنیٰ غلام فقیر نواب مرزا قادری برکاتی رضوی، اللہ تعالیٰ اس کا رب قوی اس کی مغفرت فرمائے، عرض کرتا ہے کہ ہمارے شیخ مجدد ملت اعلیٰ حضرت دام ظلہ العالی نے قبل ازیں گیارہ محرم شریف کو اس سوال کا مختصر اجواب لکھا اور ارسال کر دیا جو کہ کتاب الطلاق میں شامل ہے اور بخار کے عارضہ کی بنا پر اس کا مفصل جواب آئندہ پر چھوڑ دیا جبکہ استفتا کا تعلق کتاب الایمان سے ہے جس کو مولانا بالفضل اولانا جناب مولوی غلام گیلانی صاحب شمس آبادی (زمانہ بھر زندہ رہیں) نے ارسال فرمایا، مولانا مذکور نے یہی سوال عربی زبان میں دوبارہ سترہ محرم الحرام کو بصورت خط بھیجا اور اس کے اندر دیوبندیوں کا تفصیل سے خالی فتویٰ بھی موجود تھا، اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد سے یہ تفصیلی مضبوط، کتاب

الایمان سے متعلق فتویٰ، مولانا مذکور کے دوسرے خط سے قبل پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا تھا، دیو بند کے فتوے میں اگر کوئی کمزور دلیل ہوتی تو بھی اس مفصل فتوے میں اس کا جواب نظر آجاتا لیکن دیو بند کا فتویٰ تو محض گنگوہی صاحب کی اندھی تقلید ہے، اس میں نہ کوئی حوالہ ہے نہ کسی دلیل کا سہارا ہے بلکہ وہی بے ڈھنگی مجتہدانہ بولی ہے جو ہرگز قابلِ التفات نہ تھی، ہاں تحقیقی جواب کی خوبی سفارش کرتی ہے کہ اس کو ذکر کردیں تا کہ دیکھنے والے معلوم کرسکیں کہ دیو بندی حضرات کس طرح دیو جہالت کی قید میں ہیں کہ وہ سوال کو سمجھے بغیر ہی اپنا اجتہادی جواب دے رہے ہیں۔''

(فتاویٰ رضویہ، ج13/ص571)

بغور پڑھئے مندرجہ بالا اقتباس! جس سے جہاں آپ کا رضوی دار الافتا کے منصب ''امین الفتویٰ'' پر متحرک وفعال ہونا ساتھ ہی رضوی دار الافتا میں لکھے جانے والے فتاویٰ پر آپ کی نظر میں ہونا ظاہر و باہر ہے، وہیں یہ بھی اظہر من الشمس ہے کہ آپ فارسی پر بھی کامل عبور رکھتے تھے۔

ردقادیانیت

برصغیر ہندو پاک میں جن باطل فرقوں نے جنم لیا ان میں قادیانی فرقہ سب سے عجیب وغریب رہا، اس فرقہ کا بانی مرزا غلام احمد قادیانی ہے جس نے ایسے ایسے عقیدے گڑھے جس کا اسلام وسنیت سے دور دور کا بھی کوئی علاقہ نہیں بلکہ مرزا خود ایک بات پر قائم نہیں رہتا، کبھی خود کو مجدد کہتا، کبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کرتا پھر خود کو ہی ابن مریم سے تعبیر کرتا، کبھی نبی کریم ﷺ کی توہین کرتا پھر خود کو ہی محمد تسلیم کرنے لگتا، کبھی اپنی کتاب ''براہین احمدیہ'' کو قرآن کہتا اور کبھی خود کو ہی قرآن کہتا، کبھی خود کو خدا کا بیٹا قرار دیتا اور کبھی خود کو ہی خدا کہتا، اس طرح کے بے شمار عقائد فاسدہ کاسدہ کفریہ کا مجموعہ ہے یہ قادیانی اور قایادنی فرقہ، اسی سبب نے علمائے اہل سنت نے قادیانی اور قادیانیوں کی خوب خوب تردید کی، جم کران کا تعاقب کیا اور پھر اتمام حجت کے بعد بھی توبہ ورجوع کی طرف مائل نہ ہوا تو علمائے اہل سنت نے شرعی تقاضے کے تحت قادیانی اور معتقدینِ عقائد قادیانی کی تکفیر کردی اور یہ سلسلہ قادیانی کے بعد نہیں بلکہ قادیانی کی زندگی سراپا شرمندگی میں ہی شروع ہو چکا تھا، ان علمائے اہل سنت میں سے مفتی نواب مرزا بریلوی علیہ الرحمہ بھی تھے، آپ نے بھی بلا خوف لومۃ لائم مرزا اور مرزائی کی تکفیر کی اور ان سے نکاح کے عدم جواب کا فتویٰ دیا، چناں چہ آپ اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں:

''مرزائی مرد سے سنیہ عورت کا نکاح نہیں ہوتا بلا طلاق سنیہ کا باپ اس کا نکاح کسی سنی سے کرسکتا ہے بلکہ فرض ہے کہ اس لڑکی کو اس مرزائی سے فورا جدائی کرے کہ اس کی صحبت اس کے ساتھ خاص زنا ہے، بالکل وہی حکم سے جو کوئی شخص اپنی دختر کسی ہندو کے گھر بلا نکاح بھیج دے بلکہ اس سے سخت تر کہ وہاں حرام کو حرام کی ہی مد میں رکھا اور یہاں نکاح پڑھا کر معاذ اللہ اسی حلال کے پیرایہ میں لایا گیا، اس سے فوراً علیحدہ کر لینا فرض ہے پھر جس سنی سے چاہے نکاح ممکن ہے۔

ردالمختار میں ہے: قوله حرم نكاح الوثنية وفي شرح الوجيز وكل مذهب يكفر و به معتقده۔ در مختار میں ہے: ويبطل منه اتفاقا ما يعتمد الملة وهى خمس النكاح والذبيحة'' الخ۔

یہاں تک اصل حکم شرعی کا بیان تھا شرعا یہ صورت جائز ہے اور ازدواج مکرر سے پاک کہ پہلا نکاح ہی نہ تھا مگر قانون رائج میں جو امر جرم سے شرعا اپنی جان ومال اور آبرو کی حفاظت کے لیے اس سے بھی بچنے کا حکم ہے، قانون کا حال وکلا جانتے ہیں، اگر از روئے قانون بھی یہی صورت داخل جرم نہ ہو یا قانون حکم فتویٰ کو تسلیم کر کے اس کا جرح نہ ہونا قبول کرلے تو حرج نہیں ورنہ ان سے دور رہا جائے!

ہاں دفتر کو جس جائز طریقہ سے ممکن ہو جدا کرنا محرمے فرض اہم ہے، اگر چہ دوسری جگہ نکاح نہ ہو سکے، واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

اسلاف وا خلاف

کتبہ: عبد النبی نواب مرزا عفی عنہ سنی حنفی بریلوی

(تہریز دانی، ص 47)''

اس پر امام اہل سنت تصدیق فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:
''صحیح جواب، واللہ اعلم فقیر احمد رضا خان عفی عنہ بریلوی'' (ایضاً)

فتاویٰ نوابیہ پر تصدیقات امام اہل سنت

امام اہل سنت کا آپ کو رضوی دار الافتا میں بحیثیت مفتی و امین الفتویٰ رکھنا اس امر کے لیے کافی ہے کہ آپ اپنے وقت کے ماہر مفتیان کرام میں سے تھے اور یہ بات حقیقت کے عین مطابق ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کے کئی ایک فتاویٰ پر امام اہل سنت کی تصدیقات موجود ہے، ابھی قادیانی کی تکفیر پر آپ کے فتویٰ پر تصدیق امام پیش کی گئی، ذیل میں مزید آپ کا ایک اور فتویٰ مع استفتا پیش کیے جاتا ہے، جس پر امام اہل سنت نے تصدیق فرمائی، فتاویٰ رضویہ میں ہے:

''کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شہر احمد آباد میں محلہ تاجپور پانچ پیلی میں سنت جماعت چھیپوں کی جماعت میں عرصہ چند روز کا ہوا اختلاف دنیویہ کی وجہ سے دو ٹکڑے ہوگئے ہیں، ایک طرف آٹھ سو گھر ہیں اور ایک طرف پچاس گھر ہیں، دونوں فرقوں نے مکان مسجد بنانے کے لئے خرید کئے، چھوٹی جماعت نے مسجد کی بنیاد ڈالنی شروع کی، ان کو بڑی جماعت کی جانب سے سمجھایا گیا کہ تمہاری مسجد کی مغرب کی جانب بڑی جماعت کا مکان ہے، ان دونوں مکانوں کو مسجد بناؤ اور بنانے میں ہم مال کی مدد میں شریک رہیں گے، انہوں نے یہ وعدہ کیا کہ ہم فی الحال مسجد بناتے ہیں اور جب مغرب کی جانب مسجد بڑی جماعت والوں کی بنے گی تو ہم بیچ کی دیوار توڑ ڈالیں گے اب بڑی جماعت کی بھی مسجد قریب تیار ہونے کے ہے، اب چھوٹی جماعت کو کہا جاتا ہے کہ بیچ کی دیوار توڑ کر دونوں مسجدوں کو ایک کردو، اب چھوٹی جماعت کے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ بیچ کی دیوار توڑ کر دونوں مسجدوں کو ایک کرنا ناجائز ہے۔

اب علمائے اہلسنت عم فیوضہم کی خدمات عالیہ میں عرض ہے کہ بیچ کی دیوار توڑ کر دونوں مسجدوں کو ایک کرنے سے نمازیوں کو گنجائش نماز کی اچھی طرح سے ہوجائے گی اب اس صورت میں بیچ کی دیوار کو توڑ کر مسجد کو ایک کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور مسجد کی دیوار چھوٹی جماعت والے توڑنے کا انکار کریں تو ان کی مسجد میں نماز جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: ہاں اہل محلہ کو اختیار ہوتا ہے کہ نماز کے لئے دو مسجدوں کو ایک کردیں، اس کو ناجائز کہنا محض غلط و باطل ہے، درمختار میں ہے: **لھم ای لاھل المحلۃ نصب متولی وجعل المسجدین واحدا وعکسہ لصلاۃ لالدرس اوذکر فی المسجد** اھ۔

(درمختار، کتاب الصلوۃ، باب مایفسد الصلوۃ، مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۴)

اہل محلہ کو اختیار ہے کہ وہ مسجد کا متولی مقرر کریں اور یہ بھی اختیار ہے کہ دو مسجدوں کو ایک یا ایک کو دو کرلیں نماز کے لئے نہ کہ درس وذکر کے لئے اھ۔

مگر چھوٹی جماعت والے اگر خوف نزاع وجدال وغیرہ کسی مصلحت صحیحہ شرعیہ کے باعث دیوار توڑ کر مسجدیں ایک کرنے سے انکار کریں تو ان پر بھی جبر نہیں پہنچتا کہ جب ایک مسجد کو دو کرلینا جائز ہے **کما تقدم عن الدر ان لھم جعل مسجد واحد مسجدین** (جیسا کہ در کے حوالے سے گزرا کہ ایک مسجد کو دو کرنے صرف کا اہل محلہ کو اختیار ہے) تو دو کو دو رکھنا کیونکر ممنوع ہوسکتا ہے، ہاں اگر اصلاً کوئی وجہ شرعی نہ ہو صرف ضد کے سبب تفریق جماعت کریں تو ان کی بات نہ سنی جائے گی کہ اس صورت میں وہ متعنت یعنی بے جا ہٹ کرنے والے ہیں اور متعنت کا قول مسموع نہیں ہوتا۔

فی الھدایۃ وغیرھا من القسمۃ الاول منتفع بہ فاعتبر طلبہ والثانی متعنت فلم یعتبر۔

(الہدایۃ، کتاب القسمۃ، مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۱۱)

ہدایہ وغیرہ میں قسمت کے باب میں ہے کہ اوّل اس سے نفع حاصل کرنے والا ہے لہذا اس کا مطالبہ معتبر ہے اور ثانی ہٹ دھرمی کرنے والا ہے اس کا مطالبہ معتبر نہیں۔

درمختار میں قبیل استصناع ہے: الاصل ان من خرج کلامہ تعنتا فالقول لصاحبہ بالاتفاق۔

(درمختار، کتاب البیوع باب السلم، مطبع مجتبائی دہلی، ۲/۴۹)

قاعدہ یہ ہے کہ جس کا کلام تعنت یعنی ہٹ دھرمی پر مبنی ہو اس کے مخالف کا قول بالاتفاق معتبر ہوگا۔

تو حسب صوابدید اکثر اہل جماعت اس دیوار فاصل کو علیحدہ کر دیا جائے گا، ردالمحتار میں ہے: فی التتار خانیة سئل ابوالقاسم عن اهل مسجد اراد بعضهم ان یجعلوا المسجد رحبة والرحبة مسجدا او یتخذ وا له بابا اویحولوا بابه عن موضعه وابی بعض ذلك قال اذا اجتمع اکثرهم وافضلهم لیس للاقل منعهم۔

(ردالمحتار، کتاب الوقف، دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۸۳)

تاتارخانیہ میں ہے کہ امام ابوالقاسم سے یہ سوال کیا گیا کہ بعض اہل مسجد ایک مسجد کو صحن اور صحن کو مسجد بنانا، مسجد کا دروازہ بنانا اور سابق دروازے کو اس کی جگہ سے تبدیل کرنا چاہتے ہیں جبکہ بعض اس کا انکار کرتے ہیں تو کیا حکم ہے، آپ نے فرمایا کہ اکثر وافضل حضرات متفق ہیں تو اقل کو اختیار نہیں کہ انہیں منع کریں۔

یوں ہی اگر اس دیوار وتعدد کے باعث اہل محلہ پر مسجد یں تنگی کرتی ہیں کہ ایک تو دیوار نے جگہ گھیری دوسرے دواماموں کے باعث کی ہوئی کہ خود امام ایک صف کامل کی جگہ لیتا ہے اس وجہ سے اہل محلہ دونوں مسجدوں میں پورے نہیں آتے اور دیوار توڑ کر ایک جماعت کردینے سے وسعت ہوجائے گی تو اس صورت میں وہ دیوار خواہی نخواہی جدا کردی جائے گی کہ تنگی مسجد کی ضرورت سے اس کے قریب کی زمین یا مکان یا دکان مملوک بلارضامندی مالک بقیمت لینے کا اختیار حاکم کو ہے، تو مسجد کو مسجد میں ملالینا بدرجہ اولیٰ۔

درمختار میں ہے: توخذ ارض ودار وحانوت بجنب مسجد ضاق علی الناس بالقیمة کرها درر وعمادیة۔

(درمختار، کتاب الوقف، مطبع مجتبائی دہلی، ۱/ ۳۸۲)

مسجد اگر تنگ ہو تو اس کے پہلو میں جو زمین، مکان یا دکان ہے وہ قیمت دے کر جبرا مسجد میں داخل کی جاسکتی ہے، درر وعمادیة، اور بہر حال چھوٹی جماعت والوں کے انکار کرنے سے ان کی مسجد میں نماز نا جائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں خواہ ان کا انکار سنا جائے یا نہیں کہ آخر وہ مسجد ہی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدالنبی نواب مرزا عفی عنہ''

(فتاویٰ رضویہ، ج16 /ص325)

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے مفتی مرزا نواب صاحب علیہ الرحمہ کے مذکورہ فتویٰ پر تصدیق بھی کی اور اپنا مہر بھی لگایا، آپ تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''الجواب صحیح، واللہ تعالیٰ اعلم۔'' (مرجع سابق)

فتاویٰ امام اہل سنت پر تصدیقِ مفتی نواب مرزا

فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ امام اہل سنت کے فتویٰ پر وقت کے جید اور مشاہیر علمائے اہل سنت کی تصدیقات بھی موجود ہیں، مفتی محمد نواب مرزا علیہ الرحمہ بھی ان خوش بخت حضرات میں ہیں جنہوں نے فتاویٰ امام اہل سنت کی تصدیق کرنے کی سعادت پائی، چناں چہ فتاویٰ رضویہ میں نکاح کے حوالے سے امام اہل سنت کا ایک فتویٰ ہے جس کی تصدیق کرتے ہوئے مفتی نواب مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''الجواب صحیح۔''

نواب مرزا عبدالغنی قادری سنی حنفی بریلوی''

(فتاویٰ رضویہ، ج11 /ص503)

اسی طرح امام اہل سنت کا ایک رسالہ بنام ''تدبیر فلاح و نجات و اصلاح'' موجود ہے، اس کی تصدیق مفتی نواب مرزا صاحب ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''وانا علی ذلك من الشاهدین (اور میں اس حوالے کے صحیح ہونے پر گواہ ہوں)

فقیر نواب مرزا رضوی بریلوی عفی عنہ المولی القوی''

(فتاویٰ رضویہ، ج15 /ص148)

ازہریات

مفتی نواب مرزا خانوادہ امام اہل سنت کی نظر میں

آپ امام اہل سنت کے شاگرد رہے، ان کے مرید بھی رہے اور ان کی نگرانی میں رضوی دار الافتا کے مفتی اور امین الفتویٰ بھی رہے، آپ کی رفعت و عظمت کے لیے یہی کافی ہے لیکن اگر گھر کی شہادت مل جائے تو سونے پر سہاگہ! امام اہل سنت کی کوئی تحریر مفتی نواب مرزا صاحب کے بارے میں تو نہ مل سکی البتہ آپ کے دونوں لائق و فائق فرزندان گرامی حضور حجۃ الاسلام علامہ محمد حامد رضا خان علیہ الرحمہ اور مفتی اعظم ہند مفتی مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمہ کی تحریر مفتی نواب صاحب کی شخصیت کے بارے میں ''آسان نظام شریعت'' میں موجود ہیں جن سے آپ کی شخصیت کی اہمیت اور خانوادہ رضا کی آپ سے محبت کے نشان ملتے ہیں، حضور حجۃ الاسلام مفتی نواب مرزا کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

''حامی سنت، ماحی بدعت، عزیز طریقت خواجہ تاش رضویت۔''

(آسان نظام شریعت، حصہ 2/ص 2)

حضور مفتی اعظم ہند آپ کے بارے میں رقم طراز ہیں:

''عزیز مکرم محب محترم اخی فی اللہ ذوالفضل والجاہ، صاحبِ ذکی و قویم وذہن سلیم وفکر مستقیم۔'' (مرجع سابق)

وفات

آپ کی وفات کے بارے میں بریلی شریف کے کئی ایک اہل علم سے براہِ راست اور بالواسطہ معلوم کرنے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہیں ملی، خدا بھلا کرے مولانا محمد فواد رضا خان صاحب قبلہ کا، جنھوں نے اپنے عم محترم سے اس تعلق سے معلومات حاصل کی تو مولانا موصوف کے عم محترم نے مفتی نواب مرزا کے پوتے سے وفات کی تاریخ معلوم کی جو اس وقت کناڈا میں رہتے ہیں، انہوں نے بتایا کہ ان کے جد امجد مفتی نواب مرزا صاحب کی وفات ۸/ اپریل ۱۹۶۷ء کو راولپنڈی میں ہوئی اور وہیں ''ڈھوک کھبا قبرستان راولپنڈی'' میں تدفین عمل میں آئی اور وہیں آپ کا مزار مبارک مرجع انام ہے۔

◆◆◆

ص ۳۶/ کا بقیہ..........

طال لیلہٗ فقامہٗ و قصر نہارہٗ فصامہٗ۔ (ترجمہ) موسم سرما مومن کے لئے غنیمت ہے کہ اس کی شب طویل ہوتی ہے جس میں قیام کرتا (یعنی نماز پڑھتا) ہے اور اس کا دن چھوٹا ہوتا ہے، جس میں روزہ رکھ لیتا ہے۔''

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ فرمایا:

''اَللَّیْلُ طَوِیْلٌ فَلَا تَقْصِرْہُ بِمَنَامِکَ وَ النَّھَارُ مُضِیٌّ فَلَا تُکَدِّرْہُ بِاٰثَامِکَ۔ (ترجمہ) یعنی جاڑوں کی رات لمبی ہوتی ہے اسے تو (زیادہ) سو کر کوتاہ مت کر اور جاڑوں کا دن صاف ستھرا (بے گرد و غبار) ہوتا ہے تو اسے تو گناہوں سے مکدر (مٹیلا) مت کر۔''

④ اور یہ جو فرمایا کہ ''فقر کی نوبت آنے سے پہلے غنا کو غنیمت جان'' تو اس کا معنی یہ ہے کہ جب تو ایسا ہے کہ گزر بسر کے لائق اللہ تعالیٰ کی عطا فرمودہ، آمدنی پر راضی و قانع ہے تو اپنے اس غناءِ نفس کو غنیمت جان اور دوسروں کے ہاتھوں میں جو (اموال) ہیں ان میں للچائی نظر نہ ڈال، طامع مت بن۔

⑤ اور یہ جو فرمایا کہ ''حیات کو ممات سے پہلے غنیمت جان'' تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آدمی جب تک زندہ ہے عمل پر اسے دسترس حاصل ہے (عمل کا موقع ملا ہوا ہے) اور جب مر جائے گا تو عمل منقطع ہو جائے گا یعنی سلسلۂ عمل بند ہو جائے گا لہٰذا مومن کو چاہیے کہ اپنے ان ایام کو ضائع نہ کرے، باقی بچے ہوئے دنوں کو غنیمت جانے۔ [۱]

بندہ آخر اللہ کی عبادت کب کرے گا؟

فارسی مقولہ: ایک حکیم نے بزبان فارسی (کیا خوب) کہا ہے: ''بکودکی بازی بجوانی مستی، بپیری سستی، خدارا کے پرستی''، یعنی تو جب بچہ تھا تو بچوں کے ہمراہ کھیلتا کودتا تھا اور جب جوان تھا تو مستی میں پڑا رہا، لہو و لعب میں پڑ کے طاعت سے غافل رہا اور جب بڑھاپے کو پہنچا تو سستی و ناتوانی کا عذر درپیش ہے تو اب (یہ بتا اور سوچ کہ) آخر خدا پرستی کا (اس کی عبادت و طاعت کا) تجھے موقع کب ملے گا؟

........جاری ■◀

[۱] یعنی آخرت کی کمائی جتنی کرسکتا ہے برابر کرتا رہے، ڈھیلا نہ رہے، ۱۲/ مترجم غفرلہ

تصنیف: امام فقیہ ابواللیث نصر ابن محمد سمرقندی
ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

ساتویں قسط

گزشتہ سے پیوستہ

رأس العلم کیا؟ اور غرائب العلم کیا؟

حدیث شریف: حضرت عبداللہ ابن مسور ہاشمی سے منقول ہے آپ نے بتایا: ایک صاحب حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر آئے اور عرض کیا: میں اس لئے حضور کی خدمت میں آیا ہوں تا کہ حضور مجھے ''غرائب علم'' سے کچھ سکھائیں۔(۱) حضور نے فرمایا: **ما صنعتَ فی رأس العلم؟** تو نے رأس العلم میں کیا کیا۔ (کیا سیکھا؟ کیا عمل کیا؟) اس نے عرض کیا: حضور رأس العلم کیا ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو نے رب عزوجل کو پہچان لیا؟ اس نے عرض کیا: ہاں حضور (اس کی معرفت مجھے حاصل ہوگئی ہے۔ یعنی میں مومن ہوں) حضور نے فرمایا: **فماذا فعلت فی حقہٖ۔** تو اس کے حقوق (کی ادائیگی کے سلسلہ) میں تو نے کیا کیا؟ اس نے عرض کیا: ماشاء اللہ، یعنی وہ کیا جس کی اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی، حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: **و ھل عرفت الموت؟** ''اور کیا تجھے موت کی معرفت حاصل ہوگئی ہے؟

ان صاحب نے عرض کیا: ہاں حضور! (یعنی جانتا ہوں کہ موت برحق ہے اور سخت مرحلہ ہے) تو اِس پر نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے ان سے فرمایا: تو اس کے لئے تو نے کیا تیاری کرلی؟ انہوں نے عرض کیا: ماشاء اللہ! یعنی جو اللہ نے چاہا میں نے وہ کیا، حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اِذْھَبْ فَاَحْکِمْ بِمَا ھُنَاکَ** '' (یعنی) جاؤ اور (جا کر پہلے) اسی پر ٹھوس عمل کرو(۲) پھر آنا تا کہ تجھے غرائب علم میں سے کچھ تعلیم کروں۔

(راوی کا بیان ہے) چند سالوں کے بعد جب وہ صاحب (دوبارہ) حضور کی خدمت میں آئے تب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

''**ضَعْ یَدَکَ عَلٰی قَلْبِکَ فَمَا لَا تَرْضٰی لِنَفْسِکَ لَا تَرْضَاہُ لِاَخِیْکَ الْمُسْلِمِ، وَمَارَضِیْتَہ لِنَفْسِکَ فَارْضَہُ لِاَخِیْکَ الْمُسْلِمِ۔** (ترجمہ) اپنا ہاتھ اپنے دل پر رکھ۔ پھر (دیکھ) جس چیز پر تو اپنے لئے راضی نہ ہو اُس پر اپنے اسلامی بھائی کے لئے بھی راضی مت ہونا۔ اور جس چیز پر تو اپنی ذات کے لئے راضی ہو اُس کو اپنے مسلم بھائی کے لئے بھی پسند کر۔ اور یہ بات غرائب العلم سے ہے۔''

رأس العلم کا اقتضاء؟

ثمرۂ حدیث: (مصنف علیہ الرحمہ نے کہا) تو نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے اس حدیث شریف میں صاف بیان فرمادیا کہ موت کے لئے تیاری رأس العلم (کے اقتضا) سے ہے۔ لہٰذا اس کے ساتھ مشغولی سب مشغلوں سے اہم اور زیادہ لائق ترجیح ہے۔

انشراح صدر کی علامت

حدیث شریف: (مذکورۂ بالا راوی) حضرت عبداللہ ابن مسور ہاشمی (ہی) سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ پڑھی:

''**فَمَن یُرِدِ اللّٰہُ أَن یَہۡدِیَہٗ یَشۡرَحۡ صَدۡرَہٗ لِلۡإِسۡلَامِ وَمَن یُرِدۡ أَن یُضِلَّہٗ یَجۡعَلۡ صَدۡرَہٗ ضَیِّقًا حَرَجًا۔**

(ترجمہ) جس کی رہنمائی کا اللہ ارادہ فرماتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور جس کے لئے ارادہ فرماتا ہے کہ اسے اس کی گمراہی میں پڑا بھٹکنے دے اس کا سینہ خوب بھنچا ہوا تنگ کر دیتا ہے۔'' [سورۂ انعام:۱۲۶]

---

[۱] یعنی کچھ نادر اور عجیب وغریب علمی باتیں تعلیم فرمائیے، ۱۲ر مترجم غفرلہ۔

[۱] یعنی جب تیرے اندر اللہ کی معرفت اور موت کی حقیقت پختہ ہو جائے اور اس کے مطابق تیرے اعمال درست ہوجائیں تب دوبارہ ہمارے پاس آنا، ۱۲ر مترجم غفرلہ۔

* مترجم جامعۃ الرضا بریلی شریف کے صدر مفتی اور شیخ الحدیث ہیں۔

پھر (بعد تلاوت آیت) فرمایا:

''اذا دخل نور الاسلام القلب انفسح وانشرح۔

(ترجمہ) جب دل میں نور اسلام داخل ہو جاتا ہے تو دل کشادہ ہوجاتا اور کھل جاتا ہے۔۔۔

نورانیت قلب کی شناخت

۔۔تو عرض کیا گیا: هل لذالک علامة؟ حضور! کیا اس کی کوئی علامت ہے؟ (یعنی نور اسلام سے دل کے فراخ و منشرح ہونے کی ہمیں شناخت کیسے ہوگی؟) حضور علیہ الصلاۃ و السلام نے فرمایا: ہاں علامت ہے (اور وہ یہ ہے کہ) دل میں دارُالغرور (یعنی دنیا) سے کنارہ کشی کی کیفیت پیدا ہو جائے گی اور دار الخلود (یعنی آخرت) کی طرف نیز نزول موت سے پہلے، موت کے لئے تیاری کی طرف انابت ورغبت پیدا ہوجائے گی۔

پانچ نعمتوں کو، پانچ نوازل سے پہلے غنیمت جانو

حدیث شریف: حضرت جعفر ابن بُرقان (علیہ الرحمہ) نے حضرت میمون ابن مہران علیہ الرحمۃ والرضوان کے توسط سے حدیث شریف بیان کی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے اس کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

''اِغْتَنِمْ خَمْساً قَبْلَ خَمْسٍ، شَبَابَکَ قَبْلَ هَرْمِکَ وَ صِحَّتِکَ قَبْلَ سُقْمِکَ وَ فَرَاغَکَ قَبْلَ شُغْلِکَ وَ غِنَاکَ قَبْلَ فَقْرِکَ وَحَیَاتَکَ قَبْلَ مَوْتِکَ۔

(ترجمہ) پانچ (نعمتوں) کو پانچ (نوازل) سے پہلے غنیمت جان، اپنی جواں عمری کو پیرانہ سالی سے پہلے، تندرستی کو بیماری کی نوبت آنے سے پہلے، فرصت کے اوقات کو مشغولیت (مصروفیت) سے پہلے، مالداری کو محتاجی سے پہلے اور زندگی کو نزول موت سے پہلے۔''

ان پانچوں چیزوں کی توضیح وتعلیل

(مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں) حضور پرنور نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے ان پانچ باتوں میں علم کی کثیر مقدار جمع فرمادی ہے:

① کیونکہ آدمی کو جوانی میں اعمال پر جتنی مقدرت ہوتی ہے اتنی بڑھاپے میں نہیں ہوتی، ساتھ ہی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب بندہ جوانی میں معاصی کے ارتکاب کا عادی ہوجاتا ہے تو بڑھاپے کے عالم میں ان سے بچنا، باز رہنا اس کے لئے آسان بات نہیں رہتی، (یعنی اصلاح نفس پر قابو نہیں پا سکے گا الا ماشاء اللہ) لہٰذا جوان کو چاہئے کہ عالم جوانی میں اچھی عادتیں اختیار کرے، اعمال خیر کا عادی بننے کی کوشش کرے تاکہ بڑھاپے کی حالت میں (عادت سابقہ کے مطابق) نیک کاموں کی بجا آوری اس پر سہل ہو سکے۔

② اور حضور کا فرمان کہ ''تندرستی کو بیماری سے پہلے غنیمت جان'' یہ اس وجہ سے ہے کہ صحت مند آدمی بحالت صحت (نہ کہ مرتے دم) اپنے مال یا ذات سے متعلق جو جائز تصرفات کرتا ہے وہ شرعاً نافذ ومقبول ہوتے ہیں لہٰذا تندرست آدمی کو چاہئے کہ اپنی تندرستی کو غنیمت جانے اور جان و مال سے نیک کاموں کی انجام دہی میں محنت کرے، خوب کوشاں رہے کیونکہ اگر بیمار ہو گیا (اور یہ کوئی نادر بات یا انہونی چیز نہیں بلکہ عموماً سب کو کچھ نہ کچھ بیماری لاحق ہوتی رہتی ہے) تو بدن میں ناتوانی، کمزوری پیدا ہوجائے گی اور وہ طاعت سے روکے گی۔ (مسئلہ:) نیز اگر بیماری، مرض موت ثابت ہو تو مرض موت میں بندہ کا ہاتھ اختیار (شرعاً) کوتاہ ہو جاتا ہے حتی کہ اپنے تہائی مال سے زیادہ میں تصرف کا اسے اختیار نہیں رہتا۔

③ اور یہ جو فرمایا کہ ''فرصت کو مشغولی سے پہلے غنیمت جان'' تو اس کا (ایک) مطلب یہ ہے کہ رات کا وقت (عموماً) فرصت کا وقت ہے اور دن کے اوقات میں (عموماً) آدمی کام دھندوں میں مصروف و مشغول رہتا ہے تو چاہیے کہ رات کو غنیمت جانے (اس کا کچھ حصہ) نماز و ذکر و تلاوت وغیرہ میں صرف کرے اور دن میں (کچھ نہ کچھ نفلی) روزے رکھا کرے خصوصاً چھوٹے دنوں میں۔ جیسا کہ خود ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا:

جاڑے کا موسم نیکی کمانے کا سیزن

حدیث شریف: الشتاء غنیمة المؤمن بقیہ ص ۳۴ پر

اسلاف واخلاف

دیوانِ نوری

میں ہندی، ہندوستانی اور علاقائی زبانوں کا استعمال

از: ڈاکٹر محمد احمد نعیمی*

مختصر تعارف

شہزادۂ اعلیٰ حضرت، امام اہلِ سنت الشاہ مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان، علامہ مفتی مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری قدس سرہ دنیائے اسلام بالخصوص حلقۂ اہلِ سنت و الجماعت میں ممتاز عالم دین، معتبر فقیہ، مفتی اعظم ہند اور عظیم روحانی مرشد کامل کے طور پر متعارف ہیں، آپ کی سیرت و سوانح کا تحقیقی مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ قرآن و حدیث، شریعت وتصوف، شرعی نکات، روحانی اسرار و رموز، علوم عقلیہ ونقلیہ، علوم افتا وشریعت، اصولِ حدیث، اصولِ تفسیر، فقہ واصول فقہ، علم وراثت وعلم الفرائض، علم الکلام اور علم العقائد، علم بلاغت اور علم المعانی، منطق وفلسفہ، عربی ادب، علم صرف، علمِ نحو، علم تہذیب وثقافت، علم تاریخ وتمدن، علم العروض، فارسی، عربی، اردو، ہندی اور شعر وسخن جیسے بہت سے علوم پر اچھی دسترس رکھتے تھے اور تزکیۂ نفس، زہد وتقویٰ، عبادت و ریاضت، مراقبۂ وظائف، خرقۂ وخلافت، اجازت و بیعت، مثالی کردار وسیرت، خرقِ عادت کرامات وتصرفات، وہبی فضل و کمال، تبحر علمی، فتویٰ نویسی، فقہی بصیرت، احتیاطِ شریعت، ردِّ بدعات و منکرات، علمِ حدیث میں رسوخ و مہارت، فتاویٰ شریعت کی نزاکت وحکمت، تبلیغ عقیدۂ ختم نبوت، پیکرِ عشقِ رسالت، اصلاحِ قوم وملت، حق گوئی و بے باکی، تنظیمی وتحریکی منصوبہ بندی، غربا پروری، رفاہِ عامہ، انسانی خیرسگالی اور جذبۂ تعلیمی جیسی بہت سی گونا گوں صفات اور امتیازی خصوصیات سے متصف تھے۔

مفتی اعظم ہند دیگر ستودہ صفات کے حامل ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم محقق ومصنف بھی تھے اور قابلِ اعتماد فقیہ اور مستند مفتی بھی، آپ کی تحریر کردہ تصنیفات وتالیفات قدرے قلیل ہیں لیکن جو ہیں وہ شاہکار و بے مثال ہیں، جن سے آپ کے علم و فضل، ذہانت وفطانت، علمی گہرائی و گیرائی، دور اندیشی، فکری جولانی اور زرف نگاہی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

آپ کی تصنیفات وتالیفات اور حواشی کی مجموعی تعداد تقریباً ۳۸؍ ہے، جن میں سے چند اس طرح ہیں:

(۱) القسوۃ علیٰ ادّواء الحمر الکفرہ (۲) القول العجیب فی جواز التثویب (۳) النکۃ علی مراء کلکتہ (۴) مقتل اکذب واجہل (۵) حجۃ واہرہ بوجوب الحجۃ الحاضرۃ (۶) مقتل کذب و کید (۷) وقعات السنان فی خلق المسماۃ بسط البنان (۸) الموت الاحمر (۹) طرق الھدیٰ والارشاد الی احکام الامارۃ والجہاد (۱۰) فتاویٰ مصطفویہ، مجموعہ فتاویٰ مفتئ اعظم ہند (۱۱) ادخال السنان الی حنک الحلقیٰ بسط البنان (۱۲) سامان بخشش عرف گلستان نعت نوری (۱۳) طرد الشیطان (عمدۃ البیان) (۱۴) صلیم الدیان لتقطیع حبالۃ الشیطان (۱۵) وقایۃ اھل السنۃ عن مکر دیوبند والفتنۃ (۱۶) الھیٰ ضرب بہ اھل الحرب (۱۷) مسائلِ سماع (۱۸) سیف القہار علیٰ عبید الکفار (۱۹) مسلک مرادآباد پر معترضانہ ریمارک (۲۰) فصل الخلافۃ (۲۱) کانگریسیوں کا رد (۲۲) نہاء السنان (۲۳) الرحم الدیانی علی رأس الوسواس الشیطانی (۲۴) تنویر الحجۃ بالتواء الحجۃ (۲۵) شفآء العیٔ فی جواب سوال ممبئی (۲۶) الطاری الداری لھفوات عبدالباری (۲۷) الملفوظات (چار حصے) (۲۸) نفی

العارعن معائب المولوی عبدالغفار وغیرہ۔

علاوہ ازیں آپ نے امام اہلسنت مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات وتعلیمات کی ترتیب وتدوین بھی فرمائی ہے۔ اور حاشیہ تفسیر احمدی، حاشیہ فتاویٰ عزیزی، حاشیہ فتاویٰ رضویہ کتاب النکاح اور حاشیہ ''کشفِ ضلال دیوبند'' (حواشی وتکمیلات الاستمداد) بھی قلم بند فرمایا ہے۔

مذکورہ بالا اکثر تصنیفات وتالیفات انتہائی مختصر صفحات پر مشتمل ہیں لیکن اپنے موضوع اور مواد کے لحاظ سے بہت ہی جامع بلکہ ایک کوزے میں دریا سمیٹنے کے مترادف ہیں۔

(مصباحی، محمد شکیل، جہانِ مفتیٔ اعظم، لاہور، اشتیاق اے مشتاق پرنٹر، ۲۰۰۷ء، ص ۷۵۷ تا ۷۶۴)

مختصر یہ کہ آپ کی ذات گرامی متنوع، کثیر الجہات، جامع الصفات اور بہت سی گونا گوں امتیازی خصوصیات کی حامل نظر آتی ہے۔

ہندی اور ہندوستانی زبان

آج ہم جس زبان سے بنام ہندی متعارف ہیں وہ اَپ بھرنش زبان (مسخ شدہ یا بگڑی ہوئی) سے تخلیق شدہ ہے، جس کی پیدائش ایک ہزار عیسوی کے قریب ہوئی لیکن ادبی تخلیق کا عمل اس میں گیارہ سو پچاس یا تیرہویں صدی عیسوی میں شروع ہوا۔

اپ بھرنش زبان کی خاص طور سے دو قسمیں ہیں (۱) پچھمی ہندی (۲) پوربی ہندی۔ اول الذکر شورسینی اَپ بھرنش سے ارتقاء پذیر ہوئی۔ اس میں قنوجی، بانگڑو، بندیلی، کھڑی بولی اور برج بھاشا یہ پانچ بولیاں ہیں۔ جن میں کھڑی بولی اور برج بھاشا خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ ان میں بھی اول کا ادب دوسری کے قدیم ادب سے کافی ترقی یافتہ ہے۔ یہی کھڑی بولی اپنی ادبی شکل میں ''ہندی'' نام سے مشہور ہوئی اور یہی ہندوستان کی سرکاری زبان ہے۔ اس کا عربی و فارسی لفظوں سے مزین دوسرا روپ اردو ہے جو اردو شعر و ادب کے حوالہ سے کافی خوشحال ہے۔ کھڑی بولی یا ہندی کے لیے دیوناگری رسم الخط استعمال ہوتا ہے اور الفاظ کی سطح پر زیادہ تر سنسکرت کے لفظوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اور اردو عربی کے ترمیم شدہ رسم الخط یا فارسی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے اور الفاظ کی صورت میں اس پر عربی و فارسی کے الفاظ کا اثر غالب ہوتا ہے۔

پوربی ہندی نے اردھ ماگدھی اپ بھرنش سے عروج پایا ہے، اس میں اودھی، بگھیلی اور چھتیس گڑھی تین بولیاں ہیں۔ قدیم ادب کے نقطۂ نظر سے اودھی مالدار زبان ہے جس کو تلسی اور جائسی جیسے اعلیٰ درجے کے کوی (شاعر) حاصل ہوئے ہیں۔

(۱– تیواری، ڈاکٹر بھولا ناتھ، بھاشا وگیان کوش، وارانسی، گیان منڈل لمیٹڈ، ۲۰۲۰ سموت، ص ۲۷ تا ۱۴۷/۔ ۲– تیواری، ڈاکٹر بھولا ناتھ، بھاشا وگیان، الہ آباد، کتاب محل، ۱۹۵۱ء، ص ۱۹۴–۱۹۵)

ہندوستانی زبانوں کے ماہرین ومحققین نے ہندی کی چار اقسام یا چار شکلیں بیان کی ہیں:

(۱) خالص واعلیٰ ہندی: یہ ہندی کی معیاری شکل ہے، جس کا رسم الخط دیوناگری ہے۔ اس میں سنسکرت کے بہت سے الفاظ موجود ہیں، جنھوں نے فارسی، عربی اور انگریزی وغیرہ کے بہت سے الفاظ کی جگہ حاصل کرلی ہے اور یہ کھڑی بولی پر منحصر ہے۔

(۲) دکھنی: یہ اردو اور ہندی کی وہ شکل ہے جو حیدرآباد اور اس کے اطراف واکناف میں بولی جاتی ہے۔ اس میں فارسی اور عربی کے الفاظ بمقابل اردو کم ہوتے ہیں۔

(۳) ریختہ: یہ اردو کا وہ روپ اور وہ قسم ہے جو شاعری میں استعمال ہوتا ہے۔

(۴) اردو: یہ ہندی کا وہ روپ ہے جو عربی و فارسی رسم الخط میں لکھا جاتا ہے اس میں سنسکرت کے الفاظ قلیل ہوتے ہیں اور عربی و فارسی کے کثیر۔ اس کا بھی کھڑی بولی پر مدار ہے اور کھڑی بولی کی ان دونوں اقسام، یعنی اردو اور ہندی کو ہندوستانی زبان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اردو اور ہندی کو اگر ہم عربی، فارسی اور ترکی وغیرہ کے الفاظ کے استعمال کے نقطۂ نظر سے دیکھیں تو اس تعلق سے بھی دونوں زبانوں میں کافی یکسانیت پائی جاتی ہے۔ نیز ان دونوں کا اگر ہم

اصول وقواعد کی نگاہ سے جائزہ لیں تو اس اعتبار سے بھی دونوں میں جو فرق ہے وہ درحقیقت نہایت معمولی ہے۔ ہر ایک زبان تین عناصر سے مرکب ہوتی ہے اسم، فعل اور حرف۔ اردو اور ہندی میں جس قدر افعال وحروف ہیں وہ تمام تر ایک ہیں۔ نزاع صرف اسماء کا ہے۔ اگر عربی اور فارسی اسما زیادہ ہیں تو وہ اردو ہے اور سنسکرت بھاشا کے اسما کی کثرت ہے تو وہ ہندی ہے۔

(تیواری، ڈاکٹر بھولا ناتھ، شبدوں کا جیون، نئی دہلی، راج کمل پرکاشن، ۱۹۷۷ء، ص ۵۴)

خیال رہے کہ بھارت ورش یا ہندوستان میں بولی جانے والی زبان کے معنیٰ ومفہوم میں لفظ "ہندی" کے اطلاق کی تاریخ انتہائی جدید یا آخری ترقی پذیر صورت ہے کیونکہ اس سے قبل اس کے لیے "ہندُوِی، ہندوئی اور ہندَوِی" الفاظ کا استعمال رائج تھا۔ چنانچہ ماہرِ لسانیات ڈاکٹر بھولا ناتھ تیواری ہندی اور ہندوستانی زبان کا تحقیقی وتاریخی جائزہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"ان کا استعمال ہندوی، ہندوئی اور ہندَوِی ان تین صورتوں میں اکثر ملتا ہے۔ ہندوئی سب سے قدیم، ہندُوِی اس کی ارتقائی شکل اور ہندَوی انتہائی ترقی پذیر صورت ہے۔ ہندُوی نام کا قدیم تذکرہ مشہور ہندوستانی فارسی شاعر محمد اوفی (م ۱۲۲۸ء) کے یہاں مختلف مقامات پر ملتا ہے۔ ایک مقام پر وہ کہتے ہیں:

"یکے با تاجی ویکے با پارسی ویکے با ہندُوِی"

اسی طرح شیخ اشرف (م ۱۵۰۳ء) "نوسر ہار" میں لکھتے ہیں:

یک یک بول نہ موزوں آن
تقریر ہندوِی سب بکھان

(بھاشا وگیان کوش، ص ۲۷۷)

طوطیٔ ہند حضرت امیر خسرو کے یہاں بھی اس کا تذکرہ موجود ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

ترک ہندوستانیم من ہندُوِی گویم جواب
شکر مصری ندارم کز عرب گویم سخن
چو من طوطیٔ ہندم راست پرسی
زمن ہندُوِی پرس تا نغز گویم

(میں ہندوستانی ترک ہوں، ہندُوِی میں جواب دیتا ہوں۔)

(پروفیسر حسین احمد، اکیسویں صدی کا ہندوستانی معاشرہ اور تصوف کی معنویت، پٹنہ، مکتبہ ارزانی، ۲۰۱۹ء، ص ۱۹۹)

۱۶/ ویں صدی کے معروف ہندی صوفی شاعر ملک محمد جائسی اپنے مجموعۂ کلام "پدماوت" میں اس کا اس طرح ذکر کرتے ہیں:

ترکی، عربی، ہندَوِی بھاشا جیتی آہیں
جیہہ منہ مارگ پریم کا سبے سراہیں تاہیں

(رام چندر شکلا، جائسی گرنتھاولی، پدماوت، کاشی، ناگری پرچارنی سبھا، ۲۰۱۷ء، بکرمی، ص ۳۰۱)

مایہ ناز دانشور حاتم (نصف آخر اٹھارہویں صدی) نے دیوان زادہ کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ:

"زبان ہر دیارتا بہ ہندَوی کہ آں را بھاکا گویند"

(بھاشا وگیان کوش، ص ۷۳۳)

"خالق باری" حضرت امیر خسرو اور بقول بعض ان کے بعد کے کسی مصنف کی تصنیف ہے۔ "ہندی اور ہندَوی" لفظوں کی تاریخ کے نقطۂ نظر سے اس کی بہت اہمیت ہے۔ اس میں ہندی لفظ کا استعمال صرف پانچ بار اور ہندَوی کا استعمال تیس بار ہوا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ زمانۂ قدیم میں اس وقت تک لفظ ہندَوی کا کثرت سے استعمال ہوتا تھا اور لفظ ہندی کا انتہائی قلیل۔

ہندی اور ہندَوِی سے متعلق بعض تحریروں سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ ہندَوی کا استعمال شاید ہندوؤں کی بولی کے لیے تھا۔ اس کے برخلاف شروع میں ہندی نام مسلمانوں کے ذریعے مستعمل اسی زبان کے لیے تھا۔ دونوں میں قواعد کا کوئی فرق نہ تھا، لیکن الفاظ کے مرکبات اور مجموعات کا کچھ فرق تھا۔ یعنی صرف ان الفاظ کے لیے ہندوی کا استعمال ہے جو زیادہ تر ہندوؤں کی زبان میں رائج ہیں اور ہندی کا اطلاق ان الفاظ کے لیے کیا گیا جو مسلمانوں کی زبان میں کثرت سے چلتے ہیں۔ ہندَوی کو ہندوؤں کی ہندی (جس کو ہندو لوگ بھاکا یا بھاشا کہتے تھے) یا ایسی ہندی جس میں عربی و فارسی الفاظ بمقابل

دوسری زبانوں کے کم رہتے تھے کا عہد انیسویں صدی کے وسط تک مانا جاتا رہا ہے۔

ڈاکٹر بھولا ناتھ تیواری نے گارساں داتاسی کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

''گارساں داتاسی نے اپنی تاریخ میں ''ایندوستانی'' (ہندوستانی) کا استعمال اردو کے لیے اور ایندُوئی (ہندَوی) کا استعمال ہندی کے لیے کیا ہے اس سے بھی وہی بات ظاہر ہوتی ہے اور نتیجتاً کہا جا سکتا ہے کہ ابتدائی طور پر دہلی کے آس پاس کی بولی دہلوی یا اس پر منحصر ادبی زبانوں کے لیے اِس ہندَوی نام کا استعمال ہوتا رہا ہے اور اس صورت میں ''ہندَوی'' ہندو اور مسلمان دونوں کی زبان رہی ہے۔ اور اس کے تحت ہندی، ہندوستانی، دکھنی، ریختہ اور اردو وغیرہ سبھی زبانیں شامل رہی ہیں۔''

(بھاشا وگیان کوش، ص ۲۸ ۷)

زبان کے لیے ہندی لفظ کے استعمال کی تاریخ فارس اور عرب سے شروع ہوتی ہے۔ چھٹی صدی قبل مسیح کے کچھ پہلے سے ہی ایران میں ''زبانِ ہندی'' کا اطلاق ہندوستانی زبانوں کے لیے ہوتا رہا ہے۔

ہندوستان میں بھی زبان کے معنی میں ہندی لفظ کا استعمال ابتدا میں مسلمانوں کے ذریعے ہی کیا گیا ہے۔ مغربی ممالک سے ہندوستان آنے والے لوگ اور مسلمان اس ملک کے لیے ''ہند'' کا لفظ استعمال کرتے ہی تھے، لہٰذا جب وہ یہاں آئے تو یہاں کی زبان کو ''ہندی زبان'' کہنے لگے۔ ان کا مخصوص تعلق چونکہ وسط ملک سے تھا، اس لیے رفتہ رفتہ اس وسط ملکی بولی کے لیے انھوں نے ''زبانِ ہندی یا ہندی'' نام کا استعمال کیا۔

(بھاشا وگیان کوش، ص ۷۳۱)

مذکورہ بالا حوالہ جات سے جہاں دوسری معلومات فراہم ہوتی ہیں، وہاں یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ ہندوی اور ہندی زبان غالباً ایک تھی۔ چنانچہ مخزن الغرائب میں ہے:

''درزبانِ ہندی کہ مراد اردو است''

۱۸ ویں صدی کے قریب مراد شاہ نے اس کی ترجمانی یوں کی ہے:

جھنجھوڑا فارسی کے استخواں کو
کیا پر مغز تب ہندی زباں کو
فصاحت فارسی سے جب نکالی
لطافت شیر میں ہندی کے ڈالی

اسی طرح گل کرائسٹ بھی ابتدا میں ہندی لفظ کا استعمال اردو کے معنی میں ہی کرتے ہیں۔ امید یہ ہے کہ ۱۸۰۰ء کے آس پاس ہندی لفظ کا استعمال اردو اور ریختہ کے لیے ہو رہا تھا۔ تاریخی حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ جدید معنیٰ میں ہندی لفظ کے وسیع استعمال کا سہرا حقیقت میں انگریزوں کو حاصل ہے۔ اس لیے کہ ۱۸۰۰ء میں کلکتہ میں فورٹ ولیم کالج کا قیام عمل میں آیا، وہاں گل کرائسٹ ہندی یا ہندوستانی کے استاذ مقرر ہوئے۔ اگر اس وقت گل کرائسٹ نے وسط ملک کی حقیقی نمائندہ، ترجمان زبان کو، جو نہ تو زیادہ عربی و فارسی کی طرف جھکی ہوئی تھی اور نہ سنسکرت کی طرف، اپنایا ہوتا تو آج ہندی اور اردو نام کی دو زبانیں نہ ہوتیں اور ہندی زبان اور اس کے ادب کا کچھ اور ہی نقشہ ہوتا۔

جدید معنیٰ میں ہندی کا صاف طور سے تحریری استعمال کبھی سب سے پہلے کیپٹن ٹیلر نے کیا۔ ۱۸۱۲ء میں فورٹ ولیم کالج کی سالانہ روداد میں وہ کہتے ہیں:

''میں صرف ہندوستانی یا ریختہ کا ذکر کر رہا ہوں، جو فارسی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے۔ میں ہندی کا ذکر نہیں کر رہا ہوں جس کا اپنا رسم الخط ہے، جس میں عربی، فارسی الفاظ کا استعمال نہیں ہوتا اور مسلمانوں کے حملہ کرنے سے قبل جو بھارت ورش کے تمام شمالی و مغربی علاقہ کی زبان تھی۔'' (بھاشا وگیان کوش، ص ۷۳۵)

(268/Imperial Records, Vol. 4, P. 267)

علاقائی زبان

قومی زبان کے علاوہ اپنے اپنے علاقوں میں جو زبانیں بولی اور سمجھی جاتی ہیں وہ علاقائی زبان کے نام سے جانی جاتی ہیں۔ جیسے بھوجپوری، اودھی، بنگلہ، پنجابی، گجراتی اور مراٹھی

وغیرہ۔ یہ اپنے اپنے علاقوں کی نمائندگی و ترجمانی کرتی ہیں۔ جب کہ قومی زبان کو ملک کے تمام حصوں اور علاقوں میں استعمال کیا جاتا اور سمجھا جاتا ہے۔قومی زبان کو اس معنیٰ کر بھی بہت اہمیت حاصل ہوتی ہے کہ یہ علاقائی زبانوں کے تعاون اور اشتراک سے ملک کے تمام حصوں میں آباد لوگوں میں اتحاد اور اتفاق کا ماحول قائم کرتی ہے اور پورے ملک میں لوگوں کے مابین میل جول، باہمی اتحاد، پیار اور محبت بڑھانے کا وسیلہ بن جاتی ہے اور اس طرح یہ ایک ملک کے مختلف زبان بولنے والے باشندوں کو ایک قوم کی شکل میں متحد کر دیتی ہے۔ بلکہ انسانی ذہن کے سوچنے کی صلاحیت میں بھی اضافہ کرتی ہے۔

کسی ملک کی علاقائی زبانوں کا اس ملک کی قومی زبان سے بڑا گہرا تعلق ہوتا ہے۔کیونکہ ایک زبان کے الفاظ دوسری زبان میں منتقل ہوتے رہتے ہیں اور پھر علاقائی زبانوں کے الفاظ، محاورے اور ضرب الامثال قومی زبان میں شامل و جذب ہو کر اس کی وسعت و ترقی کا باعث بنتے ہیں۔ اسی طرح قومی زبان کے الفاظ، محاورے اور ضرب الامثال علاقائی زبانوں میں شامل ہو کر انھیں وسعت اور فروغ بخشتے ہیں۔اگر یوں کہا جائے تو انسب ہوگا کہ علاقائی زبانیں اور قومی زبان ایک دوسرے کو تقویت فراہم کرتی ہیں۔

انسانی تہذیب و تمدن کی تاریخ شاہد ہے کہ دنیا کی مختلف زبانیں ایک دوسرے سے اثر قبول کرتی ہیں اور ایک دوسرے کے الفاظ کا ان میں تبادلہ ہوتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کی مختلف زبانوں نے ایک دوسرے کو متاثر کیا ہے جیسے کہ ہندی کے بعض الفاظ اردو میں اور اردو کے بعض الفاظ ہندی میں بے تکلفی سے استعمال ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہندی اور اردو میں بہت سے الفاظ مشترک ہیں۔ ہندی چونکہ قومی زبان ہے اور اردو بھی اس کا ایک روپ ہے اس لیے ساری علاقائی زبانوں پر ان کے اثرات پائے جاتے ہیں۔اس طرح الفاظ کے تبادلے سے ہر زبان کو فائدہ پہنچتا ہے اور اس کا دامن وسیع سے وسیع تر ہوتا ہے۔اور زبان کی تازگی، جاذبیت اور قوت بھی اسی صورت میں برقرار رہتی ہے جب اس میں نئے الفاظ اور نت نئے خیالات داخل ہوتے رہتے ہیں۔

مختصر یہ کہ ہندوی ہو یا ہندی، اردو ہو یا ہندوستانی یا علاقائی زبان سب کا اٹوٹ رشتہ ہندوستان سے ہے جو اس وطن عزیز کی خوشبو سے عطر آگیں، گنگا جمنی سنسکرتی کی علامت اور صوفی سنتوں کے شیریں خیالات اور حسین تعلیمات کا نتیجہ ہیں جو مختلف علاقوں کے باشندوں کو ایک دوسرے سے قریب کرنے، ایک دوسرے کا دل موہنے، پتا سننے، دکھ سکھ بانٹنے اور باہمی خیالات کا تبادلہ کرنے کے لیے ایک اہم ذریعے کی صورت میں جلوہ گر ہوئیں۔جن کے ابتدائی نقوش خسرو کی کہہ مکرنیوں، دوہوں اور پہیلیوں میں نظر آتے ہیں، گرونانک کی وانی میں جن کا عکس ملتا ہے اور ملک محمد جائسی کی پدماوت، چاند بردئی کی پرتھوی راج راسو، بہاری کی ست سئی اور میرا کے پدوں میں جن کی خوشبو کا احساس ہوتا ہے۔ نیز جن کو خسرو نے ہندوی، مصحفی وغیرہ نے ہندی اور مہاتما گاندھی وغیرہ نے ہندوستانی کہا ہے اور آج ہم جن کو اردو کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر محمد آصف حسین لکھتے ہیں:

”جیسے جیسے ان محبت کے پیغامبروں یعنی صوفیوں کا حلقہ بڑھتا گیا، ان کے عقیدت مندوں کا سلسلہ طویل ہوتا گیا اور ویسے ویسے ان کے رابطے کے وسیلے کے طور پر ایک ایسی زبان وجود میں آئی جو نہ عربی تھی، نہ فارسی، نہ پشتو تھی نہ سندھی بلکہ وہ ان تمام زبانوں کے الفاظ کا ایک مجموعہ تھی جو سنسکرت، پالی، اپ بھرنش، کھڑی بولی، قنوجی اور بھارت کی دیگر علاقائی زبانوں اور بولیوں کے میل جول سے تیار ہوئی تھی۔جب ان الفاظ کو فارسی رسم الخط میں لکھا گیا تو اس مجموعہ یا مرکب کو اردو کہا جانے لگا اور دیوناگری رسم الخط میں لکھا گیا تو اس کو ہندی بولا جانے لگا۔جو ہمارے وطن عزیز ہندوستان کی انفرادی شان یعنی کثرت میں وحدت اور انیکتا میں ایکتا کی واضح دلیل ہے۔اس تعلق سے منصور عثمانی نے کیا ہی عمدہ بات کہی ہے:

بقیہ ص ۱۰/ پر

اسلاف واخلاف

(از: حافظ افتخار احمد قادری *

حضور مفتی اعظم ہند اور خدمتِ خلق

اسلاف و اخلاف

مجدد ابنِ مجدد ابوالبرکات محی الدین جیلانی آل رحمٰن محمد مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان 22 / ذی الحجہ 1310 / ہجری مطابق 18 / جولائی 1892 / عیسوی کو محلہ سوداگران بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ سرکارِ اعلیٰ الشاہ امام احمد رضا خان قادری فاضلِ بریلوی نے،،محمد،، نام پر عقیقہ کیا اور عرفی نام،، مصطفیٰ رضا،، رکھا گیا۔

مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان قادری فاضلِ بریلوی اپنے پیر و مرشد حضرتِ سید شاہ آلِ رسول مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آستانہ عالیہ پر قیام پزیر تھے۔ اس وقت قطب وقت نور العارفین حضرتِ سید شاہ ابو الحسین نوری علیہ الرحمہ حیات ظاہری میں تھے، بعد نمازِ عصر حضرتِ نوری میاں علیہ الرحمہ مسجد کے زینہ سے اتر رہے تھے اور حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ان کے پیچھے پیچھے آرہے تھے کہ اچانک حضرتِ نوری میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا:

مولانا صاحب! بریلی میں آپ کے گھر میں ایک صاحب زادے کی ولادت ہوئی ہے، مجھے خواب میں بتایا گیا ہے کہ اس کا نام آل رحمٰن رکھا جائے۔ اور پھر فرمایا جب میں بریلی آؤں گا تو اس بچے کو ضرور دیکھوں گا وہ بڑا ہی فیروز بخت اور مبارک بچہ ہے۔ (حیات مفتی اعظم)

ولادت کے چھ ماہ بعد حضرتِ شاہ ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمہ بریلی شریف تشریف لائے اور اپنی دیرانہ خواہش کے مطابق بچے کو دیکھا اور اس نعمت کے حصول پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو مبارکباد پیش کی اور فرمایا کہ یہ بچہ دین وملت کی بڑی خدمت کرے گا اور مخلوقِ خدا کو اس کی ذات سے بڑا فیض پہنچے گا۔ یہ بچہ ولی ہے اس کی نگاہوں سے لاکھوں گمراہ انسان دین حق پر قائم ہوں گے، یہ فیض کا دریا بہائے گا۔ اس کے ساتھ ہی حضرتِ نوری میاں علیہ الرحمہ نے شہزادہ اعلیٰ حضرت کے منہ میں اپنی انگلیاں ڈال دیں، نیز سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت سے مشرف فرما کر اجازت وخلافت سے بھی نوازا۔

جب حضور مفتی اعظم ہند کی عمر شریف چار سال چار ماہ اور چار دن کی ہوئی تو رسم بسم اللہ خوانی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ کی موجودگی میں ادا کی گئی۔ اس کے بعد ہی سے امام احمد رضا خان قادری فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ کی نگرانی میں آپ کی تعلیم وتربیت کا باقاعدہ دور شروع ہو گیا، گویا کہ سرکار حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے استاذ خاص اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ ہی تھے، اس کے علاوہ حضرتِ علامہ شاہ رحم الٰہی اور حضرتِ مولانا بشیر احمد علی گڑھ بھی آپ کے قابلِ ذکر اساتذہ میں سے ہیں۔ کچھ اسباق آپ نے اپنے برادر بزرگ حجۃ الاسلام حضرتِ مولانا شاہ حامد رضا خان قادری علیہ الرحمہ سے بھی پڑھے۔

علومِ درسیہ سے فراغت کے بعد حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے پہلا فتویٰ 1328 / ہجری میں تحریر فرمایا۔ اس کا واقعہ بھی بڑا دلچسپ ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ ایک روز حضورِ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ دارالافتاء پہنچے، دیکھا کہ حضرت مولانا ظفر الدین علیہ الرحمہ رضاعت کے ایک اہم استفاء کے جواب کے لیے،، فتویٰ رضویہ،، کی طرف مراجعت کر رہے ہیں۔ بے ساختہ زبان پر آ گیا،، فتویٰ رضویہ دیکھ کر جواب لکھتے ہیں؟،، ملک العلماء مولانا ظفر الدین علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ آپ فتویٰ رضویہ دیکھے بغیر لکھ دیں تو جانوں۔ یہ سننا تھا کہ فقاہت نفس موجزن ہوگئی۔ فتویٰ رضویہ کیا کسی بھی کتاب کو دیکھے بغیر جواب

تحریر فرمایا اور اصلاح کے لیے حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں پیش کیا۔ سرکار اعلیٰ حضرت نے اس میں اصلاح کی گنجائش نہیں دیکھی۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے،، صح الجواب بعون اللہ العزیز الوہاب،، لکھ کر تصدیق فرمائی اور خوش ہوکر پانچ روپے انعام دیے اور،، ابو البرکات محی الدین جیلانی محمد عرف مصطفیٰ رضا،، کی مہر بنوا کر عطا فرمائی۔

اللہ رب العزت نے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کو بے پناہ قلمی قوت سے نوازا تھا۔ آپ نے اپنی گونا گوں مصروفیات کے باوجود مختلف موضوعات پر تصنیفات و تالیفات کا ایک گراں قدر ذخیرہ چھوڑا ہے، ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں :

فتویٰ مصطفویہ، دو جلدیں، وقعات السنان، ادخال السنان، الموت الاحمر، ملفوظات اعلیٰ حضرت، الطاری الدراری لھفوات عبد الباری، القول العجیب فی جواز التثویب، سامان بخشش، تنویر الحجہ بالتواء الحجہ، ہشتاد بید و بند، طرق الھدی والارشاد، وقایۃ اہل السنۃ، وغیرہ۔

خدمتِ خلق:

اللہ رب العزت قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

،، للذین احسنوفی ہذہ الدنیا حسنۃ،،

یعنی: جنہوں نے اس دنیا میں بھلائی کی ان کے لیے بھلائی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ کی تکمیل کے لیے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے تاحیات بھلائی ہی بھلائی کی، لوگوں کو حق کی دعوت دی، منہیات و ممنوعات شرعیہ سے روکا، معروف کا حکم دیا، اتباع رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم کرنے کا جذبہ صادق پیدا کیا، بندے کو اپنے مولا کا اطاعت شعار بنایا، زندگیوں کو طہارت اخلاق و عادات کو پاکیزگی، افکار و عقائد کو عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رنگینی سے سجایا، الغرض تمام عمر عوام کی عافیت و آخرت سنوارنے کی سعی کی، حقیقت میں یہ بہت بڑی بھلائی ہے۔ اس سے بڑھ کر مخلوقِ خدا کی کوئی خدمت نہیں۔ حضورِ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے ان کے ساتھ بھی بھلائی کی جنہوں نے جبینِ عقیدت کو تسلیم و رضا میں جھکا دیا۔ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے ان کے ساتھ بھی بھلائی کی جنہوں نے کبر وتکبر سے گردنوں کو اکڑا لیا، آپ نے بدعقیدوں کو صحیح عقیدگی کی نعمت عطا کی، بداعمالوں کو اعمالِ صالح کی دولت عطا کی، دنیا کو آخرت پر قربان کرنے کا سلیقہ عطا فرمایا۔ سرکشی کو اطاعت شعاری کی لذت عطا کی، بندے کو معبود کی بارگاہ تک پہنچا کر دینی و دنیاوی کاموں کی بشارت عطا کی، حضورِ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے مدت العمر مخلوقِ خدا کی فلاح و بہبود کے لیے سعی فرمائی، حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: اس شخص کے لیے خوشخبری ہے جس کے ہاتھوں بھلائیوں کا صدور ہوتا ہے۔ آپ کا فتویٰ نویسی بھی خدمتِ خلق ہے، تاکہ کم علمی اور بے عملی کی تاریک وادیوں میں بھٹکنے والے علم و عرفان کی روشنی حاصل کر کے صراطِ مستقیم پر گامزن ہوجائیں۔

حضورِ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا سلسلہ رشد و ہدایت بھی خدمتِ خلق ہے۔ تاکہ نفس کی سرکشی کے شکار مخلوقِ خدا تزکیہ نفس کی قوت سے مسلح ہوکر نفس سرکش کو مغلوب کر کے اپنی زندگی کو اسوہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سانچے میں ڈھال کر دنیا و آخرت میں فلاح پائے۔ آپ کا امر بالمعروف بھی خدمتِ خلق ہے تاکہ حق و باطل میں مخلوقِ خدا امتیاز کر کے باطل کو رد کرے اور حق کو اختیار کر کے اپنے مولیٰ کی خوشنودی حاصل کرے۔

مخلوقِ خدا کی خدمت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے صرف اللہ رب العزت کی خوشنودی و رضا حاصل کرنے کے لیے کی، کبھی اس بات کی پرواہ نہیں کی کہ آپ کے فتویٰ سے کون خوش ہوگا اور کون ناراض ہوگا، امر بالمعروف کا حکم کرنے سے کون دشمن بن جائے گا اور کون جبینِ عقیدت خم کرے گا، آپ نے کبھی اس کی پرواہ نہیں کی۔ جنہوں نے آپ کو اپنا دشمن تصور کیا آپ نے ان کے ساتھ بھی بھلائی کی، ان کو بھی فلاح کی طرف بلایا جنہوں نے آپ کے سامنے سر عقیدت خمیدہ کیا، ان کو بھی بہبودی کی طرف بلایا، آپ کو کسی کی تعریف و موافقت کی پرواہ نہ تھی، آپ کا حکم تھا کہ بھلائی کی طرف مخلوقِ خدا کو بلاؤ۔ اطاعت اللہ کے

لیے مخلوقِ خدا کو خیر کی طرف بلایا حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے سب کی خدمت کی سب پر احسان کیا۔

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشادِ گرامی ہے کہ سب اعمال سے جلدی اجر پانے والی چیز احسان اور صلہ رحمی ہے۔

(ابن ماجہ)

بس حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے جلد سے جلد اجر پانے کے لیے صلہ رحمی و احسان کرنے کی روش اختیار کی، آپ نے دنیاوی انجام پر کبھی نگاہ نہیں کی، آپ کا نصب العین تو آخرت میں سرخروئی تھا، اسی نصب العین کو پانے کے لیے آپ مخلوقِ خدا کو خیر کی طرف بلاتے رہے۔ اللہ رب العزت نے ایسی مخلوق کو پیدا فرمایا ہے کہ جن کا کام مخلوقِ خدا کی حاجتوں کو پورا کرنا ہے۔ اور اللہ رب العزت نے اپنی ذات کی قسم کھائی ہے کہ انہیں عذاب نہیں کرے گا، جب قیامت کا دن ہوگا تو ان کے لیے نور کے ممبر رکھے جائیں گے وہ اللہ رب العزت سے گفتگو کر رہے ہوں گے حالانکہ لوگ ابھی حساب میں ہوں گے،، حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی مدت العمری خدمتِ خلق کو مدنظر رکھتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مذکورہ بالا ارشاد پر غور کیجیے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کتنے خوش وقت تھے، اور ان کے مراتب کتنے بلند ہیں؟ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد برحق ہے، حضور مفتی اعظم ہند اس ارشاد کی روشنی میں قیامت میں بھی سرفراز و بلند ہوں گے، اور ہم عاشقانِ حضور مفتی اعظم ہند بھی آپ کے دامنِ عافیت میں پناہ حاصل کریں گے، ہمیں امید ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے اپنی حیات ظاہری میں بھی ہماری بھلائی فرمائی اور کل قیامت میں بھی ہم غلاموں پر احسان فرمائیں گے، اور اپنے دامنِ کرم میں ہمیں پناہ دیں گے۔

مخلوقِ خدا کی رہنمائی کرنے والوں کی فضیلت سے متعلق حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

حضرتِ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی مسلمان بھائی کی حاجت روائی کے لیے چلتا ہے، تو اللہ رب العزت ہر قدم کے بدلے اس کے نامہ اعمال میں ستر نیکیاں لکھ دیتا ہے اور ستر گناہ معاف کر دیتا ہے۔ پس اگر وہ حاجت اس کے ہاتھوں پوری ہو جائے تو وہ گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے آیا تھا اور اگر وہ اس درمیان مر جائے تو بلا حساب جنت میں جائے گا۔

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی تو ساری زندگی ہی مسلمانوں کی حاجت روائی میں بسر ہوئی، صبح کو نمازِ فجر کے بعد اوراد و وظائف سے فارغ ہو کر دربار گہربار میں رونق افروز ہوتے لوگوں کا ہجوم جمع ہو چکا ہوتا۔ مسند پر بیٹھتے ہی لوگوں سے عافیت و مزاج پرسی فرماتے اور حاجت مند اپنی اپنی حاجتیں عرض کرتے، تصرفات روحانی کا دورہ دورہ شروع ہو جاتا، بیماروں کو شفا کے لیے، بے روزگاروں کو روزگار کے لیے، پریشان حال لوگوں کو مقدمے داری کی لعنت سے نجات دینے کے لیے، بری عادتیں چھوڑوانے کے لیے، والدین کی اطاعت شعاری اختیار کرنے کے لیے، صدہا بے شمار حاجتیں لوگ بیان کرتے، حضور مفتی اعظم ہند ان کو تعویذات مرحمت فرماتے، کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ عقیدت مند حضور مفتی اعظم ہند سے عرض کرتے کہ حضور گھر پر مریض انتہائی نازک صورتحال میں ہے۔

آپ فرماتے اللہ رب العزت اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ وطفیل میں شفا عطا فرمائے، اچھا ہراساں نہ ہو چلو ہم تمہارے گھر بھی چلتے ہیں، چنانچہ حضور مفتی اعظم ہند مریض کے گھر تشریف لے جاتے مریض کو دیکھتے اور تعویز لکھ کر دیتے کچھ دعائیں پڑھ کر مریض پر دم کر دیتے اور فرماتے کہ اللہ رب العزت شفا دینے والا ہے۔ ایسے واقعات روزانہ ہوتے تھے مگر کبھی جبینِ ناز پر شکن نہ آتی کیونکہ آپ لوگوں کی حاجت روائی کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ اجر دینے والا تو مولائے کریم ہے اسی سے اجر کی امید بقیہ ص ۲۰ ر پر

از: مفتی محمد صابر القادری فیضی*

حضور شعیب الاولیاء

وقت کے عظیم صوفی

حضور نبی اکرم ﷺ کی آل پاک کے کمالات صحابۂ کرام کی تمام صفات اور ائمہ عظام کے احسانات کا حساب وشمار انسانی طاقت کے امکان میں نہیں ہے۔

درحقیقت یہ تمام حضرات دریائے نبوت کی نہریں اور آسمان رسالت کے چاند ہیں جس فیض وتصوف کو فروغ ملا یا جو نور دین میں ظاہر ہوا وہ انہیں بزرگوں کے طفیل ہوا۔ان میں ہر نہر کا پانی جدا اور ہر چاند کی روشنی الگ الگ ہے۔ان میں سے ہر بزرگ کتاب تصوف وفضیلت کا ایک مستقل باب اور مستقل فصل ہے کوئی صدق وراستی میں مشہور ہوا کوئی عدل وانصاف میں معروف کوئی لباس حیاء سے مزین اور کوئی علوم بے پایاں کا ماہر غرض کہ خاتم نبوت کے خلفاء کا اختتام خاتم ولایت کے مہر سے ہوا۔

اصحاب پیمبر ہمہ مستغرق نوراند
در شعشتہ ذات چرا زادورچہ نہر دیگ

حضور رحمت عالم ﷺ کے تمام اصحاب کرام نور میں غرق ہیں، اگرچہ ذات کے اعتبار سے دور ہوں یا نزدیک ہوں۔

اے در رہ ظلمات خلافت شدہ حیراں
بے نور ہدایت مرواندر شب تاریک

اے راہ خلافت کی پیچیدگیوں میں پریشاں ہونے والے۔ اندھیری رات میں نور ہدایت کے بغیر نہ چل۔

خوش رہ غریبی مست عجب مشکل وآسان
چوں جر صراط است بسے روشن وتاریک

غریبی کا راستہ بہت خوب ہے لیکن عجیب ہے کتنی مشکل کتنی آسان جسے پل صراط کہ بے انتہا روشن اور بے انتہا باریک۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم جن پر شجر ولایت کی انتہا ہوگئی، اس شجر سے درخت طوبیٰ کی طرح بہت سی شاخیں نکل کر تمام عالم کو اپنے نور سے چمکا رہی ہیے اور تمام دنیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نور جمال ولایت وتصوف سے روشن ہو رہی ہے خصوصاً حضور ﷺ کی اولاد وامجاد اور عالی نژاد نواسیوں نے ان کمالات سے وراثت حقیقی اور نسبت ذاتی کے سبب پوری طرح فیض وتصوف حاصل کیا اور اپنی ذاتی عصمت کی وجہ سے باطنی حکومت کا جھنڈا بلند کرتے ہوئے ظاہری حکومت کو دوسروں کے سپرد کر دیا۔نور ولایت خاندان نبوت سے کبھی جدا نہیں ہوتا ہے اور نہ آسمان ولایت ان قطبوں کے بغیر کسی اور چیز پر قائم رہ سکتا ہے۔خاندان نبوت میں سے اللہ تعالیٰ نے جسے چاہا قطب الاقطاب بنی آدم کا غوث اور جن وانس کا مرجع بنا دیا حتیٰ کہ حضرت شیخ عبد القادر محی الدین محبوب سبحانی دین حنیف کے مجدد ہو گئے۔

اگرچہ رسول اکرم ﷺ کا جمال تمام اولاد میں درخشاں ہے لیکن حضرت شیخ میں اور ہی قسم کا جمال وکمال ہے۔ اور حضرت شیخ کا جمال دراصل حضور ﷺ کا جمال اور ان کا کمال درحقیقت رسالت مآب کا کمال ہے۔اہل وعقل وبصیرت اور باشعور حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ حالات کی بہترین اثر اندازی بلکہ افضل ترین عبادت اہل کمال حضرات کی رفاقت اور مقربان دربار الٰہی کی مجالست ہے کیوں کہ ان کی استقامت کو دیکھ کر سالک اور صوفی کے لئے راہ عبادت کی بڑی بڑی تکالیف آسان ہو جاتی ہیں بلکہ وہ شکوک وشبہات جو بعد حجاب کا سبب ہیں محض ان کی زیارت سے زائل ہو جاتے ہیں اگر بفرض محال کسی آدمی میں اتنی صلاحیت واستعداد ہی نہ ہو کہ وہ کسی بزرگ کی صحبت سے استفادہ کر سکے لیکن اس بات کے شواہد موجود ہیں کہ اہل تصوف و ولایت اور کمال جو وجود کی لذت اور کمال

اسلاف وأخلاف

*مضمون نگار جامعہ عربیہ رحمانیہ، رحمٰن گنج ضلع بارہ بنکی کے پرنسپل ہیں۔

مخصوص رکھتے ہیں اپنے پاس آنے والے نااہلوں کو بھی نعمت خداوندی سے نواتے رہتے ہیں کیوں کہ وصیلہ کا فائدہ بھی ولایت و تصوف کی ایک قسم ہے۔

معلوم رہے کہ جب انسان اہل کمال کی صحبت اور عارفوں کے دیدار جمال سے بہرمند ہو جائے تو اس وقت ان بزرگوں کے حالات سے باخبر رہنا بھی باعث ہمت افزائی اور تاریکیوں کو ختم کرنے والا ہے۔ ان کے حالات سے واقف ہونے سے بھی وہی اثر رہتا ہے جو ان کی صحبت سے، کیوں کہ درحقیقت یہ بھی ان کی صحبت میں رہنے کے مترادف ہے۔ اس لئے کہ جمال کدورت انسانی اور صورت عنصری کے حجاب سے زیادہ صاف ستھرا ہے۔ اگر حسن عقیدت ہو تو ہر چیز مشاہدہ بن جاتی ہے اسی وجہ سے ہر زمانے میں بزرگوں کے اخلاق وعادات کو ضبط تحریر میں لاکر محفوظ کرلیا جاتا ہے ان کو ہر محفل ومجلس میں پڑھا جاتا ہے جس سے ان کا جمال زیادہ مزین ہوجاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اولیائے کرام کا وجود مسعود ایک ہمہ گیر رحمت اور عام نعمت ہے اور بموجب حکم خداوندی **واما بنعمت ربك فحدث** (اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کرو) ان بزرگوں کے حالات کو بیان کرنا ضروری ہے جو دراصل اس عظیم نعمت کا شکر ہے اور ان بزرگوں سے عقیدت ومحبت رکھنا ضروری ہے۔

ہر کس کہ کمال اولیا را نہ شناخت
ایں نعمت خاص بے بہا رانہ شناخت
پس شکر نہ گفت وحب ایشاں نگزید
میداں بیقیں کہ او خدارا نہ شناخت

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ان برگزیدہ بندوں کا تذکرہ باعث رحمت وقوبت ہے اس لئے کہ عاشق کو اپنے محبوب کا تذکرہ اچھا لگتا ہے اور محبوب بھی عاشق کا ذکر پسند کرتا ہے غرضیکہ ان بزرگوں کا تذکرہ ایک ایسی عبادت ہے جسے ہر آدمی محنت و مشقت ہر حال میں ادا کرسکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قرب اس طرح سے اسے نصیب ہوسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ شان عظیم، کمالات بزرگ کرامات وافر اور نفس قاطع عطا فرمایا تھا تمام مخلوق بالاتفاق آپ کے کمالات کے قائل ہیں۔

اسلام نے زندگی کے ہر شعبے میں جو احکام وفرامین جاری کئے ہیں انہیں ہر سچائی واخلاص قلب کے ساتھ عمل پیرا ہونے کا نام تصوف ہے۔ صوفیہ کرام فرماتے ہیں: **التصوف تصفية القلوب واتباع النبی ﷺ۔** (طبقات کبریٰ امام شعرانی ص ۱۸)

تصوف اس کا نام ہے کہ دل صاف کیا جائے اور شریعت میں نبی کریم ﷺ کی پیروی کی جائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: **قد افلح من زكّٰها وقد خاب من دسّٰها۔**
(پ ۳۰ سورۃ الشمس ۹، ۱۰)

بے شک مراد کو پہنچا جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور نامراد ہوا جس نے اسے معصیت میں چھپایا، اس آیت سے معلوم ہوا کہ قلب کا تزکیہ شرعاً محمود ومطلوب ہے اس میں رمز یہ ہے کہ دل پورے بدن کا سلطان ہے اور ایک ایک عضو پر اس کی حکمرانی ہے اگر یہ ظلمات نفسانیہ وخصائل ناپسندیدہ سے ستھرا ہو جائے گا اور دل الل کا تابع فرمان ہوگیا تو پھر بدن کے تمام اجزاء اللہ تعالیٰ کے تابع فرمان ہوجائیں گے اور اگر خدانخواستہ یہی درست نہ رہا تو پھر بدن کے تمام اجزاء میں بگاڑ یقینی ہے۔

حضور سید عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: **الاوان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد كله وان فسدت الجسد كله زلا وهی القلب۔** (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳)

سنو! بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست رہے گا پورا بدن درست رہے گا اور جب وہ بگڑ جائے گا تو پورا بدن بگڑ جائے گا۔

اسی لئے صوفیائے کرام نے کتاب وسنت پر عمل کے ساتھ دل کے تزکیہ وتصفیہ پر بہت زور دیا کہ دل جب دنیاوی کثافتوں سے صاف ہوکر شفاف ہوجائے گا تو وہ صرف طالب مولیٰ ہوگا اور اخلاص ورضا کا پیکر ہوگا۔

"**ان تعبد الله كانك تراه**" اس کی شان ہوگی پھر آدمی جو بھی کرے گا وہ رضائے الٰہی کے لئے ہوگا اس کی عبادت، اس

کا معاملہ، اکل وشرب، دوستی، دشمنی، شادی، بیاہ سفر وحضر، جنگ وصلح غرض یہ کہ سونا، جاگنا، اٹھنا، بیٹھنا، سب رضائے الٰہی کے لئے ہوگا۔صوفی کا مشرب صرف یہ ہے کہ بندہ جو کچھ بھی کرے دین کے لئے کرے اور ہر حال میں اللہ کی رضا کو سامنے رکھے۔

حضور شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ کو آپ کے مشائخ کرام نے اپنے کمالات باطنی واسرار باطنی اور تصوف روحانی سے خوب نوازا تھا یہی وجہ ہے کہ حضور شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ اپنے وقت کے ایک عظیم صوفی باصفا تھے جن کا فیضان آج بھی جاری و ساری ہے۔

حضور سیدنا شعیب الاولیاء مرشد برحق حضرت الشاہ محبوب علی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ آپ کے مرشد بیعت ہیں جو سلسلہ قادریہ کے مسلم الثبوت بزرگ تھے ان کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اور ان سے خلافت واجازت حاصل کی اور ایک عرصہ تک آپ کی خدمت میں رہ کر روحانی فیوض و برکات سے مستفید ہوئے۔

حضور سیدنا شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ اپنے مرشد کامل کی کرم نوازی سے دنیائے سنیت میں محتاج تعارف نہیں رہے آپ کی ذات روز نصف النہار سے بھی زیادہ آشکارہ ہے آپ خانقاہوں اور درسگاہوں کے وقار اخلاق انسانیت کے پیکر جمیل اسلام و ایمان کا عظیم الشان آفتاب درخشاں اور اپنے وقت کے ایک عظیم صوفی ہی نہیں صوفی گر تھے، حضور سیدنا شعیب الاولیاء کی صوفیانہ زندگی کا ایک ایک لمحہ اور حیات کی ایک ایک ساعت سرمایۂ حیات اور دولت صد افتخار ہوئی۔

حضور سیدنا شعیب الاولیاء کی ساری عمر مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت، شریعت مطہرہ کا علم پھیلانے کی کوشش اور طریقت ومعرفت کی راہ بتانے میں زندگی گزری۔

فکر ونظر کی اصابت، شریعت وتقویٰ کا التزام، دین و سنیت کے فروغ وارتقاء کے لئے ان کے دل کا اخلاص عرب و عجم نے تسلیم کرلیا ہے۔علم باطن کے کوہ گراں اور اقلیم روحانیت کے تاجدار ہوئے۔

حضور سیدنا شعیب الاولیاء بزم رشد وہدایت میں بیٹھ جاتے تو سلسلۂ قادریہ کے فیضان کی آن بان شان نظر آتے تھے، آج بھی آپ کے عکس جمیل کو دیکھنا چاہتے ہیں تو حضور مفکر اسلام قائد اہل سنت وقار ملت علامہ علوی صاحب پیر لاثانی مدظلہ النورانی کو دیکھو ان میں حضور شعیب الاولیاء کے جلوے نظر آئیں گے آپکے مردانہ عزائم نے ملت فروشی کے مجرمانہ فہرست کو برافگندہ نقاب کر دیا وقت کا ایسا صاحب ورع اور عظیم صوفی جس کی ایک وقت کی نماز باجماعت بھی قضا نہیں ہوئی دیکھنے والوں سے دیکھا سننے والوں نے سنا کہ جب آپ کے در دولت پر کوئی مفلس کوئی بے کس و مجبور آجاتا تو شان غوثیت مآب کے جلوے نظر آتے تھے، آپ کبھی در دولت سے خالی نہیں پھیرتے وہ اپنے دامن مراد کو گوہر مراد سے بھر کر کے واپس جاتا۔

حضور شعیب الاولیاء اس عظیم وقت کے صوفی اور صاحب جود وعطا کا نام ہے جس کے خم کا خم وانڈیل دیئے جام پر جام پیش کئے جس نے قطرہ مانگا دریا بخشد یا جس نے درلیہ جام کی آرزو کی وہ بھی آپ کی کرم گستری سے میکدہ بردوش ہو گیا تھا۔آپ کی مقدس و پاکیزہ ذات نے ابھرتے ہوئے کفر وارتداد اور ظلم و استبداد کو اپنے بل بوتے سے پاش پاش کر دیا، کفر و بدعات نے جب للکارا آپ نے جان خوں کی بازی لگا کر دین وایمان کی حفاظت فرمائی۔آپ کے فیوض و برکات کا دریا آج بھی رواں دواں ہے۔اور آپ کا مزار مبارک مرجع خلائق بنا ہوا ہے یہ سب آپ کو حضور سیدنا غوث پاک رضی اللہ عنہ سے سچا عشق اور ان کی بارگاہ اقدس میں والہانہ وارفتگی کی وجہ سے حاصل ہوا آپ اپنے وقت کے عظیم صوفی باصفا اور مرشد برحق کے عکس جمیل تھے۔

از فیض اوبچائے صلیب و کلیسا
در دار کفر مسجد و محراب منبر است
آنجا کہ بود نعو فریاد مشرکاں
اکنوں خروش نغمۂ اللہ اکبر است

حضور سیدنا شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ کو سلسلہ عالیہ قادریہ

اسلاف واخلاف

کے ساتھ ساتھ سلسلۂ عالیہ چشتیہ میں بھی اپنے وقت کے عظیم ترین بزرگ قطب الاقطاب سیدنا الشاہ حضرت عبد اللطیف ستھوی چشتی علیہ الرحمہ سے خلافت و اجازت حاصل ہوئی حضرت قطب الاقطاب اتباع سنت اور احیائے ملت کی وجہ سے اپنے معاصر بزرگان دین میں امتیازی شان کے حامل تھے۔ غالباً یہی وجہ بھی تھی کہ حضرت قطب الاقطاب سے امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان بوقت ملاقات نہایت اعزاز واکرام سے پیش آئے اور پہلو بہ پہلو بیٹھ کر گھنٹوں شریعت وطریقت کے رموز و اسرار پر گفت گو فرماتے تھے آپ کی نظر کیمیا اثر ہی کی تاثیر ہے کہ آپ کی بارگاہ سے اکتساب فیض کے بعد وہ اپنے اکثر معاصرین واقران پر سبقت لے گئے۔

ایک سوتیس سال کی عمر میں جب کہ آپ مرض الموت میں مبتلا تھے ضعف ونقاہت اس درجہ کہ دوسرے کے سہارے پر بھی دو قدم چلنے سے معذور تھے مگر اس حالت میں بھی نماز باجماعت کے اس قدر پابند تھے کہ کبھی تکبیر اولیٰ نہ فوت ہوئی۔ آپ باکرامت بزرگ صوفی اور خدا رسیدہ ولی تھے آپ سے سیکڑوں کرامتوں کا ظہور ہوا انہیں کرامتوں میں سے ایک روشن کرامت یہ ہے کہ حضرت شعیب الاولیاء الشاہ محمد یار علی علوی قادری چشتی سہروردی نقشبندی جب ایک بار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رخصت ہوتے وقت آپ نے حضرت شاہ صاحب کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیکر اس طرح ارشاد فرمایا کہ: ''میاں نماز تو نماز جماعت تو جماعت جب تکبیر اولیٰ نہ چھوٹے اور یہی نماز اللہ سے ملادے گی''۔

قطب الاقطاب حضرت الشاہ عبد اللطیف ستھنوی علیہ الرحمہ کی زبان مبارک سے ادا ہونے والے یہ چند جملے حضرت شعیب الاولیاء الشاہ یار علی قدس سرہٗ کے لئے پتھر کی لکیر بن گئے اس واقعہ کو اڑتالیس سال گزرے تھے لیکن سفر وحضر اور سخت سے سخت بیماری کی حالت میں بھی شیخ طریقت کے ناصحانہ کلمات کو اپنی زندگی کا اہم معمول بنائے رہے۔ یعنی نماز تو نماز جماعت تو جماعت کبھی تکبیر اولی بھی آپ سے فوت نہ ہوئی تھی۔

(فتاویٰ فیض الرسول حصہ دوم)

جس قدر مشائخ سلسلۂ عالیہ سہروردیہ کے ساتھ منسلک ہوئے ہیں کسی دوسرے سلسلے میں نہیں ہوئے کمال اخلاص سے اس سلسلے کے مرید بن اپنے آپ کو مرشدین عظام کے ساتھ منسوب کرتے ہیں۔

جو شخص اس سلسلے کے مشائخ سے بیعت ہوتا ہے عرش سے فرش تک اس کی آنکھ سے مخفی نہ ہوتا، جس کی وجہ سے اس سلسلے نے پورے عالم میں شہرت پائی اس سلسلے کے سرخیل حضرت شیخ ضیاء الدین ابونجیب سہروری اور شیخ المشائخ شیخ شہاب الدین عمر سہروری ہیں۔

اس سلسلے کے افراد بیعت وخلافت کے بعد ریاضت شاقہ میں مشغول رہتے تھے۔ اس مدت میں بلند کو پاس نہیں آنے دیتے ہیں بڑے عظیم القدر اور بابرکت بزرگ ہوتے ہیں۔

حضور سیدنا شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ کو اس سلسلے کی خلافت و اجازت حضرت شیخ شاہ عبد الشکور صاحب قبلہ جھونسوی علیہ الرحمہ والرضوان سے ہے جو اپنے وقت کے صاحب کشف و کرامت اور صاحب تصرف بزرگ تھے اہل جھونسی مشرب قلندریہ رکھتے ہیں یہ مشرف چند سلسلوں کے لوگوں پر مشتمل ہے جو مختلف سلسلوں سے تعلق رکھتے ہیں اور آپ کو مشرب قلندریہ سے منسوب کرتے ہیں۔

ماز دریا ہم زماست
ایں سخن داند کسے کو آشناست

ابدال اکثر اسی مشرب پر ہوتے ہیں اور ہمیشہ اصلاح باطن میں کوشاں رہتے ہیں۔

اس سلسلے کے لوگ امامت سے پرہیز کرتے ہیں یہ لوگ ہر جگہ پہنچ جاتے ہیں اور ہر جگہ بیٹھ جاتے ہیں اور کھاتے پیتے ہیں یہ لوگ اہل تلوین اور ابن الحال ہوتے ہیں۔

زمین و آسماں ہر دو شریف اند
قلندر را دریں ہر دو مکاں نیست

نظر در دیدہا ناقص فتادہ
وگرنہ یار من از کس نہاں نیست

حضرت نعمت اللہ ولی رسالہ قلندریہ میں فرماتے ہیں:
صوفی منتہی جب مقصد کو پہنچتا ہے قلندر ہو جاتا ہے ذکر قلندر حق ہے جس سے تمام جہاں مستفیض ہوتے ہیں۔

قلندر کا دین دانا ہے جو تمام جہاں پر توانا ہے قلندر کی دنیا تفرید کہ جو توحید کی بشارت دیتی ہے۔

قلندر کا علم مسہو ہے قلندر کا عمل محو ہے اور قلندر کا طریق عشق ہے۔

"**العشق ھو اللہ**" حضور سیدنا شعیب الاولیاء علیہ الرحمۃ والرضوان ان تمام مشارب سے فیضیاب ہو کر فیض رساں بھی ہوئے اور ان سلاسل کے جملہ کمالات وفضائل کے جامع ہیں۔

قلندر کے بباید در عبادت
قلندر کے نگنجد در اشارات

اسی طرح سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا ظہور حضور سیدنا خواجہ بہاء الدین نقشبند بلند گراں اور ان کے تابعین سے ہوا اور ہندوستان میں یہ سلسلہ مجدد الف ثانی شیخ بدر الدین احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمہ کی ذات بابرکات سے خوب پھلا پھولا۔

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بلا گراں ظاہر و باطن سنوانے میں بلند شان رکھتے تھے اور مریدوں کی تربیت میں قدرت کمال رکھتے تھے تھوڑی سی توجہ سے لوگوں کو عالم سفلی و عالم علوی پر پہنچا دیتے تھے۔

اس سلسلے میں اکثر اکمل اولیاء اللہ کا ظہور ہوا ہے۔ حضرت خواجہ بہاء الدین بلا گرداں کو حضرت خواجہ عبد الخالق عجدوالی کی روحانیت سے بھی باطنی طور پر فیض ملا ہے آپ حضرت خواجہ عبد اللہ بلیاری کی مندرجہ ذیل رباعی ہمیشہ پڑھا کرتے تھے۔

ماحق یدو چشم سر نہ بینم ہر دم
از پائے طلب محانہ نشینم ہر دم
گویند خدا بشم سر نتواں دید
آں الیشاں نند چنینم ہر دم

حضرت خواجہ نقشبند بلا گرداں ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے فضیلت حاصل کی ہے ہم مرد ہیں ہمارے طریقے میں مجاہدہ نہیں ہے تعین نہیں ہے سماع نہیں ہے اس میں یافت بہت ہے محرومی نہیں ہے۔ فقط توجہ ہی سے ایک مقام سے دوسرے مقام میں لے جانا ہمارا طریقہ ہے اور دعا سے ایک حال سے دوسرے حال میں پہنچا دینا ہمارا کام ہے۔

ہم غلام قادری ہیں ہم فدائے نقشبند
دل میں ہمارے بھر دے ضیائے نقشبند
شان میرے حضور کی شان ہے ایسی عالی شان
سر پہ ہے تاج قادری تن پر ردائے نقشبند

حضرت خواجہ عبد الخالق عجد وانی علیہ الرحمۃ والرضوان ارشاد فرماتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ نے الہام فرمایا ہے جو شخص اس طریقہ پر آتا ہے آخر استقامت رکھے گا میں اس پر رحمت کروں گا اور اس کو بخشدوں گا کوشش کرو کہ اس طریقہ سے علاحدہ نہ ہو اس پر قائم رہو۔ (بزم نقشبند ص ۱۹)

اس سلسلے کے خوارق و کرامات اور کمالات اندرون نماز میں ہے یہی ایک کسوٹی ہے جو کامل کو ناقص سے جدا کرتی ہے اس سلسلے میں ریا و نمود اور اعلان و شہرت نہیں ہے اور تقسیم شجرہ و عطائے خرقہ کی حاجت نہیں ہے صرف صراط مستقیم کی تعلیم ہے چنانچہ اس تعلیم کا پہلا زینا اتباع شریعت وسنت ہے دوسرا زینہ اعمال صالحہ اور یکسر اتنا ان اعمال میں اخلاص پیدا کرنا ہے حضور سیدنا شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ کو اس سلسلے کی اجازت وخلافت حضرت شاہ عبد الشکور نقشبندی سہروری سے حاصل تھی۔

حضور شعیب الاولیاء نے راہ عشق میں خاصۂ محبوب و مرشد و ناز معشوق یعنی مرشد کا طالب اپنے شیخ کا بوجہ اخلاص تامہ اتار لیا اور ناز کا اتارنا طالب اور محب صادق مع الاخلاص کا کام ہے، اس میں اعلیٰ چیز محویت ہے جس قدر محو ہوتا جائے گا کام میں ترقی ہوتی رہے گی۔

حضور شعیب الاولیاء کا اس قد ہمہ جہت بیک وقت خوبیوں کا جامع ہونا وقت کے عظیم صوفی ہونے کی دلیل ہے۔

اسلاف و اخلاف

ایمان واعمال کے دو بازو یعنی خانقاہ اور دار العلوم

حضور شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ نے خانقاہ فیض الرسول کے ساتھ دار العلوم اہل سنت فیض الرسول کا بھی قیام فرمایا تا کہ اہل سنت ظاہری علوم اور باطنی علوم دونوں ضروریات کو پورا کیا جا سکے۔ جس طرح دنیا میں مسافر کو رہبر کی ضرورت پڑتی ہے ٹھیک اسی طرح راہ سلوک نے کرنے والوں کے لئے رہبر طریقت شیخ کامل ومکمل کی ضرورت پڑتی ہے اور یہ وسیلہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام علمائے دین اور اولیائے عظام ہیں۔

خداوند قدوس تک رسائی حضور سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کے ذریعہ اور آپ ﷺ تک رسائی علمائے دین اور اولیائے عظام کے ذریعہ ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے نور نبوت کا فیض بلا واسطہ حاصل کیا اور بعد والوں نے صحابۂ کرام کے سینوں سے حاصل کیا پھر سلسلہ بہ سلسلہ یہ نور تمام اولیاء اللہ کے سینوں سے منتقل ہوتا رہا اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

اسی واسطے بیعت کی جاتی ہے کہ کسی آئینہ کے سامنے آجائیں تا کہ بے نور نہ رہیں کیوں کہ مشائخ کرام کے سینے شفاف آئینے ہیں، اور جمال پاک مصطفیٰ ﷺ شمع کے مانند ہیں جو شمع دور ہو اس کو چاہئے کہ ایسے آئینوں کے سامنے بیٹھے جس سے نور چھین کر آرہا ہے اسی طرح حضور سرور کائنات فخر موجودات ﷺ رحمت کی بارش ہیں اور مرشد کامل تالاب ہیں جو کوئی بارش نہ پائے وہ تالاب سے پانی لے اور اپنے ایمان کی کھیتیاں اس تالاب سے سیراب کرے۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضور سرور کائنات فخر موجودات ﷺ تک تمام انبیاء رسل انسان کے ظاہری و باطنی اصلاح کے لئے تشریف لائے مگر سلسلۂ نبوت ختم ہونے کے بعد وہ کام دو گروہوں پر منقسم ہوا۔

ظاہری اصلاح علمائے دین کے ذمہ ہے جس کے لئے دار العلوم کی ضرورت اور باطنی صفائی اولیاء اللہ کے سپرد ہوئی ہے جس کے لئے خانقاہ کی ضرورت ہے۔ لیکن چونکہ حضور سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کی نبوت قیامت تک رہے گی اس لئے ضروری قرار پایا کہ آپ کے سارے کام انجام پاتے رہیں۔ نماز میں جسم پاک کرا دینا، قبلہ رو کھڑا کرا دینا اس کے تمام شرائط پورے کرا دینا علمائے دین کا کام ہے مگر نماز میں خلوص و حضور قلب اور اس کار پاسے پاک ہونا اولیاء اللہ کے ذریعہ ہے۔ معلوم ہوا کہ شرائط نماز دار العلوم سے فارغ ہونے والے علمائے دین ادا کرتے ہیں اور شرائط قبول خانقاہوں میں ضرب لاالٰہ اللہ لگانے والے پورا کراتے ہیں اسی لئے قرآن پاک اور کعبہ معظّمہ کا دیکھنے والا صحابی نہیں ہوتا مگر حضور سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کو بحالت ایمان واخلاص دیکھنے والا صحابی ہے، کیوں کہ اعمال سے زیادہ صحبت اگر کرتی ہے جیسا کہ مولانا روم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

یک زمانہ صحبت ما اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

چونکہ عالم دین سے ایمان ملتا ہے اور ایمان کی حفاظت اولیاء اللہ کے کرم سے ہوتی ہے اس لئے اولیاء اللہ علماء کے شاگرد اور علمائے دین اولیاء اللہ سے بیعت ہوتے ہیں یہ دونوں جماعت گویا ایمان واعمال کے دو بازو ہیں اللہ تعالیٰ خانقاہ فیض الرسول اور دار العلوم اہل سنت فیض الرسول کے دینی و ایمانی فیضان کو تا قیامت جاری و ساری رکھے۔ آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ◆◆◆

قارئین توجہ فرمائیں

ادارہ ہر ماہ پابندی کے ساتھ آپ کو رسالہ بھیجتا ہے مگر ڈاک کی لاپرواہی کی وجہ سے کچھ لوگوں کو رسالہ نہیں پہنچ پاتا، ایسے ممبران سے التماس ہے کہ ہمیں فون کر کے مطلع فرمائیں تا کہ محکمۂ ڈاک میں شکایت کر کے رسالہ پہنچایا جا سکے

محرم شریف اور ہم ! ہم محرم کیسے منائیں

قند مکرر

جاری فرمودہ: حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری نوری ازہری بریلوی قدس سرہ العزیز

محرم شریف اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے، اس ماہ میں اور خاص کر اس ماہ کی دسویں تاریخ کو بہت سارے تاریخی واقعات رونما ہوئے ہیں اور اسی ماہ کی دسویں تاریخ کو ہمارے نبی ورسول سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے لاڈلے نواسے، ان کے شہزادگان وخاندان کے نونہالان اور رفقا نے اسلام کی بقا کی خاطر اپنے آپ کو قربان کر دیا، حضرت امام حسین اور ان کے ساتھیوں نے دین کی خاطر کیسی بڑی قربانیاں پیش کیں، کیسے کیسے ظلم سہے، انھیں بیان نہیں کیا جا سکتا، سن کر ہی کلیجہ خون ہو جاتا ہے۔

تو کیا ایسے مقدس مہینے اور اس ماہ کی یکم تاریخ سے عشرہ تک ہمارے مسلم عوام جو میلہ، تماشہ اور خرافات و خرابات پھیلاتے ہیں کیا وہ اسلامی اور حسینی طریقہ ہے؟ اور ان خرافات سے ہم امام حسین رضی اللہ عنہ کو خوش کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں، یہ سارے غیر شرعی طور طریقے ہیں اور ان سے اسلام اور مسلمان دونوں بدنام ہوتے ہیں۔

لہٰذا سنی بھائیو اور بہنو! روافض کے طور طریقے سے پرہیز کرو، فرضی کربلاؤں اور امام باڑوں کی آرائش اور وہاں میلے ٹھیلے لگانے سے بچو اور دور رہو، عورتیں پردہ کریں، علم، تعزیہ ضریح اور تخت وغیرہ کے جلوس کو نہ دیکھیں اور نہ ہی چھتوں پر کھڑی ہوں، گھروں میں رہیں، نوافل پڑھیں، قرآن خوانی کریں، نویں دسویں کو ہرگز باہر نہ نکلیں، مرد بھی جاہلانہ رسوم اور بدعات وحرام کاموں سے پرہیز کریں، سبیل لگائیں، نذر ونیاز کریں، لنگر تقسیم کریں، مگر روٹیوں کو پھینکیں نہیں، نیاز اور لنگر کی بے حرمتی نہ کریں۔

اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم کے ماننے والو!

اعلیٰ حضرت نے اپنی کتاب ''رسالہ تعزیہ داری'' میں مروجہ تعزیہ داری، ماتم، جلوس علم وتخت اور عورت مرد کے اختلاط کو ناجائز وحرام بتایا ہے، البتہ امام حسین عالی مقام اور کربلا والوں کے لئے ایصال ثواب، نذر ونیاز، لنگر اور ان کے صحیح روایات کے ساتھ ذکر سننے اور کربلا شریف کے صحیح نقشہ کو رکھنے اور دیکھنے (گھمانے کو نہیں) کو جائز وثواب بتایا ہے، لہٰذا مسلک کو بدنام نہ کرو اور اپنے روحانی پیشواؤں اور پیروں کے فرمان پر عمل کرو، جن کو کوئی مسئلہ اس سلسلہ میں معلوم کرنا ہو وہ ''مرکزی دار الافتا'' محلہ سوداگران میں رابطہ کریں۔

" عوام اہل سنت کیلئے یہ اعلان حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز نے برسوں قبل جاری فرمایا تھا، حال کے تناظر میں بھی اس کی اہمیت وافادیت برقرار ہے، لہٰذا راقم الحروف اسے ''قند مکرر'' کے تحت نذر قارئین کر رہا ہے، اس امید کے ساتھ کہ عوام اہل سنت اس اعلان پر عمل پیرا ہو کر اپنی دنیا وآخرت سنواریں گے اور دارین کے نقصان وخسران سے بچیں گے۔ نشتر فاروقی "

بھارت بھی مسلم دشمنی میں اسرائیل کے نقشِ قدم پر چل پڑا

از: محمد فرقان فیضی
چیئرمین امام احمد رضا لائبریری، برہم پوری، سرلاہی نیپال

وہ ہندوستان جو پوری دنیا میں اپنی جمہوریت کا اعلان بڑے فخر وانبساط کے ساتھ کرتا آرہا ہے جس نے ہمیشہ آپسی بھائی چارہ کا مالا جپا ہے جس نے ہر عہد میں امن اور محبت کے نعرے بلند کیے ہیں جی ہاں اسی ہندوستان میں چند سالوں سے مسلم دشمنی کا سلسلہ بڑے ہی زور وشور پر ہے، چاہے وہ بابری مسجد کے شہید ہونے سے حجاب پر پابندی لگائے جانے تک یا تین طلاق سے اب شانِ رسالت میں گستاخیوں تک کا مسئلہ ہی کیوں نا ہو۔

بھارت نے ان تمام مسائل میں یک طرفہ فیصلہ لیا ہے جس کے سبب بھارت کو عالمی سطح پر کافی شرمندگی کا سامنا بھی کرنا پڑا ہے اور ابھی حال میں ہی توہین ناموسِ رسالت جس کے خلاف بھارت سے باہر جہاں بائیکاٹ انڈیا مہم زوروں پر ہے اور پوری دنیا سے ردعمل آرہا ہے وہیں بھارتی مسلم بھی ہر شہر ہر علاقے سے احتجاج کیلئے سڑکوں پر اتر آئے ہیں۔

بجائے ان کے مطالبات اور آواز کو سننے کے مسلمانوں کو ظلم وتشدد کا نشانہ بنایا جارہا ہے حد تو یہ ہے کہ مسلمانوں پر پرساسن کی جانب سے گولی چلائی جارہی ہے، احتجاج کرنے والے لوگوں کو آتنک وادی اور فسادی بتا کر ان کے گھروں کو مسمار کیا جارہا وہیں مسلم نوجوانوں کو بغیر کسی جرم کے جیل میں قید کر کے ان کے ساتھ بہیمانہ سلوک کیا جارہا ہے اور ناموسِ رسالت ﷺ پر حملہ کرنے والے گستاخوں کو پولیس پروٹکشن دے کر ان کے جان کی حفاظت کی جارہی ہے۔

آخر ان تمام ترغیر ذمہ داران حرکتوں کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے؟ کون ہے؟ جس نے جمہوریت کے دامن کو تار تار اور امن وشانتی کے گہوارہ کو ظلم وتشدد کا مرکز بنا کر رکھا ہوا ہے، کہیں نا کہیں انتہا پسند لوگوں کے ساتھ ساتھ موجودہ حکومت ہند بھی برابر کی حصہ دار ہے۔

بھارت کا جائزہ لیں تو اس وقت لا قانونیت کا کافی بول بالا ہے ابھی ہی کانپور، رانچی وغیرہ میں احتجاج کے درمیان اپنے حق کیلئے آواز بلند کرنے والے مسلم نوجوانوں، بچوں پر پولیس پرساسن کی جانب سے گولی چلائی گئی تھی جس میں کئی لوگ زخمی ہوئے تھے اور کچھ لوگ شہید بھی ہوگئے اسی میں ایک غریب ماں کا اکلوتا بیٹا شہید مدثر بھی تھا جس نے حال میں ہی میٹرک کا امتحان دیا تھا ابھی رزلٹ بھی نہیں آیا تھا کہ تشدد پسند لوگوں نے اس ماں کے اکلوتے بیٹے کو گولی مار کر شہید کر دیا۔

مگر سلام ہو اس شہید کی ماں پر جس کے منھ سے نکلے ہوئے الفاظ تاریخ کے پنوں میں سونے کے پانی سے لکھے جانے کے قابل ہیں اس ماں نے حب رسول ﷺ کا ثبوت دیتے ہوئے ٹی وی چینلر والوں سے یہ کہہ دیا کہ مجھے کوئی غم نہیں کہ میرا اکلوتا بیٹا ان ظالم اور تشدد پسند درندوں کے ہاتھوں شہید ہو گیا بلکہ مجھے فخر ہے کہ میرا بیٹا اسلام پر ناموسِ رسالت کیلئے شہید ہو گیا جس طرح ہمیں اس دلیر ماں کی دلیری پہ فخر ہو رہا ہے اسی طرح موجودہ حکومت ہند کی بزدلی اور بے بسی پہ ترس بھی آرہا ہے کہ جس حکومت کو اپنے سمیدھان اپنے سسٹم کی حفاظت کرنی چاہیے وہ حکومت خود ہی سسٹم اور قانون کو بالائے طاق رکھ کر ایک خاص مذہب کے لوگوں کو ظلم وبربریت کا نشانہ بنا رہا ہے۔

ہم اپنے ملک نیپال کی جانب سے موجودہ حکومت ہند سے گستاخان رسول ﷺ کی گرفتاری اور سزا کی مانگ کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کوئی ایسا لائحہ عمل تیار کیا جائے کہ جس کے تحت شانِ رسالت میں ادنیٰ گستاخی کرنے والے کو بھی ایسی سزا دی جائے کہ وہ آئندہ آنے والی نسلوں کیلئے عبرت ہو۔

◆◆◆

کچھ مولوی بھی ہیں صلح کلیت کے نرغے میں

از: مولانا محمد تحسین رضا قادری دیناجپوری
بانی رضا اسلامک مشن گنگا گھاٹ اناؤ

آج کل بہت سارے صلح کلی مولوی حضرات! دو چار سو

روپے کے لالچ میں اپنا دین و ایمان و عقیدہ کا سودہ کرتے ہوئے نظر آجاتے ہیں، جب کہ انسان کا اصلی سرمایہ ایمان و عقیدہ ہوتا ہے بغیر اس کے کوئی عبادت و عمل کار خیر اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہی نہیں؟ لوگ ریا کاری مکاری جھوٹ دھوکہ بازی کو آج بہت ہلکا سمجھ لیا ہے، احسان فراموشی، چاپلوسی، عیاری کو محبوب سمجھ کر انجام دینے میں فخر محسوس کیا جارہا ہے۔

آج کے دور پر فتن میں لوگ دین و شریعت کا کھلے عام مذاق اڑا رہا ہے، کہیں جھوٹ بول کر، وعدہ خلافی کر کے، احسان فراموشی کر کے، وہابیوں، دیوبندیوں غیر مقلدوں، اہل حدیثوں سے مل کر ایسے گستاخ انبیا و اولیا کی دعوتوں میں شریک ہو کر ان کی مجلسوں کی زینت بنتے ہیں، العیاذ باللہ!

کچھ لوگ اپنی شہرت کی حصول کے لئے اپنے بڑوں کو نیچا دکھانے کوشش میں لگے رہتے ہیں، ایسے جاہلوں کو یہ بھی امتیاز نہیں کہ عزت و ذلت کا ملک صرف اور صرف اللہ رب العزت کی ذات مقدس ہے، آج ہمارا ایمان اتنا کمزور ہو گیا ہے کہ فرید و فروخت، لین دین میں بے جھجھک جھوٹ اور مکاری کا سہارا لیتے ہیں اور فخر محسوس کرتے ہیں؟

جب اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ خرید و فروخت میں جھوٹ بول کر مال حاصل کرنا ناجائز و حرام ہے، جو صحیح معنوں میں سنی اور مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیرو کار ہوگا وہ کبھی بھی کھلے دل سے گستاخان انبیا و اولیا صحابہ سے مل نہیں سکتا ہے، یہ عقیدہ اور ایمان جیسی انمول نعمت کا تقاضہ کے خلاف ہے، سرکار دوعالم ﷺ نے وہابیوں دیوبندیوں بدمذہبوں سے دور اور سلام و کلام اور شادی بیاہ سے بچنے سے متعلق حدیث پاک میں صاف صاف فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدمذہب اگر بیمار پڑیں تو ان کی عیادت مت کرو، اگر مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو، ان سے ملاقات ہو تو انہیں سلام نہ کرو، ان کے پاس نہ بیٹھو، ان کے ساتھ پانی نہ پیو، ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو، ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو، نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔'' اس حدیث کو ابوداؤد، ابن ماجہ اور عقیل ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ و اما ینسینك الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین۔

اللہ پاک اہل سنت و جماعت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے ماننے والے مسلمانوں کو گستاخان انبیا اولیا صحابہ تابعین بزرگان اہل سنت سے ہمیشہ ہمیش محفوظ و مامون فرمائے، آمین۔

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات مومن فقط احکام الٰہی کا ہے پابند

مختصرات

از: مولانا شہزاد حسین مرکزی

خادم التدریس الجامعۃ النظامیہ فیض العلوم ملک پور کٹیہار بہار

بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے بے شمار مخلوقات کو پیدا فرمایا ان میں سے ہر ایک کو ہر ایک سے مختلف، جسم و جسمانیت میں بھی اور طاقت و قوت میں بھی، ہر ایک کی طرز زندگی بھی مختلف تو طرز بندگی بھی، تاہم ان اختلافات میں ایک چیز ضرور سب میں مشترک ہے اور وہ ہے پابندیِ تقدیر یعنی پابندی طریق و اندازہ۔

مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جس کو جس تقدیر و طریق میں پیدا فرمایا ہے وہ اسی تقدیر طریق کا پابند ہے، مثلا پہاڑ کی تقدیر یہ ہے کہ وہ ایک ہی جگہ کھڑا رہے درخت کی تقدیر یہ ہے کہ وہ ایک ہی جگہ جما رہے یہ دونوں چاہ کر بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں جاسکتے۔

ہوا کا طریق یہ ہے کہ وہ بہتی رہے ندی کا طریق یہ ہے کہ وہ چلتی رہے ہرن وغیرہ کی تقدیر یہ ہے کہ وہ شیر وغیرہ کا لقمہ بنتا رہے، انھیں میں سے ایک مخلوق مومن بھی ہے لیکن وہ پابندِ تقدیر و طریق نہیں بلکہ اس سے آزاد ہے نہ ایسا کہ وہ ہمیشہ چلتا ہی رہے۔

بلکہ جب خطرہ محسوس ہو تو غار ثور میں قیام کرلے اور نہ ایسا کہ جہاں پیدا ہوا وہیں پوری زندگی گزار دے بقیہ ص ۲۴ پر

منظومات

کی محمد سے وفا تو نے، تو ہم تیرے ہیں

(از: مولانا سلمان رضا فریدی، مسقط، عمان

کی محمد سے وفا تو نے، تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

اے مسلمان! اگر شاہِ اُمم تیرے ہیں
"یہ جہاں چیز ہے کیا ، لوح و قلم تیرے ہیں"

تیری فطرت میں ہیں گر حُبِ نبی کے جوہر
پھر تو ہر ایک بلندی پہ قدم تیرے ہیں

سَروَرِ دیں سے وفا ، شوکت و اعزاز کی روح
اُن کے فرمان پہ چل ! جاہ و حَشَم تیرے ہیں

ہے زمانے میں سدا ، عشقِ نبی ہی غالب
اُن کا بَن جا ! تو قیادت کے عَلَم تیرے ہیں

نام پر اُن کے لُٹا ، پہلے مَتاعِ ہستی
پھر ذرا دیکھ ! کہ کیا ناز و نِعَم تیرے ہیں

حِفظِ ناموسِ رسالت میں اگر موت آئے
حوض کوثر ترا ، باغاتِ اِرَم تیرے ہیں

ان کی سُنَّت کو جو سرمایۂ ہستی کر لے
تخت و تاج و ظفر و دام و درم تیرے ہیں

دل کے پیمانے میں بھر ! یادِ نبی کے آنسو
سب بدل جائیں گے خوشیوں سے، جو غم تیرے ہیں

تجھ سے راضی ہیں جو اللہ رسول اے مومن
پھر تو دارین کی عزت کے حرم تیرے ہیں

قولِ رب لکھ گئے کیا خوب، فریدی! اقبال
"کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں"

جو فاطمہ کا لال ہے وہی مرا حسین ہے

(از: مولانا جسیم حسین مرکزی

نبی کا نورِ عین ہے جو مرتضیٰ کا چین ہے
جو فاطمہ کا لال ہے وہی مرا حسین ہے

جو ہم شبیہ مصطفیٰ جو ہے عطائے کبریا
جو صاحب کمال ہے وہی مرا حسین ہے

بچانے دین مصطفیٰ چلا ہے سوئے کربلا
ہے جس میں زورِ حیدری ہے جس میں خونِ مصطفیٰ
نہ خوف ہے یزید کا نہ ڈر کسی کے تیغ کا
نہ چہرے پر ملال ہے وہی مرا حسین ہے

نشان تک نہیں رہا زمانے میں یزید کا
ذلیل و خوار ہو گیا ہے قافلہ پلید کا
یہ جس کی ضربِ تیغ ہے علی کی ذوالفقار ہے
جو سیف ذوالجلال ہے وہی مرا حسین ہے

اُدھر یزید میمنہ اِدھر یزید میسرہ
سبھی پہ آلِ مصطفیٰ کا چل رہا ہے دبدبہ
کہ جس کے پاؤں کی دھمک سے کانپتا ہے حُرملہ
جو شمر پر وبال ہے وہی مرا حسین ہے

حسین تو سعید ہے رشید ہے شہید ہے
یزید تو خبیث ہے ذلیل ہے پلید ہے
جو دشمنوں پہ مار ہے جو دین پر نثار ہے
جو قاطعِ ضلال ہے وہی مرا حسین ہے

فرات بند کر دیا یزیدیوں نے بے خطر
ادھر دمِ اَخیر اب مچل رہا ہے حلق پر
مگر زباں پہ حرفِ اف نہیں جولایا ہے بشر
وہ صبر کی مثال ہے وہی مرا حسین ہے

ہے جس کا جسم تیر سے چھدا ہوا کٹا ہوا
مگر زبانِ پاک میں بس اک صدا ہے لاالہ
جو تحت سیفِ دشمناں ہے سجدے میں جھکا ہوا
جو زخم سے نڈھال ہے وہی مرا حسین ہے

جو فاطمہ کا گل رُخا جو ہے علی کا لاڈلا
جسے خدا نے شانۂ حضور پر بٹھا دیا
کہ جس کے واسطے جناں سے پاک جوڑا آ گیا
وہ مصطفیٰ کی آل ہے وہی مرا حسین ہے

جو صبر کی ہے ابتدا جو صبر کی ہے انتہا
جسیم اس کا سانحہ لکھوں میں کس طرح بھلا
قلم نے خود بھی رو دیا لکھا جو" شاہِ کربلا"
جو صبر لازوال ہے وہی مرا حسین ہے

اے حسین ابنِ علی بہر خدا امداد کن

(از: مولانا محمد اشرف رضا، سہ ماہی امین شریعت بریلی شریف

اے حسین ابنِ علی بہر خدا امداد کن
از پئے حضرت محمد مصطفیٰ امداد کن
پارۂ قلبِ علی مشکل کُشا امداد کن
"گُل رُخا، شہزادۂ گلگوں قبا امداد کن"
مہر جلوہ، حاملِ صدق وصفا امداد کن
مہ لقا و پیکرِ صبر و رضا امداد کن
نازشِ بزمِ امامت، اے امام عالی مقام
اے شہیدِ نازِ خاکِ کربلا امداد کن
آپ کے نانا کی امت کے سروں پر دیکھیے
چھائی ہے رنج و مصیبت کی گھٹا امداد کن
توڑ رکھی ہے کمر سنگِ حوادث نے مری
ناصرِ دیں، دافعِ کرب و بلا امداد کن
موجِ دریائے سخاوت، پیکرِ جود و عطا
چند قطرے جامِ رحمت سے پلا امداد کن
لختِ قلبِ فاطمہ و نورِ عینِ مرتضیٰ
تیرا اشرف ہے مصائب میں گھرا امداد کن
اپنے نانا جان کے صدقے میں کر دیں ختم اب
رنج و آلامِ دلِ اشرف رضا امداد کن

ایصالِ ثواب کا ثبوت قرآن وسنت سے ہے

حضور محدث کبیر

مورخہ ۱۵/ذیقعدہ ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۶/جون ۲۰۲۲ء بروز جمعرات، لکھنورہ، تھانہ بسنت پور، ضلع سیوان (بہار) میں الحاج امام حسن رضوی صدیقی ابن امت حسین مرحومین کے پہلے سالانہ فاتحہ کے موقع پر منعقد "مالک جنت کانفرنس" میں شہزادۂ صدر الشریعہ، محدثِ کبیر علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری مدظلہ العالی نائب قاضی القضاۃ فی الہند نے ایصالِ ثواب کی شرعی حیثیت کے اثبات میں دلائل و براہین سے بھرپور خطاب میں فرمایا کہ اگر زندوں کے اعمال صالحہ کا ثواب مرحومین کو نہ پہنچتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرتِ سعد کو اپنی مرحومہ ماں کے لیے کنواں کھودنے کا حکم ہرگز نہیں دیتے اور یہ نہ فرماتے کہ "ھٰذہٖ البئر لام سعد" اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کا یہ عقیدہ تھا کہ زندوں کے عمل سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے، اسی طرح نماز جنازہ میں پڑھی جانے والی دعا سے آپ نے استدلال فرماتے ہو۔

نام نہاد فرقۂ اہل حدیث یعنی غیر مقلدین کا ردبلیغ فرمایا، احادیث اور دینی مثالوں کے ذریعہ آپ نے ثابت فرمایا کہ ایصالِ ثواب کرنا جائز اور شرعاً بہتر عمل ہے، اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ مولانا انیس عالم سیوانی صاحب کے والد ماجد مرحوم کو ثواب پہنچانے کی غرض سے جلسے کا انعقاد کوئی نئی چیز اور بدعت نہیں بلکہ امر مندوب اور شریعت میں مشروع ہے جو اسے بدعت کہے وہ خود بدعتی اور دین وشریعت پر جرأت کرنے والا ہے۔

سرپرست اجلاس حضرت علامہ وصی احمد وسیم صدیقی گوپال گنج اور جانشین محدثِ کبیر علامہ ابو یوسف محمد ازہری نے بھی خطاب فرمایا، علامہ ابو یوسف ازہری نے کہا کہ ثواب پہنچنے اور نہ پہنچنے کا مدار اس بات پر ہے کہ ثواب پہونچانے والا اور جس کو ایصالِ ثواب کیا جارہا ہے دونوں مسلمان ہوں، وہابی دیوبندی چونکہ اپنے عقائد کفریہ کے باعث کافر و مرتد اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں اس لیے ان کو ثواب نہیں پہنچتا۔

اس اعتبار سے اہل سنت اور وہابیوں دونوں کا موقف اپنی اپنی جگہ درست ہے، وہابی کہتے ہیں نہیں پہنچتا تو بلاشبہ ان کو ثواب نہیں پہنچتا کیونکہ وہ کافر ہیں، سنی کہتے ہیں پہنچتا ہے، یقیناً پہنچتا ہے اس لیے کہ یہاں پہنچانے والا اور جس کو پہنچایا جارہا

ہے دونوں مسلمان ہیں، مسئلہ واضح ہو گیا کہ اہل سنت کے لیے ایصال ثواب جائز ودرست اور وہابیوں ،غیر مقلدوں کے لیے ناجائز وغیر مشروع۔

بانئ اجلاس مولانا انیس عالم سیوانی نے کہا کہ حضور محدث کبیر کی تشریف آوری پورے علاقہ سیوان کے لیے باعث مسرت وفرحت ہے اور ذاتی طور پر مجھ حقیر کے لیے، میرے بھائیوں، عزیزوں، اہل خاندان اور گاؤں والوں کے لیے خصوصی سعادث کی بات ہے، آپ نے کہا کہ مجھے امید قوی ہے کہ اللہ ربّ العزت میرے والدمرحوم اور خاندان کے دیگر مرحومین کی مغفرت فرمادے گا، حضور محدث کبیر اس سے پہلے کئی دفعہ میری دعوت پر یہاں تشریف لائے، ایک بار میرے نکاح کے موقع پر تشریف لائے اور نکاح آپ نے ہی پڑھایا لیکن آج میرے والدمرحوم کے پہلے سالانہ فاتحہ کے اجلاس میں شرکت فرمانا میرے لیے عظیم سعادت اور میرے والدمرحوم کی مغفرت کی بشارت ہے، اللہ عزوجل حضرت کا سایہ دراز فرمائے، آمین۔

پروگرام کی صدارت مشہور ومعروف عالم حدیث علامہ کوثر امام قادری، اور نظامت مولانا ناظم علی جلالپوری وقاری اعجاز احمد قادری نے کی، مولانا قاری تحسین رضا مرکزی نے قرأت سبعہ میں تلاوت قرآن عظیم کیا جسے لوگوں نے بہت پسند کیا، قاری شمشاد احمد برکاتی نے گلہائے عقیدت پیش کیے، قرب وجوار سے بڑی تعداد میں لوگوں نے جلسے میں شرکت کی اور محدث کبیر کی زیارت اور مصافحہ کی برکات سے سرفراز ہوئے۔

پروگرام میں خصوصیت کے ساتھ حضرت علامہ فیضان احمد رضوی جلالپور، حضرت قاری محمد کلیم صاحب گھوسوی، حضرت مولانا محمد وسیم اکرم رضوی سیوان، حضرت مولانا غلام غوث خواص پور، حضرت مولانا عبد المنان صاحب رضوی، حضرت مولانا عالمگیر صاحب بازید پوری، حضرت مولانا عرفان رضا صاحب مشرکھ چھپرہ، حضرت حافظ عبد السلام رشیدی، حضرت مولانا مہتاب عالم مرکزی، حضرت قاری توقیر رضا صاحب، حضرت مولانا مظہر صاحب، حضرت مولانا توصیف صاحب، حضرت قاری قیصر رضا صاحب، مولانا بیت اللہ صاحب وغیرہ شریک ہوئے۔

واضح رہے کہ والد مرحوم کا گزشتہ ۲۱؍رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ مطابق ۴؍مئی ۲۰۲۱ء بروز منگل صبح کے تقریباً نو بجے اچانک انتقال پر ملال ہو گیا تھا، انا للہ وانا الیہ راجعون، مولانا عبد المنان صاحب نے صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ پیش کیا، محدث کبیر کی دعا پر پرگرام ختم ہوا، حاضرین کے عشائیہ اور تبرک کا انتظام محمد یاسین اور توقیر عالم کی طرف سے کیا گیا۔

اخلاق الرحمن صدیقی، حشر عالم صدیقی، ذوالفقار احمد، شوکت علی، فیروز عالم کھیا، حسنین، نوراعظم، محمد اسلم، محمد شکیب، عامر ذوالفقار وغیرہ نے پروگرام کو کامیاب بنانے اور مہمانوں کے استقبال میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

رپورٹ: انیس عالم سیوانی، محمد یاسین، توقیر عالم، غلام ربانی
ابنائے مرحوم ومغفور الحاج امام حسن رضوی صدیقی
لکھنورہ، ضلع سیوان، بہار

خانوادۂ اعلیٰ حضرت نے دین کی پاسبانی کا فریضہ انجام دیا

عرس تاج الشریعہ میں علما ومشائخ کا اظہار خیال

مالیگاؤں: قرآن کریم میں والدین کی تکریم وحسن سلوک پر کئی مقامات پر حکم دیا گیا ہے، عرسِ تاج الشریعہ کا یہی پیغام ہے کہ والدین سے حسنِ سلوک کیجیے، والدین کی عزت کیجیے، اُن کی قدر کیجیے، اپنے ضعیف والدین کے ہاتھوں کو بوسہ دیجیے، تاج الشریعہ کی زندگی ہمارے لیے نمونۂ عمل اور مشعلِ راہ ہے، میری نصیحت یہی ہے کہ مسلکِ اعلیٰ حضرت پر قائم رہیں، اولاد کو یہی وصیت کریں کہ مسلکِ اعلیٰ حضرت کے مطابق زندگی گزاریں، گستاخِ رسول سے کوئی تعلق نہ رکھیں، یہی پیغام تاج الشریعہ اور پیغامِ بلگرام ومارہرہ ہے۔

اِس طرح کا پیغام 5؍جون 2022ء اتوار کی شب سنی جامع مسجد قادریہ میں منعقدہ عرسِ تاج الشریعہ میں شہزادۂ حضور بادشاہ میاں آلِ رسول شیخ طریقت حضرت سید انس میاں واسطی بلگرامی نے دیا، آپ نے عقائد کے ساتھ ہی عمل کی اصلاح پر زور

دیا، ازیں قبل علامہ وقار احمد عزیزی نے اپنے تحقیقی خطاب میں ہند میں فتنۂ ارتداد اور اُس کے انسداد میں تاج الشریعہ کے جدِ امجد اعلیٰ حضرت کی خدمات اور جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کے کارنامے اُجاگر کیے، فرمایا: اعلیٰ حضرت کے خلفا نے شدھی تحریک کے سدِ باب میں خانقاہوں سے نکل کر رسمِ شبیری ادا کی، لاکھوں مرتد ہو چکے افراد کو دوبارہ داخل اسلام کیا، اعلیٰ حضرت نے تحریر وتصنیف کے ذریعہ اسلام پر ہونے والے حملوں کا سدِ باب کیا، خانوادۂ اعلیٰ حضرت نے دین کی پاسبانی کا فریضہ انجام دیا، آپ نے تاریخِ ہند میں بریلی کی تاباں خدمات اور دین کے لیے تحفظ واستحکام کی کوششوں کو مدلل انداز میں بیان کیا، عرسِ تاج الشریعہ کی اِس بزم میں خادم خانقاہِ بلگرام مولانا غلام غوث خان اویسی نے فرمایا کہ: تاج الشریعہ کی مقبولیت عطائے غوث اعظم ہے، اہلِ حق کے چہرے روشن ہوتے ہیں، تاج الشریعہ کا روشن چہرہ دیکھ کر دلوں میں ایمان پختہ ہوجاتا تھا، تمہیدی خطاب میں مولانا احمد رضا ازہری نے کہا کہ: تقویٰ اور تفقہ کے اعتبار سے تاج الشریعہ کی حیات مثالی ہے۔

اس موقع پر مفتی نعیم رضا مصباحی نے منقبت تاج الشریعہ پیش کی، غلام مصطفیٰ رضوی نے نظامت کے فرائض انجام دیے اور حضور تاج الشریعہ کی نسبت سے نوری مشن سے انجام پذیر طبی، فلاحی، اشاعتی اور علمی کاموں کی رپورٹ پیش کی۔ کہا کہ: حضور تاج الشریعہ کے نام سے امدادی طرز پر دو کلینک ہم نے قائم کیے جہاں سے بکثرت مریض شفایاب ہو رہے ہیں۔

تقریبِ عرس کا آغاز حافظ مقصود اشرفی کی تلاوت سے ہوا، ہاشم رضا نے نعت خوانی کی، سلام ودعا پر بزم کا اختتام ہوا، کتاب ''مصطفوی نظامِ معیشت'' از پروفیسر مسعود احمد کی تقسیم عمل میں آئی، سنی جمیۃ العلماء کی سرپرستی اور نوری مشن وسَمَست میمن جماعت کے زیر اہتمام منعقدہ اِس بزم عرس میں خصوصی طور پر مذکورہ علما ومشائخ کے علاوہ مولانا مدثر حسین ازہری، مولانا ذو الفقار رضا، مولانا فیضان رضا، مولانا عبد اللہ رضا، حافظ نوید رضا، حافظ احسان رضا، حافظ مبین رضا سمیت ائمہ کرام، دانشور، اسکالر اور تنظیموں کے نمائندگان نے شرکت کی، جب کہ سامعین کا اژدہام تھا، بزم آراستہ کرنے میں فرید رضوی، معین پٹھان رضوی، شہزاد برکاتی، یاسین رضا، شیخ آصف رضوی، سعد رضوی، جابر رضا وانتظامیہ سنی جامع مسجد قادریہ نے حصہ لیا۔

رپورٹ: اراکین نوری مشن مالیگاؤں

اہانت رسول کے خلاف سہسرام میں پرامن احتجاج

وزیر اعظم کو رہتاس ڈی ایم کی معرفت میمورنڈم

سہسرام 22 جون (پریس ریلیز) ملک کی گنگا جمنی تہذیب و ثقافت پہ ہونے والے پے در پے حملے اور مذہبی نفرت کا زہر گھول کر وطن میں امن عامہ درہم برہم کرنے والی وطن دشمن طاقتوں کے خلاف دار العلوم خیریہ نظامیہ کی جانب سے گزشتہ دنوں ایک پرامن احتجاج کیا گیا اور دستخطی مہم کے تحت نوپور شرما، نوین جندل اور ٹی وی چینل اینکر نویکا کمار کی جانب سے رسول اکرم ﷺ کی شان اقدس میں کی جانے والی گستاخی اور بدتمیزی کے خلاف اپنے سخت ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے انہیں قرار واقعی سزا دینے کا مطالبہ اربابِ حکومت ہند کے سامنے رکھا گیا، ایک دن مسلمانوں نے رضا کارانہ طور پہ اپنے تمام چھوٹے بڑے کاروبار پورے طور پر بند رکھ کر ان دریدہ دہنوں اور گستاخوں کے خلاف اپنے سخت لیکن پرامن ردعمل کا اظہار کیا بعد میں مسلمانوں کے ایک نمائندہ وفد جس میں بطور خاص یہ حضرات شامل رہے: الحاج ہارون عزیزی، الحاج قسیم الدین، عبد الباری قریشی، نشاط اختر نظامی، سید ارشد حسین حاجی انیس المختار، شہزاد خان، حافظ شبیر نے ضلع کلکٹر سے ملاقات کی اور وزیر اعظم، صدر جمہوریہ ہند اور وزیر داخلہ کے نام ایک میمورنڈم ہزاروں مسلمانوں کے دستخط کے ساتھ پیش کیا۔

میمورنڈم میں یہاں کی گنگا جمنی تہذیب وثقافت کا حوالہ دیتے ہوئے کہا گیا کہ یہی وہ بنیاد ہے جس پہ ہمارا پیارا وطن پوری دنیا میں ایک علیحدہ شناخت وپہچان رکھتا ہے اور اسے آئیڈیل کی حیثیت بھی حاصل ہے یہاں بھانت بھانت کی بولیاں بولنے والے

خیر و خبر

اور مختلف تہذیب وثقافت اختیار کرنے والے اور الگ الگ دین ومذہب کے پیروکار ایک ہی سر میں سر ملا کر گاتے ہیں۔

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا

امن وآشتی، آپسی پیار ومحبت کے سائبان میں یہاں کے باشندے ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوکر رواداری کا سبق پڑھتے پڑھاتے ہیں، لیکن اس طرف کچھ دنوں سے وطن دشمن طاقتیں مذہبی نفرت کا زہر گھول کر امن عامہ درہم برہم کرنے پہ تلی ہوئی ہیں جو یقیناً ملک کی سلامتی اور یہاں کے امن عامہ کے لیے ایک بڑا خطرہ بن کر منڈلا رہا ہے، ہم مسلمان ہیں، پیار ومحبت ہمارا شیوہ ہے، نفرت کی زبان استعمال کرنے کا حکم ہمیں نہیں دیا گیا، ہمیں اپنے پیارے وطن سے محبت ہے ہم یہاں ترقی اور خوشحالی کی فضا بحال دیکھنا چاہتے ہیں، آپسی پیار ومحبت جو ہمارے وطن کی پہچان ہے اسی کی خوبصورت فضاؤں میں ہم سانس لینا پسند کرتے ہیں۔

وطن دشمن عناصر نے اب ہماری سب سے عظیم متاع اور سب سے قیمتی سرمایہ جان ایمان محمد عربی ﷺ کی ذات اقدس پہ گھٹیا اور رکیک حملے شروع کر دیئے ہیں جو مسلمانوں کے لئے ہرگز ہرگز ناقابل برداشت ہے، بی جے پی کی سابق ترجمان نوپور شرما، نوین جندل نے ایک ٹی وی چینل کے ڈیبیٹ پروگرام میں حضور اکرم محمد عربی ﷺ کی شان میں جو گستاخانہ جملے استعمال کیے ہیں کسی بھی مہذب سماج میں انہیں قبول نہیں کیا جا سکتا، دونوں کے خلاف پارٹی نے ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے ایک کو پارٹی سے برطرف کر دیا جبکہ دوسرے کو چھ سالوں کے لئے معطل کر دیا، لیکن جناب عالی یہ جرم کوئی معمولی جرائم کی فہرست میں نہیں ہے یہ بہت اہم اور سنگین جرم ہے لہٰذا ملک کے ایک بہت ذمہ دار منصب پہ فائز ہونے کے ناطے جناب عالی سے درخواست ہے کہ ان کے ناقابل معافی جرم کی قرار واقعی سزا دینے کا حکم صادر کر کے مسلمانوں کو اعتماد میں لینے کی پہل کی جائے اور دستور ہند میں کسی بھی مذہبی رہنما کے خلاف اہانت آمیز کلمات کہنے کی جو سزا مقرر ہے اسے مؤثر اور مزید سخت سے سخت تر بنانے کی ضرورت ہے تا کہ یہاں کی گنگا جمنی تہذیب کی حفاظت، امن عامہ کی سلامتی اور ملک کی تعمیر وترقی کی فضا بحال رہ سکے۔

میمورنڈم میں اس امر کا اظہار بھی کیا گیا کہ یہ بات فراموش نہ کی جائے کہ مسلمان اس ملک کی پہچان ہے اور یہاں کی سب سے بڑی اقلیت بھی ہے، دستور ہند نے ہمیں جو مذہبی، سیاسی اور عائلی حقوق کی آزادی دی ہے انہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، ہم ملک کے وفادار شہری ہونے کے ناطے ارباب حکومت ہند بالخصوص عزت مآب وزیر اعظم ہند سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنی خاموشی ترک کریں اور ملک کی عظمت رفتہ بحال کرنے کے لیے موثر اور مضبوط قدم اٹھائیں، سب کا ساتھ، سب کا وکاس اور سب کا وشواس کا خوبصورت اور دلفریب نعرہ اب نفرتوں کی منھ زور آندھیوں کے سامنے دم توڑتا نظر آرہا ہے، ہمارا پیارا وطن نفرتوں کی آگ میں جھلس رہا ہے، مذہبی جنون کے شکار نوجوان اب ہمارے پیارے وطن کا مستقل بنتے چلے جارہے ہیں، جنہیں لگام دینا ارباب حکومت کی منصبی واخلاقی ذمہ داری ہے، ضلع کلکٹر نے مسلمانوں کے وفد کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ میں آپ حضرات کے جذبات سربراہان مملکت تک پہنچا دوں گا۔

◆◆◆

सुन्नी दुनिया में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोट:-

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।

2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।

3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2020-2022

AUGUST-2022
PAGES 60 WITH COVER

PER COPY : ₹25.00
PER YEAR : 300.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan

ادارہ سنی دنیا کا ایک عظیم کارنامہ، رضویات پر ایک گنج گراں مایہ

امام احمد رضا نمبر



جو حضرات یہ عظیم شاہکار حاصل کرنا چاہتے ہیں ادارہ کو ۲۰۰ روپئے بھیج کر حاصل کر سکتے ہیں۔

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

صفر المظفر ۱۴۴۴ھ ستمبر ۲۰۲۲ء
SEPTEMBER-2022 Rs. 25/-

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

عالم اسلام کو
عُرسِ رَضوی
مبارک ہو



مدیر
مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی

وارث علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتی اعظم نور دیدۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خان قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادۂ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خان قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

اعظم اہل سنت وجماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی ادبی و اصلاحی

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

شمارہ نمبر ۹
Issue No. 9
Vol. 7 جلد نمبر ۷

صفر المظفر ۱۴۴۴ھ
ستمبر ۲۰۲۲ء

مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

تزئین کار

عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک)
آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

محمد تمہید خان عرشی
فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے
سالانہ ۳۰۰ روپے سادہ ڈاک سے
سالانہ ۵۵۰ روپے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے
امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ
کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ
قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 9259089193 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ہدایت
اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

Contact Address
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

Email:
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

رابطہ کا پتہ
ماہنامہ سنی دنیا
۸۲ر سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس، بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ر سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مشمولات

مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

امام احمد رضا اور ان کے اجتہادی جلوے

امام احمد رضا چودھویں صدی ہجری کے وہ فقید المثال مفتی، محدث اور مفسر ہیں جن کے زرنگار قلم کے نشانات سے جدید وقدیم علوم وفنون کا کوئی سا گوشہ اچھوتا نہیں رہا، جب دنیا کا کوئی بھی منصف مزاج دانشور آپ کی تصنیفات کا بنظر غائر مطالعہ کرتا ہے تو وہ اس حقیقت کا ادراک کئے بغیر نہیں رہ پاتا کہ امام احمد رضا یقیناً مجتہدانہ صلاحیتوں کے مالک ہیں اور وہ کم از کم ''مجتہد فی المسائل'' کے منصب پر ضرور فائز ہیں، ایک مجتہد کے لئے جو خوبیاں درکار ہیں وہ امام احمد رضا کے اندر بدرجۂ اتم موجود ہیں جن کا مشاہدہ کوئی بھی جوہر شناس ان کے فتاویٰ میں جا بجا کرسکتا ہے۔

چنانچہ عالم عرب کے مشہور عالم دین، سماحۃ الشیخ حضرت علامہ سید اسمٰعیل خلیل مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب امام اہل سنت کے فتاویٰ ملاحظہ فرمائے اور جب انھیں ان کی گہرائی و گیرائی کا اندازہ ہوا تو ان الفاظ میں آپ کی مجتہدانہ صلاحیتوں کا برملا اعتراف کیا:

"واللہ أقول والحق أقول إنہ لو رآھا أبو حنیفۃ النعمان لأقرت عینہ وجعل مؤلفھا من جملۃ الأصحاب۔ یعنی خدا کی قسم! میں بالکل سچ کہتا ہوں کہ اگر یہ فتاویٰ امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھتے تو بلا شبہ اس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور وہ اس کے لکھنے والے کو اپنے اصحاب کے زمرے میں شامل فرمالیتے۔'' (الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ، ص ۲۲)

یہ قول اپنے وقت کے ایک عظیم المرتبت، رفیع الدرجت، مرجع علما وفقہا، عالم ربانی کا ہے، جن کی رائے علمائے عرب وعجم میں بھی قول فیصل کا درجہ رکھتی ہے، ایسی بلند پایہ ذات اللہ کی قسم کھا کر اپنی مذکورہ رائے کا اظہار فرما رہی ہے، تو اس عظیم الشان ہستی کا یہ ارشاد ہی اس حقیقت پر دال ہے کہ اللہ رب العزت نے امام احمد رضا کو اجتہادی صلاحیتوں سے بھر پور نوازا تھا، علامہ سید اسماعیل خلیل مکی کے ارشاد گرامی سے درج ذیل حقائق واضح ہوتے ہیں:

(۱) امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام احمد رضا کے فتاویٰ ملاحظہ فرماتے تو ان کی آنکھیں ضرور ٹھنڈی ہوتیں، یعنی انھیں اس بات سے حد درجہ مسرت وشادمانی ہوتی کہ اجتہادی خوبیوں سے مالا مال یہ شخص مستقبل میں امت مسلمہ کے لئے نہایت ہی سود مند ثابت ہونے والا ہے تو کیوں نہ اس باکمال شخص کو اپنے باکمال تلامذہ کے جھرمٹ میں شامل کرکے اس کی قرار واقعی حوصلہ افزائی کی جائے۔

(۲) امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام احمد رضا کو اپنے تلامذہ میں شامل فرمالیتے، ظاہر ہے کہ امام اعظم کے تلامذہ میں امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن شیبانی، امام حماد بن ابی حنیفہ، امام زفر بن ہذیل، امام عبد اللہ بن مبارک، امام وکیع بن جراح، امام داؤد بن نصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جیسے بلند پایہ مجتہدین دین متین شامل رہے ہیں، تو گویا حضرت امام اعظم کے نزدیک امام احمد رضا کا مقام ومرتبہ مذکورہ شخصیات کی طرح ہوتا، جنھوں نے اپنی مجتہدانہ صلاحیتوں کے ذریعہ امام اعظم کے مذہب و مسلک کی ترویج وتفہیم میں بنیادی کردار ادا کیا۔

اِنھیں خداداد صلاحیتوں کی جلوہ سامانیاں دیکھ کر برصغیر کے ممتاز مذہبی اسکالر مولانا کوثر نیازی امام احمد رضا قدس سرہٗ کو ''امام ابو حنیفہ ثانی'' قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فقہ حنفی میں دو کتابیں مستند ترین ہیں، ان میں سے ایک فتاویٰ عالمگیریہ ہے جو دراصل چالیس علما کی مشترکہ خدمت ہے جنھوں نے فقہ حنفی کا ایک جامع مجموعہ ترتیب دیا، دوسرا

اداریہ

اداریہ

"فتاویٰ رضویہ" ہے جس کی انفرادیت یہ ہے کہ جو کام چالیس علما نے مل کر انجام دیا، وہ اس مرد مجاہد نے تن تنہا کر کے دکھایا اور یہ مجموعہ "فتاویٰ رضویہ" فتاویٰ عالمگیریہ سے زیادہ جامع ہے اور میں نے آپ کو "امام ابوحنیفہ ثانی" کہا ہے تو وہ صرف محبت یا عقیدت میں نہیں بلکہ فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات کہہ رہا ہوں کہ آپ اس دور کے امام اعظم ابوحنیفہ ہیں۔"
(امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت، ص ۳۱-۳۲)

امام احمد رضا کو بچپن سے زائد علوم وفنون میں مہارت تامہ حاصل تھی بلکہ بعض علوم وفنون کے تو آپ خود ہی موجد ہیں اور بعض کے اصول وضوابط کے واضع بھی! انھوں نے مسائل شرعیہ پر تحقیقات وتدقیقات کے ایسے دریا بہاے ہیں کہ جنھیں دیکھ کر چوٹی کے علما و محققین بھی انگشت بدنداں رہ گیے، ذیل میں ہم اپنے اس دعوے پر چند دلیلیں پیش کرتے ہیں:

کرنسی نوٹ کے مسائل

جب دنیا کے اکثر ممالک میں سکّوں کے بدلے کاغذ کے نوٹوں کا چلن عام ہوا تو لوگوں کے اندر اس کی شرعی حیثیت اور اس کے جواز وعدم جواز کو لے کر فکر لاحق ہوئی، چناں چہ ۱۳۲۳ھ میں امام احمد رضا سے کرنسی نوٹوں کے متعلق ۱۲ر سوالات کیے گیے، جن کے جواب میں آپ نے ایک نہایت ہی محققانہ اور مجتہدانہ رسالہ بنام "کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم" تحریر فرمایا اور دلائل وبراہین کے انبار لگا کر اس کے جواز کا فتویٰ صادر فرمایا، جس پر نہ صرف علماے ہندوسندھ بلکہ علماے مکہ اور مدینہ نے بھی آپ کے تبحر علمی کا لوہا تسلیم کیا، رسالے کے مباحث دیکھ کر کسی بھی اہل علم کو آپ کے "مجتہد" ہونے کا گمان ہوتا ہے، لیکن آپ اسے محض عطاے الٰہی قرار دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"وللہ الحمد! بایں ہمہ حاشا نہ فقیر مجتہد ہے، نہ ائمہ مجتہدین کے ادنیٰ غلاموں کا پاسنگ، ان کی خاکِ نعل کے برابر بھی منہ نہیں رکھتا، نہ معاذ اللہ شرع الٰہی میں اپنی عقل قاصر کے بھروسے پر کچھ بڑھا سکتا، اس فتویٰ اور ان دونوں رسالوں میں جو کچھ ہے، جہد المقل ہے یعنی ایک بے نوا محتاج کی اپنی طاقت بھر کوشش، اگر حق ہے تو محض میرے مولیٰ پھر اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کرم ہے۔"
(فتاویٰ رضویہ قدیم، جلد ۷ر ص ۲۲۹ر کاسر السفیہ الواہم)

تیمم کے مسائل

تیمم کن چیزوں سے جائز اور کن سے ناجائز ہے، اس تعلق سے مروّجہ کتب فقہ میں جو تعداد مذکور ہے، امام احمد رضا صرف اس پر ہی بس نہیں کرتے بلکہ ان کی مزید تفصیلات پر تحقیقات کے دریا بہاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"یہ ۳۱۱ر چیزوں کا بیان ہے، ۱۸۱ر سے تیمم جائز! جن میں ۷۴ر منصوص اور ۱۰۷ر زیادات فقیر اور ۱۳۰ر سے ناجائز! جن میں ۵۸ر منصوص اور ۷۲ر زیادات فقیر! ایسا جامع بیان اس تحریر کے غیر میں نہ ملے گا بلکہ زیادات درکنار اتنے منصوصات کا استخراج بھی سہل نہ ہو سکے گا، وللہ الحمد اولاً وآخراً وبہ التوفیق باطناً وظاہراً۔"
(فتاویٰ رضویہ قدیم، جلد ۱ر ص ۷۰۱)

تار سے ثبوتِ ہلال کا مسئلہ

تار سے ثبوتِ ہلال کے سلسلے میں دیابنہ کے ایک فتوے کا ردبلیغ "ازکی الاہلال فیما احدث الناس فی امر الہلال" کے نام سے تحریر فرمایا، اس میں مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

"اور یہ خیال کہ تار میں خبر تو شہادت کافیہ کی آئی، محض نادانی کہ ہم تک تو نامعتبر طریقے سے پہنچی، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ معتبر کس کی خبر، پھر جو حدیث نامعتبر راویوں کے ذریعہ سے آتی ہے کیوں پایۂ اعتبار سے ساقط ہو جاتی ہے، تنبیہ دوم تار کی حالت خط سے زیادہ ردی وسقیم کہ اس میں کاتب کا خط تو پہچانا جاتا ہے، طرز عبارت شناخت میں آتا ہے، واقف کار دیگر قرائن سے اعانت پاتا ہے، بایں ہمہ ہمارے علما نے تصریح فرمائی کہ امور شرعیہ میں ان خطوط ومراسلات کا کچھ اعتبار نہیں کہ خط خط کے مشابہ ہوتا ہے اور بن بھی سکتا ہے تو یقین شرعی نہیں ہو سکتا کہ یہ اسی شخص کا لکھا ہوا ہے۔"
(فتاویٰ رضویہ قدیم، جلد ۴ر ص ۵۲۴)

بقیہ ص ۳۸ر پر

از: حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی *

غلطیوں پر سرزنش کا انداز

سیرت نبوی کی روشنی میں

اسلامیات

انسانوں سے غلطی ہونا فطری بات ہے''الانسان مرکب من الخطاء والنسیان'' انسان غلطیوں اور خطاؤں کا مرکب ہے، غلطی ہونا، بھول جانا یہ حقیقت ہے سب کے ساتھ یہ قدرتی امر لگا ہوا ہے، کسی کے ساتھ کم تو کسی کے ساتھ زیادہ، مذہب اسلام نے جس طرح ہر خرابی کی بھلائی کے طریقے بتائے ہیں، اسی طرح غلطی ہوجانے سے کیا کرنا ہے، کیا نہیں کرنا ہے اس کی تعلیم دی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک آدمی آیا، اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں ہلاک ہوگیا، فرمایا: کیا ہوا؟ اس نے کہا: میں نے روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے مباشرت کرلی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہیں ایک غلام دستیاب ہے، جسے تم آزاد کردو؟ اس نے عرض کیا: جی نہیں! فرمایا: کیا تم مسلسل دو ماہ کے روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا: جی نہیں! فرمایا: کیا تمہارے پاس اتنا ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکو؟ اس نے کہا: جی نہیں! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہیں تشریف فرما رہے، اسی اثنا میں نبی اکرم اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ٹوکرا پیش کیا گیا، جس میں کھجوریں تھیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سائل کہاں ہے؟ اس نے کہا: جی میں ہوں! فرمایا: یہ لے کر صدقہ کردو، وہ بولا: اللہ کے رسول! کیا اپنے سے زیادہ غریب آدمی پر صدقہ کروں؟ اللہ کی قسم! سنگریزوں والے دونوں قطعات کے درمیان (یعنی پورے مدینہ میں) مجھ سے غریب گھر موجود نہیں، نبی اکرم اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھل کر مسکرائے حتی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دندان مبارک نظر آنے لگے، پھر فرمایا: اپنے گھر والوں کو کھلا دینا۔ (صحیح بخاری)

امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حسان کے قلعہ کے بلند حصہ کے سائے میں بیٹھے تھے کہ ایک آدمی حاضر خدمت ہوا اور بولا: اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں تو جل گیا، فرمایا: کیا ہوا؟ اس نے کہا: میں نے روزے کی حالت میں بیوی سے مقاربت کی ہے، راوی کہتے ہیں: یہ رمضان کا واقعہ ہے، جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: بیٹھ جاؤ، وہ دوسرے لوگوں میں جا بیٹھا، تب ایک آدمی گدھے پر کھجوروں کی بوری لے کر حاضر ہوا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ میری طرف سے صدقہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ کہاں ہے جو ابھی جل گیا تھا؟ اس نے کہا: میں حاضر ہوں یا رسول اللہ! فرمایا یہ لے لو اور صدقہ کردو، اس نے کہا: صدقہ مجھ پر اور میرے لیے کرنے کے علاوہ اور کہاں جائے گا، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، میرے پاس اور میرے بیوی بچوں کے پاس کچھ بھی نہیں، فرمایا تب اسے لے لو، چنانچہ اس نے وہ کھجوریں لے لیں۔ (مسند احمد: ۶/۲۷۶)

غلطی کرنے والے سے مل کر تبادلہ خیال کرنا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میرے والد نے ایک معزز خاندان کی ایک خاتون سے میری شادی کردی، وہ اپنی بہو کی خیریت کا پتہ کرنے آتے اور اس سے اس کے خاوند کے بارے میں پوچھتے، وہ کہتی: وہ بہت اچھے آدمی ہیں، جب سے ہم ان کے پاس آئے ہیں وہ ہمارے بستر پر نہیں بیٹھے، نہ ہمارا کپڑا اٹھا کر دیکھا، جب کافی

عرصے تک یہی کیفیت رہی تو انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ بات ذکر کی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے میرے پاس لانا، اس کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا: تم روزے کس طرح رکھتے ہو؟ میں نے کہا: ہر روز! فرمایا: قرآن کتنی دنوں میں ختم کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا: ہر رات! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مہینے میں تین روزے رکھو اور ایک مہینے میں قرآن پڑھو، میں نے کہا: میں اس سے زیادہ (عمل کرنے کی) طاقت رکھتا ہوں، فرمایا: ہفتے میں تین روزے رکھو، میں نے عرض کیا: میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں، فرمایا: دو دن چھوڑ کر ایک دن روزے رکھو، میں نے عرض کیا: اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں، فرمایا: تو سب سے افضل روزہ رکھ لو، یعنی داؤد علیہ السلام کا روزہ! ایک دن روزہ رکھو، ایک دن چھوڑ و اور سات راتوں میں ایک قرآن ختم کرو، کاش! میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رخصت قبول کر لی ہوتی، اب میں بوڑھا اور کمزور ہو گیا ہوں۔ (اور اتنی عبادت آسانی سے نہیں کر سکتا)

راوی بیان کرتے ہیں کہ آپ دن کے وقت قرآن کا ساتواں حصہ کسی کو سنا لیتے تھے تا کہ رات کو پڑھنے میں آسانی ہو اور جب یہ چاہتے کہ (انہیں روزے رکھنے کی) طاقت حاصل ہو جائے تو کئی دن (مسلسل) روزہ چھوڑ دیتے، بعد میں گن کر پورے کر لیتے، کیونکہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ جو کام نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موجودگی میں کرتے رہے ہیں، اسے ترک کر دیں۔ (صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن)

مسند احمد کی روایت میں یہ واقعہ مزید وضاحت سے بیان ہوا ہے اور اس روایت میں مزید اور بھی کئی نکات ہیں، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میرے والد نے قریش کی ایک عورت سے میرا نکاح کر دیا، جب وہ رخصت ہو کر میرے گھر آئی تو میں اس کی طرف توجہ نہیں کرتا تھا کیونکہ میں اپنے اندر عبادت یعنی نماز اور روزے کی طاقت محسوس کرتا تھا (ایک دن) حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بہو کے پاس آئے اور اس سے پوچھا: تم نے اپنے خاوند کو کیسا پایا؟ اس نے کہا: بہت اچھا آدمی ہے، نہ انہوں نے ہمارا کپڑا اُٹھایا، نہ ہمارے بستر پر آئے، انہوں نے میرے پاس آکر مجھے بہت سرزنش کی اور فرمایا: میں نے تمہارا نکاح قریش کی اونچے حسب نسب والی عورت سے کیا، تو نے اس سے کنارہ کشی کر لی اور تو نے یہ کیا اور وہ کیا (یعنی انہوں نے بہت بُرا بھلا کہا) پھر وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میری شکایت کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلا بھیجا، میں حاضر ہوا تو فرمایا: دن کو روزہ رکھتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! فرمایا: رات کو قیام کرتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! پھر فرمایا: میں روزے بھی رکھتا ہوں اور چھوڑتا بھی ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے تعلق بھی رکھتا ہوں، جو میرے طریقے سے بے رغبتی کرے گا، وہ مجھ سے نہیں، پھر فرمایا: ہر مہینے ایک بار قرآن پڑھا کرو، میں نے عرض کیا: میں اپنے آپ میں اس سے زیادہ قوت محسوس کرتا ہوں، فرمایا: تب دس دن میں قرآن پڑھ لیا کرو، میں نے کہا: میں خود کو اس سے زیادہ قوی سمجھتا ہوں، فرمایا: تو تین دن میں پڑھ لو، اس کے بعد فرمایا: ہر مہینے میں تین دن روزے رکھو، میں نے کہا: میں اس سے زیادہ قوت رکھتا ہوں، آپ اضافہ کرتے رہے حتیٰ کہ فرمایا: ایک دن روزہ رکھو، ایک دن نہ رکھو، یہ سب سے افضل روزہ ہے اور یہ میرے بھائی داؤد (علیہ السلام) کا روزہ ہے۔

پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر عبادت کرنے والے کا ایک جوش ہوتا ہے اور ہر جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے، جوش کے ٹھنڈا پڑنے پر وہ شخص یا تو سنت پر قائم رہتا ہے یا بدعت اختیار کر لیتا ہے، تو جو شخص ٹھنڈا ہونے پر بھی سنت پر عمل کرتا ہے، وہ ہدایت پا جاتا ہے اور جو شخص جوش ٹھنڈا ہونے پر دوسرا راستہ اختیار کرتا ہے، وہ تباہ ہو جاتا ہے۔

واقعے سے مستنبط بعض مسائل

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سبب کی طرف توجہ

فرمائی جس کی وجہ سے مسئلہ پیدا ہوا تھا، یعنی عبادت میں اس حد تک انہاک کہ بیوی کے حقوق کی ادائیگی کے لیے وقت نہ بچا جس کے نتیجے میں کوتاہی کا ارتکاب ہوا۔

ہر حق دار کو اس کا حق ادا کرو! یہ قاعدہ ہر اس شخص پر منطبق (نافذ) ہوتا ہے جو نیکی کے کاموں میں حد سے زیادہ مشغول ہو، مثلاً وہ طالب علم جو بہت زیادہ اسباق پڑھتا ہے اور وہ مبلغ جو تبلیغ میں اس حد تک منہمک ہو جاتا ہے کہ بیوی کو تکلیف ہوتی ہے اور اسے شکایت پیدا ہوتی ہے، اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ نیکی کے مختلف کاموں کی ادائیگی میں توازن قائم نہیں رہتا اور وقت کو مستحقین میں تقسیم کرنے پر عدم توازن پیدا ہو جاتا ہے، لہٰذا مناسب ہے کہ طالب علم اپنے اسباق کے اوقات میں سے اور مبلغ اپنی مصروفیت میں سے اتنی تخفیف کرے کہ گھر کے انتظام اور بیوی بچوں کے حقوق مثلاً اصلاح وتربیت وغیرہ کے لئے کافی وقت بچ سکے۔

غلطی کرنے والے کو صاف طور پر اس کی غلطی بتا دینا

صحیح بخاری میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: میرا کسی آدمی سے جھگڑا ہو گیا، اس کی ماں عجمی تھی، میں نے اس کو ماں کا طعنہ دیا، اس نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتایا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: فلاں شخص سے تمہاری گالی گلوج ہوئی؟ میں نے کہا: جی ہاں! فرمایا: تم نے اس کی ماں کو بُرا بھلا کہا؟ میں نے کہا: جی ہاں! فرمایا: تم ایسے آدمی ہو جس میں جاہلیت کا اثر باقی ہے، میں نے کہا: اس بڑھاپے میں بھی؟ فرمایا: ہاں! وہ (غلام) تمہارا بھائی ہے جنہیں اللہ نے تمہارے قبضے میں دے دیا ہے تو جس کے قبضے میں اللہ نے اس کے بھائی کو کیا ہو، اسے چاہیے کہ جو خود کھائے اسے کھلائے اور جو خود پہنے وہ اسے پہنائے اور اسے اس کام میں نہ لگائے جو اس پر غالب آجائے (انتہائی دشوار) اور اگر اسے کسی ایسے کام میں لگائے جو اس پر غالب آئے تو اس کی ادائیگی میں اس کی مدد بھی کرے۔ (صحیح البخاری: کتاب الادب)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور تمہید اور پوری صراحت سے یہ بات فرما دی کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو قبول کر لیں گے، صراحت ایک مفید ذریعہ ہے جس میں وقت بھی کم لگتا ہے اور محنت بھی زیادہ نہیں کرنی پڑتی اور اصل مقصد بھی بڑی سہولت سے واضح ہو جاتا ہے، لیکن اس طریقۂ کار کا استعمال مناسب حالات میں اور مناسب افراد کے ساتھ ہی کیا جا سکتا ہے۔

بعض اوقات عالم غلطی پر صراحت سے تنبیہ کرنے سے اجتناب کرتا ہے، جب کہ اس طریقے کے استعمال کے نتیجے میں کوئی بڑی خرابی پیدا ہونے کا خطرہ ہو، یا کوئی بڑا فائدہ ہاتھ سے نکل جانے کا اندیشہ ہو، مثلاً غلطی کرنے والا معاشرے میں ممتاز مقام کا حامل ہے یا کسی بلند عہدے پر فائز ہے جس کی وجہ سے وہ اس اسلوب سے کی ہوئی تنقید برداشت نہیں کرتا، یا خطرہ ہے کہ صراحت کرنے پر غلطی کرنے والا اپنے آپ کو سخت مشکل میں محسوس کرے گا یا وہ اس قدر حساس طبیعت کا مالک ہے کہ اس سے منفی ردعمل سرزد ہونے کا امکان ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ غلطی کرنے والا صراحت کے اسلوب کو پسند نہیں کرتا اور اسے برداشت کرنا مشکل ہوتا ہے کیونکہ اس میں سامنے ہو کر بات کی جاتی ہے اور تنقید کرنے والا گویا استاد جیسے بلند مقام پر فائز محسوس ہوتا ہے جب کہ اس کے مقابلے میں غلطی کرنے والا ایک نقص کا حامل اور کم تر مقام پر نظر آتا ہے، اسی طرح یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ گھما پھرا کر بات کرنے کے بھی منفی پہلو موجود ہیں جو بعض اوقات صراحت کے اسلوب سے بھی زیادہ ہو جاتے ہیں، کیونکہ غلطی کرنے والا یہ محسوس کر سکتا ہے کہ اسے کم عقل سمجھ کر تضحیک کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔

ممکن ہے وہ اشاروں، کنایوں کی وجہ سے پریشانی محسوس کرے کیونکہ وہ انہیں طنز اور ذہنی اذیت سمجھتا ہو، یہ بھی ممکن ہے کہ اسے جو بات سمجھانا مقصود ہے وہ اسے سمجھ ہی نہ سکے، کیونکہ کلام کا اصل مقصد پوشیدہ ہے اور غلطی کرنے والے کا ذہن اس تک نہیں پہنچ سکا، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ غلطی پر قائم رہے گا، ویسے بھی ہر شخص میں قبولیت کی طرف میلان ایک جیسا نہیں ہوتا،

اسلامیات

مزید برآں ایک شخص کے لئے ایک انداز بہتر ہوتا ہے، دوسرے آدمی کے لئے کوئی دوسرا اسلوب بہتر ہوتا ہے، البتہ یہ بات ہر حال میں درست ہے کہ تبلیغ کی کامیابی میں رہنمائی کرتے وقت حسن خلق کا اثر سب سے زیادہ ہے۔

غلطی کرنے والے کو قائل کرنا

غلطی کرنے والے کو قائل کرنے کے لیے اس سے تبادلۂ خیال کی کوشش کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اس طرح اس کی عقل پر سے وہ پردہ ہٹ جاتا ہے جو حق کی قبولیت میں رکاوٹ کا باعث ہوتا ہے، چنانچہ آدمی سیدھی راہ کو قبول کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے، سنت نبوی میں سے اس کی ایک مثال طبرانی کی وہ حدیث ہے جو حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک نوجوان لڑکا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے زنا کی اجازت دیجئے، لوگوں نے بلند آواز سے منع کیا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (حاضرین سے) فرمایا: بس کرو، پھر فرمایا: اسے سکون سے بیٹھنے دو اور اسے فرمایا: قریب آجاؤ، وہ قریب آ گیا حتیٰ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بالکل سامنے آبیٹھا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے مخاطب کر کے فرمایا: کیا تم اپنی والدہ کے لئے یہ چیز پسند کرتے ہو؟ اس نے کہا: جی نہیں! فرمایا: اسی طرح لوگ بھی اپنی ماؤں کے لیے یہ چیز پسند نہیں کرتے، کیا تم اپنی بیٹی کے لیے یہ چیز پسند کرتے ہو؟ اس نے کہا: جی نہیں! فرمایا: اسی طرح لوگ بھی اپنی بیٹیوں کے لیے یہ بات پسند نہیں کرتے، کیا تم اپنی بہن کے لیے یہ چیز پسند کرتے ہو؟ اس نے کہا: جی نہیں! فرمایا: اسی طرح لوگ بھی اپنی بہنوں کے لیے یہ چیز پسند نہیں کرتے، کیا تم اپنی پھوپھی کے لیے یہ چیز پسند کرتے ہو؟ اس نے کہا: جی نہیں! فرمایا: اسی طرح لوگ بھی اپنی پھوپھیوں کے لیے یہ چیز پسند نہیں کرتے، کیا تم اپنی خالہ کے لے یہ چیز پسند کرتے ہو؟ اس نے کہا: جی نہیں! فرمایا: اسی طرح لوگ بھی اپنی خالاؤں کے لیے یہ چیز پسند نہیں کرتے، پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا مبارک ہاتھ اس کے سینے پر رکھا اور فرمایا:

''اَللّٰهُمَّ كَفِّرْ ذَنْبَهٗ وَ طَهِّرْ قَلْبَهٗ وَ حَصِّنْ فَرْجَهٗ ط یعنی اے اللہ! اس کا گناہ معاف کردے، اس کے دل کو پاک کردے اور اسے پاک دامنی تھی عطا فرما۔''

(مسند احمد ۵/۲۵۶، ۲۵۷، و المعجم الکبیر الطبرانی)

غلطی کرنے والے کو احساس دلانا

بعض اوقات غلطی کرنے والا من گھڑت اور ناقابل قبول وجوہات تراش کر اپنی غلطی پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے، خصوصاً جب کہ معاملہ اچانک ظاہر ہو جائے اور وہ ذہنی طور پر اس کے لئے تیار نہ ہو، بعض اوقات چھوٹا بہانہ کرتے ہوئے زبان اٹکتی ہے، خاص طور پر جب آدمی صاف دل والا ہو اور اسے جھوٹ بولنا نہ آتا ہو، اگر مربی کے سامنے اس قسم کے آدمی کا کوئی معاملہ آئے تو وہ کون سا طریق کار اختیار کرے؟ مندرجہ ذیل قصہ اگر صحیح سند سے ثابت ہو جائے تو اس سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنے صحابی کے ساتھ بڑا خوبصورت اور مبنی بر حکمت موقوف سامنے آتا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مربی کس طرح غلطی کرنے والے کو ایک تسلسل کے ساتھ غلطی کا احساس دلا سکتا ہے حتیٰ کہ وہ اپنی غلطی سے دستبردار ہو کر اصلاح کرلے۔

حضرت خوات بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہمراہی میں مرا الظہران (مکّہ کے قریب ایک مقام) پر پڑاؤ ڈالا، میں اپنے خیمے سے نکلا، اچانک مجھے کچھ خواتین باتیں کرتی نظر آئیں، مجھے یہ منظر اچھا لگا، میں نے واپس اپنے خیمے میں جا کر اپنا بقچہ نکالا، اس میں سے ایک حلہ (عمدہ جوڑا) نکال کر پہنا اور ان کے پاس آبیٹھا (اچانک) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے آئے (مجھے عورتوں کے پاس بیٹھے دیکھ کر) فرمایا: اے ابو عبداللہ! جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا تو میں خوفزدہ ہو گیا اور مجھ سے کوئی بات نہ بن پائی، میں نے کہا: اللہ کے رسول! میرا ایک اونٹ بھاگ گیا ہے، میں اس کے لیے رسّی کی تلاش میں ہوں، حضور علیہ السلام چل دیئے، میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے

چل پڑا، آپ نے اپنی چادر میرے پاس رکھ دی (مطلب یہ تھا کہ یہیں رکے رہو) اور خود (قضائے حاجت کے لیے) درختوں میں تشریف لے آئے، مجھے درختوں کے سبز رنگ میں سے آپ کی کمر مبارک کی سفیدی نظر آرہی تھی۔

فارغ ہو کر آپ نے وضو کیا اور تشریف لائے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ریش مبارک سے پانی ٹپک ٹپک کر سینے مبارک پر گر رہا تھا، آپ نے فرمایا: ابوعبداللہ! تمہارے بھاگے ہوئے اونٹ کا کیا بنا؟ اس کے بعد ہم روانہ ہو گئے، چلتے چلتے جب بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے ملتے تو فرماتے: السلام علیکم، اے عبداللہ! تمہارے بھاگے ہوئے اونٹ کا کیا بنا؟ یہ کیفیت دیکھ کر میں تیزی سے سفر کر کے مدینہ پہنچ گیا، میں نے مسجد میں آنا اور نبی اکرم صلی اللہ تعاعلیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھنا چھوڑ دیا، جب کافی دن گزر گئے تو میں ایسے وقت مسجد کی طرف چلا جب وہ (نمازیوں سے) خالی ہو، میں وہاں کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا، جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبھی کسی حجرہ شریف میں سے نکل کر تشریف لے آئے اور ہلکی سی دو رکعتیں پڑھیں، میں نے نماز لمبی کر دی کہ شاید حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے چھوڑ کر تشریف لے جائیں، آپ نے فرمایا: ابوعبداللہ! جتنی لمبی چاہے نماز پڑھو، جب تک نماز سے فارغ نہیں ہو گے میں بھی نہیں اٹھوں گا۔

میں نے دل میں کہا: اللہ کی قسم! میں ضرور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معذرت کرلوں گا اور اپنے بارے میں حضور علیہ السلام کا دل صاف کر دوں گا، جب میں نے نماز سے سلام پھیرا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوعبداللہ! السلام علیکم، تمہارے بھاگے ہوئے اونٹ کا کیا بنا؟ میں نے عرض کیا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، وہ اونٹ تو جب سے میں مسلمان ہوا ہوں، کبھی نہیں بھاگا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: اللہ تجھ پر رحمت فرمائے، اس کے بعد آپ نے دوبارہ بات نہیں فرمائی۔ (المعجم الکبیر الطبرانی ۴/ ۳۰۳)

یہ تربیت کا ایک عمدہ درس ہے اور ایسے پُر حکمت طریق کار کی مثال ہے جس سے مطلوبہ نتیجہ حاصل ہو گیا، اس واقع سے مندرجہ ذیل مسائل بھی اخذ کیے جاسکتے ہیں:

☆ مربی کی ایک ہیبت ہے، چنانچہ جب وہ غلطی کے مرتکب کے پاس سے گزرتا ہے تو وہ شرم محسوس کرتا ہے۔

☆ مربی کے سوالات باوجود مختصر ہونے کے اور مربی کی نظریں بہت کچھ سمجھا دیتی ہیں اور ان کا دل پر گہرا اثر ہوتا ہے۔

☆ من گھڑت عذر جس میں واضح خلل اس کو غلط ثابت کر رہا ہے، اسے سن کر بحث نہ کرنا اور عذر کرنے والے سے اعراض کر لینا، یہ احساس دلانے کے لئے کافی ہے کہ اس کا عذر قبول نہیں ہوا اور یہ چیز اسے توبہ اور معذرت کی طرف مائل کرتی ہے، یہ نکتہ اس حدیث کے ان الفاظ سے ظاہر ہے۔

☆ اچھا مربی وہ ہے جو غلطی کرنے والے کے دل میں حیا کا احساس بھی پیدا کر دے جس کی وجہ سے وہ اس سے روپوش رہنا چاہتا ہے اور یہ احساس بھی پیدا کرے کہ اسے اس کے پاس حاضر ہونے کی ضرورت ہے اور آخر کار دوسرا احساس پہلے پر غالب آجائے۔

☆ اس قسم کے حالات میں جب غلطی کا مرتکب اپنا موقف تبدیل کر لیتا ہے تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنی غلطی کا معترف ہے اور اس سے رجوع کر رہا ہے۔

◆◆◆

اسلامیات

گستاخ اور گستاخی احادیث بخاری کی روشنی میں

از: مفتی جمیل احمد قادری *

اسلامیات

مسلمانوں میں حدیث کی مشہور کتاب "بخاری" نہایت معتبر اور مستند مانی جاتی ہے ،اسے "اصح الکتب بعد کتاب اللہ " کہا جاتا ہے، یعنی قرآن کے بعد سب سے صحیح کتاب! امام بخاری نے اپنی اس کتاب میں کچھ گستاخوں کے حالات اور ان کے انجام کے بارے میں تفصیل سے بیان کیا ہے، میں بطور اختصار یہاں صرف چار کے حالات لکھ رہا ہوں:

(۱) ان میں سے ایک ہے" کعب ابن اشرف" یہ اسلام کا ازلی دشمن تھا، اپنی دولت اور طاقت کے غرور میں کسی کو کچھ نہیں سمجھتا تھا، نبی پاک ﷺ کے قلب نازک کو بہت ایذا پہنچایا کرتا تھا، فتح مکہ کے بعد سرکار مدینہ ﷺ نے اس کے قتل کا فرمان جاری کیا اور بالآخر اسے سزائے موت دی گئی۔ (بخاری عربی، جلد ۲ ص ۵۷۶)

(۲) دوسرا شخص ہے" ابورافع یہودی" یہ بہت بڑا تاجر تھا، قلعہ نما محل میں رہتا تھا، اس کے جرم کے بارے میں بخاری میں لکھا ہے کہ:" کان ابو رافع یوذی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و یعین علیہ۔ یعنی ابورافع اللہ کے رسول ﷺ کو تکلیف دیتا تھا اور اسلام اور بانی اسلام کے خلاف دشمنوں کی مالی مدد بھی کرتا تھا۔ (بخاری عربی، جلد ۲ ص ۵۷۸)

عربی زبان سے واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں کہ "کان" جب مضارع پر داخل ہوتا ہے تو" ماضی استمراری" کا معنیٰ دیتا ہے"کان یوذی" اور "کان یعین" کا مطلب ہوا کہ ابورافع نے جو کچھ کیا، وہ ایک آدھ بار نہیں بلکہ مسلسل اور لگاتار ایسی ناپاک حرکتیں وہ کرتا تھا اور چونکہ یہ حدیث صحابی نے بیان کی ہے، اس لیے معلوم ہوا کہ اس کی گستاخیوں کی خبر صحابۂ کرام کو ہوتی رہتی تھی، کون صحابہ وہ جو عرب تہذیب کے مطابق ہمیشہ ہتھیاروں سے لیس رہتے تھے، نبی کے کسی گستاخ کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے انہیں تیاری کی ضرورت نہ تھی۔

جرأت وحوصلہ کا یہ عالم تھا کہ کبھی تعداد کی پرواہ نہیں کرتے، اپنے سے کئی گنی زیادہ تعداد والوں پر چڑھ دوڑنا ان کا معمول تھا، انجام کی فکر نہیں کرتے تھے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کا یہ عالم تھا کہ حضور کے نام پر اپنی گردنیں کٹا دینا، ان کے لیے فخر کی بات تھی، ہند کے حسان اور بھارت کے سحبان، امام احمد رضا خان فرماتے ہیں بع

سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردان عرب

کعب بن اشرف ہو، یا ابورافع تاجر! ان کی گستاخیاں اتنی گھناؤنی اور بار بار ہوتی رہیں، مگر کبھی کسی صحابی نے خود سے پہل نہیں کی، قانون ہاتھ میں نہیں لیا، حاکم اعلیٰ، سرکار مدینہ کے حکم کا انتظار کرتے رہے، یہ سچائی ہے کہ ان کی محبت وغیرت نے انہیں بار بار مجبور کیا ہوگا، شدت غیظ میں ان کی آنکھوں سے خون ٹپکتا ہوگا، اللہ کے حبیب کے خلاف بولنے والی زبان کو کاٹنے کے لئے ان کی تلواریں میانوں میں مچل رہی ہوں گی، مگر قانون کی پاسداری نے انہیں جکڑ رکھا تھا، نظم وضبط کی بحالی کے لئے انھوں نے جذبات کو بھڑکنے نہ دیا، خون کا گھونٹ پیتے، مگر خود کو پرسکون رکھا، بالآخر جب حکم رسول ہوا، تو حضرت عبداللہ بن عتیک نے اس گستاخ ابورافع کا کام تمام کیا۔

(۳) تیسرے صاحب تھے" سہل ابن عمر" یہ شاعر تھے، اپنی شاعری کے ذریعہ عظمت رسول ﷺ سے کھیلا کرتے تھے، لوگوں کے بیچ ہجائیہ اشعار سنا کر توہین رسول ﷺ کیا کرتے، ان کا ہونٹ کٹا ہوا تھا، ایک بار جب گرفتار ہو کر بارگاہ رسول میں لائے گئے، تو جلال فاروقی جوش میں آ گیا، عرض کرتے ہیں: یا رسول اللہ! اجازت دیں تو ان کے اگلے دانت اکھاڑ دیئے جائیں، یعنی

* مضمون نگار جامع رضا پٹنہ کے بانی وسرپرست ہیں۔

ہونٹ تو پہلے سے ہی کٹے ہوئے ہیں، اگلے دانتوں سے بھی محروم کردیا جائے (چونکہ یہ روایت بخاری میں نہایت مختصر ہے۔

لہٰذا میں نے بخاری کی شرح "نزھۃ القاری" سے تفصیل نقل کی ہے، جلد ۷ رص ۲۹۶ راس میں لکھا ہے کہ بعد میں یہ صاحب اسلام قبول کرکے جاں نثار صحابی بن گئے، رضی اللہ تعالیٰ عنہ، دشمن جب دور اور نظروں سے اوجھل ہوکر کچھ بکتا پھرے، تو خون کھولتا ہے، مگر ایک حد تک خود پر قابو رہتا ہے، لیکن جب وہی دشمن سامنے آجائے تو خود کو سنبھالنا آسان نہیں ہوتا، فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سہل ابن عمر کو دیکھ کر سر سے پاؤں تک جل اٹھے تھے، خود کو روکنا مشکل ہوگیا، مگر پھر بھی اپنے سے کوئی قدم نہیں اٹھایا بلکہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت مانگی، مطلب یہ کہ قانون کی بالادستی سلامت رکھنے کے لئے فاروق اعظم جیسے جری اور بہادر عاشق نے بھی صبر کا دامن تھامے رکھا، حکم رسالت کا انتظار کیا۔

(۴) یہ کون لوگ تھے، بخاری میں ان کے نام تو مذکور نہیں، مگر انھوں نے شان رسالت میں گستاخی کی تھی، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا جواب دینا چاہا، چونکہ آپ ایک باکمال شاعر تھے، اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کا ہنر جانتے تھے، اس لئے تیار ہوگئے، مگر اس کے لئے بھی اجازت رسول ضروری سمجھا، حالانکہ یہاں تلوار یا خنجر سے نہیں، بلکہ زبانی جواب دینا تھا، بخاری کے الفاظ یہ ہیں: "استاذن النبی فی ھجاالمشرکین قال کیف بنسبی قال لاسلنك منھم کماتسل الشعرۃ من العین" (بخاری، جلد ۲ رص ۵۹۷)

مگر بات وہی قانون اور ضابطے کی تھی، لہٰذا پوچھنا اور اجازت لینا ضروری سمجھا گیا، یہ ایک انمٹ سچائی ہے کہ ایک وفادار امتی اپنے نبی کی شان میں بدکلامی برداشت نہیں کر سکتا، انجام کی پرواہ کیے بغیر آگ کے بھڑکتے شعلوں میں چھلانگ لگانا عشق کا پرانا شیوہ ہے، عشق رسالت کے " معلم اوّل" صحابۂ کرام نے ناموس رسالت کے تحفظ کی خاطر اپنے جسم کے ٹکڑے کرائے، گھر بار، اہل وعیال سب کو چھوڑ دیا، اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا ڈالا، مگر اس بات کا ہمیشہ خیال رکھا کہ قرآن وحدیث کے حکم کی خلاف ورزی نہ ہو، جو کیا اللہ ور رسول کی رضا کے لیے کیا۔

لیکن اگر آج ایسا کوئی قدم اٹھایا جاتا ہے تو اس کا وبال ملک بھر کے تمام مسلمانوں پر آتا ہے، اسلام کے دشمنوں کو اسلام کے خلاف زہر افشانی کا موقع فراہم ہوتا ہے، ایک کے بدلے درجنوں مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے، گھروں پر بلڈوزر چلا کر خاندان کے بقیہ افراد کی زندگی جہنم بنا دی جاتی ہے، ایسے میں حکم شریعت یہی ہے کہ صبر سے کام لو، قانونی چارہ جوئی کرو، پرامن مظاہرے کرو، اپنے غم وغصہ کا اظہار اس انداز میں کرو کہ دشمن کی سازشیں کامیاب نہ ہوں۔

آج آر ایس ایس کے غنڈے داڑھی ٹوپی میں ملبوس ہوکر مسلمانوں کو بدنام کرنے اور پھر ان پر انتقامی حملہ کرنے کے لیے کیسی کیسی سازشیں کر رہے ہیں، پوشیدہ نہیں ہے، کہیں داڑھی ٹوپی لگا کر نماز پڑھتے ہیں، کہیں داڑھی ٹوپی میں دوسرے مسلمانوں کے درمیان دنگا فساد کی کوشش کرتے ہیں، کہیں داڑھی ٹوپی میں مسلمانوں سے زکات وفطرہ اور امدادی رقوم وصول کرتے ہیں، ایسے حالات میں جو بھی قدم اٹھائیں، خوب سوچ سمجھ کر اٹھائیں اور اس بات کا خیال رکھیں کہ آپ کا کوئی بھی جذباتی فیصلہ آپ کے بعد دوسرے مسلمانوں کے لئے وبال جان نہ بن جائے۔

بعض لوگ یہ مثال دیتے ہیں کہ امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بے ادب کی گردن ماردی تھی، تو ہم کیوں نہیں ایسا کر سکتے، ان سے عرض ہے کہ فاروق اعظم نے گردن ماری تو اس کے بدلے میں کافروں کی طرف سے دوسرے مسلمانوں کی گردنیں نہیں ماری گئیں، گھروں پر بلڈوزر نہیں چلائے گئے، مذہب اسلام کو گالیاں نہیں دی گئیں مگر آج تو یہ سب ہو رہا ہے، اس لیے چودہ سو سالہ پرانے وقت پر آج کو قیاس کرنا درست نہیں۔

انتالیسویں قسط

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

ملفوظات تاج الشریعہ

صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات وفرمودات کو ''ملفوظات'' کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر دور میں صالحین اور اولیائے کاملین کے ارشادات وفرمودات قلم بند کرنے یا انھیں محفوظ کرنے کی روایت رہی ہے تا کہ آنے والی نسلیں ان سے رشد وہدایت کی روشنی حاصل کرسکیں، صوفیائے کرام کے ارشادات وفرمودات اگرچہ سادہ ہوتے ہیں مگر وہ ایسے مؤثر اور معنی خیز ہوتے ہیں کہ ان کا ایک ایک جملہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، ان کا ایک ہی جملہ کسی بھی قوم کی تقدیر بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھا ہے، کسی شاعر نے ان کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضور تاج الشریعہ نے سوال وجواب کا یہ سلسلہ جنوری ۲۰۰۵ء میں شروع کیا جو مسلسل ۲۰۱۶ء تک جاری رہا، یعنی پورے ۱۲ر سالوں تک یہ زرّیں سلسلہ جاری وساری رہا، اس دوران آپ نے کم وبیش ۷۰۰۰ رہزار سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے جو یقیناً ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں، ''ملفوظات تاج الشریعہ'' صرف مئی ۲۰۱۰ء سے اکتوبر ۲۰۱۰ء تک کے سوالات وجوابات پر مشتمل ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے گیارہ سالوں کے جواہر پارے ریکارڈنگ کی شکل میں ابھی باقی اور محفوظ ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ بھی کتابی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ کی میز پر ہوں گے، راقم الحروف ارباب علم ودانش سے التماس کرتا ہے کہ ''ملفوظات تاج الشریعہ'' میں اگر کوئی شرعی خامی یا غلطی نظر آئے تو اسے ناقل ومرتب کی غلطی تصور کرتے ہوئے ادارے کو مطلع فرمائیں تا کہ اس کی اصلاح کی جاسکے، راقم اس کی انتالیسویں قسط قارئین سنی دنیا کی نذر کررہا ہے۔

احقر محمد عبد الرحیم نشترؔ فاروقی

ملفوظات

گزشتہ سے پیوستہ

عرض۔۔۔۱۰: انٹرنیٹ پر آج کل منہاج القرآن والے ایک سوال کرتے نظر آتے ہیں کہ شیخ ہاشم البدر المدنی جن کے خاندان کے پاس چارسو سال سے آقائے دو جہاں صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کے در اقدس کی چابیاں ہیں وہ مدینہ منورہ سے پاکستان ڈاکٹر طاہر کے ساتھ میلاد منانے آئے اور پھر شیخ ہاشم البدر نے تین بار اللہ عزوجل کی قسم کھا کر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم نے ڈاکٹر طاہر کو سلام بھیجا ہے اور اس کی ویڈیو بھی دکھاتے ہیں تو کیا انہوں نے جھوٹی قسم کھائی اور اگر نہیں تو پھر ڈاکٹر طاہر پر اعتراض کرنے والے کیا ایسے شخص پر اعتراض کرتے ہیں جسے خود سرکار دو جہاں صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم سلام بھیجتے ہیں؟

ارشاد۔۔۔: یہ تو منہاجیوں کا اپنا خیال ہے انہوں نے ہاشم البدر المدنی سے جو بیان منسوب کیا اس کے بارے میں وہی جان سکتے ہیں اس پر ہم کیا تبصرہ کرسکتے ہیں اور اس کے جو عقائد فرقہ پرستی کا خاتمہ اور دیدوشنید وغیرہ میں ہیں ان کی پردہ پوشی کا یہ اچھا ذریعہ ہے کہ اس کے بارے میں اب یہ مشہور کردیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کا سلام آیا اور یہ سب دروغ بے فروغ ہے اور اس ذریعے سے اپنے عقائد پر پردہ ڈالنا اور اصل بات کو چھپانا اور اس سے توجہ ہٹانا ہے یہ قابل

یقین نہیں۔

عرض... ۱۱: رسول اکرم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم نے جو نکاح فرمائے ہیں ان کی مستند ترین معلومات (مثلاً کہ کب کب اور کن کن سے نکاح فرمایا) کے لئے کس کتاب کی طرف رجوع کیا جائے؟

ارشاد...: سیرت کی معتمد کتابوں کی طرف رجوع کیا جائے جن میں سیرت ابن ھشام وغیرہ اور اسعاف الراغبین اور نور الابصار وغیرہ کتابیں ہیں۔

عرض... ۱۲: پیر پھیلا کر ایک پیر کو دوسرے پیر پر رکھ کر بیٹھنے میں کوئی حرج ہے؟

ارشاد...: بظاہر اس میں کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا ہے جب کہ یہ نہ تکبر کی نیت سے ہو اور نہ اس میں کشف عورت اور بے ستری ہو اور نہ یہ متکبرین کا طریقہ ہو۔

عرض... ۱۳: فرض نماز کی تیسری یا چوتھی رکعت میں الحمد شریف کے ساتھ بسم اللہ شریف پڑھ لی مگر کوئی سورت نہیں ملائی تو سجدۂ سہو کرنا ہوگا؟

ارشاد... : سجدۂ سہو اس صورت میں نہیں ہے۔

عرض... ۱۴: ایک شخص ایک شرٹ پہنتا ہے جس پر ایک شیطانی تصویر ہے اور لکھا ہے" خدا مصروف ہے کیا میں مدد کرسکتا ہوں؟" (استغفر اللہ) کیا آپ ہمیں اس کے متعلق حکم بتاسکتے ہیں؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: جس نے ایسی شرٹ پہنی وہ سخت گناہ گار مستوجب نار بلکہ اگر وہ اس کے مندرجات سے واقف ہے اور اس کو سمجھتا ہے اور اس سے راضی ہے معاذ اللہ تو اس پر حکم کفر ہے توبہ کرے تجدید ایمان کرے اور اگر بیوی رکھتا ہے تو تجدید نکاح بھی کرے اور ایسی شرٹ کو پہننے سے احتراز کرے۔

عرض... ۱۵: جب کسی سنی بھائی یا بہن کا انتقال ہو جائے تو اس کے دفنانے تک اور اس کے بعد اس کے کیا حقوق ہیں؟

ارشاد...: دفنانے کے بعد اس کے اعزہ اور اس کے اقارب اور اس کے دوستوں سے تعزیت کریں پسماندگان کو صبر کی تلقین کریں اور ان کے غم میں جائز طور پر شریک ہوں اور ان کو تسلی دیں اور ان کی مدد کریں اور اس کے لئے دنیا سے جانے والے کے لئے ایصال ثواب کریں۔

عرض... ۱۶: سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک لقب "اسد اللہ" مشہور ہے، کیا یہ لقب صحیح ہے اور یہ لقب سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے دیا یا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے یا خود رب تبارک وتعالیٰ نے یہ لقب وحی فرمایا ہے؟

ارشاد...: یہ عجیب سوال ہے کہ پوچھا جاتا ہے کہ کیا یہ لقب صحیح ہے اس میں کیا شک ہے؟ یہ لقب الحمد للہ نہ صرف صحیح بلکہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تبارک وتعالیٰ وجہہ پر خوب منطبق ہے ان پر خوب صادق ہے اور احادیث میں مجاہدین کے لئے اسد من اسود اللہ کا لفظ آیا ہے اس وقت سر دست مجھے یہ مستحضر نہیں کہ خاص سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کو یہ لقب عنایت فرمایا البتہ اس لقب پر اہل سنت وجماعت کا اجماع ہے اور جس بات کو اہل سنت وجماعت اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی بات ہے اگر یہ لقب سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے ان کو عطا فرمایا خاص طور پر یا من جملہ صحابہ کرام رضوان اللہ تبارک وتعالیٰ علیہم اجمعین جنہوں نے اپنی جانیں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے دین کی اشاعت کے لئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا اور غزوات اسلامیہ میں شریک ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ ان میں سرِ فہرست ہیں اور ان عمومات احادیث میں جن میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے مجاہدین کو اللہ عزوجل کے شیروں میں سے ایک شیر فرمایا اس کے وہ مستحق ہیں اور اس طور پر ان پر یہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا فرمایا ہوا بے شک اللہ عزوجل کا فرمایا ہوا ہے۔

عرض... ۱۷: آج کل کار (Cars) میں جو سیٹ ہوتی ہے ان پر مختلف جانوروں کی شکل وہ ان کی شکل کا سیٹ کور ہوتے ہیں کیا ان کا استعمال جائز ہے؟

ارشاد...: سیٹ کور (cover) پر اگر جانوروں کی تصویر بنی

ملفوظات

ملفوظات

ہوتی ہے تو اس کا استعمال اگر جائے اہانت میں ہے تو اس صورت میں اس تصویر میں کراہت نہیں اور اگر ان کا استعمال جائے تعظیم میں ہے مثلاً وہ سیٹ اوپر کی طرف تصویر لگی ہوئی ہے تو اس صورت میں ناجائز و حرام ہے البتہ ایسے کور کی خرید و فروخت یہ گناہ پر اعانت ہے اور یہ ترویج حرام اور گناہ پر ایک طرح کی اعانت ہے لہٰذا اس سے پرہیز لازم ہے اور کھال کا یہ حکم نہیں ہے کھال اگر جانور کی ہے یا اس کھال کی تصویر ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

عرض...۱۸: ہم اپنی بیٹی کا نام فاطمہ رکھنا چاہتے ہیں کسی نے کہا کہ صرف فاطمہ نہ رکھا جائے کنیز فاطمہ رکھا جائے، حضور رہنمائی فرمائیں اور یہ بھی ارشاد فرمائیں کہ فاطمہ کو انگلش میں کیسے (Spell) ہجے کیا جائے؟

ارشاد...: فاطمہ بھی رکھ سکتا ہے اور کنیز فاطمہ رکھنا زیادہ بہتر ہے اور فاطمہ کی صحیح اسپیلنگ FATIMAH ہے۔

عرض...۱۹: میرے پیر صاحب تو جامع شرائط پیر تھے مگر اب وہ پردہ فرما گئے ان کے شہزادے جنہیں ان کی خلافت ہے وہ پابند شرع نہیں کیا میں اپنے بیٹوں کو اس نیت سے کہ وہ شہزادے کے ذریعے میرے پیر صاحب سے ہی بیعت ہونگے بیعت کروا سکتا ہوں؟

ارشاد...: نہیں جامع شرائط پیر سے غیر فاسق ہو اس سے مرید ہونے کی اجازت ہے۔

عرض...۲۰: سیدنا معروف کرخی علیہ الرحمۃ کا قول پڑھا کہ اگر کسی نیک بندے کو کوئی خلاف شرع کام کرتے دیکھو تو یہ اس عمل کے جواز کی دلیل نہیں یا وہ عمل صرف اس لئے جائز یا حلال نہیں ہو جائے گا کہ وہ کسی نیک شخص نے کیا ہے عرض یہ ہے کہ جب کوئی نیک شخص وہ خلاف شرع کام کرے گا تو کیا اب وہ نیک رہے گا؟

ارشاد...: خلاف شرع کام کرنا اعلانیہ طور پر ہو اور قصداً ہو اور یہ متعین ہو جائے کہ اس کے اس فعل خلاف شرع میں کوئی پہلو جواز کا نہیں ہے تو اس صورت میں وہ شخص گناہ گار ہے اور وہ نیک کہلانے کا مستحق نہیں ہے اس کو نیک جو کہا گیا وہ باعتبار ماضی کے مجازاً اس کو نیک کہا گیا اور اگر اس کے فعل میں پہلو ہوں اور ہماری نظر میں اس کا ظاہر خلاف شرع ہے تو ہمیں یہ حکم ہے کہ اُس فعل میں اُس کی اتباع نہ کریں اور اُس کی پیروی نہ کریں اور اس کے لئے اچھا گمان کریں اور اس کے فعل کو اچھے پہلو پر محمول کریں: **اتقوا زلة العالم وانتظروا فيئته**

حدیث میں فرمایا عالم کی لغزش سے بچو اور انتظار کرو کہ وہ لوٹے یعنی اس پر حکم لگانے میں جلدی مت کرو بلکہ اس کے فعل کو اچھے محامل پر اور اچھے پہلو پر اس کو ڈھالو یہی حکم ہر مسلمان کے قول و فعل کا ہے کہ اس کی تکفیر یا تفسیق میں جلدی نہیں کی جائے گی اگر اُس کا فعل پہلو دار ہے اور اچھے محامل پر محمول کیا جا سکتا ہے تو ہر ممکن طور پر اس کے فعل کی تصحیح کی جائے گی۔

عرض...۲۱: کیا ٹیشو پیپر سے ناپاکی جیسے پیشاب کے قطرے پاک کرنے سے جسم یا کپڑا پاک ہو جائے گا یا پانی کا بہانا ضروری ہے؟

ارشاد...: ٹشو پیپر کا استعمال ناجائز ہے اور اس سے پیشاب یا کوئی ناپاکی پوچھنا اس سے تلبس ہوگا اور وہ بدن یا کپڑا پاک نہیں ہوگا پانی بہانا ضروری ہے۔

عرض...۲۲: مسلک کسے کہتے ہیں؟

ارشاد...: مسلک کا استعمال عرف عام میں عقیدے کے لئے بھی ہوتا ہے اور مذہب کے لئے بھی ہوتا ہے حنفی مسلک، شافعی مسلک، اس طور پر بھی مسلک مذہب کی جگہ پر استعمال ہوتا ہے اور ابو منصور ماتریدی (علیہ الرحمۃ) کا مسلک ابوالحسن اشعری (علیہ الرحمۃ) کا مسلک اس طور پر بھی مسلک کا استعمال ہوتا ہے عقیدے اور مذہب دونوں میں مسلک کا استعمال ہوتا ہے اور مسلک کا استعمال ایک عرف میں ایک وضع سے اُس ہیئتِ مجموعی پر ہوتا ہے جس کے ذریعے سے لوگوں کی پہچان بدمذہبوں سے ہوتی ہے مثلاً مسلک اہل سنت و جماعت جب ہم کہتے ہیں تو اس اطلاق میں اہل سنت و جماعت کے عقائد بھی آ گئے اور ان کے معمولات بھی آ گئے اور اہل سنت و جماعت جو

آج کل حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، سنی صحیح العقیدہ جو ان چار میں منحصر ہیں تو اس مسلک کا اطلاق ان سب پر ہوتا ہے عقائدِ اہل سنت، معمولاتِ اہل سنت اور اہل سنت وجماعت جو ان مذاہب میں منحصر ہیں اس علامت پر بھی مسلک کا اطلاق ہوتا ہے عام طور پر مسلک اہل سنت وجماعت کی دوسری پہچان آج کل مسلک اعلیٰ حضرت کے نام سے ہوتی ہے مسلک اعلیٰ حضرت کوئی نیا دین، کوئی نیا مسلک یا نیا مذہب نہیں ہے بلکہ عقائدِ اہل سنت وجماعت کا دوسرا نام مسلک اہل سنت ہے اور مسلک اعلیٰ حضرت اہل سنت کے جو معمولات ہیں نیاز فاتحہ بزرگانِ دین قیام میلاد وغیرہ ان کی ترجمانی کا نام اور ان پر سختی سے قائم رہنے کا نام مسلک اعلیٰ حضرت ہے اس کے بعد تقلید ائمۂ مجتہدین اور ائمۂ مجتہدین کی نیازمندی کا اور ان کی تقلید کا اور ان کی تقلید پر سختی سے جمنے کا اور خصوصاً امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کی تقلید کا اور سچی حنفیت کا نام یہ مسلک اعلیٰ حضرت ہے تو مسلک کو اب کچھ لوگ مسلک کے بہانے کچھ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کے مسائل میں اختلاف کا دروازہ کھولنا چاہتے ہیں اور کچھ لوگ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ سے اختلاف کا ایک دروازہ کھولنا چاہتے ہیں تو مسلک اہل سنت وجماعت یہ مسلک اعلیٰ حضرت یہ اس معنیٰ پر تمام عقائد، معمولات اور سچی تقلیدِ امام اعظم رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ سچی حنفیت کا نام مسلک اعلیٰ حضرت ہے ہم کو کیا معلوم تھا کہ سچی حنفیت کیا چیز ہے اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کے قلم فیض رقم اور ان کی طرزِ نگارش سے ہی ہم کو یہ پتا لگا کہ تقلیدِ ائمۂ مجتہدین میں خیریت ہے اور سچی حنفیت ہمارے لئے خیر ہی خیر ہے اور سچی حنفیت میں بھی وہ جو ہمارے ائمۂ کرام نے جس کو صحیح بتایا اس پر قائم رہنا اور اسی پر عمل کرنا اور قولِ ضعیف سے بچنا نہ صرف یہ کہ دوسروں پر فتویٰ دینے سے قولِ ضعیف پر بچے بلکہ اپنے اوپر اپنے لئے قولِ ضعیف پر عمل کرنے سے بھی بچے یہ سب کا سب ہم کو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ نے بتایا جس طرح سے ائمۂ مذہب نے یہ فرمایا کہ: **و اما نحن فعلینا اتباع ما رجحوہ وما صححوہ کمالو افتوا فی حیاتھم۔** (درمختار، ۱/۷۷)

ہماری کیا بساط ہے ہمارا تو صرف اتنا معاملہ ہے یہ وہ کہہ رہے ہیں جو بڑے بڑے علما تھے اور وہ علما مقلدین یہ کہہ رہے ہیں کہ مجتہدین میں مجتہدین مطلق ہوئے پھر مجتہدین فی المذہب ہوئے پھر مجتہدین فی المسائل ہوئے پھر مجتہدین کچھ مسائل میں اصحاب تخریج ہوئے پھر کچھ اصحاب ترجیح ہوئے اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ یہ سب کے سب گزر چکے اپنے اپنے زمانے میں اب ہمارا وظیفہ تو یہ ہے کہ انہوں نے جس کو صحیح کہہ دیا ہم اس کو صحیح جانیں جس کو انہوں نے راجح کہہ دیا ہم اس کو راجح جانیں اور اس پر عمل کریں جیسا کہ اپنی زندگی میں وہ ہوتے اور ہم ان سے فتویٰ پوچھتے تو ہمارے اوپر عمل واجب ہوتا تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کا مسلک جو کہا جاتا ہے مسلک اہل سنت وہ تمام عقائد اہل سنت اور معمولات اہل سنت اور تقلید ائمۂ مجتہدین خصوصاً سچی حنفیت کا نام ہے۔

عرض...۲۳: خوف اور خشیت میں کیا فرق ہے؟

ارشاد...: خوف اور خشیت ایک اعتبار سے یہ مترادف ہیں اور خوف مطلقِ خوف کو کہتے ہیں اور خشیت جو ہے مقرون بالتعظیم ہوتی ہے: اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا ط

(سورۃ الفاطر، جز آیت ۲۸)

اللہ تبارک وتعالیٰ کے بندوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے علما ہی ڈرتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو اپنا سچا خوف جو تعظیم کے ساتھ مقرون ہے وہ عطا فرمایا ہے اس لئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا سچا عرفان علما کو حاصل ہے۔

عرض...۲۴: سید محمد علوی مالکی کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں کیا آپ کی ان سے کبھی ملاقات رہی ہے؟

ارشاد...: سید محمد ابن علوی مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کے والد حضرت شیخ علوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کے ہم عصر تھے اور غالباً ان کے خلیفہ تھے اور حضرت محمد ابن علوی علیہ الرحمۃ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ جب حج کے لئے

تشریف لے گئے تو ان کے والد نے ان کے لیے درخواست کی حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے فرمایا کہ : **اکتب له اجازة خاصة**، آپ ان کے لئے خاص اجازت حدیث کی لکھیں۔

تو حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو اجازت حدیث بھی عطا فرمائی اور اجازت طریقت بھی عطا فرمائی اور محمد ابن علوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے ان سے بیعت تھے آپ نے **الطالع السعید المنتخب من المسلسلات و الاسانید**، ایک رسالہ ان کا ہے جس میں انہوں نے اپنی اسناد اجازت کو ذکر کیا ہے اس میں سلسلہ بیعت کا اپنے ذکر کیا ہے جو مارہرہ کے سادات تک پہنچتا ہے اس میں حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ذکر کیا اور اپنا مرید ہونا بتایا اور حضرت زینی دحلان رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ جو امام اہل سنت تھے مکہ معظّمہ میں ان کا بڑا ذکر کرتے تھے حضرت محمد ابن علوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور فرماتے تھے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ اور ان کے درمیان ایک قوی رابطہ تھا اور دونوں نے ایک دوسرے کو اجازت دی اور ان سے اجازت لی اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کے بڑے معتقد اور بڑے مداح تھے اور نقیب اہل سنت و جماعت تھے اور چونکہ وہ حضرت ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید تھے اس لحاظ وہ رضوی تھے اور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ تھے اور میری ان سے ملاقات کئی مرتبہ ہوئی ایک ملاقات میری گرفتاری کا سبب بنی اور اس کے بعد وہ اپنی آخری عمر میں بریلی تشریف لائے اور جامعۃ الرضا جو مرکز الدرسات الاسلامیہ جس کو قائم کرنے کی مجھے توفیق ہوئی وہاں آپ تشریف لائے اور وہاں آپ کا خطاب ہوا۔

جاری .... ■◄

ص ۳۰ ر کا بقیہ...

تصنیف ہے اور روئیت ہلال جو درحقیقت 1905ء میں رمضان المبارک میں ۲۹ ر تاریخ کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان نے مرتب فرمائی اور حساب لگایا کہ ۲۹ ر کو چاند رویت کے قابل ہوگا یا نہیں ہوگا اگر چہ اس پر بنیاد نہیں ہوسکتی لیکن پہلے سے اگر معلوم ہو جائے چاند قابل رویت ہے دیکھنے میں زیادہ توجہ دی جائے اس تعلق سے اعلیٰ حضرت نے تحریر فرمائی، ایک اور کتاب قانون روئیت اہلہ ان تینوں کتابوں کی کمپوزنگ ہو چکی ہے اور ادارہ کنز الایمان فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام کام چل رہا ہے اور انشاء اللہ بہوت جلد زیور طبع سے آراستہ ہوکر ہدیہ ناظرین کی جائیں گی دعا ہے کہ رب تعالی کنز الایمان فاؤنڈیشن کو دین دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور کنز الایمان کے اراکین کو صحت اور سلامتی عطا فرمائے، آمین۔

◆◆◆

ص ۳۵ ر کا بقیہ...

یہ چند جملے نمونے کے طور پر تھے، امام احمد رضا کی تبحر علمی اور شانِ تفقہ دیکھنا ہو تو ان کی تصنیفات کا بلا واسطہ مطالعہ کیجیے اور ان کی شخصیت سے متعلّق اہلِ علم کی تحریریں پڑھئے، عصبیت کے پردے چاک ہو جائیں گے اور حقیقت اور حقانیت آشکارہ ہوتی چلی جائے گی۔ ؎

آنکھیں اگر ہوں بند تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا

◆◆◆

از: مولانا محمد ارشد سبحانی*

نورِ ملّت حضرت مولانا ابوالوفا نور محمد بھوروی صدیقی

حیاتِ مبارکہ کے چند خصوصی گوشے

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

آہ صد ہزار آہ! لرزیدہ بدن ہے، رنجیدہ قلب ہے، شدید رنج والم کے عالم میں کپکپاتے ہاتھوں اور کانپتے قلم سے اپنے مشفق ومحسن اور مربّیِ عظیم والدگرامی حضور محبّ الٰہی، محبّ النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) محبّ العلماء والمشائخ نازشِ اہلِ سنّت نُورِ ملّت حضرت مولانا ابُوالوفا نور محمد بھوروی صدیقی مجددی نقشبندی قادری نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ کے وصال پُرملال باکمال کے متعلق تحریر کرنا کچھ آسان نہیں ہے، حضور قبلہ والد بزرگوار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مرحوم کہتے اور لکھتے ہوئے اپنے آپ پر یقین نہیں آتا بلکہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ ہم سے کیسے جُدا ہو سکتے ہیں مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ اس دنیائے فانی یعنی دارُالفنا سے دارُالبقا کی طرف رحلت اختیار فرما کر وہ ہم سے جُدا ہو چکے ہیں، آہ صد آہ!

چُن لیا دستِ قضاء نے یہ میرے گلشن کا پھول
كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوت ہے ربّ کا اصول

حضور نورِ ملّت علیہ الرحمۃ والرضوان میرے صرف والد ہی نہیں بلکہ ایک مُخلص وعظیم رہبر ورہنما اور نہایت مہربان وشفیق اُستاذِ مکرم بھی تھے، وہ ہمیشہ ایک عظیم وشفیق باپ اور ایک دینی و مذہبی قائد کی حیثیت سے فقیر کی تربیّت واصلاح فرماتے رہتے تھے اور جب بھی فقیر احقر النّاس اسفل العباد کی دینی مذہبی مسلکی تقریری وتصنیفی یا کوئی اچھی کاوش کو دیکھتے تو ازحد خوش ہوتے اور کئی بار فرطِ مسرّت سے محبّت وخوشی کے آنسو بھی بہاتے اور مجھ نالائق وحقیر فقیر سے پیار فرماتے اور رو رو کر خوب اپنی نیک دعاؤں سے نوازتے رہتے تھے اور اکثر اپنے مُتعلقین کے سامنے بھی فقیر کا ذکر بڑے فخر سے فرماتے تھے۔

ہر حال میں رہا جو تیرا آسرا مجھے
مایوس کر سکا نہ ہجومِ بَلا مجھے
کبھی تنہائی منزل سے جو گھبراتا ہوں
ان کی آواز یہ آتی ہے کہ میں آتا ہوں

آہ صد ہزار آہ! اب وہ شفقتوں محبتوں عنایتوں اور کرم نوازیوں کی برسات کے پُر بہار موسم کی یادیں تڑپا رہی ہیں، ساون کی رِم جھم کی طرح آنکھوں سے اشکوں کا اَبر برس رہا ہے، ان کی ایک ایک ادائے وفا کا حسین ورق کھلی کتاب کی مانند فقیر کے پیش نظر ہے، ان کی یادوں کے غلبہ نے دل کی دُنیا میں ایک نیا جہان آباد کر رکھا ہے، آہ!

اَہلِ محبّت نے حضور استاذی المکرم ووالدگرامی قدس سرہٗ السّامی کے متعلق حالات زندگی پر لکھنے کی خواہش ظاہر فرمائی ہے، مگر آہ صد آہ! حضور قبلہ والد بزرگوارم قدس سرہٗ العزیز کی رحلت شریف نے تو ہلا کے رکھ دیا ہے، آپ کے سانحہ ارتحال پر اہلِ عقیدت کے جگر خون کے آنسو بہا رہے ہیں، اہلِ محبّت دم بخود ہیں کہ محبّت بانٹنے والے غریبوں سے پیار فرمانے والے بے سہاروں اور یتیموں کے سروں پر دست شفقت رکھنے والے ان کے مونس وہمدرد دُنیا سے رحلت فرما گئے ہیں، آہ!

مخدومنا المعظم حضور سیّدی استاذی المکرم ووالد محتشم قدس سرہٗ العزیز کے ساتھ گزرے ہوئے لمحاتِ حیات ایک ایک کر کے نگاہوں کے سامنے جلوہ بار ہوتے چلے آرہے ہیں اور حال یہ ہے، میرے حضور سیّدی والدگرامی واستاذ مکرم منکسر المزاج سادگی پسند اور حق گو وحق پسند شخصیّت کے مالک تھے، علمائے حق اور مشائخ عظام کے بے حد قدردان وعقیدت مند تھے، دینی طلبا پر بہت مہربان تھے۔

فقیر کی بچپن کی پہلی تصنیف

حضور والد بزرگوار علیہ الرحمہ نے اپنی سرپرستی میں فقیر کے ہاتھ میں قلم تھما کر روحانی وظائف پر ایک رسالہ لکھوایا تھا، جس کا نام فقیر نے ''وظائف سبحانیہ'' تجویز کیا، یہ رسالہ فقیر نے بچپن میں بہت چھوٹی عمر میں حضرت والد بزرگوار نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ کے حکم پر لکھا تھا اور اس قلمی مسوّدہ کو فقیر نے اپنے مرشد طریقت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سراجیہ حسنیہ غفوریہ سجانیہ کے عظیم بزرگ مادرزاد ولی اللہ حاجی الحرمین الشریفین مقبول بارگاہِ ربُّ المشرقین والمغربین ،عالم ربّانی حضرت خواجہ الحاج ابو الانوار محمد عبدالمعید پیر سجانی مجددی نقشبندی الحسنی چراغ مرشد آبادی قدس سرہٗ العزیز (سجادہ نشین درگاہِ مُقدس مُرشد آباد شریف) کی بارگاہ ناز میں پیش کیا تو حضور سیّدی مرشد کریم علیہ الرحمہ فقیر حقیر کی کم سنّی کے عالم کی اس کاش کو دیکھ کر بہت حیران ہوئے اور از حد خوشی کا اظہار فرمایا ،حاضرین مجلس میں بہت تعریف فرمائی اور دعاؤں سے نوازا۔

حضور والد ماجد علیہ الرحمہ وحضور سیّدی مرشد پاک قبلہ کی زیرنگرانی بچپن میں فقیر جو بھی تصنیف وتالیف کا کام کرتا تھا تو حضور والد گرامی علیہ الرحمہ اور سرکار سیّدی مرشد پاک قبلہ خصوصی طور پر وقت نکال کر خود نظر ثانی فرماتے،فقیر کی قلمی وتحریری خدمات کو بہت سراہتے رہتے اور مجھ حقیر کو اپنے فیضان خاص سے نوازتے رہتے تھے،بچپن میں فقیر اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ کی معیت میں جب بھی بارگاہ حضور مرشد پاک قبلہ میں حاضر ہوتا تھا تو حضور سیّدی مرشد پاک علیہ الرحمہ فقیر کو بھری محفل میں نمایاں جگہ پر بٹھاتے ، اپنی ظاہری وباطنی توجہات کرم سے فقیر کے سینے کو مالا مال فرماتے رہتے تھے اور اپنے تمام مریدوں کے سامنے فقیر پر فخر کرتے ہوئے ، بہت تعریف فرماتے رہتے اور مجھ حقیر بے توقیر کی خوب خوب حوصلہ افزائی فرماتے رہتے تھے، نیز مہمان نوازی کے طور پر اپنے (گھر) دولت کدے سے سپیشل چائے مٹھائی اور جو اپنے لئے لنگر شریف کا کھانا تیار ہوتا تھا از راہ عنایت وشفقت اسی میں سے حضور والد گرامی علیہ الرحمہ اور مجھ حقیر فقیر کے لئے لنگر شریف عطا فرماتے تھے،الحمدللّٰہ ثم الحمدللّٰہ تب سے فقیر کے دل میں تالیف و تصنیف کا ایک جذبہ وشوق دامن گیر ہوا اور قلمی کام کا آغاز کیا اور یہ سلسلہ تاحال جاری ہے اور ان شاءاللہ العزیز جاری رہے گا۔

حضرت نورملت کا سفرآخرت

16 رشوال المکرم 1441ھ بمطابق 8 رجون 2020ء بروز پیر شریف حسب معمول نماز پنجگانہ کی امامت بھی فرماتے رہے، اچانک رات کو طبیعت مبارکہ ناساز ہوئی، ڈاکٹر سے چیک اپ کرانے کے لئے بار بار عرض گیا مگر آپ نے چیک اپ کرانے سے انکار فرمادیا ،دوسرے روز یعنی 17 رشوال المکرم 1441ھ بمطابق 9 رجون 2020ء بروز منگل صبح نماز فجر ادا فرمائی اور حسب معمول قرآن پاک کی تلاوت بھی فرماتے رہے، پھر آپ کی طبیعت مبارکہ ناساز ہوگئی،فقیر کے برادر اکبر حضرت مولانا محمد افضل بھوروی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر سے آپ کا چیک اپ کرایا، ڈاکٹر صاحب نے تسلی دیتے ہوئے دوا دے کر گھر جانے اور آرام کرنے کو کہا،حضرت مولانا محمد افضل بھوروی صاحب قبلہ آپ کو اپنے گھر خانقاہ سراجیہ لے آئے ، آپ کی تیماداری وبیمارپرسی کے لئے قریبی عزیز ورشتہ دار بالخصوص آپ کی بڑی صاحبزادی صاحبہ وداماد جناب محترم محمد اقبال صاحب اور دیگر اہل خانہ حاضر ہوئے ، ان سب سے ملاقات فرمائی ، اپنے چھوٹے ننھے نواسے عزیزی محمد کمال سلمہ ربہ سے بہت پیار فرماتے رہے اور مجھ حقیر سے بھی گفتگو فرمائی ، نیز اس سے قبل فقیر کو نصیحتیں اور وصیتیں بھی فرمارکھی تھیں، آپ نے سیب منگوا کر تھوڑا سا تناول فرمایا اور تبدیل کرنے کے لئے نئے سفید کپڑے طلب فرمائے ،تازہ غسل اور وضو فرما کر جب کمرے میں تشریف لائے ،ابھی اعضائے وضو تر ہی تھے کہ قبلہ رُخ ہو کر کلمہ شریف پڑھتے ہوئے کم وبیش سوا گیارہ بجے کے لگ بھگ آپ اپنے خالق حقیقی کے حضور حاضری اور دیدار مُصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم سے مشرف ہونے کے لئے دار فانی سے دار القرار کی طرف رحلت

فرما گئے، اناللہ وانا الیہ رٰجعون۔

جانے والے تجھے روئے گا زمانہ برسوں

آپ کے وصال پُر ملال کی خبر دُنیا کے مختلف مما لک میں مختلف ذرائع سے پھیل گئی، احباب اہل محبّت واہل تعلق سوگوار بن کر خانقاہ سراجیہ کی طرف چل پڑے، حضور والد ماجد علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصال مبارک کے بعد دیکھنے والوں نے سر کی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ کا چہرہ مبارک چودھویں کے چاند کی مثل چمک رہا تھا اور ہونٹوں پر آثارِ تبسم نمایاں تھے اور امامُ الصوفیا حضرت سیّدنا شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ان اشعار کا مصداق نظر آرہے تھے۔

یاد داری کہ وقت زادن تو
ہمہ خنداں بُودند تو گریاں
آں چناں زی کہ وقت رفتن تو
ہمہ گریاں بُودند تو خنداں

یعنی اے انسان! تجھے یاد ہے کہ جب تو پیدا ہوا تھا تو سب ہنس رہے تھے اور تو رو رہا تھا، لیکن وقت رخصت تیری شان یہ ہونی چاہیے کہ تو ہنس رہا ہو اور سب رو رہے ہوں۔

ہر آنکھ اشکبار تھی، تلاوت قرآن پاک ہوتی رہی، ذکر الٰہی عزجل کلمہ شریف، نعت شریف اور درود وسلام کا مسلسل وِرد ہوتا رہا۔

امامت نماز جنازہ

بحمدللہ تعالیٰ! نماز عصر کی امامت کی سعادت بھی فقیر کو نصیب ہوئی، بعد نماز عصر تقریباً سوا چھ بجے آپ کو آخری غسل کے لئے جب تختۂ غسل پر لے جایا گیا تو اس وقت بھی آپ کے چہرے پر نُورانیت کی تازگی اور اک لطیف سی مسکراہٹ تھی، بعد غسل مسنون کفن پہنا کر سفید عمامہ شریف کا نورانی تاج بھی سجایا گیا، فقیر نے دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے خود کفنی بھی لکھی، پیشانی مبارک پر بسم اللہ شریف، سینے مبارک پر کلمہ طیبہ اور درود وسلام اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ الله اور المدد یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وبارك وسلّم، المدد یاسیّدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ، المدد یاسیّدنا غوث اعظم دستگیر رضی اللہ عنہ لکھنے کی سعادت حاصل کی۔

بعدہ آپ کا جسد مبارک آخری دیدار کے لئے گھر میں لایا گیا، فقیر حقیر نے بڑی مُشکل سے دل کو قابو میں رکھتے ہوئے اپنے سب اہل خانہ کو صبر وحوصلہ کی تلقین عرض کی، الحمدللہ کلمہ شریف، نعت شریف اور درود وسلام کی گونج ایک عجیب منظر پیش کر تھی، آپ کا چہرہ مبارک دیکھنے والے پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ یہ سچے عاشق رسول ﷺ اور جنتی کا چہرہ ہے، فقیر بھی اشکبار آنکھوں سے بار بار قدم مبارک چومتا رہا اور زیارت کیساتھ ساتھ کلمہ شریف، نعت شریف اور درود وسلام کا بکثرت ورد بھی کرتا رہا، کلمہ شریف، نعت شریف اور درود وسلام کی صداؤں میں جب آپ کی چارپائی شریف کو اُٹھایا گیا تو ایک کہرام مچا ہوا تھا، الحمدللہ نماز مغرب باجماعت مرکزی عیدگاہ چاہ مرزے والا خانقاہ سراجیہ میں ادا کی گئی، گھر سے لے کر عیدگاہ تک جاتے ہوئے ذکر الٰہی عزوجل، کلمہ شریف، نعت شریف اور درود وسلام کی صدائیں اس شعر کی عکاسی کر رہی تھیں کہ۔

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دُھوم سے نکلے
محبوب کی گلیوں میں ذرا گھوم کے نکلے

بعد نماز مغرب ذکر الٰہی جل جلالہ کے ساتھ ساتھ خطاب بھی ہوا، حضور سیّدی والد گرامی قدس سرہ العزیز کی نماز جنازہ کی امامت کے لئے اہل علم وصاحبان طریقت کی موجودگی میں خاندان کے صاحبان علم عزیز واقارب بالخصوص فقیر کے برادر اکبر حضرت مولانا محمد افضل بھوروی صدیقی دام ظلہ نے مجھ حقیر (فقیر ابُوالبرکات محمد ارشد سُبحانی عفی عنہ) کا انتخاب فرمایا، الحمدللہ! موسم نہایت خوشگوار تھا، دھیمی دھیمی اور بھینی بھینی ہوا دل و دماغ کو معطر کر رہی تھی۔

شب بدھ کو کم وبیش سوا آٹھ 15:8 / بجے بے شمار عاشقان رسول، علمائے کرام، اربابِ طریقت اور عزیز واقارب نے مجھ حقیر وپُرتقصیر کی امامت میں حضور والد بزرگوار قدس سرہٗ

العزیز کی نماز جنازہ ادا فرمائی، بعد نماز جنازہ فقیر نے خصوصی طور پر اجتماعی دعا بھی کی۔

عظیم عاشق رسول ﷺ میرے حضور سیّدی والد ماجد حضور نورِ ملّت حضرت ابُوالوفا قدس سرہ العزیز کے عظیم جنازے کا منظر سرکار سیّدنا اعلیٰ حضرت عظیم البرکات امام اہل سنّت مجدد اعظم دین وملّت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس شعر کا مظہر نظر آرہا تھا کہ۔

عرش پر دُھومیں پرمچیں وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اُٹھے وہ طیب وطاہر گیا

آخری آرام گاہ

بعد نماز جنازہ کلمہ شریف ذکر اور درود وسلام کی صداؤں میں آپ کے جسد خاکی کو مرکزی عیدگاہ چاہ مرزے والا خانقاہ سراجیہ سے قبرستان چاہ مرزے والا (جو کہ فقیر کے تلوکر خاندان کے چشم وچراغ اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ دوستیہ سراجیہ کے عظیم پیشوا اور ولی کامل حضرت خواجہ ابُوالسّعد احمد خان تلوکر سراجی عثمانی مجددی نقشبندی قدس سرہ العزیز (بانی خانقاہ سراجیہ) کے مزار پُرانوار شریف سے کم وبیش ڈیڑھ کلومیٹر مشرقی شمالی جانب میں لایا گیا، تدفین کے وقت سب سے پہلے فقیر آپ کی قبر مبارک میں اترا اور مختلف قرآنی سورتوں کی تلاوت کے ساتھ ساتھ، درود ناریہ و درود تُنجینا شریف اور دیگر درود وسلام پڑھ کر حصول برکت کے لئے قبر شریف میں دم کیا، برادر اکبر حضرت قبلہ محمد افضل بھوروی صدیقی حفظہ اللہ تعالیٰ اور پھوپھی زاد بھائی جناب محترم محمد ممتاز بھوروی صدیقی سلمہ ربہ اور فقیر نے کلمہ طیبہ ودرود وسلام کی گونج میں اور خود بھی درود وسلام پڑھتے ہوئے حضور والد گرامی قدس سرہ السامی کے جسد مبارک کو لحد شریف میں اتارا۔

بحمدللہ تعالیٰ! لحد شریف میں اُتارتے ہی حضور والد گرامی نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ کے چہرے مبارک کا رُخ قبلہ شریف کی طرف ہو گیا شاید انہیں شربتِ دیدارِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم کے جام نوش کرنے کی ہی جلدی تھی۔

نُور کی برسات

بوقت تدفین جب کثرت سے درود وسلام پڑھا جا رہا تھا اور نعت شریف کی گونجیں بھی پورے قبرستان کے ماحول کو معطر ومنوّر کر رہی تھیں تو اس وقت فقیر ایک عجیب سی کیفیت محسوس کر رہا تھا گویا آسمان سے انوار وبرکات کی برسات ہو رہی ہے۔

مرقد پہ تیری رحمت حق کا نزول ہو
حامی تیرا خدا اور خدا کا رسول ﷺ ہو

◆◆◆

ص ۲۴ کا بقیہ......................

ماتحت دارالعلوم قادریہ رحمانیہ، دعوہ کالج، طیبہ پبلک اسکول، دارالقضاء ودارالافتاء شاخ ادارہ شرعیہ پٹنہ، مجبی اکیڈمی، محدث عبدالحق لائبریری، تحقیق فی الحدیث والفقہ (برائے شوافع) قادری دارالتصوف کے سرپرستوں میں سے ایک اہم سرپرست ہیں، آپ کی بے لوث شفقت ومحبت انجمن نور اسلام اور اس کے بانی و ناظم اعلی راقم الحروف (ریحان رضا انجم مصباحی) پر زمانہ قیام سے اب تک جاری ہے، ایک موقع پر مشکلات سے دو چار ہو کر راقم الحروف نے عرض کیا لگتا ہے، اب مجھے کسی دوسری جگہ جا کر نوکری کرنی پڑے گی، میری اس بات کو سن کر حضرت قاری صاحب قبلہ دل برداشتہ ہو گئے اور کہنے لگے ہم اپنے علاقہ کی سنیت سے مکمل ناامید ہو گئے تھے، آپ کی کوشش سے اب امید بندھ گئی تو آپ ایسا کہہ رہے ہیں، اللہ شاہد ہے اگر میرے پاس روپیہ ہوتا تو آپ کی ضروریات میں پورا کرتا لیکن یہاں سے کہیں جانے نہیں دیتا، بہر حال آپ جیسے بزرگوں کی دعا شامل حال رہی اور حالات جستہ جستہ بدلنے لگے، حقیقت میں جو کچھ انجمن نور اسلام کے زیر سایہ دیکھا جا رہا ہے انہیں جیسے مخلصوں کی دعا کا اثر ہے ورنہ من آنم کہ من دانم! اللہ کریم کی بارگاہِ نازِ رحمت میں دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ حضرت قاری فضل الرحمن نوری کو صحت وتندرستی کے ساتھ عمر طویل عطا فرمائے۔

◆◆◆

استاذ القرآ والحفاظ حضرت قاری فضل الرحمٰن نوری

حیات و خدمات

از: مولانا ریحان انجم مصباحی*

اسلاف و اخلاف

نام ونسب

الحاج قاری محمد فضل الرحمن بن محمد رفیق بن جان محمد بن کریم بخش

جائے پیدائش

آبائی گاؤں موضع بھیروا بسفی مدھوبنی بہار۔

تاریخِ پیدائش

اصل تاریخ یاد نہیں البتہ سرٹیفکیٹ کے اعتبار سے یکم جنوری 1957ء ہے۔

تعلیمی پڑاؤ

پہلا پڑاؤ: حافظ خورشید صاحب و حافظ اسرار صاحب متوطن بھیروا سے آپ نے اپنے تعلیمی سفر کا آغاز کیا پھر چند ماہ آمد و رفت کے طور پر مدرسہ محمود العلوم دملہ میں تعلیم حاصل کی جبکہ پندرہ پارہ حفظ حافظ خورشید عالم صاحب کے پاس ہی کر چکے تھے۔

دوسرا پڑاؤ: مولانا شمیم عالم مصباحی بھیروی جس سال دورۂ حدیث میں تھے، اس سال شوال میں آپ کی معیت و تحریک پر قاری فضل الرحمن صاحب دار العلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور اعظم گڑھ (یوپی) گئے، جہاں مکمل سال بھر درس و تدریس کی لطف اندوزی حاصل کرتے رہے، آپ جس دن مبارک پور پہنچے تھے، اسی دن استاذ العلماء علامہ عبدالرؤف صاحب قبلہ بلیاوی کا انتقال پر ملال ہو گیا تھا، پھر تعطیل کلاں کے موقع پر شعبان المعظم میں آپ جب مولانا شمیم عالم مصباحی بھیروی کے ساتھ واپس آئے تو دوبارہ شاید تنہائی کے سبب یا کسی وجہ سے مبارک پور نہ گئے۔

تیسرا پڑاؤ: مدرسہ تجوید القرآن بیسل پور ضلع پیلی بھیت (یوپی) استاذ القراء حضرت قاری رضی اللہ چترویدی کی درس گاہ میں مکمل پانچ سال رہ کر حفظ قرآن اور قرآت کی باضابطہ تکمیل کا شرف حاصل کیا اور اسی مدرسہ کے جلسہ دستار بندی کے موقع پر آپ حفظ و قرأت کی دستار سے نوازے گئے، اس جلسہ دستار بندی میں خصوصیت کے ساتھ خطیب دوراں حضرت علامہ سید مظفر حسین کچھوچھوی علیہ الرحمہ مدعو کیے گئے تھے۔

چوتھا اور آخری پڑاؤ: مدرسہ فیض الرسول براؤں شریف میں ایک سال رہ کر جماعت اعدادیہ کی تکمیل کا شرف حاصل کیا، قاری صاحب کی خوش نصیبی تھی کہ انھوں نے فیض الرسول کی ایک سالہ زندگی میں علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی اور مفتی جلال الدین امجدی علیہما الرحمہ جیسے بلند پایہ علما کا عہد زرین پایا۔

شرف بیعت

تاجدار اہلِ سنت، حضور مفتی اعظم ہند علامہ مفتی مصطفیٰ رضا خاں قادری بریلی شریف سے مفتی وجیہ الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دولت کدہ پر بیعت کا شرف حاصل کر کے اپنے آپ کو قادری رضوی نوری غلاموں میں شامل ہو گئے۔

طالب بیعت

جانشین مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری نوری ازہری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دھنباد آمد ہوئی تھی، اس موقع پر جناب یونس رضوی واسع پوری دھنباد کے دولت کدہ پر آپ سے بیعت ہونے کا بھی شرف حاصل کیا، یعنی اپنے مرشد کی وفات کے بعد ان کے جانشین کے دست حق پرست پر ہاتھ دے پھر ایک اپنے کو رضوی غلاموں میں شامل کر لیا۔

رسم مناکحت

موضع تلیا پوکھر جو رہیکا سے متصل ہے ضلع مدھوبنی میں شادی ہوئی، آپ کے قاضی نکاح حضرت مولانا حکیم چمن قادری بھیروی ثم تلیا پوکھر ثم سیوانی تھے، مولانا چمن قادری اب پورے

طور پر میرواسیوان کی بودو باش اختیار کر چکے ہیں۔

اولادو امجاد

آپ کا گھر اولادنرینہ والا سے سے بھرا پڑا ہے اللہ رب العزت نے آپ کو تین صاحبزادے اورسات صاحبزادیاں عطا کی ہیں جس میں سے ایک صاحبزادی انتقال کر چکی بقیہ بقید حیات ہیں۔

تدریسی اسفار

اپنے استاذ حضرت قاری رضی اللہ چترویدی کے حکم سے آپ نے سب سے پہلے اپنے مادر علمی مدرسہ تجوید القرآن بیسل پور پیلی بھیت سے درس وتدریس کا آغاز کیا اور استاذ کے حکم سے تقریباً چار سال بحسن وخوبی تدریسی خدمات انجام دیا۔

دوسرا سفر

ادارہ شرعیہ پٹنہ: یہ وہ عہدزرین تھا جب پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت علامہ سید رکن الدین اصدق مصباحی مدظلہ العالی ادارہ شرعیہ پٹنہ کے مہتمم تھے، آپ اسی زمانے میں ادارہ شرعیہ کے شعبہ حفظ کے مدرس منتخب ہوئے، تدریسی خدمات انجام دیتے ہوئے ابھی چار سال ہی ہوا تھا کہ حضرت سید رکن الدین اصدق صاحب ادارہ شرعیہ سے کنارہ کشی اختیار فرمالی، بس آپ بھی ادارہ شرعیہ سے الگ ہوگئے کیونکہ حضرت سید صاحب ہی نے آپ کی تقرری فرمائی تھی اور آپ سے بے پناہ محبت بھی فرماتے تھے اس لیے تقاضائے محبت تھا کہ آپ نے ان کے ساتھ خود بھی ادارہ شرعیہ سے الگ کرلیا، جب آپ ادارہ شرعیہ میں شعبہ حفظ کے مدرس منتخب ہوئے اس کے کچھ دن بعد محلہ باقر گنج میں واقع خیر النساء مسجد کے خطیب و امام منتخب ہوگئے اور دونوں جگہ چار سال تک آپ نے بحسن وخوبی خدمت انجام دی۔

تیسرا سفر

حضرت مولانا سلامت اللہ مصباحی غازی پوری نے ایک مسجد میں نیا مدرسہ بنام جامعہ رضویہ گریڈیہ قائم فرمایا تھا جس میں آپ بحیثیت صدر مدرس مقرر ہوئے اور شعبہ حفظ کے ساتھ اعدادیہ جماعت کے بچوں کو بھی آپ درس دیتے تھے، اس ادارہ میں آپ کا قیام 1980ء سے 1985ء تک تھا، اس نئے مدرسہ سے آپ کے علاوہ مولانا شہاب الدین (ناظم تعلیمات تھے، آپ قریب کسی سرکاری اسکول میں مدرس بھی تھے) مولانا عبدالقدوس مصباحی، مولانا مقصود عالم، مولانا محمد یوسف مظفر پوری جیسی شخصیات وابستہ تھیں۔

چوتھا سفر

مدرسہ اصدقیہ مخدوم شرف بہار شریف میں شعبہ حفظ و قراءت کی ذمہ داری 1985ء سے 1996ء تک بحسن وخوبی انجام دیا، وہاں کے شاگردوں میں کسی کسی نے بڑا اعلی مقام حاصل کیا۔

چند قابل ذکر تلامذہ

پیر طریقت حافظ محمد جیلانی صاحب بھاگلپوری مقیم حال بنگلور، حافظ محمد مزمل حسین گریڈیہ مقیم حال اڑیسہ، پروفیسر حافظ محمد جمیل سمستی پوری، حافظ محمد افضل گریڈیہ۔

پانچواں سفر

14 / اگست 1996ء کو نوری مسجد جھریا دھنباد میں بحیثیت خطیب و امام مقرر ہوئے اور اب تک اس خدمت کو اپنے پیر و مرشد کے نقش قدم پر قائم رہتے ہوئے انجام دے رہے۔

زیارتِ حرمین شریفین

فضل الٰہی اور بطفیل سرکار مصطفی ﷺ آپ سن 2010ء میں زیارت حرمین شریفین کی سعادت سے مستفیض ہو چکے ہیں۔

اجازتِ وخلافت

آپ کو تین اہم شخصیات سے اجازت وخلافت کا شرف حاصل ہے: (۱) خلیفہ مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی سلطان رضوی رحمۃ اللہ علیہ ادری ضلع مئو یوپی (۲) مفتی سید احمد رضا برہانی، خانقاہ برہانیہ سانودہ بنگال (۳) نبیرۂ سرکار مجبی محبوب الاولیاء حضرت مولانا الحاج محمد حمید الرحمن قادری رحمۃ اللہ علیہ، خانقاہ قادریہ نوریہ رحمانیہ پوکھریرا شریف۔

دینی اداروں کے سرپرستی

آپ کے آبائی گاؤں سے ایک کیلومیٹر کے فاصلہ پر محلہ پوکھر ٹولہ بسفی میں واقع انجمن نور اسلام جس کے بقیہ ص ۲۲ / پر

اسلاف و اخلاف

(از: عالمہ اے رضویہ*)

حضور مفسر اعظم ہند علامہ ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ

حیات و خدمات

مفسر اعظم ہند ایک بہت ہی عظیم اور پاکیزہ شخصیت کا نام ہے جو حقیقتاً زبان رضا تھے وہ رضا کے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کے وارث و امین تھے ان کی نیکی ان کے صبر شکر گزاری اور بے لوث دینی خدمات ہی کا ثمرہ ہے کہ آپ کی اولاد خوش وخرم اور شاد و آباد ہے وہ حقیقی معنیٰ میں مبلغ اسلام عالم باعمل سچے نائب رسول اور اصلیت میں پیر طریقت اور مرشد برحق تھے وہ جو بھی کہتے اور بولتے اس پر عمل کرتے انہوں نے اپنا اثاثہ اپنے گھر کے زیورات، اپنا مال و زر، اپنا لہو و پسینہ صرف اور صرف غلبۂ اسلام و سنیت اور تبلیغ دین و مسلک کی خاطر قربان کر دیا اس لئے تو عاشق اعلیٰ حضرت شکیل اثر نورانی کہتے ہیں۔

رضا کا نیر تاباں مفسر اعظم
رضا کا ماہ درخشاں مفسر اعظم

مہک رہا ہے گلستان رضویت جس سے
ہے اس کی فصل بہاراں مفسر اعظم

ولادت باسعادت

حضور حجۃ الاسلام کے دولت کدہ پر بحیثیت اولاد نرینہ کوئی اولاد نہ تھی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے دولت کدہ پر بحیثیت نبیرۂ پہلی ولادت باسعادت تھی، آپ کی ولادت باسعادت کے بعد سنت مصطفیٰ کے مطابق داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہی گئی۔

سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے تھوڑا سا چھوہارا چبا کر دولت کدہ میں بھیجا، آپ کی ولادت کی خبر سن کر سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منجھلے بھائی استاذ زمن علامہ حسن رضا خاں قادری قدس سرہٗ نے فی البدیہہ یہ مصرع ارشاد فرمایا "علم و عمر اقبال وطالع دے خدا" اللہ کی شان یہی مصرع تاریخ ولادت ہو گیا۔

نام و نسب

حضور مفسر اعظم ہند کا اسم گرامی محمد رکھا گیا مشہور ہے یہ اسم مبارک خود سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رکھا پھر آپ کے والد ماجد حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا خاں صاحب نے دین حنیف کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کا نام ابراہیم رضا خاں تجویز کیا اور جد محترم سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پکارنے کے لئے جیلانی میاں رکھا۔

عقیقہ

سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود آپ کے عقیقہ کا انتظام فرمایا جس میں جملہ عزیز و اقارب اور جامعہ رضویہ منظر اسلام کے تمام اساتذہ وطلبا کی حسب خواہش جاگانہ شوق کے مطابق الگ الگ خورد و نوش کا انتظام و اہتمام فرمایا۔

رسم بسم اللہ خوانی

جب حضور مفسر اعظم کی عمر شریف چار سال چار ماہ چار دن کی ہوئی تو ۱۴/شعبان المعظم ۱۳۲۹ھ بروز چہار شنبہ سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علما و صلحا، اعزا و اقربا اور شہر کے معززین کی موجودگی میں بسم اللہ خوانی کرائی نیز اسی مقدس موقع پر امام اہل سنت نے آپ کو بیعت فرما کر خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا اور علی الاعلان فرمایا یہ میرا پوتا کبھی میری زبان ہوگا۔

تعلیم و تربیت

ابتدائی تعلیم گھر ہی پر والدہ ماجدہ مشفقہ جدہ محترمہ سے حاصل کی یہاں تک کہ ناظرہ قرآن کریم اور اردو کی ابتدائی کتب پڑھیں، سات سال کی عمر مبارک میں دار العلوم منظر اسلام میں داخل کئے گئے، قدوری، فصول اکبری وغیرہ محدث جلیل حضرت علامہ احسان فیض پوری قدس سرہ سے پڑھیں، عربی ادب کی

کتابیں اور مشکوۃ شریف خود حضور حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پڑھائیں، حدیث وفقہ کی دیگر کتابیں دوسرے اساتذہ سے پڑھیں، تحصیل علوم ہی کے دوران جد کریم سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سایہ شفقت سر سے اٹھ گیا، تقریباً ۱۹؍سال کی عمر میں ۱۳۴۴ھ میں آپ کی فراغت ہوئی، والد محترم حضور حجۃ الاسلام نے مشاہیر علما ومشائخ کی موجودگی میں دستار بندی فرمائی اور اپنی نیابت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

نکاح مبارک ورخصتی

حضور مفسر اعظم ہند ابھی کم سنی میں تھے، سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دونوں عظیم وجلیل شہزادگان حجۃ الاسلام اور حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کو طلب کیا اور اپنے دونوں پوتے اور پوتی کو رشتۂ ازدواج میں منسلک کر دیا، جب حضور مفسر اعظم ہند کی عمر ۱۹؍سال کی ہوئی اور آپ تعلیم سے آراستہ وپیراستہ ہوئے تو سنت کے مطابق رخصتی ہوئی اور اس سعید موقع پر شاندار ضیافت وولیمہ کا اہتمام کیا گیا۔

نیابت اور ابتدائے دین کی تبلیغ واشاعت

حضور حجۃ الاسلام نے اپنے وصال ۱۷؍جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳؍مئی ۱۹۴۳ء سے قبل اپنے دونوں صاحبزادوں کو بلایا اور اپنی خلافت کا اعلان فرمادیا اور اپنی وصیت کے مطابق مفسر اعظم ہند کو اپنے نائب، خانقاہ عالیہ رضویہ کا سجادہ اور دارالعلوم منظر اسلام کا مہتمم نامزد فرمایا، جس وقت دارالعلوم منظر اسلام کا اہتمام قانونی طور سے حضور مفسر اعظم ہند کے قبضے میں آیا تو دارالعلوم کی حالت بڑی خستہ تھی، اس یادگار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ، منظر اسلام کو حیات تازہ دینے کی خاطر سخت جدوجہد کی، محدث اعظم پاکستان مفتی سردار احمد اور دیگر مشاہیر علمائے کرام دارالعلوم کو خیر آباد کہہ چکے تھے، ان کے ساتھ کچھ ذہین وفطین طلبائے عظام بھی دارالعلوم سے رخصت ہو گئے تھے، ایسے وقت میں دارالعلوم کی حالت خزاں رسیدہ چمن کے مانند تھی، آپ نے قابل اساتذہ کو دارالعلوم میں لانا شروع کیا، اپنے استاذ گرامی محدث جلیل احسان علی اور نامور مفتی حضرت علامہ سید افضل حسین صاحب ومفتی محمد احمد جہانگیر خاں صاحب قدس سرہ کو دارالعلوم میں خاص خاص مناصب پر فائز فرمادیا، دیگر ذی استعداد اور قابل اساتذہ کا بھی تقرر فرمایا اور اپنے آپ درس وتدریس میں لگ گئے شروع ہی میں دارالعلوم کی آمدنی نا کے برابر تھی، لہٰذا کئی بار ایسا موقع آیا کہ آپ نے مدرسین اور دیگر عمال کی تنخواہ کی ادائیگی کے لئے گھر کے زیورات تک بیچ دیئے۔

آپ کی علمیت، آپ کی خطابت، خاندانی وجاہت اور تقویٰ نیز تعویذات وغیرہ کے اثر نے مسلمانان اہل سنت کو بہت ہی زیادہ متأثر کرنا شروع کر دیا اور لوگ دارالعلوم کی طرف خصوصی توجہ دینے لگے اور جلد ہی یہ دارالعلوم ہندوپاک کا عظیم ادارہ بن گیا اور مرکز اہل سنت تسلیم کیا جانے لگا، آپ دارالعلوم کے کلرکوں سے سختی کے ساتھ حساب کرتے، حساب درست ہونے پر بہت ہی شاد ہوتے اور انہیں مٹھائیاں کھلاتے، آپ نے دارالعلوم کی مالی حالت مضبوط کرنے کی خاطر محصلین مقرر کئے جو دارالعلوم کو مالی امداد فراہم کرتے اور شہر در شہر مسلک حق کی اشاعت وتبلیغ کرتے، آپ نے دارالعلوم کی آمدنی بڑھانے کے لئے کتب ورسائل تصنیف فرما کر نیز سرکار اعلیٰ حضرت کی کتابیں چھپوا کر سنیوں میں تقسیم کرائیں اور ان سے جو آمدنی ہوتی وہ دارالعلوم کو دے دیتے، اسی طرح دارالعلوم کی آمدنی میں کافی اضافہ ہوا ساتھ ہی ساتھ آپ کے علم وقلم میں بھی تابانی بڑھی، یہ تمام امور آپ نے صرف اور صرف دین کی تبلیغ اور علم دین کی ترویج واشاعت کے لئے انجام دئے۔

مفسر اعظم کا لقب

خانوادۂ اشرفیہ کے روشن چراغ سید محمد محدث اعظم ہند کچھوچھوی آپ کی تقریر سے بہت متأثر تھے، ملک کی کئی بڑی سنی کانفرنسوں میں سیدنا آپ کا تعارف کرایا اور آپ کو مفسر اعظم ہند سے یاد فرمایا، سیدنا محدث اعظم نے سب سے پہلے کلکتہ کی ایک عظیم الشان کانفرنس میں آپ کو اس لقب سے یاد فرمایا اور موجودہ علمائے کرام نے اس کی تائید کی علما، سامعین نے تکبیر ورسالت اور مسلک اعلیٰ حضرت، نبیرۂ اعلیٰ حضرت زندہ باد، پائندہ

باد کے نعروں سے خوشی کا اظہار کیا اور اب ہر پوسٹر اور اشتہار میں آپ کے لئے مفسر اعظم ہند چھپنے لگا، آپ کے اس لقب اور شہرت سے کچھ لوگ حسد کرنے لگے لیکن آپ نے نہ تو اس لقب کی عظمت وشہرت پر کبھی اظہار فخر کیا نہ ہی مخالفین ومعاندین کی تنقید ونکتہ چینی کی پرواہ کی، پوسٹر واشتہار میں چھپنے کے بعد عوام وخواص، علما، طلبا ہر کسی نے بجائے جیلانی میاں یا علامہ ابراہیم رضا بریلوی یا بریلی والے مولانا صاحب کے بجائے ''مفسر اعظم ہند'' کہنا شروع کر دیا، آپ کی تفسیر کا ماخذ عموماً روح البیان، نسیم الریاض، شفا قاضی عیاض، خزائن العرفان ہوتے، احادیث مصطفیٰ کے نکات شارح مسلم شریف امام نووی اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی مدارج النبوۃ، اشعۃ اللمعات کے اقوال کی روشنی میں بیان کرتے۔

آپ کی خطابت

اپنی تقریر میں آپ قرآن مجید کی تفسیر والہانہ انداز میں کرتے اور خطبہ کے بعد دس دس، بیس بیس آیات قرآنی تلاوت کرتے، کنز الایمان سے ان کے ترجمے پیش کرتے اور دیگر مترجمین کے تراجم کا موازنہ کرتے، ترجمہ کنز الایمان کے نکات بیان کرتے اور احادیث کریمہ سے ان کی توثیق کرتے، وہابیہ، دیابنہ کے رد میں جد کریم سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالی عنہ کی مختلف تصانیف نیز دیگر محققین کی کتابوں کو حوالہ بناتے، آپ دو دو، تین تین گھنٹے روانی کے ساتھ بولتے رہتے اور پورے مجمع کو اپنے خطابت سے مست ونہال کر دیتے، آپ کے جلسے میں آپ کے ہم عصر ممتاز علما وخطبا بھی شرکت فرماتے اور ہر کوئی آپ کے خطابت کے جمال وکمال سے مست ہو اٹھتا، کلکتہ، کانپور، مظفر پور، شیوہر وغیرہ میں مہینوں آپ کے تقریری وتبلیغی پروگرام چلتے، مفتی اعظم کانپور امیر شریعت مفتی رفاقت حسین علیہ الرحمہ سے بھی ملاقات کی، وہ آپ کی بڑی عزت کرتے تھے، حضرت نے خدمت دین کے لئے جو جانفشانی اٹھائی اور جس طرح کا ایثار پیش کیا وہ صدہا آفریں کے لائق ہے، لیکن ہمیشہ یہی فرمایا کرتے کہ مجھے تبلیغ کا موقع بہت کم ملا، آپ نے بہار و نیپال کے علاقوں میں پیدل، سائیکل اور بیل گاڑی تک سے سفر کیا صرف سنیت کی اشاعت اور دین کی تبلیغ کے خاطر اور اس سے سنیت کو کافی فروغ ملا۔

قبل وفات کے چند واقعات

حضرت مفسر اعظم ہند کے آخری ایام میں زبان بند ہو گئی تھی مگر آپ تحریرا دین اور خدمت خلق انجام دیتے رہے، وصال سے چند ماہ قبل آپ کافی کمزور ہو گئے تھے لیکن اس کے باوجود متعدد مقامات کے دورے کئے اور دین وسنیت کی تبلیغ کا فریضہ انجام دیا، آخری ایام میں جو واقعات قبل وفات رونما ہوئے ان میں مختصراً یہ ہیں:

حضور مفسر اعظم ہند کے وصال سے قبل کلکتہ سے ایک مرید کا خط آیا، انہوں نے حضور مفسر اعظم ہند کو تین مرتبہ سرکار ابد قرار کے ہمراہ دیکھا، حضور مفسر اعظم ہند نے یہ خط دیکھا اور تبسم کیا، یہ خط آپ کی تیسری صاحب زادی نے بھی پڑھا اور انہیں ایسا محسوس ہوا کہ پیارے ابا جان جلد ہی ان سے جدا ہونے والے ہیں اور پردہ فرمانے والے ہیں، مفسر اعظم ہند کے ایک مرید نے خواب میں دیکھا جو بہار بارڈر نیپال سے تعلق رکھتے تھے کہ حضور مفسر اعظم ہند اور حضور مفتی اعظم ہند ایک ساتھ جلوہ گر ہیں، تھوڑے وقفے کے بعد مفسر اعظم ہند اٹھ کر چلنے لگے، اس مرید نے خواب میں کہا حضور پان کھا کر جائیے، حضور مفسر اعظم ہند نے مڑ کر پان لے لیا اور چلے گئے، مرید بہت فکرمند ہوا وہ بریلی شریف آیا تو اسے معلوم ہوا کہ حضور مفسر اعظم ہند وصال کر گئے ہیں، آپ کا وصال ۱۱؍صفر المظفر ۱۳۸۵ھ مطابق ۲۲؍ جون ۱۹۶۹ء بروز ہفتہ کو ہوا، آپ کی نماز جنازہ اسلامیہ کالج گراؤنڈ میں نائب مفتی اعظم ہند سید افضل حسین صاحب مونگری نے پڑھائی، بعد نماز جنازہ خانقاہ عالیہ رضویہ میں تدفین ہوئی، آپ کو قبر اطہر میں مفتی جہانگیر خاں، مرید سرکار اعلیٰ حضرت سید اعجاز حسین بریلوی اور دیگر اصحاب نے اتارا اور رضوی دولہا کو آرام سے لٹا دیا گیا۔

از: مفتی قاضی شہید عالم رضوی*

ترتیب: ابوالحسن محمد یاسر رضا باندوی

علوم عقلیہ میں امام احمد رضا کا مقام و مرتبہ

آیت من آیات اللہ و معجزت من معجزات سید المرسلین اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ کو اللہ عزوجل نے علوم دینیہ میں ایسا کوہ گراں بنایا کہ اس بلندی کو دیکھنے میں بڑے بڑوں کی کلاہ افتخار سر سے نیچے اتر جائے اسی طرح ہیئت و ہندسہ علم مثلث سطحی علم مثلث کروی میں بحر ذخار بنایا جب کسی بھی فن میں قلم اٹھاتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کسی بھی علم کی تحقیق و تدقیق و تنقیح و توضیح میں اپنی عمر کے پورا حصہ نکال دیا ہو یہ علوم و فنون ہیئت و ہندسہ اور زیجات و تکریمات وغیرہ بے شمار اگر چہ علوم دینیہ میں نہیں ہوتا اسکے باوجود امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے ان علوم سے بہت سے دینی اُمور مثلاً نظام الاوقات اور سمت قبلہ کا استخراج وغیرہ میں کام لیکر یہ ثابت کر دیا کہ یہ علوم و فنون بھی خادم فقہ ہیں اور تحقیق و تدقیق پر ایسا کامل اعتماد کہ اس کے خلاف کے احتمال کی اصلاً کوئی گنجائش نظر نہیں آتی اس کا اندازہ اس واقعے سے ہوتا ہے۔

میرٹھ سے حاجی شیخ علاء الدین صاحب نے گیارہ شوال المکرم تیرہ سو تیس ہجری میں امام احمد رضا قدس سرہ کی بارگاہ میں درج ذیل مضمون کا مکتوب بھیجا وہ تحریر فرماتے ہیں:

" بعد تقدیم ہدیہ سلام و مراسم نیاز مندی عرض ہے کہ مولوی عبد اللہ صاحب جنہوں نے قائد استخراج تقویم کواکب از مطالع استوائیہ مرقومہ المنک کمترین اُنسے کمترین نے ان کے قاعدہ کی غلطی کا اظہار کیا اور جناب والا کی تحریر دکھائی اس سے انکو اطمینان نہ ہوا کہتے ہیں یہ قاعدہ بالکل ٹھیک ہے اور میں اپنی ولایتی ستارہ بین میں مشاھدتا کواکب کو دیکھا کر آپکا اطمینان کرا سکتا ہوں چنانچہ کمترین نے اُن سے وعدہ لیا ہے کہ بعد رمضان المبارک چند روز کے واسطے مع ستارہ بین کے یہاں تشریف لا کر اطمینان کر دیں لہٰذا امید کہ اس وقت تک رسالہ مسفر المطالع میں طبع کرانے میں توقف کیا جائے زیادہ حد ادب"

الغرض کہ انہوں نے یہ سوچا کہ یہ ایک ایسا آلہ ہے جس سے تقویم معلوم کی جاتی ہے اور اعلیٰ حضرت نے تقویم کے استخراج کے لیے ایک معرکۃ الآراء تصنیف فرمائی جس کا نام مصفر المطالع للتقویم والطالع ہے تو کہیں ایسا نہ ہو وہ آلہ کچھ بتائے اور اعلیٰ حضرت نے جن قواعد کو تصنیف فرمایا ہے اس کے خلاف نکلے تو یہ مناسب نہ ہوگا اس لئے اعلیٰ حضرت سے انہوں نے گزارش کی اُس وقت تک اس رسالہ کی اشاعت کو موقوف کر دیا جائے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اس کے بیان کردہ قاعدۂ تقویم کو جانچنے کے لیے چند قواعد تحریر فرمائے جب اعلیٰ حضرت نے اُن کے مکتوب کا جواب ارسال فرمایا تو اس مکتوب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اس کے بیان کردہ قاعدۂ تقویم چند قواعد کا افادہ فرمایا پھر اس کے بعد فرماتے ہیں:

" جناب نے طبع رسالہ کو بھی ملتوی کرنے کو فرمایا ہے وہ خود ملتوی ہے رد وہابیہ خذلہم اللہ تعالیٰ کے دس رسالہ زیر طبع ہیں ایجاب النکیر، سبحان السبوح، الحیۃ الجباریہ، دمان باغِ سبحان السبوح، پیکان جاں گداز، تعالی السبوح، تازہ عطیہ پھر ان کے بعد انشاء اللہ الکریم الدولۃ المکیہ، الفیوض الملکیہ، ہاشم المفتری، القسم الخاسم، القاری فی العادی والغادی الجسم الثانوی، اشد البعض، ادخال السنان، نور الفرقان کی باری ہے حسبنا اللہ ونعم الوکیل وہابیہ کی خدمت گزاری سے فرصت ہو تو اور طرف توجہ ہو لیکن یہ فرمانا اس

بنا پر ہے شاید ستارہ ہیں قواعد رسالہ کی غلطی ثابت کرے تو کس سے اطمینان فرمائیں؟ قواعد کے فقیر نے استمباط فرمائے۔"

ذرا انداز ملاحظہ فرمائیں، مسفر المطالع میں جو تقویمات استخراج کرنے کے لئے اعلیٰ حضرت نے جن قواعد کا افادہ فرمایا ان قواعد پر کتنا کامل وثوق ہے فرماتے ہیں:

" قواعد کے فقیر نے اسمباط کئے ہیں مبرہن و براہن ہندسیہ ہیں اگر ان کے خلاف بتائے یقینا اعلی غلط ہے نہ کہ وہ براہین بعض اعلی خود ناقص ہوتے ہیں اور بعض کو بنانے والا غلط بناتا ہے صحیح آلہ غلط لگایا جاتا ہے اور بعض وقت مدلول اعلی کو لگانے والا غلط ادراک کرتا ہے آلہ اپنے منتہا بے کے بعد بھی حساب کا محتاج ہوتا ہے اور حساب اکثر محتاج آلہ نہیں آلہ کیسا ہی دقیق ہو تدقیق حساب تک نہیں پہنچ سکتا۔"

یہ جواب بتا رہا ہے اعلیٰ حضرت نے مسفر المطالع میں جن قواعد کا استخراج کیا ہے کہ اس کے خلاف کی عقلاً گنجائش ہی نہیں اور یہ پورا واقعہ فتاوی رضویہ جلد ۱۲ صفحہ نمبر ۱۷۲۔۱۷۳ میں مندرج ہے۔

قدیم فلاسفہ اور ہیئت دانوں کا نظریہ یہ ہے کہ زمین ساکن ہے اور سیارہ حرکت مستدیرہ کرتے ہیں یعنی اپنے محور پر گھومتے ہیں اور ان کے گھومنے سے سورج چاند ستارے گردش کرتے ہیں اس طرح یہ تمام زمین کے چکر لگاتے رہتے ہیں۔ اہل سائنس اور ہیئت جدیدہ کا نظریہ اس سے الگ ہے یہ لوگ سورج کو ساکن اور زمین اور چاند اور دگر سیارات کو سورج کے گرد گردش کناں تسلیم کرتے کرتے ہیں اور زمین کے حرکت کے تعلق سے یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ زمین دو حرکت کرتی ہے ایک محوری جو ایک دن اور ایک رات میں اپنے محور پر پورا ایک چکر کرتی ہے جس دن و رات کا تبادلہ ہوتا ہے دوسری حرکت مداری کہ ایک سال میں اپنے بیضوی مدار پر چکر پورا کرتی ہے کیونکہ یہ دونوں نظریات آیات قرآن احادث رسول اللہ کے بالکل خلاف ہے اسلئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے نظریہ حرکت زمین اور نظریہ حرکت آسمان کا رد بلیغ فرمایا ان دونوں نظریات کے رد کے لئے نہایت معرکۃ الآراء کتاب فوزمبین در رد حرکت زمین نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان کے نام سے کتابیں تصنیف فرمائیں ایک سو پانچ دلائل سے زمین کی حرکت کا درس دیا اور نزول آیات فرقان میں قرآن واحادیث رسول اللہ و تفاسیر سے حرکت کا بطلان ثابت کیا ان کے علاوہ بہوت سے فتاوی میں روشن دلائل کے ساتھ حرکت کا رد فرمایا ہے نماز کے شرائط میں سے ایک شرط استقبال قبلہ ہے انسان افریقہ، امریکہ نماز ادا کرتے وقت قبلہ کی طرف رخ کرنا شرط صحت نماز ہے اتنی بات بہوت مشہور ہے جو لوگ مکہ مکرّمہ سے شرق کی جانب ہیں ان کا قبلہ غرب ہے اہل مغرب کا جانب مشرق اور اہل جنوب کا قبلہ جانب شمال ہے اور اہل شمال کا قبلہ جنوب ہے لیکن کیا یا اھل اہل مشرق کے لیے ہر حال میں نکتہ مغرب ہے اسی طرح اہل مغرب کے لیے قبلہ مشرق ہے ایسا نہیں بلکہ بعض کے لئے قبلہ نکتہ مغرب یا نقطہ مشرق نو کیا مغربی اور بعض کے لئے نکتہ مغرب یا مشرق سے شمال یا جنوب کی طرف ہے منحرف ہوتا ہے جب انحراف ہے تو کتنے درجے کا انحراف ہے یہ جاننا ایک مشکل امر ہے لیکن امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے استخراج سمت قبلہ کے لئے دس قاعد خود ایجاد کیے ہیں کتنے تحقیقی اور کتنے آسان ہیں اس کا جواب خود امام احمد رضا قدس سرہ کی بارگاہ حاصل کرتے ہیں امام احمد رضا قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں ہمارے یہ دسوں قاعدے تمام زمین و آسمان زیر و بالا بحر و بر سہل و جبل آبادی و جنگل سب کو محیط ہوئے کہ جس مکان کا عرض و طول یعنی لیٹیٹیوڈ و لونگ یوٹیوڈ معلوم ہو نہایت آسانی سے اس کی سمت قبلہ نکل آئے آسانی اتنی بلکہ ان سے سہل تر اور ان کے برابر بھی اصلا کوئی قاعدہ نہیں اور تحقیق ایسی کہ عرض و طول اگر صحیح ہو اور ان قواعد سے سمت قبلہ نکال کر استقبال کریں تو اگر پردہ اٹھا دیئے جائیں تو کعبہ معظّمہ کو خاص روبرو پائیں اس بات کا افادہ امام احمد رضا قدس سرہٗ نے

رضویات

کشف العلہ میں صفحہ 116 میں فرمایا بعض قواعد میں حسابی عمل کی حاجت نہیں ان کو ثابت کرنے کے لئے تفسیر و دلائل براہین کی حاجت نہیں جیسا کہ شروع کے چار قاعدا ایسے ہیں ان میں حسابی عمل کی حاجت ہی نہیں ہوتی لیکن باقی ماندہ 6 قواعد وہ ہیں جن میں حسابی عمل کی حاجت ہوتی ہے اور علم ریاضی میں معمولی توجہ کے بعد قبلہ کی صحت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے ہیئت و ہندسہ علم مثلث سطحی علم مثلث کروی زیجات تکریمات وغیرہ علوم وفنون میں بیش قیمت تصنیفات یادگار چھوڑے ہیں جیسے معنی المجلی للمغنی والظلی ، رویئت ہلال ، قانون رویئت اہلہ ، برہان القدیم مسفر المطالع للتقویم والطالع ، حاشیہ زی جدید سلطانی ، حاشیہ زی ج بہادر خوانی حاشیہ دیج ایل خوانی حاشیہ جامع بہادر خوانی وغیرہ مذکورہ کتب کے علاوہ کتب کی طویل فہرست ہے حیرت بالائے حیرت اس بات پر ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے یہ علوم وفنون کسی کالج یا یونیورسٹی سے نہیں سیکھ کر آئے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطائے حاص ہے ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کشف العلہ عن سمت قبلہ میں خود ارشاد فرماتے ہیں ملاحظہ صفحہ نمبر 29 اس میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں یہ اللہ عزوجل کا فضل اس بندہ پر جس نے یہ علوم اصلا کسی سے نہ سیکھے ان میں صرف ایک کتاب پڑھی پہلی اقلدس دو جز رسالہ تصریح حضرت خاتم المحققین سیدنا الوالد قدس سرہٗ ماجد کے سر چغمینی 15 ورق مولانا عبد العلی رام پوری مرحومہ موصوفکی خواہش سے اس وقت عمر 19 سال تھی درس مدتوں کا ختم ہو گیا تھا رامپور بوجہ قرابت جانا اور کچھ دن ٹھہرنا ہوا تھا مکان مرحوم کے یہاں حضرت موصوف تشریف لائے مسئلہ امتنائے نظیر کا تذکرہ ہوا فقیر نے اس میں تحریرات بیان کیں کہ مولانا بڑے متعجب ہوئے کہا کیا پڑھتے ہو عرض کی درس کئی سال پیشتر ختم ہو گیا سب کچھ اپنے والد ماجد سے پڑھا فرمایا شرح چغمینی پڑھی ہے فرمایا نہیں اسے ہمسے پڑھ لو کہ اس فن کا جاننے والا سنہ پاؤ گے یہ چند روز قیام میں 15 ورق پڑھے کسی دن ڈھائی ورق ہوتے کہ فقیر صرف عبارت پڑھتا چلا جاتا جہاں حضرت کو خیال ہوتا کہ نہ سمجھا ہو گا عرض کر لیتا کس دن آدھی سطر ہوتی جس دن فقیر کو کوئی شبہ ہوتا اسکی تقریر و بحث میں وقت ختم ہو جاتا مولانا مصوف کی اس نعمت کہ اظہار ضروری تھا کہ ناشکری نہ ہو جب والد قدس سرہٗ ماجد سے جب علم پڑھا تو ارشاد فرمایا تم اپنے علوم دینیہ کی طرف توجہ رکھو ان علوم کو خود حل کر لو گے انکے ارشاد کی برکت تمام علوم ہیئت و ہندسہ ، ریاضی و حساب ، جبر مقابلہ مساحت ، مثلث سطحی و کروی وغیرہ جس فن کی اپنے کام میں ضرورت پڑی اپنے کام میں بفضلہ تعالیٰ کام رکا نہ رہا اُن میں بکثرت رسائلہ رائقہ تصنیف کئے اب اور قواعدِ جدیدہ ایجاد کئے الحمد للہ کشف العلہ صفحہ نمبر 169 میں یہ عبارت موجود ہے ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

افسوس صد افسوس یہ کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے وصال کے بعد بھی ان علوم وفنون کی کتابیں زیر طبع سے آراستہ نہ ہوسکیں اور بعض کتابیں چھپ تو گئیں ہیں لیکن کتاب کی زبان اور فن کے جان کاروں کی زبان میں بہوت دوری ہے اس وجہ سے کتابوں کی افادیت مجروح ہو رہی ہے یہ کتابیں بعض اردو زبان میں اور بعض فارسی زبان میں مگر افسوس کی بات یہ کہ جو حضرات فارسی اردو زبان سے واقف ہیں وہ ہیئت و ہندسہ جیسے فنون سے واقف نہیں اور جو یہ علوم میں مہارت رکھتے ہیں وہ مصطلحات کو اردو اور فارسی زبان میں نہیں جانتے اس لئے دونوں کے درمیان دوری پائی جاتی ہے اس لئے ان کتابوں کی افادیت مجروح ہو رہی ہے اس کے ساتھ ہی بہوت مسرت کی بات یہ ہے کہ کنز الایمان فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام عزیزم جناب انجینئر یاسر سلمہ جناب انجینئر عامر سلمہ نے اس میدان میں بڑی پیش رفت ظاہر کی ہے انھوں نے کنز الایمان فاؤنڈیشن کے لئے ایک بہترین ٹیم کو جوڑ لیا ہے اور ان کتابوں کی اشاعت کے لیے کام کا آغاز کر دیا ہے۔

الحمد للہ المعنی المجلی للمغنی والظلی علم مثلث کروی میں نہایت ہی معرکۃ الآراء بقیہ ص ۱۸ / پر

از: مولانا محمد انور کاظمی مصباحی *

امام احمد رضا اور مسائلِ جدیدہ

اسلام دینِ فطرت ہے، اس میں حیاتِ انسانی کے ہر شعبے کے لئے جامع قوانین موجود ہیں اور ان کا اصل منبع قرآن و سنّت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام تمام انسانی ضروریات کی تکمیل اور ان کی رہ نمائی کے لیے کافی ہے۔ خواہ وہ معاشرتی ہوں یا معاشی، مذہبی ہوں یا سیاسی، شخصی ہوں یا اجتماعی، صنعت وحرفت سے متعلق ہوں یا تجارت وسرمایہ کاری۔ غرض یہ کہ حیاتِ انسانی کو درپیش مسائل کا حل شریعتِ اسلامیہ میں موجود ہے اور وہ بھی کسی خاص عہد یا زمانے کے لیے نہیں، بلکہ قیامت تک پیش آنے والے مسائل کے لیے ایسے رہ نما خطوط متعین کر دیے گئے ہیں جن کی روشنی میں کسی بھی نو پید مسئلے کی تنقیح وتوضیح فقہائے اسلام کے لیے مشکل نہیں۔ ہر دور میں ایسے ماہرین فقہا پیدا ہوتے رہے ہیں جو امّتِ مسلمہ کو درپیش ایسے نئے مسائل جن کی صراحت قبل کے فقہائے کرام کی تحریروں میں نہیں ملتی ان رہ نما اصولوں کی روشنی میں حل کر کے ان کی رہ نمائی کا فریضہ انجام دیتے رہے ہیں اور قیامت تک ایسے فقیہ پیدا ہوتے رہیں گے جو اپنے دور میں پیش آنے والے مسائل کا حل قرآن وسنّت کے اصولوں کی روشنی میں پیش کرتے رہیں گے۔

چناں چہ فتاوٰی رضویہ میں ہے: ''ہمارے اماموں نے اس دینِ حنیف کا شافی بیان فرما دیا، جس میں اصلاً پوشیدگی نہیں، تو بحمد اللہ یہ شریعت ایسی روشن چمکتی ہوگئی کہ اس کی رات بھی دن کی طرح ہے، تو انہوں نے قواعد مقرر فرمائے اور ہر بات جدا جدا دکھا دی اور ایسے کلّیے ذکر فرمائے کہ بے شمار جزیوں پر منطبق آئیں، تو نئی پیدا ہونے والی باتیں اگر چہ ختم ہونا نہیں مانتیں مگر وہ علم جو ائمہ ہم کو دے گئے ہیں، اس سے کوئی باہر رہتی نہیں معلوم ہوتی اور اللہ نے چاہا تو زمانہ ایسوں سے خالی نہ ہوگا جسے اللہ ان پوشیدہ باتوں کے نکالنے اور بخششوں اور فضیلتوں سے نفع اٹھانے پر قدرت دے۔''

(فتاوٰی رضویہ، قدیم ج ۷، ص ۱۲۷، جدید ج ۱۷، ص ۳۹۷، کفل الفقیہ الفاہم)

ایسی ہی نابغۂ روزگار شخصیات میں سے ایک ممتاز شخصیت فقیہِ اعظم امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان (۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء—۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کی ہے، جنھوں نے چودھویں صدی ہجری میں امّتِ مسلمہ کو درپیش نت نئے مسائل کا شریعتِ اسلامیہ کی روشنی میں مدلل حل پیش فرما کر ان کی رہ نمائی فرمائی۔ علم ودرایت اور فقہی روش کے خلاف آنے والے تمام فتاوٰی کا ردِّ بلیغ فرما کر حکمِ شرع کی تنقیح فرمائی اور گمراہی سے نجات دی۔ امام احمد رضا کے زمانے میں جو جدید مسائل درپیش ہوئے، اُن میں سے منی آرڈر، کرنسی نوٹ، تار سے ثبوتِ ہلال، بیمہ، فوٹو گراف وغیرہ کافی اہمیت کے حامل ہیں۔ ان مسائل کے حل میں جس فقہی بصیرت اور محققانہ شان کی جلوہ نمائی آپ کے فتووں سے نمایاں ہے، وہ آپ ہی کا حصّہ ہے۔ جدید وقدیم مسائل کی تحقیقات پر مشتمل آپ کے فتاوٰی بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہیں، جو غیر منقسم ہندوستان میں فتاوٰی عالمگیری کے بعد سب سے اہم فقہی انسائیکلوپیڈیا ہے۔ یہ ''العطایا فی الفتاوی الرضویّۃ'' کے نام سے معروف ہے۔ رضا فاؤنڈیشن لاہور نے ترجمہ وتخریج کے بعد ۳۰؍جلدوں میں اسے شائع کیا ہے۔

آپ نے اپنے عہد کے جن اہم جدید مسائل کا محققانہ و فاضلانہ انداز میں حل پیش فرمایا ہے، ان میں سے کچھ مسائل کا سرسری جائزہ پیش ہے تا کہ مسائلِ جدیدہ میں آپ کی شانِ تحقیق کا ایک عمومی اندازہ لگایا جا سکے۔

مسئلۂ منی آرڈر

محکمۂ ڈاک کے ذریعے خطوط، پارسل، رجسٹری، بیمہ وغیرہ کے ساتھ منی آرڈر کا کاروبار بھی شروع ہوا۔ اس میں کوئی دورائے نہیں کہ خطوط، پارسل، رجسٹری وغیرہ کا کاروبار محکمۂ ڈاک اجرت پر کرتا ہے، ان چیزوں کو ان پر لکھے پتے پر پہنچانے کی ذمے داری محکمۂ ڈاک اپنے سر لیتا ہے اور اس کی مزدوری ایک مقررہ شرح کے مطابق وصول کرتا ہے، خواہ وہ ڈاک ٹکٹ کے نام پر ہو یا کسی اور طریقے سے، یہ کاروبار بھی بلانکیر جاری ہے اور اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں۔ تقریباً یہی صورتِ حال منی آرڈر کی ہے، محکمۂ ڈاک اپنی دیگر خدمات کی طرح روپیہ پہنچانے کا کام بھی مقررہ اجرت پر کرتا ہے اور یہ کاروبار بھی آج تک جاری ہے، پوری دنیا کے مسلم وغیر مسلم سبھی اس خدمت کا فائدہ اٹھا رہے ہیں اور یہ بھی بلاشبہ جائز وحلال ہے۔

مگر مولوی رشید احمد گنگوہی نے اپنے ایک فتوے میں منی آرڈر کو حرام وناجائز قرار دیا ہے۔ ان کی دلیل یہ تھی کہ ڈاک کو جو رقم پہنچانے کو دی جاتی ہے وہ قرض ہے اور منی آرڈر فیس کے نام پر جو پیسے دیے جاتے ہیں وہ سود ہے۔ کیوں کہ ڈاک خانے کو مثلاً ایک سو پانچ دیتے ہیں تو صرف سو روپے پہنچتے ہیں، گویا سو کے بدلے ہمیں ڈاک خانے کو ایک سو پانچ دینے ہوتے ہیں؛ لٰہذا، یہ پانچ روپے جو زائد فیس کے نام پر دیے جاتے ہیں وہ سود کے ہیں۔ اس طرح منی آرڈر کے ذریعے روپئے بھیجنا سود پر مشتمل ہوا؛ لٰہذا منی آرڈر کرنا ناجائز ہے۔

مولوی رشید احمد گنگوہی کے اس فتوے سے وہ لاکھوں مسلمان جو محکمۂ ڈاک سے منی آرڈر کے ذریعے روپئے بھیجتے تھے بے چین ہو گئے اور منی آرڈر سے متعلّق سوال امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ میں پیش کیا۔

فقیہِ اعظم امام احمد رضا نے جواب میں ایک مفصّل رسالہ ''المنی والدرر لمن عمد منی آرڈر'' تحریر فرمایا اور قرآن وحدیث اور فقہی جزئیات سے ثابت فرما دیا کہ منی آرڈر کے ذریعے جو روپیہ بھیجا جاتا ہے اس میں منی آرڈر فیس دی جاتی ہے وہ سود نہیں بلکہ روپیہ پہنچانے اور اس کی وصولی کی رسید لانے کی اجرت ہے۔ محکمۂ ڈاک بھی اسے اجرت سمجھ کر لیتا ہے اور منی آرڈر کے ذریعے روپیہ بھیجنے والے بھی اسے اُجرت سمجھ کر دیتے ہیں، امام احمد رضا تحریر فرماتے ہیں:

''وہ فتوائے مطبوعہ فقیر غَفَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَہٗ کی نظر سے گزرا ہے، اس میں مفتی صاحب فرماتے ہیں : 'یہ رِبا (سود) ہے۔ دو آنے دس کے عوض دس ملتے ہیں۔''

مگر یہ بات وہی کہہ سکتا ہے کہ جسے اتنی خبر نہیں کہ دو آنے کاہے کے دیے جاتے ہیں، شاید انہیں معلوم نہیں کہ ڈاک خانہ ایک اجیرِ مشترک کی دکان ہے، جو بغرضِ تحصیلِ اجرت کھولی گئی ہے۔ دو آنے قطعاً وہاں جانے اور روپیہ دینے اور واپس آنے اور رسید لانے ہی کی اجرت ہیں، جیسے لفافے پر اور پارسل پر ۴/ (چار آنے) وغیرہ ذلک، اس کو تو کوئی عاقل رِبا (سود) خیال ہی نہیں کر سکتا۔ یہ ہر گز نہ اس کا معاوضہ، نہ زنہار دینے والوں میں کسی کو اس روپے کے معاوضے میں کمی بیشی مقصود۔ و ھذا من البدیھیات التی لا یتوقف فیھا الا امثال المفتین الذین لا بصرلھم فی الدین۔ (فتاوٰی رضویہ، قدیم ج ۸، ص ۱۹۷؛ جدید ج ۱۹، ص ۵۶۴؛ رسالہ المنٰی والدرر لمن عمد منی آرڈر)

امام احمد رضا نے اس رسالے میں فقہی جزئیات، اقوالِ ائمہ اور عرف وتعامل کی روشنی میں مسئلے کی ایسی توضیح فرمائی کہ مخالفین آج تک حیران ہیں۔ مزید تفصیلات اور فقہی ابحاث کے لیے فتاوٰی رضویہ جلد ہشتم (قدیم جلد ۸، جب کہ جدید جلد ۱۹) میں شامل ''المنٰی والدرر لمن عمد منی آرڈر'' کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ اس مطالعہ سے عیاں ہو جاتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی فقہی بصیرت کس درجہ کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔

تار سے ثبوتِ ہلال کا مسئلہ

جدید مسائل میں ثبوتِ رویتِ ہلال کے لیے تار کے ذریعے آئی خبر بھی ایک اہم مسئلہ ہے، اس کے متعلق علمائے دیوبند نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ دوسری جگہ ثبوتِ رویتِ ہلال کی خبر

تار سے آئے تو اس پر عمل واجب ہوگا۔ جب کہ تمام کتبِ فقہ میں صراحت ہے کہ ایک شہر کی رویت دوسرے شہر کے لیے اس وقت معتبر ہوگی جب وہ بطریقِ موجب ثابت ہو۔ اس کے لیے شہادت علَی الشہادہ یا شہادت علَی القضا ضروری ہے، لیکن ان کی پرواہ کیے بغیر ہی مذکورۂ بالا علما نے تار کی خبر سے ثبوتِ رویت کا فتویٰ دے دیا، امام احمد رضا ان علمائے دیوبند کے فتوائے جواز کو حماقت قرار دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''ان بزرگوں کے اکثر فتاویٰ فقیر نے ایسے ہی عجائب پر مشتمل پائے، ابھی قریبِ زمانہ میں ان کا ایک فتویٰ دربارۂ جوازِ شہادتِ ہلال بہ ذریعۂ تارِ برقی نظر سے گزرا، جس میں تار کو خط پر قیاس کیا۔ جامع یہ کہ لکھنا ایک سا، قلم سے لکھا، خواہ بانسِ طویل سے۔ گویا حضرت کے نزدیک تار کا طریقہ یہ ہے کہ کسی لمبے بانس سے لکھ دیتے ہیں۔ پھر لطف یہ کہ اصل مقیس علیہ (خط) میں حکم غلط، علما تصریح فرما چکے۔ ایسے امورِ شرعیہ میں خطوط کا اعتبار نہیں۔ ظلم پر ظلم یہ کہ وہ بانس طویل ہی کی تحریر سہی، تار بھیجنے والا بے چارہ اس لمبے بانس سے خود نہیں لکھتا، بلکہ تار بابو سے کہتا ہے، وہ ایک واسطہ ہوا، جہاں کو تار دیا گیا وہ دوسرا واسطہ بیچ میں تار موصول نہ ہوا تو وسائط کی گنتی ہی کیا اور یہ اکثر کفّار و فساق و مجہول الحال ہوتے ہیں، اس نفیس سند سے جو خبر آئے اس پر امورِ شرعیہ کی بنا کرنی ان کیفیتوں کا ادنیٰ اجتہاد ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ، قدیم ج ۸، ص ۱۹۸؛ جدید ج ۱۹، ص ۵۶۴؛ رسالہ المنیٰ والدرر)

مسئلۂ ہلال میں تار کے عدمِ اعتبار سے متعلّق تفصیل آپ کے رسالہ ''ازکی الاھلال فیما احدث الناس فی امر الھلال'' میں ہے۔ یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ جلدِ چہارم (جدید جلدِ دہم) کتاب الصوم میں شاملِ اشاعت ہے۔ قرآن و حدیث اور فقہِ اسلامی کی معتبر کتابوں کے حوالے سے آپ نے ثابت کیا کہ تار شہادتِ شرعیہ کے لیے کافی نہیں؛ اس سے استفاضہ ہوسکتا ہے، نہ ہی کتاب القاضی کے قبیل سے ہے۔ کتاب القاضی پر اس کا قیاس بھی درست نہیں؛ لہٰذا، رویتِ ہلال کے معاملے میں یہ محض نامعتبر ہے۔ مذکورہ رسالے کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

''بالفرض اگر اصل خبر میں کوئی خللِ شرعی نہ ہو، تاہم اس کا جامہ اعتبار تار میں آکر یکسر تار تار کہ وہ بیان ہم تک اصالتاً نہ پہنچا، بلکہ نقل در نقل ہو کر آیا۔ صاحبِ خبر تو وہاں کے تار والے سے کہہ کر الگ ہوگیا، اس نے تار کو جنبش دی اور اس سے کھٹکوں سے جن کے اطوارِ مختلفہ کو اپنی اصطلاحوں میں علامتِ حروف قرار دے رکھا ہے، اشاروں اشاروں میں عبارت بتائی، اب وہ بھی جدا ہوگیا۔ یہاں کے تار والے نے ان کھٹکوں پر نظر کی اور ضروریاتِ معلومہ سے جو فہم میں آیا، نقوشِ معرفہ میں لایا۔ اب یہ بھی الگ رہا، وہ کاغذ کا پرچہ کسی ہرکارے کے سپرد ہوا کہ یہاں پہنچا کر چلتا بن۔ سبحان اللہ! اس نفیس روایت کا سلسلۂ سند تو دیکھیے۔ مجہول عن مجہول عن مجہول۔ نامقبول از نامقبول از نامقبول۔''

پھر ایسی خبر پر امورِ شرعیہ کی بنا کرنا استغفر اللہ علما تو علما، میں نہیں جانتا کہ کسی عاقل کا کام ہو۔''

(فتاویٰ رضویہ، ج ۴، ص ۵۲۵، رسالہ ازکی الاھلال فیما احدث الناس فی امر الھلال)

چوں کہ ان علما نے تار کو خط سمجھتے ہوئے اس کا اعتبار کیا تھا، اس کا رد تحریر کرتے ہوئے امام احمد رضا رقم طراز ہیں:

''علما تصریح فرماتے ہیں کہ دوسرے شہر سے بذریعۂ خط خبر شہادت دینا صرف قاضیِ شرع سے خاص جسے سلطان نے فیصلِ مقدمات پر والی فرمایا ہو، یہاں تک کہ حکم کا خط مقبول نہیں، درِّ مختار میں ہے: **''القاضی یکتب الی القاضی و ھو نقل الشھادۃ حقیقۃً ولا یقبل من محکم بل من قاض مولی من قبل الامام الخ الملتقط''** فتح میں ہے: ''ھذا النقل بمنزلۃ القضاء ولھذا لا یصح الا من القاضی'' غیر قضاۃ تو یہیں سے الگ ہوئے۔ رہے قاضی، ان کی نسبت صریح ارشاد ہے کہ اس بارے میں نامہ قاضی کا قبول بھی اس وجہ سے ہے کہ صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے برخلاف قیاس اس کی اجازت پر اجماع فرمالیا، ورنہ قاعدہ یہی چاہتا تھا کہ اس خط کا بھی انہیں وجوہ سے جو اوپر گزریں مقبول نہ ہو اور پُر ظاہر کہ

جو حکم خلافِ قیاس مانا جاتا ہے مورد سے آگے تجاوز نہیں کر سکتا اور دوسری جگہ اس کا اجرا محض باطل و فاحش خطا۔ پھر حکم خط سے گزر کر تار تک پہنچنا کیوں کر روا۔‘‘

(فتاویٰ رضویہ، ج ۴، ص ۵۲۵، رسالہ ازکی الاھلال فیما احدث الناس فی امر الھلال)

پھر آگے تحریر فرماتے ہیں :

’’قاضیِ شرع کا نامہ بھی صرف اسی وقت مقبول جب دو مرد ثقہ یا ایک مرد دو عورتیں عادل دار القضاء سے یہاں آ کر شہادتِ شرعیہ دیں کہ یہ خط بالیقین اسی قاضی کا ہے اور اس نے ہمارے سامنے لکھا ہے۔ ورنہ ہرگز قبول نہیں، اگرچہ ہم اس قاضی کا خط بھی پہنچاتے ہوں اور اس کی مہر بھی لگی ہو اور اس نے خاص اپنے آدمی کے ہاتھ بھیجا بھی ہو۔‘‘

مسئلے کی تائید میں ہدایہ، عالمگیری اور عقود الدریّہ سے جزئیات پیش فرمانے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

’’سبحان اللہ! یہ خطوط یا تار جو یہاں آتے ہیں ان کے ساتھ کون سے دو گواہ عادل آ کر گواہی دیتے ہیں کہ فلاں نے ہمارے سامنے لکھا یا تار دیا، مگر ہے یہ کہ ناواقفی کے ساتھ امورِ شرع میں بے جا مداخلت سب کچھ کرا تی ہے۔‘‘

ان جملوں پر رسالے کا اختتام فرماتے ہیں:

’’اے عزیز! اس زمانۂ پُرفتن میں لوگوں کو احکامِ شرع پر سخت جرأت ہے، خصوصاً ان مسائل میں جنہیں حوادثِ جدیدہ سے تعلّق و نسبت ہے، جیسے تارِ برقی وغیرہ۔ سمجھتے ہیں کہ کتبِ ائمۂ دین میں ان کا حکم نہ نکلے گا، جو مخالفت شرع کا ہم پر الزام چلے گا؛ مگر نہ جانا کہ علمائے دین شکر اللہ تعالیٰ مساعیھم الجمیلۃ نے کوئی حرف ان عزیزوں کے اجتہاد کو اٹھا نہیں رکھا ہے۔ تصریحاً، تلویحاً، تفریعاً، تاصیلاً سب کچھ فرما دیا ہے۔ زیادہ علم اسے ہے جسے زیادہ فہم ہے اور ان شاء اللہ العزیز زمانہ ان بندگانِ خدا سے خالی نہ ہوگا جو مشکل کی تسہیل، مفصّل کی تحصیل، صعب کی تذلیل، مجمل کی تفصیل سے ماہر ہوں؛ بحر سے صدف، صدف سے گہر، بذر سے درخت، درخت سے ثمر نکالنے پر باذن اللہ تعالیٰ قادر ہوں۔ ’’لا اخلا الکون عن افضالھم و کثر اللہ فی بلادنا من امثالھم اٰمین اٰمین بر حمتک یا ارحم الراحمین و صلی اللہ تعالیٰ علی خاتم النبیین الخ۔‘‘

(فتاویٰ رضویہ، ج ۴، ص ۵۲۶ تا ۵۲۷، رسالہ ازکی الاھلال)

کرنسی نوٹ کا مسئلہ

چاندی کے سکوں کی جگہ کاغذ کے نوٹوں کا رواج ہوا تو علما کے سامنے مختلف قسم کے مسائل آئے۔ علمائے دیوبند نے نوٹ کو مال ماننے سے انکار کر دیا، ان کا کہنا تھا کہ یہ مال کا وثیقہ و سند ہے، مال نہیں۔ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان جب حج کے لیے مکہ معظّمہ حاضر ہوئے تو وہاں کے علما نے بھی نوٹ سے متعلق سوالات پر مشتمل ایک استفتا آپ کی خدمت میں پیش کیا:

۱ — کاغذ کے یہ نوٹ مال ہیں یا سندِ مال؟

۲ — جب یہ نوٹ بقدرِ نصاب ہوں تو زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟

۳ — نوٹ کو مہر مقرر کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

٤ — اگر کوئی اسے محفوظ جگہ سے چرا لے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے یا نہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔

فقیہِ اعظم امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان نے مذکورہ سوالات کا مفصّل، مدلل اور محقق جواب مکہ معظّمہ ہی میں عربی میں تحریر فرما کر ان علما کے حوالے کیا، علمائے عرب نے آپ کے جواب کی تصدیق فرمائی، اس پر تقریظات تحریر فرمائیں اور اس کی نقلیں حاصل کیں، یہ رسالہ ’’کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم‘‘ سے موسوم ہے، بعد میں اس مسئلے میں مولوی رشید احمد گنگوہی کے رد میں ایک ذیلی رسالہ ’’کاسر السفیۃ الواھم‘‘ کا اضافہ فرمایا، جو اس میں شامل ہے، امام احمد رضا کے فتوے کی بنیاد یہ ہے کہ نوٹ مال ہے اور ثمنِ اصطلاحی ہے، جیسے مختلف دھاتوں کے سکے، اس لیے اس کا بھی حکم وہی ہوگا جو فقہا نے ثمنِ اصطلاحی کا قرار دیا ہے، اعلیٰ حضرت نے رسالے میں اصل دعوے پر دلائل کے انبار لگا دیے ہیں اور مخالفین کے مزعومہ پر کم و بیش ایک سو بیس ایرادات قائم فرمائے ہیں۔

(مقدّمہ فتاویٰ رضویہ ہفتم، ص ۱۰)

احمد رضا رقم طراز ہیں:

''نوٹ ایک سب سے زیادہ جدید اور نو پیدا چیز ہے، تالیفاتِ علما میں اصلاً اس کا نشان نہ پائیے گا، یہاں تک کہ علامہ شامی اوران کے مثل جن کا زمانہ ابھی قریب گزرا؛ مگر ہمارے اماموں نے (اللہ اُن کی کوشش ٹھکانے لگائے) ایسے کلیے ذکر فرمائے کہ بے شمار جزئیوں پر منطبق آئیں۔ آپ کا پہلا سوال سب سوالوں کی اصل ہے اور جب اس کاغذ کی حقیقت معلوم ہوجائے گی توسب احکام واضح ہوجائیں گے، جن میں کوئی شبہ نہ رہے گا۔ اس کی اصل تو معلوم ہے کہ وہ کاغذ کا ایک ٹکڑا ہے اور کاغذ مالِ متقوم ہے اور اس سکہ (مہر چھپائی) نے اسے کچھ زیادہ نہ کیا مگر یہی کہ لوگوں کی رغبتیں اس کی طرف بڑھ گئیں اور وقتِ حاجت کے لیے اٹھا رکھنے کے لائق ہو گیا اور مال کے یہی معنیٰ ہیں۔ یعنی وہ جس کی طرف طبیعت میل کرے اور حاجت کے لیے اٹھا رکھنے کے قابل ہو جیسا کہ بحر و شامی وغیرہما میں ہے اور معلوم کہ شرعِ مطہر نے کبھی مسلمان کو اس سے نہ روکا کہ اپنے پارۂ کاغذ میں جس طرح چاہے تصرف کرے، جیسا کہ شراب و خوک (خنزیر) کے بارے میں نہی وارد ہوئی اور مال کی قیمت والے (متقوم) ہونے کا اسی پر مدار ہے، جیسا کہ ردّ المحتار، میں ہے اور اسی میں میں تلویح سے نقل فرمایا: المال مامن شانه ان یوخر الانتفاع وقت الحاجة والتقویم یستلزم المالیة۔ ترجمہ: مال وہ چیز ہے جس کی شان یہ ہو کہ وقتِ حاجت اس سے نفع لینے کے لیے اٹھا رکھا جائے اور قیمت والا ہونا مال ہونے کو مستلزم ہے۔ اور اسی میں بحوالۂ بحر الرائق حاوی قدسی سے ہے: ''المال اسم لغیر الادمی واٰمکن احرازه والتصرف فیه علی وجه الاختیار'' مال آدمی کے سوا ہر شئے کا نام ہے، جو آدمی کی مصلحتوں کے لیے پیدا کیا گیا اور اس قابل ہو کہ محفوظ رکھیں اور با اختیار خود اس میں تصرف کریں۔''

(الفتاوی الرضویّۃ، ج ۷، ص ۱۲۸، رسالہ کفل الفقیہ الفاہم)

اس کے بعد فتح القدیر سے ایک جزئیہ نقل کرتے ہیں کہ اگر کوئی اپنے کاغذ کے ٹکڑے کو ہزار روپے میں بیچے تو بلا کراہت جائز ہے کہ امام نے پانچ سو برس قبل فرمایا تھا جو آج صادق آرہا ہے، کیوں کہ نوٹ ہی کاغذ کا وہ ٹکڑا ہے جو ہزار کا بکتا ہے، انہیں کے لفظوں میں:

''اور بے شک محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا: لو باع کاغذۃ بالف یجوز ولا یکرہ۔ اگر کوئی اپنے کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپے کو بیچے تو بلا کراہت جائز ہے اور اگر تحقیق کیجیے تو بعَیْنِہٖ نوٹ کا جزئیہ ہے کہ امام نے اس (نوٹ) کی پیدائش سے پانچ سو برس پہلے فرما دیا کہ یہی وہ کاغذ ہے جو ہزار کو بکتا ہے اور کچھ اچنبا نہیں، ایسی کرامتیں ہمارے علمائے کرام سے بکثرت ثابت ہوئیں۔ اللہ ہمیں ان کی برکتوں سے دنیا و آخرت میں نفع پہنچائے۔ آمین۔ تو کوئی شک نہیں کہ نوٹ بذاتِ خود قیمت والا مال ہے کہ بکتا ہے اور مول لیا جاتا ہے اور ہبہ کیا جاتا ہے اور وراثت میں آتا ہے اور جتنی باتیں مال میں جاری ہیں اس میں جاری ہوتی ہیں۔''

(فتاوٰی رضویہ، ج ۷، ص ۱۲۷ تا ۱۲۹، کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم)

امام احمد رضا کی شانِ تفقہ، جزئیات کا استحضار، قرآن و حدیث اور فقہ و فتاوٰی میں تبحر دیکھنا ہو تو ان کے فتاوٰی کا مطالعہ کیجیے جو فتاویٰ رضویہ کے نام سے مشہور ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر اقبال نے کہا تھا:

''ہندوستان کے دورِ آخر میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا، میں نے ان کے فتاوٰی کے مطالعے سے یہ رائے قائم کی ہے اور ان کے فتاوٰی ان کی ذہانت، فطانت اور جودتِ طبع، کمالِ ثقاہت اور علومِ دینیہ میں تبحرِ علمی کے شاہد عدل ہیں۔''

(مقالاتِ یومِ رضا، لاہور، اپریل ۱۹۷۱ء، دبدعات ومنکرات، ص ۹۲)

حافظِ کتب الحرم سیّد اسماعیل بن خلیل مکی تحریر فرماتے ہیں:

''اگر امامِ اعظم نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے فتاوٰی ملاحظہ فرماتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور اس کے مؤلّف کو اپنے خاص شاگردوں میں شامل فرماتے۔''

(الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ، ۱۳۲۴ھ، بحوالہ پیغامِ رضا ممبئی، اپریل تا جون ۲۰۰۹ء، ص ۱۴۴ تا ۱۴۸)

بقیہ ص ۱۸ پر

از: مفتی محمد مقصود عالم فرحت ضیائی *

اعلیٰ حضرت اور رد بدعات وخرافات

رضویات

امام اہل سنت امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی قدس سرہ کی ذات وشخصیت محتاج تعارف نہیں جن کی حیات کا پل پل علم وعرفان کا جوت جگاتا نظر آتا ہے، پانچ سو علوم وفنون پر مشتمل بارہ سو سے زائد کتابیں بطور یادگار لائبریری و درسگاہ کی زینت بنی ہوئی ہیں، عرب وعجم کا مشام جاں ان کی بھینی بھینی خوشبوؤں سے معطر ومشکبار ہے یہی وجہ ہے کہ ان کی ذات ارفع واعلیٰ اسلام کی حقانیت وصداقت اور باطل کی ضلالت وبدعت کے لیے بطور حد فاصل کے جانی جاتی ہے اور فکر بلیغ ایک کسوٹی کے طور پر مانی جاتی ہے اور اسی لئے مسلک حق کو مسلک اعلیٰ حضرت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ معیار ہندوستان ہی تک محدود نہیں بلکہ عالم اسلام کو محیط ہے کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

وادی رضا کی کوہ ہمالہ رضا کا ہے
جس سمت دیکھئے وہ علاقہ رضا کا ہے

امام احمد رضا کی حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ رد بدعات و خرافات اور واہیات رسومات ومنکرات میں گزری جو جگ ظاہر ہے، مثلاً سجدۂ تعظیمی حرام ہے، کفار ومشرکین ومرتد سے موالات حرام ہے تعزیہ داری حرام ہے غیر عالم کو وعظ کہنا حرام ہے مزامیر کے ساتھ قوالی سننا حرام ہے، بدعتی اور فاسق کی نماز مکروہ ہے حالت جنابت میں قرآن پڑھنا حرام ہے، مسائل شرعیہ کی صراحۃً تحقیر کفر ہے، شریعت سے طریقت کو منفرد بتانے والا جاہل ہے، صوفی جاہل شیطان کا مسخرہ ہے، بے علم مفتی کا فتویٰ دینا حرام ہے بدعتی فاسق کی نماز مکروہ ہے فاسق کو تعظیما بیٹھانا اور مجلس پڑھوانا حرام ہے روایات موضوعہ کا پڑھنا سننا حرام ہے بد مذہبوں سے میل جول حرام ہے، داڑھی منڈانے والوں کو رکھنے والوں سے بہتر کہنا حرام ہے، روافض زمانہ علی العموم مرتد ہیں ان سے میل جول حرام ہے کافروں کی مشابہت اختیار کرنا حرام۔

کسی قوم کا شعار مذہبی اختیار کرنا کفر ہے، کسی مسلمان کو بلاوجہ شرعی اذیت پہنچانا حرام ہے، نسب پر فخر کرنا جائز نہیں تعزیہ داری حرام ہے محرم میں سوگ منانا حرام ہے مزامیر بجانا یا سننا یا مزامیر کے ساتھ قوالی سننا حرام ہے بلاوجہ عورتوں کا بے پردہ گھر سے نکلنا حرام ہے غیر محارم، اندھے اور پیر سے پردہ کرنا لازم ہے تصویر کھینچنا اور کھینچوانا حرام ہے عورتوں کا مزارات پر جانا ناجائز ہے اور ان کے علاوہ تمام اسلامی اصول کے خلاف جتنے مراسم ہیں سب کی تردید فرمائی، سنیت کے نام پر خرافات ہوں یا صوفیت نام پر! پیری مریدی کے ذریعہ ہو یا تقریری ووعظ کے ذریعہ! جہاں بھی خرابیاں آئیں اور جس جہت سے آئیں سب کا بخیہ ادھیڑا، اصولیات میں ہو یا فروعیات میں، اس کا علاج کرنے میدان میں آئے، کسی کو نہیں بخشا اور اہل ایمان کے عقائد کا تحفظ فرمایا۔

کارِ تجدید ادا کرتا تھا خامہ تیرا
سر پہ باطل کے اٹھا کرتا تھا تیغا تیرا

قادیانی، وہابی، دیابنہ، روافض، شیعت، نیچریت صلح کلیت جملہ عقائد باطلہ، افکار کاسدہ اور انظار فاسدہ اور ان کے حاملین کا ایسا رد بلیغ فرمایا کہ اس کے نظریات وعقائد کا جنازہ نکال کر رکھ دیا جس کے باعث آج تک کراہتے اور آہیں بھرتے نظر آتے ہیں، سرے دست ایک مرتبہ پھر سارے اہل باطل صف آرا ہیں اور ضمیر فروشوں کی ایک بٹالین کو خرید کر میدان میں اتار رکھا ہے جو مختلف انداز میں اسلام اور حامل اسلام پر حملہ آور ہیں کوئی اہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا نام لے کر شب خون مارنے میں کوشاں ہے تو کوئی سادات سادات کا نعرہ لگا کر اہل سنت کا شیرہ بکھیرنے کے درپے ہے کوئی مسلک اعلیٰ حضرت

* مضمون نگار فخر از ہر دارالافتاء، ہاسپیٹ بلاری کرناٹک کے مفتی ہیں۔

کا نام لے لے کر مسلک کے پہلو میں نشتر بازی کا موقع تلاش کر رہا ہے کوئی صوفیت کا سلو پوائیزن دے کر ایمان سے محروم کرنے کی ناپاک سعی میں سرگرداں ہے مگر صبح قیامت تک اپنے نجس منصوبے کو پائے تکمیل تک نہیں پہنچا پائیں گے کیوں کہ محقق علی الاطلاق فاضل بریلوی قدس سرہ نے بہت پہلے ہی انہیں بے نقاب کر دیا ہے۔

روز آنہ ایک گروہ حضور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں کھلے عام گستاخیاں کر رہا ہے، ایسے دور میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں، جو ٹیوی چینل پر کود کود کر عام صحابی سے تعبیر کر رہے ہیں، تنبیہ کرنے پر علمائے کرام سے ہی الجھ رہے ہیں ذرا اس کا بھی جائزہ لیں گے کہ فاضل بریلوی قدس سرہ نے کیا فرمایا ہے اور اپنے دور کے رافضی اور امراض رافضیت کے شکار لوگوں کی کس طرح خبر لی ہے، فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

''ای للامیر معاویة رضی الله تعالی عنه اما عند اهل الحق فاستقامة الخلافة له رضی الله تعالی عنه من یوم صلح السید المجتبی صلی الله تعالی علی جده الکریم و ابیه وعلیه وعلی امه واخیه وسلم (المعتقد المنتقد) بہر حال اہل حق کے نزدیک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے اس دن سے خلافت مستحکم ہوگئی جس دن حضرت امام مجتبیٰ امام حسن صلی اللہ علی جدہ الکریم وابیہ وعلیہ وعلی امہ واخیہ وسلم نے صلح کی۔''

اس کے بعد محقق علی الاطلاق فاضل بریلوی قدس سرہ نے صلح سے متعلق صحیح بخاری شریف کی یہ حدیث پاک پیش کی:

''عن الحسن سمع أبا بكرة :سمعت النبی صلی الله علیه وسلم علی المنبر والحسن إلی جنبه ینظر إلی الناس مرة وإلیه مرة ویقول:ابنی هذا سید ولعل الله أن یصلح به بین فئتین من المسلمین۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ منبر شریف پر جلوہ افروز تھے اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو میں تھے، نبی کریم ﷺ کبھی آپ کی طرف دیکھتے [illegible] طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے کہ میرا یہ بچہ سردار ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔'' (صحیح بخاری شریف، حدیث نمبر 3536)

*ڈاکٹر محمد گوہر نعیمی

اس کے بعد فرماتے ہیں:

''و به ظهر ان الطعن علی الامیر معاویة طعن علی الامام المجتبی بل علی جده الکریم صلی الله علیه وسلم بل علی ربه عز و جل۔ (المعتقد المنتقد) اسی سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کرنا درحقیقت امام مجتبیٰ پر طعن کرنا ہے بلکہ ان کے جد کریم رسول اللہ ﷺ پر طعن کرنا ہے بلکہ یہ تو اللہ عزوجل پر طعن کرنا ہے۔''

اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں کیوں کہ مسلمانوں کی باگ ڈور کسی غلط آدمی کے ہاتھ دینا اسلام و مسلمین کے ساتھ خیانت ہے اور اگر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غلط تھے جیسا کہ طعن کرنے والے کہہ رہے ہیں تو پھر اس خیانت کے مرتکب معاذ اللہ امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ٹھہریں گے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس خیانت پر رضا لازم آئے گی اور یہ وہ ہستی ہے جس کی شان میں "وما ینطق عن الهوی ان هو الا وحی یوحی" وارد ہے، یہ جملے اس شخص کو فائدہ دیں گے جس کیلئے اللہ نے ہدایت کا ارادہ فرمالیا۔ (المستند المعتمد مع المعتقد المنتقد ۱۹۲-۱۹۳)

مقام غور ہے کہ امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صلح کی مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے صلح کی ان دونوں شخصیات کو زیادہ دین سے محبت ہے یا آج کے رافضی یا رافضیت سے متاثرین لوگوں کو ان دونوں حضرات کی نگاہوں میں اہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زیادہ وقعت تھی یا آج کے ضمیر فروشوں کے دلوں میں امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے والد بزرگوار سے زیادہ لگاؤ تھا یا ان بہروپیوں کو کہنا پڑے گا کہ انہیں حضرات عالیہ کو زیادہ محبت تھی اور جب انہوں نے صلح فرمالیا تو اگر ان فریبیوں کے دل میں ان بزرگوار کی تھوڑی بھی اہمیت ہوتی تو اس طرح کلام ہی نہیں فرماتا ان کا کلام بتا رہا

*مضمون نگار شعبۂ اسلامک اسٹڈیز ہمدرد یونیورسٹی، نئی دہلی کے اسسٹنٹ پروفیسر ہیں۔

ہے کہ یہ لوگ اہل محبت نہیں بلکہ اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دشمن ہیں۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: سیر جن بالائی باتوں کیلئے ہے اس میں حد سے تجاوز نہیں کر سکتے اس کی روایات مذکورہ کسی حیض و نفاس کے مسئلے میں بھی سننے کی نہیں نہ کہ معاذ اللہ ان واہیات و متضلات و بے سرو پا حکایات سے صحابہ کرام حضور سید الانام علیہ و علی آلہ وعلیہم افضل الصلاۃ والسلام پر طعن کرنا اعتراض نکالنا ان کی شان رفیع میں رخنے ڈالنا کہ اس کا ارتکاب نہ کرے گا مگر گمراہ بد دین مخالف ومضار حق تبیین۔ (فتاویٰ رضویہ مترجم،۵/ ۵۸۲)

واضح ہوا کہ صحابۂ کرام پہ طعن وہی کرے گا جو گمراہ و بد دین ہوگا اور حضور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم اہل سنت و جماعت کے نزدیک متفقہ طور پر صحابی ہیں تو ان پر بھی جو کلام کرے گا وہ گمراہ و بد دین ہی ہوگا اب معلوم ہوا کہ جو لوگ طعن کر رہے ہیں وہ گمراہ ہیں اور ایسے لوگوں سے دور رہنے کا حکم اسلام نے دیا ہے تا کہ کوئی دوسرا گمرہی کا شکار نہ ہو پائے۔

◆◆◆

ص ۶ رکا بقیہ..

پھر اس پر ۱۵ ر دلائل بیان کر کے تحریر فرماتے ہیں:
''پھر یہ تار جس میں خبر بھیجنے والے کے دست و زبان کی کوئی علامت تک نام کو بھی نہیں اور اس میں خط کی بہ نسبت کذب وتزویر نہایت آسان کیوں کہ امور دینیہ کی بنا اس پر حرام قطعی نہ ہوگی، سبحان اللہ! ائمۂ دین کی وہ احتیاط کہ مہری خط کو صرف گنجائش تزویر کے سبب لغو ٹھہرایا حالاں کہ مہر بنانا اور خط میں خط ملا دینا سہل نہیں، شاید ہزار میں دو ایک ایسا کر سکتے ہوں اور یہاں تو اصلاً دشواری نہیں جو چاہے تار گھر میں جائے اور جس کے نام سے چاہے تار دے، وہاں نام ونسب کی کوئی تحقیقات نہیں ہوتی، نہ رجسٹری کی طرح شناخت کے گواہ لیے جاتے ہیں۔'' (فتاویٰ رضویہ قدیم، جلد ۴ رص ۵۲۴ - ۵۲۵)

اس کے بعد رسالہ کے اخیر میں یوں تحریر فرماتے ہیں:
''اے عزیز! اس زمانۂ پُر فتن میں لوگوں کو احکام شرع پر سخت جرأت ہے، خصوصاً ان مسائل میں جنہیں حوادثِ جدیدہ سے تعلق ونسبت ہے، جیسے تارِ برقی وغیرہ! سمجھتے ہیں کہ کتبِ ائمۂ دین میں ان کا حکم نہ نکلے گا، جو مخالفت شرع کا ہم پر الزام چلے گا؛ مگر نہ جانا کہ علمائے دین شکر اللہ تعالیٰ مساعیہم الجمیلۃ نے کوئی حرف ان عزیزوں کے اجتہاد کو اٹھا نہیں رکھا ہے، تصریحاً، تلویحاً، تفریعاً، تاصیلاً سب کچھ فرما دیا ہے، زیادہ علم اسے ہے جسے زیادہ فہم ہے اور ان شاء اللہ العزیز زمانہ ان بندگانِ خدا سے خالی نہ ہوگا جو مشکل کی تسہیل، مفصّل کی تحصیل، صعب کی تذلیل، مجمل کی تفصیل سے ماہر ہوں؛ بحر سے صدف، صدف سے گہر، بذر سے درخت، درخت سے ثمر نکالنے پر باذن اللہ تعالیٰ قادر ہوں۔'' (فتاویٰ رضویہ قدیم، ج ۴ رص ۵۲۶ - تا ۵۲۷ ر رسالہ ازکی الاھلال)

اسی طرح منی آرڈر اور اس کی اجرت جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں آپ نے اپنی اجتہادی قوتوں کو بروے کار لا کر ایک تحقیقی رسالہ تحریر فرمایا جس کا نام "المنی والدرر لمن عمد منی آرڈر" ہے، ظاہر ہے کہ اس سلسلے میں اصحاب مذہب سے کوئی صراحت موجود نہیں، یہ محض آپ کی مجتہدانہ کاوشوں کا ثمرہ ہے۔

امام احمد رضا کے انھیں محیر العقول کارناموں اور اجتہادی قوتوں کے پیش نظر ارباب فکر وفن اور اصحاب حل وعقد میں سے کسی نے انھیں ''مجتہد فی التمیز'' کہا، کسی نے ''مجتہد فی الترجیح'' تو کسی نے ''مجتہد فی المسائل'' قرار دیا ہے، ان سبھی آرا میں جو بات مشترک ہے وہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے امام احمد رضا کو اجتہادی قوتوں سے بھر پور نوازا تھا، جسے بروئے کار لا کر انھوں نے بہت سارے الجھے ہوئے مسائل کی گتھیاں سلجھائیں اور بہت سے مسائل میں کئی کئی نئی صورتیں بھی متعارف کرائی ہیں۔

مجتہد فی المسائل اس مجتہد کو کہتے ہیں جو اصول وفروع میں اپنے امام کی پیروی کرے اور جن مسائل میں اصحاب مذہب سے کوئی روایت منقول نہیں، اس میں اجتہاد کرے اور یہ خوبی امام احمد رضا میں بدرجۂ اتم موجود تھی، جس کا اعتراف بارہا عالم اسلام کے اہل علم وفن نے کیا ہے۔

◆◆◆

(از: صوفی عبدالصمد قادری رضوی *

مسلک اعلیٰ حضرت سے انحراف! ایک لمحۂ فکریہ

آج سے تقریباً ۲۵-۳۰ سال سے ہر طرف جماعت اہل سنت میں اختلاف وانتشار زور پکڑے ہوا ہے، دورحاضر میں اہل سنت جس کی تعبیر مسلک اعلیٰ حضرت سے کی گئی ہے، اس سچے مسلک سے سادہ لوح خوش عقیدہ مسلمانوں کو برگشتہ کرنے اور اس امتیازی نام کو مٹانے کے لئے فرقہائے باطلہ کے علاوہ سنی کہلانے والے نام نہاد محققین، ایڈیٹرس، آزادخیال مولوی، مفتی، مجاور وغیرہ صلح کلیت کو فروغ دے رہے ہیں، یہاں تک کہ اب وہابیہ کا ذبیحہ کھانے اوران سے نکاح کرنے کے لیے بھی ایڑی چوٹی کا زور لگایا جارہا ہے اور یہ کہا جارہا ہے کہ" جماعت وہابیہ میں پانچ ہی کافر ہیں، باقی جوان کے پیروکار ہیں وہ صرف گمراہ ہیں، ان کے بارے میں کوئی کرید کرنے کی ضرورت نہیں ہے" کوئی کہتا ہے: یہ پانچواں مسلک کہاں سے آگیا؟ مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ نہ لگایا جائے، قبر میں مسلک کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا، ایسے لوگوں کے جواب میں چند مشاہیر شخصیات کے ارشادات پیش خدمت ہے، ملاحظہ فرمائیں:

(۱) "میرا مسلک شریعت وطریقت میں وہی ہے جو اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے، میرے مسلک پر چلنے کے لئے اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے۔"

(از مکتوبہ ۲۹؍ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ حضرت شاہ اشرفی میاں کچھوچھہ شریف)

(۲) "دین اسلام ومذہب اہل سنت کا سچا خلاصہ "مسلک اعلیٰ حضرت" ہے یہی وہ مجمع البحار ہے، جس پر آج حنفیت، شافعیت، مالکیت وحنبلیت اور قادریت، چشتیت، شہروردیت، اشرفیت، مجددیت اور برکاتیت وغیرہم سب سمندروں کا سنگم ہے۔"

(شیر بیشۂ اہلسنت پیلی بھیت)

(۳) "الحمدللہ میں مسلک اہل سنت پر زندہ رہا اور مسلک اہل سنت وہی ہے جو اعلیٰ حضرت کی کتابوں میں مرقوم ہے اور الحمد للہ اسی (مسلک اعلیٰ حضرت) پر میری عمر گزری اور الحمدللہ آخری وقت اسی مسلک پر مدینہ طیبہ میں خاتمہ بالخیر ہو رہا ہے اور مسلک اہل سنت وہی ہے جو مسلک اعلیٰ حضرت ہے"۔

(مبلغ اسلام حضرت علامہ عبدالعلیم میرٹھی علیہ الرحمہ)

(۴) "میں تمام مسلمانوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ بریلی شریف کے تاجدار اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت مفتی محمد احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا جو مسلک ہے وہی میرا مسلک ہے، مسلمانوں کو اسے مضبوطی سے پکڑے رہنا چاہئے۔"

(حضرت علامہ مفتی وصی احمد محدث سورتی)

(۵) "جو میرا مرید مسلک اعلیٰ حضرت سے ذرا سا بھی ہٹ جائے تو میں اس کی بیعت سے بیزار ہوں اور میرا کوئی ذمہ نہیں ہے، مزید یہ بھی فرمایا یہ میری زندگی میں نصیحت ہے اور میرے وصال کے بعد میری وصیت ہے، نیز یہ بھی فرمایا: مسلک اعلیٰ حضرت درحقیقت کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ یہی مسلک صاحب البرکات ہے مسلک غوث اعظم ہے، مسلک امام اعظم ہے، مسلک صدیق اکبر ہے۔"

(حضور احسن العلماء مارہرہ شریف، اہلسنت کی آواز ۲۸؍جمادی الاولی ۱۴۱۶ھ)

(۶) "اس زمانے میں اہل سنت کو تمام فرقہائے باطلہ سے ممتاز کرنے کے لئے سوائے مسلک اعلیٰ حضرت کے کوئی لفظ موزوں ہوتا ہی نہیں، کچھ معاندین اس کے بالمقابل مسلک امام اعظم بولتے ہیں، لیکن یہ لفظ امتیاز کے لئے کافی نہیں، غیر مقلد کو چھوڑ کر سارے وہابی اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں، مثلاً دیوبندی، مودودی، نیچری حتی کہ قادیانی اپنے کو مسلک امام اعظم پر گامزن

رضویات

بتاتے ہیں اور یہی حال اہل سنت کے لفظ کا بھی ہے کہ ان میں کے بہت سے لوگ اپنے آپ کو سنی بتاتے ہیں، اس تفصیل کی روشنی میں میں نے بہت غور کیا، سوائے مسلک اعلیٰ حضرت کے کوئی لفظ ایسا نہیں جو صحیح العقیدہ سنی مسلمانوں کو تمام بدمذہبوں سے ممتاز کردے۔''

(ازشارح بخاری مفتی شریف الحق صاحب علیہ الرحمہ، ماہنامہ اشرفیہ اپریل ۱۹۹۹ھ)

(۷) ''سارے فرقہائے باطلہ کے مقابلے میں اپنی دینی جماعتی شناخت کے لئے ہمارے پاس بریلوی یا مسلک اعلیٰ حضرت کے لفظ سے زیادہ جامع کوئی دوسرا لفظ نہیں ہے۔''

(رئیس القلم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ)

(۸) ''مسلک اعلیٰ حضرت واقعتاً مسلک اہل سنت وجماعت کا دوسرا نام ہے اور اس دور میں مذہب حق واہل حق کی پہچان ہے، اس پہچان کو جو مٹانا چاہتا ہے وہ اسلام کی شناخت کو مٹانا چاہتا ہے، گویا کہ وہ اسلام اور غیر اسلام کو ایک کرنا چاہتا ہے، آپ نے اپنے اشعار میں بھی یہی تعلیم دی ہے، فرماتے ہیں۔

عیش کرلو یہاں منکرو! چار دن
مرکے ترسوگے اس زندگی کے لئے
صلح کلی نبی کا نہیں سنیو!
سنی مسلم ہے سچا نبی کے لئے
مسلک اعلیٰ حضرت پہ قائم رہو
زندگی دی گئی ہے اسی کے لئے
نبی سے جو ہو بیگانہ اسے دل سے جدا کردیں
پدر، مادر، برادر، مال وجاں ان پر فدا کردیں

(حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ)

(۹) ''امام احمد رضا بریلوی کی ذات گرامی تو بڑی چیز، ان کے شہر کی طرف منسوب کرنا اہل ایمان اور عاشق رسول ہونے کی دلیل بن گئی ہے۔''

(مدنی میاں کچھوچھہ شریف)

(۱۰) ''مسلک اعلیٰ حضرت حقیقت میں سواد اعظم کے طریقۂ مرضیہ اور متوارثہ کا نام ہے جو عہد رسالت سے آج تک سواد اعظم کا مسلک ہے۔

(مفتیٔ اعظم راجستھان)

پیارے ایمانی دینی بھائیو! امام اہل سنت کا صرف فتاویٰ حسام الحرمین عطا فرمانا، مسلمانان برصغیر پر وہ احسان عظیم ہے جس سے کوئی بھی سنی مسلمان سبکدوش نہیں ہوسکتا، لہٰذا میں نے بہ نیت خیر خواہی اپنے صرف چند اساطین اہل سنت کے ذرّیں اقوال اور نصیحتیں پیش کردیں، اسے بغور ملاحظہ فرمائیں اور انھیں عملی جامہ پہنائیں اور اس دور پرفتن اور پرآشوب میں گمراہ و بد مذہب کے جال میں پھنسنے سے خود بچیں اور اپنے عزیز واقارب اور دوست واحباب کو بچائیں اور تمام فرقہائے باطلہ بالخصوص دور حاضر کے صلح کلیوں سے تنکا توڑ جدا رہ کر دین حق یعنی مسلک اعلیٰ حضرت پر مضبوطی کے ساتھ جم جائیں۔

مولیٰ تبارک وتعالیٰ خوش عقیدہ مسلمانوں کو ماضی قریب میں خلیل احمد بجنوری، ظفرادیبی مبارکپوری اور انتخاب قدیری کی بدانجامی سے عبرت اور سبق حاصل کرنے کی فکر مرحمت فرمائے اور استقامت علی الحق کی توفیق بخشے، آمین۔

کسی زمانے میں خود انتخاب قدیری مرادآبادی نے بھی ان الفاظ میں اس حقیقت کا اعتراف کیا تھا۔

مسلک اعلیٰ حضرت ہی ہے دین حق
اس کی حد سے جو باہر نکل جائے گا
کل بروز قیامت خدا کی قسم
دیکھنا وہ جہنم میں جل جائے گا
مان لے گا انھیں مومن باوفا
اور منافق کا دل ان سے جل جائے گا
انتخاب قدیری بروز جزا
تھام کر دامن شاہ احمد رضا
روبروئے جناب حبیب خدا
ان کا دامن پکڑ کر مچل جائے گا

اعلیٰ حضرت کو اللہ نے وہ شان وعظمت عطا فرمائی ہے کہ۔

ایمان پا رہا ہے حلاوت کی نعمتیں
اور کفران کے نام سے لرزاں ہے آج بھی

◆◆◆

دوسری قسط

دیوانِ نوری
میں ہندی، ہندوستانی اور علاقائی زبانوں کا استعمال

از: ڈاکٹر محمد احمد نعیمی*

گزشتہ سے پیوستہ

نعت ومنقبت میں ہندی اور ہندوستانی زبانوں کا استعمال

زبان فکر اور خیال کو دوسروں پر ظاہر کرنے کا اہم وسیلہ ہوتی ہے۔ انسان اپنی بات کو اشاروں کے ذریعے بھی دوسروں تک پہنچا سکتا ہے مگر اس طرح اظہارِ خیال ممکن نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے اس حقیقت کا اعتراف کرنا ہی پڑے گا کہ تبادلۂ خیال اور اپنی فکر کی ترجمانی کے لیے زبان اشد ضروری ہے۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ مذہب اور علم کو بھی اپنی تبلیغ وترسیل اور ترقی کے لیے زبانوں کی لازمی طور پر ضرورت ہوتی ہے۔ یہاں یہ نکتہ بھی ذہن نشین رہے کہ زبانوں کا کسی خاص دین، خاص مذہب، یا خاص دھرم سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی زبانیں کسی دین یا مذہب کی اجارہ داری یا متابعت قبول کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر عہد اور ہر ملک میں بہت سے صوفیا علما، ادبا اور شعرا نے بلا لحاظ مذہب وملت دنیا کی مختلف زبانوں میں اپنی نگارشات اور ادبی تخلیقات سے کتب ورسائل کو زینت بخشی ہے۔ اگر ہم اپنے وطنِ عزیز ہندوستان کا جائزہ لیں تو پتا چلتا ہے کہ یہاں بھی ہزاروں اہلِ علم وفن اور دانشورانِ شعر وسخن نے بلا امتیاز مذہب وملت فارسی، اردو، ہندی، ہندوستانی اور علاقائی زبانوں میں اپنی علمی صلاحیتوں اور ادبی مہارتوں کے گلدستے سجائے ہیں اور یہ تاثر دیا ہے کہ زبانیں زندہ اقوام کی شناخت و پہچان اور ملک و وطن کی علامت وشان ہوتی ہیں۔

اہلِ علم و دانش اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ جب بھی کوئی زبان یا کوئی قوم کسی دوسری زبان یا دوسری قوم سے قربت اختیار کرتی ہے تو ایک دوسرے کے باہمی اثرات سے ضرور متاثر ہوتی ہے۔ ہندی، اردو اور ہندوستانی زبانیں چونکہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے اتحاد کا عظیم نتیجہ ہیں اس لیے یہ اپنے روزِ اول سے ہی ایک دوسرے کے بہت قریب رہی ہیں اور اس کا یہ اثر ہوا کہ ہندی زبان کے الفاظ، بھجنوں کے اسالیب و رموز، تشبیہات و استعارات اور دلی جذبات و کیفیات کی جلوہ گری نعوت و مناقب میں بھی ہونے لگی اور اس طرح صنفِ نعت ومنقبت کی ہیئت اس جہت سے بھی وسعت سے ہمکنار ہوئی۔ اور پھر ہندی گیت، چھند، دوہے، راگ اور بھجن وغیرہ کے روپ میں بھی دانشورانِ شعر وسخن بارگاہِ رسالت مآب ﷺ اور دیگر اکابرینِ اسلام کے حضور منظوم خراجِ عقیدت پیش کرنے لگے۔ بالخصوص صوفیاء کرام نے اس مشترکہ زبان اور اسلوب کو اپنی تعلیمات کے افہام وتفہیم اور نبیٔ اکرم ﷺ سے قلبی عقیدت ومحبت کے اظہار کے لیے خوب خوب فروغ بخشا اور تعلیماتِ نبوی ﷺ کی تبلیغ واشاعت کے لیے عوامی زبان کا کثرت سے استعمال کیا۔

آئیے اب ان عظیم شخصیات کی طرف چلتے ہیں جو اردو، ہندی، ہندوستانی اور علاقائی زبانوں کے مابین ایک اہم کڑی کی حیثیت رکھتی ہیں، اگر ایک طرف اردو ادب کی تاریخ ان کے ذکرِ جمیل کے بغیر پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچتی ہے تو دوسری طرف ہندی اور ہندوستانی ادب میں بھی ان کی خدمات سے روگردانی نہیں کی جاسکتی ہے، مثلاً حضرت امیر خسرو کا کلام ملاحظہ فرمائیں:

رینی چڑھی رسول کی سو رنگ مولیٰ کے ہاتھ
جس کے کپرے رنگ دئے سو دھن دھن وا کے بھاگ
خسرو باجی پریم کی میں کھیلوں پی کے سنگ
جیت گئی تو پیا مورے ہاری پی کے سنگ

*مضمون نگار شعبہ اسلامک اسٹڈیز ہمدرد یونیورسٹی، نئی دہلی کے اسسٹنٹ پروفیسر ہیں۔

رخ سرو دریا پریم کا، الٹی با کی دھار
جو اترا سو ڈوب گیا، جو ڈوبا سو پار
گوری سووے سیج پر، مکھ پر ڈارے کیس
چل خسرو گھر آپنے سانجھ بھئی چہو دیس
خسرو مولیٰ کے روٹھتے، پیر کے سرنے جائے
کہے خسرو پیر کے روٹھتے، مولیٰ نہیں ہوت سہائے

شیخ شرف الدین المعروف حضرت بوعلی شاہ قلندر پانی پتی بھی ہندی زبان میں اچھی دسترس رکھتے تھے۔ عربی، فارسی اور علاقائی زبان کے علاوہ ہندی ادب پر بھی آپ کو عبور حاصل تھا۔ آپ کے کئی دہرے آج بھی زبان زدِ خلائق ہیں۔ مثلاً:

گھونگھٹ کھول بدن حسین مکھ دیکھن دے موہے
ناتر نعرہ ماروں جو سب جگ دیکھے تو ہے
پنڈت ریکھا باج کر پوتھی پانی پور
سگرے اچھر میٹ کر من میں سائیں لوڑ
پوتھی بھی تھوتھی پنڈت بھیا نہ کوئے
اکو اچھر پریم کا بڈھے سو پنڈت ہوئے

اسی طرح ایک بار ایک مفتی امام صاحب کو "لا صلوٰۃ الا بحضور القلب" کی نصیحت فرماتے ہوئے کہا:

آنکھیں گھاٹی گورو ہاوے
ایہہ نماز شرفا نہیں بھاوے

(شیخ محمد عطا نظامی و شیخ حبیب اللہ مظہر نظامی، مفتاح الغیب شرح دیوان بوعلی قلندر، سیالکوٹ، دار الکتب نظامیہ قلندریہ، ۱۹۳۳ء، ص۲۱–۴۲)

شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۱۲۶۳ء/ ۱۳۷۰ء) طبقۂ صوفیا میں اپنا ایک منفرد و نمایاں مقام رکھتے ہیں، علاوہ ازیں آپ ہندی بھاشا اور پوربی زبان کے بھی کہنہ مشق شاعر تھے، مثلاً ان کا حسب ذیل کلام ملاحظہ فرمائیں:

کالا ہنس نہ ملا بسے سمندر تیر
پنکھ پسارے یکہ ہرے نرمل کرے سریر
درد رہے نہ پیر

(پنجاب میں اردو، ص۱۴۶)

شرف حرف مائل کہیں درد کچھ نہ بسائے
گرد چھوئیں دربار کی سو درد دور ہو جائے

(ڈاکٹر مولوی عبدالحق، اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام، علی گڑھ، انجمن ترقی اردو ہند، ص۱۷–۱۸)

حضرت گیسو دراز بندہ نواز صاحبِ علم و فضل اور صاحبِ تصانیف کثیرہ بزرگ ہیں۔ اکثر طلبہ اور مریدوں کو حدیث، تصوف اور سلوک کا درس دیا کرتے تھے اور کبھی کبھی کلام و فقہ کی بھی تعلیم دیا کرتے تھے اور جو لوگ فارسی وغیرہ سے ناواقف تھے ان کی افہام و تفہیم کے لیے ہندی زبان میں تقریر فرمایا کرتے تھے۔

آپ کی ادبی تخلیقات میں ہندی اور علاقائی دونوں زبانوں کی جلوہ گری نظر آتی ہے۔ مثلاً:

او معشوق بے مثال نورِ نبی نہ پایا
اور نورِ نبی رسول کا میرے جیو میں بھایا
ابلیس اپیں دیکھاونے کیسی آرسی لایا
کروسکلا دل گیان کا انعام دے خوش دھیان کا
چارا کھلا ایمان کا رکھ باندھ اپنے دارتوں
شہباز حسینی کھوئے کر ہر دو جہاں دل دھو یکر
اللہ آپے یک ہوئے کرتب پاوے گا دیدار توں

(اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیاء کرام کا کام، ص۲۱–۲۲)

شیخ عبدالقدوس گنگوہی (۱۴۵۵ء/۱۵۳۸ء) سلسلۂ صابریہ کے مشہور بزرگ اور صاحبِ تصانیف کثیرہ ہیں، آپ ہندی کے شاعر تھے اور "الکھ داس" تخلص فرمایا کرتے تھے، آپ نے اپنی تصنیف "رشد نامہ" میں تصوف اور وحدت کے وجود کے نکات بیان کرتے ہوئے جگہ جگہ ہندی دوہرے بھی ذکر فرمائے ہیں، جیسے:

یہ جگ نا ہیں باج پی بوجھ برہم گیان
سو پانی سو بلبلا سوئی سرور جان
ایکی او ہو ایکی ماں ایکی سرور ایکی ہانس
گر مکھ بوجھ برہم گیان تیں ترلوک ایک کے جان
دھن کارن پی آپ سنوارا
بن دھن سکھی کنست کنہارا

شہ کھیلے دھن مانہیں ایواں
باس پھول مہنن اچھے جیواں
کیوں نہ کھیلوں تجھ سنگ میتا
مجھ کارن تیں ایتا کیتا
الکھ داس آکھے سن ہوئی
سوئی پاک ارت پہن ہوئی

(اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیاے کرام کا کام، ص ۲۸–۲۹، پنجاب میں اردو، ص ۱۶۱)

مذکورہ بالا صوفیاے کرام وعلما کے علاوہ حضرت قطب عالم وحضرت شاہ عالم، حضرت سید محمد جون پوری، شیخ بہاؤ الدین باجن، شاہ محمد غوث گوالیاری، سید شاہ ہاشم حسنی العلوی اور شاہ میراجی اور شاہ برہان الدین جانم جیسے بہت سے حضرات نے ہندی اور علاقائی زبان میں بھی بکثرت طبع آزمائی کی ہے۔

(پروفیسر محمود خاں شیرانی، پنجاب میں اردو، لاہور، انجمن ترقی اردو)

مرادآباد کے مشہور ومعروف روحانی درویش، صوفی بزرگ حضرت شاہ بلاقی علیہ الرحمۃ والرضوان کہ جن کا آستانہ آج بھی گنگا جمنی تہذیب اور قومی یکجہتی کے مرکز کی حیثیت رکھتا ہے، اس صاحبِ دل فقیر نے بھی فارسی اور اردو کے ساتھ خالص ہندوستانی رنگ وآہنگ میں اپنے روحانی خیالات اور قلبی واردات کی دوہوں کی شکل میں ترجمانی کی ہے، شاہ بلاقی فرماتے ہیں۔ ؎

مرنے سے سب جگ ڈرے پنچھی اور سب جیو
بولا سن نہجو بہیو مرے ملت ہیں پیو
بولا بھولا کیا پھرے من کو کیے اداس
سائیں من میں یوں بسیں جیوں پھولن میں باس
بولا بھولا کیا پھرے اب بھی تو ٹک چیت
بن جوتے بن باہ دیئے، بیج نہ بوت کھیت
سارن برہن موہ ملی کرتے اپنا کاج
اوہ اکھٹ ہوں یوں سنے لیو پی آج پیاج

(مرادآباد کے غیر مسلم شاعر، ص ۲۱–۲۲)

صوفی سنتوں کا کام دراصل خدمت خلق اور انسانی بھائی چارہ اور ہندو مسلم اتحاد تھا، ان کا سندیش تھا کہ تمام مسلم اور غیر مسلم اقوام کو ایک قوم کی حیثیت سے معاشرتی وسماجی زندگی بسر کرنی چاہیے اور انسانیت، محبت اور باہمی ہمدردی کا ایک دوسرے کے تئیں جذبہ رکھنا چاہیے، نیز لسانی وتہذیبی یگانگت، سنجیدہ زبان، شائستگیٔ بیان اور آپسی میل جول کی متحد ہوکر کوشش کرنی چاہیے کیونکہ یہی صوفیا کی تعلیم کا اصل نصب العین ہے اور یہی انسانیت وروحانیت کا لب لباب ہے، شاعر مشرق علامہ اقبال نے ہندی اور ہندوستانی الفاظ کو شعری جامہ پہناتے ہوئے کیا ہی خوب فلسفیانہ تعلیم دی ہے: ؎

دنیا کے تیرتھوں سے اونچا ہو اپنا تیرتھ
دامانِ آسماں سے اس کا کلس ملا دیں
ہر صبح اٹھ کے گائیں منترو میٹھے میٹھے
سارے پجاریوں کو مے پیت کی پلادیں
شکتی بھی شانتی بھی بھکتوں کے گیت میں ہے
دھرتی کے باسیوں کی مکتی پریم میں ہے

(اکیسویں صدی کا ہندوستانی معاشرہ، ص ۱۴۵)

اس تعلق سے محسن کاکوروی کا نام بھی بطورِ خاص قابلِ ذکر ہے، اس لیے کہ انھوں نے اپنے مشہور نعتیہ قصیدے مدیح خیر المرسلین میں نہ صرف یہ کہ ہندی، ہندوستانی اور علاقائی زبان کا برملا استعمال کیا ہے بلکہ ہندو دھرم اور ہندوستانی تہذیب کی بہت سی اصطلاحات کو بھی انتہائی اچھوتے انداز میں نظم کیا ہے، مثلاً ان کے قصیدے کے مندرجہ ذیل اشعار دیکھیں: ؎

سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل
برق کے کاندھے پہ لاتی ہے صبا گنگا جل
خبر اڑتی ہوئی آئی ہے مہابن میں ابھی
کہ چلے آتے ہیں تیرتھ کو ہوا پر بادل
اب کے میلا تھا ہنڈولے بھی گرداب بلا
نہ بچا کوئی محافہ، نہ کوئی رتھ نہ بہل
ڈوبنے جاتے ہیں گنگا میں بنارس والے
نوجوانوں کا سنیچر ہے یہ بڑھوا منگل
دوبالا کیے دیتے ہیں ہوا کے جھونکے

نوریات

بیڑے بھادوں کے نکلتے ہیں بھرے گنگا جل
جو گیا بھیس کیے چرغ لگائے ہے بھبوت
یا کہ بیراگی ہے پربت پہ بچھائے کمبل
راکھیاں لے کے سلونوں کی برہمن نکلیں
تار بارش کا تو ٹوٹے کوئی ساعت کوئی پل
خوب چھایا ہے سرِ گوکل و متھرا بادل
رنگ میں آج کنھیا کے ہے ڈوبا بادل
ہوا مبعوث فقط اس کے مٹانے کے لیے
سیفِ مسلول خدا نورِ نبئ مرسل
مہرِ توحید کی ضو اوجِ شرف کا مہ نو
شمعِ ایجاد کو لو بزمِ رسالت کا کنول

یہ قصیدہ اپنی نوعیت کا منفرد قصیدہ ہے کہ جس میں ہندوستانی ماحول وتہذیب کا منظر ہندی الفاظ میں بہت ہی بے تکلفی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے، مختصر یہ کہ اردو، ہندی اور ہندوستانی ادب میں ایسے دانشورانِ شعر وسخن کی ایک طویل فہرست ہے کہ جنھوں نے اردو نعتوں اور منقبتوں میں ہندی الفاظ و اصطلاحات، تلازمات و مناسبات اور استعارات وتشبیہات کا بڑے حسین پیرائے میں ذکر کیا ہے، اگرچہ اردو اور ہندی کی بحروں میں کئی حیثیت سے نمایاں فرق ہے لیکن اس کے باوجود ہندی، ہندوستانی اور علاقائی زبانوں کے اثرات اور عکوس واضح طور پر نمایاں نظر آتے ہیں، ان حضرات نے ہندی، ہندوستانی اور علاقائی زبانوں کے الفاظ اور اصطلاحات کو اتنے بہترین سلیقے سے استعمال کیا ہے اور ہندوستانی تہذیب اور ماحول کی اتنی حسین عکاسی کی ہے کہ کلام کا حسن مزید دوبالا اور انتہائی جاذب و دلکش ہو گیا ہے، آپ خود ہی ملاحظہ فرما کر فیصلہ فرمائیں، بابا چھیٹو داس بارگاہِ رسول میں اپنی عقیدت کا خراج پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں: ؎

نام محمد آس بڑی ہے اب تیرے نام کی ٹیک پڑی ہے
جہاں جھرنا ندی گہری اوگاہ اتھاہ میں آن پھنسی ہے
کھیون ہار بنا پتوار کہاں سے کھوں گھنوں کی سری ہے
نام محمد آس بڑی ہے اب تیرے نام کی ٹیک پڑی ہے
چار ہو تو پار اتارو تم رے نلیچ نہ یہ بات بڑی ہے
چھیٹو داس کی عرضی یہی اب پار کرو مری ناؤ اڑی ہے

(دھرمیندر ناتھ آزاد، پروفیسر، ہمارے رسول، نئی دہلی، سفارت جمہوری ایران، ۲۰۱۱ء، ص ۵۹۲)

دھرما، مراؔ اپنے دلی جذبات کا یوں اظہار کرتے ہیں:

نین پسارے دیکھا سب جگ
تمھیں ہو دوسر نہیں اور
پیا اِک بار دیکھو نینن کی اور
کب دیہو درشن پیا محمد مو ہے
یہ ہی نس دن گور
پیا اِک بار دیکھو نینن کی اور
جا کو پیا چاہے تا ہی سہاگن
دھرما کا ہو کیر نہور
پیا اک بار دیکھو نینن کی اور

(ماہنامہ خاتون، رسول نمبر، کراچی، پاکستان، ۱۳۸۳ھ، مدیر شفیق بریلوی)

سنت کبیر داس بنارسی محمد ﷺ کی عظمت وانفرادیت کو شعری قالب میں ڈھالتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ ایسی مہان ہستی ہے کہ کائنات کی ہر شئے میں اس کے جلوے نظر آتے ہیں۔

عدد نکالو ہر چیز سے کرلو چوگن وائے
دو ملا کے پچگن کرلو بیس کا بھاگ جائے
باقی بچے کے نوگن کرلو دو اس میں اور ملائے
کہت کبیر سنو بھئی سادھو نامِ محمد آئے

(ہمارے رسول، ص ۵۹۳)

ودیانند پرشاد بھی پیغمبر اسلام ﷺ کے حد درجہ گرویدہ تھے، یہی وجہ ہے کہ انھوں نے ہندی الفاظ اور ہندی تلازمات ومناسبات سے بھرپور لطف اٹھاتے ہوئے اس دھرتی پر ان کے آگمن اور وراجمان ہونے کے منظر کی بڑی حسین تصویر کھینچی ہے، میلاد النبی ﷺ سے متعلق ہندی میں یہ ایک طویل نعتیہ نظم ہے، بطورِ خاص چند اشعار پیشِ خدمت ہیں:

سینت، آمنہ کے من میں جا، کھوج رہی ہے ممتا پیار
ماں بنتے ہی پھوٹ پڑے گی، جس کی سرن سدھا میہ دھار

تبھی ہوا مسکا تا بالک، ملا آمنہ کو نسب سنبل
شبھ پانچ سوا کہتر سن، سوموار دن، ربیع الاوّل
ایش کرپا کے ہی کارن تو، جنت مانو ملا گود میں
آلنگن کر چوم اٹھایا، کملا ان کھل اٹھا مود میں
شوہر عبداللہ کے مرنے کے نہ رہے کوئی سنتاپ
ہر دے کوش بھر گیا ہرش سے آنندوں سے اپنے آپ
ہر سکھ شانتی پر مود ہرش کا کیندر وند و کیول وہ بالک
اس نے جان لیا ہے من میں، پر بھو ہیں اس کے رکھشک پالک
(ہمارے رسول، ص ۵۹۴)

نعوت ومناقب یا اسلامی تعلیمات وشعائر سے مرصع منظوم کلام میں فارسی، عربی اور اردو کے الفاظ کے ساتھ ہندی الفاظ اور ہندی اصطلاحات کا منفرد انداز میں استعمال صرف ہندو سنت اور ہندو کویوں کے یہاں ہی نہیں ملتا بلکہ ایسے مسلم صوفیا اور شعرا کی بھی ایک بڑی تعداد ہے کہ جن کے کلام میں ہندوستان میں رائج و مستعمل مختلف زبانوں کا حسین سنگم نظر آتا ہے، مثلاً عبدالعزیز خالد کا حسب ذیل کلام ملاحظہ فرمائیں:

میں شبدوں کی پیاسی، میں چرنوں کی داسی
تری جستجو مجھ کو صبح و مسا ہے
میں جوگن بروگن، میں کملی کمینی
تو سرتاج میرا، مرا دیوتا ہے
تو دیپک میں کاجل تو درپن میں سیسہ
میں کالک تو پربھات کی لالما ہے
(ہمارے رسول، ص ۱۴۶)

شمار کرنے چلیں، اس کی خوبیوں کا اگر
تو ساتھ چھوڑ دیں تھک تھک کے نیل سنکھ پدم
ہے جوت جس کی فسوں خیز چاندنی کی طرح
شریر جس کا پوتر اور آتما ہے پرم
اسی کو کہتے ہیں مانے جگت جگاون ہار
اسی کے نور سے تت چھن میں دور رات کا تم
مہا پرش جسے آکار الکھ پرکاش کا کہیں
پسینہ جس کا ہے سونا، سگندھ دہ سستم
(ہمارے رسول، ص ۱۴۷)

اسی طرح ممتاز جہاں گنگوہی (م ۱۹۲۷ء) کے یہ نعتیہ اشعار دیکھیں:

کوئی ایسی سکھی جا تر نہ ملی موہے پی کے دوارے بٹھا دیتی
میں تو راہِ مدینہ بھی دیکھی نہیں موری بہیاں پکڑ کے بتا دیتی
واکے دوارے پہ جاتی ہیں سکھیاں سبھی، موری ارج کسی نے نہ اتنی کہی
کبھی اپنی جوگنیا کو بلواؤ تو وہ بھی روجے پہ جان گنوا دیتی
اللّٰھم صل علی محمد یا رب صل علیہ و سلم
(کنور اندر سہائے سکسینہ علم بدایونی، بزم طرب، حصہ اول، ص ۵۷)

اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی شاہ واجد پریشان ہیں، انھوں نے بھی بزبانِ ہندی اور علاقائی بڑے ہی عاجزانہ انداز میں بارگاہِ رسول میں منظوم خراجِ عقیدت پیش کیا ہے: ؎

سدھ لے موری موہے سرتاجا
سدھ کل راجن کے راجا
سدھ لے موری جبریل کے سائیں
ہے بتین کے راج گسائیں
اے صدیق کے راج دلارے
عمر عثماں کے پالن ہارے
سدھ لے بی بی خدیجہ کے بالم
(ہمارے رسول، ص ۱۴۶)

اسی طرح دور حاضر کے مشہور شاعر انیس نیازی جے پوری، ہندی، ہندوستانی اور علاقائی زبانوں پر ید طولی رکھتے ہیں، آپ کے کلام میں ہندی اور علاقائی زبانوں کا برمحل استعمال ہوا ہے، چنانچہ انیس نیازی کہتے ہیں: ؎

دیکھا ہے محبوب کو جب سے کوئی نہیں من بھاوت ہے
بن دیکھے ساجن کو موہے چین کہاں اب آوت ہے
جھک جائے جوان کے قدم پر راہ وہی پا جاوت ہے
ورنہ اس جیون میں لوگو بدھی تو بھٹکاوت ہے
تو ہے انیس ان کا جو جگ میں محبوب اب کہلاوت ہے

لاج انہیں کے ہاتھ تہاری جن کی شرن میں جاوت ہے

(غلام رسول انیس نیازی، سوز وساز، ہماری طاقت پبلیکیشن، ۲۰۱۹ء، ص ۱۹۹ :)

دنیا ہے یہ آنی جانی ایک دن سب کو جانا ہے
سمرن کرلے نام پیا کا، ورنہ پھر پچھتانا ہے
سکھ دکھ کا تو میل رہا ہے، سکھ دکھ سب کو پانا ہے
سکھ دکھ کا احساس مٹا دے، یہ من کو سمجھانا ہے
دھیرج دھرم دھیان کی کنجی دھیرج مت کھو دیجو رے
دھیرج کھویا تو من مورکھ، جیتے جی مر جانا ہے

(سوز وساز، ص ۲۰۰)

مورے پیا ہیں جگ میں نرالے
نین نشیلے، مد بھرے پیالے
چندر سا مکھڑا جوت جگائے
اب تو من کو کوئی نہ بھائے
مگن ہوئے سب دیکھن والے
مورے پیا ہیں جگ میں نرالے
کیس گھنیرے، جگ مہکائے
منوا مست مگن ہو جائے
سدھ بدھ کھو دیں دیکھن والے
مورے پیا ہیں جگ میں نرالے

(سوز وساز، ص ۲۰۳)

میرے پیا ہیں سب سے نیارے، چندر مکھی نینا کجرارے
جو بھی دیکھے ہوش گنوائے، کیوں جگو اسجھاوت رے
ساج سر نگار کرت بھی ہاری، کروں میں تن من وا پہ واری
لوک لاج سب ہے تج ڈاری پی کب گلوا لگاوت رے
منوا میں بس گئی مورتیا، داس انیسوا کے صورتیا
شرن پیا کے چرنن پاؤں، تو جیون ترجاوت رے

(سوز وساز، ص ۲۰۴)

.........جاری ■◄

نورِ تاباں

اسلام کے راستے پر چلتے ہوئے ملک کے اندر امن وامان، عدل و انصاف کی فضا برقرار رکھیں تاکہ ملک کے اندر خوش حالی آئے اور ملک ترقی کرتا رہے۔

الغرض یہ کہ حکومت کی کرسیاں بے وفا نہیں ہوتیں، اکثر ان پر بیٹھنے والے ہی بے وفا اور غدار ہو جاتے ہیں، یہ کرسیاں تو بڑی وفادار ہوتی ہیں جو اپنے چاہنے والوں کو نصیحت بھرا پیغام دیتی ہیں کہ دنیا کی دولت وحکومت، شوکت و دبدبہ دائمی نہیں، عارضی و فانی ہیں، تمہاری یہ کرسی حکومت کب تلک رہے گی؟ اسے دوام و بقا حاصل نہیں، بالآخر ایک نہ ایک دن اسے جانی ہے، اگر تم نے عدل وانصاف اور نیک نامی کے ساتھ حکومتیں کیں تو تمہارے کارنامے تاریخ کے ابواب میں سنہرے حروف سے لکھے جائیں گے اگر تم نے ملک میں سرکشی اور شرانگیزی کی، عدل وانصاف کا گلا گھونٹا، فتنہ وفساد برپا کئے، ظلم وبربریت، قتل وغارت کی ہولی کھیلی تو یاد رکھنا جو حشر نمرود وفرعون وغیرہ کا ہوا تھا وہی حشر تمہارا بھی ہوگا اور ہاں! ایمان واسلام سے بڑھ کر کرسی حکومت نہیں، دینِ حق سے بڑھ کر تخت وتاج سلطنت نہیں، اصل حکومت وسلطنت تو دونوں جہاں میں آقائے کریم، شہنشاہِ کون ومکاں ﷺ کی ہے۔ ؎

تخت ہے ان کا، تاج ہے ان کا
دونوں جہاں میں راج ہے ان کا
جن و ملک سب ان کے سپاہی
رب کی خدائی میں ان کی شاہی
اونچے اونچے یاں جھکتے ہیں
سارے انہیں کا منھ تکتے ہیں
کعبے کی زینت ان کے دم سے
طیبہ کی رونق ان کے قدم سے
کعبہ ہی کیا ہے، سارے جہاں میں
دھوم ہے ان کی، کون و مکاں میں

دو جہاں کی ساری حکومتیں، عظمتیں، رفعتیں، دولتیں، عزتیں سرکارِ اعظم، شہنشاہِ مدینہ ﷺ کے قدموں پر نثار۔

◆◆◆

ص ۵۴ رکا بقیہ..........

ہے، لہٰذا موجودہ حکومتیں درس عبرت حاصل کریں اور شاہان

تصنیف: امام فقیہ ابواللیث نصر ابن محمد سمرقندی
ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

آٹھویں قسط

گزشتہ سے پیوستہ

وضاحت:

(مصنف علیہ الرحمہ نے کہا) یعنی تو بعد موت تو عبادت الٰہی کی استطاعت نہیں پائے گا تجھے محنت و کوشش کی قدرت تو صرف اسی زندگی میں حاصل ہے (لہٰذا چاہیے کہ) تو ملک الموت (علیہ السلام) کی پیشوائی کے لئے تیاری میں لگا رہے اور ہر وقت موت کو یاد رکھ (موت اور ملکُ الموت سے غافل مت رہ) کیونکہ وہ تجھ سے غافل نہیں ہیں، تو غافل ہے۔

نبی رحمت اور ملکُ الموت کا ایک اہم مکالمہ

حدیث شریف

(امیر المومنین شیر خدا مشکل کشا سیدنا مولیٰ) علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرمایا: نبی کریم ﷺ نے (ایک بار) ایک انصاری صحابی (رضی اللہ تعالی عنہ) کے سرہانے (وقت نزع) ملکُ الموت کو دیکھ کر ان سے فرمایا:

''ارفق بصاحبی فانہ مؤمن۔ یعنی یہ میرا اصحابی ہے ذرا اِس کے ساتھ نرمی برتیئے کیونکہ وہ مومن (کامل) ہے۔''
(نہ مشرک و کافر، نہ منافق و فاجر)

ملک الموت علیہ السلام نے عرض کیا:

''ابشر یا محمد فانی بکل مومن رفیق... (الیٰ آخرہٖ) یعنی آپ کو خوش خبری ہو یا رسول اللہ! کہ میں بے شک ہر مومن (کامل الایمان) کے ساتھ نرمی ہی برتتا ہوں، اللہ کی قسم یا رسول اللہ! میں بے شک ابن آدم کی روح قبض کرتا ہوں اور جب اس کے متعلقین میں سے کوئی چیخنے والا چیختا (آواز کے ساتھ روتا چلاتا) ہے تو میں کہتا ہوں یہ چیخنا چلانا کیسا؟ بخدا ہم نے اس پر کوئی ظلم تو نہیں کیا، نہ تو ہم اس کی اجل سے پہلے آگئے ہیں اور نہ ہم نے قضا و قدر میں جلدی کی ہے تو اس کی روح قبض کرنے میں ہمارا کوئی قصور نہیں، لہٰذا اگر تم اللہ کے کئے پر (دل سے) راضی رہو گے تو ثواب پاؤ گے اور اگر ناراض ہو گے (یعنی اس کے فعل کو برا مانو گے) یا جزع فزع (بے صبری کا مظاہرہ) کرو گے تو گنہگار ہو گے اپنے اوپر گناہ کا بوجھ لادو گے، تمہارے لئے ہم پر عتاب کا جواز نہیں ہے اور ہمارے لئے بے شک یہ ہے کہ ہم، تم سے (کسی نہ کسی دن برائے قبض روح) ضرور ملاقات کیا کریں اور تمہارے گھر دوبارہ سہ بارہ یعنی بار بار آئیں۔

فالحذر الحذر تو ہوشیار خبر دار، ہوشیار خبر دار! اور میں برّ و بحر (یعنی خشکی اور پانی) میں سب بسنے رہنے والوں کے چہرے (خواہ وہ عالی شان محلوں میں رہتے ہوں یا جھونپڑیوں میں یا مٹی پتھر کے بنے گھروں میں بستے ہوں) روزانہ پانچ پانچ مرتبہ الٹ پلٹ کر دیکھتا ہوں حتی کہ میں ان کے ہر چھوٹے بڑے کو خوب اچھی طرح پہچانتا ہوں، یہاں تک کہ ان کی ذاتوں کو خود ان سے زیادہ پہچانتا ہوں، بخدا یا رسول اللہ! اگر میں (بالفرض) ایک مچھر کی روح از خود، اللہ کے اذن کے بغیر نکالنا چاہوں تو میں ایسا کرنے پر ہرگز دسترس نہیں پا سکتا، جب تک کہ وہ قبض روح کا امر نہ فرمائے، و ھو آمر بالقبض (وہی روح قبض کرنے کا حکم دیتا ہے)

لذتوں کو کاٹنے والی کا، ہر وقت دھیان رکھنا لازم

حدیث شریف

حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت آئی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (ایک بار) کچھ لوگوں کو ہنستے ہوئے دیکھا تو فرمایا:

ترغیبات

”اَما انکم لو اکثر تم مِنْ ذِکرِ ھاذِمِ اللّذَّات لشغلکم عن ما اریٰ، ثم قال: اکثروا ذکر ھاذم اللذات یعنی ”الموت“ ثم قال: انما القبر روضة من ریاض الجنة أو حفرة من حفر النیران۔ (ترجمہ) ارے سنو! اگر تم لوگ ہاذمُ اللذات کو بکثرت یاد کرتے تو تم کو اُس کی یاد اِس ہنسنے کی فرصت نہ دیتی جو میں دیکھ رہا ہوں“ اس کے بعد فرمایا لوگو! ہاذمُ اللذات کو زیادہ سے زیادہ یاد کیا کرو‘ اس لفظ سے حضور کی مراد موت ہے، پھر فرمایا ”قبر یا تو جنت کی پھلواریوں میں سے ایک پھلواری ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں کا ایک گڑھا۔“

کیفیت موت کی ایک تمثیل

روایت

(ایک بار اَمیر المومنین فاروق اعظم سیدنا) عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت کعب (احبار علیہ الرحمۃ والرضوان) سے فرمائش کی کہ اے کعب! ہمیں کیفیت موت کے بارے میں (کچھ) سنائیے۔ حضرت کعب نے عرض کیا: موت بے شک ایسے خار دار درخت کی طرح ہے جو ابن آدم کے جوف (پیٹ وغیرہ اندرونی اعضاء کے اندر) داخل کر دیا گیا ہو، جس کا ہر کانٹا اس کے رگ پٹھوں وغیرہ کو پکڑ لے پھر اس کو کوئی بڑا طاقتور آدمی زور سے کھینچے تو جو (کانٹوں نے) کاٹا کٹ گیا اور جو باقی چھوڑا وہ کٹنے سے رہ گیا۔“ (یہ ہے موت کی مثال)

موت کا اسلاف کو کس قدر خوف تھا؟

روایت

منقول ہے کہ جب حضرت امام سفیان ثوری کے سامنے موت کا تذکرہ ہوتا تو (آپ اس قدر تازہ غم اور مضمحل ہو جاتے اور کیفیت دگرگوں ہو جاتی کہ) کئی روز تک آپ سے استفادۂ علمی نہیں کیا جا سکتا تھا، جب کوئی سوال کیا جاتا، جواب میں فرماتے لاادری، لاادری، مجھے نہیں معلوم، میں نہیں جانتا۔ (۱)

[۱] عبرت کا مقام ہے کہ جب ربانی عالموں، ولیوں کے خوف آخرت کا یہ عالم تھا تو ہمیں بے خوفی کیوں کر مناسب ہو سکتی ہے؟، ۱۲ر مترجم غفرلہ

تین چیزیں ہر وقت پیش نظر رکھنی چاہئیں

روایت

کسی حکیم کا قول ہے کہ تین چیزیں ایسی (اہم اور واجب الذکر) ہیں کہ جن کو فراموش کر دینا، عقل مند کے لئے زیبا نہیں، پہلی چیز ہے دنیا کا فانی ہونا، نیز احوال دنیا کا بننا بگڑنا، ان کا موجود و معدوم ہونا، متغیر ہونا اور دوسری چیز ہے اپنی موت (۲) اور تیسری چیز ہے آفات وحوادث کا کھٹکا۔ (۳)

قدر نعمت بعد زوال — کیا حاصل بجز حسرت وملال

حکیمانہ نصیحت

(سیدی) حاتم اصم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: چار نعمتیں ایسی (قابل قدر) ہیں جن کی قدر بجز چار لوگوں کے کوئی نہیں جانتا۔ (جیسی جاننی چاہیے)

① جوانی کی قدر صرف بوڑھا جانتا ہے (لیکن اب اس قدر دانی اور حسرت سے کوئی فائدہ نہیں)

② عافیت کی قدر، وہی جانتے ہیں جو (عافیت کھو کر اب) بلاؤں میں مبتلاء ہیں (لیکن اب اس قدر دانی سے کیا نفع؟)

③ اور تندرستی کی قدر وہی جانتے ہیں جو (بعد صحت) اب بیمار ہیں۔ (تو یہ قدر دانی کیا مفید؟)

④ اور چوتھی چیز ہے دنیوی زندگی، اس کی قدر، مردے ہی جانتے ہیں۔ (لیکن بعد موت اب ململانے اور حیات مستعار (۴) کی اہمیت جاننے سے کیا حاصل؟)

انتباہ

[۲] یہ موت کو بھولے رہنے ہی کا تو اثر ہے کہ بندہ ظلم، غصب، خیانت، چوری، ڈکیتی، زنا، اغلام اور قتل ناحق وغیرہ جرائم تک کتنی بے خوفی اور آسانی سے کر گزرتا ہے، گویا پورے یقین پر ہوتا ہے کہ مرنا نہیں ہے اور اخروی سزاؤں کی خبریں یوں ہی ڈرانے دھمکانے کے لئے ہیں، مطلب یہ ہے کہ موت کی فراموشی بڑی خطرناک چیز ہے، اس میں سلب ایمان کا خطرہ ہے اور جو موت کو یاد کرے گا جیسی کرنی چاہیے تو اخروی ضرر سے بچنے کی ضرور فکر کرے گا، اللہ توفیق دے، ۱۲ر مترجم غفرلہ

[۳] کیوں کہ ان سے کسی کو امن وامان کا پروانہ (Certificate) نہیں ملا ہے حتیٰ کہ کوئی بھی کسی وقت کسی حادثہ کا شکار ہو سکتا ہے، اس پر کوئی آسمانی یا زمینی آفت آسکتی ہے، بیمار ہو سکتا ہے، اَنْ کرے میں پھنس سکتا ہے، وغیرہ وغیرہ، ۱۲ر مترجم

[۴] مستعار = عاریۃً ملی ہوئی چیز کہ برتنے کے بعد واپس کرنی لازم ہوتی ہے، ۱۲ر مترجم غفرلہ

(مصنف علیہ الرحمہ نے کہا): حضرت حاتم اصم کی یہ بات اسی حدیث کے موافق ہے جوہم اوپر ذکر کرآئے ہیں یعنی پانچ کو پانچ سے قبل، غنیمت جان................ الخ۔

کیفیت موت کی آپ بیتی تمثیل

سچی، انوکھی، بڑی اہم خبر

(کتب حدیث میں) مروی ہے کہ حضرت عمرو ابن العاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا (جو بڑے عابد و زاہد اور صاحب علم وفضل، صحابی ہیں) کہ میرے والد صاحب اکثر بیشتر یہ فرماتے تھے کہ مجھے ایسے آدمی پر بڑا تعجب ہوتا ہے جس پر موت کا نزول ہوتا (یعنی روح کا قبض کیا جانا شروع ہو چکتا) ہے اوراس کے ساتھ اس کی عقل اور زبان ہوتی ہے (یعنی ہوش وحواس قائم رہتے ہیں اور گویائی صحیح سلامت ہوتی ہے اس کے باوجود) وہ موت کی صفت (اوپروالوں) سے کیوں کر بیان نہیں کرتا ہے؟

پھر جب خودان کی وفات کا وقت آیا (موت کا نزول ہونے لگا) اوران کی عقل بھی صحیح تھی اور زبان بھی اپنا کام کررہی تھی تو میں نے ان کوان کی وہ باتیں جوتعجب سے کہا کرتے تھے، یاددلائیں کہ آپ ایسے ایسے کہا کرتے تھے (تو آپ موت کی صفت کیوں بیان نہیں کررہے ہیں؟) عمرو ابن عاص نے فرمایا: اے پیارے بیٹے! موت عظیم تر ہے اس سے کہ اس کی پوری صفت بیان کی جا سکے لیکن میں تمہیں موت کا تھوڑا سا وصف بتاتا ہوں، بخدا (میرے بدن پر اتنا بھاری بوجھ پڑا ہوا ہے کہ) گویا رضویٰ پہاڑ کے دونوں پہلو مجھے بچا (دبا) رہے ہیں اور میری روح گویا سوئی کے سوراخ سے کھینچ کرنکالی جارہی ہے اور گویا میرے جوف (یعنی اندرونی اعضا) میں عوسج (ایک خاردار درخت) کے کانٹے داخل کردئے گئے ہیں اور گویا آسمان کا پاٹ، میرے اوپر ہے اور زمین کا میرے نیچے ہے اور میں ان دونوں پاٹوں کے بیچ میں دبایا جارہا ہوں...

...پھر (مزید) فرمایا: بیٹے میری حالت (اوائل زندگی سے اب تک) تین انواع کی طرف بدلتی رہی ہے، اوّل امر میں، میں محمد (مصطفی) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قتل پر سب لوگوں سے زیادہ حریص وخواہش مند تھا، تو اگر میں اس حالت میں مرگیا ہوتا تو ہائے میری خرابی (یعنی تو میرے لئے کتنی خرابی اور کیسی بدانجامی ہوتی) پھر اللہ تعالیٰ نے (اپنے فضل سے) مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی، تو (نعمت اسلام ملنے پر) محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، میرے دل میں سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہو گئے اور حضور نے (میری اتنی قدر فرمائی، عزت بخشی کہ متعدد بار) لشکروں پر امیر بنایا، تو اے کاش میں اس وقت (حضور کے سامنے) مرگیا ہوتا تا کہ حضور کی دعائیں مجھے مل جاتیں اور حضور میری نماز جنازہ پڑھتے، پھر ہم لوگ حضور کے بعد امور دنیا میں مشتغل ہو گئے (دنیا کے دھندوں اور محبت میں پھنس گئے) تو میں نہیں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک میری یہ حالت کیسی ہے (پسندیدہ یا ناپسندیدہ)؟ پھر میں والد صاحب کے پاس سے نہیں اٹھا (برابر حاضر خدمت رہا) حتی کہ ان کی وفات ہوگئی (۱)

کیا فائدہ اچھی اور سچی باتوں کا؟ جب کہ اُن پر عمل نہیں

حال وقال کا تضاد

حضرت شقیق ابن ابراہیم (بلخی، معروف بزرگ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عام لوگ، چار باتوں کے بولنے میں تو میری موافقت کرتے ہیں اور ان کے کرنے میں (موافقت نہیں کرتے بلکہ) مخالفت کرتے ہیں۔

① سب کہتے ہیں: ہم اللہ تعالیٰ کے عبید ہیں (یعنی وہ ہمارا مالک ومولیٰ ہے اور ہم اس کے (بندے) غلام، (گویا اس کے حکم پر ہروقت کمر بستہ ہیں) حالانکہ عام لوگوں کا عمل احرار (۲) کا سا ہے۔ (نہ کہ غلاموں جیسا)

② اور کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمارے رزقوں کے لئے کفیل ہے (کافی وضامن ہے) حالانکہ ان کے دل مطمئن نہیں ہوتے جب تک دنیا کی کوئی چیز ان کے پاس نہ ہو۔

---

[۱] یعنی مذکورہ بالا بات سنانے کے بعد اُنہیں زیادہ دیر نہیں لگی، بلکہ جلدی ہی واصل بحق ہو گئے (رضی اللہ عنہما)۔ ۱۲—مترجم

[۲] احرار (حر کی جمع) = آزاد، خودسر لوگ، جو کسی کے ماتحت نہیں ہوتے، ۱۲ مترجم عفی عنہ

.........جاری

از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی*

کانوڑ یاترا اور مسلمانوں کی مشرک نوازی

احوال قوم وملت

ہندو سماج میں اپنے بھگوانوں کو خوش کرنے کے لیے مختلف یاترائیں (سفر) کرنے کا رواج ہے جیسے امرناتھ یاترا، نرمدا پَرِ یکرما، چوراسی کوس پَرِ یکرما، جگنّاتھ یاترا، پنچ کوشی یاترا، چاردھام یاترا، گووَردھن یاترا وغیرہ۔کانوڑ یاترا بھی اسی مذہبی رواج کا ایک حصہ ہے جسے اُتر بھارت کے یوپی، اتراکھنڈ، راجستھان، ہریانہ اور ایم پی وغیرہ میں بسنے والے ہندو افراد مذہبی عقیدت کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔

گذشتہ کچھ سالوں سے اس یاترا کا چلن بڑی تیزی کے ساتھ بڑھا اور بڑھایا گیا ہے جس کی وجہ سے کانوڑ یاترا اب ایک بڑا مذہبی تہوار بن گئی ہے۔

کانوڑ یاترا کیا ہے؟

ہندو بکرمی کیلنڈر کا پانچواں مہینہ ساون کہلاتا ہے۔اسی مہینے میں ہندو سماج کے لوگ اپنے اپنے علاقوں سے گنگا یا دیگر ندیوں کا سفر کرتے ہیں۔اس سفر کے لیے ہندو لوگ درمیانی لمبائی کا بانس لیتے ہیں اور باریک لکڑیوں سے اس کے اگلے پچھلے کناروں پر رنگ برنگی کاغذ اور پنّی سے مندر جیسا ہلکا پھلکا نقشہ بناتے ہیں۔بانس کے دونوں جانب گنگا جل بھرنے کے لیے برتن لٹکایا جاتا ہے۔بس اسی چیز کو کانوڑ کہا جاتا ہے۔ہندو عقیدت منداپنے کندھے پر کانوڑ اٹھا کر ہری دوار جیسے شہروں کا سفر کرتے ہیں۔اور وہاں سے گنگا ندی کا پانی لا کر مقامی شِو مندروں میں چڑھا کر اپنے بھگوان شِو کی پوجا کرتے ہیں۔

پہلے یہ سفر پیدل کیا جاتا تھا لیکن گذشتہ کچھ وقت سے کانوڑ یاترا کے لیے موٹر سائکل اور کھلی ہوئی four wheeler گاڑیوں کا استعمال کیا جارہا ہے۔جس میں ڈی جے سسٹم کے ساتھ شِو کی بڑی سی مورتی نصب کی جاتی ہے۔کچھ نوجوان اس گاڑی پر سوار ہوتے ہیں جب کہ درجنوں نوجوان موٹر سائیکل پر سوار ہوکر ریلی کی شکل میں ناچتے گاتے نکلتے ہیں۔آج کل یہی طریقہ سب سے زیادہ ڈیمانڈ میں ہے۔

کانوڑ کا بڑھتا چلن

سن 1990 تک کانوڑ یاترا کا بہت زیادہ چلن اور رواج نہیں تھا۔چند سادھو سنت اور مذہبی افراد ہی یہ رسم ادا کرتے تھے۔اس لیے عوام الناس کو زیادہ پتا بھی نہیں چلتا تھا اور عوامی زندگی اس سے متاثر بھی نہیں ہوتی تھی۔نوّے کی دہائی سے رام مندر تحریک اور شہادت بابری مسجد کے بعد متشدد تنظیموں نے اظہار طاقت کے لیے اس یاترا کو بڑھاوا دینا شروع کیا۔جس کے تحت مختلف علاقوں میں کانوڑ کیمپوں کا انعقاد کیا جانے لگا۔جہاں کانوڑیوں کے رہنے/کھانے/پینے/علاج ومعالجہ کا بندوبست کیا جاتا تھا۔ابتداً یہ کام بڑے شہروں اور چنندہ علاقوں میں شروع ہوا۔کم وقت میں شہرت کے خواہاں افراد نے اس موقع کو غنیمت جانا اور اپنی اپنی سطح پر کانوڑ کیمپ لگائے اور اسی بہانے اپنی برانڈنگ شروع کردی۔اس کا نتیجہ بھی ملنے لگا جو بھی کانوڑ کیمپ لگاتا دیکھتے ہی دیکھتے وہ مقامی سطح کا لیڈر بن جاتا، بس پھر کیا تھا جسے دیکھو وہ بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے نکل پڑا اور اب تو نوبت یہاں تک آ گئی ہے کہ ساون کا مہینہ آتے ہی گاؤں، قصبوں اور شہروں کے گلی کوچے کیمپ لگانے والوں کے پوسٹر اور بینروں سے پَٹ جاتے ہیں۔پیسہ عوامی چندے کا ہوتا ہے مگر نام لیڈر کا ہوتا ہے، دھرم پریمی ہونے کا ٹائٹل الگ ملتا ہے، اب اس سے اچھا کام آج کے زمانے میں بھلا اور کیا ہوسکتا ہے؟

* مضمون نگار ماہنامہ سواد اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

حکومتی نوازشات

کانوڑ یاترا کی تشہیر میں کئی سیاسی و دھارمک تنظیمیں شامل تھیں اس لیے عوامی مقبولیت بڑھتے ہی سیاسی فائدہ اٹھانے کے لیے جا بجا حکومتی سطح پر کیمپوں کا انعقاد ہونے لگا۔ جہاں علاج ومعالجہ کی سہولت اور کھانے پینے کا بہترین نظم کیا جاتا۔حکومت اور عوامی پذیرائی کے احساس سے عام ذہن کا جھکاؤ اس یاترا کی جانب بڑھنے لگا۔ جھانکی اور ڈاک کانوڑ کے چلن نے پیدل مشقت سے بچا دیا جس نے ہندو نوجوانوں کو کانوڑ کی جانب بہت زیادہ راغب کیا۔انہیں وجوہات کی بنا پر آج کانوڑ یاترا اُتّر بھارت کا ایک بڑا دھارمک تہوار بن گئی ہے۔ان دنوں اتر بھارت کے زیادہ تر صوبوں میں بھاجپا کی حکومتیں قائم ہیں اس لیے کانوڑیوں کے لیے نیشنل ہائی وے کو ایک طرف سے مکمل بند کر دیا جاتا ہے۔ہَری دُوار جانے والے راستوں کا سارا ٹریفک دیگر راستوں پر نکالا جاتا ہے تا کہ کانوڑیوں کو کسی طرح کی دقت نہ ہو۔

حکومت کی کانوڑ نوازی کا یہ رُخ بھی بڑا اہم ہے کہ کانوڑ روٹ کے تمام ضلعی افسران کو حکم دیا گیا ہے وہ کانوڑیوں پر پھولوں کی بارش کریں اس لیے ایس پی اور ڈی ایم سطح کے افسران کانوڑیوں کی گُل پوشی اور ان کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔خود یوپی اور اترا کھنڈ کے وزرائے اعلی نے ہیلی کاپٹر کے ذریعے کانوڑیوں پر گُل پاشی کا کارنامہ سرانجام دیا۔

کہتے ہیں افسر شاہی حکومتی مزاج کے تحت اپنا ایجنڈا طے کرتی ہے اس لیے موجودہ حکومتوں کے رویے دیکھتے ہوئے افسر شاہی بھی کانوڑ نوازدکھنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑنا چاہتی اس لیے مارے جوش کے 15 جولائی کو یوپی کے Basic education department نے حکومتی اساتذہ کے نام ایک ہدایت نامہ جاری کیا اور انہیں اسکول جانے کی بجائے کانوڑیوں کی خدمت کرنے کا حکم دیا۔ایک تو معاملہ اسکول کا تھا، دوسرے کانوڑیوں کی خدمت کا، جسے سماجی طور پر خود کو بڑا سمجھنے والا ایک طبقہ بالکل بھی پسند نہیں کرتا اس لیے اس ہدایت نامے پر اعتراضات شروع ہو گئے۔

بالآخر ہنگامے کے بعد یہ حکم نامہ واپس لیا گیا لیکن اس حکم نامے کے اجرا سے یہ بات اچھی طرح ظاہر ہوگئی کہ حکومت جس کام کو اپنی ترجیحات میں شامل کر لے تو افسر شاہی حکومتی خوش نودی کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتی ہے،ساون کے جھلستے/ برستے مہینے میں اس کے نظارے یوپی، ہریانہ اور اترا کھنڈ میں خوب دکھائی دے رہے ہیں۔

مسلمانوں کی مشرک نوازی

ایک زمانے تک عام مسلمان بھی عقیدہ توحید پر اس قدر راسخ تھے کہ شرک کے سائے تک سے پرہیز کرتے تھے لیکن چند مفاد پرست سیاست دانوں اور فلمی اداکاروں کی شرک پرستی سے متاثر ہو کر مسلمانوں کے کچھ طبقات بھی مشرک نوازی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔حالیہ کانوڑ یاترا کے دوران ملک کے مختلف حصوں میں مسلمانوں نے کانوڑ کیمپوں کا اہتمام کیا اور بُت پرستی کے لیے نکلے کانوڑیوں کا مثالی استقبال بھی کیا۔اگر اس تماشے میں بے دین سیاست دان ہی ہوتے تو اتنا افسوس نہ ہوتا مگر یہ امر انتہائی تکلیف دہ ہے کہ مشرک نوازی کے اس کھیل میں جمیعۃ علمائے ہند جیسی مذہبی جماعت پیش پیش ہے۔

جمیعۃ سے وابستہ علما اور داڑھی ٹوپی والے مسلمان نہایت خوش اخلاقی کے ساتھ کانوڑیوں کو کھانا/ پانی پیش کرتے نظر آ رہے ہیں،مشرک نوازی کا یہ عالم ہے کہ کچھ لوگ نہایت اپنائیت کے ساتھ اپنے ہاتھوں سے کانوڑیوں کے پاؤں تک دھو رہے ہیں،کئی جگہوں سے خود کو مسلمان کہلانے والوں کے بھی کانوڑ یاترا پر نکلنے کی خبر ہے،ایک مسلم لڑکی نے اس موقع پر ہَر ہَر شَمبھو نامی بھجن گا کر شرک پرستی کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے۔

موج پور دلّی میں ایک بڑی مسجد کے ٹھیک سامنے کانوڑیوں پر گُل پاشی کی گئی۔مشرک نوازی کی یہ تقریب مقامی کونسلر کی قیادت اور درجنوں نمازیوں کی شرکت میں منعقد ہوئی، آہ! کیسا وقت آ گیا ہے کہ مسجد میں توحید کا مظاہرہ کرنے والا

احوال قوم وملت

نمازی، شرک کرنے نکلے کانوڑیے کے پاؤں دھورہا ہے۔ کیا اس سے زیادہ ذلت اور عبرت کا بھی کوئی منظر ہوسکتا ہے؟

جس مسجد کے سامنے یہ ایمان سوز کرتوت انجام دی گئی یہ وہی علاقہ ہے جہاں دو سال قبل ہوئے مسلم کُش فساد میں 40 سے زائد مسلمانوں کا قتل عام ہوا تھا۔ کروڑوں کی جائدادیں نذر آتش کردی گئی تھیں۔ اسی فساد کے نام پر سیکڑوں مسلم نوجوان ابھی تک جیلوں میں قید وبند کی صعوبتیں جھیل رہے ہیں مگر مقامی کونسلر کی قیادت میں اُن بے غیرت لوگوں نے اپنی بے ضمیری کا ثبوت دیتے ہوئے جس بے دینی کا مظاہرہ کیا ہے اسے تاریخ کبھی معاف نہیں کرے گی۔

خوب یاد رکھیں! رواداری اپنے عقیدے سے دست برادر ہونے کا نام نہیں ہے۔ اگر کوئی غیر مسلم شخص ضرورت مند یا پریشاں حال ہے تو اس کی پریشانی کو حل کیا جائے، انسانی بنیادوں پر اس کی ضرورت پوری کی جائے، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ رواداری کے نام پر عقیدہ توحید کو پامال کریں۔ جن کانوڑیوں کی دیکھ بھال اور میزبانی پر حکومتیں دل و جان سے لگی ہوئی ہیں اُنہیں آپ کی میزبانی کی ضرورت ہے نہ خواہش۔ لیکن مسلمان ہیں کہ زبردستی ان کی خدمت کے لیے مرے جارہے ہیں۔ اس یک—طرفہ بھائی چارگی کو کیا کہا جائے؟

ممکن ہے مشرک نوازی کرنے والے افراد اپنے عمل کو باہمی رواداری اور اخلاق ومروت کا نام دیں مگر اہل ہنود کی نگاہ میں یہ صرف چاپلوسی اور ان کے شدت پسند لیڈروں کا خوف ہے جو ٹوپی والوں سے چوٹی والوں کی خدمت کرا رہا ہے اس لیے براہ کرم اپنے عمل سے اسلام اور مسلمانوں کی رسوائی کا سبب نہ بنیں۔ عزت غلامی اور چاپلوسی میں نہیں غیرت وخودداری سے ملتی ہے۔

ہوڑ سے ہڑبونگ تک

کہتے ہیں وقت پر سلیقے سے کیا گیا کام نوٹ بھی کیا جاتا ہے اور عزت بھی بڑھاتا ہے۔ لیکن تدبر کے فقدان اور کرنے سے زیادہ دکھنے کی چاہت میں جو ہوڑ شروع ہوتی ہے وہ کب ہڑبونگ میں تبدیل ہوجاتی ہے پتا ہی نہیں چلتا۔ اس بار کے یوم آزادی پر علما/ اہل مدارس/تنظیموں اور مسلم عوام کے درمیان ایک ایسی ہی ہڑبونگ مچی ہوئی تھی کہ جیسے بھی ہو، جس طرح بھی ہو بس کسی طور پر حب الوطنی کا اظہار ہوجائے۔ محب وطن دکھنے کی ہوڑ میں عوام تو کیا اچھے خاصے اہل علم وفہم بھی حواس پر قابو نہ رکھ سکے اور خود کو ثابت کرنے کے جنون میں وہ کام تک کر بیٹھے جن سے ان کی دینی حیثیت بھی مجروح ہوئی اور اغیار کی نگاہ میں اپنا وقار بھی کھویا۔

ہڑبونگ کے نمونے

ملک کے تئیں مسلمانوں کی خدمات اور کارناموں سے تاریخ کے صفحات بھرے ہوئے ہیں۔ کوئی انہیں ہزار کوششوں کے باوجود مٹا نہیں سکتا۔ خود کو ثابت وہ کریں جن کا ماضی ان کے حال کے خلاف ہے۔ اگر اسی پہلو پر متانت و سنجیدگی کے ساتھ فوکس کیا جائے تو اس کے مفید نتائج سامنے آتے اور آئیں گے لیکن یہاں تو یہ حال ہے کہ جسے دیکھو وہ اغیار کے بنائے ہوئے ڈھرّے پر ہی چلنے کی کوشش میں لگا ہے تاکہ اس کی حب الوطنی ثابت ہوجائے۔ اس بھاگم بھاگ میں جو حرکات سرزد ہورہی ہیں وہ غیرت وخودداری نہیں بلکہ بے حسی اور بے ضمیری کا اظہار یہ ہیں۔

آزاد مارکیٹ دہلی میں ایک مسجد کے اندر یوم آزادی کی تقریب منعقد کی گئی جس میں باصرار ہندو افراد کو لایا گیا اور مہمان خصوصی بھی ایک پنڈت ہی کو بنایا گیا۔ مدرسے کے طلبہ زمین پر بیٹھے تھے اور ہندو بابا او پر صوفے پر براجمان تھا۔

ایک دینی ادارے میں حب الوطنی کی نظم میں یہ شعر بھی پڑھا گیا:

"وطن جان وایمان سے افضل ہے۔"

(یعنی ترک وطن کی صورت میں ضیاع ایمان کا خطرہ ہے)

مہراج گنج یوپی کے ایک نسواں مدرسے میں ایک لڑکی سے اسٹیج پر ڈانس بھی کرایا گیا۔ ادارے کی معلمات وطالبات کے علاوہ کچھ مرد بھی اس ڈانس پارٹی میں موجود تھے۔

احوال قوم وملت

(کہنے کو ادارے کا قیام لڑکیوں کو عالمہ فاضلہ بنانے کے لیے ہوا ہے لیکن اہل ادارہ کی حرکات دیکھ کر لگتا ہے مستقبل کی فلمی ایکٹریس تیار کرنے کا ارادہ ہے)

کئی مقامات پر علما کی دین دارانہ موجودگی وندے ماترم جیسے شرکیہ نعرے بھی لگائے گئے مگر کسی کو روکنے یا ٹوکنے کی توفیق نہ ہوئی۔

ایک روشن خیال مولانا وندے ماترم کی حمایت میں لکھتے ہیں:

" وندنا کا معنی عبادت نہیں بلکہ احترام اور سلام کرنا ہے۔"

(بلفظ دیگر وندے ماترم پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے)

ہریانہ کے ایک مدرسے میں بابا رام دیو کو مہمان خصوصی بنایا گیا۔(یہ وہی بابا ہے جو علانیہ مسلمانوں کی گردن کاٹنے کا اعلان کر چکا ہے)

دیگر کئی مدارس میں بھی ہندو دانش وران کو بطور خاص مہمان خصوصی بنا کر پیش کیا گیا۔

(تا کہ بوقت ضرورت حب الوطنی کی سند رہے)

ہمارے ایک دوست نے بتایا کہ ان کے ایک دین دار رشتہ دار نے یوم آزادی پر شربت کا اسٹال لگایا اور پورے دن دیش بھکتی پر مشتمل فلمی گانے بجائے۔

ایک مدرسے میں یہ شعر بھی پڑھا گیا؛

" وطن کی مٹی کو ہم ناپاک نہیں کرتے"

(ممکن ہے شاعر صاحب بول و براز کرنے پڑوسی ملک جاتے ہوں)

اس کے علاوہ اسکول/ کالج والوں کی نقالی میں وہ کام بھی انجام دئے گئے جو کسی طور پر علما/ طلبہ اور دین دار افراد کے شایان شان نہیں ہیں، لیکن وفاداری ثابت کرنے کے جنون میں شرکیہ نعرے اور دین سیکھنے والی لڑکیوں کو نچانے جیسے ایمان سوز اور بے غیرتی کے کام انجام دئے گئے۔ کیوں کہ جب کوئی چیز اعصاب پر سوار ہو جائے تو دماغ اسے ہر حال میں پورا کرنے میں جٹ جاتا ہے، بھلے ہی غیروں کا اعتبار حاصل کرنے کے چکر میں دینی حمیت اور غیرت کا جنازہ ہی کیوں نہ نکل جائے۔

عزت خودی سے ہے! کیا اب سے چند سال پہلے تک مدارس/علما اور مذہبی تنظیموں کے درمیان اس طرح کی بھاگم بھاگ اور بے جا کسرتیں نظر آتی تھیں؟

جواب ہے بالکل نہیں! یعنی موجودہ رویوں کی تبدیلی کسی خاص سبب سے ہوئی ہے۔ ہمارا ماننا ہے کہ نہ پہلا رویہ درست تھا اور نہ ہی موجودہ رویہ اچھا ہے۔ پہلے ضرورت سے زیادہ بے اعتنائی برتی گئی اور اب ضرورت سے زیادہ وفاداری دکھانے کی کوشش ہو رہی ہے۔

ایسا نہیں ہے کہ جن لوگوں کو آپ کچھ دکھانے کی کوشش کر رہے ہیں اُنہیں آپ کا ماضی نہیں پتا؟ وہ سب کچھ جانتے ہیں اس لیے آپ کی موجودہ محنتوں کو وہ حب الوطنی نہیں بلکہ گلوخلاصی کی کوشش سمجھ رہے ہیں۔ اس لیے ایسے مواقع پر سنجیدگی اور مومنانہ غیرت کے ساتھ تقریبات کا انعقاد کریں۔ میڈیا ساتھ دے تو بہتر ورنہ سوشل میڈیا کے توسط سے ملک کے تئیں اپنی خدمات اور کارناموں کو تاریخ کی روشنی میں اُجاگر کریں۔ مدارس/علما کی قربانیوں پر سنجیدہ اور مدلل خطابات ہوں۔ انداز معروضی اور اسلوب عام فہم رکھیں۔ کسی بھی طور پر اپنی دینی حمیت اور مومنانہ غیرت کا سودا نہ کریں۔ دنیوی عزت کے لیے دین و ایمان داؤں پر نہ لگائیں کیوں کہ ہماری عزت دنیوی اقتدار سے نہیں مومنانہ کردار سے ہے اگر عزت دنیا کے لیے غیرت ایمانی کا سودا کیا تو سوائے ذلت و رسوائی کے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔

تیری زندگی اسی سے، تیری آبرو اسی سے
جو رہی خودی تو شاہی، نہ رہی تو رُوسیاہی

◆◆◆

قارئین کرام توجہ فرمائیں

ادارہ ہر ماہ پابندی کے ساتھ آپ کو رسالہ بھیجتا ہے مگر ڈاک کی لاپرواہی کی وجہ سے کچھ لوگوں کو رسالہ نہیں پہنچ پاتا، ایسے ممبران سے التماس ہے کہ ہمیں فون کر کے مطلع فرمائیں تا کہ محکمۂ ڈاک میں شکایت کر کے رسالہ پہنچایا جا سکے۔

احوال قوم وملت

از: مولانا خواجہ ساجد عالم مصباحی*

آہ! حضرت شاہ فرہاد عالم لطیفی ابوالعلائی

وفیات

سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی محدث بریلوی (۱۲۷۲-۱۳۴۰) کے مخلص معاصر اور نمایاں رفیق کار یعنی صاحب تصانیف جلیلہ قدوۃ العلما، زبدۃ الفضلا، حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین لطیفی ابوالعلائی قدس سرہما النورانی (۱۲۳۳ھ-۱۳۳۳ھ) کی علمی وروحانی یادگار خانقاہ عالیہ مدرسہ لطیفیہ رحمٰن پور تکیہ شریف، بارسوئی کٹیہار بہار کے صدر اعلیٰ اور مہتمم اوّل قائد ملت ترجمان مسلک اعلیٰ حضرت پیر طریقت حضرت شاہ فرہاد عالم لطیفی ابوالعلائی ۱۹؍جون ۲۰۲۲ء شام پانچ بجے راہی عالم بقا ہو گئے اور ملت ومسلک کے جملہ اصحاب وافراد کو سوگوار اور غمزدہ فرما گئے، ۲۰؍جون ۲۰۲۲ء کو سہ پہر تین بجے آپ کی نماز جنازہ ماہر علوم وفنون شیخ طریقت حضرت علامہ مولانا مفتی شاہ خواجہ نیر عالم لطیفی نعیمی نے پڑھائی، جنازے میں انبوہ کثیر تھا۔

حضرت موصوف مولانا شاہ حفیظ الدین لطیفی علیہ الرحمہ کے حقیقی حفید اور مرجع خلائق وانام، جہان رشد وہدایت حضرت شاہ خواجہ وحید اصغر لطیفی علیہ الرحمۃ القوی (۱۳۱۹ھ/۱۴۰۷ھ) کے منجھلے صاحبزادے تھے، آپ کی تعلیم اسکول وکالج میں ہوئی تھی، گریجویٹ تھے لیکن ہر مو بن میں خانقاہی رنگ وڈھنگ رچا بسا تھا، ۱۳؍سال کی عمر سے جو نماز وروزہ کے پابند ہوئے تو دم واپسیں تک تو یہی حال زندگی وشان بندگی رہا، تعلیم سے فراغت کے بعد والد مکرم وہ مرشد برحق حضرت خواجہ صاحب کی تعمیل حکم میں زراعت کے مشغلے سے جڑ گئے، دو دہائی تک یہی عالم رہا۔

بعض اسباب وعلل کے تحت ۱۹۷۲ء/۱۹۷۱ء میں خانقاہ عالیہ لطیفیہ کا ایک نیا موڑ آیا، اس کی چولیں ہلنے لگیں، ماحول وفضا کشیدگی وتناؤ کے شکار ہو گئے اور حالات وواقعات غم واندوہ اور تشویش وخطرات کی منہ بولتی تصویر بن گئے، ایسی صورتحال میں ہمدرد گروہ علمائے حق وحساس عمائد وصنادید ملت اور دیگر پر جوش خوش عقیدہ وابستگان خانقاہ ہذا نے فی الفور پیش قدمی کی، معاملات ایسے تھے کہ بحث ومباحثہ، تکرار ومناظرہ یہاں تک کہ سیشن کورٹ سے لے کر پٹنہ ہائی کورٹ تک قانونی چارہ جوئی کی نوبت تک آ گئی، خانقاہ ومدرسہ عرصہ تک کے لئے جمود وتعطیل کی بھینٹ چڑھ گئے۔

اس پورے دورانیے میں، خواجۂ علم وفن حضرت علامہ خواجہ مظفر حسین قادری رضوی علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث دار العلوم نور الحق چرہ محمد پور فیض آباد، شہنشاہ علوم ومعارف حضرت علامہ مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ مراد آباد، رئیس الفقہا والمتکلمین حضرت علامہ مفتی ایوب مظہر رضوی علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث دار العلوم وارثیہ گومتی نگر لکھنؤ، کنز الدقائق حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ جیسے مردان کار ورجال باکمال پیش پیش رہے اور ان حضرات کے ایما نیز عوام وخواص کی متفقہ رائے کے تناظر میں خانقاہ عالیہ مدرسہ لطیفیہ کی زمام قیادت حضرت شاہ فرہاد عالم لطیفی کو تفویض ہوئی۔

موصوف نے تقریباً ساڑھے چار عشروں تک اپنے جد کریم حضرت لطیفی علیہ الرحمہ کے اس روحانی وعلمی مرکز کی بڑی جاں نفشانی وجگر کاوی کے ساتھ آبیاری ونگہداشت کی، اس کی تعمیر وترقی، فروغ وعروج میں شاہ کلید کا کردار نبھایا، پرشکوہ دو منزلہ لطیفی جامع مسجد، پانچ کمروں پر مشتمل خلوت خانہ، چار کمروں پر مشتمل عالی شان دو منزلہ مہمان خانہ، اساتذہ کی رہائش گاہیں، حضرت خواجہ صاحب کی کوٹھریاں، ایک وسیع وعریض میٹنگ بقیہ ص ۵۸ پر

* مضمون نگار خانقاہ عالیہ مدرسہ لطیفیہ رحمٰن پور بارسوئی کٹیہار کے سجادہ نشین ہیں۔

فضیلت حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہا

از: محمد اظہر القادری مرکزی
شعبۂ فضیلت جامعۃ الرضا، مرکز نگر، بریلی شریف

ہمارے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے نواسے سے بے حد محبت فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت علامہ مولانا محمد الدین نعیمی ترمذی شریف کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ اس حالت میں تشریف لائے کہ آپ کمبل اوڑھے ہوئے تھے اور اس میں کوئی شے ابھری ہوئی تھی جس سے یہ لگ رہا تھا کہ اس میں ضرور کوئی چیز ہے جسے میں نہیں جانتا تھا۔ جب میں اپنی ضروریات سے فارغ ہوا تو میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ کی آغوش مبارک میں کیا چیز ہے؟ تو آپ نے کمبل مبارک کا کنارہ اٹھایا، تو میں نے دیکھا کہ آپ کی آغوش مبارک میں حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہا جلوہ فگن ہیں۔ پھر آپ نے یہ دعا فرمائی: اللّٰھم انی احبھما فاحبھما و احب من یحبھما۔ **ترجمہ دعا:** اے اللہ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو ان سے محبت فرما اور ان سے محبت فرما جو ان دونوں سے محبت کرتا ہے۔ (ترمذی، مشکوۃ صفحہ ۵۷۰)

اب آپ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان مبارک سے اندازہ لگائیے کہ آپ اپنے نواسوں سے کس قدر محبت فرماتے تھے چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسین منی و انا من الحسین احب اللہ من احب حسینا۔ **ترجمہ:** حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں اور اللہ اس سے محبت کرتا ہے جو حسین سے محبت کرتا ہے۔
(ترمذی ج ۲، ص ۲۴۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن و حسین کو گل عالم فرمایا چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: الحسن و الحسین هما ریحانی من الدنیا۔ **ترجمہ:** حسن اور حسین دونوں میرے دنیا کے پھول ہیں۔ (ترمذی ج ۲، ص ۲۴۱)

اور فرماتے ہیں: ان الحسن و الحسین سیدا شباب اهل الجنة۔ **ترجمہ:** حسن اور حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔
(ترمذی ج ۲، ص ۲۴۲)

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل و کرم ہم سب کو حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سیرت طیبہ پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

◆◆◆

حکومت کی کرسی

از: عرفان رضا قادری چھپروی

حکومت کی کرسی بھی عجب چیز ہے، کوئی اترتا ہے تو کوئی اس پر بیٹھتا ہے، اترنے اور بیٹھنے کا یہ سلسلہ تا قیامت جاری و ساری رہے گا، مگر وہ جو حق کے ساتھ بیٹھا، عدل وانصاف کا پرچم لہرایا، حق کا بول بالا کیا، ظلم وتشدد کا خاتمہ کیا، تو دنیا اسے فراموش نہیں کر پاتی، ہمیشہ دیدہ ودل فرش راہ کئے رہتی ہے، اگرچہ کرسی چلی جاتی ہے، پر کرسی حکومت سے اترنے کے بعد بھی لوگوں کے دلوں پہ اس نیک عادل حکمراں کی حکومت نظر آتی ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادہم، حضرت مخدوم سمناں، حضرت نور الدین جنگی، حضرت محمود غزنوی، حضرت صلاح الدین ایوبی، حضرت اورنگ زیب عالمگیر علیہم الرحمۃ والرضوان جیسے شاہانِ وقت کو کون نہیں جانتا؟ صدیاں گزر گئیں مگر ان کے کارنامے آج بھی روشن اور ان کے نام لیوا آج بھی زندہ ہیں، وہیں کبھی نمرود و شداد، فرعون و یزید جیسے ظالم و جابر بادشاہ بھی کرسی حکومت پر نظر آئے مگر ان ظالموں کی حکومتیں تا دیر نہیں رہیں، چند سالوں بعد ہی وہ صفحۂ دہر سے ہمیشہ کے لئے مٹ گئے اور ایسے مٹے کہ آج کوئی ان کا نام لینے والا روئے زمین پر نہیں ہے اور نا ہی اپنے بچوں کا نام کوئی نمرود و شداد، فرعون و یزید رکھنا پسند کرتا بقیہ ص ۶۴ پر

مختصرات

حوض کوثر ترا، باغاتِ اِرَم تیرے ہیں

(از: مولانا سلمان رضا فریدیؔ، مسقط عمان

اے مسلمان! اگر شاہِ اُمم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں
تیری فطرت میں ہیں گر حُبِ نبی کے جوہر
پھر تو ہر ایک بلندی پہ قدم تیرے ہیں
سَروَرِ دیں سے وفا، شوکت و اعزاز کی روح
اُن کے فرمان پہ چل! جاہ و حَشَم تیرے ہیں
ہے زمانے میں سدا، عشقِ نبی ہی غالب
اُن کا بَن جا! تو قیادت کے عَلَم تیرے ہیں
نام پر اُن کے لٹا، پہلے مَتاعِ ہستی
پھر ذرا دیکھ! کہ کیا ناز و نِعَم تیرے ہیں
حِفظِ ناموسِ رسالت میں اگر موت آئی
حوض کوثر ترا، باغاتِ اِرَم تیرے ہیں
ان کی سُنَّت کو جو سرمایۂ ہستی کر لے
تخت و تاج و ظَفَر و دام و درم تیرے ہیں
دل کے پیمانے میں بھر! یادِ نبی کے آنسو
سب بدل جائیں گے خوشیوں سے، جو غم تیرے ہیں
تجھ سے راضی ہیں جو اللہ رسول اے مومن
پھر تو دارین کی عزت کے حرم تیرے ہیں
قولِ رب لکھ گیے کیا خوب، فریدیؔ! اقبال
کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

ہم اہل سنن کی ہیں جاں اعلیٰ حضرت

(از: نواسۂ حضور تحسین ملت مولانا محمد حسنؔ رضا خان تحسینی

امام صف عالماں اعلیٰ حضرت
سراج روسا کاں اعلیٰ حضرت
برائے محبان ہیں ابر باراں
عدو پر ہیں برق تپاں اعلیٰ حضرت
فزوں تر ہے پرواز مرغ خرد سے
تیرے فضل کا آسماں اعلیٰ حضرت
پلایا ہمیں جام عشق رسالت
ہم اہل سنن کی ہیں جاں اعلیٰ حضرت
رسول و صحابہ کے مسلک کا سچا
ہے مسلک ترا ترجماں اعلیٰ حضرت
بگاڑے گی کیا میرا باد مخالف
ہیں کشتی کے جب بادباں اعلیٰ حضرت
حسنؔ کیوں نہ ہوں اپنی قسمت پہ نازاں
ہیں میرے بڑے ناناجاں اعلیٰ حضرت

فدائے ساقی کوثر بریلی کے مجدد ہیں

(از: مولانا محمد جسیم اکرم مرکزی

جنون عشق کے خُوگر بریلی کے مجدد ہیں
فدائے ساقیِ کوثر بریلی کے مجدد ہیں
جمالِ شاہِ بحر و بر بریلی کے مجدد ہیں
جلالِ فاتح خیبر بریلی کے مجدد ہیں
جنھیں کہتی ہے دنیا معجزہ شاہ عرب کا وہ
عطائے حضرت داور بریلی کے مجدد ہیں
کبھی اہل دُوَل کی مدح خوانی وہ نہیں کرتے
گدائے شافعِ محشر بریلی کے مجدد ہیں
چلو دربار میں ان کے ضیائے قلب کی خاطر
زمانے میں ضیا گستر بریلی کے مجدد ہیں
وہ ایسے متّقی ہیں جن پہ تقوی ناز کرتا ہے
مکمل طیِّب و اطہر بریلی کے مجدد ہیں
سخاوت بردباری میں ریاضت انکساری میں
کمالِ پرتوِ شبر بریلی کے مجدد ہیں
یتیموں بے سہاروں بے کسوں کے واسطے بے شک
شہِ کونین کے مظہر بریلی کے مجدد ہیں
نگاہِ شوق سے حور و ملک بھی تکتے ہیں جن کو
وہ قصر خلد کے جھومر بریلی کے مجدد ہیں

انوکھی ذات ہے ان کی انوکھی بات ہے ان کی
فَلاح وخیر کے محور بریلی کے مجدد ہیں

کبھی بھی مسلک احمد رضا سے پھر نہیں سکتے
وہ جن کے واسطے سرور بریلی کے مجدد ہیں

سخن بھی جان دیتا ہے تبسم ریز ہونٹوں پر
بڑے دلکش سخن پرور بریلی کے مجدد ہیں

حوالے نوک خامہ پر نہ مچلے کیوں بھلا کاغذ
حوالہ جات کے مصدر بریلی کے مجدد ہیں

سخی ابن سخی ہیں وہ ولی ابن ولی ہیں وہ
وہ میری زیست کے رہبر بریلی کے مجدد ہیں

فقیہانِ عرب سرخم کیے رہتے ہیں چوکھٹ پر
علوم دین کے پیکر بریلی کے مجدد ہیں

ستائے گا کوئی کیسے ہر اک راہ مصیبت میں
مرے حامی مرے یاور بریلی کے مجدد ہیں

جنھیں حِلّ وحَرم نے پیشوائے سنیت مانا
وہ چرخ علم کے نیّر بریلی کے مجدد ہیں

بھلا کیسے خریدے کوئی ان کو مال و دولت سے
بکے جب دست مرشد پر بریلی کے مجدد ہیں

مصنف بھی مبلغ بھی ہر اک میدان کے غازی
سراپا قاطع ہر شر بریلی کے مجدد ہیں

یہ مانا آسماں کا حسن بھی ہے دلنشیں لیکن
زمیں کی گود میں اختر بریلی کے مجدد ہیں

وہابی اور نجدی سے بچانے کے لیے ہم کو
ہمارے قلب کے اندر بریلی کے مجدد ہیں

وہ اپنے درمیاں ہیں نرم ریشم کی طرح لیکن
وہابی کے لیے نشتر بریلی کے مجدد ہیں

بیاں جو کچھ کروں سب ہے سمجھنے کے لیے ورنہ
مری تخئیل سے بڑھ کر بریلی کے مجدد ہیں

گلستان نقی ابن علی خاں کے جسیم اکرم
گل لالہ گل احمر بریلی کے مجدد ہیں

مفتی اعظم کی ہیں بے شک دعا عسجد میاں

از: مولانا محمد اشرف رضا قادری

ظلمت شب میں عقیدت کی ضیا عسجد میاں
پھول خوشبو رنگ اور باد صبا عسجد میاں

حجۃ الاسلام کا حسن عطا عسجد میاں
مفتی اعظم کی ہیں بیشک دعا عسجد میاں

اہل سنت کے چمن میں آگئی تازہ بہار
جھوم کر برسے ہیں یوں بنکر گھٹا عسجد میاں

چھا رہے ہیں حضرت اختر رضا خاں کی طرح
جانشین حضرت اختر رضا عسجد میاں

خاندان اعلی حضرت کا لیا جب جائزہ
آپ تو آئے نظر سب سے جدا عسجد میاں

درمیان اہل سنت پھوٹ جو ہیں ڈالتے
ان سے رہتے ہیں ہمیشہ ہی خفا عسجد میاں

یہ مریضان جہاں کے کان میں کہہ دیجئے
روح، دل دونوں کی ہیں اچھی دوا عسجد میاں

درمیان اہل سنت ہے مسائل کا ہجوم
دھیرے دھیرے حل کریں گے مسئلہ عسجد میاں

نسبت احمد رضا ہے کامیابی کی سند
اس کا کرتے ہیں ہمیشہ تذکرہ عسجد میاں

حضرت اختر رضا خاں تک پہنچنے کے لئے
ہیں مکمل ایک سیدھا راستہ عسجد میاں

حق کی ترویج واشاعت اور تحفظ کے لئے
دل میں رکھتے ہیں انوکھا حوصلہ عسجد میاں

سب ہی علمی ہستیاں ہیں خانوادے میں مگر
آبروئے خانقاہ رضویہ عسجد میاں

مفتی اعظم کے گھر میں پرورش ان کی ہوئی
اس لیے رکھتے ہیں اونچا مرتبہ عسجد میاں

دوست اور احباب کی خواہش کی یہ تکمیل ہے
ہیں گُل اشرف یہ سب تجھ پر فدا عسجد میاں

الجامعۃ الرضویہ پٹنہ میں عرس صدر الافاضل

پٹنہ 19/جولائی (پریس ریلیز) خلیفۂ اعلیٰ حضرت حضور صدرالافاضل حضرت مولانا مفتی سید نعیم الدین مرادآبادی (۱۸۸۳ء/ ۱۹۴۸ء) بھرپور شخصیت کے مالک تھے، ان کا زمانہ اہل علم کا زمانہ تھا، وہ اپنے علم وفضل کے باعث بھیڑ میں تنہا نظر آتے تھے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کے خلفا میں کئی جہتوں سے وہ ممتاز ومنفرد تھے، انہوں نے ملکی حالات کے تحت آل انڈیا سنی کانفرنس کی بنیاد رکھی اور اس کی موثر قیادت کی، بیس ہزار سے زائد علما ومشائخ اس تنظیم کے رکن تھے۔ انہوں نے باطل کو کبھی سر اٹھانے کا موقع نہیں دیا، انہوں نے پادریوں سے بھی کئی کامیاب مناظرے کیے، ان خیالات کا اظہار عرس صدرالافاضل میں جامعہ کے سرپرست اور دارالعلوم خیریہ نظامیہ کے سربراہ حضرت مولانا مفتی محمد ملک الظفر سہسرامی نے اپنے آن لائن خطاب میں کیا۔

تقریبات عرس کی صدارت جامعہ کے نائب سرپرست حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صدیقی نے کی، انہوں نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ حضور صدرالافاضل اکیڈمک شخصیت کے مالک تھے، وہ اپنے عہد کے ہر نشیب وفراز کے عارف تھے، انہوں نے مسلمانوں کی ہر شعبۂ زندگی میں نمائندگی کے فرائض انجام دیئے، وہ علم پہ حاوی تھے یا علم ان پہ حاوی تھا یہ کہنا ذرا مشکل ہے، انہوں نے تدریسی اور تحریری دنیا میں بھی اپنی ایک جداگانہ شناخت بنائی تھی، ان کے تلامذہ میں فقہا، مناطقہ، فلاسفہ اور محدثین کی طویل فہرست ہے، ان کی علمی، فکری اور لسانی صلاحیتوں پہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کو کامل اعتماد تھا، یہی وجہ ہے کہ جب ''کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن'' پہ تفسیر لکھنے کا مسئلہ سامنے آیا تو آپ نے اپنے خلفا کے ہجوم میں صدرالافاضل کا انتخاب فرمایا، صحافتی دنیا میں بھی صدرالافاضل کا مرتبہ بہت بلند ہے، اس حوالے سے ماہنامہ ''السواد اعظم'' کی فائلیں دیکھی جاسکتی ہیں۔ ان کی تالیفات وتصنیفات حوالوں کے کام آتی ہیں، وہ مستقبل شناس تھے، ان کی روداد زندگی سے اسے سمجھا جاسکتا ہے، انہوں نے غیر منقسم ہندوستان میں مسلم امہ کی سالمیت کے لیے کئی کامیاب تحریکات کو وجود بخشا، حالات کے گرم تھپیڑوں نے مسلمانوں کو تاش کے پتوں کی طرح بکھیر کر رکھ دیا تھا، ایسے نازک حالات میں آپ نے مسلمانوں کو اجتماعیت کا بھرپور تصور دیا اور اس کے خطوط متعین کیے، انہوں نے ملک میں باوقار زندگی کے لیے جوڑ گر بنائی تھی اگر اس پہ عملی طور پر چل کر دکھایا جاتا تو آج ملک میں مسلمانوں کے حالات مختلف ہوتے۔

حضرت مولانا محبوب گوہر نے نظامت کے فرائض انجام دیئے، حضرت مولانا قاری قیصر رضا رضوی پرنسپل جامعہ ہٰذا نے تلاوت قرآن اور منقبت سے سامعین کو خوب خوب محظوظ کیا جامعہ کے طلبہ نے بھی اپنی پرخلوص عقیدت کا اظہار کیا، جامعہ کے سکریٹری سید محمد ولی الدین رضوی نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور حضرت مولانا محمد سرفراز عالم رضوی کی پر درد دعا پہ محفل عرس اختتام پذیر ہوئی۔

◆◆◆

ص ۵۴/ کا بقیہ..........

ہال بنام ''وحید منزل''، حضرت لطیفی کے مزار پاک میں سنگ مرمر وٹائلس کی فٹنگ، حضرت خواجہ صاحب کا مزار شریف، آپ کے شوق وجذبۂ تعمیر وتشکیل کے یہ وہ نمونے ہیں جو آپ کو تادیر یادوں کی بارات میں دولہا بنائے رکھیں گے، آپ حضرت علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی، حضرت علامہ غلام مجتبیٰ اشرفی کے محبوب نظر وقراردل تھے، جب کہ حضرت علامہ مفتی ایوب مظہر رضوی، حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری آپ کے دیرینہ اور مخلص ہم نشینوں میں تھے، آج یہاں آپ کے پاکیزہ خوابوں کی حسین تعبیر کے طور پر سب کچھ موجود ہے مگر یہاں در و دیوار کہہ رہے ہیں۔ ؎

زمانہ بڑے غور سے سن رہا تھا
تم ہی سو گئے داستاں کہتے کہتے

◆◆◆

सुन्नी दुनिया में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोट:-

1. तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।
2. वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।
3. पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2020-2022

SEPTEMBER-2022
PAGES 60 WITH COVER

PER COPY : ₹ 25.00
PER YEAR : 300.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan



ربیع الثانی ۱۴۴۴ھ/ نومبر ۲۰۲۲ء
NOVEMBER-2022 Rs. 25/-

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

مدیر اعلیٰ مدظلہ العالی

- شان غوث اعظم
- غوث اعظم کی ولادت اور اکابرین کی بشارت
- حضور غوث اعظم اور ان کے ابتدائی حالات

- قبر کی زندگی
- ابلیسی خاندان اپنے مشن پر
- مخدوم بہار اور امام احمد رضا
- شرک کے بڑھتے سائے
- اہل بیت اطہار و صحابۂ کرام کی محبت
- ملّا خواجہ بہاری! ایک عظیم فقیہ و محدث
- اعلیٰ حضرت کے لئے "فاضل بریلوی" کا لقب کتنا صحیح؟
- قادیانی فتنہ! اسلام کے خلاف اہل کلیسا کی سازش
- دیوان نوری میں ہندی اور علاقائی زبانوں کا استعمال



مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی،
مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی
وارثِ علومِ اعلیٰ حضرت عکسِ حجۃ الاسلام ثانی
مفتیٔ اعظم نور دیدۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خاں قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشینِ تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائدِ ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خاں قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

اہل سنت و جماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنّی دُنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

شمارہ نمبر ۱۱
Issue No. 11
Vol. 7 جلد نمبر ۷

۱۴۴۴ھ
ربیع الثانی
نومبر ۲۰۲۲ء

مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

تزئین کار

عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک)
آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

محمد تمہید خان عرشی
فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے
سالانہ ۳۰۰ روپے سادہ ڈاک سے
سالانہ ۵۵۰ روپے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے
امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ

قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح 9 بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 8755096981 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ہدایت

اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

Contact Address

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

Email:
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

رابطہ کا پتہ
ماہنامہ سنّی دُنیا
۸۲/سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

اڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲/سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مشمولات

مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

غوث اعظم کی ولادت اور اکابرین کی بشارت

آقا سب نبیوں میں افضل تو ہے سب ولیوں سے برتر
ان کا ماہ ربیع الاوّل تیرا ماہ ربیع الثانی

محبوب سبحانی، غوث لاثانی، حضور غوث اعظم جیلانی قدس سرہ الربانی کی ذات گرامی اکناف عالم میں مسلم الثبوت ہے، جس طرح مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات بابرکات انبیا ورسل میں بزرگ و برتر ہے، اسی طرح حضور غوث اعظم کی ذات ستودہ صفات تمام اولیا میں بزرگ و برتر ہے، اللہ رب العزت نے انھیں دین متین کے احیا کے لئے اس دنیائے رنگ وبو میں وجود بخشا، یہی وجہ ہے کہ آپ کا ایک لقب ''محی الدین'' بھی ہے، جب ذات بڑی ہو تو اس کی آمد کا اہتمام بھی بڑا ہوتا ہے، چناں چہ امام الاولیا حضور غوث اعظم کی ولادت باسعادت سے پیشتر ہی آپ کی ولادت کی بشارت امام الانبیا کے ساتھ ساتھ دیگر اکابرین امت نے اہل جہاں کو دے دی تھی، اہل صفا آپ کی ولادت کے شدت سے منتظر تھے۔

غوث اعظم کی ولادت اور رسول اعظم کی بشارت

مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضور غوث اعظم کے والد گرامی حضرت سیدنا ابوصالح سید موسیٰ جنگی دوست قدس سرہ العزیز کو یوم ولادت یوں بشارت دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''یا اباصالح اعطاك الله ابنا وهو ولي و محبوبي و محبوب الله تعالیٰ وسیکون له شان في الاولیاء و الاقطاب کشاني بین الانبیاء والرسل۔ یعنی اے ابوصالح! اللہ رب العزت نے تم کو ایسا فرزند عطا فرمایا ہے، جو ولی ہے اور وہ میرا اور اللہ جل شانہ کا محبوب ہے اور اس کی اولیا اور اقطاب میں وہی شان ہوگی جیسی انبیا و رسل علیہم السلام میں میری شان ہے۔'' (سیرت غوث الثقلین، ص ۵۵)

حضرت سیدنا ابوصالح سید موسیٰ جنگی دوست قدس سرہ العزیز بیان فرماتے ہیں کہ عبد القادر کی ولادت کی شب میں نے مشاہدہ کیا کہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابۂ کرام اور اولیائے عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ان کے گھر جلوہ افروز ہیں اور انھیں خطاب فرما کر بشارت سے نواز رہے ہیں۔

دیگر انبیائے کرام کی بشارت

آپ کے والد گرامی مزید فرماتے ہیں کہ انھیں خواب میں مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے یہ بشارت دی کہ ''تمام اولیاء اللہ تمہارے فرزند ارجمند کے مطیع ہوں گے اور ان کی گردنوں پر ان کا قدم مبارک ہوگا۔'' (سیرت غوث الثقلین، ص ۵۵)

جس کی منبر بنی گردن اولیا
اس قدم کی کرامت پہ لاکھوں سلام

حضرت جنید بغدادی قدس سرہ العزیز کی بشارت

حضرت جنید بغدادی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے عالم غیب سے معلوم ہوا کہ پانچویں صدی کے وسط میں مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد اطہار میں سے ایک قطب عالم ہوگا، جس کا لقب ''محی الدین'' اور اسم مبارک سید ''عبد القادر'' ہوا، وہ غوث اعظم ہوگا اور جیلان میں پیدائش ہوگی، اس کو خاتم الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اولاد اطہار میں سے ائمہ کرام اور صحابۂ کرام کے علاوہ اوّلین و آخرین کے ''ہر ولی اور ولیہ کی گردن پر میرا قدم ہے'' کہنے کا حکم ہوگا۔ (سیرت غوث الثقلین، ص ۵۷)

حضرت حسن بصری قدس سرہ العزیز کی بشارت

حضرت سیدنا حسن بصری قدس سرہ العزیز نے اپنے زمانۂ مبارک سے لے کر حضور غوث اعظم شیخ محی الدین بقیہ ص ۵۵ پر

اداریہ

از: مفتی محمد اسلم رضا میمن*

قبر کی زندگی

اسلامیات

بحیثیت مسلمان ہمارا یہ عقیدہ وایمان ہے، کہ اس دنیا میں ہر شخص ایک مقرّرہ وقت تک رہے گا، اس کی عمر محدود ہے، جس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوگی، اس کے بعد اس کی موت واقع ہوجائے گی اور وہ اس دنیا سے کوچ کر کے عالمِ بَرزخ کی طرف منتقل ہوجائے گا، جسے عام طَور پر قبر کی زندگی کہا جاتا ہے۔

مرنے والے سے قبر کا سلوک

مرنے والا شخص اگر بندۂ مؤمن اور نیک ہے، تو قبر اس کا خوشی سے استقبال کرتی ہے، اس کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آتی ہے، اس کی قبر کو حدِّ نگاہ تک وسیع کر دیا جاتا ہے، اس شخص کو جنّتی لباس پہنایا جاتا ہے، اس کی قبر میں جنّتی فرش بچھایا جاتا ہے، نیز اسے جنتیوں کا سا پروٹوکول (Protocol) اور سہولیات مہیّا کی جاتی ہیں! اس کے برعکس مرنے والا شخص اگر فاسق وفاجر، گنہگار یا کافر ہے، تو اس کی قبر ناپسندیدگی اور بیزاری کا اظہار کرتی ہے، اسے اس قدر زور سے دباتی ہے، کہ اس کی پسلیاں ٹوٹ پھوٹ کر باہم پیوست ہوجاتی ہیں، فرشتے اسے لوہے کی سلاخوں (Iron Rods) سے مارتے ہیں، اس کی قبر میں جہنّم کی ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے اور روزِ حشر تک اسے مختلف قسم کے عذاب میں مبتلا رکھا جاتا ہے۔

قبر کی پکار

آج ہمارے شب وروز غفلت کی نذر ہورہے ہیں، ہم دنیا کی رنگینیوں اور عیش کوشیوں میں پڑے ہیں، ہمیں اپنی موت اور آخرت کی شاید کوئی فکر نہیں! جبکہ ہماری زندگی کا ہر گزرتا لمحہ، ہمیں اپنی موت سے قریب کر رہا ہے! جب اس دنیا میں ہمارا وقت پورا ہوجائے گا، ہماری زندگی تمام ہوجائے گی، موت کا فرشتہ فوراً ہماری رُوح قبض کرلے گا اور ہمیں منوں مٹی تلے قبر میں دفن کر دیا جائے گا، آج ہم اپنی موت اور قبر کو بھلا بیٹھے ہیں، جبکہ ہماری قبر ہمیں روزانہ یاد کرتی ہے، ہمیں یاددہانی کرواتی ہے کہ اے غافل انسان! ایک دن تمہیں میرے پاس آنا ہے! اور میری تاریکی، وحشت اور ہولناکی کا سامنا کرنا ہے۔

لہٰذا موت سے پہلے زندگی کو غنیمت جانو! اور میرا سامنا کرنے کے لیے تیاری کرو! اگر تم صاحبِ ایمان ہوئے اور تمہارے اعمال اچھے ہوئے، تو میں تمہیں خوش آمدید کہوں گی، اور تمہارے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤں گی! اور اگر تم گنہگار یا کافر ہوئے تو تمہیں میرے اندر عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا، قبر کی اس پکار کے بارے میں حضرت سیّدنا ابوسعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسولِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’فَإِنَّهُ لَمْ يَأْتِ عَلَى الْقَبْرِ يَوْمٌ إِلاَّ تَكَلَّمَ فَيَقُولُ: أَنَا بَيْتُ الْغُرْبَةِ، وَأَنَا بَيْتُ الوَحْدَةِ، وَأَنَا بَيْتُ التُّرَابِ، وَأَنَا بَيْتُ الدُّودِ، فَإِذَا دُفِنَ العَبْدُ الْمُؤْمِنُ قَالَ لَهُ القَبْرُ: مَرْحَباً وَأَهْلاً، أَمَا إِنْ كُنْتَ لَأَحَبَّ مَنْ يَمْشِي عَلَى ظَهْرِي إِلَيَّ، فَإِذْ وُلِّيتُكَ اليَوْمَ وَصِرْتَ إِلَيَّ، فَسَتَرَى صَنِيعِي بِكَ! قَالَ: فَيَتَّسِعُ لَهُ مَدَّ بَصَرِهِ، وَ يُفْتَحُ لَهُ بَابٌ إِلَى الجَنَّةِ. وَإِذَا دُفِنَ العَبْدُ الفَاجِرُ أَوِ الكَافِرُ، قَالَ لَهُ القَبْرُ: لَا مَرْحَباً وَلَا أَهْلاً! أَمَا إِنْ كُنْتَ لَأَبْغَضَ مَنْ يَمْشِي عَلَى ظَهْرِي إِلَيَّ، فَإِذْ وُلِّيتُكَ اليَوْمَ وَصِرْتَ إِلَيَّ، فَسَتَرَى صَنِيعِي بِكَ! قَالَ: فَيَلْتَئِمُ عَلَيْهِ حَتَّى يَلْتَقِيَ عَلَيْهِ، وَ تَخْتَلِفَ أَضْلَاعُهُ۔ (۱) قبر روزانہ کلام کرتی ہے اور کہتی ہے کہ میں غربت اور تنہائی کا گھر ہوں، میں خاک اور کیڑے مکوڑوں کا گھر ہوں، پھر جب کوئی بندۂ مؤمن اس میں دفن ہوتا ہے تو خوشی سے اس کا

* مضمون نگار وزارت اوقاف ابوظبی کے مفتی ہیں۔

استقبال کرتی ہے (اور کہتی ہے) کہ میری پشت پر چلنے والے لوگوں میں تُو مجھے بڑا پیارا تھا، اب تو میری طرف آ گیا ہے، تو میں تیری نگہبان ہوں! تو اپنے ساتھ میرے حسنِ سلوک کو دیکھے گا! پھر قبر حدِّ نگاہ تک وسیع ہو جاتی ہے اور اس کے لیے جنّت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور جب کوئی گنہگار یا کافر شخص قبر میں جاتا ہے، تو قبر اسے کہتی ہے کہ تیرے آنے کی نہ کوئی خوشی ہے نہ استقبال! بلکہ جو لوگ (اپنی زندگی میں) میری پُشت پر چلتے تھے، تُو ان میں مجھے ناپسند تھا، اب تُو میرے حوالے اور میری گود میں ہے، لہٰذا میں تیرا جو حشر کروں گی، تو دیکھے گا، پھر اس گنہگار شخص کو قبر زور سے دباتی ہے، جس کے باعث اس کی پسلیاں ٹوٹ پھوٹ کر خلط ملط اور باہم پیوست ہو جاتی ہیں۔''

قبر! آخرت کی پہلی منزل

حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسی قبر کے پاس آتے، تو اس قدر روتے کہ آپ کی داڑھی شریف آنسوؤں سے تر ہو جاتی، ایک بار آپ سے عرض کی گئی، کہ جنّت اور دوزخ کا ذکر کر کے تو آپ اتنا نہیں روتے، تو پھر قبر کے مُعاملے میں اس قدر گریہ وزاری کیوں؟ سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواباً ارشاد فرمایا، کہ تاجدارِ رسالت ﷺ نے فرمایا:

''إِنَّ الْقَبْرَ أَوَّلُ مَنْزِلٍ مِنْ مَنَازِلِ الآخِرَةِ، فَإِنْ نَجَا مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَيْسَرُ مِنْهُ، وَإِنْ لَمْ يَنْجُ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَشَدُّ مِنْهُ۔ (۲) قبر آخرت کی منازل میں سے پہلی منزل ہے، اگر کوئی اس سے نجات پا گیا تو بعد والا مُعاملہ اس سے آسان ہوگا اور اگر اس سے نجات نہ ہوئی، تو بعد والا مُعاملہ اس سے بھی زیادہ سخت ہوگا۔''

قبر! جنّت کا باغ یا جہنّم کا گڑھا؟

حضرت سیّدنا ابو سعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''إِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ، أَوْ حُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ النَّارِ۔ (۳) یقیناً قبر جنّت کا باغ ہے، یا (بُرے اعمال کی صورت میں) جہنّم کا گڑھا ہے۔''

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ لقمۂ اجل بننے سے پہلے پہلے، اپنی قبر اور آخرت کا ساماں کریں، نیک اعمال کریں، پنجوقتہ نماز باجماعت اور روزوں کا اہتمام کریں، پابندی سے ہر سال زکاۃ ادا کریں، جو صاحبِ استطاعت ہیں وہ فریضۂ حج ادا کریں، ناپ تول میں کمی اور اشیا میں ملاوٹ سے گریز کریں، جھوٹ، چغلی، غیبت، حسد، وعدہ خلافی، بداَخلاقی اور امانت میں خیانت سے بچیں، نیز شراب نوشی، بدکاری، سُود خوری، نیز ہر قسم کے ظلم و زیادتی سے کوسوں دُور رہیں۔

قبر میں نیک لوگوں کا طرزِ عمل

جب اللہ کے نیک اور پرہیزگار بندے وفات پاتے ہیں، تو انہیں قبر میں غروبِ آفتاب کا وقت نظر آتا ہے، انہیں یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ان کی نمازِ عصر قضا ہونے والی ہے، حضرت سیّدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرورِ دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''إِذَا دَخَلَ الْمَيِّتُ الْقَبْرَ، مُثِّلَتِ الشَّمْسُ عِنْدَ غُرُوبِهَا، فَيَجْلِسُ يَمْسَحُ عَيْنَيْهِ، وَيَقُولُ: دَعُونِي أُصَلِّي۔ (۴) جب میّت قبر میں پہنچتی ہے، تو اُسے سورج غروب ہوتا دکھائی دیتا ہے، وہ آنکھیں ملتا ہوا اٹھ بیٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے چھوڑو، نماز پڑھ لینے دو۔''

ایک طرف اللہ تعالیٰ کے وہ نیک بندے جنہیں مرنے کے بعد بھی اپنی نمازوں کی فکر ہے اور دوسری طرف ہم ہیں کہ دنیا میں رہنے کے باوجود، اپنی قضا ہوتی نمازوں کی پرواہ نہیں کرتے، ہم لوگ دنیاوی مَشاغل اور دنیاداری کے باعث غافل ہو چکے ہیں، اپنے کام دھندوں اور کھیل کود کے باعث ہمیں نماز کے لیے فرصت کے لمحات میسّر نہیں آتے۔ ؎

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے
جہاں میں ہیں عبرت کے ہر سُو نمونے
مگر تجھ کو اندھا کیا رنگ و بُو نے

کبھی غور سے بھی یہ دیکھا ہے تُو نے
جو معمور تھے وہ محل اب ہیں سُونے
یہی تجھ کو دُھن ہے رہوں سب سے بالا
ہو زینت نرالی ہو فیشن نرالا
جیا کرتا ہے کیا یونہی مرنے والا
تجھے حُسنِ ظاہر نے دھوکے میں ڈالا
کوئی تیری غفلت کی ہے انتہا
جنوں چھوڑ کر اب ہوش میں آ بھی
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

یاد رکھیے! اگر موت سے پہلے اور تنگ و تاریک اور گہری قبر میں اترنے سے قبل، ہم نے اپنی اِصلاح نہ کی، خود کو پنجوقتہ نماز کا پابند نہ بنایا اور فرائض وواجبات میں سُستی، کاہلی اور غفلت برتنے کا یہ سلسلہ فوری طور پر ختم نہ کیا، تو جہنّم کا "ہَب ہَب" نامی کنواں انتظار میں ہے، نمازوں کی پرواہ نہ کرنے والوں کے بارے میں ارشاد باری تعالی ہے:

''فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوۡفَ يَلۡقَوۡنَ غَيًّا۔(۵) " تو اُن کے بعد اُن کی جگہ وہ ناخلف آئے، جنہوں نے اپنی نمازیں گنوائیں اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے، تو عنقریب وہ دوزخ میں "غَیّ" کا جنگل پائیں گے۔''

صدرالشریعہ بدرالطریقہ، مفتی امجد علی اعظمی "غَیّ" سے متعلق فرماتے ہیں کہ:

"غَیّ" جہنّم میں ایک وادی کا نام ہے، جس کی گرمی اور گہرائی سب سے زیادہ ہے، اس میں ایک کنواں ہے، جس کا نام "ہب ہب" ہے، جب جہنّم کی آگ بجھنے پر آتی ہے، تو اللہ رب العالمین اس کنوئیں کو کھول دیتا ہے، جس سے وہ بدستور (پہلے کی طرح) بھڑکنے لگتی ہے، یہ کنواں بےنمازیوں، زانیوں، شرابیوں، سُودخوروں اور ماں باپ کے نافرمانوں کے لیے ہے۔''(۶)

سوالاتِ قبر کا مرحلہ

تدفین سے فارغ ہو کر جب لوگ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں، تو سوال وجواب کے لیے قبر میں نہایت ڈراؤنی اور ہیبت ناک شکل کے دو فرشتے آتے ہیں، جنہیں منکر نکیر کہا جاتا ہے، اُن کے بدن کی رنگت سیاہ ہے، ان کی آنکھیں سیاہ اور نیلی ہیں، جو سائز میں دیگ کے برابر ہیں اور اُن سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں، ان کے مُہیب وخوفناک بال سر سے پاؤں تک لٹکے ہوئے ہیں، اُن کے دانت کئی ہاتھ لمبے ہیں، وہ اپنے دانتوں سے زمین چیرتے ہوئے قبر میں آئیں گے، مردے کو جھنجھوڑ کر بٹھائیں گے اور نہایت سختی کے ساتھ کرخت آواز میں اس سے تین 3 سوال کریں گے: (1) تیرا رب کون ہے؟ (2) تیرا دین کیا ہے؟ (3) اور تیرا نبی کون ہیں؟''(۷)

حضرت سیدنا براء بن عازِب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے آیتِ مبارکہ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِالۡقَوۡلِ الثَّابِتِ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَفِى الۡاٰخِرَةِ۔ (۸) اللہ ایمان والوں کو دنیا وآخرت کی زندگی میں حق پر ثابت قدم رکھتا ہے" کی تفسیر میں ارشاد فرمایا:

''فِي الْقَبْرِ إِذَا قِيلَ لَهُ: (1) مَنْ رَبُّكَ؟ (2) وَمَا دِينُكَ؟ (3) وَمَنْ نَبِيُّكَ؟ (۹) (اس آیتِ مبارکہ میں) قبر میں (اُس وقت کلمۂ حق پر ثابت قدمی مراد ہے، جب صاحبِ قبر سے یہ) سوالات پوچھے جائیں گے: (1) تیرا رب کون ہے؟ (2) تیرا دین کیا ہے؟ اور (3) تیرا نبی کون ہیں؟''

قبر میں مسلمان اور کافر کے جوابات

مرنے والا شخص اگر نیک، صالح اور مسلمان ہے، تو وہ اَحسن انداز میں سوالاتِ قبر کے جواب دے کر سُرخرو ہوگا، حضرت سیدنا براء بن عازِب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''فَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ، فَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ، فَيُجْلِسَانِهِ، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَنْ رَبُّكَ؟ فَيَقُولُ: رَبِّيَ اللّٰهُ، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا دِينُكَ؟ فَيَقُولُ: دِينِيَ الْإِسْلَامُ، فَيَقُولَانِ لَهُ:

مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ؟ فَيَقُولُ: هُوَ رَسُولُ اللهِ، فَيَقُولَانِ لَهُ: وَمَا عِلْمُكَ؟ فَيَقُولُ: قَرَأْتُ كِتَابَ اللهِ، فَآمَنْتُ بِهِ وَصَدَّقْتُ، فَيُنَادِي مُنَادٍ فِي السَّمَاءِ: أَنْ صَدَقَ عَبْدِي، فَأَفْرِشُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَأَلْبِسُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى الْجَنَّةِ۔ پھر اُس بندۂ مؤمن کی رُوح اس کے جسم میں لَوٹا دی جاتی ہے اوراس کے پاس دو فرشتے آتے، اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں: تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: میرا رب اللہ ہے، پھر وہ پوچھتے ہیں: تیرا دین کیا ہے؟ تو وہ جواب دیتا ہے: میرا دین اسلام ہے، (اس کے بعد) فرشتے اس سے پوچھتے ہیں: دنیا میں تم اس شخصیت (نبی کریم ﷺ) کے بارے میں کیا کہتے تھے، جو تم میں بھیجے گئے تھے؟ تو وہ جواب دیتا ہے: یہ اللہ کے رسول ہیں، وہ پوچھتے ہیں: تمہیں کیسے پتا چلا؟ وہ جواب دیتا ہے: میں نے قرآنِ حکیم پڑھا، اس پر ایمان لایا اوراس کی تصدیق کی پھر آسمان سے ندا آئے گی کہ میرے بندے نے سچ کہا ہے، اس کے لیے جنّت کا بچھونا بچھاؤ، اسے جنّتی لباس پہناؤ اوراس کے لیے جنّت کا دروازہ کھول دو۔''

تاجدارِ رسالت ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا:

''فَيَأْتِيهِ مِنْ رَوْحِهَا، وَطِيبِهَا، وَيُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ مَدَّ بَصَرِهِ۔ پھر اسے جنّت کی ہوا اور خوشبو آئے گی اوراس کی قبر تاحدِّ نظر وسیع کردی جائے گی۔''

نیز یہ بھی ارشاد فرمایا:

''وَيَأْتِيهِ رَجُلٌ حَسَنُ الْوَجْهِ، حَسَنُ الثِّيَابِ، طَيِّبُ الرِّيحِ، فَيَقُولُ: أَبْشِرْ بِالَّذِي يَسُرُّكَ! هٰذَا يَوْمُكَ الَّذِي كُنْتَ تُوعَدُ، فَيَقُولُ لَهُ: مَنْ أَنْتَ؟ فَوَجْهُكَ الْوَجْهُ يَجِيءُ بِالْخَيْرِ! فَيَقُولُ: أَنَا عَمَلُكَ الصَّالِحُ، فَيَقُولُ: رَبِّ أَقِمِ السَّاعَةَ-(۱۰) پھر ایک خوبصورت چہرے، اچھے لباس والا، خوشبودار شخص اس کے پاس آکر کہے گا: میں تمہیں ایسی بشارت دیتا ہوں جو تمہیں خوش کردے گی! یہ وہی دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا! بندۂ مؤمن پوچھتا ہے: آپ کون ہیں؟ آپ کے چہرے سے تو خیر کے آثار ظاہر ہوتے ہیں، تو وہ جواب دیتا ہے: میں تمہارا نیک عمل ہوں (اس پر جنّتی شخص نعمتوں کو دیکھ کر شوق سے) کہتا ہے: یا رب! قیامت قائم فرما۔''

اور اگر صاحبِ قبر کافر و مشرک ہوا تو وہ جوابات دینے میں ناکام رہے گا، بلکہ عذابِ قبر پائے گا، اس بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''فَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ، وَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ، فَيُجْلِسَانِهِ، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَنْ رَبُّكَ؟ فَيَقُولُ: هَاهْ هَاهْ لَا أَدْرِي، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا دِينُكَ؟ فَيَقُولُ: هَاهْ هَاهْ لَا أَدْرِي، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ؟ فَيَقُولُ: هَاهْ هَاهْ لَا أَدْرِي، فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ أَنْ كَذَبَ، فَأَفْرِشُوا لَهُ مِنَ النَّارِ، وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى النَّارِ، فَيَأْتِيهِ مِنْ حَرِّهَا وَسَمُومِهَا، وَيُضَيَّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهُ حَتَّى تَخْتَلِفَ فِيهِ أَضْلَاعُهُ، وَيَأْتِيهِ رَجُلٌ قَبِيحُ الْوَجْهِ، قَبِيحُ الثِّيَابِ، مُنْتِنُ الرِّيحِ فَيَقُولُ: أَبْشِرْ بِالَّذِي يَسُوءُكَ، هٰذَا يَوْمُكَ الَّذِي كُنْتَ تُوعَدُ، فَيَقُولُ: مَنْ أَنْتَ؟ فَوَجْهُكَ الْوَجْهُ يَجِيءُ بِالشَّرِّ، فَيَقُولُ: أَنَا عَمَلُكَ الْخَبِيثُ، فَيَقُولُ: رَبِّ لَا تُقِمِ السَّاعَةَ-(۱۱) پھر اس کی روح جسم میں لَوٹا دی جاتی ہے اور دو فرشتے آکر اسے بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے: ہائے افسوس مجھے نہیں معلوم! پھر وہ پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: ہائے افسوس میں نہیں جانتا! پھر وہ پوچھتے ہیں کہ دنیا میں اس شخصیت کے بارے میں تم کیا کہا کرتے تھے، جو تم میں بھیجے گئے؟ تو وہ جواب میں کہتا ہے: ہائے افسوس میں کچھ نہیں جانتا! پھر آسمان سے ایک مُنادی اعلان کرتا ہے کہ اس نے جھوٹ کہا، اس کے لیے آگ کا بچھونا بچھاؤ اور جہنّم کا دروازہ کھول دو، لہٰذا جہنّم کی سخت گرمی اسے آپہنچتی ہے، اس پر قبر تنگ ہوجاتی ہے، یہاں تک کہ اس کی پسلیاں

بکھر جاتی ہیں، پھر اس کے پاس ایک بدصورت، گندے کپڑوں اور انتہائی ناگوار بدبو والا شخص آ کر کہتا ہے: میں تجھے ایسی خبر دیتا ہوں جو تجھے غمگین کر دے گی (جان لو!) یہ وہی دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا! تو وہ اس سے پوچھتا ہے: تم کون ہو؟ تمہارے چہرے سے تو شر ٹپکتا ہے، وہ جواب دیتے ہوئے کہتا ہے: میں تیرا دنیا میں کیا ہوا خبیث عمل ہوں، تو وہ مُردہ کہتا ہے: اے میرے رب قیامت قائم مت کرنا۔''

مُردوں کی قوتِ سماعت اور مشاہدہ

قبر کی زندگی اور سوالاتِ قبر سے متعلق ایک صحیح حدیث میں ہے، کہ موت کے بعد مرنے والے شخص کی قوتِ سماعت اور نظر اس قدر تیز ہو جاتی ہے، کہ وہ منوں مٹی تلے ہونے کے باوجود اپنے عزیز و اَقارب کی جُوتیوں کی آہٹ تک سنتا ہے اور جنّت و دوزخ میں اپنا ٹھکانہ تک دیکھ لیتا ہے، حضرت سیّدنا اَنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلَّى عَنْهُ أَصْحَابُهُ، إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ -قَالَ :يَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُقْعِدَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ:مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ؟قَالَ : فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَقُولُ:أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ- قَالَ:فَيُقَالُ لَهُ:انْظُرْ إِلَى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ، قَدْ أَبْدَلَكَ اللهُ بِهِ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ۔ جب بندے کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے اصحاب (رشتہ دار اور دوست اَحباب وغیرہ تدفین سے فارغ ہو کر) واپس چلے جاتے ہیں، تو وہ بندہ (مرنے والا شخص) ان کی جُوتیوں کی آہٹ سنتا ہے، پھر اس کے پاس دو فرشتے آ کر اسے بٹھاتے ہیں اور (حضور ﷺ کا چہرۂ اقدس دِکھا کر) اس سے کہتے ہیں کہ تو (دنیا) میں اس شخصیت کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا؟ اگر مؤمن ہوگا تو وہ کہے گا، کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں (پھر) اس سے کہا جائے گا، کہ تم دوزخ میں اپنے ٹھکانے کی طرف دیکھو، اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس ٹھکانے کو جنّت کے ٹھکانے سے بدل دیا ہے۔''

نبی کریم ﷺ نے مزید یہ بھی ارشاد فرمایا:

''فَيَرَاهُمَا جَمِيعاً۔ (۱۲) وہ شخص (جنّت اور دوزخ کے) دونوں ٹھکانے دیکھے گا۔''

قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے
جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ کی (۱۳)

روزِ قیامت تک اچھے یا بُرے ٹھکانے کا پیش کیا جانا

قبر کی زندگی اور مُعاملات میں سے ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ مرنے والا چاہے جنّتی ہو یا جہنّمی، مسلمان ہو یا کافر، ہر وقت اور ہر روز اس کا ٹھکانہ اسے دکھایا جاتا ہے، حضرت سیّدنا ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''إِذَا مَاتَ الرَّجُلُ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَ الْعَشِيِّ، إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَالْجَنَّةُ، وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَالنَّارُ -قَالَ:ثُمَّ يُقَالُ:هَذَا مَقْعَدُكَ الَّذِي تُبْعَثُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (۱۴) جب کوئی شخص فوت ہوتا ہے، تو اس پر صبح و شام اس کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے، اگر وہ جنّتی ہے تو جنّت میں ٹھکانہ اور دوزخیوں میں سے ہے تو دوزخ میں اس کا ٹھکانہ اسے دکھایا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے، کہ یہ تمہارا وہ ٹھکانہ ہے جس کی طرف قیامت کے دن، تمہیں لے جایا جائے گا۔''

قبر میں مؤمن اور کافر کی زندگی کا فرق

قبر میں مؤمن اور کافر کے طرزِ زندگی میں، زمین و آسمان جیسا فرق ہے، بندۂ مؤمن کی قبر وسیع، کُشادہ، روشن، منوّر اور جنّتی باغ ہوتی ہے، جبکہ کافر کی قبر انتہائی تنگ، تاریک، ہولناک اور جہنّم کا گڑھا ہوتی ہے، جس کی تپش سے وہ دن رات جھلستا رہتا ہے اور اس پر مسلط کیے گئے سانپ بچھو اسے ڈستے رہتے ہیں، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرورِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''إِنَّ الْمُؤْمِنَ فِي قَبْرِهِ لَفِي رَوْضَةٍ خَضْرَاءَ، وَيُرْحَبُ لَهُ قَبْرُهُ سَبْعُونَ ذِرَاعاً، وَيُنَوَّرُ لَهُ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، أَتَدْرُونَ فِيمَا أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: ﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ أَعْمٰى﴾ (۱۵) أَتَدْرُونَ مَا الْمَعِيشَةُ الضَّنْكَةُ؟ مؤمن کی قبر ایک سبز باغ ہوتا ہے، اس کی قبر ستّر ہاتھ کُشادہ کر دی جاتی ہے اور اسے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن کیا جاتا ہے (پھر فرمایا کہ) کیا تم جانتے ہو کہ آیتِ مبارکہ (جس نے میری یاد سے منہ پھیرا) تو یقیناً اس کے لیے تنگ زندگانی ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے، کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟ اور تنگ زندگانی سے کیا مراد ہے؟ صحابۂ کرام نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔''

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

''عَذَابُ الْكَافِرِ فِي قَبْرِهِ! وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! إِنَّهُ يُسَلَّطُ عَلَيْهِ تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ تِنِّيناً، أَتَدْرُونَ مَا التِّنِّينُ؟ سَبْعُونَ حَيَّةً، لِكُلِّ حَيَّةٍ سَبْعُ رُؤُوسٍ يَلْسَعُونَهُ، وَيَخْدِشُونَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ (۱۶) یہ قبر میں کافر کے عذاب کے بارے میں ہے، اس ربِّ ذوالجلال کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! کافر پر قبر میں ننانوے اژدہے، مُسلّط کیے جائیں گے، کیا تم جانتے ہو کہ یہ اژدہا کیسا ہے؟ ان میں سے ہر ایک ستّر سانپوں پر مشتمل ہوگا، جن میں سے ہر سانپ کے سات سَر ہوں گے، جس سے وہ اسے کاٹیں گے اور نوچیں گے اور ایسا اس کے ساتھ قیامت تک ہوتا رہے گا۔''

عذابِ قبر برحق ہے

عذابِ قبر حق ہے اور یہ جسم و رُوح دونوں پر ہوتا ہے، اس کا انکار گمراہی اور ضلالت ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا۔ (۱۷) آگ جس پر صبح و شام پیش کیے جاتے ہیں اور جلائے جاتے ہیں۔''

حضرت سیدنا براء بن عازِب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفٰے جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾ قَالَ: نَزَلَتْ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ۔ (۱۸) اللہ ایمان والوں کو حق پر ثابت قدم رکھتا ہے" یہ آیت عذابِ قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔''

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''مَا زِلْنَا نَشُكُّ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ حَتّٰى نَزَلَتْ ﴿أَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ﴾ (۱۹) پہلے پہل ہمیں عذابِ قبر میں شک تھا، یہاں تک کہ سورۂ تکاثُر نازِل ہوئی، جس کے باعث ہمارے دِلوں میں عذابِ قبر کے مُعاملے میں کوئی شک و شُبہ باقی نہ رہا۔''

حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ سے عذابِ قبر (ہونے یا نہ ہونے) کے بارے میں سوال کیا، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نَعَمْ، عَذَابُ الْقَبْرِ! ہاں عذابِ قبر ہوتا ہے" حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے دیکھا، کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تو عذابِ قبر سے پناہ طلب کی۔'' (۲۰)

اگر عذابِ قبر برحق نہ ہوتا، تو حضور نبی کریم ﷺ اس سے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی پناہ مانگنے کا حکم ارشاد نہ فرماتے، حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''أَيُّهَا النَّاسُ! اسْتَعِيذُوا بِاللهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، فَإِنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ حَقٌّ! (۲۱) اے لوگو! عذابِ قبر سے اللہ کی پناہ مانگو؛ یقیناً عذابِ قبر برحق ہے۔''

اسی طرح رسولِ اکرم ﷺ کا اپنی سماعت اور چشمانِ نبوت سے یہود کا عذابِ قبر مُلاحظہ فرمانا، بھی عذابِ قبر کی ایک اہم دلیل ہے، ایک صحیح حدیث میں حضرت سیّدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں، کہ سرورِ کونین ﷺ غروبِ آفتاب کے بعد باہر تشریف لائے، آپ ﷺ نے ایک آواز

سُنی تو ارشاد فرمایا :

''یَهُودُ تُعَذَّبُ فِي قُبُورِهَا۔(۲۲) یہود کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔''

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ عذابِ قبر سے متعلق، اہلِ سنّت وجماعت کا عقیدہ بیان فرماتے ہیں کہ عذابِ قبر حق ہے اور یونہی تنعیم (انعام) قبر حق ہے اور دونوں جسم و رُوح دونوں پر ہیں، جسم اگرچہ گل جائے، جل جائے، خاک ہو جائے، مگر اُس کے اَجزائے اَصلیہ قیامت تک باقی رہیں گے، وہ مُوردِ عذاب وثواب ہوں گے۔(۲۳)

عذابِ قبر سے پناہ مانگتے رہیے

تاجدارِ رسالت ﷺ نے متعدد مقامات پر بارہا عذابِ قبر سے پناہ مانگی اور اپنے امتیوں کو بھی اس کی تلقین فرمائی، حضرت سیِّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں، کہ نبی کریم ﷺ نماز میں یہ دعا کرتے :

''اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ! وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ! وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ۔(۲۴) اے اللہ! میں عذابِ قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں! مسیح دجّال کے فتنہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں! اور زندگی اور موت کے فتنے سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔''

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رحمتِ عالمیان ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اسْتَعِيذُوا بِاللهِ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَاسْتَعِيذُوا بِاللهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔(۲۵) عذابِ جہنّم اور عذابِ قبر سے اللہ کی پناہ مانگتے رہو۔''

ایک اور مقام پر حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''إِذَا فَرَغَ أَحَدُكُمْ مِنَ التَّشَهُّدِ الْأَخِيرِ، فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللهِ مِنْ أَرْبَعٍ:(1) مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ،(2) وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، (3) وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، (4) وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ۔(۲۶) جب تم میں سے کوئی آخری تشہّد سے فارغ ہو، تو چاہیے کہ چار چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگے :(1) جہنّم کے عذاب سے،(2) قبر کے عذاب سے،(3) زندگی اور موت کے فتنے سے،(4) اور مسیح دجّال کے فتنے سے۔''

جو لوگ عذابِ قبر کا انکار کرتے ہیں، انہیں چاہیے کہ اس بات پر خوب غور وفکر کریں اور سوچیں کہ اگر دینِ اسلام میں عذابِ قبر کی کوئی حقیقت نہ ہوتی، تو رحمتِ عالم ﷺ اس سے اللہ جلّ جلالہٗ کی پناہ مانگنے کی تلقین کیوں فرماتے؟ یقیناً عذابِ قبر برحق ہے اور اس بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ارشادات بھی حق ہیں، عذابِ قبر سے متعلق اگر ہم یہ عقیدہ نہ رکھیں، تو نبی کریم ﷺ کا عذابِ قبر سے پناہ مانگنے کی تلقین کرنا (معاذ اللہ!) فضول ولغو قرار پائے گا، جبکہ اللہ ربّ العزّت نے تو مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کے بارے میں یہاں تک ارشاد فرمایا:

''وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى، اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔(۲۷) رسولِ اکرم ﷺ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، بلکہ وہی کہتے ہیں جو اِن پر وحی کی جاتی ہے۔''

یعنی آپ ﷺ اپنی خواہش سے کوئی بات فرماتے ہی نہیں، بلکہ جو کچھ فرماتے ہیں، وحیِ الٰہی ہوتی ہے۔(۲۸)

عذابِ قبر سے محفوظ رہنے والے خوش نصیب لوگ

ہماری انتہائی خوش نصیبی ہے، کہ اللہ ربّ العالمین نے ہمیں اپنے حبیب کریم ﷺ کی امّت میں پیدا فرمایا! پھر چھوٹے چھوٹے اور انتہائی آسان اعمال پر بخشش ومغفرت کے پروانے اور عذابِ قبر سے محفوظ وما مون رہنے کی نوید اور خوشخبری سنائی، یہ سب خالق کائنات کا ہم پر احسانِ عظیم ہے، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے، سرورِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ، إِلَّا وَقَاهُ اللهُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ۔(۲۹) جس نے جمعہ کے دن یا رات میں وفات پائی، اللہ اُسے فتنۂ قبر (یعنی قبر کے امتحان اور عذاب) سے محفوظ رکھے گا۔''

اسلامیات

عذابِ قبر سے بچانے اور نجات دلانے والی سورتِ قرآنی

سورۂ مُلک 30 آیات پرمشتمل قرآنِ پاک کی ایک سورت ہے، اس کی تلاوت، عذابِ قبر سے نجات دلاتی ہے، حضرت سیّدنا ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نے کسی قبر پر خیمہ نصب کیا، مگر انہیں اس بات کا علم نہیں تھا کہ یہاں قبر ہے، اسی اثنا میں اس قبر سے سورۂ ملک پڑھنے کی آواز آنے لگی، وہ صحابی حضورِ اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ گوش گزار کیا، (اسے سننے کے بعد) سرورِ دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''هِيَ الْمَانِعَةُ، هِيَ الْمُنْجِيَةُ تُنْجِيهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔ (۳۰) یہ سورت عذاب کو روکنے والی ہے، نَجات دِلانے والی ہے، یہ سورت اپنے پڑھنے والے کو عذابِ قبر سے بچاتی ہے۔''

عذابِ قبر کا باعث بننے والی ایک عُمومی وجہ

بعض لوگ پیشاب کرتے وقت اس کے چھینٹوں یا قطروں سے بچنے کی کوشش نہیں کرتے، اُن کا یہ فعل جہاں کپڑوں کی ناپاکی کا سبب بنتا ہے، وہیں مرنے کے بعد عذابِ قبر کا بھی باعث بنتا ہے، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''أَكْثَرُ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنَ الْبَوْلِ۔ (۳۱) عذابِ قبر زیادہ تر پیشاب (کے چھینٹوں سے نہ بچنے کی وجہ) سے ہوتا ہے۔''

پیشاب کے چھینٹوں یا قطروں سے بچنا کوئی دُشوار یا محنت طلب کام نہیں، بس ذرا سی احتیاط برتنے سے ہم اپنے کپڑوں کو ناپاک ہونے اور اپنے جسم و رُوح کو عذابِ قبر کا شکار ہونے سے بچا سکتے ہیں، لہٰذا اس مُعاملے میں ذرا سی بھی غفلت اور کوتاہی نہ برتیں، ورنہ مرنے کے بعد قبر میں عذابِ الٰہی کا سامنا ہو سکتا ہے، اے اللہ! ہماری قبر کو روشن، منوّر اور کشادہ فرما، اسے جنّت کا باغ بنا، ہمیں قبر کی وحشتوں، ہولناکیوں اور تاریکیوں سے بچا، ہمیں عذابِ قبر سے محفوظ رکھ، ہمیں غفلت سے نَجات عطا فرما، قبر کی تیاری کی توفیق مَرحمت فرما، اسے روز یاد کر کے آخرت کا جذبہ و سوچ عنایت فرما، ہمیں نیک بنا، اچھے اعمال کی توفیق عطا فرما، گناہوں سے بچا، فرائض و واجبات کی پابندی کی توفیق عطا فرما، اور اچھا سچّا اور باعمل مسلمان بنا۔

حوالہ جات:

(۱) "سنن الترمذی" أبواب صفة القیامة، ر۲٤٦۰، ص:٥٦۰، ٥٦١. (۲) المرجع نفسه، أبواب الزهد، ر۲۳۰۸، ص:٥۲۹. (۳) المرجع السابق، أبواب صفة القیامة، ر۲٤٦۰، ص:٥٦١. (۴) "سنن ابن ماجه" کتاب الزُهد، ر: ٤۲۷۲، ۲/١٤۲۸. (۵) پ١٦، مریم:٥۹. (٦) "بہارِ شریعت" نماز کا بیان، حصّہ سوم 3، 1/434۔ (۷) ایضاً، عالَمِ برزخ کا بیان، حصّہ اوّل، 1/106، 107، ملخصاً۔ (۸) پ۱۳، اِبراهیم:۲۷. (۹) "سنن الترمذی" أبواب تفسیر القرآن، ر۳۱۲۰، ص:۷۰٥. (۱۰) "مسند الإمام أحمد" حدیث ...اِلخ، ر18534، ۳۰/٥۰۰، ٥۰١. (۱۱) المرجع نفسه، ص٥۰۲، ٥۰۳. (۱۲) "صحیح مسلم" کتاب الجنّة وصفة ...اِلخ، ر۷۲١٦، ص:۱۲٤۳. (۱۳) "حدائقِ بخشش" حصّہ اوّل، عرشِ حق ہے مسندِ رِفعت رسول اللہ کی، 152۔ (۱۴) "صحیح مسلم" کتاب الجنّة وصفة ...اِلخ، ر7212، ص:١۲٤۲. (۱۵) پ١٦، طه:١۲٤۲۷. (١٦) "صحیح ابن حِبّان" کتاب الجنائز...اِلخ، ر: ۳۱۲۲، ۷/۳۹۲. (۱۷) پ۲٤، غافر:٤٦. (۱۸) "صحیح مسلم" کتاب الجنّة وصفة ...اِلخ، ر۷۲۱۹، ص:١۲٤٤. (۱۹) "سنن الترمذی" أبواب تفسیر القرآن، ر۳۳٥٥، ص:۷٦٦. (۲۰) "صحیح البخاری" کتاب الجنائز، ر: ١۳۷۲، ص:۲۲۰. (۲۱) "مسند الإمام أحمد" مسند النساء، ر۲٤٥۲۰، ٤۱/٦٦، 67. (۲۲) "صحیح مسلم" کتاب الجنّة وصفة ...اِلخ، ر۷۲۱٥، ص:١۲٤۳. (۲۳) "بہارِ شریعت" عالَمِ بَرزخ کا بیان، حصّہ اوّل، 1/111، 112۔ (۲۴) "صحیح البخاری" کتاب الأذان، ر۸۳۲، ص:١۳٥. (۲۵) "سنن الترمذی" باب فی الاستعاذة، ر۳٦۰٤، ص:۸۲١. (۲٦) "سنن ابن ماجه" کتاب إقامة الصلاة والسنّة فیها، ر۹۰۹، ١/۲۹٤. (۲۷) پ۲۷، النجم:۳، ٤. (۲۸) دیکھیے! "تفسیر خزائن العرفان" پ27، النجم، زیرِ آیت: 4، 969۔ (۲۹) "سنن الترمذی" أبواب الجنائز، ر١۰۷٤، ص:۲٥۹. (۳۰) المرجع نفسه، أبواب فضائل القرآن ...، ر۲۸۹۰، ص:٦٥۰. (۳۱) "سنن ابن ماجه" کتاب الطهارة وسُننها، ر۳٤۸، ١/١۲٥.

◆◆◆

اکتالیسویں قسط

(از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

ملفوظات تاج الشریعہ

صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات وفرمودات کو''ملفوظات'' کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر دور میں صالحین اور اولیائے کاملین کے ارشادات وفرمودات قلم بند کرنے یا انھیں محفوظ کرنے کی روایت رہی ہے تا کہ آنے والی نسلیں ان سے رشد و ہدایت کی روشنی حاصل کرسکیں، صوفیائے کرام کے ارشادات وفرمودات اگرچہ سادہ ہوتے ہیں مگر وہ ایسے مؤثر اور معنی خیز ہوتے ہیں کہ ان کا ایک ایک جملہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، ان کا ایک ہی جملہ کسی بھی قوم کی تقدیر بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھتا ہے، کسی شاعر نے ان کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔ ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود   گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضور تاج الشریعہ نے سوال وجواب کا یہ سلسلہ جنوری ۲۰۰۵ء میں شروع کیا جو مسلسل ۲۰۱۶ء تک جاری رہا، یعنی پورے ۱۲ر سالوں تک یہ زرّیں سلسلہ جاری وساری رہا، اس دوران آپ نے کم وبیش ۷۰۰۰ر ہزار سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے جو یقیناً ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں، ''ملفوظات تاج الشریعہ'' صرف مئی ۲۰۱۰ء سے اکتوبر ۲۰۱۰ء تک کے سوالات وجوابات پر مشتمل ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے گیارہ سالوں کے جواہر پارے ریکارڈنگ کی شکل میں ابھی باقی اور محفوظ ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ بھی کتابی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ کی میز پر ہوں گے، راقم الحروف ارباب علم ودانش سے التماس کرتا ہے کہ ''ملفوظات تاج الشریعہ'' میں اگر کوئی شرعی خامی یا غلطی نظر آئے تو اسے ناقل ومرتب کی غلطی تصور کرتے ہوئے ادارے کو مطلع فرمائیں تا کہ اس کی اصلاح کی جاسکے، راقم اس کی اکتالیسویں قسط قارئین سنی دنیا کی نذر کر رہا ہے۔

احقر محمد عبد الرحیم نشترؔ فاروقی

گزشتہ سے پیوستہ

۱۰ر اکتوبر ۲۰۱۰ء، بریلی شریف، ہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض... ۲۱ : ذیقعدہ حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ کا عرس مبارک ہے دینِ مبین اور مسلک اعلیٰ حضرت کے لئے اُن کی خدمات اور اُن کی سیرتِ مبارکہ پر کچھ ارشاد فرمادیجئے؟

ارشاد... : حضور صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ خانوادۂ رضویہ کے ایک فرد اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ فاضل بریلوی رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ سے خاص قرب اور اُن سے ایسی خصوصیت رکھتے تھے کہ جو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزدگان کے بعد حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ ہی کے لئے وہ خصوصیت تھی اور اس طرح سے وہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روحانی فرزندوں میں سب سے اہم فرزند اور سب سے زیادہ مقربِ بارگاہ اور گویا کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کے ایک فرد تھے اُن کو جب کبھی کوئی دقت یا پریشانی علمی معاملات میں ہوتی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے گھر والوں کو یہ ہدایت تھی کہ ان کے آرام کے وقت میں کسی کے لئے پردہ نہ کرایا جائے مگر مولوی امجد علی (علیہ الرحمہ) جب اجازت چاہیں فوراً پردہ کرایا جائے اور ان کو میرے پاس حاضر کیا جائے اعلیٰ حضرت رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کی بیماری کے اور مرض وفات کے ایام میں بھی حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہت قریب رہے اور ایک مرتبہ کا واقعہ وہ اپنے حالات میں قلم بند کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی مسئلے میں ان کو کافی الجھن تھی اپنے طور پر جو جواب سوچتے تھے اس پر مطمئن نہیں تھے اور اُس مسئلے کا کوئی حل نظر نہیں آرہا تھا بہت کچھ کتابوں کو دیکھا عرق ریزی کی جواب جب نہیں بن پڑا تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر تھے یہ پردہ کرا کر گئے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھنے کی منزل تو بعد میں آئی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مولانا میرا حافظہ کمزور ہو گیا فرمایا کہ آج میری ایک لڑکی میرے سامنے آئی میں دیر تک یہ غور کرتا رہا کہ ان کا کیا نام ہوگا فرماتے ہیں کہ مجھے اپنی صاحبزادی کا نام یاد نہیں آیا اس کے بعد فرمایا کہ مگر بدمذہبوں کے رد میں مجھے سب مستحضر ہے اور بدمذہبوں کو کہاں سے زک پڑسکتی ہے وہ آج بھی مجھے سب یاد ہے سب مستحضر ہے پھر صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے اپنا سوال پیش کیا برجستہ فرمایا کہ بحر الرائق کے فلاں صفحے پر فلاں سطر پر اس کا جواب موجود ہے

اس سے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا استحضار اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حافظہ اور ان کی فقہی دلالت تو معلوم ہوئی اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کو ان سے کتنی قربت تھی اور ان کا مقام اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ان کی بارگاہ میں کیا تھا اور انہوں نے کیسا فیض اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل کیا اُس فیض کا یہ مظاہرہ ہے کہ ہندوستان میں، پاکستان میں آج بکثرت جتنے علما، علمائے نامدار اور ماہرانِ روزگار اور نادر اہلِ علم نظر آتے ہیں وہ سب ان کے شاگرد ہیں اور اب ان کے شاگرد تو ایک ایک کر کے اللہ عز وجل کو پیارے ہو گئے اب ان کے شاگردوں کے شاگردوں کے شاگرد میدانِ علم میں صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کا اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لوہا منوا رہے ہیں، انہوں نے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیضان کو عام کیا اور اُن کو ہمارے خاندان سے کیسا لگاؤ تھا اور کیسی محبت تھی ہمارے خسر گرامی اور ہمارے خاندان کے بزرگ مفتی اعظم ہند نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ کے چچازاد بھائی اُستادِ زمن کے چھوٹے صاحبزادے حضرت مولانا حسنین رضا خان صاحب اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ وہ یہ کہتے تھے کہ ہم اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چار ہیں دو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حجۃ الاسلام اور مفتیٔ اعظم اور تیسرے خود حضرت مولانا حسنین رضا خان صاحب اور چوتھے حضرت مولانا امجد علی صاحب صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب اُن کو معلوم ہوا کہ صاحب نے، ہمارے خسر گرامی کا گھر کا نام صاحب تھا تو انہوں نے کہا کہ ایسے کہا ہے؟ کہا ہاں بے شک یہ لوگ مجھ سے ایسی ہی محبت کرتے ہیں اور مسلک اعلیٰ حضرت کے وہ کیسے نقیب تھے اس سلسلے میں، میں زیادہ کیا کہوں ان کا جو کام اور ان کے جو شاگرد اور ان کی جو اولاد آج موجود ہے وہ سب اس بات کا ثبوت ہے اور اس بات کی گواہی مجسم گواہی ہے کہ وہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلک پر کیسے کاربند تھے اور اس کے کیسے نقیب تھے اور خود اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے بارے میں یہ فرمایا کہ:

میرا امجد مجد کا پکا
اس سے بہت کچپاتے یہ ہیں

ان کا علمی کارنامہ بہارِ شریعت اور طحاوی پر ان کا حاشیہ کشف الاستار جو دو جلدوں میں چھپ کر منظر عام پر آچکا ہے اور ملک کے طول وعرض میں جو علما پھیلے ہوئے ہیں وہ سب ان کی پیداوار ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی قبر شریف پر رحمت وانوار کی بارش فرمائے۔

عرض... ۲: ہمارے یہاں ہر مہینے ہمارے سلسلے کے مشائخ کے لئے قرآن شریف کے ختم کئے جاتے ہیں پڑھنے والوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے والدین یا رشتہ داروں کے لئے بھی قرآن شریف پڑھ رہے ہوتے ہیں تو کیا وہ انہی سپاروں کو ہمارے ختم شریف میں بھی شامل کر سکتے ہیں یا الگ سے پڑھنا

ہوں گے؟

ارشاد...: دونوں باتوں کا اختیار ہے الگ سے پڑھیں یا جو انہوں نے پڑھا ہے اس میں وہ بزرگانِ دین اور آپ کے سلسلے کے جو مشائخ ہیں ان کو ایصال ثواب کرنے کے بعد اپنے اہلِ خاندان کو اور تمام مومنین و مومنات کو اُس کا ثواب پہنچے یوں عرض کر دے اللہ تبارک وتعالیٰ کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہے سب کو ثواب پہنچ جائے گا۔

عرض... ٣: کیا کھانا کھاتے وقت اور خصوصاً استنجا کے وقت سر کا ڈھکنا ضروری ہے؟ کیا اس کا حکم کسی حدیث شریف میں ہے یا ہمارے بزرگوں کا طریقہ ہے؟

ارشاد...: بزرگوں کا طریقہ ہے اور صلحا کی وضع ہے اور استنجا کو جاتے وقت سر کا ڈھکنا یہ اور زیادہ مؤکد ہے اور حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کے فعلِ جمیل سے ثابت ہے۔

عرض... ۴: وضو میں فرض عملی اور فرض اعتقادی کیا ہیں اور ان میں کیا فرق ہے؟

ارشاد...: فرض اعتقادی چار ہیں ہاتھوں کو دھونا اور منہ کا دھونا اور اُس کی جو حد کتب فقہ میں مقرر کی گئی ہے طول و عرض میں ایک ایک پرزے کا دھل جانا اور ہر ہر عضو سے کم سے کم دو قطرے پانی گر جائے اور یہ تمام مفصولات میں جن اعضا کا دھونا فرض ہے ان میں تمام دھونے کی یہ ادنیٰ حد ہے اس کے بغیر وضو نہیں ہوگا اگر پانی کسی عضو پر سے نہ بہا وہ سوکھا رہ گیا یا پانی عضو کے کچھ حصے پر پانی بہایا اور باقی حصے پر چپڑ لیا جیسے تیل وغیرہ چپڑا جاتا ہے تو اصلاً وضو نہیں ہوگا اس کے بعد سر کا مسح کرنا اور چوتھا فرض ہے دونوں پیروں کو ٹخنوں تک کعبین تک دھونا اور ہاتھوں میں یہ ہے کہ انگلیوں کے پوروں سے لے کر کہنی تک اور ہمارے مذہب میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اور دوسرے ائمہ کے نزدیک مذہبِ حنفی کے دوسرے ائمہ کے نزدیک کہنی اس حد میں داخل ہے یعنی کہنی کا بھی دھونا ہاتھوں سے لے کر کہنی تک کہنی کا دھونا یہ فرض ہے اور امام زفر کے نزدیک کہنی غایت میں داخل نہیں ہے اور ہمارے امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے ہم مقلد ہیں ان کا مذہب اس سلسلے میں صحیح اور رجحی ہے کہنی کا دھونا یہ فرض عملی ہے اور ہاتھ کا مطلقاً دھونا یہ فرض اعتقادی ہے اسی طرح سے مسح میں اختلاف ہے کہ ایک بال کا مسح کافی ہے یا چوتھائی سر کا مسح ضروری ہے یا پورے سر کا مسح ضروری ہے امام شافعی اور امام اعظم اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اس سلسلے میں اختلاف مشہور ہے ہم امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد ہیں ہمارے یہاں چوتھائی سر کا مسح فرض ہے یہ فرض عملی ہے اور اس کے علاوہ پیروں کا دھونا جو ماسح علی الخفین نہیں ہے اس کو یہ فرض ہے کہ وہ پیروں کو پنجوں سے لے کر ٹخنوں تک ریزہ ریزہ، پرزہ پرزہ اس کا دھوئے اس طور پر طہارت کاملہ جب ہو جائے گی تو اس کی نماز صحیح ہوگی فرض عملی کی تفصیل فتاویٰ رضویہ سے طلب کرے بارہ فرض عملی ہیں اور چار فرض اعتقادی ہیں فرض اعتقادی یہ ہوئے ہاتھوں کو دھونا، منہ کا دھونا، مسح کرنا مطلقاً اور دونوں پیروں کو ٹخنوں تک دھونا۔

عرض... ۵: وضو کے لئے قبلہ رخ بیٹھنا مستحب ہے لیکن کلی یا غرغرہ کرنے کے بعد منہ کا پانی قبلہ کی رخ ڈالنے سے کیسے بچا جا سکتا ہے؟ کیا نیچے کی طرف کلی کریں تو قبلہ رخ نہ ہوگا؟

ارشاد...: جی ہاں نیچے کی طرف کلی کر دیں اس صورت میں وہ قبلہ کی طرف کلی نہیں ہوگی۔

عرض... ٦: وضو سے فارغ ہونے کے بعد تولیہ یا تہہ بند سے وضو کا پانی پونچھنا کیسا ہے؟

ارشاد...: اجازت ہے اور اگر نہ پونچھا جائے جب کہ کوئی ضرر نہ ہو تو یہ مستحب ہے۔

عرض... ٧: کیا نمازِ جنازہ، سجدۂ تلاوت اور طواف کے لئے وضو لازمی ہے؟ برائے کرم اردو میں وضاحت فرما دیں۔

(انگریزی سوال)

ارشاد...: سجدۂ تلاوت اور طواف کے لئے وضو ضروری ہے اور نمازِ جنازہ کے لئے بھی دو (آپشن) متبادل ہیں یا تو باوضو ہو اور اگر جنازہ حاضر ہو گیا اور یہ وضو میں مصروف ہوگا تو جنازہ میں شامل نہیں ہو سکتا تو تیمم کر سکتا ہے۔

عرض۔۔۔۸: حدیث شریف میں جو علم دین حاصل کرنے پر فرضیت رکھی ہے اس سے کون سا علم مراد ہے؟

ارشاد۔۔۔: علم دین جب کہہ دیا تو دین کے احکام اور آدمی کو شب و روز جن باتوں کی ضرورت پڑتی ہے عقائد صحیحہ اہل سنت و جماعت جن کا جاننا ہر مسلمان پر فرض عین ہے ان کے بغیر آدمی مسلمان ہو ہی نہیں سکتا سب سے پہلے وہ ہیں پھر اس کے بعد مسائل شرعیہ طہارت، بدن کی طہارت، کپڑے کی طہارت، جائے نماز کی طہارت جہاں نماز پڑھتا ہے اُس مکان کی طہارت اور پھر نماز کے مسائل اور نماز کے لئے جتنی باتیں ضروری ہیں ان سب کا جاننا پھر اگر وہ صاحب نصاب ہے تو زکاۃ کے مسائل جانے اس کے علاوہ روزے کے مسائل جانے کن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے اور کن چیزوں سے وضو جاتا رہتا ہے وہ اور جن باتوں سے غسل فرض ہوتا ہے یہ سب اور اس کے علاوہ اگر وہ صاحب نصاب ہے اور اہل و عیال کے نفقے کا مالک ہے لوٹنے تک تو حج کے مسائل جانے پھر جس پیشے میں جو شخص مبتلا ہے تاجر کو تجارت کے مسائل اور جو اجارے پر کام کرتا ہے اس کو اجارۂ صحیحہ اجارۂ فاسدہ یہ سیکھنا چاہئے اور جو فلّاح ہے کسان ہے اس کو زراعت کے مسائل یہ سب علم دین میں آتا ہے اور آدمی کے اوپر یہ فرض ہے کہ جو اس کی ضرورت کے مسائل ہیں اس کے لئے وہ اگر کتاب دیکھ کر مسئلہ نکال سکتا ہے تو کتاب دیکھ کر مسئلہ نکالے اور اگر اتنی اہلیت نہیں ہے تو علمائے اہل سنت و جماعت سے اپنا رابطہ رکھے اور ان سے اپنی ضرورت کے مسائل پوچھتا رہے ہر مرد و عورت پر یہ فرض ہے:

''طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ۔ علم کا سیکھنا ہر مسلمان مرد پر اور ہر مسلمان عورت پر فرض ہے۔''

(سنن ابن ماجۃ، ۱/۱۸۱)

عرض۔۔۔۹: حدیث شریف میں ہے کہ عالم کی زیارت کرنا عبادت ہے حدیث میں جو ''عالم'' فرمایا اس کی کیا تشریح ہے؟ وضاحت فرمادیں۔

ارشاد۔۔۔: تشریح تو ابھی جوابِ گزشتہ سے معلوم ہوگئی ہوگی اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتاویٰ افریقہ میں جو اس کی تشریح کی ہے وہ یہ ہے کہ عقائدِ اہل سنت کا پورا واقف ہو اور ہدایت اور گمراہی کے فرق سے واقف ہو کیا ہدایت ہے اور کیا گمراہی ہے، اس کو جانتا ہو پھر مسائل شرعیہ کی معرفت میں مستقل ہو اور مستقل ہونے کی بات تعریفی ہو کہ کسی سے پوچھنے کا محتاج نہ ہوا بلکہ خود اس کے اندر اتنی اجتہادی صلاحیت ہو کہ مسئلۂ نازلہ میں جو مسئلہ اس کو درپیش ہے اس مسئلے میں شریعت کا اس کے لئے کیا حکم ہے یہ کتابوں سے یا قرآن و سنت اور اجماعِ امت کے مسائل میں غور کر کے اگر اتنی لیاقت اور آج اس لیاقت کے لوگ نظر نہیں آتے جتنے ہیں وہ سب کے سب ائمہ مجتہدین کے مقلد ہیں۔ ؎

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے
سب اسی زلف کے اسیر ہوئے

سب امام اعظم رضی اللہ تبارک و تعالیٰ عنہ اور ان کے بعد ائمہ مجتہدین امام شافعی، امام مالک، امام احمد ابن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب ان کا صدقہ کھاتے ہیں اور اُن کے مذہب میں جو مجتہدین فی المذہب ہیں انہوں نے مذہب کو مدوّن کیا عوام کی کیا بات ہے آج مفتی کہلانے والے عالم کہلانے والے بڑے بڑے علامہ کہلانے والے سب کے سب انہی کے اوپر منحصر ہیں اور سب ان کے عیال ہیں اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان تو یہ ہے کہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ:

''الناس فی الفقہ عیال علی ابی حنیفۃ (رضی اللہ تعالی عنہ) ابوحنیفہ کے دنیا بھر کے لوگ فقہ کے معاملے میں عیال ہیں ان کے محتاج ہیں۔''

(المبسوط للسرخسی، ۱/۳)

عرض۔۔۔۱۰: پرفیوم میں دو قسم کے الکحل استعمال ہوتے ہیں میتھائل الکحل اور ایتھائل الکحل:

۱۔ ایتھائیل الکحل لوگ پی سکتے ہیں اور اس میں نشہ بھی ہے کیا ایسا الکحل ڈالا ہوا پرفیوم بیچ سکتے ہیں اور کیا اس کی کمائی جائز یا مکروہ یا حرام ہے؟

۲۔ میتھائل الکحل لوگ پی نہیں سکتے یہ زہر ہے اگر اس کو پی

ملفوظات

لے گا تو مر سکتا ہے یا اس کی آنکھوں کی روشنی جاسکتی ہے اور اس میں بھی نشہ ہے کیا ایسا الکحل ڈالا ہوا پرفیوم بیچ سکتے ہیں اور کیا اس کی کمائی جائز، مکروہ یا حرام ہے؟

۳۔ اگر دونوں کی خرید و فروخت حرام و ناجائز ہے تو ہم ہندوستان میں رہتے ہوئے اور یہاں غیر مسلم کافر بھی رہتے ہیں تو صرف ان کو فروخت کرنا کیسا ہے؟ اور یہ کمائی ہمارے لئے حلال ہوگی یا حرام؟

ارشاد...: مسلمان کو اگر یہ معلوم ہے کہ خاص اس پرفیوم میں اس قسم کا الکحل ہے مسلمان کو وہ شیشی بیچنا ناجائز و حرام ہے اور اس کی ثمن اس کے حق میں خبیث ہے یہ ایسا ہی ہے جیسے مسلمان سے مردار بیچے یا شراب بیچے یا بدجانور سور بیچے اس کے لئے اس کی ثمن خبیث ہے اور بیع باطل ہے البتہ اگر غیر مسلم کو دیا تو جو اس سے حاصل ہو وہ اس کے حق میں حلال وطیب ہے اگرچہ بیع ناجائز و حرام ہے دوسرے سوال کا بھی یہاں سے جواب ہو گیا۔

عرض...۱۱: کیا عورت اپنے والدین کی قبروں پر جاسکتی ہے قبرستان میں؟ ہم نے آج تک یہی سنا ہے کہ قبرستان میں تو کیا بلکہ مزارات اولیا پر بھی نہیں جاسکتی، ایک مفتی صاحب نے اپنے بیان میں کہا کہ عورتوں کو بھی اپنے والدین کی قبروں پر جانا چاہئے چاہے قبرستان ہی میں کیوں نہ ہو، رہنمائی فرمائیں:

ارشاد...: اگر کسی سفر شرعی پر نکلی ہے اتفاقیہ طور پر وہ زیارت کرلے تو حرج نہیں ہے ویسے قصداً قبر کی زیارت کے لئے وہ والدین کی ہو یا اولیا کی ہو اس کو نکلنا جائز نہیں ہے حضرت امام شعبی سے اس سلسلے میں مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ پوچھتے ہو کہ جائز ہے یا ناجائز ہے یہ پوچھو کہ عورت جب نکلتی ہے قبر کی زیارت کے ارادے سے تو اس پر کتنی لعنت ہوتی ہے پھر سبقت کر کے فرمایا کہ اس کا ارادہ کرتی ہے تو لعنت میں ہوتی ہے جب گھر سے پیر باہر نکالتی ہے تو لعنت میں ہوتی ہے یہاں تک کہ جب قبر پر آتی ہے تو روحِ میت اس پر لعنت کرتی ہے پھر وہ لعنت لے کر پلٹتی ہے اور حدیث میں اس کی تائید ہے کچھ عورتوں کو سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے دیکھا کہ قبرستان میں موجود ہیں تو فرمایا کہ کیا تم قبر کھودتی ہو کہا نہیں فرمایا کہ قبر میں مردے کو لٹکاتی ہو ڈالتی ہو کہا نہیں فرمایا تم یہ کرتی ہو وہ کرتی ہو کہا کچھ نہیں فرمایا:

''ارجعن مازورات غیر ماجورات۔ گناہ لے کر پلٹو ثواب سے محروم۔'' (سنن ابن ماجۃ، ۱/۵۰۲)

عرض...۱۲: دارالسلام میں جمعہ کی دو فرض کے بعد کی رکعتیں ظہر کی نماز کی نیت سے پڑھیں گے یا جمعہ کی نیت سے؟

ارشاد...: اگر وہ دارالحرب ہے اور وہاں پر اسلامی سلطنت قائم نہیں ہوئی نہ اس وقت سلطنت اسلامی ہے تو وہ دارالحرب ہے وہاں پر جمعہ صحیح نہیں دو رکعت بنام جمعہ پڑھ لینے کے بعد چار رکعت فرض ظہر باجماعت ان پر فرض ہے۔

عرض...۱۳: نئی ادویات کا تجربہ عام طور پر جانوروں پر کیا جاتا ہے جیسے چوہا یہ جاننے کے لئے کہ دوا کے اثرات کیا ہیں؟ ان تجربات میں بعض اوقات اس جانچ کے بغیر ہی کہ دوا کا اثر کیا ہے جانور معذور ہو جاتے ہیں یا مر جاتے ہیں اسلام ادویات کی جانچ کا جانوروں پر تجربے کے بارے میں کیا کہتا ہے؟

(انگریزی سوال)

ارشاد...: یہ بے وجہ کی اذیت ہے، اضاعت مال بھی ہے اگر جانور معذور ہو جاتا ہے یا جانور مر جاتا ہے تو یہ اضاعت مال بھی ہے اور اس کی اجازت نہیں۔

عرض...۱۴: بہت سے ذہنی امراض مثلاً ذہنی دباؤ، الجھن وغیرہ یہاں مغرب میں عام ہیں ان امراض کے لئے ادویات یہاں دستیاب ہیں لیکن ان کے بہت نقصانات بھی ہیں اسلام ان امراض کے بارے میں کیا کہتا ہے اور ان امراض کا بہترین علاج کیا ہے؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: تجربہ کار طبیب سے مشورہ کر کے استعمال کر سکتا ہے، اگر تجربہ کار طبیب ذہنی دباؤ اور دوسری بیماریوں سے بچنے کے لئے اس دوائی کو لینے کا مشورہ دے اور کہے کہ وہ ضمنی اثرات سے محفوظ رہے گا تو اس صورت میں وہ اس پر عمل کرے اور دوائی لے سکتا ہے۔

عرض...۱۵: اگر عورت حاملہ ہو اور اسے طلاق دی تو کیا طلاق واقع ہو جائے گی اور عورت کو عدت گزارنا ہوگی؟

ارشاد...:وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ۔
(سورۃ الطلاق جز آیت ۴)

اگر وہ حمل سے ہے تو اس کو طلاق دینا غیر شرعی ہے مگر طلاق دی تو طلاق ہوگئی شرعی طلاق یہ ہے کہ غیر حاملہ کو پاکی کی حالت میں جس طہر میں اس سے اس نے جماع نہ کیا ہو طلاق دے حیض والی کو حیض کی حالت میں طلاق دینا یا حاملہ کو حالت حمل میں طلاق دینا ناجائز و گناہ ہے اور اس میں تکمیل عدت ہے عدت حمل والی کی یہ ہے کہ وضع حمل ہوجائے تو عدت گزر جائے گی اور حیض والی کی عدت یہ ہے کہ جس حیض میں اس نے طلاق دی وہ شمار نہیں ہوگا، اس کے بعد تین حیض کامل جب آئیں گے تو عورت نکاح سے باہر ہوگی طلاق واقع ہوجائے گی اور تفسیر قدوری میں یہ فرمایا ہے کہ اگر اس نے شراب، بھنگ، افیون وغیرہ ناجائز چیزوں سے نشہ کیا تو اس کی طلاق واقع ہوگی اور چونکہ اس کی طرف سے تعدی لہٰذا بطور سزا اس پر طلاق واقع ہوجائے گی۔

عرض...۱۶: اگر عورت پاگل ہے اور اس کے شوہر نے اسے طلاق دی تو جب وہ صحیح ہوجائے گی تو وہ طلاق پڑ جائے گی؟

ارشاد...: طلاق اسی وقت پڑ گئی اور اس پر طلاق کے جو احکام ہیں اس کی طرف متوجہ ہیں۔

عرض...۱۷: مرد کا ہتھیلی یا تلوے میں مہندی لگانا اور سر یا داڑھی میں مہندی لگانا کیسا؟ اور سر اور داڑھی میں مہندی لگاتے وقت ہاتھوں میں لگ جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

ارشاد...: ہاتھوں میں اگر لگ جائے تو اس کو دھولے اس کا رنگ زائل کردے اور سر میں اور داڑھی میں مہندی لگانے کی اجازت ہے یہ مباح ہے اور بعض حالات میں یہ مندوب و مستحب ہے جب کہ سفیدی کی وجہ سے بدصورتی بدنمائی ہوتی ہو تو یہ مستحب ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کے والد ابوقحافہ رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ جو خود بھی صحابی تھے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اسلام لانے کے لئے بہت سفید ان کی داڑھی ان کے بال تھے تو فرمایا سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے:

''غیرو ھذا بشیء۔ اس کو کسی چیز سے اس رنگ کو بدل دو۔''
(سنن ابی داؤد، باب فی الخضاب، ۴/۸۵)

تو اس حدیث کا محمل یہی ہے کہ اگر سفیدی نظر میں اچھی نہ لگتی تو اس کو بدل دیا جائے اور اگر شیخ اور اس کی بزرگی کی علامت اور سفیدی نورانی ہے اس میں کوئی بدنمائی نہیں ہے تو بدلنے کی ضرورت نہیں۔

عرض...۱۸: جو چیز قرآن وحدیث سے ناجائز وحرام ثابت ہوجائے تو کیا علما وقت کی نزاکت کے حساب سے اس حکم کو بدل سکتے ہیں یا نہیں؟

ارشاد...: اللہ عزوجل ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام تشھّی کے طور پر اور اپنی مرضی سے نہیں بدلے جاسکتے اور ایک مومن کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی ہوا اور اس کا نفس اور اس کی خواہش حضور صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کے دین جو سرکار علیہ الصلاۃ والسلام لے کر آئے اس کے تابع نہ ہو۔

''لا یومن احدکم حتیٰ یکون ھوا تبعالما جئت بہ۔
تم میں سے کوئی مسلمان نہیں ہوگا جب تک کہ اس کی خواہش اس کے تابع نہ ہو جو میں لے کر آیا۔'' (شرح السنۃ للبغوی، ۱/۲۱۳)

البتہ بہت سے احکام تبدل زمانہ سے بدل جاتے ہیں تعامل یا ضرورت وغیرہ یہ اسباب ایسے ہیں کہ جن کی وجہ سے بعض احکام میں تبدل اور تغیر آتا ہے جیسے متقدمین نے یہ لکھا تھا کہ امامت پر اور اذان وغیرہ پر اجرت لینا یہ ناجائز و گناہ ہے لیکن اس کے بعد جب دین کے معاملات میں سستی آگئی اور محتسب امام اور مؤذن محتسب جو بغیر اجرت کے امامت کرے اور اذان دے ایسے لوگ ناپید ہوگئے تو علما نے اس کی اجازت دی کہ طاعات پر اجارہ دین کے معاملات کو آگے بڑھانے کے لئے یہ جائز ہے لہٰذا تعامل اس پر ہوگیا اور ضرورت بھی پائی گئی تو ضرورت ہو یا تعامل ہو یا دوسرے اسباب پیدا ہوں تو بعض احکام میں کچھ نرمی اور کچھ تبدل ہوسکتا ہے۔

عرض...۱۹: ایک مقرر نے کہا کہ اللہ (عزوجل) کا کیا ہوا حرام تو اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی حلال نہیں کرسکتا، کیا

یہ قول عقیدۂ اہل سنت کے مطابق ہے؟

ارشاد...: یہ کس پیرائے میں ان مولوی صاحب نے کہا پہلے پورا کلام ان کا نقل کر کے پھر مسئلہ پوچھا جائے۔

عرض...۲۰: کیا نہج البلاغۃ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب ہے جو انہوں نے خود لکھی یا یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے؟ کیا یہ کتاب کسی بھی زمانے میں مستند رہی ہے؟

ارشاد...: یہ جہاں تک مجھے معلوم ہے حضرت علی کرم اللہ تبارک وتعالیٰ وجہہ الکریم کی کتاب نہیں ہے اور ان کی طرف منسوب کی جاتی ہے اور اس کا مستند ہونا میرے نزدیک ثابت نہیں ہے۔

عرض...۲۱: سرکار کریم علیہ الصلاۃ والسلام کو ''صورت اللہ'' کہنا کیسا ہے؟

ارشاد...: اللہ تبارک وتعالیٰ صورت سے پاک ہے اور حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ کا جلوہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا مظہر یہ تو کہہ سکتے ہیں لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کی صورت کہنا یہ جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس میں اُس معنیٰ کا صاف ابہام ہے جس سے اللہ تبارک وتعالیٰ پاک ہے۔

عرض...۲۲: نام مبارک ''مصطفیٰ'' کی انگریزی میں صحیح اسپیلنگ کیا ہے؟ MusTafa یا MusTHafa یا MusTufa یا Musthufa؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: MUSTAFA

عرض...۲۳: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے ہیں تو کیا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی اولاد سادات کہلائے گی؟ اگر ہاں تو ان کا خطاب کیا ہوگا؟

ارشاد...: نہیں، نہیں یہ حضرت سلمان فارسی تک محدود ہے جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا سلمان اہل بیت سے ہیں اور ایک اور جگہ فرمایا سلمان ہمارے خاندان میں سے ہیں۔

عرض...۲۴: میری عمر پندرہ (۱۵) سال ہے میں نے خواب میں دیکھا اولیا کا مجمع ہے جو مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے اور میں نے ان کے دستِ اقدس، پائے مبارک اور شانۂ اقدس کا بوسہ لیا آپ علیہ الصلاۃ والسلام مسکرائے اور ایک سفید چادر جس سے روشنی نکل رہی تھی اسے میری کمر پر رکھا اور میرے ہاتھوں کو چوما، کیا آپ میرے خواب کی تعبیر بتا سکتے ہیں؟

ارشاد...: اچھا خواب ہے، آپ کو مبارک ہو اس خواب کے لیے، میں اس خواب کی تعبیر کی وضاحت نہیں کر سکتا، لیکن میں یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ آپ کو اپنی رحمتوں سے اور اس خواب کے فوائد سے سرفراز کرے۔

عرض...۲۵: مونچھوں کے حلق کا حکم ہے یا انہیں پست کرنے کا حکم ہے؟ اگر پست کرنے کا حکم ہے تو سنت طریقہ کیا ہے؟ کیوں کہ قینچی کو ایجاد ہوئے ابھی تقریباً ایک سو بیس (۱۲۰) سال ہی ہوئے ہیں اس سے پہلے کیا طریقہ رائج تھا؟ رہنمائی فرمائیں۔

ارشاد...: یہ تو عجیب سوال ہے حدیث میں وارد ہوا:

''قصوا الشوارب۔ مونچھوں کو پست کرو ان کو کاٹو۔''

(المعجم الکبیر للطبرانی، ۱۱/۱۵۲)

اگر قینچی نہیں تھی تو کیسے کاٹتے تھے؟ اس قسم کے سوالات کا حاصل کچھ نہیں ہے اور حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ فرمایا کہ:

''من افتی الناس بکل ما یسألونہ فھو مجنون۔ آدمی جو لوگوں کو ان کے ہر سوال کا جواب دے وہ پاگل ہے۔''

(المعجم الکبیر للطبرانی، ۹/۱۸۸)

عرض...۲۶: کیا عالم یا فقیہ کا مرتبہ سید سے زیادہ ہے؟

ارشاد...: دُرِّ مختار میں یہ لکھا ہوا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہا حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کے حرم محترم وہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس لئے افضل ہیں کہ وہ فقہائے خواتین عورتوں میں جو فقہا اور فقاہت سے نوازی گئیں ان میں ان کا سب سے بڑا مرتبہ ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''خذوا نصف دینکم عن ھذہ الحمیراء۔ حمیرا ان کا لقب تھا اس حمیرا سے اپنا آدھا دین لو۔'' (البدایۃ والنہایۃ، ۸/۹۲)

عرض۔۔۔ ۲۷: غوث اور قطب کن کو کہتے ہیں؟ کیا یہ ایک ہی مرتبے کے دو الگ نام ہیں؟ اگر ایسا ہے تو مختلف شہروں کے مختلف اقطاب جو بتائے جاتے ہیں ان کا کیا مطلب ہے جب کہ غوث کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ اپنے وقت کا صرف ایک ہی ہوتا ہے؟

ارشاد۔۔۔: اس سلسلے میں سرِ دست اصطلاحات تصوف پیش نظر نہیں ہیں جن صاحب کو اس کا ذوق ہے وہ تصوف کی کتابیں پڑھیں لیکن میری رائے یہ ہے کہ نہ پڑھیں اس لئے کہ تصوف جس قدر عمل کے لئے درکار ہے وہ یہ ہے کہ آدمی شریعت کا علم حاصل کرے اور پھر اس پر عمل کرے اور جو باتیں اصلاحِ باطن کے لئے ضروری ہیں تزکیہ نفس ان کو اختیار کرے اور اس کے لئے جو علمائے اہل سنت و جماعت ہیں حضرت امام غزالی رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ اور دیگر جو علما اگر اتنی لیاقت ہے تو احیاء علوم الدین کا مطالعہ کیجئے اور اگر لیاقت نہیں ہے تو علمائے اہل سنت وجماعت سے رابطہ کیجئے اور جو پیرانِ عظام جامع شرائط ہیں ان کی صحبت میں بیٹھئے تاکہ تزکیہ نفس حاصل ہو شریعت پر عمل کرنے کے بعد تزکیۂ نفس کی منزل ہے اور عملی تصوف یہی ہے اس کے بعد یہ ہمارے لئے کچھ مضر نہیں ہے کہ اولیائے کرام کے آپس میں کیا مدارج ہیں اغواث و اقطاب و ابدال و اوتاد و افراد کنہیں کہتے ہیں۔

اگر ہم نہ جانیں اور ان سب سے نیازمندی رکھیں تو ہماری نجات کے لئے یہ نیازمندی بس ہے اور جو فرائض و واجبات اور شریعت کے جو مسائل ضروریہ ہیں آدمی ان کو جاننے میں اپنی محنت صرف کرے اس کی برکت سے ان شاء اللہ وہ بھی معلوم ہو جائے گا جو معلوم نہیں ہے حدیث میں آیا:

''من عمل بما علم او رثه الله علم ما لم يعلم۔ (جامع العلوم والحکم، ۲/۲۹۷) جو اپنے علم کے مطابق جو جانتا ہے اس پر عمل کرے، اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو وہ سب کچھ سکھا دے گا جو وہ نہیں جانتا۔''

.... جاری

ص ۲۴ کا بقیہ.........

ایک نہیں لاکھوں گردن کاٹنے کی ہمت رکھتے ہیں۔''

اسی بابا نے سی اے اے/ طلاق ثلاثہ/ تنسیخ دفعہ 370 اور تعدد ازدواج پر مسلمانوں کے خلاف خوب زہر اگلا، آچاریہ پرمود کرشنم جنہیں کچھ وقت پہلے تک کوئی ڈھنگ سے جانتا بھی نہیں تھا، مولانا ارشد مدنی کی مہربانیوں کی بدولت شہرت ملی تو موصوف بھی کھلنا شروع ہوئے، پچھلے دنوں آچاریہ جی نے حکومت سے تاج محل/ قطب مینار اور لال قلعہ کو ہندوؤں کو سونپنے کا مطالبہ کیا، آچاریہ جی کے موجودہ تیور دیکھ کر لگتا ہے آنجناب بھی شردھانند کے ہی جانشین نکلیں گے۔

لمحۂ فکریہ

ایک طرف مولانا آزاد کے وارثین ان کی بدعت سئیہ کو پروان چڑھانے میں مصروف ہیں تو دوسری جانب اہل سنت میں بھی یہ جراثیم سرایت کرنے لگے ہیں، پچھلے کچھ وقت میں ایسے کئی معاملے منظر عام پر آئے ہیں جو فکری و اعتقادی طور پر مسلمانوں کے لیے سخت نقصان دہ تھے لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ارباب حل وعقد نے یا تو صرف نظر سے کام لیا یا تاویل کے نام پر لیپاپوتی کی ناکام کوشش کی، اچھی طرح یاد رکھیں!

تاریخ صرف رٹنے کے لیے نہیں ہوتی، رٹ تو طوطے بھی لیتے ہیں، سمجھ دار وہ ہوتا ہے جو صرف پڑھتا نہیں بلکہ اس کے انجام پر بھی نگاہ رکھتا ہے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ حادثہ شردھانند سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا گیا۔ اس لیے اب عام مسلمانوں میں بھی کفر و شرک کے تعلق سے بے راہ روی آتی جا رہی ہے اگر وقت رہتے ہم نے سنجیدہ اقدامات نہیں کیے تو شرک کے سائے اتنا بڑھ جائیں گے جس سے بچ پانا عوام تو کیا خواص کے لیے بھی آسان نہیں ہوگا۔

◆◆◆

ارشاد غوث اعظم

''عزت رب کی قسم! اچھے برے سب میرے سامنے ہیں، میری نگاہیں لوح محفوظ پر ہیں، میں دریائے علم ومشاہدۂ الٰہی کا تیراک ہوں، میں خداوند قدوس کی حجت اور نائب رسول ہوں۔''

ملفوظات

از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی*

شرک کے بڑھتے سائے

احوال قوم وملت

اس بار کی کانوڑ یاترا میں کلمہ گو افراد کی بڑھتی ہوئی تعداد اور مسلمانوں میں غیر محسوس طریقے سے بڑھتے ہوئے شرکیہ رجحانات حد درجہ باعث تشویش ہیں، اگر ہم نے وقت رہتے بدلتے ہوئے رویوں کا نوٹس نہیں لیا اور عقیدہ توحید کی حفاظت کا فریضہ انجام نہیں دیا تو وہ دن دور نہیں ہے کہ جب توحید کے پرستار ملکی تہذیب کے نام پر کفر وشرک کو اپنی جدّی روایات کا حصہ قرار دے کر اس پر فخر کا اظہار کریں گے اور مسجدوں کے منبر سے ہندو میتھالوجی کے فضائل وکمالات بیان کیے جائیں گے۔

ہوسکتا ہے کہ عام ذہن ان خدشات سے اتفاق نہ کرے لیکن ملک کے بدلتے ہوئے حالات اور قوم کے نمائندہ چہروں کی حکومت کے تئیں بدلتی ہوئی ذہنیت اور پالیسی کو دیکھ کر ڈر لگنے لگا ہے کہ جن خدشات کا ہمیں اندیشہ ہے کہیں وہ اس سے زیادہ بھیانک صورت میں سامنے نہ آئیں جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

کیا ایسا ممکن ہے؟

بہت ممکن ہے کہ ایک عام مسلمان کے دماغ میں یہ سوال اٹھے کہ کیا ایسا ممکن ہے کہ مسجدوں کے منبر سے ہندو افکار و نظریات کے خطبے پڑھیں جائیں اور مرکز توحید میں شرکیہ منتر پڑھے جائیں؟ جواب ہے، جی ہاں! یہ صرف ممکن ہی نہیں ہے کچھ ''روشن خیالوں'' کی مشرک نوازی کی بدولت ایک صدی پہلے یہ حادثہ واقع بھی ہو چکا ہے، اب ایک بار پھر سے وہی حالات بنانے کی سازشیں چل رہی ہیں کہ مرکز توحید سے شرک کا خطبہ دیا جائے، سننے والے مسلمان ہوں اور اُنہیں گیتا/ رامائن کے شِلوک سنا کر ہندو تہذیب وثقافت قبول کرنے کی دعوت دی جائے۔

دونوں قوموں کے بنیادی نظریات

ہندو اور مسلمان بھارت کی دو سب سے بڑی قومیں ہیں، دونوں کے بنیادی نظریات اور عقائد ایک دوسرے سے بالکل الگ اور جداگانہ ہیں، ہندو دھرم کی بنیاد بَہُو ایشوَرواد(बहु ईश्वरवाद) پر قائم ہے، جس کا مطلب ہوتا ہے ایک سے زیادہ خداؤں پر ایمان رکھنا، اسی کو انگریزی میں پالیتھزم (Polytheism) کہتے ہیں۔

اسلام کا بنیادی تصور، توحید (एकेश्वरवाद) پر قائم ہے جہاں شرک کے لیے ادنی سی گنجائش بھی موجود نہیں، توحید کا بنیادی پہلو ہی یہی ہے کہ اللہ تعالی کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کیا جائے، اللہ کریم نے قرآن پاک میں واضح فیصلہ سناتے ہوئے فرمایا ہے:

''وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ اور تمہارا معبود ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔'' (البقرۃ:163)

''وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ۔ اور تمہارے رب نے فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو۔'' (اسرا:23)

توحید کا بنیادی مفہوم شرک کا انکار ہے اس لیے قبول اسلام کی شروعات لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے ہوتی ہے جس کا واضح مطلب ہی دوسرے خداؤں کی تردید اور انکار ہے، یعنی شرک کا رد توحید کی پہلی سیڑھی ہے، اس کے بعد ہی اسلام کے دوسرے عقائد کا نمبر آتا ہے، اس ہلکی سی تفصیل سے یہ بات آئینے کی طرح صاف ہو جاتی ہے کہ دونوں قوموں کے بنیادی نظریات میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

بھارت میں مسلمانوں کا اقتدار کم وبیش آٹھ سو سال قائم رہا، عہد اقتدار سے اب تک اہل اسلام نے کبھی بھی طاقت/ دولت/ لالچ کی بنیاد پر کسی کو قبول اسلام پر مجبور نہیں کیا، جب کہ عقیدہ توحید ہمیشہ سے مخالفین کی نگاہوں میں کھٹکتا رہا، تقسیم وطن کے بعد

* مضمون نگار ماہنامہ سواد اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

مسلمانانِ ہند کی کمزور ہوتی پوزیشن نے اغیار کو ہمت دلائی اور وہ منصوبہ بندی اور پوری طاقت کے ساتھ عقیدہ توحید کی جڑیں کھودنے میں مصروف ہو گئے۔

عقیدہ توحید کے متعلق عام مسلمان بھی حد درجہ راسخ رہے ہیں، جس کی بنیاد پر وہ شرک کے سائے سے بھی کوسوں دور رہتے ہیں، مسلمانوں کے درمیان عقیدہ شرک کو ہلکا بنانے میں دو طبقات نے کلیدی کردار ادا کیا ہے، وہ طبقات یہ ہیں:

1– فلمی اداکار/ اداکارائیں

2– مفاد پرست سیاست داں

اپنے اپنے میدانوں میں کامیابی کے لیے مفاد پرست سیاست دانوں اور فلمی اداکاروں نے کفر و شرک سے کسی طرح کا کوئی پرہیز نہیں رکھا، اپنی سیاسی/فلمی امیج کو بنائے رکھنے کے لیے غیر مسلموں سے شادیاں رچائیں، حالانکہ قرآن کا واضح حکم ہے:

''وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَ لَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ۔ ترجمہ: شرک والی عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک مسلمان نہ ہو جائیں اور بیشک مسلمان کنیز مشرکہ عورت سے اچھی ہے اگرچہ وہ تمہیں پسند ہو اور [مسلم عورتوں کو] مشرکوں کے نکاح میں نہ دو جب تک وہ ایمان نہ لائیں۔'' (البقرۃ:221)

اتنے صاف اور واضح حکم کو نظر انداز کر کے سیاست دانوں/ فلمی اداکاروں نے غیر مسلموں سے شادیاں کیں۔ شادی کے بعد ان لوگوں نے ہندو دھرم کے مذہبی عقائد بھی اپنانے سے گریز نہیں کیا اور علانیہ مورتی پوجا بھی شروع کر دی۔

مسجد اور پنڈت کا پرَوچن

آج سے تقریباً 103 سال پہلے برطانوی بھارت میں 30 مارچ 1919ء کا دن مسلمانانِ ہند کی روشن تاریخ پر بدنما داغ بن کر آیا، جب گاندھی جی کے محب صادق مولانا ابو الکلام آزاد جیسے مخلص وفاداروں کی جی توڑ محنت اور عوامی ذہن سازی کی بدولت آریہ سماجی رہنما پنڈت شردھانند نے جامع مسجد دہلی کے منبر سے مسلمانوں کو خطاب کیا، عجیب نظارہ تھا مسلمانانِ ہند کی آن بان شان کہلانے والی جامع مسجد میں ایک ہندو پنڈت نہ صرف داخل ہوا بلکہ اسے بصد احترام منبر سجا کر بٹھایا گیا، شردھانند نے اپنے خطاب کی شروعات اس ہندوانہ منتر سے کی:

"ॐ विश्वानि देव सवितर्दुरितानि परासुव। यद् भद्रं तन्न आ सुव।"

''ترجمہ: اے خوش حالی کے دیوتا، گیان پھیلانے والے، دنیا بنانے والے اور تمام کامیابیوں کے پرمیشور، آپ ہمارے دکھوں، بری عادتوں کو دور کر دیجئے۔''

افسوس صد افسوس!

جس مسجد سے بڑے بڑے صلحا اور فاضلین وقت نے توحید و رسالت کا درس دیا اسی مسجد میں ''اُوم وِشْوَانِی دیوا'' کے شرکیہ منتر پڑھے گئے مگر کسی کو خانہ خدا کی بے حرمتی کا احساس نہیں ہوا، حالانکہ ایک عام مسلمان بھی احترام مسجد کے تئیں بہت حساس ہوتا ہے لیکن اُس دن کسی کو بھی احترام مسجد کا خیال نہیں آیا، جانتے ہیں کیوں؟

کیوں کہ پرستارِ گاندھی، مولانا آزاد عوام کو اچھی طرح سمجھا چکے تھے کہ ہندو مسلم ایکتا کے لیے ایسا کرنا بے حد ضروری ہے اور شریعت میں اس کی ممانعت نہیں ہے، اپنے فاسد نظریئے کو ثابت کرنے کے لیے آزاد صاحب نے "جامع الشواہد فی دخول غیر المسلم فی المساجد" نامی رسالہ بھی تحریر کیا، جس میں انہوں نے بزعم فاسد شردھانند کو مسجد لے جانے اور خطاب کرانے کو جائز ثابت کرنے کی ناکام کوشش بھی کی، حالانکہ یہ صرف آزاد صاحب اور کانگریسی مسلمانوں کی خود فریبی تھی ورنہ حقیقت حال وہ بھی اچھی طرح جانتے تھے۔

دوستی کا صلہ

ایسا نہیں ہے کہ شردھانند کو محض کانگریسی لیڈر کے طور پر جامع مسجد میں مدعو کیا گیا تھا، پنڈت شردھانند سے آزاد صاحب کے دوستانہ مراسم بھی تھے، اس کا اظہار خود آزاد نے اس وقت کیا جب مقتدر علما و مشائخ نے شردھانند کے دخول مسجد پر سخت

اعتراض جتایا، تب آزاد صاحب نے شردھانند کا دفاع کرتے ہوئے لکھا تھا:

''اگر اس چبوترے (خطاب کے لیے بنائے گئے منبر) پر ایک غیر مسلم دوست نے مسلمانوں کی اجازت سے کھڑے ہو کر تقریر کی تو اس میں شرعاً کیا قباحت ہے؟''

(پیش لفظ جامع الشواہد، ص 10)

کتنی عجیب بات ہے کہ جس ''دوست'' کو آزاد صاحب نے مسجد میں اعزاز دلایا اسی نے آزاد صاحب کی قوم کو مرتد بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، خطابِ جامع مسجد کے تین سال بعد ہی 1923ء میں شردھانند نے مسلمانوں کو مرتد بنانے کے لیے ''شدھی تحریک'' کا آغاز کیا اور لاکھوں مسلمانوں کا ایمان چھین کر انہیں مرتد بنایا، اگر بروقت جماعت رضائے مصطفےٰ جیسی تنظیموں نے فتنہ ارتداد کی روک تھام نہ کی ہوتی تو پتا نہیں شردھانند کا فتنہ کس قدر نقصان پہنچاتا۔

ان معاملات کا تجزیہ کرنے کے بعد یہی لگتا ہے کہ یا تو آزاد صاحب مردم شناسی میں بے حد کمزور تھے یا گاندھی کے سحر نے ان کی فہم و فراست سلب کر لی تھی، یہ بات اس لیے کہنا پڑتی ہے کہ اپنے حلقوں میں امام و قائد کہلانے والے آزاد جیسے دانش وران، گاندھی کے اس فلسفے پر دل و جان سے ایمان لائے ہوئے تھے کہ ہندو مسلم ایکتا کے لیے اس سے اچھا فارمولہ نہیں ہوسکتا کہ مسجد میں پنڈت پِروَچن سنائے اور مندروں میں مولوی تقریر کرے، اسی لیے ایک طرف شردھانند سے جامع مسجد میں بھاشن دلایا گیا تو مختلف مندروں میں مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا آزاد کی تقریریں کرائی گئیں۔

اب اسے گاندھی جی کی شخصیت کا سحر کہیں یا مذکورہ حضرات کی غیر مشروط وفاداری، بہر حال اس رویے نے اس وقت بھی ملت اسلامیہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا تھا اور آج ایک بار پھر سے وہی تاریخ دہرانے کی سازش پر کام کیا جار ہا ہے جسے وقت رہتے نہ سمجھا گیا تو اس بار ملت اسلامیہ کو پہلے سے کئی گنا زیادہ نقصان اٹھانا پڑے گا۔

تاریخ خود کو دُہرا رہی ہے

ایک صدی قبل جن مذہبی چہروں نے شردھانند جیسے باباؤں کو مذہبی محفلوں میں بلانے کی جو بدعت شروع کی تھی وہ وقت کے ساتھ تھوڑی کمزور تو ہوئی لیکن ان کے فکری وارثین نے اسے مرنے نہیں دیا اور اب اپنی اپنی سطح پر اسے فروغ دینے میں لگے ہوئے ہیں۔

واقعہ شردھانند (30 مارچ 1919ء) کے ٹھیک 90 سال بعد 3 نومبر 2009ء کو مولانا حسین احمد مدنی کے پوتے مولانا محمود مدنی نے دیوبند میں جمیعۃ علماے ہند کے اسٹیج پر یوگ گرو بابا رام دیو کو بلا کر آزاد کی دفن شدہ بدعت کو پھر سے زندہ کیا، محمود مدنی صاحب نے رام دیو کو آگے بڑھایا تو ان کے چچا مولانا ارشد مدنی نے آچاریہ پرمود کرشنم کو مذہبی جلسوں میں مہمان خصوصی بنانا شروع کیا۔

جس طرح شردھانند نے اپنے بھاشن کی شروعات اُوم وِشوا سے کی، کچھ اُسی انداز میں رام دیو نے بھی سیکڑوں علما و طلبہ کے درمیان آر ایس ایس کی بولی بولتے ہوئے کہا تھا:

''ہمارے مذہبی طور طریقے الگ الگ ہوسکتے ہیں لیکن ہمارے آبا و اجداد ایک ہی ہیں۔''

دنیا جانتی ہے کہ آر ایس ایس کے اس جملے کا مطلب صرف یہ جتانا ہوتا ہے کہ آٹھ صدی قبل مسلمانوں کے اجداد بھی دیگر بھارتیوں کی طرح بُت پرست تھے اس لیے ہمارے اجداد اوپر جا کر ایک ہی (یعنی بُت پرست) ہو جاتے ہیں، بس بعد والوں نے دھرم پری ورتن (تبدیل) کر لیا ہے، جس کے لیے پہلے شردھانند نے شدھی تحریک چلائی اور اب اس کے وارثین اسی تحریک کو گھر واپسی کے نام سے چلا رہے ہیں۔

جس طرح شردھانند نے عزت افزائی کے بعد ارتدادی مہم چلائی، اُسی طرح رام دیو نے بھی عزت افزائی کے بعد اپنا اصلی رنگ دکھایا، ہریانہ میں آر ایس ایس کے منعقدہ اجلاس (2016ء) میں اس نے مسلمانوں کو دھمکاتے ہوئے کہا:

''اس دیش میں قانون کا خیال ہے نہیں تو ہم بقیہ ص ۲۱ پر

(از: مولانا شاداب امجدی*)

اعلیٰ حضرت کے لیے ''فاضل بریلوی'' کا لقب کتنا صحیح کتنا غلط؟

''جہان مفتی اعظم'' میں حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ ناظم تعلیمات الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور نے لکھا کہ سیدی اعلیٰ حضرت کے لیے ''فاضل بریلوی'' کا لقب نہیں استعمال کرنا چاہیے، کیوں کہ جس طرح اس کا مصدر ''فضل'' ہے، اسی طرح اس کا دوسرا مصدر ''فضول ہے'' اور یہ حاسدین کی طرف سے دیا ہوا لقب ہے۔ (مفہوماً از جہان مفتی اعظم)

فرماتے ہیں کہ ''میں نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے رتبہ شناس معاصرین اور ان کے کثیر تلامذہ وخلفا کی تحریریں پڑھیں، ان میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے لیے ''فاضل بریلوی'' کا استعمال کہیں نہ دیکھا پھر یہ استعمال ہم میں کہاں سے در آیا؟ اس کا سراغ لگانے کی ضرورت ہے۔

میں نے جہاں تک سمجھا اور معلوم کیا اس کا استعمال ان لوگوں سے شروع ہوا جو امام اہل سنت کو وہابیوں، دیوبندیوں کی طرح ''خاں صاحب'' یا ''خاں صاحب بریلوی'' علانیہ کہنا پسند نہیں کرتے تھے اور اس زمانے میں ''مولانا احمد رضا خاں کہنے میں بھی خاصی تحریم وتعظیم کا اظہار ہوتا تھا، اس لیے یہ بھی گوارا نہ تھا، لیکن ''فاضل بریلوی'' کہنے میں انہیں یک گونہ راحت نظر آئی، اس لیے کہ فاضل کا مصدر فضل اور فضول دونوں ہے، فضل پر نظر کرتے ہوئے معتقدین کو کچھ بولنے کی گنجائش نہ ملتی اور فضول پر نظر کرتے ہوئے دل کے بغض اور آتش حسد کی تسکین ہو جاتی، اس لیے سب چھوڑ کر اسی کو لکھنا بولنا پسند کیا۔ (جہان مفتی اعظم، ص ۹۸)

لہٰذا ہم نے حضرت کی آواز پہ لبیک کہا اور اس کا سراغ لگایا، تو ہم پر یہ واضح ہوا کہ یہ لقب حاسدین کا دیا ہوا نہیں ہے بلکہ محبین ومعتقدین اور تلامذہ اور خلفا کا دیا ہوا ہے، بلکہ خود اس کا ثبوت تقریراً ہی سہی امام اہل سنت سے بھی ہے۔

اس خاص لقب پر شواہد پیش کرنے سے قبل یہ عرض کرتا چلوں کہ سیدی اعلیٰ حضرت کے لیے ہی صرف ''فاضل'' کا لقب نہیں دیا گیا ہے بلکہ اس سے پہلے بھی علما نے اپنی تصنیفات میں اسلاف ومعاصرین کے لیے کثرت سے فاضل کا لقب استعمال کیا ہے، یہ لقب استعمال کرتے وقت کسی کے وہم وگمان میں بھی اس کا مصدر ثانی (فضول) نہیں آیا ہوگا، اس لیے اس معنی کو اس لقب میں کرید کر نکالنا ہی فضول ہے، بعض معمر علما سے میں نے سنا بھی کہ مصدر ثانی کی طرف توجہ جب تک نہ دلائی گئی تھی تب تک ہر لکھنے، بولنے والا اس کو فضل ہی سے مشتق مان کر لکھ اور بول رہا تھا، فضول کا خواب وخیال بھی کسی کو نہیں تھا۔

یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فتاویٰ رضویہ شریف میں اسلاف ومعاصرین کے لیے اتنی کثرت سے یہ لقب استعمال فرمایا ہے کہ اگر اس کو جمع کیا جائے تو تحریر بہت طویل ہو جائے گی، اس لیے مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر چند شواہد فتاویٰ رضویہ سے پیش کیے جاتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت نے مندرجہ ذیل علما کو ''فاضل'' کے لقب سے یاد کیا ہے:

(۱) تاج الفحول، علامہ عبدالقادر بدایونی کو ''فاضل بدایونی''
(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج ۲۲ ص ۳۸۵ مطبع رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(۲) حامی سنت حضرت مولانا ارشاد حسین رامپوری کو ''فاضل رامپوری'' (ج ۱۷ ص ۵۳۲)

(۳) صاحب رد المحتار (فتاویٰ شامی) علامہ ابن عابدین شامی (مشہور بہ علامہ شامی) کو ''فاضل شامی'' (ج ۴ ص ۳۸۷)

(۴) علامہ عبدالحی لکھنوی کو ''فاضل لکھنوی'' (ج ۱۰ ص ۴۰۴)

(۵) علامہ سید احمد طحطاوی مصری کو ''فاضل طحطاوی'' (ج ۲ ص ۲۶۵)

تقدونظر

(٦) صاحب جامع الرموز علامہ قہستانی کو ''فاضل قہستانی''
(ج ۲/ص ۲۶۳)

(٧) محشی درر حضرت علامہ عبد الرحیم رومی کو ''فاضل رومی''
(ج ۳/ص ۳۲۵)

(٨) صاحب کشف الظنون شیخ الاسلام امام شہاب الدین چلپی کو ''فاضل چلپی'' (ج ۳/ص ۵۹۱)

(٩) صاحب شرح نقایہ علامہ برجندی کے لیے ''فاضل برجندی''
(ج ۴/ص ۲۷۱)

(١٠) صاحب شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ علامہ محمد بن عبد الباقی الزرقانی کو ''فاضل زرقانی'' (ج ۹/ص ۲۹۸)

اور ان علما کو امام اہل سنت نے ایک جگہ نہیں بلکہ متعدد جگہ اس لقب سے یاد فرمایا ہے اور اس کے علاوہ بھی کثیر علما کو اس لقب سے ملقب کیا ہے جس کی اس مختصر تحریر میں گنجائش نہیں۔

اب ملاحظہ فرمائیں کہ اعلیٰ حضرت کے خلفا، معاصرین اور تلامذہ نے بھی اس لقب کو آپ کے لیے استعمال فرمایا ہے، امام اہل سنت نے نیچریوں کے رد میں رسالہ مبارکہ ''الدلائل القاهرة علی الکفر النیاشرة'' تحریر فرمایا، جس کو اس زمانے کے اکابر علما نے اپنی تصدیق وتقریظ سے مزین کیا جن میں آپ کے خلفا بھی ہیں، معاصرین بھی ہیں۔

(١) خلیفۂ اعلیٰ حضرت، مفسر قرآن، صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ نے تمام القاب وآداب کے ساتھ ''فاضل بریلوی'' کے لقب کو بھی تحریر فرمایا ہے۔

(فتاویٰ صدر الافاضل، ص ۱۰۶/ماخوذ از مجموعہ فتاویٰ اہل سنت ایپ)

(٢) خلیفہ اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ خلیل الرحمٰن بہاری صدیقی رضوی مدرس مدرسہ منظر اسلام نے بایں الفاظ تصدیق فرمائی:

اصاب من اجاب وھو مرشدی ''الفاضل البریلوی''
(ج ۱۵/ص ۱۱۰)

(٣) خلیفۂ اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ سید محمد غیاث الدین حسن حنفی بہاری نے (ص ۱۱۸) اور (٤) حضرت علامہ غلام رسول ملتانی نے (ص ۱۳۱)، (٥) حضرت علامہ نور الحسن رامپوری مدرس اوّل مدرسہ عثمانیہ کلکتہ نے بھی (ص ۱۳۶) پر ''فاضل بریلوی'' لکھا۔

(٦) خلیفۂ اعلیٰ حضرت، ملک العلماء حضرت علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ نے حیات اعلیٰ حضرت، حصۂ اوّل، ص ۴۴/ پر امام اہل سنت کے لیے ''فاضل بریلوی'' تحریر فرمایا۔

(٧) اسی طرح اپنے فتاویٰ ''فتاویٰ ملک العلماء، ص ۳۹۰/ پر بھی ''فاضل بریلوی'' تحریر فرمایا۔ (ماخوذ از مجموعہ فتاویٰ اہل سنت ایپ)

(٨) حضرت سید مہدی میاں مارہروی علیہ الرحمہ نے اپنے ایک مراسلے میں اعلیٰ حضرت کو دیگر القاب کی بجائے صرف ''فاضل بریلوی'' لکھنے کو ہی کافی سمجھا۔

(اخبار ذوالقرنین بدایوں، ۱۴/ نومبر ۱۹۱۶ء، ص ۶)

(٩) خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف کا علمی ترجمان سالنامہ ''اہل سنت کی آواز'' اکتوبر ۲۰۰۱ء کے شمارے میں حضور احسن العلما سید شاہ مصطفی حیدر حسن میاں مارہروی علیہ الرحمہ کی ایک تقریر شائع ہوئی ہے، جس میں حضرت نے بارہا ''فاضل بریلوی'' کے لقب کا استعمال فرمایا ہے۔

(١٠) بلکہ خود حضرت مصباحی صاحب قبلہ نے ماہنامہ اشرفیہ کے حافظ ملت نمبر میں، صفحہ ۱۸۰/ پر ''حافظ ملت کے علمی افادات'' کے تحت محدث اعظم ہند کا ایک واقعہ بروایت حافظ ملت تحریر فرمایا ہے، اس میں خود حضرت نے بھی اپنے قلم سے ''اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی'' تحریر فرمایا ہے اور یہی مضمون بلفظہ آپ کے مجموعہ مقالات ''مقالات مصباحی'' کے صفحہ ۱۵۱/ پر بھی موجود ہے۔

حضرت کی صرف اسی تحریر سے تین شخصیات کے حوالے سے اس لقب کے بولنے اور لکھنے کا ثبوت فراہم ہوتا ہے: (١) مصباحی صاحب (٢) حافظ ملت (٣) محدث اعظم ہند۔

یہ حوالے ایک سرسری نظر میں فراہم ہو گئے، اگر آپ کے خلفا کی تحریروں میں باریک بینی سے تلاش کیا جائے تو مزید شواہد ملیں گے۔

اخیر میں بعض استفتوں میں اس لقب کے استعمال کو ملاحظہ فرمائیں، جس کو اعلیٰ حضرت نے خود بھی پڑھا ہے، اسی کو ہم نے

عرض کیا کہ اس کا ثبوت اعلیٰ حضرت سے تقریراً بھی ہے:

(۱) خلیفۂ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ سید سلیمان اشرف بہاری سابق پروفیسر دینیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے اعلیٰ حضرت سے ایک استفتا کیا، جس میں اعلیٰ حضرت کے لیے دیگر القاب کے ساتھ ''فاضل بریلوی'' بھی رقم فرمایا۔ (کتاب الطلاق، ج ۱۳ رص ۱۳ ۳)

(۲) اسی طرح کتاب الصلاۃ، ج ۶ رص ۶۱۰ (۳) کتاب الزکوٰۃ، ج ۱۰ رص ۶۸۰ (۴) کتاب النکاح، ج ۱۱ رص ۱۲۲ (۵) کتاب الشرکۃ، ج ۱۶ رص ۳۴۴ (۶) اور کتاب البیوع، ج ۱۷ رص ۶۹۷ - ۶۹۸ ر پر موجود استفتوں میں اعلیٰ حضرت کے لیے ''فاضل بریلوی'' کا لقب ملاحظہ کیا جا سکتا ہے جو اس بات کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ اس لقب کی ایجاد اعلیٰ حضرت کے زمانے کے بعد نہیں ہوئی ہے۔

اس پوری تحریر (جس میں ۲۶ ر شواہد حوالے کے ساتھ پیش کیے گئے ہیں) سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ یہ لقب وہابیوں یا حاسدوں کی طرف سے دیا ہوا نہیں ہے بلکہ اکابر اہل سنت کا دیا ہوا ہے۔

اس لیے اس لقب کے استعمال میں کوئی حرج نہیں، اب جو لوگ ''فاضل بریلوی'' کے لقب کو فضول کے احتمال کی بنیاد پر ترک کو بہتر قرار دیتے ہیں انہیں چاہیے کہ سیدنا خواجہ غریب نواز اور دیگر اولیائے کرام رضی اللہ عنہم کے لیے ''خواجہ'' کے لقب کو بھی ترک کا اعلان کر دیں جو ''سردار اور آقا'' کے معانی کے ساتھ ''مخنث اور ہیجڑا'' کا بھی معنیٰ رکھتا ہے۔

◆◆◆

ص ۲۹ ر کا بقیہ.........

سے، ایک ہی بات کہنا کہ ربیع الاوّل بالکل منانا جائز نہیں، بس یہ آخری علاج ہے۔

نوٹ: قارئین! آپ نے اندازہ لگایا ہوگا، آج بدعقیدوں کا انداز کچھ ایسا ہی ہے، وہ دلائل و براہین نہیں مانتے، قرآن و حدیث نہیں مانتے، نجدیوں کے قبضہ سے پہلے، اہل عرب کا معمول نہیں مانتے، بس اپنی ہٹ دھرمی پر اڑے رہتے ہیں کہ ناجائز ہے ناجائز ہے۔

◆◆◆

ص ۳۴ ر کا بقیہ.........

حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ اپنے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا یہ پہلا گروہ تھا جس نے میرے ہاتھ پر توبہ کی، اس واقعہ سے جہاں دیگر باتیں معلوم ہوتی ہیں وہیں یہ بھی اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ حضور غوثِ اعظم کس درجہ اپنی ماں کے فرماں بردار تھے ایسے وقت میں آدمی ہر بات کو بھول جاتا ہے صرف اور صرف جان و مال کی فکر رہتی ہے۔

آپ نے بغداد شریف پہنچ کر باقی علوم وفنون کی تکمیل فرمائی بہت سے علمائے متبحرین اجلہ محدثین وفقہاے کاملین سے اپنی تشنگی کو بجھایا یہاں تک کہ تاج قطبیت آپ کے سر رکھا گیا جس کا اظہار خود حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا ہے۔

درست العلم حتیٰ صرت قطباً
ونلت السعد من مولی الموالی

فراغت کے بعد آپ نے مکمل طور سے ریاضت و مجاہدہ کا عزم فرمایا اسی اثنا میں آپ جنگل و بیابان میں چلے جاتے مہینوں اور کبھی برسوں صحراؤں میں گشت کرتے درختوں کے پتے مباح گری پڑی چیزیں کھا لیا کرتے اس دوران قسم قسم کے شیطانی حملے بھی مسلسل ہوتے رہے لیکن غوثیت کبریٰ کے مالک نے اپنے رب کے فضل و کرم سے ہر شیطانی وار کو ناکام بنا دیا اس کے باوجود حاشا وکلا آپ اوامر ونواہی شرع سے غافل نہ ہوئے کہ ان سے غافل ہونا ہی تو شیطانی وار اور اس کا مقصود و مطلوب۔

◆◆◆

تقدونظر

از: مفتی جمیل احمد قادری *

ابلیسی خاندان اپنے مشن پر

تمثیل

شام کا دھندلکا چھانے لگا تھا، اداسی پیر پسار رہی تھی، ماحول کی سوگواری میں دھیرے دھیرے اضافہ ہونے لگا تھا، گہرا سناٹا، خاموش فضائیں، دور دور تک کوئی نظر نہیں آرہا تھا، اس ماتمی ماحول میں ابلیس کسی گہری سوچ میں گم تھا، حسرت و یاس میں ڈوبا ہوا، اس کا مکروہ چہرہ کچھ زیادہ ہی بدصورت نظر آنے لگا تھا، چھوٹی چھوٹی آنکھوں کے گرد سیاہ جھریوں سے، جہاں اس کی طویل العمری کا علم ہوتا تھا، وہیں ان آنکھوں میں تیرتے آنسو اس کی ناکامی کی شہادت دے رہے تھے۔

اچانک قدموں کی آہٹ ہوئی، اس نے مڑ کر دیکھا تو کچھ لوگ اس کی طرف آتے نظر آئے، ابلیس نے سر اٹھا کر انھیں بغور دیکھا تو وہ سب اس کے اپنے ہی خاندان کے افراد تھے، ان میں کوئی پرایا نہ تھا، آنے والوں میں کچھ ضدی قسم کے جوان نظر آرہے تھے، گویا سعودیہ سے لوٹے ہوں، کچھ کرتا ٹوپی والے بھی تھے، جو دیوبند، یا ندوہ کے فارغین لگتے تھے، ایک کی صورت انجینئر محمد علی مرزا سے بہت ملتی جلتی تھی، ایک طارق جمیل کا بھی ہم شکل تھا، طاہر گیاوی اور مولوی جرجیس کی شباہت کے بھی کچھ لوگ تھے۔

انجینئر مرزا کے ہم شکل نے اپنی گول گول آنکھیں نچا کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور اشاروں میں پوچھا، کہ معاملہ کیا ہے، دادا جی رو کیوں رہے ہیں؟ ایک بڑی عمر کا، سیاہ داڑھی اور پچکے گال، والا آگے بڑھا جو طارق جمیل کا ہم شکل لگتا تھا، اس نے چاپلوسی بھرے نرم لہجے میں ابلیس کو پکارا:

"دادا جی! میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے، ہر سال دیکھتا ہوں کہ ربیع الاوّل کا چاند دیکھتے ہی آپ کی حالت غیر ہونے لگتی ہے، آج بھی وہی حال ہے، آخر آپ بتاتے کیوں نہیں، اس چاند سے آپ کا کیا تعلق ہے، ابلیس نے چند لمحے خاموش رہ کر ایک سرد آہ بھری اور کچھ دیر اپنے بچوں کو دیکھتا رہا پھر بولا: میرے بچو! اس کا تعلق مجھ سے بہت گہرا ہے، اس چاند نے میری زندگی، میرے کام، میرے مشن اور میری صدیوں کی محنت پر پانی پھیر دیا ہے۔"

ابلیس ابھی کچھ اور بھی کہتا کہ اچانک انجینئر مرزا کے ہم شکل نے بیچ میں بات کاٹ دی اور الو کی طرح آنکھیں گھما کر بولا: دادا جی! چاند تو ایک بے جان سیارہ ہے، وہ بھلا کیا کر سکے گا، اس کے جاہلانہ سوال پر ابلیس کسی قدر جھنجھلایا، کیا مگر پھر تحمل سے بولا: میرے بچے! بات سمجھا کر، تمہاری اس بک بک کی عادت نے بہتوں کو گمراہی سے محروم کر دیا ہے، عموماً لوگ تمہاری باتوں کو بکواس سمجھ کر مسترد کر دیتے ہیں، اس چاند نے میرا کچھ نہیں بگاڑا، اس چاند کی بارہ تاریخ کو پیدا ہونے والے رسول نے میرا سارا کھیل خراب کیا ہے۔"

ابلیس کے اتنا کہتے ہی اس کے پوتوں میں کسی نے زیر لب کہا: اچھا! بارہویں کا چاند، آمنہ کا چاند، شاید اسی کو مسلمان کہتے ہیں" جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند" اسی کو مجدد اعظم نے کہا" تم تو عرب کے چاند ہو پیارے، تم تو عجم کے سورج ہو" اسی کو کہا ہے" چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی"

دادا کی زبان سے چاند کا لفظ سن کر پوتے نے گویا چاند کی گردان شروع کر دی، اچانک طارق جمیل کا ہم شکل آگے بڑھا اور چہرے پر خباثت بھری مسکراہٹ سجا کر بولا: دادا جان! دنیا آپ کو سمجھے نا سمجھے، ہم تو سمجھتے ہیں، وہ آپ ہی ہیں جس نے حضرت آدم کو جنت سے نکالا، وہ آپ ہی ہیں جس نے حضرت زکریا کے سر پر آرا چلوایا، وہ آپ ہی ہیں جس نے حضرت یوسف کو کنویں

* مضمون نگار جامع رضا پٹنہ کے بانی و سرپرست ہیں۔

میں ڈلوایا، وہ آپ ہی ہیں جس نے حضرت ایوب پر مصائب کے پہاڑ توڑے، وہ آپ ہی ہیں جس نے حضرت اسماعیل کی قربانی میں روڑے اٹکانے کی کوشش کی۔

آپ کے کارناموں سے تاریخ عالم بھری پڑی ہے، نبی آخر الزماں پر قاتلانہ حملہ کرانے والے بھی تو آپ ہی ہیں، وہ تو وقت نے ساتھ نہیں دیا اور اسلام کی تاریخ میں باب ہجرت کا اضافہ ہو گیا، ورنہ آپ کبھی بھی پیچھے نہ رہے، آپ فکر نہ کریں، زمین پر آپ کی معنوی اولاد کی تعداد کم نہیں، ہم آپ کے مشن کو زندہ رکھنے کے لیے آخری سانس تک لڑیں گے، سانس کا نام لیتے ہی طارق جمیل کا ہم شکل، کھانسنے لگا تھا، آگے کچھ بولنا، اس کے لئے جب مشکل ہو گیا، تو پھولے پھولے گال والا، ایک بیل نما موٹا نوجوان آگے بڑھا۔

اس کے حلیہ سے لگتا تھا، حال ہی میں سعودیہ سے لوٹا ہے، اس نے کہا: دادا جان! ہماری رگوں میں آپ کا ابلیسی خون دوڑ رہا ہے، آپ فکر نہ کریں، بس ہماری رہنمائی کریں، اور بتائیں ہمیں کیا کرنا ہے۔

ابلیس پہلے تو نوجوانوں کی صورت تکتا رہا، پھر قدرے پرسکون ہو کر بولا: شیطانی خون کے پروردہ بچو! اگر اپنے دادا کو خوش کرنا چاہتے ہو، تو" جشن بہاراں" کو روکو، ربیع الاول کے جھنڈے، بارہویں کے جلوس، محافل میلاد، مکانوں اور گلیوں کی سجاوٹ، ان سب کو روکو، یہ چیزیں میرے کلیجے پر برچھی جیسا وار کرتی ہیں، چودہ سو سال پہلے کا زخم تازہ ہو جاتا ہے، اگر تم کچھ کر سکتے ہو، تو ان چیزوں کو بند کرواؤ۔

سعودی ریٹرن جذباتی ہو کر آگے بڑھا اور پر جوش لہجے میں بولا: دادا جان! ہم روکیں گے، مسلمانوں کو خوشیاں منانے سے روکیں گے، چاہے اس کے لئے جو بھی قدم اٹھانا پڑے، شرک و بدعت کا فتویٰ لگا کر یا صحابہ کے عمل کے خلاف بتا کر یا صدیوں پہلے کے بزرگوں کی زندگی میں یہ سب نہ ہونے کا بہانہ بنا کر، ہم طرح طرح کا حیلہ کریں گے، مگر ضرور روکیں گے۔

ایک داڑھی ٹوپی والا سنجیدہ قسم کا نوجوان آگے بڑھا، بولا: دس سال ہم نے مدرسے میں پڑھائی کی ہے، اب زمانہ پہلے والا نہ رہا، بریلی والے مجدد نے جانے کون سا جادو کر دیا ہے کہ مسلمانوں میں کم علم، شخص بھی اب ہمیں ٹکنے نہیں دیتا، بدعت کا نام سنتے ہی ہم پر سوالوں کی بوچھاڑ کر دیتا ہے، جلوس اور جھنڈے کو جب ہم بدعت بتاتے ہیں تو وہ لوگ سیدھا سوال کرنے لگتے ہیں، کہ دیوبند کا سالانہ جلسہ ختم بخاری کی تقریب، سند و دستار کی رسمیں، سیرت کے جلسے، تبلیغی دورے، لاؤڈ اسپیکر میں اذان، کیا یہ سب بدعت نہیں؟ ہماری زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں۔

ہم نے یہاں تک مکر سے کام لیا کہ" جشن باریویں" کے نام پر جو روپے صرف ہوتے ہیں، انہیں کسی مریض کے علاج، یا غریب بچی کی شادی میں خرچ کر دیا جاتا، تو قوم کا بھلا ہوتا، ثواب بھی ملتا، اس پر ایک دنیا دار نے للکارتے ہوئے کہا کہ لوگ اپنی شادیوں میں لاکھوں روپے اڑاتے ہیں، ولیمہ اور ڈیکوریشن کے نام پر لاکھوں روپے جھونک ڈالتے ہیں، اپنے گھروں کی سجاوٹ اور فرنیچر میں، قیمتی اور مہنگی گاڑیوں میں، فرسٹ جنوری کے دن پکنک میں، بچوں کے برتھ ڈے اور اپنی شادیوں کی سالگرہ میں، لاکھوں لاکھ پھونک ڈالتے ہی، ان مواقع پر غریب بچے اور مریض کیوں نظر نہیں آتے۔

سچ بتاؤں دادا! اب تو ہماری ایک نہیں چلتی، ہمارے اپنے لوگ ہر ہر قدم پر شکست کھا رہے ہیں، ہماری لاکھ کوششوں کے باوجود، بارہویں کی دھوم بڑھتی جا رہی ہے، چھوٹے چھوٹے گاؤں اور دیہاتوں میں جلوس نکلنے لگے، جھنڈے لہرانے لگے، دادا! کچھ کرو، کچھ بتاؤ۔

ابلیس نے اپنی تھوتھنی گھمائی اور کھرکھراتی ہوئی آواز میں کہا: سنو! اب آخری حربہ بتا رہا ہوں، دلیل وثبوت کی باتیں مت کرو، شرک و بدعت کا داو بھی اب پرانا ہو گیا، اب تم لوگ" ہٹ دھرمی" اپنا شعار بنا لو، کوئی کچھ بھی کہے، قرآن وحدیث کھول کر رکھ دے، جشن بارہویں کے ثبوت میں، دیوبند کا ترجمہ اور وہابی علما کی تحریر بھی پیش کرے، تم ہٹ دھرمی کا دامن مت چھوڑنا، بس اسی پر اڑے رہنا، ہر وقت، ہر ایک بقیہ ص ۲۷ پر

از: غلام مصطفیٰ رضوی*

قادیانی فتنہ
اسلام کے خلاف اہلِ کلیسا کی سازش

تبصرہ و تجزیہ

قادیانی تحریک اسلام مخالف قوتوں کی منظم سازش کا عملی نمونہ ہے، جس نے عقائد اسلامی کی فصیل میں شگاف ڈالنے کی کوشش کی اور ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں توہین کی جرأت کی، اس فرقے اور فتنے سے اُمتِ مسلمہ کے ہر فرد کا باخبر ہونا ضروری ہے تا کہ ان کے فتنہ وشر سے عقیدہ و ایمان محفوظ رہ سکیں، 1857ء کی جنگِ آزادی میں سب سے نمایاں کردار علما نے ادا کیا، بایں سبب انگریز کو مسلمانوں کی ایمانی حمیت و غیرت کا اندازا ہو گیا، کہ جب تک مسلمان متحد رہیں گے ان کا اقتدار خطرے میں رہے گا، انگریز نے مسلمانوں میں انتشار و افتراق کو پروان چڑھایا، انھیں ایسے افراد مل گئے جو ان کے مشن کو فروغ دینے کا سبب بنے۔

انگریز کی کوششوں سے ''قادیانیت'' جیسے فرقے وجود پائے، قادیانیت کا بانی کذاب مرزا غلام احمد قادیانی تھا، جس نے 1900ء میں انگریز کے زیرِ اثر نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا؛ حالاں کہ مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضور رحمت عالم سرور کونین ﷺ آخری نبی ہیں اور خاتم النبیین، اس پر نصِ قطعی اور احادیث کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے، حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حکم پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے پہلے مدعیِ نبوت مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کی اور جاں فروشی کی مثال قائم کر کے اُمتِ مسلمہ کو درس دے دیا کہ ناموسِ رسالت مآب ﷺ کے لیے جانوں کا نذرانہ پیش کر دیا جائے اور کسی کذاب یا قادیانی کو پنپنے نہ دیا جائے؛ گویا اسوۂ صدیقی جھوٹے مدعیِ نبوت کی سرکوبی کے لیے رہنما اور رہبر ہے۔

انگریز نے قادیانیت کی ہر ممکن مدد کی اور آج بھی اس فتنے کو انگریز کی مکمل تائید و سرپرستی حاصل ہے، یہ پوری دنیا میں مال و زر کی بنیاد پر سرگرم ہیں، اور اپنے مکر و فریب کے ذریعے ایمان کی دولت قلبِ مومن سے چھین لینا چاہتے ہیں۔

قادیانیت برطانوی حکومت کی سرپرستی میں پروان چڑھ رہی ہے، انھیں سٹیلائیٹ کی قوت مہیا کر دی گئی ہے اور ان کا ٹیلی ویژن 24 گھنٹے اپنے جھوٹے عقائد کی تشہیر کر رہا ہے، یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ یہودی مسلمانوں کے تو خون کے پیاسے ہیں لیکن اسرائیل میں قادیانیوں کو ہر طرح تبلیغ کی چھوٹ دے رکھے ہیں؛ اسی طرح روس میں جہاں کمیونزم کے نام پر مذہب کو پابند سلاسل کر دیا گیا تھا وہاں قادیانیت مستحکم ہے اور یہی کچھ سہولتیں جرمنی و فرانس اور دوسرے خطوں نیز مغربی ملکوں میں انھیں مہیا ہیں، تمام طاغوتی قوتیں قادیانیوں کے ساتھ کھڑی ہیں، بلکہ مشرکین بھی اب قادیانیوں سے ہمدردی جتا رہے ہیں۔

جب اس فتنے نے سر اُٹھایا تو علما نے اس کے سدِ باب میں کمر کس لی اور تصنیف و تقریر کے ذریعے قادیانیت کا ردِ بلیغ فرمایا، اس سلسلے میں علماے حرمین طیبین نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی (م 1921ء) کی تحریک پر قادیانیوں اور ہم نوا فرقوں پر کفر کا فتویٰ صادر کیا جو 1324ھ میں جاری ہوا، امام احمد رضا نے اس فتنے کے رَد میں کتابیں لکھیں جو مطبوع ہیں، بریلی سے ایک مستقل ماہ نامہ بھی جاری فرمایا، کتابوں کے نام اس طرح ہیں: جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ، المبین ختم النبیین، السوء والعقاب علی المسیح الکذاب، الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی، قہر الدیان علی مرتد بقادیان۔

آپ کے فرزند اکبر علامہ حامد رضا خان قادری نے ''الصارم الربانی علی اسراف القادیانی'' تصنیف کی؛ جو 1315ھ میں مطبع حنفیہ پٹنہ سے اور بعد کو بریلی، لاہور و ممبئی سے شائع ہوئی، اس

دور کے دیگر علما ومشائخ نے بھی اس فتنے کو بے نقاب کرنے میں جدوجہد کی، جن میں حضرت پیر مہر علی شاہ چشتی گولڑوی کا نام نمایاں ہے۔

مبلغ اسلام تلمیذ اعلیٰ حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی نے اسلام کی تبلیغ کے سلسلے میں پوری دنیا کا دورہ فرمایا، آپ نے افریقہ، سیلون، یورپ، انڈونیشیا، ملائیشیا، برما اور بلادِ عرب میں قادیانیت کے خلاف کام کیا اور مسلمانوں کو ان کے مکر وفریب سے آگاہ کیا، قادیانیت کے رَد میں آپ کی انگریزی تصنیف The Mirrior بیرون ممالک بہت مقبول ہوئی؛ اس کا عربی ترجمہ "المرآۃ" کے نام سے ہوا، اردو میں ”مرزائی حقیقت کا اظہار“ تحریر فرمائی، جس کا ملائیشیا کی زبان میں جب ترجمہ شائع ہوا تو وہاں کے مسلمانوں میں تحریک اُٹھی اور قادیانیت کا داخلہ ممنوع قرار دیا گیا، علما کی کوششوں سے 1974ء میں پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا جس کے لیے باقاعدہ بل منظور کیا گیا اور آئین کا حصہ بنا دیا گیا، جس کا خلاصہ اس طرح ہے:

”جو شخص محمد ﷺ جو آخری نبی ہیں کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا جو محمد ﷺ کے بعد کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے وہ آئین یا قانون کی اغراض کے لیے مسلمان نہیں ہے۔“

(ماہ نامہ ضیائے حرم لاہور، دسمبر 1974ء، ص 35-36)

قادیانی تحریک کے سدِ باب میں خلیفۂ اعلیٰ حضرت پروفیسر الیاس برنی (پروفیسر معاشیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن) کی تصنیف ”قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ“ نے اہم کردار ادا کیا، اس تصنیف نے عالمی شہرت پائی، اس کی جامعیت کی پیر مہر علی شاہ چشتی گولڑوی نے بھی داد دی، آپ نے انگریزی میں بھی اس موضوع پر وقیع کام کیا۔

موجودہ دور میں قادیانیت کو مزید مستحکم کرنے کے لیے اسلام مخالف قوتیں تعاون فراہم کر رہی ہیں اور مادی وجدید ٹکنالوجی کے سہارے قادیانی فتنہ مسلمانوں کی تباہی کے درپے ہے، مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ عقیدۂ ختم نبوت کی نشر واشاعت کریں اور ہر مسلمان کو اس عقیدے کی اہمیت سے باخبر کریں، اس پر کتابوں کو مختلف زبانوں میں شائع کریں، اخبارات بھی اپنا کردار نبھائیں اور قادیانیت کے رد میں ذہن سازی کر کے اُمتِ مسلمہ کے ایمان وایقان کے تحفظ کا فریضہ سرانجام دیں۔

قادیانی نت نئے طریقے سے سرگرم ہیں، ہند کی غریب مسلم آبادیوں کا ایمان وہ مالی آسائشوں سے خریدنا چاہتے ہیں، سماجی و فلاحی کاموں کی آڑ میں اپنا دائرہ پھیلانا چاہتے ہیں اور اس سلسلے میں انھیں در پردہ فرقہ پرست تنظیموں کی حمایت بھی حاصل ہے؛ امریکہ نواز حکومتیں ان کی معاون ہیں؛ تو کیا ہماری ذمہ داری نہیں کہ ہم بیدار ہو کر قادیانیت کا رد اور سد باب کریں؟ اس کے سد باب کا کامیاب لائحۂ عمل یہی ہوگا کہ آقا رحمت عالم ﷺ کی ختم نبوت کا موضوع سرفہرست رکھ کر اس کی اشاعت وتبلیغ کی جائے اور یہ ایمانی تقاضا بھی ہے، امید کہ اصحابِ بصیرت اس سمت کوئی مؤثر اور فوری اقدام کریں گے۔ ؎

بزمِ آخر کا شمع فروزاں ہوا
نور اول کا جلوہ ہمارا نبی ﷺ

◆◆◆

ص ٥٦ کا بقیہ......

امام اہل سنت سیدی سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے شاعری کے جس باب میں قدم رکھا ہے، اس میں اپنے سکے جما دیئے ہیں اور بارگاہ رسالت مآب میں نذرانۂ محبت پیش کرنے کے لئے عاشقوں کو افراط وتفریط سے پاک ترانہ عطا فرمایا ہے، سچ کہا ہے۔ ؎

ملک سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

مولیٰ تعالیٰ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے حضرت مولانا محمد رفیق رضا صاحب ممبئی کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور حضور سیدی سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مزید فیوض وبرکات سے مالا مال فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلوات اللہ وتسلیماتہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

◆◆◆

از: حافظ افتخار احمد قادری*

شانِ حضور غوثِ اعظم

اسلاف وا خلاف

کہتے ہیں کہ تقویٰ کے تین درجے ہیں، اوّل: شرک و کفر سے بیزار ہوکر دائمی عذاب سے بچنا، دوم: ایسے اقوال وافعال سے بچنا جن سے گناہ لازم آئے، سوم: ہر اس چیز سے بچنا جو آدمی کو حق سے غافل کردے اور کامل طور سے خدا کی طرف متوجہ ہونا، اسی کو کہتے ہیں طاعة الابرار سیئات المقربین۔

حضرتِ شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے یوں بیان فرمایا ہے:

عاصیاں از گناہ توبہ کنند
عارفاں از عبادت استغفار

یعنی: گناہ گار لوگ تو اپنے گناہوں سے توبہ کرتے رہتے ہیں مگر عارفین حق اپنی عبادت کو ناقص سمجھتے ہوئے معافی کے طلبگار رہتے ہیں۔

اس سلسلے میں اولین کردار رزق کا ہے، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ جسم جنت میں نہیں داخل ہوگا جس نے حرام غذا استعمال کی ہے، ایک دوسری حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے رزق حلال سے بہتر غذا انسان کے لیے کچھ بھی نہیں ہے، حرام و ناجائز غذا سے قلب انسانی جو تجلیات ربانی کا مسکن ہے وہ مردہ ہوجاتا ہے بے نور و بے سرور ہوجاتا ہے، مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ؎

علم وحکمت زاید از لقمہ حلال
عشق و رقت زاید از لقمہ حلال
چوں از تو حد بینی دوام
جہل وغفلت زاید آں راداں حرام

''حلال لقمے سے علم وحکمت کا ظہور ہوتا ہے سوز وگداز اکل حلال ہی کا ثمرہ ونتیجہ ہوتا ہے لیکن اس کے برخلاف جب تم دیکھو کہ غذا سے حسد وجلن غفلت ونادانی وغیرہ خبیث افعال کا ظہور ہو رہا ہے تو ایسے لقمے کو حرام سمجھو۔''

یہی وجہ ہے کہ اربابِ طریقت جو آیت کریمہ ''انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء'' اور احادیثِ مبارکہ ''العلماء ورثۃ الانبیاء'' اور ''علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل'' کے صحیح معنی میں مصداق ہیں۔

ان کے یہاں سب سے پہلا درجہ اکل حلال کا ہے پھر صدق مقال چنانچہ ہر سالک خواہ وہ مبتدی ہو یا منتہیٰ سب کے لیے ایسا لازم ہے کہ اس کے بغیر راہ طریقت پر چلنا یا اس کا مدعی ہونا خام خیال ہے۔

دانائے رموزِ شریعت واقف اسرارِ طریقت غواص بحر حقیقت ومعرفت مقتدائے جملہ مشائخ حضور سیدی غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ از روئے خاندان ممتاز و منفرد ہیں، کیونکہ جس خاندان عالیشان کو نسبت وقرابت رسول کا شرف حاصل ہو، جس کے حق میں آیۂ تطہیر نازل ہو، پھر اس مقدس گھرانے کی مثیل ونظیر کس طرح ممکن ہوسکتی ہے۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

سرکارِ اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی مسلم ہے کہ جو جتنے اہم رتبے اور مقام پر فائز ہوا اس میں ویسے ہی کمالات، علم وحلم، صبر و شکر، تقوی و پرہیز گاری، زہد و ورع، امانت و دیانت، سخاوت و قناعت اعلی اخلاق و کردار جیسی دولتِ بے بہا بھی بدرجہ اتم موجود

ہو بلکہ یہی باتیں اس کے حق میں اساس وکلید کی حیثیت رکھتی ہیں۔
اسی مذکورہ بالا اصول کی روشنی میں غوث الثقلین نجیب الطرفین شیخ العالم غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اوران کے والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زہد وورع اوران کے فضل وکمال کا جائزہ لیں، ہمارے یہاں مشہور ہے کہ جوانی دیوانی ہوتی ہے، سچ ہے انسان سے جوانی میں کبھی لغزشیں واقع ہوتی ہیں اس لیے کہ ''الشاب شعبته من الجنون'' جوانی جنون کا ایک حصہ ہے، مگراس کے ساتھ ہی یہ بات بھی مسلم ہے کہ جن نفوسِ قدسیہ پر خداوندعالم اپنا فضل فرمائے، وہ ہرگز ہرگز نفس کی شرارتوں کا شکار نہیں ہوسکتے۔
حضورغوث اعظم رضی اللہ عنہ کے والد ماجد حضرتِ شیخ ابو صالح موسیٰ جنگی دوست رحمۃ اللہ علیہ کا عالم شباب ہے، وصول الی اللہ کی راہ پر گامزن ہیں، شب وروز اپنے مقصودِ اصلی کے لیے سرگرداں ہیں ریاضت ومجاہدہ کی کٹھن راہ سے گزر رہے ہیں، فاقے سے کئی دن گزر گئے ہیں، نفس الجوع الجوع کی صدا پیہم لگا رہا ہے، اسی حالت میں دریا کے کنارے سے آپ کا گزر ہوتا ہے اچانک ایک سیب دریا میں بہتا ہوا نظر آیا آپ نے اسے اٹھا کر کھالیا، لیکن فوراً ہی دل میں یہ خیال گزرا کہ جو سیب میں نے کھایا ہے، خدا جانے کس کا تھا، بلا اجازت کھانا اچھا نہیں چلو مالک کو تلاش کرکے اس سے معافی مانگی جائے، دریا کے کنارے جس جانب سے وہ سیب بہتا ہوا آیا تھا، ادھر چل پڑے کچھ دور چلنے کے بعد ایک باغ نظر آیا آپ نے دریافت کیا یہ باغ کس کا ہے؟
بتانے والے نے حضرتِ عبداللہ صومعی کا نام لیا، یہ حضرتِ عبداللہ صومعی خود بلند پایہ خداترس بزرگ تھے، حضرتِ ابوصالح ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معافی چاہی، حضرتِ عبداللہ صومعی اپنے نورفراست سے سمجھ گئے کہ یہ نوجوان اور نوجوانوں کی طرح نہیں ہے، انہوں نے پہلے یہ شرط پیش کی کچھ دنوں تک باغ کی رکھوالی منظور کی جائے پھر سیب کی معافی کی بابت کچھ کہا جائے گا، حضرتِ ابوصالح نے پوری امانت ودیانت داری کے ساتھ مدت معینہ تک باغ کی رکھوالی کی اور پھر باغ کے مالک سے معافی کے طلبگار ہوئے، مالک باغ نے کہا میری ایک لڑکی ہے جو لنگڑی، لولی، بہری اور گونگی ہے اس سے تمہیں نکاح کرنا ہوگا، سیب کی معافی کے پیشِ نظر حضرتِ ابوصالح نے بلاچوں چرا قبول فرمالیا۔
یہ ایسی شرط تھی کہ حضرتِ ابوصالح کی جگہ کوئی اورانسان ہوتا تو پاؤں تلے سے زمین کھسک جاتی لیکن قربان جاؤں ان نفوسِ قدسیہ پر جن کے یہاں آخرت کی ذلت ورسوائی کے خوف کے مقابلے ناپائیدار دنیا کی تکلیف ومصیبت آلام ومصائب اور ذلت ورسوائی کی کوئی وقعت ہی نہیں تھی آخرت کی فلاح وبہبودی اور خدا و رسول کی رضامندی وخوشنودی سے زیادہ عزیز کوئی پونجی نہ تھی وہ کب اور کیوں کر اس شرط کو قبول نہ فرماتے۔
شب کو جب حجرہ عروسی میں تشریف لے گئے تو کیا دیکھتے ہیں یہاں تو حسن وجمال کی پیکر بہت ہی حسین وخوبصورت صحیح و تندرست، سلیم الاعضا لڑکی بیٹھی ہے، فوراً ہی الٹے قدم واپس ہو کر مالک باغ حضرتِ عبداللہ صومعی کی خدمت میں حاضر گزار ہوئے کہ شاید حجرے میں غلطی سے کوئی دوسری لڑکی چلی گئی ہے، حضرت عبداللہ صومعی نے فرمایا میرے فرزند میں نے اپنی دختر نیک اختر کی جو صفات بیان کی تھیں ان کا مطلب یہ ہے کہ میری لڑکی نے اپنی نگاہوں سے کبھی کسی غیر محرم کو نہیں دیکھا ہے، کبھی ناجائز جگہوں کی طرف اپنا قدم نہی اٹھایا ہے، کسی ممنوع چیز کو اپنے ہاتھ سے نہیں چھوا، کسی ناجائز بات کو اپنے کانوں سے نہیں سنا، حق کے خلاف کبھی اپنی زبان نہیں کھولی۔
لہٰذا وہ اندھی، لولی، لنگڑی، بہری اور گونگی ہے، اب اندازہ کیا جائے کہ جب حضورِ غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے والدین کریمین کے تقویٰ وپرہیزگاری، زہد وورع اور خوف خدا کا یہ عالم تھا پھر اس گلشن سے کھلنے والے پھول کا کیا عالم ہوگا، ڈاکٹر اقبال نے کہا ہے۔ ؎

بتولے باش پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرے بگیری

اسلاف واخلاف

یہ امر مسلم ہے کہ ماں باپ کا اثر بچوں پر ضرور پڑتا ہے بچہ اپنے ماں باپ کا مجسم نمونہ ہوا کرتا ہے، یہی کچھ اسباب ووجوہ ہیں کہ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پوری زندگی ولادت سے وصال تک شریعت کی آئینہ دار رہی، آپ حیات ناپائیدار کی شب وروز میں ایک لمحہ کے لیے بھی جادہ مستقیم سے ذرہ برابر نہ ہٹے بلکہ آپ نے اتباع سنت کے سلسلے میں جبل استقامت بن کر ہر شیطانی منصوبے کو خاک میں ملا دیا اور اپنے پیش رو کے لیے باعثِ صد افتخار اور قیامت تک آنے والے طالبان حق کے لیے مشعلِ راہ بن گئے اور بطن مادر سے ظہور فرماتے ہی اپنی ولایت وکرامت فضل وشرف کا اعلان فرمایا۔

منقول ہے کہ شعبان المعظم کی انتیس تاریخ تھی سورج اپنی منزل طے کر چکا تھا لوگوں کی نگاہیں افق پر لگی ہوئی تھیں لیکن بادل کے سبب چاند نہیں دیکھا جا سکا ہر طرف چاند کا چرچا تھا، اہل ایمان متردد ہیں کہ چاند ہوا یا نہیں؟ ادھر حضرتِ ابو صالح کے چاند دنیائے ولایت وکرامت کے سلطان نے اگلے روز طلوع صبح صادق سے پستان مادر سے منہ نہیں لگایا ہے، آپ کی یہ بات لوگوں میں پھیلنے لگی حتیٰ کہ شدہ شدہ پورے گیلان میں یہ خبر عام ہوگئی کہ سادات کرام میں ایک بچہ پیدا ہوا ہے جو طلوع صبح صادق سے غروب آفتاب تک ماں کا دودھ نہیں پیتا، یہ ہے حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اتباع شریعت کا حال کہ بحالت شیر خوار ای بھی آپ نے روزہ نہیں چھوڑا، بلکہ دیگر اہلِ ایمان کو اپنے روزے سے چاند کی شہادت عطا فرمائی اور اپنے مادر زاد ولی ہونے کا اعلان کیا، حضرتِ جمیل الرحمٰن قادری بریلوی فرماتے ہیں۔

رہے پابند احکامِ شریعت ابتدا ہی سے
نہ چھوٹا شیر خواری میں بھی روزہ غوثِ اعظم کا

اسی ایک واقعہ سے اچھی طرح یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کا بچپن کتنا مقدس اور پاکیزہ گزرا ہوگا، آپ ابھی چھوٹے ہی تھے کہ والد ماجد حضرتِ شیخ ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا، والدہ ماجدہ نے تربیت فرمائی اہل گیلان سے علوم دینیہ حاصل کرتے رہے یہاں تک کہ وہ دن بھی آ گیا کہ آپ اپنی والدہ کے سامنے التجائے شوق لیے دست بستہ حاضر ہیں، امی جان اجازت ہو تو بغداد جا کر اپنے جدِ کریم مسیح دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت حاصل کروں، والدہ رحمۃ اللہ علیہا کی عمر اس وقت تقریباً اٹھتر سال تھی لیکن اس کبرسنی کے باوجود خوشی کے ساتھ اجازت عطا کر دی اور چالیس اشرفیاں آپ کی صدری میں سی دیں اور ارشاد فرمایا بیٹا کیسی ہی مصیبت کی گھڑی سر پہ کیوں نہ کھڑی ہو لیکن جھوٹ ہر گز نہ بولنا۔

ایک قافلے کے ہمراہ بغداد شریف کا ارادہ کر کے نکلے جب یہ قافلہ ہمدان سے کچھ آگے نکلا ڈاکوؤں نے قافلے کو لوٹ لیا، ایک ڈاکو حضور غوث الاعظم کی خدمت میں آیا اور پوچھنے لگا لڑکے تمہارے پاس بھی کچھ ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں میرے پاس چالیس اشرفیاں ہیں اس ڈاکو نے سوچا شاید یہ لڑکا مذاق کر رہا ہے اور آگے بڑھ گیا دوسرے ڈاکو سے چرچا کیا وہ لوگ بھی حضور غوث الاعظم کے پاس آئے وہی سوال وجواب ہوا ان ڈاکوؤں نے اپنے سردار کو بتایا ڈاکوؤں کا سردار بھی آپ کے پاس آ کر پوچھتا ہے لڑکے سچ سچ بتا کیا تمہارے پاس بھی کچھ ہے؟ آپ نے فرمایا میرے پاس چالیس اشرفیاں ہیں دیکھا گیا تو حقیقتاً چالیس اشرفیاں برآمد ہوئیں، یہ دیکھ کر ڈاکوؤں کے حیرت کی انتہا نہ رہی، سردار نے پوچھا تم جانتے ہو ہم ڈاکو ہیں لوگ ہم سے اپنے مالوں کو چھپاتے ہیں پھر تم نے اپنی اشرفیوں کو کیوں ظاہر کر دیا؟ آپ نے فرمایا گھر سے چلتے وقت والدہ ماجدہ نے مجھ سے فرمایا تھا بیٹا کبھی جھوٹ مت بولنا۔

لہٰذا میں نے تمہیں سچ سچ بتا دیا یہ سن کر ڈاکوؤں کا سردار بہت ہی متاثر ہوا اور کہنے لگا لڑکے تم نے اپنی ماں کی حکم کی خلاف ورزی نہیں کی ہائے افسوس! میں نے برسہا برس سے اپنے خالق ومالک کی نافرمانی کی یہ کہتا ہوا آپ کے قدموں میں گر پڑا اور توبہ کی جب اس کے ساتھیوں نے اپنے سردار کو توبہ کرتے دیکھا تو وہ سب بھی یہی کہ کر تائب ہو گئے کہ جب تم رہزنی میں ہمارے سردار تھے تو اب توبہ میں بھی تم ہمارے سردار ہو، اللہ تعالیٰ نے ان سب کو اپنے صالحین بندوں میں شامل فرمالیا۔ بقیہ ص ۲۷ پر

از: مفتی محمد صابر القادری فیضی*

حضور غوث اعظم کے ابتدائی حالات

حضور سیدنا غوث پاک رضی اللہ عنہ حضور سرور کائنات مخزن موجودات رحمت عالم ﷺ کے اخلاق وعادات کے مظہر کامل، حجۃ اللہ اور نائب رسول اللہ ہیں، اولیاے کرام اور مشائخ عظام نے آپ کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کیا اور آپ کی عظیم الشان عظمت کو یوں بیان کیا ہے کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر غم زدہ اور پریشان حال کی دستگیری فرماتے، ضعیفوں میں بیٹھتے، فقیروں کے ساتھ تواضع سے پیش آتے، بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت فرماتے، سلام میں پہل کرتے، لوگوں کی خطاؤں اور کوتاہیوں کو درگزر فرماتے، نذونیاز، ہدیہ و تحفہ قبول کرتے اور اسی وقت راہ خدا میں خرچ کردیتے، تصرف کا یہ عالم تھا کہ ایک ہی مجلس میں بعض اوقات چار چار سو حاضرین کو ولایت کے منصب پر فائز فرمادیتے، آپ انتہائی رحم دل اور کریم النفس تھے، شجاعت و بہادری ایسی کہ خلیفۂ وقت کو منبر پر بیٹھے للکار کر خلاف شرع امور سے روکتے، صدق وصفا میں درجۂ کمال رکھتے تھے۔

امانت کے پاسبان، عدل وانصاف کے پیکر، عفو ودرگزر فرمانے والے، حلم وحیا میں بے مثل و بے مثال، مروت ومؤدت میں بے نظیر اپنی ذات کے لئے کبھی بدلہ نہ لیتے، آپ کی شان میں کوئی بے ادبی کرتا تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو سزا دیتا، بھوکوں کو کھانا کھلانا اور محتاج، یتیم اور بیوہ کی حاجت روائی کرنا آپ کی عادت میں شامل تھا، آپ بیماروں کی عیادت فرماتے، دعوت قبول فرماتے، اثر انگیز نصیحت آمیز وعظ فرماتے، آپ کے وعظ میں بہت سے یہودی، عیسائی غیر مسلم اسلام قبول کرتے اور بے شمار گنہگار تائب ہوتے، اس طرح کے تمام اوصاف واخلاق کی حامل آپ کی ذات باہرکات تھی۔

ایں سادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

نسبی شرافت، خاندانی وجاہت، علمی جلالت وعظمت، کمال ولایت وکثرت کرامت یہ سب آپ کی وہ خصوصیات ہیں جو بہت کم اولیا کو حاصل ہوتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ حضور سیدنا غوث پاک رضی اللہ عنہ کو تقریباً نو سو برس سے زائد کا طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود آپ کی شہرت ومقبولیت کے آفتاب و ماہتاب کو کبھی گہن نہیں لگا، ہمیشہ آپ کی ولایت وکرامت کا ڈنکا چہار دانگ عالم میں بجتا رہا، آج بھی آپ کی عظمتوں اور کرامتوں کا سورج اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ چمک رہا ہے اور تا قیام قیامت چمکتا ہی رہے گا، امام عشق ومحبت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کیا ہی خوب فرماتے ہیں۔

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا
سورج اگلوں کے چمکتے تھے چمک کر ڈوبے
افق نور پہ ہے مہر ہمیشہ تیرا

نسب مبارک

اسم گرامی: سید ''عبدالقادر'' رضی اللہ تعالیٰ عنہ کنیت ''ابو محمد'' لقب ''محی الدین، غوث اعظم، محبوب سبحانی، پیران پیر دستگیر۔''

مقام ولادت: ایران کے ایک شہر ''گیلان'' (جیلان)

تاریخ ولادت: یکم رمضان المبارک ۴۷۰ھ۔

تاریخ وصال: ۱۱ر ربیع الآخر ۵۶۱ھ مزار انوار بغداد شریف، عمر شریف اکانوے سال، والد گرامی حضرت ابو صالح موسیٰ جنگی دوست والدہ ماجدہ ام الخیر فاطمہ ثانی۔

قطب ربانی، غوث صمدانی، حضور سیدنا محی الدین شیخ عبدالقادر

* مضمون نگار جامعہ عربیہ رحمانیہ، رحمٰن گنج ضلع بارہ بنکی کے پرنسپل ہیں۔

جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ولادت پاک یکم رمضان المبارک ۴۷۰ھ کو ایران کے ایک شہر گیلان میں ہوئی، آپ کے والد گرامی وقار سید ابو صالح موسیٰ جنگی دوست اور والدہ محترمہ ام الخیر فاطمہ ثانی کا شجرہ نسب اس طور پر ہے کہ حضور سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد گرامی کا سلسلہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے اور والدہ محترمہ کی طرف سے سلسلۂ نسب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے، اس لئے آپ خاندانی شرافت اور نسبی وجاہت کے اعتبار سے نجیب الطرفین یعنی حسنی اور حسینی سید ہیں، اسی کو سرکار اعلیٰ حضرت اس انداز میں بیان فرماتے ہیں۔ ؎

تو حسینی حسنی کیوں نہ محی الدیں ہو
اے خضر مجمع بحرین ہے چشمہ تیرا

آپ کے ماں، باپ کا تقویٰ

حضور سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد گرامی حضرت شیخ ابو صالح موسیٰ جنگی دوست رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولی کامل اور بلند پایہ کے بزرگ تھے، ایک دن رمضان شریف میں آپ کہیں تشریف لے جا رہے تھے، راستے میں دریائے دجلہ پار کرنا پڑا، اس میں ایک سیب بہتا ہوا جب آپ کے قریب آیا تو آپ نے اس سیب کو اٹھا لیا اور اسی سے روزہ افطار کیا، افطار کے بعد خیال آیا، خدا جانے یہ سیب کس کا تھا اور کیسے ندی میں بہہ گیا اور ہم نے مالک کی اجازت کے بغیر کیسے کھالیا، یہ آپ کو تقویٰ کے خلاف محسوس ہوا، خیال آیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن یہ سیب عذاب کا سبب بن جائے اور ہم خدا کی بارگاہ میں مجرم قرار پائیں، یہ سوچ کر آپ وہاں سے اٹھے اور اپنا قصور معاف کرانے کے لئے سیب کے مالک کی تلاش میں دریا کے کنارے کنارے چل دیئے، کافی دیر تک چلنے کے بعد ایک عظیم الشان باغ نظر آیا جس کی کچھ شاخیں پھلوں سے لدی ہوئی پانی کی سطح پر جھکی ہوئی تھیں اور ہوا کے جھونکوں سے پکے ہوئے پھل ٹوٹ ٹوٹ کر پانی میں گر رہے تھے، آپ کو یقین ہو گیا کہ جو پھل میں نے کھایا ہے وہ اسی باغ کا تھا، پھر آپ نے اس باغ کے مالک کی جستجو کی تو معلوم ہوا کہ اس باغ کے مالک ایک خدا رسیدہ بزرگ حضرت سید عبد اللہ صومعی ہیں، آپ ان کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔

حضرت سید عبد اللہ صومعی رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے عطا فرمودہ روحانی کشف سے جان لیا کہ یہ جوان نیک طینت اور صالح طبیعت کا حامل ہے، فرمایا: اے جوان صالح! اس غلطی کو میں اس وقت معاف کروں گا جب تو دس سال تک میرے باغ کی دیکھ بھال کرے گا، حضرت ابو صالح موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حکم پاتے ہی باغ کی خدمت میں مشغول ہو گئے، جب دس سال کا طویل عرصہ گزر گیا تو حضرت عبد اللہ صومعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو بلا کر فرمایا کہ ابھی ایک شرط اور باقی ہے، اسے بھی انجام تک پہنچانے کے بعد معافی ملے گی۔

وہ شرط یہ ہے کہ میری ایک لڑکی ہے جس میں پانچ عیب ہیں: پہلا عیب وہ اندھی ہے، دوسرا عیب وہ بہری ہے، تیسرا عیب وہ گونگی ہے، چوتھا عیب وہ لُولی ہے، پانچواں عیب وہ لنگڑی ہے، اس سے آپ کو نکاح کرنا ہوگا۔

حضرت ابو صالح موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر سوچ میں پڑ گئے، ایک طرف سیب کی معافی کا سوال تھا اور دوسری طرف ایسی عورت سے نکاح کرنا جو اپاہج ہے، ساری زندگی کا مسئلہ تھا، آخر ایسی عورت کے ساتھ ساری زندگی کیسے کٹے گی، اس تصور ہی نے از حد پریشان کر دیا، ان کے ذہن میں طرح طرح کے خیالات ہجوم بن کر آئے، آخر فیصلہ کیا کہ زندگی فانی ہے، جوانی بھی چند دن کی مہمان ہے، چناں چہ حضرت شیخ صالح ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے منظور ہے، میں آپ کی اپاہج بیٹی کے ساتھ نکاح کرنے کو تیار ہوں، یہ سن کر حضرت عبد اللہ صومعی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کا نکاح آپ سے کر دیا، جب حضرت ابو صالح موسیٰ رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کے پاس گئے تو دیکھا کہ ایک نہایت ہی خوبصورت تندرست و توانا لڑکی بیٹھی ہے، جس کے تمام اعضا صحیح و سالم ہیں، اس حسن و جمال کے پیکر کو دیکھ کر خیال کیا شاید میں کسی اور لڑکی کے پاس آ گیا ہوں، جلدی سے باہر نکل آئے،

حضرت سید عبد اللہ صومعی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: حضور! حجرے میں کوئی اور لڑکی موجود ہے جس کے سارے اعضا صحیح وسالم ہیں، میں غلطی سے وہاں چلا گیا، حضرت سیدنا عبد اللہ صومعی نے فرمایا: جوان صالح! وہی تیری بیوی ہے۔

میں نے اپنی بچی کے جو اوصاف بیان کئے تھے، اس کا مطلب یہ تھا: وہ اندھی ہے یعنی اس نے کبھی کسی نامحرم کو نہیں دیکھا، وہ گونگی ہے یعنی اس نے کبھی بد کلامی نہیں کی، وہ بہری ہے یعنی اس نے آج تک کسی غیر مرد کی آواز نہیں سنی، وہ لُولی ہے یعنی اس نے کبھی کسی بری چیز کو ہاتھ نہیں لگایا، وہ لنگڑی ہے یعنی اس نے کبھی اپنے قدم کو برے راستے پر نہیں رکھا۔

یہ حضرت عبد اللہ صومعی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں، جن کا نکاح حضرت شیخ ابو صالح موسیٰ رضی اللہ عنہ سے ہوا، جو ایک ولی کامل کی بیٹی تھیں اور ولی کامل کی بیوی بنیں اور پھر انہیں پاک طبیعت خاتون حضرت ام الخیر فاطمہ ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن پاک سے پیران پیر دستگیر غوث اعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے اور اس مقدس ماں کو سردار اولیا سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دودھ پلانے اور گود میں لینے کا شرف حاصل ہوا۔ (بہجۃ الاسرار ص ۲۶۲)

آپ کا بچپن

آپ مادرزاد ولی ہیں، چنانچہ ولادت کے بعد ہی آپ کی یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ آپ رمضان شریف میں طلوع فجر سے غروب آفتاب تک کبھی دودھ نہیں پیتے تھے، یعنی رمضان شریف کے پورے مہینے آپ روزہ رکھتے تھے اور جب افطار کا وقت ہوتا، مغرب کی اذان ہوتی تو آپ دودھ پینے لگتے، آپ کی یہ کرامت اس قدر مشہور ہوئی کہ جیلان کے ہر طرف یہ شہرہ اور چرچا تھا کہ سادات کے گھرانے میں ایک ایسا بچہ پیدا ہوا ہے جو رمضان المبارک میں دن بھر دودھ نہیں پیتا۔ (قلائد الجواہر، ص ۳)

رہے پابند احکام شریعت ابتدا سے ہی
نہ چھوٹا شیر خواری میں بھی روزہ غوث اعظم کا

امام عشق ومحبت سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری فاضل بریلوی علیہ الرحمہ یوں فرماتے ہیں:

غوث اعظم امام التقیٰ والنقیٰ
جلوۂ شان قدرت پہ لاکھوں سلام

غیبی آواز

حضور سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بچپن ہی سے لہو ولعب سے متنفر اور دور رہے، آپ نے خود اپنے بچپن کے حالات بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جب کبھی میں بچوں کے ساتھ کھیلنے کا ارادہ کرتا تو ایک غیبی آواز آتی، کوئی کہنے والا مجھ سے کہتا ہے کہ اے برکت والے بچے! میری طرف آجا۔ (بہجۃ الاسرار، ص ۵۰)

الیّ یا مبارک آتی تھی آواز خلوت میں
یہ دربار الٰہی میں ہے رتبہ غوث اعظم کا

معلوم ہوا کہ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بارگاہ خداوندی میں کس قدر اونچا مقام ہے۔

آپ کا علم ولایت

حضور سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں عرض کیا گیا کہ آپ کو اپنی ولایت کا علم کب ہوا؟ تو آپ نے فرمایا کہ دس برس کی عمر میں جب میں مکتب میں پڑھنے کے لئے جاتا تھا تو راستے میں میرے پیچھے پیچھے فرشتے چلتے نظر آتے تھے پھر جب میں مکتب میں پہنچتا تو ان کو یہ کہتے ہوئے سنتا کہ ''افسحوا لولی اللہ۔ یعنی اللہ کے ولی کے لئے بیٹھنے کی جگہ دو اور یہ آواز تمام مکتب والے سنتے تھے۔ (قلائد الجواہر، ص ۹)

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا

حضور سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضل وکمال، جود ونوال، علم وادراک بے شمار ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمیں ان کے حالات زندگی، تقویٰ وپرہیز گاری سے عبرت حاصل کر اُن کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرنی چاہئے، دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب اعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل اپنی توفیق سے ان کے نقش قدم پر چلائے، آمین بجاہ سید المرسلین۔

◆◆◆

* از: ڈاکٹر محمد احمد نعیمی

از: مفتی صابر رضا محب القادری نعیمی *

مخدوم بہار اور امام احمد رضا

دعوت وابلاغ کے بنیادی اسباب و وسائل اور عوامل و محرکات میں زبان وادب ایک اہم عنصر ہے، داعی دین کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے مدعو اور مخاطب ک کے سامنے قابل فہم زبان استعمال کرے؛ یہی وجہ ہے کہ سارے انبیا ورسل علیہم الصلاۃ والسلام اپنی قوم کی زبان میں بھیجے گئے، قرآن حکیم میں ہے:

’’وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِیُبَیِّنَ لَهُمْ فَیُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۔ ترجمہ: اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا کہ وہ انہیں صاف بتائے پھر اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور وہ راہ دکھاتا ہے جسے چاہے اور وہی عزت حکمت والا ہے۔‘‘(۱)

خاتم الانبیاء سید المرسلین ﷺ جس زمانے میں اور جہاں بھیجے گئے وہ دنیا کا وسط کہلاتا ہے، اس زمانے کی مرکزی زبان عربی تھی، اس لیے قرآن عربی زبان میں نازل ہوا اور رحمت عالم ﷺ نے دعوت وترسیل کا کام عربی زبان میں انجام دیا، دیگر انبیا و رسل میں سے کسی کی زبان عبرانی تو کسی کی سریانی وغیرہ رہی۔

اس پر پوری امت متفق ہے کہ محمد الرسول ﷺ آخری نبی اور رسول ہیں اور یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے بھی ہے اور ساتھ میں یہ بھی مسلم ہے کہ آپ ﷺ کا دین اور دعوت قیامت تک محتوی ہے، ظاہری حیات سے پردہ فرمانے کے بعد دعوت و تبلیغ اور رشد وہدایت کے حوالے سے اولیا، صوفیا اور علما حضور ﷺ کے وارث و امین ہیں، یہ ان کا منصبی فریضہ ہے کہ وہ اپنی قوم کی زبان میں قرآن وحدیث کی ترجمانی کرے، الحمدللہ اساطین امت اولیا صلحا نے دنیا بھر میں اس دعوتی اسلوب کو اپنایا اور مدعو قوم کی زبانوں میں کتب اور لٹریچرس وغیرہ تحریر کیے اور قرآن و حدیث کی تشریحات فرمائیں اور آج مختلف زبانوں میں اسلامی معلومات وتفہیمات اور رشد ہدایت کا ذخیرہ موجود ہیں۔

اسی منہج پر برصغیر ہندو پاک کی تاریخ عہد وسطیٰ انقلاب سے ماقبل کا دور جو کہ فارسی زبان وادب کے عروج کا دور تھا یہاں تک کہ مغلیہ سلطنت میں بھارت کی سرکاری غیر سرکاری دفاتر اور محکمے کی زبان فارسی رہی ہے، حالات اور تقاضے یہ تھے کہ فارسی زبان میں دین کی آبیاری کی جائے، اسی ضرورت کے پیش نظر صوفیا نے اپنی دعوت وارشاد خلق خدا کی نفع رسائی دستگیری میں فارسی زبان کے ذریعے اہم کردار ادا کیا، خلق کو دین اسلام قرآن فہمی حدیث دانی اس کے بیان ومعانی اور اسرار ورموز سے لوگوں کو آشنا کیا اور بڑی تعداد میں لوگ ان سے قریب ہوگئے اور اس کے یہ جو آج ہم اسلام کی بہاریں دیکھ رہے ہیں، یہ سب اسی کے موثر نتائج اور صوفیا کی کاشت کی ہوئی زمین کی فصلیں ہیں۔

اسلام کی خاطر نمایاں کارنامے انجام دینے والوں میں مخدوم الملک حضرت سیدنا شرف الدین یحییٰ منیری قدس سرہ المتوفیٰ ۷۸۲ھ کی شخصیت ممتاز نظر آتی ہے، حضرت مخدوم بہار کی کل تصانیف کی تعداد ۲۵۰۰ رسے زیادہ بتائی جاتی ہے،(۲) آپ عربی فارسی دیگر زبانوں پر کامل عبور اور دسترس رکھتے تھے لیکن آپ کی زیادہ تر کتابیں فارسی زبان میں ہیں اور ان میں چند مشہور کتب ورسائل کے نام یہ ہیں:

مکتوبات صدی، توحید، شریعت وطریقت، روح کی حقیقت، خدمت خلق کی تعلیم، مکتوبات دوصدی، علم کی ضرورت علمی توجیہات، شرف آدم، صبر وشکر کی تعلیم، معوذتین، روح کا گھر میں آنا، خوف ورجا وغیرہ، مکتوبات بست وہشت، علم مکاشفہ، رب تعالیٰ کی معیت، ترک دنیا کی تعلیم، علم قلبی کا درس، مایوسی کے بعد نزول رحمت، علم

* مضمون نگار سورجاپور اتر دیناجپور بنگال میں مقیم ہیں۔

معرفت الٰہی کا ذریعہ، عشق کی تعریف، وغیرہ، معدن المعانی، رب تعالیٰ کی وحدت، عددی نہیں، حقیقی ہے، فرقہ شنو یہ کارد، مومن کی تکفیر میں عجلت نہیں، شرک خفی وجلی کی بحث، جوہر کی تعریف، ذات وصفات باری تعالیٰ، متشابہات کی بحث، وغیرہ، خوان پر نعمت، اقسام وحی اپنی ولایت کا علم، اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا مطلب، ولدان وغلمان کا فرق، ارادت ومشیت، سعید وشقی کی بحث، حضور کا فضل مسلم ہے، شرح آداب المریدین، درود وسلام کا بیان، کلام اللہ غیر مخلوق ہے، انبیاے کرام، سرکار دوعالم ﷺ کا فضل تمام انبیا پر اور خاتم النبیین کی بحث اور بالترتیب خلفائے راشدین عشرہ مبشرہ صحابہ عہد رسالت علم وعلما کے فضائل وغیرہ، فوائد رکنی، طہارت ظاہر وباطن، مشیت ایزدی، مراتب اولیا، فقر وقناعت، زہد وفقر وغیرہ۔

ان کے علاوہ ملفوظات زاد راہ، مونس المریدین، فوائد المریدین، ارشاد السالکین، مغز المعانی، مخ المعانی، رسائل مکیہ، رسائل اجوبہ، رسائل وجودیہ، رسائل وصول، فوائد غیبی، سبیل الرشاد، اسباب النجاۃ، راحت القلوب وغیرہ، یہ تمام کتب ورسائل عقائد و نظریات حقہ اصلاح احوال تزکیہ نفس اور علوم اسلامیہ کی ترویج میں نمایاں مقام رکھتے ہیں، مخدوم بہار کی تصنیفات عقائد اہلسنت کے احیا، باطل نظریات کے حاملین متصوفین کے رد وابطال ساتھ زبان وادب کے اعتبار سے فارسی ادب میں گراں قدر اضافہ ہے، مخدوم بہار کی مندرجہ بالا کتابوں میں مکتوبات کو غیر معمولی شہرت ملی، اپنے تو اپنے غیروں نے بھی اعتراف کیا ہے، مولوی علی میاں ندوی نے دعوت وعزیمت میں لکھا:

> ’’نظم میں حکیم سنائی فرید الدین عطار، مولانا روم نے بہت کچھ فرمایا ہے، لیکن نثر میں مخدوم الملک بہاری شیخ احمد شرف الدین یحییٰ منیری کے مکتوبات سے زیادہ موثر طاقتور اور بلیغ تحریر نظر سے نہیں گزری ہے۔‘‘ (۳)

یقیناً آپ کے مکتوبات کا مجموعہ متلاشیان حق کے لیے بہترین رہنما اور قلب وروح کے مریضوں کے لیے موثر علاج اور اکسیر اعظم ہے، آج بھی اہل حق علما اور صوفیا اس سے استفادہ کرتے اور متمتع ہوتے ہیں، مکتوبات کے علاوہ فارسی ملفوظات کا بھی جواب نہیں، علوم وفنون حکمت ودانش اور صلاح وفلاح، تزکیہ وتصفیہ کے باب میں مکتوبات کی طرح آپ کے ملفوظات کو بھی نمایاں مقام حاصل ہے ’’معدن المعانی‘‘ اسم با مسمیٰ ہے۔

یہ صحیح معنوں میں علوم وفنون کا معدن ومخزن اور منبع ہے، علم قرآن وتفسیر، علم حدیث، اصول حدیث، فقہ واصول فقہ اور علم کلام وفلسفہ پر گفتگو کرتے ہوئے محققین کے سلطان ہونے کی حیثیت سے آپ متمکن نظر آتے ہیں، ضخامت کے اعتبار سے یہ کتاب ساڑھے چھ سو صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں پچاس ابواب ہیں اور ہر باب کے تحت علمی تحقیقی مباحث موجود ہیں، مکتوبات و ملفوظات میں آپ کے بعد مجدد الف ثانی کے مکتوبات اور امام احمد رضا قدس سرہ کے ملفوظات اور دیگر بزرگ صوفیا کی کاوشات بھی ہیں، لیکن ان سب میں آپ امام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اب آئیے مخدوم بہار کی عظمت اور ان کی خدمات کی تفہیم کے لیے یہ اقتباس ملاحظہ کریں۔

> ’’آٹھویں صدی ہجری میں ہندوستان کے اندر صوفیا کے لبادے میں متصوفین اسلام کا چہرہ مسخ کرنے لگ گئے تھے، اور علما کے لباس میں اہل ظاہر دین سے اس کی روح نکالنے کے درپے تھے، تو اس وقت کے عالم بے بدل اور صوفی زماں حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری علیہ الرحمہ نے نہ تو خانقاہ ومدرسہ کے کنج خمولی میں پناہ لی اور نہ متصوفین اور اہل ظاہر سے صلح کی بلکہ اپنے دربار فیض بار سب کی صلاح وفلاح کے لیے کھلا رکھنے کے ساتھ ساتھ اور عمل کی سپر لے کر میدان جہاد میں کود پڑے، اہل ظاہر کی کم علمی کو واضح اور متصوفین کی بدعملی کو اجاگر کر کے دونوں کو جادہ حق سے ہٹا ہوا بتایا اور اپنے علم وعمل کے ذریعہ قوم کو سیدھی راہ دکھائی اور صحیح منزل کی نشاندہی کی جیسا کہ آپ کی زندگی کا لمحہ لمحہ اور ملفوظات ومکتوبات کا ورق ورق اس پر شاہد عدل ہے۔‘‘ (۴)

قارئین مندرجہ بالا سطور مخدوم بہار کے اعتقاد ونظریات،

اور دینی مذہبی لسانی خدمات آپ کے عظیم مقام ومرتبہ کے عرفان کے لیے کافی ہیں، اگر آپ ان کی زندگی کا مطالعہ کریں گے تو سمجھ میں آئے گا کہ وہ ایک بڑے محدث محقق فقیہ صوفی اور انشا پرداز ادیب تھے، آپ کی نگارشات صرف فارسی نہیں بلکہ عربی ادب میں کامل مہارت کا ثبوت فراہم کرتی ہیں، بایں طور کہ اسلام میں ماٰخذ کی حیثیت رکھنے والی قرآن وحدیث سے لے کر تفسیری کتب کی اصل زبان عربی ہے اور آپ نے اس کے معانی ومفہوم کو فارسی زبان کے لباس میں لوگوں تک پہنچایا ہے، آپ کی انفرادی شان یہ بھی ہے کہ ہندوستان میں علم حدیث بخاری ومسلم کی باضابطہ تدریس کے آغاز کا سہرا بھی آپ ہی کے سر جاتا ہے اور آپ کی پوری زندگی احقاق حق ابطال باطل سے عبارت ہے، ایک طرف خدمت خلق اور دوسری جانب تعلق باللہ مخلوق سے ظاہری دوری کا یہ عالم کہ ایک طویل عرصہ تک بیہیا اور راج گیر کے جنگلوں میں جا کر عبادت وبندگی اور ریاضت ومجاہدہ کر رہے ہیں، درخت کے پتوں پر اپنا گذارہ فرما رہے ہیں۔

مخدوم بہار کے عقائد ونظریات قرآن وحدیث کے عین مطابق تھے اور زندگی بھر اسی کے داعی ومبلغ رہے، باوجود اس کے چودہویں صدی کے توہین رسالت کے مرتکب اسماعیلی گروہ نے اپنے مقتدا مولانا اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان کو حق اور درست ثابت کرنے اور باطل نظریات کو جواز فراہم کرنے کے لیے مخدوم بہار کی ذات کو استعمال کرنے کی سعی کی، مخدوم پاک کو مشق ستم بنایا، تو امام احمد رضا سپر بن کر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے دفاع کا مورچہ سنبھالا۔

مجدد اعظم امام احمد رضا فاضل بریلوی المتوفیٰ ۱۳۴۰ھ جو کہ مخدوم جہاں کے مداح اور ان کی علمی روحانی عظمتوں کے معترف ہیں، صرف معترف نہیں بلکہ یہ کہنا صدفی صد درست ہوگا کہ امام احمد رضا ان جیسے صوفیا کے صوفیانہ مشن اور داعیانہ تحریک کے وکیل وترجمان تھے، بظاہر مخدوم بہار اور امام احمد رضا کے درمیان تقریباً چھ سو سال کا عرصہ حائل ہے، لیکن عقائد واعمال اور علم روحانیت کے باب میں یکسانیت اس قدر کہ بال برابر بھی فرق نہیں، مخدوم بہار اور امام احمد رضا لسانیات کے باب میں بھی ایک دوسرے کے شریک وسہیم رہے ہیں، انہوں نے ایک ہزار سے زائد کتب ورسائل میں عربی اردو کے علاوہ فارسی ادب کے بھی جواہر پارے چھوڑے ہیں، راقم کے اس دعویٰ کے ثبوت میں دونوں بزرگوں کے تصانیف دیکھے جا سکتے ہیں، خدمت دین خواہ کسی بھی زبان میں ہو اور وہ مخدوم بہار ہوں یا اعلیٰ حضرت یا پھر دوسرے تمام اولیا ومحدثین ان کی تعلیمات دراصل قرآن واحادیث کا عطر مجموعہ ہے، ان کی تعلیمات سے انحراف کہیں نا کہیں قرآن وحدیث سے انحراف ہے، مخدوم بہار سے امام احمد رضا کی عقیدت ومحبت دیکھیں، اپنے شاگرد وخلیفہ ملک العلما حضرت مولانا سید ظفر الدین بہاری کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

''حضرت سیدنا مخدوم شرف الحق والدین بہاری منیری قدس سرہ کی طرف ایک ملفوظ بنام معدن المعانی بہار میں چھپا ہے یہاں اور لکھنو میں نہ ملا وہاں ملے تو ایک نسخہ مطلوب اور کسی معتمد جگہ اس کا کوئی قلمی نسخہ بھی معلوم کرنا ہے۔''(۵)

معدن المعانی کا ذکر اوپر گزر چکا، دونوں کے درمیان کا روحانی رشتہ دیکھیں! مخدوم بہار سلسلہ فردوسیہ کے مشہور بزرگ حضرت شیخ نجیب الدین فردوسی علیہ الرحمہ سے مرید تھے اور یہ سلسلہ مشہور سلسلہ سہروردیہ کی شاخ ہے، امام احمد رضا کو اس سلسلہ سے بھی خلافت واجازت حاصل تھی، مخدوم بہار کے سجادہ حضرت شاہ امین میاں فردوسی علیہ الرحمہ یہ امام احمد رضا کے معاصر بزرگ ہیں، ان کی سرپرستی میں بہار کی زمین سے آپ نے ندوہ وہابیہ دیابنہ کا رد وابطال فرمایا، عدم تقلید کے قائلین اور بعض نام نہاد مقلدین اسماعیلی تقویۃ الایمان کے توہین آمیز کفریہ عبارات کی تائید وصفائی میں مخدوم بہار کی جانب منسوب ایک متصوفانہ قول کو بطور دلیل پیش کرنے لگے، تا کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ مخدوم بہار جنہیں مسلمانوں کی اکثریت اپنا مقتدا وپیشوا مانتی ہے، انہوں نے بھی اسی نوعیت کی بات کی ہے جو آج تقویۃ الایمان میں مرقوم ہے، ایسے پرفتن ماحول میں امام احمد رضا نے ایک تحقیقی اور فقہی رسالہ بنام ''حجب العوار عن مخدوم بہار'' تحریر فرما کر امت مسلمہ کو

حقائق سے اشکارا کیا اور اپنے گمراہ کن عقائد کے اثبات ومبنی برحق پر ان کی جانب منسوب قول کا سہارا لینے والوں دندان شکن جواب دیا، یہ رسالہ دراصل ایک استفتا کے جواب میں ہے۔

دانا پور پٹنہ سے ۸ رشعبان ۱۳۳۹ھ کو حنیف خان نام سے ایک شخص نے سوال کیا۔ بخدمت فیض درجت جناب اعلیٰ حضرت مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب مدظلہ گزارش یہ ہے کہ اسماعیل نے چمار کے لفظ سے مثال دی، یہاں کے غیر مقلدین کہتے ہیں، کہ مخدوم صاحب نے مینگنی سے مثال دی ہے، اس کا کیا جواب ہے حضور کا کوئی رسالہ یا فتویٰ اس بارے میں ہے یا نہیں۔

امام احمد رضا چاہتے تو مختصر وضاحت کے ساتھ جواب دے کر یا پھر داخل شطحیات بتا کر اپنا دامن چھڑا لیتے، لیکن نہیں انہوں نے اپنے ممدوح جو مخدوم الملک مخدوم بہار سلطان المحققین جیسی ارفع شان کے ساتھ دنیا جہاں میں متعارف تھے اور ان کی علمی روحانی شخصیت مسلم تھی، ایسی مقتدر ہستی کے جناب میں ایسی غلط بات منسوب کرنا جس سے امت گمراہی اور ذلت کی دبیز چادر تلے دب کر اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے، ایک بڑی سازش کا حصہ تھا اور بروقت علمی تحقیقی جواب دینا ضروری تھا، مخدوم پاک سے محبت ان کی عظمت وعقیدت اور روحانیت تقاضا کر رہی تھی، کوئی اٹھے اور جواب لاجواب سے پوری قوم کو گمراہ ہونے سے بچائے، لہٰذا امام احمد رضا نے ایسا ہی کیا، بتایا جاتا ہے کہ مخدوم بہار کی واحد شخصیت ہے، جن کے نام آپ نے یہ ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا۔

رسالہ کو پڑھیں گے تو معلوم ہوگا کہ مخدوم بہار پر لگائے گئے بے بنیاد سنگین الزام کے پرخچے اڑا دیئے گئے ہیں اور باطل ضال مضل طبقہ پر امام قہر الٰہی کی بجلی بن کر گرج رہے ہیں، اہل حق کے لیے مخدوم بہار کا فیضان بن کر برس رہے ہیں اور علما و محققین پر تحقیق تنقید و تنقیح اور استدلال کے دروازے کھلتے نظر آرہے ہیں، عقلی ونقلی دلائل اور منطقی گرفت کہ روشنی میں باطل نظریات کو جواز فراہم کرنے والوں کی قلعی کھلتی نظر آرہی ہے، ان کی مستتر منصوبہ بند ارادی مذموم خیالات کو جس انداز میں آپ نے طشت از بام فرمایا ہے یقیناً یہ آپ ہی کا حق ہے، اس کو پڑھنے والا آپ کی مجددانہ مجتہدانہ محققانہ شان کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا، اصل ونقل لاحق اور غیر لاحق کو پرکھنے کے جو اصول آپ نے بیان کئے ہیں، نہایت عمدہ اور معلوماتی ہیں۔

مخدوم بہار سے منسوب الزام کا جواب دیتے ہوئے آپ نے پہلی دلیل دی ہے، کوئی کتاب یا رسالہ کسی بزرگ کے نام سے منسوب ہونا، اس سے ثبوت قطعی کو مستلزم نہیں، بہت سے رسالے اکابر چشت کے نام منسوب ہیں، جس کا اصلاً ثبوت نہیں۔

دلیل ثانی: میں آپ فرماتے ہیں کسی کتاب کا ثابت ہونا، اس کے ہر فقرے کا ثابت ہونا نہیں ہے، بہت اکابر کی کتابوں میں الحاقات ہیں تفصیل کے لیے عارف باللہ امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمہ کی ''کتاب الیواقیت والجواہر'' کی جانب اشارہ فرمایا درمختار کے حوالے سے حضرت شیخ اکبر رضی للہ تعالیٰ عنہ کے کلام میں درمختار کے حوالے سے الحاقات کے ثابت ہونے پر دلیل دیئے، مخدوم بہار کی ایک فارسی کتاب عقائد ترجمہ عمدۃ الکلام سے ایک ملحقہ عبارت کی نشاندہی کی ہے، عبارت ہے:

''قریش اعلیٰ جد مصطفیٰ بود واو دو پسر داشت یکے را نام ہاشم بود ودوم را نام تیم بود پیغمبر از نسل ہاشم است وابوبکر از نسل تیم است۔''

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا مخدوم بہار کے تقدس کو سامنے رکھتے ہوئے فرماتے ہیں، کوئی جاہل سے جاہل ایسی بات کہہ سکتا ہے کہ ہاشم کے باپ کا نام قریش تھا اور ان کے دو بیٹے تھے ایک ہاشم دوسرا تیم، ہم ہرگز ایسی نسبت بھی مخدوم صاحب کی طرف نہیں مان سکتے ضرور کسی جاہل کا الحاق ہے۔

دلیل ثالث: میں امام احمد رضا نے کسی مسلمان کی جانب کسی کبیرہ کی نسبت کرنا کتنا بڑا جرم ہے اور اس سے پیدا ہونے والی خرابیوں کو واضح فرمایا ہے اور دلائل میں احیاء العلوم، فتاویٰ حدیثیہ، مقدمہ ابن الصلاح، امام نووی کی تقریب، فتح القدیر، منح الروض الازھر شرح فقہ اکبر، مجمع الازھر، کے حوالے سے اپنی دلیل کو مزین فرمایا۔

اسلاف وا خلاف

دلیل رابع: میں امام نے مخدوم پاک سے منسوب قول کے غیر الحاقی ہونے کی صورت میں اس عبارت کی شرعی اور نفیس توضیح فرمائی ہے، فرماتے ہیں:

''حقیقت امر یہ ہے کہ مخلوق کی دو قسم ہے، اوّل وہ کہ عظمت دینی رکھتے ہیں، جن کے سرو وسرور مطلق حضور سید المرسلین ﷺ پھر باقی حضرات انبیا و ملائکہ اولیا و اہل بیت وصحابہ پھر دیگر علما وصلحا واتقیا پھر سلاطین اسلام پھر عام مومنین گویا کہ تمام ذوات قدسیہ صحائف دینیہ صفات جمیلہ اعمال صالحہ اخلاق فاضلہ اور اماکن مقدسہ۔۔۔۔۔ کو شامل فرمالیا اور دوسری قسم کی وضاحت میں وہ کہ عظمت دینی سے اصلا بہرہ نہیں رکھتے، مثلاً کفار ومشرکین مرتدین پھر باقی ضالین نیز صفات رذیلہ اعمال خبیثہ اخلاق ازیلہ اور اماکن نجسہ''

دونوں قسموں کو قرآن وحدیث کتب فقہ سے مبرہن کیا اور فرمایا قسم اوّل کی تعظیم تعظیم الٰہی سے جدا نہیں بلکہ بعینہ اسی کی تعظیم تو محل غیر میں غیر اللہ اور خلق سے وہی مراد ہوتا ہے، جسے مولیٰ عزوجل سے علاقہ قرب نہیں علاقہ قرب والے تو جانب خالق میں ہیں نہ کہ جانب غیر میں، سبحان اللہ کیا نفیس تحقیق ہے امام احمد رضا کی جسے بھی انشراح صدر حاصل کرنا ہو وہ ضرور پڑھے، آگے لکھتے ہیں:

''صوفی کہ غیر خدا کی تحقیر کرے اور اسے اونٹ کی مینگنی سے حقیر تر جانے قطعاً اسی کی تحقیر کرتا ہے، جس کی تعظیم تعظیم الٰہی نہیں جسے مولیٰ عزوجل سے علاقہ نہیں ورنہ جانب خالق کی تحقیر کرے تو خود رب عزوجل کی تحقیر کریگا یہ صوفی کا کام ہوگا یا ابلیس لعین کا ملعون ملعون ملعون ہے وہ کہ اس سے یہ سمجھے کہ مصحف شریف وانبیائے کرام کو مینگنی سے حقیر بتاتا ہے۔''

اب امام احمد رضا کا اپنے ممدوح سے قلبی وابستگی اور مثبت فکر دیکھیں، فرماتے ہیں:

''حضرت مخدوم صاحب تو معاذ اللہ اس معنی ملعون کے وہم سے بھی پاک ہیں، ہاں یہی کافر اور ملعون ومرتد وشیطان وابلیس ہیں جو ان کے کلام (اگر ان کا کلام ہے) ایسے گندے کفر پر ڈھالتے ہیں''وما کفر سلیمٰن ولٰکنّ الشیطٰن کفروا'' سلیمان نے تو کفر نہ کیا ہاں یہ شیطان ہی کافر ہوئے، دلیل کے اخیر میں فرماتے ہیں، ہاں مخدوم صاحب نے اگر کہا تو دنیا اور دنیا کی چیزوں کو کہا، جن کو للہ سے علاقہ نہیں، بیشک وہ مینگنی سے حقیر تر ہیں۔''

دلیل خامس: میں امام اہل سنت نے اپنے منطقی استدلال اور اعلیٰ ذہانت کا جو منظر پیش کیا ہے وہ بڑا دلچسپ ہے، فرماتے ہیں، اگر حضرت مخدوم نے ایسا فرمایا تو کیا انہوں نے تمام انبیا اولیا بالخصوص حضور سید الانبیا علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والثنا کو مینگنی سے مثال دی، والعیاذ باللہ تو ایسی صورت میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے، کہ یہ قول:

''تمہارے نزدیک حق ہے یا باطل اگر باطل ہے تو باطل سے سند لانے والا عیار ومکار اور اس سے توہین شان رسالت کا ہلکا پن چاہنے والا کافر بے دین فی النار ہے یا نہیں اور اگر کہیں کہ ہاں وہ حق ہے اور حضرات انبیا وسید الانبیا ﷺ معاذ اللہ اس ناپاک مثال کے لائق ہیں تو پردہ کھل گیا۔''

اپنے دعویٰ اور دلیل کی روشنی میں کبھی وہابیہ غور کریں تو وہ تینوں صورتوں میں مجرم ٹھہرینگے اور ان میں کی ہر ایک صورت ان کے حق میں زہر قاتل ہے، اس پر بھی آپ نے دلائل دیئے اور اخیر میں صاحب حجب العوار حضرت مخدوم بہار اپنے ممدوح کے متعلق امام احمد رضا دوٹوک انداز میں رقم طراز ہیں:

''ہرگز مخدوم صاحب نے ایسی ملعون بات نہ فرمائی، نہ وہ یا کوئی مسلمان ایسا کہہ سکتا ہے، جن کے غلامان غلام کے غلامان غلام کی کفش برداری سے حضرت مخدوم صاحب حضرت مخدوم صاحب ہوئے، اگر انہیں کو ایسا بتاتے تو خود کہاں رہتے اور اپنے آپ اس سے کتنے لاکھ درجے بدتر گندی گھناونی ذلیل ناپاک مثال کے قابل ہوتے نہ کہ سند لانے کے لائق، مگر حاشا للہ! بات وہی ہے کہ وما کفر سلیمان لکن الشیاطین کفروا، سلیمان نے کفر نہ کیا ہاں شیطان کافر ہوئے (یعنی) حضرت مخدوم صاحب نے تو کفر نہ کیا شیاطین ہی کفر کررہے ہیں۔''

امام احمد رضا نے مخدوم بہار کے بدخواہوں کو حجب العوار

میں اپنی انفرادی شان تحقیق وتفہیم سے جومسکت جواب دیئے ہیں، یقیناً دفاع کے ساتھ ساتھ تحقیق کے نئے زاویے بھی وا ہوتے نظر آرہے ہیں اور بڑی بات یہ ہے کہ حجب العوار میں آپ نے مخالفین کو صرف مثبت دلائل نہیں دیئے ہیں، بلکہ ان کی کتاب تقویۃ الایمان سے درجنوں کفریہ توہین آمیز عبارات کی بھی نشاندہی فرمائی اوران کے منفی رذیل فکر کا پردہ چاک فرمایا ہے، اب ایسے عقائد ونظریات کا بوجھ اٹھانے والوں سے کبھی نہ ہی تو جواب بن پائے گا اور نا ہی ان دونوں بزرگوں کے اعتقادات سے متعلق لوگوں کو فریب دے سکتے ہیں، بس ایک ہی صورت ہے کہ حق قبول کریں، تقویۃ الایمانی عقائد سے توبہ ورجوع کریں، نہیں تو شامت یہ ہے کہ جس قدر ممکن ہو ماتم کریں اللہ جل علا سب کو ہدایت دے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

مآخذومراجع کتب

(۱) سورۂ ابراہیم آیت ۱۴ (۲) تذکرۂ مخدوم بہار (۳) تاریخ دعوت وعزیمت (۴) سہ ماہی رفاقت ۲۰۰۴ (۵) مکتوبات امام احمد رضا محدث بریلوی (۶) حجب العوار عن مخدوم بہار۔

◆◆◆

ص ۵۱ رکا بقیہ......................................

موت — مومن کے لئے راحت کا زینہ

حدیث شریف

اورحضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت آئی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''الموت راحة المؤمن۔ یعنی موت مومن کے لئے ذریعۂ راحت ہے۔''(۱)

سب سے افضل واحسن کون؟

حدیث شریف

اورحضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا:

''اَیُّ المؤمنین افضلُ؟ مومنین میں سب سے افضل کون ہے؟ حضور نے فرمایا: اَحسنُھُم خُلُقاً (وہ ہے جو) ان میں سب سے اچھے اخلاق والا ہو، پھر مزید عرض کیا گیا: أي المومنين اَكيسُ؟ مومنین میں سب سے زیادہ چالاک چتر کون ہے؟ حضور نے فرمایا: اَکثرُھم لِلْموتِ ذِکْراً و اَحسنُھم لہٗ اِسْتِعْدادا۔ (وہ ہے جو) ان میں موت کو سب سے زیادہ یاد کرنے اور موت کے لئے سب سے اچھی تیاری کرنے والا ہو۔''

[۱] یعنی جس مومن کا خاتمہ ایمان وتوبہ صحیحہ پر ہوا وہ قبر میں بھی حشر میں بھی ہر جگہ آرام سے رہے گا، پھر جنت تو ہے ہی امن وچین کی جگہ، ۱۲ رمترجم غفرلہ

بڑا ہوشیار، چالاک کون اور نکما کون؟

حدیث شریف

(حدیث میں آیا ہے کہ) نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اَلْکَیِّس مَنْ دَان نفْسَهٗ و عَمِلَ لِما بعدَ الموْتِ و العاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهاَوتَمَنّٰى عَلَى اللهِ۔ (ترجمہ) بڑا ہوشیار، عقلمند (یعنی چالاک چتر) وہ ہے جس نے اپنے نفس کو قابو میں کرلیا (دیندار بنالیا، سدھارلیا) ہو اور موت کے بعد والی زندگی کے لئے کام کئے اور نکما (پھوہڑ) وہ ہے جس نے اپنے نفس کو، اس کی خواہش کا پیرو کیا اور اللہ پر (مغفرت ونجات کی) تمنا کئے رہا۔'' ☆

[☆] یہ باب ''ہول الموت'' پورا ہوا، آگے متصلاً باب عذاب القبر ہے، مترجم غفرلہ

.... جاری

از: مولانا محمد طفیل احمد مصباحی*

مُلّا خواجہ بہاری! ایک عظیم فقیہ و محدث

اسلاف و اخلاف

محقق حقائق شریعت، مدقق دقائق طریقت، واقفِ اسرارِ ربانی، مرشدِ لاثانی حضرت ملا خواجہ بہاری علیہ الرحمہ (متوفیٰ 1060ھ) عہدِ شاہجہانی کے جلیل القدر بزرگ اور عظیم المرتبت عالم و محدث تھے، علم و حکمت میں یگانہ، فضل و کمال میں ممتاز، زہد و تقویٰ میں کامل اور عبارت و ریاضت میں بے مثال تھے، آپ حاجی پور، بہار کے رہنے والے تھے، تحصیلِ علوم کی غرض سے لاہور تشریف لے گئے اور ملا فاضل لاہوری کی شاگردی اختیار کی اور انہیں کے گھر میں مقیم ہوئے "عملِ صالح موسوم بہ شاہ جہاں نامہ" کے مصنف محمد صالح کنبوہ نے آپ کے فضل و کمال اور مقامِ ولایت و روحانیت کی بڑی تعریف کی ہے اور آپ کو" سر حلقۂ سلسلۃ الذہب احرار و درۃ العقد ابرار و اخیار" سے یاد کیا ہے، تفصیل کے لیے" عملِ صالح" جلد سوم، ص 289 ر مطبوعہ مجلسِ ترقی ادب، لاہور کا مطالعہ کریں۔

شہنشاہِ ہندشاہ جہاں بن جہاں گیر کے فرزند ارجمند، سلطانِ اورنگ زیب کے برادر، شہزادہ دارا شکوہ، ملا خواجہ بہاری کے ہم عصر اور مرید بھائی تھے، انہوں نے اپنی مشہور تصنیف" سکینۃ الاولیاء" میں مُلّا خواجہ بہاری کا تذکرہ بڑے آداب و القاب کے ساتھ والہانہ انداز میں کیا ہے اور ان کے فضل و کمال، تقویٰ و طہارت اور تصرفات و کرامات کا حال بیان کیا ہے، چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

''طریقت و عرفان کی راہ گزاروں کے سالک، حقیقت و وجدان کی معرفت سے آگاہ، توکل و رضا کی کشتی، طریقۂ فقر و غنا کے جواں مرد، اہلِ حقائق کے شیخ، علائق دنیاوی کے تارک، برگزیدۂ حضرت باری تعالیٰ، مُلّا خواجہ بہاری ہیں ہیں، حضرت میاں جیو (میاں میر لاہوری) رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے اور ان کے منظورِ نظر ہو گئے، حضرت میاں جیو کے باسعادت دامن کو دستِ ارادت سے تھاما اور ان کی خدمت میں رہ کر علم باطن کی تحصیل کی اور ظاہری علوم کے ساتھ باطنی علوم کے بھی جامع ہو گئے اور حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ کے طریقۂ شریف کے مطابق ریاضت و مجاہدہ کرنے کے لیے جنگلوں میں جا کر ذکر الٰہی میں مشغول رہنے لگے، یہاں تک کہ مرتبۂ کمال کو پہنچے اور صاحبِ حالات و مقامات ہوئے، آپ تجرید اور توکل میں بہت ممتاز ہیں، آپ کی ملاقات متعدد مشائخ سے ہوئی، آپ ہمیشہ فرماتے کہ مجھے جو کچھ ملا، حضرت شیخ میر (میاں میر) کے طفیل ملا، جب حضرت پان کھا کر گراتے تو میں اسے اٹھا کر کھا لیتا اور اس کی برکت سے مجھ پر علوم کشف (منکشف) ہوئے، جو شخص آپ سے قرآنِ کریم، احادیث، فصوص، لمعات اور لوائح اور مثنوی معنوی کے مطالب دریافت کرتا ہے تو آپ (از راہِ تواضع) کہتے ہیں" باوجودے کہ مجھ میں اتنی علمیت نہیں، لیکن سب کا مطلب بیان کر سکتا ہوں اور ایک شعر کے متعدد معنی پیش کر سکتا ہوں، جو چاہے پوچھ کر آزمائش کر لے" یہ حقیقت ہے کہ آپ بعض مشکل مطالب بڑی خوبی سے بیان کرتے ہیں۔

حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ کو قبولِ عام حاصل ہوا اور خواص و عوام گروہ در گروہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے، آپ سے متعدد کرامات اور خوارقِ عادت باتیں ظہور میں آئیں اور اہلِ لاہور میں ان کی عام شہرت ہوئی، شیخ وجیہ الدین نے، جو فاضل اور راست گو تھے، بیان کیا کہ غازی خاں نامی درویش کے ہاں شادی

تھی، ملّا خواجہ بہاری اور بہت سے فقرا وہاں جمع تھے، سب رات بھر بیدار رہے، راوی کہتا ہے کہ میں خود بھی شب بیداری میں شریک تھا، سردی کا موسم تھا، رات بھر خوب آگ جلائی گئی، صبح ہوئی تو مسئلۂ توحید کے بارے میں گفتگو چھڑی، محمود نامی ایک درویش نے، جو لاہور کے مشاہیر میں سے تھا، گفتگو کا آغاز کیا اور ملّا خواجہ بہاری سے خطاب کر کے کہا: آپ کا وحدۃ الوجود کے متعلق کیا خیال ہے؟ حضرت ملّا خواجہ پر اس سوال سے خوشی کی کیفیت طاری ہوئی اور اس کے بعد فرمایا "یہ ہے توحید" یہ کہہ کر اٹھے اور آگ میں کود گئے، تھوڑی دیر تک آگ میں اس طرح بیٹھے رہے کہ ان کے دامن تک بھی آنچ نہ پہنچی اور سلامتی سے باہر آ گئے، لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے اور ان سے ان کا جامہ (کرتا، لباس) حاصل کر کے اس کے ٹکڑے کیے اور تبرک کے طور پر وہ ٹکڑے لے گئے، آپ نے اٹھ کر جنگل کا رخ کیا۔''

(سکینۃ الاولیاء، ص244–245، مطبوعہ ناز پبلیشنگ ہاؤس، دہلی)

ملا خواجہ بہاری کا شمار چوں کہ برصغیر ہندو پاک کے مشہور قادری اولیا و مشائخ اور نامور محدثین میں ہوتا ہے، اس لیے اکثر تذکرہ نگاروں نے آپ کا ذکر جمیل کیا ہے، چند کتب و رسائل کی عبارات ملاحظہ فرمائیں، تذکرہ علمائے ہند (فارسی) میں مرقوم ہے:

''خواجہ بہاری ثم لاہوری فقیہ، محدث، مفسر، واقفِ اسرارِ حقانی بود اوّلاً از مسکنِ خود حاجی پور (صوبۂ بہار) بہ قصبہ گودہ پور بہ نیتِ تحصیل آمدہ بخدمتِ شیخ جمال الاولیا می خواند، پس بہ لاہور آمدہ بخدمتِ ملا محمد فاضل لاہوری دستارِ فضیلت بست و بہ خانۂ وے سکونت اختیار کرد و بالآخر مرید و خلیفۂ حضرت میاں میر گشت، در سال ہزار و شصت ہجری وفات یافتہ بہ لاہور مدفون گردید۔'' (تذکرہ علمائے ہند، ص58، مطبوعہ منشی نول کشور، لکھنؤ)

نزہۃ الخواطر میں ہے:

''الشيخ العالم الكبير العلامة ملا خواجه الحنفي البهاري ثم اللاهوري أحد الرجال المعروفين بالفضل و الكمال.................. و كان قانعا عفيفا دينا مرتاضا مجاهدا، لا يقبل النذور و الفتوحات أصلا، لقيه شاهجهان بن جهانگير الدهلوي سلطان الهند بمدينة لاهور و أراد يجزل عليه العطايا السلطانية فلم يقبل-''

(الإعلام بمن في تاريخ الهند من الاعلام، ص651، مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت)

صاحبِ حدیقۃ الاولیاء لکھتے ہیں:

''خواجۂ بہاری قادری لاہوری، میاں میر لاہوری کے خلیفہ، صاحبِ کمال اور اہلِ حال و قال تھے، میاں میر کی وفات کے بعد انہوں نے ہنگامۂ مشیخت گرم کیا، ہزارہا بندگانِ خدا ان کی خدمت میں حاضر ہو کر مراتبِ ولایت کو پہنچے .... خواجہ بہاری کی وفات سال ایک ہزار ساٹھ ہجری 1060 میں ہوئی، آپ کا مزار میاں میر لاہوری کے روضے سے متصل ہے۔'' (حدیقۃ الاولیاء، ص20، مطبوعہ منشی نول کشور، لکھنؤ)

◆◆◆

از: مولانا محمد میاں قادری مرکزی *

اہل بیت اطہار سے صحابۂ کرام کی محبت

اسلاف واخلاف

دینِ اسلام کے قیام سے ہی باطل طاقتوں، نفس پرستوں اور بدمذہبوں نے چراغ اسلام کو اپنی تیز آندھیوں کے سہارے بجھانے کی بھرپور کوششیں کیں لیکن کامیاب نہ ہوسکے اور کامیاب نہ ہونے کا ماتم جس طرح وہ کل منا رہے تھے، بعینہ اسی طرح ان شاء اللہ صبح قیامت تک مناتے رہیں گے، لیکن چراغ اسلام کو ہرگز بجھا نہ سکیں گے بلکہ چراغ اسلام اسی طرح اپنی ضیائے نور سے قلوب مؤمنین کو منور و مجلّٰی کرتا رہے گا جس طرح کہ منور کرتا آیا ہے۔

جن باطل نظریات کے پیروکاروں نے اسلام کی بنیاد ہلانے کی اپنی تئیں مکمل سعی پیہم کی، ان میں سے ایک فرقہ روافض کا بھی ہے جس نے مسلمانوں کے درمیان انتشار پھیلانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور نہ ہی کوئی موقع ہاتھ سے جانے دیا، مسلمانوں کو بے چین کرنے اور ان کے درمیان اختلافات و انتشارات پھیلانے کے لئے اس فرقہ نے سب سے زیادہ اپنے جس جھوٹ کو فروغ دیا وہ یہ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اہل بیت نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت نہ تھی۔ (العیاذ باللہ)

قارئین کرام! آپ اسے یوں سمجھ لیں کہ یہ روافض کا ایسا جھوٹ ہے جیسے کہ کوئی دن کے اجالے میں سورج ہی کا انکار کر بیٹھے، یہ تو تھا معاملہ روافض کا جسے انہوں نے موضوع روایات کی تاریکی کو نور کا جامہ پہنا کر خوب رائج کیا اور اسی میں لگے بھی رہے جس کا نتیجہ آج یہ ہوا کہ کچھ سنی کہلانے والے بھی ان کے دام فریب میں آکر انہیں جیسی باتیں کہنے لگے اور اپنی دنیا و آخرت برباد کرنے میں لگ گئے، لیکن ہمارے نزدیک جملہ صحابہ کرام بشمول اہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سب کی عزت کرنا نیز احترام بجالانا اور ان سے محبت رکھنا جزوِ ایمان ہے، ان میں سے کسی کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی بھی سخت محرومی اور بدبختی کا سبب ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے تعلق سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا واضح ارشاد گرامی ہے:

”مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُودِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيلِ۔ (سورہ الفتح: آیت نمبر 29) ترجمہ: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے (یعنی صحابہ کرام وہ) کافروں پر سخت ہیں (اور) آپس میں نرم دل، تو انھیں دیکھے گا رکوع کرتے، سجدے میں گرتے، اللہ کا فضل و رضا چاہتے، ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے، یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں۔“ (کنز الایمان)

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں متعدد مقامات پر صحابہ کرام کی شان بیان فرمائی، چنانچہ ایک مقام پر ارشاد فرمایا: ”رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے۔“

مذکورہ بالا پہلی آیت کریمہ سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ صحابہ کرام کے درمیان آپس میں کسی بھی طرح کا بغض وعناد جلن وحسد نہیں تھا بلکہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے غایت درجہ محبت فرماتے اور ایک دوسرے کے لئے نرم دل تھے، نیز یہ بات بھی ظاہر و باہر ہے کہ اہل بیت سے حضرت مولائے کائنات امیر المؤمنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، شہزادیٔ رسول خاتون جنت حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور امامین کریمین رضی اللہ عنہما بھی شرف صحابیت کے بہت ہی اعلیٰ درجہ

پر فائز ہیں، نیز بحیثیت صحابی ہونے کے ان نفوس قدسیہ اور دیگر صحابہ میں کسی بھی طرح کی ظاہری و باطنی دشمنی وعداوت نہیں تھی بلکہ آپ تمام حضرات والا صفات آپس میں ایک دوسرے سے بے حد الفت ومحبت فرماتے تھے۔

غیب داں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم تھا کہ میرے بعد کچھ نفس پرست اور باطل نظریات کو فروغ دینے والے جھوٹی روایات وضع کر کے میرے صحابہ پر دست تعَنُّت دراز کریں گے، اسی لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی اس بات سے باخبر فرما دیا تھا اور ایسے لوگوں کو بھی ایسی قبیح حرکت کے صدور سے باز رہنے کی بھی تلقین فرمائی تھی، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کی عظمت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا جسے امام بخاری نے اپنی صحیح میں نقل فرمایا:

''حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الأَعْمَشِ، قَالَ: سَمِعْتُ ذَكْوَانَ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لاَ تَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ، ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ، وَلاَ نَصِيفَهُ تَابَعَهُ جَرِيرٌ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ، وَأَبُو مُعَاوِيَةَ، وَمُحَاضِرٌ، عَنِ الأَعْمَشِ۔ ترجمہ: ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، کہا میں نے ذکوان سے سنا اور ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اصحاب کو برا مت کہو، اگر کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر بھی سونا (اللہ کی راہ میں) خرچ کر ڈالے تو ان کے ایک مدغلہ کے برابر بھی نہیں ہو سکتا اور نہ ان کے آدھے مد کے برابر، شعبہ کے ساتھ اس حدیث کو جریر، عبداللہ بن داود، ابومعاویہ اور محاضر نے بھی اعمش سے روایت کیا ہے۔

(بخاری شریف حدیث نمبر ۳۶۷۳)

بلکہ ایک حدیث میں تو یہاں تک فرمایا:

''اللہ اللہ فی اصحابی، اللہ اللہ فی اصحابی، لا تتخذوھم غرضاً بعدی، فمن أحبھم فبحبی أحبھم، ومن أبغضھم فببغضی أبغضھم، ومن أذاھم فقد أذانی ومن أذانی فقد أذی اللہ، ومن أذی اللہ فیوشك أن یأخذہ۔ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو، میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو، میرے بعد انھیں 'نشانہ' مت بنالینا، کیوں کہ جو شخص ان سے محبت کرے گا، وہ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرے گا، جو ان سے بغض رکھے گا، وہ درحقیقت مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھے گا، جس نے انھیں تکلیف پہنچائی، اس نے مجھے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی، اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی تو اللہ تعالیٰ جلد ہی اسے اپنی گرفت میں لے لے گا۔''

مذکورہ بالا دلائل و براہین سے یہ بات اظہر من الشّمس ہو گئی کہ صحابہ اور اہل بیت آپس میں نرم دل اور کفار پر سخت تھے اور اُن معاندین کے لئے وعید بھی ذکر کر دی گئی جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر دست تعنت دراز کرتے ہیں، اب یہاں سے چند روایات سپردِ قرطاس کرتا ہوں جن کی روشنی میں روافض اور رافضی زدہ اشخاص کے جھوٹ کا قطب مینار زمیں بوس ہوتا ہوا نظر آئے گا اور اوپر کئے گئے میرے دعویٰ کو مزید تقویت بھی ملے گی، ان شاء اللہ!

سیدنا صدیقِ اکبر کی اہلِ بیت سے محبت

ایک دفعہ حضرت سیّدُ نا ابوبکر صِدّیق رضی اللہ عنہ کے حضور اہلِ بیت اطہار کا ذِکر ہوا تو آپ نے فرمایا:

''والذی نفسی بیدہ لقرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب إلی ان اصل من قرابتی۔ یعنی اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قُدرت میں میری جان ہے! رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا مجھے اپنے قرابت داروں سے صِلۂ رحمی کرنے سے زیادہ محبوب و پسندیدہ ہے۔''

(بخاری، جلد2 رصفحہ 438، حدیث 3712)

حضرت امام بخاری نقل فرماتے ہیں:

''اخبرنی عبد اللہ بن عبد الوھاب، حدثنا خالد، حدثنا شعبة، عن واقد، قال:سمعت ابی یحدث، عن ابن عمر، عن ابی بکر رضی اللہ عنھم، قال: ارقبوا محمدا صلی اللہ علیہ وسلم فی اھل بیتہ۔ ترجمہ: مجھے عبد اللہ بن عبد الوہاب نے خبر دی، کہا کہ ہم سے خالد نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے واقد نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد سے سنا، وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے تھے، وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے فرمایا: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احترام کے پیشِ نظر اہلِ بیت کا احترام کرو۔''

(بخاری، جلد2/صفحہ438، حدیث3712)

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی پھر آپ اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کھڑے ہوکر چل دیئے، راستے میں حضرت حسن کو بچّوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا تو حضرت سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے کندھے پر اُٹھالیا اور فرمایا:

''میرے ماں باپ قربان! حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم شکل ہو، حضرت علی کے نہیں، اس وقت حضرت علی المرتضیٰ کرمَ اللہ وجہہ الکریم مسکرا رہے تھے۔''

(سنن الکبریٰ للنسائی، ج5،ص48، حدیث8161)

سیّدنا فاروقِ اعظم کی اہلِ بیت سے محبت

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت سیّدتنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ہاں گئے تو فرمایا:

''اے فاطمہ! اللہ کی قسم! آپ سے بڑھ کر میں نے کسی کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محبوب نہیں دیکھا اور خدا کی قسم! آپ کے والد گرامی کے بعد لوگوں میں سے کوئی بھی مجھے آپ سے بڑھ کر عزیز و پیارا نہیں۔''

(مستدرک، ج4/ص139/حدیث4789)

ایک دفعہ حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضراتِ صحابۂ کرام کے بیٹوں کو کپڑے عطا فرمائے مگر ان میں کوئی ایسا لباس نہیں تھا جو حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کی شان کے لائق ہو تو آپ نے ان کے لئے یمن سے خصوصی لباس منگوا کر پہنائے، پھر فرمایا:

''اب میرا دل خوش ہوا ہے۔'' (ریاض النضرۃ، ج1/ص341)

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے وظائف مقرر فرمائے تو حضراتِ حسنین کریمین کے لئے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت داری کی وجہ سے اُن کے والد حضرت علی المرتضیٰ کرّم اللہ وجہہ الکریم کے برابر حصّہ مقرر کیا، دونوں کے لئے پانچ پانچ ہزار دِرہم وظیفہ رکھا۔ (سیر اعلام النبلاء، ج3/ص259)

حضرت امیر مُعاویہ کی اہلِ بیت سے محبت

حضرت امیر مُعاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت علی المرتضیٰ کرمَ اللہ وجہہ الکریم کے چند نقوش بھی آلِ ابوسفیان (یعنی ہم لوگوں) سے بہتر ہیں۔ (الناہیہ، ص59)

ابن عساکر میں ہے کہ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ کرمَ اللہ وجہہ الکریم اور اہلِ بیت کے زبردست فضائل بیان فرمائے۔

(تاریخ ابن عساکر، ج42/ص415)

سنن الکبریٰ میں ہے کہ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ کرمَ اللہ وجہہ الکریم کے فیصلے کو نافِذ بھی کیا اور علمی مسئلے میں آپ سے رُجوع بھی کیا۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی، جلد10/صفحہ205)

ایک موقع پر آپ نے حضرت ضَرّار صَدائی سے تقاضا کر کے حضرت علی المرتضیٰ کرمَ اللہ وجہہ الکریم کے فضائل سنے اور روتے ہوئے دُعا کی: اللہ پاک ابوالحسن پر رحم فرمائے۔

(الاستیعاب، ج3، ص209)

یوں ہی ایک بار حضرت امیر مُعاویہ نے حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: یہ آباواَجداد، چچا و پھوپھی اور ماموں و خالہ کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے زیادہ معزز ہیں۔

(العقد الفرید، ج5/ص344)

آپ ہم شکل مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہونے کی وجہ

سے حضرت امام حسن کا احترام کرتے تھے۔

(مرآۃ المناجیح، ج8/ص461)

ایک بار آپ نے امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی مجلس علمی کی تعریف کی اور اُس میں شرکت کی ترغیب دلائی۔ (تاریخ ابن عساکر، ج14/ص179)

حضرت امیر مُعاویہ رضی اللہ عنہ نے سالانہ وظائف کے علاوہ مختلف مواقع پر حضراتِ حسنین کریمین کی خدمت میں بیش بہا نذرانے پیش کئے، یہ بھی محبت کا ایک انداز ہے، آپ نے کبھی پانچ ہزار دینار، کبھی تین لاکھ دِرہم تو کبھی چار لاکھ درہم حتی کہ ایک بار 40/کروڑ روپے تک کا نذرانہ پیش کیا۔

(معجم الصحابہ، ج4/ص370)

حضرت عبداللہ بن مسعود کی اہلِ بیت سے محبت

حضرت سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دن کی محبت ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ (الشرف المؤبد لآل محمد، صفحہ 92)

نیز آپ یہ بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے:

"اہلِ مدینہ میں فیصلوں اور وِراثت کا سب سے زیادہ علم رکھنے والی شخصیت حضرت علی المرتضیٰ کرمَ اللہ وجہہ الکریم کی ہے۔" (تاریخ الخلفاء، ص135)

حضرت ابوہریرہ کی اہلِ بیت سے محبت

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں جب بھی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھتا ہوں تو فَرطِ محبت سے میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے ہیں۔

(مسند امام احمد، ج3/ص632)

حضرت ابومہزم رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم ایک جنازے میں تھے تو کیا دیکھا کہ حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے کپڑوں سے حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ کے پاؤں سے مٹی صاف کررہے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء، ج4/ص407)

حضرت عمرو بن عاص کی اہلِ بیت سے محبت

عیزار بن حریث رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ خانۂ کعبہ کے سائے میں تشریف فرما تھے، اتنے میں آپ کی نظر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر پڑی تو فرمایا: اس وقت آسمان والوں کے نزدیک زمین والوں میں سب سے زیادہ محبوب شخص یہی ہیں۔ (تاریخ ابن عساکر، ج14/ص179)

ان تمام روایات سے یہ بات نیم روز کے سورج کی مثل عیاں ہوگئی کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کس پیارے انداز سے اہلِ بیتِ اَطہار سے اپنی محبت کا اظہار کرتے، انہیں اپنی آل سے زیادہ محبوب رکھتے، ان کی ضروریات کا خیال رکھتے، ان کی بارگاہوں میں عمدہ واعلیٰ لباس پیش کرتے، بیش بہا نذرانے اُن کی خدمت میں حاضر کرتے، اُن کو دیکھ کر یا اُن کا ذِکر پاک سُن کر بے اختیار رو پڑتے، ان کی تعریف وتوصیف کرتے اور جاننے والوں سے اُن کی شان وعظمت کا بیان سنتے۔

لہٰذا ان تمام شواہد کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی شخص اہل بیت اطہار کی محبت کا عدم اثبات کا قول صحابہ سے کرے تو اسے اس کی بدبختی اور دوانہ پن کے علاوہ کیا کہیں گے؟ ◆◆◆

غوث اعظم کی ایک کرامت

ایک مرتبہ رات میں شیخ احمد رفاعی اور شیخ عدی بن مسافر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سرکار بغداد حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر انوار کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے، مگر اس وقت اندھیرا بہت زیادہ تھا، حضور غوث اعظم ان کے آگے تھے، آپ جب کسی پتھر، لکڑی، دیوار یا قبر کے پاس سے گزرتے تو اس کے تعارف کے لئے اپنے دست مبارک سے اس کی طرف اشارہ فرماتے، اس وقت آپ کا دست مبارک چاند کی طرح روشن ہوجاتا، جس کی روشنی میں وہ سبھی حضرات حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار اقدس تک بآسانی پہنچ گئے۔

(قلائد الجواہر، ملخصاً ص۷۷)

تصنیف: امام فقیہ ابو اللیث نصر ابن محمد سمرقندی
ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

دسویں قسط

گزشتہ سے پیوستہ

ایمان کی سلامتی بڑی سعادت

تنبیہ از مصنف علیہ الرحمہ

(مصنف علیہ الرحمہ کہتے ہیں) اور طوبیٰ (یعنی بڑی سعادت کا مژدہ) ہے ان کے لئے جن کو اخیر وقت میں یہ بشارت ملے، کیونکہ بشارت تو صرف انہیں کو ملتی ہے جو (اخیر وقت تک) مومن رہیں اور عمل میں محسن و مخلص ہوں، جب وقت موت ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں تو وہ فرشتوں سے پوچھتے ہیں تم کون ہو؟ کہ ہم نے اتنے زیادہ خوبصورت اور اتنی اچھی پاکیزہ خوشبو والے آپ لوگوں سے پہلے کبھی نہیں دیکھے، وہ جواب میں کہتے ہیں:

''نَحۡنُ أَوۡلِيَآؤُكُمۡ فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا وَفِي ٱلۡأٓخِرَةِ۔
(ترجمہ) ہم تمہارے دوست ہیں (نگرانی والے فرشتے) جو دنیوی زندگی میں تمہارے اعمال لکھتے تھے اور آخرت میں بھی تمہارے دوست ہیں۔'' [حم السجدة:۳۱]

(مصنف علیہ الرحمہ نے کہا) تو عقلمند کو غفلت کی اونگ سے بیدار ہو جانا چاہیے۔

خواب غفلت سے بیدار ہو جانے والے کی شناخت

اور جو غفلت کی نیند سے جاگ چکا ہو گا اس کی چار علامات ہیں:

پہلی علامت: وہ دنیوی کاموں کی تدابیر میں قناعت پسند ہو جائے گا، تسویف (۱) سے کام لے گا۔

دوسری علامت: یہ ہے کہ امور آخرت میں تعجیل (۲) سے کام لے گا اور مزید سے مزید کی حرص اس کے اندر پیدا ہو جائے گی۔

[۱] ''تسویف'' = یعنی یہ کہنا کہ ابھی عنقریب کرلوں گا، ابھی کا کام پھر پر، آج کا کل پر، کل کا پرسوں پر ٹالنا، یعنی امور دنیا میں سے جن میں ٹال مٹول کی گنجائش ہو سکتی ہو ان میں زیادہ چستی - جلد بازی سے کام نہ لینا، مطلب یہ ہے کہ جو خواب غفلت سے جاگ چکا ہے دل کی آنکھیں اس کی کھل گئی ہیں، وہ دنیوی امور کو اوّلیت نہیں دے گا، ۱۲ر مترجم غفرلہ۔

تیسری علامت: یہ ہے کہ دینی کاموں کی انجام دہی کے لئے بقدر ضرورت علم حاصل کر کے عملی محنت و کوشش سے کام لے گا۔

چوتھی علامت: یہ ہے کہ خلق خدا کے معاملہ میں خیر خواہ رہے گا، مُدارات (۳) سے کام لے گا۔

سب سے افضل کون؟

قول اسلاف

کہا جاتا ہے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ فضیلت (و برتری) والا وہ ہے جس کے اندر یہ پانچ خصلتیں ہوں:

پہلی خصلت: رب تعالیٰ کی عبادت و طاعت کی طرف برابر مُقبِل (۱) رہے۔

دوسری خصلت: مخلوق کے لئے نفع رسانی کے جذبہ سے سرشار رہے۔ نفع پہونچانے، خیر خواہی کرنے میں اس کا پیش پیش رہنا کھلا ہوا ہو۔

تیسری خصلت: لوگوں کو اس سے کسی قسم کے شر اور نقصان کا اندیشہ نہ رہے، سب اس سے مامون و بے خوف رہتے ہوں۔

چوتھی خصلت: اور جو چیزیں لوگوں کے ہاتھوں میں ہیں (یعنی دنیوی اموال و املاک وغیرہ) ان سے مایوس ہو جائے (یعنی للچائی نظروں سے نہ دیکھے، طمع نہ کرے)

[۱] ''مُقبل'' = یعنی رغبت و محبت کے ساتھ اپنے مطلوب کی طرف برابر متوجہ رہنے والا، ۱۲ر مترجم غفرلہ۔

[۲] یعنی اس کے اندر ثوابی کاموں کا ذوق شوق پیدا ہو جائے گا، پرہیزگار بننے کی کوشش کرنے لگے گا، مطلب یہ ہے کہ نیک کاموں میں (مثلاً توبہ و استغفار، اصلاح حال، ترک معاصی وغیرہ میں) بجائے تسویف، تعجیل سے کام لینے لگے گا اب کا کام پھر پر نہیں ٹالے گا بلکہ جلد سے جلد کرنے کی کوشش کرے گا، اخروی امور کو مقدم رکھے گا، ان میں چست و حریص ہو جائے گا، ۱۲ر مترجم غفرلہ۔

[۳] ''مدارات'' = خوش اخلاقی، شیریں کلامی، خندہ پیشانی اور نیک سلوکی سے پیش آنا، ۱۲ر مترجم غفرلہ

پانچویں خصلت: موت کے لئے تیاری کرنے میں مستعد ہو جائے (کوشش کے ساتھ جُٹا رہے)

موت سے کہیں نہ مفر(۱) ہے نہ چھپ رہنے کی جگہ

تنبیہ

ہم سب پیدا ہوئے ہیں موت کے لئے (کہ کسی نا کسی دن مرنا طے ہے) اس سے بچ کر بھاگ نہیں سکتے اور بھاگ کر کہیں مہرب (یعنی چھپ رہنے کی جگہ) نہیں پا سکتے (آنکھوں دیکھا مشاہدہ بھی اس پر شاہد ہے اور اللہ کا کلام بھی ناطق ہے چنانچہ) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ۔ (ترجمہ) یعنی تمہیں اور انہیں سب کو اپنی اپنی اجل پر مرنا ضرور ہے۔'' [الزمر ۳۰]

اور دوسری جگہ فرماتا ہے:

''قُل لَّن يَنفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِن فَرَرْتُم مِّنَ الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ۔ (الاحزاب ۱۶) یعنی اے پیارے نبی! تم (ان لوگوں سے) کہہ دو (جو جہاد سے راہ فرار اختیار کرنا چاہتے ہوں) تمہیں (جہاد سے) بھاگنا ہرگز کچھ نفع نہیں دے گا، اگر بھاگے موت سے یا قتل سے۔(۲)

لہٰذا نزول موت سے پہلے پہلے، اس کے لئے تیاری میں لگنا (مستعد رہنا) ہر مسلم پر واجب ہے اور فرماتا ہے:

''فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ٥ وَلَن يَتَمَنَّوْهُ أَبَداً بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ۔ (ترجمہ) یعنی (اے وہ لوگوں کہ تم اپنے کو اللہ کا پیارا بتاتے ہو) اگر تم (اپنے ادعائے محبت میں) سچے ہو تو موت کی تمنا کرو، حالانکہ (ہم بتائے دیتے ہیں کہ) وہ اپنی بداعمالی کے ڈر سے موت کی تمنا ہرگز نہیں کریں گے۔'' [البقرۃ: ۹۴-۹۵]

لقائے رب کا اشتیاق، مومن کو زیبا

...تو اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیا کہ موت کی تمنا وہ کرے جو صادق الادعا ہو اور جو اپنے ادعا میں کاذب ہے وہ اپنی بداعمالی کی وجہ سے موت سے بھاگتا ہے، یہ اس لئے کہ اگر مومن صادق موت کے لئے تیاری کر چکا تو (اسے ہی زیبا ہے کہ) لقائے رب کے اشتیاق میں موت کی تمنا کرے۔(۱)

تین کٹھن باتوں کی محبت، صادق الایمان کی خصلت

قول ابودرداء

...جیسا کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرمایا:

''اُحِبُّ الفقرَ تواضعاً لِرَبِّي وَاُحِبُّ المرضَ تَكْفِيْراً لِلْخَطايا وَاُحِبُّ المَوتَ اِشْتِياَقاً اِلىٰ رَبِّي۔ (ترجمہ) میں فقیری کو اس لئے محبوب رکھتا ہوں کہ اس میں رب کے حضور تواضع و عاجزی میسر ہے اور بیماری کو اس لئے دوست رکھتا ہوں کہ وہ خطاؤں کے لئے کفارہ ہے اور موت کو اس لئے محبوب رکھتا ہوں کہ مجھے لقائے رب کا اشتیاق ہے۔ (اور موت اس کا ذریعہ ہے)

موت (بلحاظ آخرت) نیک و بد ہر ایک کے لئے خیر ہی ہے

قول ابن مسعود

اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرمایا:

موت ہر جان کے لئے خیر ہی ہے خواہ نیکوکار ہو یا بدکار، اگر نیکوکار (بارّہ) ہے تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے:

''وَمَا عِندَ اللهِ خَيْرٌ لِّلْأَبْرَارِ۔ (ترجمہ) ابرار کے لئے بہتر ہے وہ جو (ان کے لئے) اللہ کے یہاں (تیار) ہے۔'' [آل عمران: ۱۹۸]

اور اگر بدکار (فاجرہ) ہے تو بدوں کے لئے اللہ نے یہ فرمایا ہے:

''اِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا اِثْماً وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْن۔ (ترجمہ) یعنی ہم انہیں جو ڈھیل دیتے ہیں وہ تو اسی (حکمت) سے ہے کہ وہ گناہوں میں اور بڑھیں اور ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔'' [آل عمران: ۱۷۸]

---

[۱] ''مفر''= جائے فرار، بھاگ نکلنے کی جگہ، ۱۲ر مترجم غفرلہ

[۲] موت جس طرح جس حال میں آنے والی ہے آکے رہے گی، جب ایسا ہے تو موت سے بچنے کی کوئی بھی تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی، ۱۲ر مترجم غفرلہ

[۱] ہاں بیماری یا محتاجی یا کسی مصیبت یا آفت سے گھبرا کے مرنے کی دعا مانگنی جائز نہیں، سخت مذموم و موجب حرج ہے، ۱۲ر مترجم غفرلہ

بقیہ ص ۴۳ ر پر

چوتھی اور آخری قسط

دیوانِ نوری

از: ڈاکٹر محمد احمد نعیمی*

میں ہندی، ہندوستانی اور علاقائی زبانوں کا استعمال

گزشتہ سے پیوستہ

رب کے پیارے راج دلارے
ہم ہیں تمہارے تم ہو ہمارے
دھوویں گنہ کہ دھبے کالے
ابرِ کرم کے برسیں جھالے
ڈگمگ ڈگمگ نیّا ہالے
جیرا کانپے توئی سنبھالے
بگڑی ناؤ کون سنبھالے
ہائے بھنور سے کون نکالے
راج پرجا آپ کے دوارے
سب ہیں بیٹھے جھولی پسارے
داتا پیارے دولت والے
قوت والے ہمت والے
کھیون ہارے کھیون ہارے
بیّاں پکڑ لے مورے پیارے
ہم ہیں بیٹھے تمرے دوارے
اپنی اپنی جھولی پسارے
بھینی بھینی نکہت والے
اچھی اچھی سیرت والے
کوئی نہیں ہے ایسا آقا
پردہ ڈھانپے جو تنگوں کا

سامانِ بخشش میں بعنوان ''تم پر لاکھوں سلام اور اعلیٰ سے اعلیٰ رفعت'' کلام کے تحت پیش کردہ مذکورہ بالا اشعار ہندی، ہندوستانی اور علاقائی زبان کا حسین گلدستہ ہیں۔ ''پیارے، راج دلارے، دھبّہ، جھالے (ایسی بارش جو ایک جگہ برسے مگر اس کے قریب کے دوسرے مقامات پر نہ برسے، ف—۴۹۰) ڈگمگ ڈگمگ، ناؤ، بھنور، راجا، پرجا، داتا، کھیون ہارے (پار لگانے والا، ہ—۱۸۲) اور بھینی بھینی (میٹھی میٹھی، ہ—۵۹۲) ہندی زبان کے الفاظ ہیں اور دھوویں، دھبے کالے، برسیں، نیّا ہلے سے ہالے، جی کانپے سے جیرا کانپے، توئی سنبھالے، بگڑی ناؤ، ہائے بھنور، آپ کے دوارے، جھولی پسارے، داتا پیارے، بیّاں پکڑ لے، مورے، پیارے، تمرے داورے اور ڈھانپے جو تنگوں'' کا علاقائی اور ہندوستانی زبان کے لفظوں کا حسین شاہکار ہیں۔

بانٹا تو نے نور کا باڑا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نوری مورت نور کا پتلا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
غم کی کالی گھٹائیں چھائیں
رنج و الم کی بلائیں چھائیں
سر پر بادل کالے کالے
دودِ عصیاں کے ہیں چھالے
میں ہوں تنہا بن ہے سونا
دم گھٹتا ہے میرے مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ان اشعار میں ''بانٹا، باڑا (خیرات، ف—۱۶۷) مورت، پتلا، گھٹائیں چھائیں، بلائیں چھائیں، کالے کالے، چھالے (آبلہ، پھپھولہ، ف—۵۴۹) اور دم گھٹتا ہے، ہندی الفاظ ہیں، لیکن علاقائی زبان میں بھی بکثرت استعمال ہوتے ہیں۔ ؎

ترے صدقے جاؤں مری لاج رکھ لے
ترے ہاتھ ہے لاج یا غوثِ اعظم
ارے مورے سیاں پڑوں تورے پیاں
پکڑ موری بیاں پیا غوثِ اعظم
کھلا میرے دل کی کلی غوثِ اعظم
مٹا قلب کی بے کلی غوثِ اعظم

مضمون نگار شعبۂ اسلامک اسٹڈیز ہمدرد یونیورسٹی، نئی دہلی کے اسسٹنٹ پروفیسر ہیں۔

مخالف ہوں گو سو پدم غوثِ اعظم
ہمیں کچھ نہیں اس کا غم غوثِ اعظم
گھٹا حوصلہ غم کی کالی گھٹا کا
بڑھی ہے گھٹا دم بدم غوثِ اعظم
کوئی دم کے مہماں ہیں آجاؤ اس دم
کہ سینے میں اٹکا ہے دم غوثِ اعظم

غوثِ اعظم کی شان میں لکھی گئی اس منقبت میں ''مری لاج رکھ لے، ترے ہاتھ ہے لاج، ارے، مورے سیاں، پڑوں، تورے پیاں، موری بیاں، پیا، کلی، بے کلی، سو پدم (علم ہندسہ میں سونیل کا ایک پدم ہوتا ہے۔ف — ۲۸۳)، گھٹا، کالی گھٹا، بڑھی ہے گھٹا اور سینے میں اٹکا ہے'' وہ الفاظ ہیں جو ہندی اور علاقائی دونوں زبانوں میں استعمال ہوتے ہیں۔

دہر یہ الجھا ہوا ہے دہر کے پھندوں میں یوں
سارا الجھا سامنے ہے اور سرا ملتا نہیں
جل رہے ہیں پھنک رہے ہیں عاشقانِ سوختہ
دھوپ ہے اور سایۂ زلفِ رسا ملتا نہیں

فرشتے آج جو دھومیں مچانے آئے ہیں
انہیں کے آنے کی شادی رچانے آئے ہیں
فلک کے حور و ملک گیت گانے آئے ہیں
کہ دو جہاں میں یہ ڈنکے بجانے آئے ہیں
یہ بھولے بچھڑوں کو رستے پہ لانے آئے ہیں
یہ بھولے بھٹکوں کو ہادی بنانے آئے ہیں
فقیر آپ کے در کے ہیں ہم کہاں جائیں
تمہارے کوچے میں دھونی رمانے آئے ہیں

الجھا ہوا، پھندوں میں، سارا الجھا سامنے، سرا ملتا نہیں، پھنک (گرنا، بکھرنا، ف — ۳۱۸)، دھوپ، دھومیں مچانے، شادی رچانے، گیت گانے، ڈنکے بجانے، بھولے بچھڑوں، بھولے بھٹکوں اور دھونی رمانے (آگ کا الاؤ جلا کر سادھوؤں کی طرح بیٹھ جانا، ف — ۶۶۹)، جیسے کلمات ہندی اور علاقائی زبان کی فہرست میں شامل ہیں۔

تری کفشِ پا یوں سنوارا کروں میں
کہ پلکوں سے اس کو بہارا کروں میں
جو ہو قلب سونا تو یہ ہے سہاگا
تری یاد سے دل نکھارا کروں میں
یہ اک جان کیا ہے اگر ہوں کروروں
ترے نام پر سب کو وارا کروں میں
تری رحمتیں عام ہیں پھر بھی پیارے
یہ صدماتِ فرقت سہارا کروں میں
ترے در کے ہوتے کہاں جاؤں پیارے
کہاں اپنا دامن پسارا کروں میں

دیوانِ نوری کی یہ مشہور نعت ہے، اس میں بہارنا (جھاڑو دینا، صاف کرنا، ف — ۲۲۶)، سونا، سہاگا (ایک کھار جو سونا چاندی گلانے اور دوا کے کام آتا ہے)، نکھارا، کروروں، وارا (صدقہ، نذر، ف — ۱۴۰۱) پیارے، سہارا (برداشت، ف — ۸۲۳) پسارا اور ان کے علاوہ سدھارا، پکارا، کنارا اور اتارا وہ الفاظ ہیں جو ہندی، ہندوستانی اور علاقائی لغات کے زمرے میں آتے ہیں۔

ڈیوڑھی کا اپنی کتّا بنا لو
قدموں سے اپنے مجھ کو لگا لو
ڈولت ہے نیا موری بھنور میں
مولی تراؤ ایکے نجر میں
موری کبھر یا مورے پیا لو
موکو بچا لو پیا موکو بچا لو
پیارے جلا لو مجھے پیارے جلا لو
ہاں ہاں نبھا لو مرے مولیٰ نبھا لو

''شاہ والا مجھے طیبہ بلا لو'' سامانِ بخشش کی بہت ہی عمدہ نعت پاک ہے، عشقِ رسالت مآب ﷺ کے ساتھ اس میں مختلف زبانوں کا حسین سنگم نظر آتا ہے، مثلاً ڈیوڑھی (مکان میں داخل ہونے کا کمرہ، ف — ۶۸۸)، کتا، ڈولت ہے نیا، موری، بھنور، تراؤ، ایکے، نجر، موری، کبھر یا، مورے، پیا لو، موکو بچا لو، پیا موکو، پیارے، جلا لو اور نبھا لو جیسے ہندی، ہندوستانی اور علاقائی الفاظ

جس کا منھ بولتا شاہکار ہیں۔

جو سب سے پچھلا ہو پھر اس کا پچھلا ہو نہیں سکتا
کہ وہ پچھلا نہیں اگلا ہوا اس سے ورا تم ہو

گرفتارِ بلا حاضر ہوئے ہیں ٹوٹے دل لے کر
کہ ہر بے کل کی کل ٹوٹے دلوں کا آسرا تم ہو

ہم نے یوں شمعِ رسالت سے لگائی ہے لو
سب کی جھولی میں انہیں کا تو دیا ہوتا ہے

ایسی سرکار ہے بھر پور جہاں سے لینے
روز ایک میلہ نیا در پہ لگا ہوتا ہے

جگمگا ڈالیں گلیاں جدھر آئے وہ
جب چلے وہ تو کوچے بسا کر چلے

کوڑیوں کوڑھیوں کے لیے کوڑھ دور
اچھا چنگا وہ خاصہ بھلا کر چلے

جن کو اپنا نہیں غم ہمارے لیے
دوڑے جھپٹے وہ پاؤں اٹھا کر چلے

دم میں پہنچے وہ حکمِ رہائی دیا
ان کو دوزخ سے پھیرا پھرا کر چلے

دیوانِ نوری کی مختلف نعوت سے ماخوذ ان اشعار میں پچھلا، اگلا، ٹوٹے دل، بے کل، کل (آرام، قرار، ف–۱۰۱۹)، لو، جھولی، بھر پور، میلہ، جگمگا، گلی، کوڑی، کوڑھی، کوڑھ، اچھا، چنگا، بھلا، دوڑے، جھپٹے، پھیرا اور پھرا کر ایسے الفاظ ہیں جو ہندی اور علاقائی زبانوں کی بھر پور ترجمانی کرتے ہیں۔

فوجِ غم کی برابر چڑھائی ہے
دافعِ غم تمہاری دہائی ہے

عمر کھیلوں میں ہم نے گنوائی ہے
عمر بھر کی یہی تو کمائی ہے

تم سے ہر دم امید بھلائی ہے
میٹ دیجئے جو ہم میں برائی ہے

میرا بیڑا کنارے لگے پیارے
نوح کی ناؤ کس نے ترائی ہے

میرے دل کی لگی بھی بجھا دیجیے
نارِ نمرود کس نے بجھائی ہے

مر رہا ہوں تم آجاؤ جی اٹھوں
شربتِ دید میری دوائی ہے

زندگی میں نے پائی مر مر کے
میں نے جی جی کے موت پائی ہے

موت کا اب نہیں ذرا کھٹکا
زندگی شبھ گھڑی سے پائی ہے

معصیت زہر ہے مگر اوندھے
تو نے سمجھا اسے مٹھائی ہے

چین کی نیند آج سویا ہوں
موت آرام کی سلائی ہے

سامانِ بخشش کی ایک ہی ردیف اور قافیہ کی دو نعتوں سے پیش کیے گئے ان اشعار میں چڑھائی (حملہ، دھاوا، ف–۵۲۷) دہائی (فریاد، التجا، ف–۶۵۸)، کھیل، گنوائی، کمائی، بھلائی، میٹ دیجیے، برائی، بیڑا، کنارے، پیارے، ناؤ، ترائی، دل کی لگی، بجھا دیجیے، بجھائی، جی اٹھوں، دوائی، مرمر کے، جی جی کے، موت پائی، کھٹکا، شبھ گھڑی، اوندھے (بیوقوف، ف–۱۴۱) مٹھائی، چین، نیند اور سلائی وہ الفاظ ہیں جو ہندی اور علاقائی دونوں زبانوں میں بکثرت استعمال ہوتے ہیں، ان کے علاوہ ان نعتوں کے یہ کلمات بھی اسی قبیل سے ہیں، مثلاً: دکھائی، پھرائی، پرائی، بڑھائی، دھونی رمائی، پائی، لگائی، سنگھائی، جلائی، اٹھائی، پھنسنا، پلائی اور گھیرا وغیرہ۔

جہاں ہے بے ٹھکانوں کا ٹھکانہ
جہاں شاہ و گدا سب کا ٹھیا ہے

عطا فرماتے ہو بے مانگے سب کچھ
یہ منگتا تم سے تم کو مانگتا ہے

جلا ایمان سے ہوتی ہے دل پر
وہ اندھا شیشہ ہے جو بے جلا ہے

نہ ٹھہرے مظہرِ حق کی بوند جس پر
لہابی کیا ہے اک چکنا گھڑا ہے

بہت بد فرقے پیدا ہو چکے ہیں
سبھی نے اک نیا مذہب گڑھا ہے
جو مذہب اہل سنت کے علاوہ
بنا ہے وہ جہنم کا گڑھا ہے
یہاں سے بھیک پاتے ہیں سلاطیں
اسی در سے انہیں ٹکڑا ملا ہے

مذکورہ بالا اشعار میں بےٹھکانوں کا ٹھکانہ، ٹھیا، منگتا، مانگتا، اندھا شیشہ، چکنا گھڑا، گڑھا بمعنی بنایا، ساون کے اندھے کا ہرا (محاورہ، یعنی ہر شخص اپنی حالت کے مطابق سب کی حالت خیال کرتا ہے) گڑھا، (گڈھا) بھیک اور ٹکڑا ہندی اور علاقائی زبانوں کے الفاظ ہیں، علاوہ ازیں داتا، پل چکا، دکھ درد، ٹھہرا، لت، بھولا، جنا، گناؤں، گنوں، کیا کیا بکا، گما دے، چھپتا، خدا بھاتی، ہتھیلی، دولہا، گھنگر، کالی بلا، الٹ کر، دل گلے، بھڑکتا، بھاگتا، ہانپے، کانپے، کراہے، پھنسا، سہا، لکھوکھا، ٹھنڈے، پھل، پھول، دھرا، نہ کھٹکیں اور ڈھارس جیسے ہندی، ہندوستانی اور علاقائی زبانوں کے الفاظ کی جلوہ گری کہیں کہیں پورے دیوانِ نوری میں نظر آتی ہے۔

مختصر یہ کہ حضرت نوریؔ بریلوی کی شاعری ادبی وشعری تنوع اور مختلف زبانوں کی بوقلمونی سے مرصع ومسجع ہے، اردو، عربی، فارسی الفاظ کے ساتھ ہندی، ہندوستانی اور علاقائی زبانوں کا استعمال نہایت برجستگی اور سلیقے سے کیا گیا ہے۔

◆◆◆

ص ۵ کا بقیہ.........

عبد القادر جیلانی قدس سرہ الربانی کے زمانۂ مبارک تک تفصیل سے خبر دی کہ جتنے بھی اللہ جل شانہ کے اولیا گزرے ہیں، سب نے آپ کی ولادت باسعادت کی بشارت دی ہے۔

(سیرت غوث الثقلین، ص ۵۸)

حضرت شیخ ابو بکر بن ہوار کی بشارت

حضرت شیخ ابو بکر بن ہوار قدس سرہ العزیز نے ایک روز اپنے مریدین سے فرمایا کہ عنقریب عراق میں ایک عجمی شخص جو کہ اللہ عزوجل اور لوگوں کے نزدیک عالی مرتبت ہوگا، اس کا نام عبد القادر ہوگا اور بغداد شریف میں سکونت اختیار کرے گا، قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ (یعنی میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے) کا اعلان فرمائے گا اور زمانہ کے تمام اولیاے کرام اس کے فرماں بردار ہوں گے۔ (بہجۃ الاسرار، ص ۱۴)

یوم ولادت ہی کرامت کا ظہور

حضور غوث اعظم کی ولادت ماہ رمضان المبارک میں ہوئی اور آپ نے پہلے دن ہی سے روزہ رکھا، سحری سے لے کر افطاری تک آپ اپنی والدہ محترمہ کا دودھ نہیں پیتے تھے، چنانچہ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت سیدتنا ام الخیر فرماتی ہیں کہ "جب میرا فرزند ارجمند عبد القادر پیدا ہوا تو رمضان شریف میں دن بھر دودھ نہ پیتا تھا۔" (بہجۃ الاسرار، ص ۱۷۲)

توکل اور اخلاص کی حقیقت

حضور غوث اعظم سے توکل کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ دل اللہ جل شانہ کی طرف لو لگائے رہے اور اس کے غیر سے الگ رہے۔ (بہجۃ الاسرار، ص ۲۳۲)

نیز آپ نے توکل کے بارے میں ارشاد فرمایا: توکل کی حقیقت اخلاص کی حقیقت کی طرح ہے اور اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ کوئی بھی عمل بدلہ حاصل کرنے کے لئے نہ کرے اور ایسا ہی توکل ہے کہ اپنی ہمت کو جمع کر کے سکون سے اپنے رب کی طرف نکل جائے۔ (بہجۃ الاسرار، ص ۲۳۳)

آپ نے ارشاد فرمایا کہ خوف کی بہت سی قسمیں ہیں (۱) خوف — یہ گنہگاروں کو ہوتا ہے (۲) رہبہ — یہ عابدین کو ہوتا ہے (۳) خشیت — یہ علما کو ہوتی ہے، نیز ارشاد فرمایا: گنہگار کا خوف عذاب سے، عابد کا خوف عبادت کا ثواب ضائع ہونے سے اور عالم کا خوف طاعات میں شرک خفی سے ہوتا ہے، پھر آپ نے فرمایا: عاشقین کا خوف ملاقات کے فوت ہونے سے ہے اور عارفین کا خوف ہیبت وتعظیم سے ہے اور یہ خوف سب سے بڑھ کر ہے کیونکہ یہ کبھی دور نہیں ہوتا اور ان تمام اقسام کے حاملین جب رحمت ولطف کے مقابل ہو جائیں تو تسکین پا جاتے ہیں۔ (بہجۃ الاسرار، ص ۲۳۶)

◆◆◆

نعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھنے کی برکتیں

از: مولانا عبدالمصطفےٰ صدیقی حشمتی
ناظم اعلیٰ دارالعلوم مخدومیہ ردولی شریف

یہ بڑی خوش بختی اور سعادت مندی کی بات ہے کہ عزیز مکرم حضرت مولانا محمد رفیق رضا صاحب ممبئی نے سیدی سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا نعتیہ دیوان حدائق بخشش از اوّل تا آخر اپنی عمدہ اور بہترین آواز میں پڑھنے کی سعادت حاصل کی ہے، موصوف عمدہ آواز کے مالک ہیں، روایتی شعراء سے ہٹ کر ادب واحترام کے ساتھ نعت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھتے ہیں، زیادہ تر سیدی سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی لکھی ہوئی نعتیں ہی پڑھتے ہیں، اس لئے سنجیدہ طبقہ آپ کو سنتا اور پسند کرتا ہے۔

نعت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھنا اور سننا دونوں بہت بڑی سعادت کی بات ہے، نعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنے سے دین اور دنیا دونوں کی برکتیں حاصل ہوتی ہیں، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نعتیں سناتے تو ان کے لئے خصوصی ممبر کا انتظام کیا جاتا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں آپ نعتیں پڑھتے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کے لئے خصوصی عنایتیں ہوتیں، بلکہ حدیث پاک میں وارد ہوا ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لئے خصوصی دعا فرمائی کہ میرے مولیٰ حسان کی جبریل کے ذریعہ مدد فرما۔

"حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى الْفَزَارِيُّ، وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ الْمَعْنَى وَاحِدٌ، قَالاَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ لِحَسَّانَ مِنْبَرًا فِي الْمَسْجِدِ، يَقُومُ عَلَيْهِ قَائِمًا يُفَاخِرُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ قَالَتْ: يُنَافِحُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيَقُولُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ حَسَّانَ بِرُوحِ الْقُدُسِ مَا يُفَاخِرُ، أَوْ يُنَافِحُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "ورواه الترمذي و قال: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَهُوَ حَدِيثُ ابْنِ أَبِي الزِّنَادِ۔"

صحابی رسول حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ نے اپنا مشہور زمانہ قصیدہ " بانت سعاد" جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھنے کی سعادت حاصل کی تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی کرم فرماتے ہوئے آپ کو اپنی چادر عنایت فرمائی، اسی وجہ سے اس قصیدہ کو قصیدہ بردہ بھی کہا جاتا ہے، اسی طرح امام بوصیری رحمہ اللہ جب سخت بیمار پڑے تو آپ نے بارگاہ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم میں استغاثہ پیش کیا اور مشہور زمانہ قصیدہ "امن تذ کر جیران بذی سلم " آپ کی بارگاہ میں پیش کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کرم فرمایا، آپ کو جسم مبارک پر ہاتھ پھیرا جس کی برکت سے آپ کا مرض جاتا رہا اور ایک چادر مبارک عنایت فرمائی، اسی مناسبت سے اس قصیدہ کو بھی" قصیدہ بردہ" کہا جاتا ہے۔

امام اہل سنت سیدی سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے جہاں نثر میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف میں سیکڑوں کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، وہیں نظم میں آپ کا دیوان ’’حدائق بخشش‘‘ پوری دنیا میں مشہور ومعروف ہے" حدائق بخشش" تاریخی نام ہے یعنی اس کے اعداد 1325 بنتے ہیں اور 1325 ہجری (1907ء) میں ہی مرتب کیا گیا، حدائق حدیقہ کی جمع ہے، حدیقہ عربی میں باغ کو کہتے ہیں اور بخشش فارسی زبان کا لفظ ہے جو انعام، عطیہ، معافی، عفو در گزر وغیرہ کے معنی دیتا ہے، بعد میں آنے والے نعت گو حضرات نے اسی نام کی مناسبت سے اپنے نعتیہ مجموعوں کے نام رکھے ہیں، جیسے سفینۂ بخشش، وسائل بخشش وغیرہ۔

حدائق بخشش کی نعتوں کا کئی علاقائی زبانوں وانگریزی، عربی وفارسی میں منظوم ترجمہ کیا گیا ہے، اس کی کئی شروحات لکھی گئی ہیں، بہت سی نعتوں کو مشہور شعرا نے تضمین بھی کیا ہے، حدائق بخشش پڑھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ بقیہ ص ۱۳۱ر پر

منظومات

مصطفیٰ کا نور ہے، جلوہ ہمارے غوث کا

(از: مولانا سلمان رضا فریدیؔ بارہ بنکوی، مسقط عمان

چل رہا ہے آج بھی سکّہ ہمارے غوث کا
مرتبہ اونچوں سے ہے اونچا ہمارے غوث کا

وہ، صحابی، تابعی کے بعد ہیں سب سے عظیم
کون ہے امت میں ہم پایہ ہمارے غوث کا

روحِ ملت کو عطا فرمائی ہے تازہ حیات
کارنامہ ہے بہت اعلیٰ ہمارے غوث کا

کیوں نہ روشن ہو جبینِ دہر پر اُن کی حیات
مصطفیٰ کا نور ہے، جلوہ ہمارے غوث کا

بکرامت سَر سے لے کر پاؤں تک سارا وجود
جامۂ اوصاف ہے یکتا ہمارے غوث کا

اُن کے سَر ہے، عالم عرفاں کی سرداری کا تاج
چومتے ہیں اولیا، تلوا ہمارے غوث کا

سرمۂ اہلِ نظر ہے ان کے پیروں کا غبار
ہے طبیبِ روح، نقشِ پا ہمارے غوث کا

ہر قدم پر ہے کمالوں کی نئی اک کہکشاں
نور سے لبریز ہے رستہ ہمارے غوث کا

ان کی ہستی وقت کے آفاق پر مثلِ ہلال
ہے اجالا ہر گھڑی تازہ ہمارے غوث کا

دیکھتے ہیں چشمِ حیرت سے اُسے شمس و قمر
اِس قدر پُرنُور ہے روضہ ہمارے غوث کا

زندگی کا لمحہ لازوال و بے مثال
اب بھی ہر کردار ہے زندہ ہمارے غوث کا

فکر و فن، علم و ہنر میں بحر ناپیدا کِنار
حکمتوں کی ہے ڈگر، اُسوہ ہمارے غوث کا

گوش بَر آواز ہو جاتی تھی ساری کائنات
ہوتا تھا ایسا حسیں خطبہ ہمارے غوث کا

جھوم جاتے تھے جسے سن کر زمین و آسماں
اِتنا شیریں تھا لب و لہجہ ہمارے غوث کا

قُم بِاِذنِ اللہ سے مُردوں کو زندہ کر دیا
فضلِ رب سے ہے اثر کتنا ہمارے غوث کا

ان کی مدحت، دو جہاں میں سَر بلندی کا سبب
کیسا رفعت ساز ہے نغمہ ہمارے غوث کا

آ کے شامل ہوتے ہیں افلاک سے حور و ملک
جب زمیں پر ہوتا ہے جلسہ ہمارے غوث کا

کون جانے، کون سمجھے، اے فریدیؔ اُن کا اوج
جب فلک ہے، اولیں زینہ ہمارے غوث کا

تری دنیا ہے دیوانی محی الدین جیلانی

(از: قاری محمد رضوان رضوی، رضا مسجد، بریلی شریف

تری باتیں ہیں روحانی محی الدین جیلانی
ترا چہرا ہے نورانی محی الدین جیلانی

ترے انداز عرفانی محی الدین جیلانی
ترا ارشاد قرآنی محی الدین جیلانی

تری جب کی ثنا خوانی محی الدین جیلانی
لبوں نے کی گل افشانی محی الدین جیلانی

قدم تیرا لیا ہے ہر ولی نے اپنی گردن پر
ہے تیری سب پہ سلطانی محی الدین جیلانی

لکھوں اوصاف جب تیرے تو مجھ کو سجدے کرتی ہے
ستاروں کی درخشانی محی الدین جیلانی

جدھر دیکھو اُدھر ہیں محفلیں ہی محفلیں تیری
تری دنیا ہے دیوانی محی الدین جیلانی

سجا ہے خانۂ دل اور بچھی ہیں راہ میں آنکھیں
کرو منظور مہمانی محی الدین جیلانی

تمہیں معلوم ہے اپنے کرم سے دور فرما دو
مجھے جو ہے پریشانی محی الدین جیلانی

عطائے سرورِ کون و مکاں سے ہے تمہیں حاصل
ولایت کی جہاں بانی محی الدین جیلانی

مشامِ جاں کو آئی ہے ترے اجداد کی خوشبو
جو مہکی رات کی رانی محی الدین جیلانی

منظومات

رُخِ حسرت نے تیرے آستاں کی خاک جب پائی
ہوئی تابندہ پیشانی محی الدین جیلانی

عمامے میں خزانے نور وعرفاں کے سمائے ہیں
قبائیں تیری نورانی محی الدین جیلانی

یقیناً دشمنوں کے ہوش اُڑ جاتے تھے سنتے ہی
ترے خطبے کی جولانی محی الدین جیلانی

طلب کا ہاتھ پھیلا یا اِسی باعث ترے آگے
عطا ہو فضلِ یزدانی محی الدین جیلانی

میں دھولوں نور کے دریا میں الفاظ ومعانی کو
کروں جب بھی ثنا خوانی محی الدین جیلانی

تری مدحت کروں کیا میں نہ پروازِ تخیّل ہے
نہ لفظوں کی فراوانی محی الدین جیلانی

منوّر کر رہی ہے بام و در شہر عقیدت کے
ترے جلووں کی تابانی محی الدین جیلانی

نہ ساتھی ہے نہ منزل کا پتہ ہے، کیجئے امداد
ڈگر لگتی ہے انجانی محی الدین جیلانی

لگاتا ہے صدا رضوانؔ جب بھی وقت مشکل میں
تو ہو جاتی ہے آسانی محی الدین جیلانی

تو جلوۂ نورِ رحمانی یا عبدَ القادر جیلانی

(از: مولانا محمد جسیم اکرم مرکزی، جامعۃ الرضا بریلی شریف

تری ذاتِ مبارک لاثانی یا عبدَ القادر جیلانی
تو جلوۂ نورِ رحمانی یا عبدَ القادر جیلانی

تو حسنِ یوسفِ کنعانی یا عبدَ القادر جیلانی
تو وارثِ علمِ سلیمانی یا عبدَ القادر جیلانی

کیا چہرہ ترا ہے نورانی یا عبدَ القادر جیلانی
سورج کی طرح ہے پیشانی یا عبدالقادر جیلانی

اک جام پلا دو عرفانی یا عبدالقادر جیلانی
سب دور ہو دل کی ویرانی یا عبدالقادر جیلانی

کیا حور و ملک کیا جن و بشر کیا شمس و قمر
کیا برگ و شجر جنت بھی تمہاری دیوانی یا عبدالقادر جیلانی

جو بارہ برس سے تھی ڈوبی وہ کشتی پل میں نکل آئی
کیا تیری قوتِ روحانی یا عبدَ القادر جیلانی

مردہ کو کیا زندہ تم نے رہزن کو کیا مولیٰ تم نے
اے آلِ حبیب یزدانی یا عبدَ القادر جیلانی

میں اپنے مقدر پر نازاں تا عمر رہوں گا اے جاناں
مل جائے جو در کی دربانی یا عبدَ القادر جیلانی

حسنین کے گل زہرا کی کلی حیدر کی خوشی ولیوں کے ولی
ہے تم پہ فیضِ ربّانی یا عبدَ القادر جیلانی

ہو وقت کے صدیق اکبر فاروق وحیدر اور غنی
یا غوث اعظم صمدانی یا عبدَ القادر جیلانی

اے قطب زماں اے ابن علی کیا شان بیاں ہو مجھ سے تری
کہ ہے تو محبوب سبحانی یا عبدَ القادر جیلانی

اک چشمِ کرم آقا کر دو مری خالی جھولی کو بھر دو
چوکھٹ ہے تمہاری عثمانی یا عبدالقادر جیلانی

ہر ایک ولی کی گردن پر ہے آپ کا ہی قدم انور
کیا شان ہے شانِ لاثانی یا عبدالقادر جیلانی

کرے تجھ پہ وہ دل جان فدا اک جان ہے کیا سو جان فدا
جو دیکھ لے رخ کی تابانی یا عبدَ القادر جیلانی

اک بار جسیمِ خستہ پر کر چشمِ کرم شہِ بحر و بر
ہو اس کے لیے بھی آسانی یا عبدالقادر جیلانی

◆◆◆

یہ شمارہ آپ کو کیسا لگا؟

قارئین کرام سنی دنیا کا یہ شمارہ آپ کو کیسا لگا؟ ہمیں اپنے تأثرات ضرور لکھیں، آپ کے مرسلہ تأثرات ماہنامہ سنی دنیا کے صفحات کی زینت بنیں گے۔

نیز رسالہ کو مزید بہتر بنانے کے لئے اگر آپ کے ذہن میں کوئی مشورہ ہو تو ہمیں ضرور بتائیں، ہم اسے عمل میں لانے کی کوشش کریں گے، اگر آپ کاروباری ہیں تو رسالہ میں اپنے اشتہار بھی دے سکتے ہیں۔

सुन्नी दुनिया में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोट:-

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।

2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।

3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2020-2022
NOVEMBER-2022
PAGES 60 WITH COVER
PER COPY : ₹25.00
PER YEAR : 300.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan

جمادی الاولیٰ ۱۴۴۴ھ / دسمبر ۲۰۲۲ء
DECEMBER-2022 Rs. 25/-

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسباں

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی
وارث علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتی اعظم نور دیدہ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خان قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خان قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سُنّی دُنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

شمارہ نمبر ۱۲
Issue No. 12
Vol. 7 جلد نمبر ۷

۱۴۴۴ھ
جمادی الاُولیٰ
دسمبر ۲۰۲۲ء

مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشترؔ فاروقی

تزئین کار

عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک)
آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

محمد تمہید خان عرشی
فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے
سالانہ ۳۰۰ روپے سادہ ڈاک سے
سالانہ ۵۵۰ روپے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے
امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ

قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 8755096981 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ھدایت

اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

رابطہ کا پتہ

ماہنامہ سُنّی دُنیا
۸۲/ سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

Email:

sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com

Visit Us:

www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

Contact Address

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003

Contact Numbers

0581-2458543, 2472166, 3291453

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مشمولات

مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

حضور حجۃ الاسلام کے تبلیغی اسفار

ادار یہ

حجۃ الاسلام تا حیات وقت کی باطل قوتوں سے نبرد آزما رہے، گستاخان رسول سے مناظرے فرمائے، سیاسی بازیگروں کے دام و فریب سے مسلمانوں کو آزاد کیا، تحریک شدھی کے انسداد کے لئے بے پناہ کوششیں کیں، الغرض ہر جہت سے باطل قوتوں کی دل فریبیوں کا سینہ چاک کیا، آپ بے پناہ مسلکی وخانقاہی مصروفیات کے باوجود ہر سال ماہ شوال سے لے کر شعبان تک ہندوستان کے اطراف و اکناف میں دینی تبلیغی دورے فرماتے، پھر رمضان المبارک میں بھی، مسلسل سفر کرنا پڑتا۔

آپ کی مصروفیات کا اندازہ اس مکتوب گرامی سے ہوتا ہے جسے آپ نے مولانا ہدایت رسول قادری کے نام ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۴ء میں تحریر فرمایا تھا:

”نیز لاہور میں انجمن حزب الاحناف کے جلسے مقرر ہیں جہاں میری صدارت کی اشاعت کردی گئی اور میں وعدۂ شرکت کر چکا ہوں پھر فیروز پور کے احباب نے اصرار کیا کہ میں لاہور سے وہاں آؤں اور ایک شادی چند ماہ سے صرف میرے آنے پر ملتوی رکھی ہے، جب میں وہاں پہنچوں گا تو تقرر تاریخ ہوگا اور تقرر تاریخ میرے ہی ذمہ رکھا ہے، راہ میں امرتسر کے بعض احباب مصر ہیں کہ یہ یہاں بھی قیام ہو، غرض یکسر ہزار سودا۔“ (تذکرۂ جمیل، مطبوعہ سنی رضوی اکیڈمی ماریشش، ص ۱۳۱)

حجۃ الاسلام عظیم آباد میں

ان لاتعداد مصروفیوں کے باوجود بھی کلکتہ، لاہور، راجستھان، یوپی، سی پی اور بہار کے مختلف بلاد جیسے مظفر پور، اودے پور، کانپور، جودھپور، سیتا مڑھی، دربھنگہ، پورنیہ، پٹنہ، چتوڑ گڑھ، بنارس کے علاوہ دیگر بلاد ہند اور ان کے قصبات و دیہات حجۃ الاسلام کے تبلیغی دوروں سے روشن و تابناک ہوئے، حجۃ الاسلام نے شاید بہار کا پہلا دورہ اپنے والد ماجد امام احمد رضا خاں قادری فاضل بریلوی کی رکابت میں عظیم آباد پٹنہ کی عظیم الشان تاریخ ساز کانفرنس ”دربار حق وہدایت“ منعقدہ ۷/۸/۹/۱۰/۱۱/۱۲/۱۳/ رجب المرجب ۱۳۱۸ھ مطابق ۱/۲/۳/۴/۵/۶/۷/ نومبر ۱۹۰۰ء میں شرکت کے غرض سے فرمایا، یہ کانفرنس تحریک ندوہ کے غیر اسلامی اقوال وافعال کی اصلاح اور اس کے قومی نظریہ پر قرآن وحدیث کی روشنی میں خطابت کے اعتبار سے ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے، اس کانفرنس میں حضرت حجۃ الاسلام کو اپنے والد گرامی امام احمد رضا کی نیابت میں شرکت کا شرف حاصل رہا، تحفۂ حنفیہ پٹنہ اس طرح رقمطراز ہے:

”مجدد مأۃ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ، امام علمائے اہل سنت، والاحضرت جناب مولانا حاجی محمد احمد رضا خاں صاحب سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی دام فیضہ القوی کا بیان حق نشان ہو ہی رہا تھا کہ فاضل نوجوان مولانا مولوی محمد حامد رضا خاں سلمۂ المنان نے آکر کان میں کچھ کہا کہ ندوی حضرات آگئے ہیں، پھر امام احمد رضا نے ندویوں کے غیر اسلامی افکار کا شدید رد فرمایا اور یہ بیان رات بارہ بجے تک جاری رہا۔“

[تحفۂ حنفیہ بابت ماہ جمادی الثانی ورجب المرجب ۱۳۱۹ھ، ص ۱۲۱]

اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور حجۃ الاسلام کو امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی بارگاہ میں نہ صرف دینی امور میں خدمت کی سعادت حاصل تھی، بلکہ مزاج میں بھی خاصا دخل تھا، یہ عظیم الشان کانفرنس قاضی محمد وحید الدین صاحب فردوسی مہتمم مدرسہ ”ابر کرم اہل سنت“ وایڈیٹر ماہنامہ ”تحفۂ حنفیہ“ پٹنہ کے زیر اہتمام منعقد ہوئی تھی جس میں تقریباً سو سے زائد اکابر علما اور اعاظم مشائخ نے شرکت فرمائی، اس ضمن میں تاج الفحول حضرت

علامہ عبد القادر بدایونی، مجدد دین وملت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی، سید اسماعیل حسن صاحب مارہرہ شریف، استاذ العلما مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب جونپوری، رئیس المحدثین مولانا وصی احمد محدث سورتی، مولانا ظہور الحسن صاحب فاروقی رامپوری، مولانا شاہ فاخر الہ آبادی، مولانا عبد السلام صاحب جبل پوری وغیرہم کے اسمائے گرامی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ [تذکرۂ جمیل، مطبوعہ سنی رضوی اکیڈمی ماریشس، ص ۱۲۰-۱۱۹]

حجۃ الاسلام لاہور میں

ملت اسلامیہ کے منتشر شیرازہ کو مجتمع کرنے کی خاطر ۱۵ر شوال المکرم ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۴ء میں اہل سنت وجماعت اور دیوبندی جماعت کے سرکردہ لوگوں کے نزاعی مسلے پر غور وغوض کے لئے ایک میٹنگ رکھی گئی جو بعد میں مناظرے کی شکل اختیار کرگئی، طرفین کے ذمہ داروں کی یہ خواہش تھی کہ پرسکون ماحول میں گفت وشنید کے ذریعہ ہی مسئلہ طے ہوجائے اور حق واضح ہونے کی صورت میں حق کو تسلیم کرتے ہوئے دونوں فرقے ایک ہوجائیں، دیوبندی مکتب فکر کی طرف سے مولوی اشرف علی تھانوی کا انتخاب ہوا جبکہ جماعت اہل سنت کی جانب سے حضور حجۃ الاسلام منتخب ہوئے، آپ بریلی شریف سے لاہور تشریف لے گئے، مگر ادھر سے تھانوی جی ندارد! چشم فلک شاہد ہے کہ لاہور کی مشہور مسجد وزیر خاں کا وسیع وعریض صحن حق وباطل کا فیصلہ کن مناظرہ دیکھنے کے لئے ہزاروں فرزندان توحید ورسالت سے اٹا پڑا تھا، عوام کا بے پناہ ہجوم انسانوں کا موجیں لیتا ہوا سمندر سا دکھائی پڑ رہا تھا، لاہور کے اس تاریخی مناظرے میں حضور حجۃ الاسلام کے علاوہ اہل سنت کی طرف سے شیخ طریقت حضرت علامہ سید شاہ علی حسین کچھوچھوی، حضرت صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مرادآبادی، حضرت پیر صدر الدین سجادہ نشین حضرت موسیٰ پاک شہید ملتانی، حضرت فقیہ اعظم کوٹلوی، مولانا شاہ محمد سیالکوٹوی وغیرہم بھی رونق بزم تھے، ہر شخص مناظرے کا بڑی شدت سے منتظر تھا، مناظرے کا وقت آ گیا اور ختم بھی ہو گیا، مگر تھانوی جی کا دور دور تک کوئی پتہ اور نام ونشان نہ تھا، تھانوی جی اور ان کے وکیل کو نہ آنا تھا، نہ آئے مگر ملت اسلامیہ کا وہ ناسور جو ہنوز اہل حق وصداقت کے سینوں کو چھلنی کر رہا ہے، ہمیشہ ہمیشہ کے لئے باقی رہ گیا، لیکن مغلوب ومعتوب رہا اور یہی ہوا کہ حضور حجۃ الاسلام جن کا چہرہ خود ہی برہان تھا، اس تاریخی مناظرے میں علمائے اہل سنت فاتح و غالب اور ظفریاب وکامیاب رہے اور تھانوی جی اپنے تمام تر باطل عقیدوں کے ساتھ مفتوح ومغلوب۔

اہل سنت کی اس عظیم الشان کامیابی وکامرانی پر مرکزی انجمن ”حزب الاحناف“ لاہور کی جانب سے حضور حجۃ الاسلام کے اعزاز میں ایک شاندار پروقار تہنیتی جلسہ کا انعقاد کیا گیا، حضور حجۃ الاسلام کی خدمت میں خطبا نے نذر عقیدت پیش کئے، شعرا نے منظوم خراج محبت سے اپنے جذبات کا اظہار کیا، عوام دل کی گہرائیوں سے نعرہائے تکبیر ورسالت سے آپ کا خیر مقدم کیا، اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سید ایوب علی صاحب رضوی بریلوی اپنے منظوم تہنیت نامے میں یوں فرماتے ہیں: ؎

ہم سنیوں کے پیشوا حامد رضا حامد رضا
کیا نام ہے پیارا ترا حامد رضا حامد رضا
اعدا پہ ہے تیرے قضا حامد رضا حامد رضا
احباب کی ہے تو بقا حامد رضا حامد رضا
چشم وچراغ اصفیا شمع جمال اتقیا
ممتاز خاصان خدا حامد رضا حامد رضا
گھر گھر ترا افسانہ ہر دل ترا دیوانہ ہے
اے جان عبد المصطفیٰ حامد رضا حامد رضا
صورت ہے نورانی تری سیرت ہے لاثانی تری
طینت ہے تری مرحبا حامد رضا حامد رضا
بنگال ترا مجرائی مشتاق تیرا بمبئی
پنجاب پروانہ ترا حامد رضا حامد رضا
ہندوستاں میں دھوم ہے کس بات کی معلوم ہے
لاہور میں دولہا بنا حامد رضا حامد رضا
سمجھے کیا اور کیا ہوا ارماں دل میں رہ گیا
تیرے ہی سر سہرا رہا حامد رضا حامد رضا

جلتے رہیں گے حاسدیں تیرے ہمیشہ بالیقیں
پھولے پھلے گا تو سدا حامد رضا حامد رضا
ایوبؔ قصہ مختصر آیا نہ کوئی وقت پر
ترے مقابل منچلا حامد رضا حامد رضا

[تذکرۂ جمیل، مطبوعہ سنی رضوی اکیڈمی، ص۱۹۹۔۔۲۰۰]

اس موقع پر حضور حجۃ الاسلام نے وہ فقید المثال خطبہ دیا جسے سن کر بڑے بڑے علما عش عش کرنے لگے اور آپ کی فصاحت و بلاغت اور ہمت وحوصلہ اور علم وفضل دیکھ کر حیران و ششدرہ گئے، اس وقت پر لاہور کے خوش قسمت مسلمانوں نے نعرہ لگایا کہ دیوبندی نہ آیا تو چھوڑو ''اِن کے بھی چہرے دیکھ لو'' (حجۃ الاسلام کی طرف اشارہ کرکے) اور اُن کے بھی چہرے دیکھ لو (دیوبندیوں کی جانب اشارہ کرکے) اور فیصلہ کرلو کہ حق کدھر ہے، لاہور کا تاریخ ساز اور فیصلہ کن مناظرہ اہل سنت کے لئے تاریخی حیثیت رکھتا ہے، کیونکہ یہ مناظرہ دیوبندیوں کے بڑے پیشوا، اور ان کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی سے ہونا قرار پایا تھا تا کہ یہ اختلاف وانتشار ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کردیا جائے، جس کے لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی اپنی حیات طیبہ میں بارہا کوشاں رہے، خصوصاً مراد آباد میں تھانوی صاحب کو امام اہل سنت نے آخری دعوت ملاقات بھی دی، جس میں تحریری گفتگو کی شرط تھی اور اس کے لئے ۲۷؍صفر المظفر ۱۳۳۹ھ کی تاریخ طے کی گئی، جس کا تفصیلی جائزہ رسالۂ ''دافع الفساد عن مراد آباد'' میں پیش کیا گیا ہے۔''

[حجۃ الاسلام، مطبوعہ ادارہ سنی دنیا بریلی شریف، ص۲۱۔۔۲۰]

اس موقع پر شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال کی بھی ملاقات حضور حجۃ الاسلام سے ہوئی، جس کا ذکر حضرت علامہ تقدیس علی خاں بریلوی نے اپنے ایک مکتوب گرامی میں یوں کیا ہے:

''ڈاکٹر اقبال کو جب حجۃ الاسلام نے دیوبندی مولوی کی گستاخانہ عبارتیں سنائیں تو وہ سن کر حیرت زدہ رہ گئے اور بے ساختہ بولے کہ مولانا ایسی گستاخانہ عبارتیں ہیں کہ ان پر آسماں کیوں نہیں ٹوٹ پڑا، ان پر تو آسمان ٹوٹ پڑنا چاہیے۔''

لاہور میں حجۃ الاسلام کا قیام اکثر حضرت مولانا شاہ غوث قادری کے مزار پر انوار پر ہوتا، لوگ جوق درجوق آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے اور خوب خوب کسب فیض کرتے، بیعت وارادت کا بھی سلسلہ جاری رہتا، علما آپ سے سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں ماذون ومجاز ہوتے، انہیں ایام میں مولانا ابو الحسنات سید محمد احمد لاہوری کو بھی آپ نے ماذون ومجاز فرمایا، ۱۹۲۳ء میں جامعہ نعمانیہ میں بغریض امتحان اور ۱۹۳۴ء میں مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب محدث الوری امیر انجمن حزب الاحناف کے عرس چہلم میں لاہور کے جلسے کی صدارت فرماتے رہے اور لاہور کے اس تاریخی فیصلہ کن مناظرہ پر آپ کا یہ سفر لاہور حسن اختتام کو پہنچا۔

حجۃ الاسلام اور خادم الحرمین کانفرنس

علمائے فرنگی محلی نے لکھنؤ میں نجدیوں کے خلاف ''خادم الحرمین کانفرنس'' کا انعقاد کیا تھا جس میں ملک کے نامور علمائے کرام نے شرکت فرمائی، یہ کانفرنس نجدیوں کے ذریعہ حرمین شریفین کے قبہ جات کی مسماری وبے حرمتی کے سلسلے میں احتجاجاً منعقد کی گئی تھی، حضرت علامہ خوشتر صدیقی فرماتے ہیں:

''یہ سفر وسیلہ ظفر تاریخ کے صفحات میں ہنوز محفوظ اور الاستقامة فوق الکرامة کا بڑا روشن دستاویز ہے، اندازہ کیجئے فرنگی محل لکھنؤ کا تاجدار علم وفن، مولانا محمد علی جوہر کا مرشد برحق حضرت مولانا شاہ عبد الباری فرنگی محلی قدس سرہ ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۶ء لکھنؤ کے اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر اپنے تدریس خانقاہی اور سیاسی دوستوں کے جم غفیر کے ساتھ استقبال کے لئے تشریف فرما ہیں اور حجۃ الاسلام خادم الحرمین کے جلسہ میں شرکت کے لئے علما کی معیت میں وارد ہوئے، مولانا فرنگی نے بڑھ کر خوش آمدید کہا، مگر چشم فلک یہ نظارہ دیکھتی رہ گئی اور مجمع ششدر رہ گیا کہ حجۃ الاسلام نے مصافحہ کرنے سے انکار کردیا، حضرت مولانا عبد الحفیظ سابق مفتی آگرہ (۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۵ء مدفون ملتان) نے اپنا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہیں، حضرت مولانا عبد الباری رحمۃ

اللہ علیہ سے زمانۂ خلافت میں کچھ باتیں سرزد ہوگئیں، ان پر اعلیٰ حضرت نے گرفت فرمائی، آخر کار وصال سے کچھ پہلے خادم الحرمین کے جلسہ میں بریلی شریک ہوئے، اس وقت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا عبد الباری رحمۃ اللہ علیہ سے مصافحہ نہ کیا اور ان کے یہاں قیام سے بھی انکار کر دیا اور فرمایا کہ اعلیٰ حضرت نے آپ پر جو اعتراضات کئے ہیں، ان باتوں سے رجوع کیجئے، چنانچہ حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کوشش سے تحریر دی، اس کے بعد حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود فرنگی محل گئے، دونوں میں مصافحہ و معانقہ ہوا، حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب نے حضرت مولانا عبد الباری کے ہاتھ چومے، اس کے لئے کہ وہ صحابی کی اولاد میں ہیں، قیام فرمایا، فقیر اس موقع پر موجود تھا، اسی خوشی میں دار الشفاء کی برفیاں آئیاں اور باقاعدہ فاتحہ ہوئی اور تقسیم ہوئیں۔''

حجۃ الاسلام پیلی بھیت میں

پیلی بھیت حضرت علامہ وصی احمد محدث سورتی کا مسکن تھا، حضرت محدث سورتی سے امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی شہرہ آفاق محبت و مروت ضرب المثال کی حیثیت رکھتی ہے، محدث سورتی کے صاحبزادے مولانا عبد الاحد اعلیٰ حضرت کے شاگرد رشید اور خلیفہ بھی تھے، اعلیٰ حضرت ہی نے آپ کو سلطان الواعظین کا خطاب عطا فرمایا، آپ کو امام احمد رضا اور حجۃ الاسلام کی معیت میں زیارت حرمین شریفین کی سعادت بھی حاصل تھی، حضرت محدث سورتی کی نماز جنازہ حجۃ الاسلام ہی نے پڑھائی، انہیں سارے گہرے مراسم کے پیش نظر حجۃ الاسلام کا پیلی بھیت میں آنا جانا قدرے زیادہ تھا، حضرت مانامیاں قادری رضوی نبیرۂ محدث سورتی فرماتے ہیں:

''وہ بائیس سال میں دس بارہ مرتبہ پیلی بھیت تشریف لائے اور اپنے والد ماجد کی عادت کے مطابق سب سے پہلے محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر فاتحہ کے لئے تشریف لے جاتے اور دو ہی جگہ قیام فرماتے، سلطان الواعظین مولانا عبد الاحد کے مکان یا مولوی عبد الحق صاحب کر گہنوی، ۱۹۳۲ء/ ۱۳۵۰ھ کے یہاں آخری میں ان دونوں حضرات کے وصال کے بعد آپ کا قیام مولوی محمد ابراہیم صاحب کی کوٹھی میں محدث سورتی کے مزار کے قریب ہوا کرتا تھا، پیلی بھیت میں آپ کی تشریف آوری اور چند روز قیام مسلمانوں کے لئے بڑی خوشی کا باعث ہوتا، اعلیٰ حضرت کی تعلیمات اور رسول اللہ ﷺ، اہل بیت، صحابۂ کرام اور بزرگان دین کے ادب و احترام کے قیام میں آپ ہمیشہ مصروف و منہمک رہے اور اعلیٰ حضرت کے قیام کردہ مدرسہ اور ان کی تصانیف، فتاویٰ کی ترتیب و اشاعت کی جانب خصوصی توجہ فرماتے رہے، آپ کی حیات میں اعلیٰ حضرت کی وفات اور جدائی کا غم بڑی حد تک لوگ محسوس کرتے تھے۔''

[تذکرۂ جمیل، مطبوعہ سنی رضوی اکیڈمی ماریشش، ص ۱۸۸ — ۱۸۷]

حجۃ الاسلام اودے پور میں

راجستھان کو یہ شرف حاصل رہا کہ تقریباً سارا علاقہ حضور حجۃ الاسلام کے گیسوئے ارادت کا اسیر تھا، یہاں آپ مسلسل قیام فرماتے، لوگ شب و روز آپ کی زیارت کرتے اور پروانہ وار نثار ہوتے، زائرین کے سیلاب میں آپ کا روئے تاباں مہر درخشاں کی مانند چمکتا و دمکتا مرکز زیارت و عقیدت ہوتا تھا، اس منظر کے چشم دید حالات جناب قمر الدین احمد انجم صدر نعت کونسل کراچی پاکستان یوں بیان کرتے ہیں:

''بارہ سال کی عمر میں پہلی بار حجۃ الاسلام کی زیارت کا شرف مجھے حاصل ہوا، اودے پور سلاوٹ واڑی محلہ کی جامع مسجد میں، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ انسانوں کا ایک سیلاب حجۃ الاسلام کی زیارت کے لئے رواں دواں دیکھا اور اتنے عظیم اجتماع میں مجھے بھی حجۃ الاسلام کی ایک جھلک دیکھنے کا موقع نصیب ہوا، اس سے پہلے میری آنکھوں نے ایسا گورا اور نورانی چہرہ نہیں دیکھا تھا، بس ایک ہی جھلک ہر بڑے اور چھوٹے کو مبہوت کر دیتی تھی اور ہر آنے والا حلقۂ ارادت

میں داخل ہوکر (مرید ہوکر) ہی لوٹ پاتا تھا، چونکہ ہزاروں لاکھوں اس فیض سے استفادہ کر رہے تھے، لہٰذا کپڑے کی ململ جو کئی گزوں پر مشتمل ہوتی تھی، وہ لمبی کردی جاتی تھی اور لوگ اس طرح ململ کپڑے کو پکڑ لیتے تھے اور حلقہ ارادت میں داخل ہوجاتے تھے، یہ عمل گھنٹوں جاری رہتا تھا، ایک ایسی کشش آپ کے وجود میں موجود تھی جو نہ صرف مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں کو اسلام کی سعادت حاصل ہونے کا سبب ہوتی اور یہ فیضان جب تک وہ ذات اودے پور میں رہی یہ سلسلہ بڑھتا ہی گیا۔

آپ کے اودے پور دورے کے بعد بیس سال کی عمر تک میں نے دیکھا کہ اودے پور میں ایک بھی وہابی ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل پاتا تھا اور ۱۹۴۸ء میں جب میں پاکستان آ گیا تو پھر تقریباً ہر سال اودے پور اور اجمیر شریف عرس میں حاضری کی سعادت حاصل رہی، ہر گھر میں محفل میلاد اور صلوٰۃ وسلام کی برکتیں آج بھی وہاں موجود ہیں۔''

الغرض ہندو پاک کا بیشتر گوشہ حضور حجۃ الاسلام کے علمی تبلیغی وروحانی فیضان سے مستیز ہوا، آپ رشد وہدایت کے ایک سیل رواں تھے، جس سے انسانوں کی ایک دنیا سیراب وشادکام ہوئی۔

◆◆◆

ص ۱۱/ کا بقیہ.........................

کسی کو کاشتکاری کے لیے دے دیتا ہے اور سالانہ ایک متعین رقم معین کردیتا ہے اور کاشتکار اسی کے مطابق کاشت کرتا ہے تو ایسی صورت میں امام اعظم کے نزدیک اس کا عشر زمیندار پر ہے اور صاحبین کے نزدیک کاشتکار پر اور علامہ شامی نے یہ تحقیق فرمائی کہ حالت زمانہ کے اعتبار سے اب قول صاحبین پر عمل ہے (اور اسی پر ہمارے علما کا عمل جاری ہے) اور اگر کسی نے عاریۃً کوئی زمین کسی کو کاشتکاری کے لیے دی تو عشر کاشتکار پر واجب ہے اور کبھی کبھار ایسا ہوتا ہے کہ کھیت بویا مگر پیداوار ماری گئی مثلاً سیلاب کی وجہ سے کھیتی ڈوب گئی یا جل گئی یا لُو سے جاتی رہی تو عشر ساقط ہے جبکہ کل جاتی رہی اور اگر کچھ باقی ہے تو اس باقی کا عشر واجب ہے اور اگر چوپائے یعنی جانور کھا گئے تو عشر ساقط نہیں اور ساقط ہونے کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ اس کے بعد اس سال کے اندر اس میں دوسری زراعت تیار نہ ہوسکے اور یہ بھی شرط ہے کہ توڑنے یا کاٹنے سے پہلے ہلاک ہو، اگر بعد میں ہلاک ہوئی تو عشر ساقط نہیں۔ (منتخب وملخص از بہار شریعت، جلد اوّل حصہ پنجم)

اخیر میں وہ عبارت بطور اقتباس پیش کردوں جسے مصنف بہار شریعت حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے بطور تنبیہ رقم فرمائی ہے:

"اس زمانے کے مسلمانوں نے عشر کو عموماً چھوڑ رکھا ہے بلکہ جہاں تک میرا خیال ہے بہتیرے (بہت سے) وہ مسلمان ہیں جن کے کان بھی ان لفظوں سے آشنا نہیں، جانتے ہی نہیں کہ کھیت کی پیداوار میں بھی شرع نے کچھ دوسروں کا حق رکھا ہے حالانکہ قرآن مجید میں مولیٰ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
خرچ کرو اپنی پاک کمائیوں سے اور اُس سے کہ ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا۔"

اگر مسلمان ان باتوں سے واقف ہوجائیں تو اب بھی بہتیرے خدا کے بندے وہ ہیں جو اتباع شریعت کی کوشش کرتے ہیں جس طرح زکوٰۃ دیتے ہیں انہیں بھی ادا کریں گے، واللّٰہُ ھو الموفق۔

اسی وجہ سے میں نے عشر کے تعلق سے کچھ قلم بند کردیا تاکہ ہمارے مسلمان کاشتکار قرآن وحدیث کے احکامات پر عمل کریں اور اپنی پیداوار کا عشر نکالیں، اللہ ربّ العزت کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو عمل کی توفیق دے، آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم۔

◆◆◆

یہ شمارہ آپ کو کیسا لگا؟ ہمیں اپنے تأثرات ضرور لکھیں، آپ کے تأثرات ماہنامہ سنی دنیا کے صفحات کی زینت بنیں گے، اگر آپ کاروباری ہیں تو رسالہ میں اپنے اشتہار دے کر اپنے کاروبار کو ترقی بھی دے سکتے ہیں۔

اداریہ

(از: مولانا محمد رضوان عالم مرکزی*

کسان اور مسائل عشر

اسلامیات

میرے دینی بھائیو،مسلم کسانو! دھان کٹائی کا وقت آچکا ہے ضرور عشر نکالنا، کیونکہ عشر نکالنے سے پیداوار بڑھتی ہے اور برکت نازل ہوتی ہے جیسے زکوۃ نکالنے سے مال پاک وصاف ہوجاتا ہے اور بڑھتا ہے۔

آج جو ہماری کھیتیاں بارش نہ ہونے کی وجہ سے اور سخت لُو پڑنے کی وجہ سے برباد ہوجاتی ہے، کیوں؟اس لیے کہ ہم کھیتیوں کا حق ادا نہیں کرتے ہیں یعنی ان کا عشر نہیں نکالتے ہیں جو کہ شریعت کا حکم ہے۔

میرے بھائیو! اللہ تبارک وتعالی نے جس طرح ہر مسلمان مالک نصاب پر زکوۃ واجب قرار دیا ہے اسی طرح ہر مسلمان کاشتکار پر بلاامتیاز امیر وغریب ،عاقل و بالغ عشر واجب قرار دیا ہے اور جس طرح زکوۃ کی فرضیت وواجبیت پر قرآن و حدیث اور اقوال فقہا ثبوت ہیں اسی طرح عشر کی واجبیت پر بھی یہ مذکورہ چیزیں ثبوت ہیں ،چنانچہ اللہ ربّ العزت اپنی کتاب حمید قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

"وَاٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ۔(پ۸رسورۂ انعام،آیت ۱۴۱)اور اس کا حق دو جس دن کٹے۔" (کنز الایمان)

یعنی کھیتی کٹنے کے دن اس کا حق ادا کرو یعنی عشر نکالو۔

وقال تعالی فی مقام آخر:

"یٰأیّھا الذین آمنوا أنفِقوا من طیبٰت ما کسبتم ومما اخرجنالکم من الارض۔(پ ۳رسورۂ بقرہ، آیت ۲۶۷)اے ایمان والو!اپنی پاک کمائیوں میں سے کچھ دو اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا۔" (کنز الایمان)

خواہ وہ غلّے ہوں یا پھل یا معادن وغیرہ۔

صحیح بخاری شریف میں ہے:

"عن سالم بن عبد اللہ عن ابیہ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال:فیماسَقَتِ السماءُ والعیونُ او کان عَثَرِیًّا اَلْعُشرُ وما سُقِیَ بِالنَّضحِ نِصْفُ الْعُشْرِ۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس زمین کو آسمان یا چشموں نے سیراب کیا یا عشری ہو یعنی نہر کے پانی سے اسے سیراب کرتے ہوں،اس میں عشر ہے یعنی دسواں حصہ اور جس زمین کے سیراب کرنے کے لیے جانور پر پانی لاد کر لاتے ہوں اس میں نصف عشر ہے یعنی بیسواں حصہ۔" (صحیح البخاری،حدیث نمبر ۱۴۸۳رجلد اوّل صفحہ ۵۰۱)

کنز العُمّال میں ہے:

"فی کل شیٔ أخرجت الارضُ ألعشرُ أو نصفُ العشرِ۔(ابن النجار عن أبان عن انس)ابن نجار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر اس شے میں جسے زمین نے نکالا، عشر یا نصف عشر ہے۔" (جلد ششم،صفحہ ۳۲۷،الحدیث ۱۵۸۷۷)

اسی کے بعد ایک اور حدیث مرقوم ہے:

"فیماسقت السماءُ والأنھارُ والعیونُ ألعشرُ وفیما سقت السانیۃ نِصفُ العشرِ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس زمین کو آسمان یا نہروں یا چشموں نے سیراب کیا اس میں عشر ہے اور جو زمین اونٹ پر پانی لاد کر کے سیراب کی گئی اس میں نصف عشر ہے۔" (ایضاً،الحدیث ۱۵۸۷۸)

اب یہ جانتے ہیں کہ عشر کا مطلب اور اس کی تعریف کیا

* مضمون نگار گھیرا باڑی، ٹھاکر گنج کشن گنج بہار کے متوطن ہیں۔

ہے؟ تو عشر کا مطلب دسواں حصہ ہے اور شرعی اصطلاح میں زمین کی پیداوار سے بطور زکوٰۃ کے دسواں حصہ نکالنا عشر کہلاتا ہے اور بہار شریعت میں عشر کی تعریف یوں مکتوب ومذکور ہے:

"عشری زمین سے ایسی چیز پیدا ہوئی جس کی زراعت سے مقصود زمین سے منافع حاصل کرنا ہے تو اس پیداوار کی زکاۃ فرض ہے اور اس زکوٰۃ کا نام عشر ہے یعنی دسواں حصہ کہ اکثر صورتوں میں دسواں حصہ فرض ہے اگرچہ بعض صورتوں میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ لیا جائے گا۔"

(جلد اوّل، حصہ پنجم، صفحہ ۹۱۶ رمکتبۃ المدینہ)

عشر، لکڑی بانس گھاس کے سوا زمین کی باقی پیداوار میں مثلاً گیہوں، جو، جوار، باجرا، پاٹ (یعنی پٹوا) دھان، تمباکو اور ہر قسم کے غلے اور السی، کسم، اخروٹ، بادام، کیلا اور ہر قسم کے میوے روئی، پھول، گنا، خربوزہ، تربوز، کھیرا، ککڑی، بیگن اور ہر قسم کی ترکاری مثلاً آلو، پیاز، مولی، ساگ، ادرک، ہلدی سب میں واجب ہے، ہاں اگر لکڑی، بانس اور گھاس سے زمین کے منافع حاصل کرنا مقصود ہو اور زمین ان کے لئے خالی چھوڑ دی تو ان میں بھی عشر واجب ہے اور ہمارے علاقے میں منافع ہی مقصود ہوتے ہیں، لہٰذا ان میں عشر واجب ہوگا۔

عشر نکلنے کی تین صورتیں ہیں، پہلی صورت: جو کھیت بارش یا نہر نالے کے پانی سے سیراب کیا جائے اس میں عشر یعنی دسواں حصہ واجب ہے، مثلاً یوں سمجھیں جو کھیت بارش کے پانی سے سیراب ہوا اور اس کی پیداوار جیسے دھان دس مَن ہوا تو عشر دسواں حصہ یعنی ایک من نکلے گا۔

دوسری صورت: جس کھیت کی آبپاشی چرسے سے یعنی چمڑے کے بڑے ڈول سے یا کسی دوسرے ڈول سے ہو اس میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ نکلے گا یہی مذکورہ مثال کہ دھان دس مَن ہوا تو نصف عشر (بیسواں حصہ) یعنی آدھا من واجب ہوگا، یوں ہی پانی خرید کر آب پاشی ہو یعنی وہ پانی کسی کی ملک ہے اس سے خرید کر آب پاشی کی جب بھی نصف عشر یعنی بیسواں حصہ نکلے گا، اسی طرح آبپاشی مشین کے ذریعہ کھیت سیراب ہوا یعنی کھیتی کو پانی دیا تو بھی نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب ہوگا۔

تیسری صورت: اگر کھیت کچھ دنوں بارش کے پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور کچھ دنوں ڈول چرسے سے یا پھر مشین کے ذریعے تو اگر اکثر بارش کے پانی سے کام لیا جاتا ہے اور کبھی کبھی ڈول چرسے سے یا مشین سے تو عشر واجب ہے یعنی دسواں حصہ نکلے گا اور اگر اکثر مشین کے پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور کبھی کبھی بارش کے پانی سے تو نصف عشر واجب ہے یعنی بیسواں حصہ نکلے گا۔

ہمارے علاقے میں زیادہ تر یہ تیسری صورت پائی جاتی ہے تو اگر بارش کا پانی زیادہ ہو اور مشین کا پانی کم تو دس من میں ایک من عشر واجب ہوگا یعنی دسواں حصہ ورنہ نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب ہوگا اور یہ بھی جانتے چلیں کہ عشر واجب ہونے کے لیے عاقل بالغ ہونا شرط نہیں مجنون یعنی پاگل اور نابالغ کی زمین میں جو کچھ پیداوار ہوا اس میں بھی عشر واجب ہے اور عشر میں سال گزرنا بھی شرط نہیں بلکہ سال میں چند بار ایک کھیت میں زراعت ہوئی تو ہر بار عشر واجب ہے اسی طرح عشر میں نصاب بھی شرط نہیں ایک صاع یعنی تقریباً چار کلو بھی پیداوار ہو تو بھی عشر واجب ہے اور یہ شرط بھی نہیں کہ وہ پیداوار چیز باقی رہنے والی ہو اور یہ شرط بھی نہیں کہ کاشتکار یعنی کسان زمین کا مالک ہو دوسرے کی زمین میں کھیتی کرنے سے بھی عشر واجب ہے۔

جس چیز میں عشر یا نصف عشر واجب ہوا اس میں کل پیداوار کا عشر یا نصف عشر لیا جائے گا، یہ نہیں ہوسکتا کہ مصارف زراعت یعنی سار کھاد وغیرہ، ہل بیل، حفاظت کرنے والے اور کام کرنے والوں کو اجرت یا بیج وغیرہ نکال کر باقی کا عشر یا نصف عشر دیا جائے اور جو زمین بٹائی پر یعنی آدھی پر دی تو عشر دونوں پر ہے جیسے ہمارے علاقے سیمانچل میں اکثر زمیندار اپنی اپنی زمینوں کو آدھی پر دے دیتے ہیں تو ایسی صورت میں مالکِ زمین اور کاشتکار دونوں پر اپنے اپنے حصوں کا عشر نکالنا واجب ہے اور جو زمین زراعت یعنی کھیتی باڑی کے لئے کسی کو نقدی طور پر دی جاتی ہے جیسے ہمارے ہی علاقے میں یہ رواج ہے کہ زمیندار اپنی زمین بقیہ ص ۹ ر پر

اسلامیات

نیاز اور کھانا کھلانا اسلامی روایات کا آئینہ دار

از: غلام مصطفیٰ رضوی*

اسلامی

اسلامی تعلیمات، روایات، تمدن، تہذیب، کلچر اور اُصول و معارف کا کوئی گوشہ حکمت سے خالی نہیں، ہر پہلو دل پذیر ہے اور اس میں اثر آفرینی کا جہان مستور ہے، یہی سبب ہے کہ بجھی طبیعتیں، مُرجھائے دل تعلیماتِ اسلام کے کسی بھی پہلو سے آشنا ہوتے ہیں تو پھر دامنِ اسلام میں ہی سکون پاتے ہیں۔

ہمہ گیر اثرات

کچھ مدّت قبل ایک انگریزی کتاب پڑھی، جس کا اُردو ترجمہ رضا اسلامک اکیڈمی بریلی شریف نے "میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟" کے عنوان سے شائع کیا، جس کا مواد نومسلم ڈاکٹر محمد ہارون مرحوم (سابق پروفیسر کیمبرج یونیورسٹی) کے قبولِ اسلام سے متعلق مشاہدات واثرات پر مشتمل ہے، موصوف نے اپنے قبولِ اسلام کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بیان کیا کہ (مفہوم): اسلامی مراکز میں مسلمانوں کا باہم جمع ہو کر اکٹھے کھانا کھانے کا عمل مجھے اچھا لگا جب کہ عیسائیوں کے یہاں باہم جملہ طبقوں کو ساتھ کھلانا معیوب ہے، طبقاتی و نسلی امتیاز ہے، ان کے یہاں درجہ بندی ہے۔ (موصوف نے مسلمانوں کے اکٹھے کھانے کا فلسفہ نیازِ غوث اعظم میں باہمی رواداری کے تناظر میں دیکھا)

مساوات کا پیغام

ہم صالح کاموں کی حکمت و اثر آفرینی پر غور نہیں کرتے، جب کہ ہر نافع پہلو میں حکمت و فلسفہ کا ایک جہان آباد ہے، جس سے ایک طرف اسلامی حُسن نکھر کر دل وجاں کو مسرت افزا پیغام دیتا ہے تو دوسری طرف نظر انداز انسانی قدروں کو حیاتِ تازہ بخشتا ہے۔

غوث اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان سے منسوب ایک اہم عمل "کھانا کھلانا" ہے، بعض اہلِ نظر نے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد کی نسبت سے مسلمانوں کو کھانا کھلانا ذکر کیا ہے؛ کہ غوث اعظم ۱۲؍ویں شب یا ۱۱؍تاریخ کو لوگوں کو کھانا کھلا کر خوش ہوتے اور آمدِ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد مناتے، مُسلمانانِ عالم میں یہ عمل اتنا مقبول ہوا کہ حضور غوث اعظم کے حیاتِ ظاہر سے پردہ کیے صدیاں گزر گئیں؛ اب تک کھانا کھلانے کا مبارک عمل برابر رائج ہے، اس میں مساواتِ مسلمین کا پہلو بہت افادیت کا حامل ہے، بنا تفریقِ مراتب ہر امیر، غریب، چھوٹا بڑا ایک صف میں بٹھایا جاتا ہے، ساتھ کھاتے ہیں، یوں نفرتوں کی فضا چھٹتی ہے اور محبتوں کی بادِ بہاری مشامِ جاں کو معطر کرتی ہے: ؎

انھیں کی بو مایۂ سمن ہے، انھیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انھیں سے گلشن مہک رہے ہیں، انھیں کی رنگت گلاب میں ہے
(اعلیٰ حضرت)

رواداری کا فروغ

ہم نے جب سے شعور سنبھالا؛ یہ مشاہدہ کر رہے ہیں کہ ماہِ ربیع الآخر کی آمد ہوتی ہے؛ کھانا کھلانے کی روایت تازہ ہو جاتی ہے، نیازوں کا دَور چلتا ہے، غریبوں کو بھی بُلایا جاتا ہے، اُمیروں کو بھی، کہیں بچوں اور طلبۂ علومِ دینیہ کو خصوصی طور پر یاد کیا جاتا ہے اور یہ عمل زیادہ ستائش کا مستحق ہے، نیازوں میں یہ مشاہدہ بھی لائقِ تقلید ہے کہ اس میں بھید بھاؤ کی منافرت دور ہوتی ہے، فراموش طبقے یاد رکھے جاتے ہیں، شفقت کے معاملات پَروان چڑھتے ہیں، جس کی اِس زمانے میں زیادہ ضرورت ہے۔

چند گزارشات

ایسے وقت میں جب کہ رشتوں کا احترام ختم ہوتا چلا جا رہا ہے، نفرتوں کی آلودگی بڑھ رہی ہے، نیازِ غوث اعظم کے توسط

سے دلوں کی کدورت ختم کی جاسکتی ہے، معاشرتی تفریق کو دور کر کے قُرب بڑھایا جاسکتا ہے، ہم نے مالیگاؤں میں سیکڑوں نیازوں کے اہتمام دیکھے، یہ مشاہدہ ہے، اس میں مزید فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں، جس پر چند معروضات حیطۂ تحریر میں لائے جاتے ہیں:

۱- نیازوں کے ساتھ ہی ابتدا میں علمائے کرام کے ذریعے شریعت پر استقامت، نمازوں کی پابندی، حقوق و وراثت کی شرعی تقسیم کا پیغام دیا جائے اور کھانے کے سُنّت طریقے سکھائے جائیں۔

۲- ناموسِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں قادیانیوں، یہودیوں اور عیسائیوں، مشرکوں نیز باطل تحریکوں کی طرف سے گستاخی عام سی بات ہوگئی ہے؛ علمائے کرام کے ذریعے یا لٹریچر کی تقسیم سے اس فتنے کی تردید و بیخ کنی کی جائے، اس ضمن میں ہم خود رہنمائی یا لٹریچر کی فراہمی میں معاونت کریں گے۔

۳- غوث اعظم کی دینی خدمات، اصلاحی مشن، تعلیمات پر مشتمل کتاب کے لیے بھی نیاز کا ایک مالی حصہ متعین کریں اس ضمن میں نوری مشن مالیگاؤں کی طرف سے رہنمائی کی جائے گی۔

۴- نیازوں میں ایسا بھی کیا جائے کہ صرف غریبوں، مسکینوں، بیواؤں، یتیموں کو مدعو کیا جائے، اچھے اچھے کھانے کھلائے جائیں، عمدہ نشستوں پر مکمل عزت و احترام سے بٹھایا جائے، انھیں ایسی پذیرائی دی جائے کہ آنکھیں خوشی کے موتیوں سے لبریز ہوجائیں۔

۵- نیازوں کی کبھی شکلیں تبدیل کی جائیں؛ جیسے آمد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نوری مشن راشن کٹ سے غریبوں کی مدد کرتی ہے؛ تو راشن کٹ بنا کر مستحقین کو فیض یاب کیا جائے؛ اناج تقسیم کیا جائے، کبھی تعلیمی کٹ سے طلبہ کو فیض یاب کیا جائے؛ کبھی مدارسِ اسلامیہ کے طلبہ میں تحائف کی نیاز پیش کر کے نیازمندی کا رجحان عام کیا جائے، کبھی طبی معاونت سے غریب مریضوں کی دل جوئی کی جائے۔

بہرکیف! زمانی حالات کے پیشِ نظر دائرۂ شرع میں رہتے ہوئے مسلمانوں کی فوز وفلاح کے کئی کام ماہِ ربیع الآخر کے مبارک عمل "نیاز" کے تناظر میں انجام دیے جاسکتے ہیں، ہمیں چاہیے کہ بامقصد طریقوں سے غوث اعظم و دیگرِ صالحین سے عقیدت کے رشتوں کو مستحکم کریں اور مغربی تہذیب کے مقابل اسلامی روایات کو پروان چڑھائیں۔ ؎

اپنی ملت پہ قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی

◆◆◆

ص ۳۵/کا بقیہ........

الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہارے پاس حق و ہدایت لائے تو تم ہرگز کفار کی خواہشوں کا اتباع نہ کرنا، اگر ایسا کیا تو عذاب الٰہی سے تمھیں کوئی نہیں بچاسکے گا، سنو! یہ خیال مت کرو کہ ''وہ تو ہمیں عید وغیرہ پر مبارک باد دیتے ہیں تو پھر ہم کیوں نہ دیں؟'' اگر اس بات ہی کو معیار بنالیا جائے تو پھر بتاؤ، اگر کوئی ہندو اپنے دھرم پر قائم رہتے ہوئے کسی مسجد میں نماز پڑھے یا عیسائی تمہاری کوئی عبادت بجالائے تو کیا جواب میں تم بھی مندر و گرجا میں پوجا کرنے پہنچ جاؤ گے؟ یاد رکھو! اسلام نے مسلمانوں کے ملکوں میں رہنے والے کفار کے حقوق بیان کیے ہیں اور ساتھ ہی اس کی حدود و قیود بھی بیان فرمادی ہیں۔

تو میرے بھائیو! اسلام کی قائم کردہ حدود اور مقرر کردہ دائرہ کار میں رہتے ہوئے غیر مسلموں سے سلوک کرو، جب ہم کسی کو اپنے گھر، جان، مال اور کاروبار میں حد سے زیادہ تصرف کی اجازت نہیں دیتے تو پھر اسلام میں کیوں؟

◆◆◆

ص ۵۷/کا بقیہ........

تیری حق گوئی صداقت کی ہے یہ زندہ مثال
قصرِ باطل آج بھی لرزاں ہیں تیرے نام سے
جو جہاں ہے جہاں دنیا کے جس کونے میں بھی
ان کو ہے رغبت اگر تو صرف دینی کام سے
ہے کرم نیپال سے پہنچا اڑیسہ ہند میں
نعمت رضوی تمہارے عرس میں آرام سے

اسلامیات

از: پروفیسر ڈاکٹر عبدالملک العلوی

مولد النبی! قرار قلبک

"مولد النبی قرار قلبک" (میلاد النبی! تیرے دل کا فیصلہ) اس تحریر کو ہمارے عربی کے استاد محترم ڈاکٹر مجیب حسن نصیبی صاحب نے اردو میں مترجم کیا، نصیبی صاحب کا کہنا ہے کہ میں نے جب یہ تحریر پڑھی تو اس کا اردو ترجمہ کیے بغیر نا رہ سکا، باقی یہ تحریر کتنی لاجواب ہے پڑھنے کے بعد ہر صاحب علم کو بخوبی و بآسانی اندازا ہو جائے گا۔

بندۂ ناچیز محمد حسنین
طالب علم ایم اے عربی

اسلامیات

یہ ہم مسلمانوں کی بدقسمتی ہے حضور کے میلاد کے مسئلے کو ایسے خطرناک اور چالاک طریقے سے الجھایا گیا کہ بظاہر بڑے بڑے پڑھے لکھے نظر آنے والے لوگ بھی وسوسوں کا شکار ہو گئے اور نتیجہ یہ نکلا ہم بطور امت اپنے نبی کے میلاد پر بھی متحد نہ رہے، میں بڑا دعویٰ تو نہیں کرتا لیکن اگر آپ نے یہ تحریر بغور پڑھ لی، مثال نمبر 1 / سے لے کر مثال نمبر 3 / تک سب کچھ سمجھ لیا تو زندگی بھر کبھی کسی وسوسے میں نہیں آئیں گے، ان شاء اللہ یہ تحریر میلاد کے مسئلے پر فیصلہ کن اور حرف آخر ثابت ہو گی۔

سب سے مشہور اعتراض

میلاد کے موقع پر مسلمان جب جب قرآنی آیات اور احادیث بطور دلائل پیش کرتے ہیں جن میں بتایا جاتا ہے کہ فلاں آیت میں اس بات کا حکم ہے نعمت ملنے پر خوشی کرنی چاہیے وغیرہ وغیرہ مثلاً سورۂ یونس کی آیت نمبر 58 / کہ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ۔ یعنی تم فرماؤ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر ہی خوشی منانی چاہیے، یہ اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔

ان جیسی آیات پر میلاد کے منکرین عام لوگوں کے ذہن میں یہ وسوسہ ڈال دیتے ہیں کہ یہ آیات تو صحابہ کو بھی پتا تھیں مگر انہوں نے تو 12 / ربیع الاوّل کو میلاد کا جلوس نہیں نکالا، صحابہ نے تو ربیع الاوّل کے مہینے میں اپنے گھروں پر جھنڈے نہیں لگائے وغیرہ وغیرہ، کیا تمہیں صحابہ سے زیادہ قرآن کی سمجھ ہے؟ کیا تم صحابہ سے بڑے عاشق رسول ہو؟ یہ ہی وہ اعتراض ہے جس کے ذریعے سے کچھ لوگ صدیوں سے سادہ لوح مسلمانوں کو بے وقوف بنانے کی کوشش کرتے آ رہے ہیں۔

اعتراض کا جواب

یاد رکھیے ایک چیز ہے جسے انگلش میں culture کلچر اور عربی میں الثقافة (ثقافت) کہتے ہیں اور ہر علاقے کی ثقافت دوسرے علاقے سے مختلف ہوتی ہے، اسی طرح خوشی منانے کا انداز ہر زمانے میں بدلتا رہتا ہے یعنی جیسے جیسے زمانہ بدلتا ہے خوشی منانے کے نئے نئے انداز سامنے آتے ہیں جن میں سے کچھ نئے انداز حرام ہوتے ہیں اور کچھ نئے انداز حلال ہوتے ہیں، اب اس کو 4 / مثالوں سے سمجھیں، جن میں سے پہلی 3 / امثلہ ایک قسم کی ہیں جبکہ مثال نمبر 4 / مختلف ہے۔

مثال نمبر 1

مثلاً آج کل کے زمانے میں خوشی منانے کا ایک انداز یہ ہے کہ لائٹنگ اور چراغاں کیا جائے جیسا کہ شادی یا جشن آزادی کے مواقع پر لائٹنگ کی جاتی ہے، اب لائیٹنگ کر کے خوشی کرنا آج کل کے زمانے کا انداز ہے، صحابہ کے زمانے کا نہیں، تو جب خود لائٹنگ اور لائیٹنگ کر کے خوشی کرنے کا انداز صحابہ کے زمانے میں سرے سے تھا ہی نہیں تو پھر یہ اعتراض کرنا سراسر دھوکا ہے۔

مثال نمبر 2

آج کل لوگ برتھ ڈے Birthday کے موقع پر ایک

دوسرے کے لیے Best Wishes یعنی نیک تمناؤں اور دعاؤں کا اظہار کرتے ہیں، بیٹا اپنی ماں کو، بھائی اپنی بہن کو اور دوست دوسرے دوست کو برتھ ڈے پر دعائیں اور مبارکباد دیتا ہے، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب میں 3/ سال کے لیے مصر میں نہیں تھا تو مجھے میری بیٹی میرے برتھ ڈے پر ہر سال 12/ بجتے ہی نیک تمناؤں ودعاؤوں کے پیغام واٹس ایپ کرتی تھی، الغرض اب یہ رواج بہت عام ہو چکا ہے، اب اگر ہم غور کریں تو صحابہ کے زمانے میں سے کہیں بھی یہ نہیں ملتا کہ انھوں نے جنم دن کے موقع پر یوں کسی دوسرے صحابی کو مبارکباد یا دعا دی ہو۔

اب اگر کل کو کوئی بے وقوف اٹھ کر یہ کہے کہ" یوں تو اپنے کسی مسلمان بھائی کے لیے نیک تمناؤں کا اظہار کرنا اور دعا دینا ثواب کا کام ہے مگر خاص Birthday کے موقع پر دعا دینا صحابہ سے ثابت نہیں، اس لیے یہ حرام ہے۔"

تو ایسے نادان کو یہ ہی کہا جائے گا کہ برتھ ڈے نے آج کل کے زمانے میں اور ہماری ثقافت میں یہ اہمیت اختیار کر چکا ہے، صحابہ کا زمانہ اس زمانے سے مختلف تھا تو آج اگر کوئی بیٹا اپنی ماں، کوئی شوہر اپنی بیوی، کوئی بھائی اپنی بہن یا کوئی باپ اپنی اولاد کے برتھ ڈے پر انہیں تحفے دے دیتا ہے یا ان کے لیے لمبی زندگی کی دعا کرتا ہے اور اس سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے تو اس کو سب جائز سمجھتے ہیں اگرچہ یہ کام صحابہ نے نہیں کیا۔

لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ جس طرح اپنی بہن، بیٹی، بیوی یا ماں کی ولادت کے دن جائز طریقے سے خوشی مناتے ہوئے انہیں تحفے دینا یا ان کے لیے دعائیں کرنا ثواب ہے، اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کے موقع پر خوشی مناتے ہوئے کسی مسلمان بھائی کو کھانا کھلانا بھی ثواب ہے، اگرچہ یہ دونوں کام صحابۂ کرام سے ثابت نہیں ہیں اور وجہ وہ ہی ہے کہ صحابہ کے زمانے اور ہمارے زمانے کے انداز الگ الگ ہیں۔

مثال نمبر 3

ہر سال کسی بھی تاریخی اور خوشی کے دن پر، اس دن یا اس مہینے میں جھنڈے لگا کر خوشی منانا بھی ایسا کام ہے جو صحابہ نے نہیں کیا، مثلاً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے 20/ رمضان المبارک 8/ ہجری میں فتح مکہ کیا، اس کے بعد فتح مکہ کا یہ دن 2/ بار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی میں آیا، 2/ بار حضرت ابوبکر کی خلافت میں 11/ بار حضرت عمر کے دور خلافت میں 12/ بار حضرت عثمان کی خلافت میں 5/ بار سیدنا علی کے دور خلافت میں!

الغرض کل ملا کر خلفائے راشدین کی زندگی یہ دن تقریباً 30/ بار آیا مگر کسی بھی سال صحابہ نے اس دن یا اس مہینے فتح مکہ کی خوشی میں نا تو کبھی خوشی منائی اور نا گھروں کی چھتوں پر کسی قسم کے کوئی جھنڈے لگائے۔

مگر ہم جشن آزادی کے موقع پر ہر سال ایسا کرتے ہیں، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ 23/ جولائی کو سارے مصر میں خوشی کا سماں ہوتا ہے، اسی طرح ہمارے دوسرے اسلامی برادر ممالک ترکی، پاکستان وغیرہ بھی اپنے اپنے قومی دنوں پر بھرپور طریقے سے جشن آزادی مناتے ہیں، تو کیا اب جشن آزادی پر جھنڈے لگانا اس لیے حرام ہو جائے گا کہ صحابہ نے تو مکہ فتح کر کے بھی ہر سال جھنڈے نہیں لگائے اور ہم لگاتے ہیں، ہرگز نہیں، فرق اب بھی وہی ہے اور رہے گا کہ ہر زمانے کی ثقافت، کلچر، رسم ورواج اور انداز مختلف ہوتے ہیں۔

مثال نمبر 4

البتہ گزشتہ 3/ مثالوں میں کوئی ولیمے کی سنت ادا کرتے وقت میوزک پارٹی کرے یا برتھ ڈے پر ڈانس اور فحاشی کی جائے یا جشن آزادی پر گانے باجے کا اہتمام کیا جائے تو اب یہ وہ نئے کام ہوں گے جو حرام قرار دیئے جائیں گے، کیونکہ شریعت خوشی کے موقع پر بھی حرام کام کی اجازت نہیں دیتی اور یہی وہ بدعتیں ہیں جن کے بارے میں حدیث میں آیا ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

تو خلاصہ یہ نکلا کہ برتھ ڈے آج کل کے دور کی ایجاد ہے، اب اسی برتھ ڈے پر اگر کوئی بیٹا اپنی ماں کے کمرے کو صاف کر کے سجا دے، اس نیت سے کہ اس کی ماں اس سے خوش ہو جائے گی یا اپنی ماں کے لیے کوئی تحفہ لے آئے یا اس خوشی میں سب کو کیک کھلا دے یا اگر گھر سے دور ہے تو واٹس ایپ پر اپنی

اسلامیات

ماں کو دعا ہی دے تو اسے ثواب ملے گا، دوسری طرف اپنی ماں کے برتھ ڈے کے موقع پر اگر وہ بیٹا اوپر ذکر کیے گئے سارے کاموں کے ساتھ ساتھ میوزک پروگرام کرے اور ڈانس کرے تو وہ گناہگار ہوگا۔

بس اسی طرح میلاد شریف میں جب نعت خوانی ہو، گھروں کو سجانا ہو، اپنے مسلمان بھائیوں کو کھانا کھلانا ہو تو بہت بڑا ثواب ہے اور اگر ڈانس اور ڈھول ڈھمکا ہو تو بہت بڑا گناہ ہے اور جہاں تک میں نے میلاد دیکھا ہے مصر، ترکی، بنگلا دیش، پاکستان اور ہندوستان کے مسلمانوں کے علاقوں میں ابھی تک میلاد ڈھول اور گانے باجے جیسی خرافات سے بالکل پاک ہے، لیکن اللہ نا کرے آج سے 30 / چالیس سال بعد کہیں 2050 یا 2060 میں بالفرض اگر کبھی ایسی صورت حال پیدا ہو گئی کہ میلاد میں کچھ غلط چیزیں شامل ہوگئیں اور نئے اعتراض شروع ہوگئے تو اس کا جواب بھی ابھی سے دئیے دیتا ہوں۔

جواب یہ ہے کہ میلاد میں کچھ غلط ہو تو اس غلط کو ختم کریں، نا کے میلاد کے خلاف سازش شروع کر دیں، جیسا کہ مسجد میں کوئی شرابی شراب لے آئے تو شرابی کو نکالیں گے نا کہ مسجد کو بند کریں گے، جواب بڑا سیدھا ہے کہ ناک پر مکھی بیٹھ جائے تو مکھی کو اڑایا جاتا ہے، ناک کو کاٹا نہیں جاتا، الغرض یہی وہ اعتراض تھا جس پر منکرین میلاد عوام کو دھوکہ دیتے تھے، باقی چھوٹے موٹے اعتراضات چلتے رہیں گے اور علماے حق اس کا جواب دیتے رہیں گے، مثلاً یہ اعتراض کہ پورا سال گناہ کرتے ہیں اور اس ایک مہینے میں میلاد منا لیتے ہیں۔

یعنی ان فرقہ پرست ملاؤوں کا مقصد یہ ہے کہ سال میں مسلمانوں کو جو ایک بار نبی کریم ﷺ کی یاد سے دل کو تروتازہ کرنے کا موقع مل رہا ہے، وہ بھی چھن جائے، یہ ایسا ہی ہے کہ جو مسلمان پورے سال نماز میں سستی کا شکار رہتے ہیں، جب وہ رمضان میں باقاعدگی سے نماز و روزہ کی پابندی کریں تو انہیں طعن و تشنیع کی جائے تا کہ وہ جو اس ایک رمضان کے مہینے میں عبادت پر مائل ہوا ہے، اسے بھی دل برداشتہ ہو کر چھوڑ دے۔

اگلے دن مجھے ایک شخص ملا اور کہنے لگا کہ تم لوگ جس دن نبی کا میلاد مناتے ہو، اس تاریخ پر تو نبی کی ولادت ثابت ہی نہیں، اس احمق کا دل تھا کہ مجھے تاریخوں کے چکر میں الجھائے مگر میں نے اسے سادہ سا جواب دیا اور کہا کہ ٹھیک ہے جو تاریخ تمہیں ٹھیک لگتی ہے تم اسی دن اپنے گھر پر میلاد کی محفل منعقد کر کے میلاد منا لیا کرو، اس پر وہ خرافاتی خاموشی سے چلتا بنا۔

آخری پیغام

اس مشہور اعتراض کی تدفین کے بعد میں بس اپنے مسلمان بھائیوں سے اتنا کہوں گا کہ خدارا ان فرقہ پرست ملاؤوں کی باتوں میں آ کر اپنے نبی کریم ﷺ کے ذکر سے دور ہونے سے ہزار درجے بہتر ہے کہ یہ دیکھیں آج کل کے اس مادی دور میں اگر سال بھر بعد ہی سہی ہمیں نبی ﷺ سے محبت کے اظہار کا موقع مل رہا ہے تو اسے غنیمت ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ جب میلاد کا مہینہ آتا ہے تو کیسے ہر خاص و عام نبی کی محبت میں سرشار ہو جاتا ہے۔

بچے خوش ہوتے ہیں، بڑے مسرور ہوتے ہیں، ہر طرف نبی کے ذکر کی صدائیں بلند ہوتی ہیں، جس جگہ لوگ نبی کے میلاد کی خوشی میں کچھ میٹھائی یا کچھ کھانے کی چیز تقسیم کرتے ہیں، وہاں چھوٹے چھوٹے بچوں کا خوشی سے جانا، ان ننھے بچوں کے چہروں پر اس تبسم کا آنا، ان کی آنکھوں میں خوشیوں کی چمک نظر آنا، سوچو تو سہی حضور اکرم ﷺ جب اپنے ذکر پر اپنی امت کے ان ننھے ننھے پھولوں کو خوش دیکھیں گے تو انہیں کتنی فرحت ہوگی، خدارا زندگی میں کبھی اپنے نبی سے تعلق کو مت توڑنا۔ ◆◆◆

قارئین کرام توجہ فرمائیں

ادارہ ہر ماہ پابندی کے ساتھ آپ کو رسالہ بھیجتا ہے مگر ڈاک کی لاپرواہی کی وجہ سے کچھ لوگوں کو رسالہ نہیں پہنچ پاتا، ایسے ممبران سے التماس ہے کہ ہمیں فون کر کے مطلع فرمائیں تا کہ محکمۂ ڈاک میں شکایت کر کے رسالہ پہنچایا جا سکے۔

از: از: مفتی محمد اسلم رضا میمن*

تاریخِ اسلام کا مطالعہ اور ہمارے شب و روز

گزرے ہوئے حالات وواقعات کا ایسا آئینہ، جس میں مصطفیٰ جانِ رحمت اور صحابۂ کرام کی سیرتِ طیّبہ، بزرگانِ دین اور علمائے کرام کے حالات اور مسلم حکمرانوں کے طرزِ حکمرانی، فتوحات اور علوم وفنون میں ترقّی کا عکس نظر آئے، تاریخِ اسلام کہلاتا ہے۔(۱)

اسلامی تاریخ کی اہمیت

اَقوامِ عالم میں اسلامی تاریخ کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اسلامی تاریخ نہایت شاندار، زبردست اور دنیا کی مستند ترین تاریخ ہے، تبلیغ اسلام کے سلسلے میں پیش آنے والی تمام چھوٹی بڑی مشکلات، کفّار کے مظالم اور ظلم وستم، مفلوک الحال مسلمانوں کا صبر واستقلال، ہجرتِ حبشہ، ہجرتِ مدینہ، مؤاخاتِ مدینہ (مہاجرین وانصار کے مابین بھائی چارہ) فتحِ مکّہ، غزوات و سرایا (جنگیں) سیرتِ طیّبہ کے حالات وواقعات، خلفائے راشدین کا مثالی طرزِ حکمرانی، دنیا بھر میں فتوحات کا سلسلہ، دس لاکھ مربع میل تک دائرۂ خلافت کا پھیلاؤ، بلاامتیازِ مذہب عدل وانصاف کی فراہمی، عوامی فلاح وبہبود اور قانون کی حکمرانی کے لیے مختلف اداروں محکموں کا قیام واِقدامات، حاکم ومحکوم کے ساتھ مساویانہ سلوک، غریب ویتیم اور بیوہ ومساکین کی خبرگیری، نیز ان کے معقول وظائف کا انتظام، مذہبی وسائنسی علوم وفنون میں مسلمانوں کی ترقّی وعُروج اور اہم ترین سائنسی اِیجادات، اسلامی تاریخ کے حُسن ودلکشی میں اضافے کا باعث وسبب ہیں۔

اسلامی تاریخ کی اِنفرادیت

اسلامی تاریخ اس اعتبار سے بھی انتہائی اہم اور منفرد اہمیت کی حامل ہے، کہ اس میں بڑے بڑے تاریخی اور مشہور واقعات سے لے کر، باریک اور دقیق نِکات تک، بڑی تفصیل، شرح وبَسط اور مستند ذرائع کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں، یہ شرف، خاصیت اور اِنفرادیت صرف دینِ اسلام اور مسلمانوں کا طرۂ امتیاز رہے۔

فنِ تاریخ کے عُروج وارتقا میں اسلامی تاریخ کا کردار

اسلامی تاریخ اقوامِ عالم کی بہترین تاریخ ہے، یہ قدیم وجدید تاریخ کا ایک حسین امتزاج ہے، فنِ تاریخ کو دینِ اسلام کی بدولت وُسعت اور نئی جہت عطا ہوئی، ہمارے علما اور تاریخ دانوں نے اس فن کو بامِ عُروج تک پہنچایا، نیز اس فن میں ایسی لاجواب کتابیں تحریر فرمائیں، جن سے رَہنمائی لیے بغیر تاریخ کا طالب علم اس فن میں مکمل مہارت حاصل نہیں کرسکتا! یہی وجہ ہے کہ صدیاں گزر جانے کے باوجود مسلم مؤرّخین کی کتابیں، آج بھی دنیا بھر کے کتب خانوں، یونیورسٹیز اور دینی مدارس کی زینت اور نصاب کا حصّہ بنی ہوئی ہیں۔

اسلامی تاریخ سے متعلق تحریر کی گئی کتابوں میں "تاریخِ ابنِ خلدون" ابن جوزی کی" تاریخ بیت المقدس" علّامہ جزری کی " الکامل فی التاریخ " اور علّامہ ابن کثیر کی" البدایۃ والنھایۃ" وغیرہا کا نام خاص طَور پر قابلِ ذکر ہے۔

گزشتہ قوموں کا انجام اور دینِ اسلام کی دعوتِ غور وفکر

تاریخِ اسلام کا مُطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے، کہ یہ صرف پرانے حالات وواقعات اور قصے کہانیوں کا مجموعہ نہیں، بلکہ اس میں رُشد وہدایت کا پیغام اور سوچ وبچار کی ایک دعوتِ عام ہے، کہ سارے جہان کے لوگ، گزشتہ اقوام کی ہلاکت وبربادی اور تباہی کے اَسباب پر غور کریں، ان کے ہولناک انجام سے عبرت حاصل کر کے اللہ ربّ العالمین کی مَعصیت ونافرمانی ترک کریں اور اُس کے عاجز وفرماں بردار بندے بن جائیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَلَا یُرَدُّ بَاۡسُنَا عَنِ الۡقَوۡمِ الۡمُجۡرِمِیۡنَ. لَقَدۡ کَانَ فِیۡ قَصَصِہِمۡ عِبۡرَۃٌ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ، مَا کَانَ حَدِیۡثًا یُّفۡتَرٰی وَ لٰکِنۡ تَصۡدِیۡقَ الَّذِیۡ بَیۡنَ یَدَیۡہِ وَ تَفۡصِیۡلَ کُلِّ شَیۡءٍ وَّ ہُدًی وَّ رَحۡمَۃً لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ۔ (٢) ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے پھیرا نہیں جاتا! یقیناً ان (انبیائے کرام اور ان کی اقوام) کی خبروں سے عقلمندوں کی آنکھیں کھلتی ہیں، یہ کوئی بناوٹ کی بات نہیں، لیکن اپنے سے اگلے کاموں کی تصدیق ہے اور ہر چیز کا مُفَصَّل بیان اور مسلمانوں کے لیے ہدایت ورحمت۔"

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا:

''فَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَانۡظُرُوۡا کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الۡمُکَذِّبِیۡنَ۔ (٣) تو زمین میں چل پھر کر دیکھو! کیسا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا۔''

" یعنی" جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہلاک کیا اور ان کے شہر ویران کیے، اُجڑی ہوئی بستیاں ان کی ہلاکت کی خبر دیتی ہیں، اسے دیکھ کر سمجھو کہ اگر تم بھی کفر وتکذیب پر مِصر (بضد) رہے، تو تمہارا بھی ایسا ہی انجام ہونا ہے۔'' (٤)

قرآنِ پاک میں پچھلی اُمّتوں کے تاریخی واقعات ذکر کرنے کا مقصد یہی ہے، کہ ہم ان کے راستے پر نہ چلیں، ان طریقوں کو نہ اپنائیں، اللہ کی دی ہوئی مُہلت اور زندگی کو غنیمت جانیں، نفسانی خواہشات اور دُنیوی لذّتوں کی طلب میں، اللہ کے اَحکام کی مخالفت نہ کریں، مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سُنّتوں پر عمل کریں، خلفائے راشدین اور صراطِ مستقیم پر چلنے والوں کے نقشِ قدم کو نشانِ منزل بنائیں اور صالحین کی صحبت اختیار کریں۔

تاریخِ اسلام کا سب سے درخشاں اور رَوشن پہلو

تاریخِ اسلام کا سب سے درخشاں اور رَوشن پہلو سیرتِ طیّبہ کی پیروی ہے، حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ ہمارے لیے بہترین ذریعۂ نَجات ومَشعلِ راہ ہے، ربِّ کریم جل جلالہ کا فرمانِ عالی شان ہے:

''لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔ (٥) یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ کی پیروی ہی بہتر ہے۔''

مفسرینِ کرام فرماتے ہیں کہ اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ طیّبہ سارے انسانوں کے لیے نمونۂ حیات ہے اور زندگی کا کوئی شعبہ اس سے باہر نہیں۔ (٦)

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ سارا دن فلمیں، ڈرامے دیکھنے کے بجائے تاریخِ اسلام کا مُطالعہ کریں، اپنے دینی ودنیوی مُعاملات اور عبادات میں اس سے رَہنمائی حاصل کریں، یہود ونصاریٰ کی تقلید کرنے اور ان کے گُن گانے کے بجائے، اپنے شاندار ماضی پر فخر کریں، اپنے اَجداد اور مسلم فاتحین کے کارناموں کو پڑھ کر اپنا ایمان تازہ کریں، اپنے اندر جوشِ جہاد پیدا کریں، اپنی نسلوں کو کافروں کی بہادُری اور انسانیت کے لیے اُن کی خدمات بتانے کے بجائے، خلفائے راشدین اور دیگر صحابۂ کرام کی شجاعت وبہادُری کے واقعات سنائیں۔

اپنی اولاد کو سیّدنا ابوبکر صدّیق کی صداقت، سیّدنا عمر فاروق کی عدالت، سیّدنا عثمانِ غنی کی سخاوت اور سیّدنا علی المرتضیٰ کی شُجاعت سے آگاہی دیں، دینِ اسلام کے لیے ان کے جذبات اور خدمات سے رُوشناس کرائیں، سیّدنا خالد بن ولید، محمد بن قاسم، صلاح الدین ایوبی، محمود غزنوی اور ٹیپو سلطان کی جرأت وبہادری اور جواں مردی سے اپنی نسلِ نو کو متعارف کرائیں۔

اسکولز اور کالجز میں تعلیمی نصاب کے نام پر، یورپ کی سائنسی ترقّی کا ڈھنڈورا پیٹنے کے بجائے، مسلمانوں کی سائنسی خدمات سے دنیا کو آگاہ کریں، انہیں بابائے کیمسٹری جابر بن حیّان، دو سو سے زائد سرجری آلات کے مُوجد ابوالقاسم زَہراوی، دنیا میں سب سے پہلے آنکھ کی فزیالوجی (Physiology) اور اناٹومی (Anatomy) بیان کرنے والے، طبعیات (Physics) کے ماہر ابن سینا (Ibn-e-Sina) ایتھانول (Ethanol) اور الکوحل (Alcohol) جیسی اہم اِیجادات کے مُوجد ابوبکر محمد بن زکریا رازی، آتشی شیشے (Burning

(Spherical Lenses) اور کُرَوی عدسے Glass بنانے والے اورعلم بصریات (Optics) میں دنیا کی سب سے اہم اور جامع تصنیف "کتاب المناظر" تحریر کرنے والے مسلم سائنسدان ابن الہیثم (Ibn al-Haytham) دنیا کا سب سے پہلا پلینی ٹیریم (Planetarium) بنانے والے اسپین کے مسلم سائنسداں، عباس ابنِ فرناس، الجبرا (Algebra) پر دنیا کی پہلی کتاب "الکتاب المختصر فی حساب الجبر والمقابلہ" لکھنے والے مشہورعراقی سائنس داں محمد بن موسیٰ خوارزمی، اَندلُس کے مانے ہوئے اسٹرونامیکل آبزرور (Astronomical Observer) ابواِسحاق زرقلی، ملٹری ٹیکنالوجی (Military Technology) پر1280ء میں ایک شاندار کتاب لکھنے والے، اور اس میں راکٹ (Rocket) کا ڈایا گرام (Diagram) بیان کرنے والے محقق شام، حسن الرماہ جیسے مسلم سائنسدانوں کے ناموں اور اِیجادات سے دنیا کو متعارف کروائیں (۷) انہیں بتائیں کہ آج دنیا میں جس ٹیکنالوجی (Technology) اور اِیجادات (Inventions) سے انسانیت مستفید ہورہی ہے، وہ صرف یورپ (Europe) کی مرہونِ منّت نہیں، بلکہ اس میں مسلمان سائنسدانوں کا بھی، بڑا کلیدی وبنیادی حصّہ ہے۔

تاریخِ اسلام سے آگاہی کے چندفوائد

تاریخِ اسلام سے آگاہی اوراس کا مطالعہ متعددفوائد کا ذریعہ ہے، اس سے گزشتہ قوموں کے رہن سہن اور عادات واَطوار سے آگاہی ملتی ہے، ان کے عُروج وترقّی اورزوال کے اَسباب جاننے کا موقع ملتا ہے، نافرمان قوموں کے انجام سے نصیحت وعبرت حاصل کرکے، اللہ تعالیٰ کی معصیت ونافرمانی سے بچاجاسکتا ہے، ربّ العالمین کی ناراضگی مول لینے اور برے کاموں سے اجتناب کرنے کی سوچ پیدا ہوتی ہے، نااتفاقی کے باعث مغلوب اور ہلاک ہونے والی قوموں کا حشر دیکھ کر، باہمی اِتفاق واِتحاد کو مضبوط کیا جاسکتا ہے، پچھلے لوگوں نے جن اُمور میں غفلت کی وجہ سے دینی یا دُنیوی طور پر نقصان اٹھایا، ان سے بچ کر دنیا وآخرت میں کامیابی وکامرانی سمیٹی جاسکتی ہے اورعلوم وفنون کے ذریعہ انسانیت کی فلاح وبہبود میں اپنا بھرپورکردارادا کیا جاسکتا ہے۔

اسلامی تاریخ کے جھروکوں سے پھوٹتی کرنیں

نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج امّتِ مسلمہ کی اکثریت، اپنی شاندار اَور تابناک اسلامی تاریخ سے آگاہ نہیں، تاجدارِ رسالت صلّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم اورصحابۂ کرام نے شجرِ اسلام کی آبیاری کے لیے، کیسی کیسی جانی ومالی قربانیاں دیں، ہمارے نوجوانوں کو اس بارے میں کوئی خاص معلومات نہیں، خلفائے راشدین نے انتہائی مشکل چیلنجز (Challenges) دَرپیش ہونے کے باوجود کیسے حکومت کی اور لوگوں کی فلاح وبہبود کے لیے کام کیا۔

آج ہمارے حکمران ساڑھے چودہ سوسال کا عرصہ گزرجانے کے باوجود، کامیابی کا یہ راز پانے میں ناکام ہیں، ہزاروں میل کی مَسافت طے کرکے محمد بن قاسم نے کیسے مٹھی بھر مجاہدین کے ساتھ راجہ داہر کو دُھول چٹائی اورسندھ کو باب الاسلام بنایا، ہندو صدیاں گزرجانے کے باوجود آج بھی اس شکست کو بھول نہیں پائے، سلطان محمود غزنوی نے ۱۷ ر حملے کرکے کیسے ہندوستان کے دَرودِیوار ہلائے اور سومنات کا مندر گرایا، پاک وہند کی مسجدوں سے اٹھنے والی "اللہ اکبر" کی صدائیں اس بات کی گواہ ہیں۔

سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ (استنبول، ترکی) میں کیسے ہزار سالہ بازنطینی (نصرانی) سلطنت کا خاتمہ کیا، ان کے غرور وتکبّر کے بُت کو اوندھا کرکے ہلالی پرچم لہرایا، یہ وہ تاریخی حقائق ہیں جن سے آج ہماری نوجوان نسل بالکل واقف نہیں، لہٰذا اسلامی تاریخ کے ان گوشوں سے پردہ اٹھانے کی اشد ضرورت ہے، ورنہ جرأت وبہادری اور ایمانی قوت کی ان لازَوال داستانوں پر، گردشِ زمانہ کی دُھول جم کرمزید گہری ہوتی چلی جائے گی۔

امّتِ مسلمہ کی پستی، زوال اور مغلوبی کا سبب

آج امّتِ مسلمہ پستی وزوال کا شکار ہے، ہم لوگ باہمی خانہ جنگی اور نااتفاقی کے باعث کمزور ومغلوب ہوچکے ہیں، یہود و نصاریٰ بحیثیت قوم ہم پر غالب آچکے ہیں، ہماری سیاست، معیشت، تجارت، تعلیم، خارجہ پالیسی اوردفاعی حکمتِ عملی کیا ہوگی؟

اسلامیات

غیرتِ ایمانی سے عاری ہمارے حکمرانوں کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں، یہ سب بے بسی کی تصویر بنے ہوئے ہیں اور اپنے یورپی آقاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے، ہر حکم پر سرِ تسلیم خم کیے ہوئے ہیں، جبکہ اکثر اسلامی ممالک کے تمام اہم فیصلے اور پالیسیاں، ورلڈ بینک (World Bank) یورپی یونین (European Union) اقوامِ متحدہ (United Nations) اور امریکہ (United States) میں بنائی جا رہی ہیں، آخر ایسا کب تک چلے گا؟ ہم مسلمان اپنی تاریخ سے سبق کیوں نہیں سیکھتے۔ ؎

کیا سناتا ہے مجھے تُرک وعرب کی داستاں
مجھ سے کچھ پنہاں نہیں اسلامیوں کا سوز وساز
لے گئے تثلیث کے فرزند میراثِ خلیل
خشتِ بنیادِ کلیسا بن گئی خاکِ حجاز
ہوگئی رُسوا زمانے میں کُلاہِ لالہ رنگ
جو سراپا ناز تھے، ہیں آج مجبورِ نیاز
لے رہا ہے مے فروشانِ فرنگستاں سے پارس
وہ مَے سرکش حرارت جس کی ہے مینا گداز (۸)

کیا تاریخ اسلام نے ہمیں نہیں بتایا، کہ یہود ونصاریٰ سے دوستی ہمارے مفاد میں نہیں، وہ ایک دوسرے کے دوست و مددگار ہیں، لہٰذا ہمیں ان کی دَولت وقوت اور عالمی اثر ورُسوخ سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا، لہٰذا اپنے ملک کی خارجہ پالیسی بناتے وقت ہر مسلمان اور غیرتمند حکمران کو چاہیے، کہ اللہ ربّ العالمین کا یہ فرمانِ ذی شان ہمیشہ پیشِ نظر رکھے:

''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤی اَوْلِیَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ۔(۹) اے ایمان والو! یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔''

یہود ونصاریٰ سے دوستی کا انجام

قرآنِ کریم اور پوری اسلامی تاریخ، اس سلسلے میں واضح طَور پر ہماری رَہنمائی کرتی ہے، کہ اگر خالق کائنات کی نافرمانی کر کے، ہم نے یہود ونصاریٰ کو اپنا دوست بنایا، تو نصرتِ الٰہی سے محرومی ہمارا مقدّر قرار پائے گی، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ۔ (۱۰) مسلمان مسلمانوں کے سِوا کافروں کو اپنا دوست نہ بنا لیں اور جو ایسا کرے گا اسے اللہ سے کچھ تعلق نہ رہا۔''

اِتحادو اِتفاق کا فقدان

کیا ہماری تاریخ ہمیں اتحاد واتفاق کا درس نہیں دیتی؟ کیا ہماری تاریخ نے ہمیں یہ نہیں بتایا، کہ مسلمان ہمیشہ اللہ کی نافرمانی، باہمی جنگوں، آپسی جھگڑوں اور اختلافات کے باعث کمزور ومغلوب ہوئے، ورنہ دوسری اَقوام میں اتنی ہمت وجرأت نہیں تھی کہ وہ ہم پر غالب آتیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِیْحُكُمْ۔(۱۱) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا حکم مانو! اور آپس میں مت جھگڑو؛ کہ پھر بُزدلی کروگے اور تمہاری بندھی ہوئی ہوا (قوت) جاتی رہے گی۔''

اسلامی تاریخ کا مطالعہ! وقت کا اہم تقاضا

آج ساری دنیا کے کفّار ومشرکین، دینِ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف متحد ہیں، مگر ہم مسلمان آج بھی باہمی اختلافات کا شکار ہیں، لہٰذا ضرورت اس اَمر کی ہے کہ مسلم قوم دینِ اسلام کی شاندار تاریخ کا مطالعہ کرے، اپنا قیمتی وقت اور شب وروز ٹِک ٹاک (Tik Tok) فیس بک (Facebook) یوٹیوب (You Tube) اور انٹرنیٹ (Internet) پر دیگر منفی سرگرمیوں میں ضائع نہ کرے، اپنے بچوں اور نسلِ نو میں اسلامی تاریخ کے مطالعہ کا ذَوق وشَوق پیدا کرے، کالجز اور یونیورسٹیز (Colleges and Universities) کے لیکچرار اور پروفیسر حضرات (Lecturers and Professors) اپنے طلبا کو بطورِ سبجیکٹ (As a Subject) علمِ تاریخ کی رغبت دلائیں، دینی مدارس کی انتظامیہ اور اساتذۂ کرام، اسلامی تاریخ کو دینی نصاب کا خصوصی حصہ بنائیں، صرف فارمیلٹی (Formality)

پوری نہ کریں؛ کیونکہ ہماری غفلت اور لاپرواہی کے باعث اس فن میں دلچسپی رکھنے والے اور اسے پڑھنے پڑھانے والے کمیاب ہوتے جارہے ہیں! لہٰذا اس سے قبل کہ پانی سروں سے گزر جائے اور غیر مسلم مؤرّخین ہماری تاریخ مسخ کر گزریں، یا اسے تحریر کرتے وقت خُرد برد سے کام لیں، ضروری ہے کہ ہمارے اپنے لوگ اس فن میں مہارت حاصل کرکے، اپنی تصنیفات رقم کریں اور تاریخی نشان چھوڑیں۔

تاریخی حقائق کو مسخ کرنے کی ناکام کوشش

نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اسلامی تاریخ سے عدم آگاہی اور ہماری غفلت اور لاپرواہی کے باعث، آج یورپی تجزیہ نگار، اقوامِ عالم بالخصوص مسلمانوں کو یہ باوَر کروانے کی کوشش کررہے ہیں، کہ دینِ اسلام کے ماننے والوں کی اپنی کوئی تاریخ نہیں، انہوں نے دنیا کی ترقّی اور انسانیت کی فلاح وبہبود کے لیے کچھ نہیں کیا، ان کا پورا ماضی ظلم وستم، تشدُد، انتہا پسندی اور دہشت گردی سے عبارت ہے، انہوں نے طاقت کے زور پر لوگوں کو مسلمان بنایا وغیرہ وغیرہ۔

حالانکہ خود یورپ والوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی شان میں گستاخیاں کیں، ان کے توہین آمیز خاکے بنا کر، ان کی شخصیت کو مجروح کرنے کی ناپاک کوشش کی، ان تنگ نظر یورپی مصنّفین اور سیکولرازم (Secularism) کے حامی تجزیہ نگاروں نے، مسلم فاتحین کو بیرونی حملہ آور اور لٹیرا قرار دیا، ہمارے عادِل ومنصِف مسلم حکمرانوں کو، ظالم، جابر اور غاصب قرار دے کر تاریخی حقائق مسخ کرنے کی ناکام کوشش کی۔

یقیناً یہ امر امت مسلمہ کے لیے لمحۂ فکریہ اور کسی چیلنج سے کم نہیں، لہٰذا وقت کا تقاضا ہے کہ ہم خود بھی اسلامی تاریخ کا مطالعہ کریں اور اپنی نسلوں میں بھی اس فن کو سیکھنے اور اس کے مطالعہ کا رُجحان پیدا کریں؛ تاکہ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا (Electronic and Print Media) نیز سوشل میڈیا (Social Media) سمیت کسی بھی فورم (Forum) پر، ہم دینِ اسلام کا دفاع کر سکیں اور تاریخی حقائق جھٹلانے والوں کو لاجواب کرسکیں، ورنہ یورپی اَفکار ونظریات سے متاثر ہمارا میڈیا اور تجزیہ نگار لوگ، اسلام کے تاریخی حقائق کو مسخ کرکے ہماری نوجوان نسل کو گمراہ کرتے رہیں گے، مسلمان فاتحین کو ان کے سامنے ظالم وجابر، بیرونی حملہ آور اور لیٹرا بنا کر پیش کرتے رہیں گے۔

اے اللہ! ہمیں اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرنے کی توفیق عطا فرما، سیرتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر چلنے کا جذبہ عنایت فرما، خلفائے راشدین اور صحابۂ کرام جیسا جوشِ ایمانی نصیب فرما، مسلم فاتحین جیسا جذبۂ جہاد عنایت فرما، مسلمان حکمرانوں جیسا عادِل ومنصف بنا، علوم وفنون میں مسلم سائنسدانوں جیسی مہارت عطا فرما اور اپنی نسلوں کو بھی اسلامی تاریخ سے آگاہ کرنے کی توفیق مَرحمت فرما۔

اے اللہ! ہمارے ظاہر وباطن کو تمام گندگیوں سے پاک صاف فرما، اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے اِرشادات پر عمل کرتے ہوئے، قرآن وسنّت کے مطابق اپنی زندگی سنوارنے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور صحابۂ کرام کی سچی محبت اور اِخلاص سے بھرپور اِطاعت کی توفیق عطا فرما۔

اے اللہ! ہمیں دینِ اسلام کا وفادار بنائے رکھ، ہمیں سچا پکّا باعمل عاشقِ رسول بنا، ہماری صفوں میں اتحاد کی فضا پیدا فرما، ہمیں پنج وقتہ باجماعت نمازوں کا پابند بنا، سستی وکاہلی سے بچا، ہر نیک کام میں اِخلاص کی دَولت عطا فرما، تمام فرائض وواجبات کی ادائیگی بحسن وخوبی انجام دینے کی توفیق عطا فرما، بخل وکنجوسی سے محفوظ فرما، خوش دلی سے غریبوں محتاجوں کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرما، آمین یاربّ العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقِه ونورِ عرشِه، سیّدِنا ونبیّنا وحبیبِنا وقرّةِ أعیُنِنا محمّدٍ، وعلی آله وصحبه أجمعین وبارَك وسلّم، و الحمد للہ ربّ العالمین۔

(۱) تاریخ ابن خلدون، المقدّمة فی فضل علم التاریخ... اِلخ، ۱/ ٦/ ملخصاً (۲) پ ۱۳، یوسف ۱۱۰ – ۱۱۱ (۳) پ ۱٤/ النحل ۳٦ (۴) تفسیر خزائن العرفان، پ 14/ النحل، زیرِ آیت 36، ص 506، ملخّصاً (۵) پ 21/ الأحزاب 21 (٦) تفسیر نور العرفان، 671 (۷) دیکھیے: مسلمان سائنسدانوں کی اِیجادات، دنیا نیوز ڈیجیٹل ایڈیشن 8/ ستمبر 2018ء، مسلمان سائنسدانوں کی چند اہم دریافتیں اور ایجادات – ایک جائزہ، 12/ اپریل 2019ء، مُلخّصاً (۸) کلیاتِ اقبال، بانگ درا، دنیائے اسلام، حصّہ سوم 3، ص 290 – 291 (۹) پ 6/ المائدة 51 (۱۰) پ 3/ آل عمران 28 (۱۱) پ 10/ الأنفال 46-

◆◆◆

اسلامیات

از: مفتی جمیل احمد قادری*

عشق کے ضابطے

اسلامیات

کسی پسندیدہ چیز کی طرف دل کا جھکنا، محبت کہلاتا ہے اور جب اس جھکاؤ میں شدت آجائے تو اسے عشق کہا جاتا ہے، عشق ومحبت گویا ایک ہی چیز ہیں، فرق کمی اور بیشی کا ہے، اس محبت کے کچھ اصول اور ضابطے ہوتے ہیں، مگر یہ ضابطہ کتابوں میں نہیں ملتا، عاشق خود وضع کرتا ہے۔

ہجرت کی رات ہے، دشمنان اسلام ننگی تلواریں لیے کاشانہ نبوت کو گھیر رکھے ہیں، دن میں ہی طے ہوگیا تھا، کہ شب کے کسی حصے میں مکہ کو چھوڑ دینا ہے، صدیق اکبر دبے پاؤں گھر سے باہر نکلتے ہیں، اتنی احتیاط کہ آہٹ تک نہ ہونے دی، لوگوں کی نظروں سے چھپتے چھپاتے ایک مقرر جگہ پر پہنچ جاتے ہیں، پرہول سناٹا، سنسناتی فضائیں، چوکنا نظروں سے چاروں طرف دیکھتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں، پکڑے جانے کا خطرہ ہے، اس لئے تمام احتیاطی تدابیر بروئے کار لائے ہیں۔

مگر اس افراتفری میں بھی اپنے محبوب کے لئے ٹھنڈا پانی لانا نہیں بھولے، ان دنوں تھرمس یا فریج نہیں تھا، کہتے ہیں ضرورت ایجاد کی ماں ہوتی ہے، صدیق نے ایک تھرمس بنا لیا تھا، ایک برتن میں پانی بھر کر، اس کے اوپر سے کپڑے لپیٹ کر، ان کپڑوں کو پانی سے تر کر کے ٹھنڈا کرنے کی سبیل پیدا کر لی تھی، پتھریلی راہوں پر سفر کرتے کرتے جب دھوپ سر پر آ گئی، تو ایک چٹان کے سائے میں جگہ صاف کی اور چمڑے کا ایک بستر بچھا کر اپنے محبوب سید الکونین ﷺ کو آرام کے لیے کہا، حضور علیہ السلام لیٹ گئے۔

مگر صدیق کے عشق نے انہیں آرام نہیں کرنے دیا، مسلسل پوری رات سفر جاری رہا تھا، دن کا خاصا حصہ بھی سفر کی ہی نذر ہوا تھا، مگر پھر بھی صدیق اکبر آرام کے لئے نہیں لیٹے بلکہ بیٹھے تک نہیں، چمن رسالت کے اس مقدس پھول کو اپنے ساتھ لائے بستر پر لٹا کر خود بستر نبوت کے ارد گرد کی جگہوں کو صاف کرنے لگے تھے، تھکن سے چور جسم نے تھوڑا دم لینے کا مشورہ ضرور دیا ہوگا، مگر محبت عجیب شئے ہوتی ہے، اسے تو محبوب کو خوش کر کے قرار ملتا ہے۔

صدیق اپنے کام میں مگن تھے، کہ اتنے میں ایک چرواہا اپنی بکریاں ہانکتا ہوا اسی چٹان کے نیچے آرام لینے کی غرض سے آپہنچا، چند رسمی گفتگو کے بعد صدیق نے پوچھا، تمہاری بکریوں میں دودھ ہے اور پھر قیمت طے کر کے ایک برتن میں چرواہے سے دودھ دوہوالیا۔

مگر دوہنے سے پہلے بکری کے تھن کو ہاتھوں سے جھاڑ کر صاف کرایا اور پھر اس دودھ کے برتن پر اپنے ساتھ لائے ہوئے پانی کو انڈیل کر دودھ کو ٹھنڈا کیا اور جب حضور علیہ السلام نے اس دودھ کو نوش فرمالیا، تو صدیق اکبر کو سکون ملا۔

(بخاری، جلد اوّل ص ۵۵۷ مجلس البرکات)

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب بیوہ ہوئیں، تو ان کے والد گرامی، فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا نکاح عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کرنا چاہا، مگر منفی جواب پا کر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ تم حفصہ سے نکاح کرلو، صدیق نے کوئی جواب نہیں دیا، کچھ دنوں بعد رحمت دو جہاں، سید انس وجاں، سرور انبیاء ﷺ نے حضرت حفصہ کو اپنی زوجیت میں قبول فرما کر تمام کائنات کی ماؤں کا سرتاج بنا دیا۔

بعد میں جب صدیق کی ملاقات فاروق اعظم سے ہوئی، تو سیدنا صدیق اکبر نے آگے بڑھ کر خود ہی پوچھا کہ عمر! تم تو مجھ سے ناراض ہو گئے، جواب ملا: ہاں عثمان سے بھی زیادہ میں تم سے

ناراض تھا، کیونکہ عثمان ابن عفان نے تو چند دنوں بعد جواب دے دیا تھا، مگر تم نے تو ہاں یا ناں! کچھ بھی نہیں کہا، حضرت صدیق اکبر نے جو جواب دیا، امام بخاری لکھتے ہیں:

"انی کنت قد علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم قد ذکرھا فلم اکن لافشی سر رسول اللہ ﷺ۔

یعنی مجھے معلوم تھا، رسول پاک ﷺ نے حفصہ کا ذکر کیا تھا، مگر میں رسول گرامی کا راز کیسے کھولتا۔"

(بخاری، جلد دوم، ص ٦٦ ٧ مجلس البرکات)

اسی سفر ہجرت میں حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ستر ساتھیوں کے ساتھ جب دامن اسلام میں آئے تو ایک بڑی انوکھی خواہش کا اظہار کیا، عرض کیا" یارسول اللہ! میری تمنا ہے کہ مدینہ میں حضور کا داخلہ ایک جھنڈے کے ساتھ ہونا چاہیے۔"

اور صرف اظہار پر ہی اکتفا نہیں کیا، بلکہ عمل پیرا بھی ہو گئے، اتنا بھی انتظار نہ کیا کہ شہر میں داخل ہولیں، پھر کسی دکان یا تاجر سے جھنڈے کا اسپیشل کپڑا خرید یں اور مخصوص طرز پر سلوا کر اسے بانس وغیرہ کسی چیز میں لگائیں، بلکہ یوں کیا کہ اپنا عمامہ سر سے اتار کر اپنے نیزہ پر باندھ لیا اور حضور اقدس ﷺ کا علم بردار بن کر آگے آگے چلتے رہے۔ (سیرت المصطفیٰ، ص ١٧٧ / پرانا نسخہ)

میں پوچھتا ہوں! صدیق اکبر کو یہ اصول محبت کس نے سکھائے؟ قرآن کی آیت یا حدیث کے کس جملے سے یہ درس ملتا ہے کہ محبوب کی پسند اور خوشی کی خاطر ہر ممکن جتن کرنا چاہئے، کہاں لکھا ہے کہ محبوب کے راز کو افشا کرنا مصلحت اور اداب محبت کے خلاف ہے، خوشی کے اظہار کے لئے جھنڈا لگانا کس کتاب میں لکھا ہے؟ ظاہر ہے کہ ایسا کہیں نہیں لکھا ہے۔

مگر عشق و محبت کے کچھ اپنے اصول ہوتے ہیں، شریعت اگر منع نہ کرے تو وہ سب کچھ کرنا جائز ہے، جس سے محبت کا اظہار ہو، اب چاہے وہ سلام وقیام ہوں یا عرس و چادر کی جائز تقریبات، ربیع الاوّل کے جلوس ہوں یا گلی محلوں کی آرائش و زیبائش! ان باتوں پر روک لگانا اور یہ کہنا کہ فلاں نے نہیں کیا، فلاں نے نہیں کیا، یا تو بغض کی علامت ہے یا ویران دلوں کی وحشت خیزی۔

محبت کو سمجھنا ہے تو ناصح خود محبت کر
کنارے سے کبھی اندازہ طوفاں نہیں ہوتا

ص ٣٧/٧ کا بقیہ........................

کر سکتے ہیں؟ اس سلسلہ میں یہ حقیر اپنی رائے کیا پیش کر سکتا ہے اور اس کی اہمیت کیا ہوگی مگر اتنا تو کہا ہی جا سکتا ہے کہ یہ مسئلہ فرد کا نہیں پوری قوم اور پوری جماعت کا ہے اس لئے انفرادی طور پر کوئی رائے قائم کرنے یا کسی انفرادی فیصلے پہ عمل سے بہتر ہے کہ ہمارے اکابر اس سلسلہ میں سنجیدگی کا مظاہرہ کریں وہ اگر اس سمت پیش رفت کرتے ہیں تو ان شاء اللہ اس کے اچھے اور نمایاں اثرات سامنے آئیں گے ہم جیسے لوگ آہ کر سکتے ہیں مگر اس آہ کی روح اور اس کے تقاضے تک تو ہمارے اکابر ہی پہنچ سکتے ہیں اے کاش کہ ان کا ذہن ہزاروں کاموں کے ساتھ اس کام کی طرف ملتفت ہو جائے۔

◆◆◆

اسلامیات

بیالیسویں قسط

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

ملفوظات تاج الشریعہ

صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات وفرمودات کو ''ملفوظات'' کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر دور میں صالحین اور اولیائے کاملین کے ارشادات وفرمودات قلم بند کرنے یا انھیں محفوظ کرنے کی روایت رہی ہے تا کہ آنے والی نسلیں ان سے رشد و ہدایت کی روشنی حاصل کرسکیں، صوفیائے کرام کے ارشادات وفرمودات اگرچہ سادہ ہوتے ہیں مگر وہ ایسے مؤثر اور معنی خیز ہوتے ہیں کہ ان کا ایک ایک جملہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، ان کا ایک ہی جملہ کسی بھی قوم کی تقدیر بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھا ہے، کسی شاعر نے ان کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔ ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضور تاج الشریعہ نے سوال وجواب کا یہ سلسلہ جنوری ۲۰۰۵ء میں شروع کیا جو مسلسل ۲۰۱۶ء تک جاری رہا، یعنی پورے ۱۲/سالوں تک یہ زرّیں سلسلہ جاری وساری رہا، اس دوران آپ نے کم وبیش ۷۰۰۰/ہزار سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے جو یقیناً ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں، ''ملفوظات تاج الشریعہ'' صرف مئی ۲۰۱۰ء سے اکتوبر ۲۰۱۰ء تک کے سوالات وجوابات پر مشتمل ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے گیارہ سالوں کے جواہر پارے ریکارڈنگ کی شکل میں ابھی باقی اور محفوظ ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ بھی کتابی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ کی میز پر ہوں گے، راقم الحروف ارباب علم ودانش سے التماس کرتا ہے کہ ''ملفوظات تاج الشریعہ'' میں اگر کوئی شرعی خامی یا غلطی نظر آئے تو اسے ناقل ومرتب کی غلطی تصور کرتے ہوئے ادارے کو مطلع فرمائیں تا کہ اس کی اصلاح کی جاسکے، راقم اس کی بیالیسویں قسط قارئین سنی دنیا کی نذر کر رہا ہے۔

احقر محمد عبد الرحیم نشتؔر فاروقی

۱۷/اکتوبر ۲۰۱۰ء، بمبئی، ہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض... ۱: بدمذہب اعتراض کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے ملفوظات شریف میں فرمایا ہے کہ غوث کے بغیر دنیا قائم نہیں رہ سکتی، وضاحت فرمادیجئے؟

ارشاد...: بدمذہبوں کا اعتراض بے جا ہے یہ عالم اسباب ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس دنیا میں یہ عادت جاری فرمائی ہے کہ سبب ومسبب سے جوڑا ہے وہ اگر چاہے تو اپنی قدرت کاملہ سے بغیر کسی سبب کے جو چاہے وہ کرے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ عادت جاری فرمائی کہ کسی چیز میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے کسی کا نفع رکھا ہے اور کسی چیز میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ضرر رکھا ہے اور ایک انسان دوسرے انسان کی پیدائش کا اور اس کی بقا کا سبب بنتا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس عالم کو اسی طور پر رکھا کہ مرد وزن کو پیدا کیا اور ان کے اختلاط اللہ تبارک و تعالیٰ نے بہت سارے مرد اور عورت اس دنیا میں پھیلائے، قرآن کریم کا ارشاد ہے:

''یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّ نِسَآءً۔ اے لوگو! اللہ تبارک وتعالیٰ سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اللہ تبارک وتعالیٰ

نے اس کا جوڑ بنایا اس کی بیوی کو پیدا کیا اور ان دونوں سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی نسل کو پھیلایا اور بہت سارے مرد وزن ان میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے ذریعے سے پیدا کئے۔'' (سورۃ النساء، جز آیت ۱)

تو ایک باپ وہ اپنی اولاد کے وجود کا سبب ہے پھر اس کی تربیت ان کو باقی رکھنے کا سبب ہوتی ہے اسی طور پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس طرح سے ابو النطف نطفوں کا باپ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو بنایا کہ اس کے ذریعے سے اس کی اولاد اور اس کی نسل پھیلتی ہے پیدا ہوتی ہے اور باقی رہتی ہے، ماں باپ کے ذریعے سے اسی طور سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے عالم ارواح میں یہ عادت جاری کی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کچھ نفوس کو روح کی تربیت کے لئے اور روح کی صلاح وفلاح کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو کیا ایک استاد، ایک عالم، ایک پیر اس کا منصب یہی ہے کہ وہ روح کی پرورش کرتا ہے اور روح کی صلاح وفلاح اپنی تعلیمات کے ذریعے سے وہ روح کی بلندی اور اس کی صلاح وفلاح کا سبب بنتا ہے اور اسی لئے استاد کا مرتبہ باپ کے مرتبے سے زیادہ ہے۔

''ذاک ابو الروح لا ابو النطف۔ یہ روح کا باپ ہے اور نطفوں کا باپ نہیں ہے۔''

تو اسی طور پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ عادت کریمہ جاری کی کہ لوگوں کی نیکی اور ان کی صلاح حال وہ صلاح عالم میں دخل رکھتی ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے صلاح افراد اور صلاح اوتاد اور صلاح اغواث اور صلاح اولیا کو صلاح عالم کا سبب بنایا ہے جس طور پر لوگوں کی بدی اور ان کی بے حیائی اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانی یہ عالم کے برباد ہونے کا سبب ہے قرآن فرماتا ہے:

''ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ۔ لوگوں کی بدعملیوں کی وجہ سے خشکی میں اور سمندر میں فساد ظاہر ہوا۔'' (سورۃ الروم، جز آیت ۴۱)

اور ادھر فرماتا ہے:

''وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الارض۔'' (سورۃ البقرۃ، جز آیت ۲۵۱)

اگر اللہ تبارک وتعالیٰ نیک کے ذریعے سے بد کو اور مومن کے ذریعے سے کافر کو اور اولیا کے ذریعے سے ان کے ماننے والوں کے کام اگر نہ چلاتا اور بلائیں دفع نہ فرماتا لفسدت الارض زمین فاسد ہو جاتی اور زمین کا نظام بگڑ جاتا اس سے پتا لگا کہ اولیائے کرام اور ان کی صلاح وفلاح اور ان کی نیکی یہ قیام عالم میں ایک دخل رکھتی ہے اور نوشیروان عادل کا ایک واقعہ روح البیان میں عجیب لکھا ہے کہ وہ کافر تھا اور اس کو عادل کہا جاتا ہے اس لئے کہ اس کا انصاف بہت مشہور تھا حالانکہ وہ عادل نہیں تھا کافر تھا اور کفر ظلم عظیم ہے لیکن اس کے باوجود وہ لوگوں کے ساتھ معاملات میں چونکہ ظاہری طور پر انصاف برتتا تھا تو اس کا عادل نام مشہور ہوا ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ وہ ایک جنگل میں شکار کرنے کے لئے گیا پیاس لگی تو وہ ایک باغ میں داخل ہوا اور باغ کا جو وہاں ایک نوجوان لڑکا تھا اس نے اس کو ایک بہت شیریں بہت میٹھا انار پیش کیا تو دل میں اس کے یہ ارادہ آیا کہ یہ انار میٹھا ہے۔

لہٰذا یہ باغ میں لے لوں تو اب اس نے انار کھایا اور اس کے بعد پھر دوسرا انار طلب کیا تو اب جب دوسرا انار اس نے طلب کیا تو وہ دوسرا انار پھیکا بدمزہ کڑوا انار تھا تو اس نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے ابھی جو تو نے انار دیا وہ تو بہت اچھا تھا اور یہ دوسرا انار جو تو نے پیش کیا اس کا مزہ خراب ہے تو اب یہاں پر اولیائے کرام کے کشف پر جو معترض ہوتے ہیں اور جنہیں اپنی خبر نہیں ہے، وہ دیکھیں کہ بچہ وہ کہتا ہے کہ شاید بادشاہ نے ظلم کا ارادہ کیا اس نے معاً ظلم سے توبہ کی دوبارہ اس نے انار پیش کیا تو ویسا ہی میٹھا انار اس کو ملا اس سے پتا لگا کہ آدمی کی نیت خیر اور نیکی کی نیت نیکی اگر کرے تو اس کا معاملہ دوسرا ہے اس کا تو اثر ظاہر ہوتا ہی ہے اگر آدمی نیکی کی نیت کرے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس میں بھی برکت رکھتا ہے تو بدمذہبوں کا اعتراض وہ محض فاسد ہے اور بہت ساری آیات کریمہ سے یہ ثابت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نیکوں کے ذریعے سے ان کی نسل کی اور ان کے ماننے

والوں کی اوران کے معتقدین کی بلائیں دور کرتا ہے، اب انہوں نے اگر سورۂ کہف ہی میں پڑھ لیا ہوتا تو پتا لگتا کہ حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والتسلیم جب ان کے ساتھ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والتسلیم کو مکلف کیا گیا کہ ان سے کچھ علم وہ سیکھ لیں علم باطن جو ان کے پاس نہیں ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس زمانے میں حضرت خضر علیہ السلام ہی کو اس کے ساتھ خاص کیا تھا تو وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے ان کے ساتھ ہو لئے اب دیکھا انہوں نے ایک جگہ وہ گئے اور راستے میں ایک دیوار دیکھی کہ وہ گرنا چاہتی تھی ان کی یہ کرامت یا ان کا معجزہ ایک قول پر وہ ولی ہیں اور ایک قول پر وہ نبی ہیں تو یہ ان کا معجزہ تھا کہ انہوں نے اینٹ گارا مٹی وغیرہ کچھ استعمال نہیں کیا بلکہ انگلی سے اشارہ کیا ہاتھ کا اشارہ کیا تو گرتی ہوئی دیوار جو تھی وہ سیدھی ہو گئی۔

اب یہ حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے عرض کیا آپ چاہتے تو ان لوگوں سے جو آپ نے کام کیا ہے اس بستی والوں سے اس کی اُجرت لے لیتے اس لئے کہ ہم لوگوں کو بتقاضائے بشریت بھوک لگی تھی ہمارے پاس کھانا نہیں تھا ان لوگوں نے ہمیں کھانا نہیں کھلایا اور آپ نے ان لوگوں کو کام اس طریقے سے بغیر اجرت کے کر دیا تو آپ نے حضرت خضر علیہ السلام نے جو کچھ کیا تھا اس کی تعبیر اور اس کی مصلحت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتائی اس میں یہ آیا کہ:

''وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا-''

(سورۃ الکہف، جز آیت ۸۲)

یہ جو دیوار تھی یہ دو یتیموں کی دیوار تھی اور اس کے نیچے ان کے لئے ایک خزانہ تھا ان کا اور ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا وہ ان کا باپ نہیں تھا کہ ساتویں پشت میں دادا تھا ساتویں پشت میں دادا اس کو انتقال کئے ہوئے دنیا سے گئے ہوئے سینکڑوں برس ہو گئے لیکن اس کی صلاح کا یہ عالم ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے سبب ان لوگوں کے خزانوں کو محفوظ رکھا تو ان سب باتوں سے یہ پتا لگتا ہے کہ دنیا جو آج کل جتنی قائم ہے وہ لوگوں کی صلاح اور فلاح کی وجہ سے دنیا قائم ہے اور اس کی صلاح عالم میں نیکوں کا دخل ہے اور سب سے بڑا دخل محمد رسول اللہ صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کا ہے کہ اگلی امتوں کا معاملہ یہ ہوا کہ اگلی امتوں نے اپنے نبیوں کو جھٹلایا تو ان پر نیستی کا عذاب آیا وہ دنیا ان کی ختم کر دی گئی کتنی دنیا اور کتنے عالم ختم ہو گئے کتنی نسلیں ختم ہو گئیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے کتنی سلطنتیں تباہ کر دیں اور حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کے یہ نافرمان بلکہ نہ ماننے والے اور نمک حرام آج جو موجود ہیں وہ کیوں موجود ہیں؟ اس لئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ وعدہ فرمالیا ہے۔

''وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ۔ اے محبوب! جب تک تم ان میں موجود ہو میں ان کو نیستی و نابودی کا عذاب نہیں دوں گا۔''

(سورۃ الانفال، جز آیت ۳۳)

اور تمہاری بات تو الگ ہے:

''وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۔''

(سورۃ الانفال، جز آیت ۳۳)

جب تک ان کے اندر ان سے ملے ہوئے تمہاری امت میں نیک لوگ جو استغفار کرتے ہیں جب تک یہ لوگ ہیں میں ان کو نیستی و نابودی کا عذاب نہیں دوں گا دنیا جب تک قائم رہے گی جب تک تمہاری امت کے غوث، قطب و ابدال اور تمہاری امت کے نیک لوگ استغفار کرتے رہیں گے۔

عرض... ۲: عصر کی نماز پڑھ کر طواف کیا اور نفل نہیں پڑھے مغرب کا وقت شروع ہوا تو بکر نے کہا کہ نفل پڑھ لیں جس پر زید نے کہا کہ بہار شریعت جلد سوم میں جن بارہ وقتوں میں نوافل منع ہیں ان میں غروب آفتاب سے فرض مغرب کا وقت بھی لکھا ہے جس پر عمرو نے کہا کہ نوافل کی ممانعت ہے جب کہ طواف کی دو رکعتیں واجب ہیں، حضرت رہنمائی فرمائیں کہ کیا اس ممنوع وقت میں واجب اور نفل کا حکم علیحدہ علیحدہ ہے؟

ارشاد...: سوال واضح نہیں ہے اور سوال کے تیور سے یہ لگتا ہے کہ وہ اس وقت غروب آفتاب کے وقت میں وہ نماز کے بارے میں پوچھ رہے ہیں تو غروب آفتاب کے بعد عصر اگر آج

کی عصر ہے اگر اتنی دیر تک عصر میں تاخیر کی کہ آفتاب غروب ہونے پر آ گیا یا جواس کی آفتاب کا نور اور اس کی روشنی ماند پڑنے لگی اور مائل زردی ہو گئی اب اس میں غروب آفتاب میں محض بیس منٹ رہ گئے تو آج کی عصر پڑھ لے اس لئے کہ وہ جب اس کو پڑھنے کا موقع ملا اس وقت اس کو پڑھنا فرض ہے اگر چہ تاخیر سے وہ گناہ گار رہوا جب کہ بے عذر تاخیر کی ہو اگر ایسے وقت میں کوئی کسی نماز کی اجازت نہیں ہے اور اگر وہ قضا پڑھے یا کوئی اور نماز پڑھے گا تو وہ نماز ادا نہیں ہوگی اور اب یہ جو طواف کی دو رکعتیں ہیں یہ واجب ہیں اب ان میں اس وقت میں پڑھنے لگا تو اس کو مؤخر کر سکتا ہے اور غروب آفتاب کے بعد اس کو پڑھے۔

عرض...: اصل میں یہ دو شخصوں کا مکالمہ ہے اصل سوال یہ ہے کہ عصر کی نماز پڑھ کر کسی شخص نے طواف شروع کیا طواف مکمل ہونے کے بعد مغرب کا وقت شروع ہو گیا اب ایک شخص کہتا ہے کہ طواف کے بعد کی جو دو رکعت نماز ہے اس کو پڑھ لیں دوسرا کہتا ہے کہ نہیں بہارِ شریعت جلد سوم میں جن بارہ وقتوں میں نوافل منع ہیں ان میں غروب آفتاب سے فرض مغرب کا وقت بھی لکھا ہے اس پر دوسرے شخص نے کہا کہ چونکہ یہ واجب ہے لہٰذا پڑھ لینا چاہئے اس بارے میں رہنمائی مانگ رہا ہے۔

ارشاد...: اس کو پڑھ لینا چاہئے جب کہ مغرب کا وقت آ چکا ہے اب اس کو اختیار ہے کہ پہلے فرض میں مصروف ہو اس کے بعد واجب طواف کے بعد کی دو رکعتیں پڑھے اور یہ بھی کر سکتا ہے کہ دو رکعتیں واجب طواف کی پہلے پڑھ لے اس کے بعد فرض پڑھے لیکن اولیٰ یہی ہے کہ پہلے فرض پڑھے اور فرض پڑھنے کے بعد پھر وہ واجب طواف کی رکعتیں پڑھے اس لئے کہ طواف کی دو رکعتیں واجب ہیں وہ علی الفور واجب نہیں ہیں اسی بہارِ شریعت میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس کو اختیار ہے کہ وہ مقام ابراہیم کے پاس پڑھے یا حرم میں کسی اور جگہ پڑھے یا اپنی منزل میں جا کر پڑھ لے اس سے پتہ لگا کہ یہاں وجوب میں علی التراخی ہے اور یہاں وجوب میں فور نہیں ہے برخلاف فرض مغرب کہ اس میں تاخیر مناسب نہیں ہے اور مطلوب یہ ہے کہ جیسے ہی وقت آ گیا اور وقت کا تیقن ہو گیا آدمی فرض میں مصروف ہو اور فرض ادا کرے۔

عرض...۳: ایک گانا جس میں یہ بول ہیں کہ

تجھ میں رب دکھتا ہے میں کیا کروں
سجدے سر جھکتا ہے میں کیا کروں

کیا یہ کلمۂ کفر ہے؟

ارشاد...: یہ بہت مبالغہ ہے اپنے ممدوح کی تعریف میں اور اگر اس کا ممدوح کوئی محبوب مجازی ہے تو اس کے لئے اس قسم کے کلمات بولنا بہت نا زیبا ہے اور کفر کا حکم اس پر نہیں ہو سکتا البتہ ''تجھ میں رب دکھتا ہے'' اس کا ظاہری معنیٰ شنیع اور برا ہے اور اس کے ظاہری معنیٰ ضرور خلاف شرع ہے اس سے اس کو توبہ ضروری ہے اور احتیاطاً تجدید ایمان بھی کرے۔

عرض...۴:

غوث اعظم بمن بے سروساماں مددے
قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

حضرت یہ شعر اپنی ہر تقریر سے پہلے پڑھتے ہیں یہ شعر کن کا لکھا ہوا ہے اور اس کا کیا مطلب ہے؟

ارشاد...: حضرت احسن العلما حضور حسن میاں صاحب (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سجادہ نشین خانقاہِ مارہرہ یہ فرماتے تھے کہ یہ شعر حضرت عینیؔ جو مشائخ مارہرہ میں ایک بزرگ گزرے ہیں ان کے لکھے ہوئے ہیں اور انہوں نے یہ اشعار لکھے اور ان کو غوث اعظم رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کی زیارت ہوئی۔

عرض...۵: کیا یہ سچ ہے کہ شبِ معراج حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ مبارکہ سے ایک قطرہ زمین سے مس ہوا اور اس سے گلاب کا پھول بنا؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: میں یہ تصدیق نہیں کر سکتا اور میں نہیں سمجھتا کہ یہ بات مستند ہو البتہ ہر چیز حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے نور سے پیدا کی گئی ہے اور سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ اس مضمون میں فرماتے ہیں۔ ؎

انہیں کی بو مایۂ سمن ہے انہیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انہیں سے گلشن مہک رہے ہیں انہیں کی رنگت گلاب میں ہے

ملفوظات

عرض...۶: پچھلے سیشن میں حضرت نے فرمایا کہ جولوگ ڈاکٹر طاہرالقادری کے اقوال وعمل پر تکفیر کرتے ہیں وہ حق پر ہیں تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ حضرت ان کی تکفیر کی تائید فرماتے ہیں؟

ارشاد...: بے شک طاہر القادری کے بکثرت کلمات اور فرقہ پرستی کا خاتمہ جو کتاب اس نے لکھی اس میں جگہ جگہ اس کے کلمات سے یہ ہی ظاہر ہے کہ بریلویت، دیوبندیت، شیعیت وغیرہ شیعہ اور دیوبندی جن پر اُن کے عقائد کفریہ کی وجہ سے حکم کفر ہے اور علمائے حرمین شریفین نے ان کو کافر کہا اس کے مکرر کلمات سے اور اقراروں سے یہ ثابت ہے کہ وہ ان کی تکفیر کا قائل نہیں ہے اور دیوبندیوں پر حکم کفر ثابت ہو چکا اب اس میں جو ان کے کلمات کفریہ پر مطلع ہو کر ان کو کافر نہ جانے حسام الحرمین کی رو سے وہ انہیں کی طرح جو حکم دیوبندیوں کا ہے وہی حکم اس شخص کا ہے۔

عرض...۷: تیرہ سال کا بچہ اپنی ماں کے ساتھ بحیثیت محرم حج پر جا سکتا ہے؟ یعنی کیا وہ اس کا محرم ہو جائے گا؟

ارشاد...: ہاں ہو جائے گا جا سکتا ہے اگر لڑکا اور لڑکی بارہ سال کے ہوں اور ان کی ظاہری حالت اس بات کی (شاہد ہو) اور وہ یہ کہیں کہ ہم بالغ ہیں اور ظاہری حالت ان کے قول کی تائید کرتی ہو تو ان کو بالغ مانا جائے گا تیرہ سال کا لڑکا مراہق ہے قریب بلوغ ہے۔

عرض...۸: ایک ہی سورت قصداً یا سہواً دونوں رکعات میں پڑھی تو نماز کا کیا حکم ہے؟

ارشاد...: نماز ہو جائے گی اور ایک ہی سورت کو معین کرنا اگر یہ اعتقاد ہے کہ یہی سورت پڑھنا چاہئے تو یہ اعتقاد منع ہے اور نماز میں اس سے کوئی فرق نہیں آئے گا نماز ہو جائے گی اور اگر یہ اعتقاد نہیں ہے یونہی وہ ایک ہی سورت پڑھ لیتا ہے مثلاً اور سورتیں یاد نہیں ہیں یا کسی اور وجہ سے تو یہ مناسب نہیں ہے لیکن نماز پر اس سے کوئی فرق نہیں۔

عرض...۹: کیا زم زم شریف کو مسجد نبوی شریف سے اپنے وطن یا ہوٹل لانے کی اجازت ہے؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: ہاں کوئی حرج نہیں ہے زم زم شریف آپ اپنے وطن لا سکتے ہیں یا جہاں آپ چاہتے ہیں وہاں لے جائیں۔

عرض... :اس میں یہ وضاحت فرمادیں کہ سوال یہ ہے کہ مسجد شریف میں رکھا ہوا پانی اپنے ہوٹل یا گھر لے جاسکتے ہیں یا نہیں؟

ارشاد...: اس میں تفصیل یہ ہے کہ مدینہ شریف میں جو پانی رکھا گیا ہے وہ وہاں کے جو مسجد کے حاضر باش ہیں اور مسجد میں جو لوگ ہیں ان کے لئے رکھا گیا ہے اس کا باہر لانا جائز نہیں ہے البتہ تبرک کے طور پر مکہ مکرمہ میں اور اگر یہی انتظام مدینہ شریف میں باہر اس کا نل لگا رہتا ہے اور وہاں سے لوگ بھر کر لے جاتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ باعثِ برکت ہے۔

عرض...۱۰: ایسی مسجد جہاں لوگ نماز یا تلاوت قرآن میں مشغول رہتے ہیں وہاں نعت خوانی کا اہتمام کیا جا سکتا ہے؟

ارشاد...: نمازیں اگر لوگ رہتے ہیں یا تلاوت میں مصروف ہیں اور تلاوت میں دو صورتیں ہیں اگر تلاوت با آواز بلند ہو رہی ہے اور اس جگہ لوگ سننے کے لئے بیٹھیں ہیں تو خاص اسی جگہ پر نعت خوانی کی محفل قائم کرنا منع ہے اس لئے کہ اس جگہ پر جو سننے کے لئے ان پر استماع قرآن کریم کا سننا اور خاموش رہنا فرض ہے:

”وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو سنو اور اس کی قراءت کے دوران خاموش رہو تا کہ تمہارے اوپر اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت ہو۔“ (سورۃ الاعراف، آیت ۲۰۴)

اور کسی اور جگہ پر وہ یہ محفل کر رہے ہیں یہ لوگ تلاوت میں مصروف ہیں اور لوگ نعت خوانی میں مصروف ہیں اس میں حرج نہیں ہے اور یہ کہ نمازی نماز پڑھ رہے ہیں اگر یہ لوگ اتنی آواز سے نعت خوانی کر رہے ہیں کہ ان کی نماز میں خلل نہیں ہوگا تو اس صورت میں بھی حرج نہیں ہے اور جہرِ مفرد کے طور پر وہ تو اس کی اجازت ذکر وغیرہ میں جہر مفرد کہ بہت زیادہ حد سے زیادہ ہو اور اس کے اپنے لئے مضرب ہو اور سننے والوں کے کانوں کے لئے بھی بارِ گراں ہو ایسا جہر مفرد ذکر میں یا نعت میں منع ہے اور قرآن کریم میں ایک جگہ یوں فرمایا:

"وَ لَا تَعۡتَدُوۡا۔" (سورۃ البقرۃ، جز آیت ۱۹۰)

اس کی تفسیر میں یہی مراد ہے کہ حد سے آگے نہ بڑھو یعنی جہر میں زیادہ افراط آواز سے کہ دوسروں کو تکلیف پہنچے یا خود تم کو تکلیف پہنچے اتنی آواز سے جہر میں ذکر نہ کرو اور حدیث میں یہ بھی آیا کہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے کچھ لوگوں سے یہ فرمایا جب وہ تکبیر بلند کررہے تھے اللہ اکبر اللہ اکبر تو فرمایا:

"اربعوا علی انفسکم انکم لا تدعون أصم ولا غائبا۔

اے لوگو! اپنے اوپر رحم کرو تم کسی بہرے کو اور اس کو نہیں پکار رہے ہو جو غیر حاضر ہے غائب ہے۔" (صحیح البخاری، ۵/ ۱۳۳)

تم اس کو پکار رہے ہو جو سنتا ہے اور جو اپنی رحمت سے اور اپنی قدرت سے اور اپنے علم سے جو سب کے قریب ہے اس کو تم پکار رہے ہو لہٰذا زیادہ، بہت زیادہ آواز سے ذکر مت کرو کہ اب اگر اس طور پر ہے تو یہ منع ہے اور اگر درمیانی آواز سے ہے کہ یہ لوگ نعت بھی پڑھ سکتے ہیں اور سننے والے سن سکتے ہیں اور نمازیوں کو کوئی خلل نہیں ہوگا تو اس میں حرج نہیں۔

عرض۔۔۔ ۱۱: کیا اولیا سے توسل جائز ہے خاص کر ہمارے شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز سے؟ (عربی سوال)

ارشاد۔۔۔: جی ہاں! اولیائے صالحین سے توسل جائز، مشروع اور پسندیدہ ہے اور توسل کو منع نہیں کرے گا مگر محروم اور یہ قرآن ہے جو ہمیں توسل کی طرف بلاتا ہے، فرماتا ہے:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابۡتَغُوۡۤا اِلَیۡهِ الۡوَسِیۡلَةَ وَ جَاهِدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِهٖ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔" (مائدہ، آیت ۳۵)

اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں توسل اور وسیلے کا حکم فرمایا اور اولیائے کاملین اور اللہ کے نیک بندوں سے توسل پر سلف الصالحین گزرے اور آج تک سارے مسلمان اسی پر چلے آرہے ہیں اور یہی اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے اور چھٹی صدی ہجری میں ابن تیمیہ ہی نے اس کا انکار کیا، یہاں تک کہ امام سبکی نے فرمایا کہ وہ مخلوق میں مثلہ (بدصورت) ہو گیا، امام سبکی نے توسل کی مشروعیت میں ایک رسالہ لکھا جس کا نام شفا السقام فی زیارۃ خیر الانام رکھا اور علمائے کرام کی اس موضوع میں رسائل اور بہت ساری کتابیں ہیں، جو چاہے ان کی طرف رجوع لائے۔

عرض۔۔۔ ۱۲: حاجی جوج کے ارادے سے مدینہ منورہ پہنچے ان کے ساتھ کچھ عورتیں ایسی بھی ہیں جو حائضہ ہو جائیں گی اب ان کو مدینہ شریف سے آنا ہے مکہ شریف تو کیا وہ احرام باندھیں گی؟ اور کس طور پر رہیں گی مکہ شریف آنے کے بعد عمرہ کریں گی؟

ارشاد۔۔۔: عمرہ نہیں کریں گی اور وہ احرام باندھ کر رہیں اور جب اپنی عادت سے وہ فارغ ہو جائیں اور پاک ہو جائیں اس وقت حرم محترم میں داخل ہوں اور طواف کریں۔

عرض۔۔۔ ۱۳: ایک شخص کا کہنا ہے کہ اللہ کا ہر نام چاہے وہ کسی بھی مذہب میں ہو لائق احترام ہے اس شرط پر کہ وہ اللہ کے علاوہ کسی اور کے لئے استعمال نا کیا جاتا ہو، جیسے ہندو مذہب میں بھگوان یا ایشور صرف اللہ کے لئے بولا جاتا ہے، ان کا یہ اعتقاد ہے کہ بھگوان کے علاوہ ان کے جو خدا ہیں وہ بھگوان کے نائب ہیں نہ کہ بھگوان، تو اس کا کہنا ہے کہ ان ناموں کے استعمال میں کوئی حرج نہیں، رہنمائی فرمائیں۔ (انگریزی سوال)

ارشاد۔۔۔: اس کا کہنا قطعاً غلط اور بے سروپا ہے، مجھے اس قول کے بارے میں یہ کہنا ہے کہ یہ لفظ بھگوان کوئی مناسب نام نہیں اور یہ اللہ کا نام شمار نہیں ہوسکتا، لفظ بھگوان ہندی زبان کا لفظ ہے اور اس کے دو حصے ہیں، ایک بھگ جس کے معنی زنانی شرمگاہ اور دوسرا وان یعنی والا یا مالک، تو بھگوان کا مطلب ہوا زنانی شرمگاہ کا مالک۔

اب یہاں سے سوچ لیں کہ کیا یہ لفظ اللہ کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے یا یہ لفظ اللہ کی شان میں گستاخانہ ہے۔

عرض۔۔۔ ۱۴: میری عمر ۲۸/ سال ہے، میری اب تک کچھ نمازیں قضا ہیں لیکن مجھے یاد نہیں کہ کب اور کتنی قضا ہوئیں کوئی اندازہ بھی سمجھ میں نہیں آتا اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟

ارشاد۔۔۔: کرنا یہ چاہئے کہ اندازے سے نمازوں کا حساب لگالیں اور اندازے میں زیادہ ہو جائیں کم نہ ہوں اور اس کے بعد ایک

ایک کرکے ان کو قضا کرنا شروع کرے اور اس میں جلدی کرے۔

عرض...۱۵: کسی سوفٹ ویر یا کتاب کے حقوق (copyright) کا کیا حکم ہے؟

ارشاد...: اس سلسلے میں ہمارے یہاں جولائی کے مہینے میں سیمینار ہو چکا ہے اس سیمینار کی کاپی آپ لوگ منگوا لیں سرِ دست بحث میں کیا باتیں پیش ہوئیں وہ مجھے اس وقت مستحضر نہیں ہیں اور اس وقت میں سفر میں ہوں میرے پاس اس کی کاپی بھی موجود نہیں ہے اور اس میں جو فیصلہ ہوا تھا وہ یہی ہے کہ یہ نہ تو کوئی حق اصلاً یہ کوئی حق نہیں ہے اور یہ حق شفعہ سے بھی ضعیف تر ہے بعض صورتوں میں اس کی اجازت دی گئی اور بعض صورتوں میں اس سے منع کیا گیا اس کی تفصیل ہمارے سیمینار کے فیصلے میں ہے وہاں سے آپ کاپی منگوا کر اس کا مطالعہ کریں۔

عرض...۱۶: ایک آدمی اپنے گھر سے جائے گا اور اس کی ران یا اس کا کولہا اس کو بتائے گا کہ اس کے پیچھے اس کے گھر میں کیا ہوا، کیا ایسی کوئی حدیث مسند احمد میں روایت ہے؟ اگر ہاں تو کیا اس کا مطلب موبائل فون ہے اس دور میں؟ برائے کرم وضاحت فرمادیں۔ (انگریزی سوال)

ارشاد...: مجھے یاد آرہا ہے، اس کے مماثل سرکار ﷺ سے کچھ احادیث مروی ہیں اور اس کا اطلاق ٹیپ رکارڈر یا موبائل یا کسی بھی آلے پر جو لوگوں کی آواز اور حرکات کو جو گھر میں رہتے ہیں، محفوظ کرلیتا ہو۔

عرض...۱۷: شوہر اپنی بیوی کو مذاق اور بے خیالی میں ماں کہہ دے یا بیوی اپنے شوہر کو بیٹا کہہ دے تو نکاح کا کیا حکم ہے؟

ارشاد...: نکاح اس سے نہیں جائے گا اگر چہ یہ کہنا منع ہے۔

عرض...۱۸: کیا مائکروفون پر خطبہ دے سکتے ہیں؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور خطبہ دیا جاسکتا ہے۔

عرض...۱۹: ہم نے کچھ قرآنی اوراق بکس لگائے ہیں جس میں لوگ عربی، اردو اور پرانے قرآن پاک ڈال دیتے ہیں جس کو پڑھا نہیں جاتا ہم اس کو اکٹھا کرکے کنویں میں دفنا دیتے ہیں کیا ہم ان سب بوسیدہ اوراق کو ری سائیکل (دوبارہ قابل استعمال) کے لئے دے سکتے ہیں جو لوگ اس کے حرف مٹا کر نئی کتابوں کے لئے استعمال کریں اور وہ کمپنی ہمیں اس کے پیسے بھی دے جس کو ہم ادارے میں استعمال کریں؟ رہنمائی فرمادیں۔

ارشاد...: بوسیدہ دینی کتابوں کا اور قرآن کے اوراق جو بوسیدہ ہوجائیں ان کے لئے حکم یہ ہے کہ ان کو دفن کردیا جائے اور ان کو برباد کرنا یا جلانا یا ضائع کرنے کی اجازت نہیں ہے، اب ری سائیکلنگ کا معاملہ یہ ایک نیا معاملہ ہے بظاہر جو میں نے کہا وہ ری سائیکلنگ سے بظاہر مناسبت نہیں معلوم ہوتی لیکن اس تعلق میں جو میں نے کہا ری سائیکلنگ سے ایک تعلق یہ لگتا ہے کہ ری سائیکلنگ میں ان حروف کو اور جو کچھ اس میں لکھا گیا ہے، اس کو ختم کئے بغیر نہیں ہوسکتی تو یہ بھی ضائع کرنے کی اور اس کو مٹانے کی ایک صورت ہے، اب یہ کہ یہ کس کمپنی کو دیا جائے کمپنیاں غیر مسلم بھی ہوتی ہیں اور مسلم بھی ہوتی ہیں اور کتنے لوگ ان دینی حروف کا ادب اور احترام کرسکتے ہیں اور ان کی حرمت قائم رکھ سکتے ہیں۔

یہ ایک سوال ہے اور جب تک کہ ان سوالوں کا کوئی حل نہیں ہوجاتا تو اس نئے مسئلے پر کوئی مفصل بات نہیں کی جاسکتی یہ کسی غرض صحیح کے طور پر یہ تو اجازت آتی ہے کہ آیاتِ قرآنی کو لکھے اور ان کو پانی وغیرہ سے دھو کر استفشا کے لئے طلب شفا کے لئے پی لے اگر چہ اس میں بھی محو (مٹانا) ہے لیکن غرض صحیح کے لئے اس کی اجازت ہے، یہاں بھی غرض صحیح ہوسکتی ہے لیکن یہ مشروط ہے کہ وہ کمپنی سنی صحیح العقیدہ اور حرمات دینیہ کی اور معظمات دینیہ کی حفاظت کرنے والی اور اس کی حلت اور حرمت کو سمجھنے والی ایسی کمپنی ہو تبھی اجازت ہوسکتی ہے ورنہ سبیل اس سلسلے میں اطلاق منع ہے اور اجازت نہ دینا ہی سبیل ہے۔

.........جاری

از: محمد افتخار حسین رضوی*

مسلمانوں کا تابناک ماضی اور موجودہ حالات

احوال قوم وملت

عروج آدم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہ کامل نہ بن جائے

اگر ماضی کے جھروکے سے جھانک کر دیکھا جائے تو مسلمانوں کا شاندار اور تابناک دور حکومت اور ہمہ جہت عروج و ترقی کے خوشنما مناظر نگاہوں کے سامنے گردش کرنے لگتے ہیں، جہاں مسلمان زندگی کی تمام امنگوں، خواہشوں، اردوں اور حوصلوں کے ساتھ ترقی اور کامیابی کی شاہراہوں پر رواں دواں نظر آتے ہیں، تاریخ کے اوراق اپنے وسیع وعریض دامن میں اعلیٰ صلاحیتوں اور خوبیوں کے حامل مسلمانوں کے زرّین اور تاریخ ساز کارناموں کو سمیٹے ہوئے ہمیں پکار رہے ہیں اور اعلان کر رہے ہیں کہ آؤ اور اپنے اسلاف کی پاکیزہ، روشن اور کامیاب زندگیوں کا مطالعہ کرو، اپنی زنگ آلود، منجمد، پسماندہ، شکست خوردہ اور پامال زندگیوں کا اپنے اسلاف کی زندگیوں سے موازنہ کرو اور اپنی بچی کھچی شعور وآگہی کی مدد سے تاریکیوں کے سمندر میں غرق اور مایوسیوں کے صحرا میں بھٹکتی ہوئی زندگیوں کو ماضی کے روشن میناروں سے منور کرلو۔

مگر ہماری کم نصیبی تو دیکھیے! ہم شیطان اور نفس کے مایا جال میں بری طرح پھنس چکے ہیں، خود فریبی اور غفلت کی دبیز چادر اوڑھ کر گہری نیند کے آغوش میں آرام سے سو رہے ہیں لیکن ذرا غور سے سنیں تاجدارِ بریلی امام اہل سنت کیا فرماتے ہیں ؎

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والوں جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

آہ افسوس! صد ہزار افسوس! ہم نے یہ کیا کیا؟ ہم کیا تھے اور کیا سے کیا ہو گئے، جس مذہب نے ہمیں جنت کا مژدہ سنایا، دنیا کا مہذب ترین اور ترقی یافتہ قوم بنایا، جس نے ہمیں دنیا میں نظام عدل وانصاف قائم کرنا سکھایا، جس نے ہمیں دنیا میں فتح کا پرچم لہرانا سکھایا، جس کی اطاعت واتباع کر کے ہمارے اسلاف نے اپنے پاکیزہ کردار اور عظیم کارناموں سے اہل عالم کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا، آج ہم اسی سچے دین و مذہب پیارے اسلام کی مقدس ومتبرک تعلیمات سے، فکر سے، فرماں برداری اور پیروی سے منحرف ہو کر اور بداعمالیوں کا شکار ہو کر ذلت ورسوائی اور بے بسی ومجبوری کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔

اے پیارے مسلمانو! کیا ہمیں نہیں معلوم کہ اگر آج بھی ہم شیطان ونفس کی غلامی کی زنجیروں کو توڑ کر مکمل طور پر اسلام کے دائرے میں رہ کر زندگی گزارنے لگیں تو آج بھی ہمیں دنیا میں فتح وکامرانی اور ظفر ونصرت کے پرچم نصب کرنے اور ترقی کے بام عروج تک رسائی حاصل کرنے سے کوئی روک نہیں سکتا، ذرا سنیے تو سہی! رب تعالیٰ کیا فرماتا ہے:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ۔ اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔"

(البقرہ، آیت ۲۰۸)

اے کاش! اہل ایمان اپنے اسلاف کے درخشندہ اور تابناک کردار سے ان کی کامیابیوں اور کامرانیوں سے سبق حاصل کریں اور اپنے اوپر سے غفلت وسستی چادر اتار پھینکیں اور رنج والم سے دور ہو کر ہمت وحوصلوں اور قوت ایمانی کے سہارے کارزار حیات میں آگے بڑھنے لگیں تو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فضل وکرم سے ہم ضرور فتح ونصرت سے ہم کنار ہوں گے، ذرا قرآن کریم کی اس عظیم بشارت پر غور کریں اور پروردگار

* مضمون نگار گورنمنٹ اسکول، ٹھاکر گنج، کشن گنج بہار کے ٹیچر ہیں۔

احوال قوم و ملت

عالم کے اس فرمان عالیشان کو سرمۂ بصیرت بنائیں:

''وَلَاتَهِنُوْاوَلَاتَحْزَنُوْاوَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ اور نہ سستی کرو اور نہ غم کھاؤ، تمہیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔'' (آل عمران، آیت ۱۳۹)

یاد رکھیں! ہمیں موجودہ دور میں اپنے اعمال و افعال اور گفتار و کردار کا بار بار اور مسلسل محاسبہ کرنا چاہیے تا کہ ہم خود کو اسلاف کے کردار کے سانچے میں اچھی طرح ڈھال اور سنوار سکیں، تا کہ دین اسلام کے دشمن کبھی ہمیں مغلوب اور مرعوب نہ کر سکے، ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

اس مقصد عظیم کے حصول کے لیے ہمیں مضبوط و مستحکم ہونے اور آخری دم تک متحرک وفعال رہنے کی سخت ضرورت ہے۔

حرکت سے ہے زندگی جہاں کی
یہ رسم قدیم ہے یہاں کی

اور اس حقیقت سے ہم انحراف نہیں کر سکتے کہ جب تک ہم خود ہی اپنے حالات کو بدلنے کی مکمل کوشش نہیں کریں گے، غفلت، کاہلی، بزدلی، بداعمالی، پست ذہنیت، خوف وہراس اور جہالت کے دلدل سے نکل کر بیداری کا ثبوت نہیں دیں گے، ہمیں کامیابی نہیں مل سکتی، ذرا دل تھام کر دیکھیے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں کیا ارشاد فرماتا ہے:

''لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْؕ وَ اِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗۚ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ۔ (الرعد، آیت ۱۱) آدمی کے لیے بدلی والے فرشتے ہیں اس کے آگے اور پیچھے کہ بحکم خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں بے شک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدل دیں اور جب اللہ کسی قوم سے برائی چاہے تو وہ پھر نہیں سکتی اور اس کے سوا ان کا کوئی حمایتی نہیں۔'' (کنزالایمان)

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے، خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی۔ ع

نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

ص ۵۶ / کا بقیہ.........................

سنہرا وقت ڈھلتا جا رہا ہے
ہمیں یہ کچھ سبق سکھلا رہا ہے

تکبر وجہ بربادی ہے صاحب
گزرتا وقت یہ سمجھا رہا ہے

نومبر میں تو ہے آغاز سردی
مہینہ اب دسمبر آ رہا ہے

ٹھٹھرتا ہے بدن اب ٹھنڈے پن سے
کہ موسم رنگ نو دکھلا رہا ہے

عبادت میں سدا مصروف رہنا
بزرگوں کا مرے شیوا رہا ہے

نومبر کا شمارہ "سنی دنیا"
ہمیشہ کی طرح عمدہ رہا ہے

یقیناً ہے یہ فیضی فیض مرشد
جو کچھ بھی آج تو لکھ پا رہا ہے

ص ۵۸ / کا بقیہ.........................

حاصل کیا گیا اور روناہی کے لیے واپس ہو گئے، دعا ہے کہ مولائے قدیر اپنے حبیب لبیب علیہ التحیۃ والثنا کے صدقہ وطفیل درس قرآن حکیم کو قبول فرمائے، اس کے محرکین ومعاونین اور سامعین کو اس کی برکتوں سے مالا مال فرمائے اور استاذ گرامی مرتبت حضرت علامہ الحاج محمد ایوب رضوی صاحب قبلہ دام ظلہ الاقدس کی اس خدمت قرآن مجید کو شرف قبولیت عطا فرما کر صحت وسلامتی سے سرفراز فرمائے اور آپ کا سایہ کرم ہم پر دراز سے دراز تر فرمائے، آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

رپورٹ: محمد سلمان رضا خان حنفی قادری جامعی ازہری
استاذ جامعہ اسلامیہ، روناہی، فیض آباد، یوپی

◆◆◆

مضمون نگار کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت، یوپی کے متوطن ہیں۔

از: محمد آصف اقبال مدنی*

آزاد خیالوں سے چار باتیں

کہتے ہیں کہ ”عقل کو آزاد نہیں چھوڑنا چاہیے ورنہ کیا بھروسہ کہ آزاد عقل کب گھاس چرنے چلی جائے“، مگر ہم کہتے ہیں، انسان ہو یا حیوان کسی کو بھی مکمل آزادی نہیں دینی چاہیے ورنہ تباہی ونقصان کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا، اگر بچوں کو آزاد چھوڑ دیا جائے تو وہ بے راہ روی کا شکار ہو جائیں گے، اگر والدین کو اولاد کی پرورش و ذمہ داری سے آزاد کر دیا جائے تو ننھے پھولوں کا مستقبل کے خطرے سے دو چار ہونا واضح ہے، اگر چھوٹے بڑے چوروں، ڈاکوؤں کو آزادی دے دی جائے تو معاشرتی انارکی، قانون کا تعطل اور بے نظمی سر چڑھ کر بولے گی، اگر درندوں کو شہر میں گھومنے کی آزادی دے دی جائے تو انسانی جانوں کو درپیش خطرے سے کوئی انکار نہیں کرسکتا، اگر بھیڑوں بکریوں کو آزادی دے دی جائے تو وہ دوسروں کے کھیت کا جو حشر نشر کریں گی وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں، اگر بینکوں، تجوریوں، ساروں کی دکانوں اور بازاروں کو تالوں اور چوکیداروں سے آزاد رکھا جائے تو چوری چکاری اور ڈکیتی کا سد باب ناممکن ہوگا۔

معلوم ہوا کہ آزادی ایک حد تک ہی اچھی ہے اور جسمانی آزادی کی طرح فکری وخیالی آزادی کا بھی ایک دائرہ ہونا ناگزیر ہے، ورنہ آزاد خیالی (لبرل ازم) نے جتنا نقصان اہل ایمان کے مذہب وملت اور اسلامی دنیا کو پہنچایا ہے، وہ سب کے سامنے ہے، بین الاقوامی سطح پر اس آزاد خیالی کو نہ صرف ماضی میں خلافت عثمانیہ کے خلاف استعمال کیا گیا بلکہ سو سال ہونے کو آئے اسلامی آئیڈیالوجی کے سامنے بند باندھنے کے لیے یہ نظریہ ہماری کئی نسلوں کے دل و دماغ میں اتارا جا رہا ہے مسلم نوجوانوں کو اس مسحور کن مگر دھوکے پر مبنی ”مغربی ہتھیار“ کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

آج اس باطل نظریے نے اہل ایمان میں ایسے دماغ تیار کر لیے ہیں جو آزاد خیالی کے مکمل حامی بن چکے ہیں، انہیں کوئی سروکار نہیں کہ ہمارے کسی عمل کے متعلق دین و شریعت کیا کہتے ہیں؟ بس انہیں جو اچھا لگتا ہے کر گزرتے ہیں، اغیار کی ذہنی غلامی نے ان کے اذہان اپنے شیطانی پنجوں میں جکڑ رکھے ہیں، صرف اُن کے تہواروں ہی کو لے لیجئے، آج ہمارے نوجوان سوشل میڈیا اور دیگر فورمز پر جس طرح مبارک باد کے پیغامات جاری کرنے میں مگن ہیں، یہ اسی آزاد خیالی کے ”ثمرات“ ہیں۔

سچ تو یہ ہے کہ انسان کے حق میں کیا بھلا ہے اور کیا برا؟ یہ بات حقیقت میں وہی جانتا ہے جس نے اسے پیدا کیا ہے، لہٰذا اُس ذات باری تعالیٰ پر ایمان رکھنے والے کی زندگی اُسی کے احکامات کے مطابق ہونی چاہیے، سر دست ہم نے اُن آزاد خیالوں سے چار باتیں کرنی ہیں جو اس قسم کے مواقع پر غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کی پینگیں بڑھانے کے جتن کرتے ہیں، تحائف کا تبادلہ کرتے ہیں اور مبارک باد دیتے یا اس کے پیغامات جاری کرتے ہیں اور پھر اس کے جواز کے لیے بھونڈی دلیلوں اور لایعنی منطق کا سہارا لیتے ہیں، ہمارے جن بھائی، بہنوں کو ”بہت زور سے“ مبارک باد آئی ہوتی ہے اور وہ غیروں سے پیار و دوستی کے لیے بے چین اور ان کی بے جا حمایت کے لیے بے تاب رہتے ہیں، وہ درج ذیل چار باتوں پر انتہائی توجہ کے ساتھ اور ٹھنڈے دل سے کامل غور و فکر کریں، اللہ پاک نے چاہا تو بہت فائدہ ہوگا۔

(1) پہلی بات: اُن کی دوستی سے اللہ پاک نے منع کر دیا، اے

مسلمانو! تمہارا رب فرماتا ہے:

’’یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِیَآءَ ﳕ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍؕ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۔(المائدۃ: 51) اے ایمان والو یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے بے شک اللہ بے انصافوں کو راہ نہیں دیتا۔‘‘

اس آیت میں یہود ونصاریٰ کے ساتھ دوستی وموالات یعنی ان کی مدد کرنا، ان سے مدد چاہنا، ان کے ساتھ محبت کے روابط رکھنا ممنوع فرمایا گیا، یہ آیت حضرت عبادہ بن صامت صحابی اور عبداللہ بن اُبَی بن سلول کے حق میں نازل ہوئی جو منافقین کا سردار تھا، حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہود میں میرے بہت سارے دوست ہیں جو بڑی شوکت وقوت والے ہیں، اب میں ان کی دوستی سے بیزار ہوں اور اللہ ورسول کے سوا میرے دل میں اور کسی کی محبت کی گنجائش نہیں، اس پر عبداللہ بن اُبَی نے کہا کہ میں تو یہود کی دوستی سے بیزاری نہیں کرسکتا، مجھے پیش آنے والے حوادث کا اندیشہ ہے اور مجھے ان کے ساتھ رسم وراہ رکھنی ضرور ہے، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ یہ یہود کی دوستی کا دم بھرنا تیرا ہی کام ہے، عبادہ کا یہ کام نہیں۔

اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی (تفسیر خازن) معلوم ہوا کہ اُن سے دوستی منافقوں کا کام ہے، اہل ایمان کا شیوا نہیں، اگرچہ وہ مسلمانوں سے دوستی کرنا چاہیں، جیسا کہ فرمایا گیا:

’’وَ لَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّا نَصٰرٰىؕ ۔(المائدۃ: 82) اور ضرور تم مسلمانوں کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان کو پاؤ گے جو کہتے تھے ہم نصاریٰ ہیں۔‘‘

اس کے باوجود اہل ایمان کو مذکورہ حکم دیا گیا کہ تم نے انہیں دوست نہیں بنانا، جب تم نے لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ پڑھ لیا تو اپنے رب تعالیٰ کی بات مانو، دل ودماغ کی نہیں اور اپنی خواہش کے پیچھے مت چلو، اُن کی طرف مت جاؤ، تمہارا پروردگار فرماتا ہے:

’’فَتَرَى الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ یُّسَارِعُوْنَ فِیْهِمْ ۔(المائدۃ: 52) اب تم انہیں دیکھو گے جن کے دلوں میں آزار (نفاق) ہے کہ یہود ونصاریٰ کی طرف دوڑتے ہیں۔‘‘

(2) دوسری بات: تحفہ دینا ہی ہے تو اپنے مسلمان بھائیوں کو دو کیونکہ تحفہ دینے سے محبت بڑھتی ہے، جیسا کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’تَهَادَوْا تَحَابُّوا۔ یعنی ایک دوسرے کو تحفہ دو آپس میں محبت بڑھے گی۔‘‘ (معجم اوسط، حدیث 7448)

اور محبت ’’میل جول‘‘ کا تقاضا کرتی ہے اور محبت ومیل جول فقط مسلمانوں سے روا ہے، کفار کے ساتھ یہ دونوں چیزیں منع ہیں، یاد رہے کہ حاکم اسلام کسی حکمت کے پیش نظر کفار سے تحائف کا لین دین کرسکتا ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجاشی بادشاہ کا تحفہ قبول کیا اور بعض سرداران کفار کو تحائف عنایت فرمائے اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ کسی حکمت کے پیش نظر تحفہ رد کرتے ہوئے فرمایا:

’’إِنِّي نُهِيتُ عَنْ زَبْدِ الْمُشْرِكِينَ۔ یعنی مجھے مشرکین کے تحائف سے منع کیا گیا ہے۔ (سنن ابو داؤد، حدیث 1502)

اور عام لوگوں کے لیے یہ ہے کہ اگر میل جول اور محبت و دوستی کا معاملہ نہ ہو تو خاص ان کے تہواروں کے ایام کے علاوہ ’’مالِ موذی نصیب غازی‘‘ سمجھ کر تحفہ لیا جاسکتا ہے، البتہ کفار کو اُن کے تہوار پر تحفہ دینے سے بچنا بے حد ضروری ہے کیونکہ اگر اُن کے مذہبی تہوار کی تعظیم کی نیت سے گفٹ دیا تو اس کا حکم انتہائی سخت ہے، دیکھو! قرآن وسنت کا زبردست علم رکھنے والے کیا فرمارہے ہیں:

(۱) نَیروز، مہرگان (آتش پرستوں کے تہوار) کے نام پر تحائف کا دینا حرام اور کافروں کے تہواروں کی تعظیم مقصود ہو تو کُفر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ 14/ 673)

(۲) جس نے نَیروز (یعنی آتش پرستوں کی عید نَو روز) کے

دن مجوسیوں (یعنی آگ کی پوجا کرنے والوں) کی طرف (اس دن کی تعظیم کی نیت سے) کوئی تحفہ مثلاً فقط انڈا بھی اگر بھیجا تو اُس نے کُفر کیا۔ (منح الروض، ص499)

(۳) جس نے کافِروں کے تہوار کی تعظیم کے لئے کوئی کام کیا مثلاً کوئی شئے خریدی اُس پر حکم کفر ہے۔ (فتاویٰ قاضی خان، 2/469)

(۴) کُفار کے تہواروں کے دن محض اس وجہ سے چیزیں خریدنا کہ کفار کا تہوار ہے یہ بھی کفر ہے جیسے دیوالی میں کھلونے اور مٹھائیاں خریدی جاتی ہیں کہ آج خریدنا دیوالی منانے کے سِوا کچھ نہیں، یوہیں کوئی چیز خرید کر اس روز مشرکین کے پاس ہدیہ کرنا (یعنی تحفہ دینا) جبکہ مقصود اُس دن کی تعظیم ہو تو کفر ہے۔

(بہار شریعت، حصہ 9/ص 184)

اگر تعظیم کی نیت نہیں تو اب کفر کا حکم نہیں مگر پھر بھی اے اہل ایمان! کیا اتنے خطرات کے پیش نظر بھی تم ان سے تحائف کالین دین کروگے کیونکہ ان سے تحفہ لینے میں بھی خطرہ ہے اور انہیں دینے میں بھی! اور جہاں خطرہ ہو وہاں احتیاط کرنے والا ہی عقل مند کہلاتا ہے اور نہ کرنے والا بےوقوف۔

(3) تیسری بات: کیا تم جانتے ہو کہ ان کے نزدیک تم مسلمان جنت سے محروم رہوگے اور جنت میں فقط وہی لوگ جائیں گے، سنو! اس بات کی گواہی تمہارے رب کریم نے دی ہے، تمہارا رب فرماتا ہے:

''وَقَالُوا لَن يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَن كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ۔ (البقرۃ:111) اور اہل کتاب بولے ہرگز جنت میں نہ جائے گا مگر وہ جو یہودی یا نصرانی ہو یہ ان کی خیال بندیاں ہیں تم فرماؤ لاؤ اپنی دلیل اگر سچے ہو۔''

یعنی یہود کہتے ہیں کہ جنت میں صرف یہودی داخل ہوں گے اور عیسائی کہتے ہیں کہ فقط عیسائی داخل ہوں گے اور یہ مسلمانوں کو دین سے منحرف کرنے کے لئے کہتے ہیں جیسے نسخ وغیرہ کے لچر شبہات انہوں نے اس امید پر پیش کئے تھے کہ مسلمانوں کو اپنے دین میں کچھ تردد ہوجائے، اسی طرح ان کو جنت سے مایوس کر کے اسلام سے پھیرنے کی کوشش کرتے ہیں، تبھی تو یہ اہل ایمان سے کہتے تھے:

''كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تَهْتَدُوا۔ (البقرۃ:135) یہودی یا نصرانی ہوجاؤ راہ پاؤگے۔''

دیکھ لو وہ تمہیں گمراہ جانتے ہیں، جنت سے محروم سمجھتے ہیں اور تمہیں انہی کو خوش کرنے کی پڑی ہے۔

(4) چوتھی بات: قطع نظر اس بات کے کہ انہیں مذہبی تہوار پر مبارک باد دینا جائز ہے یا ناجائز، تم اس حقیقت کو کیوں نہیں سمجھتے کہ کیا ایسا کرنے پر وہ تم سے راضی ہوجائیں گے، اس سے آگے وہ کچھ تقاضا نہیں کریں گے تو یہ تمہاری بھول ہے، یہ تم سے اس وقت تک راضی نہیں ہوں گے، جب تک تم ان کے دین کی پیروی نہ کرو اور یہ بات کسی اور نے نہیں بلکہ تمہارے رب تعالیٰ نے بتائی ہے، وہ فرماتا ہے:

''وَلَن تَرْضَىٰ عَنكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُم بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ۔ (البقرۃ:120) اور ہرگز تم سے یہود اور نصاریٰ راضی نہ ہوں گے جب تک تم ان کے دین کی پیروی نہ کرو، تم فرمادو اللہ ہی کی ہدایت ہدایت ہے اور (اے سننے والے) اگر تو ان کی خواہشوں کا پیرو ہوا بعد اس کے کہ تجھے علم آچکا تو اللہ سے تیرا کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور نہ مددگار۔''

تو اے آزاد خیال مسلمانو! اب کیا کہتے ہو، کیا یہ بدباطن تمہاری مبارک باد کے صلے میں تم سے خوش اور راضی ہوجائیں گے، کیا تم ایسا سوچ سکتے ہو کہ معاذ اللہ دین اسلام سے پھر جاؤ، مرتد ہوجاؤ، اپنا ایمان گنوادو اور بطالت وضلالت کے ان پرستاروں کا دین اختیار کرلو؟ اس کا تو تصور بھی ایک بندہ مومن کے رونگٹے کھڑے کردینے کو کافی ہے۔

اے امت محمدیہ! مذکورہ آیت مبارکہ میں تم سے ہی خطاب فرمایا گیا ہے کہ جب تم نے جان لیا کہ حضور خاتم بقیہ ص ۱۹/ پر

از: مولانا محمد اشرف رضا قادری*

موجودہ حکومت اور مدارس اسلامیہ کا مستقبل

احوال وطن

مدارس اسلامیہ دین کے قلعے ہی نہیں انسان سازی کی تربیت گاہ اور اچھا شہری بنانے کا معتمد اور تجربہ شدہ کارخانہ ہے، یہاں ماضی سے لے کر حال تک کا سفر کرایا جاتا ہے، خدا تک رسائی کی راہیں بتائی جاتی ہیں، پیغمبر اسلام کی سیرت میں ڈھلنے کی تربیت اور مخلوق کو خالق سے ملانے کے ہنر سکھائے جاتے ہیں، یہاں کے اساتذہ و معلّمین انسانیت کی تعمیر، افراد کی تیاری اور تحفظِ دین کے لیے ہمہ وقت مصروف ہیں۔

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ مدارس کی کوکھ میں پلنے والے بچے علم سے لے کر مذہب اور سماج سے لے کر سیاست تک میں نمایاں کردار ادا کرنے والے انسان بن کر ابھرے ہیں، اگر ذہن تعصب کا شکار نہ ہو اور بھید بھاؤ کے بجائے دیانت داری کے ساتھ ہندوستان میں مدارس کے علمی ملی مذہبی سماجی اور سیاسی خدمات کا جائزہ لیا جائے تو یونیورسیٹی سے کم کارآمد اسے نہیں پائیں گے۔

مدارس اسلامیہ کو مسجد نبوی کے مقام صفہ سے نسبت ہے، وہاں تعلیم کے لئے نہ کوئی باضابطہ عمارت تھی، نہ مروجہ نصاب تھا، بس ایک کتاب تھی، قرآن مقدس اور ایک معلم تھے معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، مگر اسی کتاب اور اسی معلم کائنات ﷺ نے ایک حسین علمی مذہبی اور سماجی انقلاب برپا کیا، دلوں کے زنگ صاف کئے، برسوں کے بیماروں کو شفائے قلب کی منزل سے گزارا اور ضلالت کی بیڑیوں میں جکڑی ہوئی انسانیت کو ہدایت کا نور عطا کیا۔ ع

اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

پھر اس چراغ سے سینکڑوں چراغ جلے، روشنی بڑھتی گئی، اندھیرا چھٹتا گیا، علم کتابی کے ساتھ علم سینہ بھی پروان چڑھتا رہا، چلتے چلتے وہ دن بھی آیا کہ تعلیم کے لئے مدارس کا باضابطہ قیام عمل میں آیا، نصاب مرتب ہوئے اور میکدہ علم وعرفان کے دریا بہنے لگے، اس دریائے علم وفن میں غوطہ زن ہونے والے افراد معلم، مبلغ، مفسر، محدث، مؤرخ، قائد سیاست دان اور سائنٹسٹ بن کر ابھرے اور باد بہاری بن کر دنیا کے نقشے پر چھا گئے، اگر ان شخصیات کی خدمات اور ان کی قربانیوں کی تاریخ مرتب کی جائے تو کئی جلدیں تیار ہو جائیں یہ ہے، مدارس کی خدمات کا پس منظر اور یہ ہے مدارس کی گود میں پلنے والے افراد کی عظمت۔

ہندوستان کی سرزمین میں بزرگوں کی آمد کے ساتھ مدارس کا وجود عمل میں آ گیا، علما و مشائخ کا گھر طالبان علوم نبویہ کے لئے درسگاہ و دانش گاہ بن گئے، گھر گھر نہ رہا یونیورسیٹی ہو گئی، مسندیں سجنے لگیں، علما و فضلا نکلنے لگے، دین کی خدمت وتبلیغ کے ساتھ زمام سیاست سنبھالنے والے نکلنے لگے، علوم عقلیہ کے ماہرین اور سائنسی دنیا میں اپنا مقام بنانے والے افراد نکلنے لگے، پھر یہاں بھی مدارس کا باضابطہ قیام بھی عمل میں آیا اور ملک ہندوستان دینی مدارس کے میناروں سے جگمگانے لگا، عروج وارتقا کا یہ سفر بڑا علمی، پراثر اور تاریخی رہا، مسلم دور اقتدار میں اسے پھولنے پھلنے کے وسیع مواقع ملے مگر مسلم حکمرانوں کی طرح اس کی عمر بھی بہت طویل نہیں ہو پائی اور وہ سیاہ دن بھی آیا کہ انگریزوں کے قدم یہاں جمنے لگے اور مساجد کے مینار، مدارس کے کنگرے اور علما کی پگڑیاں اچھالی جانے لگیں، وہی درسگاہیں جو کل روح کی تسکین کا ذریعہ تھیں آج ذہنوں کی خلش کا ذریعہ سمجھی جانے لگیں اور غالب کی زبان میں ”دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا“ کا منظر ہر جگہ نظر آنے لگا۔

تاہم بوریہ نشینی باقی رہی، کہیں کہیں مدارس بھی زندہ رہے،

احوال وطن

نئے مدارس کے قیام بھی عمل میں آتے رہے گویا مسلم دور اقتدار میں مدراس کی مثال اگر سورج کی تھی تو انگریزوں کے دور میں تاروں کی طرح ہی سہی مگر اس کا وجود تھا اور وہیں سے دینی، مذہبی، علمی، سیاسی خدمتیں دی جاتی تھیں۔

۱۹۴۷ء میں ملک آزاد ہوا اور آزادی کی خوشی کے ساتھ تقسیم کے درد سے بھی ہمیں گزرنا پڑا، اس تقسیم نے جہاں زندگی کے اور شعبے کو متاثر کیا وہیں مدارس اسلامیہ بھی اس کی زد میں آئے، ان کا معیار متاثر ہوا، ترقیات کی رفتار تھم گئی اور نئی حکومت کے نئے قوانین بھی نافذ ہوئے مگر نئی فضا میں مدارس کو پھولنے پھلنے کے مواقع بھی ملے، اس آزادی کے سبب نئے نئے مدارس قائم ہوئے مکاتب قائم ہوئے بڑی درسگاہیں وجود میں آئیں اسلام کی تبلیغ مذہب کی توسیع اور سنیت کی اشاعت کے لئے کہیں کوئی بڑی رکاوٹ سامنے نہیں آئی۔ یوں یہ کارواں چلتا رہا مگر گزرے ۷۰ ؍سالوں کے مقابلے میں اب حالات پہلے جیسے نہیں ہیں اور مدارس اسلامیہ کے سامنے کئی بڑے چیلنجز ہیں جس پر سنجیدگی سے سوچنے کی ضرورت ہے۔

ان مسائل میں مدارس کو دہشت گردی سے جوڑنے کی سازش، مدارس کو بند کرنے کا مطالبہ، مدارس کو ملنے والی امداد کے سبب اسے بھگوا کرن سے جوڑنے کا ہنگامہ، نصاب تعلیم پر سوالات، نصاب تعلیم میں ایسے مضامین کی اشاعت جس کا تعلق نہ مذہب سے ہے نہ علوم عصریہ سے، غیر ملحقہ مدارس پہ شکنجہ کسنے کی اندرونی کوشش، جیسے معاملات شامل ہیں۔

جب یہ بات مسلمہ ہے کہ مدارس کے وجود سے ہی یہاں اسلام کی بقا اور مسلمانوں کی اسلامی زندگی کا تحفظ وابستہ ہے تو پھر معاملہ صرف مدارس کے تحفظ کا نہیں اسلام کی بقا وتحفظ کا ہو جاتا ہے اور یہاں پہنچ کر ہمیں سوچنا پڑتا ہے کہ ہم اس سلسلہ میں کتنے حساس ومخلص اور متحرک ہیں، یہ ذہن نشیں رہے کہ مدارس کی تعلیمات کا انحصار بڑی عمارتوں پر نہیں، اچھے مدرسین، مخلصانہ جذبے اور پیہم محنت ومشقت پر ہے، ہمیں یہاں ڈاکٹر اقبال کی ایک بات یاد آرہی ہے جو انہوں نے مدارس کے حوالے سے کہی تھی، ان کے الفاظ ہیں:

''جب میں تمہاری طرح جوان تھا تو میرے قلب کی کیفیت بھی ایسی تھی، میں بھی وہی کچھ چاہتا تھا، جو تم چاہتے ہو، انقلاب، ایک ایسا انقلاب جو ہندوستان کے مسلمانوں کو مغرب کی مہذب اور متمدن قوموں کے دوش بدوش کھڑا کر دے، لیکن یورپ کو دیکھنے کے بعد میری رائے بدل گئی، ان مکتبوں کو اسی حال میں رہنے دو، غریب مسلمانوں کے بچوں کو ان ہی مکتبوں میں پڑھنے دو، اگر یہ ملا اور درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ جو کچھ ہوگا اسے میں اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں، اگر ہندوستان کے مسلمان مکتبوں کے اثر سے محروم ہو گئے تو بالکل اسی طرح جس طرح ہسپانیہ (اسپین) میں مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ حکومت کے باوجود آج غرناطہ اور قرطبہ کے کھنڈر اور الحمراء اور باب الاخوتین کے سوا اسلام کے پیرواں اور اسلامی تہذیب کے آثار کا کوئی نقش نہیں ملتا، ہندوستان میں بھی آگرہ کے تاج محل اور دہلی کے لال قلعہ کے سوا مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ حکومت اور تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا۔

کہنے کی ضرورت نہیں کہ ہمیں آج کے حالات میں مدارس کے بقا وتحفظ کے لئے کتنے سنجیدہ ہونے کی ضرورت ہے، گزشتہ چند سالوں میں مدارس کے خلاف جیسے جیسے بیانات اخبارات اور سوشل میڈیا پہ گردش کرتے رہے ہیں اس سے ہمارے کان کھڑے ہو جانے چاہئے، مگر ایک سرد مہری ہے جو ہم سب پر مسلط ہے کہیں سے کوئی آواز نہیں، کوئی تحریک نہیں، کوئی ہلچل نہیں، یہ خموشی کہیں ہماری اجتماعی موت کا پیغام تو نہیں۔''

مدارس کے حوالے سے یہ چند جملے اس حقیقت کا اعلان ہیں کہ اس ملک میں اسلام کی بقا اور ملکی سالمیت کے لئے مدارس کا وجود انتہائی ضروری ہے مگر یہ سوال اپنی جگہ اہمیت کا حامل ہے کہ آخر نفرت اور تعصب کے ماحول میں مدارس کی بقا کا سامان ہمارے پاس کیا ہے یا اسے کیسے ہم تحفظ فراہم بقیہ ص ۳۲ ؍پر

از: حافظ افتخار احمد قادری*

اسلام تیری نبض نہ ڈوبے گی حشر تک

احوال وطن

۶ ردسمبر مسلمانانِ ہند کے لیے ناقابلِ فراموش تاریخ ہے، جس میں متعصب قوم ہنود کی جماعت وشو ہندو پریشد، بی جے پی، بجرنگ دل، شیوسینا پارٹیوں کے ساختہ پرداختہ پروگرام سے تقریباً ۵ سو سالہ قدیم عظیم تاریخی بابری مسجد جو سرزمین اجودھیا میں آباد تھی اس کو زمین بوس کر دیا گیا تھا، معتبر ذرائع وشواہد سے واضح ہوتا ہے کہ اس وقت کی برسر اقتدار حکومت کانگریس پارٹی کے وزیر اعظم ہند نرسمہا راؤ اور اتر پردیش کے وزیر اعلیٰ کلیان سنگھ بھی خفیہ طور پر ان لوگوں کی اس خبیث سازش میں برابر کے شریک تھے، چونکہ کئی ہزار کے فوجی دستے کی موجودگی میں بابری مسجد کو شہید کیا جاتا رہا اور تمام فوجی دستے نیز ارکان وعملہ تماشائی بنے رہے۔

آخر ان افواج وعساکر کے ارسال کا منشا و مقصد کیا تھا؟ مقام حیرت واستعجاب تو یہ ہے کہ اس وقت کی حکومت سے بابری مسجد کے انہدام اور افواج وعساکر کے بھیجنے کے متعلق دریافت کیا جاتا تو وہ یہی جواب دیتی کہ اگر فرستادہ افواج وعساکر بزورِ بازو ہندوؤں کو روکنے اور مسجد منہدم کرنے اور مندر کی تعمیر سے مانع ہوتے تو کافی خون خرابا ہوتا اور خون خرابا مجھے منظور نہ تھا، بالائے تعجب ہے، ایسی بوالعجبی پر کہ سرزمین اجودھیا میں خون خرابا کی وجہ سے افواج وعساکر کے ہاتھوں میں بیڑیاں اور پاؤں میں زنجیریں ڈالی گئیں تھیں، جس کا نتیجہ اور ثمرہ اظہر من الشّمس اور ابین من الامس یہ نکلا تھا کہ بابری مسجد شہید کر دی گئی تھی اور اس وقت ملک کے طول وعرض میں فرقہ وارانہ آگ بھڑک اٹھی تھی، اسی آتش فشاں ساعات میں متعدد شہروں اور انگنت قصبوں میں افواج کی گولیوں اور اس کے توپ وتفنگ کے ذریعہ ہزاروں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی تھی، ان کی بیویاں بیوگی کی زد میں بلبلا اٹھی تھیں اور بچے یتیمی کی بلا میں مبتلا ہو گئے تھے، دکانیں لوٹ لی گئیں تھیں، مکانات نذر آتش کر دیئے گئے تھے۔

عزت وناموس پر حملے ہوئے تو اس وقت کی انتظامیہ اور حکومت کے سروں پر جوں تک نہ رینگی تھی اور نہ غم وافسوس ہوا اور ہوتا بھی کیوں؟ کہ مراد اور مدتوں کی تمنائیں برآئیں تھیں، اس وقت ان تمام حرکات ونظریات سے بالکل صاف وشفاف بات سامنے آگئی تھی کہ تمام منصوبے راز ہائے سربستہ کے تحت انجام پذیر ہوئے اور آج بھی ہو رہے ہیں۔

اس وقت اجودھیا میں گولیاں چلتیں ہنود مارے جاتے تو غم تھا لیکن پورے ملک میں قوم مسلم کو تہہ تیغ کیا گیا، ظلم واستبداد، تشدد وبربریت کا بازار گرم کیا گیا تو کوئی غم نہیں ہوا، یاد رہے کہ ایسی ناپاک پالیسی وسیاست کسی منصف حکمراں کی نہیں ہوتی بلکہ ایک ظالم وجابر متمرد وسرکش متعصب وحاصد کی ضرور ہوتی ہے۔

بابری مسجد کی شہادت اور قوم مسلم کے کشت وخون سے ہمارے سماج ومعاشرہ پر اس قدر اثر ہوا کہ جس کا اظہار نوک قلم رقم کرنے سے عاجز وقاصر ہے، آنکھیں نم ہیں، قلوب مغموم ومتفکر ہیں، زبانوں پر آہ وبکا کی لہریں ہیں، اقدام ڈگمگائے جاتے ہیں، زور بازو سیمیں مضمحل وناتوانی کے شکار ہیں، غرضیکہ کہ اعضائے رئیسہ مجروح ومریض دکھائی پڑ رہے ہیں، صرف مسلمانانِ ہند کے نہیں بلکہ اقوام عالم کی یہی آرزو ہے کہ واقعتاً جو کچھ سرزمین ہند پر بابری مسجد کے متعلق سے ہوا وہ نہایت ہی ظالمانہ، سفاکانہ، وحشیانہ، جاہلانہ، متعصّبانہ، غاصبانہ، بہیمانہ کردار وعمل کا مظاہرہ ہے اور اقلیت کے ساتھ حد درجہ ناانصافی وحق تلفی کی ہے۔

ظالمو! تم اپنے عزائم کے تحت جیسی مہم چلا رہے ہو اور جس میں تم اپنی فتح مندی وکامیابی سمجھ رہے ہو درحقیقت اس میں نہ

*مضمون نگار کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت، یوپی کے متوطن ہیں۔

تمہاری کامیابی ہے نہ شجاعت و دلیری نہ مذہبی کارکردگی ہے، اس لیے کی یہ تمام چیزیں تم نے اپنے دجل وفریب، اپنی کثرت اور حکومت کی نصرت وحمایت سے معرضِ وجود میں لائی ہیں، خوب یادرکھو! دھوکہ فریب، مکاری وعیاری سے غلبہ حاصل کرنا اپنی کثرت کے بل بوتے اقلیت کو پامال کردینا،حکومت وقت کا سہارہ لے کرعوام الناس کو شکست دینا شیوہ جوانمردی اور دستورِسپہ سالاری نہیں۔

مسلمانو! عصرحاضر کے مصائب وآلام اورغم اندوہ کی بارشیں، مذہبی اشیا متبرکہ کی بے حرمتی اور شعار اسلام کی ہتک عزتیں ہمیں جھنجوڑتی ہیں کہ تمہاری غفلت سے اغیار کو مواقع فراہم ہونے لگے ہیں،تمہارے صبر وضبط کے پیانے لبریز ہو چکے،تم سوسوکر بہت کچھ کھو چکے تمہاری خاموشی اور بے حسی نے غداران وطن کی زبان میں گویائی اعضامیں حرکتیں پیدا کردی ہے،تمہاری مسلمانی شان اور ایمانی آن کو چنوتی دی جارہی ہے،تمہارے مذہبی وقار کو مجروح کیا جارہا ہے،تمہاری دینی حمیت اورغیرت ایمانی کوتہہ وبالا کرنے کے لیے ہرممکن سعی وکوشش کی جارہی ہے،مسلمانو! اٹھو! جاگو! خواب غفلت کی وادی سے نکل کرایوان باطل کے در وبام کوزیروزبرکردو، بزدلی کی نحوست سے باہرآکر شجاعت ودلیری کا جوہر دکھا کر ظالموں شر پسندوں کے پنجے مروڑ دو، ایمانی جولانیت سے اپنے شعائر وعلامات کے وقار کو مجروح نہ ہونے دو اپنی شان وشوکت، دبدبہ وسطوت سے مسلم معاشرہ کے کھوئے ہوئے عزائم کو بلندی وہمت کا سبق پڑھادو،تم اپنے اتحاد واتفاق کی ایسی مثال قائم کردو کہ دنیا کے باشندے تھرا جائیں اوران کے دلوں میں تمہاری عظمت کا سکہ جا گزیں ہوجائے کہ واقعی مومن کی جلالت شان اور ایمانی آن بان کے سامنے اقوام عالم کوسرنگوں وخمیدہ ہونے کے سوا چارہ کارنہیں اس سے مقابلہ مقاتلہ، محاربہ، مجادلہ کرنا تو بڑی بات ہے چھیڑنے کے لیے بھی عظیم ہمت وشوکت کی ضرورت ہے۔ ؎

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

مسلمانو! ہمیں ظالمان وطن کی مادی طاقتوں، ظاہری آلات واسلحوں اورحکومت وقت کی حمایتوں اور کثرتِ افراد کی زور آزمائیوں سے خوف زدہ وہراساں،لرزہ براندام وسرگرداں، مضمحل وناتواں، لاچاروحیران، نادم وپریشان ہونے کی ضرورت نہیں اس لیے کہ ہمارے پاس ایمانی طاقتیں ہیں ہمارے لیے ”لاتقنطوا“ سرمایہ عظمیٰ اوردولتِ کبریٰ ہیں، ہمارے لیے ”لقد کرمنا بنی آدم“ کا تاج ہے ہمارے ہی لیے قرآن ناطق ہے ”وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین“، ہمیں سہارا ہے فضل ربی کا رحمت مصطفیٰ کا، حمایت اولیاء اللہ کا، ہمیں ہمت ہے حضرتِ ابوبکر صدیق کی صداقت وامانت پر، ہمیں جرآت ہے حضرتِ عمر فاروق اعظم کی عدالت وشجاعت پر، ہمیں طاقت ہے حضرتِ ذوالنورین کی سماحت وسخاوت پر، ہمیں قوت ہے حضرتِ علی شیر خدا کی ولادت پر۔ ؎

اسلام تیری نبض نہ ڈوبے گی حشر تک
تیری رگوں میں خوں ہے رواں چار یار کا

اس فرقہ وارانہ فساد سے دہلی، ممبئی، الہ آباد، بھوپال، سورت، کان پور، بنارس، آسام، کلکتہ، پٹنہ وغیرہ میں شدید جانی و مالی نقصانات ہوئے، بےقصور مسلمانوں کے ہاتھ میں زنجیریں ڈالی گئیں اورقیدی بنائے گئے، زدوکوب کی نوبت بھی آئی، میری دعا ہے کہ اللہ رب العزت بطفیل نبی اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں کو صدق وصفا، عدل ووفا، جود وسخا کا پیکر بنادے، مسلمانوں کے دست وبازو میں شجاعت وبسالت، جرأت وہمت، طاقت وقوت کا جوہر عطا کردے، ان کے قلوب کو مجلی، مطہر ومزکیٰ فرمادے، میدانِ کارزار میں فتح وغلبہ کا سہرہ مرحمت فرما کر غازی ومجاہد کے لقب سے ملقب فرما، اغیار کے اذہان وقلوب میں دہشت ووہشت ڈالدے تاکہ مسلمان فاتح وناصر بنکر پرچم اسلام کو ہرچہار دانگ عالم میں لہراتا رہے، اور چہارسو اعلاء کلمۃ الحق کا چرچہ وغلغلہ رہے اورمسلمانوں کو دیکھتے ہی قرون اولیٰ کی یادتازہ ہوجائے کہ ؎

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

انجینئر محمد یاسر رضا باندوی*

انگلینڈ کی یونیورسٹیوں میں رضویات پر تحقیقات ایک جائزہ

رضویات

امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی آفاقی شخصیت نہ صرف برصغیر میں اہل حق کی ترجمان ہے بلکہ بیرونی ممالک میں بھی سواد اعظم اہل سنت والجماعت کے علامتی نشان کے طور پر جانی و پہچانی جاتی ہے اور صرف اسی پر بس نہیں بلکہ پوری دنیا کی مختلف یونیورسٹیوں میں امام احمد رضا پر متعدد مقالات اکیڈمک سطح پر جمع کر کے بی اے، ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی جیسی اعلیٰ ڈگریاں حاصل کی جا چکی ہیں، پچھلے پانچ سالوں میں زمینی سطح پر سروے کرنے سے یہ معلوم ہوا ہے کہ اس عرصہ میں تحقیقی رجحانات میں کچھ کمی ضرور آئی، جس کے بعد تحقیق کے معیار کو اونچا کرنے کے لیے برصغیر ہند و پاک نے یو جی سی اور ایچ ای سی کے ذریعہ نئے معیاری اصول بنائے ہیں جس کی پابندی اکیڈمک سطح پر ڈگری حاصل کرنے کے لیے لازمی ہے۔

انہیں تقاضوں سے ہم آہنگی میں کمی کی بنیاد پر اہل سنت و الجماعت کے محققین کے لیے عموماً اور رضویات پر کام کرنے والے اسکالر حضرات کے لیے خصوصاً راہیں پُر خار ہوئی ہیں یعنی رضویات کے میدان میں تحقیق کا گراف گرا ہے، پھر بھی اس دور پر آشوب میں کچھ جیالے ایسے بھی ہیں جو اس محاذ پر ڈٹے ہوئے ہیں، یعنی ایسا محسوس ہو رہا ہو کہ ان کی منزلِ عشق ان کو یہی صدا دے رہی ہو کہ:

انھیں پتھروں پہ چل کر اگر آسکو تو آؤ
مرے گھر کے راستے میں کوئی کہکشاں نہیں ہے

اس عزم کے مسافر محققین کو اپنا مقالے کا عنوان جمع کرنے اور اسے منظور کرانے کے لیے بھی بہت ساری دشوار گزار راہوں سے گزرنا پڑتا ہے کیونکہ مذکورہ تقاضوں میں یہ بات بھی شامل ہے کہ عنوان ایسا جمع کریں جو بالکل تشنہ لب جس پر پہلے کسی بھی زبان میں کسی بھی جہت سے کام نہ ہوا ہو، جس کے پیش نظر رضویات کے میدان میں ایسا عنوان متعین کرنا ہی جوئے شیر لانے کے مترادف ہے کیونکہ اس میدان میں کثرت سے پی ایچ ڈی ہو چکی ہیں، پھر اس پر دستخط کرانے کے لیے مصیبت یہ کہ کوئی عدل پسند پروفیسر ڈھونڈا جائے کیونکہ امام احمد رضا کی مخالفت اور حسد کوئی نئی بات نہیں، جس کی بنیادی وجہ علمی اور مذہبی نہیں بلکہ سراسر مسلکی تعصب ہے کہ سب کچھ جان لینے کے بعد بھی اس ذہن کے پروفیسر حضرات فکر رضا کے حوالے سے ان گوشوں پر کام نہیں کرنے دیتے جن کی روشنی کی وجہ سے ان کے اپنے نام نہاد اکابرین کا چراغ ٹمٹمانے لگے، یعنی امام احمد رضا کے علمی اور قلمی خدمات سے واقفیت ہونے کے باوجود بھی تعصب و عناد نے ان کی عقلوں پر دبیز پردے ڈال دیئے ہیں، رقابت اور عصبیت اچھے اچھوں کو بے بصر کر دیتی ہے اور اُس پست سطح پر لے آتی ہے جہاں خود متعصب و معاند اپنے آپ کو اپنے ضمیر کے سامنے نادم و شرمسار محسوس کرتا ہے اور جو اہل علم ان کے بہکاوے میں غلط نظریہ بنائے ہوئے ہیں ان سے ہونے والی مصیبتوں کا تو ذکر ہی نہیں۔ ؎

ایک طرف اعدائے دیں ایک طرف ہیں حاسدیں
بندہ ہے تنہا شہا تم پہ کروڑوں درود

ان تمام تر صعوبتوں کے باوجود اِن عزیمت پسند مسافروں کا تحقیقی سفر جاری ہے، اگر کچھ راہ کسی ایک ملک میں ہموار ہوئی بھی ہے تو صرف وہیں رضویات پر ٹھیک ٹھاک کام ہو سکا ہے بقیہ دیگر ملکوں میں ان پریشانیوں کے سبب کم ہی کام ہوا ہے، متعدد محققین نے راقم سے رابطہ کر کے کنز الایمان ریسرچ ہیلپ ڈیسک کے ذریعہ قلمی امداد اور دیگر مطبوعہ و غیر مطبوعہ مواد بھی حاصل کئے ہیں اور بعض حضرات نے خود بریلی شریف آ کر ہماری ریسرچ

* مضمون نگار انٹیگرل یونیورسٹی، شاہجہان پور سینٹر کے استاد ہیں۔

لائبریری کی شیلف میں موجود اکیڈمک تھیسس میں سے اپنے متعلقہ موضوع کی تھیسس کو کو پڑھ کر سکون بھی حاصل کیا ہے، مگر جب تک ہمارا یہ تعیناتی دائرہ بڑا نہ ہو تب تک ہم سے اِن مسافروں کو اس طرح کی معمولی راحت ہی مل سکے گی، حق تو ادا تب ہوگا جب تحقیق کا سفر جاری رکھنے والے اِن مسافروں کی راہ عزیمت میں اس طرح کی کئی سبیلیں لگیں ہوں، جن کے چھاؤں میں وہ جام سکون نوش کر کے اطمینان قلب حاصل کر سکیں، خاص کر مدارس کے طلبہ جوان تقاضوں سے کم واقفیت رکھتے ہیں ان کے لیے الگ سے انتظام ہونا اور ان کا اس کی اہمیت سمجھنا بھی اشد ضروری ہے۔

بین الاقوامی سطح پر رضویات میں کام کرنے کے لیے پانچ زبانوں اُردو، ہندی، عربی، فارسی اور انگریزی کی انفرادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، جن کی مدد سے پانچوں براعظم میں رضویات پر مفید تحقیقات کے ذریعہ اِس اکیڈمک رفتار کو بڑھایا جاسکتا ہے، اِن پانچوں زبانوں میں رضویات کے موضوع پر سب سے زیادہ کام جس زبان میں ہوا ہے، وہ اُردو ہے، جو برصغیر ہند و پاک میں سب سے زیادہ لکھی، پڑھی، بولی اور سمجھی جانے والی زبان ہے، لیکن المیہ یہ ہے کہ اس زبان میں دلچسپی رکھنے والے حضرات کی تعداد برصغیر میں ہی دن بدن کم ہو رہی ہے پھر بیرونی ممالک سے کیا گلہ کیا جائے، اسی طرح ہندی اور فارسی کا حال ہے جو اپنے اپنے محدود علاقائی سرحدوں میں مقید ہونے کی کگار پر ہیں لیکن عربی زبان نے وہ مقام حاصل کیا ہے کہ اسلامی مما لک میں آج بھی اہل زبان وقلم کی پسند بنی ہوئی ہے، لیکن اس فکر کے ضمن میں انگریزی کو جو مقبولیت بین الاقوامی سطح پر آج حاصل ہوئی ہے، وہ ان سب سے منفرد المثال ہے، وجہ کچھ بھی ہو لیکن سچ یہی ہے کہ انگریزی ہی ایک ایسی واحد آفاقی زبان بن چکی ہے جو پوری دنیا کے عرض وطول میں یکساں مقبولیت کے باعث آج بولی پڑھی، لکھی اور سمجھی جارہی ہے۔

لہٰذا ضرورت یہ محسوس ہوتی ہے کہ انگریزی میں بھی کچھ کام رفتار پکڑے جس کے لیے انگریزی زبان کا قدیم ادبی وثقافتی مرکز کہے جانے والے انگلینڈ کی خشک سال زمین میں رضویات پر کام کچھ ہونا ضروری تھا، جس کے لیے انگلینڈ میں رضوی علما ومشائخ نے دیگر اکابرینِ اہل سنت کے ساتھ مل کر تحریکیں چلائیں، ادارے قائم کیے، مساجد بنوائیں، اب اگر باقی تھا تو اکیڈمک کام! وہ بھی یونیورسٹیوں کے اندر اور وہ بھی انگریزی زبان میں، مذکورہ فکر کے ضمن میں یہ علاقہ سنگلاخ اس لیے تھا کہ یہاں ان عصری اداروں میں نصرانیوں کے بیچ اسلامیات کے نام سے شعبہ جات قائم کرنا ایک مشکل امر تھا مگر اس راہ میں بھی کوششیں کی گئیں اور قلیل کامیابی بھی حاصل ہوئی۔

معلوم ہو کہ یوکے دنیا کا وہ واحد ملک ہے جس کا تعلیمی معیار دنیا میں سب سے اعلیٰ ہے، CEOWORLD میگزین کی حالیہ ۲۰۲۲ء کے تازہ رپورٹ کے مطابق یوکے کا تعلیمی اشاریہ 78.2 فیصد اور روزگار کے مواقع کے اعتبار سے روزگاری اشاریہ 69.79 فیصد درج کیا گیا ہے جو کہ امریکہ سے بھی زیادہ ہے، حالانکہ یونیورسٹی رینکنگ کے معاملے میں اس امریکہ کی میساچسیٹ یونیورسٹی اوّل بنی ہوئی ہے جبکہ یوکے کی آکسفرڈ اب بھی دوسرے نمبر پر ہے، ان تمام علمی وتجزیاتی مقابلوں سے قطع نظر کرتے ہوئے اگر رضویات پر انگریزی زبان میں ہو رہے اور ہو چکے اکیڈمک کام کا اجمالی خاکہ معیارِ تعلیم کے اشاریہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے ترتیب وار اس مضمون کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔

اس فہرست سے بھی یہی معلوم ہو رہا ہے کہ یوکے (امریکہ) میں واقع نیویارک کی کولمبیا یونیورسٹی میں جو اعلیٰ حضرت پر کام ہوا ہے، اس کی معیاری حیثیت اس فہرست میں سب سے ممتاز ہے، اس اعتبار سے یہ لگ رہا ہے کہ امریکہ کی مذکورہ دونوں یونیورسٹیوں یعنی میساچسیٹ یونیورسٹی اور کولمبیا یونیورسٹی کا معیار US کی تمام یونیورسٹیوں کے معیار سے اعلیٰ ہے لیکن اگر ان معیاری یونیورسٹیوں کی پوری فہرست پر نظر کریں تو معلوم ہوگا کہ یوکے میں معیاری یونیورسٹیوں کی کل تعداد کافی زیادہ ہے، اگر موجودہ یوکے کی سرحد کو نظرانداز کر دیں پھر بھی صرف انگلینڈ والے حصے میں اب تک کل ایک سو چھ سے زائد ایسی یونیورسٹیز موجود ہیں جو معیار کے معاملے میں دنیا کی ممتاز یونیورسٹیاں ہیں، جن کا

مرکز لندن بنایا گیا اور فقط لندن میں ہی اٹھارہ سے زائد معیاری یونیورسٹیز موجود ہیں۔

مختلف حکومتی وغیر حکومتی تجزیاتی وتجرباتی دستاویزات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہاں کی یونیورسٹیوں کو ان کے علمی معیار کی بنا پر دنیا بھر کے تمام عصری اداروں پر فوقیت حاصل ہے (US کے چند اداروں کو چھوڑ کر) انہیں تمام مذکورہ وغیر مذکورہ معیاری قدروں پر کھرا اترنے اور فکر رضا کی عالمی شناخت کو اکیڈمک سطح پر مزید مضبوط کرنے کے لیے یہ ضروری ہو گیا تھا کہ رضویات پر تحقیق دنیا کے ٹاپ اکیڈمک اداروں میں ہو جس سے یہ موضوع عالمی سطح پر نہ صرف مقبول ہو بلکہ ایک اکیڈمک سبجیکٹ کے طور پر پوری دنیا میں حکومتی سطح پر بھی معترف ہو جائے۔

اسی ضمن میں نیو یارک میں واقع کولمبیا یونیورسٹی سے سال ۱۹۹۰ء میں ڈاکٹر اوشا سانیال کے ذریعہ اس عزم کی شروعات ہوئی، جنہوں نے تاریخ کے شعبے میں باقاعدہ داخلہ لے کر اعلیٰ حضرت پر اپنی پی ایچ ڈی مکمل کی اور اسی کی بنیاد پر ماہر تاریخ کے طور پر متعارف ہو گئیں، کیونکہ یہ کولمبیا یونیورسٹی تعلیمی رینک میں دنیا کے چھٹے نمبر پر شمار کی جاتی ہے، اس اعتبار سے رضویات اکیڈمک دنیا کی چھٹی منزل پر تو فائز ہوا، مگر یہ تو US کا علاقہ ہے، جو دنیا کی ٹاپ یونیورسٹیوں کی کثرت کے معاملے میں UK اور اس میں موجود خطہ انگلینڈ سے کچھ پیچھے ہے، اسی لیے انگلینڈ کے اس بڑے اکیڈمک حلقے میں یہی کام ہونا ضروری تھا جس کے لیے برصغیر ہندو پاک کے اسکالرز نے بہت کوششیں کیں کچھ کو ہی کامیابی حاصل ہو سکی۔

راقم الحروف نے بذات خود اس منزل کے کچھ محققین سے رابطہ کیا اور رضویات پر بریلی شریف سے آن لائن نشر ہونے والی چوتھی سالانہ پنج لسانی اکیڈمک کانفرنس میں اپنی اپنی تحقیق کا تعارف پیش کرنے کے لیے مدعو کیا، اس دعوت پر متعدد اسکالرز نے عرس رضوی کے پر بہار موقع پر بتاریخ ۳/ اکتوبر ۲۰۲۱ء کے دن اپنی آن لائن حاضری درج کی، اِن حضرات میں سے انگلینڈ کی دو الگ الگ یونیورسٹیوں سے منسلک دو اسکالرز بھی موجود تھے، جن کے عناوین کی اکیڈمک تفصیل پہلے ہی فہرست میں درج کی جا چکی ہے، اِس کانفرنس میں شرکت کر کے اِن حضرات نے نہ صرف اپنی جاری تحقیق کا علمی تعارف پیش کیا بلکہ اس کے متعلق چند غیر مطبوعہ قلمی نوادرات بھی پیش کیے، اس مقالے میں انہیں حضرات کی اِن تحقیقات کی مختصر منظر کشی کرنے کی کوشش کی ہے۔

پہلی تحقیق: ٹائمز آف ہائیر ایجوکشن کے حالیہ ۲۰۲۲ء کے سروے کے مطابق انگلینڈ کی لیڈس یونیورسٹی کا نام World University Ranking میں 69 ویں نمبر پر آتا ہے، یہاں سے ماسٹر ڈگری حاصل کرنے والوں کو بعض دیگر اداروں کے پی ایچ ڈی ڈاکٹرز پر بھی فوقیت دی جاتی ہے، اِس یونیورسٹی میں محمد علی نعیمی نے ڈاکٹر مصطفیٰ شیخ صاحب کی نگرانی میں اپنے ایم اے کے مقالے میں ترجمہ کنز الایمان کے متعلق انگریزی زبان میں تحقیقی کام کیا جس میں ان کو شیخ اسرار الحق جیسے عالم کی رہنمائی بھی ملی، معلوم ہو کہ اس انگریزی زبان میں مذکورہ عنوان پر اکیڈمک سطح پر یونیورسٹی میں کوئی خاص کام نہیں ہوا اور اگر ہوا بھی ہے تو زیادہ تر اُردو زبان میں اس عنوان پر باقاعدہ اکیڈمک مقالے لکھے گئے ہیں۔

اردو زبان کی مقبولیت وترجیحات کے ضمن میں ایم اے کے لیے لیڈس یونیورسٹی انگلینڈ میں جمع کئے گئے، اس مقالے کو بیشتر اُردو داں حضرات نے صرف اس لیے نہیں پڑھا کہ ان کے گمان میں اُردو کے مختلف مقالے گردش کر رہے تھے، راقم نے بھی اُردو داں کی حیثیت سے یہی سوچا کہ ان کا یہ مقالہ بھی ڈاکٹر مسعود احمد اور پروفیسر مجید اللہ قادری صاحب کے نکات کا ترجمہ ہی ہو گا یا پھر اِس عنوان پر لکھے گئے پروفیسر دلاور صاحب کے مختلف مضامین کی انگریزی میں عکاسی کر کے لکھ دیئے گئے ہوں گے، علاوہ ازیں یہ بھی غالب گمان تھا کہ ان مذکورہ محققین کے اردو میں لکھے وہی concept گھما پھرا کر انگریزی میں لکھے گئے ہوں گے، متزاد یہ کہ ابھی ابھی انگریزی زبان میں اسی عنوان پر دوسری تھیسس پڑھ کر فارغ ہوا تھا، جس کو دار الہدیٰ یونیورسٹی کیرلا کے ہونہار طالب علم احتشام اللہ نے ایم فل مقالے کے طور پر ۲۰۱۹ میں جمع کیا تھا اور اس میں بھی کوئی خاطر خواہ تخلیقی نکات نو نظر نہیں

آئے ،جس کی وجہ سے محمد علی نعیمی صاحب کا مذکورہ ایم اے مقالہ پڑھنے کا بھی جی نہیں چاہا۔

جب اہل ذوق سے بہت تعریفیں سنی تب جا کر دوبارہ اس طرف توجہ مبذول ہوئی ، اور پھر جب پڑھنے کا اتفاق ہوا تب جا کر معلوم ہوا کہ میرا گمان فقط گمان تھا، حقیقت نہیں جس کی وجہ سے فقیر مطلوبہ علمی چاشنی سے کافی وقت تک محروم رہا اور ساتھ ہی یہ بھی سیکھنے کو ملا کہ ضروری نہیں کہ ہر جام میں مطلوبہ مزہ مل جائے کتابوں کے جنگل میں بہت مشکل سے ہی مطلوبہ خواہش پوری ہوتی ہے، جس کے لیے ہر کتاب کو محنت سے کھنگالنا ضروری ہوتا ہے ، اِس مطالعہ میں راقم الحروف کو جو بھی نکاتِ نو پڑھنے اور سمجھنے کا موقعہ ملا وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ تراجم قرآن میں فقط متن کا لفظی ترجمہ پیش کرنے کے بجائے علمائے متقدمین وحدیث مبارکہ کی پیش کردہ قرآنی تفاسیر کو ذہن وفکر میں رکھنا ضروری ہوتا ہے اور اس تحقیقی مقالے میں محقق کے پیش کردہ تمام علمی وتخلیقی نکاتِ نو کو پڑھ کر بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ترجمہ کنز الایمان میں مترجم امام احمد رضا کی ذہن وفکر میں یہ سب نکات بدرجۂ اتم موجود تھے جس کا فکری عکس اس ترجمہ میں نمودار رہوا ہے، قرآن شریف کا ترجمہ کرنے کے لیے صرف دونوں زبانوں کا جان لینا کافی نہیں بلکہ عشق وادب دونوں کو ملحوظ رکھنا بے حد ضروری ہے تا کہ بارگاہ خدا اور سول میں ذرّہ برابر بھی گستاخی کا احتمال نہ ہو، اس بات کو انگریزی ادب میں سمجھانے کے لیے محققین نے کنز الایمان اردو سے کئے گیے دیگر انگریزی تراجم جیسے مولانا عاقب فرید قادری وغیرہم کے تراجم کی مثال دے کر انگریزی داں حضرات کی تشوش کو دور کیا ہے۔

۲۔ متعدد مقامات پر محقق نے ترجمہ کنز الایمان کے نہ صرف اعلیٰ علمی وادبی مقام کی توثیق کی ہے بلکہ ایسے تخلیقی نکات بھی پیش کئے ہیں کہ ترجمہ کنز الایمان کے منفرد المثال فقہی مقام کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے۔

۳۔ اس تھیسس میں تراجم قران کا جو تقابلی جائزہ کیا گیا ہے اس میں اس میں جو نئے نکات زیر بحث لائے گئے ہیں ان میں سے زیادہ تر ایسے ہیں جن پر اردو کے محققین نے بہت کم تبصرہ کیا ہے۔

۴۔ بنا کسی کا نام لیے الیاس گھمن جیسے مختلف مخالفین کا اپنے اکابر علما کے انداز میں ردبلیغ کیا گیا ہے، مثال کے طور پر مولوی امام علی قاسمی رائے پوری کے اعتراض کا رد کرنے کے لیے تاج الشریعہ کی تصنیف" دفاع کنز الایمان" کے نکات کو جدید انداز میں پیش کیا ہے، اسی طرح جمیل الرحمٰن کے بے جا اعتراضات کی علمی سرکوبی کے لیے نواسۂ مفتی اعظم مولانا فوادرضا متعلم مظہر اسلام کے مقالے بعنوان "انوار کنز الایمان علی جواب جمیل الرحمن" کے نکات پیش کردئے ہیں، جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ تحقیق کی ابتداء میں Literature Survey کے ذریعہ مضبوط علمی مطالعہ محنت کے ساتھ کیا گیا ہے۔

۵۔ قرآن شریف کے اردو تراجم کے تقابلی جائزہ پر انگریزی میں مقالہ لکھنے والے اکیڈمک قلمکاروں پر ضرب لگاتے ہوئے اُن سے سوال کیا ہے کہ انہوں نے کس وجہ سے اپنے مقالوں میں ترجمہ کنز الایمان کا نام تک نہیں لیا اور پھر محقق نے خود ہی واضح کیا ہے کہ اس کی بنیادی وجہ علمی و مذہبی نہیں بلکہ سراسر فرقہ وارانہ وتعصّبانہ ہے۔

دوسری تحقیق: یہ تحقیق بھی مذکورہ محقق ڈاکٹر محمد علی نعیمی نے اسی لیڈس یونیورسٹی کے اکیڈمک ماحول میں کی جس میں ڈاکٹر مصطفیٰ شیخ کی نگرانی اور شیخ اسرار الحق کی رہنمائی کے علاوہ برصغیر ہندو پاک کے متعدد محققین ومختلف علمی مجالس سے قلمی تعاون اور علمی مواد بھی ملا جس کی بنیاد پر آپ اپنا پی ایچ ڈی مقالہ جمع کرنے میں کامیاب ہوئے اور ابھی حال ہی میں(فروری ۲۰۲۲ میں) آپ کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری سے نوازہ گیا، اِس منفرد المثال مقالے میں محقق نے نام نہاد مسلمانوں کی بدعنوانی سے اختلاف رائے کے ذریعہ انتشار کی کوششوں کی علمی سرکوبی کی ہے، محقق نے بھولے بھالے مسلمانوں کے بیچ امام احمد رضا کے تحریری نقوش کے متعلق بدعنوانی اور اختلاف رائے پیدا کرنے والی تمام اکیڈمک سازشوں کا قلعہ قمع کرنے کے مقصد حسنہ کے تحت اِس کام کو شروع کیا تھا جس میں وہ کامیاب بھی ہوئے ،موصوف زیادہ تر

اُنہیں عناوین کو زیر بحث لاتے ہیں جو انگریزی زبان کی ضرورت ومقبولیت اور ادبی شناخت کے مطابق تشنہ لب ہیں اور اُمت مسلمہ کو جن کے متعلق گمراہ کرنے کی منظم سازش ہو رہی ہو، جیسا کہ آپ کی پچھلی تحقیق سے واضح ہے اور اس تحقیق میں تو نکات اتنے زیادہ نظر آئے کہ ان کو اس مختصر مقالے میں بیان کرنا ممکن نہیں ہے، ہاں چند ایک نکات جو راقم کو سمجھ آئے یہاں نقل کئے جاتے ہیں:

۱- اِس تحقیق میں مقالہ نگار نے اِس بات پر روشنی ڈالی ہے کہ امام احمد رضا کے موقف کو سمجھنے کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ان کے نظریات کیا تھے اور وہ فتویٰ دیتے وقت کن باتوں کو شامل حال رکھتے تھے؟ اور اُن کے اِن کے نظریات کا اثر برصغیر کے مسلمانوں پر کتنا ہے؟ جس سے امام احمد رضا کے تحریری نقوش کے متعلق بدعنوانی اور اختلاف رائے پیدا کرنے والی تمام اکیڈمک سازشوں کی جڑ پر حملہ ہو۔

۲- امام احمد رضا قادری کے خلاف عالمی سطح پر جاری اکیڈمک پروپیگنڈے کا ایک غیر جانبدارانہ جائزہ لے کر یہ ثابت کیا ہے کہ برصغیر میں آپ کے نظریہ پر عمل کرنے والے حضرات کا عقیدہ کوئی اپنا ایجاد کردہ نیا عقیدہ نہیں ہے بلکہ سلف صالحین کے ذریعہ پہنچایا گیا محمد مصطفیٰ ﷺ کے صحابہ واہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین والا عقیدہ ہے، بس اس کے افکار ونظریات ومعمولات کی تجدید امام احمد رضا نے اپنے قلم حق رقم سے اس صدی میں کر دی ہے تا کہ عوام وخواص سب کو استقامت نصیب ہو۔

۳- عالم اسلام کے وہ ممالک جہاں اِن اکیڈمک شر پسندوں نے اہل سنت کے علما و مشائخ کو اپنی غلط بیانی وسوچی سمجھی سازشِ بدعنوانی کے ذریعہ اختلاف رائے پیدا کر کے بدظن کرنے کی کوشش کی ہے وہاں بھی اس تحقیق کو پہنچایا گیا ہے، خاص کر اس تحقیقی مقالے میں موجود اُن نکات پر نشان لگا کر مذکورہ علما کی بارگاہ میں پیش کئے گئے ہیں جن کے ذریعہ تمام عوام وخواص کا ذہنی انتشار ختم ہونے کے ساتھ ہی مذکورہ سازش سے بھی پردہ اٹھ جائے۔

۴- امام احمد رضا نے تحقیقی وعلمی دلائل کے ساتھ اہانت رسول کرنے والوں پر شرعی گرفت کی ہے جو آپ کے جمع کردہ فتاویٰ حسام الحرمین میں اور آپ کے رسالہ تمہید ایمان میں خاص طور پر درج ہے، جس کو بنیاد بنا کر اس محقق نے اپنے اِس پی ایچ ڈی مقالے میں اِن لوگوں کے پروپیگنڈہ کا رد بلیغ کیا ہے جو صرف تعصب وعناد کی بنیاد پر امام کے ان تحریری نقوش کی غلط تصور پیش کر کے اپنے گروگھنٹالوں کے اس ناقابل معافی جرم کو چھپانے کے لیے اکیڈمک طور پر اپنی تحریروں میں راہ فرار اختیار کی ہے یعنی موضوع سے ہٹ کر باتیں تحریر کی ہیں۔

۵- عالمی سطح پر امام احمد رضا کے مخالفین بالخصوص وہابی اور دیوبندی نظریات کے حاملین نے اپنی تقیہ بازی سے عالم اسلام میں بالعموم اور عالم عرب میں بالخصوص امام احمد رضا کے خلاف افواہوں کا بازار گرم کر کے جو سازشوں کا جال بنا ہے اُس کی سرکوبی کے لیے محقق نے اپنی تحقیق میں جن بنیادی باتوں پر زور دیا ہے وہ واقعی لائق تحسین ہے۔

تیسری تحقیق: حالیہ ٹائمز آف ہایر ایجوکشن کے ۲۰۲۲ء کے سروے کے مطابق انگلینڈ کی رائل ہولیوڈ یونیورسٹی آف لندن کا نام World University Ranking میں 23 رویں نمبر پر آتا ہے یہاں کا اپنا ایک الگ معیار ہے، مختلف اداروں سے الگ اِس کی خاص بات یہ ہے کہ یہاں کے Academic Relations دیگر اداروں کے مقابلے زیادہ وسیع ہیں، اسی لیے یہاں تعاوناتی وتعیناتی تحقیقی موقع زیادہ ہیں یہی بات اس یونیورسٹی کو دیگر سے ممتاز کرتی ہے، اس یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کر رہے جناب ضیغم سرفراز نے اپنے پی ایچ ڈی مقالے کے لیے ایک منفرد المثال موضوع کا انتخاب کیا ہے، جو نہ صرف آپ کے شعبۂ تاریخ کے اعتبار سے اہم ہے بلکہ رضویات کی ترویج واشاعت کے مرکزی حصہ کا ایک اہم جز ہے، یہ موضوع اتنا اہم ہے کہ آپ کو ایک کے بجائے دونگراں کی سرپرستی میں کام کرنے کا موقع ملا ہے، یہ دونوں نگراں حضرات ثقافتی ادب میں ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ برصغیر ہندوپاک کی اسلامی تاریخ کے بڑے محقق ہیں، یہ تحقیق امام احمد رضا کی تجدیدی تحریک کے اُس حصہ پر کی

جارہی ہے جو پاکستان میں فکر رضا کی ترجمانی کرتی ہے۔

اِس مقصد کے حصول کے لیے محقق نے امام احمد رضا کے مقامی نائب یعنی محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ دو مرکزی اداروں یعنی مرکزی دار العلوم جامعہ رضویہ مظہر اسلام اور مرکز سنی رضوی مسجد کو موضوع بحث بنایا ہے جو کہ آج بھی خانقاہ عالیہ محدث اعظم لائل پور کے ذریعہ فکر رضا کی ترجمانی کررہے ہیں، علاوہ ازیں برصغیر میں محدث اعظم پاکستان کے متعدد خلفا کی خدمات کے ذریعہ نہ صرف ہند و پاک میں بلکہ کل عالم اسلام میں مسلک رضا کی ترویج واشاعت کا باب بھی اس میں شامل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، معلوم ہو کہ ابھی یہ تحقیق مکمل ہونے میں چند سال اور لگ جائیں گے، اسی لیے اس کا مکمل مطالعاتی منظر نامہ پیش کر پانا ممکن نہیں ہے مگر پھر بھی راقم الحروف کو محقق سے جو بھی تحریری مواد ملا یا انٹرنیٹ پر جو باتیں ہوئیں یا پھر ہماری آن لائن چوتھی سالانہ اکیڈمک کانفرنس (بتاریخ ۳/اکتوبر ۲۰۲۱ء) میں آن لائن حاضر ہو کر محقق نے جو بتایا، اُن تمام باتوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل نکات نقل کئے جاتے ہیں:

۱۔ موجودہ فیصل آباد المعروف لائل پور اس وقت مسلمانوں کی بڑے پیمانے پر نقل مکانی کرنے کی وجہ سے ایک گھنی مسلم آبادی چوالے اور خوشحال شہر کے طور پر ابھر رہا تھا، جس کی بنیاد پر اِس شہر کی آبادی کا ذریعۂ معاش، زراعت سے بدل کر تجارت ہو گیا اور اسی وجہ سے یہ خطہ یہاں کے تجارتی و مذہبی مرکز کے طور پر ابھر کر سامنے آیا، یہاں امام احمد رضا کی فکر کو فروغ ملا جس سے پورے ملک میں فکر رضا کو روشناس کرنے کا راستہ ہموار ہوا، انہیں تمام تر وجوہات کے سبب محقق نے اپنی تحقیق کی case study کے لیے اس علاقے کا تعین کیا۔

۲۔ یہاں کی متعدد مرکزی شخصیتوں کی تربیت اِسی فکر کے عالمی مرکز یعنی مرکز اہل سنت بریلی شریف سے ہوئی اور بریلی شریف سے ہی اس علاقے لائل پور کو امام احمد رضا کے فکری ترجمان محدث پاکستان کی شکل میں مل گیا اور ان کی علمی اور عملی کاوشوں سے زمینی سطح پر رضویات کے الم کو پورے ملک میں بلند کیا گیا، انہیں ممتاز وجوہات کی بنا پر محدث اعظم پاکستان کی کاوشوں کو تحقیق کی case study کا علمی موضوع بنا کر کام شروع کیا گیا ہے۔

۳۔ محدث اعظم پاکستان کے تربیت یافتہ حضرات کی ایک لمبی فہرست ہے، اِن میں سے بیشتر ایسے ہیں جنہوں نے اپنی عملی کاوشوں سے امام احمد رضا کے مسلک کی ترجمانی کی ہے جس کی وجہ سے یہ تلامذہ اپنے اپنے علاقوں میں ممتاز ہوئے ہیں جو خود میں ایک دائمی تحریک بن کر ابھرے ہیں، آپ کے تلامذہ کا یہ دائرہ صرف پاکستان تک ہی محدود نہیں بلکہ پوری دنیاں میں بکھرا ہوا ہے، خاص طور پر خاندانِ اعلیٰ حضرت کے متعدد شیوخ آپ کی ہی بارگاہ میں زانوئے ادب طے کر کے محقق و محدث کہلائے جن میں ریحان ملت حضرت علامہ ریحان رضا خان، امین شریعت حضرت علامہ مفتی سبطین رضا خاں بریلوی، صدر العلماء حضرت علامہ تحسین رضا محدث بریلوی رحمہم اللہ کا نام خاص ہے، جن کی اپنی ایک الگ مرکزی حیثیت ہے، علاوہ ازیں آپ کے عربی خلفا میں خاص طور پر مولانا محمد تیسیر دمشقی مخزومی مدرس جامع مسجد دمشق، مولانا محمد علی حماۃ ملک شام، مولانا حسین فہمی الترکی وغیرہ نے عرب ممالک میں فکر رضا کو مضبوط کیا، انہیں تمام تر خصوصیات کے پیش نظر اس تحقیق میں فروغ رضویات کے حوالے سے آپ کے تلامذہ کی مرکزی حیثیت پر الگ سے باب قائم کیا جائے گا۔

۴۔ علاوہ ازیں محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی کے تبلیغی اسفار اور مسلک رضا کی علمی خدمات کی تحریک جو موجودہ ہندوستان کے تناظر میں راقم الحروف کے زیر اہتمام جاری ہے کو ضیغم سرفراز صاحب کی اس تحقیق کے ساتھ ملا کر colllabration research کے ذریعہ اجمالی طور پر پورے برصغیر یعنی ہند و پاک کے ضمن میں اس حوالے سے انگریزی زبان میں ایک تاریخی کام کرنے کا منصوبہ ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے اس طرح کے تمام تشنہ لب و تحقیق طلب موضوعات پر انگریزی زبان میں مزید کام

رضویات

ہو تاکہ ہمارے پیچھے آنے والے طلبا کے لیے اکیڈمک راہیں آسان ہوں، اس راہ میں جوحضرات کام کررہے ہیں، رب قدیر ان کے کام کوجلدازجلد پایۂ تکمیل تک پہنچائے اور جوحضرات کام کر چکے ہیں، ان کو اپنے چھوٹوں کی مدد اور رہنمائی کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس طرح ہم سب مل کر کام کریں تا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے مزید اسلام وسنیت کی خدمت کا کام لے اور اسی ضمن میں لگ کر اکیڈمک سطح پر رضویات کو بھی متعارف کرانے کی سعادت نصیب ہوجائے، آمین۔

چند تحقیق، محقق اور یونیورسٹیز کی تفصیل حسب ذیل ہے:

شمار	تحقیق کا عنوان	تحقیقی کورس	محقق اور یونیورسٹی	رینک	سن تکمیل
۱	The Path of the Prophet: Maulana Ahmad Riza Khan Barelwi and the Ahl-e Sunnat wa Jamaat Movement in British India, c. 1870–1921	پی. ایچ. ڈی	ڈاکٹر اوشا سانیال کولمبیا یونیورسٹی، نیویارک امریکہ	۰۶	۱۹۹۰ء
۲	The Qur'anic Hermeneutics ofImâm Ahmad Raza Khân Barêlwî(1856–1921(with special reference to the Qur'an translation Kanz ul-Imân.	ایم. اے	محمد علی نعیمی لیڈس یونیورسٹی، انگلینڈ	۶۹	ستمبر ۲۰۱۰ء
۳	Heresies of Indian Muslims as per the literary footprints of Imam Ahmed Raza Khan Barelwi.	پی ایچ ڈی	محمد علی نعیمی لیڈس یونیورسٹی، انگلینڈ	۶۹	فروری ۲۰۲۲ء
۴	Stablish and Growth of Barelvi Movement in Pakistan: A Case Study of Jamia Razvia Sunni Masjid (1950–2019)	پی. ایچ. ڈی	ڈاکٹر ضیغم سرفراز رائل ہالیووڈ یونیورسٹی آف لندن، انگلینڈ	۲۳۵	جاری
۵	The distinction between most prevailing Schools of thoughts: In Pakistan a Case study of Barelvi Deobandi Sects: A Case Study.	پوسٹ ڈاک	عاطف اسلم راؤ نمی کیٹن یونیورسٹی کونیا ترکی	۱۸۵۶	جاری
۶	CONTRIBUTION OF KANZULIMAN IN QURANIC TRANSLATION.	ایم. فل	احتشام اللہ دارالہدیٰ اسلامی یونیورسٹی کیرلا	۴۵۷۲	۲۰۱۹ء

◆◆◆

تصنیف: امام فقیہ ابو اللیث نصر ابن محمد سمرقندی
ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

گیارہویں قسط

ترغیبات

گزشتہ سے پیوستہ

۳- بابُ عذاب القبر و شدتہٖ

عذابِ قبر اور اُس کی کٹھنائی کا بیان

عذاب قبر سے ہمیشہ تعوذ کرتے رہنا چاہیے

حدیث شریف: مصنف علیہ الرحمہ اپنے شیخ خلیل ابن احمد کی تحدیث و سند نقل کر کے بطریق منہال، حضرت براء ابن عازب (صحابی رضی اللہ عنہ) سے راوی ہیں کہا ہم لوگ (ایک بار) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معیت میں ایک انصاری کے جنازہ میں گئے اور قبر تک پہنچے، لحد اَبھی تیار نہیں ہوئی تھی، حضور (قبر سے ہٹ کر) تھوڑی دوری پر بیٹھ گئے، ہم بھی حضور کے آس پاس بیٹھ گئے (سب کی خاموشی و بے حرکتی کا عالم یہ تھا کہ) گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں اور حضور کے دست اقدس میں ایک تنکا تھا جس سے حضور نے زمین کریدی، پھر ناگاہ (ایک دم) سر انور اٹھایا اور (حاضرین سے) ایک یا دو بار فرمایا: عذاب قبر سے اللہ کی پناہ چاہو اور...

بندۂ مومن کی جانکنی کا منظر

حدیث کا بقیہ حصہ: ...پھر (سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے آگے) فرمایا: بندۂ مومن جب (وقت نزع) آخرت کی طرف اقبال کرتا اور دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اس وقت اس کی طرف بہت سے فرشتوں کا نزول ہوتا ہے جن کے چہرے صاف دھوپ کی طرح چٹے سفید ہوتے ہیں وہ فرشتے، اپنے ساتھ جنتی کفن اور جنتی حنوط (ایک مرکب خوشبو کا نام) لے کر اترتے ہیں اور حد نگاہ تک بیٹھ جاتے ہیں، ان کے بعد ملک الموت تشریف لاتے ہیں اور سرہانے بیٹھ کر کہتے ہیں: اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ! اُخْرُجِي اِلٰى مَغْفِرَةِ اللهِ وَرِضْوَانِهٖ۔ اے نفس مطمئنہ (اس قالب سے) باہر آجا اور اللہ کی بخشش و رضوان کی طرف نکل چل، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (آگے) فرمایا: تو روح، مَشک سے پانی کے قطرے رِسنے کی طرح رستے ہوئے (بآسانی) نکلتی ہے تو وہ فرشتے اسے ملک الموت کے ہاتھ میں ذرا دیر نہیں چھوڑتے (بلکہ فوراً) اپنے ہاتھوں میں لے لیتے اور اسے اسی کفن و حنوط میں رکھتے ہیں، اس سے ایسی اچھی خوشبو پھوٹتی ہے جو دنیا میں پائے جانے والے اچھے سے اچھے مُشک سے پھوٹتی ہو، پھر وہ اس کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں، ملائکہ کی جس جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں وہ کہتے ہیں یہ کتنی پاکیزہ خوشبودار روح ہے؟ وہ جواب میں کہتے ہیں (ہاں) یہ فلاں ابن فلاں کی روح ہے (اچھے ناموں کے ساتھ بول کر) پھر اس کو لئے ہوئے آسمان دنیا تک پہنچتے اور اس کے لئے دروازہ کھلواتے ہیں ان کے کہنے سے دروازہ کھلتا ہے، تو ہر آسمان کے مقرب فرشتے اس کا استقبال کرتے اور اس کے جلو میں اگلے آسمان تک ساتھ رہتے ہیں (اسی طرح سب آسمانوں سے گزرتے) حتی کہ ساتویں آسمان تک منتہی ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کا نامۂ اعمال علیّین میں لکھو اور اس کو زمین کی طرف لوٹاؤ میں نے انسانوں کو اسی سے پیدا کیا ہے اور اسی میں لوٹاتا ہوں اور اسی سے دوبارہ نکالوں گا تو روح اس کے جسم (مقبور) میں لوٹائی جاتی ہے اور دو فرشتے اس کے پاس قبر میں آکر (تین) سوال کرتے ہیں...

میتِ مومن سے سوالات قبر

(پہلا سوال) من رَبُّک؟ ترا رب کون ہے؟ یہ کہتا ہے: (جواب) ربی اللہ! میرا رب اللہ ہے، وہ پھر سوال کرتے ہیں:

(دوسرا سوال) و ما دینُک؟ اور اب یہ بتا کہ تیرا دین

کیا ہے؟ یہ کہتا ہے:

(جواب) **دینی الاسلام!** میرا دین، اسلام ہے، وہ پھر پوچھتے ہیں:

(تیسرا سوال) **ما تقول فی ھٰذاالرجل الذی بعث فیکم؟** تو اس مرد کے بارے میں کیا کہتا ہے جو تم میں مبعوث ہوا؟ وہ کہتا ہے:

(جواب) **ھو رسول اللہ ﷺ!** وہ اللہ کے رسول ہیں۔

فرشتے کہتے ہیں: تو نے کیسے جانا؟ وہ کہتا ہے: میں نے اللہ تعالیٰ کی (نازل فرمودہ) کتاب پڑھی اس پر ایمان لایا، اس کی تصدیق کی۔

پھر ایک منادی ندا کرتا ہے کہ میرے (اس) بندے نے سچ کہا، تو اب اس کے لئے جنت کا فرش بچھاؤ اور جنتی لباس پہناؤ اور اس کے لئے جنت کی ایک کھڑکی کھولو جس سے اس کو جنت سے ہوا اور خوشبو پہنچتی رہے اور اس کی قبر میں حد نگاہ تک توسیع کر دی جاتی ہے اور اس کے پاس ایک، پاکیزہ خوشبو والا خوبرو مرد آتا اور کہتا ہے لے! خوش ہو جا اُس پر جو تجھے آج مسرور کر دے گا جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا، تو وہ اس حسین و جمیل مرد سے پوچھتا ہے:

من انت؟ آپ کون ہیں؟ وہ (جواب میں) کہتا ہے: **انا عملک الصالح۔** میں تیرا نیک عمل ہوں، اب وہ (بے صبری کے ساتھ، رب تبارک وتعالیٰ سے) عرض کرتا ہے: اے میرے رب! تو جلدی قیامت قائم فرما تا کہ میں اپنے (جنتی) گھروں میں خادموں کے پاس (جلد از جلد) پہنچ جاؤں" اور۔۔۔

کافر و فاجر کی جانکنی کا منظر

بقیہ حدیث:

(راوی کا بیان ہے کہ) پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (آگے) فرمایا: اور جب بندۂ کافر (یا فاجر) آخرت کی طرف اقبال اور دنیا سے انقطاع کی حالت میں ہوتا ہے اس وقت آسمان سے اس کی طرف بہت سے فرشتے نازل ہوتے ہیں جن کے چہرے سیاہ ہوتے ہی (ڈراونی شکل والے) ان کے ہمراہ ٹاٹ (نما) ایک موٹا جھوٹا کپڑا ہوتا ہے، وہ آکے، اس سے کچھ ہٹ کر تا حد نگاہ بیٹھ جاتے ہیں، پھر موت کا فرشتہ اس کے سرہانے بیٹھتا ہے اور کہتا ہے: اے خبیث جان (اس قالب سے) باہر آجا اور اللہ کی ناراضی اور اس کے غضب کی طرف چل اور روح بدن کے سارے اعضا میں متفرق، منتشر ہے، تو فرشتۂ موت اس کو اس طرح کھینچتا ہے جس طرح بھیگی ہوئی اون میں سے نوکیلی سیخ کھینچی جائے، تو نزع روح کے ساتھ اس کے رگ پٹھے کٹ جاتے ہیں (گویا بہت بری طرح اس کی جان نکلتی ہے) پھر فرشتہ اس کو پکڑ لیتا ہے، جب وہ پکڑتا ہے تو ہمراہی فرشتے پلک جھپکتے (یعنی ذرا بھی دیر لگائے بغیر فوراً) ملک الموت کے ہاتھ سے لے لیتے اور ٹاٹ کے چیتھڑوں میں لپیٹ لیتے ہیں اس سے ایسی بدبو نکلتی ہے جیسی سڑی ہوئی لاش کی بدبو۔

یہ فرشتے اس کو ہمراہ لئے ہوئے ملأ اعلیٰ کی جس بھی جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں تو وہ ضرور کہتے ہیں یہ کتنی خبیث روح ہے؟ تو ان سے یہ (حاملان روح) برے ناموں کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ یہ فلاں ابن فلاں کی روح ہے حتیٰ کے آسمان دنیا تک وہ اس کو لے کر پہنچتے ہیں اور آسمان کا دروازہ کھولنے کے لئے کہتے ہیں تو اس کے لئے دروازہ نہیں کھلتا ہے (راوی کا بیان ہے) اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیۂ کریمہ پڑھی:

"**لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ۔** (ترجمہ) یعنی کافروں کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں جب تک سوئی کے ناکے اونٹ داخل نہ ہو۔"

[سورۂ اعراف—۴۰ رکنز الایمان بتصرف یسیر]

۔۔۔(حضور نے مزید فرمایا) پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کا عمل سجین میں درج کرو، پھر اس کی روح (نیچے) ڈال دی جاتی ہے، اب حضور نے یہ آیۂ کریمہ تلاوت فرمائی:

"**وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ۔** (ترجمہ)

اور جو اللہ کا (کسی کو) شریک ٹھہرائے اس نے گویا پچھاڑ کھائی آسمان سے، پھر پرندے (گدھ وغیرہ) اس پر جھپٹ پڑتے ہیں، یا (گویا کہ) ہوا اسے اڑا کے لے جا کر کسی ہلاکت خیز دور دراز جگہ پھینک دیتی ہے۔" [سورۂ حج-۳۱]

(مصنف علیہ الرحمہ نے کہا) یعنی روح رد کر دی جاتی اور پھر (قبر میں پڑی ہوئی اس کی لاش میں) دوبارہ لوٹا دی جاتی ہے، پھر اس کے پاس دو فرشتے (منکر نکیر) آتے اور اٹھا کر بیٹھاتے اور سوال کرتے ہیں...

میت کافر یا فاجر سے سوالاتِ قبر

...**حدیث کا اختتام:** پہلا سوال: من ربک؟ تیرا رب کون ہے؟ (جواب میں) کہتا ہے: لا ادری میں نہیں جانتا۔

دوسرا سوال: و ما دینک؟ اور تیرا دین کیا ہے؟ (جواب میں) کہتا ہے: ھاہ! لاأدری۔ ہائے افسوس مجھے کچھ پتہ نہیں۔

تیسرا سوال: **و ما تقول فی ھٰذا الرجل بعث فیکم؟** اور اس مرد کے بارے میں تو کیا کہتا ہے جو تم میں بھیجا گیا؟ (جواب میں) کہتا ہے: ھاہ لاادری! ہائے افسوس میں کچھ نہیں جانتا اور پھر آسمان سے ایک ندا کرنے والا ندا کرتا ہے، میرے (اس) بندے نے جھوٹ بولا اس کے لئے (قبر میں) آگ کا بچھونا بچھاؤ اور دوزخ کی طرف ایک کھڑکی کھول دو، تو اس پر دوزخ کی تپش اور تیز گرم ہوا داخل ہوگی اور قبر تنگ کر دی جائے گی جس سے اس کی پسلیاں ادھر کی اُدھر ہو جائیں گی اور اس کے پاس (قبر میں) ایک بد صورت، بہت بودے کپڑے پہنے، بدبودار (سڑیندا) آدمی آئے گا اور اس سے کہے گا تجھے خوش خبری ہو اس کی جو تجھے بری لگے، ارے یہ تیرا وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا، تو وہ (قبر میں پڑا ہوا کافر یا منافق یا فاجر) کہے گا (یہ تو بتا دے کہ) تو کون ہے؟ وہ کہے گا میں تیرا عملِ بد ہوں، تو وہ دعا مانگے گا کہ اے میرے رب! قیامت قائم نہ کر، قیامت قائم نہ کر۔(۱) (حدیث پوری ہوئی)

[۱] یعنی یہ خواہش اسلئے ہوگی تا کہ وہ مزید خرابیوں، سختیوں میں نہ پڑے، دوزخ میں نہ جلے، ۱۲ر مترجم غفرلہ

جانکنی کی کیفیت — روح کا انجام ومقام

حدیث شریف: مصنف علیہ الرحمہ اپنے شیخ ابوجعفر فقیہ سے سن کر ان کی تحدیث و سند نقل کرتے ہوئے، بطریق ابن زہیر، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان المؤمن اذا احتضر۔۔۔الحدیث"...

مومن کی موت کا منظر

...یعنی جب مومن پر موت کا وقت قریب آتا ہے اس وقت اس کے پاس (کچھ) فرشتے آتے ہیں جن کے ہمراہ جنتی ریشمی کپڑے کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے اس میں مشک اور ضبائر الریحان (یعنی خوشبودار پھولوں کا مجموعہ) لپٹا ہوا ہوتا ہے اور مومن کی روح (اس طرح بآسانی) کھینچ لی جاتی ہے جیسے گوندھے ہوئے آٹے میں سے بال کھینچ لیا جاتا ہے اور اس سے (اس وقت) کہا جاتا ہے:

"یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِی اِلیٰ رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً عَنْکِ اِلیٰ رَحْمَةِ اللہ تعالی وَرِضْوانِہٖ۔

(ترجمہ) یعنی اے وہ جان! جو (ایمان و اسلام پر) مطمئن رہی! تو اپنے رب کی طرف واپس چل۔ یوں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی (اس قالب سے نکل کر) اللہ کی رحمت و رضوان کی طرف (چل)۔"

روح مومن کے ساتھ سلوک

(آگے فرمایا) اور جب مومن کی روح (بدن سے) نکال لی جاتی ہے تو ان پھولوں اور مشک پر رکھ کر اُسی ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر مقام علّیین پہنچا دی جاتی ہے...

کافر کی موت کا منظر

...(حضور نے مزید فرمایا) اور جب کافر کی موت کا وقت قریب ہوتا ہے تو فرشتے موٹے بالوں کا ٹاٹ نما کپڑا ساتھ لے کر آتے ہیں جس میں آگ کے انگارے بھرے ہوتے ہیں، اس کی روح بڑی سختی کے ساتھ کھینچی جاتی ہے اور (نزع کے وقت) اس سے کہا جاتا ہے اے خبیث جان باہر نکل اس حال میں کہ تو بھی ناخوش اور تجھ پر اللہ بھی ناخوش، تو نکل اللہ کے عذاب و

ھوان (۱) کی طرف...

روح کافر کے ساتھ سلوک

...(اور فرمایا) جب اس کی روح قبض کر لی جاتی ہے تو مذکورہ بالا انگاروں پر رکھ کر ٹاٹ میں لپیٹ لی جاتی ہے۔ اور وہ (اس وقت بری طرح) ہچکی لے لے کے روتی ہے، اس کی ہچکی کی آواز ایسی ہوتی ہے جیسے جوش کھاتی ہانڈی کی آواز، پھر مقام سجین لے جائی جاتی ہے۔ (یہ حدیث شریف ختم ہوئی)

مومن کے لئے قبر میں اکرام وآرام

روایت ابن عمر: (مصنف علیہ الرحمہ نے کہا) فقیہ ابوجعفر اپنی اسناد کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے راوی ہیں فرمایا: جب مومن کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس پر قبر میں ستر ہاتھ طویل توسیع کر دی جاتی ہے اور اُس پر خوشبودار پھول بکھیرے جاتے ہیں اور حریر (کی قناتوں) سے آڑ ھ کر دی جاتی ہے، پھر اگر اس کے پاس کچھ قرآن کا حصہ ہوتا ہے تو اسے قبر میں اسی کا نور کافی ہے ورنہ اس کے لئے ایک اور نور کر دیا جاتا ہے جس کی روشنی سورج کی طرح ہوتی ہے (۲) اور میتِ مومن کی مثال نئی نویلی دلہن کی سی ہے کہ وہ (محبوب کے انتظار میں) سو جاتی ہے، جسے وہی جگاتا ہے جو اس کے نزدیک (آج) سب سے زیادہ پیارا ہے (یعنی شوہر) تو وہ نیند سے بیدار ہوتی ہے گویا ابھی پیٹ بھر کے نہیں سو پائی تھی...

قبر میں کافر یا فاجر کا حال وانجام

...(حضرت ابن عمر نے آگے فرمایا) اور بے شک کافر پر اس کی قبر اس قدر تنگ ہوجاتی ہے کہ پسلیاں پیٹ میں گڑ جاتی ہیں اور اس پر (عظیم الجثہ) اژدہے چھوڑے جاتے ہیں جیسے ڈیل ڈول اونٹوں کی گردنیں، وہ اس کے گوشت کو کھا لیتے حتی کہ اس کی ہڈیوں پر ذرا سا بھی گوشت باقی نہیں رہنے دیتے ہیں، پھر اس پر عذاب کے ایسے فرشتے چھوڑے جاتے ہیں جو نہ سنیں نہ بولیں نہ دیکھیں، ان کے ہاتھوں میں لوہے کے گرز (یعنی ہتھوڑے)

[۱] ''ھوان'' = ذلت ورسوائی، ۱۲/مترجم غفرلہ۔

[۱] یعنی نیک مومن کی قبر تنگ وتاریک نہیں رہتی ہے، ۱۲/مترجم غفرلہ۔

ہوتے جن سے وہ اس کی پٹائی کرتے، وہ اس کا نہ رونا چیخنا سنتے ہیں کہ رحم کھائیں نہ دیکھتے ہیں کہ انہیں اس پر ترس آئے۔ نیز اس پر صبح وشام دوزخ پیش کی جاتی ہے۔ [۱]

عذاب قبر سے نجات کے لئے ایک مفید ونفیس نسخہ

تنبیہ: (مصنف یعنی فقیہ ابواللیث سمرقندی علیہ الرحمہ کہتے ہیں) جو بندہ چاہتا ہو کہ اسے عذاب قبر سے نجات ملے تو اس پر لازم ہے کہ چار نیک کام کرنے کا اور چار برائیوں سے بچنے کا التزام کرے۔

وہ چار کام جن کا کرنا لازم:

(۱) پنج گانہ نمازوں کی محافظت (۲) زکاۃ وخیرات کی کثرت (۳) قرآن مجید کی (روزانہ بلاناغہ کچھ نہ کچھ) تلاوت (۴) اور تسبیح کی کثرت۔ [۲]

وہ چار کام جن سے پرہیز لازم:

(۱) جھوٹ (۲) خیانت (۳) چغلی (۴) اور پیشاب کی چھینٹوں سے بچنا۔ [۳]

پیشاب سے تنزُّہ [۴] کی تاکید

حدیث شریف: حدیث شریف میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تنزهوا عن البول فان عامة عذاب القبر منه۔ (ترجمہ) یعنی پیشاب سے (جسم اور کپڑوں کو) خوب پاک صاف رکھو کیونکہ عموماً یہ استحقاق عذاب قبر کا سبب ہے۔''

(مضمون ''تنبیہ مصنف'' پورا ہوا۔)

[۱] کہ قیامت کے دن تجھے اس میں پڑنا ہے، ۱۲/مترجم غفرلہ۔

[۲] تسبیح = سبحان اللہ کہنا، کثرت = خوب زیادہ سے زیادہ پڑھنا، بلکہ بہتر ہے کہ کلمہ تمجید پورا پڑھے، کیونکہ قرآن وحدیث میں اس کلمے کی بڑی فضیلت آئی ہے یہ باقیات صالحات سے ہے، ۱۲/مترجم غفرلہ۔

[۳] یعنی بدن، لباس یا بستر وغیرہ کو اپنے یا پرائے پیشاب کی چھینٹوں سے بھی بچانا لازم ہے، یعنی بے احتیاطی ولاپرواہی سے پرہیز بہت ضروری ہے، ۱۲/مترجم غفرلہ۔

[۴] ''تنزُّہ'' = خوب بچنا، پوری طرح احتیاط کرنا، ۱۲/مترجم غفرلہ۔

.........جاری

اختلاط نعت ومنقبت درتناظر حدیث رسالت

از: محمد جسیم اکرم مرکزی

دورحاضر کے بعض شعرا کے کلام میں دیکھنے کو ملا کہ وہ ایک ہی کلام میں نعت ومنقبت اور مرثیہ وغیرہ کے اشعار بھی شامل کر لیتے ہیں بعض کلام میں شروع کے ایک دوشعر نعت کے رہتے ہیں، اس کے بعد ایک ماں کی شان میں ایک باپ کی شان میں اور ایک پیر صاحب کی شان میں بعض شعرا حضرات باضابطہ مشاعرہ کراتے ہیں اور اس میں قوانین مقرر کرتے ہیں جن قوانین میں سے ایک قانون یہ بھی ہوتا ہے۔

ہر شاعر کا کلام آٹھ شعر پر مشتمل ہونا لازمی ہوگا جس کی ترکیب اس طرح سے ہوگی کہ پہلے کے تین شعر نعت کے دوفلاں پیر صاحب کی شان میں اور ایک ماں کی شان میں اور ایک شعر بزم کے نام پر اور ایک مقطع اس کے برخلاف ہو تو کلام شامل بزم نہیں کیا جائے گا۔

اب یہ کہاں تک درست ہے آئیے ہم حدیث رسالت کے تناظر میں دیکھتے ہیں مشکوٰۃ، باب اعلان النکاح (فصل اوّل صفحہ 271/ کی پہلی حدیث ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام ایک نکاح میں تشریف لے گئے جہاں انصار کی کچھ بچیاں دف بجا کر جنگ بدر کے مقتولین کے مرثیہ کے گیت گانے لگیں، ان میں سے کسی نے یہ مصرع پڑھا، **وفینا نبی یعلم ما فی غد** ہم میں ایسے نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھوڑ دو، وہی گائے جاؤ جو پہلے گا رہی تھیں۔

اس حدیث شریف کے ماتحت مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح (جلد سوم، باب اعلان النکاح، فصل اول، صفحہ 426) میں الشیخ ملا علی بن سلطان محمد القاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

منع فرمایا علم غیب کی نسبت اپنی طرف کرنے کو کیونکہ علم غیب (ذاتی) خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور رسول وہی جانتے ہیں جو اللہ جل وعلا بتائے یا یہ ناپسند کیا کہ آپ کا ذکر دف بجانے میں یا مقتولین کے مرثیہ کے درمیان کیا جائے کیونکہ آپ کا درجہ اس سے اعلیٰ ہے۔

نیز اسی حدیث کے ماتحت صاحب مرآۃ المناجیح حکیم الامت علامہ مفتی احمد یار خان علیہ الرحمہ جاء الحق حصہ اوّل صفحہ نمبر 107/ میں فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے **وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ** اس شعر کو گانے سے کیوں روکا، چار وجہ سے۔

اوّلاً: تو یہ کہ اگر کوئی ہمارے سامنے ہماری تعریف کرے تو بطور انکسار کہتے ہیں، ارے میاں! یہ باتیں چھوڑ و وہی باتیں کرو، یہ بھی انکساراً فرمایا۔

دوم: یہ کہ کھیل، کود گانے بجانے کے درمیان نعت کے اشعار پڑھنے سے ممانعت فرمائی۔ اس کے لیے ادب چاہیے۔

سوم: یہ کہ غیب کی نسبت اپنی طرف کرنے کو ناپسند فرمایا۔

چہارم: یہ کہ مرثیہ کے درمیان نعت ہونا ناپسند فرمایا، جیسا کہ آج کل نعت خواں کرتے ہیں کہ نعت (ومنقبت وحمد) و مرثیہ کو ملا کر پڑھتے ہیں۔

اس سے یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ صاحب مرقات اور صاحب مرآۃ علیہما الرحمہ نے نعت شریف پڑھنے سے حضور کے منع فرمانے کی ایک علت یہ بھی بیان کی ہے کہ جب حضور کا ذکر کیا جائے تو پھر خلوص وللّٰہیت کے ساتھ حضور کا ذکر کیا جائے، اس کے ساتھ مرثیہ یا منقبت وتہنیت نہ ملائے جائیں ایسے ہی اس کے برعکس اگر منقبت کہیں تو خالص منقبت ہی کہیں یا خالص مرثیہ ہی کہیں یا خالص تہنیت ہی پڑھیں اور جو اس کے خلاف کرے تو اس کو روکنا یہ حدیث رسالت سے ثابت ہے۔

لہٰذا میں شعرائے کرام اور نعت خوانوں سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ عوام کو خوش کرنے کے لیے ایک ہی کلام میں اس طرح کا اختلاط نہ کیا کریں کہ نعت پڑھتے پڑھتے اسی نعت میں پیر صاحب یا ماں کی تعریف کرنے لگ جائیں اور اس طرح سے داد وتحسین لوٹیں نعت خوانی میں خلوص ومحبت کا ضرور خیال رکھیں، وہ اللہ ہی ہے جو بندوں کو عزت واحترام اور ذلت ورسوائی عطا فرماتا ہے۔

مختصرات

حضور مفسر اعظم ہند کا تفسیری انداز بیان

(از: محمد فیضان رضا علیمی
مدیر اعلیٰ سہ ماہی پیام بصیرت، سیتا مڑھی

حضور مفسر اعظم ہند، لسان اعلی حضرت، جگر گوشہ حجۃ الاسلام، نور دیدہ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ ابراہیم رضا خان جیلانی میاں علیہ الرحمہ کی مفسرانہ خدمات پر جب نظر پڑتی ہے تو زبان حال سے بے ساختہ یہ جملہ نکلتا ہے" یقیناً اعلیٰ حضرت کی زبانِ فیض ترجمان تھے، علامہ ابراہیم رضا اور اپنے وقت کے مفسر اعظم بھی" آئیے زمانہ کے اتنے بڑے مفسر کی تفسیری انداز و بیان کو ذرہ ملاحظہ کرتے ہیں۔

امینِ شریعت ثالث، مفتی اعظم ہالینڈ، فقیہ اہل سنت مفتی عبدالواجد نیر قادری علیہ الرحمہ اپنی کتاب" حیات مفسر اعظم" میں لکھتے ہیں:

’’آپ کے تفسیر کرنے کا انداز یہ ہوتا تھا کہ پہلے چند آیات کریمہ کی تلاوت فرماتے، کنز الایمان سے ترجمہ سناتے، بعض دوسرے مترجمین کے ترجموں کا موازنہ ترجمۂ اعلیٰ حضرت سے کرتے پھر آیات متلوہ کی لفظی و معنوی مطابقت قرآن پاک کی جن دوسری آیتوں سے ہوتی، ان آیتوں کی تلاوت و ترجمہ فرما کر کرتے، اگر حضرت امام بخاری نے تلاوت کردہ آیت کریمہ سے متعلق کوئی باب باندھا ہے تو اس میں سے دو ایک حدیث پاک کا متن اور ترجمہ پیش کرتے، اس کے بعد مسلم شریف اور دیگر کتب صحاح کی ان حدیثوں کو پڑھتے جو تلاوت کردہ آیات کریمہ کے مفہوم و معنی کے متعلق ہوتیں اور ان حدیثوں پر امام نووی، قاضی عیاض، ملا علی قاری اور شیخ محدث دہلوی (قدس سرہم) کی تشریحات پیش فرما کر نتیجہ نکالتے اور نہایت شرحِ صدر کے ساتھ عوام کے سامنے بیان کرتے، آپ کے اس طریقۂ استدلال پر حاضرین علما و خطبا عش عش کرنے لگتے، مرحبا اور نعرۂ تکبیر و رسالت سے فضا گونج اٹھتی۔‘‘ (حیات مفسر اعظم ہند، ص ۱۳۳)

آپ علیہ الرحمہ کی وفات ۱۱ صفر المظفر ۱۳۸۵ھ میں ہوئی، آج آپ کا ۵۹ واں عرس مقدس ہے اسی مناسبت سے میں اپنے ایک تفصیلی مضمون" حضور مفسر اعظم ہند ہمہ جہت شخصیت" کا ایک اقتباس نظر قارئین کیا ہوں پڑھیں اور محظوظ ہوں، اللہ پاک حضرت علیہ الرحمہ کا فیضان ہم سب پر نازل فرمائے، آمین۔

◆◆◆

قرآں کو بدل دیتے ہیں

(از: مولانا نثار مصباحی

ایک خطیب ہیں جو کافی جارحانہ اصلاح کرتے ہیں، وہ اپنی اسی خصلت اور خصوصی رنگِ خطابت کے سبب اسٹیج کی دنیا میں خاصے مشہور ہیں، ان کی اس عادتِ مستمرہ کے سبب اگر کوئی انھیں" خوں خوار اِصلاح کا رَسیا" کہہ دے تو شاید غیر متوقع نہیں ہوگا۔

ان کی کسی تقریر کا ایک شارٹ ویڈیو کلپ مجھے موصول ہوا جس میں وہ مساجد کے اماموں پر ٹرسٹیوں، متولیوں اور مساجد کمیٹی والوں کے ظلم و ستم وغیرہ کا ذکر کرتے ہوئے اپنے مخصوص انداز میں مساجد کے ذمے داروں کی اصلاح کر رہے ہیں، انھوں نے آیتِ کریمہ:

"یَوۡمَ نَدۡعُوۡا کُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِہِمۡ۔ جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔" (کنز الایمان)

میں" امام" کا مطلب" امام نماز" بتا کر میدانِ حشر میں "امامِ مسجد" کے ذریعے بارگاہِ الٰہی میں مقتدیوں کی شکایت اور پھر مقتدیوں کی کُٹائی پٹائی سب کروا دی ہے۔(1) اور آخر میں دھڑلے کے ساتھ کہا ہے کہ" میں کوئی ہوائی بات نہیں کر رہا ہوں، یہ قرآن کا ججمنٹ (فیصلہ) ہے۔"

جب کہ اس آیت کی تفسیر دیکھیں تو آیت کریمہ میں موجود "اِمام" کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں:

1–" امام" سے انبیائے کرام مراد ہیں۔

2– بندوں کے نامۂ اعمال مراد ہیں۔

3– ان کے لیے اتاری گئی آسمانی کتاب مراد ہے۔

4– ہر وہ امامِ زمانہ جس کی دعوت پر لوگ چلے خواہ وہ حق کا داعی ہو یا باطل کا۔ بلفظ دیگر عقیدہ وعمل میں ہر قوم کا پیشوا۔

5– ایک قول یہ ہے کہ "امام" سے لوگوں کے "مذاہب" مراد ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

6– تفسیر بغوی میں "قِیل" کے ذریعے منقول ایک ضعیف قول یہ ہے کہ "امام" سے لوگوں کے (باطل) معبود مراد ہیں۔

7– ایسا ہی ایک دوسرا ضعیف قول یہ ہے کہ "امام" سے لوگوں کی مائیں مراد ہیں۔ (تفسیر قرطبی وتفسیر بغوی)

((ان اقوال میں سے صاحبِ جلالین جو صرف اصح اقوال پر اکتفا کرتے ہیں، انھوں نے صرف پہلا اور دوسرا قول ذکر کیا ہے، امام طبری نے چوتھے قول کو "اَولی بالصواب" کہا ہے، امام احمد رضا کا ترجمہ پہلے اور چوتھے دونوں اقوال کو شامل ہے۔))

حاصل یہ کہ اس آیت میں "مسجد کے امام/نماز کے امام" مراد ہی نہیں ہیں اور — ہمارے علم اور تلاش کی حد تک — ایسی کوئی تفسیر یا ایسا کوئی ضعیف سے ضعیف تفسیری قول بھی وارد نہیں ہے، تفسیر طبری وقرطبی وبغوی وغیرہ متعدد تفاسیر دیکھیں تو متعدد اقوال ملتے ہیں، مگر کوئی ایک قول بھی "امامِ نماز/ امامِ مسجد" کے بارے میں نہیں ملتا ہے، حتی کہ "قیل" وغیرہ کے ذریعہ کوئی ضعیف قول بھی "امامِ مسجد" کے بارے میں نہیں ملتا ہے۔

ایسی صورت میں بالکل ظاہر ہے کہ خطیب کا اس آیت میں "امام" سے "اِمامِ مسجد" مراد لینا اور اسے قرآن کا ججمنٹ قرار دینا اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرنے کی ایک بڑی جسارت ہے، جو حرام اور قرآن کریم کی معنوی تحریف کے درجے میں ہے۔

حیرت ہوتی ہے کہ اپنی تقریروں کا رنگ چوکھا کرنے اور اپنے جذبات کو تسکین دینے کے لیے خطبا ومقررین کلام الٰہی کی تفسیر اپنے مَن سے کر کے قرآن کریم میں معنوی تحریف کی ایسی جسارت کیسے کر لیتے ہیں۔

نوٹ: اس مقام پر اس خطیب کے انداز اور تعبیرات کی وجہ سے ہی ہم نے یہ اندازِ بیان اپنایا ہے، خطیب کے سارے جملے سننے کے بعد بہت افسوس ہوتا ہے، اللہ رحم فرمائے۔

واضح رہے کہ یہ مضمون لکھنے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ان کے اس خطاب کی وجہ سے کئی بدمذہبوں کو ہم نے دیکھا کہ وہ ہمارے مذہب ومسلک کا مذاق اڑا رہے ہیں، اس لیے بھی براءتِ ذمہ اور ایضاحِ حق ضروری تھا۔

◆◆◆

ایک مصری عالم دین کا دردِ دل

(از: حیدر حسن علیمی

اعلیٰ حضرت اور تعلیمات اعلیٰ حضرت سے واقفیت کے بعد مصری عالم دین ''محمد خالد ثابت'' نے "من أقطاب الامۃ" نامی ایک کتاب لکھی، جس میں انہوں نے ''تین عبقری شخصیات'' کے احوال وافکار اور ان کے بے مثال کارناموں کو ذکر کیا، ان تین شخصیات میں سے ایک سرکار اعلیٰ حضرت بھی ہیں، جبکہ اپنی دوسری تصنیف بنام "انصاف الإمام" میں انہوں نے صرف اعلیٰ حضرت کا تذکرہ کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت اور متبعین اعلیٰ حضرت کے بارے میں ان کا نظریہ کیسے تبدیل ہوا، اور تعلیمات اعلیٰ حضرت تک ان کی رسائی کیسے ہوئی یہ سب انہوں نے اسی کتاب مذکور میں تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔

اسی کتاب "انصاف الإمام" کے اخیر میں وہ لکھتے ہیں:

''امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان تصویر کشی کو ناجائز وحرام قرار دیتے تھے اور آج جبکہ ان کی وفات کے تقریباً نوے سال بعد دنیا میں زبردست تبدیلیاں رونما ہو چکی ہیں: فوٹو اور ویڈیو کی وہ حیثیت ہو گئی ہے جو زمین والوں کے لیے ہوا اور پانی کی ہے (آج) کوئی ایسی زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتا جس میں فوٹو اور ویڈیو نہ ہو۔

اس کے باوجود جلیل القدر شیخ محمد اختر رضا (رحمہ اللہ) کی مؤلفات میں مجھے ایک کتاب ملی جو فوٹو اور ویڈیو کی حرمت پر مشتمل ہے، ان کے مریدین ومتوسلین سے مجھے یہ بھی معلوم

ہوا کہ وہ اپنی مجلسوں اور نشستوں میں تصویر کشی کی بالکل اجازت نہیں دیتے، حیرت تو یہ ہے کہ (اس زمانے میں بھی) ان کی ایک بھی متداول تصویر نہیں موجود ہے۔''

اب وہ اپنا دردِ دل بیان کرتے ہوئے آگے لکھتے ہیں:

''میں اسی مسئلہ پر غور کر رہا تھا اور دل ہی دل میں کہہ رہا تھا:
"کاش کہ علماءِ امت نے فوٹو اور ویڈیو کے متعلق یہی (حرمت کا) موقف اختیار کیا ہوتا تو دنیا میں اس قدر فحاشی و بے حیائی عام نہ ہوتی جس کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں، ذرا ان حیا سوز برائیوں کے بارے میں غور تو کریں جو سب کی سب اسی فوٹو اور ویڈیو کے ذریعہ دنیا میں عام ہوئیں۔"

غور کریں! تا کہ ان اللہ والوں کی ثابت قدمی اور خدمتِ دین میں ان کی جدو جہد کی قدر کرسکیں، مجھے اچھی طرح یاد ہے بیسویں صدی میں پہلی بار ٹیلیویژن مصر میں داخل ہوا، اور شراب نوشی، رومانیت اور عریانیت کے مناظر ہر گھر میں عام ہو گئے، حتی کہ ایک فاضل شخص نے نہایت تلخی سے کہا:

"میں نے اپنی پوری زندگی میں کبھی سوچا بھی نہیں کہ میں اپنی بیوی اور بچوں کو تھیئٹر میں لے جاؤں گا، لیکن اب ٹیلی ویژن کے بعد تھیئٹر خود میرے گھر میں زبردستی داخل ہو گیا وہ بھی ہر وقت۔"

یقیناً یہ سچے اللہ والے اور مخلصین کے فتاویٰ ہیں، جو ہمیشہ حق پر ثابت قدم رہتے ہیں اور اس میں وہ ماسوا اللہ کے کسی کی رعایت نہیں کرتے، وہ ہر زمانے میں ہمیں یہ اہم سبق پڑھاتے ہیں کہ اہلِ حق کی جانب سے باطل کو مسترد کر دیا جانا چاہیے خواہ کتنا ہی وہ عام ہو اور جو بھی اس کی حیثیت ہو۔

◆◆◆

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کو ''کاکی'' کیوں کہتے ہیں؟

از: محمد فیضان رضا رضوی مرکزی
استاد جامعۃ الحبیب اڈیشا

محترم قارئین! قطب الاقطاب خلیفہ ومنظورِ نظر سرکار خواجہ غریب نواز مرشد بابا فرید الدین حضرت خواجہ قطب الدین بختیار رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ اکابر اولیائے کاملین اور سلسلۂ چشت کے بادشاہوں میں سے ایک ہیں، آپ کو کاکی کیوں کہا جاتا ہے اس لقب کے بارے میں مختلف روایات ہیں، سرکار اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

''حضرت کو ایک مرتبہ چند دن فاقے ہوئے تھے، اس وقت گھر میں کسی کے پاس کھانے پینے کچھ نہیں تھا، تو آپ کے واسطے آسمان سے کاکیں (روٹیاں) آئی تھیں یوں کاکی مشہور ہو گئے۔'' (ملفوظات اعلیٰ حضرت)

اسی طرح سیر الاقطاب میں ہے کہ جب آپ دہلی تشریف لائے تو کسی سے کوئی نذرانہ وغیرہ قبول نہیں کرتے تھے، ایک دوکاندار شرف الدین نامی جو آپ کا ہمسایہ تھا، اس سے قرض لیتے تھے، ایک دن حضرت کے گھر میں کھانے کو کچھ نہیں تھا، دو دن فاقے بھی ہو چکے تھے۔

حضرت کی اہلیہ شرف الدین کی بیوی سے نصف ٹکہ قرض لیا، ایک دن شرف الدین کی بیوی نے طعن آمیز لہجے میں حضرت کی اہلیہ کو کہا کہ اگر ہم تم کو قرض نہ دے تو تم بھوکے مر جاؤ، یہ بات حضرت کی اہلیہ کو ناگوار گزری اور دل میں یہ عہد کر لیا کہ اب کسی سے قرض نہیں لوں گی اور یہ بات حضرت کی بارگاہ میں بھی عرض کر دی، تو حضرت نے کہا جب تمہیں کھانے کی ضرورت ہو تو اس طاق سے بسم اللہ پڑھ کر کاک (روٹی) نکال لیا کرو۔

یہی وجہ ہے کہ آپ ''کاکی'' کے لقب سے مشہور ہو گئے اور دنیا آپ کو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار ''کاکی'' کے نام سے یاد کرتی ہے۔

◆◆◆

تقویۃ الایمان تیرہویں صدی کا ایک بڑا فتنہ

از: سعد حنفی
تحریک اصلاح عقائد

قارئین کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جیسا کہ آپ سبھی لوگ جانتے ہیں کہ تقویۃ الایمان مولوی اسماعیل دہلوی کی وہ کتاب ہے جس میں ان تمام امور کو شرک قرار دیا گیا ہے کہ جن سے مسلمان انبیائے کرام اور اولیائے عزام کی تعظیم ومحبت کا اظہار کیا کرتا ہے، اس کے پیچھے کا اصل مقصد یہی تھا کہ مسلمانوں کے دلوں سے عشق رسول اور تعظیم اولیا کو نکال دیا جائے مطلب جن کا فیض وکرم اور جن کے وسیلے ہماری خوشحال زندگی کا حصہ تھے انہیں ہمارے دل ودماغ سے نکال کر ہمیں یہودیوں کا غلام بنانا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ خلافت عثمانیہ کہ جو انبیا علیہ السلام واولیائے کرام کی تعظیم کی ان پر بزرگوں کا ایسا فیض جاری تھا کہ ساڑھے چھ سو سال آدھی دنیا پر حکومت کی اور مسلمانوں کا چولا پہن کر وہابیوں نے اس میں فتنہ پیدا کر کے اسے توڑ دیا اور جب ان نام نہاد اہل حدیثوں کی حکومت حجاز میں قائم ہوئی تو خود کو توحید پرست بتانے والے آج خود انگریزوں اور یہودیوں کے غلام بنے ہو نظر آتے ہیں، بہرکیف ہم بات کررتے ہیں ''تقویۃ الایمان'' میں درج ان من گھڑت اصولوں کی جنھیں خود اسماعیل دہلوی نے اپنی شیطانی ذہن کے مطابق ایجاد کیا ہے۔

اس کتاب میں سب سے پہلی کوشش اس کی یہی تھی کہ ''شرک''، مطلب وہ گناہ جس کو تمام مسلمان اور علمائے اہل سنت سب سے بڑا گناہ مانتے تھے، اس کا نام لے کر کبھی انبیائے کرام سے اظہار محبت کو شرک بتایا تو کبھی اولیائے کرام کی بارگاہ میں حاضری کو شرک بتایا گیا، اس کتاب میں بہت سی ان آیتوں کو مسلمانوں پر چسپا کیا گیا ہے جو کفار ومشرکین پر نازل ہوئیں تھیں۔

جیسا کہ تقویۃ الایمان کے صفحہ 42 میں عنوان دیا گیا ہے ''دعویٰ ایمان کا اور کام شرک کا'' اس کے تحت اسماعیل دہلوی لکھتا ہے کہ:

''اکثر دعویداران ایمان شرک کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں، اگر کوئی ان سے کہے کہ تم دعویٰ تو ایمان کا کرتے ہو مگر شرک میں گرفتار رہتے ہو، کیوں شرک وایمان کی متضاد راہوں کو ملا رہے ہو، تو وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم شرک نہیں کرر ہے بلکہ انبیا اور اولیا سے محبت رکھتے ہیں اور ان کے عقیدت مند ہیں، شرک تو تب ہوا جب ہم انہیں اللہ کے برابر سمجھتے، ہم تو انہیں اللہ کے بندے اور مخلوق ہی سمجھتے ہیں اور اللہ نے انہیں تصرف بخشا ہے، یہ اللہ ہی کی مرضی سے دنیا میں تصرف کرتے ہیں، ان کو پکارنا اللہ ہی کو پکارنا ہے (یہاں وسیلہ مراد ہے) ان سے مدد مانگنا اللہ سے مدد مانگنا ہے۔'' [تقویۃ الایمان، صفحہ 42]

اس جواب کا رد کرتے ہوئے اسماعیل دہلوی عنوان لکھتا ہے ''قرآن کا فیصلہ'' اس میں آیت مقدسہ کو نقل کرتا ہے:

''وہ اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو پوجتے ہیں جو انہیں نہ نقصان پہنچا سکیں اور نہ نفع اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے یہاں ہمارے سفارشی ہیں، آپ فرما دیں کہ تم اللہ کو وہ خبر دے رہے ہو جسے وہ آسمان وزمین میں نہیں جانتا، وہ ان کے شریکوں سے پاک وبرتر ہے۔'' (سورۂ یونس:18 / ترجمہ اسماعیل دہلوی)

اب یہاں غور کیجئے کہ خود اسماعیل دہلوی ترجمہ میں لکھتا ہے کہ وہ (جو) اللہ کے سوا دوسری چیزوں کو پوجتے ہیں، چیزوں سے مراد پتھر کے بت، درخت، وغیرہ اور ظاہر سی بات ہے، آیت ان بت پرستوں کے لئے نازل ہوئی ہے اس لئے کہ پوجنے اور انبیائے کرام واولیائے عظام سے محبت کرنے میں فرق ہوتا۔

اب اگر اسماعیل دہلوی کے اصول کے مطابق چلا جائے تو انبیا علیہ السلام، اولیائے کرام سے محبت کی جگہ عداوت کرلی جائے، اس لئے کہ محبت تو شرک ہوجائے گی اور اب بچی عداوت تو بخاری شریف کی حدیث شاہد ہے کہ اللہ رب العزت نے فرمایا کہ جس نے میرے ولی سے عداوت رکھی، میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں۔ (بخاری شریف، جلد چہارم، باب کتاب الرقاق)

اب یہاں حدیث کو مانا جائے اسماعیل دہلوی کو بے شک ہم مسلمان ہیں اور ہمارے نزدیک قرآن وحدیث کافی ہے اور جن لوگوں کو اسماعیل قتیل سے پیار ہے وہ اپنا کوئی اور مذہب بنا لے۔

◆◆◆

تاثرات و مکتوبات

اسلام، عورت اور پردہ! ایک نایاب تحفہ

(از: مفتی محمد ارشد نعیمی قادری ککرالوی

آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، آثار صحابہ، نقول ائمہ اربعہ، اقوال شرعیہ اور اجماع امت محمدیہ سے یہ بات اجلی من الامس ہے کہ غیر محارم سے خواتین کے لئے پردہ کرنا ضروری ہے، پردے کی اہمیت وافادیت عظمت وبرکت اہل عقل وخرد پر مخفی نہیں۔

خواتین اسلام کی عزت وحرمت اور ان کے علومرتبت میں مزید بالیدگی ونکھار لانے کے لئے پردہ کا اہتمام بیحد ضروری ہو جاتا ہے، جن آنکھوں نے شرم وحیا کے سرمۂ پاک کو لگالیا، ان آنکھوں میں عزوشرف کی روشنی بڑھتی چلی گئی، عورت کی زندگی میں عفت و پارسائی ہی وہ امتیازی وصف ہے جس کی بدولت اللہ لم یزل ولم یزال عورت کو عروج وارتقا کے منازل عطا فرماتا ہے، شرم وحیا عورت کا وہ مہکتا پھول ہے جس سے دل کے نہاں خانے معطر ہوتے ہیں اور ان کی بھینی بھینی خوشبوؤں سے کائنات کی فضا مہکنے لگتی ہے۔

اللہ جل مجدہ خیر وعافیت کے پھول نچھاور فرمائے ہمارے کرم فرما مُظہر شریعت، مکسّر بدعت، ماہر زبان وقلم، عاشق شفیع امم، معتمد تاج الشریعہ، قانع اقوال نجدیہ، حضرت علامہ مفتی محمد عبدالرحیم نشترؔ فاروقی قادری رضوی تجلی اللہ تعالیٰ علیہ بشان الغفاری پر! جنھوں نے ہم کو بہت ہی نادرونایاب کتاب ''اسلام، عورت اور پردہ'' عطا فرمائی، جس میں آپ نے عورت کے عزووقار اور پردے کی پر بہار بہاروں کو بہت اچھے انداز میں قلم بند فرما کر ہم کو مستفیض فرمایا۔

بلاشبہ حضور نشترؔ فاروقی صاحب قبلہ ہزار ہا مبارک باد کے لائق ہیں، آپ کی اس نورانی کاوش کے لئے تشکر امتنان کے جو الفاظ وجمل میرے درون دل چھپے ہیں، ان کو ورد زبان لاکر آپ کی رسمی پزیرائی کرنا یہ بہتر نہیں، اللہ جل مجدہ ہی آپ کو دارین میں اس کا صلۂ جمیل اجر جزیل عطا فرمائے گا، رب ذوالجلال اس کتاب کو نافع خلائق بحر الرائق بنائے، آمین۔ ◆◆◆

ماہِ نومبر کا شمارہ عمدہ اور معلوماتی ہے

(از: مولانا محمد فرقان فیضی

چیئرمین امام احمد رضا لائبریری، برہم پوری سرلاہی نیپال

فخر صحافت معتمد حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی عبدالرحیم نشترؔ فاروقی صاحب قبلہ ایڈیٹر ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف

تسلیمات وافرہ

امید ہے آپ بخیر وعافیت ہوں گے، شہزادۂ مرشد گرامی حضور قائد ملت حضرت علامہ مفتی عسجد رضا خان قادری اطال اللہ عمرہ کی سرپرستی میں چل رہا، مسلک اعلیٰ حضرت کا عالمی نقیب وترجمان ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف کے نومبر کا شمارہ نظر نواز ہوا، دل کو انتہائی سکون ملا، آنکھوں کو ٹھنڈک ملی، خصوصی طور پر ہر سال کی طرح اس سال بھی حضور غوث الاعظم پیران پیر دستگیر محبوب سبحانی قطب ربانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مہینے میں ان کی سیرت وسوانح کے حوالے سے تحریر کردہ آپ کا اداریہ پڑھ کر دل فرط مسرت سے جھوم اٹھا، مولا آپ کو سلامت رکھے۔

بعدہٗ اپنے مخلص ومہربان دوست ہم سبق ساتھی محب گرامی مولانا جسیمؔ اکرم صاحب کی لکھی خوبصورت منقبت پڑھ کر خوشی ہوئی ہے کہ مادر علمی مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا متھرا پور جو کہ علم وادب کے ساتھ ساتھ شعر وادب کے حوالے سے بھی مرکزی حیثیت کا حامل ہے، وہاں کے پروردہ ہر میدان میں مرکزی حیثیت کے ساتھ اپنا اہم رول ادا کررہے ہیں، مولیٰ تعالیٰ جامعۃ الرضا اور فارغین جامعۃ الرضا کو روزافزوں ترقی عطا فرمائے۔

بقیہ جتنے ارباب وعلم دانش کے مقالات ومنظومات شامل رسالہ ہیں، تمام احباب قابل مبارکباد اور لائقِ تحسین وآفرین ہیں رسالہ اپنی سابقہ روایت کے مطابق تمام تر خوبیوں سے مزین ومرصع ہے، اللہ رب العزت مزید ترقیاں نصیب کرے اور ہم سب پر یوں ہی مسلک اعلیٰ حضرت کا فیضان برستا رہے اور ہم سرکارِ تاج الشریعہ کے فیوض وبرکات سے مالا مال ہوتے رہیں، آمین۔

چند اشعار بھی ملاحظہ فرمائیں: ؎

بقیہ ص ۳۲ر پر

جو حبیبی ہے کبھی ڈرتا نہیں انجام سے

از: پھول محمد نعمت رضوی، سرلاہی نیپال

بدعقیدہ کانپتا تھر تھر تھا جس کے نام سے
وہ سعودی میں بھی گھبرایا نہیں الزام سے
وہ کبھی ڈرتے نہیں ہیں گردش ایام سے
پی کے جو بھی مست رہتے ہیں حبیبی جام سے
آپ دے دیجے مجاہد کو خلافت برملا
اعلیٰ حضرت نے کہا تھا حجۃ الاسلام سے
بے رخی اہل سخن کی اس قدر اچھی نہیں
سنئے کچھ نیپال کے بھی شاعر گمنام سے
جو مجاہد کا تھا مرشد اس کے عہد پاک میں
نکلا اک سے ایک فاضل منظر اسلام سے
ڈنکے کی وہ چوٹ پر حق بات کرتا ہے کہیں
جو حبیبی ہے کبھی ڈرتا نہیں انجام سے
جب دھڑکتا دل مجاہد کا تو ملت کے لئے
اس لئے رشتہ نہیں رکھتا تھا وہ آرام سے
تیرہ سو ارسٹھ میں جو قائم مجاہد نے کیا
عمدہ اک تنظیم ہے تبلیغ سیرت نام سے
آج تک خالی نہ اس دربار سے کوئی گیا
پوچھ لیجے آپ بھی یہ بات خاص و عام سے
خاکساروں کو مجاہد نے دیا تھا بیلچہ
تاکہ یہ پیچھے ہٹیں نہ کوئی دینی کام سے
حاضری ہوتے ہی دربار مجاہد میں جناب
ہم کو ہو جاتی ہے فرصت رنج و غم آلام سے
ہے حبیبی در کی نسبت کا جسے حاصل شرف
خوش ہوا کرتے ہیں وہ مرکز کے ہر پیغام سے
جب سے دروازے پہ میں نے آپ کا لکھا ہے نام
ہو گیا محفوظ میرا گھر وبائے عام سے
حق کی خاطر ہے صلیب و دار بھی ہم کو قبول
یہ سبق سیکھا ہے ہم نے شیر دل صدام سے

بقیہ ص ۱۳/ پر

وہ ہے ملت کا قائد جانشیں تاج شریعت کا

از: صوفی عالم رضا نوری، اعظم نگر بریلی شریف

سجا ہے تاج سر جس کے رضا کی اب نیابت کا
وہ ہے ملت کا قائد جانشیں تاج شریعت کا
تیری رفعت سے جلتا ہے کلیجہ اہل بدعت کا
قیادت سے ہوا ٹھنڈا کلیجہ اہل سنت کا
عنایت غوث اعظم کی بنا قضات کا قاضی
عطائے اعلیٰ حضرت سے ہے قائد اہل سنت کا
گلستان رضا کے پھول تجھ میں حامدی خوشبو
گل گلزار مصطفوی ثمر جیلانی رنگت کا
ہو وارث تم رضا کے حجۃ الاسلام کے پیارے
ملا ہے فیض تم کو آل رحمٰں کی قرابت کا
تیری ہیبت سے تھر تھر کانپتا ہے دین کا دشمن
نظر آتا ہے تجھ میں عکس فاروقی جلالت کا
یہی دولہا ہے فضل رب سے ساری سنی دنیا کا
رہے دولہا سلامت میرے مولا اہل سنت کا
دعا ہے رب اکبر میرے قائد کو تو ہمت دے
تو لینا کام ان سے دین و سنت کی اشاعت کا
الٰہی شاد فرما خیر ہو سب آل اختر کی
ہو عامل بچہ بچہ مصطفےٰ کی پیاری سنت کا
عطا ہو کچھ اتارا مجھ کو بھی اجداد کا حضرت
سوالی آپ سے ہوں مفتی اعظم کی نسبت کا
میں سنی قادری مشرب رضا والا میرا مسلک
ہے مجھ کو جان سے پیارا یہ مسلک اعلیٰ حضرت کا
جو ہیں ابن مجدد، خود مجدد مفتی اعظم
ملا مرشد مجھے ایسا دھنی ہوں میں تو قسمت کا
رہے گا فیض تجھ پر مرشدان پاک کا عالم
اگر تو در کا سگ بن کر رہے گا اعلیٰ حضرت کا
اگر کہہ دو کہ عالم تو ہمارا پالتو سگ ہے
سند ہو جائے بخشش کی، ستارہ چمکے قسمت کا

تکمیل درس قرآن کا روح پرور منظر

21 ربیع الآخر 1444ھ مطابق 2022ء بروز جمعرات شہر فیض آباد کی قدیم اور مشہور" مسجد بلال" سبھاش نگر میں" جشن تکمیل درس قرآن کریم" کا انعقاد ہوا، جس میں عوام اہل سنت کے علاوہ علمائے کرام، حفاظ قرآن، قرائے عظام، ائمہ مساجد، دانشوران قوم نے شرکت کی سعادت حاصل کی۔

راقم الحروف جناب طارق رضا قادری (فرزند حضرت علامہ محمد ایوب رضوی صاحب قبلہ) مولوی مشہود رضا قادری (متعلّم جامعہ اسلامیہ روناہی) بھی حاضر ہوئے" بلال مسجد" سبھاش نگر، فیض آباد میں درس قرآن کا سلسلہ جناب حاجی محمد قاسم صاحب کی تحریک وترغیب پر شروع ہوا، ابتدا مرکزی" جامع مسجد ٹاٹ شاہ" کے امام وخطیب حضرت علامہ قاری الحاج قطب الدین قادری حشمتی صاحب قبلہ بلرام پوری (علیہ الرحمہ) نے درس آغاز فرمایا مگر" ٹاٹ شاہ مسجد" کی امامت وخطابت ودیگر کثیر مصروفیات کی وجہ سے آپ اس کے لیے وقت نہ دے سکے، تو پھر حضرت مولانا مشاق احمد حبیبی صاحب (رحمۃ اللہ) نے سن 1984 میں اس اہم ذمہ داری کو قبول کیا اور چند سالوں میں" درس قرآن" کی تکمیل کی اور جشن کا انعقاد ہوا، موصوف گرامی کی خدمت قرآن کا اعتراف کرتے ہوئے ارکان کمیٹی واہالیان فیض آباد نے ان کو مع اہلیہ کے زیارت حرمین شریفین کی سعادت سے مشرف کرایا۔

دوبارہ درس شروع ہوا اور سترہ اٹھارہ پارے کا درس مکمل ہوا ہی تھا کہ 19 اکتوبر 2009ء میں آپ کا انتقال ہو گیا، پھر مسجد بلال کے ارکان کمیٹی بالخصوص حاجی محمد قاسم، جناب محمد احمد قادری اور جناب محمد شفیق (مرحوم) رسی والے صاحبان نے استاذ گرامی، ادیب شہیر، مفسر قرآن کریم، حضرت علامہ مولانا الحاج محمد ایوب رضوی صاحب قبلہ دام ظلہ العالی (سابق صدر المدرسین الجامعۃ الاسلامیہ، روناہی) کی خدمات حاصل کیں۔

آپ کے کاندھے پر جامعہ روناہی کی صدارت کا بار گراں تھا، تدریسی مصروفیات کے ساتھ آپ خدمت خلق بھی کر رہے تھے، اس سب کے باوجود آپ نے اس کار اہم کی ادائیگی کے لیے کمر ہمت کس لیا اور ہر جمعرات کو اپنی گاڑی سے پابندی کے ساتھ تشریف لے جاتے اور قرآن کریم کا درس دیتے رہے، اللہ تعالیٰ کا لامحدود وشکر احسان ہے اور اس کے پیارے حبیب، روف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت ورافت ہے کہ: آج استاذ گرامی تکمیل درس قرآن کی سعادت بہرہ ہوئے، نماز مغرب سے فارغ ہوتے ہی اس تقریب سعید کا آغاز ہو گیا۔

دار العلوم نیازیہ قادریہ، فیض آباد کے پرنسپل حضرت قاری عبد الوحید صاحب نے نظامت کا فریضہ انجام دیا اور" مسجد بلال" کے امام وخطیب محترم قاری معروف صاحب نے تلاوت کلام ربانی سے پروگرام کا افتتاح کیا اور پھر محترم حافظ وقاری محمد طاہر قادری جامعی صاحب لکھنوی نے نعت حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پیش کر کے سامعین کو محظوظ کیا، اس کے بعد تلاوت قرآن حکیم، درس قرآن اور ختم قرآن کریم کی اہمیت وفضیلت پر نہایت اختصار کے ساتھ دس منٹ اس راقم کا بیان ہوا۔

پھر گرامی مرتبت حضرت علامہ مفتی معین الدین اشرفی مصباحی صاحب استاذ ومفتی دار العلوم بہار شاہ، فیض آباد کا توسیعی و خصوصی خطاب ہوا، جس میں انھوں نے درس قرآن کی اہمیت و افادیت کو خوب خوب اجاگر فرمایا، اس کی خیرات وبرکات سے آشنا کرایا اور اس نورانی سلسلہ کو جاری رکھنے کی ترغیب وتشویق دلائی اور درس کمیٹی ودیگر معاونین کو مبارک باد دیتے ہوئے سب کا شکریہ ادا کیا، اس حسین اور روح پرور موقع پر معززین شہر فیض آباد نے علمائے کرام اور استاذ گرامی وقار حضرت علامہ الحاج محمد ایوب رضوی صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ کی گل پوشی کی اور پھر حضرت نے آخری درس دے کر اپنے" درس قرآن کریم" کی تکمیل فرمائی۔

صلاۃ وسلام، فاتحہ خوانی اور استاذ گرامی کی رقت انگیز دعا پر اس مبارک مجلس کا اختتام ہوا، اس بابرکت موقع پر جناب ڈاکٹر عرفان صاحب کی طرف سے" لنگر غوثیہ" کا انتظام وانصرام تھا، نماز عشا سے فارغ ہونے کے بعد اس سے تبرک بقیہ ص ۳۲ پر

सुन्नी दुनिया में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोट:-

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।

2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।

3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2020-2022

DECEMBER-2022
PAGES 60 WITH COVER

PER COPY : ₹25.00
PER YEAR : 300.00

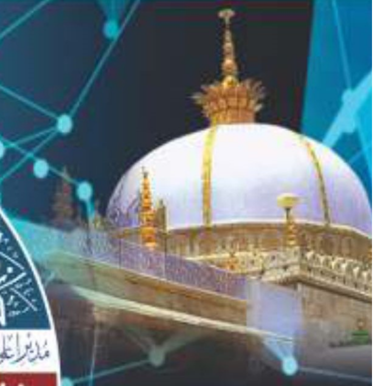
MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan



February/March-2022 Rs. 50/-

رجب المرجب/شعبان المعظم ۱۴۴۳ھ/فروری/مارچ ۲۰۲۲ء



مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

امام احمد رضا اور کلام رضا سے بغض وحسد کی تباہ کاریاں

رجب المرجب! بے شمار فضیلتوں اور برکتوں کا مہینہ

بوسنیا کی المناک داستان

ضروریات اور خواہشات میں فرق

ممبئی میں اعلیٰ حضرت کی علمی مجلسیں

حضور غریب نواز اور امام احمد رضا

معاشرے میں رائج رسم ورواج اور ان کا شرعی حکم

علامہ مشتاق احمد نظامی! ایک بھولی بسری شخصیت

محدث سورتی! کتاب زندگی کے چند نمائندہ صفحات

حجابی لڑکیوں پر کالج کے دروازے بند! ایک لمحۂ فکریہ

صدر العلما اور استاذ زمن کی نعتیہ! ہم آہنگی کا جلوہ صد رنگ

لوگوں میں صلح وصفائی! سیرت نبوی ﷺ کا روشن ترین پہلو

جمہوریت اور ہندو راشٹر اکا شاخسانہ

شب برات کی فضیلت اور اس کے معمولات

امام احمد کبیر رفاعی اور ان کے القابات

مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

سرپرست و مدیر اعلیٰ

نبیرہ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی

محمد عسجد رضا

خاں قادری نوری بریلوی

مدظلہ العالی

بانی و سرپرست روحانی

وارث علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی مفتی اعظم نور دیدہ مفسر اعظم تاج الشریعہ بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی

محمد اختر رضا

خاں قادری ازہری بریلوی

رحمۃ اللہ علیہ

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنّی دنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

شمارہ نمبر ۲-۳

Issue No. 2-3

Vol. 7 جلد نمبر ۷

۱۴۴۳ھ

رجب المرجب شعبان المعظم

فروری مارچ

۲۰۲۲ء

مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

تزئین کار

عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک)

آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

محمد تمہید خان عرشی

فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے
سالانہ ۳۰۰ روپے سادہ ڈاک سے
سالانہ ۵۵۰ روپے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے
امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ

قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح 9 بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 9259089193 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ہدایت

اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

Contact Address

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

Email:
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

رابطہ کا پتہ

ماہنامہ سنّی دنیا
۸۲/ سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مشمولات

مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

امام احمد رضا اور کلام رضا سے بغض وحسد کی تباہ کاریاں

اداریہ

یہ حقیقت تو جگ ظاہر ہے کہ اب تک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے سے گستاخان رسول وہابیہ و دیابنہ کے پیٹ میں درد ہوا کرتا تھا لیکن برا ہو بغض وحسد کا! جس نے بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں والہانہ صلوٰۃ وسلام پڑھنے والے سنیوں میں بھی کچھ ایسے افراد پیدا کردیئے ہیں جنھیں اب صلوٰۃ وسلام سے نمازیں خلل ہونے لگا ہے، اس لئے وہ سلام پر ہی پابندی لگانے کی وکالت کرنے میں مصروف ہیں، اب یہ سمجھنا مشکل ہے کہ اس نئی بوتل سے پرانی ہی شراب کی سڑاند باہر آرہی ہے یا یہ صرف بغض وعناد کی آگ میں جلنے بھننے کی؟

غالب گمان یہی ہے کہ یہ صرف ''رضا'' اور ''سلام رضا'' سے جلنے بھننے کی سڑاند ہے اور کچھ نہیں، اب یہ تو اللہ رب العزت کی عطا ہے وہ جسے چاہے عزت وعظمت عطا فرمائے اور جتنی چاہے اتنی عطا فرمائے، اس میں ہم اور آپ جل بھن کر کر بھی کیا سکتے ہیں، بقول حضرت شیخ سعدی:

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اگر یہ سعادت بزور بازو ہوتی اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے اس عزت وعظمت کو از خود اپنے حصے میں رکھ لیا ہوتا تو ہم بھی مخالفین کے ساتھ بارگاہِ رضا میں شاکی ہوتے کہ حضور! ساری عزت وعظمت تو آپ نے اپنے لئے مخصوص کرلی، ہمارے لئے قطرہ دو قطرہ ہی سہی کچھ تو برائے نام چھوڑ دیتے، لیکن صاحب! یہ سعادت بزور بازو نہیں بلکہ یہ تو ''وتعز من تشاء وتذل من تشاء'' کی جلوہ سامانیاں ہیں۔

یہ تو اللہ کی عطا ہے، وہ جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت، اس میں انسان کا اپنا کوئی عمل دخل نہیں، کیا ہی بہتر ہو کہ ہم راضی برضائے الٰہی ہو کر اس کی عزت وتکریم کریں جسے اللہ نے معظم ومحترم بنایا ہے، ہوسکتا ہے کہ اس کے صدقے عزت و عظمت کا کچھ حصہ ہماری جھولی میں بھی آجائے۔

اعلیٰ حضرت سے صدی دو صدی پیشتر اور بعد میں بھی بے شمار صاحبان فضل وکمال تشریف لائے اور ہر ایک نے حسب توفیق خدمت دین کا فریضہ انجام دیا، اللہ نے انھیں بھی عزت و عظمت کے اوج ثریا پہ بٹھایا لیکن جو عزت وشہرت اعلیٰ حضرت اور ان کی تحریرات کے حصے میں آئی ویسی عزت وشہرت کسی اور کے لئے دیکھنے سننے میں اب تک نہیں آئی، شاید یہی وجہ ہے کہ کچھ لوگ احساس کمتری میں مبتلا ہو کر بغض وعناد کا شکار ہو گئے۔

سلام سے چڑھنے والی یہ نئی بٹالین کہنے کو تو سنی ہے مگر امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز سے بغض وحسد نے انھیں اس قدر اندھا اور بہرہ کردیا ہے کہ وہ حق وصداقت کی روشنی اور اس کی دل نشین آواز سے محروم ہیں، یہ لوگ امام اہل سنت کی خداداد شہرت ومقبولیت سے ایسے جلتے بھنتے ہیں کہ انھیں اعلیٰ حضرت کا نام بالواسطہ یا بلاواسطہ کسی صورت بھی برداشت نہیں، حتیٰ کہ ان کے کلام بلاغت نظام کو بھی بمشکل تمام برداشت کر پاتے ہیں، دراصل جس محفل میں دیکھئے، جس مسجد میں جائیے اور جس مدرسے کا رخ کیجئے "مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام" کی گونج سے لوگوں کے دل کھل جاتے ہیں جبکہ کچھ لوگوں کے دل ودماغ ماؤف ہو کر جھنّا اٹھتے ہیں اور ان کے منہ بے اختیار کُھل جاتے ہیں، آخر کب تک برداشت کرتے، صبر کا پیمانہ اکثر لبریز ہو جاتا ہے اور جنون بغض وعناد میں کیا کچھ بک جاتے ہیں انھیں خود بھی پتہ نہیں چلتا۔

جب عوام میں ان کے خلاف چہ می گوئیاں ہونے لگتی ہیں تب جا کر انھیں احساس زیاں ہوتا ہے اور اس حقیقت کا ادراک

ادار یہ

بھی، کہ امام اہل سنت سے بغض وحسد کی آگ میں وہ خود کی ہی دستارِ عزوشرف جلا کر خاکستر کر رہے ہیں، چارو ناچار جیب ودامان کی رفوگری کے لئے زبانِ دراز کو مزید دراز ہونے سے روکتے ہیں، مگر دل میں چھپا بغض وعناد کا غبار کسی نہ کسی صورت باہر نکلنے کا راستہ ڈھونڈ ہی لیتا ہے اور بسا اوقات اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ" سلام کی آواز سے نماز میں خلل پڑتا ہے، اس لئے اب اسے یکسر بند ہی کر دیا جائے" اس کے لیے وہ یہ "بھاری بھر کم" دلیل بھی دیتے ہیں کہ" سلام تو محض مستحب ہے جبکہ نماز فرض ہے" یہ دلیل بظاہر معقول لگتی ہے اور سطحی ذہن رکھنے والے افراد فوری طور پر ان کے فریب کا شکار بھی ہو جاتے ہیں۔

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ عموماً مساجد میں پنج گانہ کے نمازی اہل محلہ ہی ہوتے ہیں اور اذان، صلاۃ، جماعت اور سلام کے اوقات بھی انھیں بخوبی معلوم ہوتے ہیں، کبھی کبھار ہی ایسا ہوتا ہوگا کہ کسی کی جماعت چھوٹ جاتی ہو اور اسے سلام کے دوران نماز پڑھنی پڑتی ہو، ایسے میں کبھی کبھار پیدا ہونے والے مسئلے کے سبب معمول اہل سنت کو یکسر روک لگا دینا کون سی دانش مندی ہے؟ خاص کر وہ معمول جو عصر حاضر کے مذاہب باطلہ اور اہل سنت کے درمیان خط امتیاز کی حیثیت رکھتا ہو، پھر یہ کہ کبھی کبھار سلام کے سبب نماز میں واقع ہونے والے اس موہوم خلل کی بنا پر سلام کو یکسر بند کرانے کی ضد کوئی سنی صحیح العقیدہ کرے یہ بعید از امکان ہے اور بر سبیل تنزل اگر کوئی ایسا کرتا بھی ہے تو جس دن نماز میں خلل ہوگا اس دن بند کرنے کے لئے کہتا کہ جب میں نماز پڑھ رہا تھا تو اس وقت آپ لوگوں کو سلام نہیں پڑھنا چاہئے، لیکن وہ تو سرے سے سلام کو ہی ہمیشہ کے لئے بند کرانے پہ بضد ہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ دال میں کچھ کالا نہیں بلکہ پوری دال ہی کالی ہے۔

یاد رکھئے! بغض وحسد اور تعصب وعناد ایسی مہلک فکری بیماریاں ہیں جو انسانی عقل وشعور کو راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر کے آوارۂ صحرا بننے پر مجبور کر دیتی ہیں اور انسان قبول حق کی نعمت سے محروم ہو کر بھی خود کو برحق تصور کرنے لگتا ہے، حتی کہ فہم وفراست سے عاری ہو کر اچھے برے کی تمیز اور حق وباطل کی پہچان بھی کھو دیتا ہے۔

ایسی کیفیت میں انسان نہ صرف اپنے لئے پریشانی کا سامان کرتا ہے بلکہ دوسروں کے لئے بھی مصیبت بن جاتا ہے حتی کہ اس سے معاشرے کی سالمیت اور امن وشانتی کو بھی خطرہ لاحق ہو جاتا ہے، کیوں کہ وہ ہر اچھائی کو برائی، ہر برائی کو اچھائی اور حق کو باطل، باطل کو حق، یا یوں کہہ لیجئے کہ خرد کو جنوں، جنوں کو خرد تصور کرنے لگتا ہے اور اپنی اس جنونی سوچ کو درست ثابت کرنے کے لئے طرح طرح کے فرسودہ اور مضحکہ خیز دلائل و براہین پیش کرتا ہے، بعض اوقات تو "لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا" کا مصداق بن کر خود کو کٹہرے میں کھڑا کر لیتا ہے اور اسے اس کا پتہ بھی نہیں چلتا، اسی لئے قرآن مقدس اور احادیث مبارکہ میں بغض وحسد سے پناہ مانگنے اور اس سے بچنے کا حکم فرمایا گیا ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے:

"وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ۔ یعنی (تم کہو میں پناہ مانگتا ہوں) حاسدوں کے شر سے جب وہ حسد کریں۔" [سورۃ الناس، ۳۰/۵]

اللہ تعالیٰ نے حسد کے شر کو شیطان اور ساحر کے ساتھ ملا کر بیان کیا اور فرمایا کہ ان سب سے میری پناہ مانگو، اس سے اندازہ کیجئے کہ حسد کا فتنہ اور اس کا شر کتنا ہولناک ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

"عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ایاکم والحسد فان الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب۔ یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم نے فرمایا کہ حسد سے بچو کیوں کہ حسد نیکیوں کو ایسے کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔" [ابوداؤد شریف، ۲/۳۱۶]

رسول رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"الحسد یفسد الایمان کما یفسد الصبر العسل۔ حسد ایمان کو اس طرح بگاڑ دیتا ہے جس طرح ایلوا شہد کو بگاڑ دیتا ہے۔" [کشف الخفا، ۱/۳۱۷]

نیز نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’لایجمع فی جوف عبد الایمان والحسد۔ یعنی آدمی کے دل میں ایمان اور حسد جمع نہیں ہوتے۔‘‘

[موارد الظمان، ۳۸۵]

مذکورہ آیت واحادیث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ بغض و حسد کی بیماری نہ صرف انسان کی ذاتی دشمن ہے بلکہ اس کے ایمان کی بھی دشمن ہے جو اگر لگ گئی تو انسان کا دین، دھرم سب تباہ کر دیتی ہے، پھر وہ شخص دوسروں کے دین وایمان کو بھی برباد کر دینے کے درپے ہوجاتا ہے، گویا :۔

ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے

واضح ہو کہ حسد وہ بدترین گناہ ہے جو آسمان میں سب سے پہلے ابلیس سے اور زمین میں سب سے پہلے قابیل سے سرزد ہوا تھا اور دنیا آج تک فتنہ وفساد، قتل وغارت گری، تباہی وبربادی کی صورت میں اس کا خمیازہ بھگت رہی ہے، حجۃ الاسلام امام محمد الغزالی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’حسد سے طاعات میں خرابی پیدا ہوتی ہے، طبیعت میں گناہوں کی طرف میلان ہوتا ہے، دل اندھا ہوجاتا ہے یہاں تک کہ احکام خداوندی سمجھنے کی صلاحیت ختم ہوجاتی ہے، انسان ذلت ومحرومی کی لعنت میں گرفتار ہوجاتا ہے، اپنی کسی بھی مراد میں کامیاب نہیں ہوتا۔‘‘ [منہاج العابدین، ۱۲۴]

معلوم ہوا کہ حسد ایک ایسی بیماری ہے جو عبادات کے اجر وثواب کو تباہ کر دیتی ہے، شر ومعصیت کی تخم ریزی کر دیتی ہے، آرام وسکون کو ختم کر دیتی ہے، دین کی سمجھ سے محروم کر دیتی ہے، اس کے ہوتے ہوئے انسان اپنے دشمن پر غالب نہیں ہوسکتا اور نہ اپنی مرادیں کامیابی پاسکتا ہے، لہٰذا انسان کو چاہئے کہ حسد کے علاج میں ہرگز کوتاہی نہ برتے بلکہ جلد سے جلد اس مرض سے نجات پانے کی فکر کرے، حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

’’ہمیشہ خاموشی اختیار کر، تاکہ تیرے اندر روح پیدا ہو، لالچی نہ بن، تاکہ فتنوں سے محفوظ رہے، نکتہ چیں نہ بن، تاکہ لوگوں کے طعن وتشنیع سے بچا رہے، حاسد نہ بن، تاکہ تجھے فہم کی طاقت نصیب ہو۔‘‘ [منہاج العابدین، ۱۲۵]

یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جس طرح جماعت کا وقت مقرر ہے، اسی طرح سلام کا بھی ایک وقت متعین ہے، ایسی صورت حال سے بچنے کے لئے چاہئے کہ جس کے ساتھ ایسا معاملہ پیش آئے وہ ’’سلام‘‘ بند کرانے کے بجائے اگلے دن سے وقت پر آنے کی کوشش شروع کرے، جب وہ صرف خود کو وقت کا پابند بنا کر اس ’’خلل‘‘ سے نجات پاسکتا ہے تو ایک اجتماعی عمل جو دور حاضر میں سنیت اور سنیوں کی علامت وپہچان ہے، اسے بند کرانے کی کیا حاجت؟ خود اکیلے کو تو وقت کا پابند کر نہیں سکتے، اُلٹے تمام اہل محلہ سے سلام بند کرانے پر بضد ہیں۔

سبھی جانتے ہیں کہ آج کل عوام الناس میں سنی اور دیوبندی کی پہچان صلوٰۃ وسلام سے ہوتی ہے، جس مسجد سے سلام کی آواز آتی ہے لوگ اسے سنی مسجد سمجھتے ہیں اور جس مسجد والے سلام نہیں پڑھتے لوگ انہیں دیوبندی گمان کرتے ہیں، اس لئے سلام بند کرنا یا مائیک سے سلام بند کرنا کسی صورت مناسب نہیں بلکہ وہابیہ دیابنہ کو تقویت پہنچانا ہے اور اس کی اجازت ہرگز ہرگز نہیں دی جاسکتی۔

اگر اسی طرح عذر لنگ کو بنیاد بنا کر معمولات اہل سنت سے دست برداری اختیار کی جانے لگے تو رفتہ رفتہ یہ سلسلہ فرائض و واجبات تک پہنچ جائے گا، کل کو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جماعت کھڑی ہونے کے بعد مسجد آنے والے نمازی کو حکم ہے کہ پہلے سنت فجر پڑھے پھر جماعت میں شریک ہو، چاہے وہ امام کو قعدۂ اخیرہ ہی میں کیوں نہ پائے، ظاہر ہے اس وقت امام قرأت بالجہر کر رہا ہوگا، ایسی صورت میں اگر کوئی یہ کہے کہ امام صاحب اتنی زور سے قرأت کرتے ہیں کہ ہم سنت ادا کرنے میں بھول جاتے ہیں پھر وہاں کیا کریں گے؟ کیا اسے بھی بند کرائیں گے؟ اور اگر اسے بند کرائیں گے تو کیا یہ نماز پر ہی پابندی لگانا نہ ہوا؟

آخر سلام سے ہی کیوں نماز میں خلل ہوتی ہے؟ زمانۂ قدیم سے تواتر کے ساتھ یہ عمل چلا آرہا ہے کہ روز جمعہ قبل جمعہ خطیب جمعہ لوگوں کو خطاب کرتا ہے، دراں حالے کہ لوگ سنت کی ادائیگی

اداریہ

کررہے ہوتے ہیں مگر کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوتا بلکہ اپنی خطا تصور کرتے ہیں کہ ہم وقت سے نہ آسکے، تو پھر وقت سلام ایسا تصور کیوں نہیں؟ جبکہ معاملہ دونوں جگہ ایک ہی ہے، یہ روش بڑی ہی خطرناک ہے جس کے بطن سے ایسی تخریب کار سوچ پیدا ہوتی ہے۔

ویسے بھی اس وقت ملک میں ہر طرف مخالفین اسلام کے ذریعہ اذان اور نماز بند کرانے کی مہم چل پڑی ہے، ایسی صورت حال میں کسی شعار سنیت کو بند کرانے کا مطلب خود کو پست اور کمزور کرنے کے سوا کیا ہوسکتا ہے، اس وقت حالات ایسے نہیں ہیں کہ سنی مسلمان آپس میں دست وگریباں ہوں، سنیوں کو بہر حال متحد رہنے کی ضرورت ہے، پھر یہ کہ دور حاضر میں سلام شعار سنیت ہے اور جب کوئی چیز شعار کی حیثیت اختیار کرلے تو وہ مٹائی نہیں جاسکتی، اللہ رب العزت اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے ہم سب کو فکر سلیم عطا فرمائے، آمین۔

◆◆◆

ص ۱۰ رکا بقیہ..........

پہلی رات کہ اس رات میں عبادت کرے اور اس کے دن میں روزہ رکھے۔(۲-۳) عیدین (یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ) کی راتیں کہ ان راتوں میں عبادت کرے اور دن میں روزہ نہ رکھے(عیدین کے دن روزہ رکھنا ناجائز ہے۔)(۴) شعبان المعظم کی پندرھویں رات کہ اس رات میں عبادت کرے اور دن میں روزہ رکھے۔(۵) شب عاشورا (یعنی محرم الحرام کی دسویں شب) کہ اس رات میں عبادت کرے اور دن میں روزہ رکھے۔'' (غنیۃ الطالبین: ص ۲۳۶، دار احیاء التراث العربی بیروت)

رب تعالیٰ ہمیں نیک عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس ماہ مبارک کے فیوض وبرکات سے مستفیض فرمائے، آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین ع ﷺ۔

◆◆◆

ص ۱۱ رکا بقیہ..........

وضوابط ہیں، جو اپنے عیوب ونقائص کے سبب ناقابل عمل ہیں۔

اسلامی اصول وضوابط اور اسلامی قوانین اتنے عمدہ بہترین مستحکم اٹل اور عمدہ حکمتوں کے حامل ہیں کہ وہ تغیر وتبدل کے محتاج نہیں اور نہ ہی ان سے بہتر اصول وضوابط اور قوانین پیش کئے جاسکتے ہیں، اسلامی تعلیمات وقوانین اور احکامات کی حکمتوں کی افہام وتفہیم سے اگرچہ ہماری ناقص فہم وفراست اور محدود ادراک قاصر ہوں مگر یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اسلامی افکار ونظریات اور تعلیمات بے شمار حکمتوں کی حامل ہیں، ایسی تمام حکمتیں قرآن واحادیث اور مختلف ماہرین معقولات ومنقولات اور ماہرین علوم وفنون کے چمکتے دمکتے نورانی الفاظ وجمل اور اقوال میں پنہاں و پوشیدہ ہیں، جنکا مشاہدہ اہل دانش وبینش اور اہل نظر شب و روز کرتے ہیں اور تحقیق وتفتیش کی وادیوں کی سیر کرنے اور خاک چھاننے والے محققین بحر الفاظ ومعانی میں غوطہ زن ہوکر حکمتوں اور خوبیوں کے چمکدار موتی چن کر باہر لاتے ہیں، جن سے اہل ذوق کی آنکھیں خیرہ ہوجاتی ہیں جن سے آگاہ ہوکر اہل محبت کی طرح اہل عقل وخرد، فساق وفجار بلکہ غیر مسلم بھی مائل بعمل ہوجاتے ہیں یہاں تک کہ اسلامی افکار ونظریات، خیالات وتصورات کے ناشر ومبلغ بن جاتے ہیں۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جن مسلموں نے اسلامی افکار ونظریات اور احکامات وہدایات کا سنجیدہ اور منصفانہ مطالعہ کیا اور اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کے فضائل وفوائد، برکات وثمرات اور حکمتوں سے آگاہ ہوئے فوراً اسلامی تعلیمات وقوانین کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہوگئے اور اسلام کی حقانیت و صداقت پر ان کے دل ایمان لانے کے لئے آمادہ ہوگئے انکے دل پکار اٹھے کہ اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا مذہب حق و صداقت پر مشتمل نہیں ہوسکتا اور نہ اس دین متین کے مقابلے میں کوئی دوسرا ضابطۂ حیات پیش کیا جاسکتا ہے، تاریخ عالم ایسے شواہد اور ایمان افروز واقعات سے بھرا پڑا ہے اور یہی وہ وجہ ہے جس سے اسلام کا فطری اور آفاقی پیغام دنیا کے گوشے گوشے میں عام سے عام تر ہوتا چلا گیا اور قلوب واذہان کی زمین پر فتح کے پرچم نصب کرتا چلا گیا اور یہ پاکیزہ سلسلہ آج بھی تسلسل کے ساتھ جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔

◆◆◆

از: مولانا محمد رجب علی مصباحی*

رجب المرجب! بے شمار فضیلتوں اور برکتوں کا مہینہ

حرمت والے مہینوں میں رجب المرجب مقدس مہینہ ہے جو اسلامی مہینوں میں ساتویں نمبر پر ہے، یوں تو ماہ رجب کے فضائل متعدد جہات اور مختلف گوشوں پر مشتمل ہیں تاہم یہاں صرف چند گوشے یعنی عبادت میں رجب المرجب کی اہمیت کو چنداں اجاگر کرنے کی سعی محمود کی گئی ہے تاکہ بندگان خدا اس پر عمل پیرا ہوکر توشۂ آخرت فراہم کرسکیں اور اس کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوسکیں، آئیے چند احادیث کریمہ کے حوالے سے فضائل رجب کا مطالعہ کرتے ہیں:

(۱) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ماہ رجب میں تین دن روزہ رکھے گا رب تعالیٰ اسے ایک مہینہ روزہ رکھنے کا ثواب عطا فرمائے گا، جو شخص سات دن روزہ رکھے گا رب تعالیٰ اس کے لیے دوزخ کے سات دروازے بند فرما دے گا، جو شخص آٹھ دن روزہ رکھے گا رب تعالیٰ اس کے لیے آٹھ جنتی دروازوں کو کھول دے گا، جو شخص پندرہ دن روزہ رکھے گا رب تعالیٰ اسے اپنی رضا عطا فرمائے گا اور جسے رضائے الٰہی میسر آجائے اسے عذاب نہیں ہوگا اور جو شخص ماہ رجب کے پورے ایام میں روزہ رکھے گا رب تعالیٰ اس کے لیے حساب کو آسان فرما دے گا۔ (تبیین العجب بما ورد فی شہر رجب: ابن حجر عسقلانی، ص ۴۸)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص رجب کے مہینے میں ایک دن روزہ رکھ کر حالت روزہ میں چار رکعات نفل نماز یوں ادا کرے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سو بار آیۃ الکرسی، دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سو بار قل ھو اللہ احد پڑھے تو اسے اس وقت موت نہ آئے گی جب تک وہ اپنا ٹھکانہ جنت میں نہ دیکھ لے۔ (ایضاً: ص ۵۱)

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ستائیسویں رجب کو بارہ رکعات اس طور پر پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی سورہ ملائے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد حالت جلوس میں ستر مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم چار مرتبہ کہے پھر روزے کی حالت میں صبح کرے تو رب تعالیٰ ساٹھ سال تک کا گناہ اس سے محو فرما دے گا۔ (ایضاً: ص ۵۲)

(۴) نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص رجب کے مہینے میں کسی مسلمان بھائی کی پریشانی کو دور کرے گا رب تعالیٰ اسے جنت میں ایک ایسا محل عطا فرمائے گا جس کی وسعت حد نگاہ ہوگی، رجب کے مہینے کی عزت وتکریم کرو رب تعالیٰ تجھے ہزارہا کرامتیں اور شرافتیں عطا فرمائے گا۔ (ایضاً: ص ۴۸)

(۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے ۲۷ رویں رجب یعنی شب معراج کو نبی بنا کر بھیجا گیا ہے لہٰذا جو شخص اس دن روزہ رکھے گا (یہ روزہ) اس کے لیے ساٹھ مہینوں کا کفارہ بن جائے گا۔ (ایضاً: ص ۶۴)

(۶) حضرت عبداللہ بن زید انصاری فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک جنت میں ایک نہر ہے جس کا نام رجب ہے جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے، جو شخص ماہ رجب کا ایک دن روزہ رکھے گا، رب تعالیٰ اسے اسی نہر سے سیراب فرمائے گا۔ (ایضاً: ص ۳۳)

(۷) ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی

اسلامیات

اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بے شک جنت میں ایک نہر ہے جسے رجب کہا جاتا ہے جس کا پانی نہایت شیریں ہے، جو اسے ایک بار پی لے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا، رب تعالیٰ اسے ماہ رجب میں روزہ رکھنے والوں کے لیے تیار فرمایا ہے۔ (ایضاً: ص ۷۳)

(۸) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رجب اللہ کا مہینہ، شعبان میرا مہینہ اور رمضان میری امتی کا مہینہ ہے، عرض کیا گیا: یارسول اللہ! آپ کا یہ ارشاد ''رجب اللہ کا مہینہ ہے'' کا مطلب کیا ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس مہینے میں بکثرت بخششیں ہوتی ہیں، لوگ قتل وقتال سے محفوظ رہتے ہیں، اسی مہینے میں رب کریم انبیاے کرام کے صدقے توبہ قبول فرمایا اور اسی ماہ مبارک میں اولیاے عظام کو عذاب کی ابتلا اور آزمائش سے محفوظ فرمایا، جس نے رجب کے مہینے میں روزہ رکھا رب تعالیٰ ان تین چیزوں کو واجب فرما دیتا ہے، گزشتہ تمام گناہوں کی بخشش، باقی ماندہ ایام میں گناہوں سے حفاظت اور بروز قیامت پیاس کی شدت سے نجات۔ ملخصاً (ایضاً: ص ۵۳)

حجۃ الاسلام حضرت سیدنا امام محمد غزالی مکاشفۃ القلوب میں فرماتے ہیں: رجب دراصل ''ترجیب'' سے مشتق (یعنی نکلا) ہے، اس کے معنیٰ ہیں: تعظیم کرنا، اس کو الاحسب (یعنی سب سے تیز بہاؤ) بھی کہتے ہیں اس لیے کہ اس ماہِ مبارک میں توبہ کرنے والوں پر رحمت کا بہاؤ تیز ہو جاتا ہے اور عبادت کرنے والوں پر قبولیت کے انوار کا فیضان ہوتا ہے، اسے الاصم (یعنی سب سے زیادہ بہرہ) بھی کہتے ہیں کیوں کہ اس میں جنگ وجدل کی آواز بالکل سنائی نہیں دیتی، اسے رجب بھی کہا جاتا ہے کہ جنت کی ایک نہر کا نام رجب ہے جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے، اس نہر سے وہی پانی پیئے گا جو رجب کے مہینے میں روزے رکھے گا۔

(مکاشفۃ القلوب: ص ۳۰۱، مطبوعہ، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

غنیۃ الطالبین میں ہے کہ اس ماہ کو شہر رجم بھی کہتے ہیں کیوں کہ اس میں شیطانوں کو رجم یعنی سنگ بار کیا جاتا ہے تا کہ وہ مسلمانوں کو ایذا نہ دیں۔ اس ماہ کو اصم (یعنی خوب بہرا) بھی کہتے ہیں کیوں کہ اس ماہ میں کسی قوم پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کے نازل ہونے کے بارے میں نہیں سنا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ اُمتوں کو ہر مہینے میں عذاب دیا اور اس ماہ میں قوم کو عذاب نہ دیا۔ (غنیۃ الطالبین: ص ۲۲۹، دار احیاء التراث العربی بیروت)

مکاشفۃ القلوب میں ایک اور مقام پر ہے:

''بزرگان دین (رحمہم اللہ) فرماتے ہیں: رجب میں تین حروف ہیں: ر-ج-ب- ر سے مراد رحمتِ الٰہی (عزوجل) ج سے مراد بندے کا جرم، ب سے مراد بر یعنی احسان وبھلائی، اللہ (عزوجل) فرماتا ہے، میرے بندے کے جرم کو میری رحمت اور بھلائی کے درمیان کر دو۔''

حضرت علامہ صفوری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) فرماتے ہیں:

''رجب المرجب بیج بونے کا، شعبان المعظم آبپاشی کا اور رمضان المبارک فصل کاٹنے کا مہینہ ہے لہٰذا جو رجب المرجب میں عبادت کا بیج نہیں بوتا اور شعبان المعظم میں آنسوؤں سے سیراب نہیں کرتا وہ رمضان المبارک میں فصل رحمت کیوں کر کاٹ سکے گا؟''

مزید فرماتے ہیں:

''رجب المرجب جسم کو، شعبان المعظم دل کو اور رمضان المبارک روح کو پاک کرتا ہے۔'' (نزھۃ المجالس: ج ۱، ص ۱۵۵)

حضرت سیدنا ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانچ راتیں ایسی ہیں جس میں دُعا رد نہیں کی جاتی: (۱) رجب کی پہلی رات (۲) پندرہ شعبان (۳) جمعرات اور جمعہ کی درمیانی رات (۴) عید الفطر کی رات (۵) عید الاضحیٰ کی رات۔

(جامع صغیر: ص ۲۴۱، حدیث نمبر ۳۹۵۲، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت سیدنا خالد بن معدان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''سال میں پانچ راتیں ایسی ہیں جو ان کی تصدیق کرتے ہوئے بہ نیت ثواب ان کو عبادت میں گزارے تو اللہ تعالیٰ اُسے داخل جنت فرمائے گا۔(۱) رجب کی بقیہ ص ۸ ر پر

از: محمد افتخار حسین رضوی*

اسلامی اصول وضوابط اوران کی حکمتیں

اس وسیع وعریض کائنات میں بے شمار مخلوقات موجود ہیں، جن میں مختلف النوع اور عجیب الخلقت حیوانات، خطرناک، خوفناک اور خوں خوار درندے، متفرق رنگ ونسل و ہیئت کے چرندے اور عقل وشعور کو حیران کن احساسات سے دوچار کرنے والے رنگ برنگے خوبصورت ودلکش پرندے شامل ہیں، جو خالق کائنات کے سکھائے ہوئے فطری اصولوں کے مطابق اپنے اپنے طریقے سے زندگی بسر کرتے ہیں اور نظام زندگی کا توازن برقرار رکھنے میں معاون بنتے ہیں، مگران بے زبان حیوانات کے علاوہ اس کائنات میں ایک ایسی مخلوق بھی ہے، جسے انسان اور آدمی کا لقب دیا گیا ہے، جو دیگر حیوانات کی طرح بے زبان و بے شعور نہیں بلکہ یہ عقل وشعور والا مخلوق صاف طور پر بامعنی الفاظ بول سکتا ہے۔

سوچ اور سمجھ سکتا ہے، غور وفکر کرنے، زندگی کو بہتر سے بہتر بنانے اور زندگی کے مختلف شعبوں میں عروج وارتقا کے مراحل طے کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، جو اپنے عادات واطوار، شکل وصورت، کردار وعمل، طرز زندگی، علم وہنر، شعور وادراک، فہم و فراست اور تمام مقاصد تخلیق کے سبب دیگر تمام مخلوقات سے بالکل مختلف اور ممتاز ومنفرد حیثیت کا حامل ہے، یہ انسانی گروہ وجماعت اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنا پر تمام مخلوقات پر قابو پالیتا ہے اور انہیں مسخر کر کے اپنے استعمال میں لاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار خوبیوں اور صلاحیتوں کا مجسمہ بنا کر دیگر تمام مخلوقات پر فوقیت دیا ہے اور اشرف المخلوقات کا تاج زریں پہنا کر عزت ووقار بخشا ہے، مگر انسان کو کامیاب زندگی بسر کرنے اور بامقصد حیات کی تکمیل کے لئے کامل اصول وضوابط، عمدہ ضابطۂ حیات اور آداب وشعور زندگی کی اشد ضرورت ہے ورنہ بصورت دیگر انسان اور دیگر مخلوقات کے درمیان کوئی امتیاز وفرق برقرار نہ رہے گا۔

لہٰذا اس جہت سے جب ہم عالم انسانیت کا منصفانہ جائزہ لیتے اور تمام اقوام وملل کا بنظر غائر مشاہدہ کرتے ہیں تو روز روشن کی طرح یہ حقیقت اجاگر ہوتی ہے کہ کامل واکمل اصول وضوابط، مستحکم واٹل فطری قوانین اور عمدہ ضابطۂ حیات صرف مسلمانوں کے پاس ہے، کیونکہ مسلمانوں کے پاس مذہب اسلام کی شکل میں جو دستور وضابطۂ حیات موجود ہے، وہ محدود وناقص افکار و نظریات کے مالک انسان اور مجبور ومحتاج لوگوں کا بنایا ہوا نہیں بلکہ خالق کائنات ومخلوقات، معبود برحق، پروردگارِ عالم، خدائے بزرگ و برتر اور مالک حقیقی کا بنایا ہوا اور بھیجا ہوا ہے اور اس مقدس ومتبرک دستور وضابطۂ حیات کو خالقِ کائنات کے کامل و اکمل بندے، بے مثل اور افضل ترین نبی ورسول، امام الانبیاء اور محبوب حقیقی نے احسن طریقے سے انسانیت تک پہنچایا ہے اور بذات خود اس ضابطۂ حیات کے مطابق زندگی بسر فرما کر عالم انسانیت کے لئے اپنا مکمل اسوۂ حسنہ کا نمونہ چھوڑا ہے، جس کا مکمل عملی مظاہرہ پیش کر کے صحابہ کرام نے اسلامی ضابطۂ حیات کی حقانیت وصداقت کا پرچم نصب کر دیا ہے۔

اس لئے جس طرح اللہ تعالیٰ کی لامحدود ذات اور اس کے افضل ترین رسول کی ذات تمام عیوب ونقائص سے پاک ہے اسی طرح اللہ جل شانہ کا عطا کردہ دستور وضابطۂ حیات بھی نقائص سے مبرا اور کامل واکمل ہے، مسلمانوں کے علاوہ دنیا کے کسی بھی قوم کے پاس دین اسلام جیسا دستور وضابطۂ حیات نہیں ہے، کیوں کہ دنیا کے تمام اقوام وملل کے پاس محدود اور ناقص علم و عقل والے انسانوں کے بنائے ہوئے اصول

بقیہ ص ۸ر پر

* مضمون نگار ٹھاکر گنج، کشن گنج بہار کے مقیم ہیں۔

از: حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی *

لوگوں میں صلح وصفائی

سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روشن ترین پہلو

اسلامیات

آج کل ذرا ذرا سی بات پر لڑائی جھگڑا عام ہو گیا ہے نفسا نفسی کا عالم ہے، اب تو حال یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ معمولی معمولی سی بات پر قتل کر دینا عام ہو گیا ہے، چھوٹی سی بات پر باپ بیٹے کو اور بیٹا باپ کو، بھائی بھائی کو اور بھائی بہن کو، شوہر بیوی کو اور قریبی رشتے دار و دوست کو مار ڈالنے کو تیار ہو جاتے ہے، انسان کی جان مچھر اور مکھی سے بھی کمتر ہو گئی ہے، آئے دن قتل کے واقعات بڑھ رہے ہیں، بوریوں اور سوٹ کیسوں میں بھری لاشیں مل رہی ہیں روزانہ درجنوں جھگڑے اور قتل کے واقعات معمول کی بات ہو گئی ہیں۔

کسی کو احساس زیاں (نقصان) تک نہیں ہو رہا ہے، قاتل ناحق کے دل میں انسانیت کے درد کی رمق تک باقی نہیں رہی ہے، اس کا دل محبت، ہم دردی، انکساری اور انسان دوستی سے خالی ہو چکا ہے حتیٰ کہ انسان انسان کے خون کا پیاسا بن چکا ہے آج کا انسان شاید اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ احکامات نہیں پڑھا ہے، جو بے وجہ لڑائی جھگڑا اور قتل ناحق کی وعید میں نازل ہوئے ہیں اللہ رب العزت نے قتل ناحق کی مذمت کرتے ہوئے قرآن مجید میں سخت وعید نازل فرمائی ہے:

''جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا دوزخ ہے کہ مدتوں اس میں رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہوگا اور اللہ اس پر لعنت کرے گا اور اس نے اس کے لیے زبردست عذاب تیار کر رکھا ہے۔''
(سورۃ النساء 93/کنز الایمان)

تشدد کا بڑھتا رجحان صلح سے دوری لمحۂ فکریہ

ہمارے معاشرے میں ہی کیا پورے ملک، پوری دنیا میں تشدد کا بڑھتا رجحان انتہائی تشویش کا باعث ہے، اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کو صلح کرانے کا حکم دیا اور صلح کرنے کرانے والوں کو پسند فرمانے کی خوش خبری بھی سنائی:

''اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں جنگ کریں تو ان کے درمیان صلح کرا دیا کرو، پھر اگر ان میں سے ایک (گروہ) دوسرے پر زیادتی اور سرکشی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کا مرتکب ہو رہا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، پھر اگر وہ رجوع کر لے تو دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف سے کام لو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔''
(سورۃ الحجرات 9/کنز الایمان)

صلح کرانا اللہ کو پسند ہے حدیثوں میں بھی اس کی فضیلت آئی ہے مذکورہ آیت کا شان نزول حدیث پاک میں اس طرح سے ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا، اگر آپ ابن ابیّ (منافق) کے یہاں چلتے تو بہتر تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے یہاں ایک گدھے پر سوار ہو کر تشریف لے گئے، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پیدل آپ کے ہمراہ تھے، جدھر سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزر رہے تھے وہ شور (ریگستان) زمین تھی، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے یہاں پہنچے تو وہ کہنے لگا ذرا آپ دور ہی رہئے آپ کے گدھے کی بو نے میرا دماغ پریشان کر دیا ہے، اس پر ایک صحابی بولے کہ اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گدھا تجھ سے زیادہ خوشبودار ہے، عبداللہ (منافق) کی طرف سے اس کی قوم کا ایک شخص اس صحابی کی اس بات پر غصہ ہو گیا اور دونوں نے ایک دوسرے کو برا بھلا کہا پھر دونوں کے حمایتی مشتعل ہو گئے اور ہاتھا پائی، چھڑی اور جوتے تک نوبت

* مضمون نگار مسجد ہاجرہ رضویہ، اسلام پور جمشید پور کے امام وخطیب ہیں۔

پہنچ گئی، ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یہ آیت:
''وَ اِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَافَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا................الخ (سورۃ الحجرات 9) اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کرادو۔'' (بخاری، حدیث 2691)

صلح کرانے کے لیے جھوٹ بولنا گناہ نہیں

صلح کرانے میں جھوٹ بھی بول سکتے ہیں ام کلثوم بنت عقبہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ جھوٹا وہ نہیں ہے جو لوگوں میں باہم صلح کرانے کی کوشش کرے اور اس کے لیے کسی اچھی بات کی چغلی کھائے یا اسی سلسلے کی اور کوئی اچھی بات کہہ دے۔ (بخاری، حدیث 2692)

سہل بن اسعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ: قبا کے لوگوں نے آپس میں جھگڑا کیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک دوسرے پر پتھر پھینکے، آپ ﷺ کو جب اس کی اطلاع دی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا ''چلو ہم ان میں صلح کرائیں گے۔''

(بخاری، حدیث 26)

صلح حدیبیہ جس کو قرآن نے فتح مبین فرمایا: ماہ ذیقعدہ ۶ رہجری میں حضور ﷺ عمرہ ادا کرنے کے ارادے سے مدینہ سے مکہ تشریف لے جانے کے لیے سفر میں نکلے مشرکین مکہ نے مسجد الحرام کی زیارت سے روک دیا آپ ﷺ نے مشرکین مکہ اور قریش سے حدیبیہ کے مقام پر صلح فرمایا، اس کی دستاویز AGREEMENT حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لکھی تھی، لکھتے وقت آپ نے ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' لکھا، مشرکین مکہ و قریش کے نمائندہ نے اسے قبول نہیں کیا اور کہا کہ زمانۂ جاہلیت کے طریقہ پر ''باسمك اللهم'' لکھنا پڑے گا، آپ ﷺ نے اسے قبول کرلیا، آپ کا اسم گرامی ''محمد الرسول اللہ'' لکھا گیا، مشرکین مکہ نے اس پر اعتراض کیا کہ لفظ محمد کے ساتھ رسول اللہ نہ لکھو، کیوں کہ آپ رسول ہوتے تو ہم آپ سے لڑتے ہی کیوں؟ قریش ضد پر اڑ گئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک طرفہ صلح کرنے کے لیے اس پر بھی راضی ہو گئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا رسول اللہ کا لفظ مٹا دو، حضرت علی نے کہا میں تو اسے نہیں مٹا سکتا، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھ سے مٹا دیا اور مشرکین کے ساتھ اس شرط پر صلح کی کہ آپ اپنے اصحاب کے ساتھ (آئندہ سال) تین دن کے لیے مکہ آئیں اور ہتھیار میان میں رکھ کر داخل ہوں گے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے برداشت نہ ہو سکا اور انھوں نے جوش جذبات میں کچھ ایسے الفاظ فرمائے کہ ہمیشہ (اس پر) شرمندہ رہتے تمام صحابہ انتہائی جذبات میں احرام کھول کر ایک دوسرے کے سر مونڈھنے لگے اور ایسا کر رہے تھے کہ جیسے ایک دوسرے کی گردن کاٹ دیں گے، لیکن اللہ رب العزت نے اس صلح کو جو بظاہر ذلت آمیز تھی ''فتح مبین'' قرار دیا:
''اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا .... الخ، بے شک (اے نبی) ہم نے آپ کو کھلم کھلا فتح دی۔''

(بخاری و مسلم حدیث 2698، 2699، 2700، 2701، 2693)

اور بھی احادیث موجود ہیں مطالعہ فرمائیں، حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم فتح مکہ کو فتح شمار کرتے ہو اور ہم بیت الرضوان کے واقعہ کو فتح مانتے ہیں ہم چودہ 1400 سو آدمی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس موقع پر تھے صلح حدیبیہ کے موقعہ پر ایک درخت کے نیچے صحابہ کرام نے آقا ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی اسی مقام پر صلح حدیبیہ ہوئی۔ (بخاری)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صلح حدیبیہ کے واپسی سفر میں آپ ﷺ نے فرمایا گزشتہ شب میں مجھ پر ایک سورت اتری جو مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے پھر آپ نے (اِنَّا فَتَحْنَا) کی تلاوت کی۔

(بخاری، ترمذی، نسائی، مسند احمد)

صلح حدیبیہ سے بہت برکت حاصل ہوئی، لوگوں میں امن و امان قائم ہوا، مسلمان کافروں میں بول چال شروع ہو گئی، علم و ایمان کی روشنی تیزی سے پھیلنی شروع ہو گئی، آپ ﷺ فرماتے ہیں درگذر کرنے سے عزت بڑھتی ہے اور عاجزی و انکساری کرنے سے بلندی اور عالی رتبہ حاصل ہوتا ہے۔ (حدیث)

اسلامیات

صلح کی اہمیت وفضیلت فوائد

خانگی زندگی ہو یا معاشرتی کبھی ایسے حالات آجاتے ہیں کہ لوگوں میں جھگڑے کی نوبت آجاتی ہے، خدنخواستہ گھریلوزندگی میں اگر ایسی نوبت آجائے تو اللہ رب العزت فرمارہا ہے، ثالثی مقرر کر کے صلح کرلو قرآن مجید میں ہے:

''وَاِنۡ خِفۡتُمۡ شِقَاقَ بَيۡنِهِمَا فَابۡعَثُوۡا حَكَمًا مِّنۡ اَهۡلِهٖ وَحَكَمًا مِّنۡ اَهۡلِهَا .... الخ (سورۃ النساء35) اگر تمھیں میاں بیوی کے درمیان مخالفت (ان بن) کا اندیشہ ہو تو تم ایک منصف مرد کے خاندان سے اور ایک منصف عورت کے خاندان سے مقرر کرلو، اگر وہ دونوں (منصف) صلح کرانے کا ارادہ رکھیں تو اللہ ان دونوں کے درمیان موافقت پیدا فرمادے گا، بے شک اللہ خوب جاننے والا اور خبردار ہے۔'' (کنز الایمان)

میاں بیوی کے درمیان اگر رنجش، بگاڑ ہو تو علمائے کرام فرماتے ہیں اور شارع علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایمان دار اور سمجھ دار شخص کو مقرر کرے جو یہ دیکھے ظلم وزیادتی کس طرف سے ہے پس ظالم کو ظلم سے روکے، سمجھائے اس سے بات نہ بنے تو مرد والوں وعورت والوں کی طرف سے ایک بہتر دین دار شخص کو منصف مقرر کردیں (شارع علیہ السلام) نے اس بات کی طرف شوق دلایا ہے کہ جہاں تک ہو سکے کوشش کریں کہ کوئی شکل نبھاہ کی نکل آئے اگر شوہر کی غلطی ہے تو عورت کو اس سے روک لے اور اس کا خرچ دلائے اور سمجھائے اور اگر عورت کی طرف سے زیادتی ہو تو عورت کو الگ کریں (مرد اس کا خرچ بند کردے) لوگ اسکو سمجھائیں اسکو مجبور کریں کہ اپنی عادت ٹھیک کرے اور شوہر کو بھی سمجھائیں کہ ہنسی خوشی رہے۔

صلح کرنے کرانے کی فضیلت

قرآن پاک میں متعدد جگہ آئی ہے رسول پاک ﷺ کی سنت بھی ہے خود آپ ﷺ کی زندگی میں ایک بار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درمیان کوئی بات ہوگئی تو آپ نے پوچھا: کیا تم عمر کو حَکَم بناؤ گی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: نہیں، کیوں کہ وہ سخت مزاج ہیں، پھر آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ تمہارے والد میرے اور تمہارے بیچ فیصلہ کریں؟ حضرت عائشہ نے کہا: ہاں، آپ ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا، جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم بات کروگی یا میں بات کروں؟ اُم المومنین نے عرض کیا: آپ ہی بات کریں لیکن صحیح صحیح بولیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ سن کر سخت غصہ ہو گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایک طمانچہ مار دیا، حضرت عائشہ بھاگیں اور آپ ﷺ کی پیٹھ کے پیچھے چھپنے لگیں، حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں نے آپ کو اس لیے نہیں بلایا تھا، پھر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے تو آپ نے حضرت عائشہ کو قریب بلایا، مگر انھوں نے آنے سے انکار کردیا، آپ مسکرائے اور فرمایا: ابھی کچھ دیر پہلے تو تم میری پیٹھ سے چمٹے جارہی تھیں، پھر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور دونوں کو ہنستے ہوئے دیکھا، تو فرمایا: آپ دونوں نے اپنے اختلاف میں ہمیں شریک کیا تھا، تو اپنی صلح میں بھی ہمیں شریک کرلیں۔ (ابوداؤد:4999)

مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں

اللہ رب العزت ارشاد فرمارہا ہے: [سورۃ الحجرات : 10] (یاد رکھو) سب اہل ایمان (آپس میں) بھائی ہیں، سو تم اپنے دونوں بھائیوں میں صلح کرادیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

آج احکام اِلٰہی کی پابندی سے دوری ہی ہماری لڑائی اور جھگڑے کی وجہ ہے اور ہمارے اندر برداشت کی قوت ختم ہوتے جارہی ہے جس کی وجہ سے بے چینی، بدامنی، تشدد، ذرہ سی بات پر قتل تک کر بیٹھتے ہیں اور پوری زندگی برباد کرلیتے ہیں نہ خود چین سے رہتے ہیں۔ نہ دوسرے کو چین سے رہنے دیتے ہیں قتل ناحق کے بارے میں قرآن مجید میں بہت سی وعیدیں آئی ہیں، اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَلَا تَقۡتُلُوا النَّفۡسَ الَّتِىۡ......... الخ۔'' (بنی اسرائیل 33)

قاتل کے دل میں انسانیت کا درد ختم ہو جاتا ہے اس کا دل محبت، ہم دردی، انکساری اور انسان دوستی سے خالی ہو جاتا ہے، سماج کے ذمے دار لوگوں کو حالات پر غور کرنے کی ضرورت ہے اور جو بن پڑے اپنی طاقت بھر کوشش کرنا چاہئے، جہاں لڑائی جھگڑا نظر آئے وہاں میل ملاپ صلح کرائیں اور اللہ کی بارگاہ میں پسندیدہ بندہ ہونے کا شرف حاصل کریں اللہ سے دعا ہے کہ ہم سب کو صلح کرنے کرانے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

◆◆◆

ص ۲۲ر کا بقیہ.....................

زبان فیض ترجمان سے توکل کی بڑی فضیلتیں اور توکل کرنے والوں کے لیے عظیم بشارتیں سن رکھی ہیں مگر میں یہ نہیں سمجھ پارہا ہوں کہ توکل تک میں کیسے پہنچوں گا اور میں خداوند قدوس کے متوکلین بندوں میں کیسے شامل ہوں گا، پھر اس بدوی نے جو نہی توکل سے متعلق آپ سے پوچھا کہ آقا! میرے پاس اونٹ ہے اور یہ یقیناً رب دوعالم کی عطا کردہ نعمت ہے کیوں کہ اس نعمت کی بنیاد پر میرے بہت سارے کام آسان تر ہو جاتے ہیں، میں اس نعمت کے حصول کے سامنے پروردگار عالم پر یہ توکل کیسے کروں آیا اونٹ کا پیر باندھ کر یا کھلا چھوڑ کر؟ بدوی کے اس سوال پر سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا کہ اونٹ کا پیر کھول کر نہیں بلکہ باندھ کر توکل علی اللہ کا پیکر بن۔

سنن ابن ماجہ کے صفحہ ۳۰۷ر میں مندرج حدیث کا ماحصل یہ ہے کہ وہ شخص کبھی تقلیل رزق یا عدم رزق کا شکوہ نہیں کرتا جو توکل کے دامن سے یہ شناسائی حاصل کر لیتا ہے اور اس کی حقیقت و ماہیت کو پالیتا ہے پھر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے متوکل بندے پر رب کائنات وسیع سے وسیع تر رزق کی برسات کرتا ہے اور ایسے خوش بخت کی حالت ان پرندوں کے مساوی ہو جاتی ہے جو صبح بھوکے جاتے ہیں اور شام کو شکم سیر ہو کر اپنے گھونسلوں میں واپس ہوتے ہیں۔

◆◆◆

ص ۳۰ر کا بقیہ.....................

رت کرنا، گھوگھنی اور گلگلے پر اصرار کرنا، دیگر ناچ باجا و طائفہ وغیرہ کرنے کو جو منع کرے، اسے ہابڑا و ہابڑا والا مذہب کہنا کیسا ہے؟"

تو آپ نے جواب دیا:

"ڈھول بجانا، عورتوں کا ناچ باجہ، یہ سب حرام ہیں، گلگلے یا گھگھنیوں میں حرج نہیں.................. جب کہ ان کے ساتھ گانا بجانا نہ ہو، رت جگا جو عام طور پر ہوتا ہے، کہ عورتیں گاتی بجاتی ہیں، یہ ناجائز ہے۔" (فتاویٰ امجدیہ، جلد 4/صفحہ 75)

شادی بیاہ کی بعض رسموں کے بارے میں حضور صدر الشریعہ بہار شریعت میں رقم فرماتے ہیں:

" دلہا دلہن کو بٹنا (اوبٹن) لگانا، مائیوں بٹھانا جائز ہے، ان میں کوئی حرج نہیں، دولہا کو مہندی لگانا ناجائز ہے ....یوں ہی کنگنا باندھنا، ڈال بری کی رسم کہ کپڑے وغیرہ بھیجے جاتے ہیں، جائز.................. دولہا کو ریشمی کپڑے پہننا حرام.................. یوں ہی مغرق جوتے بھی ناجائز اور خالص پھولوں کا سہرا جائز....... .... بلاوجہ ممنوع نہیں کہا جا سکتا۔"

(بہار شریعت، حصہ 7/صفحہ 104)

میں سمجھتا ہوں کہ یہ چند سطور میرے مدعا کے ثبوت کے لیے کافی ہیں، کہ عرس و نیاز، چادر و گاگر، محرم کا کھچڑا، شب برأت کا حلوہ، ربیع الاوّل کا جلوس اور اس قسم کے دیگر مراسم اہل سنت کے لیے ثبوت مانگنے کی ضرورت نہیں، اس کے جواز کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس کی ممانعت شریعت میں وارد نہیں۔

◆◆◆

ص ۳۷ر کا بقیہ.....................

حامد علیہ الرحمہ کا مکمل کلام تو زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکا بلکہ گردش زمانہ کی نذر ہو گیا مگر مختصر سا کلام جو محفوظ رہ سکا آپ کی شاعرانہ عظمت، ادبی ذوق، قادر الکلامی اور سب سے بڑھ کر عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم میں فنائیت کا ایک جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

◆◆◆

اسلامیات

از: پیر محمد اجمل رضا قادری*

ضروریات اور خواہشات میں فرق

اسلامیات

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا ہے تو اس کے ساتھ کچھ ضروریات بھی وابستہ کردی ہیں، اس کو بھوک لگتی ہے، سردی لگتی ہے، گرمی محسوس ہوتی ہے، بھوک لگتی ہے تو روٹی کی طلب پیدا ہوتی ہے، اگر پیاس لگتی ہے تو اسے پانی کی طلب محسوس ہوتی ہے، سردی لگے تو اسے موٹے لحاف کی ضرورت ہے، گرمی میں محسوس کرتا ہے کہ مجھے ہوا کی ضرورت ہے، پنکھے کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کے ساتھ اور دیگر ضروریات وابستہ کر دی ہیں، اگر یہ بالغ ہوگیا ہے تو اسے نکاح کی ضرورت ہے، ان ساری ضروریات کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے ساتھ رکھا ہے اور پھر دینِ اسلام نے ان ضروریات کو پورا کرنے کے جائز طریقے بھی ہمیں ارشاد فرمائے ہیں، لیکن یہ یاد رکھیں کہ ضروریات اور خواہشات میں فرق ہوتا ہے، ضروریات کو پورا کرنا، ضروریات کی طلب کرنا، ضروریات کے لیے رزقِ حلال کی تلاش کرنا، اس کو عبادت کہا گیا، آپ رزقِ حلال کی طلب کے لئے جب نکلتے ہیں تو اللہ کے دوست کہلاتے ہیں، ہاتھ پھیلانے کی ذلت سے بچنے کے لیے، ماں باپ کی خدمت کے لیے، اپنے بیوی بچوں کو رزقِ حلال کھلانے کے لیے اگر آپ محنت کرتے ہیں تو آپ کا وہ سفر راہِ خدا میں شمار کیا جاتا ہے، لیکن اگر معاملہ ضروریات سے آگے بڑھ جائے اور بات خواہشات تک چلی جائے تو پھر یہ عبادت نہیں رہتی۔

ضروریات اور خواہشات کیا ہیں؟

ضرورت تو یہ ہے کہ رہنے کے لیے چھت چاہیے، گرمی سردی کے حساب سے چند لباس چاہیے، کمر سیدھی کرنے کے لیے سادہ بستر چاہئے اور جینے کے لئے حلال رزق چاہیے تو یہ ضروریات ہیں اور اگر ایک بہت بڑا بنگلہ چاہئے، کئی کئی گاڑیاں چاہئے، پہننے کے لئے بہت سارے جدید سے جدید تر ڈیزائن والے کپڑے چاہیے، بات کرنے کے لئے مناسب موبائل نہیں بلکہ ہر نیا آنے والا ماڈل ہونا چاہیے، یہ خواہشات ہیں۔

ضروریات کے ساتھ تو انسان اپنا وقت گزار لیتا ہے لیکن خواہشات اسے رسوا کر دیتی ہیں، خواہشات کے پیچھے لگنے والا انسان ایسا سفر شروع کر دیتا ہے جس سے واپسی کئی دفع بڑی مشکل ہو جاتی ہے، وہ ایسی تھکاوٹ کا شکار ہو جاتا ہے جو اترنے کو تیار ہی نہیں ہوتی، آخر کیوں؟ اس لیے کہ نفس بچے کی طرح ہوتا ہے، آپ اس کی ایک خواہش پوری کرتے ہیں، یہ دوسری طلب کرتا ہے، آپ دوسری خواہش پوری کرتے ہیں، وہ تیسری طلب کرتا ہے، پھر یہ اس ضدی بچے کی طرح ہو جاتا ہے جو آپ کی بات ماننے کو تیار ہی نہیں ہوتا بلکہ اس کی ضد جائز ہو یا ناجائز ہو، وہ صرف اپنی ہی ضد منوانے پر آمادہ رہتا ہے، میرا رب فرماتا ہے:

”اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ۔ یعنی مال کی طلب نے تمہیں غافل کر دیا یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منھ دیکھ لیا۔“

خواہشات کی طلب میں، مال کی طلب میں اتنا آگے بڑھے کہ وقت آ گیا قبر میں جانے کا، لیکن رہے غافل کے غافل، دکان کھلی رہی، نماز جاتی رہی، مال بکتا رہا اور تلاوت کے لیے وقت نہ مل سکا، انسان اپنے روزمرہ کے معاملات کو اور دوستوں کو تو وقت دیتا رہا، خواہشات تو پوری کرتا رہا، لیکن جو بحیثیت انسان ہماری ذمہ داریاں ہیں، وہ پیچھے رہ گئیں، یاد رہے خواہشات کا پیالہ کبھی پُر نہیں ہوتا، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

* مضمون نگار تحریک اصلاح معاشرہ کے بانی ہیں۔

”دو بھوکے بھیڑیئے بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں، تو وہ اتنا زیادہ نقصان نہیں کرتے، جتنا نقصان عزت اور مال کی طلب انسان کے دین میں کرتی ہے۔“

مجھے پہچان لو! مجھے جان لو! میری عزت کرو! میں فلاں صاحب ہوں! یہ چیز دین کو بگاڑ کے رکھ دیتی ہے، چاہے جانے کی خواہش، عزت کی خواہش! اور مال کی طلب، پھر جب یہ خواہشات بڑھتی ہیں تو جائز، ناجائز، سارا کچھ ہی انسان اکٹھا کر کے لے آتا ہے، اس لئے اپنی خواہشات کو اگر کنٹرول میں رکھا جائے اور زندگی کو ضروریات کے ساتھ وابستہ کیا جائے، خواہشات کے ساتھ نہیں تو پھر کئی دفع ایسا ہوتا ہے کہ کچھ لوگ چالیس سال نہیں، دس سال بھی پردیس میں لگا کر آئیں تو گزارا چل جاتا ہے، اگر ہم اپنی خواہشات کو کنٹرول کرلیں اور ضروریات سے وابستہ ہوجائیں تو ہوسکتا ہے ہمارے والد کو اوورٹائم نہ لگانا پڑے، ہو سکتا ہے ہمارا بھائی پردیس میں نہ رہے، واپس آ جائے، خواہشات کا گھوڑا بے لگام ہے، بھرتا ہی نہیں۔

ایک بادشاہ کے بارے میں صوفیا نے لکھا ہے کہ اس کا یہ دعویٰ تھا کہ میں سب سے طاقتور آدمی ہوں، اس کا گھمنڈ توڑنے کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک بندوبست کیا، وہ گزر رہا تھا تو بہت سارے لوگوں سے کہہ رہا تھا، اپنی کوئی خواہش بتاؤ، میں پوری کردوں، ایک فقیر، فاقہ مست، درویش! ے

غبار آلود سمجھ کر حقارت سے نہ دیکھ ان کو
انہیں کی ٹھوکروں سے سلطنت بنتی اور بگڑتی ہے

ایک درویش بھی بیٹھے تھے، مٹی کا پیالہ لیے، بادشاہ نے کہا: بابا! کوئی خواہش؟ فرمانے لگے، میں نے اپنی خواہشات اپنے رب سے وابستہ کرلی ہیں، شام کو کچھ مل جاتا ہے، اس پیالے میں ڈالتا ہوں اور کھا لیتا ہوں، اللہ تعالیٰ مجھے عافیت عطا کرتا ہے، اس نے کہا: نہیں! میں آپ کی خواہش پوری کروں گا اور بڑے گھمنڈ میں کہا، تو درویش نے پیالہ آگے کیا اور فرمایا: لو کردو! اس کے جیب میں جتنی اشرفیاں تھیں، بادشاہ نے ساری نکال کے پیالے کے اندر پھینکیں، پیالے میں جب وہ اشرفیاں گر رہی تھیں تو ان کے گرنے کی آواز آرہی تھی، آواز تو آئی لیکن اس درویش نے دوبارہ پیالہ آگے کیا تو پیالہ بالکل خالی تھا، کہا: بادشاہ! کچھ ڈال تو صحیح یار! اس نے اپنے غلاموں سے کہا: لاؤ اشرفیاں! وہ بھی سارے اشرفیوں کی تھیلیاں لائے، بادشاہ مٹھیاں بھر بھر کے ڈالتا، مٹی کے پیالے سے اشرفیوں کے لگنے کی آواز تو آتی، پر وہ جاتی کہاں، کچھ سمجھ نہ آتا۔

اب جو کچھ ان لوگوں کے پاس جو تھا، وہ سب خالی ہوگیا، بادشاہ اپنے غرور میں مست تھا، اس نے خزانے سے اشرفیوں کے بوریاں منگالیں، مٹھیاں بھر بھر کے ڈالتا رہا، لیکن وہ پتہ نہیں کہاں جاتیں، جب بادشاہ تھکنے لگا، چہرے پر شرمندگی کے آثار ظاہر ہونے لگے، پشیمان ہونے لگا، دو قدم پیچھے ہٹنے لگا، تو درویش نے ہاتھ تھاما، کہا: میں نے تجھے کہا تھا، تو یہ دعویٰ نہ کر! تو یہ دعویٰ نہ کر! مجھے میرے رب تعالیٰ کے ساتھ وابستہ رہنے دے، تو بادشاہ کہنے لگا: بابا! تو نے تو آج مجھے عجیب پریشانی میں ڈال دیا، یہ پیالہ ہے کون سا جو بھر ہی نہیں رہا؟ تو درویش کہنے لگا، یہ انسانی خواہشات کا پیالہ ہے، یہ نہیں بھرا کرتا، نہ کسی بادشاہ کے خزانوں سے بھرتا ہے، نہ کسی ہیرے جواہرات سے بھرتا ہے، چونکہ ایک خواہش کے بعد دوسری خواہش جنم لیتی ہے، ایک آرزو کے بعد دوسری آرزو۔

آج سے ہمارے کپڑے پرانے کب ہوتے ہیں، ان کا ڈیزائن ہی تو بدل جاتا ہے، آج ہمارے گھروں کے اندر، خرچہ مکان بنانے کا نہیں، وہ خرچہ تو تیاری کا ہے، لے کے تو بیٹھ گیا، ہمیں وہ ٹیپ ٹاپ، جس نے ہمارے اپنے ہم سے جدا رکھے، لیکن ہماری خواہشات مکمل نہ ہوسکیں، حضرت سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرمایا کرتے تھے:

" خواہش ایک گھڑی کی ہوتی ہے، لیکن بڑے لمبے غم میں مبتلا کردیتی ہے۔"

ایک منٹ کے لیے تو نے خواہش کی تھی، لیکن کتنے غم وہ لے آئی اور اگر تو اس کو کنٹرول کرتا، اس خواہش کو اللہ کی رضا کے لیے چھوڑ دیتا تو آہستہ آہستہ تیرے لیے وقت گزارنا آسان ہوجاتا،

مسند امام احمد بن حنبل میں، میرے رسولِ کریم، سید عالم ﷺ کا فرمان موجود ہے، حضور ﷺ فرماتے ہیں: اس خواہش سے اللہ کی پناہ مانگو جو تمہیں عیب میں ڈال دے۔

اپنی خواہشوں سے پناہ مانگیں! حضور ﷺ فرما رہے ہیں، ایسی خواہش سے اللہ کی پناہ مانگنا جو ایک خواہش کرو تو پھر دوسری خواہش میں ڈال دے اور حضور ﷺ فرمانے لگے: بے فائدہ خواہشات سے بھی اللہ کی پناہ مانگنا، جو خواہشیں تو ہیں پر تمہارا نفع کوئی نہیں کرتیں، نقصان ہی کرتی ہیں، تین چیزوں سے پناہ مانگو، اس خواہش سے جو عیب میں ڈال دے اور اس خواہش سے جو نئی خواہش میں ڈال دے اور اس خواہش سے جو کسی فائدے کے بغیر ہی خواہش ہے۔

خواہشات پہ ایک قدم رکھیں

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسی نے کہا تھا، رب کریم تک جانا ہے، سفر کتنا مشکل ہے؟ فرمایا: دو قدم کا ہے، ایک قدم اپنے نفس کی خواہشات پہ رکھ لو، اگلا قدم اللہ کے قرب تک پہنچ جائے گا، لیکن اگر تم چاہو کہ میرا دین جو ہے وہ رب چاہا نہ ہو، من چاہا ہو تو بہت مشکل ہے، حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بادشاہ تھے، اپنی بیوی سے کہنے لگے کہ اب ہم حکمران بن گئے ہیں، بتاؤ زیورات کے ساتھ زندہ رہنا چاہتی ہو کہ عمر بن عبد العزیز کے ساتھ؟ کہا، حضور! کیا معنی؟ فرمایا: اگر تم زیورات میں الجھ جاؤ گی تو نئی سے نئی خواہش کرو گی، پھر میں بھی حلال حرام کی تمیز سے خدانخواستہ معاذ اللہ کہیں دائیں بائیں نہ ہو جاؤں، یہ سب کچھ دے دو اللہ کے رستے میں خیرات کرتے ہیں، دے دیا سارا کچھ، بادشاہِ وقت کے بچوں نے پھٹے کپڑے پہنے، آخری وقت آیا تو بچوں کے ماموں نے آ کے حضرت عمر بن عبد العزیز سے کہا، آپ تو جا رہے ہیں، لیکن آپ کے بچوں کے منہ میں کھانے کو کوئی نوالہ تک نہیں، ان پہ تو غربت ہے اور بادشاہ دنیا سے جا رہا ہے اور بچوں کا یہ حال ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بچوں کو بھی بلا لیا، فرمانے لگے، بچوں! میں نے اپنی خواہشات کو بھی کنٹرول میں رکھنے کی کوشش کی ہے اور تمہاری بھی، میں نے تمہیں رزقِ حلال کھلایا ہے، بس میں نے تمہاری ضروریات پوری کی ہیں، خواہشات پوری نہیں اور میں نے تمہیں تمہارا رزق کھلایا ہے، لوگوں کا چھین کے نہیں، وہ اس لیے کہ میرے پاس دو راستے تھے، یا تو میں بہادر ہوتا، دوزخ سے نہ ڈرتا تو حلال و حرام جمع کرتا، لیکن میں بزدل نکلا، جہنم سے ڈر گیا، لہٰذا میں نے خواہشات کو کنٹرول کر لیا اور ایسا کوئی کام نہیں کیا جو میرے اور تمہارے لیے دوزخ کا سامان بنے، تو بچے اٹھ کے قریب گئے۔

شیخ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑ کے چوما، کہا: ابا حضور! ہم پرانے حکمرانوں کے بچوں کو بھی جانتے ہیں، جب وہ گزرتے ہیں تو لوگوں کی ترچھی نظریں ان پر تنقید کے تیر برساتی ہیں اور آپ کی اولاد جب گلیوں سے گزرتی ہے تو لوگ جب آپ کو دعائیں دیتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ ہم بڑے عظیم باپ کے بیٹے ہیں، ہمیں یہ غربت گوارا ہے، ہمیں اپنی ضروریات کے ساتھ زندہ رہنا، ہم نے بلند و بالا بنگلے تو نہیں بنائے، لیکن ہم نے دعائیں بڑی جمع کی ہیں، آپ نے ہمارے لیے ایک بڑا ذخیرۂ آخرت اکٹھا کیا ہے۔

آخر میں میں اپنے بھائیوں سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ ضروریات کے ساتھ ضرور وابستہ رہیں، سارے حقوق ادا کریں، لیکن خواہشات کے پیچھے چلو گے تو یہ تھکا دیں گی، یہ ایسا گھنا جنگل ہے کہ جس میں باہر نکلنے کا کوئی رستہ میسر نہیں آئے گا، سڑک نہیں ملے گی، ہو سکتا ہے کسی کونے میں سفر کرنے والے ہلاک ہو جائیں، لیکن خواہشات پوری نہ ہوں گی، عرش کا مالک ہماری مدد کرے اور ہمیں قناعت و توکل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

◆◆◆

ص ۱۰۲ ر کا بقیہ............................

کرایا، مولانا بڑے ہی مخلص، ملنسار اور ہر ایک کی خیر خواہی کا جذبہ رکھتے تھے، رات ۱۲ ر بجے صلاۃ و سلام پر محفل کا اختتام ہوا۔

رپورٹ: مولانا غلام محی الدین

مدرسہ قادریہ پانسکوڑہ، مدنا پور، مغربی بنگال

از: مولانا سید اولاد رسول قدسیؔ*

توکل علی اللہ اور اس کی فضیلت

اسلامیات

اگر دور حاضر کا ماضی سے تقابل کیا جائے تو یہ بات ناقابل انکار ہوگی کہ ماضی کے اعتبار سے بلاشبہ آج مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہونے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے پاس دولت و ثروت کی بھی خوب فراوانی ہے، مگر اس کے باوجود مسلمان خواہ صاحب ثروت ہو یا متوسط یا کہ غریب ہمیشہ اس کی زباں پر تقلیل رزق اور عدم برکت کا شکوہ پایا جاتا ہے اگر اس کی وجوہات پر غور وخوض کیا جائے تو اس کی بنیادی وجہ جو سمجھ میں آتی ہے وہ ہے عدم توکل وقناعت۔

حالانکہ رب قدیر نے قرآن مقدس میں متعدد مقامات پر توکل کی تلقین فرمائی ہے اور متوکلین کے لئے بشارتیں بھی بیان فرمائی ہیں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''من یتوکل علی اللہ فھو حسبہ۔ یعنی جو اللہ تبارک و تعالیٰ پر توکل کرے تو وہ اس کے لئے کافی ہے۔''

سرور کائنات ﷺ نے بھی اپنی احادیث میں بڑے ہی شرح و بسط کے ساتھ اپنی امتوں کو رب قدیر کی بارگاہ میں متوکل رہنے کی ہدایت فرمائی ہے جیساکہ ابن ماجہ کی حدیث میں مذکورہ آیت قرآنیہ کی ترجمانی کرتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا:

''من توکل علی اللہ کفاہ۔ یعنی جو شخص اللہ پر توکل کرے (اپنے تمام امور کی سپردگی اللہ کی طرف کردے) تو وہ اس کے لئے کافی ہے۔''

اسی طرح ابوداؤد شریف کے اندر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث یوں مندرج ہے کہ آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''الزھادۃ فی الدنیا لیست بتحریم الحلال وباضاعۃ المال ولکن الزھادۃ فی الدنیا ان لاتکون بما فی یدك اوثق بما فی ید اللہ۔ یعنی حلال کو اپنے اوپر حرام کر لینے اور مال کو ضائع کر دینے کا نام ترک دنیا نہیں بلکہ دنیا سے بے رغبتی یہ ہے کہ جو کچھ دولت تیرے ہاتھوں میں ہے اس پر بھروسہ کرنے کے بجائے اس پر بھروسہ کر جو اللہ کے دست قدرت میں ہے۔''

اس ضمن میں وہ حدیث جو صحیح البخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، انتہائی روح پرور اور سبق آموز ہے، سرکار ابد قرار ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنی تمام امتوں کو مکۃ المکرمہ میں ایام حج کے موقع پر اس حال میں مجتمع دیکھا کہ وہ بلندی وپستی کو اپنے حصار میں لی ہوئی ہیں، مجھے اپنی امت کی کثرت تعداد پر بے حد خوشی فراہم ہوئی، ایسے زرّیں موقع پر مجھے یہ مژدۂ جانفزا دیا گیا کہ ان امتوں میں ستر ہزار افراد ایسے ہوں گے جو کل بروز قیامت بلا حساب و کتاب جنت میں بھیجے جائیں گے، جب حضور پر نور ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی تو صحابۂ کرم نے آپ کی بارگاہ میں عرض کی: یارسول اللہ! ایسے خوش نصیب لوگ کون ہیں؟ آپ نے جواباً فرمایا: یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنے جسموں کو نہیں داغتے، فالیں نہیں لیتے، چوری چھپے اوروں کی باتیں نہیں سنتے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔

اس سے بڑھ کر توکل علی اللہ کی فضیلت اور کیا ہوگی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ پر توکل کرنے والا بے حساب و کتاب جنت میں داخل ہوگا، حیف صد حیف! آج مسلمانوں نے توکل کا دامن بالکلیہ چھوڑ رکھا ہے اور لبوں پر ہمیشہ حرف شکوہ جاری رہتا ہے۔

مسلم شریف کے اندر انتہائی عبرت آموز حدیث حضرت صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ موجود ہے، ایک مرتبہ سرور عالم ﷺ نے صحابۂ کرام سے ارشاد فرمایا:

*مضمون نگار نیویارک امریکہ میں مقیم اہل سنت معروف قلم کار اور نقاد ہیں۔

’’عجبا لامر المؤمن ان امرہ کلہ لہ خیر ولیس ذلك لاحد الا لمؤمن ان اصابته سرا شکر فکان خیراً له وان اصابته ضراء صبر فکان خیرا له ۔ یعنی بندۂ مومن کا معاملہ عجیب ہے کہ اس کے ہر کام میں خیرو عافیت پائی جاتی ہے اور یہ خاصہ ضرور مومن کا ہے، اس کے علاوہ کسی اور کو یہ شرف حاصل نہیں، وہ ایسے کہ اگر اسے مسرت وفراخی میسر آئے تو وہ خداوند قدوس کا شکر ادا کرے تو اس میں اس کے لیے بہتری ہے اور اگر کبھی اس کے بر عکس مصائب وآلام میں گھر جائے تو وہ اس پر صبر کرے تو اس میں بھی اس کے لیے بہتری ہے۔‘‘

آج المیہ یہ ہے کہ جب ہمیں خوشیاں میسر آتی ہیں تو ہم عیش وتنعم کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر خداوند قدوس کو فراموش کر بیٹھتے ہیں اور توکل کا دامن چھوڑ دیتے ہیں اور اگر ہم پر درد وغم حملہ آور ہوتے ہیں تو ہم بجائے صبر وشکیب کے نالہ وشیون کرتے ہوئے معاذ اللہ رب اکرم کے حضور شاکی ہو جاتے ہیں، دراصل ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ ہم مخلوقات پر بھروسہ کرتے ہیں نہ کہ مالک حقیقی پر! رب قدیر نے سورۂ فرقان میں کتنی پیاری بات ارشاد فرمائی:
’’توکل علی اللہ الذی لا یموت ۔ یعنی اس اللہ پر توکل کر کہ جسے موت نہیں آئے گی۔‘‘

اگر بندۂ مومن مذکورہ آیت پر عمل پیرا ہو جائے تو عجب نہیں کہ وہ توکل علی اللہ سے منھ موڑ کر کسی اور کی پناہ تلاش کرے، توکل علی اللہ کی اگر اعلیٰ ترین مثال دیکھنا ہو تو خلیل اللہ ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کو یاد کریں جب آپ کو منجنیق کے ذریعہ بھڑکتے ہوئے شعلوں کی نذر کیا جا رہا تھا تو ایسے ہولناک موقع پر خود حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے آپ کی بارگاہ میں عرض کی تھی کہ اے اللہ کے خلیل! آپ چاہیں تو میں آپ کی مدد کروں اور رب کی بارگاہ میں آپ کی حاجت پیش کروں تا کہ رب قدیر آپ کو اس کھولتی ہوئی آگ سے محفوظ فرما دے، تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ جبرئیل! میرا رب وہ ہے جو دل کے بھیدوں کو بھی جانتا ہے، مجھے چنداں عرض کرنے کی ضرورت نہیں، اس کی ذات میرے لیے کافی ہے، مجھے کسی اور کی مدد کی قطعی حاجت نہیں۔

اللہ کے خلیل علیہ السلام کی شان توکل کا حسین ثمرہ تھا کہ آتش نمرود آپ کے لیے گلزار بن گئی، نمرود حیرت زدہ اور مبہوت ہو کر رہ گیا اور اس کی تمنائے ظلم وستم آہیں بھرتی رہ گئی، اسی واقعہ کی منظر کشی کرتے ہوئے ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا:

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل تھی محو تماشائے لب بام ابھی

آج جو گھروں سے برکتیں روٹھ چکی ہیں، اس کی وجہ بھی عدم توکل ہے، مسلمان تقلیل رزق کا شکوہ کرتا ہے اور یہ کہتا پھرتا ہے کہ یار! میں جتنا بھی کماتا ہوں، وہ میرے لیے کافی نہیں ہوتا، مہینے کے اختتام سے پہلے ساری تنخواہ ختم ہو جاتی ہے، ایسے لوگوں کے لیے مندرجہ ذیل حدیث بے حد معین ومددگار ثابت ہوگی۔

ترمذی شریف میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث یوں مرقوم ہے، آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:
’’لو انّکم تتوکلون علی اللہ حق توکله لرزقکم کما یرزق الطیر تغدو خماصا وتروح بطانا۔ یعنی اگر تم خلاق کائنات پر توکل کرلو جیسا کہ توکل کا حق ہے تو وہ تمہیں اس طرح رزق عطا کرے گا جس طرح پرندوں کو وہ رزق فراہم کرتا ہے، وہ صبح سویرے بھوکے پرواز کرتے ہیں اور شام کو شکم سیر ہو کر واپس لوٹتے ہیں۔‘‘

انسان کا عمل جہاں عدم توکل، تقلیل رزق اور عدم برکت کا باعث ہوتا ہے، وہیں عدم قناعت کی بنیاد پر وہ مصائب وآلام کے حصار میں آجاتا ہے، نتیجۃً وہ نہ صرف یہ کہ صبر کا دامن چھوڑ بیٹھتا ہے بلکہ ردائے شکر سے بھی عاری ہو جاتا ہے، حالانکہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان اوصاف یعنی صبر وشکر کو ایمان کی علامت قرار دیا ہے اور ایسے اوصاف سے متصف کو مومن گردانا ہے، جیسا کہ طبرانی کی حدیث ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کی ایک جماعت سے

اسلامیات

استفسار فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ تم کون ہو؟ تمہاری شناخت کیا ہے؟ صحابۂ کرام نے عرض کی یارسول اللہ! ہم مومن ہیں، آپ نے پھر فرمایا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ ایمان کی علامت کیا ہے؟ صحابۂ کرام بصد ادب و احترام عرض گزار ہوئے کہ ہم مصائب و آلام کے سنگین وقت میں بھی صبر کا دامن نہیں چھوڑتے اور فراخی کے لمحات میں خداوند قدوس کا شکر بجالاتے ہیں اور رب قدیر کی رضا پر ہم پیکر رضا رہتے ہیں، صحابۂ کرام کا جواب سن کر آپ نے قسمیہ فرمایا کہ رب کعبہ کی قسم تم مومن ہو۔

قناعت کی فضیلت سے متعلق حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی مایۂ ناز تصنیف لطیف ''احیاء العلوم'' میں ایک انتہائی درس خیز حدیث قلم بند فرمائی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کل بروز حشر میری امت کی ایک جماعت ایسی ہوگی کہ خداوند کونین جسے پَر عطا فرمائے گا اور وہ اپنے پروں سے پرواز کرتے ہوئے اپنی قبروں سے باہر آئیں گے اور اڑتے ہوئے جنت الفردوس میں داخل ہو جائیں گے، رب کائنات کا ان پر ایسا خصوصی فضل ہوگا کہ وہ جنت کی لازوال نعمتوں سے متمتع ہوں گے اور وہ اپنی خواہشات کے پیش نظر جہاں چاہیں گے آرام پذیر ہو جائیں گے، ایسے خوش نصیب حضرات سے فرشتے سوال کریں گے کہ یہ بتاؤ کہ تم لوگ کون ہو؟ نہ تم نے پل صراط دیکھا، نہ حساب و کتاب سے دوچار ہوئے اور نہ جہنم کا مشاہدہ کیا پھر کون سے عمل کی بنیاد پر تمہیں یہ اعزاز ملا؟

حدیث پاک میں یہاں تک درج ہے کہ فرشتے انہیں خداوند قدوس کی قسم دے کر پوچھیں گے کہ للہ بتاؤ: دنیا میں تم نے کون سا ایسا قابل قدر عمل کیا تھا کہ جس کے عوض تمہیں یہ مرتبہ ملا؟ اب ان کا جواب ملاحظہ کریں اور اپنے ایمان و عمل کے شبستان کو معطر بنائیں، وہ جواباً یوں کہیں گے: اے اللہ تبارک و تعالیٰ کے نوری فرشتو! ہم نے ایسی دو عادتیں اختیار کی تھیں جو رب کائنات کو اس قدر پسند آئیں کہ اس نے ہم پر بے پایاں کرم فرمایا، ایک تو یہ ہے کہ علی الاعلان گناہ کا ارتکاب تو بہت دور کی بات ہے، ہم نے کبھی خلوت میں بھی گناہ کا ارادہ نہیں کیا، وہ اس لیے کہ ہم جانتے تھے کہ ہمیں کوئی نہیں دیکھ رہا ہے مگر ہمارا خدا سمیع و بصیر تو دیکھ رہا ہے، یہ سوچ کر ہمیں بے حد شرم و ندامت دامن گیر ہوتی اور ہم خود کو محض ارتکاب ہی نہیں بلکہ ارادۂ گناہ سے بھی دور و نفور رکھتے اور دوسری عادت یہ تھی کہ ہم نے کبھی خلاق کائنات کی بارگاہ میں تقلیل رزق کا شکوہ نہیں کیا بلکہ اس کی عطا کردہ تھوڑے سے رزق پر بھی ہمیشہ قناعت سے کام لیتے رہے، یہ جواب سن کر فرشتے فرمائیں گے: یقیناً تمہاری ان قابل صد تحسین عادتوں کا یہی بدلہ ہے، تم بلا شبہ رب قدیر کی انہیں عنایتوں کے مستحق ہو۔

اسی طرح کنز العمال میں یہ وارد ہے کہ ایک مرتبہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے کہا کہ: آپ خداوند قدوس سے یہ دریافت فرمائیں کہ ہم کون سا ایسا عمل کریں کہ جس سے ہم اس کی رضا حاصل کر سکیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر جا کر رب لم یزل سے عرض گزار ہوئے: یا اللہ العالمین! تو سمیع و بصیر ہے تو نے میری قوم کی بات سن لی ہے جواب عنایت فرما: رب قدیر نے اپنے کلیم سے فرمایا کہ اے میرے کلیم! جاؤ اپنی امت سے کہہ دو کہ میری عطا کردہ رزق پر راضی بہ رضا رہیں، خواہ کمی ہو یا بیشی، تو میں بھی انہیں اپنی رضا کا تمغہ عطا کر دوں گا۔

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی کتاب مستطاب کا ''مکاشفۃ القلوب'' میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام سے بطریق وحی ارشاد فرمایا: اے داؤد! کیا میرے بندوں میں ایسا بھی کوئی خوش بخت بندہ ہے جو مخلوق پر انحصار کئے بغیر اپنے خالق حقیقی کا دامن رحمت تھام لے، اگر میرا کوئی بندہ ایسا کرے تو میں اس کی مشکلات کو کالعدم کر دوں گا اور جب اس پر گردش ایام حملہ آور ہوں تو ایسے وقت میں میرا فیض و کرم اس کے سر پر سائباں بن جائے گا اور وہ مصائب و آلام سے یکسر نجات حاصل کر لے گا۔

لہٰذا بندے کو چاہیے کہ راضی بہ رضائے مولا رہے اور صبر کا دامن کبھی نہ چھوڑے، یاد رہے کہ جو مصائب و آلام ہم پر آتے

اسلامیات

ہیں یا تو وہ ہمارے گناہوں کی سزا ہوتے ہیں یا پھر خداوند قدوس کی جانب سے آزمائشیں! اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آزمائش میں مبتلا ہونا سعادت مندی کا پیش خیمہ اور حصول رضائے الٰہی کا ذریعہ ہوتا ہے، چنانچہ مسند احمد بن حنبل کی حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کو آزمائش میں ڈالتا ہے جس سے وہ راضی ہوتا ہے اور اگر بندہ ایسے جانکاہ وقت میں صابر رہتا ہے تو اسے پروردگار عالم اپنے خاص بندوں میں شامل فرمالیتا ہے۔

حقیقت توکل سے متعلق ایک اور انتہائی سبق آموز واقعہ نذر قارئین کیا جارہا ہے، حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک بار حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اثنائے ملاقات ایک سبق آموز متصوفانہ سوال کیا کہ حضور والا! یہ بتائیے کہ آپ کی اس رفعت شان اور بلندئ درجات کی وجہیں کیا ہیں؟ حضرت شفیق بلخی نے جواباً اپنے اسفار زندگی کا ایک واقعہ یوں بیان فرمایا کہ میں کسی بیابان سے گزر رہا تھا، معاً میں نے ایک ایسا بے بس و بے کس بے بازو کا پرندہ دیکھا جس کی کس مپرسی کی حالت نے میرے دل کی کیفیات کو متغیر کر دیا، فوراً میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسا بے بس پرندہ جس کے نہ بازو ہیں اور نہ اڑنے کی صلاحیت باقی ہے پھر اسے رزق کیسے اور کہاں سے ملتا ہوگا، اس سے پہلے کہ میری سوچوں کا تعلق ٹوٹتا، میں نے کیا دیکھا کہ ناگہاں ایک دوسرا پرندہ بڑی تیزی کے ساتھ اپنی چونچ میں ایک ٹڈی لے کر آیا اور بے بازو پرندے کے منھ میں ڈال دی، یہ دیکھ کر میرا یقین مستحکم سے مستحکم تر ہو گیا اور میری بصیرت منور و مجلی ہوگئی کہ بلا شبہ رب قدیر پوری کائنات کا خالق بھی ہے اور رازق بھی، میرے دل میں معاً یہ بات پیدا ہوئی کہ اس بے بازو والے بے بس پرندے کو بیٹھے بٹھائے روزی مل سکتی ہے تو پھر مجھے کیوں نہیں؟ نتیجتاً میں نے سارے کاروبار چھوڑ دئے اور خود کو رب کائنات کی عبادت میں ہمہ وقت منہمک کر دیا۔

یہ واقعہ سننے کے بعد حضرت ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمہ کا توکل حقیقی سے مملو روح پرور جواب سنیے، فرمایا: جناب والا! اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ نے صحت مند و توانا پرندہ بننے کے بجائے لاچار و بے بس پرندہ بننا پسند کیا؟

آپ کا یہ جواب محض چند الفاظ پر مشتمل نہیں بلکہ یہ اپنے اندر مفاہیم و مطالب کا ایک بحر ناپیدا کنار لیے ہوئے ہے، یہی وجہ ہے کہ صوفیائے کرام نے بڑی وضاحت کے ساتھ فرمایا کہ انسان حصول رزق کے لیے کوشاں ہو اور اس کے اسباب کی فراہمی میں کوئی کسر باقی نہ رکھے پھر جب اسباب مہیا ہو جائیں تو اب اسباب کے بجائے اپنے خالق و رازق خدا کی کرم نوازی پر مکمل توکل رکھے کیوں کہ جو بھی رزق ملتا ہے یقیناً اسی خدائے وحدہ لاشریک کی بارگاہ سے ہی ملتا ہے، اسی طرح ایک بڑا ہی عبرت خیز واقعہ حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ نے مکاشفۃ القلوب میں قلمبند فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ جناب ہرم بن حبان نے خیر التابعین حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ حضور! میں اپنے وطن سے ہجرت کا متمنی ہوں، آپ کس طرف جانے کا مجھے مشورہ دیں گے، آپ نے فرمایا کہ تمہارے لیے ملک شام کا سفر بہتر ہے، اس پر جناب ہرم بن حبان نے فرمایا کہ وہ ایک اجنبی خطہ ہوگا، وہاں میرے گزر بسر کے انتظامات کیسے ہوں گے؟ حضرت اویس قرنی نے جلال آمیز لہجے میں فرمایا کہ ہلاک ہو جائیں وہ دل جن میں توکل علی اللہ کا فقدان ہے۔

یہاں ایک بہت ہی اہم امر کی وضاحت ناگزیر ہے، وہ یہ کہ عموماً لوگ توکل کے مفہوم کو سمجھنے میں سخت غلطی کرتے ہیں، ان کی سمجھ میں توکل کا معنی ہے اسباب و وسائل سے صرف نظر کرنا، قطعی طور پر توکل کا یہ معنی نہیں اور اگر ایسا کر لیا جائے تو پھر اسے توکل نہیں کہا جائے گا کیوں کہ توکل کے لیے یہ جزء لاینفک ہے کہ وہ اسباب کے پہلو بہ پہلو ہو، یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لی جائے کہ اسباب کے بغیر توکل کبھی متصور رہا اور نہ ہو سکتا ہے، ہمارے اس دعوے کی پشت پناہی کنز العمال کی تیسری جلد، صفحہ ۱۰۳ رکی حدیث اس طرح کرتی ہے کہ ایک مرتبہ ایک بدوی یعنی دیہاتی نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سوال کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے آپ کی بقیہ ص ۱۵ رپر

تصنیف: امام فقیہ ابواللیث نصر ابن محمد سمرقندی
ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

دوسری قسط

ترغیبات

گزشتہ سے پیوستہ

خلاصۂ مضمون از مصنف علیہ الرحمہ:

تو (معلوم ہوا کہ) اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے صاف بیان فرمادیا کہ جس نے غیر رضائے الٰہی کے لئے عمل کیا اس کو آخرت میں اس عمل پر کوئی ثواب نہیں ملے گا (بلکہ وہ الٹا گنہگار ہوگا) اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیئے عمل کیا جیسا کرنا چاہیئے اس کا عمل مقبول ہوگا اور جب اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے نہیں بلکہ کسی اور غرض سے نیک عمل کرے گا تو اس کے لئے کوئی حصہ نہیں یعنی کچھ فائدہ نہیں ہے بجز خواہ مخواہ کی محنت مشقت اور تھکان کے۔ اور جیسا کہ حدیثوں میں بھی آیا ہے۔ (چنانچہ اس مضمون کی ایک حدیث یہ ہے ملاحظہ ہو: (

حدیث شریف

مصنف علیہ الرحمہ اپنے شیخ محمد ابن فضل کی پوری سند و تحدیث نقل کر کے بطریق عمر و حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''رُبَّ صَائِمٍ لَيسَ لَهٗ حَظٌّ مِنْ صَوْمِهٖ اِلا الجُوْع و العَطْش،وَرَبُّ قَائِمٍ لَيسَ لهٗ حَظٌّ مِنْ قِيَامِهٖ الا السَّهْرُ وَالنَّصَبُ۔ بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ انہیں اپنے روزے سے بھوک پیاس کے سوا اور کچھ حاصل نہیں اور بہت سے قائم اللیل ایسے ہیں کہ انہیں اپنے قیام سے بیداری اور تھکاوٹ کے سوا کچھ حاصل وصول نہیں۔''

وضاحت از مصنف

مراد یہ ہے کہ جب روزہ و نماز اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے نہ ہوا تو بندہ کے لئے اس پر کوئی ثواب مرتب نہ ہوگا اور جیسا کہ بعض دانشور بزرگوں سے بھی منقول ہے، فرمایا:

حکیمانہ تمثیل

اس کی مثال جو ثواب کا کام دکھاوے، سُناوے کے لئے کرے اس آدمی کی سی ہے جو بازار گیا اور (پیسہ پاس نہیں) اس نے اپنے خالی بٹوئے (پرس) میں کنکریاں بھر رکھی ہوں کہ دیکھ کر لوگ کہیں ''اس کا بٹوا کتنا پُر ہے؟'' حالانکہ اس کہنے سے لوگوں کی جھوٹی تعریف کے سوا اس کو اور کوئی منفعت نہیں، اگر کوئی چیز (بازار سے) اپنے لئے خریدنا چاہے تو نہیں خرید سکتا، اسی طرح وہ ہے جس نے ریاکاری کے لئے، شہرت و ناموری کے لئے عمل کیا اسے اپنے عمل سے کوئی فائدہ نہیں بجز لوگوں کی جھوٹی تعریف کے، آخرت میں اس کے لئے کچھ ثواب نہیں ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''وَقَدِمْنَا اِلٰى مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاء مَّنْثُوراً۔ یعنی جو اعمال بندوں نے اللہ کی خوشنودی کے لئے نہیں بلکہ اور اغراض سے کئے ان کا ثواب ہم نے باطل کر دیا اور انہیں ایسا (بے وقعت) کر دیا جیسے سورج کی کرنوں میں دکھائی دینے والے گرد و غبار کے باریک باریک، اڑتے ہوئے ذرے۔'' (سورۂ فرقان: ۲۳)

جسے عذاب کا ڈر یا ثواب کی امید ہو وہ شرک اصغر سے بھی بچے

حدیث شریف

امام وکیع، بطریق امام سفیان ثوری، حضرت امام مجاہد سے راوی ہیں فرمایا ایک آدمی حضور نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی خدمت اقدس میں آیا، عرض کیا یا رسول اللہ! میں کوئی چیز خیرات کرتا ہوں جس سے مقصود اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہوتی ہے، ساتھ ہی میں اس بات کو بھی دوست رکھتا کہ میرے لئے کلمۂ خیر

* مترجم جامعۃ الرضا بریلی شریف کے صدر مفتی اور شیخ الحدیث ہیں۔

بولا جائے (یعنی لوگ میری تعریف کریں تو میرا یہ طرز عمل شرعاً کیسا ہے؟) تو (حضور نے ازخود جواب مرحمت نہیں فرمایا بلکہ اسی وقت) یہ آیت کریمہ نازل ہوگئی، فرمایا:

آیت کریمہ

''فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا۔ تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہئے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔'' [سورۃ الکہف – اخیر آیت]

توضیح

(مصنف علیہ الرحمۃ نے کہا) مراد یہ ہے کہ جس کو روز جزا، اللہ تعالیٰ کے حضور پیشی کا ڈر لاحق ہو یا بقول بعض مفسرین جسے اللہ سے ثواب عمل کی امید ہو تو اسے چاہئے کہ نیک عمل، خالصاً لوجہ اللہ کرے اور اسکی عبادت میں کسی کو ساجھی نہ بنائے۔

سات باتوں کا اِدّعاء، سات کاموں کے بغیر بے سود

حکمت

حکما میں سے ایک حکیم کا قول ہے کہ جس نے سات عمل کئے سات کاموں کے بغیر، اسے اپنے عمل کا کوئی نفع نہیں ملے گا:

① ''ڈرتا ہے اور پرہیز نہیں کرتا'' مراد یہ ہے کہ ظاہر کرتا ہے کہ اس کے دل میں اللہ کا خوف ہے اور حال یہ ہے کہ گناہوں سے احتراز نہیں کرتا ہے۔ جب ایسا ہے تو زبانی اظہار خوف کچھ مفید نہیں۔

② ''امید رکھتا ہے اور طلب نہیں کرتا'' مراد یہ ہے کہ زبان سے کہتا ہے میں اللہ تعالیٰ سے ثواب و رحمت کی امید رکھتا ہوں اور حال یہ ہے کہ طلب صادق سے کورا ہے یعنی مخلصانہ نیک اعمال نہیں کرتا، تو زبانی بول کچھ نفع نہیں دے گا۔

③ ''نیت کرتا (یعنی سوچتا) ہے، قصد نہیں کرتا'' مراد یہ ہے کہ دل میں خیال باندھتا ہے کہ ثواب کے کام کروں، خیر خیرات کروں اور حال یہ ہے کہ عزم بالجزم (قصد صادق) نہیں کرتا ہے، تو اس کا یہ سوچنا، خیال باندھنا کچھ نفع نہیں دے گا۔

④ ''دعا مانگتا ہے اور سعی و جہد نہیں کرتا'' یعنی اللہ تعالیٰ سے توفیق خیر کی دعا مانگتا ہے اور حال یہ ہے کہ کوشش ومحنت نہیں کرتا تو اسے یہ زبانی دعا (جھوٹی، منافقانہ مانگ) کچھ نفع نہیں دے گی، حالانکہ چاہئے تو یہ تھا کہ کوشش (جد و جہد) خوب کرتا تا کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال ہو جاتی جیسا کہ ارشاد ربانی ہے، فرمایا:

''وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ۔ اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے اور بے شک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔'' [سورۃ العنکبوت – اخیر آیت/ کنز الایمان]

وضاحت: (مصنف علیہ الرحمۃ نے کہا) ''یعنی جنہوں نے ہماری طاعت میں، ہمارے دین میں مجاہدہ کیا، (خوب محنت و ریاضت کی) تو ہم ضرور ضرور انہیں اس کی توفیق دے دیں گے۔''

⑤ اور وہ ''استغفار تو کرتا ہے لیکن نادم نہیں ہوتا ہے'' یعنی کہتا ہے استغفر اللہ (اللہ سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں) اور حال یہ ہے کہ اسے اپنے اب تک کے کئے ہوئے گناہوں پر پشیمانی، شرمندگی نہیں ہے۔ تو یہ زبانی استغفار (بغیر ندامت کے) نافع نہیں۔

⑥ ''عمل بعلانیہ بغیر عمل باسریرہ[۱]'' یعنی وہ اپنی ظاہری حالت کے سدھارنے، سنوارنے میں لگا رہتا ہے اور باطنی امور کی اصلاح نہیں کرتا تو یہ (ظاہر کی اصلاح، اصلاح باطن کے بغیر) نفع بخش نہیں ہے۔

⑦ ''عمل بالکد دون الاخلاص'' یعنی ثواب کے کاموں میں بڑی سخت محنت ریاضت تو کرتا ہے اور حال یہ ہے کہ اس کام سے رضائے الٰہی مقصود نہیں ہے، تو جو اعمال اخلاص سے خالی ہوں بے سود ہیں ان کا کوئی فائدہ نہیں، یہ تو اپنے آپ کو دھوکا دینا ہے۔ [قول حکیم پورا ہوا]

کس قدر خطرناک ہے، دینی کام کے عوض حصولِ دُنیا؟

حدیث شریف

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی

[۱] ''باسریرہ'' = باطنی حالت، یعنی قلب ونیت کے احوال، ۱۲ رمترجم عفی عنہ

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''یخرج فی آخر الزمان اقوام۔ الحدیث۔ اخیر زمانے میں کچھ قومیں ایسی پیدا ہونگی جو دنیا کو، تازے دوہے ہوئے دودھ کی طرح (بڑے چاؤ سے) ہتھیائیں گی۔''

وضاحت

(حضرت مصنف نے کہا) اس کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگ دینی کاموں کو دنیا کمانے کھانے کا ذریعہ بنائیں گے اور دوسری روایت کے مطابق دیندار بن کر دنیا حاصل کریں گے۔

حدیث کا بقیہ حصہ

(حضور نے آگے فرمایا:) اور (ان کے ریا کارانہ زہد کا یہ عالم ہوگا کہ) بھیڑ بکریوں کی کھالوں کا لباس پہنیں گے اور نرمی و شیریں میں ان کی زبانیں شکر سے زیادہ شیریں ہوں گی حالانکہ ان کے دل بھیڑیوں کے سے ہوں گے اللہ تعالیٰ (ان ریا کاروں، مکاروں) سے فرماتا ہے:

حدیث قدسی

''أبی تغترون ام علی تجترؤن فبی حلفت لأبعثن علی اولئك فتنة تدع الحکیم العاقل فیھا حیران۔

(ترجمہ) کیا تم (میرا حلم ورحم وفضل وکرم دیکھ کر) مجھ سے دھوکہ کھاتے ہو یا مجھ پر اپنی جرأت مندی کا مظاہرہ کرتے ہو؟۔ تو مجھے میری ذات کی قسم میں ضرور ضرور ان پر کوئی نہ کوئی بڑا فتنہ بھیجوں گا جو دانشوروں اور عقلمندوں تک کو حیران و پریشان کر چھوڑے گا۔'' (۱)

توضیح

(حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے کہا) ''اجتراء'' کا معنی یہ ہے کہ آدمی، بے سوچے سمجھے، بغیر دیکھے بھالے خود کو بہادر گردان لے۔ (اور میدان جنگ میں کود پڑے)

بعض صورتوں میں ریا پن معاف ہے

حدیث شریف

امام وکیع (دو واسطوں سے) حضرت ابو صالح سے راوی ہیں، فرمایا:

''ایک صاحب نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں آئے، عرض کی یا رسول اللہ! میں کوئی نیک عمل کروں اور اس کو پوشیدہ رکھنے کی تدبیر بھی کروں اس کے باوجود اس پر لوگوں کو اطلاع ہو جائے اور ان کا باخبر ہو جانا مجھے پسند آئے (اچھا لگے) تو کیا اس عمل میں میرے لئے کچھ ثواب ہوگا؟ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس میں تمہارے لئے دوہرا اجر ہے، ایک چھپانے کی (مخلصانہ) کوشش کا اور ایک عمل کے ظاہر ہو جانے کا۔'' (۲)

وضاحت

(مصنف علیہ الرحمہ نے کہا) مطلب یہ ہے کہ جس عامل کے عمل پر لوگوں کو (کسی طرح) آگاہی ہو جائے اور وہ لوگ بھی اس کو دیکھ کر ویسا نیک عمل کرنے لگیں تو عامل اوّل کو دوہرے ثواب کا استحقاق ہے، اپنے عمل کا ثواب اور مقتدا بہ ہونے کا ثواب۔

کسی کارِ حسن یا کارِ بد کا نیا طریقہ نکالنا

جیسا کہ ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور پرنور نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا:

''من سن سنة............... الحدیث۔ یعنی جس نے کسی کار خیر کا کوئی نیا طریقہ وضع کیا اس کے لئے اپنی نیکی کا بھی ثواب ہے اور ان سب کے ثوابات کے برابر بھی ثواب ہے جو قیامت تک اس پر عمل کریں اور جس نے کسی کار بد کا کوئی نیا طریقہ اختراع کیا تو اس پر اپنی بدی کا بھی گناہ ہے اور ان سب کے گناہوں کے برابر بھی گناہ ہے جو قیامت تک اس پر عمل کریں۔''

تنبیہ

(مصنف علیہ الرحمہ نے کہا) لیکن جب صورت حال یہ ہو کہ لوگوں کا اس کے نیک عمل پر مطلع ہونا اسے جو بھاتا ہے وہ اگر اس وجہ سے نہیں ہو کہ اور لوگ اس کی پیروی کریں (بلکہ اس

[۱] یعنی انہیں بھی اس فتنہ سے بچاؤ کی کوئی مؤثر تدبیر نہیں سوجھے گی، ۱۲ رمترجم غفرلہ

[۲] یعنی جو صورت سوال تم نے پیش کی ہے وہ ریا کاری کی صورت نہیں ہے بلکہ وہ دوہری نیکی ہے، کیونکہ ظہور عمل کا اچھا لگنا ریا و عجب کی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ اس وجہ سے ہوا کہ دوسروں کو بھی دیکھا دیکھی ویسا کرنے کی طرف رغبت ہوگی، ۱۲ رمترجم غفرلہ

اعجاب میں نفسانی خواہش کارفرما ہو) تو ایسی صورت میں ثواب برباد اور گناہ لازم آنے کا قوی اندیشہ ہے۔ (لہٰذا احتیاط لازم)

مخلصانہ تھوڑا عمل، ریاکارانہ کثیر عمل سے بہتر

حدیث شریف

حضرت امام عبداللہ ابن مبارک (علیہ الرحمہ) دو راویوں کے توسط سے حضرت ابوحبیب (رضی اللہ تعالی عنہ) سے راوی ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ان الملائکۃ یرفعون عمل عبد... الحدیث۔ بیشک فرشتے، بندگان خدا میں سے کسی بندے کا نیک عمل لے کر اوپر جاتے ہیں اور وہ اس عمل کو بہت زیادہ اور نہایت پاکیزہ جانتے ہیں حتی کہ سلطنت الٰہیہ میں اس جگہ تک منتہی ہوتے ہیں جہاں تک اللہ کی مشیت ہوتی ہے، وہاں ان کو اللہ کی طرف سے وحی ہوتی ہے: تم میرے بندہ کے ظاہر عمل پر حافظ و ناظر ہو اور میں اس کی نیت پر رقیب ہوں، بے شک میرے اس بندے نے یہ عمل (جو تم لے کر آئے ہو) میرے لئے مخلصانہ نہیں کیا ہے لہٰذا اِسے سجّین (١) میں درج کرو اور (کبھی) فرشتے کسی بندہ کا عمل لے کر اوپر چڑھتے ہیں اور وہ اس عمل کو قلیل و حقیر سمجھتے ہیں حتی کہ جب وہاں تک پہنچتے ہیں جہاں تک ان کا پہنچنا اللہ چاہے، اللہ تعالیٰ ان کو وحی فرماتا ہے کہ تم میرے بندہ کے (ظاہر) عمل پر نگراں ہو اور میں اس چیز پر رقیب ہوں جو اسکے جی میں (عمل کے وقت) تھی، بے شک میرے اس بندے نے اپنا یہ عمل خالص میرے ہی لئے کیا ہے لہٰذا اسے علّیین (٢) میں لکھو۔

وضاحت

(مصنف علیہ الرحمۃ نے کہا) حدیث مذکور میں اس بات پر دلیل ہے کہ تھوڑا عمل جب لوجہ اللہ (٣) کیا جائے اس کثیر عمل سے بہتر ہے جو رضائے الٰہی کے سوا کسی اور غرض سے کیا جائے، کیوں کہ جب عمل قلیل، لوجہ اللہ ہوگا تو بے شک اسے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے چند گنا بڑھا دے گا جیسا کہ اس نے (قران شریف میں) فرمایا:

''وَإِن تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِن لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا۔ اگر کوئی نیکی ہو تو دوگنی کرتا اور اپنے پاس سے بڑا ثواب دیتا ہے۔ [سورۃ النساء—٤٠]

اور رہا وہ کثیر عمل جو بندے نے رضائے الٰہی کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے کیا ہو تو اس پر کچھ ثواب نہیں ملے گا، بلکہ (الٹا) مستحق عذاب جہنم ہوگا۔ .... جاری

[١] ''سجّین''= سب بدبختوں کے اعمال ناموں کا جامع دفتر اور اُن کی روحوں کا مستقر، ١٢/مترجم غفرلہ

[٢] ''عِلّیین''= جملہ نیک بختوں کے اعمال ناموں کا جامع دفتر اور اُن کی ارواح کا مستقر، ١٢/مترجم غفرلہ

[٣] لوجہ اللہ = اللہ کی رضا کے لئے، ١٢/مترجم غفرلہ

ص ١٠٠/ کا بقیہ.........................

ہے ظلم گھنیر شہِ اجمیر
ترے در کی ہو خیر، شہِ اجمیر

روتے زخمی ہنستے قاتل
حاکم بھی جفا میں ہے شامل
مومن کے دل و جاں ہیں گھائل

لاشوں کے ہیں ڈھیر شہِ اجمیر
ترے در کی ہو خیر، شہِ اجمیر

نفرت کی نظر، اُلٹی بولی
اِس باغ میں، زاغ کی ہے ٹولی
بنیاد محبت کی ڈولی

آپس میں ہے بَیر شہِ اجمیر
ترے در کی ہو خیر، شہِ اجمیر

گرتی ہوئی آس، سنبھل جائے
مظلوم کا حال بدل جائے
تم چاہو تو آج ہی ٹَل جائے

دُکھ درد کا پھیر شہِ اجمیر
ترے در کی ہو خیر، شہِ اجمیر

سخیوں کے سخی، اے غریب نواز
اے چرخ ولایت کے شہباز
سن لیجے فریدی کی آواز

ہم سب ہوں بخیر، شہِ اجمیر
ترے در کی ہو خیر، شہِ اجمیر

از: مولانا نثار مصباحی*

سیدنا عمر فاروق کی طرف منسوب ایک روایت کی تحقیق

" سیدنا امام حسن وحسین اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کھیل رہے تھے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
''اے ہمارے غلام کے بیٹے''

ان الفاظ کی وجہ سے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رنجیدہ ہوئے تو اپنے والد محترم کی بارگاہ میں بطورِ شکایت عرض کی کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے مجھے غلام کا بیٹا کہا ہے، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
''امام حسین رضی اللہ عنہ سے یہ بات لکھوا کر لے آؤ تا کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو اس کاغذ کو میرے کفن میں رکھ دینا۔''

اس روایت کو کئی خطبا نے بیان کیا ہے جبکہ اس کا کوئی بھی مستند حوالہ موجود نہیں ہے، جھوٹی روایت میں اگر چہ کتنی ہی محبت کا درس کیوں نہ ہو، لیکن ہے تو من گھڑت، اس لیے علمائے کرام وخطبائے عظام کا حق بنتا ہے کہ مستند روایات ہی عوام الناس تک پہنچائیں۔

یہ واقعہ اہل تشیع کی کتاب "چودہ ستارے" از نجم الحسن کراروی کے صفحہ 226 / پر موجود ہے، اس واقعہ کا کوئی مستند حوالہ ملے تو ضرور رہنمائی کی جائے تا کہ اپنی اصلاح ممکن ہو۔

اسد الرحمٰن، پیر محل، پاکستان۔''

تعلیقِ اوّل

حدیثِ صحیح سے ثابت ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ۱۳ / یا ۱۴ / سال کے تھے اور اسی وجہ سے جنگ میں شرکت کی انھیں اجازت نہیں ملی، اگلے سال جنگ اُحد میں آپ نے شریک ہونا چاہا، مگر بعض روایات میں ہے کہ اس میں بھی جنگ کرنے کی اجازت نہیں ملی، مگر اس وقت آپ کی عمر مکمل ۱۴ / سال تھی۔ (تقریب التہذیب لابن حجر)

۳ھ میں جنگِ احد ہوئی، سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ ۳ھ میں اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ۴ھ میں پیدا ہوئے، اس وقت یعنی ۴ھ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی عمر ۱۶ / سال تھی، ظاہر ہے امام حسین کی جب کھیلنے کی عمر ہوئی ہوگی تب تک سیدنا عبداللہ بن عمر ۱۹ – ۲۰ / سال کے جوان مجاہد ہو چکے تھے، امام ابن عبدالبر "الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب" میں معروف تابعی امام مجاہد کا یہ بیان نقل فرماتے ہیں:

''وعن مجاهد، قال: عبد الله بن عمر شارك يوم فتح مكة وكان عمره عشرين سنة۔ حضرت عبداللہ بن عمر فتح مکہ میں شریک رہے، اس وقت ان کی عمر ۲۰ / سال تھی۔''

سب جانتے ہیں کہ فتح مکہ ۸ھ میں ہوئی، فتح مکہ کے وقت امام مجاہد کے بقول: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی عمر ۲۰ / سال تھی، یعنی ۴ھ میں ان کی عمر ۱۶ / سال تھی اور ۳ھ میں ۱۵ / سال! (بہر حال معمولی اختلاف کے باوجود یہ طے ہے کہ امام حسین کی ولادت کے وقت یعنی ۴ھ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی عمر ۱۴ – ۱۵ / سال سے کم نہیں تھی اور جب امام حسین کی عمر مبارک ۴ / سال ہوئی، یعنی ۸ھ میں، اس وقت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر امام مجاہد کے بقول ۲۰ / سال اور باختلافِ روایت کم از کم ۱۸ – ۱۹ / سال ضرور تھی۔)

عمر کے اس تفاوت کے بعد یہ کہنا کہ دونوں ایک ساتھ کھیل رہے تھے، یہ کہنا ہی غیر معقول ہے اور ہماری بیان کردہ یہ تفصیل اس فرضی واقعے کی بنیاد ڈھا دینے کے لیے کافی ہے۔

از: نثار مصباحی

تعلیقات

* مضمون نگار روشن مستقبل دہلی کے رکن ہیں۔

تعلیقِ دوم

صحیح البخاری شریف کی حدیث ہے:

’’حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰه قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَهُ يَوْمَ أُحُدٍ وَهُوَ ابْنُ أَرْبَعَ عَشْرَةَ سَنَةً فَلَمْ يُجِزْنِي۔ (صحیح البخاری، حدیث نمبر 2521)

بخاری شریف کی اس حدیث میں صراحت ہے کہ جنگِ احد کے وقت (یعنی ۳ھ میں) حضرت عبداللہ بن عمر کی عمر شریف ۱۴؍سال تھی، اسی حدیث میں آگے ہے:

’’ثُمَّ عَرَضَنِي يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَأَنَا ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً فَأَجَازَنِي۔ (یعنی جنگ خندق کے وقت ان کی عمر ۱۵؍سال تھی)

اس پر ایک اشکال ہے کہ جنگ خندق ۵ھ میں ہوئی، جب جنگ احد کے وقت وہ ۱۴؍سال کے تھے تو خندق کے وقت ۱۶؍سال ہونا چاہیے کیوں کہ جنگِ خندق ۵ھ میں ہوئی، پھر اس میں کیسے کہا گیا کہ خندق کے وقت میں ۱۵؍سال کا تھا؟ اس اشکال کے ۲؍جواب دیئے گئے ہیں:

۱- جنگِ خندق ۵ھ میں نہیں بلکہ ۴ھ میں ہوئی، جیسا کہ امامِ مغازی موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے، (مگر یہ جواب کمزور ہے، کیوں کہ تحقیقی قول وہی ہے جو امام ابن اسحاق نے بیان فرمایا ہے کہ جنگ خندق ۵ھ میں ہوئی۔)

پھر اس اشکال کا دوسرا جواب دیا گیا ہے کہ:

۲- جنگ احد کے وقت وہ تیرہ سال کے تھے اور چودھواں سال چل رہا تھا، اس لیے ۱۴؍سال کہا اور خندق کے وقت ۱۵؍سال مکمل تھے، سولھواں چل رہا تھا، مگر سولھویں کے مہینوں کو نہ گنتے ہوئے صرف ۱۵؍سال کہنے پر انھوں نے اکتفا کیا۔

(دیکھیے: فتح الباری شرح بخاری، اسی حدیث کی شرح)

بہر حال اتنا طے ہے کہ جنگ احد کے وقت ان کی عمر ۱۳-۱۴؍سال ضرور تھی، اس سے کم نہیں تھی، اس سے بھی ہمارا مدعا حاصل ہے، البتہ یہاں ایک اشکال ہوگا کہ اس حساب سے فتح مکہ کے وقت ان کی عمر ۱۸؍سال بن رہی ہے، پھر "الاستیعاب" کے حوالے سے مذکور قول میں امام مجاہد نے فتح مکہ کے وقت ان کی عمر ۲۰؍سال کیسے بتائی؟ اس اشکال کے ۲؍جواب ہیں:

۱- پہلا جواب یہ ہے کہ فتح مکہ کے وقت ان کی عمر ۱۸؍سال تھی، انیسواں سال چل رہا تھا، امام مجاہد نے انیس کی جگہ بیس کہہ کر ۲۰؍کی تعیین نہیں کی ہے بلکہ ایک تقریبی قول بیان فرمایا ہے یعنی لگ بھگ ۲۰؍سال تھی اور ایسا بہت ہوتا ہے کہ ۱۹؍سال والے کو موٹے طور پر بیس سال کا کہہ دیا جاتا ہے۔

۲- دوسرا جواب یہ ہے کہ امام مجاہد تک یہی قول پہنچا ہوگا کہ اس وقت ان کی عمر ۲۰؍سال تھی، اس لیے انھوں نے ۲۰؍سال بیان کی۔

بہر حال ان معمولی اختلافات سے ہمارے مدعا پر کوئی فرق نہیں پڑتا، چاہے آپ فتح مکہ کے وقت ان کی عمر ۱۸؍سال مانیں، یا ۱۹؍مانیں یا ۲۰؍مانیں، بہر حال امام حسین رضی اللہ عنہ کی عمر شریف فتح مکہ والے سال جب ۴؍سال تھی اس وقت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی عمر ۱۸-۱۹؍سال ہو چکی تھی اور دونوں کی عمر میں اس تفاوت کے ہوتے ہوئے ساتھ ساتھ کھیلنا متصور نہیں۔

◆◆◆

ص ۴۳؍کا بقیہ.............

مرکزی درسگاہ دارالعلوم حاجی علی خانقاہ قادریہ محمد رفیع نگر گوونڈی ممبئی 43؍ریں عرس حضور پاسبان ملت علیہ الرحمہ کے حوالے سے ایک ’’تقریب روحانی‘‘ کا انعقاد ’’حضرت شیر ملت دارالاقامہ‘‘ میں کیا گیا، جس میں آپ کی دینی و ملی خدمات جلیلہ کو یاد کیا گیا، ساتھ ہی آپ کی شخصیت پر روشنی ڈالی گئی اور آپ کے لئے قرآن خوانی اور فاتحہ خوانی کا اہتمام کیا گیا، بعدہ صلوٰۃ و سلام اور آپ کے لئے بلندی درجات کی دعا کی پر محفل کا اختتام ہوا، جس میں دارالعلوم کے طلبہ اور اساتذہ نے شرکت کی ؎

ابر رحمت تیری مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی شبنم افشانی کرے

◆◆◆

از: مفتی جمیل احمد قادری*

معاشرے میں رائج رسم ورواج اوران کا شرعی حکم

یہ چیزیاد رہے کہ ہر رسم بری نہیں ہوتی، انہی رسموں سے بچنا اور بچانا ضروری ہے جو خلاف شرع اور مفضی الی المنکر (برائی کی طرف لے جانے والی) ہیں، حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"جب تک کسی رسم کی ممانعت شریعت سے ثابت نہ ہو، اس وقت تک اسے حرام وناجائز نہیں کہہ سکتے، کھینچ تان کر اسے ممنوع قرار دینا زیادتی ہے۔" (بہار شریعت حصہ 7 صفحہ 104)

مدینہ پاک میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ہوئی تو آپ نے دیکھا کہ وہاں کے لوگ کھجوروں کی شادی کرتے تھے، نر کھجور کی شاخ کو مادہ کھجور کے ساتھ ملایا کرتے اور ان کا خیال تھا کہ اس سے پھل زیادہ اور اچھے آتے ہیں، حضور نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ:

"لعلکم لولم تفعلوا کان خیرا۔ ممکن ہے کہ تم یہ نہ کرو تو اچھا ہو۔" (مشکوۃ، ص 28 مجلس البرکات)

اہل مدینہ نے فرمان رسالت پر عمل کرتے ہوئے اس رسم کو ترک کردی، مگر نتیجہ یہ ہوا کہ اس سال پھل کم آئے، لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! درختوں کی شادی چھوڑ دینے سے پھلوں کا نقصان ہو گیا، اس پر رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"انتم اعلم بامر دنیاکم۔ تم لوگ اپنے دنیوی معاملات بہتر سمجھتے ہو۔" (مرقات، جلد اول، صفحہ 346)

یعنی انہیں اجازت مل گئی کہ تم جیسا بہتر سمجھو کرو۔

مجدد اسلام، امام احمد رضا کی بارگاہ میں ایک سوال آیا، مسلمانوں کی ایک قوم میں ایک عجیب وغریب رسم تھی، شادی بیاہ کے موقع پر جب پوری برادری کے لیے کھانا تیار کیا جاتا، تو اس کے لئے ایک بڑا ہی انوکھا انداز اپناتے، سائل کے الفاظ میں آپ خود ملاحظہ فرمائیں، لکھتا ہے:

"شادی غمی کا کھانا وہ اس طریق سے پکتا تھا، جس کے گھر خوشی ہوتی تو جملہ پنچ (تمام برادری والے) اس کے گھر جمع ہوتے اور دیگچی میں پانی بھر کر پنچوں کے بیچ میں رکھتے ہیں اور ایک برتن میں علیحدہ گڑ رکھتے ہیں، پھر ایک آدمی انہیں سے اٹھ کر پنچوں سے اجازت کھانا پکانے کے واسطے" گڑ گلانے" کی طلب کرتا، ان کی زبان میں کہتا (پنچا موکل) یعنی پنچ اجازت گڑ گلانے کی دو، تو اس وقت پنچ اجازت دیتے ہیں (بسم اللہ) یعنی اجازت دی گئی۔

اس وقت پانچ گوٹ والے جن کا نام دھڑے والے ہے، پانچ آدمی اٹھ کر ایک ایک ڈلی گڑ کی (یعنی گڑ کا ایک ایک ٹکڑا) لے کر بسم اللہ کہہ کر اس دیگچی میں ڈال دیتے ہیں، تب کام شروع ہو کر اختتام کو پہنچ جایا کرتا تھا۔

یہ رسم قدامت باپ دادا کی قائم (کردہ) تھی، سترہ والوں کو حسد پیدا ہوا کہ دھڑے والے گڑ گلائیں، تب کھانا پکے اور یہ اپنا حق جتاتے ہیں، کہ گڑ گلانا ہمارا کام ہے، تو ہم کو ایسا کھانا منظور نہیں ہے، ہم دھڑے والوں سے علیحدہ ہی اچھے ہیں...................... اسی سبب سے آپس میں دو فریق ایک سترہ والے اور دوسرے دھڑے والے ہو گئے .... دھڑے والوں نے تو اپنی رسم قدیم قائم رکھی، کہ ہم بسم اللہ کے ساتھ اس کام کو کرتے ہیں، کوئی شرک کفر نہیں کرتے...................... اور سترہ والوں نے رسم قدیم چھوڑ کر نیا طریقہ یہ اختیار کیا، کہ جس کے یہاں کھانا وغیرہ پکے، تو مالک کھڑا ہو کر اجازت کھانا پکانے کی مانگ لیتا ہے اور وہ کھانا پکا کر کھالیتے ہیں۔

تقدونظر

ستر ہ والے کے کھانے کو دھڑے والے نہیں کھاتے اور دھڑے والوں کا ستر ہ والے.................. اور یہی بات باعث نفاق ہے.................. ستر ہ والے کہتے ہیں کہ ہم رسمی کھانا نہیں کھاتے، شریعت سے منع ہے۔"

امام اہل سنت نے اس سوال کا جو جواب دیا ہے، وہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے، انسانی زندگی بلکہ اسلامی زندگی میں رسموں کی کیا اہمیت ہے، حضور اعلیٰ حضرت کے لفظوں میں ملاحظہ فرمائیں، آپ فرماتے ہیں:

" رہا کھانے کا جھگڑا.................. اس میں ستر ہ والوں پر چار الزام ہیں:

۱ ایک یہ کہ دھڑی والوں کا ایک قومی امتیاز، جو قدیم سے چلا آتا تھا، اس پر حسد کیا اور حسد کار شیطان ہے۔

۲ دوسرے یہ کہ اس کے سبب جماعت میں تفریق کر دی، بندھی گرہ کے دو گروہ مختلف کر دیئے، کہ یہ ان کے یہاں نہ کھائیں، وہ ان کے یہاں نہ کھائیں۔

۳ تیسرے یہ کہ وہ کھانا، جسے قدیم سے ان کے باپ دادا، اور یہ خود کھاتے آئے، اسے اب نفسانیت کے سبب شریعت سے حرام بتایا، یہ سخت جرم ہے.................. وہ کھانا نہ اس رسم کے باعث شرعا جب (یعنی اس وقت) حرام تھا، نہ اب ہے۔

۴ چوتھے یہ کہ خود ایک رسم نکالی اور اس طرح کھانا نہ پکے تو نہ کھائیں گے تو ان کے منہ ان کا کھانا شریعت سے حرام ہوا۔

رسم کی پابندی اگر چہ عوام حد سے زیادہ کرتے ہیں، مگر اس کو شرعاً واجب نہیں جانتے، رسم ہی سمجھتے ہیں تو جس رسم میں خود کوئی شرعی برائی نہ ہو، اس میں قوم کی موافقت ہی کا حکم ہے.................. اور اس میں اختلاف ڈال کر نکو بنا شرعاً معیوب (برا) ہے۔

یہ ایک الزام اس تنہا شخص پر بھی خاص اس بارے میں ہے، حدیث میں ہے: خالقو الناس باخلاقھم۔

دھڑے والوں پر اس بارے میں کوئی الزام نہیں..... ہاں اگر کوئی شخص اس گل کی رسم کو ضروری اور حکم شرعی جانے، تو ضرور جھوٹا اور سخت اشد الزام کا مورد ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد 9 نصف آخر، صفحہ 249 248 / رضا اکیڈمی ممبئی)

اس اقتباس سے رسموں کے پیچھے لٹھ لے کر دوڑنے والے، ہوش کے ناخن لیں۔

اسلام کی وسعت ظرفی اور دریا دلی دیکھیں، اس نے اپنے ماننے والوں کو کھلی چھوٹ دے رکھی ہے کہ جہاں تک چاہو جاؤ، جو چاہو کرو، بس اتنا دھیان رہے کہ ممنوعات شرعیہ کے حصار کو پار مت کرنا۔

صوبۂ بہار کے ایک مخصوص علاقے میں ایک شادی میں شرکت کا مجھے موقع ملا، میرے میزبان جن کی شادی تھی، خود بھی ایک دین دار اور محتاط عالم دین تھے، بارات والے دن مجھے آنگن میں لے گئے، جہاں اور بھی کئی افراد تھے اور پھر ایک رسم شروع ہوئی، دولہا میاں کو ننگے سر کرسی پر بٹھا دیا گیا اور سرسوں کا تیل پان کے پتے پر لگا کر، باری باری ان کے سر پر پھیرا جانے لگا، ابتدا میں مجھے اچھا نہیں لگا، میں نے دل میں کہا کہ ایک عالم دین کو ایسی خرافات سے پرہیز کرنا چاہیے یا کم از کم مجھے یہاں نہیں بلانا چاہیے، مگر پھر معاً خیال آیا کہ اس میں شرعی خرابی کیا ہے، کڑوا تیل سر میں لگانے کی چیز ہے، پان کے پتے سے اگر بطور رسم لگایا جا رہا ہے، تو برائی کیا ہے اور پھر میں مطمئن ہو کر دلچسپی سے دیکھنے لگا۔

رسم وہی بری ہے، جو گناہ پر مشتمل یا گناہ کی طرف لے جانے والی ہے، شادیوں میں ایک رسم ہوتی ہے " رت جگا " اسے ناجائز کہا گیا ہے، کیونکہ عورتیں رات بھر جاگ کر گاتی بجاتی ہیں، بعض علاقوں میں مردوں کا لباس پہن کر، مردانہ بھیس میں، محلے میں گشت کرتی ہیں اور یہ سب محض تفریحاً ہوتا ہے، سوتے ہوئے لوگوں کو چھیڑتی اور ان کی بوکھلاہٹ سے لطف اندوز ہوتی ہیں، حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا:

" یہ رسوم بیاہ شادی کے اندر موجود ہیں، منڈھا گاڑنا، مٹی بھرنی، ڈھولک بجانا اور عورتوں کو گانا، رسم بقیہ ص ۱۵ / پر

(از: مولانا محمد ولی اللہ قادری*

شیخ المشائخ حضرت تیغ علی قادری علیہ الرحمہ

مسلک اعلیٰ حضرت کے پیرو کار یا اہل پھلواری کے؟

سرکار سرکا نہی شیخ المشائخ حضرت شاہ تیغ علی قادری قدس سرہ (پیدائش ۱۳۰۰ھ مطابق ۱۸۸۳ء، وفات ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۹۵۸ء) کی شخصیت کثیر الجہات تھی، آپ نے جہاں صوفیانہ مسلک کی ترویج واشاعت فرمائی، وہیں علمائے اہل سنت کی کثیر جماعت بھی تیار کی، ملّی اور سماجی خدمات کے ساتھ ساتھ تعلیمی میدان میں جو نمایاں خدمات انجام دیں، وہ زرّیں حروف سے لکھنے کے قابل ہیں، مذہبی علوم کے فروغ کے لیے دار العلوم کی بنیاد ڈالی اور درجنوں مکاتیب ومدارس کی سرپرستی فرمائی، وہیں عصری علوم کے لئے اپنے ارادت مندوں کی ذہن سازی بھی کی، عصری علوم کے متعلق دعویٰ کے لیے راقم کے وطنِ عزیز چکیا مشرقی چمپارن کا ہائی اسکول وانٹر کالج حضرت شیخ المشائخ کی ذہن سازی کی دلیل فراہم کررہا ہے، اس اسکول کے قیام میں آپ کے مرید خاص حاجی یتیم میاں مرحوم کی کاوش کو کون بھول سکتا ہے؟ شیخ المشائخ کی علمی خدمات بالخصوص عصری علوم کے نیک جذبات کا اظہار ایک تفصیلی مضمون کا متقاضی ہے، اس لیے راقم الحروف صرف اپنے موضوع کی طرف توجہ مرکوز کرتا ہے۔

شیخ المشائخ سرکار سرکا نہی کی علمی وروحانی تربیت میں سلسلہ فرید آبادانیہ نقشبندیہ کے مشائخ کا بیش از بیش حصّہ ہے، یہ دیگر بات ہے کہ خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف سے رشتہ قائم ہوا اور محی ملّت حضرت محی الدین قادری اس وقت کے سجادہ نشیں خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف نے آپ کی بزرگی کو دیکھتے ہوئے خلافت سے نوازا، حضرت شیخ المشائخ کی حیات مبارکہ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ حضور شیخ المشائخ کو پھلواری شریف کے بزرگوں سے روحانی رشتہ رہا اور وہاں کے بزرگوں کے عقائد ونظریات کو تسلیم کیا، البتہ شاہ محی الدین قادری پھلواری علیہ الرحمہ کے بعد کے اہالیان خانقاہ پھلواری شریف کے عقائد ونظریات حضرت شیخ المشائخ کے عقائد ونظریات سے بالکل مختلف ہو گئے، رہی بات معمولات کی تو ان کے خلفا اور ارادت مندوں کے حرکات وسکنات اور کتابیں اس بات کا غماز ہیں کہ شیخ المشائخ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے فتاویٰ پر عمل کیا اور پھلواری شریف اور دیگر مشائخ کے فتاویٰ سے اختلاف فرمایا۔

اس سلسلے میں ''جمعہ کی اذان ثانی'' اور'' قیام عندحی علی الفلاح'' پر سلسلۂ تیغیہ کے خلفا اور مریدین کا عمل اس بات کی دلیل ہے کہ شیخ المشائخ نے اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ کو ترجیح دی، اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ کے اثرات کا نتیجہ ہی کہا جائے گا کہ شیخ المشائخ نے محفل سماع سے اپنے مریدوں کو منع فرمادیا اور خود بھی ترک کیا جیسا کہ شیخ المشائخ کی سوانح حیات ''انوار قادری'' کے مصنف حافظ محمد حنیف قادری تیغی رقم طراز ہیں:

''ہمارے سرکار قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ابتدا میں سماع سے ذوق تھا اور اپنے آقایان نعمت بزرگانِ سلسلہ آبادانیہ کے مسلک پر انھیں آداب وشرائط کے ساتھ محفل سماع میں شرکت فرماتے رہے، لیکن انقلاب زمانہ نے جب لوگوں کے ہاتھوں سے احتیاط کی باگ ڈور چھین لی، متقدین صوفیا کی نظروں میں سماع وغنا کے جو منافع تھے، ان کے حاصل ہونے کے بجائے مضرات زیادہ پیدا ہونے لگے تو آپ نے حزم و احتیاط کی بنا پر مجلس سماع کی شرکت یک قلم ترک کردیا اور اپنے متوسلین ومسترشدین کو بھی محفل سماع کے انعقاد ترک کرا اور اپنے متوسلین اور مسترشدین کو بھی محفل سماع کے انعقاد اور اس میں شرکت کی ممانعت فرمادی اور واضح طور پر فرمایا کہ خواجۂ عالیشان حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ

تقــــدونظـــر

* مضمون نگار گورنمنٹ انٹر کالج چھپرہ، بہار کے استاد ہیں۔

اللہ تعالیٰ علیہ کا مسلک اس بارے میں یہ تھا ’’نہ ایں کار می کنم نہ انکار می کنم‘‘ میرا بھی اس باب میں یہی مسلک ہے۔‘‘

[انوار قادری، صفحہ ۶۲]

مزید لکھتے ہیں:

’’خلاصہ یہ کہ آپ کی ذات گرامی جامع صفات صوری و معنوی تھی، آپ کی محفل نعت بھی تمام آلات لہو، دف، مزامیر وغیرہ سے پاک اور خالی ہوتی تھی اور آج بھی آپ کی خانقاہ عالم پناہ میں موقع بہ موقع آداب و شرائط کے ساتھ نعت خوانی ہوا کرتی ہے۔‘‘ [انوار قادری، صفحہ ۶۴]

یہ بتانے کی قطعی ضرورت نہیں کہ آج بھی خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف میں محفل سماع منعقد ہوتی ہے جب کہ خانقاہ تیغیہ سرکا نہی شریف میں نہیں، شیخ المشائخ نے محض محفل سماع سے اختلاف نہیں کیا بلکہ عقائد کے باب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے نظریات کو ترجیح دی، جیسا کہ حافظ ملت حضرت علامہ عبد العزیز محدث مبارک پوری قدس سرہ بانی جامعہ اشرفیہ مبارک پور رقم طراز ہیں:

’’جامع شریعت و طریقت شیخ المشائخ محبوب الاولیاء الحاج حضرت شاہ محمد تیغ علی صاحب قبلہ قدس سرہ العزیز ایک خدا رسیدہ اور بلند پایہ بزرگ تھے، موصوف نہایت دین دار، دین پرور، متبع سنت اور اعلیٰ حضرت قبلہ فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے مسلک کے پابند تھے، اتباع سنت آپ کے عادتِ کریمہ کہ اپنے مریدین و معتقدین کو بھی اتباع سنت کی تعلیم دیتے تھے، رشد و ہدایت آپ کا منصب ہی تھا، اشاعت مذہب اور تبلیغ دین کے دلدادہ تھے۔‘‘

[انوار قادری، صفحہ ۲۱۰۔۲۱۱]

حافظ ملت علیہ الرحمہ کا مذکورہ قول صدفی صد درست ہے لیکن افسوس کہ جامعہ اشرفیہ ہی کا ایک فارغ اور سراوں سے تعلق رکھنے والے فرد مسٹر آفتاب رشک سراوئی نے اپنے مضمون میں شیخ المشائخ کا تعلق صلح کلی بد عقیدہ سے جوڑنے اور اُن کا ہم نوا بنانے کی مذموم کوشش کی ہے، مسٹر آفتاب رشک مظفر پوری نے فیس بک شوشل میڈیا کے ذریعہ قابل مذمت کوشش کی ہے، اپنے طویل مضمون میں مضمون نگار نے اس بات پر زور دینے کی کوشش کی ہے کہ شیخ المشائخ کے عقائد و نظریات خانقاہ مجیبیہ کے موجودہ افراد کے عقائد و نظریات یکساں ہیں، حالاں کہ انھوں نے دلائل کے طور پر جو کچھ لکھا ہے، وہ خود ان کے مراد کو باطل کرتا ہے، موصوف لکھتے ہیں:

’’شیخ المشائخ حضور الشاہ محمد تیغ علی قادری رحمۃ اللہ علیہ بھی چونکہ اس (دیابنہ کے کفریہ) مسئلے میں اپنے پیر خلافت حضرت مولانا سید شاہ محی الدین قادری مجیبی قدس سرہ کے مسلک و موقف پر قائم تھے، اس لئے ان کے خلاف ماحول سازی کی گئی اور لوگوں کو ان سے دور کرنے کی ساری کوششیں کی گئیں اور ان کے عقیدے و مسلک کے خلاف ان سے وضاحت طلب کی گئیں۔‘‘

نیز حضور شیخ المشائخ کے وصایا شریف کو عقیدے کا عنوان دیا ہے اور نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:

’’حضور الحاج الشاہ محمد تیغ علی قادری اپنے اس وضاحت نامے (جس میں علمائے دیو بند کی تکفیر شامل نہیں ہے) پر علامہ ظفر الدین بہاری شاگرد و خلیفۂ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور مفتی آگرہ مفتی عبد الحفیظ حقانی کو گواہ بنا کر ان سے دستخط بھی کروالیا تا کہ مخالفین کو کسی قدر خاموش رکھ کر کام جاری رکھا جا سکے۔‘‘

مسٹر رشک مظفر پوری کے گمراہ کن نظریات کا جائزہ لینے سے پہلے داخلی شہادت پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں تا کہ حافظ ملت کے قول کی تائید و تصدیق ہو جائے اور رشک سراوی کو توبہ کی توفیق ملے، صاحب ’’انوار قادری‘‘ شیخ المشائخ کے مرید کرنے کا طریقہ بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

’’بیعت لینے میں آپ کمال احتیاط برتتے تھے، جب کوئی مرید ہونے کی خواہش ظاہر کرتا تو پہلے اچھی طرح اس کی جانچ لیتے کہ کسی دوسرے پیر کا مرید تو نہیں ہے، اس کو عقائد حقہ اہل سنت و جماعت سے کوئی اختلاف تو نہیں ہے، اگر

کسی دوسرے پیر کا مرید ہوتا تو ہرگز اس کی بیعت نہیں لیتے .... طالب کے عقیدہ میں اگر کوئی فتور دیکھتے تو صاف کہہ دیتے کہ یہ سلسلۂ طریقت ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور حضرت غوث پاک کا جس کا بار بزرگوں نے میرے سر اس لیے رکھا کہ خلق خدا کو خدا اور سول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رضا حاصل کرنے کا طریقہ بتاؤں، پس جب تک تمہارے عقائد درست نہ ہو جائیں تم مرید ہو کر کیا کروگے؟ جاؤ پہلے بزرگان دین وعلمائے اہل سنت کے عقائد کے مطابق درست کرو، پھر آؤ تو بیعت لی جائے گی، تب تمہیں خدا رسی کا راستہ معلوم ہوگا اور بزرگان سلسلہ کے فیوض و برکات حاصل ہوں گے، بغیر اس کے مرید ہونے کا کچھ حاصل نہیں اور اس کو علمائے اہل سنت کی تصانیف مثلاً بہار شریعت وانوار ساطعہ وحسام الحرمین شریف اپنے پاس سے مطالعہ کرنے کو دیتے، اگر ان کتابوں کے مطالعہ سے وہ صحیح العقیدہ سنی ہو جاتا تو اس کی بیعت لیتے ورنہ نہیں۔'' [انوار قادری ملخصاً، صفحہ ۵۹۔۶۰]

کیا شیخ المشائخ کے تصلب فی الدین اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترجمانی اس اقتباس سے نہیں ہوتی؟ اس اقتباس سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ بدعقیدہ وہابی دیوبندی کے سلسلے میں حضرت واضح اور صاف نظریہ رکھتے تھے اور حسام الحرمین شریف کی صرف تائید ہی نہیں فرمائی بلکہ حسام الحرمین شریف اور انوار ساطعہ کو جان سے عزیز رکھتے تھے، یہاں یہ بات بھی اہمیت سے خالی نہیں کہ شیخ المشائخ ردّ دیانیہ اور وہابیہ کو اپنی تحریر اور بیان کا موضوع بھی بناتے تھے اور ان کی تقریر کے اثرات کس حد تک مرتب ہوتے اسے صاحبِ ''انوار قادری'' کے الفاظ میں ملاحظہ کریں:

''سب سے بڑی کرامت آپ کے بیان ہدایت نشان میں یہ تھی کہ بغیر مناظرہ ومباحثہ صرف آپ کے مواعظ حسنہ کو سن کر ہزاروں وہابیوں دیوبندیوں نے عقائد باطلہ سے توبہ کر کے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کرلی، جو اس وقت تک بحمدہٖ تعالیٰ سچے اور پکّے صحیح العقیدہ سنی مسلمان ہیں اور بعض ان میں سے صاحبِ سلسلہ بھی ہیں، مظفر پور اور چمپارن میں ایسی کتنی بستیاں تھیں کہ وہاں کے باشندے سوفیصدی یا تو غیر مقلد وہابی یا وہابی دیوبندی۔ یہ آپ کی ہدایت اور تبلیغ کا شہکار ہے کہ آج ان بستیوں میں ڈھونڈھنے سے بھی کوئی ایک وہابی یا دیوبندی نہیں ملتا، بلکہ سب کے سب صحیح العقیدہ سنی آپ کے یا آپ کے خلفا کے ارادت میں داخل ہیں۔''

[انوار قادری، صفحہ ۵۹]

مذکورہ بالا دونوں اقتباسات کے مطالعہ کے بعد کیا کچھ کہنے کو رہ جاتا ہے کہ کہا جائے بدعقیدوں کے متعلق شیخ المشائخ کا نظریہ مسلک اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور حسام الحرمین کی تائید کرنے والے علما و مشائخ کے مطابق تھا یا کسی اور کے مطابق؟ کیا مسٹر آفتاب رشک مظفر پوری یہ بتانے یا کوئی فتویٰ دکھانے کی کوشش کریں گے کہ شیخ المشائخ پر کس نے کفر کا فتویٰ لگایا؟ قیامت تک رشک مظفر پوری یا ان کے حواری بتا نہیں پائیں گے کیوں کہ انھوں نے علمائے کرام کے جن طبقوں کے متعلق بدگمانی کی ہے ان علما و مشائخ ہی سے شیخ المشائخ کا رشتہ استوار تھا اور سنّی علمائے کرام نے شیخ المشائخ کی شخصیت کا اعتراف کیا اور ان کی بلندی و بزرگی کی گواہی دی جیسا کہ صاحب انوار قادری حافظ حنیف قادری تیغی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

''ہر چہار دانگ عالم میں آپ کا شہرہ پھیل گیا اور خلق خدا کی رجوعات میں دن دونی اور رات چوگونی ترقی ہوتی گئی، یہاں تک کہ ہندستان کے مشاہیر وجید علمائے اہل سنت و جماعت کثرہم اللہ تعالیٰ مثلاً حضرت بابرکت الشاہ سید محمد صاحب محدث اعظم ہند کچھوچھوی دامت برکاتہم العالیہ و حضرت صدر الافاضل مولانا الشاہ محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مفسر اعظم ہند وحضرت صدر الشریعہ مولانا الشاہ محمد امجد علی صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فقیہ اعظم ہند اور عالی جناب ملک العلماء فاضل بہار حضرت مولانا الشاہ محمد ظفر الدین صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ سابق پرنسپل مدرسہ شمس الہدی پٹنہ وجلالۃ العلم استاذ العلما حافظ ملت

حضرت مولانا الشاہ حافظ عبدالعزیز صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور و حامیِ سنت ماحیِ بدعت حضرت مولانا مولوی محمد ابراہیم رضا خاں صاحب قبلہ عرف جیلانی میاں خلف الخلف مجدّد ماۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت حضرت مولانا الشاہ محمد احمد رضا خاں فاضل بریلوی قبلہ رضی اللہ عنہ جیسی مبارک ہستیوں اور مقتدر شخصیتوں نے جب آپ کو دیکھا اور آپ کے چہرۂ انور سے پرتو انوار قادریہ آبادانیہ فریدیہ کی تابانی دیکھی تو سبھوں نے آپ کی ولایت تسلیم کرلی۔'' [انوار قادری، صفحہ ۱۶۴۔۱۶۰]

جن شخصیات کا نام اوپر ذکر ہے اور حافظ محمد حنیف قادری تیغی علیہ الرحمہ نے جن کا نام بڑے القاب سے لیا ہے، وہ جملہ حضرات وہابیہ دیابنہ کے کفر کے قائل حسام الحرمین کی تائید کرنے والے ہیں، مسٹر آفتاب رشک صاحب اس کے باوجود اپنے نظریہ سے رجوع نہیں کریں گے کیا؟ آخر صاحب انوار قادری نے پھلواری شریف کے کسی بزرگ کا نام کیوں نہیں رقم کیا ہے جن کا رشتہ سرکار سرکا نہی سے مستحکم ہو، اس لئے راقم الحروف کا ماننا ہے کہ حضرت محی ملت الشاہ محی الدین قادری علیہ الرحمہ تک ہی سرکار سرکا نہی کا روحانی رشتہ قائم رہ سکا، ان کے وصال (۱۹۴۷ء) کے بعد ان کے خلفا اور وابستگان جب اپنے بزرگوں کے عقائد و نظریات سے منحرف ہو گئے تو سرکار سرکا نہی اور ان کے خلفا و مریدین نے بھی خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف رشتہ ترک کرلیا۔

جہاں تک وصایا شریف پر علمائے اہل سنت کو گواہ بنانے کی بات ہے تو سرکار سرکا نہی کی نظر میں اس وقت پھلواری شریف میں کوئی ایسی شخصیت نہیں تھی جن پر سرکار سرکا نہی کو بھروسہ ہو، مسٹر آفتاب رشک نے وصایا شریف سے جو نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ''وصایا شریف میں علمائے دیوبند کی تکفیر شامل نہیں ہے۔'' یہ سراسر ظلم اور صوفیانہ مسلک سے متصادم ہے، وصایا شریف میں جن عقائد اور عمل کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں پہلا عقیدہ امکان کذب باری کا عقیدہ ہے، یہ عقیدہ کیا یہ نہیں بتاتا ہے کہ امکان کذب باری کا قائل مسلمان نہیں ہے، اس کا عقیدہ رکھنے والوں پر محض حسام الحرمین کے حامی علما و مشائخ نے کفر کا فتویٰ نہیں لگایا بلکہ بہت سی خانقاہوں نے بھی ان کی تکفیر کی، دور جانے کی ضرورت نہیں خانقاہ مجیبیہ میں جس خانقاہ سے تبرکات آئے وہ خانقاہ شمسیہ ارول ہے، اس کی شہادت ''سیرت پیر مجیب'' مؤلفہ شاہ ہلال احمد قادری سے ملتی ہے، وہی خانقاہ شمسیہ ارول شریف ہے جہاں سے تقویت الایمان اور اسماعیل دہلوی کے خلاف سب سے پہلے علم جہاد بلند کیا گیا اور اسماعیل دہلوی کے خلاف کفر وار تداد کا فتویٰ دیا گیا، تفصیل کے لئے ''بہار کی خانقاہ ہیں اور امام احمد رضا'' ملاحظہ کیا جائے جو ماہ نامہ ''ماہ نور'' دہلی سے شائع ہوا جس سے خانقاہ مجیبیہ والوں نے جس کم ظرفی کا مظاہرہ کیا اس سے اہل علم واقف ہیں۔

مسٹر آفتاب رشک نے اپنے مضمون میں یہ بھی لکھا ہے کہ ''مختلف طریقوں سے آپ کی بڑھتی مقبولیت کو گھٹانے کی کوشش کی گئی بلکہ ایک وہ زمانہ بھی آیا کہ بعض کرم فرماؤں نے آپ کی تکفیر کر ڈالی تا کہ اس کی آڑ میں آپ کے پھیلے اثرات کو کم کیا جاسکے۔'' رشک صاحب آپ نے بہت بڑا دعویٰ کر دیا لیکن دلیل نہیں دی کہ آخر کس نے سرکار سرکا نہی پر کفر کا فتویٰ دیا اور کس نے آپ کے پھیلتے اثرات کو کم کرنے کی کوشش کی؟ کیا مضمون نگار کو ''البینۃ علی المدعی والیمین علیٰ من انکر۔'' یاد نہیں ہے؟ راقم الحروف اپنے مطالعہ کی حد تک یہ کہہ سکتا ہے کہ خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف کے افراد نے شیخ المشائخ جیسے گوہر نایاب کی قدر نہیں کی بلکہ آپ کی شان میں گستاخیاں بھی کی۔

آپ نے شاہ امان اللہ پھلواری کی موت پر علامہ جید القادری کا تعزیت نامہ کو پیش کیا لیکن حضرت شیخ المشائخ کے وصال پر پھلواری والوں کے تعزیت نامے کو کیوں نہیں دکھائے؟ شیخ المشائخ کے وصال پر شاہ امان اللہ پھلواری یا ان کے وابستگان میں سے کسی نے کیا تعزیت نامہ لکھا؟ اگر لکھا ہوتا تو صاحب انوار قادری اسے ضرور شامل کرتے، اس کے برعکس شیخ المشائخ کے وصال پر مبارک پور سے لے کر بریلی شریف کے علمائے اہل

سنت و جماعت نے نثر و نظم کی شکل میں مخدوم المشائخ کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کیا۔

شاہ امان اللہ پھلواری کی بات آ گئی ہے تو یہ بات بھی عرض کردوں کہ ''حیات شاہ امان اللہ پھلواری'' کے مصنف شاہ ہلال احمد قادری نے تو حد کردی، جب آج سے پندرہ سال قبل حکومت بہار نے بہار کے صوفیائے کرام کے پیغامات کو عام کرنے اور نئی نسل کو ان کی شخصیت سے متعارف کرنے کی غرض سے بہار کے نمائندہ صوفیائے بہار پر مضامین کا مجموعہ ہندی میں شائع کرنے کا فیصلہ کیا تو اس سلسلے میں جب میٹنگ ہوئی کہ کن کن بزرگان دین کو مجموعہ میں شامل کیا جائے، جب شیخ المشائخ کا نام آیا تو اس نام پر سب سے پہلے اعتراض شاہ ہلال احمد پھلواری نے کیا اور ان کی شخصیت کے متعلق ایک بہت ہی رکیک جملہ استعمال کیا۔

اہالیان خانقاہ سرا واں ہر چند اپنے آپ صوفیانہ مسلک کے داعی اور مبلغ تصور کرتے ہیں لیکن ان کی فکر و عمل اس بات کی گواہی نہیں دیتی بلکہ ان کی تحریر و تقریر میں ''انا خیر منہ'' کا جلوہ نمایاں ہوتا ہے، ربنا ظلمنا انفسنا کی صوفیانہ فکر ان کے عقائد و اعمال اور حرکات و سکنات میں نظر نہیں آتی، ایسی فکر رشک مظفر پوری کے مذکورہ مضمون میں بھی دیکھنے کو مل رہی ہے، موصوف لکھتے ہیں:

''شیخ المشائخ حضور الحاج الشاہ محمد تیغ علی قادری علیہ الرحمہ کا زمانہ ایسا نہ تھا کہ آپ اپنی بات رکارڈ کرا کر ہر طرف پھیلا دیتے نہ آپ کا کوئی رسالہ نکلتا تھا جس میں آپ کے عقائد و معمولات وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے ہوں نہ آپ نے کوئی کتاب تصنیف کی تھی جس سے لوگوں کو اپنے عقائد و معمولات کی درست جانکاری ہو سکتی تھی۔''

مذکورہ بالا اقتباس کے ہر لفظ سے تکبر اور شیطانی فکر ظاہر ہو رہی ہے، نیز رشک مظفر پوری کی جہالت کا ثبوت بھی فراہم کرتا ہے یہ اقتباس! رشک صاحب نے اس اقتباس کے ذریعہ سرکار سرکانہی کی جملہ خدمات سے یک لخت انکار کر دیا ہے، ساتھ ہی ساتھ سرکار سرکانہی کے دور اور ان کے علاقے کی علمی ترقی کو بھی فراموش کر دیا ہے، سرکار سرکانہی نے اپنی بات (عقائد) کو عام کرنے کے لئے دار العلوم علیمیہ انوار العلوم سرکانہی شریف کی بنیاد ڈالی اور وہاں کے اساتذہ کا انتخاب بہت سوچ سمجھ کر کیا، دار العلوم علیمیہ انوار العلوم دامور پور مظفر پور کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو عقائد اور معمولات کے سلسلے میں خوش کن نتیجہ سامنے آتا ہے، رشک صاحب آپ کے بقول سرکار سرکانہی خانقاہ مجیبیہ کے مطابق عقائد رکھتے تھے تو سرکار سرکانہی نے صحیح العقیدہ سنی اساتذہ ہی کو کیوں رکھا؟ کیا بتانے کی زحمت کریں گے کہ پھلواروی عقائد و نظریات رکھنے والے کتنے اساتذہ آج تک دار العلوم علیمیہ سرکانہی شریف میں خدمات انجام دیں؟ اساتذہ کی بات تو چھوڑ دیں، دار العلوم علیمیہ دامور پور کے سالانہ اجلاس میں اب کتنے پھلواروی علما شریک ہوتے ہیں؟

دار العلوم علیمیہ کی تاریخ بتاتی ہے کہ وہاں کے اجلاس میں مبارک پور، بریلی شریف اور کچھوچھہ مقدسہ کے مشائخ اور علما شریک ہوتے رہے اور آج بھی یہی سلسلہ جاری ہے، رہی بات کتاب لکھنے اور لکھوانے کی تو یہ دعویٰ بھی رشک صاحب کا غلط ہے ''ہدایت المریدین، انتباہ الطالبین (رموزِ حقیقت)'' اور ''اعزازی قادری'' جیسی کتابیں جو سلسلۂ تیغیہ اور شیخ المشائخ کے معمولات و عقائد کی تفہیم میں بنیادی ماخذ ہیں، کی تاریخ تصنیف و اشاعت پر غور و فکر کیا جائے تو رشک مظفر پوری کی گمراہی مزید واضح ہو جائے گی اور ان کے الزامات کی قلعی کھل جائے گی، ''رموزِ حقیقت'' کے پیشِ لفظ میں حافظ حنیف قادری تیغی رقم طراز ہیں:

''آپ نے (سرکارِ سرکانہی) ارشاد فرمایا کہ کوئی کتاب تصوّف کی تصنیف ہوتی کہ جس میں سلسلہ والوں کو اپنے سلسلۂ آبادانیہ کہ بزرگوں کے مسلک سے واقفیت حاصل کرائی جاتی تو بہت اچھا ہوتا، اگرچہ اس سلسلہ کی اعلیٰ اعلیٰ تصانیف ''آئینۂ مبارک، مفید الطالبین، آداب السالکین'' وغیرہ وغیرہ موجود ہیں لیکن ان میں طریقت کے مسائل نہایت مختصر ہیں اور جو ہیں وہ عام فہم نہیں کہ جس کو عوام سمجھ سکیں اور فقیر کی

طرف مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا کہ تم مستند کتابوں سے اخذ کر کے اس طرح انجام دو کہ طالب کو ادراک کما ینبغی ہو اور اپنے سلسلہ والوں کو اپنے بزرگانِ سلسلہ کے مسلک سے واقفیت ہو جائے تو فقیر نے ہر چند عذر پیش کیے کہ مجھ میں نہ اتنی صلاحیت ہے، نہ اس قدر معلومات! فقیر کو اس خدمت سے معاف رکھا جائے، مکرر ارشاد ہوا کہ انسان خالصاً لوجہ اللہ، اللہ پر بھروسہ کر کے کسی کام کو شروع کرے اور وہ انجام کو نہ پہنچے کیا معنی، فقیر نے مکرر عذر پیش کرنے کو خلاف ادب و تہذیب سمجھا اور محض خوشنودی اللہ و رسول کے لیے سرِ تسلیم خم کیا، واقعی کچھ فضل خداوندی اور بزرگانِ سلسلہ کی عنایت و توجہ ہی کا باعث تھا کہ اس بار عظیم کو فقیر نے اپنے سر پر لیا اور حکمِ مرشد فرضِ عین سمجھ کر بہ اُمید وسیلۂ نجات لکھنا شروع کیا اور نامِ رسالہ ہذا کا ''انتباہ الطالبین'' المعروف ''رموزِ حقیقت رکھا۔'' [رموزِ حقیقت، صفحہ ۹]

اسی طرح کتاب کے اختتام پر لکھتے ہیں:

''الحمد اللہ بہ تاریخ ۱۴ ر محرم الحرام ۱۳۵۰ھ مطابق ۲ ر جون ۱۹۳۱ رسالہ ہذا بہ خیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔'' [رموزِ حقیقت: ۱۵۷]

اب بتایا جائے کہ شیخ المشائخ کے دور میں کتاب لکھنے کا رواج تھا یا نہیں؟ اگر اِس پر بھی تشفی نہ ہو تو ایک اور دلیل ملاحظہ کیا جائے، صاحب ''انوار صوفیہ'' علامہ جید القادری فاضل بریلی شریف رقم طراز ہیں:

''ایام طالب علمی میں ایک خوش گوار شام شیخ المشائخ الکرام و مرشد العلماء العظام امین امانت بوتراب حضرت الحاج شاہ محمد تیغ علی قادری، آبادانی، فریدی، مجیبی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر تھا، آپ نے دوران ارشاد یہ فرمایا کہ بابو میری دلی خواہش ہے کہ سلسلہ قادریہ آبادانیہ کے بزرگوں کے حالات مقدسہ پر ایک کتاب لکھی جائے اور اگر قاسم علوم شریعت و طریقت حضور مفخر موجودات محمد محمود الصفات علیہ التحیۃ والتسلیمات سے لے کر ان تمام حضرات کے حالات طیبات (جن کی وساطت سے خلق خدا کی ہدایت کی ذمہ داری خانقاہ آبادانیہ سرکا نہی شریف تک آئی ہے) قلمبند کر دیئے جائیں تو اور بھی اچھا ہو، میں نے انکار مناسب نہ جانا (باوجود یکہ اپنی بے علمی اور کم بضاعتی اس کی اجازت نہیں دیتی تھی) کیونکہ میرے دل کی ایک ایک دھڑکن کو یقین کامل تھا کہ۔

گفتہ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

یہ وہ نفوس قدسیہ ہیں جن کی زبان حقیقت کا ترجمان ہوا کرتی ہے، خدا والوں کا مقدس ارشاد اپنے صداقت کی آپ ہی دلیل ہوا کرتی ہے، حدیث شریف صحیح مسلم بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ: قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رب اشعث مدفوع بالابواب لو اقسم علی اللہ لابرہ۔

گردشِ لیل و نہار اپنا کام کرتی رہی، دن ہفتہ، ہفتہ مہینہ اور مہینہ سال میں تبدیل ہوتا رہا اور میں دار العلوم مظہر الاسلام بریلی شریف سے دورۂ حدیث سے فراغت پا کر کلکتہ جاتے ہوئے مخدوم طریقت واقف راز حقیقت و معروف حضرت شاہ محمد ایوب صاحب (خلیفۂ اجل حضرت شیخ المشائخ رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں بمقام سیتارام پور ضلع بردوان حاضر ہوا، سلسلۂ گفتگو میں انھوں نے بھی یہی خواہش ظاہر کی اور میں نے یہ کام اپنے ذمہ لے لیا لیکن اس کے لئے معتدبہ وقت نہیں نکال سکا۔'' [انوارِ صوفیہ، صفحہ ۴]

علامہ جید القادری مزید لکھتے ہیں:

''حضور شیخ المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے ذاتی کتب خانہ میں آپ کا ایک خصوصی بیاض (جس میں قرآن کریم کی آیات طیبات و احادیث کریمہ وغیرہ نقل کی گئی ہیں) جنھیں وقتاً فوقتاً آپ نے خود اپنے دست مبارک سے اور اکثر خدام سے اپنی نگرانی میں درج کرایا ہے، جس بیاض کا نام (خود حضرت شیخ المشائخ نے ابواب القرآن تجویز فرمایا تھا) ہے۔'' [انوار صوفیہ: ۲۲۹]

علامہ علی احمد جید القادری نے جس بیاض تیغی کی بات لکھی

ہے، اس کے مطالعہ سے جہاں شیخ المشائخ کے عقائد ونظریات واضح ہورہے ہیں، وہیں قرآن وحدیث اور اقوال صحابہ وتابعین کے متعلق شیخ المشائخ کی معلومات کا اندازہ ہوجاتا ہے، علامہ جید القادری نے ''بیاض تیغی'' کا چند نمونہ پیش کیا ہے جن میں بے شمار نکات اور صوفیانہ توضیحات شامل ہیں، بیاض تیغی کا ایک اقتباس ملاحظہ کریں:

''سچ تو یہ ہے کہ سارے عالم کا ظہور ان (حضرت آدم علیہ السلام) کے خطا کی برکت ہے، ان (انبیا وصالحین) کی خطائیں ہماری عبادتوں سے افضل ہیں، کیوں کہ ان کی خطا رب کی عطا ہوتی ہے، حضرت فاروق اعظم کی خطا سے قیامت تک کے مسلمانوں کو رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں سے جماع کرنے کی اجازت ملی، حضرت ابوامینہ ضمری رضی اللہ عنہ کے منہ سے مجبوراً کلمۂ کفر نکال دینے کی برکت سے ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کو ایسی مجبوری میں اس کی اجازت ملی، فرشتے محض عابد تھے اور انسان عبادت مع محبت کے لئے پیدا کیا گیا۔'' [انوارصوفیہ، صفحہ ۲۳۳-۲۳۴]

سرکارسرکانہی کے سلسلے میں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ محض صوفی بے مغز تھے، حالاں کہ سرکارسرکانہی کے ارشادات وفرمودات جو کتابوں میں موجود ہیں، ان سے پتہ چلتا ہے کہ وہ عالم دین بھی تھے، یہ دیگر بات ہے کہ دنیاوی سند نہیں رکھتے ہوں گے، اسی لئے لوگوں نے منفی نظریہ اخذ کرلیا، اسی وجہ سے غالباً رشک مظفر پوری نے نہ محض سرکارسرکانہی کو ہی تصنیف وتالیف میں نابلد قرار دیا بلکہ ان کے دور پر بھی ستم ظریفی کا مظاہرہ کیا، سرکارسرکانہی کی سوانح حیات سے یہ بات بھی اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ شیخ المشائخ اپنے دور کی علمی شخصیات میں سب سے زیادہ متأثر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ سے تھے، اس لئے ان کی لکھی نعت بھی بہت ہی عقیدت کے ساتھ سماعت فرماتے تھے جیسا کہ انوار قادری میں لکھا ہے:

''برادر عزیز مولوی شاہ محمد علاؤ الدین سلمہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت سرکار قبلہ قدس سرہ العزیز شجاول پور برادر طریقت محمد عباس صاحب کے یہاں تشریف لے گئے، میں بھی آپ کے ہمراہ تھا، بروز جمعہ بعد نماز جمعہ مسجد میں لوگوں کو ٹھہرالیا اور مجھے حکم فرمایا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قبلہ رضی اللہ عنہ کی وہ نعت پڑھو: ؎

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل دیئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

میں نے دست بستہ کھڑے ہو کر تعمیل حکم کی اور وہ نعت شریف پڑھی۔'' [انوارقادری، صفحہ ۵۰]

اس اقتباس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ سرکارسرکانہی بعد نماز جمعہ نعت کی محفل منعقد کرتے تھے اور بعد محفل صلوٰۃ والسلام کا نذرانہ پیش کرتے تھے جیسا کہ اہل سنت وجماعت کی مساجد میں بعد نماز جمعہ صلوٰۃ والسلام کا نذرانہ پیش کیا جاتا ہے، حالاں کہ یہ معمول خانقاہ مجیبیہ میں نہیں ہے، آفتاب رشک مظفر پوری کے مضمون کے قاری کو یہ بتانا ضروری ہے کہ اعلیٰ حضرت کے مسلک کی ترویج واشاعت میں شیخ المشائخ کا بیش از بیش حصّہ ہے، تاریخ شاہد ہے کہ شیخ المشائخ نے اپنی حیات طیبہ میں اپنے جانشین حضرت شاہ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے خلف اکبر علامہ جید القادری کو بریلی شریف بھیجا تا کہ وہ اعلیٰ حضرت سے مکمل فیض یاب ہو کر اپنے قرب وجوار میں اعلیٰ حضرت کے پیغام کا پرچم بلند کریں، اگر شیخ المشائخ پھلواری عقائد اور معمولات کے شیدا ہوتے تو علامہ جید القادری کو پھلواری شریف علم حاصل کرنے کے لئے بھیجتے بریلی شریف نہیں۔

حاصل کلام یہ کہ آفتاب رشک مظفر پوری نے اپنے مضمون کے ذریعہ سرکارسرکانہی کو خراج عقیدت پیش کرنے کے بہانے سراوی فکر کو عام کرنے کی جو سعی کی ہے، وہ ہر لحاظ سے قابل مذمت ہے، رشک مظفر پوری کو معلوم ہونا چاہیے کہ سرکارسرکانہی نے مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ کے لیے حد درجہ کوشش کی، خود سرکارسرکانہی کے داد پیر حضرت حافظ فریدالدین آروی نے مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کے لیے جو کارنامے انجام دیئے وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہے، تاریخ شاہد ہے کہ شہر آرا

تقدونظر

میں اعلیٰ حضرت کے خلیفہ مفتی رحیم بخش آروی نے مسلکِ اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کی خاطر مدرسہ حنفیہ آرا سے استعفیٰ دے کر مدرسہ فیض الغربا قائم کیا تو مدرسہ کے قیام میں حضرت شیخ طریقت حافظ فرید الدین قدس سرہ نے بھرپور تعاون فرمایا اور تا حیات خصوصی معاون رہے، آپ کے وصال کے بعد جب حسّام الحرمین کے خلاف بدعقیدوں نے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی تو مدرسہ فیض الغربا آرا کے مدرّسین نے بھی حسّام الحرمین کی تصدیق فرمائی، علامہ مفتی محمد ابراہیم آروی مدرّس مدرسہ فیض الغربا، آرا تحریر فرماتے ہیں:

’’بلا شبہ ایسی عقائد والے کافر و مرتد ہیں، اس لیے اُن میں توہین وتنقیص شان اللہ و رسول ہے، یہ لوگ اس آیتِ کریمہ کہ سزاوار ہیں، یعنی کہہ دیجیے اے نبی اِن سے کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اُس کے رسول کے ساتھ ٹھٹھا کرتے تھے، بہانے نہ بناؤ، تم کافر ہو چکے، اپنے ایمان کے بعد.........

عالمگیری میں ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ کی ایسی شان بیان کرے جو اُس کے لائق نہیں یا اسے جہل یا عجز یا کسی ناقص بات کی طرف نسبت کرے، وہ کافر ہے، اسی طرح جو اسے اچھا سمجھے یا اس پر راضی ہو وہ بھی کافر ہے، اعلام میں ہمارے علمائے اعلام سے کفر متفق الیہ کی فصل میں منقول ہے، جو کفر کا لفظ بولے وہ کافر ہوا، اسی طرح جو اس پر ہنسے یا اسے اچھا سمجھے یا اس پر راضی ہو کافر ہو جائے گا، میں حسّام الحرمین کو شروع سے آخر تک دیکھا جو کچھ اس میں ہے صحیح ہے، مسلمانوں کو اس پر عمل کرنا واجب ہے، اس کا منکر گمراہ ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر محمد ابراہیم عفی عنہ آروی قادری رضوی مدرّس مدرسہ فیض الغربا، آرہ۔‘‘ [تجلیاتِ خلفائے اعلیٰ حضرت، صفحہ ۴۱۱]

اس لئے شیخ المشائخ کے عقیدت مندوں سے ہماری گزارش ہوگی کہ آفتاب رشک سراوی کے گمراہ کن مضمون کو پڑھنے سے گریز کریں تا کہ شیخ المشائخ کی عقیدت مجروح نہ ہو، اسی طرح آفتاب رشک مظفر پوری سے بھی التماس ہے کہ سراوی چشمہ اتار کر شیخ المشائخ کی آفاقی شخصیت اور خدمات کا مطالعہ کریں تا کہ صلح کلیت کی لعنت سے توبہ کی دولت میسر ہو سکے، آخر میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ پاک ہم سب کو حق بات سننے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم لوگوں پر شیخ المشائخ کے روحانی فیوض وبرکات جاری فرمائے، ان کے عقائد و اعمال پر ہم لوگ قائم و دائم رہیں، آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

◆◆◆

ص ۵۷ کا بقیہ.....................

اس خیال کا دل میں آنا تھا کہ حضرت خواجہ قدس اللہ سرہٗ کے لب اقدس پر تبسم کی شیرینی نمایاں ہو جاتی ہے، گویا مجھے اشارہ فرما رہے ہیں کہ انہیں چھوڑو، تم پڑھو اور خبر دار! اے فقیر ان کی بات کا کچھ خیال نہ کرنا، اس التفات کی حلاوت نے میرے دل سے ترش رویوں کے انکار کی تلخی مٹا دی۔

اب مجھے یاد نہیں کہ ’’رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ رَحۡمَةً وَّهَيِّئۡ لَنَا من امرنا رشدًا۔[کہف:۱۰] تک پہنچا تھا یا ’’ینشر لکم ربکم من رحمته ویهیئ لکم من امرکم مرفقاً‘‘[کہف:۱۶] تک، میری آنکھ کھل گئی اور وہ باب بند ہو گیا، بحمد اللہ، اِدھر یہ خواب دیکھا اور اُدھر مرض میں نمایاں تخفیف ہوئی، میں نے کہا یہ اس پاک تربت کی خاک ملنے کی برکت ہے اور حضرت خواجہ کی یہ بندہ نوازی، حضرت محبوب الٰہی کی مدحت کی بدولت ہے۔

میرا دل جوش میں آیا اور صدا لگائی کہ اے شخص تو نے آنکھ سے دیکھ لیا اور آنکھ پر آزما لیا، تو کوئی پتھر ہی ہوگا اگر اب بھی تیرے یقین میں اضافہ نہ ہوا، سن اِدھر آ کہ اس سے اہم مدح کی طرح ڈالیں اور کوئے غوثیت کی خاک پر جان نثار کریں۔‘‘ (قصیدہ اکسیر اعظم مع فارسی شرح مجیر معظم، ص ۱۰۹ / تا ۱۱۴)

یہ چند روشن چمکتی تحریریں آپ کے گوش گزار کرنے کی سعادت حاصل کی ہے، مولیٰ قبول فرمائے اور فیضان غوث و خواجہ ورضا سے خوب خوب مالا مال فرمائے، آمین، دلائل و براہین تو خوب ہیں مگر اتنے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

◆◆◆

(از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی *

کافرانہ مسلک

ناگپور سے ہمارے عزیز مولانا مصطفیٰ رضا صاحب نے بہ غرض استفسار ایک قوالی کا ویڈیو لنک بھیجا، اوپن کیا تو قوال صاحب کی خاصی بے سُری آواز کانوں سے ٹکرائی، آواز کو کسی طور برداشت کیا مگر قوال کے منہ سے نکلنے والا کلام کسی طور برداشت کرنے کے قابل نہیں تھا، حسن مطلع کچھ اس طرح تھا: ؎

صابر کا ہوں میں بندہ، صابر میرا خدا ہے
میرا کافرانہ مسلک، مشرب میرا جدا ہے

مسلم معاشرے کا عام انسان بھی یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ لفظ خدا، اللہ تعالیٰ ہی کے لیے استعمال ہوتا ہے، کسی غیر کو خدا کہنا جائز نہیں مگر مذکورہ کلام لکھنے والے کی جسارت تو دیکھیے کہ کس بے باکی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے حضرت مخدوم صابر کلیری علیہ الرحمہ کو اپنا خدا قرار دیا اور اتنے ہی پر بس نہیں کیا اپنے باطل نظریہ کو" کافرانہ مسلک" کہہ کر مکمل ڈھٹائی بھی دکھا رہا ہے۔

لفظ خدا کی تشریح

خدا فارسی زبان کا لفظ ہے، اپنی اصل حالت اور معنی کے ساتھ اردو میں بھی استعمال ہوتا ہے، لغوی اعتبار سے لفظ خدا کے مختلف معنی بیان کیے گیے ہیں:

''۱۔معبود۔ ۲۔دیوتا۔ ۳ مالک۔ ۴۔آقا۔ ۵۔خود مختار۔ ۶۔باکمال۔ ۷۔ماہر وغیرہ''

لیکن صدیوں سے لفظ خدا کا استعمال اللہ تعالیٰ کے اسم صفاتی "رب" کے ترجمہ کے طور پر کیا جا رہا ہے، غیر اللہ کے لیے اس بولنا جائز نہیں جیسا کہ مشہور فارسی لغت غیاث اللغات میں ہے:

" خدا بالضم بمعنی مالک و صاحب۔ چو لفظ خدا مطلق باشد بر غیر ذات باری تعالیٰ اطلاق نکنند۔" (غیاث اللغات، ص185)

یعنی لفظ خدا (پیش کے ساتھ) مالک اور صاحب کے معنی میں آتا ہے، جب لفظ خدا مطلقاً استعمال کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے بولنا جائز نہیں۔

شرعاً کسی بندۂ خدا کو اپنا خدا ماننے کا کیا حکم ہے، یہ بتانے کی بھی حاجت نہیں رہی کہ قوال نے خود ہی اس کا حکم بتاتے ہوئے اپنے نظریہ کو" کافرانہ مسلک" قرار دیا ہے، اب کوئی اضافی دانش وریہاں اہل نظر اور مجاذیب کے ان اقوال کی بحث نہ چھیڑیں جو شذوذ کے قبیل سے ہیں حالانکہ ان کا بھی عوامی استعمال منع ہے، ہر گزرتے دن قوالیوں میں ایسے گمراہانہ بلکہ کفریہ اشعار بڑھتے جا رہے ہیں اس لیے اب دو پہلوؤں پر بات کرنا بے حد ضروری ہو گیا ہے:

1 بزرگوں سے منسوب محفلوں میں ایسے کلام پڑھنا
2 قائلین سماع کے اہل علم کی ان پر خاموشی

ایک ایسا مجمع جہاں مسلمانوں کے بچے، جوان، بوڑھے اور نسبتاً کم پڑھے لکھے افراد موجود ہوں، وہاں ایسا کلام پڑھنا کہاں تک درست قرار پائے گا؟

عام لوگوں کے لیے اس کلام میں حضرت صابر پاک کا نام ہی کلام پر اعتبار کرنے کے لیے کافی ہے، اگر ایسا کلام ان کی زبانوں پر جاری ہو جائے یا وہ یہ مان بیٹھیں کہ کسی محترم شخصیت کو خدا ماننے میں کوئی حرج نہیں ہے تو وہ اپنے پیر و مرشد، ماں باپ، اساتذہ اور ہر اس شخص کو اپنا خدا کہنے میں نہیں ہچکچائیں گے جو ذرا بھی رتبہ و رسوخ والا ہو۔

جس طرح ہندو سماج میں ہر بڑے عہدے والے کو پربھو اور بھگوان کہنا عام ہے اسی طرح کل کو مسلمان بھی اونچے لوگوں کو خدا کہنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھیں گے۔

تقدونظر

قائلین سماع میں ایک ٹھیک ٹھاک تعداد علما اور دانش وران کی ہے جو واضح طور پر عقیدہ و توحید و رسالت، الفاظ کی نزاکتوں اور باریکیوں کو اچھی طرح سمجھتے ہیں، اس کے باوجود ان کا ایسے گمراہانہ کلام پر خاموش رہنا، تنبیہ نہ کرنا بہت زیادہ کھلتا ہے، اگر یہ حضرات آگے آ کر ایسے شتر بے مہار قوالوں کو تنبیہ کریں اور انہیں دائرہ شرع میں اشعار کہنے اور غیر اخلاقی حرکات وسکنات سے باز رکھنے کی تاکید کریں تو اس کا خاطر خواہ اثر ہوگا۔

قوالوں کی خرمستیاں

پچھلے کچھ وقت سے دیکھا جا رہا ہے کہ قوالی کے نام پر فکری اور عملی آوارگی لگاتار بڑھتی جا رہی ہے، بعض قوال صرف فلمی گانوں کی دُھن پر ہی قوالی بناتے ہیں، جیسے ہی کوئی نیا فلمی گانا ریلیز ہوا ٹھیک اسی سُرتال کے ساتھ قوالی بھی مارکیٹ میں آجاتی ہے، نقل میں کوئی کمی باقی نہ رہ جائے اس لیے سُرتال کے ساتھ ساتھ گانوں کے لٹکے جھٹکے بھی قوالی میں بھی شامل کیے جاتے ہیں، جس کے لیے قوال اور قوالہ باضابطہ اچھے خاصے dance moov بھی دکھاتے ہیں۔

قوالوں کا ایک گروہ ایسا سطحی اور بازارو کلام لکھتا ہے جو کسی طور پر ایک شریف اور مہذب معاشرے میں قبول نہیں کیا جاسکتا ذرا یہ نمونہ دیکھیں: ؎

چلے ہیں سب ریڑی بھنڈاری اَپَن چلا ہے جم کے
ریل گاڑی کے ہر ڈبے میں دھوئیں اڑیں گے چلم کے
ٹکٹ وِکٹ کی کا ہے ٹینشن، ٹی ٹی اپنا جُٹ ہے
اب کی چھٹی میں اپنا تو نمبر بھی بالکل فٹ ہے

اے پَپّا! خواجہ کا میلا آ ریلا، اپُن اجمیر جا ریلا

ذرا غور کریں! اس کلام کو سن کر ذہن میں خواجہ غریب نواز کے کسی عاشق کی تصویر ابھرتی ہے یا کسی چرسی اور چلمیے کی؟

ذمہ داران سے گزارش

قائلین سماع کے اہل علم اور ذمہ داران کو چاہیے کہ وہ آگے آئیں اور تصوف و قوالی کے نام پر چل رہے اس غیر شرعی اور غیر اخلاقی سسٹم کے خلاف آواز بلند کریں تاکہ صوفیا اور تصوف کا صحیح پیغام لوگوں تک پہنچ سکے، اگر وقت رہتے اس سسٹم کو نہ روکا گیا تو آنے والے وقت میں محافل سماع میں دَم مارو دَم کی صدائیں اور چلم کے دھوئیں اڑانے سے شاید ہی کوئی روک پائے۔

اغیار ویسے ہی تصوف پر معترض ہیں، ایسی حرکات اور ایسے کلام انہیں مزید صوفیا اور تصوف پر اعتراض کا موقع فراہم کریں گے اس لیے ایسے قوالوں کی اصلاح اور بروقت تنبیہ کی جائے تاکہ دامن تصوف پر کوئی داغ نہ آسکے۔

◆◆◆

ص ۹۸ / کا بقیہ.........................

۱۳ اے میرے بھائی اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو کہ دنیوی ضرورت کے مطابق سامان زندگی رکھنا یہ ملعون نہیں ہے، اسی طرح دنیوی ضرورت سے زیادہ مال و اسباب رکھنا اور اسے خیرات و حسنات میں خرچ کرتے رہنا یہ بھی ملعون نہیں ہے۔

۱۴ اگر طبیب کہ دے کہ فلاں چیز مت کھانا یہ تمہارے لئے نقصان دہ ہے، تو ہم اسی وقت چھوڑ دیتے ہیں اور ہم نہیں کھاتے ہیں، لیکن کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام تشریف لائے اور یہی فرماتے رہے کہ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے پھر بھی ہم نے دنیا سے دل نہیں موڑا بلکہ دن رات دنیا ہی کی طلب میں لگے رہے، ایسی صورت میں یہی کہا جائے گا کہ طبیب کی بات کو تو ہم نے اہمیت دی لیکن انبیائے کرام علیہم السلام کی بات کو ہم نے نظر انداز کر دیا، اب آپ ہی بتاؤ کیا یہی ایمان ہے کیا اسی کو مسلمان ہونا کہتے ہیں۔

۱۵ اے بھائی! تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ دنیا مکر و فریب سے بھری ہوئی ہے اور بے وفا ہے، یہ ایک رنگ میں نہیں رہتی بلکہ ہر وقت رنگ بدلتی رہتی ہے۔

یہ تو بظاہر شہد معلوم ہوتی ہے لیکن ہے زہر آلود، اگر کسی کو صبح نوازتی ہے تو رات میں اسے چھوڑ دیتی ہے، اگر کسی کو صبح میں عزت بخشتی ہے تو شام ہوتے ہوتے اسے پاؤں سے روند دیتی ہے۔ (ماخوذ از مکتوبات دوصدی، فوائد رکنی)

◆◆◆

حیدر کاظمی کی وال سے

بوسنیا کی المناک داستان

حکم ہوا تمام مردوں کو ایک جگہ اکٹھا کیا جائے، فوجی شہر کے کونے کونے میں پھیل گئے، ماؤں کی گود سے دودھ پیتے بچے چھین لیے گئے، بسوں پر سوار شہر چھوڑ کر جانے والے مردوں اور لڑکوں کو زبردستی نیچے اتار لیا گیا، لاٹھی کے سہارے کھانستے چلنے والے بوڑھوں کو بھی نہ چھوڑا گیا، سب مردوں کو اکٹھا کر کے شہر سے باہر ایک میدان کی جانب ہانکا جانے لگا، ہزاروں کی تعداد میں لوگ تھے، عورتیں چلا رہی تھیں، گڑگڑا رہی تھیں، اِدھر اعلانات ہو رہے تھے:

" گھبرائیں نہیں کسی کو کچھ نہیں کہا جائے گا، جو شہر سے باہر جانا چاہے گا اسے بحفاظت جانے دیا جائے گا۔"

زاروقطار روتی خواتین اقوامِ متحدہ کے اُن فوجیوں کی طرف التجائیہ نظروں سے دیکھ رہی تھیں جن کی جانب سے دعویٰ کیا گیا تھا کہ شہر محفوظ ہاتھوں میں ہے لیکن وہ سب تماشائی بنے کھڑے تھے، شہر سے باہر ایک وسیع وعریض میدان میں ہر طرف انسانوں کے سر نظر آتے تھے، گھٹنوں کے بل سر جھکائے زمین پر ہاتھ ٹکائے انسان، جو اس وقت بھیڑوں کا بہت بڑا ریوڑ معلوم ہوتے تھے، دس ہزار سے زائد انسانوں سے میدان بھر چکا تھا، ایک طرف سے آواز آئی فائر!

تڑخ تڑخ تڑخ! سینکڑوں بندوقوں سے آوازیں بہ یک وقت گونجیں لیکن ان کے مقابلے میں انسانی چیخوں کی صدائیں تھیں جو اتنی بلند تھیں کہ ہزاروں کی تعداد میں برسنے والی گولیوں کی تڑتڑاہٹ بھی دب کر رہ گئی، ایک قیامت تھی جو برپا تھی، ماؤں کی گودیں اجڑ رہی تھیں، بیویاں آنکھوں کے سامنے اپنے سروں کے تاج تڑپتے دیکھ رہی تھیں، بیوہ ہو رہی تھیں، دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھیں، سینکڑوں ایکڑ پر محیط میدان میں خون، جسموں کے چیتھڑے اور نیم مردہ کراہتے انسانوں کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا، شیطان کا خونی رقص جاری تھا اور انسانیت دم توڑ رہی تھی۔

ان سسکتے انسانوں کا ایک ہی قصور تھا کہ یہ کلمہ گو مسلمان تھے، اس روز اسی سالہ بوڑھوں نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے بیٹوں اور بے قصور پوتوں کی لاشوں کو تڑپتے دیکھا، بے شمار ایسے تھے جن کی روحیں شدتِ غم سے ہی پرواز کر گئیں، شیطان کا یہ خونی رقص جب تھا تو ہزاروں لاشوں کو ٹھکانے لگانے کے لیے مشینیں منگوائی گئیں، بڑے بڑے گڑھے کھود کر پانچ پانچ سو، ہزار ہزار لاشوں کو ایک ہی گڑھے میں پھینک کر مٹی سے بھر دیا گیا، یہ بھی نہ دیکھا گیا کہ لاشوں کے اس ڈھیر میں کچھ نیم مردہ سسکتے اور کچھ فائرنگ کی زد سے بچ جانے والے زندہ انسان بھی تھے۔

لاشیں اتنی تھیں کہ مشینیں کم پڑ گئیں، بے شمار لاشوں کو یوں ہی کھلا چھوڑ دیا گیا اور پھر رُخ کیا گیا غم سے نڈھال ان مسلمان عورتوں کی جانب جو میدان کے چہار جانب ایک دوسرے کے قدموں سے لپٹی رو رہی تھیں، پھر انسانیت کا وہ ننگا رقص شروع ہوا کہ درندے بھی دیکھ لیتے تو شرم سے پانی پانی ہو جاتے، شدتِ غم سے بے ہوش ہو جانے والی عورتوں کا بھی ریپ کیا گیا، خون اور جنس کی بھوک مٹانے کے بعد بھی چین نہ آیا، اگلے کئی ہفتوں تک پورے شہر پر موت کا پہرہ رہا، ڈھونڈ ڈھونڈ کر اقوام متحدہ کے پناہ گزین کیمپوں سے بھی نکال نکال کر ہزاروں لوگوں کو گولیوں سے بھون دیا گیا، محض دو دن میں پچاس ہزار نہتے مسلمان زندہ وجود سے مردہ لاش بنا دیئے گئے۔

یہ تاریخ کی بدترین نسل کشی تھی، ظلم و بربریت کی یہ کہانی سینکڑوں ہزاروں سال پرانی نہیں، نہ ہی اس کا تعلق وحشی قبائل یا دورِ جاہلیت سے ہے، یہ 1995ء کی بات ہے جب دنیا اپنے

احوال قوم وملت

احوال قوم وملت

آپ کو خود ساختہ مہذب مقام پر فائز کئے بیٹھی تھی، یہ مقام کوئی پس ماندہ افریقی ملک کا نہیں بلکہ یورپ کا جدید قصبہ سربرینیکا تھا، یہ واقعہ اقوام متحدہ کی نام نہاد امن فورسز کے عین سامنے بلکہ ان کی پشت پناہی میں پیش آیا۔

اگر آپ سمجھتے ہیں کہ یہ مبالغہ آرائی ہے تو ایک بار سربرینیکا واقعے پر اقوام متحدہ کے سابق سیکرٹری جنرل کوفی عنان کا بیان پڑھ لیجیے جس نے کہا تھا کہ یہ قتلِ عام اقوام متحدہ کے چہرے پر بدنما داغ کی طرح ہمیشہ باقی رہے گا، نوے کی دہائی میں یوگوسلاویہ ٹوٹنے کے بعد بوسنیا کے مسلمانوں نے ریفرنڈم کے ذریعہ اپنے الگ وطن کے قیام کا اعلان کیا، بوسنیا ہرزیگوینا کے نام سے قائم اس ریاست میں مسلمان اکثریت میں تھے جو ترکوں کے دورِ عثمانی میں مسلمان ہوئے تھے اور صدیوں سے یہاں آباد تھے، لیکن یہاں مقیم سرب الگ ریاست سے خوش نہ تھے، انہوں نے سربیا کی افواج کی مدد سے بغاوت کی، اس دوران بوسنیا کے شہر سربرینیکا کے اردگرد سرب افواج نے محاصرہ کرلیا، یہ محاصرہ کئی سال تک جاری رہا۔

اقوام متحدہ کی امن افواج کی تعیناتی کے ساتھ ہی باقاعدہ اعلان کیا گیا کہ اب یہ علاقہ محفوظ ہے، لیکن یہ اعلان محض ایک جھانسا ثابت ہوا، کچھ ہی روز بعد سرب افواج نے جنرل ملادچ کی سربراہی میں شہر پر قبضہ کرلیا اور مسلمانوں کی نسل کشی کا وہ انسانیت سوز سلسلہ شروع کیا جس پر تاریخ آج بھی خون کے آنسو بہارہی ہے، اس دوران نیٹو افواج نے مسلسل مجرمانہ خاموشی جاری رکھی کیونکہ یہ معاملہ مسلمانوں کا تھا۔

جولائی 1995 سے جولائی 2020 تک پچیس سال گزر گئے، آج بھی مہذب دنیا اس داغ کو دھونے میں ناکام ہے، یہ انسانی تاریخ کا واحد واقعہ ہے جس میں مرنے والوں کی تدفین پچیس سال سے جاری ہے، آج بھی سربرینیکا کے گردونواح سے کسی نہ کسی انسان کی بوسیدہ ہڈیاں ملتی ہیں تو انہیں اہلِ علاقہ دفناتے نظر آتے ہیں، جگہ جگہ قطار در قطار کھڑے پتھر اس بات کی علامت ہیں کہ یہاں وہ لوگ دفن ہیں جن کی اور کوئی شناخت نہیں ماسوائے اس کے کہ وہ مسلمان تھے۔

گو کہ بعد میں دنیا نے سرب افواج کی جانب سے بوسنیائی مسلمانوں کی اس نسل کشی میں اقوام متحدہ کی غفلت اور نیٹو کے مجرمانہ کردار کو تسلیم کرلیا، کیس بھی چلے معافیاں بھی مانگی گئیں مگر ع

ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

اب تو یہ واقعہ آہستہ آہستہ یادوں سے بھی محو ہوتا جارہا ہے، دنیا کو جنگ عظیم، سرد جنگ اور یہودیوں پر ہٹلر کے جرائم تو یاد ہیں، لیکن مسلمانوں کا قتلِ عام یاد نہیں، غیروں سے کیا گلہ! ہم میں سے کتنوں کو معلوم ہے کہ ایسا کوئی واقعہ ہوا بھی تھا؟ پچاس ہزار مردوں اور بچوں کا قتل عام اتنی آسانی سے بھلا دیا جائے؟ یہ وہ خون آلود تاریخ ہے جسے ہمیں بار بار دنیا کے سامنے رکھنا ہوگا۔

جس طرح نائن الیون اور دیگر واقعات کو ایک گردان بنا کر رٹایا جاتا ہے، بعینہٖ ہمیں بھی اس کی یاددہانی جاری رکھنی ہوگی، نام نہاد مہذب معاشروں کو ان کا اصل چہرہ دکھاتے رہنا ہوگا، اس واقعے میں ہمارے لیے ایک اور بہت بڑا سبق یہ بھی ہے کہ کبھی اپنے تحفظ کے لیے اغیار پر بھروسہ نہ کرو، اپنی جنگیں اپنے ہی زورِ بازو سے لڑی جاتی ہیں۔

◆◆◆

ص ۸۷ / کا بقیہ.......................................

غنیۃ الطالبین میں حضور غوث اعظم ارشاد فرماتے ہیں کہ شب برأت کو صلوٰۃ الخیر ایک سو رکعت نوافل اور ہر رکعت میں دس بار قل شریف پڑھنا حضرت امام حسن بصری سے روایت ہے، فرماتے ہیں مجھے تیس صحابۂ کرام نے بتایا کہ جو شخص اس رات کو صلوٰۃ الخیر پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس پر ستر بار نظر کرم فرمائے گا اور ایک بار نظر کرم سے اس کی ستر حاجتیں پوری فرمائے گا، جن میں کم از کم ایک حاجت گناہوں کی بخشش ہے۔

شعبان کے مہینے میں روزہ رکھنا اللہ کے رسول ﷺ سے ثابت ہے، اگر کوئی پندرھویں شعبان کا روزہ رکھ لے تو اس کے لیے باعث اجر وثواب ہوگا۔

◆◆◆

از: عبدالرحمٰن ضیائی*

علامہ مشتاق احمد نظامی! ایک بھولی بسری شخصیت

احوال قوم وملت

ابھی حال ہی میں حضرت پاسبان ملت کا عرس گزرا ہے مگر اس سلسلے میں چاروں طرف سناٹا دیکھنے کو ملا، یہ پاسبان ملت، امیر کشور خطابت، قاطع نجدیت ووہابیت، دعائے مفتی اعظم، محبوب مجاہد ملت، حضرت العلام الشاہ مشتاق احمد نظامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بانی دارالعلوم غریب نواز الہ آباد اور ہزاروں سنی تنظیموں کے بانی کا عرس سراپا قدس تھا۔

نظامی صاحب قبلہ کیا تھے، اکابرین کہتے ہیں وصال کے بعد اس طرح کا خطیب پھر ہماری جماعت کو ملا ہی نہیں، جس کے نام پر وہابیت میں زلزلہ آجاتا تھا، جن کے حوالے سے حضور مجاہد ملت کے کئی والہانہ پیغام موجود ہیں، جن سے پاسبان ملت کی ہمہ گیر شخصیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، مگر افسوس کہ ایسے مرد قلندر کی خدمات کو ہم نے سرے سے ہی مسترد کردیا، جس نے زندگی کا ہر لمحہ فروغ دین وسنیت ومسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت میں صرف کیا، جہاں گئے علما کی ٹیم پیدا کی، تنظیموں کی تشکیل فرمائی تاکہ زیادہ سے زیادہ خدمت دین انجام دی جاسکے۔

آپ نے ناموافق زمین کو ہموار کیا اور وہاں اہل سنت کے پرچم کو نصب کیا، متحرک علما کو کام کرنے کا ذہن دیا، ہم نے کئی بزرگ علما کی زبانی سنا، کہ نظامی صاحب چھوٹوں پر بڑی شفقت فرماتے، ان کو حوصلہ بخشتے، کام کرنے کا ذہن دیتے، مگر افسوس آج کے دور میں چھوٹوں کو صرف دست بوسی اور قصیدہ خوانی کے لئے رکھا جاتا ہے، مگر ہزاروں زبانیں بولتی ہیں کہ پاسبان ملت نے انہیں تنظیموں سے جوڑا، آپ نے کئی مساجد ومدارس کے قیام میں کلیدی کردار ادا کیا۔

آہ! وہی قوم اپنے محسن کو بھول گئی، خود نئی نسل کے علما کو آپ کا نام تک نہیں معلوم، اسٹیجی، تنظیمی خدمات تو اپنی جگہ آج اہل الہ آباد کو کیا کہا جائے، پاسبان ملت نے وہاں عظیم علمی قلعہ تیار کیا، جہاں کے فارغین ملک و بیرون خوب خدمات انجام دے رہے ہیں مگر کہیں سے عرس مبارک کے موقع پر نہ تو آپ کے حالات پر کوئی مکمل تحریر سامنے آئی، نہ ہی کسی ادارے سے نکلنے والے رسالے نے آپ کی خدمات پر کوئی مضمون شائع کیا، کہنے کو تو اکثر افراد کہتے ہیں کہ مجھے نظامی صاحب بہت مانتے تھے، یہاں امامت پر لگایا وہاں سجے ہوئے دسترخوان پر کھلایا۔

مگر وہ افراد آج کہاں ہیں جو حیات ظاہری میں فیض مالی لے رہے تھے، بعد وصال فیضان روحانی لینے کے لیے کہیں ان کا تذکرہ بھی نہیں کرتے، یاد رہے آج آپ نے اہل سنت کے اس مرد قلندر کو بھلادیا، جس میں اہم کردار ہمارے قبیلے کا بھی رہا ہے، یقین جانئے کل آپ بھی تاریخ کے صفحات میں گم ہو کر رہ جائیں گے، اپنے بزرگوں کی یاد میں آپ کی بھی یاد باقی ہے۔

اگر تحریر کا کوئی لفظ کسی کو اینٹ کی طرح لگ جائے اور زخم کرجائے تو پیشگی معافی کا خواست گار ہوں، میں شکر گزار ہوں حضرت علامہ ہاشم رضا حشمتی صاحب قبلہ استاد دارالعلوم غریب نواز الہ آباد کا جو مسلسل سوشل میڈیا پر تن تنہا عرس کی جانکاری اور مبارکبادی پیش کرتے رہے، کاش ہر سنی خانقاہ جن کے مراتب ودرجات کا ذکر نظامی صاحب نہایت خلوص وصداقت کے ساتھ کرتے تھے، وہ بھی اپنے یہاں بلندی درجات کی دعا کرتے تو خوب ہوتا، پر افسوس نظامی صاحب نے جن کو شہر در شہر علاقہ در علاقہ ساتھ میں لے جا کر علامہ، پیر طریقت، مفتی ملت کا اعلان فرماتے رہے، وہ علامہ اور مفتی ملت بھی ہوگئے، پیر طریقت بن کر حلقہ مریداں بھی بنالئے مگر اپنے محسن حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی نوراللہ تربتہ کو بھول گئے۔

بقیہ ص ۲۸ / پر

* دارالعلوم حاجی علی خانقاہ قادریہ محمد رفیع نگر گونڈی کے بانی ہیں۔

اسلاف واخلاف

از: مولانا محمد ہاشم اعظمی مصباحی*

حضور غوث اعظم کے والد گرامی "جنگی دوست" کیوں؟

روحانی زندگی کے فضائل وکمالات اولیائے کرام کے نفوس میں اپنی شان کے ساتھ موجود ہوتے ہیں، اس لئے اولیائے کرام کے حالات و واقعات کا مطالعہ شخصیت سازی میں تیر بہ ہدف نسخہ کیمیا ہوتا ہے، اولیائے کرام صاحب فضل وکمال ہونے کے ساتھ کشورِ علم وعمل بھی ہوتے ہیں، خوف خدا، اللہ کی رضا، اندیشۂ آخرت، تقویٰ وطہارت ان کی حیات فانی کا وظیفہ اور حیات سرمدی کا نسخہ ہوتا ہے، اِنھیں اوصاف حمیدہ کی بدولت مخلوق خدا ان کی طرف کھنچی چلی آتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے اِن نیک بندوں میں بلا کی جاذبیت، غضب کی دل کشی اور مقناطیسی کیفیت پیدا کر دیتا ہے۔

یہی وہ پاک نفوس ہیں جنھیں اللہ کی راہ میں فنا ہو کر بھی بقا ملتی ہے، اِنھیں ذوات قدسیہ کے سرخیلِ اعظم کا نام سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے، آپ علوم وفنون کے ہر شعبے میں کامل واکمل تھے، اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات ولایت میں آپ کو وہ درجۂ کمال عطا فرمایا تھا جو اور کسی ولی کو نہیں عطا ہوا، آپ رضی اللہ عنہ کا خاندان صالحین کا خاندان تھا، آپ کے دادا جان، نانا جان، والد ماجد، والدۂ محترمہ، پھوپھی جان، بھائی اور تمام صاحبزادگان سب کے سب متقی و پرہیزگار تھے، اسی وجہ سے لوگ آپ کے خَاندان کو اشراف کا گھرانہ کہتے تھے، غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد محترم کا اِسمِ گرامی سید مُوسیٰ، کنیت اَبُوصالح اور لقب ''جَنگی دوست'' تھا، آپ جیلان شریف کے اکابر مَشائخ ِکرام میں سے تھے۔

''جنگی دوست'' کی وجہِ تسمیہ

آپ کا لقب ''جَنگی دوست'' اس لیے ہوا کہ آپ خَالصۃً اللہ کی رضا کے لیے نَفس کُشی اور رِیاضت ومجاہدہ میں یکتائے روزگار تھے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے پیکر تھے، اس معاملہ میں اپنی جَان تک کی بھی پَروانہ کرتے تھے، چُنانچہ ایک دن آپ جامع مسجد کو جا رہے تھے کہ خلیفۂ وقت کے چند مُلازِم شَراب کے مٹکے نہایت ہی اِحتیاط سے سَروں پر اُٹھائے جا رہے تھے، آپ نے جب اُن کی طرف دیکھا تو جلال آ گیا اور اُن مٹکوں کو توڑ دیا، آپ کے رُعب و دبدبہ اور عظمت و بُزرگی کے سامنے کسی ملازم کو دَم مَارنے کی جُرأت نہ ہوسکی، ملازمین نے خلیفۂ وقت سے شکایت کی اور آپ کے خِلاف خلیفہ کو خوب اکسایا خلیفہ نے حکم دیا: سیّد مُوسیٰ کو فوراً میرے دَربار میں پیش کرو، چنانچہ آپ کو دَربار میں پیش کیا گیا، خلیفہ غیظ وغضب کے عالم میں للکار کر کہتا ہے: آپ کو میرے مُلازمین سے الجھنے کی جُرأت کیسے ہوئی؟

آپ نے فرمایا: میں محتسب ہوں، اس لئے میں نے اپنا فرضِ منصبی ادا کیا، خلیفہ نے کہا: آپ کس کے حکم سے محتسب مقرر کئے گئے ہیں؟ آپ نے رعب دار لہجہ میں جواب دیا: جس کے حکم سے تم حکومَت کر رہے ہو، آپ کے اس جرأت مندانہ اِرشاد سے خلیفہ پر ایسی ہیبت و رِقّت طاری ہوئی کہ گھٹنوں پر سَر رکھ کر بیٹھ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد عَرض کیا: حضور والا! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے علاوہ مٹکوں کو توڑنے میں کیا حکمت تھی، آپ نے اِرشَاد فرمایا: تمہارے حال پر شفقت کرنا نیز تجھ کو دنیا اور آخرت کی رسوائی اور ذِلت سے بچانا، خلیفہ پر آپ کی اس حِکمت بھری گفتگو کا بہت گہرا اثر ہوا، متأثر ہو کر آپ کی خدمت اَقدس میں عرض گزار ہوا: عالیجاہ! آپ میری طرف سے بھی محتسب کے عہدہ پر مَامُور ہیں، آپ نے اپنے متوکلانہ انداز میں فرمایا، جب میں حَق تعالیٰ کی طرف سے مَامُور ہوں تو پھر مجھے خَلق کی طرف سے مَامُور ہونے کی کیا حاجت ہے، اُسی دِن سے آپ ''جَنگی دوست'' کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ (سیرت غوث الثقلین، ص ۵۲) ◆◆◆

* مضمون نگار نوادہ مبارکپور اعظم گڑھ یوپی کے مقیم ہیں۔

از: مدثر جمال رفاعی*

امام احمد کبیر رِفاعی اور ان کے تعظیمی القاب

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کی مختلف صفات مختلف الفاظ میں بیان فرمائی ہیں اور اپنے نافرمان بندوں کے بارے میں بھی ان کی نافرمانی کے شدید یا خفیف ہونے کے لحاظ سے مختلف الفاظ و القاب استعمال فرمائے ہیں، اسی طرح نبی کریم ﷺ نے اپنے متعدد کبار صحابہ کو ان کی خصوصیات اور امتیازات کے پیش نظر مختلف القاب اور مختلف فضائل و مناقب والے الفاظ سے شرف یاب فرمایا ہے، مذکورہ بالا یہ دونوں حقائق ''القاب'' کی اصل اور بنیاد ہیں، اگر غور کیا جائے تو القاب کے صدور کے لحاظ سے اس کی دو قسمیں بنتی ہیں:

ایک وہ القاب جو قرآن و سنت میں کسی کے لیے وارد ہوئے ہوں، مثلاً قرآن کریم میں نبی کریم ﷺ کے متعلق خاتم النبییّن وغیرہ یا احادیث میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے عتیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لیے ''محدَث'' یا سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے لیے ''مولا'' وغیرہ وغیرہ۔

دوسرے وہ القاب جو اہل علم و معرفت نے اپنے اپنے علم و فن کے ماہرین اور متعلقین کے لیے صادر کیے ہوں، مثلاً فقہائے کرام کے ہاں مجتہد مطلق، مجتہد منتسب، مجتہدِ مذہب، مجتہدِ مرجح اور مقلد وغیرہ وغیرہ، یا مثلاً محدثین عظام کے ہاں امیر المومنین فی الحدیث، ثقۃ، ثبت، حجۃ، حافظ، مسند، محدث، وغیرہ وغیرہ۔

حضرات صوفیائے کرام اور اولیائے عظام کے ہاں جو مختلف شخصیات کے لیے جو القاب استعمال کیے جاتے ہیں وہ بھی بنیادی طور پر اسی دوسری نوعیت کے ہوتے ہیں، جو زہد و معرفت اور سلوکِ طریقت کے ماہرین مختلف شخصیات کے مراتب کے پیشِ نظر استعمال کرتے ہیں، علاوہ ازیں ''القاب'' کے صدور کی ایک صورت اور بھی ہے وہ یہ کہ کسی معتبر بندے کو نبی کریم ﷺ کی خواب میں زیارت ہو، یا نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی اور نبی یا کسی صحابی و ولی کی زیارت ہو اور اس میں اسے کسی ''ولی'' کے متعلق کوئی ''لقب'' بتایا جائے، یہ صورت بھی ایک معتبر صورت ہے بشرطیکہ اس میں خواب کے متعلق شریعت اسلامیہ کی عمومی ہدایات کو ملحوظ رکھا جائے، نیز یہ بھی ملحوظ رکھا جائے کہ قرآن کریم میں حکم ہے:

''وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ۔ (سورۃ الحجرات 11) اور ایک دوسرے کو بُرے لقب سے یاد نہ کرو۔''

اس سے مفہوم مخالف کے طور پر اس بات کا جواز اخذ ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کو اچھے لقب سے یاد کیا جا سکتا ہے، اس مختصر تمہید کے بعد اب ہم سلسلہ مبارکہ رفاعیہ جو اہل حق کے سلاسل طیبہ میں ایک ممتاز سلسلہ طریقت ہے جس کے موسس امام احمد کبیر رفاعی موسوی حسینی حسنی (قدس اللہ سرہ اللطیف ونفعنا بعلمہ الشریف وفیضہ المنیف) کے ''القاب'' کے متعلق کچھ عرض کرتے ہیں، تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ ان کے متعلق جو القاب استعمال کیے جاتے ہیں، وہ محض ان کے حلقہ رفاعیہ کے احباب کی ذاتی وضع ہے یا دیگر کبار اہل علم اور کبار اہل طریقت نے ان کے متعلق اس نوع کے بلند پایہ القاب استعمال کیے ہیں اور ان کی بلند شان و عظمت کو اس نوع کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔

اس مختصر مضمون میں بندہ ناچیز کی کوشش ہے کہ امام رفاعی قدس سرہ کے متعلق مختلف اہل علم نے جو ''القاب'' استعمال فرمائے ہیں، وہ انہی کی تصریحات کے ساتھ اپنے قارئین کے سامنے رکھ دیئے جائیں تاکہ ان کے سامنے صورت حال پوری طرح واضح ہو جائے، **واللہ الموفق و ھو المعین۔**

سید المرسلین کی بشارت اور امام رِفاعی کا مقام عظمت

سیدی امام رفاعی قدس سرہ کے شیخ و مرشد (جو رشتے میں

اسلاف و اخلاف

ان کے ماموں بھی تھے) امام منصور بطائحی انصاری قدس سرہ فرماتے ہیں کہ:

''ایک شب خواب میں مجھے نبی کریم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، اور آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے منصور! میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہاری بہن کو چالیس دن بعد ایک لڑکا عطاء فرمائیں گے، اس کا نام ''احمد رفاعی'' ہوگا، جس طرح ''میں'' تمام انبیا کا سردار ہوں، اُسی طرح ''وہ'' (سید احمد کبیر رفاعی) تمام اولیا کا سردار ہوگا۔'' (ارشاد المسلمین الی طریقۃ شیخ المتقین ، الشیخ ابی الفرج عزالدین عمر الفاروثی الرفاعی المحدث)

سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور امام رفاعی کا مقام عظمت

سلطان المتکلمین، امام ربانی، مجدد حقانی سیدی محمد مہدی الرفاعی الثانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ روحانی مکاشفے میں حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

''ارتبط السید احمد فھو اعظم الاولیاء المحمدیین بعد الائمۃ الآل الاثنی عشر نیابۃ عنی من مقام الحال و عن جدہ محمد رسول اللہ ﷺ من منزلۃ الحال و المقام و وھو شیخك و شیخ کل مسلم یومن باللہ و برسولہ و اوسع اقطاب الامۃ المحمدیۃ دائرۃً۔ (بوارق الحقائق، طبع قاہرہ، ص120) تم سید احمد رفاعی کے ساتھ جڑ جاؤ، کیوں کہ وہ میری طرف سے ''مقامِ حال'' میں اور اپنے نانا حضرت محمد ﷺ کی طرف سے ''حال اور مقام'' دونوں اعتبار سے نائب ہیں اور اہل بیت کے بارہ اماموں کے بعد امت محمدی کے سب سے بڑے ولی ہیں، وہ تمہارے بھی شیخ ہیں اور ہر اس مسلمان کے شیخ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہو اور امت محمدیہ کے اقطاب میں انہی کا دائرہ سب سے وسیع ہے۔''

سیدنا خضر علیہ السلام اور امام رفاعی کا مقام عظمت

سلطان المتکلمین، امام ربانی، مجدد حقانی سیدی محمد مہدی الرفاعی الثانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ملک شام کے علاقہ ''مسکین'' میں جہاں سلسلہ رفاعیہ کے بزرگوں کے مزارات ہیں، وہاں سیدنا خضر علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی، اس ملاقات میں انہوں نے امام رفاعی قدس سرہ کے متعلق جو القاب استعمال فرمائے وہ درج ذیل ہیں:

''شیخ المتقین (متقی لوگوں کے شیخ) سید الصدیقین (صدیقین کے سردار) امام المتمکنین (صاحبِ تمکین لوگوں کے امام) سلطان العارفین (عارفین کے بادشاہ) نائب جدہ النبی الامین ﷺ (اپنے نانا نبی امین ﷺ کے نائب) [بوارق الحقائق، طبع قاہرۃ، ص47]

غوث اعظم اور امام رفاعی کا مقام عظمت

کتاب سواد العینین میں مذکور ہے کہ ایک مرید نے شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ سے امام رفاعی قدس سرہ کے متعلق سوال کیا تو شیخ نے جواب میں فرمایا:

''اے فقیر! امام رفاعی وہ شخص ہیں کہ ان کے مقام و مرتبے اور حد کو کوئی نہیں پہچان سکتا اور نہ کوئی وہاں تک پہنچ پایا ہے، یہ وہ باکمال شخص ہیں کہ شریعت اور قرآن کریم ہی ان کے اخلاق ہیں، ان کا دل رب الارباب اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہے، انہوں نے سب کچھ چھوڑ دیا اور سب کچھ پالیا۔''

(سماع وشراب عند اشراف الاقطاب، سواد العینین، طبع دار التقوی دمشق الشام)

سید ابو القاسم بن السید ابراہیم البرزنجی الحسینی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''اجابۃ الداعی فی مناقب القطب الکامل العارف الشریف السید احمد الرفاعی'' میں حضرت سیدی امام رفاعی قدس سرہ کے متعلق درج ذیل القاب تحریر کیے ہیں:

''العارف الاکبر، الکبریت الاحمر، خریدۃ المعارف، مرجع کل عارف، قطب دائرۃ الجمال، فلك سمۃ الکمال، مربی السالکین، امام العارفین، مظھر الانوار الالھیۃ، سر المحبۃ الذاتیۃ، کاشف نقاب وحدۃ الوجود، حامل رایۃ اصحاب الشھود، الشیخ الواصل المحقق، سندنا الکامل المکمل المدقق، فخر العارفین، قرۃ عین الواجدین، انسان عین المحققین، نتیجۃ مقدمۃ العاشقین۔''

(اجابۃ الداعی،ص2،دار التقوی دمشق الشام)

امام ذہبی کے یہاں امام رفاعی کے تعظیمی القاب

بعض وجوہ سے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے اس سلسلے میں سب سے پہلے وہ القاب درج کیے جائیں جو جلیل الشان و کبیر المقام محدث علامہ شمس الدین محمد الذہبی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ نے امام رفاعی قدس سرہ کے تذکرے میں رقم فرمائے ہیں اور وہ درج ذیل ہیں:

''(1)الزاہد الکبیر (2) سلطان العارفین۔(بحوالہ: تاریخ الاسلام للذھبی)

(فائدہ: اسی تاریخ الاسلام میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے امام رفاعی قدس سرہ کے متعلق جو دعائیہ جملہ درج کیا ہے وہ بھی ان کے علوم مقام کی دلیل ہے اور وہ یہ ہے، رضی اللہ عنہ)

(1)الامام (2) القدوۃ (3) العابد (4) الزاہد (5) شیخ العارفین۔(بحوالہ: سیر اعلام النبلاء للذھبی، الجزء الحادی و العشرون)

(1) زاہد العراق۔(تذکرۃ الحفاظ، ج4۔ص1341)

علامہ شہاب الدین احمد کے یہاں امام رفاعی کے تعظیمی القاب

موصوف اپنی کتاب مسالک الابصار فی ممالک الامصار میں لکھتے ہیں:

''کان رضی اللہ عنہ رجلا صالحا فقیھا شافعی المذھب۔(الجزء الثامن) امام رفاعی رضی اللہ عنہ نیک سیرت آدمی تھے، فقیہ تھے اور شافعی المسلک تھے۔''

اس مختصر سی عبارت میں تین باتیں قابل غور ہیں: ایک امام رفاعی کے لیے ''رضی اللہ عنہ'' والا دعائیہ جملہ لانا، دوسرے امام رفاعی کے متعلق ''رجل صالح'' کا وصف، تیسرے امام رفاعی کے متعلق ''فقیہ'' کا وصف۔

یہاں یہ بھی یاد رکھنا مفید ہوگا کہ علامہ ابن فضل اللہ العمری شیخ ابن تیمیہ کے شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں۔

امام یافعی یمنی مکی کے یہاں امام رفاعی کے تعظیمی القاب

موصوف اپنی کتاب ''مرآۃ الزمان'' میں درج ذیل القاب ذکر کرتے ہیں:

''تاج العارفین، امام المعرفین، ذو الانوار الزاھرۃ، و الکرامات الباھرۃ، و المقامات العلیۃ، و الاحوال السنیۃ، و البرکات العامۃ، و الفضائل الشھیرۃ بین الخاصۃ و العامۃ۔ یعنی: امام رفاعی قدس سرہ روشن انوار والے، چمکدار کرامتوں والے، بلند مقامات اور روشن احوال والے، عوام اور خواص کے درمیان فضائل کی شہرت رکھنے والے اور پھیلی ہوئی برکتوں والے ہیں۔''

اس عبارت میں ہر ''وصف'' درحقیقت ایک لقب ہے جو اہل فہم پر مخفی نہیں، اسی طرح یہی امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ایک دوسری کتاب خلاصۃ المفاخر فی مناقب الشیخ عبد القادر میں امام رفاعی قدس سرہ کے متعلق لکھتے ہیں:

''کان من اعیان مشایخ العراق، و اجلاء العارفین، و اکابر المحققین، و صدور المقربین، عمر اللہ القلوب بمحبتہ و ملأ الصدور من مھابتہ و عمر الاوطان بذکرہ و عطر الآفاق بنشرہ۔ امام رفاعی عراق کے نمایاں ترین مشایخ، جلیل القدر عارفین، اکابر محققین اور مقربین کے صدر مجلس والے لوگوں میں سے ہیں، اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت اور ان کے سینوں میں ان کی ہیبت بھر دی ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے تذکرے سے سب خطے آباد کر دیئے ہیں اور آفاق میں ان کی خوشبو پھیلا دی ہے۔''

اس عبارت میں بھی ہر ہر جملہ امام رفاعی قدس سرہ کے لیے ایک ایک لقب اور ایک ایک وصف کا بیان ہے اور عیاں را چہ بیاں؟

علامہ جمال الدین اسنوی کے یہاں امام رفاعی کے تعظیمی القاب

موصوف اپنی کتاب طبقات الشافعیۃ میں امام رفاعی کے تذکرے میں درج ذیل القاب ذکر کرتے ہیں:

''صاحب الاحوال و الکرامات، استاذ الطائفۃ المشھورۃ۔ یعنی عمدہ احوال اور کرامات والے، مشہور

اسلاف وا خلاف

جماعت کے استاذ۔''

امام ابن کثیر دمشقی کے یہاں امام رفاعی کے تعظیمی القاب

امام موصوف نے طبقات میں درج ذیل لقب ذکر کیا ہے: الزاھد الکبیر المشھور۔

اور البدایۃ والنہایۃ میں درج ذیل لقب: شیخ الطائفة الاحمدیة والرفاعیة والبطائحیة۔

امام ابن الملقن کے یہاں امام رفاعی کے تعظیمی القاب

امام موصوف اپنی کتاب طبقات الاولیاء میں لکھتے ہیں:

''استاذ الطائفة المشھورة، کان من حقه التقدیم فانه اوحد وقته حالا و صلاحا۔ امام رفاعی مشہور جماعت کے استاذ ہیں، اور مقدم ہونا ان کا حق ہے کیوں کہ وہ اپنے حال اور اپنی نیکی کے اعتبار سے اپنے زمانے میں سب سے یکتا تھے۔''

اسی طرح یہی امام موصوف امام رفاعی قدس سرہ کا ایک مقولہ ان کی فضیلت ومنقبت کے اظہار کے لیے ذکر کرتے ہیں کہ امام رفاعی قدس سرہ نے اپنی موت سے پہلے یہ ارشاد فرمایا کہ:

''انا شیخ من لا شیخ له، انا شیخ المنقطعین۔ میں (امت مسلمہ کے) اُن لوگوں کا شیخ ہوں جن کا کوئی شیخ نہ ہو اور میں بچھڑے ہوئے لوگوں کا شیخ ہوں۔''

علامہ جمال الدین کے یہاں امام رفاعی کے تعظیمی القاب

علامہ موصوف اپنی کتاب ''النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر والقاہرۃ'' لکھتے ہیں:

''امام وقته فی الزھد والصلاح والعلم والعبادة، کان من الافراد الذین اجمع الناس علی علمه و فضله و صلاحه۔ امام رفاعی زہد وصلاح اور علم وعبادت میں اپنے وقت میں امام تھے اور ان یگانہ روزگار افراد میں سے تھے جن کے علم وفضل اور نیکی پر سب لوگوں کا اتفاق ہے۔''

علامہ ابوالفضل عبدالقادر الشاذلی اور امام رفاعی کے تعظیمی القاب

علامہ موصوف اپنی کتاب ''الکواکب الزاھرۃ فی اجتماع الاولیاء یقظة بسید الدنیا والآخرۃ ﷺ'' میں درج ذیل دو لقب لکھتے ہیں:

(1) القطب۔ (2) العارف

علامہ محمد بن یحیی التاذفی کے یہاں امام رفاعی کے تعظیمی القاب

علامہ موصوف اپنی کتاب ''قلائد الجواھر فی مناقب الشیخ محی الدین عبدالقادر الجیلانی'' میں امام رفاعی کے لیے درج ذیل لقب خاص طور پر ذکر کرتے ہیں:

''السید الکبیر، محی الدین، سید العارفین۔ یعنی بڑے سردار، دین کو زندہ کرنے والے، عارفین کے سردار۔''

نیز یہ بھی لکھتے ہیں:

''وھو احد الاربعة الذین یبرؤن الاکمه والابرص ویحیون الموتی باذن الله سبحانه و تعالی۔ امام رفاعی ان چار بزرگوں میں سے ایک ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اجازت اور حکم سے مُردوں کو زندہ کرتے تھے اور کوڑھی اور برص کی بیماری والوں کو شفا دیتے تھے۔''

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت اور امام رفاعی کے تعظیمی القاب

حضرت مخدوم جہانیاں جہان گشت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شہر نخشوان میں چلہ سے فارغ ہونے کے بعد مجھے اُم عبیدہ جانے کا حکم ہوا کہ وہاں سلطان العارفین حضرت سلطان سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ آرام فرما ہیں اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (بشارت رویا میں) کہ اوّلین صحابہ کرام میں افضل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، اولین اَولیائے کرام میں افضل علی مرتضی رضی اللہ عنہ ہیں اور آخرین اَولیائے کرام میں افضل حضرت سلطان سیدی احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

(سفرنامہ مخدوم جہانیاں، ص22)

امام شعرانی اور امام رفاعی کے تعظیمی القاب

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''الطبقات الکبریٰ'' میں لکھتے ہیں:

''امام رفاعی قدس سرہ کے ایک شاگرد نے ان سے پوچھا: اے میرے سردار! کیا آپ قطب ہیں؟ تو امام رفاعی نے فرمایا: اپنے شیخ کو قطبیت سے بلند تر سمجھو پھر اس شاگرد نے

پوچھا: کیا آپ غوث ہیں؟ تو امام رفاعی نے فرمایا: اپنے شیخ کو غوثیت سے بلند تر سمجھو۔''

یہ بات ذکر کر کے امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
''میں کہتا ہوں کہ اس بات میں یہ دلیل موجود ہے کہ امام رفاعی (معلوم) مقامات اور اطوار سے بلند تر ہو چکے تھے، کیوں کہ قطبیت اور غوثیت تو معروف اور معلوم مقامات ہیں اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اللہ کی توفیق کے ساتھ ہوتا ہے تو اس کا کوئی مقام جانا نہیں جا سکتا اگرچہ اسے ہر مقام حاصل ہوتا ہے، واللہ اعلم۔''

قطبیت اور غوثیت سے ہے سوا
رتبہ اعلیٰ و اکرم آپ کا

شان عالی آپ کی ہے بے نظیر
یا رفاعی سید احمد کبیر

خلاصہ اس بات کا یہ ہوا کہ: امام رفاعی قدس سرہ کا مقام ''قطبیت'' اور ''غوثیت'' کے مقام سے بھی بلند تھا اور اتنا بلند تھا کہ دوسرے لوگ اس کو معلوم نہیں کر سکتے! چند کتابوں کو سرسری نظر سے دیکھنے سے یہ چند معلومات آپ کے سامنے رکھی ہیں اور سلسلہ مبارکہ رفاعیہ کے اپنے اکابر و شیوخ کی کتب اور حوالہ جات ابھی اس میں شامل نہیں ہیں، اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ امام رفاعی قدس سرہ کی ذاتِ گرامی کو کس قدر مناقب و امتیازات سے نوازا گیا ہے اور وہ کس قدر بلند پایہ ''القاب'' سے شرف یاب ہیں، طبع سلیم اور فہم مستقیم رکھنے والوں کے لیے یہ معلومات بھی کافی ہیں اور ان کے بلند مقام سے آگاہی کے لیے روشن نشانات ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعاء ہے کہ ہمیں اپنے نبی اکرم، شافع محشر، حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، تمام انبیا اور تمام مرسلین اور تمام اولیائے کرام کے طفیل اپنی محبت و معرفت کا نور نصیب فرمائیں اور اپنے ان بندوں کی برکات سے دنیا اور آخرت میں مستفید فرمائیں اور انہی کی وسیلے سے اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت و محبت نصیب فرمائیں۔

یہ چند باتیں اپنے مکرم سید حسام الدین رفاعی ابن سید جمال الدین رفاعی (خانقاہ رفاعیہ، بڑودہ، گجرات، ہندوستان) کے توجہ دلانے سے زیر قلم آئی ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور سید صاحب موصوف کی مساعی جمیلہ میں برکت عطا فرمائیں اور انہیں تمام مسلمانوں کی خیر خواہی کے وافر جذبات سے سرشار فرمائے رکھیں اور انہیں امت مسلمہ کے زخموں پر مرہم رکھنے والا بنائیں! آمین یارب العالمین۔

آخر میں اپنے شیخ و مرشد سیدی وسندی، حضرت امام رفاعی قدس سرہ کے متعلق اپنے دو شعر درج کرتا ہوں: ؎

تاباں ہے سورج تری مدحتوں کا
چرچا ہے ہر سو ترے رنگ و بو کا

ہے حاصل تجھے رُتبہ اِمامِ ہُدیٰ کا
ہے فرزند جو تو رسولِ خُدا کا

◆◆◆

ص ۸۳ کا بقیہ..

ہے، عام آدمی کے ذہن و دماغ سے مذہبیت کا سحر ٹوٹ گیا ہے انھیں زیادہ دنوں تک یرغمال بنا کر نہیں رکھا جا سکتا، مہنگائی کی مار نے ساری چوکڑی بھلا دی ہے، ملک کے باہر یورپ، امریکہ اور خلیجی ممالک میں کثیر تعداد میں ہندوستانی شہری رہتے ہیں، ان کی بڑی تعداد بڑی بڑی کمپنیوں میں اونچے اونچے عہدوں پر فائز ہے، وہ جمہوریت مخالف حرکتوں پر تنقید کرنے میں کبھی پیچھے نہیں ہٹے، چاٹو کار گودی میڈیا کی کارستانیوں سے ان کے ساتھ ساتھ ہندوستانی عوام بھی آگاہ ہے۔

بی جے پی نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ بس اتنا ہی کر سکتی ہے، ملک کی جمہوریت کی کچھ جڑیں تھوڑی دیر کے لئے کتری تو جا سکتی ہیں؛ لیکن جمہوریت کو مکمل ختم کر کے اسے کسی مذہب سے منسوب کر دینے کا خواب، ایک سراب جیسا ہے۔ ؎

ہزار برق گرے، لاکھ آندھیاں اُٹھیں
وہ پھول کھل کے رہیں گے جو کھلنے والے ہیں

◆◆◆

اسلاف واخلاف

از: مولانا محمد اسلم رضا اشفاقی*

حضور غریب نواز اور امام احمد رضا

اسلاف و اخلاف

سلطان الہند، عطائے رسول حضور سیدنا خواجہ غریب نواز چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ والرضوان (۵۳۴ھ ۶۳۳ھ) کی شہرہ آفاق شخصیت سے کون واقف نہیں، ہر جانب آپ ہی کے چرچے ہیں، بارگاہِ الٰہی میں آپ کی محبوبیت ومقبولیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ جب آپ کے پیر ومرشد، شیخ طریقت، سلطان العارفین حضرت خواجہ عثمان ہارونی علیہ الرحمہ نے کعبۃ اللہ میں میزاب رحمت کے نیچے اپنے اس چہیتے مرید وخلیفہ کے لئے دعا کی تھی اور ان کا ہاتھ پکڑ کر خداوند قدوس کے سپرد کیا تھا، تو غیب سے آواز آئی: ہم نے معین الدین کو قبول کیا'' یہ وہ شرف عظیم ہے جو ہمارے خواجہ، ہند کے راجہ علیہ الرحمہ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔

اسی طرح حج کے دوران کعبہ شریف میں حضرت خواجہ غریب نواز یادِ الٰہی میں مشغول تھے تو آپ نے ایک غیبی آواز سنی: اے معین الدین ہم تجھ سے خوش ہیں ہم نے تجھے بخش دیا، جو کچھ چاہے مانگ عطا کروں۔ (اہل سنت کی آواز، ص ۱۵۸، مارہرہ شریف)

جب دربار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضری ہوئی تو آپ کو یہ بشارت سنائی گئی: اے معین الدین تو میرے دین کا معین ہے، میں نے تجھے ہندوستان کی ولایت عطا کی، وہاں کفر وظلمت پھیلی ہوئی ہے تو اجمیر جا، تیرے وجود سے ظلمتِ کفر دور ہوگی اور اسلام کی رونق بڑھ جائے گی۔'' (سیر الاقطاب، ص ۱۲۴)

عطاو بخشش کی ایسی بارش ہوئی کہ حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ پورے ہندوستان پر چھا گئے، کون سی جگہ ہے جہاں آپ کا روحانی فیض نہیں پہونچا، کس خطے پر کرم کی بارش نہیں برسی، ہندوستان میں جس طرف دیکھئے خواجہ کے دیوانے نظر آتے ہیں، فقر وفاقہ میں زندگی بسر کرنے والا یہ درویش کامل آج لاکھوں کو اپنی نوازشات سے مالا مال کر رہا ہے، روزانہ اپنے در سے ہزاروں کو عطا کر رہا ہے، منگتوں کی جھولیاں بھر رہا ہے، وہ نابینا ہیں جنہیں عطائے رسول کی یہ بخششیں نظر نہیں آتی ہیں، وہ بے عقل ہیں جو جماعت اولیا کی کامیابی پہ شش وپنج میں مبتلا ہیں، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: یہ اللہ کی جماعت ہے، سن لو! اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہے۔ (سورۃ المجادلۃ: ۲۲)

دیکھا آپ نے؛ اللہ تعالیٰ اولیا کی جماعت کو کامیاب بتا رہا ہے، اب اگر کوئی عدوِ اولیا ان کی عظمت ورفعت کا انکار کرے؛ تو یہ قرآن کریم کی آیت کریمہ کا انکار ہوا یا نہیں؟ ضرور ہوا۔

حقیقت یہ ہے کہ جو بندہ اللہ کا ہوجاتا ہے تو ساری کائنات اس کی تابع فرمان ہوجاتی ہے پھر اس کی ہر طرح سے نصرت وحمایت کی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر تم دین خدا کی مدد کروگے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ (سورۂ محمد: ۷، کنزالایمان)

اولیائے کرام اور صوفیائے عظام نے اللہ کے دین کی تبلیغ واشاعت کی، خوف وخشیت، عبادت وریاضت میں اپنی حیات بسر کی تو خداوند قدوس نے انہیں وہ عزت ومقبولیت عطا فرمائی جسے آج ہر آنکھ دیکھ رہی ہے۔

آج ہر دُکھ، دَرد کا مارا اولیائے کرام کے مزارات پر حاضری دے کر سلام نیاز پیش کرتا ہے اور اپنے من کی مراد پاتا ہے، مگر وہابی، دیوبندی، غیر مقلدین وغیرہ اس کے منکر ہیں اور اہل سنت وجماعت کے دلوں سے اولیائے کرام کی عقیدت کو نکالنے کے درپے ہیں، شاید انہیں معلوم نہیں کہ اہل سنت وجماعت اولیائے کرام سے جو عقیدت ومحبت رکھتے ہیں وہ رسمی نہیں ہے بلکہ یہ محبت دنیا وعقبیٰ میں کامیابی کی ضمانت ہے، تمہارے یہاں یہ سب باتیں شرک ہیں مگر ہمارے یہاں یہ سب

* مضمون نگار سنی ایجوکیشنل ٹرسٹ باسنی ناگور شریف کے رکن ہیں۔

چیزیں معمولات اہل سنت میں داخل ہیں، اولیائے کرام ہی دین متین کے سچے محافظ و پاسبان ہیں، یہی وہ جماعت حق ہے جس کی اتباع و پیروی کا حکم اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: و کونوا مع الصادقین۔ اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

کون ہے جو اولیائے عظام کی صداقت کا انکار کر سکتا ہے، لہٰذا ان نفوس قدسیہ کی طرف ہمارا قلبی لگاؤ ہونا اس پرفتن دور میں نہایت ضروری ہے، حضور خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کے دم قدم سے ہندوستان میں اسلام کا نور پھیلا، اسلام کی روشنی نے کفر و ضلالت، نفاق و جہالت سے لوگوں کے قلوب کو مجلّٰی و مصفّٰی کر دیا، آج دین اسلام کی جو باغ و بہار نظر آ رہی ہے وہ حضور خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کے قدوم میمنت لزوم کا صدقہ ہے، آپ کی تبلیغی و دعوتی کاوشات سے نوے لاکھ لوگوں نے آپ کے مقدس ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

حضور خواجہ عثمان ہارونی اور آتش پرست: ہم اہل سنت و جماعت اللہ تعالیٰ کی عطا سے انبیا و اولیا کے لئے تصرف و اختیار کا ہونا، مانتے ہیں، مگر وہابی، دیوبندی، اور غیر مقلدین اسے شرک و بدعت کہتے ہیں۔

آئیے ذیل میں حضور سلطان الہند خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کے پیر و مرشد حضور خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک واقعۂ تصرف پیش کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ آپ ہارون سے بغداد کے لئے روانہ ہوئے راستہ میں ایک ایسی منزل پر قیام فرمایا جہاں آتش پرست رہتے تھے، انہوں نے عبادت کے لئے ایک زبردست آتش کدہ بنا رکھا تھا، جس میں روزانہ بیس گاڑیاں لکڑیاں جلائی جاتی تھیں اور آگ ہمیشہ روشن رہتی، آتش پرست اس کے ارد گرد جھیڑ لگائے رہتے اور آگ کی پوجا کرتے تھے۔

اس منزل پر ایک سایہ دار درخت کے نیچے حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیام فرمایا، جب نماز کا وقت آیا تو مصلیٰ بچھا کر نماز میں مصروف ہو گئے اور اپنے خادم کو حکم دیا کہ افطار کے لئے آگ کا انتظام کر کے روٹی تیار کرے، خادم جب آگ لینے کے لئے آتش کدہ پہونچا اور آگ مانگی تو آتش پرستوں نے یہ جواب دیتے ہوئے آگ دینے سے انکار کر دیا کہ آگ کو ہم معبود سمجھتے ہیں، اس لئے اس میں سے تمہیں آگ نہیں دے سکتے۔

خادم ناکام ہو کر واپس آیا اور حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا، جسے سن کر آپ بنفس نفیس آتش کدہ پہنچے، وہاں آپ نے دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص جس کا نام مخشیا تھا اس کی گود میں ایک سات سالہ بچہ تھا، بہت سے آتش پرست اس بوڑھے کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے اور سب آگ کی پرستش میں مصروف تھے، آپ نے اس بوڑھے شخص کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: تم اس آگ کی پرستش کیوں کرتے ہو؟ یہ تو اللہ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے جو پانی سے بجھ جاتی ہے، تم لوگ اس کی عبادت کرو جو آگ کا خالق ہے، اگر تم معبود حقیقی خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرو گے تو تمہیں جہنم کی آگ سے نجات مل جائے گی، بوڑھے مخشیا نے یہ سن کر کہا: ہمارے دین میں آگ کا مقام بہت بلند ہے اور ہم اس کی پرستش اس یقین کے ساتھ کرتے ہیں، کہ قیامت کے دن یہ آگ ہمیں نہیں جلائے گی۔

آپ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ مدت دراز سے آگ کی عبادت و خدمت کر رہے ہو، ذرا اس میں ہاتھ ڈال کر دیکھو کہ تمہیں جلاتی ہے کہ نہیں؟ اس بوڑھے نے کہا: آگ کی خاصیت ہی یہ ہے کہ اس میں جو چیز ڈالی جاتی ہے اسے جلا دیتی ہے، بھلا کس کا ہاتھ اس میں محفوظ رہ سکتا ہے؟ اس سوال و جواب کے بعد آپ نے اس بوڑھے کی گود سے بچہ کو لیتے ہوئے فرمایا: کہ یہ آگ خالق حقیقی کے حکم کے بغیر ایک بال بھی نہیں جلا سکتی اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ پڑھ کر "یانار کونی برداوسلاما علیٰ ابراھیم" پڑھتے ہوئے اس بچے کے ساتھ آتش کدہ میں داخل ہو گئے۔

یہ حیرت ناک منظر دیکھ کر آتش پرست آہ و فغاں کرنے لگے، آگ میں داخل ہوتے ہی آپ مع اس بچہ کے تھوڑی دیر کے لئے لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئے، اور اس وقفہ میں آتش پرستوں کے درمیان ایسی ہلچل اور لوگوں کی ایسی کھلبلی مچی

اسلاف و اخلاف

کہ ہزاروں تماشائی آتش کدہ کے پاس جمع ہو گئے اور پھر ان سبھوں نے چند ہی ساعت کے بعد اپنے ماتھے کی آنکھوں سے یہ حیرت ناک منظر دیکھا، کہ آپ اس بچہ کے ساتھ آتش کدہ سے اس طرح سے باہر نکل رہے ہیں کہ دونوں کے جسم ولباس پر آگ تو کیا دھنواں کا بھی کوئی اثر نہ تھا اور بچہ نہایت خوش وخرم نظر آرہا تھا، بوڑھے مختشیا نے بچہ سے دریافت کیا: کہ تم نے آگ کے اندر کیا دیکھا؟ بچہ نے جواب دیا: میں اس بزرگ کی برکت سے باغ کی سیر کر رہا تھا، حیرت واستعجاب کے ساتھ یہ منظر دیکھنے اور بچہ کا جواب سننے والے ہزاروں آتش پرست حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گرویدہ ہو گئے اور آتش پرستی سے توبہ کر کے صدق دلی کے ساتھ سب نے فوراً اسلام قبول کر لیا اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت بھی ہو گئے، مختشیا کا نام آپ نے عبداللہ اور بچہ کا نام ابراہیم رکھا۔''

(بارگاہ خواجہ ہند میں امام احمد رضا کی حاضری، ص ۲۴-۲۵)

پورے واقعہ کی حقیقت حضور سلطان الہند خواجہ غریب نواز چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد میں پنہاں ہے، آپ فرماتے ہیں:

''عاشق کا دل محبت کا آتش کدہ ہوتا ہے، اس میں جو چیز جائے اسے جلا کر ختم کر دیتا ہے، کیوں کہ عشق کی آگ سے بڑھ کر کوئی آگ تیز نہیں۔'' (مصدر سابق، ص ۵۸)

حضور خواجہ غریب نواز کی بارگاہ میں ایک شیعہ حاکم کی توبہ

سبزوار کی سیاحت کے دوران حضرت خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک باغ میں حوض کے کنارے تشریف فرما تھے، کہ سیر وتفریح کی نیت سے حاکم سبزوار بھی وہاں آپہنچا، جس کا نام یادگار محمد تھا، اس نے ایک اجنبی کو دیکھ کر اپنی ناراضی ظاہر کی، حضرت خواجہ نے اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو اس کے ہوش وحواس جاتے رہے، اس مغلوب الحال پر جب آپ نے حوض کا پانی لے کر کچھ چھینٹے مارے تو اسے ہوش آیا، اسے نہ صرف یہ کہ اپنی غلطی کا احساس ہوا بلکہ اس کے دل میں جذبۂ عقیدت پیدا ہو گیا اور اپنی شیعیت سے تائب ہو کر اپنے اعیان وارکان حکومت کے ساتھ آپ کا مرید ہو کر اپنی ساری دولت آپ کے قدموں پر نچھاور کر دی، جسے آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ:

''رعایا کے ساتھ ظلم وتعدی سے حاصل کیا گیا یہ مال ودولت ان کے اصل مالکوں کو واپس کر دو، چنانچہ یادگار محمد نے ایسا ہی کیا اور جب اس نے علوم ظاہری وباطنی کی تکمیل کر لی تو حضرت خواجہ نے اسے اپنا خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔''

(مصدر سابق، ص ۲۹)

معلوم ہوا کہ صوفیا واولیا بھی اہل بدعت کی گوشمالی کرتے ہیں، نہ کہ ان کی خاطر تواضع، جیسا کہ آج کل یہ پیغام خوب دیا جا رہا ہے کہ صوفیا کسی کو برا نہیں کہتے تھے، ان کے یہاں ہر ایک انسان ہے وہ انسانیت کا سبق پڑھاتے تھے، اب جب کہ خواجہ صاحب نے اس پر نگاہِ جلال وغضب ڈالی تو کیا انہوں نے انسانیت کے خلاف کیا؟ ہرگز نہیں۔ انہوں نے نور باطن سے یادگار محمد کی حقیقت کو جان لیا تھا کہ یہ ایک شیعہ ہے، تو انہوں نے اپنی حقانیت کا جمال اس کے سامنے ظاہر کر کے بتا دیا کہ اللہ کی ہدایت اولیا وصوفیا کے قدموں تلے ہے تو کہاں بھٹکتا پھرتا ہے، ادھر آ، تجھے نور ہدایت، نور اسلام نصیب ہوگا، تو اسے توبہ کی توفیق نصیب ہوئی اور مسلک حق اہل سنت وجماعت پر گامزن ہو کر اپنی پوری زندگی اللہ والوں کی خدمت میں گزار دی، ورنہ حضور خواجہ غریب نواز چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگاہِ محبت کا تو حال یہ تھا۔ ''رسالہ احوال پیران چشت'' میں ہے:

''نظر معین الدین بر ہر فاسقے کہ افتادے درزماں تائب شدے، باز نہ گرد معصیت نگشتے۔'' (تاریخ مشائخ چشت، ص ۱۴۶)

حضرت خواجہ غریب نواز چشتی اجمیری علیہ الرحمہ کی نگاہ جس فاسق پر پڑ جاتی وہ اسی وقت اپنے گناہ سے توبہ کر لیتا پھر اس گناہ کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا، معلوم ہوا سختی کے وقت سختی اور نرمی کے وقت نرمی ضروری ہے۔

''دلیل العارفین'' میں حضور خواجہ غریب نواز چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے اگر کوئی برا شخص نیکوں کی صحبت

اختیار کرے تو امید ہے کہ وہ نیک ہوجائے گا اور اگر نیک شخص بروں میں بیٹھے تو برا ہونے خطرہ ہے، جس کسی نے کچھ حاصل کیا، صحبت سے حاصل کیا اور جو نعمت حاصل ہوئی وہ نیکوں سے حاصل ہوئی، نیکوں کی صحبت، نیک کام سے بہتر ہے اور بروں کی صحبت برے کام سے بھی بری ہے۔''

(بارگاہ خواجہ ہند میں امام احمد رضا کی حاضری، ص ۵۸-۵۹)

مشائخ چشت اور ردروافض

ہمارے ہر سلسلہ کے بزرگوں نے ہر دور میں باطل فرقوں کا رد کیا اور اپنے مریدوں کو ان کی گمراہیت سے بچایا، آج نہ جانے کیوں اس چیز کو غیر مناسب سمجھا جارہا ہے اور ہر ایک کے ساتھ نرمی اور میل جول کو عام کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں:

''چشتیہ سلسلہ کے بزرگوں نے شیعوں کے عقائد کی اصلاح کے لئے مختلف طریقے اختیار کئے، حضرت شاہ کلیم اللہ دہلوی علیہ الرحمہ نے اپنے خلیفہ شاہ نظام الدین اورنگ آبادی کو ہدایت کی؛ کہ وہ معتقدات روافض کو روکنے کے لئے پوری جدوجہد کریں، شاہ فخر الدین صاحب نے شیعوں کا مقابلہ سختی سے نہیں بلکہ محبت سے کیا، آخری زمانہ میں شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ راہ اختیار کی کہ سنی مسلمانوں کو شیعوں کی صحبت اور اثر سے بچنے کی تلقین کی، شاہ کلیم اللہ دہلوی نے ایک کتاب ''ردروافض'' کے نام سے تصنیف فرمائی تھی۔'' (تاریخ مشائخ چشت، ص ۶۴-۶۵ر مطبوعہ لاہور)

یہ دیکھئے سلسلہ چشتیہ کے عظیم بزرگ حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، بڑی وضاحت کے ساتھ فرماتے ہیں:

''سالک را باید کہ از صحبت بدمذہباں خود را دور دارد، اگرچہ در صحبت ایشاں نعیم دنیاوی موجود شوند، ہرگز اختیار نکند بلکہ بہ گرسنگی و برہنگی گذاردن بہتر است۔''

(تاریخ مشائخ چشت، ص ۶۵۲ر مطبوعہ لاہور)

سالک کو چاہیے کہ اپنے کو بدمذہبوں کی صحبت سے دور رکھے، اگرچہ ان کی صحبت کا تعلق دنیاوی معاملات سے ہو، پھر بھی ان کی صحبت کو اختیار نہ کرے، اس کی صحبت سے تو بھوکا اور برہنہ رہنا زیادہ بہتر ہے۔

مولانا خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں:

''بدمذہبوں کے معاملے میں وہ (حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نہایت سخت گیر تھے، اپنے مریدوں اور معتقدوں کو ہمیشہ بدمذہبوں سے بچنے کی تلقین فرماتے رہتے تھے، وہ بدمذہبوں کی لکھی ہوئی کتابوں کے مطالعہ کو بھی پسند نہ کرتے تھے، کہا کرتے تھے: کہ حضرت مخدوم بہاء الدین زکریا ملتانی نے تو اپنے بیٹے کو ایک ایسی کتاب بھی نہ پڑھنے دی تھی جس کا مصنف ایک معتزلی تھا۔''

(تاریخ مشائخ چشت، ص ۶۵۲؛ مطبوعہ لاہور)

شریعت وطریقت اور مشائخ چشت

بعض لوگوں نے آج اس چیز کو فریب دہی کا ذریعہ بنالیا ہے کہ شریعت الگ ہے اور طریقت الگ ہے، معاذاللہ جب کہ شریعت وطریقت ایک ہی چیز کا نام ہے، جو اسے الگ الگ تصور کرے وہ گمراہ و بے دین ہے، سید الطائفہ حضرت سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''ایں راہ کسے یابد کہ کتاب بردست راست گرفتہ باشد وسنت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بردست چپ، و در روشنائی ایں دو شمع می رود، تا نہ درمغاک شبہت افتد نہ در ظلمت بدعت۔''

(تذکرۃ الاولیا، ص ۸: بحوالہ تاریخ مشائخ چشت، ص ۲-۳)

طریقت کے راستے پر چلنے والے کے لئے دائیں ہاتھ میں قرآن اور بائیں ہاتھ میں سنت کا ہونا ضروری ہے انہیں دو شمعوں کے اُجالے میں اپنا سفر حیات طے کرے تا کہ شبہات اور بدعات کے گڑھے میں نہ پڑے، حضرت شیخ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''پیر آں چناں باید کہ در احکام شریعت وطریقت وحقیقت عالم باشد، وچوں ایں چنیں باشد او خود ہیچ نامشروع نہ فرماید۔''

(فوائد والفواد، ص ۱۴۷ر بحوالہ تاریخ مشائخ چشت، ص ۵)

پیر ایسا ہونا چاہئے کہ جو شریعت وطریقت وحقیقت کے احکام کا عالم (جاننے والا) ہو جب وہ ان تمام باتوں کا جاننے والا

ہوگا تو غیر شرعی کام کا حکم نہ کرے گا، مخدوم جہاں حضرت شیخ شرف الدین یحیٰ منیری قدس سرہٗ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں:

''اس سے زیادہ افسوس کے قابل ان لوگوں کی حالت ہے جو شریعت کی راہ کی پروانہیں کرتے اور اہل حقیقت بن کر بیٹھتے ہیں، دعویٰ ان کا یہ ہے کہ جب حقیقت منکشف ہوگئی تو شریعت کی ضرورت کیا باقی رہی؟ **نعوذ باللہ من ذلك**، یہ مذہب ملحدانہ ہے، ایسے مذہب واعتقاد پر خدا کی پھٹکار ہو، جس طرح جان بغیر جان وقالب دونوں کے ناممکن ہے، اسی طرح ایمان کی بقا، بے شریعت وحقیقت محال ہے۔''

(مکتوبات صدی، ص ۲۰۰-۲۰۱ رمکتوب ۲۶ رمطبوعہ دہلی)

مزید فرماتے ہیں:

''اے بھائی! اس گروہ صوفیا کی تصنیفات اوران کی کتابوں کے سالہاسال کے مطالعہ سے یہ معلوم ہو چکا کہ مشائخ طریقت اور علمائے شریعت کا اس پر اتفاق واجماع ہے کہ کوئی شخص کتنا ہی اونچے مقام اور عالی مرتبہ پر پہونچ گیا ہو، یا علم و معرفت سے آراستہ ہو چکا ہو، عالم ظاہر اور عالم باطن اس پر منکشف ہو گیا ہو اس کے باوجود اسے چاہئے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شرع کا مقلد رہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت کی پابندی سے ذرہ برابر علیحدہ نہ ہو، اگر ایسا نہیں کرے گا تو اباحت کے صحرا اور حلول واتحاد کے جنگل میں گر کر ہلاک ہو جائے گا، اور اپنا دین بھی برباد کرے گا۔

اے بھائی جب تک علم وعقل باقی ہے شرع کی ذمہ داری بھی باقی ہے، مشائخ اور علما رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اس پر اتفاق واجماع ہے کہ جو اس کا منکر ہے، وہ دین اسلام سے خارج ہے۔''

(مکتوبات دوصدی، ص ۱۰۴۔۱۰۳ رمکتوب ۱۰۲ رمطبوعہ دہلی)

حضور سیدنا مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ الربانی ارشاد فرماتے ہیں:

''ولی کو ناموزوں نہیں ہونا چاہئے، حضرت نور العین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عرض کیا کہ موزونیت سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: کہ جمیع صفات وافعال وحرکات، میزان شریعت و طریقت میں پورے اتریں، کوئی بات خلاف شریعت و طریقت اور روش صوفیہ نہ ہو۔'' (لطائف اشرفی، ص ۱۸۷ رحصہ اوّل)

حضرت خواجہ کلیم اللہ چشتی شاہ جہاں آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

''اے برادر در تفاوت مراتب فقرا اگر امروز خواہی کہ دریابی بجانب شریعت اونگاہ کن کہ شریعت معیار است، معیار فقیر بر شریعت روشن می گردد۔''

(مکتوبات کلیمی، ص ۲۷ ربحوالہ تاریخ مشائخ چشت، ص ۴)

اے بھائی! اگر تو مراتب فقرا کو جاننا چاہتا تو ان کی شریعت کی اتباع کی جانب نظر کر کہ شریعت ہی معیار ہے، شریعت کے معیار سے فقیر کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔

مزید فرماتے ہیں:

''برنہج شریعت بایدرفت، ہمہ داخلان طریقت را تاکید نمایند کہ ظاہر شریعت آراستہ دارند و باطن بعشق مولیٰ پیراستہ سازند، آنچہ در شریعت راسخ نیست ناقص است، بلکہ طریقت وحقیقت او معلوم کہ حقیقتے نہ دارد، مرد آں ست کہ جامع باشد میاں شریعت وطریقت وحقیقت۔ یعنی شریعت کی راہ پر چل، تمام مریدوں کو تاکید فرماتے تھے کہ اپنے ظاہر کو شریعت طاہرہ سے آراستہ رکھیں اور اپنے باطن کو مولیٰ کے عشق سے پیراستہ کریں جو شریعت میں کامل نہیں وہ ناقص ہے، بلکہ طریقت وحقیقت کی حقیقت اسے معلوم ہی نہیں ہے، مرد مومن وہ ہے جو شریعت وطریقت وحقیقت کو جمع کرنے والا ہو۔'' (تاریخ مشائخ چشت، ص ۱۳۴ رمطبوعہ لاہور)

خواجہ غریب نواز سے امام احمد رضا کی والہانہ محبت

میں نے ایک ایسے عنوان کا انتخاب کیا ہے جو اپنے مالہٗ و ماعلیہ کے اعتبار سے ایک مبسوط مقالہ کا متقاضی ہے، مگر میں آپ کے سامنے اس حوالے سے صرف چند باتیں پیش کر کے گزرنا چاہتا ہوں، کیوں کہ آج کے حالات کے تناظر میں یہ باتیں بھی اگر اہل عقیدت کے مابین قبول ہو جائیں تو بھی فائدہ سے

اسلاف و اخلاف

خالی نہ ہوں گی۔

آج کچھ حضرات اس بات کو بار بار ہوا دے رہے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے غریب نواز کے لئے کچھ نہیں لکھا، کچھ نہیں بتایا، شاید انہیں اس حقیقت کا علم نہیں کہ اعلیٰ حضرت، حضور خواجہ غریب نواز چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''کو سلطان الہند غریب نواز'' مانتے تھے، ان کے گستاخ و بے ادب کو ''محروم و بدبخت'' فرماتے تھے، اجمیر کے ساتھ ''شریف'' نہ لکھنے والے کو ''عدوِ اولیا'' بتاتے تھے پورا ایک ''قصیدۂ اکسیر اعظم'' آپ کے روحانی فیضان کے اظہار کے مقصد کے لئے لکھا، دوسری مرتبہ زیارت حرمین شریفین سے واپسی پر سیدھے اجمیر شریف حاضری دی، جو بہت تاریخی حاضری تھی، اپنے فتاویٰ میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

''حضرت سلطان الہند معین الحق و الدین ضرور غریب نواز ہیں۔'' (فتاویٰ رضویہ ۱۱/ص ۴۳،ممبئی)

آگے آنے والی تفصیلات میں آپ خود ملاحظہ کریں گے، کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کیسے سچے عاشق تھے، وہ جہاں عاشق رسول، فنافی الغوث تھے وہیں عاشق غریب نواز بھی تھے۔

امام احمد رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی جملہ صحیح و مستند سلاسل طریقت مثل چشتیہ و نقش بندیہ و سہروردیہ و رفاعیہ و شاذلیہ وغیرہ اور ان کے صحیح الاعتقاد سنی مشائخ کرام کو برحق سمجھنے کے ساتھ ان کے عقیدت مند بھی تھے اور جہاں کہیں ان کا ذکر اور ان کا نام آپ کی تحریروں میں ملتا ہے حسن ادب و احترام کے ساتھ ہی ملتا ہے، اس کے ساتھ ہی آپ سلسلہ عالیہ قادریہ کو افضل السلاسل قرار دیتے تھے۔ (اہل سنت کی آواز، ص ۵۶۲)

یہ ایک تاریخی اور زمینی حقیقت ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ جملہ اولیائے کرام و صوفیائے عظام کے عقیدت کیش اور عقیدت مند نیز جملہ مستند سلاسل طریقت کے پاسبان و محافظ کا نام ہے، حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں آپ نے جو لکھا ہے وہ سب ظاہر و باہر ہے، اس کا تو جواب ہی نہیں، آپ نے حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی، حضرت مخدوم شرف الدین یحیٰ منیری، حضرت سیدنا احمد کبیر رفاعی، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے متعلق بھی بہت خوب لکھا ہے، اپنی کتب و فتاویٰ میں آپ نے متقدمین فقہا و محدثین وائمہ تاریخ وسیر کے القابات و خطابات کا جس طرح لحاظ فرمایا وہ بھی آپ کی اولیا دوستی کا ایک روشن باب ہے جس کا کوئی حقیقت پسند رد و انکار نہیں کرسکتا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بزرگ ضرور تھے، ان پر فیض و رنگ قادریت ضرور غالب تھا مگر ایسا بھی نہیں ہے کہ وہ دیگر بزرگ اولیا کے مدّاح نہ تھے، ممبئی باندرہ میں ایک مجذوب حضرت مولانا سلطان احمد صاحب نقش بندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے، اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے ملاقات و شرف نیاز حاصل کیا، جس کی ساری تفصیل برہان ملت حضرت علامہ برہان الحق صاحب رضوی جبل پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''اکرام امام احمد رضا'' (ص ۶۶ : تا ۶۸) پر بیان فرمائی۔

ان تمام تر تفصیلات سے کیا واضح نہیں ہوتا کہ امام احمد رضا جملہ سلاسل طریقت کے شیوخ سے قلبی لگاؤ رکھتے تھے، اس کے باوجود بھی یہ کہنا کہ انہوں نے چشتی و نقش بندی مشائخ کا اچھے انداز میں ذکر نہیں کیا، سوائے فریب دہی کے اور کیا ہوسکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتاویٰ و کتب اس بات پر شاہد عدل ہیں کہ آپ صرف حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دستگیری پر جان و دل سے قربان نہ تھے بلکہ عطائے رسول حضور سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان غریب نوازی اور فیض رسانی کا بھی اپنی مجالس اور تحریروں میں ذکر کرتے ہیں اور اہل سنت کی عقیدت و محبت مقبولان بارگاہ سے مستحکم و مضبوط فرماتے تھے۔

اگر کوئی شخص ''اجمیر'' کے ساتھ ''شریف'' نہ لکھتا تو امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے بہت برا جانتے اور غلام معین الدین نہ لکھنے والے کے خلاف صدائے حق بلند فرماتے، جیسا کہ ایسے ہی ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

''اجمیر شریف کے نام پاک کے ساتھ لفظ ''شریف'' نہ لکھنا

اوران تمام مواقع میں اس کاالتزام نہ کرنا اگراس بنا پر ہے کہ حضور سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جلوہ افروزی حیات ظاہری ومزار پرانوار کو(جس کے سبب مسلمان اجمیر شریف کہتے ہیں) وجہِ شرافت نہیں جانتا تو وہ گمراہ، بلکہ عدوُّ اللہ ہے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں؛ کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: من عادلی ولیافقدآذنتہٗ للحرب۔ جس نے میرے ولی سے دشمنی مول لی، میری جانب سے اس کے لئے اعلان جنگ ہےاوراگر یہ نام پاک التزام بربنائے کسل وکوتاہ قلبی ہے توسخت بے برکتی وفضل عظیم وخیر جسیم سے محرومی ہے، کما افادۂ المحقق محی الدین ابوذکریاقدس سرہٗ "فی الترضی۔ اوراگراس کامبنیٰ وہابیت ہےتووہابیت کفر ہے،اس کے بعدایسی باتوں کی کیاشکایت ماعلیٰ مثلہٗ یعدالخطا۔اپنے نام سے غلام کاحذف اگراس بنا پر ہے کہ حضورخواجۂ خواجگان رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم کاغلام بننے سے انکارواستکباررکھتاہے توبدستورگمراہ اوربحکم حدیث عدوُّ اللہ ہے اوراس کاٹھکانہ جہنم ہے:قال اللہ تعالیٰ : الیس فی جھنم مثوی للمتکبِّرین۔کیامغرورکاٹھکانہ جہنم نہیں اوراگر بربنائے وہابیت ہے کہ غلام اولیائے کرام بننے والوں کومشرک اورغلام محی الدین اورغلام معین الدین کوشرک جانتاہے تووہابیہ خودزندیق،بے دین،کفارو مرتدین ہیں،وللکفرین عذاب مھین۔اورکافروں کے لئے خواری کاعذاب ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ ۶ رص ۱۸۷-۱۸۸ رممبئی)

فتویٰ مقدسہ کاایک ایک لفظ اس حقیقت کی غمازی کررہا ہے کہ یہ عاشق غریب نواز کافتویٰ ہے۔یہ بھی بخوبی مترشح ہوتا ہے کہ سیدنا غریب نواز کے ادنیٰ گستاخ کوبھی امام احمدرضا برداشت نہیں کرتے تھے،اس کے باوجود یہ الزام دھرنا کہ امام احمدرضانے حضورغریب نوازکااچھے اندازمیں ذکرنہیں کیا،بے سروپامعلوم ہوتاہے۔

فتویٰ مذکورمیں ''وعنہم'' کاصیغہ بتارہاہے کہ اعلیٰ حضرت نے اس صیغہ میں جملہ اولیاوصوفیا کے غلام بننے کوقابل فخربتایاہے۔یعنی وہ توایسے عاشق اولیاتھے کہ سنی مسلمانوں کوتمام اولیاوصلحاکاغلام بنانا چاہتے تھے۔

حضرت سیدنامعین الملت والدین خواجہ غریب نوازرضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیوض وبرکات اورمنکرین فیضان خواجہ غریب نوازکاذکرکرتے ہوئے ایک مجلس میں امام احمدرضابریلوی ارشاد فرماتے ہیں:

''حضرت خواجہ کے مزارسے بہت کچھ فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں:(۱) مولانابرکات احمدصاحب مرحوم،جو میرے پیربھائی اورمیرے والدماجدرحمۃ اللہ علیہ کےشاگرد تھے،انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک ہندوجس کے سرسے پیرتک پھوڑے تھے،اللہ ہی جانتاہے کہ کس قدرتھے،ٹھیک دوپہرکوآتااور درگاہ شریف کےسامنے گرم کنکروں اورپتھروں پرلوٹتااورکہتا ہے کہ خواجہ اَگن لگی ہے (یعنی آگ لگ رہی ہے) تیسرے روزمیں نے دیکھا کہ بالکل اچھاہوگیا۔

(۲) بھاگل پورسے ایک صاحب ہرسال اجمیرشریف جاتے تھے،ایک وہابی رئیس سے ملاقات تھی،اس نے کہا: میاں ہرسال کہاں جایاکرتے ہو،بیکاراتنارو پیہ صرف کرتے ہو؟انہوں نے کہاچلو،اورانصاف کی آنکھ سے دیکھو؛ پھرتم کواختیارہے،خیرایک سال وہ ساتھ میں آیا،دیکھا کہ ایک فقیرسوٹالئے روضہ شریف کاطواف کررہاہے اوریہ صدالگا رہاہے،خواجہ پانچ روپیہ لوں گااورایک گھنٹہ کے اندرلوں گا اورایک ہی شخص سے لوں گا،جب اس وہابی کوخیال ہوا کہ اب بہت وقت گزرگیاایک گھنٹہ ہوگیاہوگااوراب تک اسے کسی نے کچھ نہ دیا،جیب سے پانچ روپئے نکال کراس کے ہاتھ پررکھےاورکہا: لومیاں!تم خواجہ سے مانگ رہے تھے،بلاخواجہ کیادیں گےلوہم دیتے ہیں،فقیرنے وہ روپئے توجیب میں رکھے اورایک چکرلگاکرزورسے کہا: خواجہ

تورے بلیاری جاؤں، دلوائے بھی تو کس خبیث منکر سے۔''

(الملفوظ، ص ۴۴، حصہ سوم، رضا اکیڈمی ممبئی)

بارگاہِ الٰہی میں اجابت وقبول دعا کے مقامات مقدسہ کی نشان دہی کرتے ہوئے عاشق غریب نواز امام احمد رضا قادری کیا خوب لکھتے ہیں:

''مرقد مبارک حضرت خواجہ غریب نواز معین الحق والدین چشتی قدس سرہ۔'' (ذیل المدعاء لاحسن الدعاء، ص ۵۹)

نسبت غریب نواز کے متعلق وہابیت کے بغض وحسد کو اس طرح ظاہر فرماتے ہیں:

''یوں ہی غریب نواز بھی کہ حضرت خواجۂ اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت کہنے سے متعصّبان طائفہ چڑھتے ہیں۔''

(حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات، ص ۱۵۸، رضا اکیڈمی ممبئی)

مرقد حضور غریب نواز سے مریض یوں شفا پاتے ہیں، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قدس سرہٗ لکھتے ہیں:

''امّا بعد! گدائے سرکار غوثیہ، سگ کوئے قادریہ عبدالمصطفیٰ احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی، اللہ تعالیٰ اس کا حشر سگانِ مولا میں فرمائے، عرض پرداز ہے کہ فقیر نے ماہ مبارک ربیع الآخر ۱۳۰۲ھ میں سراپا طہارت حضور پرنور، صاحب فضل بلند، سلطان المشائخ محبوب الٰہی علیہ الرضوان الغیر المتناہی (ان پر رب کی بے پایاں رضا متوجہ ہو) کی زیارت کے قصد سے بریلی سے شدِّ رحال (سفر) کر کے بارگاہِ غیاث پور کی خاک بوسی کی، تین دن وہاں سے واپس آکر شاہجہاں آباد دہلی میں قیام کا عزم کیا۔

اس سے دو سال قبل میری داہنی آنکھ میں کثرت مطالعہ کے باعث کچھ ضعف آ گیا تھا، دل نے کہا آنکھ کی شفاو صفا کی امید پر دوائے چشم کے لئے طبیبوں کے پاس رجوع کیا جاسکتا ہے، میں نے دل کا مشورہ قبول کیا لیکن چالیس دن تک پہاڑ کھودا، سوکھی گھاس بھی ہاتھ نہ آئی (کوئی چوہیا بھی نہ ملی) سلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضل راسخ کی جانب توجہ کی، ازراہِ محبت وشوق حضرت کی مدح میں چند اشعار لکھے۔

رات کے وقت جب سر تکیہ سے لگایا نیند آ گئی، اب خواب مجھے کس دروازے سے اور کس بارگاہ میں لے گیا؟ (وہ سنیئے:) ایک رنگین جنت نشان مقام ہے جس کے جنوب میں مسجد ہے اور شمال میں ایک درگاہ ہے، بختِ رسا کے ہمراہ جب وہاں پہنچا تو اس احاطے میں تین تربتیں نظر آئیں۔

قبلہ کی جانب حضرت کارساز، خواجۂ غریب نواز، سلطان الہند، وارث نبی، قدس سرہٗ العلیٰ کا مزار بامتیاز ہے، اس کے پیچھے ایک ہاتھ کے فاصلے پر ایک ایسے چاند کی منزل ہے جس کی تابندگی سورج کی طرح ہے، جیسے آفتاب اور وقت چاشت اور چاند جب سورج کے پیچھے آئے، یعنی درجات بخشنے والے صاحب برکات سیدنا شاہ برکت اللہ مارہروی، رَوّح روحہ الملک القویّ، کا مخزن برکات مرقد مبارک ہے اس کی پشت پر ایک اور قبر ہے جسے نہ پہچان سکا۔

سر عقیدت کو قدم بنایا، جب پہنچنے کے قریب ہوا تو دیکھا کہ پہلے خواجۂ بزرگ کا مزار پاک ہے میں پائنتا بیٹھ گیا، اب کیا دیکھتا ہوں کہ مرقد کا بالائی حصہ چاک ہوتا ہے اور حضرت خواجہ اس کے اوپر قبلہ رُو آرام فرما ہیں، چشم مبارک کھلی ہوئی ہے، قوی، تناور، دراز قامت شخصیت ہے، رنگ سرخ ہے ساتھ ہی ایک دبدبہ اور شوکت ودلیری بھی عیاں ہے، آنکھ کشادہ، داڑھی کے بال سیاہ وسفید، عیب سے دور، محاسن سے بھرپور، ذات مبارک ہے، بے خود ہو کر دوڑا اور اپنے آپ سے بڑھ گیا، وہ خاک پاک جو مزار کے چاک ہونے میں برآمد ہوئی تھی، چہرہ اور آنکھ پر لگائی، پھر کیا تھا اپنی خوش قسمتی پر ناز کرنے لگا اور سورۂ کہف کی تلاوت شروع کر دی، دروازۂ مسجد کے پاس چند مجاور میری تلاوت پر ترش رو ہو گئے کہ نماز کا وقت ہے اور اس شخص نے تلاوت کا باب کھول دیا، میں نے اپنے دل میں کہا: سبحان اللہ! ایک بندہ ایک خواجہ کے سامنے قرآن کی تلاوت میں مصروف ہے، ان کے دل پر کیوں گراں ہو رہا ہے؟ بقیہ ص ۳۸ پر

اسلاف و اخلاف

از: مولانا فیضان سرور مصباحی*

حضرت محدث سورتی
کتابِ زندگی کے چند نمائندہ صفحات

اسلاف و اخلاف

علامہ وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ مذہب اسلام کے بے باک ترجمان کا نام ہے، تفسیر، عقائد، فقہ، عشق و روحانیت، رد بد مذہباں اور فن طب کے ساتھ ساتھ "علم حدیث" آپ کا خاص میدان تھا، جس میں آپ نے بیش بہا قیمتی تحریری یادگاریں بھی چھوڑی ہیں "منیۃ المصلی" پر آپ کا اہم اور وقیع حاشیہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے، یہ حاشیہ کیا ہے! محدثانہ رنگ میں مختلف فیہ مسائل پر ایسی زبردست توضیح و تنقیح اور جرح و تعدیل واسماء الرجال کی روشنی میں فقہ حنفی کی ایسی تائید و ترجیح کہ قاری عش عش کر اٹھتا ہے۔

مجلس برکات جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے عمدہ کاغذ پر اسے مجلد شائع کرایا ہے" شرح معانی الآثار" پر بہت مختصر عربی حاشیہ بھی بیروت سے طبع ہو چکا ہے" التعلیق المجلی " کے بعض حدیثی ابحاث جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں سبقاً سبقاً پڑھنے کے بعد میں دل و دماغ پر آپ کے حوالے سے نہایت خوشگوار اثرات قائم ہوئے، تفصیلی حالات پڑھنے کی خواہش تھی، مگر اب تک قاصر رہا تھا، الحمدللہ اس مضمون کی تیاری کے بہانے آپ کی زندگی کو بہت تفصیل سے جاننے کا موقع ملا۔

۸/ جمادی الاولی ٤ ۱۳۳ھ آپ کے وصال کی تاریخ ہے، اس لیے خراج عقیدت پیش کرنے کی غرض سے چند سطریں لکھ کر نذر قارئین کر رہے ہیں۔ ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

ولادت اور نسبی تعلق

امام شاہ وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ کی ولادت انقلاب 1857ء سے بیس سال قبل ۱۲۵۲ھ/ ۱۸۳۶ء میں راندیر، ضلع سورت (انڈیا) میں ہوئی، آپ کا شجرۂ نسب حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے صاحبزادے حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے، اسی نسبت سے آپ ''حنفی یا حنیفی'' بھی لکھا کرتے تھے۔

1857ء کی آزمائشیں اور ہجرتِ عراق

انقلاب 1857ء کا جب آغاز ہوا؛ تو اس میں آپ کے خاندان کے متعدد افراد کے ساتھ ساتھ آپ کے ۲/ حقیقی بھائی بھی شہید ہو گئے، سامانِ تجارت جل کر راکھ ہو گیا، باقیات پر انگریزی فوجوں نے قبضہ کر لیا، حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے والدین کریمین اور برادرِ صغیر مولانا عبد اللطیف سورتی علیہ الرحمہ کے ہمراہ کسی طرح سرزمین ''عراق'' پہنچے، وہاں ۳/ سال تک سکونت پذیر رہے۔

سفر حج اور وطنِ ہند واپسی

پھر بارادۂ حج سبھی مکۂ مکرمہ، پھر وہاں سے مدینۂ منورہ کی زیارت سے باریاب ہوئے، مدینہ منورہ سے اب واپسی میں راندیر، سورت انڈیا کا قصد تھا کہ راستے میں والد گرامی کا وصال ہو گیا، راندیر پہنچ کر والدۂ ماجدہ بھی داغِ مفارقت دے گئیں۔

سفر برائے تحصیلِ علم دین

اب آپ اور آپ کے چھوٹے بھائی بچے تھے، دونوں تحصیل علم کی غرض سے دہلی روانہ ہوئے، وہاں جامع مسجد فتحپوری دہلی میں چند دن رہے، اس وقت وہاں حضرت علامہ رحیم بخش معروف بہ خواجہ مسعود مظہری دہلوی علیہ الرحمہ درس و تدریس کے جوہر لٹا رہے تھے، پھر مدرسہ حسین بخش دہلی میں کچھ دن رہ کر اساتذۂ کرام سے اکتساب فیض کیا، ادھر کانپور میں صاحبِ علم الصیغہ حضرت مفتی عنایت احمد کاکوروی علیہ الرحمہ کا ادارہ

* مضمون نگار روشن مستقبل دہلی کے رکن ہیں۔

"مدرسہ فیض عام کانپور" اپنی علمی شہرت کے ڈنکے بجا رہا تھا، دونوں بھائیوں نے وہاں پہنچ کر حضرت مفتی لطف اللہ علی گڑھی علیہ الرحمہ سے خوب خوب استفادہ کیا اور ۱۲۸۲ھ میں وہیں سے فراغت حاصل کی۔

بیعت وخلافت

فراغت کے بعد" بیعت" کے لیے مرشد کامل اویس زماں شاہ فضل الرحمن گنج مرادآبادی علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں پہنچے یہ" گنج مرادآباد" ضلع اناؤ، یوپی (انڈیا) میں ایک مشہور علاقہ ہے، مرشد کامل نے آپ کے اندر موجود علمی وروحانی دونوں خوبیوں کو دیکھ کر بخوشی نہ صرف سلسلۂ قادریہ نقشبندیہ میں شامل فرمایا؛ بلکہ سند حدیث اور خلعتِ خلافت سے بھی نوازدیا، بیعت کے بعد ایک سال تک وہیں مرشدِ کامل کی بارگاہ میں روحانی تربیت کے لیے موجود رہے۔

درس وتدریس کا آغاز

۱۲۸۸ھ کے شروع میں علامہ احمد حسن کانپوری علیہ الرحمہ اور دیگر علما کے مشورے کے بعد اپنے مادر علمی" مدرسہ فیض عام کانپور" سے تدریس کا آغاز کیا، جو تقریباً آٹھ سالوں تک جاری رہا، یہاں دارالافتا کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد تھی۔

سنن نسائی پر عربی حاشیہ نویسی

یہیں" مدرسہ فیض عام کانپور" میں آپ نے یکے از صحاح ستہ" نسائی شریف" پر عربی حاشیہ نویسی کا کام شروع کیا تھا، جو ۱۲۹۴ھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

علامہ احمد علی محدث سہارنپوری کی خدمت میں

آپ کے مرشدِ گرامی شاہ فضل الرحمن گنج مرادآبادی علیہ الرحمہ نے فن حدیث میں آپ کی خصوصی رغبت ودلچسپی دیکھ کر " مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور" جانے کا حکم دیا، اس وقت وہاں محدث جلیل محشیٔ بخاری علامہ احمد علی محدث سہارنپوری کی تدریس حدیث کا بڑا شہرہ تھا، گو کہ آپ کے پاس پہلے ہی سے مرشد کامل علیہ الرحمہ اور استاذ گرامی حضرت مفتی لطف اللہ علی گڑھی علیہ الرحمہ کی طرف سے ملی ہوئی حدیث شریف کی دو دو سندیں موجود تھیں، پھر بھی مرشد کا اذن پا کر آپ علامہ احمد علی محدث سہارنپوری کی خدمت میں پہنچ گئے، ۳؍سال وہاں رہ کر فن حدیث کی منتہی درجے کی کتابیں پڑھیں، اس کے بعد محدث سہارنپوری کا وصال ہوگیا، یہ وہ وقت تھا جب کہ وہاں حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمہ اور حضرت علامہ سید دیدار علی الوری علیہ الرحمہ دورۂ حدیث شریف کے طالب علم تھے۔

شادی خانہ آبادی اور پیلی بھیت آمد

۱۲۹۵ھ میں مظاہر علوم سہارنپور سے فراغت کے بعد واپسی ہوئی، عمر تقریباً ۴۲؍سال کی ہوچکی تھی؛ مگر اب تک آپ غیر شادی شدہ تھے، ہاں! آپ کے چھوٹے بھائی مولانا عبداللطیف سورتی علیہ الرحمہ پیلی بھیت میں نکاح کر کے وہیں رہ رہے تھے، حضرت علامہ احمد حسن کانپوری علیہ الرحمہ کی خواہش پر محدث سورتی کی شادی کانپور ہی میں میر عنایت حسین صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی، کچھ روز وہاں قیام پذیر رہے، اس کے بعد چھوٹے بھائی مولانا عبداللطیف سورتی علیہ الرحمہ نے کافی اصرار کیا؛ تو آپ نے پیلی بھیت میں مستقل رہائش اختیار کرلی، آپ کی پانچ صاحبزادیاں اور ایک صاحب زادے سلطان الواعظین مولانا عبدالاحد پیلی بھیتی علیہ الرحمہ ہوئے۔

مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت شریف کا قیام

۱۳۰۱ھ میں اپنے مکان سے ملحق زمین خرید کر" مدرسۃ الحدیث" کے نام سے ایک مدرسہ تعمیر کرایا، جس کی افتتاحی تقریب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمہ نے شرکت فرمائی اور" فن حدیث" سے متعلق ۳؍گھنٹے کا منفرد انداز میں خطاب فرمایا، اس موقع پر علمائے رامپور، علمائے بدایوں اور علمائے پنجاب کا عظیم الشان قافلہ موجود تھا۔

(تذکرۂ محدث سورتی، ص ۷۷-۷۸)

اعلی حضرت علیہ الرحمہ کی اس حدیثی تقریر سے صاحبزادۂ محدث سہارنپوری مولانا خلیل الرحمٰن سہارنپوری صاحب متاثر ہو کر کہتے ہیں:

''اگر اس وقت میرے والد ماجد (علامہ احمد علی محدث سہارن

اسلاف واخلاف

پوری) ہوتے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تبحر علمی کی دل کھول کر داد دیتے اور انھیں اس کا حق بھی تھا۔''

(امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات، ص ۳۳)

امام وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ کے اس مدرسۃ الحدیث کا فیض عام سے عام تر ہوا، جس میں رہ کر آپ ۲۰ / سال تک درس حدیث میں مشغول رہے، دیگر تبلیغی مصروفیات اس پر متضاد ہیں، جب کہ اس ادارے کے قیام سے پہلے پندرہ سال مسلسل "مدرسۂ حافظ العلوم پیلی بھیت" میں بحیثیت صدر مدرس علم وفن کے گوہر لٹاتے رہے۔

مشہور تلامذہ

چوں کہ اپنی زندگی کا بیش تر حصہ درس و تدریس میں گزارا، اس لیے آپ کے تلامذہ کی ایک کثیر تعداد ہے، جن میں چند مشہور نام یہ ہیں، صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ، ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری، حضرت مفتی ضیاء الدین احمد مدنی، حضرت مولانا مشاق احمد کانپوری، محدث اعظم سید محمد محدث کچھوچھوی، پروفیسر علامہ سید سلیمان اشرف بہاری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، حضرت مولانا عبد العزیز خاں محدث بجنوری، حضرت مولانا عزیز الحسن پھپھوندی، حضرت مولانا مصباح الحسن پھپھوندی، حضرت مولانا نثار احمد کانپوری علیہم الرحمہ۔

معمولاتِ محدث سورتی

فخر المحدثین حضرت علامہ وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات پر نظر ڈالیں تو متقدمین اسلاف کی یادیں تازہ ہو جاتی ہیں، آپ کے معمولات میں سے یہ باتیں تحریری طور پر تاریخ کا حصہ بنی ہیں:

ہر وقت باوضو رہتے؛ مگر دورانِ درس وضو کا خاص اہتمام فرماتے، لباس ہمیشہ سادہ اور غذا نہایت ہی معمولی استعمال کرتے، ۱۲ / ربیع الاوّل شریف کے محفل میلاد میں شریک ہوتے اور اختتام تک قیام فرماتے، بچوں سے خصوصی انس و پیار فرماتے، قرب وجوار کے تمام بچے نماز عصر کے بعد آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چاروں طرف حلقہ باندھ کر بیٹھ جاتے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کو پند و نصائح فرماتے، نماز عصر تا مغرب مسجد میں قیام فرماتے، لیکن اس دوران بچوں کے علاوہ کوئی اور شخص آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قریب نہ جاتا، نماز تہجد کے بعد وظیفہ پڑھتے، نماز فجر سے قبل گھر کے تمام افراد اور مدرسہ کے طالب علموں کو بیدار کرتے۔

نماز فجر کے بعد قرآن کریم کی تلاوت فرماتے، اشراق کی نماز سے قبل ناشتہ کرتے، آپ ایک اچھے طبیب بھی تھے، کچھ دیر مطب میں بیٹھتے، پھر مدرسہ تشریف لے جاتے، بارہ بجے کھانا تناول فرمانے کے بعد کچھ دیر قیلولہ فرماتے، ظہر کے بعد سے عصر تک طلبا کو حدیث شریف کا درس دیتے، مغرب عشا کے درمیان خاندان کی بچیوں کو حدیث کا درس دیتے؛ جس میں محلہ کی عورتیں بھی شریک ہوتی تھیں، عشا کی نماز کے بعد رات گئے تک لکھنے اور پڑھنے میں مصروف رہتے، نہایت دھیمی آواز میں گفتگو فرماتے حتی کے محافل وعظ میں بھی یہی طریقہ اختیار فرماتے جہری نمازوں میں بلند آواز سے قرات فرماتے، فجر کی نماز میں لمبی سورتیں تلاوت فرماتے، اکثر و بیشتر دوران تلاوت رقت طاری ہو جاتی تھی، ہمیشہ نیچی نظریں رکھتے، ہر وقت چہرے پر مسکراہٹ رہتی، سادگی وانکساری کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ (گلستانِ محدثین، ص ۱۹۹)

احساسِ طالب علمی

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے معمولات میں سب سے عجیب پہلو یہ تھا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس دوران تدریس ایک تھیلا موجود رہتا تھا، جس میں قدیم کوفی طرز تحریر کا، قرآن حکیم کا پہلا پارہ رکھا رہتا تھا، یہ پارہ اپنی قدامت کے اعتبار سے کافی بوسیدہ ہو چکا تھا، جبکہ تھیلا بھی کئی جگہ سے نکل گیا تھا، جو نہایت خوبصورت قدیم پارچہ کا سلا ہوا تھا، دیکھنے سے پتہ چلتا تھا کہ یہ کسی خاص مقصد کے لیے بنایا گیا ہے، شیخ المحدثین حضرت وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اکثر اس تھیلے کی تفصیلات کو چھپاتے تھے، لیکن جب کوئی اصرار کرتا تو فرماتے:

''یہ وہ تھیلا ہے جو میری والدہ ماجدہ نے اپنے ہاتھوں سے سیا تھا اور جس میں پہلی مرتبہ یہی سپارہ لے کر مدرسہ پڑھنے

گیا تھا، یہ تھیلا میری متاعِ عزیز ہے، جہاں یہ میری والدہ کی نشانی ہے، وہاں اس کی ہر وقت موجودگی مجھے احساس دلاتی ہے کہ میں بنیادی طور پر طالب علم ہوں، جس دن یہ احساس میرے دل میں معدوم ہو گیا، اس دن میرے علم اور جہالت میں کوئی حدِ فاصل نہیں رہے گی۔''

(گلستانِ محدثین، ناصر الدین ناصر المدنی، ص ۱۹۳-۱۹٤)

تصنیف وتالیف

تحریکِ ردّ ندوہ اور تحریک ردِ غیر مقلدین کے آپ پرجوش داعی تھے، اس سلسلے میں آپ نے کافی اسفار بھی کیے اور ان کے خطرات سے عوام وعلما کو آگاہ اور بیدار کرنے کی سعی بلیغ فرمائی، مدرسے کی ذمہ داری اور اس کے اہتمام وانصرام کا معاملہ الگ تھا، ان ہجوم افکار کے باوجود خود کو تصنیف وتالیف کے ساتھ بھی جوڑے رکھا، اکثر زیرِ درس اور دیگر اہم کتابوں پر آپ نے حواشی لکھے، مگر بروقت اشاعت میں نہ آنے کی وجہ سے، یا دوسرے اسباب کی بنیاد پر ضائع ہو گئے، چند تحریری کام یہ ہیں:

حاشیہ مدارک التنزیل، حاشیۂ تفسیر بیضاوی، حاشیۂ تفسیر جلالین، تعلیقات سنن نسائی، حاشیہ شرح معانی الآثار، تعلیقاتِ شروح اربعہ بر ترمذی شریف، شرح سنن ابی داؤد، شرح مشکوۃ المصابیح، افادات حصن حصین، التعلیق المجلی لما فی منیۃ المصلی، الدرۃ فی عقد الأیدی تحت السرۃ، کشف الغمامۃ عن سنیۃ العمامۃ، اظہارِ شریعت، جامع الشواہد فی إخراج الوہابیین عن المساجد، حاشیہ مقامات حریری، حاشیہ شافیہ، تعلیقات شرح ملا حسن، حاشیہ میبذی وغیرہ۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی سے عقیدت

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی محقق بریلوی علیہ الرحمہ سے آپ عمر میں ۲۰/ سال بڑے تھے، مگر اس کے باوجود دونوں بزرگوں کی آپسی عقیدت ومحبت، عزت واحترام دیکھ کر بسا اوقات دیکھنے والوں کی آنکھیں بھیگ جایا کرتیں، اس سلسلے میں متعدد واقعات تاریخ کے صفحات پر نقش ہیں، طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ضرور لکھتا۔

وصال پُر ملال

آپ ایک عظیم محدث تھے، علومِ حدیث اور درس حدیث سے زندگی بھر خود کو وابستہ رکھا، تقریباً چالیس سالوں تک درس حدیث کے بعد شدید اعصابی کمزوری کے شکار ہو گئے تو اس وقت بھی بستر علالت ہی سے درس حدیث دیتے رہے، وصال والے مہینے جمادی الاوّل کے آغاز ہی میں غشی کی کیفیت طاری ہونے لگی، علاج ومعالجہ جاری تھا، ٦/ جمادی الاولی کو افاقہ کے بعد پوچھنے لگے کہ کیا دن ہے؟ بتایا گیا دوشنبہ، فرمایا: بخاری شریف کی پہلی جلد ختم ہو گئی۔

حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ ۸/ جمادی الاولی ۱۳۳٤ بمطابق ۱۲/ اپریل ۱۹۱٦ء کو بوقت تہجد اپنے مالک حقیقی سے جا ملے، إنا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہر طرف صفِ ماتم بچھ گئی، پیلی بھیت شریف میں دیوانوں کا عجب ہجوم تھا، خلقِ خدا زار وقطار روتی تھی، اعلی امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمہ کو بھی وصال کا بڑا گہرا صدمہ پہنچا، اس دن کل نمازیں بیٹھ کر ادا کیں، حالاں کہ ہر حال میں عصا لے کر کھڑے ہو کر نماز ادا کیا کرتے تھے، یہ اعلیٰ حضرت کے شدید حزن ملال کا اظہار یہ تھا، فرمانے لگے: وہ دنیا سے کیا رخصت ہوئے؛ بلکہ میرا داہنا ہاتھ مجھ سے جدا ہو گیا اور میری کمر ٹوٹ گئی۔

انڈیا میں صوبہ یوپی کے شہر "پیلی بھیت" میں آپ کا مزار مبارک مرجع خلائق ہے اور اپنی برکتیں لٹا رہا ہے۔

نوٹ: اعلی حضرت اور محدث سورتی علیہما الرحمہ کے درمیان خصوصی ربط وتعلق پر رفیق گرامی مولانا محمد ابو ہریرہ رضوی مصباحی (رام گڑھ، جھارکھنڈ) نے قدرے تفصیل سے لکھا ہے" گلستانِ محدثین" از مولانا ناصر الدین ناصر المدنی میں بھی کافی واقعات درج ہیں، حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ کے پر پوتے" خواجہ رضی حیدر" نے'' تذکرۂ محدث سورتی'' کے نام سے تفصیلی حالات لکھے ہیں، اس میں بھی آپ کے بارے میں تفصیل سے پڑھا جا سکتا ہے، یہ مختصر سا مضمون ہم نے انہی مؤخر الذکر دونوں کتابوں کی روشنی میں تیار کیا ہے۔

◆◆◆

اسلاف واخلاف

از: انجینئر محمد یاسر رضا باندوی*

صدر العلما اور استاذ زمن کی نعتیہ شاعری

ہم آہنگی کا جلوۂ صد رنگ

اسلاف و اخلاف

امام احمد رضا بریلوی بلاشبہ بیسویں صدی کے بڑے عظیم نعت گو شاعر گزرے ہیں، آپ کو حسّان الہند کا مقام حاصل ہے، نعتیہ شاعری کے سرتاج اور اس فن کی عزت وآبرو کے ساتھ ساتھ نہ صرف سخنورانِ عجم کے امام کہے جاتے ہیں بلکہ امام الکلام کے لقب سے ہر محفل نعت میں یاد کئے جاتے ہیں، اسی طرح آپ کے برادرِ اصغر علامہ حسن رضا بریلوی کے کلام کا مطالعہ کرنے کے بعد انہیں بھی بلا تردد اردو کا ممتاز نعت گو شاعر قرار دیا جاتا ہے اور استاذ زمن اور شہنشاہ سخن کے اعلیٰ لقب سے پکارا جاتا ہے۔

اُستاذ زمن کے کلام کی مقبولیت اپنے بھائی امام احمد رضا بریلوی کی طرح ہی نہ صرف علمی وسعتوں کے عرض وطول پر پھیلی ہوئی ہے بلکہ براعظم میں منعقد ہونے والی تمام محافل نعت میں کافی ووافی قد وقامت رکھتی ہے، آپ کے نعتیہ دیوان ''ذوقِ نعت'' میں جہاں فصاحت و بلاغت کے عناصر اور تغزل کے رنگ کی بھرپور آمیزش ہے، وہیں پیکر تراشی، استعارہ سازی، تشبیہات، اقتباسات، صنائع معنوی، حسنِ تعلیل وحسنِ تشبیب، حسنِ طلب وحسنِ تضاد، لف ونشر مرتب ولف ونشر غیر مرتب، تجانیس، تلمیحات، تلمیعات، اشتقاق، مراعاۃ النظیر وغیرہ صنعتوں کی جلوہ گری بھی پوری آب وتاب کے ساتھ موجود ہے، آپ کے دیوان میں نعت کے ضروری لوازم کے استعمال سے مدحِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی کامیاب ترین کوششیں جلوہ گر نظر آتی ہیں۔

علامہ حسن رضا بریلوی کی بعض نعتوں کو اردو ادب کا اعلیٰ شاہ کار قرار دیا جاسکتا ہے، آپ کا پورا کلام خود آ گہی، کائنات آ گہی اور خدا آ گہی کے آفاقی تصور سے ایسا لبریز ہے کہ اپنے سے اگلے بزرگوں کے اِس مشہور ومعروف قول پر پورے طور سے پہلے خود عمل پیرا ہوئے اور پھر اپنے کلام کو اس کا جیتا جاگتا نمونہ بنا کر پیش کیا ہے: ؎

کرا جوئی ؟ چرا در پیچ و تابی
کہ او پیدا است تو زیر نقابی
تلاش خود کنی، جز او نہ بینی
تلاشِ او کنی، جز خود نہ یابی

(ترجمہ: تجھے کس کی تلاش ہے؟ کیوں ہر وقت پیچ وتاب کھاتا رہتا ہے کہ وہ تو (ذرّے ذرّے سے) عیاں ہے اور تو خود پا ہوا ہے۔

لہٰذا جب تو اسے تلاش کرے گا تو خود آ گاہی سے آشنا ہوگا اور جب خود کو تلاش کرے گا تو خدا آ گاہی کی منزل پر فائز ہو جائے گا۔)

یہی وجہ ہے کہ علامہ حسن رضا بریلوی کی آل میں، جلیل القدر ہستیاں ہیں جن کی شخصیت کی تابشیں آنے والی کئی صدیوں کو منور کرتی رہیں گی اور پھر کیوں نہ ہو؟ آپ نے اسی خود آ گاہی وخدا آ گاہی پر سادہ مجازی سے اپنی اولادوں کی تربیت کی اور اپنے لاڈلے" صاحب" کو بھی یہی گھٹی پلائی اور پھر انہوں نے اپنی اولادوں کو بھی یہی جام پلایا اور حکیم الاسلام علامہ حسنین رضا خاں قادری بریلوی" صاحب" کی اولادوں نے بھی ایسا پیا، ایسا پیا کہ ان کے افعال وکردار سے نورانیت ظاہر ہوتی تھی اور یوں لگتا تھا کہ بیک زبان سب یہ اعلان کر رہے ہوں: ؎

ما فراموش کردہ ایم ہر چہ خواندہ ایم
الا حدیث یار کہ تکرار می کنیم

* مضمون نگار کنز الایمان فاؤنڈیشن، بریلی شریف کے نائب صدر ہیں۔

اسی خمیر اور اسی گھٹی کی بنیاد پر حسن بریلوی کی شاعری میں موجود یہ تمام ملکہ تسلسل کے ساتھ آپ کے پوتوں میں بھی چلا آرہا ہے مگر میرے ممدوح حضور صدر العلما بقول مفتی اعظم ہند" ان میں تحسین رضا خان کا جواب نہیں" اور بقول حضور تاج الشریعہ "تحسین رضا واقعی تحسین رضا ہیں۔"

آپ کی شخصیت پر شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند کا فیض اتنا ٹوٹ کر برسا کہ آپ آج بھی اہل دل کے نزدیک ''مظہر مفتی اعظم'' کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں، آپ کی ہستی مفتی اعظم ہند کا جیتا جاگتا نمونہ تھی، آپ نے مفتی اعظم ہند کی حیات ظاہری میں اور اس کے بعد بھی نہ صرف قال اللہ وقال الرسول کا درس دیا بلکہ سادہ مجازی کے ساتھ مختلف تبلیغی دورے بھی کئے، ساتھ ساتھ مختلف کتب کی تصحیح وغیرہ کا کام بھی آپ ہی کے ذمہ رہتا تھا، اپنی اس قدر مصروفیات وتبلیغ دین کے ساتھ ساتھ آپ نے مدح رسول کے ایسے زندہ جاوید نقوش چھوڑے ہیں کہ جو اپنے آپ میں استاد زمن شہنشاہ سخن مولانا حسن رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری کا جیتا جاگتا نمونہ نظر آتے ہیں، صدر العلماء محدث بریلوی کی شاعری کو بغور ملاحظہ کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ جامعیت کے اعتبار سے نہ صرف فکر اپنے دادا جان کی ہے بلکہ لہجہ بھی وہی ہے۔

نعت گوئی اہل دل کا ہی مقدر ہے، محبت رسول کی چاشنی سے قلب معتبر ہوتا ہے پھر جا کر جگر سوز الفاظ نوک قلم سے نکلتے ہیں اور ایمانی جذبے کو تجدید نو بخشتے ہیں اور پھر نبیرۂ استاد زمن کا قلم جن کی گھٹی میں ہی عشق رسول کی چاشنی گھول کر پلائی گئی ہو، ان کی فکر سے نکلنے والے اشعار کیوں نہ عقیدۂ اہل سنت کے موافق ہوں گے؟ اپنے دادا جان کی طرح آپ کے بھی ذہن وفکر میں بزم محشر (یعنی قیامت) اپنے آقائے کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل ہی ہے استاد زمن کا یہ شعر دیکھئے :۔

فقط اتنا سبب ہے انعقاد بزم محشر کا
کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے

اسی فکر کو عقیدت کے پیرائے میں ڈھال کر نبیرۂ استاد زمن حضور صدر العلما یوں فرماتے ہیں :۔

جس کو کہتے ہیں قیامت حشر جس کا نام ہے
درحقیقت تیرے دیوانوں کا جشن عام ہے

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان کردہ دلائل اور عقیدۂ حق کے مطابق حضور ﷺ کی شفاعت عظمیٰ وہ مقام محمود ہے، جس پر بروز محشر سرکار ﷺ فائز ہوں گے، ساتھ ہی گنہگاروں کے لئے بھی سعادت ہوگی بلکہ پرہیز گار بھی آپ کی شفاعت کی تمنا کریں گے جیسا کہ امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ
قرض لیتی ہے گنہ پرہیزگاری واہ واہ

اسی عقیدۂ حق کی توثیق استاد زمن مولانا حسن رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے اور گنہگانوں کو خوشخبری سنائی ہے جس کا تائیدی تبصرہ بشکل اظہار مسرت صدر العلما علامہ تحسین رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کلام کے ذریعہ کیا ہے، مثلاً استاد زمن کا یہ شعر ملاحظہ ہو :۔

وہ شفاعت کو چلے ہیں پیش حق
عاصیو! تم کو مبارک باد ہے

اس کا تائیدی تبصرہ بشکل اظہار مسرت صدر العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ملاحظہ کریں :۔

آرہے ہیں وہ سر محشر شفاعت کے لئے
اب مجھے معلوم ہے، جو کچھ میرا انجام

اسی کا تائیدی تبصرہ بشکل اظہار مسرت صدر العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دوسری جگہ فرماتے ہیں :۔

دل تحسین سے غم کی گھٹائیں چھٹ گئیں آقا
سنا ہے جب سے اس کے شافع روز جزا تم ہو

جس قدر جامعیت اس عقیدۂ شفاعت میں پائی جاتی ہے کہ صدر العلما رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں شفاعت پر صرف یقین ہی نہیں مسرت کا اظہار یوں ملتا ہے کہ جیسے محشر میں حضور کی تشریف آوری کو اپنے ماتھے کی نگاہوں سے ملاحظہ فرما رہے ہوں، اس طرح حد درجہ غیب پر یقین استاد زمن کے کلام کی عادت

خاص ہے جیسے آپ کے اسی مشہور ومعروف کلام کو ہی دیکھیں کہ از مطلع تا مقطع محفل حشر کی ایسی منظر کشی کی ہے کہ جسے بعینہٖ ملاحظہ فرمارہے ہوں، چند نمونۂ کلام یہاں نقل کئے جاتے ہیں: ـ

تمہارا نام مصیبت میں جب لیا ہوگا
ہمارا بگڑا ہوا کام بن گیا ہوگا

کسی کے پاؤں کی بیڑی وہ کاٹتے ہوں گے
کوئی اسیر غم ان کو پکارتا ہوگا

کبھی قریب ترازو کبھی لب کوثر
کوئی صراط پر ان کو پکارتا ہوگا

عزیز بچے کو ماں جس طرح تلاش کرے
خدا گواہ یہی حال آپ کا ہوگا

میں ان کے در کا بھکاری ہوں فضل مولا سے
حسنؔ فقیر کا جنت میں بسترا ہوگا

اردو نظم نگاری میں ایسی نادرونایاب مثال بہت کم ہی دیکھنے کو ملتی ہے کہ نعت پاک میں اس حساسیت کے ساتھ کلام لکھے جائیں کہ پڑھنے والا بھی ان نظاروں کا عینی شاہد ہو جائے، اب اگر لفظ نظم پر نظر ڈالیں تو لامحالہ تسلسل کی طرف ذہن جاتا ہے اور نعت گوئی کی روحانی دنیاں میں انبیا کا آنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا ختم ہونا بھی ایک نظم ہی ہے جس کو نظم رسالت کہا جاتا ہے یہ تمام روحانی وعلمی بحث تخیل کہلاتی ہے کیوں کہ رسالت کا مقام سارے عہدوں سے وراء الوریٰ ہے اور ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخلیق کا وقت اور ان کے جسم پرنور کا خمیر اور تمام حقیقی خوبیاں بیان کرنا انسانی عقلوں کے بس میں نہیں بس یوں سمجھنا چاہیے کہ کائنات کی تمام خوبیوں کو ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خووبیوں کے صدقے ہی خوبی ہونے کا حقیقی شرف حاصل ہوا ورنہ خوبی خواب تک نہ ہو پاتی، اسی لئے استاد زمن اسی نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہیں: ـ

اے نظم رسالت کے چمکتے ہوئے مقطع
تو نے ہی اسے مطلع انوار بنایا

اسی نکتے کا علمی تذکرہ حضور صدرالعلمارحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یوں کرتے ہیں: ـ

پیمبر کی حقیقت کو کوئی تحسیںؔ کیا سمجھے
جو مقطع ہے تخیل کا وہ مطلع ہے نبوت میں

دوسری جگہ اسی نکتے کو واضح کرتے ہوئے نبیرۂ استاد زمن یوں رقمطراز ہیں: ـ

حقیقت آپ کی سمجھیں تو کیا سمجھیں خرد والے
خدا والے یہ کہتے ہیں خدا جانے کہ کیا تم ہو

تمہاری واقعی توصیف ہم سے غیر ممکن ہے
کہ ہم جو کچھ کہیں اس سے حقیقت میں سوا تم ہو

تیسری جگہ اسی نکتے کو واضح کرتے ہوئے نبیرۂ استاد زمن یوں رقم طراز ہیں: ـ

کرے مدح شہ والا، کہاں انسان میں طاقت ہے
مگر ان کی ثناخوانی تقاضائے محبت ہے

بدل سکتے ہیں آج بھی حالات زمانہ آج بھی تحسین
مگر ان کی نگاہ فیض سامان کی ضرورت ہے

الغرض سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات وہ ابر کرم ہے جس کا احاطہ کرنا ہمارے بس کی بات نہیں بس اس ابر کے چند چھینٹے ہی ہم غلاموں کے جام کو لبالب بھر دیتے ہیں جیسا کہ استاد زمن فرماتے ہیں: ـ

الٰہی تشنہ کام ہجر دیکھے دشتِ محشر میں
برسنا ابر رحمت کا، چھلکنا حوضِ کوثر کا

مذکورہ اشعار کی توضیح یوں کی جاتی ہے کہ اس ابر رحمت سے جام وحدت، عقیدۂ توحید سب منسلک ہے، اسی لئے تو فقط ان کے نام پاک کا ورد ہی اس تشنگی کو بجھانے کے لئے کافی و وافی ہو جاتا ہے، اس وضاحت کی عکاسی صدرالعلمارحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں: ـ

ساقی کوثر کا نام پاک ہے ورد زباں
کون کہتا ہے کہ تحسیںؔ آج تشنہ کام ہے

نام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ورد سے ہر کام بن جاتا ہے جب بھی کوئی مشکل پیش آتی ہے تو درود پاک کے ورد سے مشکل

اسلاف و اخلاف

کشائی ہوجاتی ہے بلائیں ٹل جاتی ہے، دکھ درد سب دور ہوجاتے ہیں یہ سب نوازشیں اسی جان آدم وجان عیسیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں اسی لئے استاذ زمن سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو دل وجان سے اپنا مسیحا تسلیم کرتے ہیں جیسے کے اس شعر میں ہے:ـ

مر ہی جاؤں میں اگر اُس دَر سے جاؤں دو قدم
کیا بچے بیمارِ غم قربِ مسیحا چھوڑ کر

اسی کی تائید صدر العلما رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور زمانہ کلام کے اس شعر میں ملاحظہ کریں:ـ

وہ یوں تشریف لائے ہم گنہگاروں کے جھرمٹ میں
مسیحا جیسے آجاتا ہے بیماروں کے جھرمٹ میں

یعنی آقا کریم محمد مصطفیٰ ﷺ ایسے مسیحا ہیں کہ جن کے ناخن بھی مشکل کشائی کرتے ہیں، بلکہ ان کے قدموں کی خاک تو خاک شفا ہے، ان کے قدموں کی برکت سے ہی حرمین، طیبین ہوئے تو پھر ان کے شہر مدینہ کا کیا مقام ہوگا جو شہر آقا کا ہے غلام کو اس سے اتنی حد درجہ محبت ہوتی ہے کہ ہر امتی کے دل میں مدینہ رہتا ہے اور ان امتیوں میں چند خوش نصیب وہ ہیں جن کے دل میں مدینہ کی محبت اور اس کا تصور اس قدر بسا ہے کہ وہ خود کو ہر ہر وقت مدینہ میں پاتے ہیں اسی لئے استاذ زمن یوں رقم طراز ہیں:ـ

قریب طیبہ بخشے ہیں تصور نے مزے کیا کیا
مرا دل ہے مدینہ میں مدینہ دل کے اندر ہے

اسی بات کی نشاندہی حضور صدر العلما نے اپنے اس شعر میں یوں فرمائی ہے:ـ

مدینہ سامنے ہے بس ابھی پہنچا میں دم بھر میں
تجسس کروٹیں کیوں لے رہا ہے قلب مضطر میں

علم غیب مصطفیٰ ﷺ پر پختہ عقیدہ استاذ زمن کو وراثت میں ملا تھا، اس کے شواہد آپ کے کلام میں جابجا موجود ہے:ـ

طور پہ جلوہ دکھایا ہے تمنائی کو
کون کہتا ہے کہ اپنوں سے ہے پردہ تیرا
چاک ہوجائیں گے دل جیب وگریبان کس کے
دے نہ چھپنے کی جگہ راز کو پردہ ترا
اب جماتا ہے حسن اس کی گلی میں بستر
خوب رویوں کا جو محبوب ہے پیارا تیرا

اسی بات کو اپنے کلام میں صدر العلما رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جابجا بیان کیا ہے، ان کا ایک مشہور قطعہ ملاحظہ ہو:ـ

علم غیب رسول کے منکر
اک حقیقت کو بھول جاتے ہیں
غیب مانا کہ راز ہے لیکن
راز اپنوں سے کب چھپاتے ہیں

اسی طرح حضور استاذ زمن کے مشہور ومعروف کلام کشف راز نجدیت کے اتباع میں آپ کے نبیرہ بھی جابجا رد وہابیت کرتے نظر آتے ہیں:ـ

تلاش جذبۂ ایمان عبس ہے کینہ کاروں میں
وفا کی جستجو اور ان جفا کاروں کے جھرمٹ میں

حضرت صدر العلما ایک با کمال شاعر تھے اور آپ نے خوب شاعری فرمائی، ابتدا سے ہی اس کی مشق کی ہے جس کی کئی مثالیں دیکھی گئی ہیں، اشعار کے آب گینوں میں اپنے جذبۂ دینی، ملی دردمندی اور عشقِ نبوی کی شرابِ طہور اُنڈیلی اور لفظوں کے جام بھر بھر عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مے خواروں کو ہونٹوں لگانے کی دعوت دی، آپ کے بہت سارے اشعار آپ کے عہد طفلی میں ہی اس وقت کئی رسالوں میں شائع ہوئے اور اہل علم میں بھی بہت مقبول ہوئے، جب بھی ان دلنشیں اشعار کو وقت کے بڑے علما کے سامنے پڑھا جاتا تو یہی گمان کرتے کہ استاذ زمن کے کلام ہیں مگر جب مقطع پر پہنچتے تب معلوم ہوتا کہ یہ تو نبیرۂ استاذ زمن علامہ تحسین رضا کا کلام ہے، پاکستان کے کچھ رشتہ داروں سے راقم تک یہ بات پہنچی ہے کہ تحسین ملت شروعاتی مشق کے دوران حضور محدث اعظم مفتی سردار احمد صاحب کو اپنے کلام دکھایا کرتے تھے اور اکثر ان کو بھی یہی شبہ ہوتا تھا کہ استاذ زمن کے کلام ہیں، اس بات کی تصدیق ماسٹر حسین صاحب ساکن کانکر ٹولہ بریلی شریف نے کی اور بعد میں مفتی مجیب اشرف صاحب کے ذریعہ بھی اس بات کی تصدیق ہوئی کہ وقت کے

کئی اکابر علمائے کرام کی زبان فیض ترجمان سے ایسے ہی جملہ سنے گئے، اسی ضمن میں میرے استاد محترم مولانا صغیر اختر مصباحی مدظلہ العالی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ جب آپ نے اپنی لکھی ہوئی درج ذیل نعت پاک مفتی اعظم ہند کی موجودگی میں سنائی، تو حضرت بہت محظوظ ہوئے، جب مقطع پڑھا تو حضرت نے برجستہ فرمایا: اچھا! تو تمہارا کلام ہے؟ میں تو سمجھ رہا تھا کہ چچا جان (استاد زمن) کا کوئی غیر مطبوعہ کلام ہے۔

(محدث بریلوی نمبر، مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی، ص ٤٨٧ تا ٤٩٢)

جس کو کہتے ہیں قیامت حشر جس کا نام ہے
درحقیقت ترے دیوانوں کا جشن عام ہے

آرہے ہیں وہ سر محشر شفاعت کے لئے
اب تجھے معلوم ہے جو کچھ میرا انجام ہے

تو اگر چاہے تو پھر جائیں سیہ کاروں کے دن
ہاتھ میں تیرے عنان گردش ایام ہے

روئے انور کا تصور، زلف مشکیں کا خیال
کیسی پاکیزہ سحر ہے کیا مبارک شام ہے

دل یہ کہہ کر رہ طیبہ میں بہلاتا ہوں میں
آگئی منزل تیری بس اور دو اک گام ہے

ساقیٔ کوثر کا نام پاک ہے ورد زباں
کون کہتا ہے کہ تحسینؔ آج تشنہ کام ہے

الغرض کہ صدر العلما حضرت علامہ تحسینؔ رضا خاں قادری بریلوی کی شاعری اور ان کی شاعرانہ فکر میں وہی بلندی وتخیل پایا جاتا ہے جو ان کے دادا حضور کی شاعری کا طرہ امتیاز رہا ہے، دادا جان کی طرح آپ کی نعتیہ شاعری میں بھی جذبے کا وہی تقدس اسی طرح موجود ہے کہ جسے دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ شاعر نے شاعری نہیں کی بلکہ شعر نے خود شاعر سے کہلوایا، اس بات کی وضاحت کے لئے مختلف جہتوں سے نبیرۂ استاذ زمن کے اشعار کو پیش کر کے کلام کی فنی وفکری مماثلت استاذ زمن کے کلام سے کرنے کی کوشش کی ہے مگر یہ سب حجتیں حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے قول فیصل کے سامنے ہیچ ہیں، ایک موقع پر آپ کے برادر اصغر حضرت علامہ حبیب رضا خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا:

''تحسین رضا خان گل سرسبد ہیں! جانتے ہو گل سرسبد کیا ہوتا ہے؟ مالی جب اپنی ٹوکری سجاتا ہے تو جو پھول سب سے اوپر نمایاں طور پر رکھتا ہے، وہی گل سرسبد ہوتا ہے۔''

حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے گل سرسبد علامہ تحسین بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی نعتیہ شاعری حقیقت میں اپنے دادا جان استاذ زمن حسن بریلوی کی شاعری کا آئینہ دار ہے، اس لحاظ سے آپ کا کلام بھی گل سرسبد کی حیثیت رکھتا ہے، میرے قلیل مطالعے کے مطابق جس طرح استاذ زمن کی ذوق نعت، اعلیٰ حضرت کی حدائق بخشش کی ترجمانی کرتی ہے اور آسان زبان میں اشعار کے معنی ومفہوم کی فہم میں معاون ہے، ٹھیک اسی طرح صدر العلماء محدث بریلوی کی ''گلہائے بخشش'' استاذ زمن کی ذوق نعت کا مظہر ہے۔

◆◆◆

ص ٩٥ رکا بقیہ......................

والہ ٢٠٠٤ء، ص ١٩٢ (١٤) عبد العلیم میرٹھی، علامہ، انسانی مسائل کا حل، مترجم محمد حسین آسی، پروفیسر، ورلڈ اسلامک مشن کراچی ٢٠٠٨ء، ص ٩ (١٥) سورۃ آل عمران ٨٣ (١٦) عبد العلیم میرٹھی، علامہ، انسانی مسائل کا حل، مترجم محمد حسین آسی، پروفیسر، ورلڈ اسلامک مشن کراچی ٢٠٠٨ء، ص ١٠ (١٧) مرجع سابق، ص ١١۔ ١٢ (١٨) مرجع سابق، ص ١٣۔ ١٤ (١٩) سورۃ آل عمران ١٩ (٢٠) عبد العلیم میرٹھی، علامہ، انسانی مسائل کا حل، مترجم محمد حسین آسی، پروفیسر، ورلڈ اسلامک مشن کراچی ٢٠٠٨ء، ص ١٤ (٢١) مرجع سابق، ص ١٦۔ ١٧ (٢٢) مرجع سابق، ص ١٩۔ ٢٠ (٢٣) مرجع سابق، ص ٢٠ (٢٤) مرجع سابق، ص ٢١۔ ٢٢ (٢٥) عبد العلیم میرٹھی، علامہ، تبلیغ اسلام کے اصول وفلسفہ، خورشید احمد سعیدی، تحریک فکر رضا ممبئی، ص ٢١۔ ٢٢۔

◆◆◆

پہلی قسط

(از: ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی*

بمبئی میں اعلیٰ حضرت کی علمی مجلسیں

بمبئی کبھی ایک جزیرہ نما ٹاپو تھا، جہاں جہاں جگہ تھی، ماہی گیروں اور مچھیروں کے چھونپڑے تھے، اصل آبادی چیمبور [صیمور]، تھانہ، کلیان، نالاسوپارہ تھی، بعد میں یہی جزائر نما بمبئی دنیا کے مشہور ترین شہروں میں شمار ہونے لگا، ہندوستان کی معاشی راجدھانی اور صوبۂ مہاراشٹرا کا دار الخلافہ بنا، بمبئی بارونق، پرکشش، تجارتی، صنعتی، روزگاری اور غریب پرور شہر ہے، یہاں روشنی بھی ہے اور تاریکی بھی، نیکیاں بھی ہیں اور برائیاں بھی، یہ تو واردین و صادرین پر موقوف ہے کہ کون سی راہ اختیار کرتے ہیں، پہلے شہر سورت بابِ کعبہ کہلاتا تھا کہ وہاں بندرگاہ ہونے کی وجہ سے ہندوستانی حجاجِ کرام وہیں سے اس مبارک سفر کی شروعات کرتے تھے، بعد میں بمبئی کے ساحل پر یہ سہولت مہیا کی گئی، تب سے بمبئی بابِ کعبہ بنا اور حجاجِ کرام یہاں سے روانہ ہونے لگے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے پہلا حج ۱۲۹۶ھ میں ادا کیا تھا، والد ماجد خاتم المحققین حضرت شاہ نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ کی معیت مبارکہ میسر تھی، گمانِ غالب ہے، یہ سفر براہِ بمبئی ہوا ہوگا، جس کی تفصیل تک میری رسائی نہ ہوسکی۔ کچھ ضمنی واقعات ملتے بھی ہیں، تو انہیں سفرِ حج کے ضمن میں درج کیا جائے گا۔ اعلیٰ حضرت کی ولادت ۱۲۷۲ھ میں ہوئی۔ پندرہ برس کے ہوتے ہوتے آپ کی علمی شہرت اطرافِ ہند میں پھیل چکی تھی۔ بمبئی سے بھی ان کے پاس استفتے اور سوالات آنے لگے تھے اور علما و عوام بمبئی سے رابطے استوار ہو چکے تھے، دن گزرتے گئے۔ یہ رابطے مضبوط و مستحکم ہوتے گئے۔ فتاویٰ رضویہ کی مختلف جلدوں کے مطالعے سے ان رابطوں کا سراغ ملتا ہے، علما کے علاوہ، خواص، تاجرین و عمائدین اور دیندار رئیسانِ شہر سائلین و مستفتین میں نظر آتے ہیں۔

تاسیس ندوہ

۱۳۱۰ھ میں مدرسہ فیض عام کان پور کے سالانہ اجلاس میں علما کی ایک میٹنگ ہوئی۔ جس میں معاشرہ میں پھیلی برائیوں، خصوصاً اصلاحِ نصابِ تعلیم پر گفتگو ہوئی۔ علمائے کرام کی متفقہ رائے سے پہلے پہل اس تنظیم کا نام ''ندیۃ العلماء'' رکھا گیا جو بعد میں ''ندوۃ العلماء'' سے مشہور ہوا۔ کان پور والی میٹنگ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز بھی شریک تھے اور اصلاحِ نصاب پر اپنا گراں قدر مقالہ بھی پیش کیا تھا، ۱۳۱۲ھ میں یہ اجلاس لکھنؤ، ۱۳۱۳ھ میں بریلی اور ۱۳۱۴ھ میں ندوہ کا اجلاس بمبئی میں منعقد ہوا۔

کان پور کی میٹنگ میں ہی کچھ ایسی باتیں سامنے آئیں، جن کی اصلاح وخلاصہ محتاط ومتدین علما ومشائخ چاہتے تھے۔ لکھنؤ کے اجلاس میں وہ قابلِ اصلاح باتیں اور زیادہ روشن ہوکر اجاگر ہوئیں۔ تو اصلاحی کوششیں بھی تیز ہوگئیں۔ اس اصلاحی فکر کے سرگروہ یوں تو تمام محتاط علما تھے، مگر نمائندگی و پیشوائی میں پیش پیش تاج الفحول حضرت شاہ محمد عبد القادر قادری برکاتی بدایونی، حافظِ بخاری حضرت سید شاہ محمد عبد الصمد مودودی چشتی سہسوانی ثم پھپھوندوی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی تھے، بریلی کے اجلاسِ ندوہ میں وہ قابلِ اصلاح باتیں اور شوخ رنگ میں سامنے آئی تھیں۔

تصدیقات جلیلہ

نتیجہ یہ ہوا کہ تمام اقطارِ ہند کے علما، مشائخ، عمائدین اور دانشورانِ قوم وملت جلسۂ ندوہ سے کھنچے کھنچے رہنے لگے اور اصلاح ومفاہمت کی رفتار بڑھ گئی، ۱۳۱۳ھ میں اعلیٰ حضرت سے اس کے متعلق دس سوالات ہوئے۔ ان سوالوں کے جوابات کا مجموعہ ''فتاوی القدوۃ لکشف دفین الندوۃ'' کے نام سے ۱۳۱۳ھ ہی میں مطبع نادری سے شائع ہوا۔ جس پر تمام ہندوستان کے قریب

* مضمون نگار مرکز برکات رضا ایجوکیشنل ٹرسٹ ممبئی کے بانی اور معروف اہل قلم ہیں۔

پچاس اجلہ علما و مشائخ نے ندوہ کی بے دینیوں اور مداہنتوں کا اظہار کرتے ہوئے تائید و تصدیق کی۔ جن کا مقامی تعلق بمبئی، الہ آباد، دہلی، مراد آباد، رام پور، بدایوں، بریلی، پھپھوند اور مارہرہ مقدسہ سے ہے۔ علمائے بمبئی کے مصدقین کے نام نامی کے اندراج سے پہلے نامی و مشہور عالم اور مفتی و مناظر حضرت مفتی محمد عمر الدین قادری ہزاروی کی تصدیق ملاحظہ کریں، شیخ العلما حضرت مفتی محمد عمر الدین ہزاروی کی عبارت یہ ہے :

''بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ ہندوستان میں حکومت اسلام نہ ہونے کے باعث طرح طرح کے فتنے حادث ہوتے رہتے ہیں، اوّلاً نجدیہ کا فتنہ ظاہر ہوا، پھر اس میں سے نیچریوں کی شاخ پھوٹی۔ اب سب سے بڑا فتنہ بنام ''ندوۃ العلما'' نیچریوں نے قائم کیا ہے اور اس میں چند کوتاہ اندیش سنیوں کو بھی شامل کر لیا ہے اور باعث زیادہ خرابی اور بدمذہبی کا یہ ہوا ہے کہ ان عیاروں نے تمام کارروائی ظاہراً ان سادہ لوحوں کو سونپ دی ہے، یہ ان مکاروں کے مکر سے بے خبر، ان کی چال بازی سے غافل، ان کے اقوال فاسدہ کو اپنی زبان وقلم سے شائع کر کے عوام کو دھوکہ دے رہے ہیں، چنانچہ گواہ اس کی روداد مطبوعہ جلسہ لکھنؤ و کان پور ہیں، جس کے اقوال فاسدہ کا مشتے نمونہ از خروارے سائل نے سوال میں درج کیا ہے اور فقیر نے بھی ان خرافات مردودہ کے علاوہ اور بہت سے ہذیانات مطرودہ ان ہر دو روداد میں دیکھے ہیں۔

پس مجیب مصیب نے جو کچھ ان قائلین کے اقوال فاسدہ کی رو سے ان پر احکام شرع جاری کیے ہیں، وہ سب ان پر قطعاً وارد ہوتے ہیں۔ ان پر لازم وواجب ہے کہ ان اقوال فاسدہ سے تائب ہو کر جلد اہل سنت میں شامل ہوں، ورنہ ان کی وہ جانیں۔ اللہ عزوجل تو اپنے دین کی خود حفاظت فرمائے گا۔ ان سے کچھ نہیں ہونے کا۔ اگلے مبتدعین سے کیا ہوا، جو ان سے ہوگا۔''

اسمائے مصدقین

دیگر تائید و تصدیق کرنے والے علمائے کرام اور ان کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

[۱] اجوبۃ مرقومۃ الصدر صحیح و درست است۔

کتبہ: خادم الشرع القاضی اسماعیل الحلمائی عفا اللہ تعالیٰ عنہ وعن والدیہ وعن استاذیہ وعن جمیع المؤمنین آمین یارب العالمین، [مع مہر]

[۲] المجیب مصیب و لہ ثواب عظیم و من انکر فقد غوی و ضل عن الطریق الحق۔

کتبہ: احقر العباد حسن بن نور محمد عفی عنہما

[۳] ما اجاب الجیب فھو فیہ مصیب و لہ فیہ اجر نصیب۔

کتبہ: سید مرتضی بن سید محمد سلطان امام مسجد بالائی محلہ

[۴] فقد اصاب من اجاب و من انکر فقد خسر وخاب لا ریب فی تحقیق المحقق و تدقیق المدقق۔

حررہ: فقیر قادری مرید احمد حنفی عفی عنہ

[۵] الاجوبۃ کلھا صحاح والعلم الاتم عند خالق المساء والصباح۔

العبد الفقیر محمد یٰسین عفا اللہ تعالیٰ عنہ

[۶] ھٰذہ الجوابات کلھا حق لا ریب فیھا۔

حررہ الراجی الی رحمۃ المنان میر عبد الرحمٰن عفی عنہ

[۷] جوابات سوالات عشرہ مذکورہ سب صحیح اور مطابق اہل سنت و جماعت ہیں۔

حررہ العبد المفتقر الی مولاہ محمد عبید اللہ جعل اللہ اخراہ خیر من اولاہ

[۸] الجواب صحیح موافق لاھل السنۃ و الجماعۃ۔

کتبہ: خادم الشرع قاضی شیخ محمد مرگھی عفی ع نہ وعن جمیع المسلمین آمین قاضی شہر بمبئی

[۹] صح الجواب۔

نمقہ الفقیر عبد الغفور عفی عنہ

[۱۰] الجواب صحیح۔

حررہ المتوکل علی اللہ القوی محب النبی حفظہ اللہ عن شر کل غوی و غبی

[۱۱] الجواب ظاھر للصواب و اللہ اعلم بالصواب۔

رقمہ: احقر الآفاق محمد اسحاق عفی عنہ

[۱۲] قد حقق المحقق فیما اجاب و ھو فیه مصیب و مثاب و اجب الاعتقاد ما اثبت و قال و ماذا ابعد الحق الا الضلال۔

کتبہ: فقیر حقیر سراپا تقصیر گوشہ نشین کلبہ نامرادی ادنی الادانی محمد عبد الہادی عفی عنہ

اب جو بمبئی کی باری آئی، یہ ۱۳۱۴ھ کا سال تھا، اس کی روداد سنیے! مدرسۂ محمدیہ جامع مسجد بمبئی کے صدر مدرس حضرت مفتی محمد عمر الدین ہزاروی لکھتے ہیں:

''ندوہ والوں نے بمبئی میں بھی اس بدمذہبی کا جال پھیلانا چاہا، مگر بحمد اللہ ناکام رہے، چنانچہ اس کا قدرے نمونہ ایک اخبار روانہ کرتا ہوں، جس کے ص ۷: ربیں ذکر ہے۔''

[مکتوباتِ علماو کلامِ اہلِ صفا' طبع بریلی، ۱۳۱۴ھ ص ۸۲]

یہی حضرت مفتی محمد عمر الدین ہزاروی آگے تحریر کرتے ہیں:

''شبلی نعمانی کو ندویوں نے جلسہ تائیدی ندوہ کے لیے بلایا تھا، اخبار'سفیر' میں اطلاع کی تھی کہ شبلی اور مہدی صاحبان ندوہ کے مقاصد پر لکچر دیں گے، مگر قبل اس کے دونوں لکھنؤ [سے] بمبئی تشریف لاتے اور جمعہ کی نماز کے بعد وعظ میں خوب ندوہ کے پرخچے اڑائے اور شبلی و عبد الحق صاحبان اراکینِ ندوہ کی بھی خوب خبر لی، شبلی صاحب بمبئی سے چلے گئے اور اراکین کے حوصلے پست ہو گئے۔''

[مکتوباتِ علماو کلامِ اہلِ صفا' طبع بریلی، ۱۳۱۴ھ ص ۸۳]

۱۳۱۴ھ میں ہی ''فتاوی السنة لالجام الفتنة'' کے نام سے ایک کتاب چھپ کر منظر عام پر آئی، اس کتاب کے مصنف حضرت علامہ شاہ محمد عبد الرزاق مکی حیدرآبادی تھے۔ مطبع نادری بریلی سے شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب میں ندوہ کے متعلق چھ سوالات اور ان کے جوابات ہیں، کتابِ مذکور کا منشا ہے کہ اہلِ ندوہ سے بچا جائے۔ حیدرآباد کے علاوہ بمبئی اور دیگر بلادِ ہند علما، فقہا، مشائخ اور ماہرینِ دین و دانش کی تائید وحمایت اس کتاب کو حاصل ہے۔

آج سے ایک سو پچیس سال پہلے جن علما، مشائخ، خطبا اور ائمہ نے اس کتاب کی تائید وحمایت اور دستخط و مہر ثبت کر کے ندوہ سے اپنی نفرت و بیزاری کا اظہار و اعلان کیا ہے، یہاں ان کے چند اسمائے گرامی درج کیے جاتے ہیں، اصل کتاب میں تفصیل دیکھیے یا میری کتاب ''مطالعۂ ندویت'' کا مطالعہ کیجئے، وہ اسمائے مبارکہ یہ ہیں:

حضرت علامہ محمد عبید اللہ مکی، صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد بمبئی۔ حضرت علامہ قاضی محمد اسماعیل مہری استاذ مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد بمبئی۔ حضرت علامہ قاضی محمد صالح بن قاضی شریف عبد اللطیف جامع مسجد بمبئی۔ خلیفۂ بغداد حضرت علامہ عبد اللہ بن محمد حموی از سرکارِ بغداد وارد حال بمبئی۔ حضرت علامہ قاضی شیخ محمد مرگھے، قاضیٔ شہر دوم، بمبئی۔ حضرت علامہ قاضی محمد اسماعیل جلمائی شافعی خادم شرع، بمبئی۔ حضرت علامہ شاہ محمد امین اللہ عرف شاہ جہان حسینی رفاعی، بمبئی۔ حضرت علامہ مولانا محمد اسحاق صاحب واعظِ شہر بمبئی۔ حضرت علامہ سید شاہ غلام حسین جونا گڑھی، وارد حال بمبئی۔ حضرت علامہ محمد عبد الغفور صاحب واعظ و مدرسِ شہر بمبئی۔ حضرت علامہ حسن بن نور محمد صاحب۔ حضرت علامہ مفتی محمد عمر الدین ہزاروی واعظ و مدرس شہر بمبئی۔ حضرت علامہ محمد طاہر صاحب۔

دو تین کو چھوڑ کر یہ سارے مقامی و آفاقی علما و خطبا و ائمہ تھے، جو ندوہ کی شناعتوں، سفاہتوں اور دینی قباحتوں کا کھلے عام اعلان کر رہے تھے اور اپنی نفرت و بیزاری کا اظہار کر رہے تھے، ان کے علاوہ عمائدین، تاجرین اور دانشورانِ شہر بھی اس تحریکِ اصلاح کے پرجوش کارکن اور سرگرم حصہ تھے، چند پرجوش کارکنان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

حضرت علامہ محمد اسماعیل نقشبندی شاذلی۔ گورے بابو۔ حاجی محمد قاسم۔ حاجی عیسی خان محمد۔ حاجی نور محمد عثمان۔ حاجی محمد قاسم۔ حاجی محمد اسحاق آدم۔ حاجی ابو۔ حاجی حبیب۔ حاجی محمد ابراہیم۔ شیخ محمد ابراہیم بن شیخ چاند وغیرہم اور شہر ناسک سے حضرت شاہ محمد عبد الفتاح کے فرزند حضرت مولانا سید امام الدین اور جناب سید احمد صاحب بہت ہی فعال تھے۔

رضویات

تحفۂ حنفیہ پٹنہ

یہ سوا سو سال پہلے کی بات ہے۔ یہ ایک ماہنامہ تھا، جو عظیم آباد پٹنہ سے شائع ہوتا تھا۔ یہ رسالہ ندوہ اور غیر مقلدیت کے ردو تعاقب میں کلیدی کردار انجام دیا ہے، یہ اس دور کا نہایت مشہور اور مقبول رسالہ تھا۔ حضرت مفتی محمد عمر الدین قادری رضوی ہزاروی اس کے خاص قلم کاروں میں تھے، آپ اس کی اشاعت وترقی کے خواہاں تھے۔ اس دور کے قلیل آبادی والے بمبئی شہر میں درج ذیل قارئین ومعاونین تھے۔ حتی کہ یہ سلسلہ گجرات تک انہوں نے دراز کرا دیا تھا:

[۱] جناب سوداگر بکر خان ولد عمر خان، قصبہ میسا نگر، گجرات، بذریعہ حامی الاسلام والدین مولانا محمد عمر الدین صاحب مدرس دام مجدہ، جالی محلہ امر کھاڑی مکان حاجی صدیق جعفر، بمبئی۔

[۲] جناب مولانا محمد میاں صاحب، محلہ قصاب واڑہ، کوچہ چاند سیٹھ، بمبئی۔

[۳] جناب حاجی عبد الرحیم صاحب بن حاجی بلند مرحوم، محلہ قصاب واڑہ، کوچہ چاند سیٹھ، بمبئی۔

[۴] جناب میاں مومن صاحب، محلہ قصاب واڑہ، کوچہ چاند سیٹھ، بمبئی۔

[۵] جناب مولانا سید محمد شاہ صاحب عرف بابا میاں، مکان عیسی صاحب، جالی محلہ، بمبئی۔

[۶] جناب مولانا احمد میاں صاحب مہتمم مدرسہ احمدیہ، محلہ قصاب واڑہ، کوچہ چاند سیٹھ، بمبئی۔

[۷] جناب حاجی عیسی جمعہ صاحب، مستری محلہ، بمبئی۔

[۸] جناب مولانا حافظ عبد الغفور صاحب امام مسجد محلہ متصل کرا فٹ مارکیٹ، بمبئی۔

[۹] جناب شیخ احمد بھائی صاحب متصل مسجد قصاب واڑہ، بمبئی۔

[۱۰] جناب سیٹھ دادا میاں صاحب الیاس حاجی چینائی بر دکان حاجی محمد اسحاق الیاس، متصل زکریا مسجد، بمبئی۔

[۱۱] جناب مولانا عبد الرحیم احمد امین صاحب، بر دکان زکریا حاجی، متصل زکریا مسجد، بمبئی۔

[۱۲] جناب ابراہیم اسماعیل صاحب، زکریا مسجد، بمبئی۔

[۱۳] جناب مولانا مولوی حسن صاحب امام مسجد حکیم اسماعیل صاحب، چونا بھٹی، بمبئی۔

[۱۴] جناب شیخ عبد اللطیف صاحب احمد کمپنی شیخ میمن اسٹریٹ، متصل جامع مسجد بمبئی۔

[۱۵] جناب مولانا خدا بخش صاحب امام مسجد دھان باڑی، بمبئی۔

[۱۶] جناب احمد صاحب کاپڑیا متصل محلہ گندا تالاب، بمبئی۔

[۱۷] جناب عثمان رحیمتا صاحب، بر مکان عیسی علی، جالی محلہ، بمبئی۔

[۱۸] جناب میاں جی حسین صالح محمد صاحب ملا، مستری محلہ، بمبئی۔

[۱۹] جناب محمد علی صاحب دلوی محلہ دھان باڑی، بمبئی، بذریعہ موئد سنت خیر البشر مولانا حاجی و حافظ و قاری واعظ سید شاہ محمد عمر صاحب دام مجدہ، حیدر آباد دکن۔

[ماہنامہ 'تحفہ حنفیہ' پٹنہ، شمارہ جمادی الاخری ۱۳۱۶ھ، ضمیمہ ص ۲]

مکتوب بمبئی ۱۳۱۸ھ: میں سرزمین عظیم آباد پٹنہ میں ملک گیر سطح پر رد ندوہ تاریخ ساز اجلاس منعقد ہوا۔ یہ اجلاس مسلسل سات دنوں تک چلتا رہا۔ تمام متحدہ ہندوستان کے سو علما و مشائخ نے شرکت کی۔ بمبئی سے حضرت مفتی محمد عمر الدین قادری رضوی ہزاروی بھی مدعو تھے۔ ناگزیر حالات کے پیش نظر پٹنہ نہ جا سکے، تو داعی و میزبان حضرت قاضی محمد عبد الوحید فردوسی کو مبارک باد دیتے ہوئے اپنی معذرت کا بھی اظہار کرتے اور لکھتے ہیں:

"برادرم مولانا الفرید الوحید سلمکم اللہ تعالیٰ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فقیر بمعیت مولانا قاضی مہری صاحب رئیس اعظم بمبئی ضرور حاضر جلسہ ہوتا، مگر نائب مدرس کی علالت سے مجبور اور مولائے موصوف بھی قصد کرتے کرتے رہ گئے۔ بہر حال مبارک باد دیتا ہوں۔ خدا اہل سنت کو فتح یاب اور مبتدعین کو پشیماں اور مغلوب کرے، سائر علمائے اہل سنت، بالخصوص اعلیٰ حضرت امام علمائے ظاہر و باطن تاج الفحول محب الرسول بدایونی مدظلہ اور مجدد مأۃ حاضرہ والا حضرت فاضل بریلوی سامت برکاتہم کی خدمات میں تسلیم پہنچایئے، والسلام۔

خادم محمد عمر الدین عفی عنہ
مدرس اول مدرسہ فتحیہ واقع بمبئی۔''

[روداد اجلاس اہل سنت، تحفہ حنفیہ، پٹنہ ۱۳۱۸ھ، ص ۱۵۰]

عملی تعاون

مفتی بمبئی حضرت مفتی محمد عمر الدین قادری رضوی ہزاروی ماہنامہ ''تحفہ حنفیہ'' پٹنہ کے مستقل مقالہ نگاروں میں تو تھے ہی، مخلصانہ تعاون کرتے اور کراتے بھی تھے۔ چنانچہ مہتمم مطبع حنفیہ حضرت مولانا محمد ضیاء الدین پیلی بھیتی مفتی بمبئی اور معاون خاص جناب میاں مومن صاحب مرحوم کا شکریہ ادا کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''خاص کر ناصر دین وملت قاتل کفر و بدعت عالم نبیل فاضل جلیل جناب مولانا مولوی محمد عمر الدین صاحب سنی حنفی قادری ہزاروی مقیم بمبئی مربی ''تحفہ حنفیہ'' صانہ اللہ تعالیٰ عن مصائب الدنیویۃ والاخرویۃ کا شکریہ ادا ہو ہی نہیں سکتا اور حامی سنت ماحی بدعت جناب میاں مومن صاحب سیٹھ کا دفتر تحفہ تہہ دل سے شکر گزار، جنہوں نے ایسی حالت میں اعانت تحفہ و حمایت سنت مطہرہ فرمائی اور یک مشت ساٹھ روپے بغرض مدد تحفہ حضرت مولانا ممدوح کے ذریعہ سے دفتر تحفہ میں بھجوائے، جزاہم اللہ تعالیٰ۔''

[ماہنامہ ''تحفہ حنفیہ'' پٹنہ، شمارہ محرم الحرام ۱۳۲۱ھ، ص ۳۸]

سخاوت عثمانی کا جلوہ

شمارہ مذکورہ کے ص ۳۹ ر پر خریداران و معاونین کی فہرست میں جناب صدیق حاجی محمد حاجی عثمان صاحب بمبئی کا نام نامی شامل ہے۔

تعمیر مزار

اعلیٰ حضرت کے وصال پرملال کے بعد الٹے برس ہی قرآن خوانی، ایصال ثواب اور عرس کی تقریب سعید منعقد ہونے لگی، جس میں علماومشائخ کے علاوہ مخلصین ملک وملت نے بھی شرکت کی اور مزار مبارک اور خانقاہ عالیہ کی تعمیر کا معاملہ بھی زیر غور آیا، ۱۳۴۱ھ، ۱۳۴۲ھ کے عرس پاک میں تعمیر مزار و خانقاہ کا نقشہ بھی تیار ہو گیا اور کام بھی شروع ہو گیا۔ خلیفہ اعلیٰ حضرت الحاج سید محمد عبد الرزاق قادری رضوی کٹنی مدھیہ پردیش ایک ٹرک تعمیراتی اشیا لے کر پہنچے۔

پھر یہ کام کچھ سست رفتاری کا شکار ہو گیا۔ ۱۳۴۵ھ، ۱۳۴۶ھ میں یہ کام ایک نئے عزم وحوصلے کے ساتھ شروع ہوا۔ جس کی نگرانی وسربراہی اعلیٰ حضرت کے دونوں صاحب زادگان نے کی۔ جناب محمد شفیع الدین خان رضوی، حاجی لیاقت علی خان رضوی، سید ایوب علی رضوی اور جناب سید محمد ضمیر الدین وغیرہ عشاق اعلیٰ حضرت نے دیکھ بھال کی ذمہ داری سنبھالی۔ واضح رہے اب کی بار یہ کام جناب شیخ نواب جان صاحب رضوی کلکتہ کی تحریک وتعاون پر شروع ہوا، یہ کام مخلصین بریلی کے بازوئے ہمت سے چلتا رہا۔ باہر کا تعاون یکا دکا ہی رہا۔ ان خوش نصیبوں میں ایک فرد فرید حضرت مولانا محمد جسیم صاحب رضوی بمبئی بھی تھے، رحمۃ اللہ علیہ۔

[روداد تعمیر مزار شریف، باہتمام حکیم ملت حضرت مولانا شاہ محمد حسنین رضا خان، حسنی پریس بریلی، ص ۱۳ ر مصدقہ سرکار مفتی اعظم ہند، ص ۱۶ ر بتاریخ ۲۳ ر صفر المظفر ۱۳۴۶ھ]

جماعت رضائے مصطفیٰ

یہ تنظیم اعلیٰ حضرت کی زندگی پاک کے بالکل اخیر دور میں عمل میں آئی، جس نے تاریخی کارنامے انجام دیئے۔ اس تنظیم و تحریک میں بھی علمائے بمبئی اور اہل خیر عوام اہل سنت بمبئی کی عملی شراکت داری وحصہ داری رہی، مثلاً:

[۱] محب سنت جناب سیٹھ حاجی ابو یوسف صاحب قادری رضوی، بمبئی۔

[۲] محب سنت جناب شیخ امام علی صاحب قادری رضوی مالک ہوٹل اسکریم بمبئی۔

[۳] محب سنت جناب حاجی عبد الغفور صاحب مقیم بمبئی۔

[۴] جناب حاجی محمد نصرت یار خان صاحب رضوی بریلوی مقیم بمبئی۔

[روداد جماعت رضائے مصطفےٰ، بریلی روداد سال سوم ۱۳۴۱ھ، ص ۲۹ ر و ۳۳ ر و نیز روداد سال چہارم، ۱۳۴۲ھ، ص ۴۸-۴۹]

.........جاری

رضویات

از: ڈاکٹر معین احمد خاں رضوی*

”انتخاب کلام حامدؔ“ جمالیاتی شاعری کا نادر نمونہ

اردو زبان وشاعری کے ناقدین کے درمیان یہ بحث بہت پرانی ہے کہ شاعری یا ادب کا جائزہ جمالیاتی بنیادوں پر کیا جائے یا فلسفانہ واخلاق اقدار کی بنیاد پر بہت سے ناقدین جہاں فلسفانہ واخلاقی اقدار کی بنیاد پر شاعری کے تجزیہ پر متفق ہیں تو دوسری جانب ایک بڑا گروہ اس بات پر متفق ہے کہ ادب وشاعری کا جائزہ جمالیاتی بنیاد پر کرنا مناسب ہے کیونکہ فلسفہ واخلاق تو اس کے اندر پوشیدہ ہوتے ہی ہیں اور اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ ادب یا شاعری میں اصل اہمیت انداز بیان یا اسلوب کی ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ بھی ایک نا قابل تردید حقیقت ہے کہ کسی بھی ادب یا شاعر کا ادبی مواد جس نوع کا ہوگا اس کے اثرات بھی اتنی ہی قوی ہوں گے۔

انداز بیان کے سلسلے میں ہم آسان زبان میں کہہ سکتے ہیں کہ یہ ایک ایسا عمل ہے کہ جس کی مدد سے ایک ادیب یا شاعر اپنے جذبات واحساسات کو یا باالفاظ دیگر اپنی بات کو مصفا کر کے انتہائی پیچیدہ عمل سے گزار کر لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے اور در اصل یہی انداز بیان ہی ہے جو شاعری کی اصل بنیاد ہے اور شاعری کو سمجھنے و پرکھنے کے لئے یہی وہ واحد اساس ہے جس سے اس شاعری کے اثرات و مکمل مضمرات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

جمالیاتی شاعری کے اس اجمالی تعارف کے بعد جب ہم انتخاب کلام حامد پر طائرانہ نظر ڈالتے ہیں تو یہ کہنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے کہ اس مختصر نعتیہ کلام کے مجموعہ میں ادبی جمالیات یا جمالیاتی شاعری کا ایک مقدس نگارخانہ موجود ہے۔

حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کے اس گراں قدر نعتیہ کلام میں جہاں ایک طرف آپ کی شاعری شریعت مصطفی ﷺ کے سخت دائرے میں رہتی ہے اس لیے موضوع ومواد کی اہمیت ورفعت اپنی جگہ، وہیں دوسری جانب اسلوب نگارش وانداز بیاں کے لحاظ سے اپنا ایک منفرد ومخصوص مقام ومرتبہ رکھتی ہے، ذرا یہ اشعار دیکھیں جو ”نسیم طیبہ“ کے عنوان سے کلام حامد میں موجود ہیں: ؎

شوق کی چیرہ دستیاں، دل کی اڑائیں دھجیاں
وحشت عشق کا سماں دامن تار تار میں

شوق کی ناشکیبیاں، سوز کی دل گدازیاں
وصل کی نامرادیاں عاشق دل فگار میں

گردش چشم ناز سے حامدؔ میگسار مست
رنگ وسرور وکیف ہے چشم خمار دار میں

کلام حامد میں جہاں ایک طرف شوخی وبانکپن، رنگ تغزل کے طور پر صاف نظر آتا ہے بلکہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا نظر آتا ہے مگر یہ بات حیران کرنے والی ہے کہ اس عاشقانہ جذب وکشش کو پیش کرتے ہوئے انتہائی متانت وسنجیدگی کا ثبوت بھی پیش کیا ہے کہیں بھی مبالغہ آرائی سے کام نہیں لیا ہے، نادر تشبیہات ونادر ترکیبیں جن کا استعمال انتہائی لطیف وخوبصورت پیرائے میں کیا ہے جو زبان وبیان پر ان کی قادر الکلامی کا جیتا جاگتا ثبوت ہے ملاحظہ کریں درج ذیل اشعار: ؎

حسینوں میں تمہیں تم ہو نبیوں میں تمہیں تم ہو
کہ محبوب خدا تم ہو نبی الانبیاء تم ہو

تمہارے حسن رنگیں کی جھلک ہے سب حسینوں میں
بہاروں کی بہاروں میں بہار جانفزا تم ہو

وہ لاثانی ہو تم آقا نہیں ثانی کوئی جس کا
اگر ہے دوسرا کوئی تو اپنا دوسرا تم ہو

غریبوں دردمندوں کی دوا تم ہو دعا تم ہو
فقیروں بے نواؤں کی صدا تم ہو ندا تم ہو

کہتے ہیں کہ بڑے شاعر یا ادیب کا یہ کمال ہوتا ہے کہ وہ اپنی شاعری میں روزمرہ کے الفاظ ومحاورات کا استعمال اس معنی آفرینی و دل نشینی کے ساتھ کرتا ہے کہ الفاظ ومحاورات کا برمحل استعمال زبان پر ''اجنبیت'' کا قطعاً گمان نہیں ہونے دیتا۔

حجۃ الاسلام علامہ حامد بریلوی علیہ الرحمہ نے نعتیہ کلام میں عربی، فارسی وارد وئے معلیٰ کے الفاظ کے ساتھ ساتھ ہندی وعام بول چال کے الفاظ کو جس خوبی سے ہم آہنگ کیا ہے بلکہ کہنا چاہیے کہ زبان وبیان کے اس اتصال سے ایک نئے لہجے کو جنم دیا ہے یہ ان کا بڑا کمال ہے اور ان پر کیا ہی خوب زیب دیتا ہے، ملاحظہ کریں درج ذیل اشعار:۔

پیکے پلا کے میکشو ہم کو بچی کچھی ہی دو
قطرہ دو قطرہ ہی سہی کچھ تو برائے نام دو

تلووں سے ان کے چار چاند لگ گئے مہر وماہ کو
ہیں یہ انہیں کی تابشیں، ہیں یہ انہیں کے نام دو

گاہ وہ آفتاب ہیں گاہ وہ ماہتاب ہیں
جمع ہیں ان کے گالوں میں مہر وماہ تمام دو

ہوئی جو مجرم کو باریابی، تو خوب عصیاں سے درج یہ ہوگی
خمیدہ سر آبدیدہ آنکھیں، لرزتا ہندی غلام ہوگا

اِدھر وہ گرتوں کو تھام لیں گے، اُدھر پیاسوں کو جام دیں گے
صراط ومیزان وحوض کوثر، یہیں وہ عالی مقام ہوگا

حضور روضہ ہوا جو حاضر، تو اپنی سج دھج یہ ہوگی حامدؔ
خمیدہ سر آنکھ بند لب پہ مرے درود وسلام ہوگا

منقبت حضرت آل رسول علیہ الرحمہ کے یہ اشعار دیکھیں اور ملاحظہ کریں، حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کا یہ انداز بیاں کہ جس میں ''مقامی بولیوں'' کے ساتھ روہیل کھنڈی الفاظ کو کس خوبصورتی کے ساتھ زبان وبیان سے ہم آہنگ کیا ہے۔

پار بیڑا لگائے آل رسول
ڈوبے بجرے ترائے آل رسول

تیرا باڑا ہے بٹ رہا جگ میں
تو ہی دے یاد لائے آل رسول

جھولی پھیلائے ہے ترا منگتا
بھر دے داتا برائے آل رسول

دیدے چُمکار کر کوئی ٹکڑا
سگِ در کو رضائے آل رسول

دور دوری کا دَور دَورا ہو
دَور پھر یہ نہ آئے آل رسول

بیل میری بھی اب منڈھے چڑھ جائے
صدقہ حامدؔ رضائے آل رسول

کہتے ہیں کہ ایک فطری شاعر وہی ہوتا ہے جس کے کلام میں فریفتگی، بیخودی، مدہوشی، شوق ودرد والم وسوز وگداز ہو مگر اس کے ساتھ ساتھ سچے جذبات واحساسات وواردات قلب کا برملا اظہار ہو، اشعار کو پڑھ کر ایسا نہ لگے کہ شاعر نے شعر محنت سے لکھا بلکہ قاری یہ کہنے پر مجبور ہو کہ شعر نے خود شاعر سے لکھوایا یہ اصول مدنظر رکھیں اور ملاحظہ کریں نعت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درج ذیل اشعار:۔

ہو فدا تجھ پہ میری جان رسول عربی
تجھ پہ صدقہ ترے قربان رسول عربی

دل سے ہے دل ترے قربان رسول عربی
اور سو جاں سے فدا جان رسول عربی

جان کی جان میری جان رسول عربی
اور ایمان کا ایمان رسول عربی

تیرا ارشاد ہے ارشاد الٰہی پیارے
تیری ہر بات ہے قرآن رسول عربی

تیری صورت میں نظر آئے خدا کے جلوے
تو ہے آئینۂ رحمان رسو عربی

نزع کے وقت سلامت رہے ایمان میرا
جاؤں دنیا سے مسلمان رسول عربی

خاک ہوجائے تیری گلیوں میں مٹ کر حامد
ہے مرے دل میں یہ ارمان رسول عربی

المختصر یہ کہ حجۃ الاسلام حضور حامد رضا خاں بقیہ ص ۱۵ پر

چونتیسویں قسط

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

ملفوظات تاج الشریعہ

صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات وفرمودات کو"ملفوظات" کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر دور میں صالحین اور اولیائے کاملین کے ارشادات وفرمودات قلم بند کرنے یا انھیں محفوظ کرنے کی روایت رہی ہے تا کہ آنے والی نسلیں ان سے رشد و ہدایت کی روشنی حاصل کرسکیں، صوفیائے کرام کے ارشادات وفرمودات اگرچہ سادہ ہوتے ہیں مگر وہ ایسے مؤثر اور معنی خیز ہوتے ہیں کہ ان کا ایک ایک جملہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، ان کا ایک ہی جملہ کسی بھی قوم کی تقدیر بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھتا ہے، کسی شاعر نے ان کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود   گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضور تاج الشریعہ نے سوال وجواب کا یہ سلسلہ جنوری ۲۰۰۵ء میں شروع کیا جو مسلسل ۲۰۱۶ء تک جاری رہا، یعنی پورے ۱۲ر سالوں تک یہ زرّیں سلسلہ جاری وساری رہا، اس دوران آپ نے کم وبیش ۷۰۰۰ رہزار سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے جو یقیناً ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں، "ملفوظات تاج الشریعہ" صرف مئی ۲۰۱۰ء سے اکتوبر ۲۰۱۰ء تک کے سوالات وجوابات پر مشتمل ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے گیارہ سالوں کے جواہر پارے ریکارڈنگ کی شکل میں ابھی باقی اور محفوظ ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ بھی کتابی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ کی میز پر ہوں گے، راقم الحروف ارباب علم ودانش سے التماس کرتا ہے کہ "ملفوظات تاج الشریعہ" میں اگر کوئی شرعی خامی یا غلطی نظر آئے تو اسے ناقل ومرتب کی غلطی تصور کرتے ہوئے ادارے کو مطلع فرمائیں تا کہ اس کی اصلاح کی جاسکے، راقم اس کی چونتیسویں قسط قارئین سنی دنیا کی نذر کررہا ہے۔

احقر محمد عبد الرحیم نشترؔ فاروقی

گزشتہ سے پیوستہ

عرض...۱: پچھلے سیشن میں اس سوال کہ جماعت وتر چل رہی تھی اگر کوئی شخص ایک رکعت کے بعد پہنچا تو اس نماز کو کیسے مکمل کرے؟ حضرت نے جواب عطا فرمادیا کہ فرض میں مسبوق کی طرح اس کو بھی پورا کرلے لیکن سائل نے پھر عرض کیا کہ یہ قنوت کے بارے میں ہے کیا کرے جو شاید صحیح سنا نہیں گیا جس پر حضرت نے فرمایا کہ دونوں رکعات میں پڑھے اس کی دوبارہ وضاحت فرمادیں کہ جب مقتدی تیسری رکعت امام کے ساتھ پڑھ چکا اور اس میں دُعائے قنوت بھی پڑھ لی تو اب جب اکیلا اپنی پہلی رکعت پڑھے گا تو قنوت دوبارہ کیوں پڑھے گا؟

ارشاد...: اس صورت میں قنوت پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے غالباً میں نے سوال صحیح طور پر نہیں سنا اور مجھے یہ یاد آتا ہے کہ جب میں جواب دے چکا تو مجھے بتایا گیا کہ قنوت کے سلسلے میں یہ سوال کیا گیا ہے قنوت کے سلسلے میں یہی ہے کہ جب وہ امام کے ساتھ دُعائے قنوت پڑھ چکا ہے اب اپنی چھوٹی ہوئی رکعت کو حسبِ دستورِ سابق جس طرح سے مسبوق اپنی چھوٹی ہوئی رکعت کو ادا کرتا ہے وہ اس طور پر ادا کرے گا اور قنوت نہیں پڑھے گا۔

عرض...۲: پچھلے سیشن کے اس سوال کہ مدارس کے جو لوگ آتے ہیں وہ زکاۃ ہی کے چندے سے اپنے سفر کا خرچ نکال لیتے ہیں حضرت نے تفصیلاً جواب کے آخر میں فرمایا جس قدر اس کو

ضرورت سفر میں خرچ کرنے کی اتنی رقم عرفاً مالک کی اجازت سے زرِزکاۃ میں سے منہا ہوگی، اب عرض یہ ہے کہ سفر کرنے والا وکیل تو ایک ہے اور زکاۃ کئی لوگوں نے دی تو یہ خرچہ کس طرح تقسیم ہوگا تا کہ ہر ایک کو معلوم ہو سکے کہ اس کی کتنی زکاۃ ادا نہیں ہوئی ؟

ارشاد...: اس کا اندازہ تو لگانا مشکل ہے اور یہ زرِزکاۃ میں سے اگر سب کے اوپر سب کی زکاۃ میں سے ڈالا جائے تب یہ سوال اُٹھتا ہے بہر حال اس کا اندازہ سرِ دست لگانا بہت مشکل ہے اِن شاءاللہ اس سوال پر مزید غور کر کے جواب دیا جائے گا اگر اس سیشن میں ہو گیا تو اس سیشن میں ورنہ اگلے سیشن میں۔ (اب جو مجھ سے پچھلے سیشن کے بارے میں مسئلہ پوچھا گیا تھا اور میں نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ وہ زرِزکاۃ، زکاۃ میں سے وہ اخراجاتِ سفر نکالے جائیں گے اس میں دو ہی صورتیں ہیں کہ پوری رقم میں سے ان کو محسوب کر دیا جائے یا کسی ایک مزکی کی رقم میں سے وہ رقم لے لی جائے اور اس مزکی کو بتا دیا جائے۔)

عرض...۳: اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ روایت بتائی جاتی ہے کہ جب اُن کا انتقال ہوا تو بیت المقدس میں ایک شامی بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ سرکار کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ جلوہ فرما ہیں اور کسی کا انتظار فرما رہے ہیں عرض کرنے پر ارشاد فرمایا کہ بریلی کے عالم احمد رضا خان کا انتظار ہے پھر وہ عالم ہند بھی تشریف لائے۔ کیا یہ روایت درست ہے؟ اور ان شامی بزرگ کا کیا نام تھا؟

ارشاد...: نام تو مجھے یاد نہیں ہے ویسے یہ روایت میں نے بارہا سُنی ہے اور سرِ دست مجھے حضرت مولانا قاضی عبد الرحیم بستوی صدر مفتی مرکزی دارالافتاء رحمۃ اللہ علیہ کا نام یاد آتا ہے کہ وہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ وہ بزرگ ہندوستان آئے اور کچھ لوگوں نے ان کی خدمت کرنا چاہی انہوں نے نذرانہ لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں مستغنی ہوں مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے اب یہ بات کہ وہ بزرگ بیت المقدس کے تھے یا کہاں کے تھے اس وقت مجھے یاد نہیں ہے اور غالباً یہ وہی واقعہ ہے جو میں نے حضرت مولانا قاضی عبد الرحیم صاحب بستوی علیہ الرحمۃ سے سُنا۔

عرض...۴: کیا عورت کو مسجد جانے کی اجازت ہے اور کیا اسے مغربی ممالک میں رواج دینا چاہئے؟ اہل سنت وجماعت کے یہاں کیا حکم ہے؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: نہیں عورتوں کو اس کی اجازت نہیں ہے اور کسی بھی ملک میں اس کو رواج دینے کی اجازت نہیں، انہیں مسجد میں نماز ادا کرنے کی اجازت نہیں اور انہیں چاہیے کہ اپنے گھروں میں نماز ادا کریں اور اس پر مذاہب اربعہ کے تمام علما کا اتفاق ہے یعنی حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی ائمہ کا اس پر متفقہ فیصلہ ہے کہ عورتیں مساجد میں نماز ادا کرنے نہ جائیں۔

عرض...۵: بہارِ شریعت حصہ پنجم میں عالمگیری کے حوالے سے ''روزے کا بیان'' میں ''روزہ توڑنے والی چیزوں کا بیان'' میں مسئلہ لکھا ہے کہ حقنہ لیا یا نتھنوں سے دوا چڑھائی یا کان میں تیل ڈالا یا تیل چلا گیا ''روزہ'' جاتا رہا اور پانی کان میں چلا گیا یا ڈالا تو نہیں! جب کہ ایک مفتی صاحب نے بیان میں کہا کیوں کہ کان سے حلق کا رابطہ نہیں ہے اور کان میں ڈالی ہوئی دوا یا پانی حلق میں نہیں پہنچتا اس لئے کان میں دوا ڈالنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا، رہنمائی فرمائیں۔

ارشاد...: بہار شریعت کی عبارت درست ہے، ایسا ہی ہدایہ میں ہے: ولو اقطر فی اذنیه الماء او دخلهما لا یفسد صومه لانعدام المعنی والصورة بخلاف ما اذا دخله الدهن۔ (ہدایہ، ۱/ ۲۳)

عرض...۶: میں ہر سال انشورنس پالیسی بھرتا ہوں کیا اس پر زکاۃ ہے اگر ہے تو کس طرح سے نکالی جائے؟

ارشاد...: اس کا مسئلہ، یہ سوال بارہا پوچھا جا چکا ہے اور پچھلے کسی سیشن میں ایسے بہت سارے سوالات ایک ہی پیرائے میں پوچھے گئے تھے میں نے یہ جواب دیا تھا کہ ان رقموں کا حکم وہی جو بینک وغیرہ میں ڈیپوزٹ کی جاتی ہیں جب تک وہ رقمیں بینک وغیرہ میں رہیں ان پر زکاۃ سال بہ سال ہوگی لیکن اس کی ادائیگی اس وقت ہوگی، ادا کرنا اس وقت لازم ہوگا جب خمسِ نصاب، نصاب

کا پانچواں حصہ یا نصاب بھر مل جائے۔

عرض...۷: میں نے ایک کتاب میں پڑھا تھا کہ حضور صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح ابولہب کے بیٹے سے کیا تھا کیا یہ درست ہے؟

ارشاد...: سرِ دست مجھے اس سلسلے میں یاد نہیں ہے اتنا ضرور ہے کہ ابولہب کے کسی بیٹے سے سرکار کریم علیہ الصلاۃ والسلام کی کسی صاحبزادی کا نکاح ہوا اور ابولہب کی شرارت سے یا شامتِ اعمال سے وہ آمادۂ گستاخی ہوا اور سرکار کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ فرمایا:

''اللھم سلط علیہ کلبا من کلابك۔ اے اللہ اس پر اپنے کتوں سے ایک کتا مسلط فرما۔''

(شرح السنۃ للبغوی، ۷/ ۲۶۸ – السنن الکبریٰ للبیہقی، ۵/ ۳۴۶)

اور ملک شام کو حسب عادت قریش کا جو قافلہ جاتا تھا اس میں وہ موجود تھا کسی جنگل سے جب گزر رہو رہا تھا تو شیر ظاہر ہوا اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی دُعا کا یہ اثر ہوا کہ شیر نے گویا کہ وہ مامور تھا اس کو پھاڑ کھایا۔

عرض...۸: ایک ہندو مسلمان ہونا چاہتا ہے اور مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے اس کے لئے ضروری اقدامات کیا ہیں کہ وہ اسلام میں داخل ہو؟ اور کیا مجھے اس سے شادی کرنا چاہئے کیوں کہ وہ مجھ سے شادی کے لئے اسلام قبول کرنا چاہتا ہے نا کہ دینِ اسلام کی طرف رجحان کے باعث؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: اسے مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اقرار کرے کے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے آخری رسول ہیں اور آپ اُسے اسلام کے بنیادی احکام سے متعارف کرائیں اور اسے ہر قسم کے شرک و کفر سے دور رہنے کی تنبیہ کریں۔ جہاں تک شادی کرنے کا سوال ہے تو یہ آپ پر منحصر ہے کہ اگر آپ اس سے مطمئن ہیں تو آپ شادی کر سکتی ہیں۔

عرض...۹: مشت زنی روزے کی حالت میں روزہ یاد ہونے پر کی تو کیا روزہ ٹوٹ گیا؟ اگر ٹوٹ گیا تو قضا ہے یا کفارہ؟

ارشاد...: روزہ ٹوٹ گیا جب کہ روزہ دار ہونا یاد تھا اور مشت زنی کی عادت حرام ہے اس سے توبہ لازم ہے اور اِس صورت میں قضا ہے کفارہ نہیں جہاں تک مجھے یاد ہے اور مزید اس سلسلے میں کسی سے پوچھیں یا کتاب دیکھ کر مسئلہ معلوم کریں۔ (اور مشت زنی یعنی استمناء بالکف اس کے بارے میں یہی حکم ہے کہ قضا لازم ہے اور کفارہ نہیں۔)

عرض...۱۰: اگر کوئی شخص پیشاب کرنے کے ایک سے دو گھنٹے بعد تک قطروں کے مرض میں مبتلا ہو گیا اسے ہر فرض نماز میں کپڑے بدلنے چاہئے یا وہ پانچ فرض نمازیں انہیں کپڑوں میں نئے وضو کے ساتھ پڑھ سکتا ہے؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: مجھے یاد ہے کہ میں نے پچھلے سیشن میں اس کا جواب دیا تھا اس صورت میں اسے ہر وقت کپڑے تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں وہ صرف مخصوص حصے کو دھو سکتا ہے اور وہ ہر نماز کے لئے وضو کرے جب نماز کا وقت داخل ہو۔

عرض...۱۱: ہمارے یہاں ایک عالم صاحب نے یہ فرمایا کہ محلے داری اور پڑوس کی بنا پر بدمذہب کے جنازے اور سوئم میں ضرور شریک ہونا چاہئے اور سوئم میں جب قرآن مجید پڑھے تو ایصالِ ثواب کی نیت سے نہ پڑھے بلکہ اس نیت سے پڑھے کہ کلامِ پاک پڑھتا ہوں۔ رہنمائی فرمائیں!

ارشاد...: یہ حکم سخت خلافِ شرع ہے اور یہ حکم صلح کلیت کی دعوت دینا ہے اور بدمذہبوں کی بدمذہبی کو ہلکا سمجھنا بلکہ یہ بدمذہب نوازی ہے اور مداہنت فی الدین ہے اور دین میں مداہنت حرام، بدکام اور کفر انجام ہے اس حکم پر ہرگز عمل نہ کرے اور بدمذہب کی بدمذہبی اگر حد کفر تک پہنچی ہے تو اس کی نمازِ جنازہ پڑھنا ناجائز و حرام بلکہ فقہائے کرام کے حکم کے بموجب کفر ہے:

''الدعاء بالمغفرۃ للکافر کفر لطلبہ تکذیب اللہ تعالیٰ فیما اخبر بہ، کذا قال القرافی۔'' (درمختار، ۱/ ۵۲۲)

قرافی کے حوالے سے مختار میں یہ ہے کہ کافر کے لئے مغفرت کی دُعا کرنا کفر ہے اس لئے کہ یہ اس بات کا مقتضی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو خبر دی کہ کافروں کی مغفرت نہیں ہوگی یہ دُعائے مغفرت اُس کی تکذیب کی مقتضی ہے اور تکذیب

کا تقاضا کرتی ہے لہٰذا یہ کفر ہے۔

عرض... ۱۲: کیا معتکف اپنے ساتھ الکحل/ اسپرٹ سے بنائی گئی ہومیو پیتھیک دوا مسجد میں لا کر عبادت کی جگہ پر رکھ سکتے ہیں؟

ارشاد...: ہومیو پیتھک کی بعض دوائیں پاک وصاف ہوتی ہیں اور ان میں الکحل نہیں ہوتا اور بعض دواؤں میں الکحل کی آمیزش ہوتی ہے خصوصاً لکوڈ اور ٹیبلیٹ میں بھی الکحل کی آمیزش ایسی ہوتی ہے کہ میں نے خود یہ دیکھا کہ ہومیو پیتھک کی وہ گولیاں اگر کسی بیگ وغیرہ میں بند بھی ہوں تو ان سے بالکل شراب کی بو آتی ہے اگر وہ گولیاں ایسی ہیں تو نجس ہیں اور کسی نجس چیز کا مسجد میں داخل کرنا حرام و ناجائز ہے اس کی اجازت نہیں اور اگر ان گولیوں میں یا اس لکوڈ میں اس دوا میں الکحل کی آمیزش نہیں ہے تو جائز ہے۔

عرض... ۱۳: اتنا باریک کپڑا کہ جسم جھلکے مرد اور عورت دونوں کے لئے ایسے کپڑے کا کیا حکم ہے؟ اور اس کپڑے میں نماز کا کیا حکم ہے مرد اور عورت دونوں کے لئے؟

ارشاد...: مرد کے لئے ایسا کپڑا پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ اس کے اعضائے عورت کی نمائش نہ ہو، ران وغیرہ کی نمائش نہ ہو، اور ہاتھ وغیرہ میں اوپر کے حصے میں وہ کپڑا پہنے تو اس کے لئے حرج نہیں ہے اور عورت سرتاپا عورت ہے لہٰذا اگر وہ ایسا کپڑا پہنتی ہے اور اس کے پیٹ، پیٹھ، سینہ اور بازو وغیرہ چمکتے ہیں تو یہ کپڑا اس کے لئے ناجائز و حرام ہے اور یہ قیامت کی نشانی ہے سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا:

"کاسیاتٍ عاریات۔ کہ کپڑا پہنیں گی لیکن اس کے باوجود وہ عریاں نظر آئیں گی۔" (الصحیح لمسلم، ۳/۱۶۸۰)

اسی طرح عورتوں کو خصوصاً اور مردوں کو بھی ایسا کپڑا پہننا جس سے بدن کے اعضا کی نمائش ہو اور ان کا انداز خوب جھلکے ناجائز ہے کپڑے کی مصلحت اور اس کی حکمت سترِ عورت ہے اور آج کل کے فیشن میں عریانیت اور ننگا پن اور فحاشیت اس پر زیادہ زور ہے لہٰذا اس قسم کے کپڑے چست اور جھلکنے والے، تنگ اور چست بنائے جاتے ہیں جس سے بدن کے اعضا کا انداز ہوتا ہے اس سے بھی احتراز لازم ہے اور عورتوں کی نماز جس صورت میں ان کے اعضا بازو، پیٹ، سینہ وغیرہ جھلکے ان کی نماز نہیں ہوگی۔

عرض... ۱۴: التشبیہ بالکفر ھو العین الکفر سواء کان فی القول والعمل؟

ارشاد...: سائل اس سے کیا پوچھنا چاہتا ہے اور وہ سائل عرب ہے یا غیر عرب ہے؟ اور یہاں پر اس عبارت کے لکھنے میں کچھ مس پرنٹ واقع ہوا (التشبہ من کفر) کفر سے مشابہت کا قصد یا کفر سے مشابہت صوری جو چیز کہ شعارِ کفر ہے یا جو چیز ان کافروں کا شعار ہو یا ان کا مذہبی ہے کفر سے بات یہاں پر شعارِ مذہبی ہے اس سے تشبہ قصداً ہو تو ہر مطلقاً وہ قومی شعار میں ہو یا مذہبی شعار میں یہ قصدِ مشابہت مطلقاً کفر ہے اور اگر مشابہت صوری ہو اور مذہبی شعار میں ہو وہ قول ہو یا عمل تو یہ بھی کفر ہے اور اگر قومی شعار ہے اور مشابہت قصداً نہیں بلکہ صورتاً واقع ہو گئی تو یہ حرام و ناجائز ہے۔

عرض... ۲۲۱۵: اگست کے سیشن میں فرمایا کہ اقامت میں حی علی الصلاۃ اور حی علی الفلاح کے وقت چہرے کو دائیں اور بائیں نہ گھمائیں، بہارِ شریعت میں گھمانے کا حکم دیا ہے اور آگے لکھا ہے کہ اذان کی سنتوں سے اقامت کی سنت زیادہ مؤکد ہے، رہنمائی فرمائیں!

ارشاد...: مجھے اقامت کے سلسلے میں یہ حکم یاد نہیں ہے اگر بہارِ شریعت میں ایسا ہی ہے تو جو بہارِ شریعت میں ہے وہی صحیح ہے بہر حال یہ عبارت تصحیح نقل کے قابل ہے اور تصحیح نقل کا تقاضا کرتی ہے میں کتاب منگوا کر اس کو دیکھ کر اس سلسلے میں کچھ کہہ سکوں گا۔

عرض... ۱۶: سات (۷) سالہ بچے کی بیعت اُس کی ماں کروا سکتی ہے؟ جب کہ بچے کے والد کو اس بارے میں علم نہ ہو یا اس کی مرضی نہ ہو؟

ارشاد...: حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمۃ یہ فرماتے تھے کہ نابالغ بچے اپنے باپ کی اجازت سے بیعت ہو سکتے ہیں لہٰذا باپ کی اجازت لینا چاہئے۔

عرض... ۱۷: کیا عورت تنہا فضائی سفر کر سکتی ہے اس طرح کہ اس کا محرم اسے ایئر پورٹ پر چھوڑے اور دوسرے ایئر پورٹ

منظومات

پر دوسرا محرم اس کو لے لے؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: یہ درست نہیں ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس کی اجازت بھی نہیں ہے۔

عرض...۱۸: اگر کسی کے بہت زیادہ روزے قضا ہوں تو وہ شوال کے چھ (۶) روزوں پر قضا روزوں کی نیت کرے گا یا شوال کے چھ؟

ارشاد...: جب تک فرض ذمے میں ہے نفل قبول نہیں ہوتا لہٰذا جس قدر جلدی بنے وہ جو روزے اس کے ذمے قضا ہیں ان کو ادا کرلے اور چھ روزے جو شوال کے دنوں میں رکھے جاتے ہیں ان میں بھی وہ قضا کی نیت کرے۔

عرض...۱۹: امام مہدی رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ جس زمانے میں ظاہر ہوں گے اُس زمانے میں مسلمانوں کی فرقہ بندی ہوگی کہ نہیں جیسے حدیث میں نشاندہی کی ہے تہتر (۷۳) فرقے مسلمانوں میں قیامت تک ہوں گے تو کیا امام مہدی رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کے زمانے میں مختلف فرقے ہوں گے کہ امام مہدی رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ سے پہلے تہتر (۷۳) فرقے ہو چکے ہوں گے؟

ارشاد...: حدیث کے اطلاق سے یہی ظاہر ہے اور حضرت امام مہدی رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ اس وقت ظاہر ہوں گے جب بدمذہبی کا اور کفر کا دور دورہ ہوگا اُن کے حالات میں آتا ہے کہ وہ سور کو قتل کریں گے صلیب کو توڑیں گے اور دنیا کو عدل سے بھر دیں گے اس سے پہلے وہ جور اور ظلم سے بھری ہوگی اور بدمذہبی اور باطل فرقے یہ سب ظالم اور ظلم کے مصداق ہیں۔

عرض...۲۰: موبائل ایس ایم ایس اور ای میل کے ذریعے ایسی بات چلائی جارہی ہے اور اس کو حدیث شریف بتایا جارہا ہے وہ یہ ہے کہ جس شخص کی نمازیں قضا ہوئی ہوں اور تعداد معلوم نہ ہو تو وہ رمضان کے آخری جمعے کے دن چار رکعات نفل ایک سلام سے پڑھے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سات بار آیت الکرسی اور پندرہ بار سورۂ کوثر پڑھے اگر سات سو (۷۰۰) سال کی نمازیں بھی قضا ہوئی ہوں گی تو اس کے کفارے کے لئے یہ نماز کافی ہے، کیا یہ صحیح حدیث شریف سے ثابت ہے؟

ارشاد...: معاذ اللہ! یہ کوئی حدیث کا مضمون نہیں ہے اور اس قسم کی حدیث نہ میری نظر سے گزری نہ میں یہ گمان کرسکتا ہوں کہ ایسا مضمون حدیث میں وارد ہوا ہوگا اور یہ فرائضِ الٰہی کو یکسر اٹھانا ہے، ایسی حدیث اگر ہو بھی تو ضرور موضوع ہوگی اس پیغام کو بھیجنا اور اس کو وصول کرنا اور اس پر کان دھرنا اور اس کو آگے بھیجنا یہ سب حرام، بدکام ہے۔

عرض...۲۱: کیا مرد کے لئے جسم کے بال (سینے کے بال) ہٹانا جائز ہے؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: اس کا مشورہ نہیں دیا جاتا۔

عرض...۲۲: انگلی میں پتھر پہننا جائز ہے یا نہیں؟ پتھر اس نیت سے پہننا کہ کاروبار میں اضافہ ہو صحیح ہے یا نہیں؟ غیر مسلم سے ہاتھ دکھلانا یا تاریخ پیدائش بتا کر پتھر لینا صحیح ہے یا نہیں؟

ارشاد...: یہ تو ایک طرح کی کہانت ہے اور کاہنوں کے اوپر اعتبار کرنا ہے یہ شرعاً منع ہے اور بدشگونی ہمارے دین میں نہیں ہے اور پتھر عقیق وغیرہ کا پہننا جب کہ ایک ہو اور چاندی کی انگوٹھی ساڑھے چار ماشے سے کم کی ایک نگ کی ایک انگوٹھی ہو تو یہ جائز ہے اور حدیث میں عقیق کو پہننے کا حکم آیا ہے اور فرمایا کہ عقیق کی انگوٹھی پہنو اس لئے کہ عقیق برکت والا ہے۔

عرض...۲۳: حضرت گزشتہ سال رمضان میں میرے پاس دس ہزار روپے (۱۰،۰۰۰) تھے اس سال رمضان میں کُل ساٹھ ہزار (۶۰،۰۰۰) کی رقم میرے پاس ہے تو مجھے کتنی رقم پر زکاۃ ادا کرنا ہوگی؟

ارشاد...: جو رقم اخراجات کے بعد حاجت اصلیہ سے اور دین سے فاضل ہو اس رقم کی زکاۃ ادا کرنا ہوگی۔

عرض...۲۴: اگر امام صاحب تکبیر تحریمہ کے بعد قراءت شروع کردیں تو وہ مقتدی جو ثنا نہیں پڑھ پایا وہ ثنا کب پڑھے؟

ارشاد...: اگر اس نے قراءت شروع کردی تو اب مقتدی پر استماع اور انصات فرض ہے:

''وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ

تُرْحَمُوْنَ o جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو سنو اور اس کی تلاوت کے دوران خاموش رہو تا کہ تمہارے اوپر رحمت ہو۔'' (سورۃ الاعراف، آیت ۲۰۴)

یہ حکم خارج صلاۃ اور نماز میں یکساں ہے جب اُس نے قراءت شروع کر دی اور یہ سن رہا ہے تو اب اس کو ثنا پڑھنے کا حکم نہیں ہے اس لئے کہ ثنا پڑھنا ایک مسنون کام ہے اور استماع اور انصات فرض ہے۔

عرض...۲۵: سید زیادہ قرض میں ڈوبا ہو قرض اتارنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی ہے تو اس کا قرض اتارنے میں زکاۃ کے پیسہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

ارشاد...: زکاۃ دینا سید کو جائز نہیں اور سید کو زکاۃ لینا بھی جائز نہیں اور سید کو زکاۃ دیئے سے زکاۃ ادا نہیں ہوگی سید کی خدمت کرنا چاہتے ہیں اور زکاۃ کے علاوہ کوئی اور رقم نہیں ہے جس سے سید کی خدمت ہو سکے تو حیلۂ شرعی کے ذریعے سے سید صاحب کی خدمت کر سکتے ہیں اور حیلۂ شرعی معروف ہے کہ کسی فقیر مسلم کو وہ رقم دے دیں اور اس سے کہہ دیں کہ یہ رقم تمہاری ہے اس کا تم جو چاہو کرو تملیک کی نیت سے اس کو یہ رقم دے کر اور اس کو مالک بنا کر پھر اس کو کہیں کہ اگر تم چاہو تو فلاں سید صاحب کی خدمت کر دو تو اس صورت میں زکاۃ بھی ادا ہو جائے گی اور یہ کہنے والا فقیر کو یہ نیک مشورہ دینے والا اس کی نیکی میں برابر کا شریک ہوگا اور سید صاحب کو یہ رقم لینا حلال ہوگا۔

عرض...۲۶: زید نے فرض حج نہیں کیا اور عذر یہ پیش کرتا ہے کہ جب تک پاسپورٹ پر تصویر کی پابندی ہے اُس وقت تک اُس پر حج فرض ہی نہیں، بکر کہتا ہے کہ حج فرض کر لیا جائے مگر نفلی حج اور عمرے کے لئے تصویر کی اجازت نہیں، عمرو کا کہنا ہے کہ یہ معذوری کی صورت ہے اس سے حج اور عمرہ فرض ہو یا نفل چھوڑنا ٹھیک نہیں، زید، بکر اور عمرو میں سے کس کا قول شرع شریف کے مطابق ہے؟ رہنمائی فرمائیں۔

ارشاد...: حج فرض ہے، ایک نفسِ فرض ہے اور ایک فرضیتِ ادا ہے نفسِ وجوب کے اعتبار سے اُس پر حج فرض ہے لیکن ادائیگی حج اس پر فرض نہیں ہے اس لئے کہ فرضیتِ حج کی ادائیگی کی بہت شرطیں ہیں اس میں سے ایک شرط امنِ طریق ہے اور امنِ طریق یہ ہے کہ راستے میں کوئی مانع، حج کو جانے سے کوئی چیز مانع نہ ہو یہاں پر جب حکومتوں کے قوانین کے اعتبار سے خلاف شرع ایک امر پر مجبور کیا جاتا ہے کہ فوٹو کھنچواؤ تبھی حج کو جا سکتے ہو تو یہ امنِ طریق کی صورت نہیں ہے لہٰذا اس صورت میں ادائیگی اُس پر فرض نہیں ہے اور اس صورت میں یہ ہے کہ وہ شخص اگر حج کے لئے نہ گیا تو اس پر لازم ہے کہ اپنے انتقال کے وقت یہ وصیت کر دے کہ جب یہ ناجائز اور حرام شرط اُٹھ جائے پابندی اُٹھ جائے میری طرف سے حج کر لینا اور جن صاحب نے یہ تفسیر کی کہ فرض حج کے لئے فوٹو کھنچوانا جائز ہے ان کی یہ تفسیر غلط ہے فوٹو کھنچوانے کی اجازت حج فرض کے لئے نہ نفل کے لئے کسی صورت نہیں ہے۔

عرض...۲۷: روزے کی حالت میں آنکھ میں دوا ڈال سکتے ہیں؟ جب کہ اطبا (ڈاکٹرز) سے معلوم کرنے پر پتا چلا کہ آنکھ میں ڈالی جانے والی دوا اکثر تو ڈائریکٹ معدے میں یا ناک اور حلق کے ذریعے سے معدے تک پہنچتی ہے ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

ارشاد...: آنکھ میں دوا ڈالنے پر فقہا نے یہی فرمایا ہے کہ یہ مفسدِ روزہ نہیں ہے لہٰذا اگر روزے کی حالت میں آنکھ میں دوا ڈالی تو روزہ نہ جائے گا اور پیٹ تک یا معدے تک دوا کا پہنچنا یا کسی چیز کا پہنچنا مطلقاً مفسدِ روزہ نہیں ہے یہ اس صورت میں ہے جب کہ جس جگہ سے وہ شے اس کے بدن میں ڈالی گئی وہاں سے لے کر پیٹ تک منفذ مباشر ہو براہِ راست، ڈائریکٹ وہاں تک پہنچے اور اگر رگوں کے واسطے سے وہ دوا پیٹ میں یا معدے میں یا پورے بدن میں سرایت کرتی ہے تو وہ اس صورت میں مفسد نہیں ہے اس کی نظیر انجکشن ہے کہ انجکشن میں جو دوا اس کے ذریعے سے انجیکٹ (داخل) کی جاتی ہے وہ رگوں کے ذریعے سے بدن میں، پیٹ میں، دماغ میں یا اس کے اور اعضا میں پہنچتی ہے ڈائریکٹ نہیں پہنچتی۔

.........جاری

از: سمیع اللہ خان*

حجابی لڑکیوں پر کالج کے دروازے بند! ایک لمحۂ فکریہ

اڈپی کے بعد کنداپورا کالج میں بھی بھگوا تعصب کا شرمناک منظر

سوال و جواب

کرناٹک کے کنداپورا گورنمنٹ کالج میں بھی آج مسلمان بچیوں کو داخل ہونے سے روک دیا گیا کیونکہ وہ باحجاب تھیں، یہ بچیاں کالج کے پرنسپل اور منتظمین کے سامنے روتی اور فریاد کرتی رہیں کہ امتحانات میں محض ۲ مہینے باقی ہیں عین امتحانات سے قبل اس طرح انہیں کالج سے باہر کر کے ان کی زندگی برباد نہ کی جائے، لیکن کالج انتظامیہ نے ایک نہیں سنی اور حجاب کے ساتھ بچیوں کو کالج میں داخلے کی اجازت نہیں دی، انہیں صدر دروازے سے باہر کر کے گیٹ بند کر دیا گیا۔

اس سے قبل سخت گیر ہندو تنظیموں سے منسلک کچھ ہندو طلبا کالج میں بھگوا چادریں پہنے ہوئے آئے اور مسلم لڑکیوں کے حجاب زیب تن کرنے کے خلاف احتجاج کرنے لگے، جس کے بعد انتظامیہ نے مسلم بچیوں کو حجاب کے ساتھ کالج میں داخل ہونے سے روک دیا ہے، ابھی کرناٹک کے اڈپی کالج میں مسلم بچیوں کے حجاب پہننے کا معاملہ حل نہیں ہو پایا تھا کہ کرناٹک ہی میں ایک اور کالج نے مسلم بچیوں کے حجاب پر پابندی لگا دی ہے۔

یہ منظر دیکھ دل پر سخت چوٹ پہنچی ہے، آج نام نہاد آزادی کے ستر سال بعد بھارت کا مسلمان کہاں کھڑا ہے؟ ماب لنچنگ اور حجاب پر پابندیوں کے دور سے شروع ہونے والے نئے بھارت میں مسلمانوں کا مستقبل کیا ہوگا؟

حجاب آئینی آزادی سے پہلے بنیادی انسانی حق بھی ہے، کون کیا پہنے گا یہ کسی بھی انتظامیہ کے کنٹرول میں نہیں ہے، تعلیم گاہوں کے یونیفارم میں مسلم، بچیوں کا حجاب ہو یا سکھوں کا تربن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، اس پر اب تک کی تاریخ شاہد ہے کبھی کسی کو حجاب سے مسئلہ نہ ہوا، اب اچانک درمیان سال میں اڈپی اور کنداپورا میں مسلم بچیوں کے حجاب کو غیر قانونی قرار دے کر انہیں حجاب اتارنے پر مجبور کرنا علاوہ ازیں پورا سال برباد کرتے ہوئے کالج سے برخاست کرنے کی دھمکی دینا یہ نہ صرف غیر قانونی ہے بلکہ یہ ہندوتوا غنڈہ گردی کی بے شرم مثال ہے، یہ غنڈہ گردی برہمنی ہندوؤں کی بدنما تاریخ بننے جا رہی ہے۔

دراصل جب اڈپی میں ہماری بچیوں کو حجاب کی وجہ سے تعلیم سے روکا گیا تھا تب سیاسی، ملی و سماجی لیڈران کو جس شدت کے ساتھ میدانی احتجاج کے ساتھ لڑائی لڑنی چاہیے تھی، وہ نہیں لڑی گئی، لوگوں نے کہا کہ مقامی سطح پر حل ہونے دو زیادہ بڑا ایشو نہ بناؤ اور بعض سیکولر مسلمانوں نے اس ایشو کو دبانے اور غیر مؤثر کرنے کی کوششیں بھی کیں جو کہ خود کو مثبت اور حد سے زیادہ progressive دکھلانے کی کوشش میں ہمیشہ لگے رہتے ہیں انہیں چاہیے کہ کنداپورا میں مسلم بچیوں کے ساتھ ہونے والے اس متعصّبانہ ظلم کو دیکھیں اور ہوش کے ناخن لیں، بھارت میں بڑھتے اسلاموفوبیا کی وجہ سے جو حضرات گھبرانے اور بوکھلا کر ہڑبڑانے لگتے ہیں۔

مسلمانوں کے خلاف آئے دن ظلم و زیادتی اور تعصب کی خبروں سے ہڑبڑا کر جو حضرات ان زیادتیوں کی تاویل میں لگ جاتے ہیں انہیں چاہیے کہ اس قدر چھوئی موئی نفسیات کے ساتھ وہ عملی سوسائٹی میں نہ رہیں بلکہ ہنگاموں کے موجودہ دور میں کہیں گوشہ نشین ہو جائیں، خبروں سے دور رہیں، کیونکہ جو لوگ شترمرغ کی طرح ریت میں سر ڈال رہے ہیں اور اس کی تلقین بھی کر رہے ہیں، وہ ظلم کے سیلاب کو راستہ دے رہے ہیں۔

اڈپی والے مسئلے میں پارلیمانی سیکولر اپوزیشن کو جو کردار ادا کرنا چاہیے تھا وہ بھی نہیں کیا گیا کیونکہ سیکولر اور لبرل مخلوق گرچہ پہناوے میں پسند کی آزادی کا نعرہ لگاتی ہے لیکن بقیہ ص ۸۵ پر

از: مولانا انصار احمد مصباحی*

جمہوریت اور ہندو راشٹر کا شاخسانہ

احوال وطن

سابق امریکی صدر ابراہم لنکن نے بہت ہی مختصر لفظوں میں جمہوریت کی تعریف کی ہے:

"Goverment of the people, by the people and for the people"

یعنی جمہوری حکومت عوام میں سے، عوام کی جانب سے عوام کی خاطر ہوتی ہے۔"

کسی بھی جمہوریت میں عوام کی رائے کو کسی نہ کسی طرح دخل ہوتا ہے، دنیا کی قدیم ترین جمہوریت کی ماں ملک عزیز بھارت ہی ہے، 100/سال قبل مسیح میں، گوتم بدھ سے پہلے ہند میں جزئی جمہوریت نافذ العمل تھی۔

بھارت 15/اگست، 1947ء کو انگریزوں کے ناجائز تسلط سے آزاد ہوا، بھارت کی "مجلس دستور ساز" نے آئین ہند (भारत का संविधान) کو 26/نومبر، 1949ء میں تسلیم کیا اور 26/جنوری، 1950ء کو عوام پر نافذ کیا، دستور ہند Givernment of India Act 1935 کو بدل کر بنایا گیا تھا "پیو ریسرچ سینٹر" کی رپورٹ کے مطابق اس وقت پوری دنیا میں 96/ایسے ممالک ہیں، جن کا نظام جمہوریہ ہے، ان میں سے 86/ملکوں میں آزاد جمہوریہ ہے، جو سیاسی اور شہری حقوق کی کسوٹی پر پورا اترتے ہیں، ان میں سے ہندوستان کی جمہوریت سب سے بڑی اور مثالی رہی ہے، یہاں کی گنگا جمنی تہذیب کی کئی ملکوں نے تقلید کی ہے۔

2014ء میں بی جے پی کو حکومت بنانے میں کامیابی ملی تو بھگوا تحریک آر ایس ایس کو نئے بال و پر مل گئے، سنگھ پریوار (تمام شاخوں کے ساتھ) کا نظریہ ہمیشہ سے جمہوریت مخالف اور ملک کے مفاد کے خلاف رہا، 1927ء سے اب تک اس تحریک کا ایک ہی مقصد رہا ہے، یعنی سیکولر بھارت کو ایک "ہندو راشٹر" بنانا، آر ایس ایس نواز بی جے پی کی حکومت بنی تو یہ تحریک اپنے دیرینہ خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لئے ہاتھ پاوں مارنا شروع کر دی۔

اس کے لئے زعفرانی پارٹی نے عملی اقدام کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، خاص مذہب کو نشانہ بنا کر "شہریت ترمیمی قانون" پاس کروایا، اس کالے قانون کے خلاف آواز احتجاج بلند کرنے والوں کے ساتھ سوتیلا بلکہ ظالمانہ سلوک کیا، پارٹی کے نیتا نے ایسی نفرت انگیز بیان دیا کہ دہلی میں فساد پھوٹ پڑا، ریلیوں میں "دیش کے غداروں کو، گولی مارو سالوں کو" کے زہریلے نعرے لگائے گئے، وزیر داخلہ امیت شاہ نے مبینہ طور پر تقریر میں کہا "بٹن اتنے زور سے دباؤ کہ اس کا کرنٹ سیدھے شاہین باغ کی عورتوں کو لگے" اسی پر بس نہیں، جس وقت اس مسلم دشمنی پر مشتمل قانون کی مخالفت ہو رہی تھی، دیش کے وزیر اعظم یونیورسٹیوں کے ان پڑھے لکھے طلبہ و طالبات کو مخصوص لباس سے پہچان رہے تھے۔

سرکاری خزانوں سے مندریں تعمیر کی گئیں، دستور کا خون کرتے ہوئے کرسی کی طاقت کے بل پر بابری مسجد کی جگہ رام مندر کی تعمیر کا فیصلہ کروایا؛ احتجاج کر رہے کسانوں پر منسٹر کے بیٹے نے گاڑی دوڑا دی؛ علی الاعلان مسلم نسل کشی پر عوام کو اکسایا گیا؛ شہروں کے مسلم نام تبدیل کیے گئے؛ مسلم پیشوا مثلاً اورنگ زیب عالم گیر علیہ الرحمہ وغیرہ کو ڈاکو اور لٹیرا ثابت کرنے کی کوشش کی گئی؛ نصاب تعلیم میں ایسی باتیں شامل کی گئیں جو کسی خاص مذہب کی تعلیمات اور شخصیات پر مشتمل ہیں؛ محمد الطاف کی پولیس حراست میں موت ہوگئی، تری پورہ فساد کے

* مضمون نگار جماعت رضائے مصطفےٰ شاخ کولکاتا کے رکن ہیں۔

آزادانہ جانچ کرنے والی ''فیکٹ فائنڈنگ ٹیم'' پر انسداد دہشت گردی قانون "UAPA" عائد کردیا گیا۔

جنگ آزادی کے قائدین کو گالیاں دی جارہی ہیں، ملک کی اصل آزادی 1947ء کے بجائے 2014ء میں بتایا جارہا ہے، گاندھی جی کی مذمت اور گوڈسے کو ہیرو ثابت کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، انڈیا گیٹ پر 50/سالوں سے جل رہے امر جوان جیوتی بجھادی گئی ہے، بیٹنگ ریٹریٹ کی تقریب سے گاندھی جی کی پسندیدہ دھن ہٹادی گئی ہے، ہجومی تشدد کے شکار اخلاق احمد کے قتل کے ایک ملزم کی لاش پر بی جے پی نیتا پھول چڑھاتے نظر آئے، علیم الدین کے آٹھ قاتلوں کا بی جے پی نیتا نے ہار پہنا کر استقبال کیا تھا، ریلیاں نکال کر پیغمبر اعظم ﷺ کو گالیاں دی گئیں، عوام سے مسلمانوں کے معاشی بہشکار کی اپیلیں کی گئیں، باتیں اور بھی ہیں، آرٹیکل 370/ کی منسوخی، لنچنگ کے واقعات، کھلی جگہ نماز پڑھنے سے روکنا اور مسلمانوں کی بے جا گرفتاریاں جیسے واردات بھی اس میں شامل کرسکتے ہیں، مذکورہ سارے واقعات آر ایس ایس نواز بی جے پی کے، بھارت کو ہندو راشٹر بنانے کے سفر کی ابتدا کہی جاسکتی ہے، لیکن ''ہنوز دلی دور است'' عوام کے ذہن میں ہندو راشٹر کی خوش فہمی اور خوف کا جو وائرس بھرا گیا ہے، اس کی حقیقت ''ہوا میں پل تعمیر کرنے'' سے زیادہ کچھ نہیں، اوپر کے مذکورہ واقعات کا ایک اور رخ بھی ہے، جو مختلف اور متضاد ہے، بھارت کی جمہوری جڑیں کھوکھلی کرنا اتنا آسان کام نہیں جتنا یہ لوگ سمجھ رہے ہیں، اس کے مندرجہ ذیل وجوہات ہیں:

(1) فضیحت: ہری دوار دھرم سنسد، سی اے اے اور کسان مخالف زرعی قوانین کے سبب، بی جے پی کو عالمی طور پر کافی بدنامیوں کا سامنا ہوا ہے، ملکی خزانے سے کھربوں خرچ کر کے عالمی دورے کر کے مودی جی نے، جو جھوٹی امیج بنائی تھی، ان تینوں واقعات نے اس پورے کیے دھرے پر مکمل پانی پھیر دیا، اقوام متحدہ کی دھمکی پر ہی مودی سرکار نے سی اے اے کو نافذ نہ کرنے کا معاہدہ نامہ جمع کرایا ہے۔ دھرم سنسد معاملے میں خود آئی آئی ایم بنگلور کے اساتذہ اور طلبہ نے خط لکھ کر، وزیر اعظم اور وزیر داخلہ کی خاموشی پر تنقید کی تھی۔

(2) کورٹ/مقننہ: عدلیہ یا مقننہ جمہوریت کی اہم ستون ہے، موجودہ سرکار ملک کی عدالت کو اپنا آلہ کار بنانے میں کامیاب نہیں ہو پائی ہے، یہاں بابری مسجد کا فیصلہ ضرور آپ کے ذہن کو ضرب لگائے گا؛ لیکن عدالت نے وہ فیصلہ پس منظر نہیں؛ بلکہ پیش منظر کو مدنظر رکھ کر لیا تھا، یوں سمجھ لو کہ پورا اونٹ گزر چکا تھا، عدالت کے پاس صرف دم بچی تھی، پچھلے چند ماہ اور گزشتہ چند ایام کا جائزہ لیں تو آپ دیکھیں گے کہ چیف جسٹس رامنا نے حکومت کی غلط پالیسیوں پر کڑی تنقیدیں کی ہے، بدزبان نرسمہانند اور جتیندر تیاگی کی گرفتاریاں ہوئیں، اٹارنی جنرل نے اس کے خلاف توہین عدالت کا مقدمہ چلانے کی منظوری دے دی، مسلم خواتین کی توہین پر مشتمل ایپ بنانے والے اور ان کے ساتھیوں کو پولیس نے بڑی جرات مندی سے گرفتار کیا۔

(3) جمہوریہ: اقتدار کے نشے میں چور بی جے پی اس خوش فہمی میں مبتلا ہے کہ ملک کی اکثریت اس کے ساتھ ہے، وہ جو چاہے کرے، حالانکہ زمینی حقائق اس کا انکار کرتی ہیں، جمہوریت سے چن کر آنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ اکثریت کی حمایت مل گئی، ہمارے ملک میں کبھی بھی ساٹھ فیصد سے زیادہ ووٹنگ نہیں ہوتی، اٹھارہ سال سے کم عمر والوں کو ووٹ کا اختیار نہیں، جتنے لوگ پولنگ بوتھ میں ووٹ ڈالتے ہیں، انھیں حاصل کرنے کے لئے درجنوں امیدوار اور پارٹیاں موجود ہوتی ہیں۔ ایسے میں جس کی جھولی میں زیادہ ووٹ آئے، وہ فاتح قرار پاتا ہے، اس کا یہ مطلب کہاں ہوا کہ فاتح امیدوار کو نصف سے زائد لوگوں نے اپنا پسندیدہ لیڈر مانا! پانچ سو میں سے تین سو سیٹیں حاصل کرنے والوں کو ملک کی آبادی میں سے صرف تیس سے پینتیس فیصد عوام کی حمایت حاصل ہوتی ہے، یہ تیس فیصد کبھی بھی ستر فیصد کے جمہوری حقوق کو غصب نہیں کرسکتے۔

(4) عوام: ریاستی انتخابات سے بی جے پی کو بھی اس بات کا بخوبی احساس ہوگیا ہے کہ اس کا زور ٹوٹتا جارہا بقیہ ص ۴۹ پر

از: مولانا معظم علی مصباحی*

پیاری بہنو!
شوہر کی قلیل آمدنی میں بھی خوش رہنا سیکھیں

ایک نصیحت آموز آپ بیتی

نسوانیات

میں بہت تنگ تھی اس انسان سے، اپنی قسمت پہ رویا کرتی تھی، ہر وقت خود کو اذیت دیتے رہنا، میرے سینے میں ایک آگ جلا کرتی تھی، بھلا میرے ساتھ ہی کیوں آخر یہ سب ہوا؟ وہ نہ کوئی کام کرتا تھا، نہ کسی قسم کی کوئی ذمہ داری نبھاتا تھا، میں اس سے بیزار ہو چکی تھی، کہنے کو وہ میرا شوہر تھا، لیکن بس باتوں کی حد تک، سارا دن بازار میں دوستوں کے ساتھ بیٹھا رہتا، کبھی تاش کھیل رہا ہوتا تو کبھی گپ شپ لگا رہا ہوتا۔

میں اسے جب بھی کوئی کام کرنے کا کہتی تو بس اتنا کہتا: تم کو کھانے کے لئے مل رہا ہے نا پھر کیا تکلیف ہے تم کو؟ میں اسے سمجھاتی زندگی میں اور بھی بہت سی ضروریات ہیں، صرف کھانا پینا ہی نہیں، ہمارے اب دو بچے ہو چکے ہیں، یہ کل کو اسکول بھی جائیں گے، ان کے اخراجات ہوں گے، کون کرے گا پورے؟ وہ مسکرانے لگتا، وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا، تم ابھی سے فکر نہ کرو، میں اپنی دوستوں کو دیکھتی تھی، ان کے شوہر نئی موٹر سائیکل، کبھی نیا موبائل، کبھی باہر ڈنر کے لئے جا رہے ہوتے تو کبھی گھر میں کوئی پارٹی کر لیتے اور ایک میں تھی؛ دو وقت کی روٹی بھی مشکل سے مل رہی تھی، کبھی جو کچھ پیسے مانگ لو تو رونا دھونا شروع ہو جاتا، میں بہت تنگ تھی، دل چاہتا تھا بچوں کو لے کر خودکشی کر لوں، لیکن کیسے کر سکتی تھی، بچوں کی طرف دیکھتی خاموش ہو جاتی، میں اس سے دور ہونے لگی، دل چاہتا تھا اس سے کہیں دور چلی جاؤں۔

جانتے ہو کیوں معظم علی! وہ خود کو سجا سنوار کر بھی نہیں رکھتا تھا، اس سے سگریٹ اور تمبا کو کی بدبو سی آتی تھی اور مجھے اس بدبو سے نفرت ہونے لگی تھی، میں اسے سب چھوڑنے کا کہتی تو میری بات کو جھٹلا دیتا، وہ گھر آتا مجھ سے کھانا مانگتا، میں صاف انکار کر دیتی کھانا نہیں بنایا، تھوڑا سا بناتی، بچوں کو اور خود کھا لیتی، وہ شاید جانتا تھا میں یہ سب جان بوجھ کر کرتی ہوں، میرے پاس بیٹھنے کی کوشش کرتا، اس سے جھگڑنے لگتی، اسے طعنے دیتی، اسے بے عزت کرتی، وہ میری طرف دیکھتا، پھر گالی دے کر کہتا بکواس کرتی رہو، تمہاری عادت ہو چکی ہے یہ۔

جب وہ چلا جاتا، میں رونے لگتی، اللہ سے ہزاروں شکوے کرتی، آخر میں ہی کیوں اس جہنم کی حقدار ٹھہری، میں نے تو کوئی گناہ بھی نہیں کیا، مجھے کبھی امی کے گھر جانا ہوتا تو اس سے پیسے مانگتی، ہزاروں باتیں سناتا، پھر آخر ہزار دو ہزار نکال کر مجھے دیتا اور کہتا بہت فضول خرچ ہو گئی ہو تم، جب بھی امی کے گھر جانا ہوتا، لڑتے جھگڑتے ہی گئی، وہاں امی بہن بھابھی سب کہتے پارلر جایا کرو، اپنا خیال رکھا کرو، دیکھو رنگ کتنا پیلا پڑ گیا ہے۔

میں چپ ہو جاتی، آخر کیا بتاتی، میرے نصیبوں کو آگ لگانے والا میرا شوہر ہی ہے جو میری زندگی کو جہنم بنانے ہوئے ہے، بڑی بہن کا شوہر دبئی جاب کرتا تھا، وہ اپنی بیوی کے لئے ایپل والا موبائل لے کر آیا، آپی مجھے دکھا رہی تھی، دیکھو! لاکھ روپے کا موبائل گفٹ کیا ہے تیرے جیجو نے، میں حسرت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگی، ایک آنسو پلک کو نم کر گیا۔

کاش! کبھی مجھ پہ بھی ایسے قسمت مہربان ہوتی، کاش اللہ نے میرے بھی نصیب ایسے لکھے ہوتے، بچے اب بڑے ہو رہے تھے، ایک دن بچوں کی وجہ سے میری جٹھانی اور دیورانی سے جھگڑا ہو گیا، جٹھانی نے کافی طعنے دیئے، تیرے بچے میرے گھر سے دو

وقت کھانا کھاتے ہیں، یہاں رہتے ہیں، اتنی غیرت مند ہو تو ان کو کھلاؤ نا، میں بہت روئی تھی، میرا شوہر تو ہے ہی بے غیرت! جب اکبر گھر آیا میں نے اسے بتایا، آج گھر میں اتنا تماشہ ہوا ہے، انہوں نے طعنے دیئے ہیں اور تم بے غیرت بن کر گھومتے رہو بس، وہ بھائی کے گھر گیا، وہاں سب کے ساتھ جھگڑنے لگا، میرے بچوں کو گالیاں دینے والے تم کون ہوتے ہو، بات جب بڑھی تو میرے شوہر نے ان سے کہا مجھے الگ کر دو، بس گھر میں دیوار کھینچ دی گئی، بچوں کو گود میں لے کر کہنے لگا، اب ان چاچو لوگوں کے گھر نہیں جانا، بھوک لگے تو ماما سے کہنا کھانے کا، گالیاں دینے لگا، میرے بچوں کو ڈانٹتے ہیں، میں تلخ لہجے میں بولی، اب تو کچھ شرم کرلو، اب تو کچھ کام دھندا کرلو۔

وہ بولا: کیا تم ہر وقت میرے پیچھے پڑی رہتی ہو، کبھی پیار سے بات کرلیا کرو، جب دیکھو مجھے طعنے دیتی رہتی ہو، تم کو سب کچھ ملتا تو ہے نا، پھر کیوں تماشہ کرتی ہو؟ میں نے چلا کر کہا، سب کے گھر میں نئی موٹر بائیک ہے اور ہمارے پاس پرانی سی ٹوٹی ہوئی یہ میرا موبائل دیکھ رہے ہو، 5 منٹ بھی اس کی بیٹری نہیں رہتی، بچوں کی ہزاروں ضروریات ہیں، تم کیوں نہیں سمجھتے؟

میں پاگل ہوجاؤں گی، میری شکل دیکھو، میں بھکارن بن گئی ہوں، تھک گئی ہوں میں، میرے پاس بیٹھ کر بولا تو ہر وقت جھگڑتی رہتی ہے کبھی تو پیار سے بات کرلیا کر میرے ساتھ! میں نے اسے سائیڈ پہ دھکا دیا، وہ خاموش ہوگیا، میں تھک ہار گئی تھی، اب سوچ رہی تھی بس اس سے طلاق لے لوں گی، اپنے ایک دو کزن سے بھی بات کی تھی جو وکیل تھے، انہوں نے تسلی دی، ہم ساتھ ہیں آپ کے، طلاق لے لو اس کمینے سے، میں سوچ رہی تھی آج گھر آئے گا تو بس اس کو بول دوں گی طلاق دے دو مجھے، میں انتظار کر رہی تھی، وہ رات 10 / بجے آیا، بچے سو رہے تھے، دونوں بچوں کے ماتھے پہ بوسہ کیا، ان کے ہاتھ چومے، پھر چارپائی پہ بیٹھ کر مجھے آواز دی: من تشاء مجھے روٹی دے، میں کروٹ بدلے لیٹی رہی، اس نے پھر آواز دی: من تشاء سن لے اٹھ جا۔

میں چپ رہی، وہ پاس آیا، مجھے دیکھا میں نے آنکھیں بند کرلیں، مجھے کمبل اوڑھا کر بولا: تھک جاتی ہے سارا دن، کچن میں گیا، کھانا دیکھنے لگا کچھ بھی نہیں تھا، کھانے کے لئے، ایک پیالی میں نمک مرچ ڈال کر اس میں تھوڑا پانی ملا کر سوکھی روٹی کھانے لگا، میں دیکھ رہی تھی، میں دل میں سوچنے لگی، کتا مرتا بھی نہیں ہے، کھانا کھا کر سو گیا، دوسرے دن صبح صبح ہم کسی بات پہ جھگڑنے لگے، میں نے اسے کہا: بس مجھے طلاق دے دو، میں اب برداشت نہیں کرسکتی، میں تھک گئی ہوں، غصے میں میں نے اس کے کپڑے بھی پھاڑ دیئے، وہ طلاق کا نام سنتے ہی چپ ہوگیا، جلدی سے کپڑے چینج کئے، پھر بائیک لے کر باہر جانے لگا، میں نے چلا کر کہا: اللہ کرے تو مر جائے، میری جان تو چھوٹ جائے تم سے، وہ بائیک باہر کھڑی کر کے کمرے میں گیا، کسی کاپی پہ کچھ لکھا، پھر چلا گیا، میں گالیاں دے رہی تھی، رو رو کر تھک گئی، میں اسے بددعا دے رہی تھی، میں نے ارادہ کرلیا، بس اب اس انسان کے ساتھ نہیں رہنا، دو چار گھنٹے گزرے اور میں میکے جانے لگی، بچوں کو ساتھ لیا، اتنے میں گلی میں ایک شور سا برپا ہوا، میں رو رہی تھی، ہمارے دروازے پہ دستک ہوئی، میں نے دروازہ کھولا، پورا گاؤں چارپائی اٹھائے میرے دروازے کے سامنے کھڑا تھا، میں حیران تھی کیا ہوا؟

اتنے میں آواز آئی: ایک لڑکا فون پہ بات کر رہا تھا، یار اکبر کا ایکسیڈینٹ ہوا، وہ مر گیا ہے، یہ سنتے ہی جیسے مجھ پر قیامت آ گری، میں ساکت ہوگئی، چارپائی صحن میں رکھی گئی، سب لوگ قبر کھودنے کی بات کرنے لگے، کچھ جنازے کا ٹائم دیکھنے لگے، مسجد میں اعلان ہونے لگا، اکبر میرے سامنے چارپائی پہ لیٹا ہوا تھا، کون یقین کرے وہ مر چکا ہے، میں چیخنے چلانے لگی، اکبر اٹھ جا میں نہیں کچھ مانگتی، مجھے کچھ نہیں چاہیئے، میں طلاق کی بات بھی نہیں کرتی، میں اس کے پاؤں چومنے لگی، اکبر اٹھ جا، میری جان اٹھ جا، دیکھ، دیکھ میں کہیں نہیں جا رہی، مجھے تیرے ساتھ ہی رہنا ہے، میں بھوکی پیاسی رہ لوں گی، مجھے یوں چھوڑ کر نہ جا، میں کھانا بنا کر لاتی ہوں، بھوک لگی ہے نا تم کو؟

لیکن اب بہت دیر ہو چکی تھی، اب وہ مجھے چھوڑ کر جا چکا تھا، میں چیختی رہی لیکن وہ منوں مٹی تلے جا سویا، اس کے جانے کے

بعد مجھے دنیا کے رنگ نظر آنے لگے، مجھے رشتے بدلتے دکھائی دینے لگے، پھر جو اپنے تھے وہ سب منہ موڑنے لگے، مجھ پہ دنیا نظریں کسنے لگی، بچے بابا ڈھونڈنے لگے، اب کون ان کا نیند میں آ کر ماتھا چومے گا؟ کون میرے تلخ لہجے برداشت کرے گا؟

مجھ سے مکان چھین لیا گیا، جو حصہ بنتا تھا وہ بھی نہ دیا، میں اکبر کے بعد در بدر ٹھوکریں کھانے لگی، اب بچے بھی کچھ فرمائش نہیں کرتے، وہ جانتے ہیں بابا اب نہیں رہے، میرے سگے بھائی بھی منہ موڑ گئے، میں لوگوں کے گھروں میں نوکرانی بن کے کام کرنے لگی، ایک دن مجھے اس کی ڈائری ملی، جس پہ لکھا تھا، من تشاء سے شادی کر کے میں بہت خوش ہوں، من تشاء سے بہت پیار کرتا ہوں، وہ پاگل ہے بالکل، سمجھتی ہی نہیں جھگڑتی رہتی ہے، دیکھو آج اس نے مجھے کھانا نہیں دیا۔

وہ کہتی ہے مہنگا موبائل لا کر دو، اسے کیسے بتاؤں نہیں لا سکتا، آج میرے بچوں کو میرے بھائی نے گالی دی، میں بہت رویا ہوں، میرے بچے میری جان ہیں، من تشاء کو بخار ہے، وہ بیچاری میرے لئے کیا کچھ برداشت کر رہی ہے، اللہ نے چاہا ہمارے حالات بدل جائیں گے پھر من تشاء کو دنیا کی ہر خوشی دوں گا، اب وہ مجھے کھانا نہیں دیتی، میں جانتا ہوں ناراض ہے مجھ سے، میں نے نمک مرچ سوکھی روٹی کھائی ہے، آج میری کمر میں اینٹ لگی ہے، زخم بہت گہرا ہے، من تشاء کو نہیں بتاؤں گا پریشان ہو جائے گی بیچاری، ڈاکٹر کہہ رہا تھا 15 ٹانکے لگے ہیں، آج مجھے چوٹ بھی لگی ہے، کہہ رہی ہے طلاق دے دو، میں مر جاؤں گا اس کے بنا، ابھی غصے میں ٹھیک ہو جائے گی، میں ڈائری کو سینے لگا کر چیخ چیخ کر رونے لگی۔

ہمسفر تو ہمسفر ہوتا ہے نا، وہ جیسا بھی تھا میرا سایہ تھا، میری ڈھال تھا، اس کے بعد زمانے کی ٹھوکریں کھا کر سمجھی ہوں اس کے ساتھ میرے دونوں جہاں تھے، تھک ہار کر گھر آتی ہوں، اب ٹوٹ گئی ہوں، میں بچوں کی خاطر زندہ ہوں بس، ورنہ کب کی ختم ہو جاتی، میں خود کو اذیت دیتی ہوں، کیوں جھگڑتی تھی اس کے ساتھ، کیوں اس کو ستاتی تھی، کیوں میں لوگوں کو دیکھ کر بڑے خواب دیکھتی تھی، وہ میرے ساتھ ہوتا تو شہزادی سی زندگی گزار رہی ہوتی، کیا میں بخشی جاؤں گی؟ اللہ مجھے معاف کرے گا، میں مشکل وقت میں اس کا سہارا، اس کی ہمت نہ بن سکی، میں مطلب پرست لالچی ہو گئی تھی، اب تو اکثر لوگ میری مدد کرتے ہوئے میرے جسم کی بات بھی کرتے ہیں۔

میں سبھی عورتوں سے ہاتھ جوڑ کر اپیل کرتی ہوں کہ پیسہ ہمسفر کے سامنے خاک برابر بھی نہیں، لالچ اور بڑے بڑے خواب کی تمنا میں لوگوں کی نوکرانی نہ بن جانا، شوہر اگر ایک وقت کی روٹی بھی کھلائے تو مسکرا کر سینے سے لگ جانا، خدا کی قسم! زمانے کی لاکھ تلخیوں کو وہ تمہاری خاطر برداشت کرتا ہے، پلیز اگر کوئی بہن اپنے شوہر سے یوں بیزار ہے تو سمجھ جائے، اس سے پہلے کہ آنسو مقدر اس کا بن جائیں۔

◆◆◆

ص ۸۰ / کا بقیہ...

درحقیقت وہ بھی مسلمانوں کے باعزت اور باحجاب پہناوے کو ناپسند کرتے ہیں کیونکہ پہناوے میں ننگا پن ان کی نظریاتی بنیاد ہے۔

ایسے میں اب بہت ضروری ہے کہ مسلمانوں کے ذمہ داران حجاب کے خلاف ہندوتوا تعصب کے معاملے کو مؤثر طور پر بلند کریں، ریاستی سطح پر اس ہندوتوا تشدد کے گھناؤنے چہرے کو انٹرنیشنل میڈیا کے مذاکرات میں لائیں، اس سے پہلے کہ حجاب کے خلاف زہر ہر تعلیمی ادارے اور انسٹیٹیوٹ کی اندرونی پالیسی کا حصہ بن جائے اور مسلم بچیاں بغیر مزاحمت کے اسے اندرونی طور پر خاموشی سے قبول کرنے لگیں اس سے پہلے مسلم لیڈرشپ کو حرکت میں آنا ہوگا، خواہ آج کرناٹک کے یہ ادارے حجاب پر پابندی کو واپس لے لیں پھر بھی ان کی اس حرکت سے پھیلے ہوئے زہر کے خلاف سخت احتجاج کیا جانا چاہیے تاکہ آئندہ کوئی بھی ادارہ ہندوتوا غرور میں ایسے زہر کو اپنی پالیسی کا حصہ بنانے کی ہمت نہ کر سکے، ریاستِ کرناٹک کو آر ایس ایس کے منظم منصوبے کے تحت ہندوتوا کی لیبارٹری بنانے کا کام ہو رہا ہے، افسوس کہ کرناٹک کے سلسلے میں سامنے کے یہ خطرناک حقائق نظرانداز کیے جا رہے ہیں۔

◆◆◆

از: مولانا مجتبیٰ اشرف عظیم آبادی*

شب برأت کی فضیلت اور اس کے معمولات

اسلامیات

پروردگار عالم نے بعض چیزوں کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ کو تمام شہروں پر فضیلت عطا فرمائی، اسی طرح وادی مکہ کو تمام وادیوں پر، بئر زمزم کو تمام کنوؤں پر، مسجد حرام کو تمام مسجدوں پر، سفر معراج کو تمام سفروں پر، قرآن کو تمام کتابوں پر، مومن کو تمام انسانوں پر، ولی کو تمام مؤمنوں پر، صحابی کو تمام ولیوں پر، نبی کو تمام صحابہ پر، رسول کو تمام نبیوں پر اور شہنشاہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام نبیوں، رسولوں اور ساری کائنات پر فضیلت عطا فرمائی۔

اسی طرح خالق کائنات نے بعض دنوں کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی، جمعہ کو تمام دنوں پر، رمضان المبارک کو تمام مہینوں پر، لیلۃ القدر کو تمام راتوں پر اور شب برأت کو اور دوسری راتوں پر فضیلت عطا فرمائی۔

شب برأت کی فضیلت تو کثیر احادیث مبارکہ سے ثابت ہے جس سے اہل ایمان کے اندر اتباع و اطاعت اور کثرت عبادات کا ذوق وشوق پیدا ہوتا ہے اور لفظ شب برأت (یعنی دوزخ سے نجات دلانے والی رات، دوزخ سے آزادی دلوانے والی رات) یہ تو احادیث کے الفاظ عتقاء من النار کا اردو ترجمہ ہے اور اس رات کو یہ نام خود سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عطا فرمایا۔

اس لئے کہ اس رات میں خالق کائنات بے شمار مومنوں کو بخشش کا پروانہ عطا فرماتا ہے اور وہ حدیثیں جس میں شب برأت کی فضیلت بیان ہوئی ہے، ان احادیث کو روایت کرنے والوں میں سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا مولیٰ علی، ام المومنین عائشہ صدیقہ، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابوہریرہ، حضرت انس بن مالک، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم جیسی اعلیٰ شخصیتوں کے نام شامل ہیں۔

سلف صالحین واکابرین کے احوال سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ شب برأت میں عبادت وریاضت میں مشغول رہنا یا ایک عمدہ ترین عمل ہے، لیکن کچھ لوگ ایسے ہیں جو اس رات میں عبادت وذکر اور وعظ ونصیحت پر مشتمل محفلوں کے منعقد کرنے کو بدعت ضلالہ کہتے ہیں، جو سراسر غلط اور احادیث مبارکہ کے خلاف ہے، اس لئے کہ اس رات کی فضیلت پر کثرت کے ساتھ حدیثیں موجود ہیں اور لوگ تواتر کے ساتھ اس پر عمل کرتے چلے آرہے ہیں۔

شب برأت کی اہمیت تو اس سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ حدیث سبھی نے شب برأت کا ذکر کیا اور محدثین نے تو باضابطہ طور پر اپنی حدیث کی کتابوں میں شعبان کی پندرہویں رات کے عنوان سے باب ہی قائم کردیا۔

یہ بات بھی ذہن نشیں رہے کہ جب ائمہ حدیث اپنی کتاب میں کسی عنوان سے کوئی باب قائم کرتے ہیں اور اس باب کے تحت کئی حدیثیں لاتے ہیں تو اس سے مقصود صرف کتب حدیث میں اس موضوع پر باب قائم کرنا نہیں ہوتا بلکہ وہی ان کا عقیدہ و ایمان اور نظریہ ہوتا ہے۔

لہٰذا کتب احادیث کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن ماجہ، امام احمد بن حنبل، امام ابن خزیمہ، امام ابن ابی شیبہ، امام طبرانی، امام بیہقی الغرض جملہ محدثین کا یہی عقیدہ تھا کہ شب برأت شرف وبزرگی والی رات ہے اور اسی پر ان کا عمل بھی تھا، پھر بھی شب برأت سے متعلق احادیث کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ حدیث ضعیف ہے، یہ حدیث

ضعیف ہے یہ صرف اور صرف لاعلمی اور ہٹ دھرمی ہے۔

اس لئے کہ شب برأت سے متعلق حدیثیں دس سے زائد صحابہ کرام نے روایت کی ہیں اور ہر ایک کی سند الگ الگ ہے، پھر ان سے تابعین نے اتنے ہی سندوں کے ساتھ روایت کیا پھر ان سے تبع تابعین نے اتنے ہی سندوں کے ساتھ روایت کیا پھر ان سے ائمہ حدیث نے اتنے ہی الگ الگ سندوں کے ساتھ روایت کیا اور یہ سندیں اس درجہ کو پہنچ جاتی ہیں کہ اگر کسی ایک سند میں کسی وجہ سے ضعف بھی پالیا جائے تو دوسری سند اسے تقویت دے دیتی ہے۔

اگر اس میں بھی کسی وجہ سے ضعف پالیا جائے تو تیسری سند اسے تقویت دے دیتی ہے۔ پھر اتنے سارے محدثین نے مختلف طرق سے ان احادیث کو روایت کیا ہے کہ اس میں ضعف کی مجال ہی نہیں رہ جاتی ہے بلکہ وہ حدیث محدثین کے یہاں صحت کو پہنچ جاتی ہے۔

مزید یہ کہ جملہ محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث بھی مقبول ہوتی ہے اور شب برأت سے متعلق حدیثوں کو تو اس قدر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے روایت کیا ہے کہ یہ چیز تو تصور میں ہی نہیں آنی چاہئے کہ یہ ضعیف ہے۔

شب برأت کی فضیلت

۱ ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو شعبانُ المعظم سے زیادہ کسی مہینے میں روزہ رکھتے ہوئے نہ دیکھا۔

(ترمذی، ج2، ص182، حدیث736)

۲ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک رات میں نے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ پایا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں نکلی تو آپ مجھے جنت البقیع میں مل گئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرھویں رات کو آسمان دنیا پر تجلی فرماتا ہے اور قبیلہ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ لوگوں کو بخشش دیتا ہے۔ (ترمذی، ج2، ص183، حدیث 739)

۳ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ص صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب پندرہ شعبان کی شب آتی ہے تو اللہ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور مشرک اور اپنے بھائی سے کینہ رکھنے والے لوگوں کے علاوہ سب کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ (مجمع الزوائد، حدیث نمبر ۱۲۹۵۷)

تیسری صدی ہجری کے بزرگ ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن عباس مکی فاکہی (م ۲۷۲ھ) اپنے زمانے کا مکہ مکرمہ کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جب شب برأت آتی تو اہل مکہ کا آج تک یہ طریقۂ کار چلا آرہا ہے کہ مسجد حرام میں جا کر نماز ادا کرتے ہیں، طواف کرتے اور ساری رات عبادت اور تلاوت قرآن میں مشغول رہتے ہیں، زم زم شریف پیتے اور اسی سے غسل کرتے ہیں اور اس رات میں ان اعمال کے ذریعے خوب برکتیں سمیٹتے ہیں۔'' (اخبار مکہ، جز3/ج2/84)

فقہ حنفی کی مشہور و معروف کتاب ''مراقی الفلاح'' میں اس رات کی فضیلتوں کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے:

''پندرہ شعبان کی شب کو عبادت کے ذریعہ زندہ کرنا مستحب ہے اس لیے کہ پورے سال کے گناہ اس سے معاف ہوتے ہیں اور پانچ راتیں ایسی ہیں جن میں دعائیں رد نہیں کی جاتیں، جمعہ کی رات، رجب کی پہلی رات، پندرہویں شعبان کی رات اور دونوں عید کی راتیں۔'' (کتاب الصلاۃ: باب الوتر وآحکامہ)

شب برأت کے معمولات

سنن بیہقی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ رسول اللہ نے اس رات کو ۱۴/ رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ ۱۴/ بار، قل شریف ۱۴/ بار، سورۂ فلق ۱۴/ بار، سورۃ الناس ۱۴/ بار، آیت الکرسی ایک بار اور آیت لقد جاءکم رسول من انفسکم آخر تک ایک بار پڑھی پھر فرمایا جو اس طرح کرے گا اسے ۲۰/ حج مبرور، ۲۰/ سال کے مقبول روزے کا ثواب ملے گا اور جو آئندہ دن روزہ رکھے گا، اسے ۱۲۰/ سال کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ بقیہ ص ۴۲/ پر

از: غلام مصطفیٰ رضوی*

مبلغ اسلام حضرت علامہ عبدالعلیم میرٹھی علیہ الرحمہ کی تصنیف لطیف

”انسانی مسائل کا حل“ ایک تجزیاتی مطالعہ

سخن در سخن

خیر کے مقابل شر ہمیشہ سرگرم عمل رہا ہے، اسلام کی صداقت وحقانیت نے جب دلوں کی دنیا کو مسخر کرلیا تو وہ مذاہب جن کی بنیاد اوہام پر تھی اور وہ انسانی عقل کی اختراع تھے، تلملا اُٹھے، جن آسمانی مذاہب کی شکلیں ان کے ماننے والوں نے بگاڑ کر رکھ دی تھیں، انھیں بھی اسلام کی سچائی اور صداقت سے بیر تھا اور وہ حسد وبغض کے جذبات سے مغلوب، اسلام کے مقابل ”شر“ کا یہ عمل سامنے آیا کہ نئے نئے افکار ونظریات وجود میں آئے، تمدنی وتہذیبی، ثقافتی ونظریاتی، سیاسی واقتصادی ہر طرح کے حملے کیے گئے، لیکن یہ فطری بات ہے کہ حق وصداقت کو دوام واستقرار ہے اور باطل کو ہزیمت وزوال۔

فطرت سے انحراف ہی انسانی مسائل کا سبب بنتا ہے، اسلام سے عداوت وبغض رکھنے والے افکار ونظریات کی بنیاد چوں کہ انسانوں کے ہاتھوں بنائے ہوئے اُصولوں پر تھی، اس لیے ان کی فکر نے انتشار وفساد کی فضا استوار کی اور تخریب وتباہی کا سامان ہوا، ادیانِ باطلہ جور وستم کی راہ پر گامزن تھے، انسانی سہاگ لٹ کر رہ گیا تھا، عصمتیں تار تار تھیں، دہشت گردی کا بازار گرم تھا، ایسے ماحول میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد ہوتی ہے اور دینِ فطرت کی ضیا پھیلتی ہے، انسانیت کی زلفِ برہم سنورتی ہے، سچائی راہ پاتی ہے، ہدایت وصداقت کا آفتاب طلوع ہوتا ہے، امام محمد شرف الدین بوصیری (م ۶۹۴ ھ) فرماتے ہیں: ؎

فَاِنَّهٗ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا
يُظْهِرْنَ اَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ

ترجمہ: کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آفتابِ فضل وکمال ہیں اور انبیائے کرام ستارے ہیں؛ جو اسی آفتاب کی روشنی انسانوں کو تاریکیوں میں دکھاتے رہے ہیں۔(۱)

جس ذات پاک کے فیض سے انبیائے کرام ظلمتوں میں اُجالا پھیلاتے اور انسانیت کو فطرت کی راہ ”شاہراہِ حق“ دکھا کر عزت وعظمت عطا کرتے رہے؛ وہ ذات کیسی انسانیت نواز اور مرکز حق وصداقت ہوگی، اس کی عظمتوں کا اندازہ ہم اپنی عقل خام سے کیسے لگا سکتے ہیں، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دینِ فطرت کی طرف بلایا اور جبیں کا وَقار پامال ہونے سے بچا کر انسان کا دامن ستھرا فرما دیا۔

منفی اندازِ فکر

جریدۂ عالم پر اسلام کے اثرات جیسے جیسے بڑھتے گئے؛ ادیانِ باطلہ میں اضطراب بڑھتا گیا اور دینِ فطرت سے متعلق پروپیگنڈا کیا گیا کہ اسلام ایک عسکری دین ہے اور علم وفن سے اس کا کوئی رشتہ وتعلق نہیں، اس کی اشاعت بہ زورِ شمشیر وسناں کی گئی ہے، اس فکر غلط کے پرچار میں مغرب میں وجود پانے والے طبقۂ مستشرقین کا زیادہ حصہ رہا، گرچہ جنھوں نے سنجیدگی کے ساتھ اسلام کا مطالعہ کیا اور سیرت کا تجزیہ کیا ان میں اکثر نے اعترافِ حق کیا کہ اسلام ایک الہامی دین ہے اور یہ فطرت کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے، اس کے فیصلے اور ضابطے نقص وعیب سے مبرا ہیں، بہرکیف اسلام سے جدا راہوں کو کشادہ کرنے کی کوشش کی گئی، اس کے لیے تشدد اور ظلم کا سہارا لیا گیا، اسلام چوں کہ امن ومحبت اور اخوت کا درس دیتا ہے، اس لیے اس کے مقابلے میں برائیوں کو پروان چڑھایا گیا؛ جس سے انسانیت کا وَقار داغ دار ہوا اور یہ منفی اندازِ فکر باعثِ زوال ثابت ہوا۔

مبلغ اسلام اور اشاعت اسلام

مبلغ اسلام علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (ولادت ۱۵/

رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ/ ۱۳؍اپریل ۱۸۹۲ء – رحلت ۲۳؍ ذی الحجہ ۱۳۷۲ھ/ ۲۲؍اگست ۱۹۵۴ء) اسلام کے سرگرم و مثالی مبلغ اور دانشِ نورانی سے آراستہ کامیاب داعی تھے، امام اہلِ سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی محدث بریلوی (م ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کی صحبت بابرکت نے داعیانہ فہم وفراست کو مہمیز کیا اور جذبات کو عزم وحوصلہ دیا، جب ہم دعاۃ ومبلغین کی خدمات کا جائزہ لیتے ہیں تو مبلغ اسلام علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی جیسا ان کے عہد میں اور مابعد دور میں کوئی نہیں دکھائی پڑتا، وہ اپنے داعیانہ اوصاف میں انفرادی شان کے حامل اور نمایاں نظر آتے ہیں، آپ نے دنیا کے بیشتر ملکوں میں اسلام کا پیغام پہنچایا، پڑھے لکھے افراد بھی قبولِ حق پر مائل ہوئے، نومسلموں کی تعلیم و تربیت کا انتظام واہتمام کیا، مساجد ومدارس، جامعات وتعلیمی مراکز، اسکول وکالجز اور رفاہی وفلاحی ادارے قائم کیے، مختلف زبانوں میں رسائل وجرائد جاری فرمائے۔

بساطِ دعوت وتبلیغ پر اسلوب کی اہمیت مسلّم ہے، قرآن مقدس میں رب تعالیٰ کا ارشاد اس پر غماز ہے:

"اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ۔ (۲) اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔" (کنزالایمان)

آپ نے اسی اسلوب کا اپنا کر ایسے نقوش قائم کیے کہ جن کے زاویئے متاثر کن ہیں، اس کی جھلک آپ کے لیکچرز اور تصانیف دونوں جگہ دکھائی دیتی ہے، ۱۷؍ ویں صدی عیسوی میں جو مادی انقلاب رونما ہوا؛ اس نے ایک نئی فکر کو پروان چڑھایا اور اسلام سے عار رکھنے والے زعمائے مغرب کا یہ ذہن بنا کہ ہم اپنی عقلی تحریک کے بل بوتے پر اسلام کو ختم کردیں گے، شاید یہ وہم اسی لیے پیدا ہوا کہ وہ عقل کو قبلہ قرار دے لیے تھے اور اس کے مقابلے میں روحانیت کو کم تر سمجھتے تھے، ان کا یہ گمان زیادہ مدت تک قائم نہ رہ سکا، اس لیے کہ اسلام جہاں اپنی صداقت و حقانیت کے ناقابلِ تردید روحانی دلائل رکھتا ہے، وہیں عقلی استدلال کی بے پناہ قوت بھی اور عقل اس کے اصولوں کی تائید پر مجبور ہے، ہر عقلی موشگافی کا نتیجہ اسلام کے دل کش حسن کو اجاگر کرے گا۔

عقلی تحریک کے دعوے داروں نے دہریت ولادینیت کے فتنے کو جنم دیا اور دنیا تباہی کے دہانے پر جا پہنچی، عقلی تحریک نے فطری نظام کو سبوتاژ وملیامیٹ کرنے کی کوشش کی، حقوق سلب کیے گئے، غریبوں کو کچلا گیا، عدم توازن کی ایسی فضا تیار کی گئی کہ معاشرتی بگاڑ پیدا ہوا، ناانصافی، ظلم وتعدی عقلی تحریک کی پیداوار ہیں جن کی کوکھ سے دہشت گردی کا وجود ہوا؛ اس طرح کائنات میں افراتفری واقع ہوئی، ایسے روح فرسا ماحول میں اسلام ہی انسانی مسائل کا حل ہے اور انسانیت کا رہنما ومحافظ۔

انسانی مسائل کا حل

مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ نے مادی انقلاب سے پیدا ہونے والے زوال کا مشاہدہ کیا تھا اور مادی معاشرے میں انسانی اقدار کی بربادی دیکھی تھی، اس لیے درد کا درماں بھی کیا اور جہاں اپنے دعوتی پیغام کو روحانی دلائل کے ساتھ عقلی دلائل سے سجایا، وہیں ایسی کتابیں بھی لکھیں، جن میں دعوتِ فکر دی اور قبولِ حق کا پیام بھی، آپ کی تصنیف "انسانی مسائل کا حل"، ایسی ہی ہے، جو دراصل آپ کے ایک انگریزی لیکچر کا اُردو ترجمہ ہے۔

راقم کے پیشِ نظر اس کا جو مطبوعہ نسخہ ہے وہ ورلڈ اسلامک مشن کراچی کا شائع کردہ اور ۲۲؍صفحات پر مشتمل ہے، لیکن معیار کے اعتبار سے کثیر صفحات پر بھاری، اس کا سنِ اشاعت ۲۰۰۸ء ہے اور مترجم پروفیسر محمد حسین آسی ایم. اے. ہیں۔

کتاب کی زبان سادہ، اسلوب عام فہم اور استدلال کی قوت غالب ہے، عقلی دلائل نے مادیت سے مرعوب ذہنوں کو اپیل کی ہے اور اسلام کی سچائی کو تمثیلی انداز اور سنجیدہ طریقے سے پیش کیا ہے، مترجم نے مبلغ اسلام کی تحریر کے اسلوب کا پورا پورا خیال رکھا، یہی سبب ہے کہ پوری کتاب پڑھ جانے پر بھی کہیں یہ محسوس نہیں ہوتا کہ ترجمہ پڑھ رہے ہیں بلکہ ایسا لگتا ہے کہ اصل

تحریر سے استفادہ کر رہے ہیں..... راقم اس مقالے میں ’’انسانی مسائل کا حل‘‘ کے چند گوشوں کا اجمالی جائزہ پیش کرے گا۔

مبلغ اسلام کی دعوت کا یہ انداز بڑا اہم ہے کہ پہلے زمین ہموار کرتے ہیں، مسائل ذکر کرتے ہیں پھر ان کا تصفیہ اور حل پیش کرتے ہیں، مثالوں سے بات کی وضاحت بھی خوب کرتے ہیں، ہر جگہ اشاعتِ حق کا جذبہ موجیں مارتا دکھائی دیتا ہے، جس سے آپ کی تحریر میں اصلاح کا پہلو صاف محسوس ہوتا ہے، آپ کی مومنانہ فراست کے اثرات نے شوریدہ زمینوں کو گلزار بنا دیا اور تحریر میں اثر پذیری بھی بہ درجۂ اتم موجود۔ ؎

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

مبلغ اسلام کی تحریر کا انداز داعیانہ ہے، اس لیے موضوع چاہے کوئی بھی ہو یہی انداز جلوہ گر رہتا ہے، حتیٰ کہ سائنسی واقتصادی، سیاسی وسماجی اور تعلیمی وفکری مسائل پر بھی جو کچھ لکھا اس میں بھی یہ فضا برقرار ہے، اس پر کتاب ’’انسانی مسائل کا حل‘‘ دلیل ہے۔

فکر کی پرواز

انسانی مسائل کا حل میں مبلغ اسلام منطقی انداز میں ذہن میں اٹھنے والے سوالات کو پہلے بیان کرتے ہیں۔ . . انسان کا ذہن بڑا عالی ہے، اس کی پرواز فکر کو وسیع فضائیں عطا کی گئی ہیں، فطرت نے اسے بڑی صلاحیتوں سے نوازا ہے مبلغ اسلام کے الفاظ میں:

’’انسان عالم گیر اصولوں سے خاص نتائج اور خاص واقعات سے عالم گیر اصول اخذ کرنے کی اہلیت رکھتا ہے، وہ حکیمانہ اقوال اور ضرب الامثال وضع کر سکتا ہے، شاعرانہ تصور اور بلند پرواز تخیل سے مجردات کی سیر کر سکتا ہے، وہ اگر مادے کے خواص کی تحلیل سے عاجز نہیں تو ذرے کا سینہ چیر سکتا ہے، لیکن ان سب حقائق کے باوجود اسے اپنے ننھے سے ذہین دماغ کے مقابلے میں دنیا بہت وسیع معلوم ہوتی ہے، جوں جوں وہ (انسان) علم کی تلاش میں آگے بڑھتا جاتا ہے توں توں اسے حقیقت کی بے پایاں وسعت کا یقین ہوتا جاتا ہے، گویا وہ کسی تازہ انکشاف سے اس حقیقت کو بھی پالیتا ہے کہ بے شمار حقائق ابھی پردۂ خفا میں ہیں۔ (جنھیں دریافت کرنا ابھی باقی ہے) اس طرح علم کی پیاس کبھی بجھتی ہی نہیں ہے۔‘‘ (۳)

انسان کی بے بسی

مبلغ اسلام لکھتے ہیں:

’’حصولِ علم کی اس تمام جدوجہد کے باوجود انسان صرف جزوی طور پر ہی کسی ایسی حقیقت کو پا سکتا ہے جس کا انکشاف حال میں ہو رہا ہے یا ماضی میں ہو چکا ہے، مستقبل کے بارے میں وہ بالکل بے خبر ہے، وہ استقرائی طریقے سے نتیجہ نکالنا چاہتا ہے مگر اس نتیجے پر خود اسے مکمل یقین نہیں ہوتا، اس سلسلے میں علم ہیئت سے بھی مدد لینے کی کوشش کرتا ہے مگر بے سود، ماضی، حال اور مستقبل کا جامع اور یقینی علم اس کے بس سے باہر ہے۔‘‘ (۴)

مادیت کی ناکامی

مادی دنیا کے مشاہدے سے بہ آسانی روح کی قدر کا اندازا ہو سکتا ہے، یہ حقیقت ہے کہ انسان مستقبل کا حتمی علم نہیں رکھتا، اس لیے انسانی فکر ٹھوس رہنمائی نہیں کر سکتی، اس لیے کہ ان سب کی بنیاد مادیت پر ہے روحانیت پر نہیں، مبلغ اسلام فرماتے ہیں:

’’انسان (ذہنی) سکون اور (قلبی) چین کے حصول کی خاطر لگاتار جدوجہد کرتا تو ہے مگر صرف مادیات میں، اسی لیے ناکام رہتا ہے کسی مادی سمت سے (اپنی جستجو کا) آغاز کر کے تھوڑی بہت کامیابی حاصل کر بھی لیتا ہے مگر جب اسے اپنے انتہائی مقصود کے آئینے میں دیکھتا ہے تو وہ اسے دور ہی نظر آتا ہے، مال ودولت، صحت وتندرستی اور شاندار عائلی زندگی بھی اسے وہ ذہنی وروحانی سکون مہیا نہیں کر سکتی جس کے ہم سب تہِ دل سے متمنی ہیں، یہ چیزیں تو ضمنی عناصر کا کام ہی دے سکتی ہیں اور وہ بھی کب؟ جب مقصود کا صحیح احساس ہو۔‘‘ (۵)

اس مقام پر مبلغ اسلام اپنے مخصوص دعوتی اسلوب میں مشاہدہ بیان کرتے ہیں جس میں تمثیل کا پہلو بھی ہے:

’’بحیثیت ایک فرد کے میں نے اسے (ذاتی) تجربے سے

سمجھنے اور حل کرنے کی کوشش کی ہے، میں ایک ملک سے دوسرے ملک اور ایک براعظم سے دوسرے براعظم میں گیا ہوں، دنیا کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک دیکھ چکا ہوں، میں نے یونیورسٹیوں اور لائبریریوں میں حقیقت کی تلاش کی ہے، میں نے تجربہ گاہوں میں سائنسی جدوجہد سے رابطہ قائم کیا ہے، بازار اور صنعتی میدان میں انسانیت کے رجحانات کا مشاہدہ کیا ہے، زندگی کے نشیب و فراز سے گزرا ہوں اور اس طرح مادی وسائل سے حاصل ہونے والی خوشی اور تسکین سے بے خبر نہیں ہوں، لیکن ان تجربات میں اگر کوئی یقینی، صاف اور واضح ہے تو صرف یہ کہ ایسی خوشی ہمیشہ وقتی اور لمحاتی ہوتی ہے جو آخر کار دکھوں اور پریشانیوں کے طوفان کے پیچھے روپوش ہو جاتی ہے، بالکل اسی طرح جیسے بارش اور کڑک والی سخت اندھیری رات میں گھنگھور سیاہ بادل چاند کا خوبصورت چہرہ چھپا دیتے ہیں، میں نے ذہنی سکون اور قلبی تسکین یعنی حقیقی مسرت کی تلاش کی مگر وہ مادی دنیا مہیا نہ کر سکی۔'' (۶)

اپنے مشاہدے سے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ اس طرح ہے:

''یہ چیز مذہبیت میں دستیاب ہو سکتی ہے جس سے روحانی اور اخلاقی دنیا کے نئے نئے افق سامنے آتے ہیں، مذہب ہی میں اس کی جستجو ممکن ہے کیوں کہ وہی اس کا مدعی بھی ہے، حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ (حقیقی مسرت فراہم کرنا) مذہب کا اہم مسئلہ ہے۔'' (۷)

مذہب اور ازم

یہاں ایک سوال یہ بھی سر ابھارتا ہے کہ مذہب کیا ہے؟ انسانوں نے جن افکار کی تشکیل کی وہ دراصل ازم ہیں جن کی ناکامی ظاہر ہو گئی بہ زعم وہ اسے مذہب کہیں لیکن وہ مذہب نہیں، وہ رہنمائی سے محروم ہیں، مبلغ اسلام فرماتے ہیں:

''آج دنیا میں بیسیوں مذاہب، فرقے اور ازم ہیں، اگر اس کی تعریف یوں کی جائے کہ مذہب اس نظریئے کا نام ہے جو بنیادی زندگی سے متعلق ہے اور جو مجموعی طور پر گویا فلسفۂ حیات ہے تو مختلف نظریات کی کثیر تعداد کا یہی دعویٰ ہے، موجودہ دور میں کئی اسکالرز اور مفکر، معلم کی حیثیت سے سامنے آئے ہیں اور انھوں نے کوئی نہ کوئی ازم پیش کر کے اسی کو مذہب کا درجہ دے دیا ہے، مارکس ازم، ہٹلر ازم اور گاندھی ازم اسی کی چند مثالیں ہیں۔'' (۸)

ازموں کی ناکامی کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جب ہم سنجیدگی سے ان ازموں پر غور کرتے ہیں تو پہلی چیز جو ہمیں کھٹکتی ہے یہ ہے کہ وہ سب انسانی دماغوں کی پیداوار ہیں، کتنے ہی ذہنی ارتقا سے آراستہ کیوں نہ ہوں مگر ہیں تو انسانی فکر کا نتیجہ........ انسان ہونے کی حیثیت سے ان کی اہلیت، علم اور زاویۂ نگاہ محدود تھا لہٰذا نہ تو ان کا علم یقینی ہو سکتا ہے اور نہ وہ فیصلے ہی جو انھوں نے صادر کیے، چنانچہ اس صورت حال میں ان ازموں اور ان کے معلموں پر ابدی نجات وفلاح اور حقیقی مسرت کے حصول کے لیے کیوں کر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔'' (اس کے بعد ان کی فطری خامی کی طرف اس طرح اشارہ کرتے ہیں۔)

''معلوم ہوا کہ اولین ضرورت ہی جو ان ازموں کو معتبر بنا سکتی تھی، مفقود ہے، رہیں وہ غلط سلط چیزیں جو ان کی تعلیم میں بنیادی طور پر شامل ہیں سو انھیں تفصیل سے زیر بحث لانے کا یہ موقع نہیں، یہی کہنا کافی ہے کہ وہ انسانی ذہنوں کی پیداوار ہیں جو فطری طور پر نہ تو اب بے عیب ہیں اور نہ کبھی تھے۔'' (۹)

۱۹۵۰ء میں دعوتی سفر کے دوران مبلغ اسلام جاپان بھی گئے جہاں دانش وروں کے ایک اجتماع میں ایک مقالہ مسلمانوں کے سائنسی کارناموں سے متعلق بہ عنوان The Cultivation of Science by the Muslims پیش کیا، اس میں بھی نظریاتی یلغار کے مابین مذہب (اسلام) کی قدر و صداقت سے متعلق فرمایا تھا:

''رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف سنگھائی (Royal

سخن در سخن

Asiatic Society of Shanghai) کے ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے میں نے واضح کیا تھا کہ سائنس اور مذہب کے باہمی تضاد کا مفروضہ صرف غلط فہمیوں کی بنیاد پر ہے اور مجھے انتہائی مسرت ہوئی کہ میری اس بات کو غیر معمولی طور پر سراہا گیا، بلاشبہ جن لوگوں کے نزدیک مذہب اور سائنس کے مابین تضاد موجود ہے وہ حقیقتاً مذہبی نظریہ کو غلط معانی دیتے ہیں، وہ دراصل مذہب نہیں ہے وہ دیومالائی قصے ہیں اور توہمات کے سوا کچھ نہیں، حقیقت یہ ہے کہ مذہب بہ ذات خود ایک سائنس ہے۔'' (۱۰)

مطالعۂ کائنات اور خالق کائنات

مخلوق کا مشاہدہ خالق کی سمت رہنمائی کرتا ہے، مبلغ اسلام فرماتے ہیں:

''جب ہم اپنے اردگرد (ایک وسیع) کائنات، ستاروں سے بھرپور آسمان اوپر، گونا گوں مخلوق نیچے دیکھتے ہیں اور جا بجا ایک (حسین) ترتیب اور (متوازن) نمونے کا مشاہدہ کرتے ہیں تو ہم مجبوراً اس نتیجے پر پہنچ جاتے ہیں کہ یقیناً کسی نہ کسی مصور و صانع اور خالق کا ہونا ضروری ہے، جسے بجا طور پر کائنات کا موجد عظیم باعث اوّل کہا جا سکے، عقل اسے کیوں کر تسلیم کر سکتی ہے کہ یہ وسیع کائناتی نظام کسی بنانے والے کے بغیر ہی ظہور پذیر ہو گیا ہو۔ (بہ الفاظ دیگر) مخلوق خود ہی اپنے خالق کی نشان دہی کر رہی ہے۔'' (۱۱)

مبلغ اسلام کے اس نکتے پر قرآن مقدس سے ایک دلیل دینا زیادہ مناسب سمجھتا ہوں، جس میں نظام کائنات میں غور و خوض کی تعلیم دے کر خالق حقیقی کی سمت رہنمائی کی گئی ہے اور دعوتِ فکر بھی ہے:

''اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّهَارِ وَالۡفُلۡكِ الَّتِیۡ تَجۡرِیۡ فِی الۡبَحۡرِ بِمَا یَنۡفَعُ النَّاسَ وَمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ مَّآءٍ فَاَحۡیَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا وَبَثَّ فِیۡهَا مِنۡ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصۡرِیۡفِ الرِّیٰحِ وَ السَّحَابِ الۡمُسَخَّرِ بَیۡنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ (۱۲) بے شک آسمانوں اورزمین کی پیدائش اور رات و دن کا بدلتے آنا اور کشتی کہ دریا میں لوگوں کے فائدے لے کر چلتی ہے اور وہ جو اللہ نے آسمان سے پانی اتار کر مردہ زمین کو اس سے جلا دیا اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہواؤں کی گردش اور وہ بادل کہ آسمان و زمین کے بیچ میں حکم کا باندھا ہے، ان سب میں عقل مندوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں۔'' (کنزالایمان)

مبلغ اسلام کے بیان کردہ اس پہلو کی مزید توضیح انھیں کے ایک اصول سے کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

''اب ہر عقل مند کا فرض ہے کہ وہ اپنی عقل کو بروئے کار لائے اور سوچے کہ کیا اسے انسان کے گھڑے ہوئے نامکمل نظریات کو اختیار کرنا ہے، یا ہر چیز کے جاننے والے خدا کی طرف سے آئی ہوئی مکمل راہِ ہدایت کو...'' (۱۳)

دعوت فکر

وجود باری سے متعلق عقلائے زمانہ کو غور و فکر کی دعوت دیتے ہوئے مبلغ اسلام علامہ شاہ عبدالعلیم میرٹھی فرماتے ہیں:

''اسے معمولی عقل سے بھی سمجھا جا سکتا ہے، ہر سچا اور غیر متعصّبانہ فلسفہ اور سائنسی نظریہ بھی اس کا موید ہے۔ (یہ طے ہو چکا تو) منطقی جرح وقدح کے مطابق یہ بھی ضروری ہے کہ وہ (باعث ہستی) خلاق اکبر، ہمہ داں اور (اپنے علم و قدرت سے) ہر جگہ موجود ہے۔''

منکرین! عقل سے بے بہرہ تھے، اسی لیے یہ بات جو آسان بھی ہے اور مشاہداتی بھی ان کی سمجھ میں نہ آئی، مبلغ اسلام فرماتے ہیں:

''حیاتِ انسانی میں اس اعتقاد کو (وجود باری تعالیٰ کے عقیدے کو) عالم گیر حیثیت حاصل رہی ہے اس سے فقط انہی افراد نے انکار کیا ہے جن کے جذباتی تعصب نے انھیں عقل وخرد سے بے نیاز ہو کر سوچنے پر آمادہ کیا۔'' (۱۴)

عقل گو آستاں سے دور نہیں
اس کی تقدیر میں حضور نہیں

نظام کائنات پر تفکر یہ بتاتا ہے کہ پورا نظام کسی کے تابع ہے اور ہر ایک فطرت کے مطابق حرکت پذیر، دوسرے الفاظ میں کائنات کا ہر جز اللہ تعالیٰ کے احکام کی متابعت کی بنیاد پر ''مسلم'' ہے:

''وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّاِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ۔ (۱۵) اور اسی کے حضور گردن رکھے ہیں جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں خوشی سے اور مجبوری سے اور اسی کی طرف پھریں گے۔'' (کنز الایمان)

انبیا کا آفاقی پیغام

انسانوں کی رہنمائی کے لیے انبیا تشریف لائے اور خدا کی اطاعت کی تعلیم دی، فطرت سے انحراف کرنے والوں کو، مبلغ اسلام، انبیائے کرام کے مشن سے متعلق عقلی بات سمجھاتے ہیں:

''خدا سے پیغامات حاصل کرنے اور خلق تک پہنچانے کی بنا پر انھیں مذہبی اصطلاح میں رسول یا نبی کہا جاتا ہے، مکتبی بلکہ ہر قسم کی ظاہری تعلیم حاصل نہ کرنے کے باوجود، وہ بلند ترین عقل وعلم کی باتیں سکھاتے ہیں۔'' (۱۶)

انبیا کے پیغام کو جب فراموش کر دیا جاتا تب دوسرے نبی جلوہ گر ہوتے اور پیغام کی تکمیل فرما دیتے اور حقانیت کی راہ دکھاتے، بعثتِ انبیا کا سلسلہ جاری رہا اور آخر وہ وقت بھی آیا جب پوری انسانیت تاریکی کی نذر ہو گئی اور عالم گیر رہنمائی کی محتاج، مبلغ اسلام کے الفاظ میں:

''یہ سب (حضرات انبیائے کرام علیہم السلام باری باری) تشریف لا کر اپنا اپنا کام (یعنی خلق کی ہدایت) کرتے گئے، حتیٰ کہ ایک ایسا وقت بھی آ گیا جب حیاتِ انسانی ایک عالم گیر تاریکی میں محصور ہو گئی... عالم گیر اصلاح کے لیے ایک عالم گیر پیغام کی ضرورت تھی اور جس خدائے واحد و یکتا نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سب رسولوں کو وحی بھیجی تھی، حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلاۃ والسلام والتحیۃ والثنا کو بھی وحی بھیجی، وہی جنھوں نے تاریخ انسانیت میں بالکل پہلی بار خدائی حکم کے مطابق یہ دعویٰ کیا: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا۔ (پ۹، ع۱۰) اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں۔'' (۱۷)

اس میں ختمِ نبوت کی یہ دلیل بھی مل گئی کہ دوسرے انبیا کسی خاص علاقہ یا قوم میں جلوہ گر ہوتے تھے، لیکن سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعوت پیش کی وہ عالم گیر تھی اور اس آفاقی دعوت سے تمام انسانیت کو رہنمائی وہدایت ملی جس کی مثال تاریخِ انسانی میں نہیں ملتی۔

آخری پیغام کی عقلی دلیل

مبلغ اسلام اپنے دعوتی اسلوب میں عقلی تجزیہ پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تشریف لائے جب پریس (Press) اور پیغام کو ہمیشہ کے لیے محفوظ رکھنے کے دوسرے ذرائع ان سائنسی کوششوں کے نتیجے میں رونما ہونے ہی والے تھے جن کا آغاز خود آپ کے غلاموں نے کیا، آپ کا پیغام مستقل اور ابدی ہے، کیوں کہ رب تعالیٰ نے خود درج ذیل الفاظ میں اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ (سورۃ الحجر ۹) بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔'' (کنز الایمان)

اور اس کے کامل ہونے کا اعلان یوں فرمایا ہے:

''اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ [المائدۃ ۴] آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔'' (۱۸)

[کنز الایمان]

یہاں قرآن کے الفاظ میں یہی پیغام کھل کر سامنے آتا ہے:

''اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ۔ (۱۹) بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔'' (کنز الایمان)

اسلام کے اصولوں پر عمل بالخصوص سرکار اقدس صلی اللہ علیہ

وسلم کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل کی ترغیب دیتے ہوئے حقیقی مسرت کے حصول کا راز ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں اور قوانین الٰہی کی اطاعت و پیروی کی تلقین بھی:

''سچی مسرت اور حقیقی کامرانی خدائے تعالیٰ کے مقرر کردہ اور برگزیدہ رسولانِ کرام کے لائے ہوئے قوانین کے مطابق زندگی کے جسمانی اخلاقی اور روحانی پہلوؤں کی متوازن نشو و نما ہی سے حاصل کی جاسکتی ہے۔'' (۲۰)

قوانین اسلام پر عمل کرنے کے نتیجے میں سکون قلب، تسکین روح اور مسرت کا حصول ہوگا، مبلغ اسلام نے ''انسانی مسائل کا حل'' میں مذہب کی ضرورت کے ضمن میں محسوسات پر بھی سائنٹیفک انداز میں گفتگو کی ہے اور حقیقی مسرت کے حصول کے لیے رجوع الی اللہ اور قرب الٰہی کے پہلو پر قرآن مقدس سے دلیل قائم کر کے روشنی ڈالی ہے۔

قرب الٰہی

مبلغ اسلام اس پہلو سے ایک مثال دیتے ہیں جو ہر ذی شعور کی سمجھ میں بہ آسانی آئے گی:

''روزمرہ کی زندگی میں اگر آپ کسی ایسے شخص سے اچھی طرح منسلک ہو جائیں جو کسی قسم کی طاقت رکھتا ہو تو آپ اپنے اندر بھی ایک نئی قوت محسوس کریں گے، اب اس ذات سے حصول قرب کا اندازا کیجیے جو زندگی، نور کمال اور قوت کا حقیقی منبع ہے۔'' (۲۱)

اس مقام پر مبلغ اسلام نے ان انسانوں کی حالت زار کو بیان فرمایا ہے جو محرومی کا شکار ہیں نیز اس کے اسباب بھی بیان فرمائے جن کے باعث بندہ قرب الٰہی سے محروم ہو رہتا ہے۔

عبادت

کیا رب قدیر نے جو ہم پر والدین سے زیادہ مہربان ہے اور جس نے اسی بنا پر اپنے رسولان کرام علیہم السلام کے ذریعے ہماری رہنمائی کا بندوبست فرمایا، اپنے ذکر کا کوئی بہترین طریقہ بھی سکھایا ہے، کیا عبادت کی معینہ صورتیں یا ایک ہی وقت کی عبادت سودمند یا کافی ہے، یہ وہ سوالات ہیں جو ہمارے دماغ میں ابھرتے ہیں اور جن کا جواب خود قرآن حکیم نے دیا ہے، ہمیں حکم ہے کہ پانچ دفعہ تو فرض نمازیں ادا کریں اور ان کے علاوہ زندگی کا لمحہ لمحہ اپنے رب کی یاد سے معمور رکھیں، الہامی کلام کے الفاظ میں:

''الَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوۡدًا وَّ عَلٰی جُنُوۡبِہِمۡ۔ (آل عمران ۱۹۱) جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے۔'' (کنزالایمان)

اس مقام پر مبلغ اسلام عبادت و ذکر الٰہی کی دو صورتیں ذکر کرتے ہیں:

''(۱) ہم ہر لمحے کے اختتام پر یہ یاد رکھیں کہ تمام قوت و خوبی اسی (ذات باری) سے ملتی ہے، وہی اصل میں ہر حسن و کمال دینے والا اور ہم تو محض اس کے بھکاری ہیں۔ (۲) کوئی بھی عمل کرتے وقت باخبر رہیں کہ یہ کام خدا کے اتارے ہوئے اور خدا کے سکھائے ہوئے قوانین کے مطابق ہے کہ نہیں۔'' (۲۲)

عمل کی ترغیب کا منطقی انداز

ایک مشفق استاذ یہ چاہتا ہے کہ اپنا درس طالب علم کے ذہن میں اتار دے اور ایسا کہ وہ اسے پھر نہ بھولے اس لیے استاذ مثالوں سے اپنی بات کو آسان اور قابلِ فہم بناتا ہے، مبلغ اور داعی کا وصف یہی بتایا گیا ہے کہ وہ پُراز حکمت کلام کرتا ہے اور اسلام کی تعلیمات کو سلجھے ہوئے انداز میں پیش کر کے فکر پر خوشگوار اثرات مرتب کرتا ہے، مبلغ اسلام اس جوہر سے مرصع تھے اور ایک مشفق و کامیاب استاذ بھی، جو حق کی دعوت کے نکات کو ذہن نشین کرانے کا فن خوب جانتے تھے، کچھ ایسا ہی انداز اس اقتباس میں دکھائی دیتا ہے، جس میں عمل کی ترغیب بھی ہے اور اسلام کی تعلیمات کی سچائی پر دعوتِ فکر بھی:

''جس طرح سائنس کا کوئی نظریہ عملی تجربے سے تائید لیے بغیر مکمل طور پر سمجھ میں نہیں آسکتا بالکل اسی طرح آپ اسے بھی عملی طور پر آزمائیں یہ کارروائی خود نظریئے کی صداقت کا ثبوت پیش کر دے گی، جب آپ اپنے اعمال کی بنیاد ذکر خدا

پر رکھیں گے تو جلد ہی اپنی زندگی کو خداے الٰہی کے مطابق ایک متوازن سانچے میں ڈھلی ہوئی پائیں گے۔'' (۲۳)

انسانی مسائل کے حل کا پیغام

اپنے معرکۃ الآرا مقالہ ''انسانی مسائل کا حل'' کے آخر میں مبلغ اسلام، اسلام پر ثابت قدمی کا پیغام عقیدے کی بنیاد پر ان الفاظ میں دیتے ہیں، جن میں ادیانِ باطلہ کی تردید کے ساتھ ہی تنبیہ بھی ہے اور قلبی واردات کی کیفیت بھی:

''خبردار! خدا ہی آپ کا مالکِ حقیقی اور شہنشاہِ ازلی ہے، اس کے احکام کے آگے سرِ تسلیم خم کر کے اس کے رسولوں کی اتباع کیجیے، جن میں آخری حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا ہیں، اسی راستے پر خود چلیے اور اسی کی دوسروں کو تلقین کیجیے اور اسی پر چل کر فوز و فلاح، ابدی سکون اور دوامی مسرت حاصل کیجیے۔'' (۲۴)

اس پیغام کو ہم مبلغ اسلام کی ''اذانِ سحر'' بھی کہہ سکتے ہیں جس میں حق کی اشاعت کا جذبۂ صادق موجود ہے، جس سے گلستانِ حیات میں تازگی کا احساس ہوتا ہے، اقبال نے کہا تھا: ؎

وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستان وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

اختتامیہ

نجات و مسرت کا حصول صرف قوانین فطرت کی اطاعت میں پنہاں ہے، اس سے بغاوت کی کوکھ سے ہی مسائل سر ابھارتے ہیں اور انسانیت ذلت و پستی اور رسوائی سے دوچار ہوتی ہے، مبلغ اسلام نے انسانی کمزوریوں کی خوب نشاندہی کی ہے اور اس کے تدارک کی دوا تجویز کی ہے۔ ''انسانی مسائل کا حل'' میں آپ نے یہی فکر دی کہ فطرت کو اپنایا جائے اور خلافِ فطرت سے اجتناب برتا جائے، تب دنیا مسرت کا گہوارا بنے گی اور امن و سکوں کا گلستاں اور یہ حقیقی مسرت دین فطرت میں ہے جسے ''اسلام'' کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے، یہاں اس مفہوم کی وضاحت میں مبلغ اسلام کے افکار کے عطر سے ایک نمونہ پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں جس کی خوشبو یقیناً وجود کو مہکا دے گی:

''اسلامی تعلیمات کے مطابق قادرِ مطلق رب پر ایمان رکھنا اور اس کے احکامات کے آگے سرِ تسلیم خم کر دینا انسانی فطرت ہے، ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ**۔ (صحیح بخاری، کتاب الجنائز: باب: ما قیل فی أولاد المشرکین) یعنی ہر پیدا ہونے والا فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے۔

صحابہ نے عرض کی: فطرت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: طبیعتِ اسلام، اس لیے اسلام فطرت کا مترادف ہے اور فطرت ''اسلام'' کے مترادف، اسلام کی ساری تعلیمات فطرت سے ہم آہنگ ہیں۔'' (۲۵)

اس فطرت سے انحراف کی بنیاد پر ہی دنیا طرح طرح کے مسائل سے گزر رہی ہے، انسانی مسائل کا حل صرف اسلام میں ہے اور حق کی راہ روشن ہے، مبلغ اسلام علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی کے مرشد گرامی امام احمد رضا نے بجا ہی فرمایا ہے ؎

ترے دین پاک کی وہ ضیا کہ چمک اٹھی رہِ اصطفا
جو نہ مانے آپ سقر گیا کہیں نور ہے کہیں نار ہے

حوالہ جات:

(۱) نفیس احمد مصباحی، مولانا، کشف بردہ، طبع المجمع القادری مبارک پور ۲۰۰۵ء، ص ۲۱۶ (۲) سورۃ النحل ۱۲۵ (۳) عبدالعلیم میرٹھی، علامہ، انسانی مسائل کا حل، مترجم محمد حسین آسی، پروفیسر، ورلڈ اسلامک مشن کراچی ۲۰۰۸ء، ص ۲ (۴) مرجع سابق، ص ۲-۳ (۵) مرجع سابق، ص ۳ (۶) مرجع سابق، ص ۵-۶ (۷) مرجع سابق، ص ۶ (۸) مرجع سابق، ص ۶-۷ (۹) مرجع سابق، ص ۷-۸ (۱۰) عبدالعلیم میرٹھی، علامہ، سائنس کے فروغ میں مسلمانوں کا حصہ، مترجم رضا فاروقی، مشمولہ تبرکات مبلغ اسلام، اویسی بک اسٹال گوجرانوالہ ۲۰۰۴ء، ص ۹۱ ۴ (۱۱) عبدالعلیم میرٹھی، علامہ، انسانی مسائل کا حل، مترجم محمد حسین آسی، پروفیسر، ورلڈ اسلامک مشن کراچی ۲۰۰۸ء، ص ۸-۹ (۱۲) سورۃ البقرۃ ۱۶۴ (۱۳) عبدالعلیم میرٹھی، علامہ، اسلام کے اصول، مترجم محمد حسین آسی، پروفیسر، مشمولہ تبرکات مبلغ اسلام، اویسی بک اسٹال گوجراں بقیہ ص ۶۶ / پر

محبت کا ایک انوکھا انداز

سوشیل میڈیا سے

◆ ایک ڈاکٹر تھے، اکثر ایسا ہوتا کہ وہ نسخے پر ڈسپنسر کے لئے لکھتے، کہ اس مریض سے پیسے نہیں لینے اور جب کبھی مریض پوچھتا کہ ڈاکٹر صاحب آپ نے پیسے کیوں نہیں لئے؟ تو وہ کہتے کہ مجھے شرم آتی ہے، کہ جس کا نام ابوبکر ہو، عمر ہو، عثمان ہو، علی ہو یا خدیجہ، عائشہ اور فاطمہ ہو، میں اس سے پیسے لوں۔

ساری عمر انہوں نے خلفائے راشدین، امہات المومنین اور بنات رسول ﷺ کے ہم نام لوگوں سے پیسے نہ لئے، یہ ان کی محبت اور ادب کا عجیب انداز تھا۔

◆ امام احمد بن حنبل نہر پر وضو فرما رہے تھے، کہ ان کا شاگرد بھی وضو کرنے آن پہنچا، لیکن فوراً ہی اٹھ کھڑا ہوا اور امام صاحب سے آگے جا کر بیٹھ گیا، پوچھنے پر کہا کہ دل میں خیال آیا کہ میری طرف سے پانی بہہ کر آپ کی طرف آرہا ہے، مجھے شرم آئی کہ استاد میرے مستعمل پانی سے وضو کرے۔

◆ اپنے سگے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا، کہ آپ بڑے ہیں یا میں؟ (عمر پوچھنا مقصود تھا) کہا: یا رسول اللہ ﷺ بڑے تو آپ ہی ہیں البتہ عمر میری زیادہ ہے۔

◆ مجدد الف ثانی رات کو سوتے ہوئے یہ احتیاط بھی کرتے، کہ پاؤں استاد کے گھر کی طرف نہ ہوں اور بیت الخلا جاتے ہوئے یہ احتیاط کرتے، کہ جس قلم سے لکھ رہا ہوں اس کی کوئی سیاہی ہاتھ پر لگی نہ رہ جائے۔

ادب کا یہ انداز اسلامی تہذیب کا طرہ امتیاز رہا ہے اور یہ کوئی برصغیر کے ساتھ ہی خاص نہ تھا، بلکہ جہاں جہاں بھی اسلام گیا اس کی تعلیمات کے زیر اثر ایسی ہی تہذیب پیدا ہوئی، جس میں بڑوں کے ادب کو خاص اہمیت حاصل تھی، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سب کو یاد تھا، کہ جو بڑوں کا ادب نہیں کرتا اور چھوٹوں سے پیار نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں، ابھی زیادہ زمانہ نہیں گزرا، کہ لوگ ماں باپ کے برابر بیٹھنا، ان کے آگے چلنا اور ان سے اونچا بولنا برا سمجھتے تھے اور اُن کے حکم پر عمل کرنا اپنے لیے فخر جانتے تھے۔

اس کے صدقے اللہ جل جلالہ انہیں نوازتا بھی تھا، اسلامی معاشروں میں یہ بات مشہور تھی، کہ جو یہ چاہتا ہے کہ اللہ جل جلالہ اس کے رزق میں اضافہ کرے، وہ والدین کے ادب کا حق ادا کرے اور جو یہ چاہتا ہے کہ اللہ جل جلالہ اس کے علم میں اضافہ کرے وہ استاد کا ادب کرے۔

◆◆◆

پردہ گھروں کو آباد کرنے کا ضامن ہے

سوشیل میڈیا سے

ایک باحجاب خاتون میٹرو میں سوار ہوئی، دروازے سے گزرتے ہوئے اس کی چادر ایک جگہ اٹک گئی، جس سے وہ خاتون تھوڑی لڑکھڑائی، ایک خاتون جس نے نامناسب اور تنگ لباس پہنا ہوا تھا چیخ کر بولی: یہ کیا کر رہی ہو اور کیسا لباس پہنا ہوا ہے؟ اس گرمی میں! میٹرو میں بیٹھے بقیہ افراد بھی متوجہ ہوئے لیکن اس باحجاب خاتون نے جلدی سے خود کو سنبھالا اور اسی خاتون کے ساتھ جا کر بیٹھ گئی۔

جب میٹرو چل پڑی تو اس باحجاب خاتون نے اس خاتون کو کان میں کہا کہ یہ چادر میں نے تمہاری خاطر پہن رکھی ہے، یہ سن کر اس خاتون نے کہا کہ میری خاطر؟ میں نے تمہیں کب کہا کہ میری خاطر تم چادر پہنو اور اس گرمی میں پسینے سے شرابور ہو؟ اس نے کہا بالکل! میں نے یہ لباس تمہاری خاطر پہنا ہے تا کہ اگر ایک دن تمہارا شوہر جس نے تم سے نکاح کیا ہے اور عہد کیا ہے کہ وہ تمہارے علاوہ کسی اور خاتون کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھے گا، کبھی تم سے بے وفائی نہ کرے اور میری طرف متوجہ نہ ہو، کبھی میرے حسن کی طرف مائل ہو کر اس کا دل تم سے اچاٹ نہ ہو اور تمہاری ازدواجی زندگی خراب نہ ہو، اس کی توجہ فقط تمہاری ہی ذات تک محدود رہے، اس لئے میں نے اپنے اوپر

سختی کر کے تمہارے گھر کو محفوظ کیا ہوا ہے، میں گرمی کی شدت میں بھی اپنے جسم کی نمائش نہیں کرتی، تاکہ کوئی مرد اپنے گھر کی خواتین سے خیانت نہ کرے۔

یہ مت بھولو کہ میں بھی تمہاری طرح عورت ہوں، میرا بھی دل کرتا ہے کہ لوگ میری تعریف کریں اور جب تک میں نظروں سے اوجھل نہ ہو جاؤں لوگ میرے حسن کی مدح سرائی کریں لیکن میرا بھی ایک شوہر ہے جس سے میں خیانت نہیں کرنا چاہتی کیونکہ میری نظر میں مجھ پر فقط میرے شوہر کا حق ہے اور میں اس حق میں خیانت نہیں کروں گی، اگر میں اس عہد میں وفا کرتی ہوں تو میرا شوہر بھی مجھ سے کبھی خیانت نہیں کرے گا اور کسی خاتون کی جانب نظریں اٹھا کر نہیں دیکھے گا، لیکن تم جیسی عورتوں نے کہ جن کے گھروں کی حفاظت ہم اپنے حجاب سے کرتی ہیں، اپنے جسموں کی نمائش کر کے مردوں کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں اور اپنے حسن کی طرف مائل کرتی ہیں، مردوں کی ایک ایک نظر کی بھیک مانگتی ہیں۔

اب تم بتاؤ کہ اعتراض مجھے تم پر کرنا چاہئے یا تمہیں مجھ پر؟ یہ سن کر وہ خاتون شرمندہ ہوئی اور اس نے کہا کہ کبھی میں نے اس معاملے کو اس زاویے سے دیکھا ہی نہیں دیکھا تھا، یقیناً تمہاری بات درست اور قابل تقلید ہے، اگر ساری عورتوں نے اس پردہ کو اپنا لیا تو دنیا سے فتنہ وفساد کے اکثر دروازے بند ہو جائیں گے۔

اس حقیقت کو مغربی خواتین سمجھ چکی ہیں اور وہ حجاب جیسی نعمت کا ادراک کر کے اسلام کی طرف مائل ہو رہی ہے، یہ بات تو سبھی جانتے ہیں کہ مغرب میں خاندانی نظام تباہ و برباد ہو چکا ہے، وہاں نہ مرد کو عورت پر اعتماد ہے نہ عورت کو مرد پر، واضح ہو کہ دین اسلام نے فقط عورت کو ہی حجاب کا پابند نہیں کیا بلکہ مرد کو بھی حکم دیا ہے کہ وہ اپنی نظریں جھکا کر رہیں، بے پردگی آج کل ہمارے معاشرے کے لئے بہت بڑا المیہ بن گئی ہے جس پر ہم سب کو سنجیدگی کے ساتھ غور وفکر کی ضرورت ہے۔

◆◆◆

مدارس میں فنی مہارت کا فقدان

از: محمد شاہد علی مصباحی
روشن مستقبل دہلی، تحریک علمائے بندیل کھنڈ

بہت سے لوگ تو سرخی پڑھتے ہی نوازنا شروع کر دیں گے مگر مجھے ان کی قطعی فکر نہیں، لیکن یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ہمارے یہاں فنی مہارت کا فقدان ہے، آپ خود اپنی انگلیاں پکڑیں اور ماہرین تفسیر، ماہرین اصول فقہ، ماہرین اصول حدیث، ماہرین منطق، ماہرین فلسفہ، ماہرین فلکیات، ماہرین کلام، ماہرین نحو، ماہرین صرف وغیرہ تلاش کرنا شروع کریں، یقین جانیں آپ کے صرف ایک ہاتھ کی انگلیوں کے پورے بھی ختم نہ ہوں گے اور ماہرین ختم ہو جائیں گے، کیا کبھی سوچا ایسا کیوں؟ اس کی تین وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ: ہمارے مدارس نے ایسا نظام نہیں بنایا کہ اس طرح فنون میں تخصص کا اہتمام کیا جائے۔

دوسری وجہ: اہل مدارس نے نظام تعلیم ایسا نہیں بنایا کہ ایک استاد کو ایک ہی فن کی کتابیں پڑھانے کو دی جائیں۔

تیسری وجہ: ہمارے اساتذہ یہ سوچتے ہیں کہ ہم ہر فن کی کتابیں پڑھائیں ورنہ لوگ کہیں گے کہ اس کو بقیہ فن نہیں آتے یا اگر میں ایک ہی فن پڑھاؤں گا تو میرے بقیہ فنون کمزور ہو جائیں گے۔

جبکہ پہلی صورت میں دوسروں کے لیے اپنے علم سے کھلواڑ کرتے ہیں اور دوسری صورت "طلب الکل فوت الکل" کے قبیل سے ہے۔

استاد کے اپنے فن میں ماہر نہ ہونے کے نقصانات

پہلا نقصان: اگر استاد اپنے فن میں ماہر نہیں ہے تو وہ اس فن کی باریکیوں سے واقف نہیں ہوگا اور جو شخص خود ہی فن کی باریکیوں سے آگاہ نہ ہو بچوں کو کیسے مطمئن کرے گا؟ لہٰذا بچوں کی زندگی سے کھلواڑ کے سوا اس سے کچھ اور حاصل نہیں ہو سکتا۔

دوسرا نقصان: جب ہمیں کسی فن پر کام کرنے والوں کی ضرورت محسوس ہوگی تو وہ کام ہرگز نہ ہو سکے گا۔

تازہ واقعہ

اسی ہفتہ ہم نے کچھ علوم پر مخصوص کورس تیار کرنے کی غرض سے افراد کی تلاش شروع کی تو سوائے دو ایک افراد کے کوئی اس پر تیار نہ ہوا، کسی نے کہا کہ وقت نہیں ہے اور کسی نے کھل کر بتایا اس طرز پر کام کرنا مشکل ہے کیوں اس انداز سے کبھی سوچا نہیں لہٰذا پریشانی ہوگی۔

اس پریشانی کا حل

ہمیں بھی کالیجوں اور یونیورسٹیوں کی طرح اساتذہ کو ایک فن کی کتابیں پڑھانے کو دینی چاہیے، اساتذہ کو بھی چاہیے کہ وہ طلب الکل کے فارمولے کو چھوڑ کر کسی ایک فن میں ملکہ حاصل کریں، اس سے خود ان کو بھی فائدہ ہوگا اور طلبہ کو بھی بے انتہا فائدہ ہوگا، ساتھ ہی آپ اس فن کے لیے اپنی بہترین خدمات انجام دے سکتے ہیں، کاش ہم اس جانب بھی فکر کریں۔

◆◆◆

مخدوم جہاں کے چند ارشادات

(از: زہراء فاطمہ عظیم آبادی

اولیاء اللہ کے ارشادات وفرمودات ہمیشہ خلق خدا کے لئے مشعل راہ ثابت ہوئے ہیں، ان کے ہر ہر لفظ میں وہ تاثیر پنہاں ہوتی ہے جو کسی کی بھی زندگی بدل دینے کی صلاحیت رکھتی ہے، دنیا والوں نے لاکھوں کی بدلتی تقدیر مشاہدہ بھی کی ہے، ہم ایک ایسے ولی کامل حضور مخدوم جہاں کے چند ارشادات وفرمودات نذر قائین کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں، امید واثق ہے کہ قارئین کرام انھیں پڑھ کر اور انھیں اپنی زندگی میں شامل کر کے دونوں جہاں کی کامرانیوں سے ہم کنار ہوں گے:

۱ جس نے شریعت کو ہی نہیں سمجھا، وہ طریقت کو کیا سمجھے گا؟

۲ وہ شخص جو بغیر علم وایمان کے پوری زندگی مجاہدہ اور ریاضت کرتا رہا تو وہ ویسا ہی رہے گا جیسا تھا۔

۳ ہر وہ عمل جس میں نفس شامل ہو، آخرت میں ایسے عمل کی کوئی حاجت نہیں وہ دنیا ہی دنیا ہے اور اس سے دین کی تباہی و بربادی ہے۔

۴ ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ سے بندے کے راضی ہونے کی علامت کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے بندے کے راضی ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ مصیبت میں بھی اسی طرح خوش رہے جیسے وہ نعمت میں خوش رہتا ہے۔

۵ جماعت صوفیہ کی روشوں میں سے ایک روش یہ بھی ہے کہ وہ اپنے بارے میں بدگمان اور دوسروں کے حق میں خوش گمان رہتے ہیں۔

۶ بزرگان دین کسی بھی طاعت وعبادت کو نہیں چھوڑتے اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ خوشنودی اور رضا کہیں اسی میں نہ ہو، اسی طرح وہ کسی گناہ کے قریب بھی نہیں جاتے اس خوف سے کہ کہیں اللہ کی پکڑ اسی گناہ پر نہ ہوجائے۔

۷ پیر اگر مرید کے امراض باطن کا طبیب نہ ہوتو وہ پیر بنانے کے لائق ہی نہیں بلکہ ابھی وہ خود مریض اور طبیب کا محتاج ہے۔

۸ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی نے پوچھا ام المومنین! آدمی برا کب بن جاتا ہے؟ فرمایا جب آدمی خود کو اچھا سمجھنے لگے۔

۹ اس تاریک دنیا میں اپنے قلم، زبان، مال اور مرتبے سے جہاں تک ہو سکے حاجت مندوں کو فائدہ پہنچاؤ۔

۱۰ جب کسی کی نعمت کے ذریعہ آزمائش ہوتی ہے تو شکر کا مطالبہ ہوتا ہے اور جب کسی کی بلا اور مصیبت کے ذریعہ آزمائش ہوتی ہے تو صبر کا مطالبہ ہوتا ہے۔

۱۱ ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا کہ جب ایسا وقت آ جائے کہ بزرگوں کی صحبت میسر ہی نہ ہوتو اس وقت کیا کیا جائے؟ فرمایا: ایسے وقت میں بزرگوں کی تحریروں میں سے ایک جز روزانہ پڑھ لیا جائے اس لئے کہ جب سورج غروب ہوجاتا ہے تو چراغ سے روشنی لی جاتی ہے۔

۱۲ مرید کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسا ہونا چاہئے اور پیر کو سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسا۔

بقیہ ص ۴۰ پر

فرمانِ رب کی میزان میں خود کو رکھ کر تول

(از: شکیلؔ اثر نورانی بریلی شریف

اللہ ہی اللہ بول رے بھائی اللہ ہی اللہ بول
اپنی میٹھی باتوں سے پھر کانوں میں رس گھول

صرف بقائے ایمانی ہے
یہ ساری دنیا فانی ہے

سب دولت آنی جانی ہے
کس کی چلی یاں من مانی ہے

رہ جائیں گے بس دنیا میں تیرے سچے بول
اللہ ہی اللہ بول رے بھائی اللہ ہی اللہ بول

سُن بندے یہ بات خدارا
مت پھر در در مارا مارا

مِلک خدا کی ہے جگ سارا
ہے وہی سب کا پالن ہارا

بس وہی بھرتا ہے خوشیوں سے جیون کا کشکول
اللہ ہی اللہ بول رے بھائی اللہ ہی اللہ بول

تو ہے شہِ کونین کی اُمت
راہ تری قرآن و سنت

تیرے لیے ہر عظمت و عزت
پھر کیوں ہے اب تیری ذلت

فرمانِ رب کی میزان میں خود کو رکھ کر تول
اللہ ہی اللہ بول رے بھائی اللہ ہی اللہ بول

علم اگر حاصل نہ کرے گا
بول تو حاکم کیسے بنے گا

محکوم و مجبور رہے گا
سر کو اُٹھا کر جی نہ سکے گا

علم و عمل سے اپنی محرومی کے بندھن کھول
اللہ ہی اللہ بول رے بھائی اللہ ہی اللہ بول

جو سچ ہے وہ سچ ہی رہے گا
جھوٹ جو ہے وہ سچ نہ بنے گا

باطل کو مٹنا ہے مٹے گا
باعزت تو حق ہی رہے گا

لاکھ پھریں طوفان اُٹھائے شیطانوں کے غول
اللہ ہی اللہ بول رے بھائی اللہ ہی اللہ بول

یہ فرمانِ خداوندی ہے
عظمت مومن عشقِ نبی ہے

اس کے سوا سب گمراہی ہے
اپنا شکیلؔ ایمان یہی ہے

اسلامی کردار میں ہے یہ اک جوہر انمول
اللہ ہی اللہ بول رے بھائی اللہ ہی اللہ بول

نبی کی نعت کے لائق زبان دے مولیٰ

(از: مولانا محمد رحمت اللہ صدیقی، ممبئی

نئی زمین نیا آسمان دے مولیٰ
نبی کی نعت کے لائق زبان دے مولیٰ

غم حیات کی تابندگی نہ ہو مدھم
مرے شعور کو ایسی اٹھان دے مولیٰ

مری حیات کا ہر باب مشکبار رہے
نبی کی یاد کا وہ عطر دان دے مولیٰ

جنون عشق رہے شعلہ زن ہر اک لمحہ
فروغِ عشق کا تازہ جہان دے مولیٰ

میری نوا سے دلوں میں ہو گرمیٔ الفت
بلالِ حبش کی طرز اذان دے مولیٰ

اندھیرا پھر سے پلٹ آیا ہے زمانے میں
رضا کے جیسا کوئی پاسبان دے مولیٰ

ہمیشہ ناز رہے مجھ کو اپنی قسمت پر
قتیلِ عشق نبی خاندان دے مولیٰ

منظومات

حضورِ گنبدِ خضریٰ رہوں میں ہر لمحہ
نبی کے شہر میں کوئی مکان دے مولیٰ

نہ علم ہے، نہ عمل ہے، نہ فکر پختہ ہے
میں ان کا ہو کے رہوں ایسا گیان دے مولیٰ

ہجوم میں بھی مجھے خوفِ اجنبیت ہے
رفیقِ فکر، رفیقِ بیان دے مولیٰ

پھنسی حیات ہے مدت سے جلتے صحرا میں
کرم کا ان کے کوئی سائبان دے مولیٰ

ترے حبیب کا ہو کر رہے سدا رحمت
ردائے فضل و کرم اس پہ تان دے مولیٰ

آہ! زاغوں کی کوتوالی ہے

(از: مولانا سلمان رضا فریدی، مسقط عمان

باغِ ہستی کی پائمالی ہے
خون سے تر، ہر ایک ڈالی ہے

بلبلوں کی زباں پہ ہے پہرہ
آہ! زاغوں کی کوتوالی ہے

آگ برسا رہا ہے پھولوں پر
ایسا ظالم، چمن کا مالی ہے

خارزاروں کو مل رہی ہے غذا
لالہ زاروں پہ خشک سالی ہے

تحفۂ گل کہاں سے لاؤں میں
ہر شجر، نقشِ خستہ حالی ہے

ایسی حالت میں سالِ نو آیا
جب بہاروں کا ہاتھ خالی ہے

ہو مسرت کی اب سحر یارب
چار سُو غم کی رات کالی ہے

تیرے در سے دلِ فریدؔی بھی
اے خدا امن کا سوالی ہے

◆◆◆

بے کسوں کا سہارا ہے اجمیر میں

(از: مولانا سید اولاد رسول قدسؔی، نیو یارک امریکہ

ذی اثر مقتدر شاہ ہندوستاں، بے کسوں کا سہارا ہے اجمیر میں
جس کو کہتے ہیں ہم خواجۂ خواجگاں، وہ نبی کا نواسہ ہے اجمیر میں

جس کو کہتی ہے دنیا عطائے رسول، ہو گئے اس کے اندر فضائل حلول
جس سے وابستہ ہے دل کا امن واماں، وہ غریبوں کا ماویٰ ہے اجمیر میں

ہند میں شر کی چھائی تھی کالی گھٹا، ہر طرف کرب کی چل رہی تھی ہوا
جس کی آمد سے رحمت ہوئی ضوفشاں، خیر کا وہ اجالا ہے اجمیر میں

چاہے کوئی ہو کیسا ہو سائل مگر، اس کو منہ مانگی ملتی ہے شام وسحر
غم کے ماروں کو کرتا ہے جو شادماں، چارہ گر ایسا خواجہ ہے اجمیر میں

جس کے روحانی اقدار کے سامنے، شعبدہ باز و ساحر سبھی دب گئے
جس پہ قربان ہے عزم کا آسماں، فتح کا وہ ہمالہ ہے اجمیر میں

مضطرب کیوں ہو خواجہ کے اے عاشقو! کام کی بات ہے غور سے تم سنو
کہہ رہا ہے یہ حقانیت کا سماں، خلد کا سیدھا رستہ ہے اجمیر میں

ہر طرف خلق والفت کی ہے روشنی اور پھیلی ہے فرحت کی تابندگی
جس کا جلوہ فگن در ہے جنت نشاں، قدسؔی وہ شان والا ہے اجمیر میں

مٹے غم کی اندھیر، شہِ اجمیر

(از: مولانا سلمان رضا فریدی، مسقط عمان

ترے در کی ہو خیر شہِ اجمیر
مٹے غم کی اندھیر، شہِ اجمیر

فریاد سنو مورے نَینَن کی
کہتی ہے لڑی یہ اَنسُوَن کی
چلتی ہے کٹاری دشمن کی

کردو انھیں زیر شہِ اجمیر
ترے در کی ہو خیر، شہِ اجمیر

اے رب کے ولی پیارے خواجہ
بھارت کی زمیں کے مہاراجہ
مشکل میں ہیں اب تیرے شیدا

بقیہ ص ۲۶ پر

منظومات

درسگاہ نظامیہ کی زینت تھے مولانا فضیل احمد

مفتی ملک الظفر سہسرامی

دارالعلوم خیریہ نظامیہ میں منعقد تعزیتی نشست سے خطاب

سہسرام مورخہ 17 / دسمبر (پریس ریلیز) اللہ کے رسول سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ قرب قیامت علم دین علمائے دین کے اٹھنے سے اٹھ جائے گا، رفتہ رفتہ ہماری صفوں سے مخلص، باصلاحیت ذی استعداد علمائے دین کا اٹھنا ہمارے لئے بڑا لمحۂ فکریہ ہے، حضرت مولانا مفتی فضیل احمد ضیائی بھی ہماری جماعت کے ان باوقار، ذمہدار باصلاحیت مخلص اور دیندار اساتذۂ کرام میں تھے جن سے درسگاہوں کا وقار اور زیب و زینت قائم ہے ان خیالات کا اظہار معروف عالم دین حضرت مولانا مفتی محمد ملک الظفر سہسرامی نے اپنے ایک بیان میں کیا انہوں نے کہا کہ مولانا موصوف گڑھوا کے ایک گاؤں کدھون میں عیسوی تقویم کے حساب سے 3 / اگست 1965ء کو پیدا ہوئے لیکن ان کی زندگی کا نصف سے زائد حصہ مدینۃ الاولیاء سہسرام اور باقی دھنباد میں تحصیل علوم نبویہ علیہ التحیۃ والثناء، تبلیغ دین اور اشاعت علم میں گزرا۔

تعلیم وتربیت کے لیے ان کے والدین نے انہیں دارالعلوم خیریہ نظامیہ کے مخلص اور باوقار اساتذۂ کرام کی آغوش تربیت میں دے دیا محنت اور لگن کے ساتھ درس نظامیہ کی متداول کتب کی تحصیل کی، محنت طلب مزاج پایا تھا زیرکی اور زود فہمی سے قدرت نے نواز رکھا تھا جس کا اثر یہ ہوا کہ درس نظامیہ کے نصاب کی تکمیل 1402ھ مطابق 1982ء میں مکمل کر لی فراغت سے قبل وہ کچھ دنوں کے لئے الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور بھی گئے لیکن وہاں کی فضا انہیں راس نہیں آئی اور وہ دوبارہ دارالعلوم خیریہ لوٹ آئے، فراغت کے بعد ہی اساتذۂ کرام نے دارالعلوم کے طلبہ کی تعلیم وتربیت کے لئے معین المدرسین کی حیثیت سے آپ کا انتخاب فرمالیا کم عرصے میں محنت اور لگن کی بدولت اساتذہ کی نگرانی کے سائبان میں آپ کی علمی وفکری صلاحیتیں نکھرتی سنورتی چلی گئیں اور طلبا کے دلوں میں آپ گھر کرتے چلے گئے اساتذہ و طلبا ان کی صلاحیتوں کے جلد ہی قائل ہو گئے، دھنباد کے ایک اسکول میں جب بحیثیت استاد تقرری عمل میں آئی تو مادر علمی میں تدریسی خدمات سے رخصت لے لی۔

اسکول میں ایک ذمہ دار استاد کی حیثیت سے تاحین حیات خدمات انجام دیتے رہے، انہوں نے کہا کہ مولانا مرحوم اپنے سینے میں ایک حساس دل پالتے تھے، مزاج میں دین داری تھی چنانچہ اسکول کی ذمہ داری نبھانے کے بعد جو وقت فارغ ہوتا اس میں مدرسہ اہلسنت چرک پتھر میں بحیثیت ناظم تعلیمات اعزازی طور پہ مکمل تن دہی کے ساتھ خدمات انجام دیں، حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ مفتی فضیل احمد ایک مخلص باصلاحیت استاد ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت خلیق ملنسار اور اپنے سینے میں ایک بے غبار دل رکھنے والے انسان تھے، وہ میرے رفیق اور ہم درس تھے عمر میں مجھ سے بڑے تھے تاہم وہ میری مخدوم زادگی کا خیال فرماتے ہوئے مجھ سے ہمیشہ ادب و احترام سے پیش آتے کبھی کبھی علم المیراث سے متعلق کسی مسئلے میں وہ مجھ سے استصواب فرماتے، افسوس! علم و عمل کا یہ روشن ستارہ گزشتہ شب جمعرات بعد نماز مغرب ہماری ظاہری نگاہوں سے روپوش ہو گیا، انا للہ و انا الیہ راجعون۔

16 دسمبر بعد نماز ظہر ان کے آبائی وطن کدھون گڑھوا میں سوگواروں کے ایک جم غفیر کے ساتھ نماز جنازہ ادا کی گئی اور وہیں تدفین بھی عمل میں آئی، دارالعلوم خیریہ نظامیہ کے اساتذہ، طلبا اور تمام ذمہ داران و مخلصین اہل خانہ کے اس غم میں برابر کے شریک ہیں۔

◆◆◆

حضرت مفتی ابوطالب فیضی کا وصال پرملال

از: انیس عالم سیوانی، نائب قاضی شہر لکھنؤ

نہایت افسوس کی بات ہے کہ دارالعلوم اہلسنت فیض الرسول براؤں شریف کے قدیم فارغ التحصیل ناشر سنیت علامہ مفتی ابو طالب صاحب فیضی نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا، مفتی صاحب تقریباً پچیس روز قبل سلطان پور میں جمعہ کے دن ایک سڑک حادثے

کاشکار ہو گئے تھے، پوزیشن نازک ہونے کے سبب لکھنولایا گیا، یہاں یونیورس ہاسپٹل بندھا روڈ کھدرا لکھنو میں زیر علاج رہے، حادثہ کے بعد سے ہوش میں نہیں تھے، گذشتہ جمعہ کو حالت میں بہتری نظر آئی تھی لیکن ۲۰ ر دسمبر کی رات ایک بجے کے قریب حالت بگڑ گئی، آنافانا ڈاکٹروں نے آکسیجن اور تمام تر جدید سپورٹنگ سسٹم کے ذریعے کنٹرول کرنے کی کوشش کی، یہ حقیر گزشتہ کل بعد مغرب ہاسپٹل پہنچ کر مفتی صاحب کی عیادت کی اور آئی سی یو شعبہ کے محافظ سے بات کی جس نے کنڈیشن سریس ہونے کی بات کہی، ساتھ ہی مفتی صاحب کے عزیز جرار صاحب سے بھی ملاقات ہوی ان حضرات کی گفتگو سے مایوسی نمایاں تھی، بہر حال اللہ کی مشیئت حضرت دنیا سے تشریف لے گئے اللہ غریق رحمت فرمائے، آمین۔

آپ کا آبادی وطن بلرامپور یوپی تھا، کافی سالوں گجرات میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دینے کے بعد ضلع سلطانپور سے بیس کیلومیٹر فیض آباد روٹ پر کنہٹی گاؤں میں ایک گورمنٹی ادارہ کے پرنسپل، شیخ الحدیث ومفتی تھے، اچھے مدرس، مقبول عوام خطیب، اور تصنیف وتالیف سے شغف رکھنے والے عالم تھے، حادثہ کے دن جمعہ پڑھانے اور دن ہی میں کسی محفل میں شرکت کی غرض سے گھر سے نکلے تھے، مغرب تک جب واپسی نہیں ہوئی تو اہلیہ نے فون کیا تو خبر ملی کہ حادثہ ہو گیا ہے گھر والے وہاں پہنچے تو دیکھا کہ سڑک کے کنارے جھاڑیوں میں بے ہوش پڑے ہیں، ناک، کان، منہ سے خون بہہ رہا ہے، وہاں ایک پولیس والا تھا اور غیر مسلمین کی کچھ دکانیں تھیں لیکن حقیقت حال کا پتہ نہیں لگ سکا کہ حادثہ کیسے ہوا اور کب ہوا؟

اہل خانہ لکھنؤ لے کر آئے، یہاں زینتھ ہاسپٹل نئی بانس منڈی میں کئی روز ایڈمیڈ رہے اس کے بعد یونیورس ہاسپٹل میں داخل کیا گیا جہاں آپ نے زندگی کی آخری سانسیں لیں، آپ کے وارثین میں دو بیٹے، تین بیٹیاں اور اہلیہ ہیں، اللہ رب العزت آپ کی مغفرت فرمائے اور اہل وعیال کو صبر جمیل عطا کرے، آمین۔

شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے گزشتہ سمینار میں تشریف لے گئے تھے، کئی سالوں سے عرس امجدی کے اسٹیج سے پہلے روز آپ کا خطاب ہوتا تھا، حضور تاج الشریعہ، حضور فقیہ ملت علیہما الرحمہ اور حضور محدث کبیر کے وفا شعاروں میں تھے، بہت صاف ستھری اور کڑک گفتگو ہوتی تھی، آپس میں کافی کشادہ ظرف اور ملنسار تھے، بات بات میں حضور فقیہ ملت اور محدث کبیر کا نام لیتے تھے اور فرماتے کے میں نے ان بزرگوں سے پڑھا ہے۔

بعض لوگوں کی طرف سے جب محدث کبیر مدظلہ الاقدس کو طعن تشنیع کا نشانہ بنایا جا رہا تھا، اس پریڈ میں آپ نے بہت سخت جواب مخالفین کو دیا، اس حقیر سے حضرت کے گہرے اور خاص مراسم رہے، ان کی رحلت کا غم ہمیشہ رہے گا، اللہ کریم اپنے محبوبوں کے طفیل ان کے درجات بلند سے بلند تر فرمائے اور ان کے بچوں کی غیب سے مدد فرمائے، آمین۔ ◆◆◆

عرس چہلم مولانا مرشد علی قادری

۲۷ ر جنوری ۲۰۲۲ء مطابق ۲۳ ر جمادی الآخرہ ۱۴۴۳ھ بروز جمعرات حضرت مولانا مرشد علی قادری رضوی (پرنسپل مدرسہ مدینۃ العلوم بھدوہی، یوپی) کا عرس چہلم ان کے آبائی وطن منڈا ماری موہن پور ضلع پوربی مدناپور مغربی بنگال میں نہایت ہی سادگی کے ساتھ منعقد ہوا، جس میں اہل محلہ کے ساتھ قرب وجوار کے علمائے کرام کی بڑی تعداد موجود رہی۔

جبکہ بیرونی علمائے کرام ومفتیان عظام میں حضرت مفتی مجاہد حسین رضوی الہ آباد، حضرت مفتی عبدالرحیم نشتر فاروقی بریلی شریف، ادیب عصر حضرت مولانا رحمت اللہ صدیقی ممبئی، حضرت مولانا نظم علی مرزاپور، حضرت مولانا صلاح الدین گوپی گنج، نقیب اہل سنت حضرت قاری محبوب گوہر پٹنہ، حضرت قاری محمد جنید عالم رضوی، حضرت مولانا عبدالقادر، حضرت رجب علی، حضرت مولانا عبدالصمد بھدوہی اور مولانا ابوالکلام احسن القادری ہوڑہ شریک عرس ہوئے۔

علمائے کرام نے مغربی بنگال اور اڑیسہ سے لے کر اتر پردیش تک پھیلی مولانا مرشد علی صاحب کی دینی اور مسلکی خدمات کو سراہا اور ان کی دینی فکر سے عوام اہل سنت کو روشناس بقیہ ص ۱۸ ر پر

सुन्नी दुनिया में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹرپیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोट:-

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।

2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।

3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2020-2022

FEBRUARY/MARCH-2022
PAGES 104 WITH COVER

PER COPY : ₹ 25.00
PER YEAR : 300.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan

APRIL-2022 Rs. 25/-

رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ / اپریل ۲۰۲۲ء

جانشین تاج الشریعہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری نوری بریلوی

مدیر اعلیٰ مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنّی دُنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

رمضان کریم مبارک

معمار ملت پر خصوصی ضمیمہ

مدیر مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی سرپرست روحانی

وارثِ علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتیٔ اعظم نور دیدۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خان قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خان قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

شمارہ نمبر ۴
Issue No. 4
Vol. 7 جلد نمبر ۷

۱۴۴۳ھ
رمضان المبارک
اپریل ۲۰۲۲ء

مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

تزئین کار

عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک)
آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

محمد تمہید خان عرشی
فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے
سالانہ ۳۰۰ روپے سادہ ڈاک سے
سالانہ ۵۵۰ روپے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے
امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ

قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 9259089193 پر رابطہ کرسکتے ہیں۔

ہدایت

اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

رابطہ کا پتہ

ماہنامہ سنی دنیا
۸۲ / سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

Email:

sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com

Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

Contact Address

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003

Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مشمولات

اداریہ

مفتی محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی

حضرت معمار ملت کی رحلت
قوم وملت کا ناقابل تلافی نقصان

معمار قوم وملت، خلیفۂ تاج دار اہل سنت، حضرت علامہ ڈاکٹر محمد مطلوب عالم شبیہ القادری صاحب علیہ الرحمہ کا وصال پر ملال دنیائے سنیت کا عموماً اور مسلمانان اہل بہار کا خصوصاً خسارۂ عظیم ہے، بالخصوص سارن کمشنری کے علمائے کرام ایک مخلص اور مشفق سرپرست سے محروم ہو گئے، سارن اور اطراف وجوانب کی سنیت کے فروغ واستحکام میں آپ کا اہم کردار رہا ہے، یہاں کی مساجد ومدارس میں اساتذہ اور ائمہ کی ترسیل سے لے کر ان کی تعمیر وترقی تک میں آپ نے سرگرم رول ادا کیا، علما اور حفاظ کی تعلیم وتربیت کے لئے آپ نے سیوان شہر میں دو دو اداروں کا قیام فرمایا، محی العلوم شکل ٹولی اور غوث الوریٰ عربک کالج مخدوم سرائے آپ کی تعلیمی اور تعمیری خدمات کی نمایاں یادگار ہیں۔

آپ عالمانہ جاہ جلال اور فاضلانہ شان وشوکت کے ساتھ ساتھ اخلاق ومروت کے پیکر تھے، عالم، فاضل، مفتی، مدرس، مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ ایک نکتہ سنج اور صاحب طرز ادیب وشاعر بھی تھے، ایک درجن سے زائد کتب ورسائل اور نعتیہ دیوان آپ کی تصنیفی مہارت اور سخن سنجی پر شاہد ہیں، آپ نے تعلیمی وتعمیری اور تصنیفی خدمات کے ساتھ ساتھ تحقیقی خدمات بھی انجام دی ہیں، شیخ المشائخ حضور مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات وخدمات پر آپ نے پی ایچ ڈی کی تھی۔

آپ کا شمار باصلاحیت، بااثر، صائب الرائے اور پختہ کار علما ودانشوران قوم وملت میں ہوتا تھا، آپ ایک باوقار اور متأثر کن شخصیت کے مالک تھے، عالمانہ کروفر آپ کے سراپے سے ہویدا تھا، اپنے تو اپنے غیر بھی مرعوب رہتے تھے، سامنے والا بمشکل تمام لب کشائی کر پاتا تھا، چہرے سے ہمیشہ ایک نور مترشح تھا۔

اکابر سے عقیدت ومحبت اور اصاغر پر شفقت ومروت آپ کی خاصیت تھی، اکثر ناچیز راقم الحروف سے فرمایا کرتے تھے کہ جب بھی گھر سے بریلی شریف کے لئے واپسی ہو، غوث الوریٰ ہو کر تشریف لے جائیں اور پہلے ہی فقیر کو سفر کی تاریخ سے مطلع کر دیں تا کہ ٹکٹ وغیرہ بنوا دیا جائے، ناچیز اس کرم نوازی پر خجل خجل جاتا، اصرار بسیار پر چار و ناچار آپ کے حکم کی تعمیل کرتا، بڑے خوش ہوتے، سفر والے دن غوث الوریٰ میں اس حقیر کا انتظار کرتے اور کھانا کھلا کر اسٹیشن تک چھڑواتے، حالانکہ یہ نالائق اس لائق نہیں کہ اِسے اس قدر اہمیت وتوجہ دی جائے لیکن وہ اپنی خورد نواز طبیعت اور بارگاہ تاج الشریعہ کا ادنیٰ خادم ہونے کے سبب راقم پر اسی طرح اپنی عنایتیں اور نوازشیں فرماتے رہتے۔

معمار ملت کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپ کی چھوٹی چھوٹی مجلسی گفتگو بھی حضور اعلیٰ حضرت، حضور حجۃ الاسلام، حضور مفتی اعظم ہند، حضور مفسر اعظم ہند اور حضور تاج الشریعہ قدس سرہم کے ذکر خیر سے خالی نہیں ہوتی، اپنے مرشد گرامی حضور مفتی اعظم ہند کے ذکر خیر پر تو اکثر آبدیدہ بھی ہو جاتے، اِن بزرگوں سے سچی عقیدت ومحبت ہی کا ثمرہ تھا کہ آپ ہر سال عرس رضوی میں اپنے خویش واقارب اور محبین ومتوسلین کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ لازمی طور پر شریک ہوتے تھے۔

افسوس کہ اب ہم ایسی فقید المثال اور نادر روزگار شخصیت سے ہمیشہ کے لئے سے محروم ہو گئے، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے معمار ملت کا نعم البدل عطا فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے اور وارثین وپس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وصحبہ وآلہ وبارک وسلم۔

◆◆◆

اسلامیات

از: افتخار احمد قادری*

اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات وخصوصیات

اللہ رب العزت نے اپنے حبیب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سرتا بقدم شان ہی شان بنا کر بھیجا، حتیٰ کہ جس جس چیز کی آپ کی ذاتِ اقدس سے نسبت ہوگئی وہ بھی شان والی قرار پائی، آپ کے ساتھ نسبت رکھنے والی چیزوں میں آپ کے اسمائے گرامی بھی ہیں، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی ساری کائنات سے ممتاز ہے اسی طرح آپ کے اسمائے گرامی بھی ساری کائنات سے ممتاز ہیں۔

محمد اور احمد آپ کے ذاتی نام ہیں، جب کہ صفاتی ناموں کی تعداد چودہ سو تک شمار کی گئی ہے، ناموں کی اتنی کثیر تعداد دنیا کے کسی بڑے سے بڑے آدمی کے حصے میں بھی نہیں آئی، حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: ایک مسلمہ قاعدہ ہے کہ ناموں کی کثرت،، نام والے،، کی عظمت پر دلالت کرتی ہے۔

(مرآت المفاتیح، باب اسماء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

قرآن کریم کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد سے ہوتا ہے، چوں کہ تمام محامد اسی کی ذاتِ پاک کے لئے ہیں اس لئے اس کا نام محمود ہے، اس نے اپنے نام سے مشتق کرکے اپنے حبیب کا نام محمد رکھا، گزشتہ کتب سماویہ میں آپ کا نام،، احمد،، مرقوم تھا، امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''تفسیر در منثور'' میں حضرت قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے لئے امت محمدیہ میں ہونے کی تمنا کرتے ہوئے اللہ رب العزت نے عرض کیا: اے اللہ تو مجھے احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں شامل فرما۔ (ج 3/ص 553 دار الفکر، بیروت)

بالخصوص اسم محمد کی تو شان ہی نرالی ہے، جس طرح آپ سارے نبیوں کے سردار ہیں اسی طرح آپ کا یہ نام بھی ناموں کا سردار ہے، اس نام کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ ہے کہ دیگر انبیائے کرام کے مقدس ناموں سے ان کی ہمہ جہت عظمتوں کا اظہار نہیں ہوتا، مگر آپ کے اس نام سے آپ کے جملہ کمالات کی طرف صرف اشارہ ہی ہوتا بلکہ پوری پوری دلالت ہوتی ہے۔

امام زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرحِ موطا امام مالک میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: محمد اس ہستی کو کہا جاتا ہے جس میں تمام تر خصائل محمودہ کامل واکمل ہوں۔

(باب اسماء النبی، ج 4، ص 557)

امام ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتح الباری میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کہ محمد اس ہستی کو کہا جاتا ہے جس کی تسلسل کے ساتھ اتنی تعریف کی جائے کہ اس کی کوئی آخری حد ہی نہ آئے یہ وہ عظیم نام ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی بھی نبی ورسول کے حصے میں نہیں آیا، نیز یہ نام پاک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات وصفات سے ملا کر دیکھا جائے تو یہ پکار پکار کر کہتا ہے کہ آپ بالکل سچے نبی ہیں، آپ کا یہ نام آپ کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ولادت سے قبل خواب میں بشارت کیا گیا، جب حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل ہوئی، جب ان سے یہ نام رکھنے کی وجہ دریافت کی گئی تو انہوں نے فرمایا: میں نے اپنے پوتے کا یہ نام اس لئے رکھا ہے تا کہ خالق کائنات آسمانوں میں اس کی تعریف کرے اور مخلوق زمین میں اس کی تعریف کرے۔

اس نام کی ایک خوبی یہ ہے کہ یہ تعریف کی پوری قوت کے ساتھ وجود میں آنے کی طرف اشارہ کرتا ہے، جیسے صرف یصرف تصریفاً میں کسی چیز کو پھیرنے کے لئے قوت کا وجود ضروری ہوتا ہے، اس لحاظ سے لفظ محمد کا مفہوم یہ ہوا کہ جو بھی شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو دیکھے گا وہ بے

*مضمون نگار کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت، یوپی کے متوطن ہیں۔

اختیار آپ کی تعریف پر مجبور ہوجائے گا، جیسا کہ ترمزی اور ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں جیسے ہی آپ کو دیکھا،، میں پہچان گیا کہ ایسا حسین وجمیل چہرہ کسے جھوٹے کا نہیں ہوسکتا، اسی طرح اور بھی بہت سے واقعات ہیں جن میں آپ کی ذاتِ اقدس کو دیکھتے ہی لوگوں کی زبان پر بے اختیار تعریفی کلمات جاری ہو گئے، ایک انگریز مصنف مائیکل ہارٹ نے دنیا کی سو عظیم شخصیات پر مشتمل کتاب لکھی تو وہ بن دیکھے ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نام نامی اسم گرامی کو سب سے پہلے لکھنے پر مجبور ہو گیا۔

(ابن ماجہ، باب اطعام الطعام)

لفظ محمد چوں کہ باب تفعیل سے ہے جس کی ایک خاصیت مبالغہ ہے، جیسے قتل کا معنیٰ فقط مارنا ہے اور تقتیل کا معنیٰ ٹکڑے ٹکڑے کرنا ہے، اس لحاظ سے لفظ محمد کا معنیٰ ہوگا ایک ایسی ہستی جس کا جزو جزو قابلِ تعریف ہو، جو ہر ہر جہت سے مستحق حمد ہو، جو ہر ہر زاویہ سے لائق ثنا ہو، یہ خوبی بھی ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں بدرجہ اتم موجود ہے، دنیائے انسانیت میں آپ ہی وہ واحد ہستی ہیں جس میں نقص وعیب کے کسی ذرے کا بھی تصور نہیں کیا جاسکتا۔

باب تفعیل کی ایک خاصیت استمرار بھی ہے یعنی کسی کام کا ہمیشہ ہمیشہ جاری رہنا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بھی یہی شان ہے کہ آپ کی تعریف میں استمرار پایا جاتا ہے کیونکہ آپ کی ہر زمانے، ہر علاقے اور ہر زبان میں تعریف کی گئی ہے اور یہ تسلسل کے ساتھ جاری ہے، اس دنیا میں آپ کی تشریف آوری سے قبل بھی آپ کی مدائح کا سلسلہ جاری رہا، پھر جب آپ دنیا میں تشریف لے آئے تب تو رنگ ہی نرالا ہو گیا، آپ کے وصال اقدس کے بعد سے لے کر اب تک بھی اس میں کوئی انقطاع نہیں آیا اور تا قیام قیامت بھی یہ سلسلہ جاری وساری رہے گا، بروز قیامت لواء الحمد آپ کے ہاتھ میں ہوگا، نیز جنت میں بھی آپ کی تعریف بے حد وحساب ہوری رہے گی، اگر آپ آج تک حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں لکھی گئی نعتوں کا سرمایہ اکٹھا کرنے لگ جائے تو وہی ایک بحر ناپیدا کنار ہے، باقی تعریفیں تو اس کے علاوہ ہیں۔

اسم محمد ﷺ کی خصوصیات

اس نام مبارک کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کو گالی دینا ممکن نہیں، کیونکہ یہ نام اور گالی آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک ہستی کو پہلے سرتا پا تعریف تسلیم کیا جائے اور پھر اس کو گالی دی جائے، یہی وجہ ہے کہ جب کفار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو برا بھلا کہتے تھے تو اس کے لئے انہیں آپ کا نام گرامی بہر صورت لینا پڑتا تھا، کسی نے توجہ دلائی کہ پہلے تم محمد کہ کر ان کی تعریف کرتے ہو اور پھر اسی تعریف والے کو برا کہتے ہو، ان دونوں کا آپس میں کوئی جوڑ نہیں، اس پر انہوں نے لفظ محمد کی جگہ،، مذمم،، کہ کر برا بھلا کہنا شروع کر دیا، جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کا علم ہوا تو آپ مسکرائے اور ارشاد فرمایا: اے صحابہ تمہیں اس بات پر خوشگوار حیرت نہیں ہوتی کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھ سے قریش کی گالی گلوچ اور لعن طعن کو دور فرمادیا؟ وہ مزمم کو گالیاں دیتے رہتے ہیں اور میرا نام تو محمد ہے۔

(صحیح البخاری، باب ما جاء فی اسماء الرسول)

اس نام کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ جب بھی یہ بول جائے تو بولنے اور سننے والے دونوں اشخاص پر ایک مرتبہ درود وسلام پڑھنا واجب ہوجاتا ہے اور ایک سے زائد بار پڑھنا مستحب ہوتا ہے، معجم الاوسط کی حدیث پاک کے مطابق جس کے سامنے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک لیا گیا اور اس نے درود نہ پڑھا وہ بدبخت آدمی ہے۔

سنن نسائی کی حدیث پاک کے مطابق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی لے کر ایک بار درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے اور جو ایک بار سلام بھیجے اللہ رب العزت اس پر دس بار سلام بھیجتا ہے، مسند احمد کی حدیث پاک کے مطابق جو شخص آپ کے نام نامی کے ساتھ آپ پر ایک بار درود شریف بھیجے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر ستر بار درود بھیجتے ہیں۔

اس نام کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کی اللہ تعالیٰ کے اسم ذات کے ساتھ کئی طرح سے مناسبت ہے، اللہ میں بھی چار حروف ہیں اور محمد میں بھی چار حروف ہیں، اللہ کا بھی ہر حرف نقطے سے خالی ہے اور محمد کا بھی ہر حرف نقطے سے خالی ہے اللہ میں بھی ایک حرف مشدد ہے اور محمد میں بھی ایک حرف مشدد ہے، اللہ میں بھی کہیں زیر نہیں ہے اور محمد میں بھی کہیں زیر نہیں ہے، یعنی یہ دونوں نام وہ ہیں جو کبھی زیر ہونے والے نہیں ہیں، انہوں نے ہمیشہ زبردست ہی رہنا ہے۔

پھر ان دونوں میں ایک ایک تشدید بھی ہے، اس میں یہ نقطہ ہے کہ ان دونوں کی شان پوری شدت اور شان وشوکت سے ظاہر ہوگی، مزید یہ کہ مشدد حرف میں پہلا لفظ ساکن اور دوسرا متحرک ہوتا ہے، اس میں یہ نکتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان کہیں سکون پکڑنے والی ہے اور نہ ہی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی، جیسے ہی کسی مقام پر رکے گی اس سے اگلے ہی لمحے بلا توقف پھر سے شروع ہو جائے گی۔

لفظ اللہ میں زبر ہوتا ہے مگر پیش نہیں، جبکہ لفظ محمد میں زبر کے ساتھ پیش بھی ہے، اس میں یہ نقطہ ہے کہ محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جو کچھ بھی پیش کیا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہوتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کو کوئی بھی کچھ پیش نہیں کرسکتا، جب لفظ اللہ بولیں تو دونوں ہونٹ کھل جاتے ہیں تا کہ موت کے وقت اس کا نام لینے میں کسی قسم کی دقت نہ ہو اور جب لفظ محمد بولیں تو دونوں ہونٹ مل جاتے ہیں، ایک مرتبہ پہلے میم پر دوسری مرتبہ دوسرے میم پر، اس میں یہ نقطہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے نام کو ایک مرتبہ نہیں بلکہ دو دو مرتبہ بوسے دلواتا ہے۔

اللہ کا نام لیتے ہوئے منہ بالکل بند نہیں ہوتا مگر محمد کا نام لیتے ہوئے دو مرتبہ بند ہوتا ہے، اس میں یہ نقطہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دست قدرت اپنے حبیب کو سب کچھ عطا فرمانے کے لئے ہمہ وقت کھلا رہتا ہے اور محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اسے مسلسل سمیٹتے رہتے ہیں، پھر محمد کے آخری لفظ دال پر منہ کے کھل جانے کا مطلب یہ ہے کہ آقا علیہ الصلاۃ والسلام صرف سمیٹتے ہی نہیں رہتے بلکہ امت میں خوب خوب بانٹتے بھی ہیں۔

اسم محمد کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے میم سے ماضی اور حا، سے حال اور میم سے مستقبل کی طرف اشارہ ہے، جب کہ دال، اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ ماضی، حال اور مستقبل تینوں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہیں۔

اسم محمد کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کا ہر حرف بامعنیٰ ہے، دیگر ناموں سے اگر کچھ حرف ختم کردیئے جائیں تو وہ بے معنیٰ ہو کر رہ جاتے ہیں، مگر اسم اللہ بھی اس خامی سے پاک ہے اور اسم محمد بھی اس خامی سے پاک ہے۔

اگر محمد کی میم کو ہٹا دیا جائے تو وہ،،حمد،، بن جاتا ہے جس کے معنیٰ تعریف کے ہیں، اگر میم اور حا دونوں کو ہٹا دیا جائے تو یہ مد بن جائیں جس کے معنیٰ کھینچنے کے ہیں یعنی ساری کائنات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کھنچتی ہے، اگر میم اور حا اور میم تینوں کو ہٹا دیا جائے تو دال بن جاتی ہے، جس کے معنیٰ دلالت کرنے والا اور رہنمائی کرنے والا کے ہیں، یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کی سب سے بڑی دلیل ہے اور آپ کے صدقے ساری کائنات کو ہدایت نصیب ہوتی ہے۔

اسم محمد کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ قرآن مجید میں چار بار آیا ہے اور چار کے عدد کی اپنی ایک خاص اہمیت ہے، آسمانی کتابیں چار! بڑے فرشتے بار! خلفائے راشدین چار! ائمہ فقہ چار! نماز کی حالتیں یعنی قیام، رکوع، سجود، قعود چار! عمر کی منزلیں یعنی بچپن لڑکپن، جوانی بڑھاپا چار! دنیا کے موسم چار! عناصر چار، بالخصوص جدید سائنس کے مطابق جب یہ کائنات بنائی گئی تو اس کے پہلے چار سیکنڈ سے لے کر چار منٹ تک ہونے والے واقعات انتہائی شان وشوکت اور منفرد نوعیت کے حامل تھے، کیوں کہ انہی واقعات نے ہماری اس کائنات کو موجودہ صورت دی، پس کائنات کے قدرتی نظام میں بھی چار کے ہندسے کا خصوصی عمل دخل ہے۔

آئن سٹائن نے کائنات کو،چار ابعادی کائنات،، سے تعبیر کیا ہے، اس کے نزدیک جس دنیا میں ہم رہتے ہیں وہ سوائے

چار ابعادی زمان ومکان کے کچھ بھی نہیں ہے، پس معلوم ہوا کہ اس کائنات کی تخلیق کے پیچھے اسی ذات محمدی کی جلوہ گری ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں چار بار کیا گیا ہے، وما ارسلناك الا رحمته اللعالمین میں بھی اسی طرف اشارہ ہے، دلچسپ بات یہ ہے کہ خود لفظ رحمت کے حروف بھی چار ہیں، پس یہ کہنے میں قطعاً کوئی مضائقہ نہیں کہ یہ ساری کائنات قریہ محمد ہے اور اوراس کا ذرہ ذرہ اسی ہستی کا طواف کررہا ہے، زمین وآسمان میں آپ ہی کی بادشاہی اور آپ ہی کا سکہ چلتا ہے۔

اسم محمد کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ جتنی عقیدت ومحبت سے اس نام کو چوما جاتا ہے اتنا کسی بھی نام کو نہیں چوما جاتا، المقاصد الحسنہ للسخاوی اور دیلمی کے مطابق نام مبارک سن کر انگوٹھے چومنا خلیفہ رسول حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت ہے، جس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے شفاعت کی بشارت ہے، فتاویٰ شامی کے مطابق اذان میں نام مبارک چومنے والے کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے پیچھے جنت میں لے جائیں گے، بزرگوں نے فرمایا کہ جو نام مبارک سن کر انگوٹھے چومے اور انہیں آنکھوں سے لگائے تو اسے کبھی آنکھوں کی تکلیف نہ ہوگی۔

اسم محمد کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ لوگ آج چودہ سو سال بعد بھی نہایت عقیدت ومحبت کے ساتھ اپنے بچوں کے نام میں اس کو شامل کرتے ہیں، یہ دنیا کا سب سے زیادہ کامن نام ہے کوئی بھی دوسرا نام اس کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہے، اسم محمد کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اگر کوئی انسان سوتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو سمیت کر اپنے سر کے پاس رکھ لے اور اپنے دونوں گھٹنوں کو سمیٹ کر پیٹ کے قریب کرلے تو وہ اسم محمد کی تصویر بن جاتا ہے اور سونے کا سب سے بہترین طریقہ بھی یہی ہے۔

ماں کے پیٹ میں جنین بھی اسم محمد کی صورت میں ہوتا ہے، اگر آپ انسان کی قدوقامت پر غور کریں تو وہ بھی اسم محمد کی تصویر ہے، جن گنہگار انسانوں کو دوزخ میں بھیجا جائے گا، اللہ تعالیٰ ان کی موجودہ ساخت کو تبدیل فرمادے گا کیونکہ ایک تو اس ساخت سے نام محمد کا اظہار ہوتا ہے اور دوسرا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو بھی اللہ تعالیٰ نے اسی ساخت پر پیدا فرمایا ہے۔

اسم محمد کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ نام معجزاتی طور پر مختلف کائناتی اشیاء میں قدرتی طور پر اپنا جلوہ دکھاتا رہتا ہے، کبھی یہ چاند میں لکھا نظر آتا ہے، کبھی بادلوں میں لکھا نظر آتا ہے، کبھی بجلی کی چمک میں لکھا نظر آتا ہے، کبھی پتھروں پر لکھا نظر آتا ہے، کبھی سبزیوں پر لکھا نظر آتا ہے، کبھی روٹیوں پر لکھا نظر آتا ہے، کبھی درختوں کے پتوں پر لکھا نظر آتا ہے، کبھی مختلف جانوروں پہ لکھا نظر آتا ہے، اسی طرح اور بہت سی چیزیں ہیں جن پہ یہ لکھا دکھائی دیتا ہے۔

ایسا اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی کے بعد صرف اسم محمد کے ساتھ ہی ہوتا ہے، تاکہ دنیا والوں کو پتہ چلے کہ یہ ایک برحق ہستی کا نام ہے، وہ اس کا کلمہ پڑھیں اور کامیابی کے راستے پر چلیں، اسم محمد کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کی احادیث میں بہت زیادہ عظمت بیان ہوئی ہے، بہار شریعت میں ذکر کردہ ان احادیث کا حسب ذیل ہے:

جس نے حضور کی محبت اور آپ کے نام سے برکت حاصل کرنے کے لئے اپنے بیٹے کا نام محمد رکھا، وہ اور اس کا بیٹا دونوں جنت میں جائیں گے، جس کا نام محمد یا احمد ہوگا اسے اللہ تعالیٰ دوزخ میں نہ ڈالے گا، اپنے ہر ہر بیٹے کے نام میں نام محمد کو ضرور شامل رکھا کرو، جو اپنے کسی بھی بیٹے کا نام محمد نہ رکھے وہ ایک جاہل آدمی ہے، جس کے نام میں محمد ہو اس کا احترام ضروری ہے۔

اسم محمد کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ جب کسی دکھ درد کے موقع پر اس کے ذریعے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یاد کیا جائے تو آدمی کا دکھ درد دور ہوجاتا ہے، ایک مرتبہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پاؤں سن ہوگیا، ان سے کسی نے کہا کہ آپ کے نزدیک جو شخصیت سب سے زیادہ محبوب ہو اسے یاد کیجئے، اس پر انہوں نے کہا،، یا محمداہ،، یہ کہنے سے آپ کا پاؤں ٹھیک ہوگیا، اللہ رب العزت ہمارے دلوں میں اپنے رسول کی سچی عقیدت ومحبت عطا فرمائے، آمین۔ ◆◆◆

از: حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی*

رجب بیج بونے کا، شعبان آب پاشی کا اور رمضان فصل کاٹنے کا مہینہ

اسلامیات

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کا ہم سب پر بڑا احسان ہے کہ ہمیں انسان بنا کر پیدا فرمایا اور اشرف المخلوقات کے شرف سے نوازا مزید یہ کہ نبی اکرم ﷺ کا اُمتی بنایا۔

اس فانی دنیا میں ان گنت لوگ آئے، چلے بھی گئے لیکن بہت سے اللہ کے خاص بندے ایسے بھی آئے اللہ رب العزت کی وحدانیت کی تبلیغ فرمائی اور رسولانِ عظام کے پیغام کو عام کیا، جن میں خود پیغمبرانِ عظام، صحابۂ کرام، تابعین کرام تبع تابعین، ائمۂ مجتہدین، اولیاء اللہ وغیرہ شامل ہیں، اِنہیں اللہ والوں میں حضور خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ بھی ہیں، آپ کی ولادت 14 رجب المرجب پیر صبح صادق 537ھ کو سنجر میں ہوئی اور وصال 6 رجب المرجب پیر بوقت فجر 633ھ کو اجمیر شریف میں ہوا، آپ کی عمر 97 سال ہے نماز جنازہ فخر الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔

دعوت وتبلیغ

آپ جب ہندوستان کی سرزمین پر تبلیغ واِشاعت دین اسلام کے لیے تشریف لائے، تو آپ کے ساتھ توپ، جنگی ساز و سامان یا تیر وتلوار نہیں تھا، نہ ہی کوئی بڑا جنگجو لشکر آپ کے ہمراہ تھا، اللہ پر بھروسہ اور رسولِ کریم ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہوئے دینِ اسلام کی تبلیغ شروع فرمائی اسلامی اُصولوں وطریقہ کار پر عمل کرتے ہوئے لوگوں کو دعوت دین دی۔ لوگوں نے آپ کے طرزِ عمل کو دیکھا تو لوگ اسلامی تعلیمات کی جانب متوجہ ہوئے۔ آپ انتہائی عبادت گزار اور شب بیدار تھے، رات رات بھر عبادت فرماتے اور قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول رہتے۔ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کو تلاوتِ قرآن سے اس قدر محبت تھی کہ، دن میں دو قرآن پاک ختم فرما لیتے دوران سفر بھی قرآن پاک کی تلاوت جاری رہتی۔ (مرآۃ الاسرار، ص 595، فیضان خواجہ غریب نواز، ص 13)

خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کی ہدایات: خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (1) کہ: ''نیک لوگوں کی صحبت نیکی کرنے سے بہتر ہے''۔ (2) خواجہ غریب نواز نے فرمایا: کہ نفس پرستی یقینا بندے کو خدا سے کوسوں دور کر دیتی ہے، جب خدانخواستہ انسان ربِّ قدوس سے دور ہو گیا تو سمجھو کہ وہ اپنی زندگی کا اصل مقصد بھول گیا کیوں کہ ''اللہ'' کو پانے کا ہی نام زندگی ہے''۔ (3) خواجہ غریب نواز نے فرمایا: کہ عرفاء کا بڑا بلند مقام ہے اور جب وہ اس پر پہنچ جاتے ہیں تو پوری دنیا کو اپنی دو اُنگلیوں کے درمیان دیکھتے ہیں''۔ (4) سلطان الھند نے درویشوں کے متعلق فرمایا: کہ درویش وہ ہے جس کے پاس جو بھی حاجت لے کر آئے اسے کبھی خالی ہاتھ واپس نہ لوٹائے''۔ (5) نائب رسول فی الھند نے فرمایا: کہ موت ایک ایسی پاکیزہ چیز ہے جو دوستوں سے ملا دیتی ہے، محبت کا اظہار محض زبان سے نہ ہونا چاہیے اس کا اثر دل میں بھی ہونا چاہیے''۔ (6) خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ جس شخص میں تین باتیں ہوں سمجھ لو کہ اللہ اسے دوست رکھتا ہے (1) سمندر جیسی سخاوت، (2) آفتاب جیسی شفقت، (3) اور زمین جیسی تواضُع۔ (7) سلطان الھند فرماتے ہیں: کہ عارف وہ ہے جو صبح کو اُٹھے اور اسے رات کی یاد نہ آئے وغیرہ وغیرہ۔ ماہ رجب المرجب کی چھٹی تاریخ کو آپ کا عرس پاک

*مضمون نگار مسجد ہاجرہ رضویہ، اسلام پور جمشید پور کے امام وخطیب ہیں۔

نہایت ہی تزک واحتشام کے ساتھ منایا جاتا ہے، بلادِ ہند وپاک، بنگلہ دیش وغیرہ میں خوش عقیدہ مسلمان آپ کی نذرونیاز کرتے ہیں آپ سے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں اللہ والوں سے محبت ایمان کی نشانی ہے۔ آپ کی دینی اور تبلیغی خدمات روزِروشن کی طرح عیاں ہیں لکھنے کے لیے دس بیس کتابیں بھی کم پڑ جائیں گی۔ ماہ رجب المرجب کی فضیلت میں آپ کا عرس پاک بھی شامل ہے جو بہت دھوم سے منایا جاتا ہے۔

ماہِ رجب المرجب! عظمتوں کا مہینہ

رجب المرجب کا مہینہ انتہائی عظمتوں والا ہے جس میں خدا کی بے انتہا رحمت ابرِ بہار کی مانند برستی ہے اور اس کے اعمال خصوصی جزا اور دوگنے ثواب کے حامل ہیں اس مہینے میں روزہ رکھنا، عمرہ کرنا شب بیداری کرنا اور دُعا میں مشغول رہنا انسان کو سعادت کی بلندیوں تک پہنچا دیتا ہے، اِن چار حرمت والے مہینوں سے مُراد رجب، دوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم الحرام ہیں۔

(البخاری، ص181 / حدیث 4772)

کثیر احادیث طیبہ ان حرمت والے مہینوں کے بارے میں موجود ہیں اور قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہی فضیلت کے لیے کافی ہے:

''إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ۔ بیشک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہے اللہ کی کتاب میں جب سے اس نے آسمان اور زمین بنائے ان میں سے چار حرمت والے ہیں یہ سیدھا دین ہے، توان مہینوں میں اپنی جان پر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے ہر وقت لڑو جیسا وہ تم سے ہر وقت لڑتے ہیں اور جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔''

(سورۂ توبہ 9 / آیت 36)

مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ان میں چار مہینے حرمت والے ہیں، ان حرمت والے مہینوں میں سے تین متصل ہیں، ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور ایک جدا ہے رجب، عرب کے لوگ بھی ان مہینوں کی تعظیم کرتے تھے اور ان میں قتال حرام جانتے تھے۔

(تفسیر خازن، ج2 / ص236)

رجب عبادت کا بیج بونے کا مہینہ

مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے:

''رَجَبُ شَهْرُ اللهِ وَشَعْبَانُ شَهْرِي وَرَمَضَانُ أُمَّتِي۔ رجب اللہ کا مہینا، شعبان میرا مہینہ اور رمضان المبارک میری امتی کا مہینہ۔'' (مسند الفردوس، 2/275، حدیث 3276)

حضرت سیدنا علامہ صفوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''رجب المرجب بیج بونے کا مہینہ، شعبان المعظم آبپاشی کا مہینہ اور رمضان المبارک فصل کاٹنے کا مہینہ ہے، لہٰذا جو رجب المرجب میں عبادت کا بیج نہیں بوتا اور شعبان میں آنسوؤں سے سیراب نہیں کرتا، وہ رمضان المبارک میں فصلِ رحمت کیوں کر کاٹ سکے گا؟ مزید فرماتے ہیں رجب المرجب جسم کو، شعبان المعظم دل کو اور رمضان المبارک روح کو پاک کرتا ہے۔'' (نزہۃ المجالس، ج1، ص155)

لہٰذا اے جنت کے طلب گارو! بیج بونے کا مہینہ تشریف لے آیا ہے، خوب عبادت کا بیج بو لیجئے، ذکر و درُود کی کثرت کیجئے، نمازوں کی پابندی کیجئے، تہجد، اشراق، چاشت، وغیرہ نفل نمازوں کا اہتمام کریں، قرآن کریم کی تلاوت کی خوب کثرت کیجئے وغیرہ وغیرہ، اللہ تعالیٰ ہم سب کو بیج بونے، آنسوؤں سے سینچائی کرنے اور آنے والے رمضان المبارک سے سیراب ہونے کی توفیق رفیق عطا فرمائے آمین۔

◆◆◆

ص ۴۹/ کا بقیہ ....

ملت کو عظمتوں کی سحر بخش دیجیے
اے شاہ اپنا فیض نظر بخش دیجیے
دامن فریدی بھی ہے پسارے معاویہ
اللہ اور رسول کے پیارے معاویہ

◆◆◆

اسلامیات

از: مفتی محمد صابر القادری فیضی*

روزے کی فضیلت اور اہمیت

اسلامیات

قارئین کرام! ماہ رمضان المبارک کا مقدس مہینہ تشریف لا رہا ہے رحمت الٰہی کی موسلا دھار بارش ہو جاتی ہے، آئیے اپنے خالی دامن کو بارگاہ بیکس پناہ میں پھیلا دیں تا کہ دین و دنیا کی کامرانیوں اور کامیابیوں کو پا سکیں، اس ماہ مبارک کی ایک ایک ساعت صد احترام اور لائق عزت وتکریم ہے، اس کی حرمت کا ہر لمحہ خیال رکھیں، فحش گوئی میں سرمست رہنے کی بجائے اس سے کلی طور پر پرہیز کرتے ہوئے قرآن کریم، دینی واسلامی کتب ورسائل کا مطالعہ کریں تا کہ قرآن وسنت، فقہ وعقائد سے سیرت و کردار کو سنوارنے کے ساتھ ساتھ ماہ رمضان المبارک کی گونا گوں لطافتوں اور برکتوں سے محظوظ ہوتے ہوئے فوز وفلاح دارین کے شرف سے مشرف ہو سکیں۔

راقم الحروف انہیں مقاصد حسنہ کے پیش نظر یہ مختصر مگر جامع، دل کش، خوشنما اور روحانی پھولوں سے ایک گلدستہ آراستہ کرنے کی کوشش کی ہے، عام فہم اور آسان الفاظ بڑے کارآمد مسائل وفضائل پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، امید ہے کہ قارئین کرام اسے حرز جان بنائیں گے۔

اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں کم از کم چودہ سو بار یقیناً ماہ رمضان المبارک جلوہ گر ہوا، اگر اسی طویل عرصہ کے تمام واقعات کو قلمبند کیا جائے تو نہ جائے کتنے دفتر درکار ہوں اور کتنی ہی کتابیں معرض وجود میں آئیں، مگر ہزاروں تاریخی امور سے صرف نظر کرتے ہوئے چند اہم تاریخی واقعات کے اشارے دیئے جاتے ہیں جن کا تعلق امت مصطفیٰ ﷺ کے دل میں ایمان وایقان کی حد تک سرایت کر چکا ہے۔

ذرا ماضی کے جھروکے سے جھانکتے ہوئے جبل نور کی چوٹی پر غار حرا میں چمکتے ہوئے انوار سے اپنے قلب وجگر کو منور کیجئے، سید الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس شان عبودیت سے خالق کائنات کی بارگاہ میں مصروف عبادت ہیں کہ جبرئیل امین حاضر ہو کر عرض گزار ہیں:

''اقرأ باسم ربك الذی خلق یعنی اپنے خالق کا نام لیجئے اور قرآن مجید کو تلاوت سے نوازیئے۔''

یہ دن کی بات نہیں، رات کا پرسکون لمحہ، دور بہت دور شہر سے، مکہ پاک سے دور، زمین سے اوپر پہاڑ پر رات کی اندھیری لیلۃ القدر میں ماہ رمضان المبارک کی ستائیسویں شب میں اللہ اللہ قرآن کے نزول کی رات تھی۔

یہی وہ رات ہے جس رات کے پردے میں قرآن پاک ملا اور یہی وہ رات تھی جس رحمت بھری رات میں ہمیں سب کچھ ملا، جمعۃ الوداع ماہ رمضان نے ہمیں کیا کچھ نہیں دیا مگر ہم نے اسے کیا دیا؟ غزوۂ بدر اور فتح مکہ کا امین یہی ماہ مبارک ہے، حضرت امام حسن کی ولادت باسعادت کا شرف اسے نصیب ہے، حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ، حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ، حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ، حضرت ام المومنین سیدہ صفیہ، حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے وصال اسی ماہ کے اندر رکھے ہیں، حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا المناک واقعہ اسی ماہ میں پیش آیا، گویا کہ یہ مہینہ خیر ورضا اور سعادت دارین کا ضامن ٹھہرا۔

اس مختصر خاکے سے سبق ملتا ہے کہ ہمیں ایک دن خاک میں سما جانا ہے تو پھر کیوں اس دنیا میں دل جمائیں، اگر دل لگانا ہے تو خالق کائنات سے لگائیں تا کہ یہاں سے جانے کے بعد

* مضمون نگار جامعہ عربیہ رحمانیہ، رحمٰن گنج ضلع بارہ بنکی کے پرنسپل ہیں۔

ہماری ایسی ہی عید ہو جیسے ماہ رمضان المبارک جاتے جاتے عید الفطر کی مسرتیں راحتیں، خوشیاں ہر ایک مسلمان کے دامن میں ڈال دیتا ہے۔

فضیلت روزہ

اللہ تعالیٰ اپنے پاکیزہ کلام مقدس میں ارشاد فرماتا ہے:
”یا ایہا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ یعنی اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے جیسے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔“ (سورۂ بقرہ، آیت ۱۸۳)

رمضان المبارک کی یہ سہانی راتیں، یہ دل کش سویرا، یہ نشاط انگیز شام اور روحانی کیف کا یہ حسین موسم خدائے قدیر کی عظمت و برتری کا کتنا کھلا ثبوت ہے کہ عالم اسلام کے اٹھانوے کروڑ افراد بھی متحد ہو کر ایثار نفس اور جذبات کے اخلاص کا جو ماحول پیدا نہیں کر سکتے تھے، پلک جھپکتے ہی وہ عالم گیر انقلاب خداوند تعالیٰ کی صرف ایک آیت کے بل پر عالم وجود میں آ گیا، جس آیت کی شوکت اقتدار کے آگے روئے زمین کے فرزندان توحید کی گردنیں خم ہو گئی ہیں۔

مذکورہ آیۂ کریمہ کے مطالب کی تفہیم کے سلسلے میں آیت مقدسہ کو چار حصوں پر منقسم کیا جا سکتا ہے، خطاب، حکم، وضاحت حکم، مقصود! ذیل میں ہر ایک کی الگ الگ تشریح ملاحظہ فرمائیں:

خطاب

قرآن کریم میں خطاب الٰہی کا عام انداز یہ ہے کہ مخاطب کے الفاظ سے حکم کی سرزمین ہموار کر دی جاتی ہے، اس آیت کریمہ میں عام بندوں سے خطاب نہیں بلکہ ان بندوں سے خطاب ہے جو حلقۂ اسلام میں داخل ہونے کے بعد یہ معاہدہ کر چکے ہیں کہ ہماری زندگی کا ہر لمحہ تابع فرمان الٰہی ہے، اپنی زندگی کا کوئی نقشہ ترتیب دینے میں آزاد نہیں ہیں، ہماری موت و حیات، کردار و گفتار، افکار و خیالات، اعضاو جوارح سب کے سب ایک دائمی عبودیت کے دائرے کے پابند ہیں، یہ دائرہ اسی وقت ٹوٹ سکتا ہے جب بغاوت کر کے کوئی اپنے ہی کئے ہوئے معاہدہ سے پھر جائے۔

خدا کے وفادار بندوں کو تعمیل حکم پر گوش بر آواز کر دینے کے لئے یہ انداز خطاب ہی بہت کافی ہے، زمین پر رینگنے والے انسانوں کی اس بڑھ کر اور کیا معراج ہو سکتی ہے کہ خود خالق کائنات اپنی ان گنت مخلوقات میں سے صرف اہل ایمان کو مخاطب فرما رہا ہے، دلوں میں جلالت شان کا کچھ بھی احساس پیدا ہو جائے، تو اس اکرام خسروانہ پر اہل ایمان کو جھوم اٹھنا چاہئے۔

اب اس انداز خطاب کے بعد حکم سے منہ پھیرنے کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ عملاً ہم اپنے آپ کو اہل ایمان کے زمرہ سے ثابت نہیں کر رہے ہیں جن سے اس آیت میں خطاب کیا گیا ہے، معاذ اللہ ہمارے ایمان کی سلامتی کے لئے یہ کتنی خطرناک صورت ہے، ذرا گہرائی میں اتر کر مسلمانوں کو اس نکتے پر غور کرنا چاہئے۔

حکم

خوشنودئ الٰہی کی نیت سے ایک خاص وقت تک کھانے پینے اور شہوات نفس سے رک جانے کا نام روزہ ہے، اس آیت کریمہ میں اسی کا حکم دیا گیا ہے، روزہ کے تفصیلی احکام اور اس کے فضائل احادیث وفقہ کی کتابوں سے معلوم کئے جا سکتے ہیں، اس وقت مجھے صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ اسلام کے سارے فرائض میں روزے کی اہمیت کیا ہے؟

آپ ذرا بھی غور فرمائیں گے تو واضح طور پر محسوس ہو جائے گا کہ روزے کا تعلق سر تا پا بندۂ مومن کے جذبۂ اخلاص سے ہے، یہاں نمائش اور غیر کی توجہ حاصل کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، جب کہ نماز، حج اور زکوٰۃ کی تعمیل میں اپنی عبادت کی نمائش اور مذہبی تقدس کے اظہار کا جذبہ شامل کیا جا سکتا ہے، برخلاف اس کے جو شخص دن بھر بھوکا پیاسا رہ کر جنسی خواہشات اور معاصی سے اجتناب کر کے روزہ رکھتا ہے تو اس کے یہ مخفی حالات دنیا والے نہیں جان سکتے، صرف خدا ہی جانتا ہے کہ میرا فلاں بندہ میری خوشنودی کے لئے کن کن حالات سے گزر رہا ہے، ایک روزہ دار کو دن بھر کئی مواقع ملتے ہیں کہ وہ دوسروں کی نظر سے چھپ کر کھا پی لے اور شام کو روزہ داروں کی صف میں بھی آ کر بیٹھ جائے، لیکن ہزار بھوک، پیاس کی شدت کے باوجود وہ ایسا نہیں

کرتا کیوں کہ روزے کی حالت میں وہ انتہائی جذبۂ اخلاص کے ساتھ صرف خدا کو خوش کرنا چاہتا ہے۔

یہاں پر مجھے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے تقویٰ کا ایک عدیم النظیر واقعہ یاد آتا ہے، ابھی آپ عہد طفولیت میں ہیں، رمضان المبارک کا متبرک مہینہ ہے اور آپ کے پہلے روزے کے افطار کی تقریب ہے، کاشانۂ اقدس میں جہاں قسم قسم کا سامان ہے، ایک جگہ فیرنی کے پیالے جمانے کے لئے رکھے ہوئے ہیں، دوپہر کا وقت ہے، شدت کی گرمی ہے کہ آپ کے والد محترم آپ کو فیرنی کے کمرے میں لے جاتے ہیں اور کمرہ اندر سے بند کر کے ایک پیالہ آپ کو دیتے ہیں کہ اسے کھالو، آپ عرض کرتے ہیں، میرا تو روزہ ہے، کیسے کھالوں؟ آپ کے والد گرامی نے فرمایا: بچوں کا روزہ ایسا ہی ہوتا ہے لو کھالو، میں دروازہ بند کر دیتا ہوں، کسی کو خبر نہ ہوگی اور نہ کوئی دیکھ رہا ہے، آپ جواب دیتے ہیں ''جس کے حکم سے روزہ رکھا ہے وہ تو دیکھ رہا ہے'' یہ جواب سن کر اعلیٰ حضرت کے والد گرامی کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو آگئے، آپ کو باہر لے آئے اور شاباشی دی۔

مگر آج کل بڑے بڑے جوانمرد، امیر و کبیر، عقل وفہم کے دعویدار ہوٹلوں کے پردہ میں بیٹھے گلچھڑے اڑا کر ماہ رمضان المبارک کی عظمت وتقدس کو پامال کرتے ہیں، اللہ رب العزت ایسوں کو ہدایت عطا فرمائے۔

وضاحت کا حکم

بغیر یہ بتائے ہوئے بھی کہ ہم سے پہلی امتوں پر روزہ فرض تھا حکم ممکن تھا، لیکن قربان جائیے شان حکمت ورحمت کے کہ روزے کا حکم دیتے وقت یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ یہ حکم صرف تمہارے اوپر ہی نافذ نہیں کیا جارہا ہے بلکہ تم سے پہلے بھی جو امتیں گزر چکی ہیں، یہ ان پر بھی عائد کیا گیا تھا، کیوں کہ انسان کی یہ فطرت ہے کہ جب وہ اپنے جیسی تکلیف میں دوسروں کو بھی مبتلا دیکھتا ہے تو اسے صبر آجاتا ہے اور اسے اپنی تکلیف کا احساس کم ہوجاتا ہے، اس مقام پر خدائے حکیم نے یہ وضاحت صرف اس لئے فرمائی ہے کہ محبوب کی امت بشاشت قلب اور نشاط دل کے ساتھ روزہ کی مشقت سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اپنے آپ کو تیار کر لے۔

مقصود

کام کی اہمیت مقصد کے اعتبار سے گھٹتی بڑھتی ہے، روزے کا مقصود تقویٰ قرار دیا گیا ہے، یہ مقصود اتنا عظیم الشان ہے کہ اسے سارے محاسن کی جان کہہ سکتے ہیں، دراصل تقویٰ ہی انسانی شرافت کا بنیادی پتھر ہے، کونین کی سعادتوں اور معنوی طاقتوں کا وہ سرچشمہ ہے جو کبھی نہیں سوکھتا، اس کا دوسرا نام تقویٰ ہے، یہی تقویٰ آج ہماری زندگی کی سطح پر نہیں ابھر رہا ہے تو ہم دنیا میں بے نام ونشان ہو کر رہ گئے ہیں، اسی تقویٰ کے بل بوتے پر کبھی ہماری ہیبت سے سارا جہان کانپتا تھا مگر آج اندر سے تقویٰ کی روح نکل گئی ہے تو ہم خود لرزہ براندام ہیں۔

روزے کا یہ موسم اسی لئے ہر سال آتا ہے کہ ہمارے وجود کو معنوی لطافتوں سے مسلح کر دے، انھیں رضائے الٰہی کی لازوال دولت سے مالا مال کر دے، آج مظلوم اور آشفتہ جاں مسلمانوں روزے کی اہمیت محسوس کر کے اس کا خیر مقدم کرنا چاہئے۔

عبادت کا موسم

جس طرح کھیتی کا ایک خاص موسم اور تجارت کا ایک خاص سیزن ہوتا ہے اور کسان وتاجر اس کی تاک میں بیٹھے رہتے ہیں، جونہی وہ موسم اور سیزن آتا ہے کسان اور تاجر پر ایسی دھن سوار ہوجاتی ہے کہ وہ اپنے ہر آرام وراحت کو تج دیتے ہیں اور ایک ایک منٹ کو اپنا قیمتی سرمایا سمجھ کر انتہائی محنت ومشقت کے ساتھ اپنی پوری قوت کو مصروف عمل کر دیئے ہیں، یہاں تک کہ انسان اپنے گھروں کو غلوں کے ڈھیروں اور تاجر اپنی تجوری نوٹوں کی گڈیوں سے بھر دیتا ہے، اسی طرح خوش نصیب مسلمان ماہ رمضان المبارک کا نہایت شوق و ذوق کے ساتھ انتظار کرتے ہیں اور اس کی ایک ایک ساعت کو غنیمت جانتے ہوئے اپنے تمام مشاغل سے منہ موڑ کر، اپنے نرم نرم بستروں اور گرم گرم لحافوں کی میٹھی نیند کو لات مار کر عبادت خانوں کی طرف دوڑ پڑتے ہیں اور عبادت گزاری، شب بیداری، گریہ وزاری، سحر وافطاری

کر کے زراعت عقبیٰ وتجارت آخرت کی بے حساب کمائیوں سے بازار قیامت کے پونجی پتی بن جاتے ہیں۔

چونکہ رمضان المبارک میں رحمت خداوندی کے بڑے بڑے جلوے نمودار ہوتے ہیں اور خدا کی شان جمال کی بڑی بڑی عجیب وغریب تجلیاں بندوں پر جلوہ فگن ہوتی ہیں، اس لئے اس کے لیل ونہار توبہ واستغفار کا انمول وقت، عقبیٰ کی کھیتی کا دلنواز موسم اور تجارت آخرت کا خاص الخاص سیزن ہوتا ہے، لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ اس کے حقیقی اغراض ومقاصد کو پہچانیں، اپنی قیمتی زندگی کی انمول ساعتوں میں توبہ وانابت اور اپنی مالی وبدنی عبادت سے توشۂ آخرت جمع کرلیں اور اپنے رب کریم کے غفران ورضوان کی دولت سے مالا مال ہوں، کیوں کہ رمضان المبارک کا ایک ایک لمحہ گوہر نایاب سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔

موسم برسات میں بارش ہوتی ہے، موسم بہار میں پھول کھلتے ہیں اور دیگر موسموں میں پھل پھول غلے وغیرہ دستیاب ہوتے ہیں، مگر اس موسم خیر میں خود خالق کائنات موسمیات ملتا ہے کہ الصوم لی وانا اجزیٰ بہ سے اجاگر ہورہا ہے۔

رحمتوں کی فصل بہار

رمضان کی رحمت بھری راتوں میں گھائل کی فریادوں کی طرح ہمیں اپنے رب کے حضور پھوٹ پھوٹ کر رونا ہے، بلک بلک کر تڑپنا ہے، یاد رکھئے غفلتوں کی گہری نیند میں ہم نے جتنی خطائیں کی ہیں، ساری عمر کا رونا بھی اس کے لئے ناکافی ہے، ایک بندۂ مومن کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا شقاوت ہوسکتی ہے کہ رمضان کے مہینے میں بے روزہ دار رہ کر کافر ومسلم کے درمیان امتیاز کی ظاہری دیوار کو بھی مسمار کردے، خدائے قدیر ہمیں اس مہینے کی برکتوں سے مالا مال کرے، ہمیں ظاہر وباطن اور قلب وروح کی توانائی عطا فرمائے، آمین یارب العلمین بحق طٰہٰ ویٰسین ﷺ۔

طوفان نوح لانے سے اے چشم فائدہ
دو اشک ہی بہت ہیں اگر اثر کریں

◆◆◆

ص ۱۶ رکا بقیہ..

کا یہ عالم تھا کہ جب آپ سفر کے لئے روانہ ہوتے تو سب سے آخر میں ان سے ملتے اور جب سفر سے واپس تشریف لائے تو سب سے پہلے انہیں زیارت سے شادکام فرماتے، سفر میں جاتے وقت اخیر میں اور واپسی پر سب سے پہلے سرکار ابد قرار ﷺ کا سیدہ سے ملنا کس قدر محبت آمیز اور شفقت خیز ہے یہ ارباب عقل ودانش سے پوشیدہ نہیں۔

جہاں تک سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کا تعلق ہے یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ نکاح کا انعقاد خداوند قدوس کے حکم وحی کے پیش نظر عمل میں آیا، یہی وجہ ہے کہ مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۵ رمیں یہ حدیث مرقوم ہے کہ مولائے کائنات کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے پہلے یار غار مصطفیٰ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور پرنور ﷺ کی بارگاہ میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کا پیغام بھیجا مگر آپ نے اسے منظور نہیں فرمایا، ایسے ہی مراد رسول حضور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی نکاح کا پیغام بھیجا اسے بھی آپ نے قبول نہیں فرمایا، حاشا وکلا اس کا یہ مطلب نہیں کہ مذکورہ شخصیات میں کچھ کمی تھی ایسا ہو نہیں سکتا کیوں کہ یہ وہ ذوات مقدسہ ہیں جن کے ایمان وعمل اور وطہارت کی قسمیں کھائی جاتی ہیں، جن کی صفات حمیدہ پہ قرآن مقدس کی آیات بینات اور احادیث معتبرہ ومستندہ وصحیحہ آج بھی ناطق ہیں۔

برملا یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ دراصل مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح میں رب کائنات کی مشیت و وحی کو دخل تھا، یہی وجہ ہے کہ حضرات عمرین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد جوں ہی مولائے کائنات کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے نکاح کا پیغام بھیجا تو حامل وحی الٰہی خدا کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فوراً نہ صرف یہ کہ اس پیغام کو منظور فرمایا بلکہ بخوشی مولائے کائنات سے آپ نے سیدہ کا نکاح کردیا۔

◆◆◆

از: مولانا سید اولاد رسول قدسی*

خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا کا مقام و مرتبہ

اسلامیات

خاتون جنت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اللہ تبارک وتعالیٰ کے حبیب مکرم رسول محترم ﷺ کی محبوب ترین صاحب زادی ہیں، یوں تو نبی کریم ﷺ کی تین اور صاحب زادیاں بھی تھیں لیکن سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے آپ سب سے زیادہ محبت وشفقت فرماتے تھے، صرف یہی نہیں بلکہ مولائے کائنات سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے بھی زیادہ سیدۃ کائنات آپ کو محبوب تھیں، اس دعوے کے استشہاد میں اشرف المؤید کے صفحہ ۵۳ر کے اندر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث پاک پیش کی جاسکتی ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مولائے کائنات کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے رسول کائنات ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا؟ اين احب اليك انا ام فاطمة ۔یعنی یارسول اللہ! ہم میں سے کون آپ کو زیادہ محبوب ہے میں یا فاطمہ؟ سرکار ابد قرار ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا: فاطمة احب الى منك وانت اعز على منها۔ یعنی فاطمہ مجھے تم سے زیادہ محبوب اور تم میرے نزدیک فاطمہ سے زیادہ عزت والے ہو۔

اسی طرح مدارج النبوۃ جلد دوم میں محدثین کرام کی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی حدیث یوں مذکور ہے کہ لوگوں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ وہ کون ہے جو رسول اللہ ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے تو آپ نے برجستہ فرمایا سیدہ فاطمہ اسی مدارج النبوۃ جلد دوم میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول بھی اس سلسلے میں بڑی صراحت ووضاحت کے ساتھ مندرج ہے۔

واقعہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دولت کدے میں تشریف لے گئے اور ان سے مخاطب ہو کر قسمیہ فرمایا کہ اے فاطمہ! خدا کی قسم میں نے رسول گرامی قدر ﷺ کے نزدیک تم سے زیادہ کسی اور کو محبوب نہیں دیکھا۔

سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت باسعادت سے متعلق مختلف اقوال ہیں، بعض حضرات نے آقائے نامدار ﷺ کے اعلان نبوت کے ایک سال بعد تو بعض نے اعلان نبوت کے ایک سال قبل سیدہ کی ولادت بتائی ہے لیکن علامہ ابن جوزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول یہ ہے کہ اعلان نبوت سے ایک سال پہلے نہیں بلکہ پانچ سال پہلے سیدہ ایسے سہانے وقت میں اس خاکدان گیتی میں جلوہ گر ہوئیں جب خانۂ کعبہ تعمیری مراحل سے گزر رہا تھا۔

حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نام وصفات کی جو وجوہ تسمیہ بیان فرمائی ہیں انہیں پڑھنے کے بعد سیدہ کے اقدار وفضائل کے مزید کئی گوشے اجاگر ہو جاتے ہیں، آپ فرماتے ہیں کہ سیدہ کا نام فاطمہ اس لئے رکھا گیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو اور ان کے محبین کو نار جہنم سے محفوظ رکھا ہے، ان کے مشہور وہ حروف لقب ''بتول'' سے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ سیدہ کو بتول اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ تمام عورتوں میں افضل وبرتر حسن وجمال میں فقید المثال ہیں کہ در ایمان وتوکل کی شان کہ آپ ماسوی اللہ سے ہمیشہ بے نیاز، حضرت شیخ علی الاطلاق نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ سیدہ فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکار ابد قرار ﷺ سے نہ صرف بلکہ میں سب سے زیادہ مشابہت رکھتی تھیں۔

حضور اکرم ﷺ کی سیدہ سے غایت محبت بقیہ ص ۱۵ ر پر

*مضمون نگار نیویارک امریکہ میں مقیم اہل سنت معروف قلم کار اور نقاد ہیں۔

پہلی قسط

از: مولانا سید محمد اکرام الحق قادری*

اسلام ہی سچا مذہب کیوں؟

اسلامیات

دینِ اسلام پروردگارِ عالم اللہ تبارک وتعالیٰ کا منتخب اور پسندیدہ دین ہے، اُس کی بارگاہِ اقدس میں اِس کے علاوہ کوئی بھی دین مقبول نہیں ہے، اپنے کلامِ اَزلی میں ارشاد فرماتا ہے:

''اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰہِ الۡاِسۡلَامُ۔ یعنی بے شک اللہ کے نزدیک [قابلِ قبول] دین، اسلام ہی ہے۔''

(سورۂ آلِ عمران، آیت نمبر ۱۹)

دوسرے مقام پر اعلان فرماتا ہے:

''وَمَنۡ یَّبۡتَغِ غَیۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِیۡنًا فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡہُ، وَ ھُوَ فِی الۡاٰخِرَۃِ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ۔ یعنی اور جس نے اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو طلب [اختیار] کیا تو وہ اُس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔'' (سورۂ آلِ عمران، آیت نمبر ۸۵)

اس لیے کوئی شخص کتنا ہی با اَخلاق و با کردار ہو، کیسا ہی شیریں مقال و کشادہ رُو ہو، چاہے جتنا جواد و سخی ہو اور خواہ کتنا ہی اعمالِ صالحہ کا خوگر ہو، اسلام قبول کیے بغیر رب تبارک وتعالیٰ کی بارگاہِ عالی میں اُس کی اور اُس کی نیکیوں کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے، بروزِ قیامت اُس کی ساری نیکیاں اُس کے ناپاک منہ پر مار دی جائیں گے، اُسے کبھی نہ ختم ہونے والے دردناک عذاب میں گرفتار کیا جائے گا اور اُس سے کہا جائے گا:

''ذُوۡقُوۡا عَذَابَ الۡحَرِیۡقِ۔ یعنی دوزخ کی آگ کا عذاب چکھو۔'' (سورۂ آلِ عمران، آیت نمبر ۱۸۱)

العیاذ باللہ تعالیٰ منہ! یوں تو تمام اہلِ مذاہب بڑے زور دار طریقے سے اپنے دین کی حقانیت کا دعویٰ کرتے ہیں، اُنھیں اپنے دین کے علاوہ کہیں بھی، کسی طرح کی کوئی صداقت نظر نہیں آتی؛ مگر جب اس دعوے کو سچ ثابت کرنے کے لیے دلائل و براہین کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور ادیانِ عالم کی حقانیت کو اُن کی کسوٹی پر پرکھنے کی بات کی جاتی ہے تو حق و صداقت کے میدان میں ''دینِ اسلام'' کے علاوہ کوئی بھی مذہب، دور دور تک نظر نہیں آتا۔

صرف اسلام کا پرچم لہراتا نظر آتا ہے اور اُسی کے جلوے ہر سو دکھائی دیتے ہیں اور یہ ناقابلِ انکار حقیقت بھی ہے کہ مذہب اسلام کی حقانیت کے دلائل، کل کی طرح آج بھی روشن و تابناک اور ناقابلِ ردّ و اِبطال ہیں، کوئی بھی منصف مزاج شخص انھیں رَد کرنے کی جسارت نہیں کرسکتا، یہ الگ بات ہے کہ تعصب و عناد اور جہالت و نادانی کے سبب کروڑوں انسان نورِ ایمان سے محروم ہو کر کفر و شرک اور اِلحاد و اِرتداد کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں زندگی گزارنے میں فخر محسوس کررہے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ مخالفت و دشمنی کی خوف ناک آندھیوں میں بھی اسلام کی شمع جوں کی توں روشن رہی اور دشمنانِ دین متحد ہونے کے باوجود اس کا کچھ بھی نہ کر سکے؛ بلکہ دنیا نے دیکھا کہ اسلام پر جتنی شدت و قوت کے ساتھ حملے کیے گئے، وہ اُتنی ہی طاقت و توانائی کے ساتھ پروان چڑھتا گیا، آج بھی اس کی مضبوط و محکم چٹان کے سامنے کفر کا اتحاد پارہ پارہ نظر آرہا ہے اور مسلمانوں کی تعداد مسلسل بڑھتی ہی جارہی ہے، جسے دیکھ کر اہلِ باطل کا کلیجہ پھٹا جارہا ہے اور اُن کی چیخیں ہر طرف گونج رہی ہیں، اگر آج اسلام کی جگہ کوئی اور مذہب ہوتا تو اُس کا نام و نشان تک باقی نہ رہتا، یہ اسلام کی حقانیت کا منہ بولتا ثبوت نہیں تو اور کیا ہے؟ یوں ہی نہیں فرمایا گیا تھا:

''یُرِیۡدُوۡنَ لِیُطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰہِ بِاَفۡوَاہِہِمۡ وَاللّٰہُ مُتِمُّ

* مضمون نگار دارالعلوم محبوبِ سبحانی کرلا ویسٹ ممبئی کے پرنسپل ہیں۔

اسلامیات

نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۔ یعنی وہ اپنے مونھوں سے (پھونکیں مار کر) اللہ کے نور (اسلام) کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے، خواہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔“ (سورۂ صف، آیت نمبر ۸)

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
تم جتنا دباؤ گے اتنا ہی یہ اُبھرے گا

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

مگر چوں کہ ہمارے دشمن اب پہلے سے بہت زیادہ چست و چالاک ہو چکے ہیں، وہ جدید وسائل ابلاغ کے ذریعہ مسلمانوں کی فکر کے انتہائی صاف ستھرے دریا کو گدلا کرنے کے فراق میں ہیں، سوشل میڈیا کے ذریعے اُن کے نورانی سینوں میں گھس کر اُن کا اسلامی شعور اُچکنے میں تاک میں ہیں، یہ بدبخت ”جتیندر تیاگی عرف وسیم رضوی رافضی“ جیسے شیطانوں کو مارکیٹ میں لا کر، بھولے بھالے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی سعیِ پیہم کر رہے ہیں اور اُن کے دلوں کو شکوک وشبہات کے سیاہ دھبوں سے داغ دار کر کے اُنھیں اسلام سے برگشتہ کرنے کی ناپاک کوششوں میں لگے ہوئے ہیں، اِس لیے ہم سب کی یہ ذمے داری ہے کہ غیروں پر اسلام کی صداقت کو واضح کرنے کے ساتھ ساتھ، اہلِ اسلام کے ایمان کی بھی فکر کریں، دشمنوں کی ناپاک سازشوں کو ناکام کرنے کے ساتھ ساتھ نونہالانِ اسلام کے سینوں میں جلنے والی شمعِ ایمان کے تحفظ کی کوشش کریں اور اُنھیں کفر وشرک کے دلدل سے بچانے کی سعیِ بلیغ کریں۔

یہ مضمون اِسی سلسلے کی ایک چھوٹی سی کڑی ہے، جو نہایت صاف وواضح انداز میں عام مسلمانوں کے لیے رقم کیا جا رہا ہے، اِس پرچے میں قسط وار دینِ اسلام کی حقانیت کو واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی اور اُس کی صداقت پر ایسے دلائلِ عقلیہ پیش کیے جائیں گے جنھیں کوئی بھی باشعور انسان نظر انداز نہیں کر سکتا، ممکن ہے کہ یہ سطور شکوک وشبہات کے بادل چھانٹنے اور اہلِ ایمان کو اطمینانِ قلبی کی دولتِ گراں مایہ سے سرفراز کرنے میں کامیابی حاصل کر لیں، بس قارئینِ کرام سے گزارش ہے کہ اِس پیغام کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کریں، ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

اسلام کے تمام احکام کی بنیاد قرآنِ مقدس پر رکھی گئی ہے، قرآنِ کریم خالق عالم اللہ عزوجل کا کلام ہے، جسے اُس نے عربی زبان میں، حضرت جبریلِ امین کے واسطے سے، اپنے آخری نبی حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل فرمایا ہے، یہ کلام نہ ہی ہمارے نبی ﷺ کا بنایا ہوا ہے نہ جبریل امین یا کسی انسان کا گڑھا ہوا، اہلِ ایمان کا یہ دعویٰ بھی ہے اور اعتقاد بھی، اب اگر قرآنِ شریف کا کلامِ اِلٰہی ہونا ثابت کر دیا جائے تو اسلام کی حقانیت آشکار اور اُس کے تمام عقائد ونظریات ثابت ہو جائیں گے، قرآنِ کریم خود کے کلامِ اِلٰہی ہونے کا دعویٰ بھی کرتا ہے اور اُس پر ناقابلِ انکار دلائل بھی پیش کرتا ہے، یہ کلام، منکرین کو چیلینج بھی کرتا ہے اور اُن کے لاجواب ہونے کا فیصلہ بھی سناتا ہے، یہ اِجمال ہے، تفصیل آئندہ کی قسطوں میں ملاحظہ کریں گے۔

قرآنِ مجید ہر قسم کے تضاد [contradiction] سے پاک ہے:

”ہم مسلمانوں کی دینی کتاب ”قرآنِ مقدس“ دنیا کی واحد [تنہا] محفوظ [safe] کتاب ہے، جس میں اب تک کسی قسم کی تبدیلی [change] ہوئی نہ صبح قیامت تک ہو سکتی ہے، دنیا بھر میں قرآنِ کریم کے اَربوں نسخے [quranic editions] اور لاکھوں حُفَّاظ [یاد کرنے والے] موجود ہیں، اِس کے باوجود آیاتِ قرآنیہ میں اِعراب وحرکات [زبر، زیر، پیش وغیرہ] کا معمولی فرق بھی نہیں ملتا، نہ اِس کے الفاظ میں ٹکراؤ [collision] ملتا ہے نہ معانی [meanings] میں کسی قسم کا کوئی تضاد [contradiction] نظر آتا ہے، یہ قرآنِ عظیم کا وہ کمال ہے جس نے اُسے دنیا کی تمام کتابوں سے ممتاز [prominent] کر دیا ہے، انسان، دنیا کی مذہبی اور غیر مذہبی کوئی بھی ایسی کتاب پیش نہیں کر سکتے جو اِس

معیار[Quality] پر کھری اترتی ہو۔"

یہی کمال قرآنِ عظیم کے کلامِ اِلٰہی ہونے کی واضح نشانی اور مضبوط دلیل ہے، اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

"أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ، وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا۔ یعنی تو کیا وہ [کفار ومشرکین] قرآن میں غور نہیں کرتے اور اگر قرآن، اللہ کے غیر کی جانب سے ہوتا [مثلاً کسی انسان کا بنایا ہوا ہوتا] تو ضرور وہ اُس میں بہت اختلاف وتضاد پاتے۔" (سورۂ نساء، آیت نمبر ۸۲)

اِس آیتِ کریمہ میں اللہ رب العزت نے کفار ومشرکین عرب کو اپنے کلام میں غور وفکر کرنے کی دعوت دی ہے اور یہ فرمایا ہے کہ اگر وہ قرآنِ مقدس کے معانی [Meanings] اور اُس کے الفاظ [Words] کی فصاحت وبلاغت [Eloquence&rhetorc] میں غور کرلیں تو اُن پر واضح ہوجائے گا کہ اُس میں کسی قسم کا کوئی تضاد یا ٹکراؤ [collision] نہیں ہے اور ٹکراؤ نہ ہونا اُس کے کلامِ الٰہی ہونے کی واضح دلیل ہے۔

اہلِ علم جانتے ہیں کسی کلام میں اختلاف کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔(۱) الفاظ میں اختلاف ہو (۲) معنٰی میں اختلاف ہو (۳) ترتیب میں اختلاف ہو، قرآن مقدس کے الفاظ [words] میں اختلاف ہے، نہ معانی [Meanings] میں اور نہ ترتیب [Order] میں۔ الفاظ میں اختلاف اِس لیے نہیں ہے کہ قرآنِ کریم "فصاحت و بلاغت" [Eloquence&rhetoric] کے جس معیار [Quality] پر نازل ہوا ہے، وہ معیار شروع سے آخر تک، یعنی سورۂ فاتحہ سے سورۂ ناس تک برقرار [موجود] ہے، ایسا نہیں ہے کہ اُس کے بعض الفاظ بلاغت میں "اِعجاز کی حد" [the limit of miracles] تک پہنچے ہوں اور بعض کلمات اُس [حدِّ بلاغت] سے کم ہوں، صدیاں گزر چکی ہیں؛ مگر سخت ترین دشمنانِ اسلام بھی، ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے باوجود یہ ثابت نہ کر سکے کہ قرآنِ مقدس کی فلاں آیت فصاحت و بلاغت میں حدِّ اعجاز سے کم ہے۔

یہ اِس بات کی انتہائی مستحکم [strong] دلیل ہے کہ قرآنِ عظیم کے الفاظ میں شروع سے آخر تک، کہیں بھی، کوئی اختلاف وتضاد [contradiction] نہیں ہے اور اِس کا پورا متن [یعنی یہ پورا کلام] مُعجِز [دنیا کے تمام انسانوں کو عاجز وقاصر کردینے والا] ہے، اِس لیے اسلام کے تمام دشمن مِل کر بھی اِس کی کسی آیت کا کوئی جواب نہ دے سکے ہیں اور نہ دے سکتے ہیں، وہ سب مِل کر بھی اِس کی ایک آیت جیسا کلام بنا کر پیش نہیں کر سکتے، وہ کل بھی عاجز [helpless] تھے، آج بھی قاصر [unable] ہیں اور کل بھی رہیں گے۔

قرآنِ مقدس کے معانی [meanings] میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے؛ کیوں کہ اِس کی بیان کردہ غیب کی تمام خبریں صدفی صد [hundred percent] صحیح ثابت ہوئی ہیں، ایسا نہیں ہوا کہ اِس کی بعض باتیں سچ اور بعض غلط ثابت ہوئی ہوں، کوئی کٹّر سے کٹّر دشمن دین بھی قرآن کریم کی کسی ایک بات کو بھی غلط ثابت نہ کر سکا، اِس نے ماضی [گزرے ہوئے زمانے] کی جو خبریں دیں ہیں، حضراتِ انبیاے کرام علیہم الصلاۃ والسلام اور اُن کی امت کے جو احوال [Condition] بیان کیے ہیں۔

آج تک اُن کی صداقت [سچائی] تسلیم کی [مانی] جارہی ہے، اِسی طرح قرآن مقدس نے جن عقائد، اَحکام اور نظریات [Beliefs & Ideas] کو بیان کیا ہے اُن میں بھی کوئی ٹکراؤ نہیں ہے، اِس سے ثابت ہوا کہ قرآنِ مقدس کے معانی میں کسی قسم کا تضاد نہیں ہے، اگر کسی قسم کا کوئی تضاد ہوتا تو آج کا ترقی یافتہ انسان، فضاؤں [Atmosphere] کی سیر کرنے والا اور سیاروں [Planets] پر کمندیں [Loops] ڈالنے والا البشر، اُسے ظاہر کرنے کی قدرت پالیتا؛ مگر ایسا نہ کبھی ہوا ہے اور نہ آئندہ ہو سکے گا؛ کیوں کہ یہ انسان کا نہیں، رب تعالیٰ کا نازل کیا ہوا کلام ہے۔

قرآنِ مجید کی ترتیب میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے، یعنی ایسا نہیں ہے کہ اُس کی آیتوں اور سورتوں میں کوئی ربط [Link]

اور باہمی تعلق نہ ہو؛ بلکہ ہر آیتِ کریمہ اور سورۂ مبارکہ جہاں ہے، وہی اُس کا سب سے موزوں اور مناسب مقام ہے، اُسے وہاں سے ہٹا کر کہیں اور فِٹ نہیں کیا جاسکتا۔ یہ خوبی دنیا کی کسی بھی کتاب میں نہیں پائی جاسکتی، یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے کہ قرآنِ کریم ۲۳ رسالوں کی طویل مدت میں نازل ہوا، نئے نئے احوال و واقعات[Events &squinted] کے مطابق آیتیں نازل ہوئیں؛ بلکہ بہ یک وقت کئی کئی سورتوں کی آیتیں بھی نازل ہوئیں اور حضور سرورِ عالم ﷺ ہر آیت کو اُس سے متعلق سورت میں لکھواتے رہے، اِسی انداز میں پورا قرآنِ پاک لکھا گیا، اِس کے باجود اُس کی ترتیب[Order] میں کسی قسم کی کوئی خطا واقع نہ ہوئی۔

دشمنانِ دین اپنی پوری توانائی صرف کرنے کے باوجود یہ ثابت نہ کر سکے کہ قرآنِ کریم کی آیتیں اور اُس کے مضامین بے ترتیب ہیں، دنیا کی ہر کتاب میں خطا کا پایا جانا ممکن ہے، الفاظ، معانی یا ترتیب میں کہیں نہ کہیں ٹکراؤ یا تضاد ضرور پایا جاتا ہے؛ لیکن قرآنِ مقدس کا یہ زندہ وجاوید معجزہ ہے کہ اِس کے الفاظ، معانی اور ترتیب سب کچھ اختلافات وتضادات سے محفوظ ہیں۔

ثابت ہوا کہ یہ کلام، کسی انسان کا نہیں بلکہ پروردگارِ عالم اللّٰد رب العزت کا نازل کیا ہوا کلام ہے۔

قرآنِ مقدس کے چیلینجز

دینِ اسلام کی بنیاد "قرآنِ مقدس" کے کلامِ اِلٰہی ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ دشمنانِ دین مِل کر بھی آج تک اُس کے چیلینجز کا جواب نہ دے سکے اور نہ آئندہ دے سکیں گے، اِس مختصر تحریر میں قرآنِ کریم کے ذریعے پیش کیے گئے چیلینجز کا احاطہ تو نہیں کیا جاسکتا، البتہ اِثباتِ مدعیٰ کے لیے اُن میں سے بعض کا ذکر کیا جارہا ہے؛ تاکہ کج فکری کا شکار ہونے والے یا شکوک وشبہات کی تاریکی میں پھنس جانے والے حضرات اپنے باطل افکار ونظریات[false thoughts] پر نظر ثانی کرنے کی زحمت گوارا کرسکیں۔

قرآنِ کریم کا یہ دعویٰ ہے کہ تمام انسان اور جنات اِس کلام کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہیں، وہ دونوں مل کر بھی اگر ایسا کلام لانا چاہیں تو نہیں لا سکتے، اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

"قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا۔ یعنی اے محبوب! آپ کہیے کہ اگر تمام انسان اور جن مل کر اس قرآن کی مثل لانا چاہیں تو وہ اس کی مثل نہیں لا سکیں گے، خواہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں۔"

(سورۂ اسراء، آیت نمبر ۸۸)

اِس آیتِ کریمہ میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ تمام انسان و جنات ایک دوسرے کا تعاون کرنے کے باوجود، اِس جیسا کلام نہیں پیش کر سکتے، وہ تو عربی تھے، انھیں اپنی فصاحت و بلاغت پر بڑا ناز تھا، وہ اپنے بالمقابل دنیا کے تمام انسانوں کو گونگا اور زبان دانی میں بے حیثیت تصور کرتے تھے، ساتھ ہی وہ اسلام کے کٹر دشمن تھے، اسلام اور پیغمبر اسلام کو ختم کرنا اُن کا مشن تھا، اسلام کو ناحق[unjust] ثابت کرنا اُن کا مقصدِ زندگی تھا۔ وہ دینِ اسلام کو باطل ثابت کرنے کے لیے صبح وشام کوششیں کیا کرتے، سازشیں رچا کرتے اور اُس کی بیخ کنی کے لیے ہر ممکن حربہ استعمال کیا کرتے تھے۔

قرآنِ مقدس نے اِس آیتِ کریمہ کے ذریعے اُن کے لیے آسانی فراہم کردی تھی، اسلام کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکنے کے لیے ایک سنہری موقع دے دیا تھا اور واضح لفظوں میں یہ فرمادیا تھا کہ "اگر تم اِس کلام کو کلامِ اِلٰہی نہیں مانتے اور اِس کے بتائے ہوئے راستے کو حق نہیں جانتے تو ایسا کرو کہ تم سب مل کر اِس جیسا کلام پیش کردو! اگر تم کامیاب ہوگئے تو تمھارا مدعیٰ ثابت ہو جائے گا اور اسلام کا باطل ومردود ہونا سب پر روشن ہوجائے گا؛ لیکن سنو! قرآن نازل کرنے والا تمہارا رب تمھیں چیلینج کرتا ہے کہ اگر تم سب مل کر اپنی پوری توانائی[energy] صرف کر ڈالو اور اپنی مدد کے لیے سرکش جنّوں کو بھی بلا لو تب بھی تم ایسا بے نظیر[awesome] کلام پیش نہیں کرسکتے۔

انھوں نے ہر ممکن کوشش کی، اپنی پوری توانائی خرچ کی

اور قرآن کی مثل لانے کے لیے مسلسل شب بیداریاں کیں؛ مگر ناکام ونامراد رہے اور پھر ''کھسیانی بلی کھنبا نوچے'' کے بمصداق تلوار کے زور پر اسلام کو ختم کرنے اور قرآنی تعلیمات کو محو کرنے کے درپے ہوئے، جس کے نتیجے میں اہلِ توحید واہلِ شرک کے درمیان بدر، اُحد، خندق، خیبر اور حُنین جیسی خون ریز جنگیں رونما ہوئیں، اگر قرآنِ کریم اللہ کا کلام اور اسلام اُس کا منتخب دین نہ ہوتا تو اہلِ عرب اس چیلینج کا جواب دے کر اُسی زمانے میں اسلام کا خاتمہ کر چکے ہوتے اور آج نہ ہی اسلام کا نام ونشان ہوتا اور نہ ہی یہ تحریر معرضِ وجود میں آتی، مگر وہ چاہ کر بھی ایسا نہ کر سکے، ثابت ہوا کہ یہ قرآنِ مقدس پروردگارِ عالم کا نازل کیا ہوا کلام ہے، نہ حضور ﷺ کا بنایا ہوا ہے اور نہ کسی انسان کا گھڑا ہوا۔

قابلیت اور زبان دانی میں حیرت انگیز کمال رکھنے والے ''کفارِ عرب'' بالخصوص سردارانِ قریش اگرچہ کلامِ الٰہی کے جلال کے سامنے ٹک نہ سکے اور اپنی بےبسی کے باعث قرآن کی مثل لانے سے قاصر رہے؛ مگر ہٹ دھرمی کے سبب اُس کے کلامِ الٰہی ہونے کا انکار کرتے رہے اور مسلسل یہ شور مچاتے رہے کہ محمد [فداہ ابی وامی] نے گھڑ کر یہ کلام پیش کیا ہے۔ تو اللہ عزوجل نے اپنے چیلینج میں تخفیف کر کے ارشاد فرمایا:

''اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰىهُ ؕ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِعَشۡرِ سُوَرٍ مِّثۡلِهٖ مُفۡتَرَیٰتٍ وَّادۡعُوۡا مَنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ۔ یعنی کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ انھوں نے قرآن کو از خود گھڑ لیا ہے، آپ کہیے کہ پھر تم اُس جیسی گھڑی ہوئی دس سورتیں لے آؤ اور [اپنی مدد کے لیے] اللہ کے سوا جس کو بلا سکتے ہو بلا لو، اگر تم سچے ہو۔'' (سورۂ ہود، آیت نمبر ۱۳)

اِس آیتِ کریمہ میں اللہ عزوجل نے دشمنانِ دین کو قرآن جیسی صرف دس سورتیں پیش کرنے کا چیلینج دیا ہے اور اُن سے فرمایا ہے کہ تم پورے قرآن کی مثل لانے سے قاصر رہے، پھر بھی اپنے پروپیگنڈے سے باز نہیں آئے، اگر تمہارے عقیدے کے مطابق یہ کلام، اللہ کا نہیں؛ بلکہ محمد ﷺ کا ہے تو اُن کی طرح تم بھی تو عربی اور انتہائی فصیح وبلیغ ہو، چلو تم قرآن جیسی دس سورتیں ہی بنا کر دکھا دو، تاکہ سب کو پتا چل جائے کہ محمد عربی نے جو کلام پیش کیا ہے وہ خود اُن کا ہے نہ کہ رب تعالیٰ کا، سادہ سی بات تھی، وہ دس سورتیں پیش کر دیتے دینِ اسلام کا باطل ہونا ثابت ہو جاتا؛ مگر انتہائی کوششوں کے باوجود وہ اِس چیلینج کا جواب نہ دے سکے، جب اُن کی بےبسی ظاہر ہو گئی تو اللہ نے چیلینج میں مزید تخفیف کی اور فرمایا:

''وَاِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ ۖ وَادۡعُوۡا شُهَدَآءَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ۔ فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِىۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِيۡنَ۔ یعنی اور اگر تم کو اُس کتاب کے کلامِ الٰہی ہونے میں شک ہے جس کو ہم نے اپنے محبوب بندے پر نازل کیا ہے تو اُس کی مانند کوئی ایک سورت بنا کر لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے مددگاروں کو بھی بلا لو، اگر تم سچے ہو، سو اگر تم نہ کر سکے اور ہرگز نہ کر سکو گے تو اُس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے، جس کو کافروں کے لیے تیار کیا گیا ہے۔'' (سورۂ بقرہ، آیت نمبر ۲۳-۲۴)

اور جب ایک سورت بھی نہ لا سکے تو چیلینج میں مزید آسانی کرتے ہوئے فرمایا:

''فَلۡيَاۡتُوۡا بِحَدِيۡثٍ مِّثۡلِهٖۤ اِنۡ كَانُوۡا صٰدِقِيۡنَ ۔ یعنی یہ انکار کرنے والے قرآن کی مثل ایک آیت ہی لے آئیں، اگر اپنے دعوے میں سچے ہیں۔'' (سورۂ طور، آیت نمبر ۳۴)

اِن آیات میں اللہ رب العزت نے اسلام کے سخت مخالف ''مشرکین عرب'' کو قرآنِ مجید کی سورتوں جیسی ایک سورت؛ بلکہ ایک آیت لانے کا چیلینج دیا اور ساتھ ہی یہ پیش گوئی بھی فرما دی کہ ''یہ نہیں لاسکیں گے'' قرآنِ مقدس کا چیلینج لاجواب اور اُس کی پیش گوئی صحیح ثابت ہوئی، واضح ہوا کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں؛ بلکہ خالقِ کائنات اللہ عزوجل کا نازل کیا ہوا کلام ہے، اِن آیاتِ کریمہ میں، اللہ عزوجل کی توحید، رسولِ پاک ﷺ کی رسالت اور دینِ اسلام کی حقانیت پر ایسی روشن دلیلیں ہیں جن کا

انکار کوئی متعصب [fanatic] ہی کر سکتا ہے، ثابت ہوا کہ اسلام ہی ''سچا دین'' ہے۔

قرآنِ مقدس کے چیلینجز کی تعداد

گزشتہ گفتگو میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اللہ عزوجل نے عرب کے کافروں کو براہِ راست اور دنیا کے مشرکوں کو بالواسطہ اوّلاً پورے قرآن کی مثل لانے کا چیلیج دیا، جب نہ لا سکے تو ثانیاً دس سورتیں پیش کرنے کی دعوت دی، جب عاجز رہے تو ثالثاً ایک سورت کی نظیر لانے کو کہا، اِس پر بھی قادر نہ ہو سکے تو رابعاً قرآن جیسی صرف ایک آیت بنانے کی بات کہی؛ مگر وہ اس سے بھی قاصر رہے۔ جس سے واضح ہوا کہ یہ کلام ''کلامِ الٰہی'' ہے، اِس کی ہر آیت مُعجز ہے جو کہ اللہ عزوجل کی وحدانیت اور حضرتِ محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت و رسالت کی کھلی دلیل ہے۔

قرآنِ کریم میں ۶۶۶۶ رآیاتِ کریمہ ہیں، ہر آیت ایک چیلینج ہے جو آج بھی عالم کفر اور دنیائے شرک کو اپنی مثل لانے کی دعوت بھی دے رہی ہے اور اُن کے عاجز و قاصر ہونے کا اعلان بھی کر رہی ہے، اِس لحاظ سے دیکھیں تو اب تک کی گفتگو سے قرآنِ مقدس کے چھ ہزار چھ سَو چھیاسٹھ چیلینجز ثابت ہوئے، صدیاں گزر جانے کے بعد بھی یہ چیلینجز اپنی جگہ قائم ہیں اور سخت ترین دشمنانِ دین، انتہائی کوششوں کے باوجود آج تک اِن کا جواب نہ دے سکے اور نہ ہی آئندہ دے سکیں گے، اب آگے بڑھتے ہیں۔

قرآن نازل فرمانے والے ہمارے رب، اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ دعویٰ کیا کہ اُس کا کلام ہمیشہ محفوظ رہے گا، اُس میں ایک لفظ کو بھی، کبھی بھی کم نہیں کیا جا سکے گا، چناں چہ سورۂ حجر میں ارشاد فرمایا:

''اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ۔ یعنی بے شک ہم نے ہی قرآنِ پاک کو نازل کیا اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' [سورۂ حجر، آیت نمبر ۹]

یہ آیتِ عظیمہ کس قدر زوردار اور کتنی زبردست تاکیدوں پر مشتمل ہے اُس کا اندازہ آپ نے ترجمے سے ہی لگا لیا ہوگا، اِس میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کی حفاظت کا دعویٰ کرتے ہوئے یہ اعلان فرمایا ہے کہ اِس میں کسی ایک حرف کی بھی کمی نہیں کی جا سکتی، صدیاں گزر چکی ہیں؛ مگر یہ چیلینج آج بھی برقرار ہے، کٹر دشمنِ اسلام بھی یہ ثابت نہیں کر سکا کہ قرآنِ پاک میں پہلے فلاں آیت تھی یا فلاں کلمہ تھا بعد میں اُسے نکال دیا گیا، ماضی کا انسان تو خیر بڑا کمزور تھا، مادی ترقیوں سے نا آشنا تھا، اُس کے پاس اسباب و وسائل نہ تھے؛ مگر عقل دنگ ہے کہ جدید ٹکنالوجی اور حیرت انگیز آلات سے آراستہ، خود کو سب کچھ سمجھنے والا آج کا برقی انسان بھی عاجز ہے اور وہ بھی قرآن کریم کے کسی حرف کو حذف کرنے کی نہ کوشش کر سکتا ہے نہ ہی جرأت و جسارت، آخر کیوں؟ اِسی لیے کہ اُسے معلوم ہے کہ اِس چیلینج کا جواب دینا اُس پُر خار وادی میں داخل ہونے جیسا ہے جس میں دنیا کا بڑے سے بڑا انسان اور مادی توانائی سے لیس سائنٹسٹ بھی قدم رکھنے کی بھی ہمت و طاقت نہیں رکھتا، اُسے عبور کرنا تو بہت بڑی بات ہے، اس خوبی اور کمال سے کیا دنیا کی کوئی اور کتاب متصف ہے؟ کیا دنیا کا بڑے سے بڑا مصنف اپنی کسی کتاب کے بارے میں یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ ''میری کتاب میں کوئی کمی نہیں کی جا سکتی'' عقل و شعور رکھنے والا کوئی بھی شخص اپنی کسی کتاب کے بارے میں اِس قسم کا دعویٰ نہیں کر سکتا؛ کیوں کہ اُسے پتہ ہے کہ یہ ممکن ہی نہیں، یہ دعویٰ صرف قرآنِ مقدس نے پیش کیا ہے۔

آج آباد دنیا کا کوئی بھی حصہ ایسا نہیں ہے جہاں مسلمان نہ ہوں، اسلام کے نام لیوا اور قرآنِ مقدس کے لاتعداد نسخے موجود نہ ہوں، دنیا میں اربوں نسخے ہیں؛ مگر اُن میں کسی ایک کلمے اور ایک لفظ کا بھی فرق نہیں ہے، جو قرآن انڈیا میں ہے وہی پاکستان میں، جو قرآن سعودی عرب میں ہے وہی امریکہ اور برطانیہ میں، کہیں بھی کچھ بھی فرق نہیں ہے، یہ قرآنِ کریم کی حقانیت و صداقت کی کھلی ہوئی دلیل ہے۔

ثابت ہوا کہ یہ کلام ''کلامِ الٰہی'' ہے اور دینِ اسلام ''دینِ برحق'' ہے۔ چوں کہ ہر آیتِ کریمہ یہ چیلینج پیش کر رہی ہے کہ ''اُس کو گھٹایا نہیں جا سکتا، اُس میں کمی نہیں کی جا سکتی'' اِس لحاظ

سے ٦٦٦٦ ر چیلینجز اور ہوئے، اب قرآن کریم کے چیلینجز کی کل تعداد "تیرہ ہزار تین سو بتیس" ہوگئی، اللہ رب العزت نے فرمایا:

"اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِالذِّکْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِیْزٌ، لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ، تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ. یعنی بے شک جن لوگوں نے قرآن کا اُس وقت انکار کیا جب وہ اُن کے پاس پہنچ چکا تھا (انھیں عذاب دیا جائے گا) بے شک یہ (قرآن) بہت معزّز کتاب ہے، اِس میں باطل (غیرِ قرآن) کہیں سے بھی نہیں آسکتا، نہ سامنے سے، نہ پیچھے سے۔ یہ کتاب بہت حکمت والے، حمد کیے ہوئے (اللہ عزوجل) کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔" [سورۂ فصلت، آیت نمبر ۴۱-۴۲]

اللہ رب العزت نے اِن دونوں آیتوں سے قبل اُن بد بختوں کو عذابِ دوزخ کی وعیدِ شدید سنائی ہے جو قرآنِ پاک کے کلامِ الٰہی ہونے کا انکار کرتے ہیں، پھر یہ فرمایا کہ یہ قرآن "کتابِ عزیز" ہے، یعنی یہ کتاب، تمام کتابوں پر غالب ہے، کوئی بھی اِس کی مثل نہیں لا سکتا، اس کے بعد یہ چیلینج کیا کہ اِس کلام میں کوئی بھی انسان کسی ایک لفظ کا بھی اضافہ نہیں کر سکتا، نہ شروع میں نہ آخر میں۔

یہ چیلینج ایسا مضبوط ہے کہ صدیاں گزر جانے کے بعد بھی برقرار ہے، بڑے سے بڑا منکرِ اسلام اور دشمنِ رسول بھی یہ ثابت نہیں کر سکا کہ قرآنِ کریم میں پہلے فلاں آیت نہیں تھی، یا اُس میں فلاں کلمہ یا فلاں حرف نہیں تھا، بعد میں ملایا گیا ہے، کوئی بھی انسان اپنے کلام کے بارے میں یہ چیلینج نہیں کرسکتا کہ اُس میں زیادتی نہیں کی جاسکتی، اگر کوئی شخص اپنی کتاب کے سلسلے میں ایسا دعویٰ کرتا ہے تو اسے کسی مجنون کی بڑ سے زیادہ حیثیت نہیں دی جائے گی اور فوراً اُس کا بطلان واضح کر دیا جائے گا۔

یہ قرآنِ کریم کا اعجاز ہے کہ اُس نے نہ صرف یہ کہ دعویٰ کیا؛ بلکہ اس شان کے ساتھ کیا کہ آج تک کوئی بھی دشمنِ اسلام اسے رد نہیں کر سکا، اور نہ آئندہ کر سکے گا، چوں کہ قرآنِ مجید میں چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیاتِ کریمہ ہیں اور یہ دعویٰ ہر آیت پیش کر رہی ہے، اس لحاظ سے چیلینجز کی تعداد اتنی ہی اور بڑھ گئی۔

خلاصۂ کلام یہ کہ ہر آیت تین چیلینج پیش کر رہی ہے۔ [۱] اس کی مثل نہیں لائی جا سکتی [۲] اس میں کمی نہیں کی جا سکتی [۳] اس میں اضافہ نہیں کیا جا سکتا۔

تمام آیاتِ مبارکہ کو تین سے ضرب دینے سے قرآنِ مقدس کے کل چیلینجز کی تعداد بنتی ہے "انیس ہزار نو سو اٹھانوے" دنیا والے آج تک کسی ایک چیلینج کا بھی جواب نہ دے سکے، اگر یہ کسی انسان کا بنایا ہوا کلام ہوتا تو اب تک اس کا چیلینج ٹوٹ چکا ہوتا اور اسلام کا باطل ہونا واضح ہو چکا ہوتا، ثابت ہوا کہ یہ کلام "کلامِ الٰہی" ہے، دینِ اسلام ہی "دینِ برحق" ہے اور جنھوں نے دنیا میں کسی سے تعلیم حاصل کیے بغیر برجستگی کے ساتھ ایسا بے مثال کلام پیش فرمایا، یعنی ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ وہ "اللہ کے سچے پیغمبر" ہیں۔

.... جاری

ص ۲۶ ر کا بقیہ.....................................

ریاکار کی پہچان چار باتوں سے

ارشاد مولیٰ علی

(امیر المؤمنین) سیدنا علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرمایا: ریاکار کی، چار علامات ہیں:

① جب اکیلا ہوتا ہے تو عملِ خیر میں ڈھیلا (سست) رہتا ہے۔

② اور جب لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے تو خوب نشاط اور چستی دکھاتا ہے۔

③ اور جب عمل پر اسکی تعریف و تحسین کی جاتی ہے تو اور زیادہ کرتا ہے۔

④ اور جب لوگ اس کی مذمت کرتے (یعنی عمل میں خامی نکالتے) ہیں تو اس کے عمل میں کمی آنے لگتی ہے۔

.... جاری

ماہِ صیام

اس کا استقبال کیجیے مومنو! سنت ہے یہ

تحفۂ نیکی لیے پھر آگیا ماہِ صیام

تصنیف: امام فقیہ ابوالليث نصر ابن محمد سمرقندی
ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

تیسری قسط

تعلیمات

گزشتہ سے پیوستہ

محاسبۂ قیامت کا منظر

حدیث شریف:

فقیہ علیہ الرحمۃ کہتے ہیں: مجھ سے فقہائے کرام کی ایک جماعت نے اپنی اپنی اسنادوں کے ساتھ بتوسط عقبہ ابن مسلم، حضرت سمیر اصبحی سے روایت کیا ہے کہ وہ مدینہ منورہ گئے وہاں دیکھا کہ ایک شخص پر لوگوں کا اجتماع ہے کہ وہ لوگوں کو حدیثیں سنا رہے ہیں، میں نے پوچھا یہ کون بزرگ ہیں؟ جواب ملا حضرت ابوہریرہ ہیں، تو میں ان کے نزدیک جا پہنچا جب انہوں نے اپنی بات ختم کرلی (مجلس برخاست ہوگئی) اور وہ تنہا رہ گئے تو میں نے (تعلّم حدیث کا موقع غنیمت جان کر) ان سے عرض کیا: حضرت! میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر گذارش کرتا ہوں کہ مجھے آپ کوئی ایسی حدیث شریف سنائیے جو آپ نے (براہ راست خود) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی ہو اور وہ حضور نے خود آپ ہی کے لئے بیان فرمائی ہو اور وہ آپ نے (اپنے دل و دماغ میں) محفوظ بھی کرلی اور اس کا معنیٰ و مطلب بھی جان لیا، سمجھ لیا ہو، تو حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے مجھ سے ارشاد فرمایا بیٹھ جا، تا کہ تجھ سے وہ حدیث شریف بیان کروں جو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے ہی اس حال میں بیان فرمائی تھی کہ ہمارے ساتھ کوئی تیسرا شخص موجود نہیں تھا، پھر (اتنا فرما کر) آپ نے ایک سسکی لی (یعنی ٹھنڈی سانس بھری) اور پھر آپ کی چیخ نکل گئی اور بے ہوش ہوکر گر پڑے اور کچھ دیر اسی کیفیت میں رہے پھر ہوش میں آئے اور منہ پونچھ کر فرمایا: میں تم کو ضرور ضرور وہ حدیث سناؤں گا جو حضور نے مجھ ہی سے ارشاد فرمائی تھی (یہ کہہ کر) پھر آپ نے سسکی لی اور بے ہوش ہو گئے اور اب کی بار زیادہ دیر تک بے ہوش رہے پھر جب افاقہ ہوا تو منہ پونچھ کر ارشاد فرمایا: مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (ایک بار) ارشاد فرمایا تھا:

"انّ اللہ تبارك و تعالیٰ اذا کان یوم القیامة یقضی بین خلقه - الحدیث یعنی جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ خلق کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔"

اس وقت ہر امت (مارے شدت خوف کے اس کے حضور) گھٹنوں اور پنجوں کے بل پڑی ہوگی تو (فیصلہ سنائے جانے کے لئے) سب سے پہلے جن کا نام پکارا جائے گا وہ (تین آدمی ہیں)

- ایک وہ ہوگا جس نے (اپنے سینہ میں) قرآن مجید جمع کر لیا تھا یعنی قرآن شریف کا حافظ و عالم تھا، ایک وہ ہوگا جو راہ خدا میں قتل کیا گیا اور ایک وہ ہوگا جو (دنیا میں) بڑا مالدار تھا، تو حامل قران سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا میں نے تجھے اپنی نازل فرمودہ کتاب کا علم نہیں دیا تھا؟ وہ رب تعالیٰ سے عرض کرے گا: بلیٰ یا ربِّ! اے میرے رب! کیوں نہیں؟ (تو نے مجھے بے شک قرآن کریم کا علم دیا تھا) تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے اپنے علم پر کیا عمل کیا؟ وہ عرض کرے گا: میں قرآن پڑھتے ہوئے رات اور دن کی گھڑیوں میں قیام کرتا تھا (یعنی نمازوں میں دن رات قرآن شریف پڑھتا تھا)۔ تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: تو نے جھوٹ کہا، فرشتے بھی کہیں گے: تو جھوٹ بول رہا ہے (اللہ فرمائے گا) بلکہ تیرا مقصود تو (اس پڑھنے سے) یہ تھا کہ کہا جائے فلاں شخص اچھا قاری ہے (حامل قرآن ہے) تو وہ کہا جا چکا۔(۱)

[۱] یعنی تو نے اپنا مقصود دنیا میں پالیا، اب یہاں تیرے لئے اس پر کچھ ثواب نہیں ہے، ۱۲ر مترجم غفرلہ

* مترجم جامعۃ الرضا بریلی شریف کے صدر مفتی اور شیخ الحدیث ہیں۔

○ اور مالدار سے فرمایا جائے گا: جو مال میں نے تجھے دیا تھا، اس میں تیرا کیا طریقۂ کار رہا؟ وہ عرض کرے گا: میں اسے صلۂ رحمی میں اور صدقہ، خیرات میں خرچ کرتا تھا، تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: تو جھوٹا ہے، فرشتے بھی کہیں گے تو جھوٹا ہے، بلکہ (اس انفاق مال سے) تیرا مطلوب تو یہ تھا کہ کہا جائے: فلاں شخص بڑا سخی [۱] ہے، تو وہ کہا جا چکا۔ (یعنی تجھے اپنی تعریف کرانی مقصود تھی وہ مل گئی، اب اس پر یہاں کچھ اجر نہیں)

○ اور اس شخص کو (پیشی کے لئے) لایا جائے گا جو راہ خدا میں مقتول ہوا تھا، اس سے اللہ تعالیٰ پوچھے گا: تجھے کس لئے قتل کیا گیا تھا؟ وہ عرض کرے گا: میں نے تیری راہ میں (تیرے دین کے فروغ کے لئے) قتال کیا تھا، یہاں تک کہ (دشمن سے لڑتے لڑتے) میں مقتول ہوا، اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: تو نے جھوٹ کہا، فرشتے بھی کہیں گے: تو جھوٹا ہے، بلکہ تیری نیت تو یہ تھی کہ کہا جائے فلاں شخص بہادر ہے تو وہ کہا جا چکا۔۔۔ [۲]

دوزخ میں جھونکنے کے لئے سب سے پہلا جھونک

۔۔۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے گھٹنے پر دست اقدس سے تھپکی ماری اور ارشاد فرمایا: اے ابوہریرہ! یہ تینوں وہ لوگ ہیں جن سے روز قیامت دوزخ سلگائی، بھڑکائی جائے گی۔ [۳]

[حدیث نبوی پوری ہوئی]

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حدیث سن کر رو پڑے:

۔۔۔ جب یہ خبر (یعنی حدیث مذکور) حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو پہنچی تو سن کر آپ رو پڑے اور بہت زیادہ روئے اور کہا ''صدق اللہ و رسولہ'' اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا اور پھر یہ آیت کریمہ پڑھی:

''مَن كَانَ يُرِيْدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ○ أُولَٰئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ (ترجمہ) جو دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش (وزیبائش) کا طالب ہو ہم (دنیا میں ایسوں کو) ان کے اعمال (کا پھل) پورا دیدیں (اگر چاہیں) اور ان میں ان کو نقصان نہیں دیا جائے گا، یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں آتش جہنم کے سوا کچھ (حصہ) نہیں، انہوں نے دنیا میں جو کچھ کیا، بنایا، سب برباد گیا اور ان کے سب اعمال نابود ہوئے۔'' [سورۂ ہود-۱۶]

دینی وجاہت سے دنیوی فائدوں کا حصول موجب خسران

حضرت عبداللہ ابن حنیف انطاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن بندہ جب اپنے عمل کا ثواب طلب کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: کیا ہم نے تجھے تیرا ثواب دنیا میں نہیں دے دیا؟ کیا ہم نے تیرے لئے مجالس میں کشادگی نہیں کرادی تھی؟ کیا تو دنیا میں سردار بنا ہوا نہیں تھا؟ کیا ہم نے تجھے خرید وفروخت میں خصوصی رعایتیں نہیں دلائی تھیں؟ کیا تو ایسا ایسا نہیں تھا؟ وغیرہ وغیرہ۔

مخلص کی ایک اچھی شناخت

حکیمانہ قول

بعض دانشور بزرگوں سے دریافت کیا گیا حضرت! مخلص کون ہے؟ فرمایا: مخلص وہ ہے جو اپنی حسنات، سیئات کی طرح چھپاتا ہو۔

اخلاص کا انتہائی اثر ونشان

کسی اور بزرگ سے عرض کیا گیا: حضرت! ماغایۃ الاخلاص؟ اخلاص کی انتہائی حد کیا ہے؟ فرمایا: یہ ہے کہ آدمی کو اچھا نہ لگے کہ لوگ اسکی تعریف وستائش کریں۔ (۴)

میں اچھا چنیدہ بندہ ہوں یا نہیں، یہ کیسے جانوں؟

حضرت ذوالنون مصری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کسی پوچھنے والے نے پوچھا: حضرت! آدمی کو یہ کب معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے چنیدہ بندوں میں سے ہے یعنی اس کے ان خاص

---

[۱] مصنف نے کہا: سخی وجوّ ادا سے کہتے ہیں جو بخیل نہ ہو، ۱۲ مترجم غفرلہ

[۲] یعنی تجھے اپنی بہادری کا چرچا مطلوب تھا، اب یہاں تیرے لئے کچھ ثواب نہیں، ۱۲ مترجم غفرلہ

[۳] یعنی عاصیوں میں سب سے پہلے دوزخ میں وہی جائیں گے، پہل انہیں سے ہوگی، واللہ اعلم بمراد رسولہ علیہ الصلاۃ والسلام، ۱۲ مترجم غفرلہ

[۱] بلکہ اسے اپنی سچی تعریف، اپنی جھوٹی مذمت کی طرح بری لگے، ۱۲ مترجم غفرلہ

ترغیبات

مخلص بندوں میں سے کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ فرمایا ہے؟

فرمایا: یہ بات وہ چار چیزوں سے جان سکتا ہے:

① جب اس نے راحت کا پٹہ گلے سے نکال ڈالا ہو، (یعنی اللہ کے حکم کی موافقت میں، نفس کی مخالفت کے لئے) راحت ترک کردی ہو۔

② اور موجود میں سے عطا کرتا ہو، یعنی اگر اس کے پاس پلّے زیادہ مال نہیں تھوڑا سا ہو تو اسی تھوڑے میں سے وہ راہ خدا میں خرچ کرتا ہو۔

③ اور اپنی منزلت گرنے، قدر گھٹنے کو محبوب رکھتا ہو۔(۱)

④ اور اس کی نگاہ میں اپنی ستائش اور مذمت دونوں یکساں ہوں۔(۲)

ریاکار کی ایک سزا---خِداع (۳)

حدیث شریف

حاتم طائی کے بیٹے حضرت عدی (بزرگ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حدیث شریف بیان فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''یُؤمر باناس من الناس یوم القیامة الی الجنة... .... الحدیث۔ یعنی روز قیامت کچھ لوگوں کو حکم ہوگا کہ جنت کو جائیں، جب وہ جنت کے بالکل قریب پہنچ جائیں گے اور اس کی خوشبو سونگھیں گے اور جنت کے محلوں اور اس کی نعمتوں پر ان کی نظر پڑے گی تو فرشتوں کو حکم ہوگا کہ انہیں وہاں سے واپس پھیر لاؤ کیوں کہ ان کے لئے جنت میں کچھ حصہ نہیں ہے، تو وہ وہاں سے ایسی بڑی حسرت وندامت کے ساتھ لوٹیں گے کہ اس جیسی حسرت وندامت کے ساتھ اولین وآخرین میں سے کوئی نہیں لوٹے گا، تو وہ اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے: کاش تو اے ہمارے رب! ہمیں وہ نعمتیں دکھائے بغیر دوزخ میں بھیج دیتا جو تو نے اپنے اولیا کے لئے تیار فرمائی ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: میں نے چاہا کہ تمہارے ساتھ ویسا کروں (جیسا تم نے کیا تھا تا کہ تم اپنی ریاکاری کا مزہ چکھو) جب تم تنہائی میں ہوتے تھے تو عظیم عظیم گناہوں کے ساتھ میرے قانون کا مقابلہ کرتے تھے اور اگر لوگوں سے ملاقات کو جاتے تو ان سے ایسے ملتے جیسے بڑے مُخْبِت (یعنی متقی ومتواضع) ہو، تو تم اپنے دلوں کی کیفیت کے برخلاف، لوگوں کو اپنے اعمال دکھاتے تھے، تمہارے دلوں میں لوگوں کی ہیبت تھی اور مجھ سے ہیبت زدہ نہیں ہوتے تھے، لوگوں کا اجلال کرتے، میری جلالت وعزت تمہارے دلوں میں نہیں تھی، معاصی (۴) کا یا مباحات (۵) کا ترک میرے لئے نہیں کرتے بلکہ لوگوں کو دکھانے کے لئے کرتے تھے تو آج تمہیں اپنا عذاب چکھاؤں گا جو نہایت دکھ دینے والا ہے ساتھ ہی میں نے اپنے بڑے بڑے ثوابوں سے بھی تمہیں محروم کر دیا ہے۔ (تا کہ اس محرومی کا بھی تمہیں دکھ ہو اور حسرت وندامت میں مبتلا رہو۔)

بخیل ومنافق اور ریاکار پر جنت حرام

حدیث شریف

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لما خلق الله تعالی جنة عدن...... الحدیث۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے جنت عدن بنائی تو اس میں ایسی ایسی نعمتیں خلق فرمائیں جو کبھی نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے سنیں، نہ کسی انسان کے دل پر انکا خیال گزرا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے کلام فرمایا: بول! (کیا بولنا چاہتی ہے؟) بولی: ''قد افلح المؤمنون'' ''مسلمان کامیاب ہوئے، یہ جملہ اس نے تین بار ادا کیا پھر کہا: بے شک میں، ہر کنجوس، منافق اور ریاکار پر حرام ہوں۔''

---

[۱] یعنی دنیوی قدر ومنزلت کو اپنے لئے خطرناک مانتا ہو اور تواضع وسقوط پسند ہو، تعلّی تفوّق سے کوسوں دور رہتا ہو، ۱۲ رمترجم غفرلہ

[۲] یعنی اس کے دل کو نہ اپنی تعریف وتحسین اچھی لگتی ہو نہ مذمت وتحقیر بری لگتی ہو، یا یہ مراد ہے اسے اپنی تعریف، مثل مذمت ناگوار ہوتی ہو، ۱۲ رمترجم غفرلہ

[۳] خداع = فریب دہی، یہاں مراد دھوکہ نما معاملہ، ۱۲ رمترجم غفرلہ

[۴] معاصی = نافرمانیاں، گناہ والے کام، ۱۲ رمترجم غفرلہ

[۵] مباحات = جائز کام — وہ کام جس کا کرنا نہ کرنا برابر ہوتا ہے یعنی دونوں صورتوں میں نہ گناہ ہوگا نہ ثواب ملے گا، ۱۲ رمترجم غفرلہ

بقیہ ص ۲۳ / پر

از: ڈاکٹر فیض احمد چشتی*

بدمذہبوں کے عقائد اور ان کا رد

تعزیرات قلم

محترم قارئینِ کرام! بدمذہبوں کی برائی لوگوں کو بتانا اور ان کے کفریہ عقائد سے لوگوں کو باخبر کرنا لازم وضروری ہے تا کہ لوگ اس کے شر وفتنہ سے بچ سکیں، حدیثِ مبارکہ میں ہے:

"عن ابی امامة قال قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم اهل البدع کلاب النار۔ یعنی حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بدمذہب دوزخ والوں کے کتے ہیں۔"

(انوارالحدیث صفحہ 47 مطبوعہ مکتبہ فقیہ ملت دہلی)

"عن انس قال قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم اذا رائیتم صاحب البدعة فاکفهروا فی وجه فان الله یبغض کل مبتدع۔ یعنی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی بدمذہب کو دیکھو تو اس کے سامنے ترش روئی سے پیش آؤ اس لیے کہ خدائے تعالیٰ ہر بدمذہب کو دشمن رکھتا ہے۔" (ایضاً)

شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی صاحب علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"بدمذہب کا رد فرض اعظم ہے، حدیث میں فرمایا: اذا ظهرت الفتن اوقال البدع فلم یظهر العالم علمه فعلیه لعنة الله والملائکة والناس اجمعین لا یقبل الله صرفا ولا عدلا۔ (کنز العمال جلد 1 صفحہ 193) یعنی جب فتنے ظاہر ہوں یا فرمایا جب بدعتیں ظاہر ہوں تو جو عالم اپنے علم کو ظاہر نہ کرے اس پر اللہ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے اللہ تعالیٰ نہ اس کا فرض قبول کرے گا نہ نفل۔" (فتاویٰ شارح بخاری، جلد اوّل، صفحہ 422)

لوگوں کو بدمذہب کے جال میں پھنسنے سے بچانے کے لیے بدمذہب کی برائی بیان کرنے کی تاکید خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی ہے حدیث پاک ملاحظہ کریں:

"عن بهز بن حکیم عن ابیه عن جده قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اترغبون عن ذکر الفاجر متی یعرفه الناس اذکروا الفاجر بما فیه یحذر الناس۔ (سنن بیہقی، جلد 10/صفحہ 354) یعنی حضرت بہز بن حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اپنے دادا سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ فاجر کو برا کہنے سے پرہیز کرتے ہو آخر اسے لوگ کیوں کر پہچانیں گے فاجر کی برائیاں بیان کرو تا کہ لوگ اس سے بچیں۔"

امام محی الدین ابی زکریا بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"ان یکون مجاهرا بفسقه او بدعته کالمجاهر بشرب الخمر ومصادرة الناس واخذ المکس و جبایة الاموال ظلما وتولی الامور الباطلة فیجوز ذکره۔ یعنی سرعام فسق وبدعت کا اظہار کرتا ہو جیسا کہ شراب پینا لوگوں پر ظلم کرنا تاوان لینا یا ظلماً مال لینا اور دیگر باطل کام کرتا ہو تو اس کے علانیہ گناہوں کا ذکر جائز ہے۔"

(ریاض الصالحین مترجم، جلد دوم، صفحہ 282/مطبوعہ ادبی دنیا دہلی)

صدر الشریعہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رضوی صاحب علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

''اب سمجھنا چاہیئے کہ بدعقیدہ لوگوں کا ضرر فاسق کے ضرر سے بہت زائد ہے فاسق سے جو ضرر پہنچے گا، وہ اس سے بہت کم ہے جو بدعقیدہ لوگوں سے پہنچتا ہے، فاسق سے اکثر دنیا کا ضرر ہوتا ہے اور بدمذہب سے تو دین وایمان کی بربادی کا ضرر ہے اور بدمذہب اپنی بدمذہبی پھیلانے کے لئے نماز وروزہ کی بظاہر خوب پابندی کرتے تا کہ ان کا وقار لوگوں میں قائم ہو پھر جو گمراہی کی بات کریں گے، ان کا پورا اثر ہو گا لہٰذا ایسوں کی بدمذہبی کا اظہار فاسق کے فسق کے اظہار سے زیادہ اہم ہے، اس کے بیان کرنے میں دریغ نہ کریں آج کل بعض صوفی اپنا تقدس یوں ظاہر کرتے ہیں کہ ہمیں کسی کی برائی نہیں کرنی چاہیئے یہ شیطانی دھوکا ہے مخلوقِ خدا کو گمراہوں سے بچانا یہ کوئی معمولی بات نہیں بلکہ انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔''

(بہار شریعت، جلد سوم، حصہ شانزدہم، صفحہ 149-150 / مطبوعہ فاروقیہ بک ڈپو دہلی)

اس تفصیل سے بخوبی واضح ہو گیا کہ ہر بدمذہب کی برائی اور اس کے کفری عقائد کو لوگوں سے بیان کرنا جائز وضروری ہے تا کہ لوگ ان ایمان کے چٹوں (چوروں) سے چوکنا وآگاہ رہیں اور گمراہ ہونے سے بچیں:

ہر سنی مسلمان کو مطلع کیا جاتا ہے کہ دیوبندی مذہب کے بانی مولوی قاسم نانوتوی صاحب نے اپنی کتاب تحذیر الناس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا انکار کیا اور پیشوائے وہابیہ مولوی رشید احمد گنگوہی و مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے براہین قاطعہ میں سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم مقدس کو شیطان ملعون کے علم سے کم قرار دیا اور مبلغ وہابیہ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب حفظ الایمان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کو ہر خاص وعام انسان بچوں پاگلوں اور جانوروں کے علم غیب کی طرح بتایا، چونکہ یہ باتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آخری نبی نہ ماننا یا حضور کے علم کو شیطان کے علم سے کم بتانا یا حضور کے علم غیب کو بچوں، پاگلوں اور جانوروں کے علم غیب کی طرح قرار دینا تمام مسلمانوں نانوتوی، مولوی گنگوہی، مولوی انبیٹھوی اور مولوی تھانوی بحکم شریعت اسلامیہ کافر ومرتد ہو گئے، فتاویٰ حسام الحرمین میں ہے:

''وبالجملة هولاء الطوائف كلهم كفار مرتدون خارجون عن الاسلام باجماع المسلمين وقد قال فی البزازيه والدرر والغرر والفتاوى الخيريه و مجمع الانهر والدر المختار وغيرها من معتمدات الاسفار فی مثل هولاء الكفار من شك فی كفره و عذابه فقد كفر۔''

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ طائفے (یعنی مرزا غلام قادیانی، قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد، اشرف علی تھانوی اور اس کے ہم عقیدے چیلے) سب کے سب کافر ومرتد ہیں، باجماع امت اسلام سے خارج ہیں اور بے شک بزازیہ، درغرر، فتاویٰ خیریہ، مجمع الانہار اور درمختار وغیرہ معتمد کتابوں میں ایسے کافروں کے حق میں فرمایا کہ جو شخص ان کے عقائد کفریہ پر آگاہ ہو کر ان کے کفر وعذاب میں شک کرے تو خود کافر ہے، مکہ شریف کے عالم جلیل حضرت مولانا سید اسماعیل علیہ الرحمۃ الرضوان اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں:

''امابعد اقول ان هولاء الفرق الواقصين فی السوال غلام احمد قاديانی و رشيد احمد ومن تبعه كخليل انبيٹهی واشرف علی وغيرهم لا شبهة فی كفرهم بلا مجال بل لا شبهة فيمن شك بل فيمن توقف فی كفرهم بحال من الاحوال۔ میں حمد وصلوٰۃ کے بعد کہتا ہوں کہ یہ طائفے جن کا تذکرہ سوال میں واقع غلام احمد قادیانی، رشید احمد گنگوہی اور جو اس کے پیرو ہیں جیسے خلیل احمد اشرف علی وغیرہ ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں، نہ شک کی مجال بلکہ جو ان کے کفر میں شک کرے بلکہ کسی طرح کسی حال میں انہیں کافر کہنے میں توقف کرے اس کے کفر میں بھی شبہ نہیں۔'' (حسام الحرمین)

غیر منقسم ہندوستان کے علمائے کرام کے فتاویٰ ''الصوارم الہندیہ'' میں ہے:

"ان لوگوں (یعنی قادیانیوں، وہابیوں، دیوبندیوں) کے پیچھے نماز پڑھنے، ان کی جنازہ کی نماز پڑھنے، ان کے ساتھ شادی بیاہ کرنے، ان کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا کھانے ان کے پاس بیٹھے ان سے بات چیت کرنے اور تمام معاملات میں ان کا حکم بعینہ وہی ہے جو مرتد کا ہے، یعنی یہ تمام باتیں سخت حرام اشد گناہ ہیں۔"

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

"ومایُنسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین۔ اور اگر تجھے شیطان بھولا دے تو یاد آ جائے پر بدمذہبوں کے ساتھ نہ بیٹھ، خود سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: وان مرضوا فلا تعودھم وان ماتوا فلا تشھدوھم وان لقیتم فلا تسلموا علیھم ولا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا علیھم۔ (رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ و ابو داؤد عن ابی عمر وابن ماجۃ عن جابر والعقیلی وابن حبان عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنھم، چشتی)

یعنی اگر بدمذہب بددین بیمار پڑیں تو ان کو پوچھنے نہ جاؤ اور اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازہ پر حاضر نہ ہو اور ان کا سامنا ہو تو سلام نہ کرو، ان کے پاس نہ بیٹھو، ان کے ساتھ نہ پیو، ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان سے شادی بیاہ نہ کرو، ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو، ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔"

پھر چونکہ قادیانی، وہابی، دیوبندی، غیر مقلد، ندوی، مودودی تبلیغی یہ سب کے سب حکم شریعت اسلامیہ گمراہ، بدعقیدہ بددین، بدمذہب ہیں اس لئے حدیث وفقہ کے ارشاد کے مطابق اس شرعی دینی مسئلہ سے سب کو آگاہ کر دیا جاتا ہے کہ قادیانیوں، غیر مقلدوں، وہابیوں، دیوبندیوں، مودودیوں وغیرہ بدمذہبوں کے پیچھے نماز پڑھنا سخت حرام ہے، ان سے شادی بیاہ کا رشتہ قائم کرنا اشد حرام ہے، ان کے ساتھ نماز پڑھنا سخت گناہ کبیرہ ہے، ان سے اسلامی تعلقات قائم کرنا اپنے دین کو ہلاک اور ایمان کو برباد کرنا ہے جو ان باتوں کو مان کر ان پر عمل کرے گا، اس کے لئے نور ہے اور جو نہیں مانے گا اس کے لئے نار ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

جھوٹے مکار، دغاباز بدمذہب، بددین خدا اور رسول کی شان میں توہین کرنے والے مرتدین براہِ مکروفریب اتحاد واتفاق کا جھوٹا منافقانہ نعرہ بہت لگاتے ہیں اور بہت زور سے لگاتے ہیں اور جو متصلب مسلمان اپنے دین وایمان کو بچانے کیلئے ان سے الگ رہے، ان کے سر اختلاف وافتراق کا الزام تھوپتے ہیں جو مخلص مسلمان شرع کے روکنے کی وجہ سے ان بدمذہبوں کے پیچھے نماز نہ پڑھے، اس کو فسادی اور جھگڑالو بتاتے ہیں جو صحیح العقیدہ مسلمان فتاویٰ حسام الحرمین کے مطابق سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو کافر ومرتد کہے اس کو گالی بکنے والا قرار دیتے ہیں ایسے تمام صلح کلی منافقوں سے میرا مطالبہ ہے کہ اگر واقعی تم لوگ سنی مسلمانوں سے اتحاد و اتفاق چاہتے ہو تو سب سے پہلے بارگاہ الٰہی میں اپنے عقائد کفریہ وخیالات باطلہ سے سچی توبہ کر ڈالو۔

خدا اور رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے سے باز آ جاؤ اور گستاخی کرنے والوں کی طرفداری کی حمایت سے الگ ہو جاؤ اور سچا سنی مذہب قبول کرلو اور اگر ایسا کرلو تو ہمارے تمہارے درمیان بالکل اتحاد واتفاق ہو جائے گا، اور اگر خدانخواستہ تم اپنے اعتقادات کفریہ سے توبہ کرنے پر تیار نہیں، تم گستاخی کرنے اور لکھنے والے مولویوں سے رشتہ ختم نہیں کر سکتے، سنی مذہب قبول کرنا تمہیں گوارا نہیں تو ہم قرآن و حدیث کی تعلیمات حقہ کو چھوڑ کر بددینوں، بدمذہبوں سے اتحاد نہیں کر سکتے رہا، متصلب سنی مسلمان کو جھگڑالو، فسادی گالی بکنے والا کہنا تو یہ پرانی دھاندلی اور زیادتی ہے، گالی تو وہ بک رہا ہے جس نے تقویۃ الایمان لکھی جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بڑا بھائی بنایا، جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اور دوسرے انبیائے کرام کو بارگاہ الٰہی میں ذرہ ناچیز سے بھی کم تر اور چمار سے بھی زیادہ ذلیل کہا، گالی تو وہ بک رہا ہے

تعزیرات قلم

جس نے حفظ الایمان میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کو پاگلوں اور جانوروں، چوپایوں کے علم غیب کی طرح ٹھہرایا بزبانی تو وہ کررہا ہے جس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم مقدس کو شیطان کے علم سے کم قرار دیا، اصل جھگڑالو تو وہ ہے جس نے تحذیر الناس میں مسئلہ ختم نبوت کا انکار کیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی ماننا عوام جاہلوں کا خیال بتایا، واقعی فسادی تو وہ ہے جس نے براہین قاطعہ میں اللہ تعالیٰ کے متعلق جھوٹ بول سکنے کا نیا عقیدہ گڑھا اور جس نے اردو زبان میں سرکار رسالت علیہ السلام کو علماء دیوبند کا شاگرد بتایا۔

سنی مسلمان نہ جھگڑالو اور فسادی ہے نہ گالی بکنے والا وہ تو شریعت اسلامیہ کے حکم کے مطابق ان گستاخ مولویوں کو کافر و مرتد کہتا ہے جو بارگاہ احدیت اور سرکار رسالت ﷺ میں گستاخی کرنے اور ضروریات دین کے منکر ہیں عقائد ضروریہ دینیہ کی مخالفت کرنے والوں کو کافر و مرتد کہنا ان کے حق میں منافق کا لفظ استعمال کرنا ہرگز ہرگز گالی نہیں ہے، خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کافر، کفار، مشرکین، منافقین وغیرہ کلمات مخالفین اسلام کے حق میں ارشاد فرمائے تو کیا کوئی بدنصیب یہ کہنے کی جرأت کو سکتا ہے کہ قرآن عظیم نے گالی دی ہے، معاذ اللہ تعالیٰ منہ۔

مسلمانو گستاخوں سے آپ کو نہ حجت کرنے کی ضرورت ہے اور نہ ان کا زق زق بق بق سننے کی حاجت ہے، آپ ان سے گالی گلوچ اور جھگڑا نہ کرو، بس آپ ان کی صحبت سے دور رہو، اپنے سے ان کو دور رکھو، تمہارے آقائے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے تمہیں یہی تعلیم دی ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

”ایا کم وایاهم لایضلونکم ولا یفتونکم۔ (مسلم شریف) یعنی مسلمانو! تم بدمذہبوں کی صحبت سے بچو، اپنے ان سے دور رکھو نہیں تو وہ تمہیں سچے راستے سے بہکادیں گے اور تمہیں بے دین بنادیں گے۔“

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں سچی ہدایت پر قائم رکھے، آمین۔

ایسا بدمذہب گستاخ جس کی گستاخی حد کفر کو پہنچ چکی ہو، یا ضروریات دین کا منکر ہو وہ کافر ہے، اور ایسا بدمذہب کہ کفریہ عقائد خود نہیں رکھتا مگر ایسے کفریہ وگستاخانہ عقائد والوں کو اپنا امام یا پیشوا بتاتا ہے یا انہیں مسلمان گردانتا ہے تو وہ بھی یقیناً اجماعاً کافر ہے، کیونکہ جس طرح ضروریات دین کا انکار کفر ہے اسی طرح ان کے منکر کو کافر نہ جاننا بھی کفر ہے، وجیز امام کردری و درمختار و شفائے امام قاضی عیاض وغیرہ میں ہے:

”اللفظ للشفاء مختصرا اجمع العلماء ان من شك فی کفرہ و عذابه فقد کفر۔ یعنی شفا کے الفاظ اختصارا یہ ہیں، علماء کا اجماع ہے کہ جو اس کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ کافر ہے۔“ (کتاب الشفاء، ۲/۲۰۸، چشتی)

ایسے بدمذہبوں، گستاخوں سے دوستی، محبت، میل جول، ان کے یہاں جانا، انہیں اپنے یہاں بلانا، اہل سنت کی مسجد میں آنے دینا، درس وتبلیغ کی اجازت دینا، ان کے ساتھ صحبت رکھنا، ان کی طرف جھکاؤ اور مائل ہونا، الغرض ہر وہ کام جس سے بدمذہبوں سے انسیت وتعلق وو ابستگی یا میلان کا اظہار ہو بدمذہبی وسخت حرام اور شادی بیاہ کرنا ناجائز، نکاح باطل محض وزنا کما صرح بہ الامام المجدد البریلوی فی ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار، قرآن کریم کی نصوص صریحہ واحادیث شریفہ سے ان تمام کی ممانعت ثابت اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

”و لا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔ (سورۂ ہود، آیت ۱۱۳) اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی۔“ (کنز الایمان)

اس آیت کی تفسیر میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”یہاں ظالم سے مراد کافر اور سارے گمراہ ومرتدین ہیں اور ان سے ملنے سے مراد ان سے محبت یا میل جول رکھنا۔“ (تفسیر نور العرفان)

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

”و اما ینسینك الشیطان فلا تقعد بعد الذکری

مع القوم الظالمین۔(الانعام:٦٨) اور اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔'' (کنز الایمان)

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''ومن یتولھم منکم فانه منھم۔(سورۃ المائدہ:٥١) اور تم میں جو ان سے دوستی رکھے گا وہ انھیں میں سے ہے۔'' (کنز الایمان)

اور بد مذہبوں کی نسبت حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ولا تجالسوھم ولا تواکلوھم ولا تشاربوھم ولا تناکحوھم ولا تخالطوھم ولا تعودوا مرضاھم ولا تصلوا معھم ولا تصلوا علیھم۔ اور ان کے ساتھ نہ بیٹھو، ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ اور پانی نہ پیو اور بیاہ شادی نہ کرو اور میل جول نہ کرو اور ان کے بیماروں کی عیادت نہ کرو اور ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو اور مرجائیں تو ان کا جنازہ نہ پڑھو۔'' (صحیح ابن حبان،١/٢٧٧،سنن البیہقی الکبری،١٠/٢٠٥رچشتی)

نیز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ایاکم و ایاھم لا یضلونکم و لا یفتنونکم۔ گمراہوں سے دور بھاگو، انہیں اپنے سے دور کرو، کہیں وہ تمہیں بہکا نہ دیں، کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔''

(صحیح مسلم،١/١٢،دار احیاء التراث العربی، بیروت)

نیز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اصحاب البدع کلاب اھل النار۔ بد مذہبی والے جہنمیوں کے کتے ہیں۔'' (التدوین فی اخبار قزوین ٢/٤٥٨)

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بد مذہب سے شادی کرنے کے بارے میں فرمایا:

''ایحب احدکم ان تکون کریمته فراش کلب فکرھتموہ۔ کیا تم میں کسی کو پسند آتا ہے کہ اس کی بیٹی یا بہن کسی کتے کے نیچے بچھے! تم اسے بہت برا جانو گے۔''

(سنن ابن ماجہ، ابواب النکاح ص،١٣٩رچشتی)

یعنی بد مذہب جہنمیوں کے کتے ہیں اور انہیں بیٹی یا بہن دینا ایسا ہے جیسے کتے کے تصرف میں دیا، بہر حال ان عبارات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ بد مذہب سے میل جول، ان کے یہاں جانا، انہیں بلانا، اہل سنت و جماعت کی مسجد میں درس و تبلیغ کی اجازت دینا، شادی کرنا جائز نہیں ہے نیز وہ وہابی، دیوبندی لوگ جن کی گمراہی و بد مذہبی حد کفر کو پہنچ چکی ہے، ان کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، نیز ایسا شخص جو خود تو کفریہ عقائد نہیں رکھتا مگر جن لوگوں نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخیاں کی ہیں انہیں مسلمان جانتا ہے وہ بھی یقیناً اجماعاً کافر ہے، جیسے رئیس الوہابیہ اسماعیل دہلوی (م ١٢٤٦ھ) نے لکھا معاذ اللہ کہ:

''اور یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔'' (تقویۃ الایمان، ص/٢٣ مطبوعہ دہلی، ١٣٥٦ھ ١٩٤٢ء، مطبوعہ مطبع علیمی، لاہور)

''یقین مانو کہ ہر شخص خواہ وہ بڑے سے بڑا انسان ہو یا مقرب ترین فرشتہ اس کی حیثیت شان الوہیت کے مقابلہ پر ایک چمار کی حیثیت سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔'' (تقویۃ الایمان، ص ٢٢ رمطبوعہ دار الاشاعت، اردو بازار، کراچی)

دیوبند کے حجۃ الاسلام، بانئ مدرسۂ دیوبند، محمد قاسم نانوتوی (م ١٢٩٧ھ) نے لکھا معاذ اللہ کہ:

''اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی ﷺ میں کچھ فرق نہ آئے گا۔''

(تحذیر الناس، ص ٢٤ رمطبوعہ کتب خانہ امدادیہ، دیوبند، چشتی)

دیوبند کے قطب عالم رشید احمد گنگوہی (م ١٣٢٣ھ) نے لکھا معاذ اللہ کہ:

''کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ ہے۔'' (فتاویٰ رشیدیہ، مبوب بطرز جدید، کتاب العقائد ص/٢٣٧، مطبوعہ، دار اشاعت، کراچی)

اس عبارت کا صاف مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ (معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد) جھوٹ بولنے پر قادر ہے، دیوبند کے محدث خلیل احمد انبیٹھوی (١٣٤٦ھ) نے لکھا معاذ اللہ کہ:

''الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل

محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے، شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے، کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔"

(براہین قاطعہ، ص/ ۵۵، مطبوعہ، دارالاشاعت، کراچی)

دیوبند کے حکیم الامت، اشرفعلی تھانوی (م ۱۳۶۳ھ) نے لکھا معاذ اللہ کہ:

"پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی (بچہ) و مجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔"

(حفظ الایمان، ص/ ۱۳، مطبوعہ، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

ان مذکورہ بالا نام نہاد گستاخ علمائے (سو) دیوبند اپنی گستاخانہ عبارات کی روشنی میں دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور ایسے کافر ہیں کہ جو انہیں کافر نہ مانے، یا ان کے کفر و عذاب میں شک کرے کافر ہے (کما مر فیما سبق) تفصیل، امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی تصانیف حسام الحرمین و تمہید ایمان وغیرہما میں ملاحظہ فرمائیں اور عقائد اہل سنت و جماعت کی معلومات و دلائل کے لیے حکیم الامت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ کی کتاب مستطاب جاء الحق کا مطالعہ فرمائیں۔

◆◆◆

ص ۳۸/ کا بقیہ..

اپنے لئے عمل کرنے کے لئے اُس کو قولِ ضعیف پر عمل کرنے کی اجازت نہیں ہے اور قولِ ضعیف پر اور مذہبِ غیر پر کب عمل ہوتا ہے یہ سب اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کی تحقیقات سے رجوع کرنے سے معلوم ہوتا ہے فتاویٰ رضویہ کو آدمی سمجھ کر پڑھے تو اُس میں ہر مسئلے کا حل ہے۔

عرض... ۲: آج کل بہت سے مسائل کو فقہی اختلاف کا نام دے کر یہ حدیث پیش کر دی جاتی ہے کہ علما کا اختلاف اُمت کے لئے برکت ہے حضرت سے گزارش ہے کہ حدیث میں جس اختلاف کا ذکر ہوا اُس کی تشریح فرمادیں؟

ارشاد...: حدیث میں جس اختلاف کا ذکر ہوا ہے میری سابقہ تقریر سے روشن ہو گیا ہوگا یہ فروعی مسائل میں ہے اور مسائلِ اعتقادیہ میں اہل سنت و جماعت کا جو مسلک ہے اُس پر آدمی کو گامزن ہونا ضروری ہے اور اُس سے مخالفت کی کسی کو اجازت نہیں ہے اور بدمذہبوں کے اختلاف کا اعتبار نہیں ہے فروعی مسائل میں بھی جو اختلاف ہے وہ منصب ائمۂ مجتہدین کا ہے جن کو اجتہادی صلاحیت ہے اور اُن کے اصحاب کا ہے اور مجتہدین کے جو طبقات ہیں مجتہد مطلق، مجتہد فی المذہب اور مجتہد فی المسائل اور پھر اصحابِ تخریج اور اصحابِ ترجیح یہ جو صلاحیت رکھتا ہے اُس کا یہ منصب ہے کہ وہ نصوص شرعیہ میں غور کر کے قرآن و سنت میں اپنی اجتہادی طاقت اُس کے مفاہیم میں صرف کر کے مسائل استنباط کرے یا کسی مذہب کے امام جس مذہب کا وہ مقلد ہے اپنے امام کے مذہب میں وہ اجتہاد کرے یا مجتہد فی المذہب کے بعد جو علما مجتہد فی المسائل ہیں جیسے کرخی علیہ الرحمۃ وغیرہ یا جو اصحابِ تخریج ہیں وہ لوگ نصوص شرع کے بعد ائمۂ مجتہدین جو امام اعظم رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ اور ان کے اصحاب اور ان کے مذہب کے جو علما ہیں ان کے مسئلے میں غور کر کے کوئی جواب نکالیں یہ کام اُن لوگوں کا ہے۔

.... جاری

از: عالمہ اے رضویہ*

ہندوستانی قوانین اور ہمارے حقوق

ہندوستان کو 15/اگست 1947ء کو آزادی ملی، جس کے بعد 26/جنوری 1950ء کو ہندوستان جمہوری ملک میں بدلا اور ملک میں آئین نافذ ہوا، یہی وجہ ہے کہ ہر سال 26/جنوری کو یوم جمہوریہ منایا جاتا ہے۔

آج ہی کے دن 1950ء میں گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ (1935) کو ہٹا کر ہندوستان کا آئین نافذ کیا گیا تھا، قابل ذکر بات یہ ہے کہ 26/نومبر 1949ء کو دستور ساز اسمبلی کی طرف سے آئین کو اپنایا گیا اور 26/جنوری 1950ء کو اس کو ایک جمہوری نظام کے ساتھ نافذ کیا گیا، ایسے میں یہ ایک سوال ہے کہ آخر 26/جنوری کو ہی آئین کیوں نافذ ہوا، دراصل اس کے لیے 26/جنوری کو اس لئے چنا گیا کہ 1930ء میں اسی دن انڈین نیشنل کانگریس نے ہندوستان کی مکمل خودمختاریت کا اعلان کیا تھا، اسی مناسبت سے 26/جنوری کو یوم جمہوریہ کی تقریب پر صدر جمہوریہ کے ذریعے ترنگا لہرایا جاتا ہے۔

جمہوریت کا لفظ جمہور سے بنا ہے جو اکثر کا معنی دیتا ہے اور جمہوریت سے اکثریتی رائے مراد لی جاتی ہے، جمہوری حکومت میں بھی کہیں نہ کہیں یہ معنی پنہاں ہیں یعنی اس کی تشکیل میں بھی اکثریتی رائے کا اعتبار کیا جاتا ہے، جمہوریت کو انگریزی زبان میں Democracy کہا جاتا ہے جو یونانی زبان کے دو الفاظ سے مل کر بنا ہے جس کے معنی عوام اور طاقت کے ہیں، اس لحاظ سے جمہوریت ایک ایسا نظام حکومت ہے جس میں اقتدار عوام کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور ان کی منشا کے مطابق حکومت فرائض انجام دیتی ہے۔

ماہرین نے جمہوریت کی مختلف انداز میں تعریفیں کی ہیں چند مشہور تعریفیں مندرجہ ذیل ہیں، سیلے seeley نے جمہوریت کی تعریف کچھ یوں کی ہے:

''جمہوریت ایک ایسی طرز حکومت ہے جس میں ہر ایک شریک ہوتا ہے۔''

لارڈ برائسس کے خیال میں:

''جمہوریت وہ طرز حکومت ہے جس میں اختیارات ایک فرد واحد یا افراد کے ایک مخصوص طبقہ یا طبقات کی بجائے معاشرے کے تمام افراد کو بحیثیت مجموعی حاصل ہوتا ہے۔''

ابرہم لنکن نے جمہوریت کی تعریف یوں کی ہے:

''جمہوریت عوام کی حکومت عوام کے ذریعے اور عوام کی خاطر۔''

واضح رہے کہ سب سے جامع تعریف ابراہم لنکن کی ہی مانی جاتی ہے، جمہوریت کا نظام لچکدار ہوتا ہے ناپسندیدہ عناصر کو انتخابات کے ذریعے مسترد کیا جا سکتا ہے، افکار و خیالات کی مکمل آزادی کے باعث عوام اپنے جذبات کا اظہار کر سکتے ہیں، حکومت رائے عامہ کو نظر انداز نہیں کرتی، اگر حکومت عوام کے مشوروں اور ان کی منشا کو نظر انداز کر دے تو آئندہ انتخاب میں عوام ایسی حکومت کو پرامن طور پر اپنے ووٹ کے ذریعے تبدیل کر سکتے ہیں، اس طرح عوام کو حکومت تبدیل کرنے کے لئے تشدد کا راستہ اختیار نہیں کرنا پڑتا اور ملک انقلابات سے محفوظ رہتا ہے۔

26/جنوری یوم جمہوریہ بھارت کی ایک قومی تعطیل کا دن ہے جسے ملک بھر میں بڑے ہی شان و شوکت سے منایا جاتا ہے، بھارت کی سرکاری تعطیلات تین ہے ایک یوم جمہوریہ دیگر دو تعطیلات یوم آزادی بھارت اور گاندھی جینتی ہے، اگرچہ ہندوستان،

15/اگست 1947ء کو برطانوی تسلط سے آزاد ہو گیا تھا، لیکن 26/جنوری 1950ء کو ہندوستانی تاریخ میں اہمیت اس لیے حاصل ہے کہ اس دن ہندوستان کے آئین کا نفاذ کیا گیا اور ہندوستان ایک خودمختار ملک اور ایک مکمل طور پر ریپبلکن یونٹ بن گیا، جس کا خواب ہمارے رہنماؤں نے دیکھا تھا، اپنے خون جگر سے گلستاں کی آبیاری کی تھی اور اپنے ملک کی خودمختاری کی حفاظت کے لیے جام شہادت بھی نوش کیا تھا، چنانچہ آئینی نفاذ کے دن کے طور پر 26/جنوری کو بطور یادگار منانے کے لیے طے کیا گیا، یہ دن آزاد اور جمہوریہ ہند کی حقیقی روح کی نمائندگی کرتا ہے، لہٰذا اس دن ہمارا ملک ''ایک جمہوریہ'' ہونے کے ناطے اسے بطور تقریب مناتے ہیں۔

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ انگریزوں کے خلاف مسلح جدوجہد کا آغاز 1857ء سے ہوا، یہ ایک غلط مفروضہ ہے جو جان بوجھ کر عام کیا گیا، تاکہ 1857ء سے سو برس پہلے جس تحریک کا آغاز ہوا تھا، جس کے نتیجے میں بنگال کے سراج الدولہ نے 1757ء میں، حیدر علی نے 1767ء میں، مجنوں شاہ نے 1776ء سے 1780ء تک اور ٹیپو سلطان نے 1791ء میں، مولوی شریعت اللہ اپنے بیٹے کے ہمراہ 1812ء میں انگریزوں کے خلاف جو باقاعدہ جنگیں لڑیں تھیں وہ سب تاریخ کے غبار میں دب جائیں اور اہل وطن آزادی کی خشت اوّل رکھنے والے مجاہدین کو جان بھی نہ سکیں۔

یوم جمہوریہ اور یوم آزادی کے جشن کے حوالہ سے مدارس کے خلاف ایک بے اصل بیان کے ذریعہ مسلسل طوفان برپا کرنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے، حالانکہ تاریخ کا ادنی سے ادنی طالب علم بھی واقف ہے کہ جنگ آزادی میں مدارس کا کردار ایک سنہرے باب کی حیثیت رکھتا ہے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ گزشتہ کئی سالوں سے آر ایس ایس اور اس کی ہمنوا سیاسی پارٹی نے ان مدارس کے خلاف انتہائی غیر ذمہ دارانہ بیان بازی کر کے ایک سوالیہ نشان قائم کرنے کی کوشش کی ہے، ان کا کہنا ہے کہ یوم جمہوریہ اور یوم آزادی کے موقع پر مدارس میں ترنگا نہیں لہرایا جاتا اور نہ ہی جشن منایا جاتا ہے جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ ملک کے طول و عرض میں پھیلے ان مدارس میں ان دونوں دنوں میں چھٹی رہتی ہے اور بڑے ہی شان و شوکت سے جشن بھی منایا جاتا ہے، وطن عزیز کی آزادی میں مسلمانوں کا کردار کسی سے مخفی نہیں ہے، خاص طور پر علمائے کرام کا، اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود ہم پر شک کرنا ہمیں مشکوک قرار دینا انتہائی شرمناک اور بے ہودہ حرکت ہے۔

خدائے عظیم ہمارے اس ملک کو دشمنوں کے شر و فساد سے محفوظ رکھے، ہمارے وطن عزیز کو امن و آشتی کا گہوارہ بنائے اور اسے مزید ترقیوں سے نوازے تاکہ وہ ہر میدان میں بلند مقام پر فائز ہو، آمین ثم آمین۔

◆◆◆

ص ۴۴/ کا بقیہ ....

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں قیام فرما کر امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکۂ معظّمہ بھیجا تھا، یہاں انہیں دیر لگی، کافروں نے اڑا دیا کہ وہ مکہ میں قید کر لیے گئے ہیں۔

میرے آنے سے پہلے ہی لوگوں نے مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ [مہاجر مکی] کو استفسارِ واقعات کے خطوط لکھے، جن کے جواب انہوں نے وہ دیئے کہ سنیوں کا دل باغ باغ ہو گیا اور وہابیوں کا کلیجہ داغ داغ، والحمد للہ رب العالمین، ان میں سے بعض جوابات میرے دیکھنے میں بھی آئے، جن میں فرمایا کہ یہ خبیث کذابوں کا کذب خبیث ہے، اس [اعلیٰ حضرت] کو تو مکہ معظّمہ میں وہ اعزاز ملا، جو کسی کو نصیب نہیں ہوتا، وہابیہ کی تو کیا شکایت کہ وہ پورے اعدا ہیں اور کیوں نہ میرے دشمن ہوں کہ میرے مالک و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمن ہیں۔'' [الملفوظ، طبع بریلی، ۲/۴۲]

.... جاری ■◄



پینتیسویں قسط

(از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

ملفوظات تاج الشریعہ

صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات وفرمودات کو''ملفوظات'' کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر دور میں صالحین اور اولیائے کاملین کے ارشادات وفرمودات قلم بند کرنے یا انھیں محفوظ کرنے کی روایت رہی ہے تا کہ آنے والی نسلیں ان سے رشدو ہدایت کی روشنی حاصل کرسکیں، صوفیائے کرام کے ارشادات وفرمودات اگرچہ سادہ ہوتے ہیں مگر وہ ایسے مؤثر اور معنی خیز ہوتے ہیں کہ ان کا ایک ایک جملہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، ان کا ایک ہی جملہ کسی بھی قوم کی تقدیر بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھا ہے، کسی شاعر نے ان کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔ ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود　　　گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضور تاج الشریعہ نے سوال وجواب کا یہ سلسلہ جنوری ۲۰۰۵ء میں شروع کیا جو مسلسل ۲۰۱۶ء تک جاری رہا، یعنی پورے ۱۲؍ سالوں تک یہ زرّیں سلسلہ جاری وساری رہا، اس دوران آپ نے کم وبیش ۷۰۰۰؍ ہزار سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے جو یقیناً ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں، ''ملفوظات تاج الشریعہ'' صرف مئی ۲۰۱۰ء سے اکتوبر ۲۰۱۰ء تک کے سوالات وجوابات پر مشتمل ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے گیارہ سالوں کے جواہر پارے ریکارڈنگ کی شکل میں ابھی باقی اور محفوظ ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ بھی کتابی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ کی میز پر ہوں گے، راقم الحروف ارباب علم ودانش سے التماس کرتا ہے کہ ''ملفوظات تاج الشریعہ'' میں اگر کوئی شرعی خامی یا غلطی نظر آئے تو اسے ناقل ومرتب کی غلطی تصور کرتے ہوئے ادارے کو مطلع فرمائیں تا کہ اس کی اصلاح کی جا سکے، راقم اس کی پینتیسویں قسط قارئین سنی دنیا کی نذر کر رہا ہے۔

احقر محمد عبد الرحیم نشترؔ فاروقی

گزشتہ سے پیوستہ

عرض... ۲۸: دورانِ نماز سامنے کی دیوار پر نگاہ پڑی اور اُس دیوار کی لکھاوٹ (لکھائی) پڑھ لی تو اُس پر کیا حکم ہوگا؟

ارشاد...: نماز بدستور ہوگئی اگرچہ یہ سخت معیوب ہے کہ نماز میں کسی اور طرف توجہ کرے یا وہ نگاہ وغیرہ سے کوئی چیز دیکھے یا پڑھے۔

عرض... ۲۹: تراویح سنت مؤکدہ کے حکم میں ہے یا نفل نماز کے؟

ارشاد... : تراویح سنت مؤکدہ ہے۔

عرض... ۳۰: میرے والد صاحب پسند نہیں کرتے کہ میں کرتا پاجامہ پہنوں اور وہ مجھے پینٹ شرٹ پہننے پر مجبور کرتے ہیں کیا مجھے ان کی اطاعت کرتے ہوئے پینٹ شرٹ پہن لینا چاہئے؟ کیا مجھے ان کی اطاعت کا ثواب ہوگا؟

ارشاد...: اس صورت میں والد کا کہنا ماننے پر ثواب نہیں ملے گا بلکہ بیٹا شریعت کے حکم کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوگا شریعت نے حکم یہ دیا ہے کہ صلحا کی وضع اختیار کرو قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

''خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ۔ اے لوگوں ہر نماز کے وقت وہ لباس پہنو جو تمہاری اپنی زینت ہے جو تمہارے ساتھ خاص ہے۔'' (سورۃ الاعراف، جز آیت ۳۱)

پینٹ شرٹ اگرچہ اب کسی قوم کے ساتھ خاص نہیں لیکن اپنی وضع کے اعتبار سے یہ انگریزوں کی ایجاد ہے اور اب بھی یہ

کفار، فساق، فجار، نصاریٰ وغیرہ کی وضع ہے اور ایسی وضع بھی مسلمان کو اپنانا جائز نہیں ہے جو فاسقوں کی، فاجروں کی اور بُرے لوگوں کی وضع ہو بلکہ عالمگیری میں فرمایا:

''وانما یتمسك بافعال اهل الدین۔ دین داروں کے افعال سے تمسک اور ان کی پیروی لازم ہے۔'' (۵/۳۵۲)

عرض... ۳۱: ایک ہندو کہتا ہے کہ مسلمان ہونا چاہتا ہوں مگر اس سے پہلے مجھے قرآن میں کیا لکھا ہے وہ سمجھاؤ اور وہ مسجد میں آ کر مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتا ہے کیا اسے قرآن شریف یا اس کا ترجمہ سُنا سکتے ہیں اور کیا اُسے مسجد میں لے جا کر ساتھ نماز پڑھا سکتے ہیں؟

ارشاد...: جب تک وہ اسلام نہیں لاتا اس کو مسجد میں نماز کے لئے لے جانے کی اجازت نہیں اور جب تک وہ کلمہ نہیں پڑھتا اس کا نماز پڑھ لینا مسجد میں آنا اس پر مفید نہیں قرآن کریم کا ترجمہ جس میں قرآن کریم شرک سے روکتا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی وحدانیت کا بیان فرماتا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے ایک ہونے پر اس میں دلائل ہیں اُن باتوں کو اس کو بیان کرے یا اس کا ترجمہ اس کو سنائے تا کہ وہ متأثر ہو کر ایمان لائے۔

عرض... ۳۲: دیّوث کس شخص کو کہتے ہیں؟

ارشاد... :الدیوث من لا یغار علی محرمہ۔ (درمختار، ۴/۷۰)

دیوث وہ ہے جس کو اپنے محارم، محرم رشتہ داروں پر غیرت نہیں آتی اور وہ ان کو خلافِ شرع اور بے حیائی کے کام کرتے دیکھے اور اس پر انکار نہ کرے۔

عرض... ۳۳: موبائل فون پر نجاستِ غلیظہ لگ جائے تو کس طرح پاک کیا جائے؟ پانی کے استعمال سے موبائل خراب ہونے کا اندیشہ ہے۔

ارشاد...: جس طرح تلوار وغیرہ اور آئینہ وغیرہ کی طہارت کا حکم ہے اسی طور پر اس کی طہارت کی جائے گی۔

عرض... ۳۴: میں سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ کے دستِ اقدس پر مرید ہونا چاہتا ہوں، ان شاء اللہ! لیکن میرا دل کہتا ہے کہ ابھی میرا ایمان مضبوط نہیں کیا یہ میرے لئے بہتر ہے کہ مرید ہونے سے پہلے میں اپنے ایمان کو نماز باجماعت کی پابندی، روزہ اور ذکر اور درود شریف سے تقویت دوں یا یہ بہتر ہے کہ جتنا جلدی ممکن ہو مرید ہو جاؤں کہ کل کے حالات کا پتا نہیں؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بیعت کا مطلب گناہوں سے توبہ اور بزرگان دین کے سلاسل میں تعلق قائم کرنا ہے، آپ کو چاہیے کہ اپنے گناہوں سے توبہ کریں، نماز کی اور شریعت کی پابندی کریں اور آپ مُرید ہو جائیں۔

۱۹ر ستمبر ۲۰۱۰ء، بریلی شریف، ہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شبِ دس شوال مطابق ۱۹ر ستمبر کا یہ سیشن الحمد للہ محلہ سوداگران بریلی سے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جوارِ مقدس میں میرے گھر سے ہو رہا ہے، کل ۱۰ر شوال حضور اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، امام اہل سنت، معجزۃ من معجزات سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، نائب سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ونائبِ سیدنا غوث الوریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی سُنّی حنفی قدس سرہٗ کا یومِ ولادت ہے۔

اس دن ہم اہل سنت و جماعت کو امامِ اہل سنت کا یومِ ولادت اس طور پر منانا چاہئے کہ ہم سب عہد کریں کہ مسلکِ اہل سنت و جماعت جس کو پہچان کے لئے مسلکِ اعلیٰ حضرت کہا جاتا ہے اُس پر سختی سے قائم رہیں گے، یہ اس دن کے منانے کا اصل فائدہ ہے اور اسی ضمن میں یہ جواب بھی دے دوں کہ بزرگانِ دین کے ایام کی یاد منانے کا اصل فائدہ یہی ہے کہ جس دین کے لئے انہوں نے اپنی عمرِ عزیز صرف کی اور اس دنیا سے جس دین پر وہ گئے اہل سنت و جماعت کا وہ دین ہر سُنّی مضبوطی سے اُس پر قائم رہے اور نہ صرف یہ کہ خود قائم رہے بلکہ اپنے اہل وعیال کو اور رہتی دنیا تک آنے والی نسلوں کو اور اپنے عزیز و اقارب کو اور اس کے گرد وپیش جو لوگ ہیں جن پر وہ اثر رکھتا ہے، ان سب کو اس پر سختی سے قائم رہنے کی وہ تلقین کرے مسلک اہل سنت و جماعت پر سختی سے قائم رہنا ہم سنیوں کے لئے دستور

حیات بھی ہے اور یہ ہم سنیوں کے لئے سرمایۂ نجات بھی ہے اور دنیا کی بھلائی اور دنیا آنی جانی ہے دار القرار اور آخرت کی بھلائی سب مسلکِ اہل سنت و جماعت پر استقامت پر موقوف ہے اور مسلکِ اہل سنت و جماعت جس کو پہچان کے لئے مسلکِ اعلیٰ حضرت کہا جاتا ہے۔

سچے عقائد کا تو نام ہے ہی اُس کے ساتھ ساتھ معمولات اہل سنت و جماعت جن میں بدمذہب اختلاف کرتے ہیں، اُن معمولات اہل سنت و جماعت کا جیسے قیام، میلاد، نذر و نیاز بزرگانِ دین اور بزرگانِ دین کے مزارات کی حاضری اور آستانہ بوسی ان تمام معمولاتِ اہل سنت و جماعت کا بھی نام مسلکِ اہل سنت ہے اور اُس کے ساتھ ساتھ مسلکِ اہل سنت ائمہ مجتہدین کی تقلید کا نام ہے اور ان کی تقلید کا یہ فائدہ ہے کہ آدمی کو حضور سرورِ عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کے احکامِ شریعت کی صحیح رہنمائی ہوتی ہے اور اس پر وہ صحیح طور پر اُن کو جاننے کے بعد عمل پیرا ہوتا ہے اور دین میں تلاعب اور تشاہی اور اتباعِ ہوا اور اپنی مرضی سے جس حکم کو چاہا جس حدیث کو چاہا اپنی مرضی سے لے لیا، جس حدیث کو چاہا اپنی مرضی سے چھوڑ دیا اور جس احکام شرعیہ میں جس پر چاہا عمل کیا اور جس پر نہ چاہا نہ عمل کیا جو اپنے آپ کو سلفی کہلاتے ہیں اور اپنے اس فعل پر ناز کرتے ہیں کہ ہم تقلیدِ ائمہ نہیں کرتے، ایسے غیر مقلد وہ حقیقتاً جو تقلیدِ مذموم ہے کہ کسی کا قول یا کسی کی بات کو بے دلیل مان لینا اس کے وہ مرتکب ہیں مسلکِ اہل سنت و جماعت ان کے اس مذموم رَوِش سے دور رہنے کا اور ائمۂ مجتہدین اور فقہائے مذہب اور علمائے امت کے دامن سے وابستہ ہونے کا نام مسلکِ اہل سنت ہے اور ان ائمہ کے ساتھ ادب اور نیاز مندی کا نام مسلکِ اہل سنت ہے، علامہ ابن حجر ہیتمی مکی نے یہ فرمایا کہ:

"التادب مع الائمہ خیرا کلھا۔ ائمۂ مجتہدین کے ساتھ ادب کی رَوِش پوری خیر ہے اور یہ تمام خیر ہے۔"

تو یہ مسلک اہل سنت ہوا اور اس مسلک اہل سنت کا دوسرا نام مسلک اعلیٰ حضرت ہے۔

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحابِ حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

(صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم)

عقائد میں اور دین میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا مسلک یہ ہے اور معمولاتِ اہل سنت و جماعت جن کے وہابیہ سخت مخالف ہیں اُن کی دلیل مہیا کرنا اور عوام اہل سنت کو سختی سے قائم رہنا یہ مسلکِ اعلیٰ حضرت ہی کا کام ہے اور مسلکِ اعلیٰ حضرت اس لحاظ سے معمولاتِ اہل سنت کا نام ہے اور سچی حنفیت اور نہ صرف سچی حنفیت بلکہ تقلید ائمہ پر سختی سے گامزن کرنا اور ائمۂ مجتہدین کے دامن کرم سے ہم جیسے مقلدین کو وابستہ رکھنا یہ سب اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے کارنامے اور اسی وجہ سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا نام عقائد اہل سنت کے لئے، معمولاتِ اہل سنت کے لئے اور سچی حنفیت کے لئے اور تقلید ائمۂ مجتہدین کی نیاز مندی اور ان کے ادب کے لئے ان سب باتوں کے لئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا نام پہچان ہے اور مسلکِ اعلیٰ حضرت ان سب باتوں کا نشان ہے، یہاں جو مجھ سے کہا گیا تھا، میں نے الحمد للہ تھوڑی تفصیل سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے مسلک پر اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی ذات پر کچھ اپنی بساط کے مطابق آپ کو بتا دیا اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے اور آپ کو مسلکِ اہل سنت پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے دین پر اور صحابہ (رضی اللہ عنہم) کے سچے دین پر، اہلِ بیت اطہار (رضی اللہ عنہم) کے سچے دین پر اُن کے اہل سنت کے معمولات پر اور سچی حنفیت پر اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے اور ہر حنفی کو اور تمام اہلسنت و جماعت کو جو کسی بھی امامِ مذہب کے مقلد ہیں مالکی ہوں، حنفی ہوں، حنبلی ہوں، شافعی ہوں اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو مسلکِ اہل سنت پر قائم رکھے، آمین۔

عرض... ۱: معترض (جو خود کو سُنّی بتاتا ہے اور بہت سے مسائل میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اور دیگر سُنّی علما سے اختلاف کرتا ہے) نے یہ اعتراض کیا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے بھی اپنے سے قبل کے اکابر علما سے فقہی اختلاف کیا ہے، کیا یہ درست ہے؟ اگر اختلاف فرمایا تو وہ کس نوعیت کا ہے؟

ارشاد...: معترض اگر طالب شہرت ہے اور ائمۂ مجتہدین سے اور نہ صرف ائمۂ مجتہدین سے بلکہ ائمۂ مجتہدین سے نیچے جو کسی مذہب کے مذہب حنفی کے علمائے مقلدین ہیں اگر اُن سے اختلاف کی کوئی صحیح توجیہہ رکھتا ہے اور اس کا اختلاف صحیح سمت میں ہے جب تو خیر ہے اور اگر اختلاف برائے اختلاف ہے اور اس پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی سند پیش کرتا ہے تو یہ اس کے لئے خیر کا پیغام نہیں ہے: الامور بمقاصدھا۔

اختلاف چاہنا یہ اور ہے اور اختلاف ہوجانا یہ اور ہے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کا اختلاف امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب جو مجتہد فی المذہب تھے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن سے اختلاف نہیں کیا اور ائمۂ معتمدین سے اگر کسی مسئلے میں اختلاف واقع ہوا ہے تو وہ انہی کے اقوال کی روشنی میں واقع ہوا ہے اور اگر اُس پر غور کیا جائے تو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کو منصف، ناظر منصف حنفیت سے ہرگز خارج نہیں پائے گا بلکہ یہ دیکھے گا کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ حنفیت کے اس دور میں سچے ترجمان ہیں اور وہ تشاہی کے طور پر اور تلاعب کے طور پر کسی قول کو چھوڑنے والے یا کسی قول کو پکڑنے والے نہیں ہیں بلکہ ائمۂ مذاہب کے ارشادات کا جو تقاضا ہے اُس کو پورا کرتے ہیں اور ان کا قول یا تو قول صوری کسی نہ کسی امام کا ہوگا، مذہب کے ائمۂ مذہب میں کسی کا وہ آئینہ دار ہوگا اور امام اعظم رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کا یا اُن کے اصحاب کا یا ان کے مذہب پر اُن کے مسائل پر تخریج کرنے والے ائمہ کا وہ قول صوری ہوگا یا وہ قول ضروری ہوگا۔

اختلاف کرنے کی ہمت جو صاحب رکھتے ہیں پہلے وہ قول صوری اور قول ضروری کا فرق سمجھیں اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کا رسالہ اجلی الاعلام ان الفتوی مطلقا علی قول الامام جس میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ نے یہ تحقیق فرمائی کہ فتویٰ مطلقاً امامِ اعظم رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ ہی کے مذہب پر ہوگا اور امامِ اعظم رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ ہر حال میں امامِ اعظم ہیں اور ان کے مذہب سے عدول جائز نہیں۔

اس میں احناف کرام نے جو تحقیقیں فرمائی ہیں اور جو انہوں نے تنقیحات کی ہیں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وہ سب کی سب اقوالِ امام اعظم رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ ہیں کوئی قول صوری ہے تو کوئی قول ضروری ہے تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کے اختلا ف کو دلیل بنانا یہ سخت جسارت ہے اور مجھ کو لگتا ہے کہ جو لوگ رخصتوں کے پیچھے پڑتے ہیں اور تشاہی کے ذریعے سے اپنا قد اونچا کرنا چاہتے ہیں اور تشاہی کے ذریعے سے کسی قول کو چھوڑتے ہیں اور کسی قول کو پکڑتے ہیں وہی یہ جرأت کر سکتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی رضی اللہ تبارک و تعالیٰ عنہ اس دور میں سچے ترجمانِ حنفیت ہیں اور ہم کو کیا معلوم تھا کہ کون سا قول صحیح ہے اور کون سا قول رجیع ہے اور کون سا قول احوط ہے اور کون سا قول ارفق ہے، یہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضلِ بریلوی رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کی تزکیہات کا ثمرہ ہے کہ ہم آج ان کے خوشہ چیں مذہب کی ان باتوں سے واقف ہیں اور ہمارے اوپر یہی ضروری ہے کہ جو جو ہمارے ائمۂ مذہب نے اور ائمۂ مذہب کی ترجمانی کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ نے ہم کو بتادیا اور ان کی ترجمانی کرتے ہوئے جس مسئلے کو صحیح کہا اور جس مسئلے کو راجح کہا ہم اُس کی پیروی کریں اور اُن سے اختلاف کی جسارت نہ کریں دُرِّ مختار میں فرمایا:

''اما نحن فعلینا اتباع ما رجحوہ وما صححوہ کما لو افتو فی حیاتھم۔(۱/۷۷) ہم لوگ ہمارا تو وظیفہ صرف اتنا ہے کہ ہمارے پیش رو علما نے جس مسئلے کو صحیح کہہ دیا ہم اس کو مانیں اور اُس کی پیروی کریں اور جس مسئلے کو راجح کہا اُس کی پیروی کریں جیسے کہ اُن کی زندگی میں اگر ہوتے اور وہ ہم کو فتویٰ دیتے تو ہمارے اوپر اُس کی اتباع ضروری تھی۔''

اور قولِ ضعیف پر عمل آدمی کو حرام ہے بقیہ ص ۳۲/ پر

از: غلام مصطفےٰ رضوی *

سازشیں اور قومی تقاضے

دشمنانِ اسلام کی سازشوں سے ہوشیار رہ کر مشرکین کے رسم و رواج سے احتیاط میں عافیت

''عزیزانِ وطن! پاک مذہب اسلام جس کی ساری تعلیمات کا جوہر توحید و خدا پرستی ہے اُس کا دشمن تم صرف انگریزوں کو کیوں قرار دیتے ہو؛ ہر وہ مذہبِ باطل جو دُنیا میں موجود ہے؛ یا کسی وقت اختراع کیا جاسکتا ہے، وہ اس دینِ قویم اور صراطِ مستقیم کا دشمن جانی ہے؛ کفر و اسلام میں جب کہ تضاد ذاتی ہے؛ پس یہ محالِ عقلی ہے کہ کوئی مذہبِ کفر ٹھنڈی آنکھوں سے اسلام کو دیکھنا گوارا کرے؛ ہاں! مجبوری معذوری کی اور بات ہے، قرآن کریم نے سیکڑوں جگہ اسی کی خبر دی ہے، پس مسلمانوں کو خود اپنے آپ میں قوت پیدا کرنے کی ضرورت ہے، نہ کہ غیر قوم میں جذب و مدغم ہونا، یہی شریعت کا فتویٰ ہے اور یہی عقلِ سلیم کا حکم۔''

(النور، ص ۲۰۹، مطبوعہ ۱۹۲۱ء)

مذکورہ تمہیدی اقتباس ایک صدی پیش تر مفکر اسلام پروفیسر سید سلیمان اشرف بہاری (خلیفۂ اعلیٰ حضرت و سابق صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) نے ارشاد فرمائے، جنھوں نے اسی زمانے میں ہندوؤں کی اسلام دُشمنی کو بھانپ لیا تھا، اور ہندو مسلم اتحاد کی اس وجہ سے مخالفت کی تھی کہ اس سے اسلامی شعائر رفتہ رفتہ زَد میں لائے جارہے تھے، اسلامی تشخص مٹانے کی کوششیں کی جارہی تھیں۔

اسلام سب سے بڑی سچائی ہے، تمام مذاہب باطل؛ اسلام کے دُشمن ہیں، اسلام کے مقابل انگریز نے سازشوں کے جال بنے، مسلمان! انگریز کے خلاف تھے لیکن ہندوؤں سے اشتراک و اتحاد کرلیا جس کا مقصد ظاہری ملک کو انگریزی استبداد سے آزاد کرانا تھا، جب کہ انگریز بھی دُشمن تھے اور ہنود بھی، پھر ہنود سے اتحاد کی مہم جو ایک صدی قبل چلائی گئی اُس کے منفی اثرات اُسی زمانے میں ظاہر ہونے شروع ہوئے۔

نتائج

[۱] آزادی کے وقت حکومت بجائے مسلمانوں کو لوٹانے کے مشرک لیڈران کو دی گئی تا کہ مسلمان دوبارہ اقتدار نہ پاسکیں، جب کہ انگریز نے حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی۔

[۲] ادغام و اشتراک کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوؤں کے کئی مراسم مسلم معاشرے میں اپنے پنجے گاڑنے میں کامیاب ہوئے، مذہبی روح اس سے متاثر ہوئی، جن مراسم سے نفرت کرنی تھی؛ ان سے انسیت بڑھی؛ آج جو بعض افراد ہولی، دیوالی، گنپتی جیسے شرکیہ معاملات میں شامل ہوجاتے ہیں یہ اسی ادغام و اشتراک کا نتیجہ ہے۔

[۳] حالات کے زیر اثر جہاں جہاں مسلمانوں نے مشرکین سے مل کر تحریکیں چلائیں وہیں ہماری ترقی کا گراف زوال پذیر ہوا، نان کوآپریشن کے نتیجے میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، مدرسہ عالیہ کلکتہ اور اسلامیہ کالج لاہور تعلیمی دھارے میں پیچھے رہ گئے، اس خلا کے اثرات آج بھی محسوس کیے جارہے ہیں۔

[۴] موجودہ حالات میں تحریکیں بے اثر ہو کر رہ گئیں، کہیں کوئی اثر مسلمانوں کے نہیں ظاہر ہو رہا ہے جس کا سبب یہی ہے کہ ادغام و اشتراک نے مسلمانوں کی کمزوری ظاہر کی ہے جس کا فائدہ فرقہ پرست قوتیں پورا اُٹھا رہی ہیں، نمازیں انھیں کھٹک رہی ہیں، اذانوں سے وہ جل رہے ہیں، نمازِ جمعہ کے خلاف وہ کھل کر سامنے آرہے ہیں، کہیں کہیں قیادت دَر پردہ مشرکین سے متحد ہے یا کم از کم مرعوبیت کا شکار ہے۔

احوال وطن

[۵] انگریز کو ہم نے دُشمن جانا، مشرکین کو دوست سمجھا، جب کہ دونوں ہی دُشمن ہیں، آج یہی وجہ ہے کہ فرقہ پرست قیادت کہیں اسرائیل سے معاہدے کر رہی، کہیں امریکہ سے دفاعی اشیا کے سودے کر رہی، ان کے اتحاد کا میدان تمام دُشمنانِ اسلام ہیں، پھر کیوں یہ ہمارے ہمدرد ہو سکتے ہیں؟

[۶] جب کہ ان مسلم مخالف طاقتوں سے اشتراک کا ہی نتیجہ ہے کہ آج بعض مسلم مراکز کی حکومتیں اسرائیل و امریکہ کے آگے جھکی ہوئی ہیں؛ لیکن اپنوں سے ملنے کا شعور نہیں آ رہا ہے۔

ہماری ذمہ داری

ہمیں جو تکالیف پہنچ رہی ہیں وہ ہمارے ہی اعمال کا نتیجہ ہے، ہماری ہی غفلت کے سبب وارد ہوئی ہیں، قرآن پاک کا ارشاد گرامی ہے:

”وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۔ (سورۂ شوریٰ: ۳۰) اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا اور بہت کچھ تو معاف فرما دیتا ہے۔“ (کنزالایمان)

جو مصائب و آلام ہیں یہ ایک صدی پیش تر غلط قیادت یا قیادت کے غلط فیصلوں کے تسلیم و قبول کے نتائج ہیں، مشرکین سے مذہبی بنیادوں پر محبت کی جو کوششیں ہوئیں ان سے مسلمان اپنے اسلامی فیصلوں سے دور جا پڑے، اپنے ہی ہاتھوں مشرکین کو مسلط کرنے میں مدد دی، اپنے ہی ہاتھوں اپنے شعائر سے دوری بنائی، ذبح، معمولات، حرمتِ منبر کو تج دیا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کسی دور میں چاہے آزادی سے قبل کا دور ہو یا بعد کا مشرکین نے کوئی رو رعایت نہیں کی، مسلمانوں کو نقصان پہنچایا اور مسلمان اس امید پر کہ اتحاد نہ ٹوٹے؛ سب برداشت کیا، جس کے خوف ناک اثرات آج جھیل رہے ہیں، ہم نے مشرکین کو مسلط کیا اب وہ جو غالب آئے اس پر چیخ رہے ہیں، اس کا حل صرف یہ ہے کہ:

[۱] ہم احکامِ الٰہی و قوانین اسلام کے پابند ہو جائیں، مشرکین سے اتحاد سے بچیں جس سے مذہبی امور میں مداخلت کا اندیشہ ہو۔

[۲] شرعی فیصلوں کی پابندی کریں تو کسی خلافِ شرع قانون کی حیثیت باقی نہیں رہ سکے گی۔

[۳] غیر شرعی کورٹوں میں اپنے مقدمات نہ لے جائیں بلکہ شرعی اصولوں کی پیروی کریں۔

[۴] طلاق سے گریز کریں، نوبت آ جائے تو شریعت کی پاس داری لازم جانیں۔

[۵] اپنے شعائر کی پاسداری کریں۔

[۶] دینی تعلیم سے رغبت پیدا کریں، بچوں میں دین داری کو رواج دیں، پھر دنیوی تعلیم کے منفی اثرات سے بچ سکیں گے۔

[۷] ملک سے وفاداری کریں لیکن شرکیہ مراسم کو ہر گز قبول نہ کریں بلکہ ان سے نفرت کریں، بچوں کو مراسمِ شرک سے نفرت دلائیں۔

[۸] مشرکین یا مذاہب باطل کے تہواروں میں شرکت اور مبارک و تہنیت سے بچیں اور بچائیں۔

[۹] علم دین سیکھنے سکھانے میں مدد دیں، مدارسِ اسلامیہ سے رشتے بحال کریں، علما کا احترام لازم جانیں۔

[۱۰] ایسی قیادت سے گریز کریں جو مشرک قائدین سے اتحاد برتے اور مشرکین کی تکریم کر کے مسلمانوں کو غلط روی کی دعوت دے۔

[۱۱] اسلامی احکام کی ساختہ تاویل، معذرت خواہانہ توجیہ سے بچیں۔

اسلام پر استقامت اختیار کریں، یاد رکھیں! اللہ کی رحمتوں کا نزول اللہ و رسول کی رضا میں ہے، جو مشرکین کو خوش کرنے کو کوشاں ہیں ان سے ہمیں کوئی عزت نہیں مل سکتی، ہمیں سرخروئی احکام الٰہی و قوانین اسلام کی اطاعت و پیروی میں ملنی ہے، اس لیے اپنے مذہبی تشخص کی سلامتی کے لیے بیدار رہ کر جئیں۔

◆◆◆



دوسری قسط

از: ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی*

بمبئی میں اعلیٰ حضرت کی علمی مجلسیں

گزشتہ سے پیوستہ

بمبئی کے مستفتدین

شہر بمبئی کے استفتا کرنے والوں اور سوال کرنے والوں میں علما و مشائخ، تجار و دانشور اور عوام الناس بھی ہیں، فتاویٰ رضویہ کی مختلف جلدوں میں ایسے اسما کثرت سے موجود ہیں، ہم چند اہم علما و مشائخ کے اسمائے گرامی کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں، حضرت علامہ سید شاہ حامد حسین صاحب خطیب و امام قصائی محلہ مسجد بمبئی، حضرت مفتی محمد عمر الدین ہزاروی صاحب خطیب و واعظ و مفتی و مدرس مدرسہ محمدیہ بمبئی، حضرت علامہ عبد الواحد خان صاحب خطیب و واعظ شہر بمبئی، حضرت مولانا محمد جہانگیر صاحب خطیب و امام جامع مسجد باندرہ بمبئی وغیرہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔

۱۳۱۳ھ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے رسالہ "منیر العین" تصنیف فرمایا، اس کے خاتمہ میں رقم فرماتے ہیں:

"یہ چند جملے لوحِ دل پر نقش کر لینے ہیں کہ بعونہ تعالیٰ اس تحریر نفیس کے ساتھ شاید اور جگہ نہ ملیں، وباللہ التوفیق وله الحمد، الحمد للہ القادر القوی علم اما علم وصلی الله تعالیٰ علی ناصر الضعیف وآله وسلم۔ قبول ضعیف فی فضائلِ الاعمال کا مسئلہ جلیلہ ابتداً مسودۂ فقیر میں صرف دو افادۂ مختصر ہیں، بارگاہِ مفیض علوم و نعم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بحمد اللہ تعالیٰ نفائس جلیلہ کا اضافہ ہوا، افادہ شازدہم [۱۶] سے یہاں تک آٹھ افاداتِ نافعہ اسی مسئلہ کی تحقیق میں القا ہوئے، قلم روکتے روکتے اتنے اوراق املا ہوئے۔ امید کی جاتی ہے کہ اس مسئلہ کی ایسی تسجیل جلیل و تفصیل جزیل اس تحریر کے سوا کہیں نہ ملے، مناسب ہے کہ یہ افادے اس مسئلہ خاص میں جدا رسالہ قرار دیے جائیں اور بلحاظِ تاریخ "الهادی الکاف فی حکم الضعاف" لقب پائیں۔" [فتاویٰ رضویہ، طبع بمبئی، ۲/ ۴۸۱]

۱۳۱۶ھ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے رسالہ "الوفاق المتین" تصنیف فرمایا، اس رسالہ کے خاتمہ میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"اس فقیر حقیر اور مولانا مولوی عمر الدین صاحب کو کہ اس نفیسہ جلیلہ کے محرکِ تالیف اور "الدال کفاعله" کے مصداق منیف ہوئے اور عالی ہمتانِ زمن محبانِ دین وسنن حاجی اسحاق آدم صاحب صباغ پلندری و حاجی ابو، حاجی حبیب صاحب میمن ایمن حفظهما الله تعالیٰ عن الفتن و المحن کو، جن کی ہمت بلند سے اصل کتاب اور جامع فضائل قامع رزائل مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب قادری نقشبندی شاذلی سلمہ العلی والولی کو، جن کی سعی جمیل سے یہ اجزا تذئیل جلیل منطبع اور اہل سنت ان جواہر دینیہ سے منتفع ہوئے، دعائے عفو و عافیت و خیر و برکات دنیا و آخرت سے یاد فرمائیں۔" [فتاویٰ رضویہ، طبع بمبئی، ۴/ ۳۷۶]

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں:

"۱۳۱۷ھ میں فتاویٰ الحرمین لرجف ندوة المین بمبئی ہی سے شائع ہو کر عام ہوئی تھی، یہ کتاب ندوہ کی اعتقادی بے راہ روی پر ہے، جس میں علما و مشائخ حرمین کی تقریظیں ہیں۔" [الملفوظ، طبع بریلی، ۲/ ۹]

مفتی بمبئی

تاریخ بمبئی کے ان ایام میں، جس کا تذکرہ ہوا اور ہو رہا ہے،

بحیثیت عالم ربانی وخطیب لاثانی، باطل شکن مناظر ومصنف، مجاہد سنیت اور مفتی بمبئی حضرت مولانا شاہ محمد عمر الدین قادری رضوی ہزاروی قدس سرہ القوی کا اسم گرامی بہت نمایاں وروشن ہے، آپ کا وطن اصلی کاٹھیاوار، گجرات تھا، آپ کے آبا واجداد نقل مکانی کر کے قصبہ کوٹ نجیب اللہ، ہری پور، ضلع ہزارہ [جو تقسیم ہند کے بعد پاکستان میں ہے] سکونت پذیر ہو گئے تھے، وہیں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی، ہزارہ کے مشہور زمانہ عالم دین علامہ فیض عالم علیہ الرحمہ مصنف ''وجیز الصراط'' آپ کے عم زاد بھائی تھے، والد واجداد کے اسمائے گرامی یہ ہیں: محمد عمر الدین بن مولانا محمد قمر الدین بن علاء الدین بن مراد بخش بن گل محمد۔

ابتدائی تعلیم ہزارہ میں ہی پائی، اعلیٰ تعلیم کے لیے بمبئی وارد ہوئے اور مشہور وبافیض درسگاہ جامعہ محمدیہ ملحق جامع مسجد بمبئی داخل درس ہوئے، اساتذۂ عظام میں مشہور خلائق بافیض عالم و بزرگ حضرت علامہ محمد عبید اللہ مکی صدر مدرس جامع محمدیہ بمبئی بطور خاص قابل ذکر ہیں، تکمیل تعلیم کے بعد آپ یہیں کے ہو کر رہ گئے، جامع محمدیہ میں مدرس ہوئے اور پھر صدر مدرس بھی ہوئے، دار الافتا کی ذمہ داری بھی انجام دیتے تھے، بے حد مقبول وہر دل عزیز خطیب وواعظ تھے، آپ کا خطاب ایمان افروز اور باطل سوز ہوا کرتا تھا، ٹھوس علمی مضامین بھی لکھتے تھے، تاریخ ساز ریکارڈ قائم کرنے والے ماہنامہ ''تحفہ حنفیہ'' پٹنہ میں آپ کے کئی مضامین نظر سے گزرے ہیں، صاحب تصانیف بھی تھے، نصف درجن سے زائد علمی وتحقیقی وتردیدی کتب ومقالات آپ کے شاہکار قلم کی یادگار ہیں، میدان مناظرہ کے بھی آپ شہسوار تھے، بد مذہبوں کے ساتھ ساتھ آپ بے دینوں آریوں وعیسائیوں سے بھی برسر پیکار رہے، سیکڑوں بدعقیدہ اور بے دین غیر مسلم آپ کے ہاتھوں مشرف باسلام ہوئے۔

حضرت مفتی محمد عمر الدین قادری رضوی ہزاروی تاج الفحول حضرت شاہ محمد عبد القادری بدایونی کے فیض یافتہ اور مرید وخلیفہ تھے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری سے والہانہ تعلق خاطر تھا، ان کے علم نافع، عمل صالح اور جاں باز دینی وعلمی کارناموں اور دلی و روحانی تعلق [جس کا محبت بھرا ذکر اعلیٰ حضرت کی متعدد تحریروں میں ہوا ہے۔] کی بنیاد پر اعلیٰ حضرت نے بھی انہیں اجازت وخلافت سے مشرف کیا تھا، عمر کے آخر حصے میں اپنے وطن مراجعت فرمائی، ۱۴؍شعبان المعظم ۱۳۴۹ھ/ ۲/۱/۱۹۳۱ء کو عین شب برأت کی [رات] مبارک ومسعود ساعت میں وفات پائی، تفصیل دیکھیں:

[۱] تذکرہ علما ومشائخ سرحد، از امیر شاہ قادری، طبع پشاور، بحوالہ ''تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت'' از محقق صادق قصوری وڈاکٹر مجید اللہ قادری، طبع کراچی، ۱۹۹۲ء، ص ۲۶۹: ۲۷۰۔

[۲] تذکرہ علمائے اہل سنت، از مفتی محمود احمد رفاقتی، طبع لائل پور، بار دوم ۱۹۹۲ء، ص ۱۸۱:۔

حج وزیارت

پہلا حج اعلیٰ حضرت نے اپنے والدین کریمین اور متعلقین کے ساتھ ۱۲۹۶ھ میں کیا تھا، ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ دوسرے حج وزیارت کے لئے تشریف لے گئے، تو یہ سفر مبارک بمبئی ہی سے ہوا، جب بریلی سے بمبئی پہنچے، تو کیا کیا ہوا، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ہی کی زبان سے سنیے، واضح رہے کہ یہ سفر مبارک اعلیٰ حضرت کا بالکل اچانک حکمتِ الٰہیہ کے مطابق ہوا تھا، دونوں کی روداد اعلیٰ حضرت کے الفاظ میں یہ ہے:

طوفان شدید

''پہلی بار کی حاضری حضراتِ والدین ماجدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے ہمراہِ رکاب تھی، اس وقت مجھے تئیسواں [۲۳] سال تھا، واپسی تین دن طوفانِ شدید رہا تھا، اس کی تفصیل میں بہت طول ہے، لوگوں نے کفن پہن لیے تھے، حضرتِ والدہ ماجدہ کا اضطراب دیکھ کر ان کی تسکین کے لیے بے ساختہ میری زبان سے نکلا کہ:

آپ اطمینان رکھیں، خدا کی قسم یہ جہاز نہ ڈوبے گا، یہ قسم میں نے حدیث ہی کے اطمینان پر کھائی تھی، جس میں کشتی پر سوار ہوتے وقت غرق سے حفاظت کی دعا ارشاد ہوئی ہے، میں نے وہ دعا پڑھ لی تھی، لہٰذا حدیث کے وعدۂ صادقہ

پر مطمئن تھا، پھر بھی قسم کے نکل جانے سے خود مجھے اندیشہ ہوا اور معاً حدیث یاد آئی: مَن یَتَالَّ عَلیَ اللہِ یُکَذِّبُہٗ، حضرت عزت کی طرف رجوع کی اور سرکارِ رسالت سے مدد مانگی، الحمدللہ کہ وہ مخالف ہوا کہ تین دن سے بشدت چل رہی تھی، دو گھڑی میں بالکل موقوف ہوگئی اور جہاز نے نجات پائی، ماں کی محبت، وہ تین شبانہ روز کی سخت تکلیف یاد تھی، مکان میں قدم رکھتے ہی پہلا لفظ مجھ سے یہ فرمایا کہ: حج فرض اللہ تعالیٰ نے ادا فرما دیا، اب میری زندگی بھر دوبارہ ارادہ نہ کرنا، ان کا یہ فرمانا مجھے یاد تھا اور ماں باپ کی ممانعت کے ساتھ حج نفل جائز نہیں، یوں خود ادا کرنے سے مجبور تھا۔

لکھنؤ سے روانگی

یہاں سے ننھے میاں [برادرِ خورد] اور حامد رضا خان [خلفِ اکبر] مع متعلقین بارادۂ حج روانہ ہوئے، لکھنؤ تک ان لوگوں کو پہنچا کر واپس آ گیا، لیکن طبیعت میں ایک قسم کا انتشار رہا، ایک ہفتہ یہاں رہا، طبیعت سخت پریشان رہی، ایک روز عصر کے وقت زیادہ اضطراب ہوا اور دل وہاں کی حاضری کے لیے زیادہ بے چین ہوا، بعد مغرب مولوی نذیر احمد صاحب کو اسٹیشن بھیجا کہ جا کر بمبئی تک سکنڈ کلاس رزرو کروالیں کہ نمازوں کا آرام رہے، انھوں نے اسٹیشن ماسٹر سے گاڑی مانگی، اس نے پوچھا، کس ٹرین سے ارادہ ہے، انہوں نے کہا، اسی شب کے دس بجے والی سے، وہ بولا، یہ گاڑی نہیں مل سکتی، اگر آپ کو اس سے جانا تھا، تو چوبیس گھنٹے پیشتر اطلاع دیتے، بے چارے مایوس ہو کر لوٹنا چاہتے تھے کہ ایک [ٹکٹ کلکٹر] جو قریب رہتا تھا، مل گیا، اس نے کہا، تم گھبراؤ مت، میں چلتا ہوں اور اسٹیشن ماسٹر سے جا کر کہا کہ یہ تو مجھ سے کل کہ گئے تھے، میں آپ سے کہنا بھول گیا، اس نے ایک سوتریسٹھ روپے پانچ آنے لے کر سکنڈ کلاس کا کمرہ رزرو کر دیا۔

ماں کی اجازت

عشا کی نماز سے اولِ وقت فارغ ہولیا، شکرم بھی آ گئی، صرف والدہ ماجدہ سے اجازت لینا باقی رہ گئی، جو نہایت اہم مسئلہ تھا اور گویا اس کا یقین تھا کہ وہ اجازت نہ دیں گی، کس طرح عرض کروں اور بغیر اجازتِ والدہ حج نفل کو جانا حرام، آخر کا اندر مکان میں گیا، دیکھا کہ والدہ ماجدہ چادر اوڑھے آرام فرماتی ہیں، میں نے آنکھیں بند کر کے قدموں پر سر رکھ دیا، وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھیں اور فرمایا: کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: حضور! مجھے حج کی اجازت دے دیجیے، پہلا لفظ جو فرمایا: یہ تھا کہ ''خدا حافظ'' یہ انہیں دعاؤں کا اثر تھا، میں الٹے پیروں باہر آیا اور فوراً سوار ہو کر اسٹیشن پہنچا، بعد واپسی کے معلوم ہوا کہ میں اسٹیشن تک بھی نہ پہنچا ہوں گا، انہوں نے فرمایا: میں اجازت نہیں دیتی، اسے بلالو، مگر میں جا چکا تھا، کون بلاتا، چلتے وقت جس لگن میں مَیں نے وضو کیا تھا، اس کا پانی میری واپسی نہ پھینکنے دیا کہ اس کے وضو کا پانی ہے۔

بمبئی تار

بریلی کے اسٹیشن سے میں نے ایک تار اپنی روانگی کا بمبئی روانہ کیا، وہاں سب نے یہ خیال کیا کہ شاید حسن میاں [اعلیٰ حضرت مدظلہ کے منجھلے بھائی] تشریف لا رہے ہیں، اس واسطے کہ ان کا سالِ آئندہ میں ارادہ تھا، میرا کسی کو گمان بھی نہ تھا، غرض دن کے دن تک سب کو تذبذب رہا۔

آگرہ میں تاخیر

اِدھر مجھے راستے میں ایک دن کی دیر ہوگئی کہ آگرہ پر میل نکل گیا اور ہماری گاڑی نے پسنجر کا انتظار کیا، مولوی نذیر احمد صاحب نے اسٹیشن ماسٹر سے پوچھا کہ ہماری گاڑی کاٹ کر کیوں جدا کر لی، کہا، میل رزرو نہ تھا، آپ کو پسنجر میں جانا ہوگا، یہاں تک کہ وہ دن آ گیا، جس روز حجاج بمبئی کے قرنطینہ میں داخل ہونے والے تھے اور میں اس وقت تک نہ پہنچ سکا، اب سخت مشکل کا سامنا تھا کہ ہمارے لوگ قرنطینہ میں داخل ہو جائیں گے اور میں رہ گیا، اب جانا کیوں کر ہوگا، یہ دن پنج شنبہ کا ہے، تار آ چکا تھا کہ پنج شنبہ کو بھپارا ہو کر لوگ قرنطینہ میں داخل ہو جائیں۔

بمبئی میں استقبال

اڑی کٹ جانے نے یہ تاخیر کی کہ میں جمعہ کے دن صبح آٹھ بجے پہنچا، اسٹیشن پر دیکھا، بمبئی کے احباب کا ہجوم ہے، حاجی قاسم وغیرہ گاڑیاں لیے موجود ہیں، سلام ومصافحہ کے بعد پہلا لفظ، جو انہوں نے کہا، یہ تھا کہ شہر کو نہ چلیے، سیدھے قرنطینہ چلیے، ابھی آپ کے لوگ داخل نہیں ہوئے ہیں، میں شکر الٰہی بجالایا اور اپنے لوگوں کے ساتھ داخل قرنطینہ ہوا، یہ حدیث کی انہیں دعاؤں کی برکت تھی کہ گئی ہوئی مراد عطا فرمائی، میں نے واقعہ پوچھا، وہاں کے لوگوں نے کہا، عجب ہے اور سخت عجب، ایسا کبھی نہ ہوا تھا، پنج شنبہ کو روزِ موعود پر ڈاکٹر آیا اور آدھے لوگوں کو بھپارا دیا کہ دفعۃً اسے سخت گھبراہٹ پیدا ہوئی اور کہا کہ باقی کا بھپارا کل ہوگا، یوں تمہارے لوگ باقی رہ گئے۔

ٹکٹ کی تبدیلی

اب ایک اور دقت پیش آئی کہ اس جہاز کا ٹکٹ بالکل تقسیم ہو چکا تھا، جس میں ہمارے لوگ جانے والے تھے، بہ مجبوری دوسرے جہاز کا ٹکٹ خریدا اور وہ بھی تیسرے درجے کا ملا، جس کی حکمت آگے ظاہر ہوگی اور حدیث کی دعائیں پڑھیں کہ سرکار مجھے اپنوں کا ساتھ عطا فرمائیں، ان سے چھوٹ کر میں تنہا کیوں کر حاضر ہوؤں گا، تلاش کی گئی کہ اس جہاز میں کوئی صاحب ایسے ہیں، جو اکیلے جانے والے ہوں، جنہیں یہ اور وہ دونوں جہاز برابر ہوں، مولیٰ تعالیٰ کی رحمت کہ ایک بڑے میاں ہمارے ہی ضلع بریلی مقام بہیڑی کے ساکن مل گئے، جنہوں نے بخوشی ٹکٹ بدل لیا، وہ اس جہاز میں گئے اور میں بفضلہ تعالیٰ اپنے ساتھیوں کے جہاز میں رہا۔

سرکار کا کرم

رکار نے پہلا ٹکٹ تیسرے درجے کا اسی لیے دلوایا تھا کہ وہ بڑے میاں ملنے والے تھے، جن کا ٹکٹ تیسرے ہی درجے کا تھا، ان سے تبدیل میں مالی نقصان نہ ہو، بعد قرنطینہ اس جہاز پر سوار ہو کر سوا سو روپے داخل کر کے اوّل درجے کا ٹکٹ تبدیل کرالیا۔

عدن میں سمت قبلہ

جب عدن کے قرب جہاز پہنچا، میں نمازِ عصر پڑھ رہا تھا، نماز میں ایک عربی صاحب کی آواز میرے کان میں پہنچی کہ سمتِ قبلہ یہ نہیں ہے، میں نے کچھ خیال نہ کیا، اس لیے کہ میں مؤامرہ ہندسیہ سے عدن اور کامران کی سمتِ قبلہ نکال چکا تھا، وہ اتنی دیر کہ میں نے نماز پڑھی، وظیفہ پڑھا، بیٹھے رہے، جب میں فارغ ہوا، تو ان سے پوچھا، اس وقت بتائیے، سمتِ قبلہ کس طرف ہے اور پانچ منٹ پہلے کس طرف تھی اور حساب لگا کر سمجھایا کہ اس وقت سمتِ قبلہ ہی پر نماز ہوئی، جس کو انہوں نے بھی تسلیم کرلیا۔'' [الملفوظ، طبع بریلی، ج ۲، ص ۲ تا ۵]

بمبئی واپسی

اعلیٰ حضرت قدس سرہ سفر حرمین طیبین سے جدہ کراچی ہوتے ہوئے بمبئی واپس تشریف لائے، تو اب فرماتے ہیں:

''بمبئی کے احباب وہاں لے جانے پر مصر ہوئے، وہاں جانا پڑا، مولوی حکیم عبد الرحیم وغیرہ احبابِ احمد آباد خبر ہوئی، آدمی بھیجے، باصرار احمد آباد لے گئے، زنانہ سواریوں کو بمبئی سے محمد رضا خان اور حامد رضا خان کے ساتھ روانہ کر دیا تھا، میں کراچی میں اترنے کے ایک مہینہ بعد مکان پر پہنچا، وہاں [مکۂ مکرمہ] وہابیوں خذلہم اللہ تعالیٰ کو بفضلہ تعالیٰ جب شدید ذلتیں اور ناکامیاں ہوئیں، المرجوفون فی المدینہ کی وراثت سے یہاں یہ اڑا رکھی کہ معاذ اللہ فلاں قید ہو گیا ہے، بمبئی آ کر یہ خبر سنی۔''

تہنیتی اجلاس

''احباب نے ایک مجلس منعقد کی اور چاہا کہ ان لوگوں کی نسبت کچھ کہہ دیا جائے، واحدِ قہار نے ان کا کذب [جھوٹ] خود ہی سب روشن کر دیا تھا، مجھے کہنے کی کیا ضرورت تھی، ہاں! اتنا ہوا کہ آیۂ کریمہ ''انا فتحنا لك فتحا مبینا'' کا بیان کیا اور اس میں فتح مکہ معظّمہ اور اس سے پہلے صلح حدیبیہ کی حدیث ذکر کی، اس میں کہا کہ حضور اقدس بقیہ ص ۳۴ پر

ص ۵۱ رکابقیہ..............................

ایوارڈ یافتگان

(1) پیر طریقت حضرت سید شاہ محمد بادشاہ میاں صاحب قبلہ واسطی بلگرامی (2) علمبر دار اہل سنت حضرت مفتی غلام محمد یٰسین صاحب قبلہ ناظم اعلیٰ الجامعۃ النظامیہ ملک پور (3) فقیہ عصر حضرت علامہ مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی صاحب قبلہ (4) مفکر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد سجاد صاحب مصباحی، کلکتہ (5) ناشر مسلک اعلی حضرت حافظ وقاری مولانا محمد مشاق جیلانی منظری جنرل سکریٹری جماعت رضائے مصطفیٰ شاخ سب ڈویژن بائسی (6) فاضل جلیل حضرت مولانا محمد فیاض احمد اشرفی صاحب، بنگال۔

اخیر میں صلاۃ وسلام کے بعد حضرت مولانا مرغوب صاحب قبلہ (خطیب وامام جامع مسجد بازبیریا) کی دعا پر اجلاس کا اختتام ہوا، اجلاس میں شریک مذکورہ شخصیات کے علاوہ ادیب شہیر حضرت مولانا احمد رضا صاحب قبلہ (پرنسپل الجامعۃ الرضویہ کلیان ممبئی) ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، معمار ملت حضرت مولانا غلام ناصر صاحب قبلہ، شاعر اسلام حضرت، مولانا مسجد رضا پورنوی ثم بنارسی صاحب قبلہ، حضرت مولانا محمد اخلاق احمد نعیمی صاحب قبلہ عالی جناب، ماسٹر محمد سالم قادری صاحب قبلہ وغیرہم موجود رہے۔ ◆◆◆

مولانا محمد معراج عالم مرکزی، جماعت رضائے مصطفیٰ شاخ بائسی

ص ۵۵ رکابقیہ..............................

سراج العلوم سیوان کے وہابی استاذ ومفتی بیٹھے ہیں مولانا لال پیلے ہوگئے، وہیں برس پڑے اور گھر والے سے کہا اس کو ابھی فوراً اسٹیج سے نیچے اتارو، بے غیرت وہابی اترنہیں رہے تھے لیکن گھر والے نے زبردستی نیچے اتارا، اسی طرح کا ایک واقعہ آبروئے فکر وقلم، مجاہد مسلک اعلیٰ حضرت علامہ رحمت اللہ صدیقی ممبئی نے بیان فرمایا کہ آپ کی سسرال میں وہابی مولوی عبدالحنان آ گیا، آپ اس منحوس کو دیکھ کر آگ بگولا ہو گئے، پہلے فوراً وہاں اسے بھگایا، پھر سسرال والوں کی خوب خبر لی۔

اس طرح کے بیشمار واقعات قادری صاحب علیہ الرحمہ کے حوالے سے مل جائیں گے لیکن اس مختصر سی میں تحریر اس کی گنجائش کہاں؟ بہرحال! سارب کے سنیوں پر خاص کر اہل سیوان پر معمار ملت حضرت علامہ شبیہ القادری صاحب علیہ الرحمہ کے بے شمار احسانات ہیں، اللہ ربّ العزت ان کے درجات بلند فرمائے، آمین، میں اپنی گفتگو حضرت کے لکھے منقبت کے ان چار مصرعوں پر ختم کرتا ہوں: ؎

ہمیں حسن عمل بس مفتی اعظم پسند آیا
انہیں میں انما یخشیٰ کا بھی عالم پسند آیا
یہ قسمت تھی اسی کی مفتی اعظم کی نظروں میں
شبیہ القادری ناچیز تھا تاہم پسند آیا

◆◆◆

معمار ملت کو مفتی اعظم نے خوب نوازا تھا

یہ خبر نہایت رنج وملال کے ساتھ سننے کو ملی کہ پوکھریرا شریف کا بطل جلیل، عالم ربانی، حضرت علامہ شبیہ القادری رحمۃ اللہ علیہ دار فانی کو چھوڑ گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ علامہ شبیہ القادری رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر ومرشد سرکار مفتی اعظم ہند کے سچے پکے شیدائی وعاشق صادق تھے، مرشد گرامی نے بھی نوازنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی، میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ سرکار مفتی اعظم ہند ایک مرتبہ اپنے سر کا عمامہ شریف اتار کر آپ کے سر پر سجا دیا جو بڑی سعادت مندی کی بات ہے۔

سیوان اور اس کے اطراف میں سنیت ورضویت اور مسلک اعلی حضرت کی جو شمع روشن ہے اس میں آپ کا اہل حصہ تھا، اللہ کرے آپ کے لگائے دینی وعلمی باغ مدرسہ محی العلوم اور غوث الوری عربک کالج سیوان کے ساتھ آسی جامع مسجد اور بلال مسجد کوشاد وآباد رہیں، دعا ہے مولیٰ تعالیٰ آپ کی تربت پر بے شمار رحمت وغفران کی بارش فرمائے اور اہل خانہ کے ساتھ تلامذہ، معتقدین ومریدین کو صبر پر اجر بخشے، آمین، مدیر ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف قابل مبارکباد ہیں جنھوں نے معمار ملت کی حیات و خدمات پر ایک علمی گلدستہ سجایا ہے۔ فقیر محمد حامد رضا رحمانی

دار العلوم رحمانیہ حامدیہ پوکھریرا شریف، سیتامڑھی، بہار

اسلامیات

چہ می گوئیاں

سارے مضامین عمدہ اور متنوع ہیں

(از: مولانا انصار احمد مصباحی
رکن جماعت رضائے مصطفےٰ، شاخ اتر دیناج پور

ماہ نامہ سنی دنیا بریلی شریف، ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور، کنز الایمان دہلی، ماہ نامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف جیسے موقر اور معیاری اردو مذہبی ماہ نامے اپنی پرانی ساکھ اور شناخت قائم رکھتے ہوئے مکمل آب و تاب کے ساتھ تسلسل سے شائع ہو رہے ہیں، اردو ادبی رسائل کی بات کریں تو اس کا دامن اب بھی بہت کشادہ ہے۔

دنیا بھر میں اردو پڑھنے والوں کی تعداد 20/کروڑ سے زائد ہے، یہ تعداد جرمنی، فرانس اور ایران کی مجموعی آبادی سے بھی زائد ہے، بھارت میں اردو بولنے والوں کی سب سے بڑی تعداد (لگ بھگ 100/ملین) بستی ہے، اردو پاکستان کی دفتری اور سرکاری زبان ہے، برصغیر کے علاوہ متحدہ عرب امارات میں 13%/بحرین میں 11%/افغانستان میں 8%/ماریشس میں 6%/لوگ اردو بولتے اور لکھتے ہیں۔

حیرت ہے اردو بولنے والوں کا تناسب ہند و پاک کے بجائے خلیجی عرب ممالک (یو اے ای، عمان، سعودی، بحرین وغیرہ) میں زیادہ ہے، امریکہ، برطانیہ، انڈونیشیا، فرانس، اسپین اور جرمنی میں اردو والوں کا حلقہ روز افزوں بڑھ رہا ہے، دنیا میں سب سے زیادہ بولی جانے والی زبانوں میں اردو کا نمبر دسواں ہے، دوسرے نمبر پر موجود ہندی بھاشا بھی کئی معنوں میں اردو کی سگی بہن ہے؛ بلکہ کئی معنوں میں اردو اس کی ماں ہے، چوتھے نمبر پر عربی ہے، جو اردو کا ہم رسم زبان ہے، مطلب یہ کہ اردو کا مستقبل بہت روشن ہے، اردو خواں طبقہ کی تعداد دوسری کئی زبانوں کی بہ نسبت بڑھ رہی ہے۔

اس کے باوجود عالمی پیمانے پر پرکھا جائے تو پھر بھی اردو کا اشاعتی تناسب بہت پیچھے دکھائی دے رہا ہے، تعداد کے اعتبار سے اشاعت، معیار اور تنوع میں کئی گنا اضافے کی ضرورت ہے۔

تنہا ایران میں پندرہ سو سے زائد رسائل فارسی زبان میں ہر ماہ شائع ہوتے ہیں اور پڑھے جاتے ہیں، فرانسیسی (فرینچ) میں یہ تعداد دو ہزار سے آگے جاتی ہے، دنیا میں پڑھنے کا رجحان کم ضرور ہوا ہے، رُکا نہیں، دیگر زبانوں کی طرح اردو کا دامن ظاہری اسباب سے مالا مال نہیں، مطلب نہ سرکاری سرمایہ ڈھنگ سے مل پاتا ہے، نہ ہی یہ زبان کاروبار اور معاش سے جڑ پائی ہے، نتیجتاً فروغ و اشاعت مذہبی حلقوں اور علمائے اسلام پر منحصر ہو گئی؛ پر یہاں اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ اردو زبان برصغیر میں اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ پروان چڑھتی جائے گی اور "الاسلام یعلو ولا یعلی" اسلام بڑھتا رہے گا، گھٹے گا نہیں۔

نا امید نہ ہو ان سے اے رہبر فرزانہ
کم کوش تو ہیں لیکن بے ذوق نہیں راہی

خوشی اور فخر کی بات ہے کہ بھارت میں پچھلے چند سالوں سے اہل سنت و جماعت کا، رسائل و جرائد کی اشاعتی میدان میں غلبہ رہا ہے، ماہ نامہ پیغام شریعت دہلی، ماہ نامہ جام میر بلگرام شریف، ماہ نامہ ارشدیہ ممبئی، دو ماہی الرضا پٹنہ، سہ ماہی پیغام مصطفےٰ ﷺ اتر دیناج پور، سہ ماہی پیام بصیرت سیتا مڑھی، سہ ماہی مسلک اعلیٰ حضرت مظفر پور، سہ ماہی ہماری آواز مظفر پور، سہ ماہی عرفان رضا مراد آباد، سہ ماہی امین شریعت بریلی شریف، سہ ماہی المختار کلیان سمیت دو درجن سے زائد رسائل جاری ہو کر دنیا بھر میں پڑھے گئے اور ابھی ابھی سہ ماہی شعیب الاولیاء کی رسم اجرا ہوئی، ملک کے طول و عرض میں پھیلے ارباب علم و ادب نے اپنی علمی فراخ دلی کا مظاہرہ کیا اور سینئر اساتذہ کے ساتھ ساتھ جونیئر اور نو آموز فن کاروں نے بھی اپنے فن پاروں اور لطائف روسناش کرائے۔

(اپنے ایک طویل مضمون کا اقتباس)

قارئین! اس وقت ماہ نامہ سنی دنیا بریلی شریف کا تازہ شمارہ (فروری، مارچ ۲۰۲۲ء) موبائل اسکرین پر جلوہ بار ہے، اس ماہ نامہ کی سر پرستی اور نگرانی قاضی القضاۃ حضرت علامہ مفتی عسجد رضا خان قادری نوری صاحب قبلہ فرماتے ہیں، سارے مضامین عمدہ ہیں، ایڈیٹر محترم ادیب شہیر حضرت مولانا محمد عبد الرحیم نشتر

فاروقی صاحب نے انتخاب مضامین میں بہت جگر سوزی سے کام لیا ہے، موصوف نے جہانِ علم وادب میں ایک عرصہ بِتایا ہے، جس کا اثر رسالے کے صفحہ صفحہ سے جھلکتا ہے۔

102 رصفحات پر مشتمل شمارے میں تیس سے زائد بیش قیمتی متنوع تحریریں شامل ہیں، مطالعہ کے بعد ایڈیٹر اور ادارتی ٹیم کو اپنے تأثرات ضرور لکھیں۔

◆◆◆

رسالہ صحافتی، شرعی اور سماجی تقاضوں کو پورا کر رہا ہے

از: مفتی جمیل احمد رضوی
بانی و سرپرست جامع رضا پٹنہ، بہار

جناب مفتی عبدالرحیم نشتر فاروقی صاحب
ایڈیٹر ماہنامہ "سنی دنیا" بریلی شریف

سلام مسنون! اِدھر چند ماہ سے ماہنامہ سنی دنیا کے تین چار شمارے دیکھنے کو ملے، ماشاء اللہ بڑی آسودگی ہوئی، رسالہ صحافتی تقاضوں اور مسائل ضروریہ پر محیط نظر آیا، شرعی، سماجی، سیاسی اور معاشی مسائل سے اس کا دامن بھرا بھرا پایا، مولیٰ تعالیٰ اسے مزید شہرت وقبولیت بخشے۔

نئے شمارے کا اداریہ پڑھ کر مسکرائے بغیر نہیں رہ سکا، آپ کا یہ رنگ تحریر میں نے پہلی بار دیکھا ہے، سنجیدگی، تحقیق اور مسائل پر سیر حاصل گفتگو آپ کی تحریر کے نمایاں اوصاف تھے، مگر اس بار جو شگفتگی اور شوخی دیکھی، خوشگوار حیرت ہوئی۔

کچھ برسوں سے میں خود بھی محسوس کر رہا تھا کہ مجدد اسلام حضور اعلیٰ حضرت کو بعض ''سنی'' کہلانے والے لوگ "صافی" اور "جوشاندہ" کی طرح مجبوراً برداشت کرتے ہیں، سلام رضا، مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ، امام کا نعتیہ کلام اور جلسوں میں ذکر رضا کے لہراتے پھریرے، ان کے دلوں میں کسی خار سے کم نہیں کھٹکتے، بعض دفعہ وہ منہ سے کچھ نہ بھی بولیں تو ان کا دھواں دھواں چہرہ اور بگڑی صورت سب کچھ سمجھا دیتی ہے۔

میں تو ڈنکے کی چوٹ پر کہتا ہوں ہیں کہ بریلی نے برصغیر کے مسلمانوں کا کچھ بگاڑا نہیں بلکہ ہمیشہ بنایا ہی ہے، اسی لیے اکثریت کا دل بریلی اور بریلی والوں کی طرف جھکتا ہے۔

بریلی والوں نے نہ اپنی شہرت کے لئے مجسمے بنوائے نہ کوئی جدید تحریک چلائی اور نہ ہی ایجنٹ بحال کئے، بس عشق رسالت میں مخمور ہو کر خدمت دینی انجام دیتے رہے، ادھر دنیا کا یہ حال رہا کہ مسلمان پروانہ وار ان پر نثار ہوتے چلے گئے، اس میں امام اہلسنت یا ان کے خانوادے کا کیا قصور ہے۔

ہمارے یہاں ایک صاحب ہیں جو اپنے نام کے ساتھ "رضوی" لگاتے ہیں، مگر دل میں رضویت کے خلاف ایسا زہر رکھتے ہیں کہ خدا کی پناہ! برسوں پہلے ایک جگہ انہوں نے بریلی کی شہرت ومقبولیت کے خاتمے کے لیے ایک مخصوص میٹنگ بھی کی، منصوبے بنائے، مگر آج تک بریلی والوں کا بال بانکا نہیں کر سکے، سچ فرمایا امام نے:۔

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

ادھر لوگوں کا حال یہ ہے کہ ان کو رضوی جان کر انھیں اپنے سروں پر بٹھایا، تعظیم کی، موٹے موٹے لفافے دیئے، جس سے ان کی دال روٹی خوب چلی، مطلب یہ کہ بریلی شریف اور "رضویت" کے نام پر لوگ اپنا پیٹ تو بھرتے ہیں، مگر موقع ملتے ہی اس "تھالی" میں "چھید" کرنے سے نہیں بھی چوکتے، مولا تعالیٰ سب کو ہدایت بخشے، آمین۔

◆◆◆

منظومات

ہمیں خدا سے ملانا حضور جانتے ہیں

(از: مولانا سلمان رضا فریدی، مسقط عمان

خدا کے قرب میں جانا حضور جانتے ہیں
وصالِ رب کا ٹھکانا حضور جانتے ہیں

یہ شان ہے کہ فرشتوں کی حد سے بھی آگے
سفر کے نقش جمانا حضور جانتے ہیں

درِ الٰہی سے لاکر نماز کا تحفہ
ہمیں خدا سے ملانا حضور جانتے ہیں

بتا رہی ہے یہ مازاغ کی حسیں آیت
اصولِ دید نبھانا حضور جانتے ہیں

کلیم دور سے بھی اک جھلک نہ دیکھ سکے
"دَنیٰ" کا لطف اٹھانا حضور جانتے ہیں

خدا کو موسیٰ نے دیکھا نبی کی آنکھوں میں
کہ رب کی دید کرانا حضور جانتے ہیں

اِسی یقیں پہ تمنائی تھا براق اُن کا
کہ غمزدوں کو ہنسانا حضور جانتے ہیں

نبی نے یاد رکھا بزمِ لامکاں میں ہمیں
بدوں کی لاج بچانا حضور جانتے ہیں

چلو حضور کے در سے بلندیاں لے لو
گرے ہوؤں کو اٹھانا حضور جانتے ہیں

رضائے رب کے لیے دامن نبی تھامو
کریم رب کو منانا حضور جانتے ہیں

نبی سے دور نہیں کوئی عاشق و شیدا
کہاں ہے میرا دوانہ، حضور جانتے ہیں

غموں میں والیٔ امت کو دیجئے آواز
کہ ہر اَلم سے چھڑانا حضور جانتے ہیں

نبی کے غیب کی منکر ہے، عقلِ بے توفیق
سب اہلِ عشق نے مانا، حضور جانتے ہیں

فریدیؔ اُن کے سوا یہ کسی میں تاب نہیں
خدا کو دیکھ کے آنا حضور جانتے ہیں

واقف ہر این وآں شانِ عجم شاہِ عرب

(از: مولانا رحمت اللہ صدیقی، پیغام رضا ممبئی

بے زبانوں کی زباں شانِ عجم شاہِ عرب
دھوپ میں ہیں سائباں شانِ عجم شاہِ عرب

حق نما معجز بیاں شانِ عجم شاہِ عرب
ناخدائے کل جہاں شانِ عجم شاہِ عرب

تیرگی میں ضوفشاں شانِ عجم شاہِ عرب
بے نشانوں کا نشاں شانِ عجم شاہِ عرب

ان کی عظمت کو کوئی کیسے سمجھ پائے بھلا
ہیں الٰہی رازداں شانِ عجم شاہِ عرب

رب اکبر نے کیا بے سایہ ان کو اس لیے
سب پہ ہوں سایہ کناں شانِ عجم شاہِ عرب

لاکھ کوئی کچھ کہے سچ ہے یہی حق ہے یہی
ہیں وہی تسکین جاں شانِ عجم شاہِ عرب

ان کے اوصاف حمیدہ کا کہاں تک ذکر ہو
واقف ہر این وآں شانِ عجم شاہِ عرب

ان کے دست ناز میں ہیں نعمتیں کونین کی
ہیں عطائے بے کراں شانِ عجم شاہِ عرب

شدتِ محشر کا کھٹکا روز رہتا ہے مگر
ہیں پناہ عاصیاں شانِ عجم شاہِ عرب

کشتی انسانیت کو امن کا ساحل دیا
سرور کون ومکاں شانِ عجم شاہِ عرب

لطف مجھ کو دے گئی ان کے خیالوں کی ردا
بحر غم میں بادباں شانِ عجم شاہِ عرب

ان کے اوصاف حمیدہ کا کہاں تک ذکر ہو
واقف ہر این وآں شانِ عجم شاہِ عرب

ان کی عظمت کو کوئی کیسے سمجھ پائے بھلا
ہیں الٰہی رازداں شانِ عجم شاہِ عرب

کردیا زیر وزبر لمحوں میں جبر وظلم کو
خُلق کی نہر رواں شانِ عجم شاہِ عرب

ایمان کی یوں جان ہے معراج کا دولھا

از: سید خادم رسول عینی، بھدرک، اڑیسہ

اس دہر میں ذیشان ہے معراج کا دولھا
اورعرش کی بھی جان ہے معراج کا دولھا
اس واسطے قدسی کی قطاریں ہیں فلک پر
اللہ کا مہمان ہے معراج کا دولھا
خاکی ہوں کہ نوری ہوں زمینی ہوں کہ عرشی
سب خلق کا ارمان ہے معراج کا دولھا
صدیق بنا مان کے کوئی بنا فاروق
ایمان کی یوں جان ہے معراج کا دولھا
جبریل کے کافوری لبوں نے دیئے بوسے
ہاں نور کا انسان ہے معراج کا دولھا
تم چاند گئے گر وہ گیا عرش سے آگے
پرواز کا سلطان ہے معراج کا دولھا
تحفے میں عبادت دی جو آنکھوں کی ہے ٹھنڈک
تسکین کا عنوان ہے معراج کا دولھا
عینؔی ہے ہر اک شخص پہ سرکار کا احسان
یوں مظہر منان ہے معراج کا دولھا

◆◆◆

اللہ اور رسول کے پیارے معاویہ

از: مولانا سلمان رضا فریدی، مسقط عمان

اللہ اور رسول کے پیارے معاویہ
ہیں آسمانِ رُشد کے تارے معاویہ
تاجِ صحابیت نے بڑھائی ہے اُن کی شان
سونپی حَسَن نے اُن کو خلافت کی آن بان
ہوگا نہ کم کسی سے وقارِ معاویہ
اللہ اور رسول کے پیارے معاویہ
اصحابی کالنّجوم ہے اعلانِ مصطفیٰ
سب سے وفا کرو یہ ہے فرمانِ مصطفیٰ
ہیں اِس لئے ہمارے تمہارے معاویہ
اللہ اور رسول کے پیارے معاویہ
بزمِ صحابیت کے وہ دونوں سراج ہیں
ان کے نشانِ پا، سرِ مومن کے تاج ہیں
بیشک علی ہمارے، ہمارے معاویہ
اللہ اور رسول کے پیارے معاویہ
مانے گا ہر صحابی کو جو بااصول ہے
ان سے دغا تو حُبِّ علی بھی فضول ہے
سچوں کے جان و دل ہیں نثارِ معاویہ
اللہ اور رسول کے پیارے معاویہ
اُن کی برائی چھوڑ، اے باغی، اے کم نظر
دائم کلاہِ وعدۂ حُسنیٰ ہے ان کے سر
سرمہ ہے چشمِ دل کا غبارِ معاویہ
اللہ اور رسول کے پیارے معاویہ
گلزارِ جاں میں قربِ نبوت کے پھول ہیں
ان کی بہن ضیائے مکانِ رسول ہیں
ہیں لازوال نقش و نگارِ معاویہ
اللہ اور رسول کے پیارے معاویہ
قرآن میں خدا نے اتاری ہیں آیتیں
جن سے عیاں ہیں بزمِ صحابہ کی عظمتیں
مہکی اسی چمن سے بہارِ معاویہ
اللہ اور رسول کے پیارے معاویہ
اُس آنکھ نے زیارتِ سرکار پائی ہے
سب رفعتوں سے بڑھ کے یہ ان کی اونچائی ہے
لبریز ہو گلوں سے مزارِ معاویہ
اللہ اور رسول کے پیارے معاویہ
آقا نے ان کو مہدی و ھادی کی دی دعا
تا حشر جگمگائے گا وہ جلوۂ ہُدیٰ
ہے رہبری پہ اب بھی منارِ معاویہ
اللہ اور رسول کے پیارے معاویہ

بقیہ ص ۱۱ر پر

منظومات

اسباب ستہ کا موبائل ایپ لانچ

فقیہ اہل سنت حضرت مفتی آل مصطفےٰ مصباحی کے عرس چہلم کے موقع پر آپ کی مشہور ترین تصنیف ''اسباب ستہ'' کا موبائل ایپ لانچ ہوا، آئیے کچھ اس کتاب اور اس کے موبائل ایپ کے بارے میں جانتے ہیں۔

دور جدید میں نت نیے مسائل کا وجود کوئی نئی بات نہیں تاہم ہر دور میں پیش آمدہ حوادث وواقعات کا حکم جاننے کے لیے کچھ اصول متعین و مشخص ہیں جو کتب فقہ واصول فقہ میں متفرق مقامات پر بیان کیے گیے، یہ وہ اسباب وعلل ہیں جن کے سبب قول امام بھی بدل جاتا ہے جو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقتضی ہے، امام اہل سنت مجدد اعظم امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

''چھ باتیں ہیں جن کے سبب قولِ امام بدل جاتا ہے، لہٰذا قول ظاہر کے خلاف عمل ہوتا ہے اور چھ باتیں (1) ضرورت (2) دفع (3) عرف (4) تعامل (5) دینی ضرورت مصلحت کی تحصیل (6) کسی حرج موجود یا مظنون بہ بظن غالب کا ازالہ، ان سب میں بھی حقیقۃ قول امام ہی پر عمل ہے۔''

(ج 1، ص 385)

ان اسباب وعوامل کی نزاکت کے سبب مجلس شرعی مبارک پور میں اسے موضوع سخن بنایا گیا اور مندوبین کو اس عنوان پر تحقیقی مقالات لکھنے کی دعوت پیش کی گئی، جس پر بہت سے مندوبین نے تحقیقی مقالات مرتب فرمائے، مگر تمام مقالوں میں فقیہ اہل سنت حضرت مفتی آل مصطفےٰ کا مقالہ وقیع ترین مقالوں میں سے ایک تھا، ممتاز الفقہا محدث کبیر دام ظلہ رقم طراز ہیں:

"ان مجلس (مجلس شرعی مبارک پور) کی طرف سے جب اس موضوع کی منظوری دیدی گئی تو بہت سے اصحاب علم نے پرزور مقالے قلمبند فرمائے، جن میں محب گرامی قدر مولانا مفتی آل مصطفےٰ صاحب کا مقالہ وقیع ترین مقالوں میں سے ایک تھا۔"

آپ نے پوری محنت و کوشش سے مختلف مطول کتب فقہ وفتاویٰ خصوصاً چودہویں صدی ہجری کی فقہی شاہکار ''فتاویٰ رضویہ'' سے ان اسباب وعلل اور اصول وضوابط کا تعارف، ان کا درجہ استناد اور وقت تعارض ان کی ترجیحات جیسے امور پر بھر پور روشنی ڈالی ہے۔

اس مقالہ کی غیر معمولی اہمیت وافادیت اور بھر پور معنویت کی وجہ سے مولانا سید ابوالحسن ازہری کی فرمائش پر 2006 میں سب سے پہلی بار ہندوستان سے شائع ہوئی دیکھتے دیکھتے سارے نسخے ہاتھوں ہاتھ ختم ہوگئے، پھر پڑوسی ملک پاکستان سے بھی اس کی ایک بار طبع ہوئی۔

آپ کے عرس چہلم کے موقع پر آپ کے شاگرد وتلمیذ مولانا عبدالرحیم ثمر مصباحی نے اپنے سینئر اہل فن حضرت مولانا غلام ربانی فدآ کی شراکت کے ساتھ پوری محنت ولگن سے اس کتاب کا موبائل اپلیکیشن تیار کر کے آپ کی بارگاہ میں بطور خراج پیش کیا ہے اور اہل علم کو ایک گراں قدر تحفہ دیا ہے۔

اس ایپ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ ایپ ایڈ فری ہے یعنی دوران مطالعہ کسی قسم کا کوئی پرچار نظر نہیں آئے گا، یہ ایک وقت طلب اور مشکل کام تھا مگر ان لوگوں کا اخلاص اور حضرت فقیہ اہل سنت کا باطنی تصرف کہ بہت جلد یہ ایپ تیار ہو کر حاضر خدمت ہے، اسے ضرور لوڈ کر کے مطالعہ کریں اور اپنے گراں قدر تاثرات اور مفید مشوروں سے نوازیں تا کہ اگلی اپڈیٹ میں اسے اور بہتر اور دلکش بنایا جاسکے۔

رپورٹ: محبان فقیہ اہل سنت، پورنیہ بہار

◆◆◆

۱۵؍ رواں سالانہ عرس عظمتی اختتام پذیر

ہر سال کی طرح امسال بھی ۲۰؍ رجب المرجب ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۲؍ فروری ۲۰۲۲ء کو قطب سیمانچل، مردِ درویش، شیخ کامل، عطائے رسول، گلشن چشت کے مہکتے پھول، مظہر مخدوم علاء الحق پنڈوی، حضور مخدوم سید شاہ عظمت اللہ حسینی چشتی نور اللہ

مرقدہ کی ذات پاک سے منسوب عرس عظمتی اور سنی عظمتی کانفرنس کا انعقاد آستانہ عالیہ عظمتیہ بازبیریا، بائسی بلاک، ضلع پورنیہ میں علما و مشائخ کی موجودگی میں ہوا۔

بلا شبہ خطہ سیمانچل میں حضور مخدوم سید شاہ عظمت اللہ چشتی علیہ الرحمہ کی دینی وملی خدمات اور روحانی فیضان جگ ظاہر ہے، انہوں نے اپنی حیات میں تصوف کو کافی فروغ دیا اور روحانیت کا درس عام کیا، جس کی بدولت آج ہزاروں کی تعداد میں عقیدت مند بہار، بنگال اور نیپال کے دور دراز علاقوں سے حاضر بارگاہ ہوتے ہیں اور فیضان مخدوم سے مالا مال ہو کر لوٹتے ہیں۔

والله تجھ کو حضرت مخدوم نے کیا
آماجگاہِ خلقِ خدا باز بیریا

[شہزاد حسین مرکزی]

سنی عظمتی کانفرنس

سنی عظمتی کانفرنس کی سرپرستی صاحب سجادہ پیر طریقت حضرت الحاج الشاہ سید قیام الدین حسینی عظمتی صاحب قبلہ نے فرمائی، جبکہ کانفرنس کی صدارت کا فریضہ خانوادہ عظمتیہ کے چشم و چراغ پیر طریقت حضرت مولانا سید احمد کبیر حسینی واسطی مرکزی (ولی عہد خانقاہ عظمتیہ) نے انجام دیا اور اسٹیج کی ساری ذمہ داری حضرت مولانا محمد اخلاق احمد نعیمی صاحب نے نبھائی، اجلاس کی کاروائی کو آگے بڑھانے کے لیے ناظم اجلاس حضرت حافظ و قاری مولانا مشتاق احمد جیلانی منظری نے تلاوت قرآن کریم کے لیے حافظ و قاری محمد شعیب رضا صاحب قبلہ کو مدعو کیا۔

بعدہ نعت ومنقبت کے لیے بہترین آواز و سخن کے مالک مشہور شعرا یکے بعد دیگرے مدعو ہوتے رہے، جبکہ عاشقوں کے اس امنڈتے سیلاب سے خطاب کرنے کے لیے زبان و ادب کے ماہر، علوم دینیہ وعصریہ کے نکتہ داں، فاضل محقق حضرت علامہ و مولانا غلام حیدر مصباحی صاحب کو مدعو فرمایا، موصوف نے عشق رسول ﷺ پر بڑی عمدہ گفتگو کی، ان کے علاوہ ملک کے جید خطبا سرفہرست حضرت مولانا ذاکر حسین گیاوی (گیا، بہار) اور آل رسول، شہزادہ حضور فاتح بلگرام، حضور سید بادشاہ حسین واسطی بلگرامی دامت برکاتہم العالیہ المعروف حضور بادشاہ میاں (بلگرام شریف، یوپی) وغیرہم کے عمدہ بیانات بھی ہوئے۔

حضور سید شاہ عظمت اللہ! حیات وخدمات

یوں تو حضور سید شاہ عظمت اللہ چشتی علیہ الرحمہ کی تفصیلی حیات وخدمات صفحۂ تاریخ میں محفوظ نہ ہو سکیں کہ جس سے قوم بھرپور استفادہ کر سکے مگر امسال بڑی انتھک محنت اور تلاش وجستجو کے بعد ایک محرک شخصیت، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، حضرت حافظ وقاری مولانا مشتاق احمد جیلانی منظری (جنرل سیکرٹری جماعت رضائے مصطفیٰ شاخ سب ڈویژن بائسی) نے آپ کی حیات و خدمات پر عمدہ معلومات کتابی شکل میں قوم کے سامنے پیش کیا، جس کا رسم اجراء پیر طریقت حضرت الحاج الشاہ سید قیام الدین حسینی عظمتی صاحب قبلہ کے ہاتھوں اسی اجلاس میں زیر عمل آیا، اسٹیج میں بیٹھے علما و مشائخ نے ان کے اس کام کو کافی سراہا اور موصوف کے دینی وملی خدمات کے اعتراف میں ان کو ایوارڈ سے بھی نوازا گیا۔

تحریک پسند علما وفضلا کو مختلف انعامات

جس طرح دنیا بھر میں عصری علوم کے درس گاہوں اور اداروں کے سالانہ اجلاس اور مقابلہ جاتی پروگراموں میں اچھی کارکردگی اور نمایاں خدمات انجام دینے والوں کو مختلف انعامات سے نوازا جاتا ہے تاکہ ان میں کام کرنے کی مزید دلچسپی پیدا ہو، ٹھیک اسی طرح ہماری جماعت میں بھی اس عمل میں تیزی لانے کی ضرورت ہے تاکہ متحرک علمائے کرام میں دینی وملی کام کرنے کا شعور بیدار ہو سکے اور لوگ اس کی طرف راغب ہوں۔

الحمد للہ کافی خوشی ہوئی کہ عرس عظمتی کے اس اجلاس میں مندرجہ ذیل شخصیات کو ان کی دینی وملی خدمات کے اعتراف میں صدر کانفرنس حضرت مولانا سید احمد کبیر حسینی واسطی مرکزی صاحب قبلہ نے انعامات سے نوازنے کا اعلان فرمایا اور مذکورہ حضرات کو آل رسول پیر طریقت حضرت الحاج سید قیام الدین حسینی عظمتی صاحب قبلہ ودیگر علمائے کرام کے مقدس ہاتھوں سے انعامات تقسیم کئے گئے۔

بقیہ ص ۴۵ / پر

معمار ملت

حضرت علامہ شبیہ القادری رضوی نوری علیہ الرحمہ

کی حیات وخدمات ایک

خصوصی ضمیمہ

از: مولانا انیس عالم سیوانی*

شبیہ القادری ناچیز تھا تاہم پسند آیا

دنیائے سنیت کی مشہور و معروف شخصیت، صوبۂ بہار کے آفاقی عالم دین، رضویت کے عظیم ناشر، مذہب امام اعظم کے نہایت فعال مبلغ، مسلک اعلی حضرت کے بیباک نقیب، معمار ملت، خلیفۂ سرکار مفتی اعظم، جماعت اہلسنت کے بزرگ رہنما، اہل سیوان کے خصوصی محسن، دردمندان مذہب و مسلک کے قائد و پیشوا حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ شبیہ القادری علیہ الرحمہ کے ایک مصرع سے میں نے اپنی گفتگو کا آغاز کیا ہے، اس تحریر کا داعیہ ہمارے کرم فرما، ایڈیٹر ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف حضرت علامہ مفتی عبد الرحیم نشتر فاروقی صاحب کا حکم تھا کہ معمار قوم و ملت علامہ شبیہ القادری صاحب کا فاتحہ چہلم ۹ رمارچ کو غوث الوری عربی کالج سیوان کے زیر اہتمام منایا جا رہا ہے، لہٰذا حالیہ شمارہ سنی دنیا بریلی شریف میں معمار قوم و ملت کے تعلق سے کچھ آنا چاہیے، نشتر صاحب کے حکم پر بہت عجلت میں چند سطریں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں:

مولانا شبیہ القادری صاحب کا اصلی نام مطلوب عالم تھا، مولانا شبیہ القادری صاحب کی پیدائش موضع کٹائی ضلع مظفر پور بہار میں ہوئی، آپ کی تاریخ پیدائش ۱۵ رجولائی ۱۹۳۸ء دن دو شنبہ صبح پانچ بجے کے قریب، موضع کٹائی مولانا علیہ الرحمہ کا نانیہال ہے، وہیں پیدائش ہوئی، آپ کے والد محمد منظور عالم صاحب صوم وصلوٰۃ کے پابند، مخیر، نیک طبیعت کے انسان تھے، اس دور کے لحاظ سے پڑھے لکھوں میں شمار ہوتا تھا، فارسی کی تعلیم تھی، گھر کے اعتبار سے متمول اور مضبوط لوگوں میں شمار تھا، کاشتکاری پیشہ تھا، چونکہ مولانا شبیہ القادری صاحب کے جدامجد مرحوم شتاب علی صاحب علاقہ کے گنے چنے زمینداروں میں تھے، اس دور میں انہوں نے مدرسہ نور الہدی پوکھریرا کے لیے بھی زمین وقف کی تھی۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کا خاندان آبا و اجداد کے زمانہ ہی سے صاحب حیثیت، پڑھا لکھا اور متمدن تھا، حضرت مولانا شبیہ القادری صاحب چار بھائیوں میں سب سے بڑے تھے، آپ کے دوسرے بھائی جو چھوٹے صاحب سے مشہور ہیں وہ کولکاتا پانی والے جہاز میں ملازم تھے، وہ کولکاتا ہی میں مقیم ہیں، تیسرے بھائی جان عالم صاحب مرحوم پیور سینئر تھے، چوتھے بھائی پروفیسر مشاہد عالم صاحب پہلے غالباً جامعہ جواہر لعل دہلی میں تھے ابھی جامعہ ملیہ میں ہیں، اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مولانا علیہ الرحمہ کے گھریلو اور خاندانی حالات کیسے ہیں۔

بہر حال! شبیہ القادری صاحب کی عمر جب پانچ برس کی ہوئی تو آپ کے نانا جان منشی عبد الحمید صاحب نے رسم بسم اللہ خوانی کرائی، محلے کے لوگوں کی دعوت ہوئی اور ایک خوبصورت مذہبی تقریب کے ذریعہ مولانا کی تعلیم و تربیت کا آغاز ہوا، ابتدائی تعلیم نانا جان سے حاصل کی، ناظرہ قرآن مولوی حافظ حمید الرحمن صاحب سے مدرسہ نور الہدی پوکھریرا میں پڑھی، اردو اور فارسی کی پہلی وغیرہ مولانا محمد عثمان مرحوم سے پڑھی، دوسری فارسی، گلستاں، بوستاں، یوسف زلیخا، بہار دانش، اخلاق محسنی، و اخلاق جلالی مولانا غفران احمد صاحب مرحوم سے، درس نظامیہ کی تعلیم دار العلوم مشرقیہ حمیدیہ قلعہ گھاٹ دربھنگہ بہار میں حاصل کی، دار العلوم مشرقیہ حمیدیہ کے علاوہ دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف میں محدث احسان علی مظفر پوری سے استفادہ کیا، آپ کے اساتذہ میں خلیفۂ اعلیٰ حضرت، فاضل بہار علامہ سید ظفر الدین بہاری، محدث احسان علی مظفر پوری، علامہ مقبول احمد صدیقی، علامہ مقبول احمد خان کے نام قابل ذکر ہیں، واضح رہے کہ علامہ مقبول احمد صدیقی اور علامہ مقبول احمد خان معقولات کے مقبول و معروف استاذ شمار کیے جاتے تھے، یہ

* مضمون نگار امام احمد رضا فاؤنڈیشن کے سکریٹری اور نائب قاضی شہر لکھنؤ ہیں۔

حضرات حمید یہ قلعہ گھاٹ میں مدرس تھے، علامہ مقبول احمد صدیقی صاحب نے اعلیٰ حضرت کا دور پایا تھا، مولانا شبیہ القادری صاحب جن دنوں حمید یہ قلعہ گھاٹ میں زیر تعلیم تھے ان کے آبائی گاؤں پوکھریرا ضلع سیتامڑھی کے معروف عالم دین حضرت علامہ رضوان احمد علیہ الرحمہ سابق استاذ مدرسہ جامع العلوم شریف جلال پور ضلع سیوان بھی زیر تعلیم تھے۔

واضح رہے کہ حضرت علامہ رضوان احمد صاحب جوانی ہی کے دنوں میں جبکہ وہ جلاپور میں مدرس تھے سانپ کے کاٹنے سے شہید ہو گئے تھے، ان کا مزار جلاپور قبرستان میں ہے، ان کے علم وفضل کے وارث وامین استاذ گرامی حضرت علامہ فیضان احمد صاحب رضوی جلاپور میں درجات عالیہ کے سنیئر استاذ ہیں، پوکھریرا علمی اعتبار سے اور بالخصوص رضویت کے لحاظ سے کافی اہمیت کا حامل رہا ہے، آج بھی کثیر تعداد میں علما، شعرا وہاں پائے جاتے ہیں، پوکھریرا کے مشہور حضرات میں حضرت سرکار مجی، حضرت مولانا مطیع الرحمن صاحب اور حضرت علامہ الحاج ظفر الحسین حامدی، حضرت علامہ رضوان احمد ابراہیمی (مفسر اعظم ہند کی نسبت سے) اور حضرت علامہ شبیہ القادری صاحب نوری، یہ تمام لوگ بریلی کے کٹر حامی، مسلک اعلیٰ حضرت کے پر جوش داعیوں میں تھے، انہیں حضرات کے سبب یہ علاقہ بریلوی مکتبۂ فکر کا گڑھ مانا جاتا رہا ہے، اس گڑھ کو اب توڑنے کی ناپاک کوشش شروع ہو گئی ہیں، مظفر پور، سیتامڑھی، دربھنگہ، مدھوبنی کے علاقوں میں کئی بابا، کچھ تو جاہل مداری، پھر سید سراواں الہ آبادی بابا اور ان سب کے کسی نہ کسی طور پہ معاون مصباحی علما اہلسنت کے ان علاقوں کو منتشر کرنے اور بریلی مخالف ماحول بنانے کی انتھک سعی کر رہے ہیں اور افسوس یہ ہے کہ ان میں سے بہت سارے بریلی کا نام بھی لیتے ہیں لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے۔

پوکھریرا سے تعلق رکھنے والے مولانا الحاج ظفر الحسین حامدی صاحب اور مولانا رضوان احمد صاحب آپس میں پھوپھیرے ممیرے بھائی ہوتے تھے اور الحاج ظفر الحسین صاحب رشتے میں مولانا شبیہ القادری صاحب کے چچا کے داماد تھے، بات کہاں سے چلی اور کہاں پہنچ گئی، مولانا شبیہ القادری صاحب نے دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف ۱۹۵۱ء میں پڑھنے کے زمانہ میں حضور مفتی اعظم کے دست حق پرست پر شرف غلامی حاصل کر لیا تھا اور ۲۳ ر رجب ۱۳۹۴ھ کو پیر و مرشد حضور مفتی اعظم نے سلاسل طریقت کی اجازت عطا فرمائی، مولانا شبیہ القادری صاحب نے درس نظامیہ کے علاوہ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ کے امتحانات مولوی، عالم، فاضل نیز بہار یونیورسٹی مظفر پور سے میٹرک، تا ایم اے فارسی سے کیا۔

فارسی زبان پہ آپ کو اچھی قدرت حاصل تھی، معروف قلمکار، عالم علوم حدیث حضرت علامہ کوثر امام صاحب قادری نے بتایا کہ ایک مرتبہ نیا قلعہ سیوان کے ایک جلسہ میں تقریر کے دوران رومی کا ایک شعر زبان پہ آ گیا، اس کے بعد آپ کو یہ یاد ہی نہ رہا کہ تقریر اردو میں کرنی ہے معمار قوم وملت نے پوری تقریر فارسی میں کر دی، آپ کے ہیبت وجلال کے سبب کسی کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہو سکی کہ تقریر اردو میں کریں، جلسہ ختم ہو گیا پھر کسی نے کہا کہ تقریر بہت اچھی ہوئی اگر اردو میں ہوئی رہتی تو ہم لوگ بھی سمجھتے، آپ ہی کا بیان ہے کہ جب مدرسہ بورڈ پٹنہ کا نصاب بن رہا تھا تو آپ نے کہا کہ مدرسہ بورڈ کے نصاب میں سنیوں کو نظر انداز کیا گیا ہے، سنیوں کی کوئی کتاب نہیں شامل کی گئی ہے، اس پر کمیٹی نے کہا کہ اصول حدیث میں آپ کی جماعت کی کوئی کتاب ہو تو بتائیں ہم اسے شامل نصاب کر لیں گے، مولانا شبیہ القادری صاحب نے چند گھنٹوں میں اصول حدیث پر ایک مختصر کتاب لکھ کر پیش کر دیا، اس سے آپ کی سریع القلمی اور زود نویسی کا پتہ چلتا ہے، آپ نے ایک درجن علمی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔

اس کے علاوہ معمار قوم وملت کی ایک تقریر اور نعتیہ کلام کا مجموعہ "سبد نور" یعنی نور کی ڈالی اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مولانا علیہ الرحمہ درس وتدریس، تحریر وتقریر ہر فن مولی تھے، مولانا کوثر امام صاحب نے بتایا کہ علامہ شبیہ القادری صاحب کی تصنیفات پر سرکار مفتی اعظم، حضور مجاہد ملت، علامہ مشتاق احمد نظامی جیسے اکابر کی تصدیقات وتقریظات ہیں۔

فراغت کے بعد بقول حضرت علامہ فیضان احمد صاحب

معمار ملت نمبر ضمیمہ

رضوی مولانا شبیہ القادری صاحب علامہ ارشد القادری صاحب علیہ الرحمہ کے مدرسہ جامعہ فیض العلوم جمشید پور میں کچھ دن تدریسی فرائض انجام دیے، وہاں سے دار العلوم نعیمیہ چھپرہ بہار آئے، نعیمیہ میں مولانا الحاج ظفر الحسنین حامدی صاحب، مولانا رضوان احمد صاحب اور مولانا شبیہ القادری صاحب تینوں لوگ رہے، پھر یہاں سے یکے بعد دیگرے تینوں حضرات مدرسہ جامع العلوم شریف جلاپور ضلع سیوان میں مدرس ہوئے، جلاپور سے قریب مادھو پور گاؤں ضلع سیوان کے ہائی اسکول میں اردو فارسی کے لیے تقرری ہوئی، اسی درمیان سیوان شہر کے مشہور ڈی اے وی انٹر کالج میں اردو فارسی کی ویکنسی نکلی، اس کا امتحان دیا اور کامیاب ہوئے، پھر آپ سیوان شہر میں آگئے، یہیں آپ کا ڈی اے وی کالج بھی تھا، اسکول کی ذمہ داریوں کے بعد مذہبی فرایض کی ادائیگی میں لگے رہتے تھے۔

جنوری ۱۹۶۰ء میں سیوان آگئے تھے، ۱۹۶۶ء میں مدرسہ محی العلوم شکل ٹولی ضلع سیوان قائم کیا، اس مدرسہ کو مدرسہ بورڈ پٹنہ سے منظور کرایا، یہ مدرسہ فاضل تک منظور ہے، اس مدرسے میں حضرت مفتی ریاض احمد صاحب سیوانی، حضرت مولانا سہیل صاحب پیغمبر پوری اور حضرت مولانا محمد اسلم صاحب مدرسین ہوئے، مولانا محمد اسلم صاحب ابھی بھی بورڈ سے منظور مدرس ہیں، آپ حضرت علامہ شبیہ القادری صاحب کے ساتھ ۱۹۷۷ء سے ہیں، ۱۹۷۷ء میں تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے آئے تھے، ۱۹۷۹ء میں بحیثیت مدرس تقرری ہوئی، فی الحال فاضل کے پوسٹ پہ خدمت انجام دے رہے ہیں، حضرت علامہ شبیہ القادری صاحب کی فراغت ۱۹۵۹ء میں ہوئی، ۱۹۶۰ء میں رشتۂ ازدواج سے منسلک ہوئے، پہلی زوجہ سے مزاج نہ ملنے کے باعث ابتدا ہی میں طلاق ہوگئی تھی، پہلی زوجہ سے ایک بیٹی ہیں، دوسری شادی پوکھریرا ہی میں ہوئی، دوسری زوجہ سے ایک بیٹا محمد نقیب الغوث غوثی ہیں، انہوں نے بی ٹیک کیا ہے (انجینئرنگ) فی الحال مدرسہ محی العلوم شکل ٹولی سیوان میں مدرس ہیں۔

۱۹۷۸ء میں علامہ شبیہ القادری صاحب نے محلہ مخدوم سرائے سیوان میں غوث الوریٰ عربی کالج قائم کیا، یہ ادارہ مولوی تک مدرسہ بہار بورڈ سے منظور ہے، مذکورہ ادارہ سے منسلک ایک عظیم الشان آسی جامع مسجد کا سنگ بنیاد ۲۰۰۴ء میں رکھا، الحمد للہ یہ مسجد تعمیر ہو چکی ہے، بہر حال حضرت علامہ زندگی بھر خدمت دین وسنیت کرتے رہے، ان کی زندگی کا ایک خاص مقصد سنیت کا تحفظ اور رضویت کا فروغ رہا، وہ ہمیشہ اس ذمہ داری کو پوری لگن کے ساتھ نبھاتے رہے، بریلی کے سچے پکے وفادار اور علمبردار تھے، بریلی کے خلاف ایک لفظ سننا گوارہ نہ تھا، ان کے چہیتے مولانا محمد وسیم اکرم سیوانی نے بتایا کہ جن دنوں منبع فتنہ وفساد ماہ نامہ جام شر وفتور (جام نور) نے مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف کچھ فتنہ خیزی شروع کی تھی جس کی پشت پناہی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے بعض فتنہ پرور مولوی کر رہے تھے۔

ان دنوں سیوان کے کسی پروگرام میں مولانا عبد المبین نعمانی صاحب آئے تھے، اس پروگرام میں علامہ شبیہ القادری صاحب کو بھی شریک ہونا تھا، حضرت نہیں پہنچے، نعمانی صاحب کو معلوم ہوا کہ قادری صاحب علالت طبع کی وجہ سے نہیں آئے ہیں تو انہوں نے ملنے کی خواہش ظاہر فرمائی، بہر کیف نعمانی صاحب کسی کے ذریعہ مولانا مظہر الحق کالونی قادری صاحب کی رہائش گاہ پہ آئے، اتفاقاً علامہ عبد العزیز خان حشمتی صاحب بھی آگئے تھے، اسی درمیان علامہ عبد العزیز خان صاحب نے نعمانی صاحب سے ماہنامہ جام نور کے بارے میں دریافت کیا، نعمانی صاحب کچھ جواب دینا شروع کیا، غالباً وہ اس کی صفائی دینے کی کوشش کر رہے تھے کہ علامہ شبیہ القادری صاحب اتنا برہم ہوئے کہ مجلس میں سناٹا چھا گیا، نہایت سخت ترین الفاظ میں مخالفت کرنے والوں اور ان کے حامیوں کی خبر لی، سارے لوگوں نے بھلائی اسی میں سمجھی کہ خموشی اختیار کر لی جائے۔

مولانا کوثر امام صاحب نے اپنی طالب علمی کے دور کا ایک واقعہ بتایا کہ سیوان میں ایک گاؤں ہتھوڑا ہے، وہاں کسی نے قادری صاحب کو تقریر کے لیے دعوت دیدی، قادری صاحب جب وہاں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اسٹیج پر مدرسہ بقیہ ص ۴۵ / پر

(از: مولانا سید صابر حسین شاہ بخاری قادری*

آہ! معمار ملت علامہ شبیہ القادری نہ رہے

''لکل امۃ اجل۔ ہر ایک کے لئے موت کا وقت متعین ہے۔''

ہر ایک نے سفر آخرت پر روانہ ہونا ہے، لیکن جب بھی دنیا کے کسی بھی خطے سے اہل علم وفضل کے سفر آخرت پر روانہ ہونے کی خبر وحشت اثر سامنے آتی ہے تو ان کی جدائی میں قلب و جگر پر بے اختیار ایک آری سی چل جاتی ہے۔

27/ جمادی الآخرہ 1443ھ/ 31/ جنوری 2022ء بروز پیر کو نائب قاضی شہر لکھنؤ مولانا انیس عالم سیوانی زید مجدہ کی جانب سے یہ دل خراش خبر سوشل میڈیا پر گردش کرتی ہوئی نظر آئی کہ معمار قوم وملت خلیفۂ مفتی اعظم ہند، تلمیذ رشید ملک العلماء حضرت علامہ الحاج شبیہ القادری پٹنہ میں کئی روز سے زیر علاج تھے کہ آج دنیائے فانی سے کوچ فرما گئے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

علامہ شبیہ القادری رحمۃ اللہ علیہ کا اصل نام "محمد مطلوب عالم قادری" ہے لیکن جب آپ نے شعر وشاعری کے میدان میں قدم رکھا تو اپنا تخلص "شبیہ القادری" اپنایا، آپ کے تخلص کو اتنی شہرت حاصل ہوئی کہ دنیائے سنیت ورضویت میں "شبیہ القادری" ہی سے آپ جانے اور پہچانے لگے۔

علامہ شبیہ القادری رحمۃ اللہ علیہ کے دادا جان شتاب علی مرحوم ومغفور پوکھریرا ضلع سیتا مڑھی کے ایک نہایت اچھے زمین دار تھے، تین سو ایکڑ اراضی آپ کی ملکیت تھی، آپ نہایت فیاض اور سخی تھے آپ نے اپنے علاقے کے قرب وجوار میں کئی مساجد تعمیر کروائیں اور عیدگاہیں بنوائیں، مدرسہ نور الہدیٰ جو کہ دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف کا معاصر ہے کے لئے بھی چند ایکڑ زمین آپ ہی نے وقف فرمائی تھی۔

آپ کے والد گرامی محمد منظور عالم مرحوم ومغفور بھی اپنے والد گرامی کے نقش قدم پر گامزن رہے، انہوں نے بھی اپنی فیاضی اور سخاوت سے شہرت حاصل کی۔

علامہ شبیہ القادری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت 17/ جمادی الاولیٰ 1357ھ/ 15/ جولائی 1938ء کو ان کے ننہال موضع کٹائی ضلع مظفر پور بہار میں ہوئی۔

پانچ سال کی عمر میں آپ کے نانا جان منشی عبد الحمید مرحوم و مغفور کے مکان پر آپ کی بسم اللہ خوانی بڑی دھوم دھام سے ہوئی، فاتحہ کی شیرینی کے علاوہ سارے گاؤں کی نہایت پر تکلف دعوت کی گئی، اس میں غربا کی بھی کثرت تھی، آپ کی ابتدائی تعلیم وتربیت نانا جان مرحوم ومغفور نے فرمائی۔

مدرسہ نور الہدیٰ پوکھریرا میں مولانا حمید الرحمن رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن کریم کی حفظ وناظرہ کی تعلیم حاصل کی، مولانا محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ سے اردو فارسی کی تعلیم کی تکمیل کی۔

1378ھ/ 1959ء میں درس نظامی کی تکمیل کی اور سند فراغت حاصل کی، آپ کے مشاہیر اساتذہ کرام میں ملک العلما علامہ محمد ظفر الدین بہاری، مولانا مطیع الرحمن، مولانا محمد احسان علی رضوی مظفر پوری، مولانا مقبول احمد صدیقی، مولانا مقبول احمد خان، مولانا فیض الرحمن اور مولانا عبد الحفیظ قادری رحمۃ اللہ علیہم کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ سے آپ نے مولوی، عالم اور فاضل کے امتحانات پاس کئے، درس نظامی کی تکمیل کے بعد بہار یونیورسٹی مظفر پور سے میٹرک سے ایم اے فارسی کے

* مضمون نگار الحقیقت، برھان شریف، اٹک پنجاب کے مدیر اعلیٰ ہیں۔

امتحانات پاس کیے اور یہاں ہی سے حضرت سیدنا مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ کے حیات و خدمات کے حوالے سے پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا۔

2/رجب المرجب 1379ھ/ یکم جنوری 1960ء تا 1382ھ/ 1962ء مدرسہ نعیمیہ چھپرہ میں تدریسی خدمات سر انجام دیں، 1382ھ/ 1962ء تا 1384ھ/ 1964ء جامع العلوم جلال پور سیوان میں صدر مدرس کی حیثیت سے تدریسی فرائض سرانجام دیئے۔

رمضان المبارک 1384ھ/ جنوری 1965ء سے دم آخریں تک غوث الورٰی عربی کالج علی گنج سیوان میں پرنسپل اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔

1370ھ/ 1951ء میں آپ جب بریلی شریف پڑھنے کے لئے حاضر ہوئے تو وہیں حضور مفتی اعظم ہند علامہ محمد مصطفیٰ رضا خان قادری برکاتی نوری رحمۃ اللہ علیہ کی قیام گاہ پر حاضر ہو کر سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ میں بیعت ہو گئے۔

23/رجب المرجب 1394ھ/ 12/اگست 1974ء میں حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خلافت و اجازت سے بھی سرفراز فرمادیا۔

1379ھ/ 1960ء میں آپ کا عقد مسنون ہوا اور ازدواجی کا آغاز ہوا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک دختر نیک اختر اور ایک فرزند ارجمند سے نوازا، آپ کی دختر نیک اختر کا نام راشدہ خاتون اور فرزند ارجمند کا نام محمد نقیب الغوث ہے، اللہ تعالیٰ ان دونوں کو ہمیشہ شاد و آباد رکھے اور ان کے علم و عمل میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے، آمین۔

1372ھ/ 1983ء میں آپ نے حرمین شریفین کا سفر کیا، حج بیت اور زیارت روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سعادت سے مشرف ہوئے، حرمین شریفین کے دیگر مقدس مقامات کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے۔

علامہ شبیہ القادری رضوی بہاری رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی جہد مسلسل سے عبارت ہے، آپ نے درس و تدریس، وعظ و نصیحت کے ساتھ ساتھ قلم و قرطاس سے بھی گہرا تعلق رکھا اس پر آپ کی درج ذیل ایک درجن سے زائد کتابیں شاہد و ناطق ہیں:

(1) الدراسۃ العربیہ (2) اصول حدیث (3) لمعات حدیث (4) تراجم کلام اللہ کا تقابلی جائزہ (5) اس کو یاد کرلو (6) عربی بولو (7) فسادی کون (8) دفاعی مورچہ (9) سید نور (نعتیہ مجموعہ) (10) ایک تقریر (11) خلاصہ النحو (12) میزان عدل (13) ترجمہ، الدر الثمین (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی کتاب)

آپ کی تمام کتابوں کو شہرت عام اور بقائے دوام حاصل ہے اور ان میں سے اکثر درسیات میں بھی شامل ہیں، مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کا حسنِ عقیدت دیدنی تھا، ان کی شان میں آپ کی منقبت کا ایک شعر ملاحظہ فرمائیے ؎

ہمیں حسن عمل بس مفتی اعظم پسند آیا
انہی میں انما یخشی کا بھی عالم پسند آیا

آپ کا حلقۂ اثر بہت وسیع ہے، آپ کے مشاہیر خلفا و تلامذہ میں مولانا علاء الدین رضوی، مولانا ابو الحسن، مولانا سہیل احمد قادری، مولانا ملک الظفر سہسرامی، مولانا وصی الحق رضوی، مولانا عزیز الرحمٰن، پروفیسر محمد اسلم، مولانا محمد شمشاد علی غوثی، مولانا عبد الباری اور مولانا رضاء المصطفیٰ کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

علامہ شبیہ القادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات سے ہم اپنے ایک عظیم قائد و رہنما، مسلک رضا کے بے باک ترجمان، عالم باعمل اور مصنف تصانیف کثیرہ سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو گئے ہیں، ان کی رحلت سے ہمارا ناقابلِ تلافی نقصان ہوا ہے، ان کی وفات حسرت آیات پر آج سبھی سنجیدہ اہل علم و قلم نہایت رنجیدہ ہیں، آہ!

آتی رہے گی ترے انفاس کی خوشبو
گلشن تری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور آپ کے درجات بلند سے بلند تر فرمائے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل اور صبر جمیل پر اجر جزیل عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔ ◆◆◆

از: مولانا فیضان الرحمن سبحانی واجدی*

حضرت معمار ملت
دار العلوم حمیدیہ کے روشن چراغ

معمارِ ملت نمبر خصوصی ضمیمہ

شمالی بہار کا خطہ تہذیب وتمدن تعلیم وتعلم کے معاملہ میں ہمیشہ سے نمایاں رہا ہے، اس خطہ میں جس قدر علما، صلحا، ادبا کی بہتات نظر آتی ہے وہ دوسرے خطہ میں کثرت کے ساتھ نظر نہیں آتی ہے، صرف ترہت کے مضافات میں جو لعل و گہر موجود ہیں ان کو سمیٹتے ہوئے مشہور مؤرخ اور دربھنگہ راج کے اعلیٰ منصب پر فائز منشی بہاری لعل فطرتؔ نے مشہور زمانہ تصنیف تواریخ الفطرت میں اور مرزا زبیر الدین گورکان نے موج سلطانی میں اور جناب الیاس رحمانی نے دربھنگہ عہد اسلامیہ میں جن جواہر پاروں کا ذکر کیا ہے وہ اس خطہ کے سنہرے ابواب کو اجاگر کرتا ہے۔

چوں کہ میرے مضمون میں حضرت معمار ملت حضرت علامہ مولانا مطلوب عالم المتخلص بہ شبیہ القادری علیہ الرحمہ کی ذات ستودہ صفات کو دار العلوم المشرقیہ حمیدیہ کے زرین ادوار کے تذکرہ کے ساتھ ان بیان کرنا ہے لہٰذا بغیر کسی لمبی تمہید کے میں قارئین پر بوجھ بنتے ہوئے اس عظیم علمی قلعہ کی مختصر تاریخ اور اس کے جواہر پارے کو بھی ذکر کردوں تا کہ اس دار العلوم کی تاریخ ساز خدمات سے قارئین واقف ہوسکیں۔

سلطنت عثمانیہ کے آخری چشم و چراغ والی ترک خلفیۃ المسلمین شاہ عبد الحمید کو جب چوطرفہ مزاحمت اور یلغار کا سامنا کرنا پڑا تب انہوں نے پڑوسی ملکوں سے معاونت کی اپیل کی جس پر لبیک کہتے ہوئے ہندوستان میں ملک گیر پیمانہ پر علمائے اہل سنت نے اس مہم پر عمل کرنا شروع کردیا۔

حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے بھی اس تحریک کا ساتھ دیا اور فتح ونصرت کی دعا فرماتے رہے، اس تحریک کو بہار کے اندر بڑا فروغ ملا اور قرب سیوان ہی کے رہنے والے حضرت علامہ و مولانا حسن علی چھپراوی علیہ الرحمہ نے عوام المسلمین سے بڑھ چڑھ کر تعاون کی اپیل کی، بڑے پیمانے پر وصولیابی ہوئی، وصول شدہ آمدات کی پہلی قسط والی ترک کی معاونت کے لئے ارسال کر دیا گیا، لیکن دوسری قسط کو ارسال کرنے کا موقعہ نہ مل سکا کہ خبر آ گئی کہ جنگ رُک چکی ہے۔

حضرت علامہ حسن علی چھپراوی علیہ الرحمہ نے اصحاب الرائے کے مشورہ پر وصول شدہ رقم سے دربھنگہ شہر کے وسط میں والئ ترک سلطان شاہ عبد الحمید کے نام سے موسوم ایک عظیم الشان اور فقید المثال علمی قلعہ بنام دار العلوم المشرقیہ حمیدیہ کی داغ بیل ۱۸۸۲ء میں علمائے اہل سنت کی نگرانی میں ڈالی اور اس علمی قلعہ میں علوم عقلیہ ونقلیہ کے ماہرین اساتذہ کی خدمت لی جس سے پورے بہار ہی نہیں بلکہ ہندوستان کے اکثر خطہ سے تشنگانِ علوم دینیہ کا ہجوم یہاں آ کر اپنی پیاس بجھانے لگا، اس وقت جن اساتذہ کی خدمت لی گئی ان میں مدرسہ سبحانیہ الہ آباد کے لائق و فائق باصلاحیت مدرس حضرت علامہ ابو سعید محمد عبد الحمید صاحب راجوی علیہ الرحمہ اور سرائے میر کے رہنے والے حضرت علامہ قمر اعظمی رحمۃ اللہ علیہ قابل ذکر ہیں۔

دونوں حضران نے اپنی زندگی کی آخری سانس تک دار العلوم کی خدمت کی اور بعد وصال شاہی جامع مسجد قلعہ گھاٹ دربھنگہ میں بیرونی داخلی دروازہ کے دکھن جانب ایک چہار دیواری میں محو آرام ہیں) اس دور میں ایک معروف حافظ و قاری کی حیثیت سے حافظ سہیل احمد خاں بھی خدمت انجام دیا کرتے تھے، جن کی قبر شاہی قبرستان قلعہ گھاٹ میں شاہی جامع مسجد کے اتری جانب میں تھی جسے فقیر راقم الحروف نے دیکھی ہوئی ہے۔

* مضمون نگار خانقاہِ واجدیہ وجامعہ واجدیہ، دربھنگہ کے سجادہ نشین ہیں۔

رفتہ رفتہ دارالعلوم کی تعلیم وتربیت کا شہرا عام ہوتا گیا اور اس کے ترقیاتی منازل طے ہوتے رہے، طلبہ کی کثرت کے سبب تعمیراتی مراحل بھی عروج کی جانب رواں دواں تھے، ۱۹۲۵ء میں اس دارالعلوم کا الحاق بہار مدرسہ اکزامنیشن بورڈ سے ہوا اور ۱۹۲۸ء میں پندرہ کمروں پر مشتمل ایک عظیم الشان عمارت بہ تعاون سید مطیع الرحمن بیرسٹر اور مولوی محمد شفیع بیرسٹر معرض وجود میں آ گئی، یہ مولوی محمد شفیع بیرسٹر وہ ذات ہے جن کے عزائم اور قوم میں تعلیم عصری ودینی کو فروغ دینے کے حوصلے کے نتیجہ میں بہار کے اندر دجنوں اسکولوں اور مدرسوں کا وجود عمل میں آیا جن میں دربھنگہ کا مشہور اسکول شفیع مسلم ہائی اسکول بھی ہے۔ ۱۹۳۴ء کے دل سوز زلزلہ سے دارالعلوم کی عمارت پر کوئی خاص اثر نہیں ہوا لیکن ۱۹۸۸ء کے زلزلہ سے مذکورہ عمارت مکمل طور پر زمین بوس ہوگئی، جس میں اس وقت کے صدرالمدرسین حضرت مولانا سید محب رسول اور ان کے دو صاحب زادے سمیت کئی طلبہ اور محلہ کے لوگ شہید ہوگئے، ۱۹۹۰ء میں حکومت ہند کے مشترکہ تعاون سے ایک مستحکم عمارت پھر وجود میں آئی جو ہنوز دعوت نظارہ دے رہی ہے۔

دارالعلوم کے مختلف ادوار میں مختلف حضرات نے دارالعلوم کے منصب صدارت ونظامت پر متمکن رہ کر اپنے اپنے فرائض کو بحسن وخوبی انجام دیا، جن میں سب سے پہلے صدر مدرس اور سب سے پہلے منتظم کی حیثیت سے حضرت علامہ ابوالخیر ابوسعید محمد عبدالحمید صاحب راجوی رہے، کچھ لوگوں میں غلط طریقے سے یہ مشہور ہوا کہ دارالعلوم کے نام کے ساتھ حمیدیہ حضرت ہی کے نام کے سبب جوڑا گیا ہے جو کہ حقیت کے برعکس ہے، ان کے بعد اور بھی کئی حضرات نے یہاں کے کمان کو سنبھالا لیکن جن کے اسماء یہاں کے دستاویز میں آئے ہیں بحیثیت صدر مدرس یا کارگزار صدر مدرس وہ اس طرح ہیں:

مولانا مقبول احمد صاحب، چندن پٹی، مولانا مقبول احمد صاحب شکری (یہ دونوں حضرات نے دارالعلوم سے نظامیہ کی تکمیل فرمائی اور یک بعد دیگر یہیں مسند تدریس پر فائز ہوئے، بعدہ مولانا محمد نعمان صاحب، حضرت مولانا محمد عیسیٰ قادری چشتی ۱۹۳۴ء فاضل منظر اسلام بریلی شریف مسند تدریسی پر فائز ہوئے، بعدہ مولانا مقبول احمد صدیقی بردی پور، مولانا مقبول احمد خان گورا، فقیر راقم الحروف کے والد عزیز مفتی عبدالواجد قادری دربھنگہ، مفتی محبوب رضا روشن القادری پوکھریرا، مولانا عبداللہ بیل پکونا، مولانا نثار احمد صاحب سید ھولی، مولانا سید امیرالحسن شاہ سلطان پور، الحاج حافظ اجمیری صاحب دربھنگہ اور حالیہ میں انچارج پرنسپل حافظ نیاز احمد نوری، دربھنگہ ہیں۔

دارالعلوم ہذا میں بحال ہونے والے اکثر اساتذہ نے یہیں سے تکمیل تعلیم فرمائی جن کا ذکر سطور بالا میں گزرا، یا ایسا بھی ہوا کہ چند درجات یا کتب کو اس دارالعلوم میں پڑھا اور تکمیل کہیں اور سے کی، البتہ آسمان علم وفضل کے سینکڑوں ماہ ونجوم نے اسی دارالعلوم میں اپنی تشنگی علم کو بجھایا ہے سبھی کا نام درج کرنا تو بہت دشوار ہے البتہ چند نام یہ ہیں: حضرت امین شریعت اوّل مفتی رفاقت حسین مفتی اعظم کانپور، حضرت علامہ نعیم الدین صاحب شیخ الحدیث مدرسہ سبحانیہ الہ آباد، علامہ عبدالعلیم آسی دربھنگوی، علامہ سیدالزماں حمدوی پوکھریروی، علامہ شمیم الرحمن پوکھریروی، آفتاب طریقت حضرت سید شاہ نور علی نقشبندی خانقاہِ سمرقندیہ دربھنگہ، حضرت مولانا شاہ نظام الدین صاحب بلیاوی ثم الہ آبادی، حضرت مولانا محمد عیسیٰ قادری چشتی حیات پور، دربھنگہ۔

دارالعلوم المشرقیہ حمیدیہ کے اندر ایک عظیم الشان لائبریری بھی موجود تھی جس میں صرف مخطوطہ کی تعداد اندازہ کے مطابق پانچ سو سے زائد رہی ہوگی اور مطبوعہ کتابوں کی تعداد دس ہزار سے زائد تھی، فقیر راقم الحروف کے والد گرامی حضرت علامہ مفتی عبدالواجد قادری علیہ الرحمہ ۱۹۷۴ء میں دارالعلوم میں بحیثیت صدر مفتی بحال ہوئے تو اس وقت کا دیکھا حال اس فقیر کو بتایا کہ یہاں کی لائبریری پورے بہار کی عظیم لائبریریوں میں سے ایک تھی، خدا بخش لائبریری میں بہت ساری ایسی نادر کتابیں موجود نہیں تھیں جو یہاں موجود تھیں، بلکہ یہاں کے قدیم استذہ نے قدیم ترین تراث کی کتابوں کو محفوظ کرنے کے لئے ایک مشن کے تحت ان کتابوں کو خود اپنے ہاتھوں سے بھی لکھا جو درجنوں کی تعداد میں بشکل مخطوطہ موجود تھیں،

لیکن ابھی کی صورت حال یہ ہے کہ اس میں ایک بھی مخطوطہ محفوظ نہیں ہے اور مطبوعات کی تعداد پانچ سو سے زائد نہیں ہے، یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہاں کے قدیم منتظمین نے اس بیش قیمتی دولت کی طرف تھوڑی بھی توجہ نہیں دی۔

دار العلوم المشرقیہ حمیدیہ کی سرسری تاریخ کے بعد حضرت معمار ملت حضرت علامہ مولانا محمد مطلوب عالم المعروف بہ شبیہ القادری پوکھریروی ثم سیوانی کا جو تعلق دار العلوم سے رہا ہے وہ قابل ذکر ہے، حضرت نے اگرچہ ابتدائی تعلیم اور چند دیگر درجات نظامیہ کو مدرسہ نور الہدیٰ پوکھریرا شریف میں حضرت علامہ شاہ حافظ حمید الرحمن صاحب قادری رحمانی علیہ الرحمہ اور دیگر اساتذہ سے اور دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف میں رہ کر حضور مفسر اعظم ہند، حضور بحر العلوم سید افضل حسین مونگیری وغیرہما سے پڑھا لیکن تکمیلِ درس نظامیہ اسی دار العلوم المشرقیہ حمیدیہ قلعہ گھاٹ دربھنگہ سے کیا، حضرت کے سوانح نگار کی مانیں تو ۱۹۵۹ء میں ان کی فراغت دار العلوم سے ہوئی، اگر وہ مبنی بر حقیقت ہے تو ریکارڈ کے مطابق بہت سارے اکابر علما و فضلا اس وقت وہاں تعلیم حاصل کر رہے تھے مثلاً علامہ عبد العظیم فانی پیغمبر پوری، علامہ محمد یٰسین شاکر پورنوی، علامہ عبد العزیز روتہٹ وغیرہم، جب کہ کہیں ۱۹۵۳ء کا بھی ریکارڈ درج ہے جو کہ حضرت معمار ملت کے مضمون سے پتہ چلتا ہے۔

اور جن اساتذہ سے حضرت معمار ملت علیہ الرحمہ اکتساب علم فرمارہے تھے ان میں حضرت علامہ عبد الحفیظ، حضرت علامہ ناظم صاحب، حضرت علامہ مقبول احمد صدیقی، حضرت علامہ محمد فیض الرحمن، حضرت علامہ محمد نعمان صاحب، حضرت مولانا بدر عالم صاحب، حضرت حافظ محمد مظہر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین خاص طور پر قابل ذکر ہیں، انہی اساتذہ کے زیر نگرانی رہ کر علوم عقلیہ و نقلیہ میں مہارت تامہ حاصل کی۔

دار العلوم المشرقیہ حمیدیہ اپنی بنیاد ہی سے مسلک اہل سنت حنفی المذہب کے طریق پر گامزن رہا ہے، لیکن جب سے بہار کی سرزمین پر گلابی سنیت کا اثر تیز ہونے لگا اس کے اثرات ہر مدرسہ اور دینی اداروں پر پڑنے لگا، خانقاہِ مجیبیہ جو کہ مسلک اہل سنت کا زمانۂ قدیم سے علمبردار رہی ہے اور صوفیان نظام کے طور طریقے پر گامزن رہی ہے وہ بھی بد مذہبوں کے دام تزویر میں پھنس کر ان کے عقائد و نظریات پر چشم پوشی کرتی رہی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خانقاہِ مجیبیہ پھلواری شریف کے جہاں جہاں اثرات تھے وہاں گلابی سنیت کی فضا ہموار ہونے لگی۔

دار العلوم المشرقیہ حمیدیہ پر بھی ایک زمانہ تک خانقاہِ مجیبیہ کا اثر رہا بلکہ اس کی نگرانی میں یہ چلتا رہا اور اسی کے ہمنوا اور خیر خواہ علما کی بحالی بھی ہوتی رہی اور چند عرصہ تک مخلوط مکتبۂ فکر کے طلبہ وہاں تعلیم حاصل کرتے رہے، حضرت معمار ملت علیہ الرحمہ کے دور میں اس گلابی پن کے اثرات عروج پر تھے بایں ہمہ حضرت معمار ملت نے کبھی بھی اپنے عقائد و نظریات پر بال نہ آنے دیا، بلکہ بانگِ دُہل عقائد خبیثہ کے حاملین طلبہ کے ساتھ علمی مباحثہ و مناظرہ کرتے اور مسلک اعلیٰ حضرت کی حقانیت کو اجاگر کرتے اور اس بنا پر انہوں نے دار العلوم میں اپنی ایک الگ پہچان بنائی اور اپنی زندگی کے آخری لمحے تک اسی مسلک حقہ کی ترویج و اشاعت کرتے رہے۔

دار العلوم کے دوران قیام جن اساتذہ سے حضرت معمار ملت نے تعلیم حاصل کی وہ سبھی مسلک اہل سنت کے ہی علمبردار رہے ہیں ان میں چند حضرات خانقاہِ مجیبیہ سے منسلک ہونے کے باوجود بھی انحراف از عقائد اہل سنت نہ کیا، ہاں کچھ نرمی کا گوشہ ضرور اختیار کیا، حضرت علامہ مقبول احمد صدیق بردی پوری علیہ الرحمہ کی خاص شفقت و محبت حضرت معمار ملت پر رہا کرتی تھی، اس وجہ سے دار العلوم کے طلبہ کے لیڈر کی حیثیت سے رہتے بلکہ طلبہ کی بزم کے سکریٹری بھی منتخب ہوئے، اس تعلق سے حضرت معمار ملت کی ایک تحریر کو یہاں پیش کرنا مناسب ہوگا تا کہ ان کے تصلب فی الدین کا گوشہ روز روشن کی طرح عیاں ہوجائے:

''غالباً ۱۹۵۳ء کی بات ہے کہ میں مدرسہ حمیدیہ قلعہ گھاٹ ضلع دربھنگہ میں مشکوۃ شریف، قطبی، ہدیہ سعیدیہ وغیرہ پڑھ رہا تھا اور خالص بریلوی مسلک کے لڑکوں میں اپنے عقیدے

کے اعتبار سے سب سے زیادہ متحرک میں ہی تھا اور اپنے مسلک کی ترویج واشاعت کے ساتھ ساتھ بدعقیدہ لوگوں سے مناظرہ ومباحثہ کرنے میں بھی پیش پیش رہتا تھا، وہاں کے طلبہ کی ایک انجمن تھی جس کا نام ’’حديقة البيان‘‘ تھا، اس حديقة البيان کو حضرت علامہ مولانا شاہ نظام الدین شاہ قبلہ بلیاوی ثم الہ آبادی وغیرہ نے اپنے طالب علمی کے دور میں مدرسہ حمیدیہ قلعہ گھاٹ دربھنگہ میں قائم کیا تھا، ہمارے زمانے میں طلبہ کی رائے عامہ سے اس کے صدر اور سیکریٹری کا انتخاب عمل میں آتا تھا، اس سال اِس کا سیکریٹری میں ہو گیا اور اس کا صدر ایک دیوبندی طالب علم۔

اب ظاہر ہے کہ اجتماع ضدین محال ہے وہ دیوبندی زدہ رسالے اور ماہ نامے منگوانا چاہتا تھا اور میں سنیت کے ترجمان کو، مگر اساتذہ کی ہمنوائی ہم کو حاصل تھی، اس لئے اس کی ساری آرزوئیں اور تمنائیں خاکستر ہو جاتی تھیں اور میں ہندوستان کی ساری چوحدی کو اپنی آنکھوں میں لئے سراپا انتظار تھا کہ کوئی آواز دے کہ فلاں جگہ سے اپنے مسلک و عقیدہ کا ترجمان رسالہ بھی نکل رہا ہے، آستانۂ دہلی تھا بھی تو آدھا اِدھر آدھا اُدھر کی منزل میں، جو اس انجمن میں پہلے ہی سے آتا تھا، ایسی حالت میں میرے مسلکی یاس وسوز کا عالم مت پوچھئے، میری ہر آنے والی صبح کا آفتاب اسی امید میں طلوع ہوتا تھا کہ اب کسی نکلنے والے پرچہ کا پتہ چل جائے گا کہ اچانک ایک دن ظہر کی نماز کے بعد میرے استاد معظم شیخ الحدیث (مدرسہ حمیدیہ) قلعہ گھاٹ دربھنگہ حضرت مولانا مقبول احمد صدیقی مدظلہ العالی نے بلوایا اور ’’ماہنامہ پاسبان‘‘ الہ آباد کی دس کاپیاں دیتے ہوئے فرمایا کہ لو اور اس کے خریدار بنوا کر بھیج دو میں پرچے لے کر ٹائٹل پیج اور اندرون اوراق الٹ پلٹ کر یہ پتہ لگانے لگا کہ کس مسلک وعقیدہ کے پرچے ہیں؟ ویسے حضرت کا مجھے بلوا کر دینا ہی اس بات کا پتہ دے رہا تھا کہ یہ پرچے مسلک بریلوی کے ترجمان ہیں، تاہم اطمینان خاطر کے لئے دیکھ رہا تھا کہ حضرت میرے مزاج کو سمجھ گئے اور فرمایا کہ کیا دیکھ رہے ہو؟ جس کی تم کو طلب تھی وہی ہے، میں نے دبی زبان میں عرض کیا، حضرت آپ مشتاق احمد صاحب نظامی کو جانتے ہیں؟ فرمایا جانتا تو نہیں ہوں مگر مولانا نظام الدین بلیاوی ہمارے شاگردوں میں ہیں ان کے شاگرد معلوم ہوتے ہیں، جب ہی تو میرے نام پرچے آئے ہیں ورنہ الہ باد میں مجھے کون جانتا ہے، اتنا سنتے ہی کیف وخوشی کا عالم مجھ پر طاری ہو گیا اور بے ساختہ نظامی صاحب کے لئے میری زبان سے حافظ کا یہ شعر نکل پڑا۔

حماك الله عن شر النوائب
جزاك الله في الدارين خيرا

(ماخوذ ماہنامہ پاسبان الہ باد شمارہ نومبر ۱۹۸۰ء صفحہ ۳۳-۳۴)

ماہنامہ پاسبان الہ باد میں حضرت معمار ملت نے علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ کے تعلق سے کافی عمدہ اور آنکھوں دیکھے احوال کو ذکر فرمایا، جس میں انہوں نے دارالعلوم المشرقیہ حمیدیہ میں رہتے ہوئے اپنے تصلب دینی اور پیروئ مسلک اعلیٰ حضرت کا کھل کر اظہار فرمایا، اس دارالعلوم کے گلابی ماحول ٹی ٹی ایس ماحول میں تبدیل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی اور بحمد اللہ اس کا اثر اب دیکھا جا سکتا ہے کہ دارالعلوم ہذا میں جو گلابیت اس وقت رہی ہوگی اب تقریباً ناپید نظر آتی ہے۔

حضرت معمار ملت کی شخصیت جہاں ایک طرف تعلیم وتعلم کی طرف منہمک تھی وہیں آپ تنظیمی امور میں بھی بہت کارآمد ثابت ہوئے ہیں، سیوان کی سرزمین پر غوث الوریٰ عربک کالج کی بنیاد اس کی زندہ مثال ہے اور اس کے علاوہ درجنوں مدارس اور مساجد ان کے زیر نگرانی یا سر پرستی رہے ہیں، مرکزی ادارۂ شرعیہ بہار کے بانی وسربراہ اعلیٰ علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ جب بھی ریاستی کاؤنسل کی میٹنگ طلب فرماتے تو اس میں اکثر معمار ملت کی شرکت ہوتی، حضرت معمار ملت کو فقیر راقم الحروف کے والد گرامی حضرت امین شریعت مفتی عبد الواحد قادری علیہ الرحمہ سے بہت ہی زیادہ انسیت اور عقیدت تھی، بہت ادب واحترام کے ساتھ پیش آتے، ایک دوبار فقیر کی ملاقات بھی آپ سے

ادارۂ شرعیہ کی میٹنگ میں ہوئی۔

۱۱/اپریل ۱۹۹۴ء کو جب مرکزی ادارہ شرعیہ بہار کا تیسرا ریاستی اجلاس علامہ علیہ الرحمہ نے بلوایا اور اجلاس زیر صدارت استاذ العلما خواجۂ علم وفن حضرت علامہ خواجہ مظفر حسین صاحب علیہ الرحمہ منعقد ہوئی اور تقریباً سو سے زائد مقتدر علما دانشوران کی شرکت ہوئی جن میں حضرت معمار ملت نے بھی شرکت فرمائی، آپ کی حسن کارکردگی اور انتظامی صلاحیت کو دیکھتے ہوئے علامہ علیہ الرحمہ کے ایما پر اور شرکاء اجلاس نے آپ کو مرکزی ادارۂ شرعیہ بہار کے نائب صدر کے منصب پر بحال کیا، جسے آپ حتی المقدور نبھانے کی کوشش فرماتے رہے۔

ایک بار غوث الوریٰ عربک کالج میں ایک اجلاس عام ہوا اور دارالقضا کے علاوہ وہاں کی موجودہ صورت حال کا جائزہ لیا گیا، جس میں مولانا وسیم رضوی کافی متحرک نظر آئے اور وہاں کے مسائل کے حل پر غور کیا گیا، حضرت معمار ملت ان دونوں صاحب فراش

معمار ملت مسلک اعلیٰ حضرت کے بیباک مبلغ

مولانا محمد رضا رحمانی

اس عالم دین پر قلم کیا لکھے جس کی زندگی کا لمحہ لمحہ گستاخ رسول کی سرکوبی اور مسلک رضا کی ترویج میں گزرا ہو، وہ جہاں گئے کسی بھی حال میں بدعقیدوں سے سمجھوتہ کا تصور تو دور کی بات ہے بلکہ اس کی تضلیل کرنے پر فخر محسوس کرتے تھے اور یہ عمل ان کی پہچان بن گیا تھا، ہمارے والد گرامی حضور محبوب الاولیا سے محبت فرماتے تھے، سرکار مجبی رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت محبت کا اندازہ آپ کے اس رسالہ سے لگایا جاسکتا ہے جو بنام، حضرت مجبی رحمۃ اللہ علیہ کے صفحہ حیات کا نقش اوّل جو 1984ء میں شائع ہوا تھا۔

اللہ کریم حضرت معمار ملت کو جنت الفردوس میں اعلیٰ جگہ عطا فرمائے اور مدیر ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف کو جزائے خیر عطا فرمائے جو معمار ملت کی حیات وخدمات پر رسالہ کا خصوصی ضمیمہ شائع کررہے ہیں۔ دعا گو: فقیر رضوی محمد رضا رحمانی

خادم آستانہ سرکار مجبی، پوکھریرا شریف

تھے، ہم سب نے ارادہ کیا کہ پہلے حضرت امین شریعت ثانی حضرت علامہ مفتی انیس عالم سیوانی علیہ ارحمہ کے مزار پاک کی حاضری کے بعد حضرت کی رہائیش گاہ پر جائیں گے، حسب پروگرام ہم سب حضرت کی رہائش گاہ حاضر ہوئے جہاں حضرت کے نور نظر جناب محمد نقیب الغوث نے ہم سب کا والہانہ استقبال کی، ہم نے حضرت کی مزاج پُرسی کی اور حضرت کی صحت کے لئے دعا گو ہوئے، فقیر راقم الحروف کی وہ آخری ملاقات تھی۔

حضرت معمار ملت ہم سب کے لئے نمونۂ اسلاف تھے اور قابل بھی! اللہ رب العزت انھیں جنت الفردوس میں محبوب مکرم سرور دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جوار رحمت نصیب فرمائے، ان کے جملہ پسماندگان اور متوسلین کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین آمین بجاہ سید المرسین علیہ وعلیٰ آلہٖ افضل الصلاۃ واذکی التسلیم۔

◆◆◆

معمار ملت کی رحلت کا غم برسوں ستائے گا

مولانا ابوالحسن مصباحی رضوی

معمار ملت کے وصل کی خبر وحشت اثر سن کر دل پژمردہ ہو گیا، آپ مسلک اعلیٰ حضرت کے علم بردار تھے، اپنے پیر ومرشد سرکار مفتی اعظم ہند کے سچے پکے شیدائی وفدائی تھے، آپ کے قائم کردہ دینی وعلمی ادارے مدرسہ محی العلوم شکل ٹولی، غوث الوری عربک کالج مخدوم سرائے اور آسی جامع مسجد آپ کی علمی اور دینی خدمات کی ادگار ہیں، آپ نے سیوان اور اطراف وجوانب میں دین وسنیت کی بےلوث خدمات انجام دی ہیں، یہی وجہ ہے کہ پورا علاقہ آپ کو ہر دل عزیز رکھتا تھا، آپ کی دینی خدمات کو قدر کی نگاہوں دیکھتا تھا، آپ کی رحلت سے دنیائے سنیت ایک ناقابل تلافی نقصان سے دوچار ہوگئی ہے، مولیٰ تعالیٰ انھیں اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔ سوگوار: فقیر محمد ابوالحسن رضوی

ناظم اعلیٰ مدرسہ نوریہ حدیثیہ، مہولی، سارن

حضرت علامہ شبیہ القادری! حیات وخدمات

از: مولانا محمد رضا امجدی*

علاقہ ترہت کمشنری بہار کا ایک مردم خیز علاقہ ہے، جہاں علم وفن کی نابغۂ روزگار شخصیات منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئیں ہیں اور دین متین کی ایسی خدمات انجام دیں ہیں جسے دنیا سنہرے حروف سے لکھے گی، اسی علاقہ ترہت میں ایک تاریخی قصبہ پوکھریرا شریف ہے، پوکھریرا اپنی تاریخی قدامت اور علمی جاہ وجلال اور شان دار روایات کے اعتبار سے ایک نمایاں مقام رکھتا ہے، جس کے روشن وتابناک ذرے علم وفضل کی دنیاں میں آفتاب و ماہ تاب کی طرح روشن وتاباں رہے ہیں، جس کی ضیابار کرنوں سے صرف علاقہ ترہت ہی نہیں بلکہ پورا بہار فیض یاب ہوا ہے۔

اس ذرخیز خاک سے اٹھنے والے علما وفضلا نے اتری بہار کا رشتہ مرکز اہل سنت بریلی شریف سے مضبوط ومستحکم کیا ہے، جس سے بہت حد تک بریلی شریف کی عقیدت ومحبت میں اضافہ ہوا ہے، اگر پوکھریرا شریف کا تذکرہ ہوا ن ستودہ صفات نفوس کے اسما شامل نہ ہوں تو پوکھریرا کی تاریخ مکمل نہیں ہوگی، فخر المحدثین شیخ العلماء آفتاب بہار حضرت مولانا عبد الرحمن المعروف سرکار مجبی علیہ الرحمہ، غزالی دوراں حضرت مولانا حکیم عطا الرحمن علیہ الرحمہ، فخر العلماء حضرت مولانا ولی الرحمن علیہ الرحمہ، سعدی زماں حضرت مولانا مطیع الرحمن علیہ الرحمہ، جیسی عبقری شخصیات پوکھریرا کے افق پر نمودار ہوکر رشد وہدایت کا وہ فریضہ انجام دیا ہے جسے آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

اسی مردم خیز قصبہ میں ممدوح مکرم حضور معمار ملت حضرت مولانا شبیہ القادری علیہ الرحمہ کا آبائی وطن ہے، آپ کی ولادت باسعادت ۱۵/ جولائی ۱۹۳۸ء بروز دوشنبہ بوقت پانچ بجے صبح اپنے نانیہال موضع کٹائی میں ہوئی، متمول گھرانے سے تعلق کی بنا پر نگہ داشت و پرداخت ناز ونعم کے ساتھ ہوئی۔

تقریباً پانچ سال کی عمر میں نانا جان منشی عبد الحمید مرحوم و مغفور کے دولت کدہ پر رسم بسم اللہ خوانی ادا کی گئی، جب نوشت و خواند کی عمر کو پہنچے تو والد گرامی محمد منظور عالم صاحب کی ایما پر مخلص اساتذہ کی نگاہ داشت میں تعلیم وتعلم کے مراحل کو مکمل کیا اور دار العلوم حمیدیہ قلعہ گھاٹ دربھنگہ سے سند دستار وفضیلت سے نوازے گئے، آپ نے مدرسہ ایجوکیشنل بورڈ پٹنہ سے فاضل کی سند حاصل کی، تارک السلطنت حضرت سیدنا مخدوش اشرف جہاں گیر سمنانی علیہ الرحمہ والرضوان کی ہمہ گیر شخصیت پر پی، ایچ، ڈی کی ڈگری بہار یونیورسیٹی مظفر پور سے حاصل کی۔

تعلیمی خدمات

اسلامی علوم وفنون کے مروجہ نصاب درس کی تکمیل کے بعد زندگی کے باب کا ایک نیا دور شروع ہوا، علم وفضل کے اس کوہ گراں نے اپنی تعلیمی خدمات کا آغاز مدرسہ نعیمیہ چھپرہ سے کیا، پھر جامع العلوم جلال پور سیوان میں صدر مدرس کے باوقار عہدے پر رہے، جنوری ۱۹۶۵ء میں غوث الوریٰ عربی کالج علی گنج سیوان میں شیخ الحدیث و پرنسپل کے باوقار عہدے پر فائز المرام ہوئے تو پھر وہیں کے ہو کر رہ گئے، کتنی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا، لیکن آپ نے سب کا خندہ پیشانی کے ساتھ استقبال کیا اور نئے امنگوں اور حوصلوں کے ساتھ میدان عمل اپنے اخلاق ومحاسن کے ذریعے سنگلاخ زمین کو سبزہ زار بنایا، سلک اعلی حضرت کی ترویج واشاعت میں کلیدی رول ادا کیا، آج سیوان اور اطراف وجوانب میں مسلک اعلی حضرت کی جو بہاریں نظر آرہی ہے اس میں بہت حد تک آپ کی کدوکاوش کا ثمرہ ہے، غوث الوریٰ عربی کالج کو انھوں نے اپنا خون جگر دیکر سینچا اور پروان چڑھایا ہے۔

آپ کی کوشش سے درس نظامی شروع ہوا، عربی وفارسی کے متعدد درجات قائم ہوئے اور دیکھتے دیکھتے ادارہ عروج وارتقا کے منازل کو طے کرتے ہوئے علم وادب کی دنیا میں ایک مقام خاص حاصل کرلیا، آج غوث الوریٰ عربی کالج کی ایک خاص شناخت ہے اور اس کی پہچان حضرت شبیہ القادری علیہ الرحمہ کے

* مضمون نگار رضوی دار العلوم موتیہاری چمپارن بہار کے پرنسپل ہیں۔

نام کے ساتھ جوڑی ہوئی ہے، انھوں نے اس ادارہ کے لئے اپنی زیست کا بیشتر حصہ تقریباً نصف صدی سے زائد خرچ کیا ہے، وہ جملہ علوم وفنون میں مہارت تامہ رکھتے تھے، فقہ، حدیث، تفسیر، عربی ادب، عروض معانی، کے علاوہ شعر وشاعری میں انھیں ید طولیٰ حاصل تھا، عقائد وکلام کے مشکل مسائل، فقہ کی گتھیاں ہوں یا حدیث وقرآن کی تعبیر وتفسیر یا شعر وادب کی باریکیاں ہوں وہ ان سب مقامات کی افہام وتفہیم سے اس طرح عہدہ برآ ہوتے کہ ان فنون میں درک رکھنے والے افراد واشخاص بھی حیرت واستعجاب میں پڑ جاتے تھے، طرز کلام سنجیدہ متین اور پروقار ہوتا تھا۔

مسائل ومباحث کی تشریح وتعبیر اور اعتراضات کے جوابات اتنے کافی وشافی ہوتے کہ ہر ایک آدمی مطمئن ہوجاتا تھا، ذہن کے کسی گوشے میں شک وریب کا شائبہ تک باقی نہیں رہتا تھا، تبحر علمی کے ساتھ اخلاق ومحاسن کے دھنی تھے، خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کرتے، بات چیت متانت وسنجیدگی کے ساتھ فرماتے تھے، پہلی دفعہ عرس رضوی شریف کے موقع پر ملاقات کا شرف حاصل ہوا تھا، حضرت مفتی محمد عبید الرحمن صاحب مظفر پوری بریلی شریف میں چنگی دفتر والی مسجد میں رہتے ہیں، اسی وجہ سے عموماً مظفر پور اور اس کے اطراف وجوانب کے احباب میں سے اکثر عرس رضوی شریف کے موقع پر اسی مسجد میں قیام کرتے ہیں، میں بھی وہیں ٹھہرا ہوا تھا، حسن اتفاق حضور معمار ملت علیہ الرحمہ بھی اسی مسجد میں قیام کئے ہوئے تھے، حضرت مفتی احسن رضوی شاہزادہ حضور شیر بہار علیہ الرحمہ نے میرا تعارف کرایا، کافی دیر تک بات ہوتی رہی، ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازتے رہے، اس کے بعد کئی مواقع پر ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

تصنیف وتالیف

حضور معمار ملت علیہ الرحمہ نے درسیات وغیر درسیات کے مضوعات پر درجن بھر سے زائد کتابیں تصنیف کیں ہیں، اسلوب طرز ادا کے لحاظ سے تمام تصانیف علم وادب کی بہترین شاہکار ہیں جو مصنف علیہ الرحمہ کے قلم کی پختگی اور مخصوص انداز تحریر کی علامت وپہچان ہے، اہم سے اہم دینی مسائل یا علمی مباحث ہوں ہر جگہ انتہائی سلاست وروانی کے ساتھ اشہب قلم رواں دواں رہتا ہے، تکلف وتصنع سے عبارت منزہ وپاک ہوتی ہے۔

عام فہم الفاظ، مختصر، دل نشیں جملوں اور متین وسنجیدہ لب ولہجہ کے ذریعہ قاری کے ذہن کو مسائل کی گہرائی وگیرائی تک پہنچا دیتے ہیں، سہل وآسان انداز تحریر سے ترسیل وابلاغ کا بھر پور کام لیتے ہیں، مؤثر لب ولہجہ اور صاف وشستہ زبان، اسلوب نگارش نہایت ہی درجہ پاکیزہ اور جاذب نظر، لفظوں اور جملوں کی بازی گری کے بجائے سادہ اور پرتاثیر انداز بیان اختیار فرماتے تھے، یہی وجہ ہے کہ مصنف علیہ الرحمہ کی حیات ظاہری میں تمام کتابیں منظر عام پر آنے کے بعد قارئین سے بھر پور داد وتحسین حاصل کر چکی ہیں، کئی کتابیں تو درسیات میں داخل نصاب ہیں، جس سے مصنف کی مقبولیت کا اندازہ قائم کر سکتے ہیں۔

اجازت وخلافت

آپ نے حضور مفتی اعظم ہند جیسی عبقری ونابغہ روزگار شخصیت کے دست حق پرست پر ۲۳؍ رجب المرجب ۱۳۹۴ھ کو سلسلہ عالیہ قادریہ میں شرف بیعت حاصل کی اور انھیں سے اجازت وخلافت بھی پائی، یہ وہ خانوادہ ہے جو معرفت وسلوک اور شریعت وطریقت کے لیے علم وعمل کو لازم قرار دیتا ہے کی پابندی پر خوب خوب زور دیتا ہے، شائد یہی وجہ ہے کہ معمار ملت نے اعمال صوفیانہ کے لئے خانقاہ وگوشۂ عزلت کا انتخاب نہیں کیا بلکہ میدان عمل میں رہ کر دین وسنیت کی خدمت انجام دی اور تزکیۂ نفس وتصفیۂ اعمال سے لوگوں کے اندر روحانی قدریں بیدار کیں۔

وفات حسرت آیات

آپ کئی روز پٹنہ ہاسپٹل میں زیر علاج رہے مگر بیماری شدت اختیار کرتی رہی، ضعف ونقاہت میں اضافہ ہوتا رہا، بالآخر ۲۷؍ جمادی الآخر ۱۴۴۳ھ/ ۳۱؍ جنوری ۲۰۲۲ء بروز پیر علم وفضل کا مہر تاباں ہزاروں ہزار عقیدت مندوں کو روتا بلکتا چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے لئے غروب ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ع

ابر رحمت تیرے مرقد پر گہر باری کرے

◆◆◆

صوبۂ بہار کی عظیم شخصیت کا انتقال! نا قابل تلافی نقصان

از: مولانا قطب الدین رضوی*

جھارکھنڈ میں ہونے والے ملی ''کنونشن ادارہ شرعیہ'' کے اہم مسائل پر تبادلۂ خیال ہو رہا تھا، دریں اثنا مرکزی ادارہ شرعیہ بہار کے حضرت مفتی ڈاکٹر امجد رضا امجد نے غازئ ملت کے نمبر پر فون کر کے یہ جانکاہ خبر دی کہ شمالی بہار کے ایک متبحر عالمِ دین، پوکھریرا شریف کے بلند پایہ فاضل و مفتی، خلیفۂ مفتی حضور اعظم ہند حضرت علامہ الحاج شبیہ القادری صاحب اس دنیائے فانی کو چھوڑ کر داعی اجل کو لبیک کہ گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

علامہ غلام رسول بلیاوی مرکزی ادارہ شرعیہ نے یہ المناک خبر سن کر بہت غمزدہ ہوتے ہوئے کہا کہ آہ! آج صوبہ بہار ایک بلند پایہ عالم دین سے محروم ہو گیا، علامہ شبیہ القادری علیہ الرحمہ سے میری ملاقات مذہبی جلسوں میں بہت دفعہ ہو چکی اور حضرت کی دعوت پر بھی سیوان کے مختلف حصوں میں جلسہ دستار بندی کے اجلاس میں جانا ہوا ہے، آپ بہت ہی منکسر المزاج اصغر نواز تھے، وہ اپنی فراغت کے بعد سے ہی سیوان کو اپنا میدانِ رشد و تبلیغ بنائے ہوئے تھے، سرکارِ مجبی علیہ الرحمہ پر سب سے پہلے آپ نے ایک مختصر سا رسالہ بنام حضرت مجبی کی حیات کا صفحہ اوّل لکھا تھا پھر وہی مضمون غالباً 2000ء میں ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف میں شائع بھی ہوا۔

آپ سرکارِ مجبی سے بے پناہ عقیدت رکھتے تھے، یہ ان کا ایسا کارنامہ ہے، جب تک سرکارِ مجبی کے ماننے والے زندہ رہیں گے، تب تک علامہ شبیہ القادری بھی زندہ رہیں گے، آپ کے رشتے مرکزی اداہ شرعیہ سے بہت گہرے تھے، ان کی ایک خواہش تھی کی سرکارِ مجبی علیہ الرحمہ پر اس نہج سے کام ہونا چاہیے کہ سرکار مجبی اعلیٰ حضرت کے بڑے قریبی مراسم تھے، آپ نے سرکار مجبی اور امام احمد رضا کے مراسم کا بڑا ہی والہانہ ذکر کیا ہے۔

آپ کا وصال ملت اسلامیہ کے لیئے نا قابل تلافی نقصان ہے اللہ کریم حضرت کو بلند درجات سے نوازے اور ان کے لواحقین کو صبر و تحمل عطا کرے، ادارہ شرعیہ جھارکھنڈ کے زیر اہتمام اسلامی مرکز ہند پیڑھی رانچی میں نائب مہتمم قاری محمد ایوب رضوی کی قیادت میں تعزیتی محفل ہوئی جس میں قاضئ شریعت علامہ مفتی فیض اللہ مصباحی پرنسپل اسلامی مرکز نے موت العالم موت العالم پر روشنی ڈالی، ناظم اعلی نے کہا کہ علامہ شبیہ القادری علیہ الرحمہ کا جنازہ آج مورخہ یکم فروری کو ہوگا، جس میں علامہ غلام رسول بلیاوی کی قیادت میں مرکزی ادارہ شرعیہ پٹنہ کے مفتیان کرام اور علمائے دین کا ایک قافلہ شریک جنازہ ہونے سیوان پہنچ رہا ہے۔

◆◆◆

سنیت کے فروغ و استحکام میں معمار ملت کا اہم حصہ

از: مولانا محمد وجہ القمر رضوانی*

رہنے کو سدا دہر میں آتا نہیں کوئی
تم جیسے گئے ایسے بھی جاتا نہیں کوئی

۳۱/ جنوری ۲۰۲۲ء بروز پیر مطابق ۲۷/ جمادی الثانی ۱۴۴۳ھ اپنی عادت کے مطابق میں Whats App کھولا تو میرے عزیز جناب مولانا محمد ریحان انجم مصباحی رحمانی کی جانب سے یہ اندوہناک خبر پڑھنے کو ملی کہ حضرت علامہ شبیہ القادری پوکھریروی اس دارفانی سے کوچ کر گئے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

طبیعت بہت غمگین ہوئی اور دل و دماغ پر غم کے بادل چھا گئے آپ سرکار محبیؔ رحمۃ اللہ علیہ کی نگری پوکھریرا شریف، سیتامڑھی کی سرزمین پر ۱۵/ جولائی ۱۹۳۸ء فجر کے مبارک وقت اس دنیا تشریف میں لائے، یوں اتری بہار میں پوکھریرا شریف کو یہ فخر حاصل ہے کہ یہاں کی سرزمین سے سینکڑوں علم و ادب کے آفتاب

* مضمون نگار ادارۂ شرعیہ جھارکھنڈ کے ناظم اعلیٰ ہیں۔

وماہتاب روشن وتاباں ہوئے جنہوں نے اپنے اپنے وقت میں علم وادب اور دین متین کی بڑی خدمت کی، انہیں عبقری اور نابغہ روزگار شخصیتوں میں فضل وکمال والی شخصیت حضرت علامہ شبیہ القادری کی تھی، جن کے ہمہ جہت خدمات کا زمانہ معترف ہے۔

آپ نے اپنے تعلیمی سفر کا آغاز مدرسہ نورالہدیٰ سے ہوا، خلیفۂ تاجدار اہل سُنّت حضور مفتی اعظم ہند حضرت مفتی محمد مطیع الرحمٰن نوری نوراللہ مُرقدہ سے خوب اکتساب فیض فرمایا، اِن کے علاوہ آپ نے ماہر درسیات اور قابل قدر اساتذہ سے فیوض و برکات حاصل کی، آپ کے دور میں الجامعۃ المشرقیہ مدرسہ حمیدہ قلعہ گھاٹ، دربھنگہ کا تعلیمی معیار کافی بلند تھا، اس کی شہرت سن کر لوگ کافی دور دراز سے علمی تشنگی بجھانے یہاں تشریف لاتے تھے۔

حضرت علامہ شبیہ القادری اسی بلند پایہ سلطان الاساتذہ کی خدمت میں رہ کر خوب خوب علمی تشنگی بجھائی، آپ کی خوش نصیبی یہ بھی ہے کہ آپ نے امام احمد رضا کے مایہ ناز شاگرد وخلیفۂ ملک العلماء حضرت علامہ ظفرالدین فاضل بہاری اور حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا خان قادری بریلوی کے شاگرد وخلیفۂ حضرت علامہ محمد احسان علی حامدی محدّث فیض پوری سے علوم عقلیہ ونقلیہ حاصل کی اور محدث اعظم کے مرید وخلیفہ حضرت مولانا فیض الرحمٰن بلہاوی سے بھی کسب فیض فرمایا، نیز جب آپ مرکز شریعت وطریقت بریلی شریف حاضر ہوئے تو تاجدار اہلِ سُنّت حضور مفتی اعظم ہند علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا خان قادری نوری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے نیز جلد ہی خلافت واجازت سے نوازے گئے۔

جب آپ نے سیوان کی سرزمین پر قدم رکھا امین شریعت ثانی بہار مفتی اعظم نیپال کی آپ پر بڑی شفقتیں وعنایتیں رہیں، حضرت معمار ملت اپنے وقت کے متبحر عالم دین، بزم علم ودانش کے میر، درسگاہ کے معتمد مدرس، خانقاہ کے خدا رسیدہ بزرگ، میدان خطابت کے خطیب دلپذیر تھے، اس کے علاوہ نعت وغزل کے مایہ ناز شاعر ادب وصحافت کے نامور ادیب تھے، کئی کتابیں یادگار چھوڑیں ہیں جو آپ کے قلم وقرطاس کی جولانیت کا پتہ دیتی ہے۔

آپ رہبر راہ شریعت اور پابند شریعت شیخ طریقت تھے، آپ نے تحریر وتقریر اور تدریس کے ذریعہ دین حق اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت میں اپنی زندگی کا پورا لمحہ وقف فرمایا، سیوان اور اُس کے گردونواح میں جو سنیت کی روشنی اور مسلک اعلیٰ حضرت کے کارنامے نظر آتے ہیں، اُس میں معمار ملت کا خون جگر بھی شامل ہے، اللہ ربُّ العزت اُن کے دینی خدمات کو قبول فرمائے، اُن کے درجات میں ترقی کے ساتھ جنّت الفردوس میں اعلیٰ مقام ومرتبہ عنایت فرمائے، آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ۔

سوگوار: محمد وجہ القمر رضوانی

خادم خانقاہ قادریہ نقشبندیہ آبادانیہ نوریہ رضوانیہ، نان پور، سیتامڑھی، بہار

فلک علم وحکمت کا نیر تاباں روپوش ہو گیا

از: مولانا محمد احمد رضا غزالی*

سرزمین پوکھریرا شریف سے افلاک علم وحکمت پر طلوع ہونے والا نیر تاباں اپنی علمی کرنوں سے تاریک دلوں کو جگمگاتا ہوا بالآخر 30 رجنوری 2022ء کو روپوش ہوا، یعنی معمار ملت حضرت علامہ مولانا شبیہ القادری رحمۃ اللہ علیہ دارفانی سے رحلت فرما کر خلد آشیانی ہوئے۔

آپ کا اصل نام "محمد مطلوب عالم قادری ہے، شبیہ القادری آپ کا تخلص ہے، تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی طرح آپ کا بھی تخلص ایسا معروف ہوا کہ لوگ اصل نام کو بھول گئے۔

آپ کی ولادت باسعادت 17 رجمادی الاولی 1357ھ / 15 رجولائی 1938ء کو آپ کے ننہال موضع کٹائی ضلع مظفر پور بہار میں ہوئی، پانچ سال کی عمر میں آپ کے نانا عبدالحمید مرحوم کے دولت کدے پر آپ کی تقریب بسم اللہ خوانی ادا کی گئی جس میں اہل محلہ کے ساتھ غربا ومساکین کے لیے پرتکلف کھانے کا اہتمام کیا گیا۔

ابتدائی تعلیم اپنے نانا جان سے حاصل کرنے کے بعد وطن مالوف گہوارۂ علم وادب پوکھریرا شریف جا کر پروردۂ آغوش ولایت پیر طریقت حضرت مولانا حمید الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن کریم کے ناظرہ وحفظ کی تعلیم حاصل کی، اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے وقت کی عظیم درس گاہ مدرسہ حمیدیہ قلعہ گھاٹ دربھنگہ تشریف لے گئے اور جید علما کے چشمۂ علم وحکمت سے سیراب ہو کر 1959ء میں دستار فراغت حاصل کی، جن اساتذہ سے اکتساب علم وفیض کیا، ان کے اسما درج ذیل ہیں:

(1) ملک العلماء علامہ ظفر الدین احمد رضوی بہاری (2) محدث بہار علامہ احسان علی رضوی فیض پوری سیتامڑھی (3) پروردۂ آغوش ولایت پیر طریقت مولانا حمید الرحمٰن پوکھریروی (4) حضرت مولانا مطیع الرحمٰن پوکھریروی (5) حضرت مقبول احمد صدیقی (6) حضرت مولانا فیض الرحمن (7) حضرت مولانا عبد الحفیظ قادری (8) حضرت مولانا عثمان صاحب (9) حضرت مولانا غفران صاحب (10) اپنے نانا جناب عبد الحمید صاحب۔

بعد فراغت تدریسی خدمات کا آغاز یکم جنوری 1960ء کو ضلع چھپرہ بہار کے مرکزی ادارہ جامعہ نعیمیہ سے کیا، دو سال تک مسند تدریس کو رونق بخشی، پھر 1962ء کو جامع العلوم جلال پور سیوان تشریف لے گئے اور صدر مدرس کے منصب پر فائز ہوئے، 1965ء سے تادم حیات غوث الوریٰ عربی کالج سیوان میں پرنسپل وشیخ الحدیث کی مسند پر جلوہ گر رہ کر علوم دینیہ کے ابلاغ وتبلیغ کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

نونہالان اہلسنت کی تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ عوام اہل سنت میں دینی شعور پیدا کرنے کے لیے مجالس ومحافل کا اہتمام فرماتے، علما وطلبہ کی علمی وفکری رہنمائی کے لیے کتابیں تصنیف فرمائی جو درجن سے زائد ہیں، جن کے اسما درج ذیل ہیں:

(1) اصول الحدیث (2) لمعات حدیث (3) الدراسۃ العربیہ (4) اس کو یاد کرو (5) عربی بولو (6) تراجم کلام اللہ کا تقابلی جائزہ (7) ایک تقریر (8) دفاعی مورچہ (9) میزان عدل (10) فسادی کون؟ (11) سید نور (نعتیہ دیوان) (12) ترجمہ الدر الثمین (مصنف حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی) (13) خلاصۃ النحو (14) القراۃ المرشدہ۔

آپ کی آخری آرام گاہ غوث الوریٰ عربی کالج کے قریب ایک عقیدت مند کی پیش کردہ زمین میں بنی ہے، اللہ رب العزت حضرت کے درجات بلند فرمائے آمین بجاہ النبی الامین ﷺ، معمار ملت کی حیات وخدمات پر ماہنامہ سنی دنیا کے خصوصی شمارہ کی اشاعت پر تاج الشریعہ کے منظور نظر حضرت علامہ مفتی عبد الرحیم نشتر فاروقی صاحب مدظلہ العالی ایڈیٹر ماہنامہ سنی دنیا کی بارگاہ میں ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں مولیٰ تعالیٰ آپ کو درازیٔ عمر بالخیر عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ ◆◆

از: مولانا محمد فاروق احمد مصباحی*

جامع محاسن وکمالات تھے معمار ملت

جماعت اہل سنت کی عبقری شخصیات میں ایک نمایاں نام معمار ملت حضرت علامہ مولانا الحاج شبیہ القادری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، آپ 1959ء میں تکمیل علم دین کے بعد مسند تدریس پر فائز ہوئے اور متعدد مدارس اسلامیہ میں اپنی خداداد صلاحیتوں سے فروغ علم دین میں کارہائے نمایاں انجام دیا اور سیکڑوں شاگردوں کو چشمۂ علم وحکمت سے سیراب کیا، آپ بیک وقت عالم، مصنف، مدرس، مقرر اور شاعر جیسے اوصاف وکمالات کے حامل تھے، ایک شخصیت میں اتنی ساری خوبیوں کا مجتمع ہونا غیر معمولی صلاحیت کی واضح دلیل ہے، آپ کی دینی، علمی ومسلکی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی، آپ نے اپنا علمی مرکز غوث الوریٰ عربی کالج کو بنایا اور وہیں سے تادم آخر خدمت دین کا عظیم فریضہ انجام دیتے رہے، آپ کے علمی شہ پارے جن کی تعداد درجن سے زائد ہیں، اہل علم میں مقبول اور قابل قدر ہیں۔

آپ سے میرے روابط عرصہ دراز سے قائم رہے ہیں، پہلی

*مضمون نگار مدرسہ قادریہ سلیمیہ چاند پورہ چھپرہ، بہار کے پرنسپل ہیں۔

مرتبہ 6/ فروری 1992ء، دوسری مرتبہ 1994ء، تیسری مرتبہ 2001ء کو مدرسہ قادریہ سلیمیہ چاند پورہ چھپرہ کے جلسۂ دستار بندی کے موقع پر میں نے حضرت کو بحیثیت صدر جلسہ مدعو کیا تھا، بعد جلسہ تحریری طور پر اپنے تأثرات قلمبند فرمائے، جس میں مدرسہ کی پرشکوہ عمارت، طلبہ کی تعلیم وتربیت، ادارے کا نظم ونسق، بانی وصدر الحاج محمد سلیم صاحب قادری مرحوم، نائب وسابق صدر الحاج اطیع اللہ صاحب مرحوم اور راقم الحروف کی خدمات دینیہ کو خوب سراہا اور دعاؤں سے نوازا۔

آپ کی رحلت جماعت اہل سنت کے لیے باعث رنج و غم ہے، 30/ جنوری شب دس بج کر پندرہ منٹ پر طویل علالت کے بعد دار فانی سے کوچ فرما کر خلد نشیں ہو گئے، اللہ رب العزت آپ کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

قابل مبارک باد ہیں محب گرامی قدر حضرت علامہ مفتی عبد الرحیم نشتر فاروقی صاحب ایڈیٹر سنی دنیا بریلی شریف جو ضلع سارن کی معروف شخصیت معمار ملت علامہ شبیہ القادری علیہ الرحمہ کے گوشۂ حیات پر خصوصی شمارہ شائع فرما رہے ہیں، مولائے کریم ان کی کاوش قبول فرمائے اور اس رسالہ کو قارئین کے لیے نفع بخش بنائے، آمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔

◆◆◆

فروغ مسلک اعلیٰ حضرت کی ایک اور زرنگار کڑی ٹوٹ گئی

از: ڈاکٹر مفتی ارشاد احمد ساحل سہسرامی *

ان دنوں عالمی سطح پر تسلسل سے اکابر علما ومشائخ اہل سنت اس جہان فانی کو الوداع کہہ رہے ہیں اور ہم اہل سنت ان کے داغ مفارقت سے دوچار ہیں، اسی دورانیے میں دین وسنیت اور فروغ مسلک اعلیٰ حضرت کی ایک اور زرنگار کڑی ٹوٹ گئی اور حضرت علامہ محمد مطلوب عالم رضوی معروف بہ شبیہ القادری علیہ الرحمہ بھی ہم سے رخصت ہو گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، للہ ما اعطی وما اخذ وعندہ کل شئی باجل مسمیٰ۔

حضرت والا سے مجھے غائبانہ تعارف تو عرصۂ دراز سے رہا لیکن بریلی شریف اور مبارک پور میں چند بار زیارت کا شرف حاصل رہا، آپ غوث الوریٰ عربی کالج، سیوان کے بانی اور ڈائریکٹر کی حیثیت سے زیادہ متعارف تھے، جسے آپ نے خون جگر پلا کر پروان چڑھایا، بریلی شریف سے والہانہ وابستگی اور فروغ عشق رضا آپ کی شناخت تھی، آپ کے وصال کے بعد آپ کا سوانحی خاکہ دیکھا تو آپ کی شخصیت ہشت پہل نظر آئی۔

آپ فاضل بھی تھے اور محقق بھی، خطیب بھی تھے اور مدرس ومصنف بھی، نثر نگار بھی تھے اور شاعر بھی! ایک درجن کتابیں آپ کی علمی یادگار ہیں، آپ نے صرف دینی درسگاہ سے علم وفضل کی موتیاں نہیں سمیٹیں بلکہ عصری دانش کدے سے ڈاکٹریٹ بھی کی، آپ شیخ طریقت بھی تھے اور معمار ملت بھی، درجنوں ادارے آپ کے مرہون منت ہیں، کئی ایک یادگار کانفرنسیں آپ نے منعقد کرائیں، وہابیہ، دیابنہ سے لوہے لئے، ڈی اے وی کالج سیوان میں شعبۂ اردو وفارسی کے صدر رہے، غرض کہ ایک شخص میں جہان محاسن وکمالات سمٹ آیا تھا، لیکن ؎

سب کہاں، کچھ لالہ وگل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں تھیں جو کہ پنہاں ہوگئیں

یہ قادری رضوی درویش سادگی اور متانت کے ساتھ اپنی خشیت مآب بساط زندگی سمیٹ لے گیا اور اپنی لافانی یادگاریں ملت کے حوالے کر گیا جو رہتی دنیا تک اس کے خلوص، وفا، ایثار اور تعمیری فکر کی یاد دلاتا رہے گا، اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات بلند فرمائے، ان کے چھوڑے ہوئے مشن کی تکمیل کے لئے مخلص افراد فراہم فرمائے، ہم اہل سنت خاص کر آپ کے متعلقین وابستگان اور متوسلین ومحبین کو صبر جمیل عطا فرمائے، امین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

◆◆◆

معمار ملت ایک ہمہ جہت شخصیت

از: مولانا ریحان رضا انجم*

قرطاس وقلم کی اہمیت کا اعتراف مسلم ہے، یہی وجہ ہے کہ قرطاس وقلم کی وابستگی کا جنہیں اعزاز مل جاتا ہے ان کا تذکرہ تاریخ میں محفوظ ہوجاتا ہے، اسی بات کو پیش نگاہ رکھتے ہوئے کوشش ہونی چاہیے کہ صاحب فضل شخصیات جنہوں نے اپنی عمر عزیز کو دین وسنیت کے فروغ واستحکام میں صرف کیا ان کا ذکر جمیل تاریخ میں محفوظ ہوجائے ،گلستاں میں حضرت شیخ سعدی کا سبق یاد ہے۔ ؎

نام نیک رفتگاں، ضایع مکن
تا بماند نیکت، را پایدار

دنیا سے تشریف لے جانے والے بزرگوں کے نام کو فراموش مت کروتا کہ ان حضرات کے مبارک نام ہمیشہ باقی رہیں، ۳۰ر جنوری ۲۰۲۲ء کا سورج ہی نہیں ڈوبا بلکہ اس رات کی تاریکی میں پوکھریرا شریف سے نکلنے والا علم وفضل کا آفتاب اندرا گاندھی ہاسپیٹل پٹنہ میں رات دس بجے ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا،شوسل میڈیا کے ذریعے کچھ ہی منٹوں میں اس خبر نے دنیاے سنیت کو افسردہ وملول کردیا۔ ؎

عاشق غوث الوریٰ جاتا رہا
ترجمان مسلک احمد رضا جاتا رہا

معمار ملت علامہ شبیہ القادری علیہ الرحمہ نے اپنی عالمانہ باوقار زندگی کو مسلک ومشرب کے فروغ میں اس قدر وقف کردیا تھا کہ سارن کمشنری میں بالخصوص شہر سیوان واطراف میں جس جگہ وعلاقہ میں اہل سنت ومسلک اعلیٰ حضرت کی تعلیمی، تبلیغی، تصنیفی اور تعمیری کمی کا احساس ہوتا آپ پورے جوش وخروش کے ساتھ اس کمی کو دور کرنے کے لیے کمر بستہ ہوجاتے اور جب تک اسے مکمل نہ کرتے چین سے نہ بیٹھتے تھے۔ ؎

دیوانگی عشق بڑی چیز ہے سیماب
یہ ان کا کرم ہے جسے دیوانہ بنالیں

سرکار مفتی اعظم کی صحت بابرکت نے معمار ملت پر ایسا قادری ورضوی رنگ چڑھادیا تھا کہ تاحیات کسی نے اس رنگ کو پھیکا ہوتے نہ دیکھا، تاریخ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ فروغ سنیت ورضویت کا جذبہ صادق آپ کو زمانہ طالب علمی سے ہی پیدا ہوگیا تھا، کیوں کہ چند ماہ بریلی شریف میں تعلیم حاصل کی انہیں ایام میں سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے دست مبارک پر شرف بیعت حاصل کیا اور قادری رضوی غلاموں کی صف میں شامل ہوگئے۔

خاندانی مزاج زمین دارانہ تھا اور بڑے ناز ونعم سے پلے بڑھے تھے، اہل خانہ آپ کو دور جانے کی اجازت بھی نہیں دیتے تھے بالآخر مدرسہ حمیدیہ، قلعہ گھاٹ، دربھنگہ میں دو عالم ربانی جن کی علمی شہرت ثریا پر تھی، اوّل علامہ مقبول احمد خان، دوم علامہ مقبول احمد صدیقی رحمہما اللہ تعالیٰ۔

چنانچہ آپ اپنی علمی تشنگی انہیں بزرگوں کی صحت بافیض میں رہ کر دور کرنے لگے،لیکن بارگاہ مفتی اعظم کا فیض قیام بریلی کے زمانے میں ایسا حاصل ہوا کہ ''مدرسہ حمیدیہ دربھنگہ'' میں اس کا پورا پورا اثر دیکھنے کو ملا، میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس سلسلے میں حضرت معمار ملت علیہ الرحمہ کی اس تحریر کا اقتباس پیش کردوں، جسے آپ نے بعنوان ''علامہ نظامی ایک معمار سنیت کی حیثیت سے'' کے عنوان سے قلم بند فرمایا تھا۔

''غالباً ۱۹۵۳ء کی بات ہے کہ میں مدرسہ حمیدیہ، دربھنگہ میں مشکوٰۃ شریف، قطبی، ہدیہ سعیدیہ، وغیرہ پڑھ رہا تھا اور خالص بریلوی مسلک کے لڑکوں میں اپنے عقیدے کے اعتبار سے سب سے زیادہ متحرک میں ہی تھا اور اپنے مسلک کی ترویج واشاعت کے ساتھ ساتھ بدعقیدہ لوگوں سے مناظرہ ومباحثہ کرنے میں بھی پیش پیش رہتا تھا۔''

(ماہنامہ: پاسبان، نومبر، ۱۹۸۰ء الہ آباد)

معمار ملت کی یہ انفرادیت وخصوصیت رہتی دنیا تک یاد رکھی

جائے گی، مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ واستحکام کے جذبۂ صادق کا مظہران کا یہ شعر ملاحظہ ہو۔

جگاؤ جوت کچھ ایسی نبی کی الفت کی
عقیدہ سارے جہاں کا بریلوی ہوجائے

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب ۲۰۱۲ء ماہ فروری میں خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد اسلم رضوی علیہ الرحمہ کے عرس چہلم کے موقع پر گوشۂ شیر بہار مجلہ ''رضائے محیٰ'' مدھوبنی میں نے نکالا تھا، اس میں ناچیز کا ایک مضمون بنام ''سرکار محیٰ تاریخ کے آئینے میں'' شامل اشاعت تھا، جب یہ مجلہ معمار ملت تک پہنچا تو آپ نے میرے مضمون کو پڑھ کرفون کیا تھا اور جس انداز سے آپ نے محبت وشفقت کا اظہار کیا وہ ملاحظہ ہو:

''بابو ریحان انجم تمہارا لکھا ہوا مقالہ سرکار محیٰ تاریخ کے آئینے میں جس کو میں نے بار بار پڑھا ہر بار تم کو دل سے دعا دیتا رہا فون کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تم نے جس قلم سے یہ مقالہ لکھا ہے، میں جب بسفی آوں گا مجھے ضرور دو گے تاکہ اس قلم کو بوسہ دینے کا شرف حاصل کروں۔''

ان کی گفتگو نے میرے محیٰ شناسی کی تحریک کو مزید قوت بخشی، اللہ کریم ہم سب کو اپنے اسلاف کے طرز عمل پر حیات کے لمحات گزارنے کی سعادت بخشے، آمین۔

محب گرامی حضرت مولانا اشرف غوثی کچھوچھوی مدرس غوث الوریٰ عربک کالج، مخدوم سرائے، سیوان کی کئی سالہ آرزو کی تکمیل آج معارف معمار ملت سے کرتے ہوئے فخر محسوس کر رہا ہوں، البتہ معمار ملت کی حیات میں کاش اگر یہ کام مکمل کرنے شرف حاصل ہوتا تو اور ہی لطف آتا، اس موقع پر مجھے علامہ شبنم کمالی علیہ الرحمہ کا ایک شعر یاد آرہا ہے۔

ہوتی ہے کہاں زندگی میں آدمی کی قدر
مرنے کے بعد نام کا جلسہ کریں گے لوگ

◆◆◆

عالم کی موت عالم کی موت ہے

حیف صد حیف کہ ملت کا وہ معمار گیا

از محمد احمد رضا غزالی بسفی مدھوبنی بہار مقیم حال چھپرہ

صاحبِ فہم و ذکا واقف اسرار گیا
حیف صد حیف کہ ملت کا وہ معمار گیا

اپنی قربت سے نوازیں گے شہنشاہ زمن
واہ کس شان سے وہ پیکر ایثار گیا

جس کی تحریر میں تھی الفت سرور کی چمک
حلقۂ علم وادب سے وہ قلم کار گیا

جس سے پرنور ہے تعلیم وتعلم کا جہان
جانب خلد وہی اختر ضوبار گیا

دین سرکار مدینہ کی اشاعت کے لیے
زندگی وقف تھی جس کی وہی سردار گیا

جس کی خوشبو سے معطر ہے مشام عاشق
گلشنِ عز وتشرف کا وہ گلزار گیا

حلقۂ شعر وسخن جس پہ تھا نازاں
اب وہ قریۂ شعر وسخن چھوڑ کے فنکار گیا

کتنا دل دوز ہے جاں سوز ہے رحلت کی خبر
مرد حق مرد جری حق کا علم دار گیا

مرکب خامہ وافکار غزالی رو کو کہہ دو
دنیا سے محمد کا وفادار گیا

◆◆◆

सुन्नी दुनिया में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोट:-

1. तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।
2. वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इशाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।
3. पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2020-2022
APRIL-2022
PAGES 72 WITH COVER
PER COPY : ₹25.00
PER YEAR : 300.00
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan

MARKAZI DARUL IFTA مرکزی دارالافتاء
82, Saudagaran Raza Nagar, Bareilly Sharif, U.P. Pin. 243003, (INDIA) ۸۲/سوداگران رضانگر بریلی شریف یوپی (الہند)

MDQ/00 7 /2021 | باسمہٖ تعالیٰ | 05/02/2022

اہل بہار مسلک اعلیٰ حضرت کے ایک مخلص داعی سے محروم ہو گئے

خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند، معمار ملت حضرت علامہ شبیہ القادری صاحب نور اللہ مرقدہ ۳۱؍جنوری ۲۰۲۲ء کی شب وصال فرما گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی رحلت اہل سنت کا عظیم خسارہ ہے، آپ بہار بالخصوص سارن کمشنری میں مسلک اعلیٰ حضرت کے مخلص داعی وترجمان اور مرکز اہل سنت کے وفادار سپاہی تھے، موصوف کے وصال سے مسلمانان اہل بہار مسلک اعلیٰ حضرت کے ایک مخلص داعی سے محروم ہو گئے۔

آپ کا شمار مسلک اعلیٰ حضرت کے ان داعیوں اور مبلغوں میں ہوتا تھا جو نہایت ہی خاموشی کے ساتھ دین و سنیت کی خدمات انجام دیتے ہیں، آپ نے اپنی حیات کے تقریباً ۵۵؍سال سیوان، بہار میں گزارے، اس دوران دو اہم ادارے ''محی العلوم'' شکل ٹولی اور ''غوث الوریٰ عربک کالج'' مخدوم سرائے قائم فرمائے، یہ دونوں ادارے دینی تعلیم وتربیت کے فرائض انجام درے رہیں۔

آپ کو حضور اعلیٰ حضرت، حضور حجۃ الاسلام، حضور مفتی اعظم ہند اور والد گرامی حضور تاج الشریعہ قدست اسرارہم سے بڑی عقیدت ومحبت تھی، ہمہ وقت ان بزرگوں کا تذکرہ کرتے رہتے، زندگی بھر مرکز اہل سنت بریلی شریف کے وفادار رہے، اللہ رب العزت اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے حضرت معمار ملت کی خدمات جلیلہ کو شرف قبولیت عطا فرمائے، انھیں غریق رحمت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور برادران اہل سنت کو ان کا نعم البدل مرحمت فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم۔

فقیر محمد عسجد رضا قادری غفرلہٗ

فقیر محمد عسجد رضا قادری غفرلہٗ
(خانقاہ تاج الشریعہ، درگاہ اعلیٰ حضرت، بریلی شریف)
۳؍رجب المرجب ۱۴۴۳ھ مطابق ۵؍فروری ۲۰۲۲ء

Under Management : IMAM AHMAD RAZA TRUST زیر اہتمام: امام احمد رضا ٹرسٹ، سوداگران رضانگر، بریلی شریف
E-mail: asjadraza@markazeahlesunnat.com ای میل:
www.markazeahlesunnat.com www.hazrat.org ویب سائٹ:
Ph.: 91 0581 2458543 3091453 فون:
Fax : 91 0581 2472166 فیکس:

محرم الحرام ۱۴۴۴ھ/ اگست ۲۰۲۲ء
AUGUST-2022 Rs. 25/-

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان
ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف
MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

پیغام کربلا

مظلوم شہزادے کی شہادت

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے

محرم شریف اور ہم! ہم محرم کیسے منائیں؟

عورت اور اس کے تخلیقی تقاضے

فضول خرچی اور اسراف کی مذمت

دینی تعلیم کی اہمیت وفضیلت اور افادیت

گناہوں پر ندامت اور اس کی فضیلت و برکت

اسلامی سال مبارک ہو

چشمۂ دار الافتاء بریلی شریف کا ایک گم نام مگر نامور مفتی

دیوان نوری میں ہندی اور علاقائی زبانوں کا استعمال

حضور مفتی اعظم ہند اور خدمت خلق

حضور شعیب الاولیاء وقت کے عظیم صوفی

مدیر
مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی

وارث علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتی اعظم نور دیدۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خاں قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خاں قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

شمارہ نمبر ۸
Issue No. 8
Vol. 7 جلد نمبر ۷

۱۴۴۴ھ
محرم الحرام
اگست ۲۰۲۲ء

مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

تزئین کار

عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک)
آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

محمد تمہید خان عرشی
فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے
سالانہ ۳۰۰ روپے سادہ ڈاک سے
سالانہ ۵۵۰ روپے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے
امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ
کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ
قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح 9 بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 9259089193 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ہدایت
اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

Contact Address

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

Email:
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

رابطہ کا پتہ

ماہنامہ سنی دنیا
۸۲ رسوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ رسوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مشمولات

مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

عورت اور اس کے تخلیقی تقاضے

اداریہ

عام طور پر لفظ ''عورت'' ہمارے یہاں مرد کی تانیث یا مادہ کے لئے استعمال ہوتا ہے، جبکہ عربی زبان میں ''چھپانے'' کی چیز کو ''عورت'' کہتے ہیں، دراصل خالق کائنات جل شانہ نے عورت کی تخلیق ہی اس نوعیت کی فرمائی ہے جو اس سے خود کو چھپانے کا تقاضہ کرتی ہے، حجاب کی یہی فطری جبلت اسے شرم و حیا پر مجبور کرتی ہے جس کے سبب وہ شعوری ولاشعوری طور پر اپنے جسم کو چھپانے کی سعی کرتی نظر آتی ہے، شرم وحیا کی یہ فطرت عورت کے لئے ''عورت'' رہنے میں بڑی معاون ثابت ہوتی ہے۔

عورت ہمارے معاشرے میں بیوی، بہن اور ماں جیسے کئی تقدس مآب رشتوں کی حامل ہے اور ہر رشتہ میں یہ لائق تعظیم وتکریم ہے، لیکن تاریخ بتاتی ہے کہ یہ عورت اسلام سے قبل ساری دنیا میں مظلومی اور محکومی کا شکار رہی ہے، وہ ذلت ورسوائی کا بوجھ اٹھائے تاریکیوں میں بھٹکتی رہی ہے، کہیں صرف عورت ہونے کے سبب اسے زندہ دفن کر دیا گیا تو کہیں شوہر کی موت پر اسے بھی شوہر کے ساتھ زندہ جلادیا گیا، کبھی معمولی چیز کی طرح بازاروں میں بیچا اور خریدا گیا، کبھی اسے شیطان کی ایجنٹ اور فتنہ وفساد کا مجسمہ کہا گیا، تو کبھی اسے معصیت اور بدی کی جڑ قرار دیا گیا، کہیں اسے ناپاک، مکروہ اور منحوس کہا گیا، تو کہیں اسے شراب سے زیادہ نشیلی اور کسی مہلک زہر سے زیادہ زہریلی قرار دیا گیا، غرض کہ بحیثیت انسان اسے ہمیشہ اسکے جائز مقام ومرتبے اور حقوق وحیثیت سے محروم رکھا گیا۔

جبکہ عورت ایک نازک شیشہ اور قیمتی آبگینہ ہے، اسے بڑی توجہ اور محبت ومروّت کی ضرورت ہے، چنانچہ اسلام نے اس کی عزت وعظمت اور مقام ومرتبہ کی حفاظت کا خصوصی اہتمام کیا ہے، اسلام نے عورتوں کو وہ حقوق دیئے جن کا تصور بھی اس دور جاہلیت میں نہ تھا، اسلام نے عورتوں کی مختلف حیثیات متعین کیں اور ان کی ادائیگی کو اپنے تمام ماننے والوں پر لازمی قرار دیا۔

ماں کی حیثیت سے اسلام نے جنت کو ماں کے قدموں میں رکھ دیا اور اولاد کو تاکید کی کہ ماں باپ کے سامنے اف تک نہ کہا جائے، بیوی کو باعث سکون وراحت قرار دیا اور شوہر پر یہ لازم کیا کہ وہ اپنی بیوی کے ہر ممکن آرام وآسائش کا خیال رکھے اور ضرورت کی تمام اشیا گھر کے اندر مہیا کرے، بہنوں کو غیرت وحمیت کا نشان بنا کر بھائیوں کو پابند کیا کہ وہ اس پاکیزہ رشتہ کا خیال رکھیں۔

اسلام نے عورتوں کی عزت وعظمت اور ان کی عفت وعصمت کو محفوظ رکھنے کے لئے جو مؤثر اقدامات کئے ہیں، ان کا اصل مقصد ان کو بدقماش قسم کے مردوں کی ہوسناک نظروں کا شکار ہونے سے بچانا ہے، چونکہ پردہ غیرت وحمیت اور شرم وحیا کی علامت اور نسوانی عفت وعصمت کی محافظت کا ضامن ہے، اس لئے اللہ رب العزت نے انسان کو حسب نوعیت پردے کا حکم فرمایا، کیوں کہ اللہ مرد وعورت دونوں کا خالق ہے، اسے معلوم ہے کہ انسانی معاشرے کو پاکیزگی کے ساتھ شاہراہ ترقی پر گامزن کرنے کے لئے کس کو کس چیز کی ضرورت ہے اور کس حد تک ضرورت ہے، کن پابندیوں کی حاجت وضرورت ہے اور کس حد تک ہے، عورت کہتے ہی ایسی چیز کو ہیں جو چھپا کر رکھی جائے، یہی وجہ ہے کہ عورتوں کو ''مستورات'' بھی کہا جاتا ہے، چنانچہ اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَإِذَا خَرَجَتْ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ۔
یعنی عورت پردہ میں رہنے والی چیز ہے، جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو جھانکتا ہے۔" (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۱۱۷۳)

ستر اور حجاب میں فرق

''ستر'' کے لغوی معنیٰ چھپانے کے ہیں اور ''عورت'' کے

لغوی معنیٰ چھپانے والی چیز'' کے ہیں، اس طرح ''سترعورت'' کا معنی ہوا ''چھپانے والی چیز کو چھپانا'' اور اصطلاح شرع میں مرد وعورت کے جسم کا وہ حصہ ہے جس کا چھپانا ہر ایک سے واجب ہے سوائے میاں بیوی کے، مرد وعورت دونوں کے ستر کی حد الگ الگ ہے، چنانچہ مرد کا ستر ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنے کے نیچے تک ہے جس کا چھپانا سوائے بیوی کے ہر ایک سے واجب ہے اور عورت کا ستر منہ، تلوے اور ہتھیلی کے علاوہ پورا جسم ہے جس کا چھپانا سوائے شوہر کے محرم اور غیر محرم ہر ایک سے واجب ہے، حضور صدر الشریعہ فرماتے ہیں:

"سترعورت ہر حال میں واجب ہے، خواہ نماز میں ہو یا نہیں، تنہا ہو یا کسی کے سامنے، بلا کسی غرضِ صحیح کے تنہائی میں بھی (ستر) کھولنا جائز نہیں اور لوگوں کے سامنے یا نماز میں تو ستر بالاجماع فرض ہے۔" (بہارِ شریعت، ج ۱ ر حصہ ۳ ر ص ۳۵)

''حجاب'' کے لغوی معنیٰ ''رو کنے اور رُک جانے'' کے ہیں اور اصطلاح میں اسی کو ''پردہ'' سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس کے علاوہ دوسرے اور بھی کئی الفاظ جیسے برقع، نقاب، گھونگھٹ، آڑ وغیرہ ہیں جو اسی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔

عورت کا غیر محرم مردوں سے اپنے چہرہ، ہتھیلی اور تلوے کو چھپانا پردہ یا حجاب کہلاتا ہے اور یہ پردہ محرم مردوں سے واجب نہیں، جبکہ غیر محرم مردوں سے ستر کے ساتھ ساتھ پردہ یا حجاب بھی واجب ہے، محرم مردوں پر واجب ہے کہ وہ عورت کے چہرہ، ہاتھ اور پاؤں کے علاوہ جسم کے کسی اور حصے پر نظر نہ کرے جبکہ غیر محرم مردوں پر واجب ہے کہ وہ عورت کے جسم کے کسی بھی حصے پر نظر نہ کرے، ایک دوسرے کی طرف تانک جھانک کرنے والے مرد وعورت پر اللہ کے رسول ﷺ نے سخت لعنت فرمائی ہے:

"لعن اللہ الناظر والمنظور۔ یعنی اللہ کی لعنت ہے دیکھنے والے پر اور اس پر بھی جس کی طرف دیکھا جائے۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد ر ص ۲۰۳)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ القوی اس سلسلے میں ایک اور حدیث پاک رقم فرماتے ہیں:

"من تأمل خلف إمرأة ورأى ثيابها حتى تبين له حجم عظامها لم يرح رائحة الجنة ولأنه متى كان يصف يكون ناظرا إلى اعضائها۔ یعنی جس کسی نے عورت کو پیچھے سے دیکھا اور اس کے لباس پر نظر پڑی، یہاں تک کہ اس کی ہڈیوں کا حجم واضح ہو گیا تو ایسا شخص جنت کی خوشبو تک نہ پائے گا، اس لئے کہ جس لباس سے قدوقامت کا ظاہر ہو، اس کی طرف دیکھنا مخفی اعضا کو دیکھنے کے مترادف ہے۔" فتاویٰ رضویہ، جلد ر ص ۱۶۳)

پردے کا مقصد

پردے کا مقصد یہ ہے کہ مرد وعورت کی جانب سے کوئی بھی ایسی حرکت وجود میں آئے ہی نہیں جو معاشرے کی پاکیزگی کا گلا گھونٹ دے یا اس میں کسی بے راہ روی کے عفریت کو جنم دے، جیسے کسی بھی عورت کا سر عام چہرہ اور بال کھول کر گھر سے باہر نکلنا، جسم کا خدوخال نمایاں کرنے والا لباس پہن کر نکلنا، بجتے ہوئے پازیب اور دیگر زیورات پہن کر یا تیز خوشبو لگا کر باہر نکلنا، یہ وہ چیزیں ہیں جو آوارہ صف مردوں کو دعوت گناہ دیتے ہیں اور انھیں بدکاریوں پر ابھارتے ہیں۔

اسلام نے ایسے ہر عمل پر پہلے پابندی عائد کر دی ہے جو مردوں کو ان کی طرف متوجہ کرے، اسی طرح مردوں کو بھی حکم دیا گیا کہ وہ عورتوں کی طرف دیکھیں ہی نہیں بلکہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اس سے ان کے دلوں میں کسی کے لئے کوئی غلط خیال پیدا ہی نہیں ہوگا، چونکہ اللہ نے فطری طور پر عورت کے اندر مرد کے لئے اور مرد کے اندر عورت کے لئے کشش رکھی ہے، اس لئے اللہ نے عورتوں کو پردے کا اور مردوں کو اپنی نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا، جو اللہ کی ان حدوں کو قائم رکھے گا وہ فلاح پائے گا اور جو ان حدوں کو پار کرے گا وہ مستحق عذاب ہوگا، ظاہر ہے کہ جب دونوں ان حدود کی پابندی کریں گے تو بہت ساری برائیاں وجود پذیر ہی نہیں ہوں گی، اس طرح معاشرہ اور سماج گناہوں اور برائیوں سے پاک وصاف رہے گا۔

پیاری بہنو! یاد رکھو پردہ تمہارے لئے بقیہ ص ۲۴ ر پر

از: مفتی اسلم رضا شیوانی*

فضول خرچی اور اسراف کی مذمّت

اِسراف کا لغوی معنی بے موقع و بے جا خرچ کرنا، برباد کرنا، خرچ کرنے میں حد سے گزر جانا ہے، جبکہ اِصطلاح میں اس سے مراد کسی ایسے بے مقصد یا ناجائز کام میں خرچ کرنا، جس میں شرعاً، یا عادۃً یا مُروۃً خرچ کرنا منع ہو، اِسراف کہلاتا ہے۔ (۱) فضول خرچی اور اِسراف خلافِ شریعت اُمور میں ہو تو حرام اور خلافِ مُروَت کاموں میں ہو تو مکروہِ تنزیہی ہے۔(۲)

اِسراف کی ممانعت

اللہ ربّ العالمین نے قرآنِ پاک میں فضول خرچی اور اِسراف سے ممانعت فرما کر، اپنی ناراضی کا اظہار فرمایا ہے، اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَلَا تُسۡرِفُوۡا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الۡمُسۡرِفِيۡنَ۔ (۳) بے جا خرچ مت کرو، یقیناً بے جا خرچنے والے اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔''

ایک اَور مقام پر اِرشاد فرمایا:

''كُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا وَلَا تُسۡرِفُوۡا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الۡمُسۡرِفِيۡنَ۔ (۴) کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو! یقیناً حد سے بڑھنے والے اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔''

حکیم الامّت مفتی احمد یار خان نعیمی اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ " اِسراف کا معنی حد سے بڑھنا ہے، حد سے بڑھنا دو طرح سے ہوتا ہے: (1) جسمانی (2) روحانی، اسی لیے گناہ کو بھی اِسراف کہا جاتا ہے: ''رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَاِسۡرَافَنَا فِيۡۤ اَمۡرِنَا۔ (۵)

یہاں دونوں قسم کا اِسراف مراد ہو سکتا ہے، جسمانی بھی، رُوحانی بھی اور اس کا تعلق لباس، غِذا، پانی سب سے ہی ہے، لہٰذا اِسراف کی بہت تفسیریں ہیں: (۱) حلال چیزوں کو حرام جاننا (۲) حرام چیزوں کا استعمال کرنا (۳) ضرورت سے زیادہ کھانا پینا یا پہننا (۴) جو دل چاہے وہ کھا پی لینا یا پہن لینا (۵) دن رات میں بار بار کھاتے پیتے رہنا، جس سے معدہ خراب ہو جائے، بیمار پڑ جائے (۶) مضر اور نقصان دہ چیزیں کھانا پینا (۷) ہر وقت کھانے پینے کے خیال میں رہنا کہ اب کیا کھاؤں؟ آئندہ کیا پیوں؟ (۶) وغیرہ۔

شیطان کے بھائی

بے موقع بے محل پیسہ اُڑانا منع ہے اور ایسا کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَلَا تُبَذِّرۡ تَبۡذِيۡرًا‏، اِنَّ الۡمُبَذِّرِيۡنَ كَانُوۡۤا اِخۡوَانَ الشَّيٰطِيۡنِ‌ؕ وَكَانَ الشَّيۡطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوۡرًا‏۔ (۷) فضول (یعنی ناجائز کام میں پیسہ) نہ اُڑا، یقیناً اُڑانے والے (فضول خرچ کرنے والے) شیطانوں کے بھائی ہیں (کہ ان کی راہ چلتے ہیں)''

بخل، کنجوسی اور اِسراف کی ممانعت

دینِ اسلام ہر مُعاملے میں ہمیشہ اِعتدال و میانہ رَوی اپنانے کا حکم دیتا ہے، جبکہ بخل، کنجوسی اور اِسراف سے منع کرتا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَلَا تَجۡعَلۡ يَدَكَ مَغۡلُوۡلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبۡسُطۡهَا كُلَّ الۡبَسۡطِ فَتَقۡعُدَ مَلُوۡمًا مَّحۡسُوۡرًا۔ (۸) اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ پورا کھول دے کہ تو بیٹھا رہے ملامت کیا ہوا، تھکا ہوا۔''

صدر الافاضل علّامہ سیّد نعیم الدین مُراد آبادی اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں کہ " یہ تمثیل (بطورِ مثال) ہے، جس سے اِنفاق یعنی خرچ کرنے میں اِعتدال ملحوظ رکھنے کی

* مضمون نگار وزارت اوقاف سعودیہ عربیہ کے مفتی ہیں۔

ہدایت منظور ہے اور یہ بتایا جاتا ہے کہ نہ تو (کنجوسی سے) اس طرح ہاتھ روکو، کہ بالکل خرچ ہی نہ کرو اور یہ معلوم ہو کہ گویا ہاتھ گلے سے باندھ دیا گیا ہے، دینے کے لیے ہِل نہیں سکتا، ایسا کرنا تو سببِ ملامت ہوتا ہے کہ بخیل کنجوس کو سب بُرا کہتے ہیں اور نہ (ہی) ایسا (کُشادہ) ہاتھ کھولو کہ اپنی ضروریات کے لیے بھی کچھ باقی نہ رہے۔(۹)

فضول خرچی اور تکبر کیے بغیر کھاؤ، پیو اور پہنو

اَحادیث مبارکہ میں بھی فضول خرچی اور اِسراف سے بڑی مُمانعت فرمائی گئی ہے، ایک رَوایت میں ہے، حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَالْبَسُوْا وَتَصَدَّقُوْا، فِیْ غَیْرِ إِسْرَافٍ وَلاَ مَخِیْلَةٍ۔(۱۰) بغیر فضول خرچی اور تکبر کیے کھاؤ، پیو، پہنو اور خیرات کرو۔''

شریعت مطہرہ کا مطلوب ومقصود

فضول خرچی اور اِسراف سے ممانعت میں شریعت مطہرہ کا مطلوب ومقصود یہ ہے، کہ انسان بے مقصد اور ناجائز کاموں میں کسی بھی چیز کا استعمال نہ کرے، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ انسان خیر وبھلائی کے کاموں میں بخل اور کنجوسی کرے، حضرت سیّدنا امام مجاہد فرماتے ہیں: اگر تم اللہ کی فرمانبرداری میں جبلِ ابی قُبیس کے برابر بھی سونا خرچ کرو تو اِسراف نہیں اور اگر ایک صاع بھر اللہ کی نافرمانی میں خرچ کرو تو یہ اِسراف ہے۔(۱۱)

وضو میں اِسراف

حضرت سیّدنا سعد وضو فرما رہے تھے، کہ رسولِ اکرم ﷺ ان کے پاس سے گزرے، سرورِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مَا هٰذَا السَّرَفُ؟ (اے سعد!) یہ کیسا اِسراف ہے؟ انہوں نے عرض کی: کیا وضو میں بھی اِسراف ہے؟ اس پر مالکِ دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''نَعَمْ، وَإِنْ كُنْتَ عَلٰى نَهْرٍ جَارٍ۔(۱۲) ہاں (وضو میں بھی اِسراف ہے) اگرچہ تم بہتی نہر پر ہو۔''

یعنی وضو کے لیے پانی کتنی ہی وافر مقدار میں دستیاب کیوں نہ ہو، بقدرِ ضرورت پانی استعمال کریں، ضرورت سے زائد پانی کا استعمال کرنا، اَعضا کو پانچ یا چھ بار دھونا، یا اسے ضائع کرنا پانی کا اِسراف ہے۔

اِسراف کے اَسباب

فضول خرچی اور اِسراف کے متعدد اَسباب ہیں، بسا اَوقات انسان اپنی لاعلمی اور جہالت کے باعث اِسراف جیسے فعلِ حرام کا ارتکاب کر گزرتا ہے اور اُسے علم تک نہیں ہوتا، کبھی انسان غرور، تکبر اور تفاخُر کے مرض میں مبتلا ہو کر ایسا کرتا ہے، مسلمان کے ساتھ غرور وتکبر کرنا انتہائی مذموم اور ناپسندیدہ اَمر ہے اور اللہ کی ناراضگی کا باعث بھی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''إِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ۔(۱۳) یقیناً وہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔''

غرور وتکبر کرنے والوں کا انجام

اللہ ربّ العالمین کو تکبر کس قدر ناپسند ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے، کہ بروزِ قیامت تکبر کرنے والوں کو اَوندھے منہ جہنم میں ڈالا جائے گا، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرٍ، كَبَّهُ اللهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فِي النَّارِ۔(۱۴) جس کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی تکبر ہوگا، اللہ اُسے اَوندھے منہ جہنم میں ڈالے گا۔''

نمود ونمائش اور شہرت کی خواہش

نمود ونمائش اور شہرت وواہ واہ کی خواہش بھی اِسراف کے اَسباب میں سے ہے، شادی بیاہ کے موقع پر اِنسان دِکھلاوے اور رِیاکاری کے چکر میں اپنا کروڑوں روپیہ پانی کی طرح بہا دیتا ہے، ہزاروں روپے کے مہنگے ترین ملبوسات خریدے جاتے ہیں، بڑے بڑے شادی ہالز (Wedding Halls) کی بکنگ کرائی جاتی ہے، ضرورت سے زائد متعدد اَنواع واَقسام کے کھانوں کا اہتمام کیا جاتا ہے، رسمِ مہندی کے نام پر فحاشی

وبے حیائی کا طوفان برپا کیا جاتا ہے، ناچنے گانے والیوں پر دَولت نچھاوَر کی جاتی ہے اور ان سب عوامل کے پیچھے صرف ایک ہی مقصد کارفرما ہوتا ہے اور وہ ہے شُہرت ودِکھلاوا کا بھوت؛ تاکہ محلّہ وبرادری میں ہماری ناک اونچی ہو، لوگ ہماری شادی کو مدّتوں یاد رکھیں اور اس کی مثالیں دیں وغیرہ وغیرہ۔

غیر ضروری طَور پر پیسے کا ضِیاع

یاد رکھیے! بے مقصد اور غیر ضروری طَور پر پیسہ کا ضائع کرنا اللہ کو ہر گز پسند نہیں، حضرت سیّدنا مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

''إِنَّ اللهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثاً:(1) قِيلَ وَقَالَ، (2) وَإِضَاعَةَ المَالِ، (3) وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ۔(۱۵) یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تین کاموں کو ناپسند فرمایا ہے: (۱) فضول بات، (۲) مال ضائع کرنا، (۳) اور بہت مانگتے رہنا (یا سوال کرنا)۔''

لہٰذا اپنے مال و دولت کا درست استعمال کریں، اسے ناجائز وحرام کاموں کے بجائے، نیک اور اچھے کاموں میں خرچ کریں۔

اِعتدال ومیانہ رَوی سب سے بہتر

اگر ہم اپنے گرد وپیش پر نظر دَوڑائیں اور اپنے روز مرہ اخراجات پر غیر جانبدارانہ نظرِ ثانی کریں، تو ہمیں بہت سی اشیا اور مقامات پر اپنی فضول خرچی اور اِسراف کا اِحساس ہوگا، دینِ اسلام میانہ رَوی کی تعلیم دیتا ہے؛ کیونکہ کسی بھی چیز میں بخل وکنجوسی یا فضول خرچی و اِسراف دونوں تباہی وہلاکت کا باعث ہیں، لہٰذا اِعتدال ومیانہ رَوی ہی سب سے بہتر چیز ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا۔(۱۶) وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں نہ حد سے بڑھیں اور نہ تنگی کریں اور ان دونوں کے بیچ اعتدال پر رہیں۔''

فضول خرچی اور اِسراف کا علاج

فضول خرچی اور اِسراف کی عادت پر قابو پانے کے لیے ضروری ہے، کہ کوئی بھی چیز خریدنے یا کام کرنے سے پہلے، اس بات پر غور وفکر کریں، کہ ہمیں اس چیز کی حاجت وضرورت ہے بھی یا نہیں؟ اور اگر ہے تو کتنی؟ حاجت سے زائد ہرگز نہ خریدیں؛ کہ ضائع ہونے کا قوی اندیشہ واحتمال ہے! مثال کے طَور پر اگر آپ سردی سے بچنے کے لیے کوئی اچھا لباس خرید رہے ہیں، یا شدید گرمی سے بچاؤ کے لیے اے سی (AC) لگوا رہے ہیں اور واقعی اس کی حاجت بھی ہے، تو شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن اگر ان اشیا کی خریداری کا مقصد دوسروں پر اپنی برتری کا اظہار ہے، تو یہ انتہائی مذموم اَمر ہے۔

اسی طرح اچھا مکان، اچھا فرنیچر، جدید ماڈل کی گاڑی اور موبائل فون (MobilePhone) وغیرہ کی خریداری کا مقصد، جب تک تکمیلِ ضرورت وحاجت ہے تب تو ٹھیک ہے اور اگر مقصود غرور، تکبر اور تفاخُر ہے تو یہ سب بھی فضول خرچی اور اِسراف کے زُمرے میں آئے گا، لہٰذا ضرورت اس اَمر کی ہے کہ ہم اپنی فضول خرچی اور اِسراف کی عادت کو ختم کریں، کفایت شِعاری اور سادگی کی عادت اپنائیں، فضول رسم ورَواج اور شہرت کی خاطر مال ودَولت کو ضائع نہ کریں، اپنے مال کو مَساجِد ومدارِس کی تعمیر میں لگائیں، دینی کتب کی اِشاعت کروائیں، علما کی خدمت کریں، راہِ خدا میں سفر کرنے والے مُبلّغین کو زادِ راہ مہیّا کریں، یتیموں، غریبوں اور بیوہ ومَساکین کی کفالت کریں، فلاح وبہبود کے کام کریں، جہاں پانی کی کمی ہو وہاں لوگوں کے لیے واٹر پلانٹ (Water Plant) لگوائیں، محنت کشوں اور مزدوروں کی حاجت روائی کا انتظام کریں اور اپنی آخرت بہتر بنائیں۔

الٰہی ہمیں فضول خرچی اور اِسراف کی عادت سے بچا، دین ودنیا کے تمام مُعاملات میں اِعتدال اور میانہ رَوی اختیار کرنے کی توفیق عطا فرما، غرور وتکبر اور رِیا کاری جیسی بُری عادات سے نَجات عطا فرما، کفایت شِعاری اور سادگی کی دَولت سے مالا مال فرما، لوگوں کی فلاح وبہبود کے لیے کام کرنے کی توفیق مَرحمت فرما، اور ہمیں اچھا اور نیک مسلمان بنا، آمین۔

(۱) التعریفات للجُرجانی، باب الألف، ص ۲۳ ملخّصاً (۲) الحدیقۃ الندیۃ،

اسلامیات

الخلق 27، الجزء۲ر ص۱۹ (۳) پ۸، الأَنعام۱٤۱ (۴) پ۸، الأَعراف۳۱ (۵) پ٤، آل عمران۱٤۷ (٦) "تفسیر نعیمی" پ8، الاعراف، زیرِ آیت 31/ 8/390، ملخصاً (۷) پ۱۵، بنی اِسرائیل۲٦/ ۲۷ (۸) پ۱۵، بنی اِسرائیل۲۹ (۹) تفسیر خزائن العرفان، پ15/ بنی اسرائیل، زیرِ آیت 29/ 531 (۱۰) صحیح البخاری، کتاب اللباس، ص۱۰۲۰ (۱۱) ایک صاع موجودہ اَوزان کے حساب سے تقریباً چار کلو گرام کا ہوتا ہے (۱۲) تفسیر ابن اَبی حاتم، الأَعراف، تحت الآیۃ۳۱/ ر٦۲۷۹٦/ ٤/ ۱۳۹۹ (۱۳) سنن ابن ماجہ کتاب الطہارۃ، ر٤۲۵/ ص۷۹ (۱۴) پ١٤/ النحل ۲۳ (۱۵) شعب الاِیمان 57/ باب فی حسن الخلق، ر154/ 6/ ۸/ ۲۷۷۲ (١٦) صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، ر١٤٧٧/ ص٢٤٠ (۱۷) پ۱۹/ الفرقان ٦۷۔

◆◆◆

ص ۱۳/ کا بقیہ..

والدہ نے حضور امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا: اس بچے کی پرورش کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ میں نے اسے دھوبی کے پاس بٹھایا تھا تا کہ کچھ کما کر لا سکے، مگر آپ نے اسے بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے خوش بخت! اسے علم کی دولت حاصل کرنے دے وہ دن دور نہیں جب یہ باداموں اور دیسی گھی کا حلوہ اور عمدہ فالودہ کھائے گا۔

یہ بات سن کر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی والدہ بہت ناراض ہوئیں، کہنے لگیں: (آپ ہم سے مذاق کرتے ہیں بھلا ہم جیسے غریب لوگ باداموں اور دیسی گھی کا حلوہ کیسے کھا سکتے ہیں؟ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ استقامت کے ساتھ علم دین حاصل کرتے رہے، یہاں تک کہ وہ وقت آیا جب عہدِ قضا ان کے سپرد کر دیا گیا۔ ایک دفعہ خلیفہ نے ان کی دعوت کی، دورانِ دعوت خلیفہ نے باداموں اور دیسی گھی کا حلوہ اور عمدہ فالودہ ان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: اے امام! یہ حلوہ کھائے، روز روز ایسا حلوہ تیار کروانا ہمارے لئے آسان نہیں، یہ سُن کر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی بات یاد آئی تو وہ مسکرانے لگے، خلیفہ کے استفسار پر فرمایا: میرے استادِ محترم حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے برسوں پہلے میری والدہ سے فرمایا تھا کہ تمہارا یہ بیٹا باداموں اور دیسی گھی کا حلوہ اور فالودہ کھائے گا۔

آج میرے استادِ محترم کا فرمان پورا ہو گیا۔ پھر انہوں نے اپنے بچپن کا سارا واقعہ خلیفہ کو سنایا تو وہ بہت متعجب ہوئے اور کہا: بے شک علم ضرور نفع دیتا ہے اور دین و دنیا میں بلندی دلواتا ہے۔ (عیون الحکایات الحکایۃ الثانیۃ عشرۃ ص ۲۷۸، ملخصا)

اس حکایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اولیاء کرام نگاہ فراست سے آئندہ پیش آنے والے واقعات کو پہلے ہی ملاحظہ فرما لیا کرتے ہیں، استادِ کامل کی خاص توجہ انسان کو کیا سے کیا بنا دیتی ہے، یہ بھی پتا چلا کہ علم دین، دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی کا باعث ہے یہاں تک کہ بڑے بڑے دنیاداروں کو وہ مقام و مرتبہ نہیں ملتا جو علم کے شیدائیوں کو با آسانی حاصل ہو جاتا ہے۔

لہٰذا ہمیں بھی چاہئے کہ علم دین خود بھی سیکھیں اور اپنی اولاد کو بھی سکھائیں اور ان کی سنتوں کے مطابق تربیت کریں تا کہ انہیں نیک بنا کر اس جہنم سے بچایا جا سکے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ یاد رکھئے! مرنے کے بعد نیک اعمال کے علاوہ دیگر چیزیں کچھ کام نہیں آئیں گی، یہ مال و دولت، بینک بیلنس، عالیشان بنگلے، بڑی بڑی گاڑیاں دنیوی مقام و مرتبہ سب" یہیں رہ جائے گا، قبر میں ان میں سے کچھ بھی ساتھ نہ جائے گا، سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، سوائے تین چیزوں کے (1) صدقہ جاریہ (2) ایسا علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے، (3) نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہے۔

◆◆◆

ص ۱۴/ کا بقیہ..

ہندو رانی دیش کی، اردو جس کا تاج
خسرو جی کی شاعری ان دونوں کی لاج

(ڈاکٹر محمد آصف حسین، مرادآباد کے غیر مسلم شعراء، دہلی، ایم کے آفسیٹ پرنٹرس، ۲۰۱۵ء، ص ۱۴)

جاری ....

از: مجتبیٰ اشرف قادری*

دینی تعلیم کی اہمیت وافادیت

علم نام ہے نور کا، علم سے اخلاق سنورتے ہیں، علم سے زنگ آلود قلوب مصفی ومزکی ہوتے ہیں، علم سے پراگندہ اذہان کو پاکیزگی ملتی ہے، علم سے زندگی گزارنے کا شعور ملتا ہے، علم دین حاصل کرنا اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کا سبب اور بخشش و نجات کا ذریعہ ہے، علم کا حاصل کرنا بلندی کی علامت ہے، علم اسلام کی حیات اور دین کا ستون ہے، علم دین حاصل کرنے سے دنیا وآخرت دونوں سنورتے ہیں، علم انبیائے کرام علیہ السلام کی میراث ہے، علم قربت الٰہی کا راستہ ہے، علم ہدایت کا سرچشمہ ہے، علم گناہوں سے بچنے کا ذریعہ ہے، علم خوف خدا کو بیدار کرنے کا عظیم نسخہ ہے، علم دنیا وآخرت میں عزت پانے کا سبب ہے، علم مردہ دلوں کی حیات ہے، علم سلامتی ایمان کا محافظ ہے، علم مخلوق خدا کی محبت پانے کا سبب ہے۔

الغرض! علم بے شمار خوبیوں کا جامع ہے، اس میں دین بھی ہے دنیا بھی، اس میں آرام بھی ہے اطمینان بھی، اس میں لذت بھی ہے راحت بھی، لہٰذا اعقل مند وہی ہے جو طلب علم دین میں مشغول ہو کر نجات آخرت کا سامان کر جائے، اسلام میں علم کو بے پناہ اہمیت وفضیلت حاصل ہے، لہٰذا پہلی ہی وحی قرآنی علم حاصل کرنے کی طرف رغبت دلاتی ہے "اِقرا ء – پڑھو" اس کے علاوہ قرآن حکیم میں اور جگہوں پر بھی علم حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

چنانچہ سورہ آل عمران میں ہے: شهد الله انه لا إله إلاهو والملئكةوأولوا العلم قائمابالقسط۔ ترجمہ : اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں فرشتوں اور عالموں نے بھی انصاف سے متصف ہو کر یہ گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

اس آیت سے علم سے متعلق کئی طرح کی فضیلتیں ثابت ہوتی ہیں، پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے علما کا ذکر اپنے اور فرشتوں کے ساتھ فرمایا، دوسری یہ کہ علما کو بھی فرشتوں کی طرح اپنی وحدانیت کا گواہ بنایا اور تیسری یہ کہ ان کی گواہی کو بھی اپنے معبود برحق ہونے کی دلیل قرار دیا، چوتھی یہ کہ ان کی گواہی بھی فرشتوں کی گواہی کی طرح معتبر ٹھہرائی۔

اسی طرح سورۂ مجادلہ میں اہل علم کی شان وعظمت کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا: يرفع الله الذين امنوا منكم والذين أوتوا العلم درجات۔ ترجمه : اللہ تم میں سے ایمان والوں کے اور ان کے درجات بلند فرماتا ہے جنہیں علم دیا گیا۔

اسی طرح احادیث میں بھی جگہ بجگہ علم کی فضیلت واہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔

(۱) علم دین کا حاصل کرنا ہر مسلم مرد وعورت پر فرض ہے۔

(۲) علم کے طلب کرنے والے کے لیے ہر چیز استغفار کرتی ہے حتی کہ مچھلیاں بھی سمندر میں اس کے لیے استغفار کرتی ہیں۔

(ابن عبد البر فی العلم عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(۳) ایک لمحہ علم دین کی طلب میں صرف کرنا پوری رات قیام کرنے سے بہتر ہے۔

(۴) ایک دن علم کی تلاش وجستجو میں لگانا تین ماہ روزہ رکھنے سے بہتر ہے۔

(الدیلمی فی مسند الفردوس عن ابن العباس رضی اللہ عنہما)

(۵) شہنشاہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ علم میری اور مجھ سے پہلے انبیا علیہم السلام) کی میراث ہے۔

(الدیلمی فی مسند الفردوس عن ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

(٦) علم شرع رکھنے والا زمین پر اللہ تعالیٰ کا امین ہے۔ (ابن عبدالبر فی العلم عن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(٧) علم دین حاصل کرنے والوں سے آسمان والے محبت کرتے ہیں اور مچھلیاں سمندر میں ان کے لیے دعاے استغفار کرتی رہتی ہیں اور قیامت تک کرتی رہیں گی یہاں تک کہ وہ فوت ہوجاتے ہیں۔ (ابن النجار عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(٨) وہ شخص جو علم کی طلب میں رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے راستہ کو آسان فرما دیتا ہے۔

(٩) وہ شخص جو علم کی طلب وتلاش میں رہتا ہے اس کے لئے وہ طلب وتلاش گذشتہ گناہوں کے لیے کفارہ ہوتی ہے۔

(الترمذی عن شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(١٠) اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

(١١) علم دین طلب کرنے والوں کے لئے فرشتے اپنے پروں کو بچھا دیتے ہیں اس کے طلب علم سے راضی ہوکر۔

(١٢) علم کا تلاش کرنے والا جاہلوں کے درمیان ایسا ہے جیسے زندہ مردوں کے درمیان۔

(١٣) تم صبح کرو اس حال میں کہ تم عالم ہو یا متعلم یا دھیان سے دین کی باتیں سننے والا یا علم دین حاصل کرنے والوں سے محبت کرنے والا، تم پانچواں نہ ہونا ورنہ تم ہلاک ہوجاؤ گے۔

(البزار، الطبرانی فی الاوسط عن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(١٤) جس بھی دل میں حکمت ودانائی میں سے کچھ نہ ہو وہ ویران گھر کی طرح ہے پس تم سیکھو اور سکھاؤ اور (دین کی سمجھ حاصل کرو اور جاہلوں کی موت مت مرو کیوں کہ اللہ تعالیٰ لاعلمی کا عذر قبول نہیں فرماتا (ابن السنی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شفیع اعظم، رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے متاع ہوش وخرد سے عاری اہل عرب کی اس احسن طرز سے ایسی تعلیم وتربیت فرمائی کہ آج تک ان جیسا فہم وذکی زیرک ودانا اور مطیع وفرمانبردار اصحاب رسول رضی اللہ عنہم پیش کرنے سے دنیا عاجز ہے اور عاجز رہے گی، اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس صحابہ علم کی اہمیت وفضیلت اور اس کی ضرورت سے حد درجہ باخبر تھے اور بعد میں تابعین وتبع تابعین اور اولیائے امت وصلحائے اسلام نے بھی علم کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوں۔ دینی علوم وفنون کے ساتھ ساتھ اپنے عصر کے ضروری علوم سے بھی خود کو بہرہ ور کیا اور جب تک مسلمان اپنے آپ کو سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم پر نچھاور کرنے اور ان کے فرامین پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ علم سے منسلک رہا وہ پوری دنیا میں اپنا لوہا منواتا رہا، سب پر غالب رہا، زندگی کے ہر شعبے میں اور ہر دور میں کامیاب رہا، لیکن جب سے جدیدیت کا دلدادہ ہوکر معلم اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال حسنہ، سنتوں اور طریقوں کو چھوڑا تباہی وبربادی ان کا مقدر بن گئی اور آج مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ وہ دیگر پسماندہ طبقات سے بھی زیادہ پچھڑے ہوئے دکھائی دیتے ہیں حالانکہ دنیا میں علم وفضل کی جو شمعیں روشن ہوئیں وہ مسلم علماء کی بدولت ہی ہوئیں۔

لہٰذا ضرورت ہے کہ ہم بیدار ہوں اور شفیع اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سچی محبت کرتے ہوئے ان کے بتائے ہوئے راستے پر چلیں، اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: **کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ۔ ترجمہ** تم سب اپنے متعلقین کے سردار وحاکم ہو اور تم میں سے ہر ایک سے قیامت دن اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

(بخاری، کتاب الجمعۃ، باب الجمعۃ فی القری والمدن، ۳۰۹/۱، حدیث ۸۹۳:)

اس حدیث کے تحت شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں: رعیت سے مراد وہ ہے جو کسی کی نگہبانی یعنی نگرانی میں ہو، اس طرح عوام سلطان اور حاکم کے، اولاد ماں باپ کے، طلبہ اساتذہ کے، مریدین پیر کے رعایا ہوئے۔ یونہی جو مال زوجہ یا اولاد یا نوکر کی سپردگی میں ہو اس کی نگہداشت ان پر واجب ہے۔ جس کے ماتحت کوئی نہ ہو وہ اپنے اعضاء وجوارح، افعال واقوال، اپنے اوقات اپنے امور کا نگہبان ہے۔ ان سب کے بارے میں وہ جواب دہ ہوگا۔ (نزہۃ القاری ۵۳۰، ۱۲)

افسوس کہ آج ہمارے دلوں سے علم دین کی قدرو منزلت ختم ہوتی جارہی ہے، ہمارے معاشرے کی اکثریت نہ تو خود علم دین سیکھنے کی طرف راغب ہوتی ہے اور نہ ہی اپنی اولاد کو علم دین سکھاتی ہے۔ اپنے بچوں کے روشن مستقبل کیلئے خوب دنیوی علوم وفنون توسکھائے جاتے ہیں مگر دینی تعلیم دلوا کر اپنی اور اپنے بچوں کی آخرت بہتر بنانے کی طرف توجہ نہیں کی جاتی ہے، حالانکہ ہمارے اسلاف بچپن ہی سے اپنی اولاد کو علم دین سکھاتے یہاں تک کہ بڑے بڑے بادشاہوں نے بھی اپنی اولاد کو علم دین کے زیور سے آراستہ کیا کیونکہ وہ خود علم وعلما کے قدردان ہوا کرتے تھے، جیسا کہ خلیفہ ہارون رشید بہت نیک اور علم کی قدرو منزلت جاننے والے بادشاہ تھے ایک بار (اپنے بیٹے مامون رشید کی تعلیم کے لئے حضرت امام کسائی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے عرض کی تو آپ نے فرمایا: میں یہاں پڑھانے نہ آؤں گا، شہزادہ میرے ہی مکان پر آجایا کرے، ہارون رشید نے عرض کی: وہ وہیں حاضر ہوجایا کرے گا مگر اس کا سبق پہلے ہوجائے، فرمایا: یہ بھی نہ ہوگا بلکہ جو پہلے آئے گا، اس کا سبق پہلے ہوگا، غرض مامون رشید نے پڑھنا شروع کیا، اتفاقاً ایک روز خلیفہ ہارون رشید کا گزرہوا، دیکھا کہ امام کسائی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) اپنے پاؤں دھورہے ہیں اوران کا بیٹا مامون رشید پانی ڈالتا ہے، بادشاہ غضب ناک ہو کر گھوڑے سے اترا اور مامون رشید کو مار کر کہا: بے ادب! خدا نے دو ہاتھ کس لئے دیئے ہیں؟ ایک ہاتھ سے پانی ڈال اور دوسرے ہاتھ سے ان کا پاؤں دھو۔

ذرا سوچئے! آخر کیا وجہ تھی جو ہارون رشید جیسے عظیم بادشاہ نے اپنے بیٹے کو حضرت امام کسائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں علم دین سیکھنے کیلئے بھیج دیا اور خود بھی علمائے کرام کی اس قدر تعظیم بجالارہے ہیں؟ یقیناً اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ علما کے مقام و مرتبے اور معاشرے میں ان کی ضرورت واہمیت کو اچھی طرح سمجھتے تھے اور اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ اس لہلہاتے گلشن اسلام کو آباد رکھنے میں ان نفوس قدسیہ کا کتنا اہم کردار ہے، اسی طرح امیر المومنین حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت کا نہایت عمدہ انتظام کیا اور جلیل القدر محدث حضرت سیدنا صالح بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ جوخود آپ کے بھی استاد تھے انہیں اپنی اولاد کا استاد مقرر فرمایا۔

(التحفۃ اللطیفۃ فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ، ۲۳۳/۱)

شیخ الاسلام حضرت سیدنا امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والد محترم کے بارے میں منقول ہے کہ وہ خود تو تعلیم یافتہ نہ تھے لیکن علم دین کی اہمیت کا احساس رکھنے والے تھے، ان کی دلی خواہش تھی کہ ان کے دونوں صاحبزادے محمد غزالی اور احمد غزالی زیور علم شریعت وطریقت سے آراستہ ہوں، اسی مقصد کے تحت انہوں نے اپنے صاحبزادوں کی تعلیم وتربیت کیلئے کچھ اثاثہ بھی جمع کر رکھا تھا جو ان دونوں سعادت مند بیٹوں کے حصول علم میں بہت کام آیا۔

(اتحاف السادۃ المتقین، مقدمۃ الکتاب، ج۱، ص۹، ملخصاً)

اسی طرح حضور غوث پاک سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ بچپن میں ہی اپنی والدہ محترمہ کی اجازت سے علم دین کے حصول کے لیے بغداد پہنچے تھے۔ (بہجۃ الاسرار)

اعلی حضرت، امام اہلسنت، امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ و الرضوان نے بھی بچپن ہی سے علم دین سیکھتے رہے یہاں تک کہ ساڑھے چار سال کی قلیل سی عمر میں ناظرۂ قرآن مجید مکمل فرمایا اور صرف تیرہ (13) سال دس ماہ چار دن کی عمر میں تمام مروجہ علوم اپنے والد ماجد حضرت علامہ نقی علی خان علیہ الرحمۃ والرضوان سے حاصل کر کے سند فراغت حاصل کر لی۔

(فیضان اعلیٰ حضرت، ص۸۵،۹۱)

اسی طرح حضرت سیدنا قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ بچپن میں آپ کے سر سے والد کا سایہ اٹھ گیا، والدہ نے گھر چلانے کے لیے انہیں ایک دھوبی کے پاس بٹھادیا، ایک بار یہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی مجلس میں جا پہنچے، وہاں کی باتیں انہیں اس قدر پسند آئیں کہ دھوبی کو چھوڑ کر یہ امام اعظم علیہ الرحمۃ کے پاس بیٹھنے لگے، جب معاملہ آگے بڑھا تو ایک دفعہ ان کی بقیہ ص ۱۰ / پر

از: ایک بندۂ خدا

گناہوں پر ندامت اور اس کی فضیلت و برکت

اسلامیات

گناہوں سے توبہ واستغفار کی بڑی فضیلتیں وارد ہیں، اس لئے ہر مسلمان کو اپنے جانے انجانے گناہوں سے ہمیشہ توبہ واستغفار کرتے رہنا چاہئے، سچی توبہ بندے کو اللہ و رسول کی خوشنودی کے حصول کا ذریعہ ہے، سچی توبہ کر کے بندہ اپنے رب کو راضی کر لیتا ہے، پھر تو اس پر اللہ اور اس کے رسول کی رحمتوں کا نزول شروع ہو جاتا ہے، حدیث پاک میں آیا ہے:

''اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ۔ ندامت توبہ ہے۔''

(سنن ابن ماجہ، الحدیث ۴۲۵۲/ ج ۴/ ص ۴۹۲)

''اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّاذَنْبَ لَهٗ۔ یعنی گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس سے گناہ ہوا ہی نہیں۔'' (ایضاً، ص ۴۹۱)

شرابی نوجوان کی توبہ

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار مدینہ منورہ کی ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ ایک نوجوان سامنے آیا، اس نے کپڑوں کے نیچے ایک بوتل چھپا رکھی تھی، حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: اے نوجوان! یہ کپڑوں کے نیچے کیا اٹھا رکھا ہے؟ اس بوتل میں شراب تھی، نوجوان نے اسے شراب کہنے میں شرمندگی محسوس کی، اس نے دل میں دعا کی: یا اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ! مجھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے شرمندہ اور رسوا نہ فرمانا، ان کے ہاں میری پردہ پوشی فرمانا، میں کبھی شراب نہیں پیوں گا، اس کے بعد نوجوان نے عرض کیا: اے امیر المومنین! میں سرکہ (کی بوتل) اٹھائے ہوئے ہوں، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھے دکھاؤ! جب اس نے وہ بوتل آپ کے سامنے کی اور حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے دیکھا تو وہ سرکہ تھا۔ (مکاشفۃ القلوب، ص ۲۷-۲۸)

بے ہوش ہونے والے شرابی کی توبہ

حضرت سری سقطی علیہ الرحمہ نے ایک شرابی کو دیکھا جو مدہوش زمین پر گرا ہوا تھا اور اپنے شراب آلودہ منہ سے اللہ اللہ کہہ رہا تھا، آپ نے وہیں بیٹھ کر اس کا منہ پانی سے دھویا اور فرمایا: اس بے خبر کو کیا خبر؟ کہ ناپاک منہ سے کس پاک ذات کا نام لے رہا ہے، منہ دھو کر آپ چلے گئے، جب شرابی کو ہوش آیا تو لوگوں نے اسے بتایا کہ تمہاری بے ہوشی کے عالم میں حضرت سری علیہ الرحمۃ یہاں آئے تھے اور تمہارا منہ دھو کر گئے ہیں، شرابی یہ سن کر بڑا پشیمان و نادم ہوا اور رونے لگا اور نفس کو مخاطب کر کے بولا: بے شرم! اب تو سری علیہ الرحمہ بھی تجھے اس حال میں دیکھ گئے ہیں، خدا عز وجل سے ڈر اور آئندہ کے لیے توبہ کر۔

رات کو حضرت سری علیہ الرحمہ نے خواب میں کسی کہنے والے کو یہ کہتے سنا: اے سری! تم نے شرابی کا ہماری خاطر منہ دھویا ہم نے تمہاری خاطر اس کا دل دھو دیا، حضرت سری علیہ الرحمہ تہجد کے وقت مسجد میں گئے تو اسی شرابی کو تہجد پڑھتے ہوئے پایا، آپ نے اس سے پوچھا: تم میں یہ انقلاب کیسے آ گیا؟ تو وہ بولا: آپ مجھ سے کیوں پوچھتے ہیں جب کہ اللہ نے آپ کو بتا دیا ہے۔

ایک عاشق کی توبہ

حضرت سیدنا ابو حفص حداد علیہ الرحمہ ابتدا میں ایک لونڈی پر عاشق ہو کر اپنے صبر و قرار کو کھو بیٹھے، کسی نے آپ کو بتایا کہ فلاں علاقے میں ایک یہودی رہتا ہے، وہ بہترین جادو جانتا ہے، وہ یقیناً تم کو تمہاری محبوبہ سے ملا دے گا، آپ فوراً اس یہودی کے پاس پہنچے اور اس سے اپنا تمام حال بیان کیا، اس یہودی نے کہا کہ تمہارا کام ہو جائے گا لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ تم چالیس دن تک کسی بھی قسم کا

نیک عمل نہیں کروگے، پہلے اس پر عمل کرو پھر میرے پاس آنا۔

آپ نے اس شرط کو قبول کرلیا اور چالیس دن حسبِ شرط گزارنے کے بعد آپ اس کے پاس پہنچ گئے، اس نے جادو کرنا شروع کیا، لیکن اس کا کوئی اثر مرتب نہ ہوا، کئی مرتبہ کوشش کرنے کے بعد اس نے کہا کہ ہو نہ ہو، تم نے ان چالیس دنوں میں کوئی نہ کوئی نیکی ضرور کی ہے، ورنہ میرا جادو کبھی ناکام نہ جاتا، آپ نے فرمایا: ویسے تو مجھے کوئی قابل ذکر چیز یاد نہیں، ہاں ایک دن راستے میں پڑے ہوئے پتھر کو اس خیال سے ایک طرف کر دیا تھا کہ کوئی مسلمان بھائی اس سے ٹکرا کر زخمی نہ ہو جائے، یہ سن کر اس جادوگر نے کہا کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آپ اس پروردگار کی عبادت کو چھوڑ بیٹھے ہیں کہ جس نے آپ کے ایک معمولی سے عمل کو وہ شرف قبولیت بخشا کہ میرا جادو مکمل طور پر ناکام ہوگیا؟ اس بات سے آپ کے دل میں ایک آگ سی لگ گئی، فوراً توبہ کی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو کر کچھ ہی عرصہ میں درجہ ولایت پر فائز ہوگئے۔ (تذکرۃ الاولیاء، ج ۱ رص ۲۷۶)

بنی اسرائیل کے نوجوان کی توبہ

بنی اسرائیل میں ایک جوان تھا جس نے بیس سال تک اللہ عزوجل کی عبادت کی، پھر بیس سال تک نافرمانی کی، پھر آئینہ دیکھا تو داڑھی میں بال سفید تھے، وہ غم زدہ ہوگیا اور کہنے لگا: اے میرے خدا! میں نے بیس سال تک تیری عبادت کی اور بیس سال تک تیری نافرمانی کی اگر میں تیری طرف آؤں تو کیا میری توبہ قبول ہوگی؟ اس نے کسی کہنے والے کی آواز سنی: تم نے ہم سے محبت کی ہم نے تم سے محبت کی، پھر تو نے ہمیں چھوڑ دیا اور ہم نے بھی تجھے چھوڑ دیا تو نے ہماری نافرمانی کی اور ہم نے تجھے مہلت دی اور اگر تُو توبہ کر کے ہماری طرف آئے گا تو ہم تیری توبہ قبول کریں گے۔ (مکاشفۃ القلوب، ص ۶۲)

لہو ولعب میں مشغول نوجوان کی توبہ

حضرتِ سیدنا شاہ شجاع کرمانی علیہ الرحمہ کے یہاں لڑکا تولد ہوا تو اس کے سینہ پر سبز حروف میں اللہ جل شانہ تحریر تھا لیکن جب شعوری عمر کو پہنچا تو لہو ولعب میں مشغول رہ کر بربط پر گانا گایا کرتا تھا، ایک مرتبہ رات کے وقت جب وہ ایک محلہ سے گاتا ہوا گزرا تو ایک نئی دلہن جو اپنے شوہر کے پاس سوئی ہوئی تھی مضطربانہ طور پر اٹھ کر باہر جھانکنے لگی، اسی دوران جب شوہر کی آنکھ کھلی تو بیوی کو اپنے پاس نہ پاکر اٹھا اور بیوی کے پاس پہنچ کر اس لڑکے سے مخاطب ہو کر کہا کہ ابھی تیری توبہ کا وقت نہیں آیا؟ یہ سن کر لڑکے نے تاثر آمیز انداز میں کہا کہ یقیناً آچکا ہے اور یہ کہہ کر بربط توڑ دیا اور اسی دن سے ذکر الٰہی میں مشغول ہوگیا اور اس درجہ کمال تک پہنچا کہ اس کے والد فرمایا کرتے کہ جو مقام مجھے چالیس سال میں نہ حاصل ہوسکا وہ صاحبزادے کو چالیس دن میں مل گیا۔ (تذکرۃ الاولیاء، ج ۱ رص ۲۷۸)

کفن چور کی توبہ

حضرتِ سیدنا حاتم اصم علیہ الرحمہ نے بلخ میں دوران وعظ فرمایا کہ اے خدا عزوجل! اس مجلس میں جو سب سے زیادہ گنہگار ہو اس کی مغفرت فرمادے، اتفاق سے وہاں ایک کفن چور بھی موجود تھا، جب رات کو اس نے کفن چوری کرنے کے لیے ایک قبر کو کھولا تو ندا آئی کہ آج ہی تو حاتم علیہ الرحمہ کے صدقہ میں تیری مغفرت ہوئی تھی اور آج ہی تو پھر ارتکاب معصیت کے لیے آپہنچا، یہ ندا سن کر وہ ہمیشہ کے لیے تائب ہوگیا۔ (ایضاً ص ۲۲۲)

رقص وسرور میں مصروف لوگوں کی توبہ

حضرتِ سیدنا معروف کرخی علیہ الرحمہ کچھ لوگوں کے ہمراہ جارہے تھے کہ راستہ میں ایک مجمع رقص وسرور اور مے نوشی میں مصروف تھا، جب آپ کے ہمراہیوں نے ان کے حق میں بددعا کرنے کی درخواست کی تو فرمایا: اے اللہ عزوجل! جس طرح تو نے آج انہیں بہتر عیش دے رکھا ہے آئندہ اس سے بھی بہتر عیش ان کو عطا فرماتے رہنا، اس کے ساتھ ہی وہ مجمع شراب ورباب کو پھینک کر آپ کے سامنے آیا اور بیعت حاصل کر کے برے افعال سے تائب ہوگیا، اس کے بعد آپ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جو شرنی سے مرسکتا ہو اس کو زہر دینے سے کیا حاصل؟ (تذکرۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۲۴۲)

توبہ کی یہ قبولیت نفسانی خواہشات کے پیروی کرنے والوں

کو پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ توبہ کرنے والا نوجوان اللہ عزوجل کا محبوب ہے اور ادھیڑ عمری میں گناہ کرنے والوں کو جھنجھوڑ رہی ہے کہ اللہ عزوجل ان کی توبہ قبول فرمالے گا اور اظہارِ ندامت کرنے والے بوڑھوں کو آواز دے رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی محبت میں ٹوٹنے والے دلوں کے قریب ہے۔ (بحر الدموع ۳۰)

◆◆◆

ص ۱۸/ کا بقیہ ....

عرض...۸: زید نے کہا کہ سیدی تاج الشریعہ نے فرمایا ہے کہ ابن کثیر نے ابن تیمیہ کے گمراہ کن عقائد کی پردہ پوشی کی ہے اگر واقعی میں منسوب شدہ قول درست ہے تو پھر سیدی وضاحت فرما دیں کہ ابن کثیر نے ابن تیمیہ کی کن گمراہیوں کی پردہ پوشی کی ہے؟

ارشاد...: اس مختصر نشست میں اس کا موقع نہیں ہے اور البدایہ والنہایہ، ابن کثیر کی مشہور کتاب ہے اس کا میں نے حوالہ دیا جو صاحب عربی سے واقف ہیں البدایہ والنہایہ میں اس کے اقوال اور ابن تیمیہ کے بارے میں اس نے کیا کیا لکھا ہے وہاں جا کر دیکھیں۔

عرض... ۹: ڈاکٹر طاہر کو عوام ان کے عیسائیوں کے ساتھ عیسائی تہوار منانے اور دیگر گمراہیوں کی بناء پر ڈاکٹر پادری کہتی ہے تو کچھ حضرات اعتراض کرتے ہیں کہ پادری کہنا چونکہ کفار سے تشبیہ دینا ہے لہٰذا ایسا کہنا تکفیر کے زمرے میں آتا ہے؟ تفصیلی جواب عنایت فرمائیں کہ ڈاکٹر طاہر کو ڈاکٹر پادری کہنا اس کی تکفیر ہے یا نہیں اور کیا علما نے ڈاکٹر طاہر کی تکفیر کی ہے یا صرف گمراہی کا فتویٰ ہے؟

ارشاد...: ڈاکٹر طاہر القادری نے فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے کتاب لکھی اور اس میں اس نے کئی جگہ صاف صاف یہ لکھا کہ بریلویت اور دیوبندیت، شیعت وغیرہ میں کوئی فرق نہیں ہے اور یہ صرف تعبیری اختلاف ہے، تشریحی اختلاف ہے یعنی اس کے نزدیک دیوبندی جن کی بدمذہبی حد کفر تک پہنچ چکی اور رافضی جن کی بدمذہبی حد کفر تک پہنچ چکی اور عوام وخواص سب اُن کے کفر سے واقف ہیں وہ ان کو مسلمان سمجھتا ہے اور سنی صحیح العقیدہ جن کو عوام کی اصطلاح میں بریلوی کہا جاتا ہے اُن سے ملاتا ہے یہ اس کا کھلا کفر ہے اس کے علاوہ دید وشنید وغیرہ میں دیوبندیوں وغیرہم کے پیچھے وہ نماز کو جائز کہتا ہے بلکہ اپنا عمل بتاتا ہے کہ جب موقع ملتا ہے وہ پڑھ بھی لیتا ہے اس کے علاوہ اب عوام اور خواص انٹرنیٹ پر اور ویڈیو پر جو اس کے کلمات اور اس کی حرکات اور اقوال وافعال جن سے اس کی کفر نوازی، یہودیت نوازی اور عیسائیت نوازی اس سے خوب واقف ہیں اسی بنا پر اس کو پادری کہتے ہیں اور جو لوگ اس کے اقوال کفریہ اور ان حرکات شنعیہ کی وجہ سے اس کی وہ تکفیر کرتے ہیں اس میں وہ حق بجانب ہیں۔ ◆◆◆

ص ۲۱/ کا بقیہ ....

ہیں اور قیامت تک کراتے رہیں گے۔

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم صرف کربلا کی دردناک داستان کو بطور رسم یاد کر کے، غم کا اظہار کر کے، جلسے اور جلوس کا انعقاد کر کے، اور محض جذباتی نعرے لگا کر خاموش نہ بیٹھ جائیں بلکہ ہر مسلمان کے لئے انتہائی ضروری اور لازمی ہے کہ وہ شہیدان کربلا کی شہادت کے مقاصد کو اچھی طرح سمجھے اور ان پر ہمیشہ نظر رکھے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر شہیدان کربلا کی سیرت وسوانح کا اور کربلا کے پس منظر کا مکمل طور پر مکمل دیانت داری سے مطالعہ کرے، پیغام کربلا کو اچھی طرح سمجھے، امام عالی مقام کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرے، اپنے بچوں کو حسینی کردار کا حامل بنائے، فلسفہ شہادت پر غور وفکر کرے، اللہ و رسول، انبیائے کرام، صحابہ کرام، اہلبیت، اولیائے کرام، علمائے حق اور دین اسلام کی محبت سے سرشار ہو جائے، اپنے اور اپنی اولاد کے اندر جذبہ حصولِ شہادت پیدا کرے، تمام مسلمان اور عاشقان سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے عمل و کردار سے یہ ثابت کر دیں کہ ہم سب حسینی کردار کے سچے حاملین ہیں تا کہ ہم سب اللہ تعالیٰ اور پیارے مصطفیٰ ﷺ کو راضی کر کے خود بھی جنت کے مستحق بن سکیں اور دوسروں کو بھی بنا سکیں۔

شاہ است حسین، بادشاہ است حسین
دیں است حسین دین پناہ است حسین

سر داد، نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

اٹھتیسویں قسط

از: حضورتاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

ملفوظات تاج الشریعہ

صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات وفرمودات کو''ملفوظات'' کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر دور میں صالحین اور اولیائے کاملین کے ارشادات وفرمودات قلم بند کرنے یا انھیں محفوظ کرنے کی روایت رہی ہے تا کہ آنے والی نسلیں ان سے رشد وہدایت کی روشنی حاصل کرسکیں، صوفیائے کرام کے ارشادات وفرمودات اگرچہ سادہ ہوتے ہیں مگر وہ ایسے مؤثر اور معنی خیز ہوتے ہیں کہ ان کا ایک ایک جملہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، ان کا ایک ہی جملہ کسی بھی قوم کی تقدیر بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھتا ہے، کسی شاعر نے ان کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔ ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود　　　گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضور تاج الشریعہ نے سوال وجواب کا یہ سلسلہ جنوری ۲۰۰۵ء میں شروع کیا جو مسلسل ۲۰۱۶ء تک جاری رہا، یعنی پورے ۱۲ر سالوں تک یہ زرّیں سلسلہ جاری وساری رہا، اس دوران آپ نے کم وبیش ۷۰۰۰ رہزار سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے جو یقیناً ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں،''ملفوظات تاج الشریعہ'' صرف مئی ۲۰۱۰ء سے اکتوبر ۲۰۱۰ء تک کے سوالات وجوابات پر مشتمل ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے گیارہ سالوں کے جواہر پارے ریکارڈنگ کی شکل میں ابھی باقی اور محفوظ ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ بھی کتابی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ کی میز پر ہوں گے، راقم الحروف ارباب علم ودانش سے التماس کرتا ہے کہ ''ملفوظات تاج الشریعہ'' میں اگر کوئی شرعی خامی یا غلطی نظر آئے تو اسے ناقل ومرتب کی غلطی تصور کرتے ہوئے ادارے کو مطلع فرمائیں تا کہ اس کی اصلاح کی جاسکے، راقم اس کی اٹھتیسویں قسط قارئین سنی دنیا کی نذر کررہا ہے۔

احقر محمد عبد الرحیم نشتؔر فاروقی

گزشتہ سے پیوستہ

۴/اکتوبر ۲۰۱۰ء، پورٹ لوئس، ماریشس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض...۲۶۱: شوال المکرم حضرت مولانا فضل الرحمن قادری ابن شیخ ضیاء الدین مدنی علیہما الرحمۃ کا یوم وصال ہے حضرت ان کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں۔

ارشاد...: حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب قادری رضوی مدنی ضیائی علیہ الرحمۃ حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمۃ کے مرید باصفا اور ان کے خلفا میں سے تھے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ نے حرم مکی میں مقام حطیم میں آپ کو خلافت سے نوازا اور غالباً وہیں آپ کو مرید فرمایا اور آپ مسلک اعلیٰ حضرت کے مدینہ منورہ میں نقیب تھے اور آپ کا دولت خانہ علمائے اہل سنت وجماعت کے لئے گوشے گوشے سے علمائے اہل سنت مکے اور مدینے کے اور شام وغیرہ بلاد عربیہ کے علمائے اہل سنت اور پاکستان اور ہندوستان کے سنی علما اور عوام سب کے لئے آپ کا دولت خانہ مرجع خاص و عام تھا اور حضرت شیخ محمد ابن علوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت علی مراد شامی ضیائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دیگر علما عرب جو مدینہ منورہ میں مجاور تھے رہتے تھے ان کی بڑی قدر ومنزلت کرتے تھے اور ان کی دعوت پر وہ تشریف لاتے تھے اور انہوں نے مسلک اعلیٰ حضرت پر سختی سے استقامت اختیار کی اور اس سلسلے میں ان کو

وہاں کے مقامی وہابیہ کی طرف سے ایذا کا سامنا بھی ہوا اور آپ پر آزمائش بھی گزری جو لوگوں کو معلوم ہے اور آپ بڑے مہمان نواز تھے اور خاندانِ رضویت کے بڑے محب تھے اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے۔

عرض... ۲: جنبی اگر اچھا خواب دیکھے تو کیا یہ امید کر سکتا ہے کہ ان شاء اللہ اس کی تعبیر بھی اچھی ہوگی۔

ارشاد...: کیوں نہیں۔

عرض... ۳: ایک صاحب کہتے ہیں کہ میں الوظیفۃ الکریمہ پابندی سے پڑھتا ہوں لیکن مجھے لگ رہا ہے کہ مجھ پر نظر لگ گئی ہے کیا اس بات کو اعتقاد میں کمزوری سمجھا جائے یا پڑھنے میں غلطی ہوئی ہو یا وظائف پڑھنے والے کو بھی نظر لگ سکتی ہے؟

ارشاد... : نظر ہو سکتی ہے اور نظر برحق ہے یہ اعتقاد کی کمزوری نہیں ہے اور دعا کی جاتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ الوظیفۃ الکریمہ کا فائدہ پہنچائے اور اس میں جو کمی اُس کے پڑھنے میں رہ گئی ہو اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے پرہیز کے ساتھ اور اتباع شرع کے ساتھ فرائض و واجبات کی نگہداشت کے ساتھ آپ ان وظائف کو پڑھیں اور اس کا کماحقہٗ آپ کو فائدہ پہنچے۔

عرض... ۴: کسی شخص نے فرض، سنت، نفل وغیرہ میں نماز کے قعدہ میں درود ابراہیمی کے بعد بھول سے دعائے مسنونہ نہیں پڑھی اور سلام پھیر دیا اب اس کی نماز کا کیا حکم ہے۔

ارشاد...: نماز ہوگئی۔

عرض... ۵: ایک امام اپنی داڑھی کالے رنگ سے رنگتا ہے کیا اس کی امامت میں نماز جائز ہے؟ جمعہ کی نماز کا کیا حکم ہے اگر صرف وہ ہی ایک سنی امام میسر ہو؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: کالا خضاب لگانا ناجائز وحرام ہے اور جو امام کالا خضاب لگاتا ہے اور داڑھی میں کالے خضاب کا استعمال کرتا ہے وہ فاسق معلن ہے اس کی امامت مکروہ ہے اور اس کی اقتدا مکروہ ہے اس کو امام بنانا ممنوع ہے اور اگر جمعہ میں کوئی دوسرا امام میسر نہیں ہے تو اس وجہ سے کہ جمعہ ایک فرض عدم ہے جمعہ نہیں چھوڑا جائے گا اس کی اقتدا میں حرج نہیں حدیث میں آیا:

''صلوا خلف کل بر و فاجر۔ ہر اطاعت گزار اور ہر نیک اور فاسق کے پیچھے نماز پڑھو۔'' (سنن الدارقطنی، ۲/ ۴۰۴)

اس کا ایک محمل یہی ہے کہ اگر کوئی لائق امامت جامع شرائط جمعہ میں نہ ملے تو اس کے پیچھے نماز پڑھ لے۔

عرض... ۶: بہت سے اولیا اور علما کے نام کے ساتھ امام لکھا ہوتا ہے جیسے امام جلال الدین سیوطی، امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ! اس سے کیا مراد ہے، کیا موجودہ دور کے علما و اولیا کے ناموں کے ساتھ امام لکھا جا سکتا ہے۔

ارشاد...: امام کے معنیٰ یہ ہیں کہ جو شریعت کا اور طریقت کا بڑا عالم اور متبع سنت عالم باعمل ہو اور لوگوں کے لئے مقتدا اور پیشوا ہو اس کے افعال اور اقوال اور اس کی رفتار و گفتار لوگوں کے لئے لائق اقتدا ہو اسی معنیٰ پر بزرگانِ دین کو امام کہا جاتا ہے اور موجودہ دور میں اگر کوئی شخص ان شرائط پر پورا ہے تو اس کو بھی امام کہا جا سکتا ہے۔

عرض... ۷: اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ہمارے سلسلے کے دیگر علما کا ابن کثیر کے بارے میں کیا قول ہے؟ کیا ہم اسے سنی مانتے ہیں اور کیا اس کے کسی قول کو اپنے عقیدے کو ثابت کرنے کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے؟

ارشاد...: اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ابن کثیر کے سلسلے میں کیا قول ہے مجھے اس وقت مستحضر نہیں البتہ ابن تیمیہ کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی رضی اللہ تبارک و تعالیٰ عنہ نے **المعتمد المستند** اور دوسری کتابوں میں یہ افادہ فرمایا ہے کہ وہ گمراہ تھا اور اس کے بارے میں علما کے چند گروہ ہیں بعض لوگوں نے اس کو کافر کہا اور حضرت علامہ امام ابن حجر الہیتمی مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام الجوہر المنظم میں اور فتاویٰ حدیثیہ میں کچھ اس طرف جاتا ہے جس سے اس کی تکفیر جھلکتی ہے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ تحقیق فرمائی کہ وہ گمراہ ہے اور کافر نہیں اور ابن کثیر بھی اسی کی روش پر ہے اور وہ ابن تیمیہ کا شاگرد ہے البدایہ والنہایہ میں بہت جگہ پر اس نے ابن تیمیہ کی حمایت میں اور اس کی تعریف بے جا میں اوراق سیاہ کئے۔

بقیہ ص ۱۶/ پر

از: خلیل احمد فیضانی *

مظلوم شہزادے کی شہادت

تاریخ عالم کا ورق ورق ہمارے لئے عبرتوں کا مرقع ہے، بالخصوص تاریخ کے بعض واقعات تو انسان کے ہر شعبہ زندگی کے لئے ایسے عبرت ناک و نصیحت آموز ہیں کہ جن سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی انہیں کبھی بھلایا جاسکتا، انہیں واقعات میں سے ایک واقعہ میدانِ کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کا بھی ہے، کہا جاتا ہے کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو وجود بخشا ہے اس وقت سے لے کر آج تک اور شاید قیامت کی صبح تک کوئی ایسا واقعہ رُونما ہو کہ جس پر خود تاریخ کو بھی رونا آ گیا ہو،لیکن امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ ایسا دردناک اور اندوہ ناک واقعہ ہے کہ جس پر ظالم انسانوں کی سنگ دل تاریخ بھی ہچکیاں لے لے کر روتی رہی ہے، اس میں ایک طرف ظلم وستم، بے وفائی و بے اعتنائی اور محسن کشی و نسل کشی کے ایسے الم ناک اور درد انگیز واقعات ہیں کہ جن کا تصور کرنا بھی آج کل ہم جیسے لوگوں کے لئے ناممکن ہے اور دوسری طرف اہل بیت اطہار، رسول پاک ا کے چشم و چراغ اور اُن کے ستر، بہتر متعلقین کی ایک چھوٹی سی جماعت کا باطل کے مقابلہ کے لئے ثابت قدمی اور جان نثاری، یہ ایسے محیر العقول واقعات ہیں کہ جن کی نظیر تمام عالم انسانیت کی تاریخ میں ملنا بہت ہی مشکل ہے۔

آپ کی مظلومانہ شہادت

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کے شدید اصرار پر جب رخت سفر باندھنے کا ارادہ فرمایا حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت عبد اللہ بن عباس اور آپ کے بھائی محمد بن حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خیر خواہانہ طور پر آپ کو کوفہ جانے سے روکا، مگر چونکہ آپ سفر کا عزم مصمم کر چکے تھے اس لیے یہ مشورہ قبول نہ کیا اور سفر پر روانہ ہوگئے، دوران سفر آپ نے اپنے چچا زاد برادر مسلم بن عقیل کو قاصد بنا کر کوفہ کی طرف بھیجا تا کہ وہاں کے حالات سے آگہی حاصل کریں اور ہمیں مطلع کریں کہ اگر حالات درست ہوں تو ہم یہ سفر اختیار کریں۔جب مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ پہنچے تو بارہ ہزار کوفیوں نے آپ کا شاندار استقبال کیا اور آپ کے دست حق پر بیعت کی۔ان حالات کے پیش نظر آپ نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع دی کہ حالات سازگار ہیں آپ تشریف لے آئیں۔حضرت حسین سفر پر ہی تھے کہ آپ کو اطلاع ملی کہ عبید اللہ بن زیاد نے مسلم بن عقیل کو قتل کروا دیا ہے۔یہ خبر سن کر آپ کے رفقاے سفر نے قصاص لئے بغیر جانے سے انکار کر دیا۔

چناں چہ قافلہ روانہ ہوا۔مقام قادسیہ سے کچھ آگے پہنچا تو حر بن یزید ایک ہزار کے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا اور اسے اس بات کا پابند کیا گیا تھا کہ حضرت حسین کو مع ان کے لشکر کے گرفتار کر کے ابن زیاد کے سامنے پیش کیا جائے۔حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ منظر دیکھا تو اسے تنبیہ فرمائی کہ تم نے خود ہی خطوط لکھ کر ہمیں بلوایا تھا، اب دغا بازی کیوں کرتے ہو؟ پھر آپ نے تمام خطوط اس کو دکھائے تو حر بن یزید نے آپ کو دھمکی آمیز لہجہ میں کہا:

''جنگ سے باز رہو! بصورت دیگر قتل کر دیئے جاؤ گے۔''

یہ سن کر آپ نے فرمایا: (میں روانہ ہوتا ہوں اور نوجوان مرد کیلئے موت کوئی ذلت نہیں ہے، جب کہ اس کی نیت حق ہو اور راہ اسلام میں جہاد کرنے والا ہو) پھر آپ نے دوسرا قاصد روانہ کیا جس کا نام قیس بن مسھر تھا، ابن زیاد نے اس کو بھی قتل کروا دیا جب اس بات کی خبر آپ کو ہوئی تو آپ کی

اسلاف و اخلاف

* مضمون نگار جودھپور راجستھان کے متوطن ہیں۔

آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، بالآخر آپ بہت طویل مسافت طے کرکے 2 محرم 60ھ میں میدان کربلا میں پہنچ گئے، ادھر ابن زیاد نے عمر بن سعد کو ایک لشکر کا سپہ سالار بنا کر میدان جنگ کی طرف روانہ کر دیا، جب اس کی آپ سے ملاقات ہوئی تو آمد کا مقصد پوچھا، حضرت حسین نے عمر بن سعد کے سامنے ایک پیشکش کی آپ لوگ میری طرف سے ان تین چیزوں میں سے ایک چیز کو اختیار کرلیں:

1 میں اسلام کی سرحدوں میں سے کسی سرحد کی طرف جانا چاہتا ہوں مجھے جانے دیا جائے تا کہ وہاں خود اسلام کی حفاظت کرسکوں۔

2 میں مدینہ منورہ کی طرف چلا جاؤں مجھے واپس جانے دیا جائے۔

3 مجھے موقع دیا جائے کہ میں یزید سے اس معاملہ میں بالمشافہ بات کرسکوں۔

عمر بن سعد نے اس بات کو قبول کیا اور ابن زیاد کو یہ پیش کش لکھ بھیجی جس کے نتیجہ میں ابن زیاد نے حکم بھیجا کہ میں صرف ایک بات قبول کرتا ہوں کہ حسین بن علی اپنے پورے لشکر کے ساتھ ہماری اطاعت کرلیں۔

حضرت حسین کو جب اس بات کی خبر ہوئی تو اپنے متبعین کو نہایت پرجوش انداز میں خطبہ دیا۔ تمام رفقاء نے وفاداری کا بھرپور یقین دلایا۔ رات تمام حضرات نے اپنے رب کے حضور آہ زاری کرتے ہوئے گزاردی۔ دشمن کے مسلح فوجی ساری رات خیموں کے گرد گھومتے رہے۔ آخر دس محرم کو فجر کی نماز کے بعد حضرت حسین نے اپنے اصحاب کی صفیں قائم کیں جن کی کل تعداد 72 تھی۔ میدان کربلا میں عمر بن سعد اپنے لشکر کے ساتھ حملہ آور ہوا، اس طرح باقاعدہ لڑائی شروع ہوگئی۔ دونوں طرف سے ہلاکتیں اور شہادتیں ہوتی رہیں۔ آخر کار دغابازوں کا لشکر بظاہر حاوی ہوا۔ نتیجتاً حضرت حسین کا خیمہ جلادیا گیا۔ دشمنوں نے انتہائی سفاکی اور بے دردی سے معصوم بچوں کو بھی خون میں نہلانے سے دریغ نہ کیا۔ چشم فلک نے یہ منظر بھی دیکھا جب زرعہ بن شریک نے نواسہ رسول کے بائیں کندھے پر تلوار کا وار کیا، کمزوری سے پیچھے کی طرف ہٹے تو سنان بن ابی عمرو بن انس نخعی نے نیزہ مارا جس کی وجہ سے آپ زمین پر تشریف لے آئے، پھر آگے بڑھ کر اس نے خاتون جنت کے نورنظر کو ذبح کر دیا پھر سر مبارک جو منبع انوار و برکات تھا کو تن مبارک سے جدا کر دیا۔

اس خون ریز معرکہ میں حضرت حسین کے 72 ساتھی شہید اور کوفیوں کے 88 آدمی قتل ہوئے۔ ظلم بالائے ظلم یہ کہ حضرت حسین کا سر کاٹ کر ابن زیاد کے دربار میں پیش کیا گیا تو اس نے انتہائی گستاخی کرکے چھڑی کے ذریعے نواسہ رسول کے ہونٹوں کو چھیڑ کر جسد خاکی کی توہین کی اور یزید کو لکھ بھیجا کہ میں نے حسین کا سر قلم کر دیا ہے۔ جنت اپنے سردار کی راہ تک رہی تھی، دسویں محرم کے ڈھلتے سورج نے انسانیت کی تاریخ کا یہ دردناک واقعہ دیکھا جس کو خون سے رنگین دھرتی نے اپنے سینے پر ہمیشہ کیلئے نقش کر دیا نوجوانان جنت کے سردار اور خانہ نبوت کے چشم و چراغ نے اپنے خون سے شجر اسلام کو سیراب کر کے انمٹ داستان رقم کی جو آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ ہے۔

◆◆◆

ص ۴۴ کا بقیہ...

رکھتے تھے، دنیا و اہل دنیا سے استغناء بے لوث قوم کی خدمت فرماتے۔

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان 14/ محرم الحرام 1402/ ہجری مطابق 12/ نومبر 1981/ عیسوی کو رات ایک بجکر چالیس منٹ پر اپنے کروڑوں عقیدت مندوں کو داغ مفارقت دے کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ اس المناک حادثہ کی خبر سن کر سوگواروں کے قافلے بریلی شریف کی جانب چل پڑے اور بریلی شریف میں مختلف ممالک کے سفراء اور نمائندگان حکومت جمع ہوگئے۔ بعد نماز جمعہ اسلامیہ انٹر کالج کے وسیع و عریض میدان میں لاکھوں عقیدت مندوں نے نماز جنازہ ادا کی۔

.... جاری

از: محمد افتخار حسین رضوی ٭

پیغام کربلا

دور حیات آئے گا قاتل قضا کے بعد
ہماری ابتدا ہے تمہاری انتہا کے بعد
قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

کربلا اسلامی تاریخ کا عظیم الشان، انقلاب آفریں، ایثار و قربانی اور صبر و رضا سے لبریز، حق و صداقت کے نور سے معمور، ایک ایسا باب ہے، جس کی مثال و نظیر عالم اسلام کی تاریخ ہرگز پیش نہیں کرسکتی۔

دنیا کا کوئی بھی مؤرخ اور تاریخ کا کوئی بھی طالب علم جب بھی کربلا کی نرالی اور انوکھی داستان حق و باطل کا مطالعہ کرتا ہے تو نواسہ رسول کونین ﷺ و جگر پارۂ علی مرتضیٰ شہید اعظم امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر شہیدان کربلا کا مجاہدانہ و سرفروشانہ کردار، جذبہ جہاد، ہمت و جرأت و شجاعت، اعلیٰ ترین صبر و رضا کا مظاہرہ، یزید پلید کے لشکر جرار بدکردار سے ٹکرانے کا حوصلہ، اسلام کی خاطر سر کٹانے کا عظیم کارنامہ دیکھ کر حیران و ششدر رہ جاتا ہے۔

اہل ایمان اور اہل حق و انصاف کا اس حقیقت پر یقین کامل ہے اور رہے گا کہ کربلا کی جنگ کوئی سیاسی اور دنیا حاصل کرنے کی نہیں بلکہ یہ مکمل طور پر حق و باطل اور خیر و شر کی جنگ تھی اور حقیقت تو یہ ہے کہ حق و باطل کی جنگ صرف کربلا میں نہیں لڑی گئی بلکہ حق و باطل کا مقابلہ کائنات کی ابتداء سے ہی جاری ہے، تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی اہل باطل نے اہل حق و صداقت کو مٹانے کے لیے اپنی شیطانی قوتوں کا استعمال کیا تو حق و صداقت کے علمبرداروں نے بھی ایمانی قوتوں کے سچے جذبات کی بدولت اہل باطل کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا اور ضرورت پڑنے پر جام شہادت بھی نوش کیا۔

نواسہ رسولِ معظم و نبی محتشم، شہسوار کربلا، شہید اعظم، امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسی قافلہ حق و صداقت کے سالار اعظم ہیں، ہمارے امام عالی مقام اسلام و شریعت کی دفاع و تحفظ کے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے مامور تھے، اللہ تعالیٰ نے امام عالی مقام کو اسلام کی خاطر شہید ہونے کے لئے منتخب کرلیا تھا، اور سرزمین کربلا کو ان کے لئے صبر و رضا کا امتحان گاہ بنایا تھا جہاں آپ انتہائی مشکل امتحان میں کامیابی سے ہم کنار ہوگئے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو جنتی نوجوانوں کا سردار بنا کر عظیم الشان منصب پر فائز کیا ہے، آپ پوری امت مسلمہ کے امام برحق ہیں، آپ ہی حقیقت میں خلافت کے مستحق تھے، اسی لیے کہ آپ کا تعلق جس اعلیٰ نسل اور اعلیٰ خاندان سے ہے اور آپ ایمان و عرفان، زہد و تقویٰ، طاعت و عبادت، ہمت و شجاعت، طریقت و معرفت، صبر و رضا، ایثار و قربانی اور اخلاق و کردار کے جن اعلیٰ و ارفع مناصب پر فائز تھے ان کا مقابلہ کوئی یزیدی نہیں کرسکتا تھا۔

آپ اپنے وقت میں اسلام، اسلامی تعلیمات اور اسلامی تہذیب و ثقافت کے سچے پاسبان و محافظ تھے، آپ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام کی محبت میں فنا ہو چکے تھے، اس لئے تو امام عالی مقام نے کربلا میں خود کو اور اپنے 72 ساتھیوں کو اسلام کے تحفظ کی خاطر قربان کردیا، سر کٹا دیا مگر بدکردار و بداطوار جہنمی یزید، ابن زیاد اور یزیدیوں کے سامنے سر نہ جھکایا اور شہادت کے مقدس ترین منصب پر فائز ہو کر ایک ایسا عظیم الشان اور جلیل القدر مثال قائم کیا کہ اس کی پیروی کرتے ہوئے قیامت تک اہل ایمان اور عاشقان سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دین اسلام کے تحفظ کی خاطر جان و مال کی قربانیاں پیش کرتے رہیں گے، خوش نصیب اور قسمت کے دھنی وہ اہل ایمان ہیں جو حسینی کردار کے سانچے میں ڈھل کر امام حسین رضی اللہ عنہ کا سچا عاشق اور غلام بن کر محافظین اسلام کی فہرست میں اپنا نام درج کراتے

بقیہ ص ۱۶ / پر

٭ مضمون نگار گورنمنٹ اسکول، ٹھاکر گنج، کشن گنج بہار کے ٹیچر ہیں۔

از: مفتی محمد مقصود عالم فرحت ضیائی *

قتل حسین اصل مرگ یزید ہے

اسلاف واخلاف

راکب دوش پیمبر، ریحانۂ مصطفیٰ بوسہ گاہ نبی، نواسۂ مختار کائنات، سبط رسول، نور چشم مشکل کشا، جگر گوشۂ خاتون جنت برادر امام حسن امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گلشن زندگی کا ایک ایک گل اتنا مشکبار ومعطر ہے کہ جس کی نکہت سے مشام عالم مہک اٹھتا ہے، بارگاہ نبوت سے لے کر کربلا کے واقعات کے رونما ہونے تک کا مطالعہ کرنے سے اس بات کا ادراک ہو جاتا ہے کہ آپ کی سیادت وقیادت و امامت دنیائے اسلام پر مسلم ہے اور یہ کہنا پڑتا ہے کہ ؎

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر بلا کے بعد

ایک اہل اسلام کے لئے تو بس اتنا کافی ہے کہ محبت رسول کا نام حسین ہے، اس کے بعد مزید کسی اور دلائل و براہین کی حاجت ہی نہیں رہ جاتی ہے، کربلا کے ہولناک مناظر نے تو اس حقیقت کو اور زیادہ منور وتابناک کر دیا ہے، جس کا نظارہ کھلی آنکھوں سے کیا جا سکتا ہے کہ جب بھی محرم الحرام کا چاند لب بام آتا ہے تو ہر چہار سمت سے اسی نام مقدس کی گونج سنائی دیتی ہے، انہیں کے ذکر جمیل کا چراغاں دکھائی دیتا ہے، نعرۂ حسینی سے ہر بام و در معطر نظر آتے ہیں اور ہر فرد و بشر کی زباں پر بس یہی نغمہ رقص کناں ہوتا ہے۔ ؎

یا صرف مسلمان کے پیارے ہیں حسین
چرخ نوع بشر کے تارے ہیں حسین
انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت کے پچاس دن بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شکم مادر مہربان میں جلوہ گر ہوئے، آپ کی ولادت باسعادت روز سہ شنبہ ۵/ شعبان المعظم ۴ھ مدینہ طیبہ میں ہوئی: ولد لخمس ليال خلون من شعبان سنة اربع من الهجرة-

(معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم الاصفہانی، باب الحاء من اسمہ حسن)

(۱) عن أبي رافع، أن النبي صلى الله عليه وسلم :أذن في أذن الحسن والحسين حين ولدا - جب امام حسن وحسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی ولادت باسعادت ہوئی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کے کانوں میں اذان دی۔

(معجم کبیر طبرانی، حدیث نمبر ۲۵۱۵)

(۲) عن علي رضی الله تعالى عنه :أنه سمى ابنه الأكبر حمزة وسمى حسينا جعفرا باسم عمه، فسماهما رسول الله صلى الله عليه وسلم حسنا وحسينا - حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے اپنے بڑے شہزادے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا نام مبارک حمزہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا نام مبارک ان کے چچا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے نام پر رکھا، پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کا نام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما رکھا۔ (معجم کبیر طبرانی، حدیث نمبر ۲۷۱۳)

(۳) عن عمران بن سليمان قال:الحسن و الحسين" اسمان من أسماء أهل الجنة ما سمت العرب بهما في الجاهلية- عمران ابن سلیمان سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ حسن اور حسین یہ دونوں نام اہل جنت کے اسماء سے ہیں اور قبل اسلام عرب نے یہ دونوں نام نہیں رکھے۔ (الصواعق المحرقۃ، ص ۱۱۵)

(٤) عن ابن عباس أن رسول الله صلى الله عليه و

* مضمون نگار فخر ازہر دار الافتاء، ہاسپیٹ بلاری کرناٹک کے مفتی ہیں۔

سلم عق عن الحسن و الحسین کبشا کبشا- سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرات حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے عقیقہ میں ایک ایک دنبہ ذبح فرمایا۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الضحایا، باب فی العقیقۃ، حدیث نمبر ۲۸۴۳)

(۵) لما استقر أهل الجنة قالت الجنة :یارب أ لیس و عدتنی أن تزینني بر کنین من أر کانك ؟ قال :ألم أزینك بالحسن و الحسین ؟ فماست الجنة میسا کما یمیس العروس- جب جنتی حضرات جنت میں سکونت پذیر ہوں گے تو جنت عرض گزار ہوگی پروردگار! ازراہ کرم کیا تو نے وعدہ نہیں فرمایا کہ تو، دو ارکان سے مجھے آراستہ فرمائے گا؟ تو رب العزت ارشاد فرمائے گا: کیا میں نے تجھے حسن وحسین رضی اللہ عنہما سے مزین نہیں کیا؟ یہ سن کر جنت دلہن کی طرح فخر و ناز کرنے لگے گی۔ (معجم اوسط طبرانی، حدیث نمبر ۳۴۳)

(۶) حسین منی و أنامن حسین- حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔

(جامع ترمذی، ابواب المناقب، ج ۲ / ۲۱۸ حدیث نمبر ۴۱۴۴)

(۷) فقال هذان ابنای و ابنا ابنتی اللهم إنی أحبهما فأحبهما و أحب من یحبهما- یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں اے اللہ! تو ان دونوں سے محبت فرما اور جو ان سے محبت رکھے اس کو اپنا محبوب بنا لے۔

(جامع ترمذی، باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما حدیث نمبر ۴۱۳۸)

(۸) الحسن والحسین سیدا شباب اهل الجنة- حسن اور حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔ (جامع ترمذی، ابواب المناقب باب مناقب الحسن والحسین حدیث نمبر ۴۱۳۶)

(۹) قال رسول الله صلی الله علیه وسلم موضع سوط فی الجنة خیر من الدنیا ومافیها- ایک کوڑا برابر جنت کی جگہ دنیا اور اس کی ساری چیزوں سے بہتر ہے۔

(بخاری شریف باب ماجاء فی صفۃ الجنۃ حدیث نمبر ۳۲۵۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے سجدہ طویل کر دینا، منبر شریف سے اتر آنا، کاندھے پر سوار کرنا، رونے کی آواز سن کر تڑپ اٹھنا، دونوں شہزادوں کو چومنا اور سونگھنا دنیوی پھول قرار دینا وغیرہ وغیرہ بلندی مقام و مرتبہ اور عظمت و رفعت پر دال ہے، جب انہیں گہری نظر سے دیکھا جائے تو اس بات کا ادراک ہوجائے گا کہ کربلا کے واقعات کی جلوہ گری سے قبل ہی کربلا کی حقیقت و اصلیت اجاگر کردی گئی ہے، جسے شعری زبان میں یوں کہا جائے تو بہتر ہوگا کہ ؎

شاہ است حسین بادشاہ ہست حسین
دین است حسین دیں پناہ ہست حسین

سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

(۱۰) إن ابنی هذا یعنی الحسین یقتل بأرض من أرض العراق یقال لها کر بلاء فمن شهد ذلك منهم فلینصره- یقیناً میرا یہ بیٹا یعنی حسین رضی اللہ عنہ عراق کے ایک علاقہ میں شہید کیا جائے گا، جسے کربلا کہا جائے گا، تو افراد امت میں سے جو اس وقت موجود ہو اسے چاہئے کہ ان کی نصرت و حمایت میں کھڑا ہو جائے۔ (کنز العمال، حدیث نمبر ۳۴۳۱۴)

کربلا کے معرکہ کی حقیقت وحیثیت اظہر من الشمس ہے درحقیقت یزیدیت کی شناخت کرانی مقصود تھی اور اس کے مد مقابل امام عالی مقام کے صبر واستقلال، دینی حمیت وغیرت، جذبۂ جاں نثاری و وفاداری اور مذہب پر استقامت کا مظاہرہ کرا کر اس کے توسط سے امت کو تعلیم دینا تھا کہ جب بھی یزیدیت سے سامنا ہو تو اسلامی اصول وضوابط اور نصب العین پر ڈٹے رہنا، امور دینیہ میں ذرہ برابر بھی کسی سے سمجھوتا نہ کرنا اور عدوان اسلام سے نبرد آزما ہو کر مذہبی غیرت وحمیت کا ثبوت دینا ہے، تاریخی پس منظر میں کربلا کے واقعات کی رونمائی کے بعد کا نظارہ کریں تو معلوم ہوگا کہ حق کی ہر اٹھنے والی آواز کو حسینیت سے تعبیر کیا جاتا رہا ہے اور کیا جاتا رہے گا جس سے متحقق وروشن ہوجاتا ہے کہ ؎

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

اسلاف واخلاف

ص ٦ رکابقیہ........................

کوئی قید و بند اور تمہاری آزادی پر پابندی کا نام نہیں جیسا کہ آج کل نام نہاد آزادئ نسواں کے دعویدار پروپیگنڈہ کررہے ہیں بلکہ یہ ہوس ناک مردوں کی نظروں سے تمہاری حفاظت کا ایک مضبوط حصار ہے جو تمہاری عزت و آبرو اور عفت و عصمت کی محافظت کو یقینی بناتا ہے، تم اس مضبوط حصار کے ساتھ ہر جائز کام کرتی سکتی ہو۔

اکثر لوگ اس غلط فہمی کے شکار ہیں کہ اسلام نے صرف عورتوں کے لئے پردہ کا حکم فرمایا ہے جبکہ ایسا ہرگز نہیں، اسلام نے تو عورتوں سے پہلے مردوں کو پردہ کا حکم دیا ہے، چنانچہ سورۂ نور میں جہاں ''پردہ'' کا حکم وارد ہوا ہے وہاں مردوں کو اپنی نگاہیں نیچی رکھنے اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے کا حکم پہلے دیا گیا ہے، اس کے بعد عورتوں کو پابند حجاب کیا گیا ہے، مردوں کا پردہ یہی ہے کہ وہ نامحرم عورتوں کی طرف نظر نہ کریں بلکہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

یاد رہے! اللہ رب العزت نے عورتوں کو مردوں سے زیادہ قیمتی، خوبصورت اور نازک بنایا ہے، اسی لئے ان کی حفاظت کی فکر بھی مردوں سے زیادہ ہے، کون نہیں جانتا کہ ہیرا قیمتی بھی ہے، نازک اور خوبصورت بھی، اسی لئے اسے کئی کئی حفاظتی حصار میں رکھا جاتا ہے، کبھی سنا ہے؟ کسی نے یہ آواز اٹھائی ہو کہ سونے، چاندی اور ہیرے کو کیوں اتنے میں پردے اور حصار میں رکھا جاتا ہے؟ نہیں، کیوں کہ لوگ ڈنڈوں سے اس کی خبر لے کر بھگائیں گے اور کہیں گے: کون نادان اور بیوقوف ہوگا جو ان قیمتی، نازک اور خوب صورت چیزوں کو بے پردہ اور بے حفاظت رکھے گا، تو ضرور کوئی چور اور ڈاکو معلوم ہوتا ہے، تیری نیت خراب ہے ان قیمتی چیزوں پر!

ٹھیک اسی طرح آج ''آزادئ نسواں'' کا ڈھنڈورا پیٹنے والے تمہارے ہمدرد نہیں بلکہ لٹیرے ہیں جو تمہیں بے پردہ کرکے تمہاری نازک اندامی کا فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں، تماری عزو آبرو کے ذریعہ اپنی تجارت اور بزنیس چمکانا چاہتے ہیں، تمہیں اپنے شیشے میں اتارنے کے لئے اس ''خوبصورت نعرہ'' کا استعمال کیا جاتا ہے، ورنہ تمہاری آزادی یا تمہاری قید و بند سے انھیں کوئی سروکار نہیں۔

اس لئے عورت کو عورت ہی رہنا چاہئے اور عورت رہتے ہوئے ہی اپنے تمام امور انجام دینے چاہئے، اسی میں اس کی صلاح و فلاح اور دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی ہے، اللہ رب العزت اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے ہماری عورتوں کو اسلام کی سچی سمجھ عطا فرمائے اور اس کی تعلیمات پر مکمل عمل کی توفیق رفیق مرحمت فرمائے، آمین۔ ◆◆◆

ص ٥٢ رکابقیہ........................

بلکہ جب ظلم و ستم بے شمار اور احکام الٰہی پر عمل دشوار ہو جائے تو مکہ شریف سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کر جائے، اس لئے کہ عزت و شہرت، کامیابی و کامرانی آگے بڑھنے میں ہے نہ کہ ایک جگہ جامد و منجمد ہو جانے میں۔

واضح ہو کہ مومن بھی پابند ہے مگر کس کا؟ تقدیر کا؟ نہیں! بلکہ احکام الٰہی کا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کی مثال اس اونٹ کی مانند ہے جس کی ناک میں نکیل ہو یعنی اس کا مالک جدھر چاہے اسے ادھر پھیرے اور وہ ادھر ہی پھرے۔

حاصل کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مومن و مسلمان بنایا ہے لھذا ہمیں اپنی کامیابی و کامرانی تعلیم و تعلم مسند و منصب، جاہ و حشمت، عزت و عظمت، جو کہ مومن کا حصۂ ازلی ہے اس کے لئے کوشش کرنی چاہیے، متحرک و فعال رہنا چاہیے اس لئے کہ:

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

لہٰذا یہ چیزیں اگر گھر میں رہ کر ممکن ہوں تو گھر میں رہ کر کرے، ملک میں رہ کر ممکن ہوں تو ملک میں رہ کر، ورنہ جہاں جانا پڑے وہاں جائے حالات و مقامات کا ماتم نہ کرے اس لئے کہ مومن کے لئے سرحدیں معنیٰ نہیں رکھتیں خواہ وہ اپنے علاقے کی سرحد ہو خواہ ریاست کی خواہ ملک کی، اسی کو ڈاکٹر اقبال نے کہا ہے:

بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے

◆◆◆

از: محمد عطاء النبی حسینی مصباحی*

چشمۂ دارالافتاء بریلی شریف کا ایک گم نام مگر نام ور مفتی

مفتی نواب مرزا سنی حنفی قادری بریلوی

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کون نہیں جانتا، آج عالم اسلام اس عظیم محسن کے احسان کا معترف ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات بابرکات ایسی ذات تھی کہ آپ سے کسی بھی اعتبار سے نسبت اور تعلق پیدا کرنا لوگ اپنے لیے سعادت کی معراج سمجھتے تھے، چناں چہ خاندانی تعلق و رشتہ کے علاوہ آپ سے تعلق و نسبت رکھنے والے تین طرح کے ہیں :

(۱) بیعت و ارادت سے آپ سے تعلق رکھنے والے۔

(۲) حصول تعلیم و تربیت سے آپ سے تعلق رکھنے والے۔

(۳) اجازت و خلافت سے آپ سے تعلق رکھنے والے۔

یوں تو خلفائے امام اہل سنت پر کئی کتابیں آئیں اور مطالعہ سے بھی گزریں لیکن شاگردوں پر کوئی کتاب اب تک راقم کی کوتاہ نظر سے نہیں گزری، ممکن ہے کہ اس موضوع پر کتاب آئی ہو لیکن راقم کے ناقص مطالعہ میں نہ آپائی ہو، امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں میں سے ایک قابل قدر شاگرد امین الفتویٰ اوّل، مفتی رضوی دارالافتاء بریلی شریف مفتی نواب مرزا سنی حنفی قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں، آپ اپنے وقت کے نامور مفتی تو ضرور رہے لیکن آپ پر نہیں لکھا جا سکا جس کے سبب آپ اپنے عصر کے نام ور مفتی ہونے کے باوجود گمنامی کی وادی میں چلے گئے، یہی وجہ ہے کہ راقم کو اپنی کتاب "فتاویٰ علمائے ربانی در حیاتِ قادیانی" کے لیے حضرت نواب مرزا صاحب کے صرف آدھ صفحے کے حالات کی ضرورت تھی، اس کے لیے کافی معلومات حاصل کیں، رابطے کیے لیکن کامیابی صفر ہی رہی، پھر بھی کسی نہ کسی طرح آدھے صفحے کے حالات دستیاب ہوئے اور اس کے بعد ذہن بنا کہ جب حالات اس قدر کم دستیاب ہے تو کیوں نہ حضرت پر مستقل مطالعہ کیا جائے اور جو مواد دستیاب ہوں، ان مواد کی روشنی میں ایک مضمون ہی لکھ دیا جائے، اسی جذبے کے تحت مطالعہ کیا اور جو مواد دستیاب ہو سکے، ان مواد کی روشنی میں یہ مقالہ تیار کیا گیا ہے، قارئین کی نذر کیا جا رہا ہے۔

ولادت، نام اور تعلیم و فراغت

آپ کی ولادت بریلی شریف میں ہوئی، آپ کا اسمِ گرامی ''نواب مرزا'' ہے اور قلمی دنیا میں آپ اپنے نام کے ساتھ ''عبید النبی، عبد النبی اور عبد الغنی'' کا لاحقہ اور سابقہ لگاتے تھے، جیسا کہ ذیل میں آنے والے فتاویٰ اس پر دال ہیں، حصول علم کے لیے منظر اسلام میں بارگاہ اعلیٰ حضرت میں حاضر ہوئے اور 10/11/12 رشعبان المعظم 1326ھ مطابق 7/8/9/ ستمبر 1908ء دوشنبہ، سہ شنبہ، چہار شنبہ کو ہونے والے منظر اسلام کے دوسرے سالانہ جلسے میں امام اہل سنت نے اپنے دست حق پرست سے دستار بندی کی، اسی جلسہ میں آپ کے علاوہ آپ کے 7 ر رفقائے درس کی بھی دستار بندی حضرت مولانا غلام جیلانی سجادہ نشین بانسہ شریف کے ہاتھوں ہوئی، منظر اسلام نمبر میں ہے:

''گزشتہ سال چار طلباء فارغ التحصیل ہوئے جن کی دستار بندی کا جلسہ تشریف آوری اکثر مشائخ عظام و علمائے کرام و عمائد و روسا ذوی الاحترام حسن انتظام نہایت دھوم دھام سے سرانجام ہوا، اس سال بھی بمنہ و بکرمہ 8 ر طلبا فارغ التحصیل ہوئے جن کے نام نامی درج ذیل کروں تو زائد مناسب ہوگا:

''(۱) جناب مولانا مفتی نواب مرزا صاحب سابق مفتی دارالافتاء بریلی (۲) جناب مولانا ظہیر الدین صاحب اعظم

*مضمون نگار سہ ماہی سنی پیغام، نیپال کے مدیر اعلیٰ ہیں۔

گڑھی (۳) جناب مولانا حفیظ احمد صاحب اعظم گڑھی (۴) جناب مولانا نعمت اللہ صاحب نوا کھالوی (۵) جناب مولانا صدیق احمد صاحب نوا کھالوی (۶) جناب مولانا عظیم اللہ صاحب مچھلی شہری (۷) جناب مولانا احمد عالم صاحب رجہتی (۸) جناب مولانا ابراہیم صاحب بہاری۔''

ان صاحبان کی دستار بندی جناب مولانا مولوی شاہ غلام جیلانی صاحب سجادہ نشین بانسہ شریف اور جناب مولانا مفتی نواب مرزا صاحب سابق مفتی دارالافتا کی دستار بندی اعلی حضرت موصوف نے اپنے دست حق پرست سے کی، تاریخہائے 10-11-12/ شعبان المعظم 1326ھ مطابق 7-8-9/ستمبر 1908ء یومہائے دوشنبہ، سہ شنبہ، چہارشنبہ کو جلسہ بمقام بریلی مسجد بی بی صاحبہ میں منعقد ہوئے۔'' (منظر اسلام نمبر، ج1/ص231)

رضوی دارالافتاء بریلی شریف میں

بعد فراغت رضوی دارالافتاء بریلی شریف منسلک ہوئے اور دارالافتاء میں آپ فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دینے لگے، ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ'' حیات اعلیٰ حضرت''میں''مختلف موضوعات پر خط لکھنے کی تربیت'' کے تحت لکھتے ہیں:

''تعویذات کے متعلق خط میرے یا حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب کے حوالے کیا جاتا، استفتا ہوتا تو حسبِ مراتب مولوی نواب مرزا صاحب بریلوی، مولوی سید شاہ غلام محمد صاحب بہاری، راقم الحروف جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی، مولوی حکیم سید عزیز غوث صاحب، حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب کے حوالے فرماتے، استفتا بہت پیچیدہ اور اہم ہوتا تو خود اعلیٰ حضرت ہی جواب تحریر فرماتے، فرائض کا مسئلہ زیادہ تر حضرت مولانا مولوی محمد رضا خاں صاحب عرف ننھے میاں برادرِ اصغر اعلیٰ حضرت کے حوالہ ہوتا۔''

(حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج1/ص140)

جماعت رضائے مصطفیٰ نے اس شعبۂ افتا میں ماہر مفتیانِ کرام کی تقرری کی تھی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے شاگردوں میں مفتی نواب مرزا بریلوی، مولانا مفتی سلطان احمد خان بریلوی، مفتی محمد رضا خاں بریلوی، مفتی عبدالرشید بہاری، مولانا ابرار حسین صدیقی تلہری، مولانا حشمت علی خان لکھنوی، مفتی محمد علی حامدی فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دیتے تھے۔

(تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، ص45)

بیعت وارادت

بیعت وارادت کا شرف حضور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ کے دست حق پرست پر حاصل کیا، فتویٰ نویسی اور اپنے پیر ومرشد کے بارے میں آپ خود لکھتے ہیں:

'' آستانہ عالیہ رضویہ کے فتوؤں کا جواب میرے ہی متعلق ہے، میں نے پیر ومرشد حضور سیدنا اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کے زمانۂ حیات میں نے ایک مدت تک اس خدمت کو انجام دیا ہے۔'' (آسان نظام شریعت، حصہ1/ص4)

''چشمۂ دارالافتاء بریلی''میں فتاویٰ نوابیہ کی اشاعت

آپ کے فتاویٰ ''چشمۂ دار الافتاء بریلی'' کے نام سے ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رام پور اور ماہ نامہ تحفہ حنفیہ پٹنہ میں امام اہل سنت اور حضور حجۃ الاسلام کی تصدیقات کے ساتھ شائع ہوتے تھے، جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کے شعبۂ رضوی دار الافتا کے فتاویٰ چشمۂ دار الافتا بریلی کے نام سے مستقل، ایک زمانے تک ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رام پور میں چھپتے رہے، ماہ نامہ تحفۂ حنفیہ پٹنہ میں بھی فتاویٰ شائع ہوتے تھے، ان فتاویٰ پر اکثر اعلیٰ حضرت یا حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا کی تصدیق ہوا کرتی تھی۔''

(تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، ص45)

فتاویٰ نوابیہ کے چند نمونے

چشمۂ دار الافتاء بریلی کے تحت آپ کے جو فتاویٰ شائع ہوئے، وہ سینکڑوں میں ہیں لیکن تمام دستیاب نہیں ہو سکے جو دستیاب ہوس کے ان میں سے چند فتاویٰ بطور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں تا کہ آپ کے فتاویٰ اور طرز فتاویٰ سے شناسائی حاصل

ہو سکے:

نمونہ:1 مسئلہ نمبر 267 مرسلہ حافظ غلام قادر خان صاحب ساکن قصبہ امریا ضلع پیلی بھیت

نابالغ عورت کے کفن کے لیے کتنے کپڑے دینا چاہیے؟

الجواب: وہ نابالغ عورت کہ قریب بلوغ آ گئی، اس کا حکم وہی ہے جو بالغہ کا یعنی پانچ کپڑوں میں کفن دی جائے گی:

(1) تہ بند کہ سر سے پاؤں تک ہو۔ (2) کفنی کہ پیچھے دونوں طرف گردن کی جڑ سے گھٹنے کے نیچے تک ہو۔ (3) لفافہ یعنی وہ چادر کہ اس کے قد سے سر اور پاؤں دونوں طرف اتنی زیادہ ہو جس سے لپیٹ کر باندھ سکیں۔ (4) اوڑھنی جس کا طول ڈیڑھ گز یعنی تین ہاتھ ہو کہ اس کے سر کے نیچے بچھا کر سر اور منہ پر نقاب کی طرح ڈالیں۔ (5) سینہ بند کہ پستان سے ناف بلکہ افضل یہ ہے رانوں تک ہو۔ اور جو قریب بلوغ ابھی نہ ہوئی اس کے لیے بھی بہتر یہی ہے کہ پانچ کپڑوں میں کفنائی جائے، ہاں صرف دو کپڑے بھی کافی ہیں، تہ بند اور چادر، ردالمحتار میں ہے:

(قَوْلُهُ :وَالْمُرَاهِقُ كَالْبَالِغِ) الذَّكَرُ كَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى كَالْأُنْثَى ح قَالَ فِي الْبَدَائِعِ لِأَنَّ الْمُرَاهِقَ فِي حَيَاتِهِ يَخْرُجُ فِيمَا يَخْرُجُ فِيهِ الْبَالِغُ عَادَةً فَكَذَا يُكَفَّنُ فِيمَا يُكَفَّنُ فِيهِ (قَوْلُهُ وَمَنْ لَمْ يُرَاهِقْ إلَخْ) هَذَا لَوْ ذَكَرًا قَالَ الزَّيْلَعِيُّ وَأَدْنَى مَا يُكَفَّنُ بِهِ الصَّبِيُّ الصَّغِيرُ ثَوْبٌ وَاحِدٌ وَالصَّبِيَّةُ ثَوْبَانِ الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبید النبی نواب مرزا عفی عنہ بجاہ المصطفیٰ ﷺ

(فتاویٰ منظر اسلام نمبر، ص 26–27)

نمونہ:2 مسئلہ نمبر 210 / از علی گڑھ، مرسلہ عائشہ خاتون

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بی بی سعیدہ مالدار ہے جس کی عمر قریب ساٹھ سال کی ہے اور وہ عورت بیوہ ہے اور کوئی اس کا نہیں ہے، اپنے ملازمین اور دیگر مسلمانوں کے ہمراہ حج فرض ادا کر سکتی ہے یا نہیں، اگر ایسی حالت میں حج کرے تو کیا گناہ شرعی ہوگا اور حج فرض ادا ہوگا یا نہیں، اگر کسی سے نکاح کر لے اور وہ بعد واپسی بیت اللہ شریف سے خلع کر لے تو جائز ہوگا یا نہیں اگر ان صور مذکورہ میں سے کوئی صورت ادائے حج فرض نہ ہو سکے تو کوئی اور صورت عند الشرع پیدا کر کے تحریر فرمائیے بحوالہ کتب۔

الجواب: ملازمین و دیگر مسلمانوں کے ساتھ جانے سے گناہ ہوگا ہاں فرض ادا ہو جائے گا، مگر مع الکراہت! اس کی صورت یہی ہے کہ کسی سے نکاح کر کے اس کے ساتھ حج کرے اور اگر نکاح بعد کو باقی نہ رکھنا چاہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ اس سے بایں الفاظ کہے کہ میں نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں دیا اس شرط پر کہ جب میں سفر حج سے مثلاً اس شہر یا بمبئی میں واپس آؤں تو اسی وقت سے مجھے اختیار ہوگا کہ جب چاہوں اپنے نفس کو طلاق بائن دے کر تیرے نکاح سے باہر آ جاؤں، شوہر کہے میں نے قبول کیا، اس تقدیر پر بعد واپسی عورت کو اختیار ہوگا کہ جب چاہے اپنے آپ کو طلاق بائن دیگر نکاح سے جدا ہو جائے، مگر یہ ضرور ہے کہ ابتدا اس کی شرط عورت کی طرف سے ہو، اگر مرد نے کہا کہ میں نے تجھ سے اس شرط پر نکاح کیا اور عورت نے کہا میں نے قبول کیا تو نکاح ہو جائے گا اور شرط باطل رہے گی، والمسئلة فی الدر والفرق فی الخانیة بہر حال عورت کو غیر محرم کے ساتھ جانا جائز نہیں، رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

"لا یحل لامرأة تومن بالله والیوم الآخر ان تسافر میسرة یوم ولیلة الا مع ذی رحم محرم یقوم علیها"۔

یعنی حلال نہیں اس عورت کو کہ ایمان رکھتی ہو اللہ اور قیامت پر کہ ایک منزل کا بھی سفر کرے مگر کر محرم کے ساتھ جو اس کی حفاظت کرے، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبید النبی نواب مرزا عفی عنہ بجاہ المصطفیٰ ﷺ

(فتاویٰ منظر اسلام نمبر، ص 37–38)

نمونہ:3 مسئلہ نمبر 214 / از حسین پور ضلع پیترا ڈاک خانہ کاش نگر بازار، مرسلہ نواب علی صاحب

ماقولکم رحمکم الله تعالیٰ؛ اندریں کہ ملک بنگال میں یہ رسم ہے کہ اگر کوئی شخص مرض میں مبتلا ہو تب منت و نذر

کرتے ہیں، اگر میری بیماری کو اللہ تعالیٰ صحت عطا فرمائے تو میں ایک دو سیر شیرینی مثلاً بتاشے یا جلیبی وغیرہ یا یہ منت کرتے ہیں کہ شیر برنج یعنی چاول اور دودھ اور چینی یا گڑ سے پکاتے ہیں جس کو اردو میں فیرینی کہتے ہیں اور کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے واسطے جمعہ کے مصلیوں کو بروز جمعہ کھلاؤں گا آیا یہ دونوں قسم منت میں شمار کیا جائے یا اگر منت میں شمار کیا جائے تو فقرا اور مساکین کھا سکتے ہیں یا رئیس اور مالدار بھی، بحوالہ کتب بیان فرمائیں۔

الجواب: اگر نذر ماننے والے نے یہ ارادہ کیا کہ جو غربا یا فقرا جمعہ کی نماز میں آئیں گے، ان پر تصدق کروں گا جب تو یہ شرعی نذر ہوگی اور اس کا پورا کرنا واجب ہو گیا، اور فقرا اور مساکین ہی اسے کھا سکیں گے، ہاں یہ اختیار ہوگا کہ انہیں فقرا کو دے جو جامع مسجد میں جمعہ کے لیے جائیں یا اوروں کو، نیز یہ بھی اختیار ہوگا کہ جمعہ کے دن تصدق کرے یا اور کسی دوسرے دن، ہاں جس شرط پر منت مانی ہے اس کے بعد ہونا ضرور ہے، رد المختار میں ہے:

”وَيَظْهَرُ مِنْ هَذَا أَنَّ الْمُعَلَّقَ يَتَعَيَّنُ فِيهِ الزَّمَانُ بِالنَّظَرِ إِلَى التَّعْجِيلِ، أَمَّا تَأْخِيرُهُ فَيَصِحُّ لِانْعِقَادِ السَّبَبِ قَبْلَهُ، وَكَذَا يَظْهَرُ مِنْهُ أَنَّهُ لَا يَتَعَيَّنُ فِيهِ الْمَكَانُ وَالدِّرْهَمُ وَالْفَقِيرُ۔

اور اگر فقیر پر تصدق کی نیت نہ تھی تو یہ نذرِ شرعی نہ ہوئی، اس کا پورا کرنا فرض و واجب نہیں مگر ایک نیک وعدہ ہے، پورا کرنا مناسب ہے، درمختار میں ہے: (وَلَمْ يَلْزَمْ) النَّاذِرَ (مَا لَيْسَ مِنْ جِنْسِهِ فَرْضٌ كَعِيَادَةِ مَرِيضٍ وَتَشْيِيعِ جِنَازَةٍ وَدُخُولِ مَسْجِدٍ) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبید النبی نواب مرزا عفی عنہ بجاہ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(مصدر سابق، ص 41)

نمونہ: 4 مسئلہ نمبر 229/ از مظفر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین صورت مسئلہ ہذا میں کہ زید کی دو بیبیاں تھیں، زید بقضائے الٰہی فوت ہو گیا، ایک داماد عمرو اور دو بیبیاں ہندہ و زینب وارث چھوڑے، عمرو نے جو زید کا داماد ہے بعد انتقال اپنے خسر زید کے اپنی غیر حقیقی خوشدامن زینب سے نکاح کر لیا، دراں حالاں کہ زید کی بیٹی بھی بقید حیات عمرو کے نکاح میں موجود ہے آیا یہ نکاح شرعاً جائز ہوا یا نہیں؟ اگر جائز ہوا تو کن کن دلائل سے اور نا جائز ہوا تو کیا برہان ہے؟ جب زینب کو خارجاً معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ محض گڑھت ہے اور شرع مطہرہ میں اس کی اصل نہیں تو وہ عمرو سے کنارہ کش ہو کر ایک مکان میں خلوت گزیں ہے، یہ بھی ارشاد ہو کہ فعل زینب کا مستحسن ہے یا غیر مستحسن اور عمرو سے دین مہر کی مستحق ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب: نکاح مذکور شرعاً جائز ہے تنویر الابصار میں ہے: فجاز الجمع بين المرأة وبنت زوجها۔ زینب کو اس بنا پر اپنے شوہر سے کنارہ کشی ہرگز جائز نہیں اور اسے مہر کا ضرور استحقاق ہے مگر جس مہر کے دینے کا کوئی وقت معین نہ قرار پایا ہو اس کا مطالبہ قبل طلاق یا موت نہیں کر سکتی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبید النبی نواب مرزا عفی عنہ بجاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(مصدر سابق، ص 45)

نمونہ: 5 مسئلہ نمبر 101/ جس زیور پر ایک سال زکوۃ نکالی گئی تو پھر اس مال پر دوبارہ زکوۃ نکالنا چاہیے یا نہیں؟ اور اگر جس مال پر زکوۃ دی گئی، اس کے بعد دوسرا مال یعنی زیور اور تیار ہو کر آجائے تو اس مال کو پہلے میں شامل کر کے زکوۃ نکالنا چاہیے یا نہیں یا صرف جدید مال پر؟ بینوا توجروا۔

الجواب: جب پھر ایک سال اس مال پر گزر جائے گا تو دوبارہ اس کی زکوۃ ادا کرنا فرض ہوگی، درمختار میں ہے: وسببه ملك نصاب حولي الخ۔ اور قبل سال گزرنے کے کچھ اور مال اس نصاب کی جنس سے اس کی ملک میں آیا خواہ کسی طریقہ ملک سے ہو وہ بھی اصل نصاب میں شامل کر کے اصل پر سال گزرنا اس سب پر سال گزرنا قرار پائے گا اور نصاب پر اگر پانچواں حصہ نصاب کا زائد ہو گیا تو اس پانچویں حصہ کا چالیسواں حصہ دینا واجب ہوگا، اس سے کم معاف ہوگا اسی طرح دوسرے پانچویں

حصے تک معاف ہے، دوسرے پانچویں حصہ کے پورے ہونے پر اس کا بھی چالیسواں حصہ ادا کرنا واجب ہوگا، مثلاً سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ ہے اور اس کے اوپر جب تک 01/تولہ زائد نہ ہوگا، وہی اصل نصاب کی زکوۃ کہ سوا دو ماشے سونا ہے، واجب ہوگا اور اتنا زائد ہونے پر اس کا چالیسواں کہ 3.5/3 حصہ سرخ اور واجب ہوگا، اسی طریقہ سے چاندی کہ اس کا نصاب ساڑھے باون تولہ ہے اس پر جب تک ساڑھے دس تولے چاندی زائد نہ ہوگی وہی اصل نصاب کی زکوۃ 1/تولہ 3/ماشہ 6/سرخ چاندی واجب ہوگی اور اتنا زائد ہونے پر 3/ماشہ 1.5/1 سرخ اور واجب ہوگا۔

معلوم رہے کہ سونا چاندی آپس میں ایک جنس ہیں :

قال شیخنا مجدد المائة حاضرہ دامة فیوضهم محشیا علی رد المحتار اقول :لینظر ما اذا تمانصابا وفی کل منهما عفواذا ضم العفوان قیمة بلغانصا بافهل یجب الضم الظاهر نعم ولیحرر ثم رأیت التصریح به فی الهندیه والحمد لله۔

درمختار میں ہے :وفی کل خمس بضم الخاء بحسابه ففی کل اربعین درهما درهم وفی کل اربعة مثاقیل قیراطان ومابین الخمس الی الخمس ۔عفوای میں ھے المستفاد ولوبهبة وسط الحول یضم الی نصاب من جنسها مالم یمنع مانع ،واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبید النبی نواب مرزا عفی عنہ بجاہ مصطفیٰ ﷺ

(مصدر سابق،ص48)

تصنیف وتالیف

فتویٰ نویسی ہی اس بات پر واضح دلیل ہوا کرتی ہے کہ فتویٰ نویس کو تحریر وقلم سے تعلق خاطر ہے، آپ بھی ایک مفتی رہے وہ بھی رضوی دارالافتا جیسے دارالافتا کے تو پھر آپ کو تحریر وقلم سے کیوں کہ دل چسپی نہ ہوتی، آپ کے اسی تحریری دل چسپی کے نتیجے میں آپ کی ذات بابرکات سے چند کتابیں قوم کو میسر آئیں، آپ کی کتابوں کی اصل تعداد کا علم تو نہ ہو سکا البتہ فتاویٰ رضویہ میں آپ کی ایک کتاب کا نام ''اعجب العقاب'' اور اس کتاب کا ایک اقتباس کا ذکر ملتا ہے، فتاویٰ رضویہ میں ہے:

''یہ سمجھ میں آنے کی بات نہیں کہ بوٹی بواؤ معروف اور ان کے پاس ہوا ایشر جی کے پاس نہ ہو، دیکھنا کہیں یہ بوٹی بواؤ مجہول تو نہیں، تو یہ ضرور ایشر جی کے یہاں کہاں کہ ان کے ہوم کرنے والے ماس سے بہت برا مانتے ہیں عجب نہیں کہ بیماری میں طاقت آنے کے لیے مسلمانوں سے گوشت کی بوٹیاں مانگتے ہوں، ۱۲/اعجب العقاب، تصنیف مولوی نواب مرزا صاحب قادری برکاتی رضوی۔''

(فتاویٰ رضویہ،ج535)

مولانا فوادرضا خان صاحب کے تعاون سے مفتی نواز مرزا صاحب کی ایک اور کتاب کا علم ہوا، کتاب کا نام ہے''آسان نظام شریعت'' جس کی اشاعت مجلس اسلامی شیش گڑھ کے تحت ہوئی، یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے، راقم الحروف کو پہلے حصے کی زیارت نصیب تو نہیں ہوئی لیکن مولانا فوادرضا خان صاحب قبلہ نے راقم الحروف کو''آسان نظام شریعت'' کا جو حصہ فراہم فرمایا ہے، وہ دوسرا حصہ ہے، جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ نواب مرزا صاحب کی اس کتاب کے کم ازکم دو حصے ضرور ہیں، دوسرا حصہ مسائل نماز پر مشتمل ہے جیسا کہ کتاب مذکور کے سر ورق پر ہے:

''الحمد للہ والمنۃ کہ مسلمانوں کے لیے بہترین تحفہ، نماز کے متعلق تمام مسائل کے سلیس بیان کا بے مثال رسالہ۔''

(سرورق آسان نظام شریعت)

پہلا حصہ مسائل عقائد پر مشتمل معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ حضور حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان اور حضور مفتی اعظم ہند علامہ محمد مصطفیٰ رضا خان علیہما الرحمہ کی تقاریظ اس پر دال ہیں، چناں چہ حضور حجۃ الاسلام اپنی تقریظ میں تحریر فرماتے ہیں:

''عقائد حقہ انیقہ ومسائل صحیحہ رائقہ۔''

(افتتاحیہ آسان نظام شریعت، حصہ2/ص2)

اور حضور مفتی اعظم ہند تحریر فرماتے ہیں:

''عقائدحقہ وضروری مسائل صحیحہ رجیحہ منقحہ۔'' (مرجع سابق)

درج بالا تاثر حضور مفتی اعظم ہند نے مکمل کتاب کی سماعت کے بعد پیش فرمایا، چناں چہ آپ کی تقریظ کے آخری الفاظ درج ذیل ہیں:

''میں نے پوری کتاب سنی مگر بعض وہ عبارات جو بعدِ تبییض اضافہ ہوئیں''۔ (مرجع سابق)

خلاصہ یہ کہ آپ کی دو تصانیف ہیں :

(1) اعجب العقاب (2) آسان نظام شریعت (دو حصے)

رضوی دارالافتا کے پہلے امین الفتویٰ

راقم اپنے ناقص مطالعہ کی روشنی میں اب تک یہی جانتا تھا کہ رضوی دار الافتاء بریلی شریف کے امین الفتویٰ ''حضرت علامہ مفتی محمد شفیع احمد بیسلپوری علیہ الرحمہ'' رہے، لیکن جب مفتی نواب مرزا علیہ الرحمہ کے حوالے سے مطالعہ شروع کیا تو واضح ہوا کہ مفتی شفیع احمد بیسلپوری سے قبل مفتی نواب مرزا علیہ الرحمہ رضوی دار الافتا کے ''امین الفتویٰ'' تھے، جیسا کہ حکیم الاسلام علامہ حسنین رضا خان قادری علیہ الرحمہ کی درج ذیل عبارت اس طرف رہنمائی کر رہی ہے، سیرت اعلیٰ حضرت میں ہے :

''فاضل بہار مولانا ظفر الدین صاحب خطیب جامع مسجد ہو کر شملہ چلے گئے تو ان کی جگہ حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب پیش کاری کے منصب پر فائز ہوئے اور مولوی نواب مرزا کے ہٹنے پر مولوی شفیع احمد خان صاحب بیسلپوری مرحوم امین الفتویٰ ہوئے۔'' (سیرت اعلیٰ حضرت، ص125-126)

درج بالا اقتباس سے یہ کہنا بجا ہوگا کہ مفتی نواب مرزا منصب ''امین الفتویٰ'' پر جلوہ گر رہے، نیز یہ بھی کہنا درست ہوگا کہ اگر مفتی نواب مرزا سے قبل رضوی دار الافتا کے منصب ''امین الفتویٰ'' پر متمکن نہیں تھا تو مفتی نواب مرزا رضوی دار الافتا کے اوّل امین الفتویٰ رہے ہیں، مفتی نواب مرزا منصب امین الفتویٰ پر کس قدر متحرک و فعال رہے، اس کا اندازہ کرنا ہو تو فتاویٰ رضویہ میں موجود امام اہل سنت کے ایک فتویٰ کے متعلق آپ کی درج ذیل تحریر کا مطالعہ کیجیے:

''نوٹ: خادم آستانۂ عالیہ دار الافتا فقیر عبید النبی نواب مرزا قادری رضوی غفرلہ ربہ القوی عرضہ دارد کہ اعلیٰ حضرت شیخنا مجدد الملۃ دام ظلہ العالی پیش ازیں بتاریخ یازدہم محرم شریف ایں سوال را جوابے مختصر نوشتہ ارسال فرمودہ بودند کہ در کتاب الطلاق مرسوم گشت و بوجہ عروض تپ تفصیل را حوالت بر آئندہ فرمودند کہ بتوفیقہ تعالیٰ ایں فتویٰ کتاب الایمان ست از مولانا و بالفضل اولانا جناب مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب شمس آبادی دام بالا یادی بتاریخ ہفدہم ماہ مبارک محرم محترم نامہ دگر بزبان عربی آمد و درطے او فتوی دیوبندیاں تفصیل را لب بہ استدعا کشادند ایجا بعونہ تعالیٰ فتوائے معضلہ پیش ورود ایں نامہ تکمیل یافتہ بود فتوائے دیوبندا گر چیزے بہ دلیل علیل گرایندے جوابش خود ایجا دیدے فاما بتقلید کورانہ جناب گنگوہی صاحب نہ عبارتے نگاشت نہ بدلیلے چنگ زد ہمیں مجتہدانہ بانگ بے آہنگ زد کہ اصلاً توجہ رانشاید آرے لطف جواب سفارشی مے شود کہ اوراذ کر کنیم تا بینند کہ مفتیان دیوبندی چساں در بند دیو جہالت اند کہ سوال ہم نفہمند و جواب مجتہدانہ دہند۔ (یعنی)

نوٹ: آستانہ عالیہ دار الافتاء کا خادم، نبی پاک کا ادنیٰ غلام فقیر نواب مرزا قادری برکاتی رضوی، اللہ تعالیٰ اس کا رب قوی اس کی مغفرت فرمائے، عرض کرتا ہے کہ ہمارے شیخ مجدد ملت اعلیٰ حضرت دام ظلہ العالی نے قبل ازیں گیارہ محرم شریف کو اس سوال کا مختصرا جواب لکھا اور ارسال کر دیا جو کہ کتاب الطلاق میں شامل ہے اور بخار کے عارضہ کی بنا پر اس کا مفصل جواب آئندہ پر چھوڑ دیا جبکہ استفتا کا تعلق کتاب الایمان سے ہے جس کو مولانا بالفضل اولانا جناب مولوی غلام گیلانی صاحب شمس آبادی (زمانہ بھر زندہ رہیں) نے ارسال فرمایا، مولانا مذکور نے یہی سوال عربی زبان میں دوبارہ سترہ محرم الحرام کو بصورت خط بھیجا اور اس کے اندر دیوبندیوں کا تفصیل سے خالی فتویٰ بھی موجود تھا، اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد سے یہ تفصیلی مضبوط، کتاب

الایمان سے متعلق فتویٰ، مولانا مذکور کے دوسرے خط سے قبل پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا تھا، دیوبند کے فتوے میں اگر کوئی کمزور دلیل ہوتی تو بھی اس مفصل فتوے میں اس کا جواب نظر آجاتا، لیکن دیوبند کا فتویٰ تو محض گنگوہی صاحب کی اندھی تقلید ہے، اس میں نہ کوئی حوالہ ہے نہ کسی دلیل کا سہارا ہے بلکہ وہی بے ڈھنگی مجتہدانہ بولی ہے جو ہرگز قابلِ التفات نہ تھی، ہاں تحقیقی جواب کی خوبی سفارش کرتی ہے کہ اس کو ذکر کردیں تا کہ دیکھنے والے معلوم کرسکیں کہ دیوبندی حضرات کس طرح دیو جہالت کی قید میں ہیں کہ وہ سوال کو سمجھے بغیر ہی اپنا اجتہادی جواب دے رہے ہیں۔''

(فتاویٰ رضویہ، ج13/ص571)

بغور پڑھئے مندرجہ بالا اقتباس! جس سے جہاں آپ کا رضوی دارالافتا کے منصب ''امین الفتویٰ'' پر متحرک وفعال ہونا ساتھ ہی رضوی دارالافتا میں لکھے جانے والے فتاویٰ پر آپ کی نظر میں ہونا ظاہر و باہر ہے، وہیں یہ بھی اظہر من الشّمس ہے کہ آپ فارسی پر بھی کامل عبور رکھتے تھے۔

ردقادیانیت

برصغیر ہندو پاک میں جن باطل فرقوں نے جنم لیا ان میں قادیانی فرقہ سب سے عجیب وغریب رہا، اس فرقہ کا بانی مرزا غلام احمد قادیانی ہے جس نے ایسے ایسے عقیدے گڑھے جس کا اسلام وسنیت سے دور دور کا بھی کوئی علاقہ نہیں بلکہ مرزا خود ایک بات پر قائم نہیں رہتا، کبھی خود کو مجدد کہتا، کبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کرتا پھر خود کو ہی ابن مریم سے تعبیر کرتا، کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کرتا پھر خود کو ہی محمد تسلیم کرنے لگتا، کبھی اپنی کتاب ''براہین احمدیہ'' کو قرآن کہتا اور کبھی خود کو ہی قرآن کہتا، کبھی خود کو خدا کا بیٹا قرار دیتا اور کبھی خود کو ہی خدا کہتا، اس طرح کے بے شمار عقائد فاسدہ کاسدہ کفریہ کا مجموعہ ہے یہ قادیانی اور قایادنی فرقہ، اسی سبب نے علمائے اہل سنت نے قادیانی اور قادیانیوں کی خوب خوب تردید کی، جم کر ان کا تعاقب کیا اور پھر اتمام حجت کے بعد بھی توبہ ورجوع کی طرف مائل نہ ہوا تو علمائے اہل سنت نے شرعی تقاضے کے تحت قادیانی اور معتقدینِ عقائد قادیانی کی تکفیر کر دی اور یہ سلسلہ قادیانی کے بعد نہیں بلکہ قادیانی کی زندگی سراپا شرمندگی میں ہی شروع ہو چکا تھا، ان علمائے اہل سنت میں سے مفتی نواب مرزا بریلوی علیہ الرحمہ بھی تھے، آپ نے بھی بلا خوف لومۃ لائم مرزا اور مرزائی کی تکفیر کی اور ان سے نکاح کے عدم جواب کا فتویٰ دیا، چناں چہ آپ اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں:

''مرزائی مرد سے سنیہ عورت کا نکاح نہیں ہوتا بلا طلاق سنیہ کا باپ اس کا نکاح کسی سنی سے کرسکتا ہے بلکہ فرض ہے کہ اس لڑکی کو اس مرزائی سے فورا جدائی کرے کہ اس کی صحبت اس کے ساتھ خاص زنا ہے، بالکل وہی حکم سے جو کوئی شخص اپنی دختر کسی ہندو کے گھر بلا نکاح بھیج دے بلکہ اس سے سخت تر کہ وہاں حرام کوحرام کی ہی مد میں رکھا اور یہاں نکاح پڑھا کر معاذ اللہ اسی حلال کے پیرایہ میں لایا گیا، اس سے فوراً علیحدہ کر لینا فرض ہے پھر جس سنی سے چاہے نکاح ممکن ہے۔

ردالمختار میں ہے: **قولہ حرم نکاح الوثنیت وفی شرح الوجیز وکل مذہب یکفر و بہ معتقدہ**۔ در مختار میں ہے: **ویبطل منہ اتفاقا ما یعتمد الملۃ وھی خمس النکاح والذبیحۃ** ''الخ۔

یہاں تک اصل حکم شرعی کا بیان تھا شرعا یہ صورت جائز ہے اور ازدواج مکرر سے پاک کہ پہلا نکاح ہی نہ تھا مگر قانون رائج میں جو امر جرم سے شرعا اپنی جان ومال اور آبرو کی حفاظت کے لیے اس سے بھی بچنے کا حکم ہے، قانون کا حال وکلا جانتے ہیں، اگر از روئے قانون بھی یہی صورت داخل جرم نہ ہو یا قانون حکم فتویٰ کو تسلیم کر کے اس کا جرح نہ ہونا قبول کرلے تو حرج نہیں ورنہ ان سے دور رہا جائے!

ہاں دفتر کو جس جائز طریقہ سے ممکن ہو جدا کر نا محرمے فرض اہم ہے، اگر چہ دوسری جگہ نکاح نہ ہو سکے، **واللہ اعلم وعلمہ اتم**۔

کتبہ: عبدالنبی نواب مرزا عفی عنہ سنی حنفی بریلوی
(قہر یزدانی، ص47)''

اس پر امام اہل سنت تصدیق فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:
''صحیح جواب، واللہ اعلم فقیر احمد رضا خان عفی عنہ بریلوی'' (ایضاً)

فتاویٰ نوابیہ پر تصدیقات امام اہل سنت

امام اہل سنت کا آپ کو رضوی دارالافتا میں بحیثیت مفتی و امین الفتویٰ رکھنا اس امر کے لیے کافی ہے کہ آپ اپنے وقت کے ماہر مفتیان کرام میں سے تھے اور یہ بات حقیقت کے عین مطابق ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کے کئی ایک فتاویٰ پر امام اہل سنت کی تصدیقات موجود ہے، ابھی قادیانی کی تکفیر پر آپ کے فتویٰ پر تصدیق امام پیش کی گئی، ذیل میں مزید آپ کا ایک اور فتویٰ مع استفتا پیش کیے جاتا ہے، جس پر امام اہل سنت نے تصدیق فرمائی، فتاویٰ رضویہ میں ہے:

''کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شہر احمد آباد میں محلہ تاجپور پانچ پیپلی میں سنت جماعت چھیپوں کی جماعت میں عرصہ چند روز کا ہوا اختلاف دنیویہ کی وجہ سے دو ٹکڑے ہو گئے ہیں، ایک طرف آٹھ سو گھر ہیں اور ایک طرف پچاس گھر ہیں، دونوں فرقوں نے مکان مسجد بنانے کے لئے خرید کئے، چھوٹی جماعت نے مسجد کی بنیاد ڈالنی شروع کی، ان کو بڑی جماعت کی جانب سے سمجھایا گیا کہ تمہاری مسجد کی مغرب کی جانب بڑی جماعت کا مکان ہے، ان دونوں مکانوں کو مسجد بناؤ اور بنانے میں ہم مال کی مدد میں شریک رہیں گے، انہوں نے یہ وعدہ کیا کہ ہم فی الحال مسجد بناتے ہیں اور جب مغرب کی جانب مسجد بڑی جماعت والوں کی بنے گی تو ہم بیچ کی دیوار توڑ ڈالیں گے اب بڑی جماعت کی بھی مسجد قریب تیار ہونے کے ہے، اب چھوٹی جماعت کو کہا جاتا ہے کہ بیچ کی دیوار توڑ کر دونوں مسجدوں کو ایک کر دو، اب چھوٹی جماعت کے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ بیچ کی دیوار توڑ کر دونوں مسجدوں کو ایک کرنا نا جائز ہے۔

اب علمائے اہلسنت عم فیوضہم کی خدمات عالیہ میں عرض ہے کہ بیچ کی دیوار توڑ کر دونوں مسجدوں کو ایک کرنے سے نمازیوں کو گنجائش نماز کی اچھی طرح سے ہو جائے گی اب اس صورت میں بیچ کی دیوار کو توڑ کر مسجد کو ایک کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور مسجد کی دیوار چھوٹی جماعت والے توڑنے کا انکار کریں تو ان کی مسجد میں نماز جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: ہاں اہل محلہ کو اختیار ہوتا ہے کہ نماز کے لئے دو مسجدوں کو ایک کر دیں، اس کو ناجائز کہنا محض غلط و باطل ہے، درمختار میں ہے: لهم ای لاهل المحلة نصب متولی وجعل المسجدین واحد وعکسه لصلاة لالدرس اوذکر فی المسجد اھ۔

(درمختار، کتاب الصلوۃ، باب مایفسد الصلوۃ، مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۴)

اہل محلہ کو اختیار ہے کہ وہ مسجد کا متولی مقرر کریں اور یہ بھی اختیار ہے کہ دو مسجدوں کو ایک یا ایک کو دو کر لیں نماز کے لئے نہ کہ درس وذکر کے لئے اھ۔

مگر چھوٹی جماعت والے اگر خوف نزاع وجدال وغیرہ کسی مصلحت صحیحہ شرعیہ کے باعث دیوار توڑ کر مسجدیں ایک کرنے سے انکار کریں تو ان پر بھی جبر نہیں پہنچتا کہ جب ایک مسجد کو دو کر لینا جائز ہے کما تقدم عن الدر ان لهم جعل مسجد واحد مسجدین (جیسا کہ در کے حوالے سے گزرا کہ ایک مسجد کو دو کرنے صرف کا اہل محلہ کو اختیار ہے) تو دو کو دو رکھنا کیونکر ممنوع ہو سکتا ہے، ہاں اگر اصلاً کوئی وجہ شرعی نہ ہو صرف ضد کے سبب تفریق جماعت کریں تو ان کی بات نہ سنی جائے گی کہ اس صورت میں وہ متعنت یعنی بے جا ہٹ کرنے والے ہیں اور متعنت کا قول مسموع نہیں ہوتا۔

فی الهدایة وغیرها من القسمة الاول منتفع به فاعتبر طلبه والثانی متعنت فلم یعتبر۔

(الہدایہ، کتاب القسمۃ، مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۱۱)

ہدایہ وغیرہ میں قسمت کے باب میں ہے کہ اوّل اس سے نفع حاصل کرنے والا ہے لہذا اس کا مطالبہ معتبر ہے اور ثانی ہٹ دھرمی کرنے والا ہے اس کا مطالبہ معتبر نہیں۔

درمختار میں قبیل استصناع ہے: الاصل ان من خرج کلامه تعنتا فالقول لصاحبه بالاتفاق۔

(درمختار، کتاب البیوع باب المسلم، مطبع مجتبائی دہلی، ۲/ ۴۹)

قاعدہ یہ ہے کہ جس کا کلام تعنت یعنی ہٹ دھرمی پر مبنی ہو اس کے مخالف کا قول بالاتفاق معتبر ہوگا۔

توحسب صوابدید اکثر اہل جماعت اس دیوار فاصل کو علیحدہ کردیا جائے گا، ردالمحتار میں ہے: فی التتارخانیة سئل ابوالقاسم عن اهل مسجد اراد بعضهم ان يجعلوا المسجد رحبة والرحبة مسجدا او يتخذوا له بابا اويحولوا بابه عن موضعه وابى بعض ذلك قال اذا اجتمع اكثرهم وافضلهم ليس للاقل منعهم۔

(ردالمحتار، کتاب الوقف، داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۸۳)

تاتارخانیہ میں ہے کہ امام ابوالقاسم سے یہ سوال کیا گیا کہ بعض اہل مسجد ایک مسجد کو صحن اور صحن کو مسجد بنانا، مسجد کا دروازہ بنانا اور سابق دروازے کو اس کی جگہ سے تبدیل کرنا چاہتے ہیں جبکہ بعض اس کا انکار کرتے ہیں تو کیا حکم ہے، آپ نے فرمایا کہ اکثر وافضل حضرات متفق ہیں تو اقل کو اختیار نہیں کہ انہیں منع کریں۔

یوں ہی اگر اس دیوار وتعدد کے باعث اہل محلہ پر مسجدیں تنگی کرتی ہیں کہ ایک تو دیوار نے جگہ گھیری دوسرے دواماموں کے باعث کمی ہوئی کہ خود امام ایک صف کامل کی جگہ لیتا ہے اس وجہ سے اہل محلہ دونوں مسجدوں میں پورے نہیں آتے اور دیوار توڑ کر ایک جماعت کردینے سے وسعت ہوجائے گی تو اس صورت میں وہ دیوار خواہی نخواہی جدا کردی جائے گی کہ تنگی مسجد کی ضرورت سے اس کے قریب کی زمین یا مکان یا دکان مملوک بلارضا مندی مالک بقیمت لینے کا اختیار حاکم کو ہے، تو مسجد کو مسجد میں ملالینا بدرجہ اولیٰ۔

درمختار میں ہے: توخذ ارض ودار وحانوت بجنب مسجد ضاق على الناس بالقيمة كرها درر وعمادية۔

(درمختار، کتاب الوقف، مطبع مجتبائی دہلی، ۱/ ۳۸۲)

مسجد اگر تنگ ہو تو اس کے پہلو میں جو زمین، مکان یا دکان ہے وہ قیمت دے کر جبرا مسجد میں داخل کی جاسکتی ہے، درر وعمادیۃ، اور بہر حال چھوٹی جماعت والوں کے انکار کرنے سے ان کی مسجد میں نماز ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں خواہ ان کا انکار سنا جائے یا نہیں کہ آخر وہ مسجد ہی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدالنبی نواب مرزا عفی عنہ''

(فتاویٰ رضویہ، ج16/ ص325)

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے مفتی مرزا نواب صاحب علیہ الرحمہ کے مذکورہ فتویٰ پر تصدیق بھی کی اور اپنا مہر بھی لگایا، آپ تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''الجواب صحیح، واللہ تعالیٰ اعلم۔'' (مرجع سابق)

فتاویٰ امام اہل سنت پر تصدیقِ مفتی نواب مرزا

فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ امام اہل سنت کے فتویٰ پر وقت کے جید اور مشاہیر علمائے اہل سنت کی تصدیقات بھی موجود ہیں، مفتی محمد نواب مرزا علیہ الرحمہ بھی ان خوش بخت حضرات میں ہیں جنہوں نے فتاویٰ امام اہل سنت کی تصدیق کرنے کی سعادت پائی، چناں چہ فتاویٰ رضویہ میں نکاح کے حوالے سے امام اہل سنت کا ایک فتویٰ ہے جس کی تصدیق کرتے ہوئے مفتی نواب مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''الجواب صحیح۔''

نواب مرزا عبدالغنی قادری سنی حنفی بریلوی''

(فتاویٰ رضویہ، ج11/ ص503)

اسی طرح امام اہل سنت کا ایک رسالہ بنام ''تدبیر فلاح و نجات و اصلاح'' موجود ہے، اس کی تصدیق مفتی نواب مرزا صاحب ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''وانا على ذلك من الشاهدين (اور میں اس حوالے کے صحیح ہونے پر گواہ ہوں)

فقیر نواب مرزا رضوی بریلوی عفی عنہ المولی القوی''

(فتاویٰ رضویہ، ج15/ ص148)

مفتی نواب مرزا خانوادہ امام اہل سنت کی نظر میں

آپ امام اہل سنت کے شاگرد رہے، ان کے مرید بھی رہے اور ان کی نگرانی میں رضوی دار الافتا کے مفتی اور امین الفتویٰ بھی رہے، آپ کی رفعت وعظمت کے لیے یہی کافی ہے لیکن اگر گھر کی شہادت مل جائے تو سونے پر سہاگہ! امام اہل سنت کی کوئی تحریر مفتی نواب مرزا صاحب کے بارے میں تو نہ مل سکی البتہ آپ کے دونوں لائق وفائق فرزندان گرامی حضور حجۃ الاسلام علامہ محمد حامد رضا خان علیہ الرحمہ اور مفتی اعظم ہند مفتی مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمہ کی تحریر مفتی نواب صاحب کی شخصیت کے بارے میں ''آسان نظام شریعت'' میں موجود ہیں جن سے آپ کی شخصیت کی اہمیت اور خانوادہ رضا کی آپ سے محبت کے نشان ملتے ہیں، حضور حجۃ الاسلام مفتی نواب مرزا کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

''حامی سنت، ماحی بدعت، عزیز طریقت خواجہ تاش رضویت۔''

(آسان نظام شریعت، حصہ 2/ص 2)

حضور مفتی اعظم ہند آپ کے بارے میں رقم طراز ہیں:

''عزیز مکرم محب محترم اخی فی اللہ ذو الفضل والجاہ، صاحب ذکی و قویم وذہن سلیم وفکر مستقیم۔'' (مرجع سابق)

وفات

آپ کی وفات کے بارے میں بریلی شریف کے کئی ایک اہل علم سے براہِ راست اور بالواسطہ معلوم کرنے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہیں ملی، خدا بھلا کرے مولانا محمد فواد رضا خان صاحب قبلہ کا، جنھوں نے اپنے عم محترم سے اس تعلق سے معلومات حاصل کی تو مولانا موصوف کے عم محترم نے مفتی نواب مرزا کے پوتے سے وفات کی تاریخ معلوم کی جو اس وقت کناڈا میں رہتے ہیں، انہوں نے بتایا کہ ان کے جد امجد مفتی نواب مرزا صاحب کی وفات ۸/ اپریل ۱۹۶۷ء کو راولپنڈی میں ہوئی اور وہیں ''ڈھوک کھبا قبرستان راولپنڈی'' میں تدفین عمل میں آئی اور وہیں آپ کا مزار مبارک مرجع انام ہے۔

◆◆◆

ص ۶۳/ کا بقیہ.........

طال لیلۂ فقامۂ و قصر نہارۂ فصامۂ۔ (ترجمہ) موسم سرما مومن کے لئے غنیمت ہے کہ اس کی شب طویل ہوتی ہے جس میں قیام کرتا (یعنی نماز پڑھتا) ہے اور اس کا دن چھوٹا ہوتا ہے، جس میں روزہ رکھ لیتا ہے۔''

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ فرمایا:

''لِلَّیْلُ طَوِیْلٌ فَلَا تَقْصِرْہُ بِمَنَامِکَ وَ النَّھَارُ مُضِیٌّ فَلَا تُکَدِّرْہُ بِاٰثَامِکَ۔ (ترجمہ) یعنی جاڑوں کی رات لمبی ہوتی ہے اسے تو (زیادہ) سوکر کوتاہ مت کر اور جاڑوں کا دن صاف ستھرا (بے گرد وغبار) ہوتا ہے تو اسے تو گناہوں سے مکدر (مٹیلا) مت کر۔''

④ اور یہ جو فرمایا کہ ''فقر کی نوبت آنے سے پہلے غنا کو غنیمت جان'' تو اس کا معنی یہ ہے کہ جب تو ایسا ہے کہ گزر بسر کے لائق اللہ تعالیٰ کی عطا فرمودہ، آمدنی پر راضی وقانع ہے تو اپنے اس غناءِ نفس کو غنیمت جان اور دوسروں کے ہاتھوں میں جو (اموال) ہیں ان میں للچائی نظر نہ ڈال، طامع مت بن۔

⑤ اور یہ جو فرمایا کہ ''حیات کو ممات سے پہلے غنیمت جان'' تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آدمی جب تک زندہ ہے عمل پر اسے دسترس حاصل ہے (عمل کا موقع ملا ہوا ہے) اور جب مر جائے گا تو عمل منقطع ہو جائے گا یعنی سلسلۂ عمل بند ہو جائے گا لہٰذا مومن کو چاہیے کہ اپنے ان ایام کو ضائع نہ کرے، باقی بچے ہوئے دنوں کو غنیمت جانے۔ (۱)

بندہ آخر اللہ کی عبادت کب کرے گا؟

فارسی مقولہ: ایک حکیم نے بزبان فارسی (کیا خوب) کہا ہے:

'' بکودکی بازی بجوانی مستی، بپیری سستی، خدارا کے پرستی'' یعنی تو جب بچہ تھا تو بچوں کے ہمراہ کھیلتا کودتا تھا اور جب جوان تھا تو مستی میں پڑا رہا، لہو ولعب میں پڑ کے طاعت سے غافل رہا اور جب بڑھاپے کو پہنچا تو سستی وناتوانی کا عذر درپیش ہے تو اب (یہ بتا اور سوچ کہ) آخر خدا پرستی کا (اس کی عبادت وطاعت کا) تجھے موقع کب ملے گا؟

.... جاری

[۱] یعنی آخرت کی کمائی جتنی کرسکتا ہے برابر کرتا رہے، ڈھیلا نہ رہے، ۱۲/ مترجم غفرلہ

تصنیف: امام فقیہ ابواللیث نصر ابن محمد سمرقندی
ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

ساتویں قسط

ترغیبات

گزشتہ سے پیوستہ

رأس العلم کیا؟ اور غرائبُ العلم کیا؟

حدیث شریف: حضرت عبداللہ ابن مسور ہاشمی سے منقول ہے آپ نے بتایا: ایک صاحب حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر آئے اور عرض کیا: میں اس لئے حضور کی خدمت میں آیا ہوں تا کہ حضور مجھے "غرائب علم" سے کچھ سکھائیں۔(۱) حضور نے فرمایا: **ما صنعتَ فی رأس العلم؟** تو نے رأس العلم میں کیا کیا۔ (کیا سیکھا؟ کیا عمل کیا؟) اس نے عرض کیا: حضور رأس العلم کیا ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو نے رب عز وجل کو پہچان لیا؟ اس نے عرض کیا: ہاں حضور (اس کی معرفت مجھے حاصل ہوگئی ہے۔ یعنی میں مومن ہوں) حضور نے فرمایا: **فماذا فعلت فی حقہ۔** تو اس کے حقوق (کی ادائیگی کے سلسلہ) میں تو نے کیا کیا؟ اس نے عرض کیا: ماشاء اللہ، یعنی وہ کیا جس کی اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی، حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: **و هل عرفت الموت؟**" اور کیا تجھے موت کی معرفت حاصل ہوگئی ہے؟

ان صاحب نے عرض کیا: ہاں حضور! (یعنی جانتا ہوں کہ موت برحق ہے اور سخت مرحلہ ہے) تو اِس پر نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے ان سے فرمایا: تو اس کے لئے تو نے کیا تیاری کرلی؟ انہوں نے عرض کیا: ماشاء اللہ! یعنی جو اللہ نے چاہا میں نے وہ کیا، حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **اِذْهَبْ فَاَحْكِمْ بِمَا هُنَاكَ** "(یعنی) جاؤ اور (جا کر پہلے) اسی پر ٹھوس عمل کرو(۲) پھر آنا تا کہ تجھے غرائب علم میں سے کچھ تعلیم کروں۔

[۱] یعنی کچھ نادر اور عجیب وغریب علمی باتیں تعلیم فرمائیے، ۱۲ر مترجم غفرلہ۔
[۱] یعنی جب تیرے اندر اللہ کی معرفت اور موت کی حقیقت پختہ ہو جائے اور اس کے مطابق تیرے اعمال درست ہو جائیں تب دوبارہ ہمارے پاس آنا، ۱۲ر مترجم غفرلہ۔

(راوی کا بیان ہے) چند سالوں کے بعد جب وہ صاحب (دوبارہ) حضور کی خدمت میں آئے تب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

"**ضَعْ يَدَكَ عَلىٰ قَلْبِكَ فَمَا لَا تَرْضَى لِنَفْسِكَ لَا تَرْضَاهُ لِاَخِيْكَ الْمُسْلِمِ، وَمَا رَضِيْتَه لِنَفْسِكَ فَارْضَهُ لِاَخِيْكَ الْمُسْلِمِ۔** (ترجمہ) اپنا ہاتھ اپنے دل پر رکھ۔ پھر (دیکھ) جس چیز پر تو اپنے لئے راضی نہ ہو اُس پر اپنے اسلامی بھائی کے لئے بھی راضی مت ہونا۔ اور جس چیز پر تو اپنی ذات کے لئے راضی ہو اُس کو اپنے مسلم بھائی کے لئے بھی پسند کر۔ اور یہ بات غرائب العلم سے ہے۔"

رأس العلم کا اقتضاء؟

ثمرۂ حدیث: (مصنف علیہ الرحمہ نے کہا) تو نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے اس حدیث شریف میں صاف بیان فرمادیا کہ موت کے لئے تیاری رأس العلم (کے اقتضا) سے ہے۔ لہٰذا اس کے ساتھ مشغولی سب مشغلوں سے اہم اور زیادہ لائق ترجیح ہے۔

انشراح صدر کی علامت

حدیث شریف: (مذکورۂ بالا راوی) حضرت عبداللہ ابن مسور ہاشمی (ہی) سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ پڑھی:

"**فَمَن يُرِدِ اللَّهُ أَن يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَن يُرِدْ أَن يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا۔**

(ترجمہ) جس کی رہنمائی کا اللہ ارادہ فرماتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور جس کے لئے ارادہ فرماتا ہے کہ اسے اس کی گمراہی میں پڑا بھٹکنے دے اس کا سینہ خوب بھنچا ہوا تنگ کر دیتا ہے۔" [سورۂ انعام: ۱۲۶]

پھر (بعد تلاوت آیت) فرمایا:

''اذا دخل نور الاسلام القلب انفسح وانشرح۔

(ترجمہ) جب دل میں نور اسلام داخل ہو جاتا ہے تو دل کشادہ ہو جاتا اور کھل جاتا ہے۔۔۔

نورانیت قلب کی شناخت

۔۔تو عرض کیا گیا: هل لذالک علامة؟ حضور! کیا اس کی کوئی علامت ہے؟ (یعنی نور اسلام سے دل کے فراخ و منشرح ہونے کی ہمیں شناخت کیسے ہوگی؟) حضور علیہ الصلاۃ و السلام نے فرمایا: ہاں علامت ہے (اور وہ یہ ہے کہ) دل میں دارُالغرور (یعنی دنیا) سے کنارہ کشی کی کیفیت پیدا ہو جائے گی اور دار الخلود (یعنی آخرت) کی طرف نیز نزول موت سے پہلے، موت کے لئے تیاری کی طرف انابت و رغبت پیدا ہو جائے گی۔

پانچ نعمتوں کو، پانچ نوازل سے پہلے غنیمت جانو

حدیث شریف: حضرت جعفر ابن بُرقان (علیہ الرحمہ) نے حضرت میمون ابن مہران علیہ الرحمۃ والرضوان کے توسط سے حدیث شریف بیان کی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے اس کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

''اِغْتَنِمْ خَمْساً قَبْلَ خَمْسٍ، شَبَابَکَ قَبْلَ هَرَمِکَ وَ صِحَتِکَ قَبْلَ سُقْمِکَ وَ فَرَاغَکَ قَبْلَ شُغْلِکَ وَ غِنَاکَ قَبْلَ فَقْرِکَ وَحَيَاتَکَ قَبْلَ مَوْتِکَ۔

(ترجمہ) پانچ (نعمتوں) کو پانچ (نوازل) سے پہلے غنیمت جان، اپنی جواں عمری کو پیرانہ سالی سے پہلے، تندرستی کو بیماری کی نوبت آنے سے پہلے، فرصت کے اوقات کو مشغولیت (مصروفیت) سے پہلے، مالداری کو محتاجی سے پہلے اور زندگی کو نزول موت سے پہلے۔''

ان پانچوں چیزوں کی توضیح و تعلیل

(مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں) حضور پرنور نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے ان پانچ باتوں میں علم کی کثیر مقدار جمع فرمادی ہے:

① کیونکہ آدمی کو جوانی میں اعمال پر جتنی مقدرت ہوتی ہے اتنی بڑھاپے میں نہیں ہوتی، ساتھ ہی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب بندہ جوانی میں معاصی کے ارتکاب کا عادی ہو جاتا ہے تو بڑھاپے کے عالم میں ان سے بچنا، باز رہنا اس کے لئے آسان بات نہیں رہتی، (یعنی اصلاح نفس پر قابو نہیں پا سکے گا الا ماشاء اللہ) لہٰذا جوان کو چاہئے کہ عالم جوانی میں اچھی عادتیں اختیار کرے، اعمال خیر کا عادی بننے کی کوشش کرے تا کہ بڑھاپے کی حالت میں (عادت سابقہ کے مطابق) نیک کاموں کی بجا آوری اس پر سہل ہو سکے۔

② اور حضور کا فرمان کہ ''تندرستی کو بیماری سے پہلے غنیمت جان'' یہ اس وجہ سے ہے کہ صحت مند آدمی بحالت صحت (نہ کہ مرتے دم) اپنے مال یا ذات سے متعلق جو جائز تصرفات کرتا ہے وہ شرعاً نافذ و مقبول ہوتے ہیں لہٰذا تندرست آدمی کو چاہئے کہ اپنی تندرستی کو غنیمت جانے اور جان و مال سے نیک کاموں کی انجام دہی میں محنت کرے، خوب کوشاں رہے کیونکہ اگر بیمار ہو گیا (اور یہ کوئی نادر بات یا انہونی چیز نہیں بلکہ عموماً سب کو کچھ نہ کچھ بیماری لاحق ہوتی رہتی ہے) تو بدن میں ناتوانی، کمزوری پیدا ہو جائے گی اور وہ طاعت سے روکے گی۔ (مسئلہ:) نیز اگر بیماری، مرض موت ثابت ہو تو مرض موت میں بندہ کا ہاتھ اختیار (شرعاً) کوتاہ ہو جاتا ہے حتی کہ اپنے تہائی مال سے زیادہ میں تصرف کا اسے اختیار نہیں رہتا۔

③ اور یہ جو فرمایا کہ ''فرصت کو مشغولی سے پہلے غنیمت جان'' تو اس کا (ایک) مطلب یہ ہے کہ رات کا وقت (عموماً) فرصت کا وقت ہے اور دن کے اوقات میں (عموماً) آدمی کام دھندوں میں مصروف و مشغول رہتا ہے تو چاہیے کہ رات کو غنیمت جانے (اس کا کچھ حصہ) نماز و ذکر و تلاوت وغیرہ میں صرف کرے اور دن میں (کچھ نہ کچھ نفلی) روزے رکھا کرے خصوصاً چھوٹے دنوں میں۔ جیسا کہ خود ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا:

جاڑے کا موسم نیکی کمانے کا سیزن

حدیث شریف: الشتاء غنيمة المؤمن بقیہ ص ۳۴ پر

از: ڈاکٹر محمد احمد نعیمی*

دیوانِ نوری میں ہندی، ہندوستانی اور علاقائی زبانوں کا استعمال

اسلاف و اخلاف

مختصر تعارف

شہزادۂ اعلیٰ حضرت، امام اہلِ سنت الشاہ مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان، علامہ مفتی مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری قدس سرہ دنیائے اسلام بالخصوص حلقۂ اہلِ سنت و الجماعت میں ممتاز عالم دین، معتبر فقیہ، مفتی اعظم ہند اور عظیم روحانی مرشد کامل کے طور پر متعارف ہیں، آپ کی سیرت و سوانح کا تحقیقی مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ قرآن و حدیث، شریعت وتصوف، شرعی نکات، روحانی اسرار و رموز، علوم عقلیہ ونقلیہ، علوم افتا و شریعت، اصولِ حدیث، اصولِ تفسیر، فقہ و اصول فقہ، علم وراثت وعلم الفرائض، علم الکلام اور علم العقائد، علم بلاغت اور علم المعانی، منطق و فلسفہ، عربی ادب، علم صرف، علمِ نحو، علم تہذیب وثقافت، علم تاریخ وتمدن، علم العروض، فارسی، عربی، اردو، ہندی اور شعر وسخن جیسے بہت سے علوم پر اچھی دسترس رکھتے تھے اور تزکیۂ نفس، زہد وتقویٰ، عبادت و ریاضت، مراقبۂ وظائف، خرقۂ وخلافت، اجازت و بیعت، مثالی کردار وسیرت، خرقِ عادت کرامات وتصرفات، وہبی فضل و کمال، تبحرِ علمی، فتویٰ نویسی، فقہی بصیرت، احتیاطِ شریعت، ردِّ بدعات و منکرات، علمِ حدیث میں رسوخ و مہارت، فتاویٰ شریعت کی نزاکت وحکمت، تبلیغ عقیدۂ ختم نبوت، پیکرِ عشقِ رسالت، اصلاحِ قوم وملت، حق گوئی و بے باکی، تنظیمی وتحریکی منصوبہ بندی، غربا پروری، رفاہِ عامہ، انسانی خیر سگالی اور جذبۂ تعلیمی جیسی بہت سی گونا گوں صفات اور امتیازی خصوصیات سے متصف تھے۔

مفتی اعظم ہند دیگر ستودہ صفات کے حامل ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم محقق ومصنف بھی تھے اور قابلِ اعتماد فقیہ اور مستند مفتی بھی، آپ کی تحریر کردہ تصنیفات وتالیفات قدرے قلیل ہیں لیکن جو ہیں وہ شاہکار و بے مثال ہیں، جن سے آپ کے علم و فضل، ذہانت وفطانت، علمی گہرائی و گیرائی، دور اندیشی، فکری جولانی اور زرف نگاہی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

آپ کی تصنیفات وتالیفات اور حواشی کی مجموعی تعداد تقریباً ۳۸ ہے، جن میں سے چند اس طرح ہیں:

(۱)القسوة على ادّواء الحمر الكفره(۲)القول العجيب في جواز التثويب(۳)النكة على مراء كلكته (۴)مقتل اكذب واجهل(۵)حجة واهره بوجوب الحجة الحاضرة(۶) مقتل كذب وكيد(۷) وقعات السنان فى خلق المسماة بسط البنان(۸) الموت الاحمر(۹)طرق الهدىٰ والارشاد الى احكام الامارة والجهاد(۱۰)فتاویٰ مصطفویہ، مجموعہ فتاویٰ مفتیٔ اعظم ہند(۱۱)ادخال السنان الى حنك الحلقىٰ بسط البنان(۱۲) سامان بخشش عرف گلستان نعت نوری(۱۳) طرد الشيطان (عمدة البيان)(۱۴)صليم الديان لتقطيع حبالة الشيطان(۱۵)وقاية اهل السنة عن مكر ديوبند والفتنة(۱۶)الهىٰ ضرب به اهل الحرب(۱۷)مسائلِ سماع(۱۸)سيف القهار علىٰ عبيد الكفار(۱۹) مسلک مرادآباد پر معترضانہ ریمارک(۲۰) فصل الخلافة(۲۱) کانگریسیوں کا رد(۲۲)نهاء السنان (۲۳)الرحم الدياني على رأس الوسواس الشيطاني (۲۴)تنوير الحجة بالتواء الحجة(۲۵) شفآء العئ في جواب سوال ممبئی(۲۶)الطاری الداری لهفوات عبدالباری(۲۷)الملفوظات (چار حصے) (۲۸)نفی

العارعن معائب المولوی عبدالغفار وغیرہ۔

علاوہ ازیں آپ نے امام اہلسنت مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات وتعلیمات کی ترتیب وتدوین بھی فرمائی ہے۔ اور حاشیہ تفسیر احمدی، حاشیہ فتاویٰ عزیزی، حاشیہ فتاویٰ رضویہ کتاب النکاح اور حاشیہ ''کشفِ ضلال دیوبند'' (حواشی وتکمیلات الاستمداد) بھی قلم بند فرمایا ہے۔

مذکورہ بالا اکثر تصنیفات وتالیفات انتہائی مختصر صفحات پر مشتمل ہیں لیکن اپنے موضوع اور مواد کے لحاظ سے بہت ہی جامع بلکہ ایک کوزے میں دریا سمیٹنے کے مترادف ہیں۔

(مصباحی، محمد شکیل، جہانِ مفتیٔ اعظم، لاہور، اشتیاق اے مشتاق پرنٹر، ۲۰۰۷ء، ص ۷۵۷ تا ۷۷۴)

مختصر یہ کہ آپ کی ذات گرامی متنوع، کثیرالجہات، جامع الصفات اور بہت سی گونا گوں امتیازی خصوصیات کی حامل نظر آتی ہے۔

ہندی اور ہندوستانی زبان

آج ہم جس زبان سے بنام ہندی متعارف ہیں وہ اَپ بھرنش زبان (مسخ شدہ یا بگڑی ہوئی) سے تخلیق شدہ ہے، جس کی پیدائش ایک ہزار عیسوی کے قریب ہوئی لیکن ادبی تخلیق کا عمل اس میں گیارہ سو پچاس یا تیرہویں صدی عیسوی میں شروع ہوا۔

اپ بھرنش زبان کی خاص طور سے دو قسمیں ہیں (۱) پچھمی ہندی (۲) پوربی ہندی۔ اول الذکر شورسینی اَپ بھرنش سے ارتقاء پذیر ہوئی۔ اس میں قنوجی، بانگڑو، بندیلی، کھڑی بولی اور برج بھاشا یہ پانچ بولیاں ہیں۔ جن میں کھڑی بولی اور برج بھاشا خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ ان میں بھی اول کا ادب دوسری کے قدیم ادب سے کافی ترقی یافتہ ہے۔ یہی کھڑی بولی اپنی ادبی شکل میں ''ہندی'' نام سے مشہور ہوئی اور یہی ہندوستان کی سرکاری زبان ہے۔ اس کا عربی و فارسی لفظوں سے مزین دوسرا روپ اردو ہے جو اردو شعر و ادب کے حوالہ سے کافی خوشحال ہے۔ کھڑی بولی یا ہندی کے لیے دیوناگری رسم الخط استعمال ہوتا ہے اور الفاظ کی سطح پر زیادہ تر سنسکرت کے لفظوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اور اردو عربی کے ترمیم شدہ رسم الخط یا فارسی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے اور الفاظ کی صورت میں اس پر عربی و فارسی کے الفاظ کا اثر غالب ہوتا ہے۔

پوربی ہندی نے اردھ ماگدھی اپ بھرنش سے عروج پایا ہے، اس میں اودھی، بگھیلی اور چھتیس گڑھی تین بولیاں ہیں۔ قدیم ادب کے نقطۂ نظر سے اودھی مالدار زبان ہے جس کو تلسی اور جائسی جیسے اعلیٰ درجے کے کوی (شاعر) حاصل ہوئے ہیں۔

(۱- تیواری، ڈاکٹر بھولا ناتھ، بھاشا وگیان کوش، وارانسی، گیان منڈل لمیٹڈ، ۲۰۲۰ سموت، ص ۲۷ تا ۱۴۷/۔ ۲- تیواری، ڈاکٹر بھولا ناتھ، بھاشا وگیان، الہ آباد، کتاب محل، ۱۹۵۱ء، ص ۱۹۴-۱۹۵)

ہندوستانی زبانوں کے ماہرین ومحققین نے ہندی کی چار اقسام یا چار شکلیں بیان کی ہیں:

(۱) خالص و اعلیٰ ہندی: یہ ہندی کی معیاری شکل ہے، جس کا رسم الخط دیوناگری ہے۔ اس میں سنسکرت کے بہت سے الفاظ موجود ہیں، جنھوں نے فارسی، عربی اور انگریزی وغیرہ کے بہت سے الفاظ کی جگہ حاصل کرلی ہے اور یہ کھڑی بولی پر منحصر ہے۔

(۲) دکھنی: یہ اردو اور ہندی کی وہ شکل ہے جو حیدرآباد اور اس کے اطراف واکناف میں بولی جاتی ہے۔ اس میں فارسی اور عربی کے الفاظ بمقابل اردو کم ہوتے ہیں۔

(۳) ریختہ: یہ اردو کا وہ روپ اور وہ قسم ہے جو شاعری میں استعمال ہوتا ہے۔

(۴) اردو: یہ ہندی کا وہ روپ ہے جو عربی و فارسی رسم الخط میں لکھا جاتا ہے اس میں سنسکرت کے الفاظ قلیل ہوتے ہیں اور عربی و فارسی کے کثیر۔ اس کا بھی کھڑی بولی پر مدار ہے اور کھڑی بولی کی ان دونوں اقسام، یعنی اردو اور ہندی کو ہندوستانی زبان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اردو اور ہندی کو اگر ہم عربی، فارسی اور ترکی وغیرہ کے الفاظ کے استعمال کے نقطۂ نظر سے دیکھیں تو اس تعلق سے بھی دونوں زبانوں میں کافی یکسانیت پائی جاتی ہے۔ نیز ان دونوں کا اگر ہم

اصول وقواعد کی نگاہ سے جائزہ لیں تو اس اعتبار سے بھی دونوں میں جو فرق ہے وہ درحقیقت نہایت معمولی ہے۔ ہر ایک زبان تین عناصر سے مرکب ہوتی ہے اسم، فعل اور حرف۔ اردو اور ہندی میں جس قدر افعال وحروف ہیں وہ تمام تر ایک ہیں۔ نزاع صرف اسماء کا ہے۔ اگر عربی اور فارسی اسما زیادہ ہیں تو وہ اردو ہے اور سنسکرت بھاشا کے اسما کی کثرت ہے تو وہ ہندی ہے۔

(تیواری، ڈاکٹر بھولا ناتھ، شبدوں کا جیون، نئی دہلی، راج کمل پرکاشن، ۱۹۷۷ء، ص ۵۴)

خیال رہے کہ بھارت ورش یا ہندوستان میں بولی جانے والی زبان کے معنیٰ ومفہوم میں لفظ ''ہندی'' کے اطلاق کی تاریخ انتہائی جدید یا آخری ترقی پذیر صورت ہے کیونکہ اس سے قبل اس کے لیے ''ہندُوِی، ہندوئی اور ہندَوِی'' الفاظ کا استعمال رائج تھا۔ چنانچہ ماہر لسانیات ڈاکٹر بھولا ناتھ تیواری ہندی اور ہندوستانی زبان کا تحقیقی وتاریخی جائزہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''ان کا استعمال ہندوی، ہندوئی اور ہندَوِی ان تین صورتوں میں اکثر ملتا ہے۔ ہندوئی سب سے قدیم، ہندُوِی اس کی ارتقائی شکل اور ہندَوی انتہائی ترقی پذیر صورت ہے۔ ہندُوی نام کا قدیم تذکرہ مشہور ہندوستانی فارسی شاعر محمد اوفی (م ۱۲۲۸ء) کے یہاں مختلف مقامات پر ملتا ہے۔ ایک مقام پر وہ کہتے ہیں:

''یکے با تاجی ویکے با پارسی ویکے با ہندُوِی''

اسی طرح شیخ اشرف (م ۱۵۰۳ء) ''نوسرہار'' میں لکھتے ہیں:

یک یک بول نہ موزوں آن
تقریر ہندوِی سب بکھان

(بھاشا وگیان کوش، ص ۲۷۷)

طوطئ ہند حضرت امیر خسرو کے یہاں بھی اس کا تذکرہ موجود ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

ترک ہندوستانیم من ہندُوِی گویم جواب
شکر مصری ندارم کز عرب گویم سخن

چو من طوطئ ہندیم راست پرسی
زمن ہندُوِی پرس تا نغز گویم

(میں ہندوستانی ترک ہوں، ہندُوِی میں جواب دیتا ہوں۔)

(پروفیسر حسین احمد، اکیسویں صدی کا ہندوستانی معاشرہ اور تصوف کی معنویت، پٹنہ، مکتبہ ارزانی، ۲۰۱۹ء، ص ۱۹۹)

۱۶/ویں صدی کے معروف ہندی صوفی شاعر ملک محمد جائسی اپنے مجموعۂ کلام ''پدماوت'' میں اس کا اس طرح ذکر کرتے ہیں:

ترکی، عربی، ہندَوِی بھاشا جیتی آہیں
جیہہ منہ مارگ پریم کا سبے سراہیں تاہیں

(رام چندر شکلا، جائسی گرنتھاولی، پدماوت، کاشی، ناگری پرچارنی سبھا، ۲۰۱۷ء، بکرمی، ص ۳۰۱)

مایہ ناز دانشور حاتم (نصف آخر اٹھارہویں صدی) نے دیوان زادہ کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ:

''زبان ہر دیار تا ہندَوی کہ آں را بھاکا گویند''

(بھاشا وگیان کوش، ص ۷۳۳)

''خالق باری'' حضرت امیر خسرو اور بقول بعض ان کے بعد کے کسی مصنف کی تصنیف ہے۔ ''ہندی اور ہندَوی'' لفظوں کی تاریخ کے نقطۂ نظر سے اس کی بہت اہمیت ہے۔ اس میں ہندی لفظ کا استعمال صرف پانچ بار اور ہندَوی کا استعمال تیس بار ہوا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ زمانۂ قدیم میں اس وقت تک لفظ ہندَوی کا کثرت سے استعمال ہوتا تھا اور لفظ ہندی کا انتہائی قلیل۔

ہندی اور ہندَوِی سے متعلق بعض تحریروں سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ ہندَوی کا استعمال شاید ہندوؤں کی بولی کے لیے تھا۔ اس کے برخلاف شروع میں ہندی نام مسلمانوں کے ذریعے مستعمل اسی زبان کے لیے تھا۔ دونوں میں قواعد کا کوئی فرق نہ تھا، لیکن الفاظ کے مرکبات اور مجموعات کا کچھ فرق تھا۔ یعنی صرف ان الفاظ کے لیے ہندوی کا استعمال ہے جو زیادہ تر ہندوؤں کی زبان میں رائج ہیں اور ہندی کا اطلاق ان الفاظ کے لیے کیا گیا جو مسلمانوں کی زبان میں کثرت سے چلتے ہیں۔ ہندَوی کو ہندوؤں کی ہندی (جس کو ہندو لوگ بھاکا یا بھاشا کہتے تھے) یا ایسی ہندی جس میں عربی و فارسی الفاظ بمقابل

دوسری زبانوں کے کم رہتے تھے کا عہد انیسویں صدی کے وسط تک مانا جاتا رہا ہے۔

ڈاکٹر بھولا ناتھ تیواری نے گارساں داتاسی کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

''گارساں داتاسی نے اپنی تاریخ میں ''ایندوستانی'' (ہندوستانی) کا استعمال اردو کے لیے اور ایندُوئی (ہِندَوی) کا استعمال ہندی کے لیے کیا ہے اس سے بھی وہی بات ظاہر ہوتی ہے اور نتیجتاً کہا جا سکتا ہے کہ ابتدائی طور پر دہلی کے آس پاس کی بولی دہلوی یا اس پر منحصر ادبی زبانوں کے لیے اِس ہندَوی نام کا استعمال ہوتا رہا ہے اور اس صورت میں ''ہندَوی'' ہندو اور مسلمان دونوں کی زبان رہی ہے۔ اور اس کے تحت ہندی، ہندوستانی، دکھنی، ریختہ اور اردو وغیرہ سبھی زبانیں شامل رہی ہیں۔''

(بھاشاوگیان کوش، ص ۴۲۸)

زبان کے لیے ہندی لفظ کے استعمال کی تاریخ فارس اور عرب سے شروع ہوتی ہے۔ چھٹی صدی قبل مسیح کے کچھ پہلے سے ہی ایران میں ''زبانِ ہندی'' کا اطلاق ہندوستانی زبانوں کے لیے ہوتا رہا ہے۔

ہندوستان میں بھی زبان کے معنی میں ہندی لفظ کا استعمال ابتدا میں مسلمانوں کے ذریعے ہی کیا گیا ہے۔ مغربی ممالک سے ہندوستان آنے والے لوگ اور مسلمان اس ملک کے لیے ''ہند'' کا لفظ استعمال کرتے ہی تھے، لہٰذا جب وہ یہاں آئے تو یہاں کی زبان کو ''ہندی زبان'' کہنے لگے۔ ان کا مخصوص تعلق چونکہ وسط ملک سے تھا، اس لیے رفتہ رفتہ اس وسط ملکی بولی کے لیے انھوں نے ''زبانِ ہندی یا ہندی'' نام کا استعمال کیا۔

(بھاشاوگیان کوش، ص ۴۳۱)

مذکورہ بالا حوالہ جات سے جہاں دوسری معلومات فراہم ہوتی ہیں، وہاں یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ ہندوی اور ہندی زبان غالباً ایک تھی۔ چنانچہ مخزن الغرائب میں ہے:

''درزبانِ ہندی کہ مراد اردو است''

۱۸ رویں صدی کے قریب مراد شاہ نے اس کی ترجمانی یوں کی ہے:

جھنجھوڑا فارسی کے استخواں کو
کیا پر مغز تب ہندی زباں کو
فصاحت فارسی سے جب نکالی
لطافت شیر میں ہندی کے ڈالی

اسی طرح گل کرائسٹ بھی ابتدا میں ہندی لفظ کا استعمال اردو کے معنی میں ہی کرتے ہیں۔ امید یہ ہے کہ ۱۸۰۰ء کے آس پاس ہندی لفظ کا استعمال اردو اور ریختہ کے لیے ہو رہا تھا۔ تاریخی حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ جدید معنیٰ میں ہندی لفظ کے وسیع استعمال کا سہرا حقیقت میں انگریزوں کو حاصل ہے۔ اس لیے کہ ۱۸۰۰ء میں کلکتہ میں فورٹ ولیم کالج کا قیام عمل میں آیا، وہاں گل کرائسٹ ہندی یا ہندوستانی کے استاذ مقرر ہوئے۔ اگر اس وقت گل کرائسٹ نے وسط ملک کی حقیقی نمائندہ، ترجمان زبان کو، جو نہ تو زیادہ عربی و فارسی کی طرف جھکی ہوئی تھی اور نہ سنسکرت کی طرف، اپنایا ہوتا تو آج ہندی اور اردو نام کی دو زبانیں نہ ہوتیں اور ہندی زبان اور اس کے ادب کا کچھ اور ہی نقشہ ہوتا۔

جدید معنیٰ میں ہندی کا صاف طور سے تحریری استعمال کبھی سب سے پہلے کیپٹن ٹیلر نے کیا۔ ۱۸۱۲ء میں فورٹ ولیم کالج کی سالانہ روداد میں وہ کہتے ہیں:

''میں صرف ہندوستانی یا ریختہ کا ذکر کر رہا ہوں، جو فارسی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے۔ میں ہندی کا ذکر نہیں کر رہا ہوں جس کا اپنا رسم الخط ہے، جس میں عربی، فارسی الفاظ کا استعمال نہیں ہوتا اور مسلمانوں کے حملہ کرنے سے قبل جو بھارت ورش کے تمام شمالی و مغربی علاقہ کی زبان تھی۔'' (بھاشاوگیان کوش، ص ۴۳۵)

(268/Imperial Records, Vol. 4, P. 267)

علاقائی زبان

قومی زبان کے علاوہ اپنے اپنے علاقوں میں جو زبانیں بولی اور سمجھی جاتی ہیں وہ علاقائی زبان کے نام سے جانی جاتی ہیں۔ جیسے بھوجپوری، اودھی، بنگلہ، پنجابی، گجراتی اور مراٹھی

وغیرہ۔ یہ اپنے اپنے علاقوں کی نمائندگی و ترجمانی کرتی ہیں۔ جب کہ قومی زبان کو ملک کے تمام حصوں اور علاقوں میں استعمال کیا جاتا اور سمجھا جاتا ہے۔قومی زبان کو اس معنیٰ کر بھی بہت اہمیت حاصل ہوتی ہے کہ یہ علاقائی زبانوں کے تعاون اور اشتراک سے ملک کے تمام حصوں میں آباد لوگوں میں اتحاد اور اتفاق کا ماحول قائم کرتی ہے اور پورے ملک میں لوگوں کے مابین میل جول، باہمی اتحاد، پیار اور محبت بڑھانے کا وسیلہ بن جاتی ہے اور اس طرح یہ ایک ملک کے مختلف زبان بولنے والے باشندوں کو ایک قوم کی شکل میں متحد کر دیتی ہے۔ بلکہ انسانی ذہن کے سوچنے کی صلاحیت میں بھی اضافہ کرتی ہے۔

کسی ملک کی علاقائی زبانوں کا اس ملک کی قومی زبان سے بڑا گہرا تعلق ہوتا ہے۔کیونکہ ایک زبان کے الفاظ دوسری زبان میں منتقل ہوتے رہتے ہیں اور پھر علاقائی زبانوں کے الفاظ، محاورے اور ضرب الامثال قومی زبان میں شامل وجذب ہوکر اس کی وسعت وترقی کا باعث بنتے ہیں۔اسی طرح قومی زبان کے الفاظ، محاورے اور ضرب الامثال علاقائی زبانوں میں شامل ہوکر انھیں وسعت اور فروغ بخشتے ہیں۔اگر یوں کہا جائے تو انسب ہوگا کہ علاقائی زبانیں اور قومی زبان ایک دوسرے کو تقویت فراہم کرتی ہیں۔

انسانی تہذیب وتمدن کی تاریخ شاہد ہے کہ دنیا کی مختلف زبانیں ایک دوسرے سے اثر قبول کرتی ہیں اور ایک دوسرے کے الفاظ کا ان میں تبادلہ ہوتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کی مختلف زبانوں نے ایک دوسرے کو متاثر کیا ہے جیسے کہ ہندی کے بعض الفاظ اردو میں اور اردو کے بعض الفاظ ہندی میں بے تکلفی سے استعمال ہوتے ہیں۔اسی طرح ہندی اور اردو میں بہت سے الفاظ مشترک ہیں۔ ہندی چونکہ قومی زبان ہے اور اردو بھی اس کا ایک روپ ہے اس لیے ساری علاقائی زبانوں پر ان کے اثرات پائے جاتے ہیں۔اس طرح الفاظ کے تبادلے سے ہر زبان کو فائدہ پہنچتا ہے اور اس کا دامن وسیع سے وسیع تر ہوتا ہے۔اور زبان کی تازگی، جاذبیت اور قوت بھی اسی صورت میں برقرار رہتی ہے جب اس میں نئے الفاظ اور نت نئے خیالات داخل ہوتے رہتے ہیں۔

مختصر یہ کہ ہندوی ہو یا ہندی، اردو ہو یا ہندوستانی یا علاقائی زبان سب کا اٹوٹ رشتہ ہندوستان سے ہے جو اس وطن عزیز کی خوشبو سے عطر آگیں، گنگا جمنی سنسکرتی کی علامت اور صوفی سنتوں کے شیریں خیالات اور حسین تعلیمات کا نتیجہ ہیں جو مختلف علاقوں کے باشندوں کو ایک دوسرے سے قریب کرنے، ایک دوسرے کا دل موہنے، پپتا سننے، دکھ سکھ بانٹنے اور باہمی خیالات کا تبادلہ کرنے کے لیے ایک اہم ذریعے کی صورت میں جلوہ گر ہوئیں۔جن کے ابتدائی نقوش خسرو کی کہہ مکرنیوں، دوہوں اور پہیلیوں میں نظر آتے ہیں، گرونانک کی وانی میں جن کا عکس ملتا ہے اور ملک محمد جائسی کی پدماوت، چاند بردئی کی پرتھوی راج راسو، بہاری کی ست سئی اور میرا کے پدوں میں جن کی خوشبو کا احساس ہوتا ہے۔نیز جن کو خسرو نے ہندوی، مصحفی وغیرہ نے ہندی اور مہاتما گاندھی وغیرہ نے ہندوستانی کہا ہے اور آج ہم جن کو اردو کے نام سے یاد کرتے ہیں۔چنانچہ ڈاکٹر محمد آصف حسین لکھتے ہیں:

''جیسے جیسے ان محبت کے پیغامبروں یعنی صوفیوں کا حلقہ بڑھتا گیا، ان کے عقیدت مندوں کا سلسلہ طویل ہوتا گیا اور ویسے ویسے ان کے رابطے کے وسیلے کے طور پر ایک ایسی زبان وجود میں آئی جو نہ عربی تھی، نہ فارسی، نہ پشتو تھی نہ سندھی بلکہ وہ ان تمام زبانوں کے الفاظ کا ایک مجموعہ تھی جو سنسکرت، پالی، اپ بھرنش، کھڑی بولی، قنوجی اور بھارت کی دیگر علاقائی زبانوں اور بولیوں کے میل جول سے تیار ہوئی تھی۔جب ان الفاظ کو فارسی رسم الخط میں لکھا گیا تو اس مجموعہ یا مرکب کو اردو کہا جانے لگا اور دیوناگری رسم الخط میں لکھا گیا تو اس کو ہندی بولا جانے لگا۔جو ہمارے وطن عزیز ہندوستان کی انفرادی شان یعنی کثرت میں وحدت اور انیکتا میں ایکتا کی واضح دلیل ہے۔اس تعلق سے منصور عثمانی نے کیا ہی عمدہ بات کہی ہے:

بقیہ ص ۱۰ر پر

اسلاف واخلاف

از: حافظ افتخار احمد قادری*

حضور مفتی اعظم ہند اور خدمتِ خلق

اسلاف واخلاف

مجدد ابنِ مجدد ابوالبرکات محی الدین جیلانی آل رحمٰن محمد مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان 22 / ذی الحجہ 1310 / ہجری مطابق 18 / جولائی 1892 / عیسوی کو محلہ سوداگران بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ سرکارِ اعلیٰ الشاہ امام احمد رضا خان قادری فاضلِ بریلوی نے،، محمد،، نام پر عقیقہ کیا اور عرفی نام،، مصطفیٰ رضا،، رکھا گیا۔

مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان قادری فاضلِ بریلوی اپنے پیر ومرشد حضرتِ سید شاہ آلِ رسول مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آستانہ عالیہ پر قیام پزیر تھے۔ اس وقت قطب وقت نور العارفین حضرتِ سید شاہ ابو الحسین نوری علیہ الرحمہ حیات ظاہری میں تھے، بعد نمازِ عصر حضرتِ نوری میاں علیہ الرحمہ مسجد کے زینہ سے اتر رہے تھے اور حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ان کے پیچھے پیچھے آرہے تھے کہ اچانک حضرتِ نوری میاں علیہ الرحمہ نے فرمایا:

مولانا صاحب! بریلی میں آپ کے گھر میں ایک صاحب زادے کی ولادت ہوئی ہے، مجھے خواب میں بتایا گیا ہے کہ اس کا نام آل رحمٰن رکھا جائے۔ اور پھر فرمایا جب میں بریلی آؤں گا تو اس بچے کو ضرور دیکھوں گا وہ بڑا ہی فیروز بخت اور مبارک بچہ ہے۔
(حیات مفتی اعظم)

ولادت کے چھ ماہ بعد حضرتِ شاہ ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمہ بریلی شریف تشریف لائے اور اپنی دیرانہ خواہش کے مطابق بچے کو دیکھا اور اس نعمت کے حصول پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو مبارکباد پیش کی اور فرمایا کہ یہ بچہ دین وملت کی بڑی خدمت کرے گا اور مخلوقِ خدا کو اس کی ذات سے بڑا فیض پہنچے گا۔ یہ بچہ ولی ہے اس کی نگاہوں سے لاکھوں گمراہ انسان دین حق پر قائم ہوں گے، یہ فیض کا دریا بہائے گا۔ اس کے ساتھ ہی حضرتِ نوری میاں علیہ الرحمہ نے شہزادہ اعلیٰ حضرت کے منہ میں اپنی انگلیاں ڈال دیں، نیز سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت سے مشرف فرما کر اجازت وخلافت سے بھی نوازا۔

جب حضور مفتی اعظم ہند کی عمر شریف چار سال چار ماہ اور چار دن کی ہوئی تو رسم بسم اللہ خوانی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ کی موجودگی میں ادا کی گئی۔ اس کے بعد ہی سے امام احمد رضا خان قادری فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ کی نگرانی میں آپ کی تعلیم وتربیت کا باقاعدہ دور شروع ہو گیا، گویا کہ سرکار حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے استاذ خاص اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ ہی تھے، اس کے علاوہ حضرتِ علامہ شاہ رحم الٰہی اور حضرتِ مولانا بشیر احمد علی گڑھ بھی آپ کے قابلِ ذکر اساتذہ میں سے ہیں۔ کچھ اسباق آپ نے اپنے برادر بزرگ حجۃ الاسلام حضرتِ مولانا شاہ حامد رضا خان قادری علیہ الرحمہ سے بھی پڑھے۔

علومِ درسیہ سے فراغت کے بعد حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے پہلا فتویٰ 1328 / ہجری میں تحریر فرمایا۔ اس کا واقعہ بھی بڑا دلچسپ ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ ایک روز حضورِ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ دارالافتاء پہنچے، دیکھا کہ حضرت مولانا ظفر الدین علیہ الرحمہ رضاعت کے ایک اہم استفاء کے جواب کے لیے،، فتویٰ رضویہ،، کی طرف مراجعت کر رہے ہیں۔ بے ساختہ زبان پر آ گیا،، فتویٰ رضویہ دیکھ کر جواب لکھتے ہیں؟،، ملک العلماء مولانا ظفر الدین علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ آپ فتویٰ رضویہ دیکھے بغیر لکھ دیں تو جانوں۔ یہ سننا تھا کہ فقاہت نفس موجزن ہو گئی۔ فتویٰ رضویہ کیا کسی بھی کتاب کو دیکھے بغیر جواب

تحریر فرمایا اور اصلاح کے لیے حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں پیش کیا۔ سرکار اعلیٰ حضرت نے اس میں اصلاح کی گنجائش نہیں دیکھی۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے،، صح الجواب بعون اللہ العزیز الوہاب،، لکھ کر تصدیق فرمائی اور خوش ہو کر پانچ روپے انعام دیے اور،، ابوالبرکات محی الدین جیلانی محمد عرف مصطفیٰ رضا،، کی مہر بنوا کر عطا فرمائی۔

اللہ رب العزت نے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کو بے پناہ قلمی قوت سے نوازا تھا۔ آپ نے اپنی گونا گوں مصروفیات کے باوجود مختلف موضوعات پر تصنیفات وتالیفات کا ایک گراں قدر ذخیرہ چھوڑا ہے، ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں :

فتویٰ مصطفویہ، دو جلدیں، وقعات السنان، ادخال السنان، الموت الاحمر، ملفوظات اعلیٰ حضرت، الطاری الدراری لھفوات عبد الباری، القول العجیب فی جواز التثویب، سامان بخشش، تنویر الحجہ بالتواء الحجہ، ہشتاد بید و بند، طرق الھدی والارشاد، وقایۃ اہل السنتہ، وغیرہ۔

خدمتِ خلق:

اللہ رب العزت قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

،،للذین احسنوفی ہذہ الدنیاحسنۃ،،

یعنی: جنہوں نے اس دنیا میں بھلائی کی ان کے لیے بھلائی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ کی تکمیل کے لیے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے تاحیات بھلائی ہی بھلائی کی، لوگوں کو حق کی دعوت دی، منہیات وممنوعات شرعیہ سے روکا، معروف کا حکم دیا، اتباع رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کرنے کا جذبہ صادق پیدا کیا، بندے کو اپنے مولا کا اطاعت شعار بنایا، زندگیوں کو طہارت اخلاق وعادات کو پاکیزگی، افکار وعقائد کو عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رنگینی سے سجایا، الغرض تمام عمر عوام کی عافیت وآخرت سنوارنے کی سعی کی، حقیقت میں یہ بہت بڑی بھلائی ہے۔ اس سے بڑھ کر مخلوقِ خدا کی کوئی خدمت نہیں۔ حضورِ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے ان کے ساتھ بھی بھلائی کی جنہوں نے جبینِ عقیدت کو تسلیم ورضا میں جھکا دیا۔ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے ان کے ساتھ بھی بھلائی کی جنہوں نے کبر وتکبر سے گردنوں کو اکڑا لیا، آپ نے بدعقیدوں کو صحیح عقیدگی کی نعمت عطا کی، بداعمالوں کو اعمالِ صالح کی دولت عطا کی، دنیا کو آخرت پر قربان کرنے کا سلیقہ عطا فرمایا۔ سرکشی کو اطاعت شعاری کی لذت عطا کی، بندے کو معبود کی بارگاہ تک پہنچا کر دینی ودنیاوی کاموں کی بشارت عطا کی، حضورِ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے مدت العمر مخلوقِ خدا کی فلاح و بہبود کے لیے سعی فرمائی، حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: اس شخص کے لیے خوشخبری ہے جس کے ہاتھوں بھلائیوں کا صدور ہوتا ہے۔ آپ کا فتویٰ نویسی بھی خدمتِ خلق ہے، تاکہ کم علمی اور بے عملی کی تاریک وادیوں میں بھٹکنے والے علم وعرفان کی روشنی حاصل کر کے صراطِ مستقیم پر گامزن ہو جائیں۔

حضورِ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا سلسلہ رشد وہدایت بھی خدمتِ خلق ہے۔ تاکہ نفس کی سرکشی کے شکار مخلوقِ خدا تزکیہ نفس کی قوت سے مسلح ہو کر نفس سرکش کو مغلوب کر کے اپنی زندگی کو اسوہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سانچے میں ڈھال کر دنیا وآخرت میں فلاح پائے۔ آپ کا امر بالمعروف بھی خدمتِ خلق ہے تاکہ حق وباطل میں مخلوقِ خدا امتیاز کر کے باطل کو رد کرے اور حق کو اختیار کر کے اپنے مولیٰ کی خوشنودی حاصل کرے۔

مخلوقِ خدا کی خدمت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے صرف اللہ رب العزت کی خوشنودی ورضا حاصل کرنے کے لیے کی، کبھی اس بات کی پرواہ نہیں کی کہ آپ کے فتویٰ سے کون خوش ہوگا اور کون ناراض ہوگا، امر بالمعروف کا حکم کرنے سے کون دشمن بن جائے گا اور کون جبینِ عقیدت خم کرے گا، آپ نے کبھی اس کی پرواہ نہیں کی۔ جنہوں نے آپ کو اپنا دشمن تصور کیا آپ نے ان کے ساتھ بھی بھلائی کی، ان کو بھی فلاح کی طرف بلایا جنہوں نے آپ کے سامنے سر عقیدت خمیدہ کیا، ان کو بھی بہبودی کی طرف بلایا، آپ کو کسی کی تعریف وموافقت کی پرواہ نہ تھی، آپ کا حکم تھا کہ بھلائی کی طرف مخلوقِ خدا کو بلاؤ۔ اطاعت اللہ کے

لیے مخلوقِ خدا کو خیر کی طرف بلایا حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے سب کی خدمت کی سب پر احسان کیا۔

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلّم کا ارشادِ گرامی ہے کہ سب اعمال سے جلدی اجر پانے والی چیز احسان اور صلہ رحمی ہے۔
(ابنِ ماجہ)

بس حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے جلد سے جلد اجر پانے کے لیے صلہ رحمی و احسان کرنے کی روش اختیار کی، آپ نے دنیاوی انجام پر کبھی نگاہ نہیں کی، آپ کا نصب العین تو آخرت میں سرخروئی تھا، اسی نصب العین کو پانے کے لیے آپ مخلوقِ خدا کو خیر کی طرف بلاتے رہے۔ اللہ رب العزت نے ایسی مخلوق کو پیدا فرمایا ہے کہ جن کا کام مخلوقِ خدا کی حاجتوں کو پورا کرنا ہے۔ اور اللہ رب العزت نے اپنی ذات کی قسم کھائی ہے کہ انہیں عذاب نہیں کرے گا، جب قیامت کا دن ہوگا تو ان کے لیے نور کے ممبر رکھے جائیں گے وہ اللہ رب العزت سے گفتگو کر رہے ہوں گے حالانکہ لوگ ابھی حساب میں ہوں گے،، حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی مدت العمری خدمتِ خلق کو مدنظر رکھتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مذکورہ بالا ارشاد پر غور کیجیے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کتنے خوش وقت تھے، اور ان کے مراتب کتنے بلند ہیں؟ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد برحق ہے، حضور مفتی اعظم ہند اس ارشاد کی روشنی میں قیامت میں بھی سرفراز و بلند ہوں گے، اور ہم عاشقانِ حضور مفتی اعظم ہند بھی آپ کے دامنِ عافیت میں پناہ حاصل کریں گے، ہمیں امید ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے اپنی حیات ظاہری میں بھی ہماری بھلائی فرمائی اور کل قیامت میں بھی ہم غلاموں پر احسان فرمائیں گے، اور اپنے دامنِ کرم میں ہمیں پناہ دیں گے۔

مخلوقِ خدا کی رہنمائی کرنے والوں کی فضیلت سے متعلق حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

حضرتِ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی مسلمان بھائی کی حاجت روائی کے لیے چلتا ہے، تو اللہ رب العزت ہر قدم کے بدلے اس کے نامہ اعمال میں ستر نیکیاں لکھ دیتا ہے اور ستر گناہ معاف کر دیتا ہے۔ پس اگر وہ حاجت اس کے ہاتھوں پوری ہو جائے تو وہ گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے آیا تھا اور اگر وہ اس درمیان مر جائے تو بلا حساب جنت میں جائے گا۔

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی تو ساری زندگی ہی مسلمانوں کی حاجت روائی میں بسر ہوئی، صبح کو نمازِ فجر کے بعد اوراد و وظائف سے فارغ ہو کر دربار گہربار میں رونق افروز ہوتے لوگوں کا ہجوم جمع ہو چکا ہوتا۔ مسند پر بیٹھتے ہی لوگوں سے عافیت و مزاج پرسی فرماتے اور حاجت مند اپنی اپنی حاجتیں عرض کرتے، تصرفات روحانی کا دورہ دورہ شروع ہو جاتا، بیماروں کو شفا کے لیے، بے روزگاروں کو روزگار کے لیے، پریشان حال لوگوں کو مقدمے داری کی لعنت سے نجات دینے کے لیے، بری عادتیں چھوڑوانے کے لیے، والدین کی اطاعت شعاری اختیار کرنے کے لیے، صدہا بے شمار حاجتیں لوگ بیان کرتے، حضور مفتی اعظم ہند ان کو تعویذات مرحمت فرماتے، کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ عقیدت مند حضور مفتی اعظم ہند سے عرض کرتے کہ حضور گھر پر مریض انتہائی نازک صورتحال میں ہے۔

آپ فرماتے اللہ رب العزت اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ وطفیل میں شفا عطا فرمائے، اچھا ہراساں نہ ہو چلو ہم تمہارے گھر بھی چلتے ہیں، چنانچہ حضور مفتی اعظم ہند مریض کے گھر تشریف لے جاتے مریض کو دیکھتے اور تعویز لکھ کر دیتے کچھ دعائیں پڑھ کر مریض پر دم کر دیتے اور فرماتے کہ اللہ رب العزت شفا دینے والا ہے۔ ایسے واقعات روزانہ ہوتے تھے مگر کبھی جبینِ ناز پر شکن نہ آتی کیونکہ آپ لوگوں کی حاجت روائی کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ اجر دینے والا تو مولائے کریم ہے اسی سے اجر کی امید بقیہ ص ۲۰/ پر

از: مفتی محمد صابر القادری فیضی*

حضور شعیب الاولیاء

وقت کے عظیم صوفی

اسلاف و اخلاف

حضور نبی اکرم ﷺ کی آل پاک کے کمالات صحابۂ کرام کی تمام صفات اور ائمہ عظام کے احسانات کا حساب وشمار انسانی طاقت کے امکان میں نہیں ہے۔

درحقیقت یہ تمام حضرات دریائے نبوت کی نہریں اور آسمان رسالت کے چاند ہیں جس فیض وتصوف کو فروغ ملا یا جو نور دین میں ظاہر ہوا وہ انہیں بزرگوں کے طفیل ہوا۔ ان میں ہر نہر کا پانی جدا اور ہر چاند کی روشنی الگ الگ ہے۔ ان میں سے ہر بزرگ کتاب تصوف وفضیلت کا ایک مستقل باب اور مستقل فصل ہے کوئی صدق وراستی میں مشہور ہوا کوئی عدل وانصاف میں معروف کوئی لباس حیاء سے مزین اور کوئی علوم بے پایاں کا ماہر عرض کہ خاتم نبوت کے خلفاء کا اختتام خاتم ولایت کے مہر سے ہوا۔

اصحاب پیمبر ہمہ مستغرق نوراند
در شعشتہ ذات چرا زادورجہ نہر دیگ

حضور رحمت عالم ﷺ کے تمام اصحاب کرام نور میں غرق ہیں، اگر چہ ذات کے اعتبار سے دور ہوں یا نزدیک ہوں۔

اے دررہ ظلمات خلافت شدہ حیراں
بےنور ہدایت مرواندر شب تاریک

اے راہ خلافت کی پیچیدگیوں میں پریشاں ہونے والے۔ اندھیری رات میں نور ہدایت کے بغیر نہ چل۔

خوش رہ غریبی مست عجب مشکل وآسان
چوں جر صراط است بسے روشن وتاریک

غریبی کا راستہ بہت خوب ہے لیکن عجیب ہے کتنی مشکل کتنی آسان جسے پل صراط کہ بے انتہا روشن اور بے انتہا باریک۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم جن پر شجر ولایت کی انتہا ہوگئی، اس شجر سے درخت طوبیٰ کی طرح بہت سی شاخیں نکل کر تمام عالم کو اپنے نور سے چمکا رہی ہےاور تمام دنیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نور جمال ولایت وتصوف سے روشن ہو رہی ہے خصوصاً حضور ﷺ کی اولاد و امجاد اور عالی نژاد نواسیوں نے ان کمالات سے وراثت حقیقی اور نسبت ذاتی کے سبب پوری طرح فیض وتصوف حاصل کیا اور اپنی ذاتی عصمت کی وجہ سے باطنی حکومت کا جھنڈا بلند کرتے ہوئے ظاہری حکومت کو دوسروں کے سپرد کردیا۔ نور ولایت خاندان نبوت سے کبھی جدا نہیں ہوتا ہے اور نہ آسمان ولایت ان قطبوں کے بغیر کسی اور چیز پر قائم رہ سکتا ہے۔ خاندان نبوت میں سے اللہ تعالیٰ نے جسے چاہا قطب الاقطاب بنی آدم کا غوث اور جن وانس کا مرجع بنادیا حتیٰ کہ حضرت شیخ عبدالقادر محی الدین محبوب سبحانی دین حنیف کے مجدد ہوگئے۔

اگرچہ رسول اکرم ﷺ کا جمال تمام اولاد میں درخشاں ہے لیکن حضرت شیخ میں اور ہی قسم کا جمال وکمال ہے۔ اور حضرت شیخ کا جمال دراصل حضور ﷺ کا جمال اور ان کا کمال در حقیقت رسالت مآب کا کمال ہے۔ اہل وعقل وبصیرت اور با شعور حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ حالات کی بہترین اثر اندازی بلکہ افضل ترین عبادت اہل کمال حضرات کی رفاقت اور مقربان دربار الٰہی کی مجالست ہے کیوں کہ ان کی استقامت کو دیکھ کر سالک اور صوفی کے لئے راہ عبادت کی بڑی بڑی تکالیف آسان ہو جاتی ہیں بلکہ وہ شکوک وشبہات جو بعد حجاب کا سبب ہیں محض ان کی زیارت سے زائل ہو جاتے ہیں اگر بفرض محال کسی آدمی میں اتنی صلاحیت واستعداد ہی نہ ہو کہ وہ کسی بزرگ کی صحبت سے استفادہ کر سکے لیکن اس بات کے شواہد موجود ہیں کہ اہل تصوف و ولایت اور کمال جو وجود کی لذت اور کمال

اسلاف و اخلاف

مخصوص رکھتے ہیں اپنے پاس آنے والے نااہلوں کو بھی نعمت خداوندی سے نواتے رہتے ہیں کیوں کہ وصیلہ کا فائدہ بھی ولایت و تصوف کی ایک قسم ہے۔

معلوم رہے کہ جب انسان اہل کمال کی صحبت اور عارفوں کے دیدار جمال سے بہرمند ہو جائے تو اس وقت ان بزرگوں کے حالات سے باخبر رہنا بھی باعث ہمت افزائی اور تاریکیوں کو ختم کرنے والا ہے۔ ان کے حالات سے واقف ہونے سے بھی وہی اثر رہتا ہے جو ان کی صحبت سے، کیوں کہ درحقیقت یہ بھی ان کی صحبت میں رہنے کے مترادف ہے۔ اس لئے کہ جمال کدورت انسانی اور صورت عنصری کے حجاب سے زیادہ صاف ستھرا ہے۔ اگر حسن عقیدت ہو تو ہر چیز مشاہدہ بن جاتی ہے اسی وجہ سے ہر زمانے میں بزرگوں کے اخلاق وعادات کو ضبط تحریر میں لاکر محفوظ کر لیا جاتا ہے ان کو ہر محفل و مجلس میں پڑھا جاتا ہے جس سے ان کا جمال زیادہ مزین ہو جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اولیائے کرام کا وجود مسعود ایک ہمہ گیر رحمت اور عام نعمت ہے اور بموجب حکم خداوندی **واما بنعمت ربك فحدث** (اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کرو) ان بزرگوں کے حالات کو بیان کرنا ضروری ہے جو دراصل اس عظیم نعمت کا شکر ہے اور ان بزرگوں سے عقیدت ومحبت رکھنا ضروری ہے۔

ہر کس کہ کمال اولیا را نہ شناخت
ایں نعمت خاص بے بہا را نہ شناخت
پس شکر نہ گفت وحب ایشاں نگزید
میداں بیقیں کہ او خدا را نہ شناخت

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ان برگزیدہ بندوں کا تذکرہ باعث رحمت وقوبت ہے اس لئے کہ عاشق کو اپنے محبوب کا تذکرہ اچھا لگتا ہے اور محبوب بھی عاشق کا ذکر پسند کرتا ہے غرضیکہ ان بزرگوں کا تذکرہ ایک ایسی عبادت ہے جسے ہر آدمی محنت و مشقت ہر حال میں ادا کر سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قرب اس طرح سے اسے نصیب ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ شان عظیم، کمالات بزرگ کرامات وافر اور نفس قاطع عطا فرمایا تھا تمام مخلوق بالاتفاق آپ کے کمالات کے قائل ہیں۔

اسلام نے زندگی کے ہر شعبے میں جو احکام وفرامین جاری کئے ہیں انہیں ہر سچائی واخلاص قلب کے ساتھ عمل پیرا ہونے کا نام تصوف ہے۔ صوفیہ کرام فرماتے ہیں: **التصوف تصفية القلوب واتباع النبی** ﷺ۔ (طبقات کبریٰ امام شعرانی ص ۱۸)

تصوف اس کا نام ہے کہ دل صاف کیا جائے اور شریعت میں نبی کریم ﷺ کی پیروی کی جائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: **قد افلح من زکّٰها وقد خاب من دسّٰها**۔
(پ ۳۰ سورۃ الشمس ۹،۱۰)

بے شک مراد کو پہنچا جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور نامراد ہوا جس نے اسے معصیت میں چھپایا، اس آیت سے معلوم ہوا کہ قلب کا تزکیہ شرعاً محمود ومطلوب ہے اس میں رمز یہ ہے کہ دل پورے بدن کا سلطان ہے اور ایک ایک عضو پر اس کی حکمرانی ہے اگر یہ ظلمات نفسانیہ وخصائل ناپسندیدہ سے ستھرا ہو جائے گا اور دل اللہ کا تابع فرمان ہو گیا تو پھر بدن کے تمام اجزاء اللہ تعالیٰ کے تابع فرمان ہو جائیں گے اور اگر خدانخواستہ یہی درست نہ رہا تو پھر بدن کے تمام اجزاء میں بگاڑ یقینی ہے۔

حضور سید عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: **الا وان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد كله وان فسدت الجسد كله الا وهی القلب**۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳)

سنو! بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست رہے گا پورا بدن درست رہے گا اور جب وہ بگڑ جائے گا تو پورا بدن بگڑ جائے گا۔

اسی لئے صوفیائے کرام نے کتاب وسنت پر عمل کے ساتھ دل کے تزکیہ وتصفیہ پر بہت زور دیا کہ دل جب دنیاوی کثافتوں سے صاف ہو کر شفاف ہو جائے گا تو وہ صرف طالب مولیٰ ہوگا اور اخلاص ورضا کا پیکر ہوگا۔

"**ان تعبد الله كانك تراه**" اس کی شان ہوگی پھر آدمی جو بھی کرے گا وہ رضائے الٰہی کے لئے ہوگا اس کی عبادت، اس

کا معاملہ، اکل وشرب، دوستی، دشمنی، شادی، بیاہ سفر وحضر، جنگ وصلح غرض یہ کہ سونا، جاگنا، اٹھنا، بیٹھنا، سب رضائے الٰہی کے لئے ہوگا۔ صوفی کا مشرب صرف یہ ہے کہ بندہ جو کچھ بھی کرے دین کے لئے کرے اور ہر حال میں اللہ کی رضا کو سامنے رکھے۔

حضور شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ کو آپ کے مشائخ کرام نے اپنے کمالات باطنی واسرار باطنی اور تصوف روحانی سے خوب نوازا تھا یہی وجہ ہے کہ حضور شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ اپنے وقت کے ایک عظیم صوفی باصفا تھے جن کا فیضان آج بھی جاری و ساری ہے۔

حضور سیدنا شعیب الاولیاء مرشد برحق حضرت الشاہ محبوب علی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ آپ کے مرشد بیعت ہیں جو سلسلہ قادریہ کے مسلم الثبوت بزرگ تھے ان کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اور ان سے خلافت واجازت حاصل کی اور ایک عرصہ تک آپ کی خدمت میں رہ کر روحانی فیوض و برکات سے مستفید ہوئے۔

حضور سیدنا شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ اپنے مرشد کامل کی کرم نوازی سے دنیائے سنیت میں محتاج تعارف نہیں رہے آپ کی ذات روز نصف النہار سے بھی زیادہ آشکارہ ہے آپ خانقاہوں اور درسگاہوں کے وقار اخلاق انسانیت کے پیکر جمیل اسلام و ایمان کا عظیم الشان آفتاب درخشاں اور اپنے وقت کے ایک عظیم صوفی ہی نہیں صوفی گر تھے، حضور سیدنا شعیب الاولیاء کی صوفیانہ زندگی کا ایک ایک لمحہ اور حیات کی ایک ایک ساعت سرمایۂ حیات اور دولت صد افتخار ہوئی۔

حضور سیدنا شعیب الاولیاء کی ساری عمر مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت، شریعت مطہرہ کا علم پھیلانے کی کوشش اور طریقت ومعرفت کی راہ بتانے میں زندگی گزری۔

فکر ونظر کی اصابت، شریعت وتقویٰ کا التزام، دین و سنیت کے فروغ وارتقاء کے لئے ان کے دل کا اخلاص عرب و عجم نے تسلیم کرلیا ہے۔ علم باطن کے کوہ گراں اور اقلیم روحانیت کے تاجدار ہوئے۔

حضور سیدنا شعیب الاولیاء بزم رشد وہدایت میں بیٹھ جاتے تو سلسلۂ قادریہ کے فیضان کی آن بان شان نظر آتے تھے، آج بھی آپ کے عکس جمیل کو دیکھنا چاہتے ہیں تو حضور مفکر اسلام قائد اہل سنت وقار ملت علامہ علوی صاحب پیر لاثانی مدظلہ النورانی کو دیکھو ان میں حضور شعیب الاولیاء کے جلوے نظر آئیں گے آپکے مردانہ عزائم نے ملت فروشی کے مجرمانہ فہرست کو برافگندہ نقاب کر دیا وقت کا ایسا صاحب ورع اور عظیم صوفی جس کی ایک وقت کی نماز باجماعت بھی قضا نہیں ہوئی دیکھنے والوں سے دیکھا سننے والوں نے سنا کہ جب آپ کے در دولت پر کوئی مفلس کوئی بے کس و مجبور آجاتا تو شان غوثیت مآب کے جلوے نظر آتے تھے، آپ کبھی در دولت سے خالی نہیں پھیرتے وہ اپنے دامن مراد کو گوہر مراد سے بھر کر کے واپس جاتا۔

حضور شعیب الاولیاء اس عظیم وقت کے صوفی اور صاحب جود وعطا کا نام ہے جس کے خم کا خمونڈیل دیئے جام پر جام پیش کئے جس نے قطرہ مانگا دریا بخشدیا جس نے در لیے جام کی آرزو کی وہ بھی آپ کی کرم گستری سے میکدہ بردوش ہو گیا تھا۔ آپ کی مقدس و پاکیزہ ذات نے ابھرتے ہوئے کفر وارتداد اور ظلم و استبداد کو اپنے بل بوتے سے پاش پاش کر دیا، کفر و بدعات نے جب للکارا آپ نے جان خوں کی بازی لگا کر دین وایمان کی حفاظت فرمائی۔ آپ کے فیوض و برکات کا دریا آج بھی رواں دواں ہے۔ اور آپ کا مزار مبارک مرجع خلائق بنا ہوا ہے یہ سب آپ کو حضور سیدنا غوث پاک رضی اللہ عنہ سے سچا عشق اور ان کی بارگاہ اقدس میں والہانہ وارفتگی کی وجہ سے حاصل ہوا آپ اپنے وقت کے عظیم صوفی باصفا اور مرشد برحق کے عکس جمیل تھے۔

از فیض او بچائے صلیب و کلیسا
در دار کفر مسجد و محراب منبر است
آنجا کہ بود نعو فریاد مشرکاں
اکنوں خروش نغمۂ اللہ اکبر است

حضور سیدنا شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ کو سلسلہ عالیہ قادریہ

کے ساتھ ساتھ سلسلۂ عالیہ چشتیہ میں بھی اپنے وقت کے عظیم ترین بزرگ قطب الاقطاب سیدنا الشاہ حضرت عبد اللطیف ستھوی چشتی علیہ الرحمہ سے خلافت و اجازت حاصل ہوئی حضرت قطب الاقطاب اتباع سنت اور احیائے ملت کی وجہ سے اپنے معاصر بزرگان دین میں امتیازی شان کے حامل تھے۔ غالباً یہی وجہ بھی تھی کہ حضرت قطب الاقطاب سے امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان بوقت ملاقات نہایت اعزاز واکرام سے پیش آئے اور پہلو بہ پہلو بیٹھ کر گھنٹوں شریعت وطریقت کے رموز و اسرار پر گفت گو فرماتے تھے آپ کی نظر کیمیا اثر ہی کی تاثیر ہے کہ آپ کی بارگاہ سے اکتساب فیض کے بعد وہ اپنے اکثر معاصرین واقران پر سبقت لے گئے۔

ایک سوتیس سال کی عمر میں جب کہ آپ مرض الموت میں مبتلا تھے ضعف ونقاہت اس درجہ کہ دوسرے کے سہارے پر بھی دو قدم چلنے سے معذور تھے مگر اس حالت میں بھی نماز باجماعت کے اس قدر پابند تھے کہ کبھی تکبیر اولیٰ نہ فوت ہوئی۔ آپ باکرامت بزرگ صوفی اور خدا رسیدہ ولی تھے آپ سے سیکڑوں کرامتوں کا ظہور ہوا انہیں کرامتوں میں سے ایک روشن کرامت یہ ہے کہ حضرت شعیب الاولیاء الشاہ محمد یار علی علوی قادری چشتی سہروردی نقشبندی جب ایک بار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رخصت ہوتے وقت آپ نے حضرت شاہ صاحب کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیکر اس طرح ارشاد فرمایا کہ:
''میاں نماز تو نماز جماعت تو جماعت جب تکبیر اولیٰ نہ چھوٹے اور یہی نماز اللہ سے ملادے گی''۔

قطب الاقطاب حضرت الشاہ عبد اللطیف ستھنوی علیہ الرحمہ کی زبان مبارک سے ادا ہونے والے یہ چند جملے حضرت شعیب الاولیاء الشاہ یار علی قدس سرہٗ کے لئے پتھر کی لکیر بن گئے اس واقعہ کو اڑتالیس سال گزرے تھے لیکن سفر وحضر اور سخت سے سخت بیماری کی حالت میں بھی شیخ طریقت کے ناصحانہ کلمات کو اپنی زندگی کا اہم معمول بنائے رہے۔ یعنی نماز تو نماز جماعت تو جماعت کبھی تکبیر اولیٰ بھی آپ سے فوت نہ ہوئی تھی۔

(فتاویٰ فیض الرسول حصہ دوم)

جس قدر مشائخ سلسلۂ عالیہ سہروردیہ کے ساتھ منسلک ہوئے ہیں کسی دوسرے سلسلے میں نہیں ہوئے کمال اخلاص سے اس سلسلے کے مرید بن اپنے آپ کو مرشدین عظام کے ساتھ منسوب کرتے ہیں۔

جو شخص اس سلسلے کے مشائخ سے بیعت ہوتا ہے عرش سے فرش تک اس کی آنکھ سے مخفی نہ ہوتا، جس کی وجہ سے اس سلسلے نے پورے عالم میں شہرت پائی اس سلسلے کے سرخیل حضرت شیخ ضیاء الدین ابونجیب سہروری اور شیخ المشائخ شیخ شہاب الدین عمر سہروری ہیں۔

اس سلسلے کے افراد بیعت وخلافت کے بعد ریاضت شاقہ میں مشغول رہتے تھے۔ اس مدت میں بلند کو پاس نہیں آنے دیتے ہیں بڑے عظیم القدر اور بابرکت بزرگ ہوتے ہیں۔

حضور سیدنا شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ کو اس سلسلے کی خلافت و اجازت حضرت شیخ شاہ عبد الشکور صاحب قبلہ جھونسوی علیہ الرحمہ والرضوان سے ہے جو اپنے وقت کے صاحب کشف و کرامت اور صاحب تصرف بزرگ تھے اہل جھونسی مشرب قلندریہ رکھتے ہیں یہ مشرف چند سلسلوں کے لوگوں پر مشتمل ہے جو مختلف سلسلوں سے تعلق رکھتے ہیں اور آپ کو مشرب قلندریہ سے منسوب کرتے ہیں۔

ماز دریا ہم زماست
ایں سخن داند کسے کو آشناست

ابدال اکثر اسی مشرب پر ہوتے ہیں اور ہمیشہ اصلاح باطن میں کوشاں رہتے ہیں۔

اس سلسلے کے لوگ امامت سے پرہیز کرتے ہیں یہ لوگ ہر جگہ پہنچ جاتے ہیں اور ہر جگہ بیٹھ جاتے ہیں اور کھاتے پیتے ہیں یہ لوگ اہل تلوین اور ابن الحال ہوتے ہیں۔

زمین و آسماں ہر دو شریف اند
قلندر را دریں ہر دومکاں نیست

نظر در دیدہا ناقص فتادہ
وگرنہ یارمن از کس نہاں نیست

حضرت نعمت اللہ ولی رسالہ قلندریہ میں فرماتے ہیں: صوفی منتہی جب مقصد کو پہنچتا ہے قلندر ہوجاتا ہے ذکر قلندر حق ہے جس سے تمام جہاں مستفیض ہوتے ہیں۔

قلندر کا دین دانا ہے جوتمام جہاں پر توانا ہے قلندر کی دنیا تفرید کہ جو توحید کی بشارت دیتی ہے۔

قلندر کا علم مسہو ہے قلندر کا عمل محو ہے اور قلندر کا طریق عشق ہے۔

"العشق هو الله" حضور سیدنا شعیب الاولیاء علیہ الرحمۃ والرضوان ان تمام مشارب سے فیضیاب ہو کر فیض رساں بھی ہوئے اوران سلاسل کے جملہ کمالات وفضائل کے جامع ہیں۔

قلندر کے بباید در عبادت
قلندر کے نگنجد در اشارات

اسی طرح سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا ظہور حضور سیدنا خواجہ بہاء الدین نقشبند بلند گراں اوران کے تابعین سے ہوا اور ہندوستان میں یہ سلسلہ مجدد الف ثانی شیخ بدرالدین احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمہ کی ذات بابرکات سے خوب پھلا پھولا۔

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بلا گراں ظاہر و باطن سنوانے میں بلند شان رکھتے تھے اور مریدوں کی تربیت میں قدرت کمال رکھتے تھے تھوڑی سی توجہ سے لوگوں کو عالم سفلی وعالم علوی پر پہنچادیتے تھے۔

اس سلسلے میں اکثر اکمل اولیاء اللہ کا ظہور ہوا ہے۔ حضرت خواجہ بہاء الدین بلا گرداں کو حضرت خواجہ عبدالخالق عجد والی کی روحانیت سے بھی باطنی طور پر فیض ملا ہے آپ حضرت خواجہ عبد اللہ بلیاری کی مندرجہ ذیل رباعی ہمیشہ پڑھا کرتے تھے۔

ماحق یدو چشم سر نہ بینم ہر دم
از پائے طلب محانہ نشینم ہر دم
گویند خدا بشم سر نتواں دید
آں الیشاں نند چنینم ہر دم

حضرت خواجہ نقشبند بلا گرداں ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے فضیلت حاصل کی ہے ہم مرد ہیں ہمارے طریقے میں مجاہدہ نہیں ہے تعین نہیں ہے سماع نہیں ہے اس میں یافت بہت ہے محرومی نہیں ہے۔ فقط توجہ ہی سے ایک مقام سے دوسرے مقام میں لے جانا ہمارا طریقہ ہے اور دعا سے ایک حال سے دوسرے حال میں پہنچادینا ہمارا کام ہے۔

ہم غلام قادری ہیں ہم فدائے نقشبند
دل میں ہمارے بھردے ضیائے نقشبند
شان میرے حضور کی شان ہے ایسی عالی شان
سر پہ ہے تاج قادری تن پر ردائے نقشبند

حضرت خواجہ عبدالخالق عجدوانی علیہ الرحمۃ والرضوان ارشاد فرماتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ نے الہام فرمایا ہے جو شخص اس طریقہ پر آتا ہے آخر استقامت رکھے گا میں اس پر رحمت کروں گا اوراس کو بخشدوں گا کوشش کرو کہ اس طریقہ سے علاحدہ نہ ہو اس پر قائم رہو۔ (بزم نقشبند ص ۱۹)

اس سلسلے کے خوارق و کرامات اور کمالات اندرون نماز میں ہے یہی ایک کسوٹی ہے جو کامل کو ناقص سے جدا کرتی ہے اس سلسلے میں ریا و نمود اور اعلان وشہرت نہیں ہے اور تقسیم شجرہ و عطائے خرقہ کی حاجت نہیں ہے صرف صراط مستقیم کی تعلیم ہے چنانچہ اس تعلیم کا پہلا زینا اتباع شریعت وسنت ہے دوسرا زینہ اعمال صالحہ اور یکسر اا تنا ان اعمال میں اخلاص پیدا کرنا ہے حضور سیدنا شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ کو اس سلسلے کی اجازت وخلافت حضرت شاہ عبدالشکور نقشبندی سہروری سے حاصل تھی۔

حضور شعیب الاولیاء نے راہ عشق میں خاصۂ محبوب ومرشد و ناز معشوق یعنی مرشد کا طالب اپنے شیخ کا بوجہ اخلاص تامہ اتارلیا اور ناز کا اتارنا طالب اور محب صادق مع الاخلاص کا کام ہے، اس میں اعلیٰ چیز محویت ہے جس قدر محو ہوتا جائے گا کام میں ترقی ہوتی رہے گی۔

حضور شعیب الاولیاء کا اس قد ہمہ جہت بیک وقت خوبیوں کا جامع ہونا وقت کے عظیم صوفی ہونے کی دلیل ہے۔

اسلاف واخلاف

ایمان واعمال کے دو بازو یعنی خانقاہ اور دار العلوم

حضور شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ نے خانقاہ فیض الرسول کے ساتھ دار العلوم اہل سنت فیض الرسول کا بھی قیام فرمایا تاکہ اہل سنت ظاہری علوم اور باطنی علوم دونوں ضروریات کو پورا کیا جاسکے۔ جس طرح دنیا میں مسافر کو رہبر کی ضرورت پڑتی ہے ٹھیک اسی طرح راہ سلوک نے کرنے والوں کے لئے رہبر طریقت شیخ کامل ومکمل کی ضرورت پڑتی ہے اور یہ وسیلہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام علمائے دین اور اولیائے عظام ہیں۔

خداوند قدوس تک رسائی حضور سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کے ذریعہ اور آپ ﷺ تک رسائی علمائے دین اور اولیائے عظام کے ذریعہ ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے نور نبوت کا فیض بلا واسطہ حاصل کیا اور بعد والوں نے صحابۂ کرام کے سینوں سے حاصل کیا پھر سلسلہ بہ سلسلہ یہ نور تمام اولیاء اللہ کے سینوں سے منتقل ہوتا رہا اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

اسی واسطے بیعت کی جاتی ہے کہ کسی آئینہ کے سامنے آجائیں تاکہ بے نور نہ رہیں کیوں کہ مشائخ کرام کے سینے شفاف آئینے ہیں، اور جمال پاک مصطفیٰ ﷺ شمع کے مانند ہیں جو شمع دور ہو اس کو چاہئے کہ ایسے آئینوں کے سامنے بیٹھے جس سے نور چھین کر آرہا ہے اسی طرح حضور سرور کائنات فخر موجودات ﷺ رحمت کی بارش ہیں اور مرشد کامل تالاب ہیں جو کوئی بارش نہ پائے وہ تالاب سے پانی لے اور اپنے ایمان کی کھیتیاں اس تالاب سے سیراب کرے۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضور سرور کائنات فخر موجودات ﷺ تک تمام انبیاء رسل انسان کے ظاہری و باطنی اصلاح کے لئے تشریف لائے مگر سلسلۂ نبوت ختم ہونے کے بعد وہ کام دو گروہوں پر منقسم ہوا۔

ظاہری اصلاح علمائے دین کے ذمہ ہے جس کے لئے دار العلوم کی ضرورت اور باطنی صفائی اولیاء اللہ کے سپرد ہوئی ہے جس کے لئے خانقاہ کی ضرورت ہے۔ لیکن چونکہ حضور سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کی نبوت قیامت تک رہے گی اس لئے ضروری قرار پایا کہ آپ کے سارے کام انجام پاتے رہیں۔ نماز میں جسم پاک کرا دینا، قبلہ رو کھڑا کرا دینا اس کے تمام شرائط پورے کرا دینا علمائے دین کا کام ہے مگر نماز میں خلوص و حضور قلب اور اس کار پا سے پاک ہونا اولیاء اللہ کے ذریعہ ہے۔ معلوم ہوا کہ شرائط نماز دار العلوم سے فارغ ہونے والے علمائے دین ادا کرتے ہیں اور شرائط قبول خانقاہوں میں ضرب لا الٰہ اللہ لگانے والے پورا کراتے ہیں اسی لئے قرآن پاک اور کعبہ معظّمہ کا دیکھنے والا صحابی نہیں ہوتا مگر حضور سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کو بحالت ایمان واخلاص دیکھنے والا صحابی ہے، کیوں کہ اعمال سے زیادہ صحبت اثر کرتی ہے جیسا کہ مولانا روم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

یک زمانہ صحبت ما اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

چونکہ عالم دین سے ایمان ملتا ہے اور ایمان کی حفاظت اولیاء اللہ کے کرم سے ہوتی ہے اس لئے اولیاء اللہ علماء کے شاگرد اور علمائے دین اولیاء اللہ سے بیعت ہوتے ہیں یہ دونوں جماعت گویا ایمان واعمال کے دو بازو ہیں اللہ تعالیٰ خانقاہ فیض الرسول اور دار العلوم اہل سنت فیض الرسول کے دینی و ایمانی فیضان کو تاقیامت جاری و ساری رکھے۔ آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ◆◆◆

محرم شریف اور ہم! ہم محرم کیسے منائیں

جاری فرمودہ: حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری نوری ازہری بریلوی قدس سرہ العزیز

محرم شریف اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے، اس ماہ میں اور خاص کر اس ماہ کی دسویں تاریخ کو بہت سارے تاریخی واقعات رونما ہوئے ہیں اور اسی ماہ کی دسویں تاریخ کو ہمارے نبی ورسول سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے لاڈلے نواسے، ان کے شہزادگان وخاندان کے نونہالان اور رفقانے اسلام کی بقا کی خاطر اپنے آپ کو قربان کر دیا، حضرت امام حسین اوران کے ساتھیوں نے دین کی خاطر کیسی بڑی قربانیاں پیش کیں، کیسے کیسے ظلم سہے، انھیں بیان نہیں کیا جاسکتا، سن کر ہی کلیجہ خون ہوجاتا ہے۔

تو کیا ایسے مقدس مہینے اوراس ماہ کی یکم تاریخ سے عشرہ تک ہمارے مسلم عوام جو میلہ، تماشہ اور خرافات و خرابات پھیلاتے ہیں کیا وہ اسلامی اور حسینی طریقہ ہے؟ اوران خرافات سے ہم امام حسین رضی اللہ عنہ کو خوش کر سکتے ہیں؟ ہر گز نہیں، یہ سارے غیر شرعی طور طریقے ہیں اوران سے اسلام اور مسلمان دونوں بدنام ہوتے ہیں۔

لہٰذا سنی بھائیو اور بہنو! روافض کے طور طریقے سے پرہیز کرو، فرضی کربلاؤں اور امام باڑوں کی آرائش اور وہاں میلے ٹھیلے لگانے سے بچو اور دور رہو، عورتیں پردہ کریں، علم، تعزیہ ضریح اور تخت وغیرہ کے جلوس کو نہ دیکھیں اور نہ ہی چھتوں پر کھڑی ہوں، گھروں میں رہیں، نوافل پڑھیں، قرآن خوانی کریں، نویں دسویں کو ہرگز باہر نہ نکلیں، مرد بھی جاہلانہ رسوم اور بدعات وحرام کاموں سے پرہیز کریں، سبیل لگائیں، نذرو نیاز کریں، لنگر تقسیم کریں، مگر روٹیوں کو پھینکیں نہیں، نیاز اور لنگر کی بے حرمتی نہ کریں۔

اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم کے ماننے والو!

اعلیٰ حضرت نے اپنی کتاب ''رسالہ تعزیہ داری'' میں مروجہ تعزیہ داری، ماتم، جلوس علم وتخت اور عورت مرد کے اختلاط کو ناجائز وحرام بتایا ہے، البتہ امام حسین عالی مقام اور کربلا والوں کے لئے ایصال ثواب، نذرو نیاز، لنگر اوران کے صحیح روایات کے ساتھ ذکر سننے اور کربلا شریف کے صحیح نقشہ کو رکھنے اور دیکھنے (گھمانے کو نہیں) کو جائز وثواب بتایا ہے، لہٰذا مسلک کو بدنام نہ کرو اور اپنے روحانی پیشواؤں اور پیروں کے فرمان پر عمل کرو، جن کو کوئی مسئلہ اس سلسلہ میں معلوم کرنا ہو وہ ''مرکزی دارالافتا'' محلہ سوداگران میں رابطہ کریں۔

'' عوام اہل سنت کیلئے یہ اعلان حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز نے برسوں قبل جاری فرمایا تھا، حال کے تناظر میں بھی اس کی اہمیت وافادیت برقرار ہے، لہٰذا راقم الحروف اسے ''قند مکرر'' کے تحت نذر قارئین کر رہا ہے، اس امید کے ساتھ کہ عوام اہل سنت اس اعلان پر عمل پیرا ہو کر اپنی دنیا وآخرت سنواریں گے اور دارین کے نقصان وخسران سے بچیں گے۔ ☚ نشتر فاروقی ''

قند مکرر

بھارت بھی مسلم دشمنی میں اسرائیل کے نقشِ قدم پر چل پڑا

(از: محمد فرقان فیضی
چیئرمین امام احمد رضا لائبریری، برہم پوری، سرلاہی نیپال

وہ ہندوستان جو پوری دنیا میں اپنی جمہوریت کا اعلان بڑے فخر وانبساط کے ساتھ کرتا آرہا ہے جس نے ہمیشہ آپسی بھائی چارہ کا مالا جپا ہے جس نے ہر عہد میں امن اور محبت کے نعرے بلند کیے ہیں جی ہاں اسی ہندوستان میں چند سالوں سے مسلم دشمنی کا سلسلہ بڑے ہی زور وشور پر ہے، چاہے وہ بابری مسجد کے شہید ہونے سے حجاب پر پابندی لگائے جانے تک یا تین طلاق سے اب شانِ رسالت میں گستاخیوں تک کا مسئلہ ہی کیوں نا ہو۔

بھارت نے ان تمام مسائل میں یک طرفہ فیصلہ لیا ہے جس کے سبب بھارت کو عالمی سطح پر کافی شرمندگی کا سامنا بھی کرنا پڑا ہے اور ابھی حال میں ہی توہین ناموسِ رسالت جس کے خلاف بھارت سے باہر جہاں بائیکاٹ انڈیا مہم زوروں پر ہے اور پوری دنیا سے ردعمل آرہا ہے وہیں بھارتی مسلم بھی ہر شہر ہر علاقے سے احتجاج کیلئے سڑکوں پر اتر آئے ہیں۔

بجائے ان کے مطالبات اور آواز کو سننے کے مسلمانوں کو ظلم وتشدد کا نشانہ بنایا جارہا ہے حد تو یہ ہے کہ مسلمانوں پر پرساسن کی جانب سے گولی چلائی جارہی ہے، احتجاج کرنے والے لوگوں کو آتنک وادی اور فسادی بتا کر ان کے گھروں کو مسمار کیا جارہا وہیں مسلم نوجوانوں کو بغیر کسی جرم کے جیل میں قید کر کے ان کے ساتھ بہیمانہ سلوک کیا جارہا ہے اور ناموسِ رسالت ﷺ پر حملہ کرنے والے گستاخوں کو پولیس پروڈکشن دے کر ان کے جان کی حفاظت کی جارہی ہے۔

آخر ان تمام ترغیر ذمہ داران حرکتوں کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے؟ کون ہے؟ جس نے جمہوریت کے دامن کو تارتار اور امن وشانتی کے گہوارہ کو ظلم وتشدد کا مرکز بنا کر رکھا ہوا ہے، کہیں نا کہیں انتہا پسند لوگوں کے ساتھ ساتھ موجودہ حکومت ہند بھی برابر کی حصہ دار ہے۔

بھارت کا جائزہ لیں تو اس وقت لاقانونیت کا کافی بول بالا ہے ابھی ہی کانپور، رانچی وغیرہ میں احتجاج کے درمیان اپنے حق کیلئے آواز بلند کرنے والے مسلم نوجوانوں، بچوں پر پولیس پرساسن کی جانب سے گولی چلائی گئی تھی جس میں کئی لوگ زخمی ہوئے تھے اور کچھ لوگ شہید بھی ہو گئے اسی میں ایک غریب ماں کا اکلوتا بیٹا شہید مدثر بھی تھا جس نے حال میں ہی میٹرک کا امتحان دیا تھا ابھی رزلٹ بھی نہیں آیا تھا کہ تشدد پسند لوگوں نے اس ماں کے اکلوتے بیٹے کو گولی مار کر شہید کر دیا۔

مگر سلام ہو اس شہید کی ماں پر جس کے منھ سے نکلے ہوئے الفاظ تاریخ کے پنوں میں سونے کے پانی سے لکھے جانے کے قابل ہیں اس ماں نے حب رسول ﷺ کا ثبوت دیتے ہوئے ٹی وی چینلر والوں سے یہ کہہ دیا کہ مجھے کوئی غم نہیں کہ میرا اکلوتا بیٹا ان ظالم اور تشدد پسند درندوں کے ہاتھوں شہید ہو گیا بلکہ مجھے فخر ہے کہ میرا بیٹا اسلام پر ناموسِ رسالت کیلئے شہید ہو گیا جس طرح ہمیں اس دلیر ماں کی دلیری پہ فخر ہو رہا ہے اسی طرح موجودہ حکومت ہند کی بزدلی اور بے بسی پہ ترس بھی آرہا ہے کہ جس حکومت کو اپنے سمیدھان اپنے سسٹم کی حفاظت کرنی چاہیے وہ حکومت خود ہی سسٹم اور قانون کو بالائے طاق رکھ کر ایک خاص مذہب کے لوگوں کو ظلم وبربریت کا نشانہ بنا رہا ہے۔

ہم اپنے ملک نیپال کی جانب سے موجودہ حکومت ہند سے گستاخان رسول ﷺ کی گرفتاری اور سزا کی مانگ کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کوئی ایسا لائحۂ عمل تیار کیا جائے کہ جس کے تحت شانِ رسالت میں ادنیٰ گستاخی کرنے والے کو بھی ایسی سزا دی جائے کے وہ آئندہ آنے والی نسلوں کیلئے عبرت ہو۔

◆◆◆

کچھ مولوی بھی ہیں صلح کلیت کے نرغے میں

(از: مولانا محمد تحسین رضا قادری دیناجپوری
بانی رضا اسلامک مشن گنگا گھاٹ اناؤ

آج کل بہت سارے صلح کلی مولوی حضرات! دو چار سو

روپے کے لالچ میں اپنا دین و ایمان وعقیدہ کا سودہ کرتے ہوئے نظر آجاتے ہیں ، جب کہ انسان کا اصلی سرمایہ ایمان و عقیدہ ہوتا ہے بغیر اس کے کوئی عبادت وعمل کارخیر اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہی نہیں؟ لوگ ریا کاری مکاری جھوٹ دھوکہ بازی کو آج بہت ہلکا سمجھ لیا ہے، احسان فراموشی، چاپ لوسی، عیاری کومحبوب سمجھ کر انجام دینے میں فخر محسوس کیا جارہا ہے۔

آج کے دور پرفتن میں لوگ دین وشریعت کا کھلے عام مذاق اڑا رہا ہے، کہیں جھوٹ بول کر، وعدہ خلافی کر کے، احسان فراموشی کر کے، وہابیوں، دیوبندیوں غیر مقلدوں، اہل حدیثوں سے مل کر ایسے گستاخ انبیا واولیا کی دعوتوں میں شریک ہوکر ان کی مجلسوں کی زینت بنتے ہیں، العیاذ باللہ!

کچھ لوگ اپنی شہرت کی حصول کے لئے اپنے بڑوں کو نیچا دکھانے کوشش میں لگے رہتے ہیں، ایسے جاہلوں کو یہ بھی امتیاز نہیں کہ عزت و ذلت کا ملک صرف اور صرف اللہ رب العزت کی ذات مقدس ہے، آج ہمارا ایمان اتنا کمزور ہو گیا ہے کہ فرید و فروخت، لین دین میں بے جھجھک جھوٹ اور مکاری کا سہارا لیتے ہیں اور فخر محسوس کرتے ہیں؟

جب اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ خرید و فروخت میں جھوٹ بول کر مال حاصل کرنا ناجائز وحرام ہے، جو صحیح معنوں میں سنی اور مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیروکار ہوگا وہ کبھی بھی کھلے دل سے گستاخان انبیا واولیا صحابہ سے مل نہیں سکتا ہے، یہ عقیدہ اور ایمان جیسی انمول نعمت کا تقاضہ کے خلاف ہے، سرکار دوعالم ﷺ نے وہابیوں دیوبندیوں بدمذہبوں سے دور اور سلام وکلام اور شادی بیاہ سے بچنے سے متعلق حدیث پاک میں صاف صاف فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدمذہب اگر بیمار پڑیں تو ان کی عیادت مت کرو، اگر مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو، ان سے ملاقات ہو تو انہیں سلام نہ کرو، ان کے پاس نہ بیٹھو، ان کے ساتھ پانی نہ پیو، ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو، ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو، نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔'' اس حدیث کو ابوداؤد، ابن ماجہ اور عقیل ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ و اما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظٰلمین۔

اللہ پاک اہل سنت وجماعت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے ماننے والے مسلمانوں کو گستاخان انبیا اولیا صحابہ تابعین بزرگان اہل سنت سے ہمیشہ ہمیش محفوظ و مامون فرمائے، آمین۔

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
مومن فقط احکام الٰہی کا ہے پابند

از: مولانا شہزاد حسین مرکزی
خادم التدریس الجامعۃ النظامیہ فیض العلوم ملک پور کٹیہار بہار

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے بے شمار مخلوقات کو پیدا فرمایا ان میں سے ہر ایک کو ہر ایک سے مختلف، جسم وجسمانیت میں بھی اور طاقت وقوت میں بھی، ہر ایک کی طرز زندگی بھی مختلف تو طرز بندگی بھی، تاہم ان اختلافات میں ایک چیز ضرور سب میں مشترک ہے اور وہ ہے پابندِ تقدیر یعنی پابندی طریق و اندازہ۔

مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جس کو جس تقدیر و طریق میں پیدا فرمایا ہے وہ اسی تقدیر طریق کا پابند ہے، مثلا پہاڑ کی تقدیر یہ ہے کہ وہ ایک ہی جگہ کھڑا رہے درخت کی تقدیر یہ ہے کہ وہ ایک ہی جگہ جما رہے یہ دونوں چاہ کر بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں جاسکتے۔

ہوا کا طریق یہ ہے کہ وہ بہتی رہے ندی کا طریق یہ ہے کہ وہ چلتی رہے ہرن وغیرہ کی تقدیر یہ ہے کہ وہ شیر وغیرہ کا لقمہ بنتا رہے، انھیں میں سے ایک مخلوق مومن بھی ہے لیکن وہ پابندِ تقدیر وطریق نہیں بلکہ اس سے آزاد ہے نہ ایسا کہ وہ ہمیشہ چلتا ہی رہے۔

بلکہ جب خطرہ محسوس ہو تو غار ثور میں قیام کرلے اور نہ ایسا کہ جہاں پیدا ہوا وہیں پوری زندگی گزار دے بقیہ ص ۲۴ پر

کی محمد سے وفا تونے، تو ہم تیرے ہیں

(از: مولانا سلمان رضا فریدی، مسقط، عمان

کی محمد سے وفا تونے، تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

اے مسلمان! اگر شاہِ اُمم تیرے ہیں
"یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں"

تیری فطرت میں ہیں گر حُبِ نبی کے جوہر
پھر تو ہر ایک بلندی پہ قدم تیرے ہیں

سَرورِ دیں سے وفا، شوکت و اعزاز کی روح
اُن کے فرمان پہ چل! جاہ وحَشَم تیرے ہیں

ہے زمانے میں سدا، عشقِ نبی ہی غالب
اُن کا بَن جا! تو قیادت کے عَلَم تیرے ہیں

نام پر اُن کے لُٹا، پہلے مَتاعِ ہستی
پھر ذرا دیکھ! کہ کیا ناز و نِعَم تیرے ہیں

حِفظِ ناموسِ رسالت میں اگر موت آئے
حوض کوثر ترا، باغاتِ اِرَم تیرے ہیں

ان کی سُنَّت کو جو سرمایۂ ہستی کر لے
تخت و تاج و ظفر و دام و درم تیرے ہیں

دل کے پیمانے میں بھر! یادِ نبی کے آنسو
سب بدل جائیں گے خوشیوں سے، جو غم تیرے ہیں

تجھ سے راضی ہیں جو اللہ رسول اے مومن
پھر تو دارین کی عزت کے حرم تیرے ہیں

قولِ رب لکھ گئے کیا خوب، فریدی! اقبال
"کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں"

جو فاطمہ کا لال ہے وہی مرا حسین ہے

(از: مولانا جسیم حسین مرکزی

نبی کا نور عین ہے جو مرتضیٰ کا چین ہے
جو فاطمہ کا لال ہے وہی مرا حسین ہے

جو ہم شبیہ مصطفیٰ جو ہے عطائے کبریا
جو صاحب کمال ہے وہی مرا حسین ہے

بچانے دین مصطفیٰ چلا ہے سوئے کربلا
ہے جس میں زورِ حیدری ہے جس میں خونِ مصطفیٰ
نہ خوف ہے یزید کا نہ ڈر کسی کے تیغ کا
نہ چہرے پَر ملال ہے وہی مرا حسین ہے

نشان تک نہیں رہا زمانے میں یزید کا
ذلیل و خوار ہو گیا ہے قافلہ پلید کا
یہ جس کی ضربِ تیغ ہے علی کی ذوالفقار ہے
جو سیف ذوالجلال ہے وہی مرا حسین ہے

اُدھر یزید میمنہ اِدھر یزید میسرہ
سبھی پہ آل مصطفیٰ کا چل رہا ہے دبدبہ
کہ جس کے پاؤں کی دھمک سے کانپتا ہے حُرملہ
جو شمر پر وبال ہے وہی مرا حسین ہے

حسین تو سعید ہے رشید ہے شہید ہے
یزید تو خبیث ہے ذلیل ہے پلید ہے
جو دشمنوں پہ مار ہے جو دین پر نثار ہے
جو قاطعِ ضلال ہے وہی مرا حسین ہے

فرات بند کر دیا یزیدیوں نے بے خطر
ادھر دمِ اَخیر اب مچل رہا ہے حلق پر
مگر زباں پہ حرفِ اف نہیں جو لایا ہے بشر
وہ صبر کی مثال ہے وہی مرا حسین ہے

ہے جس کا جسم تیر سے چھدا ہوا کٹا ہوا
مگر زبانِ پاک میں بس اک صدا ہے لاالہ
جو تحت سیفِ دشمناں ہے سجدے میں جھکا ہوا
جو زخم سے نڈھال ہے وہی مرا حسین ہے

جو فاطمہ کا گل رُخا جو ہے علی کا لاڈلا
جسے خدا نے شانۂ حضور پر بٹھا دیا
کہ جس کے واسطے جناں سے پاک جوڑا آ گیا
وہ مصطفیٰ کی آل ہے وہی مرا حسین ہے

جوصبر کی ہے ابتدا جوصبر کی ہے انتہا
جسیم اس کا سانحہ لکھوں میں کس طرح بھلا
قلم نے خود بھی رو دیا لکھا جو" شاہِ کربلا"
جوصبر لازوال ہے وہی مرا حسین ہے

اے حسین ابنِ علی بہر خدا امداد کن

(از: مولانا محمد اشرف رضا، سہ ماہی امین شریعت بریلی شریف

اے حسین ابنِ علی بہر خدا امداد کن
از پئے حضرت محمد مصطفیٰ امداد کن

پارۂ قلبِ علی مشکل کُشا امداد کن
''گُل رُخا، شہزادۂ گلگوں قبا امداد کن''

مہر جلوہ، حاملِ صدق وصفا امداد کن
مہ لقا و پیکرِ صبر ورضا امداد کن

نازشِ بزم امامت، اے امام عالی مقام
اے شہیدِ نازِ خاکِ کربلا امداد کن

آپ کے نانا کی امت کے سروں پر دیکھیے
چھائی ہے رنج ومصیبت کی گھٹا امداد کن

توڑ رکھّی ہے کمر سنگِ حوادث نے مری
ناصرِ دیں، دافعِ کرب و بلا امداد کن

موجِ دریائے سخاوت، پیکرِ جود وعطا
چند قطرے جامِ رحمت سے پلا امداد کن

لختِ قلبِ فاطمہ ونورِ عینِ مرتضیٰ
تیرا اشرف ہے مصائب میں گھرا امداد کن

اپنے نانا جان کے صدقے میں کر دیں ختم اب
رنج وآلامِ دلِ اشرف رضا امداد کن

ایصالِ ثواب کا ثبوت قرآن وسنت سے ہے

حضور محدث کبیر

مورخہ ۱۵/ ذیقعدہ ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۶/ جون ۲۰۲۲ء بروز جمعرات، لکھنورہ، تھانہ بسنت پور، ضلع سیوان (بہار) میں الحاج امام حسن رضوی صدیقی ابن امت حسین مرحومین کے پہلے سالانہ فاتحہ کے موقع پر منعقد ''مالک جنت کانفرنس'' میں شہزادۂ صدر الشریعہ، محدثِ کبیر علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری مدظلہ العالی نائب قاضی القضاۃ فی الہند نے ایصالِ ثواب کی شرعی حیثیت کے اثبات میں دلائل وبراہین سے بھر پور خطاب میں فرمایا کہ اگر زندوں کے اعمال صالحہ کا ثواب مرحومین کو نہ پہنچتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرتِ سعد کو اپنی مرحومہ ماں کے لیے کنواں کھودنے کا حکم ہرگز نہیں دیتے اور یہ نہ فرماتے کہ ''ھٰذہٖ البئرلام سعد'' اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کا یہ عقیدہ تھا کہ زندوں کے عمل سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے، اسی طرح نماز جنازہ میں پڑھی جانے والی دعا سے آپ نے استدلال فرماتے ہو۔

نام نہاد فرقۂ اہل حدیث یعنی غیر مقلدین کا رد بلیغ فرمایا، احادیث اور دینی مثالوں کے ذریعہ آپ نے ثابت فرمایا کہ ایصالِ ثواب کرنا جائز اور شرعاً بہتر عمل ہے، اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ مولانا انیس عالم سیوانی صاحب کے والد ماجد مرحوم کو ثواب پہنچانے کی غرض سے جلسے کا انعقاد کوئی نئی چیز اور بدعت نہیں بلکہ امر مندوب اور شریعت میں مشروع ہے جو اسے بدعت کہے وہ خود بدعتی اور دین وشریعت پر جرأت کرنے والا ہے۔

سر پرست اجلاس حضرت علامہ وصی احمد وسیم صدیقی گوپال گنج اور جانشین محدثِ کبیر علامہ ابو یوسف محمد ازہری نے بھی خطاب فرمایا، علامہ ابو یوسف ازہری نے کہا کہ ثواب پہنچنے اور نہ پہنچنے کا مدار اس بات پر ہے کہ ثواب پہونچانے والا اور جس کو ایصالِ ثواب کیا جارہا ہے دونوں مسلمان ہوں، وہابی دیوبندی چونکہ اپنے عقائد کفریہ کے باعث کافر ومرتد اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں اس لیے ان کو ثواب نہیں پہنچتا۔

اس اعتبار سے اہل سنت اور وہابیوں دونوں کا موقف اپنی اپنی جگہ درست ہے، وہابی کہتے ہیں نہیں پہنچتا تو بلاشبہ ان کو ثواب نہیں پہنچتا کیونکہ وہ کافر ہیں، سنی کہتے ہیں پہنچتا ہے، یقیناً پہنچتا ہے اس لیے کہ یہاں پہنچانے والا اور جس کو پہنچایا جارہا

منظومات

ہے دونوں مسلمان ہیں، مسئلہ واضح ہو گیا کہ اہل سنت کے لیے ایصال ثواب جائز و درست اور وہابیوں، غیر مقلدوں کے لیے ناجائز و غیر مشروع۔

بانئ اجلاس مولانا انیس عالم سیوانی نے کہا کہ حضور محدث کبیر کی تشریف آوری پورے علاقہ سیوان کے لیے باعث مسرت و فرحت ہے اور ذاتی طور پر مجھ حقیر کے لیے، میرے بھائیوں، عزیزوں، اہل خاندان اور گاؤں والوں کے لیے خصوصی سعادت کی بات ہے، آپ نے کہا کہ مجھے امید قوی ہے کہ اللہ ربّ العزت میرے والد مرحوم اور خاندان کے دیگر مرحومین کی مغفرت فرمادے گا، حضور محدث کبیر اس سے پہلے کئی دفعہ میری دعوت پر یہاں تشریف لائے، ایک بار میرے نکاح کے موقع پر تشریف لائے اور نکاح آپ نے ہی پڑھایا لیکن آج میرے والد مرحوم کے پہلے سالانہ فاتحہ کے اجلاس میں شرکت فرمانا میرے لیے عظیم سعادت اور میرے والد مرحوم کی مغفرت کی بشارت ہے، اللہ عزوجل حضرت کا سایہ دراز فرمائے، آمین۔

پروگرام کی صدارت مشہور و معروف عالم حدیث علامہ کوثر امام قادری، اور نظامت مولانا ناظم علی جلالپوری و قاری اعجاز احمد قادری نے کی، مولانا قاری تحسین رضا مرکزی نے قرأت سبعہ میں تلاوت قرآن عظیم کیا جسے لوگوں نے بہت پسند کیا، قاری شمشاد احمد برکاتی نے گلہائے عقیدت پیش کیے، قرب و جوار سے بڑی تعداد میں لوگوں نے جلسے میں شرکت کی اور محدث کبیر کی زیارت اور مصافحہ کی برکات سے سرفراز ہوئے۔

پروگرام میں خصوصیت کے ساتھ حضرت علامہ فیضان احمد رضوی جلالپور، حضرت قاری محمد کلیم صاحب گھوسوی، حضرت مولانا محمد وسیم اکرم رضوی سیوان، حضرت مولانا غلام غوث خواص پور، حضرت مولانا عبد المنان صاحب رضوی، حضرت مولانا عالمگیر صاحب بازید پوری، حضرت مولانا عرفان رضا صاحب مشرکھ چھپرہ، حضرت حافظ عبد السلام رشیدی، حضرت مولانا مہتاب عالم مرکزی، حضرت قاری توقیر رضا صاحب، حضرت مولانا مظہر صاحب، حضرت مولانا توصیف صاحب، حضرت قاری قیصر رضا صاحب، مولانا بیت اللہ صاحب وغیرہ شریک ہوئے۔

واضح رہے کہ والد مرحوم کا گزشتہ ۲۱ر رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ مطابق ۴رمئی ۲۰۲۱ء بروز منگل صبح کے تقریباً نو بجے اچانک انتقال پر ملال ہو گیا تھا، انا للہ وانا الیہ راجعون، مولانا عبد المنان صاحب نے صلوٰۃ و سلام کا نذرانہ پیش کیا، محدث کبیر کی دعا پر پر گرام ختم ہوا، حاضرین کے عشائیہ اور تبرک کا انتظام محمد یاسین اور توقیر عالم کی طرف سے کیا گیا۔

اخلاق الرحمن صدیقی، حشر عالم صدیقی، ذوالفقار احمد، شوکت علی، فیروز عالم کھیا، حسنین، نوراعظم، محمد اسلم، محمد شکیب، عامر ذوالفقار وغیرہ نے پروگرام کو کامیاب بنانے اور مہمانوں کے استقبال میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

رپورٹ: انیس عالم سیوانی، محمد یاسین، توقیر عالم، غلام ربانی
ابنائے مرحوم و مغفور الحاج امام حسن رضوی صدیقی
لکھنورہ، ضلع سیوان، بہار

خانوادۂ اعلیٰ حضرت نے دین کی پاسبانی کا فریضہ انجام دیا

عرس تاج الشریعہ میں علما و مشائخ کا اظہار خیال

مالیگاؤں: قرآن کریم میں والدین کی تکریم و حسن سلوک پر کئی مقامات پر حکم دیا گیا ہے، عرسِ تاج الشریعہ کا یہی پیغام ہے کہ والدین سے حسنِ سلوک کیجئے، والدین کی عزت کیجئے، اُن کی قدر کیجئے، اپنے ضعیف والدین کے ہاتھوں کو بوسہ دیجئے، تاج الشریعہ کی زندگی ہمارے لیے نمونۂ عمل اور مشعلِ راہ ہے، میری نصیحت یہی ہے کہ مسلکِ اعلیٰ حضرت پر قائم رہیں، اولاد کو یہی وصیت کریں کہ مسلکِ اعلیٰ حضرت کے مطابق زندگی گزاریں، گستاخِ رسول سے کوئی تعلق نہ رکھیں، یہی پیغام تاج الشریعہ اور پیغامِ بلگرام و مارہرہ ہے۔

اِس طرح کا پیغام 5رجون 2022ء اتوار کی شب سنی جامع مسجد قادریہ میں منعقدہ عرسِ تاج الشریعہ میں شہزادۂ حضور بادشاہ میاں آلِ رسول شیخ طریقت حضرت سید انس میاں واسطی بلگرامی نے دیا، آپ نے عقائد کے ساتھ ہی عمل کی اصلاح پر زور

دیا، ازیں قبل علامہ وقار احمد عزیزی نے اپنے تحقیقی خطاب میں ہند میں فتنۂ ارتداد اور اُس کے انسداد میں تاج الشریعہ کے جدِ امجد اعلیٰ حضرت کی خدمات اور جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کے کارنامے اُجاگر کیے، فرمایا: اعلیٰ حضرت کے خلفا نے شدھی تحریک کے سدِ باب میں خانقاہوں سے نکل کر رسمِ شبیری ادا کی، لاکھوں مرتد ہو چکے افراد کو دوبارہ داخل اسلام کیا، اعلیٰ حضرت نے تحریر وتصنیف کے ذریعہ اسلام پر ہونے والے حملوں کا سدِ باب کیا، خانوادۂ اعلیٰ حضرت نے دین کی پاسبانی کا فریضہ انجام دیا، آپ نے تاریخِ ہند میں بریلی کی تاباں خدمات اور دین کے لیے تحفظ واستحکام کی کوششوں کو مدلل انداز میں بیان کیا، عرسِ تاج الشریعہ کی اِس بزم میں خادمِ خانقاہِ بلگرام مولانا غلام غوث خان اویسی نے فرمایا کہ: تاج الشریعہ کی مقبولیت عطائے غوث اعظم ہے، اہلِ حق کے چہرے روشن ہوتے ہیں، تاج الشریعہ کا روشن چہرہ دیکھ کر دلوں میں ایمان پختہ ہوجاتا تھا، تمہیدی خطاب میں مولانا احمد رضا ازہری نے کہا کہ: تقویٰ اور تفقہ کے اعتبار سے تاج الشریعہ کی حیات مثالی ہے۔

اس موقع پر مفتی نعیم رضا مصباحی نے منقبت تاج الشریعہ پیش کی، غلام مصطفیٰ رضوی نے نظامت کے فرائض انجام دیے اور حضور تاج الشریعہ کی نسبت سے نوری مشن سے انجام پذیر طبی، فلاحی، اشاعتی اور علمی کاموں کی رپورٹ پیش کی۔ کہا کہ: حضور تاج الشریعہ کے نام سے امدادی طرز پر دو کلینک ہم نے قائم کیے جہاں سے بکثرت مریض شفایاب ہو رہے ہیں۔

تقریبِ عرس کا آغاز حافظ مقصود اشرفی کی تلاوت سے ہوا، ہاشم رضا نے نعت خوانی کی، سلام ودعا پر بزم کا اختتام ہوا، کتاب ''مصطفوی نظامِ معیشت'' از پروفیسر مسعود احمد کی تقسیم عمل میں آئی، سنی جمعیۃ العلماء کی سرپرستی اور نوری مشن و سَمَست میمن جماعت کے زیر اہتمام منعقدہ اِس بزمِ عرس میں خصوصی طور پر مذکورہ علما ومشائخ کے علاوہ مولانا مدثر حسین ازہری، مولانا ذوالفقار رضا، مولانا فیضان رضا، مولانا عبداللہ رضا، حافظ نوید رضا، حافظ احسان رضا، حافظ مبین رضا سمیت ائمہ کرام، دانشور، اسکالر اور تنظیموں کے نمائندگان نے شرکت کی، جب کہ سامعین کا اژدہام تھا، بزم آراستہ کرنے میں فرید رضوی، معین پٹھان رضوی، شہزاد برکاتی، یاسین رضا، شیخ آصف رضوی، سعد رضوی، جابر رضا وانتظامیہ سنی جامع مسجد قادریہ نے حصہ لیا۔

رپورٹ: اراکین نوری مشن مالیگاؤں

اہانت رسول کے خلاف سہسرام میں پرامن احتجاج

وزیر اعظم کو رہتاس ڈی ایم کی معرفت میمورنڈم

سہسرام 22 جون (پریس ریلیز) ملک کی گنگا جمنی تہذیب و ثقافت پہ ہونے والے پے در پے حملے اور مذہبی نفرت کا زہر گھول کر وطن میں امن عامہ درہم برہم کرنے والی وطن دشمن طاقتوں کے خلاف دارالعلوم خیریہ نظامیہ کی جانب سے گزشتہ دنوں ایک پرامن احتجاج کیا گیا اور دستخطی مہم کے تحت نوپور شرما، نوین جندل اور ٹی وی چینل اینکر نویکا کمار کی جانب سے رسول اکرم ﷺ کی شان اقدس میں کی جانے والی گستاخی اور بدتمیزی کے خلاف اپنے سخت ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے انہیں قرار واقعی سزا دینے کا مطالبہ اربابِ حکومت ہند کے سامنے رکھا گیا، ایک دن مسلمانوں نے رضا کارانہ طور پہ اپنے تمام چھوٹے بڑے کاروبار پورے طور پر بند رکھ کر ان دریدہ دہنوں اور گستاخوں کے خلاف اپنے سخت لیکن پرامن ردعمل کا اظہار کیا بعد میں مسلمانوں کے ایک نمائندہ وفد جس میں بطور خاص یہ حضرات شامل رہے: الحاج ہارون عزیزی، الحاج قسیم الدین، عبدالباری قریشی، نشاط اختر نظامی، سید ارشد حسین حاجی انیس المختار، شہزاد خان، حافظ شبیر نے ضلع کلکٹر سے ملاقات کی اور وزیر اعظم، صدر جمہوریہ ہند اور وزیر داخلہ کے نام ایک میمورنڈم ہزاروں مسلمانوں کے دستخط کے ساتھ پیش کیا۔

میمورنڈم میں یہاں کی گنگا جمنی تہذیب وثقافت کا حوالہ دیتے ہوئے کہا گیا کہ یہی وہ بنیاد ہے جس پہ ہمارا پیارا وطن پوری دنیا میں ایک علیحدہ شناخت و پہچان رکھتا ہے اور اسے آئیڈیل کی حیثیت بھی حاصل ہے یہاں بھانت بھانت کی بولیاں بولنے والے

خبر و نظر

اور مختلف تہذیب وثقافت اختیار کرنے والے اور الگ الگ دین ومذہب کے پیروکار ایک ہی سر میں سر ملا کر گاتے ہیں۔

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا

امن وآشتی، آپسی پیار ومحبت کے سائبان میں یہاں کے باشندے ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوکر رواداری کا سبق پڑھتے پڑھاتے ہیں، لیکن اس طرف کچھ دنوں سے وطن دشمن طاقتیں مذہبی نفرت کا زہر گھول کر امن عامہ درہم برہم کرنے پہ تلی ہوئی ہیں جو یقیناً ملک کی سلامتی اور یہاں کے امن عامہ کے لیے ایک بڑا خطرہ بن کر منڈلا رہا ہے، ہم مسلمان ہیں، پیار ومحبت ہمارا شیوہ ہے، نفرت کی زبان استعمال کرنے کا حکم ہمیں نہیں دیا گیا، ہمیں اپنے پیارے وطن سے محبت ہے ہم یہاں ترقی اور خوشحالی کی فضا بحال دیکھنا چاہتے ہیں، آپسی پیار ومحبت جو ہمارے وطن کی پہچان ہے اسی کی خوبصورت فضاؤں میں ہم سانس لینا پسند کرتے ہیں۔

وطن دشمن عناصر نے اب ہماری سب سے عظیم متاع اور سب سے قیمتی سرمایہ جان ایمان محمد عربی ﷺ کی ذات اقدس پہ گھٹیا اور رکیک حملے شروع کر دیئے ہیں جو مسلمانوں کے لئے ہر گز ہر گز ناقابل برداشت ہے، بی جے پی کی سابق ترجمان نوپور شرما، نوین جندل نے ایک ٹی وی چینل کے ڈیبیٹ پروگرام میں حضور اکرم محمد عربی ﷺ کی شان میں جو گستاخانہ جملے استعمال کیے ہیں کسی بھی مہذب سماج میں انہیں قبول نہیں کیا جا سکتا، دونوں کے خلاف پارٹی نے ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے ایک کو پارٹی سے برطرف کر دیا جبکہ دوسرے کو چھ سالوں کے لئے معطل کر دیا، لیکن جناب عالی یہ جرم کوئی معمولی جرائم کی فہرست میں نہیں ہے یہ بہت اہم اور سنگین جرم ہے لہٰذا ملک کے ایک بہت ذمہ دار منصب پہ فائز ہونے کے ناطے جناب عالی سے درخواست ہے کہ ان کے ناقابل معافی جرم کی قرار واقعی سزا دینے کا حکم صادر کر کے مسلمانوں کو اعتماد میں لینے کی پہل کی جائے اور دستور ہند میں کسی بھی مذہبی رہنما کے خلاف اہانت آمیز کلمات کہنے کی جو سزا مقرر ہے اسے مؤثر اور مزید سخت سے سخت تر بنانے کی ضرورت ہے تاکہ یہاں کی گنگا جمنی تہذیب کی حفاظت، امن عامہ کی سلامتی اور ملک کی تعمیر وترقی کی فضا بحال رہ سکے۔

میمورنڈم میں اس امر کا اظہار بھی کیا گیا کہ یہ بات فراموش نہ کی جائے کہ مسلمان اس ملک کی پہچان ہے اور یہاں کی سب سے بڑی اقلیت بھی ہے، دستور ہند نے ہمیں جو مذہبی، سیاسی اور عائلی حقوق کی آزادی دی ہے انہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، ہم ملک کے وفادار شہری ہونے کے ناطے ارباب حکومت ہند بالخصوص عزت مآب وزیر اعظم ہند سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنی خاموشی ترک کریں اور ملک کی عظمت رفتہ بحال کرنے کے لیے موثر اور مضبوط قدم اٹھائیں، سب کا ساتھ، سب کا وکاس اور سب کا وشواس کا خوبصورت اور دلفریب نعرہ اب نفرتوں کی منھ زور آندھیوں کے سامنے دم توڑتا نظر آ رہا ہے، ہمارا پیارا وطن نفرتوں کی آگ میں جھلس رہا ہے، مذہبی جنون کے شکار نوجوان اب ہمارے پیارے وطن کا مستقل بنتے چلے جا رہے ہیں، جنہیں لگام دینا ارباب حکومت کی منصبی واخلاقی ذمہ داری ہے، ضلع کلکٹر نے مسلمانوں کے وفد کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ میں آپ حضرات کے جذبات سربراہان مملکت تک پہنچا دوں گا۔

◆◆◆

सुन्नी दुनिया में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोट:-

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।
2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।
3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2020-2022

AUGUST-2022
PAGES 60 WITH COVER

PER COPY : ₹25.00
PER YEAR : 300.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan

صفر المظفر ۱۴۴۴ھ ستمبر ۲۰۲۲ء
SEPTEMBER-2022 Rs. 25/-

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنّی دنیا بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

- غلطیوں پر سرزنش کا انداز
- امام احمد رضا اور مسائل جدیدہ
- اعلیٰ حضرت اور رد بدعات و خرامات
- آہ! حضرت شاہ فرہاد عالم لطیفی ابوالعلائی
- امام احمد رضا اور ان کے اجتہادی جلوے
- علوم عقلیہ میں امام احمد رضا کا مقام و مرتبہ
- مسلک اعلیٰ حضرت سے انحراف! ایک لمحۂ فکریہ
- گستاخ اور گستاخی! احادیث بخاری کی روشنی میں
- استاذ القرا والحفاظ حضرت قاری فضل الرحمٰن نوری! حیات.....
- حضور مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری
- نور ملت حضرت علامہ ابوالوفا نور محمد بھوروی صدیقی

عالمِ اسلام کو
عُرسِ رَضوی
مبارک ہو



مُدیر
مُفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

بیادگار امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی
وارث علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتی اعظم نور دیدۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خان قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خان قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

شمارہ نمبر ۹
Issue No. 9
Vol. 7 جلد نمبر ۷

صفر المظفر ۱۴۴۴ھ
ستمبر ۲۰۲۲ء

تزئین کار

عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک)
آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

محمد تمہید خان عرشی
فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے
سالانہ ۳۰۰ روپے سادہ ڈاک سے
سالانہ ۵۵۰ روپے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے
امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ
کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ
قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 9259089193 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ہدایت
اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

Contact Address
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

Email:
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

رابطہ کا پتہ
ماہنامہ سنی دنیا
۸۲/ سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس، بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲/ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مشمولات

مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

اداریہ

امام احمد رضا اور ان کے اجتہادی جلوے

امام احمد رضا چودھویں صدی ہجری کے وہ فقید المثال مفتی، محدث اور مفسر ہیں جن کے زرنگار قلم کے نشانات سے جدید وقدیم علوم وفنون کا کوئی سا گوشہ اچھوتا نہیں رہا، جب دنیا کا کوئی بھی منصف مزاج دانشور آپ کی تصنیفات کا بنظر غائر مطالعہ کرتا ہے تو وہ اس حقیقت کا ادراک کئے بغیر نہیں رہ پاتا کہ امام احمد رضا یقیناً مجتہدانہ صلاحیتیوں کے مالک ہیں اور وہ کم ازکم ’’مجتہد فی المسائل‘‘ کے منصب پر ضرور فائز ہیں، ایک مجتہد کے لئے جو خوبیاں درکار ہیں وہ امام احمد رضا کے اندر بدرجۂ اتم موجود ہیں جن کا مشاہدہ کوئی بھی جوہر شناس ان کے فتاویٰ میں جا بجا کرسکتا ہے۔

چنانچہ عالم عرب کے مشہور عالم دین، سماحۃ الشیخ حضرت علامہ سید اسمٰعیل خلیل مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب امام اہل سنت کے فتاویٰ ملاحظہ فرمائے اور جب انھیں ان کی گہرائی و گیرائی کا اندازہ ہوا تو ان الفاظ میں آپ کی مجتہدانہ صلاحیتوں کا برملا اعتراف کیا:

"واللہ أقول والحق أقول إنہ لو راٰھا أبو حنیفۃ النعمان لأقرت عینہ وجعل مؤلفھا من جملۃ الأصحاب۔ یعنی خدا کی قسم! میں بالکل سچ کہتا ہوں کہ اگر یہ فتاویٰ امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھتے تو بلاشبہ اس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور وہ اس کے لکھنے والے کو اپنے اصحاب کے زمرے میں شامل فرمالیتے۔‘‘ (الاجازات المتینۃ لعلماء بمکۃ والمدینۃ، ص ۲۲)

یہ قول اپنے وقت کے ایک عظیم المرتبت، رفیع الدرجت، مرجع علما وفقہا، عالم ربانی کا ہے، جن کی رائے علمائے عرب وعجم میں بھی قول فیصل کا درجہ رکھتی ہے، ایسی بلند پایہ ذات اللہ کی قسم کھا کر اپنی مذکورہ رائے کا اظہار فرما رہی ہے، تو اس عظیم الشان ہستی کا یہ ارشاد ہی اس حقیقت پر دال ہے کہ اللہ رب العزت نے امام احمد رضا کو اجتہادی صلاحیتوں سے بھرپور نوازا تھا، علامہ سید اسماعیل خلیل مکی کے ارشاد گرامی سے درج ذیل حقائق واضح ہوتے ہیں:

(۱) امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام احمد رضا کے فتاویٰ ملاحظہ فرماتے تو ان کی آنکھیں ضرور ٹھنڈی ہوتیں، یعنی انھیں اس بات سے حد درجہ مسرت وشادمانی ہوتی کہ اجتہادی خوبیوں سے مالامال یہ شخص مستقبل میں امت مسلمہ کے لئے نہایت ہی سودمند ثابت ہونے والا ہے تو کیوں نہ اس باکمال شخص کو اپنے باکمال تلامذہ کے جھرمٹ میں شامل کر کے اس کی قرار واقعی حوصلہ افزائی کی جائے۔

(۲) امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام احمد رضا کو اپنے تلامذہ میں شامل فرمالیتے، ظاہر ہے کہ امام اعظم کے تلامذہ میں امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن شیبانی، امام حماد بن ابی حنیفہ، امام زفر بن ہذیل، امام عبد اللہ بن مبارک، امام وکیع بن جراح، امام داؤد بن نصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جیسے بلند پایہ مجتہدین دین متین شامل رہے ہیں، تو گویا حضرت امام اعظم کے نزدیک امام احمد رضا کا مقام ومرتبہ مذکورہ شخصیات کی طرح ہوتا، جنھوں نے اپنی مجتہدانہ صلاحیتوں کے ذریعہ امام اعظم کے مذہب و مسلک کی ترویج وتفہیم میں بنیادی کردار ادا کیا۔

اِنھیں خداداد صلاحیتوں کی جلوہ سامانیاں دیکھ کر برصغیر کے ممتاز مذہبی اسکالر مولانا کوثر نیازی امام احمد رضا قدس سرہٗ کو ’’امام ابو حنیفہ ثانی‘‘ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فقہ حنفی میں دو کتابیں مستند ترین ہیں، ان میں سے ایک فتاویٰ عالمگیریہ ہے جو دراصل چالیس علما کی مشترکہ خدمت ہے جنہوں نے فقہ حنفی کا ایک جامع مجموعہ ترتیب دیا، دوسرا

اداریہ

"فتاویٰ رضویہ" ہے جس کی انفرادیت یہ ہے کہ جو کام چالیس علما نے مل کر انجام دیا، وہ اس مردِ مجاہد نے تن تنہا کر کے دکھایا اور یہ مجموعہ "فتاویٰ رضویہ" فتاویٰ عالمگیریہ سے زیادہ جامع ہے اور میں نے آپ کو "امام ابوحنیفہ ثانی" کہا ہے تو وہ صرف محبت یا عقیدت میں نہیں بلکہ فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات کہہ رہا ہوں کہ آپ اس دور کے امام اعظم ابوحنیفہ ہیں۔" (امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت، ص ۳۱-۳۲)

امام احمد رضا کو بچپن سے زائد علوم وفنون میں مہارت تامہ حاصل تھی بلکہ بعض علوم وفنون کے تو آپ خود ہی موجد ہیں اور بعض کے اصول وضوابط کے واضع بھی! انھوں نے مسائل شرعیہ پر تحقیقات وتدقیقات کے ایسے دریا بہائے ہیں کہ جنھیں دیکھ کر چوٹی کے علما و محققین بھی انگشت بدنداں رہ گئے، ذیل میں ہم اپنے اس دعوے پر چند دلیلیں پیش کرتے ہیں:

کرنسی نوٹ کے مسائل

جب دنیا کے اکثر ممالک میں سکّوں کے بدلے کاغذ کے نوٹوں کا چلن عام ہوا تو لوگوں کے اندر اس کی شرعی حیثیت اور اس کے جواز وعدم جواز کو لے کر فکر لاحق ہوئی، چناں چہ ۱۳۲۳ھ میں امام احمد رضا سے کرنسی نوٹوں کے متعلق ۱۲ر سوالات کیے گیے، جن کے جواب میں آپ نے ایک نہایت ہی محققانہ اور مجتہدانہ رسالہ بنام "کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم" تحریر فرمایا اور دلائل وبراہین کے انبار لگا کر اس کے جواز کا فتویٰ صادر فرمایا، جس پر نہ صرف علماے ہندوسندھ بلکہ علماے مکہ اور مدینہ نے بھی آپ کے تبحر علمی کا لوہا تسلیم کیا، رسالے کے مباحث دیکھ کر کسی بھی اہل علم کو آپ کے "مجتہد" ہونے کا گمان ہوتا ہے، لیکن آپ اسے محض عطاے الٰہی قرار دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"وللّٰہ الحمد! بایں ہمہ حاشا نہ فقیر مجتہد ہے، نہ ائمہ مجتہدین کے ادنیٰ غلاموں کا پاسنگ، ان کی خاکِ نعل کے برابر بھی منہ نہیں رکھتا، نہ معاذ اللہ شرع الٰہی میں اپنی عقل قاصر کے بھروسے پر کچھ بڑھا سکتا، اس فتویٰ اور ان دونوں رسالوں میں جو کچھ ہے، جہد المقل ہے یعنی ایک بے نوا محتاج کی اپنی طاقت بھر کوشش، اگر حق ہے تو محض میرے مولیٰ پھر اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کرم ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ قدیم، جلد ۷ر ص ۲۲۹ر کاسر السفیۃ الواہم)

تیمم کے مسائل

تیمم کن چیزوں سے جائز اور کن سے ناجائز ہے، اس تعلق سے مروّجہ کتب فقہ میں جو تعداد مذکور ہے، امام احمد رضا صرف اس پر ہی بس نہیں کرتے بلکہ ان کی مزید تفصیلات پر تحقیقات کے دریا بہاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"یہ ۳۱۱ر چیزوں کا بیان ہے، ۱۸۱ر سے تیمم جائز! جن میں ۷۴ر منصوص اور ۱۰۷ر زیادات فقیر اور ۱۳۰ر سے ناجائز! جن میں ۵۸ر منصوص اور ۷۲ر زیادات فقیر! ایسا جامع بیان اس تحریر کے غیر میں نہ ملے گا بلکہ زیادات درکنار اتنے منصوصات کا استخراج بھی سہل نہ ہو سکے گا، وللّٰہ الحمد اولاً وآخراً وبہ التوفیق باطناً وظاہراً۔"

(فتاویٰ رضویہ قدیم، جلد ۱ر ص ۷۰۱)

تار سے ثبوتِ ہلال کا مسئلہ

تار سے ثبوتِ ہلال کے سلسلے میں دیابنہ کے ایک فتوے کا رد بلیغ "ازکی الاہلال فیما احدث الناس فی امر الہلال" کے نام سے تحریر فرمایا، اس میں مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

"اور یہ خیال کہ تار میں خبر تو شہادت کافیہ کی آئی، محض نادانی کہ ہم تک تو نامعتبر طریقے سے پہنچی، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ معتبر کس کی خبر، پھر جو حدیث نامعتبر راویوں کے ذریعہ سے آتی ہے کیوں پایۂ اعتبار سے ساقط ہو جاتی ہے، تنبیہ دوم تار کی حالت خط سے زیادہ ردی وسقیم کہ اس میں کاتب کا خط تو پہچانا جاتا ہے، طرز عبارت شناخت میں آتا ہے، واقف کار دیگر قرائن سے اعانت پاتا ہے، بایں ہمہ ہمارے علما نے تصریح فرمائی کہ امور شرعیہ میں ان خطوط ومراسلات کا کچھ اعتبار نہیں کہ خط خط کے مشابہ ہوتا ہے اور بن بھی سکتا ہے تو یقین شرعی نہیں ہو سکتا کہ یہ اسی شخص کا لکھا ہوا ہے۔" (فتاویٰ رضویہ قدیم، جلد ۴ر ص ۵۲۴)

بقیہ ص ۳۸ر پر

از: حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی*

غلطیوں پر سرزنش کا انداز

سیرت نبوی کی روشنی میں

انسانوں سے غلطی ہونا فطری بات ہے ''الانسان مرکب من الخطاء والنسیان'' انسان غلطیوں اور خطاؤں کا مرکب ہے، غلطی ہونا، بھول جانا یہ حقیقت ہے سب کے ساتھ یہ قدرتی امر لگا ہوا ہے، کسی کے ساتھ کم تو کسی کے ساتھ زیادہ، مذہب اسلام نے جس طرح ہر خرابی کی بھلائی کے طریقے بتائے ہیں، اسی طرح غلطی ہوجانے سے کیا کرنا ہے، کیا نہیں کرنا ہے اس کی تعلیم دی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک آدمی آیا، اس نے کہا: یارسول اللہ! میں ہلاک ہوگیا، فرمایا: کیا ہوا؟ اس نے کہا: میں نے روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے مباشرت کرلی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہیں ایک غلام دستیاب ہے، جسے تم آزاد کردو؟ اس نے عرض کیا: جی نہیں! فرمایا: کیا تم مسلسل دو ماہ کے روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا: جی نہیں! فرمایا: کیا تمہارے پاس اتنا ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکو؟ اس نے کہا: جی نہیں! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہیں تشریف فرما رہے، اسی اثنا میں نبی اکرم اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ٹوکرا پیش کیا گیا، جس میں کھجوریں تھیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سائل کہاں ہے؟ اس نے کہا: جی میں ہوں! فرمایا: یہ لے کر صدقہ کردو، وہ بولا: اللہ کے رسول! کیا اپنے سے زیادہ غریب آدمی پر صدقہ کروں؟ اللہ کی قسم! سنگریزوں والے دونوں قطعات کے درمیان (یعنی پورے مدینہ میں) مجھ سے غریب گھر موجود نہیں، نبی اکرم اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھل کر مسکرائے حتی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دندان مبارک نظر آنے لگے، پھر فرمایا: اپنے گھر والوں کو کھلا دینا۔ (صحیح بخاری)

امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حسان کے قلعہ کے بلند حصہ کے سائے میں بیٹھے تھے کہ ایک آدمی حاضر خدمت ہوا اور بولا: اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں تو جل گیا، فرمایا: کیا ہوا؟ اس نے کہا: میں نے روزے کی حالت میں بیوی سے مقاربت کی ہے، راوی کہتے ہیں: یہ رمضان کا واقعہ ہے، جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: بیٹھ جاؤ، وہ دوسرے لوگوں میں جا بیٹھا، تب ایک آدمی گدھے پر کھجوروں کی بوری لے کر حاضر ہوا اور اس نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ میری طرف سے صدقہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ کہاں ہے جو ابھی جل گیا تھا؟ اس نے کہا: میں حاضر ہوں یارسول اللہ! فرمایا یہ لے لو اور صدقہ کردو، اس نے کہا: صدقہ مجھ پر اور میرے لیے کرنے کے علاوہ اور کہاں جائے گا، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، میرے پاس اور میرے بیوی بچوں کے پاس کچھ بھی نہیں، فرمایا تب اسے لے لو، چنانچہ اس نے وہ کھجوریں لے لیں۔ (مسند احمد: ۶/۲۷۶)

غلطی کرنے والے سے مل کر تبادلہ خیال کرنا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میرے والد نے ایک معزز خاندان کی ایک خاتون سے میری شادی کردی، وہ اپنی بہو کی خیریت کا پتہ کرنے آتے اور اس سے اس کے خاوند کے بارے میں پوچھتے، وہ کہتی: وہ بہت اچھے آدمی ہیں، جب سے ہم ان کے پاس آئے ہیں وہ ہمارے بستر پر نہیں بیٹھے، نہ ہمارا کپڑا اٹھا کر دیکھا، جب کافی

* مضمون نگار مسجد ہاجرہ رضویہ، اسلام پور جمشید پور کے امام وخطیب ہیں۔

اسلامیات

عرصے تک یہی کیفیت رہی تو انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ بات ذکر کی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے میرے پاس لانا، اس کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا: تم روزے کس طرح رکھتے ہو؟ میں نے کہا: ہر روز! فرمایا: قرآن کتنی دنوں میں ختم کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا: ہر رات! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مہینے میں تین روزے رکھو اور ایک مہینے میں قرآن پڑھو، میں نے کہا: میں اس سے زیادہ (عمل کرنے کی) طاقت رکھتا ہوں، فرمایا: ہفتے میں تین روزے رکھو، میں نے عرض کیا: میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں، فرمایا: دو دن چھوڑ کر ایک دن روزے رکھو، میں نے عرض کیا: اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں، فرمایا: تو سب سے افضل روزہ رکھ لو، یعنی داؤد علیہ السلام کا روزہ! ایک دن روزہ رکھو، ایک دن چھوڑ و اور سات راتوں میں ایک قرآن ختم کرو، کاش! میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رخصت قبول کر لی ہوتی، اب میں بوڑھا اور کمزور ہو گیا ہوں۔ (اور اتنی عبادت آسانی سے نہیں کر سکتا)

راوی بیان کرتے ہیں کہ آپ دن کے وقت قرآن کا ساتواں حصہ کسی کو سنا لیتے تھے تاکہ رات کو پڑھنے میں آسانی ہو اور جب یہ چاہتے کہ (انہیں روزے رکھنے کی) طاقت حاصل ہو جائے تو کئی دن (مسلسل) روزہ چھوڑ دیتے، بعد میں گن کر پورے کر لیتے، کیونکہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ جو کام نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موجودگی میں کرتے رہے ہیں، اسے ترک کر دیں۔ (صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن)

مسند احمد کی روایت میں یہ واقعہ مزید وضاحت سے بیان ہوا ہے اور اس روایت میں مزید اور بھی کئی نکات ہیں، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میرے والد نے قریش کی ایک عورت سے میرا نکاح کر دیا، جب وہ رخصت ہو کر میرے گھر آئی تو میں اس کی طرف توجہ نہیں کرتا تھا کیونکہ میں اپنے اندر عبادت یعنی نماز اور روزے کی طاقت محسوس کرتا تھا (ایک دن) حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بہو کے پاس آئے اور اس سے پوچھا: تم نے اپنے خاوند کو کیسا پایا؟ اس نے کہا: بہت اچھا آدمی ہے، نہ انہوں نے ہمارا کپڑا اُٹھایا، نہ ہمارے بستر پر آئے، انہوں نے میرے پاس آ کر مجھے بہت سرزنش کی اور فرمایا: میں نے تمہارا نکاح قریش کی اونچے حسب نسب والی عورت سے کیا، تو نے اس سے کنارہ کشی کر لی اور تو نے یہ کیا اور وہ کیا (یعنی انہوں نے بہت بُرا بھلا کہا) پھر وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میری شکایت کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلا بھیجا، میں حاضر ہوا تو فرمایا: دن کو روزہ رکھتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! فرمایا: رات کو قیام کرتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! پھر فرمایا: میں روزے بھی رکھتا ہوں اور چھوڑتا بھی ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے تعلق بھی رکھتا ہوں، جو میرے طریقے سے بے رغبتی کرے گا، وہ مجھ سے نہیں، پھر فرمایا: ہر مہینے ایک بار قرآن پڑھا کرو، میں نے عرض کیا: میں اپنے آپ میں اس سے زیادہ قوت محسوس کرتا ہوں، فرمایا: تب دس دن میں قرآن پڑھ لیا کرو، میں نے کہا: میں خود کو اس سے زیادہ قوی سمجھتا ہوں، فرمایا: تو تین دن میں پڑھ لو، اس کے بعد فرمایا: ہر مہینے میں تین دن روزے رکھو، میں نے کہا: میں اس سے زیادہ قوت رکھتا ہوں، آپ اضافہ کرتے رہے حتیٰ کہ فرمایا: ایک دن روزہ رکھو، ایک دن نہ رکھو، یہ سب سے افضل روزہ ہے اور یہ میرے بھائی داؤد (علیہ السلام) کا روزہ ہے۔

پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر عبادت کرنے والے کا ایک جوش ہوتا ہے اور ہر جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے، جوش کے ٹھنڈا پڑنے پر وہ شخص یا تو سنت پر قائم رہتا ہے یا بدعت اختیار کر لیتا ہے، تو جو شخص ٹھنڈا ہونے پر بھی سنت پر عمل کرتا ہے، وہ ہدایت پا جاتا ہے اور جو شخص جوش ٹھنڈا ہونے پر دوسرا راستہ اختیار کرتا ہے، وہ تباہ ہو جاتا ہے۔

واقعے سے مستنبط بعض مسائل

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سبب کی طرف توجہ

فرمائی جس کی وجہ سے مسئلہ پیدا ہوا تھا، یعنی عبادت میں اس حد تک انہماک کہ بیوی کے حقوق کی ادائیگی کے لیے وقت نہ بچا جس کے نتیجے میں کوتاہی کا ارتکاب ہوا۔

ہر حق دار کو اس کا حق ادا کرو! یہ قاعدہ ہر اس شخص پر منطبق (نافذ) ہوتا ہے جو نیکی کے کاموں میں حد سے زیادہ مشغول ہو، مثلاً وہ طالب علم جو بہت زیادہ اسباق پڑھتا ہے اور وہ مبلغ جو تبلیغ میں اس حد تک منہمک ہو جاتا ہے کہ بیوی کو تکلیف ہوتی ہے اور اسے شکایت پیدا ہوتی ہے، اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ نیکی کے مختلف کاموں کی ادائیگی میں توازن قائم نہیں رہتا اور وقت کو مستحقین میں تقسیم کرنے پر عدم توازن پیدا ہو جاتا ہے، لہٰذا مناسب ہے کہ طالب علم اپنے اسباق کے اوقات میں سے اور مبلغ اپنی مصروفیت میں سے اتنی تخفیف کرے کہ گھر کے انتظام اور بیوی بچوں کے حقوق مثلاً اصلاح و تربیت وغیرہ کے لئے کافی وقت بچ سکے۔

غلطی کرنے والے کو صاف طور پر اس کی غلطی بتا دینا

صحیح بخاری میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: میرا کسی آدمی سے جھگڑا ہو گیا، اس کی ماں عجمی تھی، میں نے اس کو ماں کا طعنہ دیا، اس نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتایا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: فلاں شخص سے تمہاری گالی گلوج ہوئی؟ میں نے کہا: جی ہاں! فرمایا: تم نے اس کی ماں کو بُرا بھلا کہا؟ میں نے کہا: جی ہاں! فرمایا: تم ایسے آدمی ہو جس میں جاہلیت کا اثر باقی ہے، میں نے کہا: اس بڑھاپے میں بھی؟ فرمایا: ہاں! وہ (غلام) تمہارا بھائی ہے جنہیں اللہ نے تمہارے قبضے میں دے دیا ہے تو جس کے قبضے میں اللہ نے اس کے بھائی کو کیا ہو، اسے چاہیے کہ جو خود کھائے اسے کھلائے اور جو خود پہنے وہ اسے پہنائے اور اسے اس کام میں نہ لگائے جو اس پر غالب آجائے (انتہائی دشوار) اور اگر اسے کسی ایسے کام میں لگائے جو اس پر غالب آئے تو اس کی ادائیگی میں اس کی مدد بھی کرے۔ (صحیح البخاری: کتاب الادب)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور تمہید اور پوری صراحت سے یہ بات فرمادی کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو قبول کر لیں گے، صراحت ایک مفید ذریعہ ہے جس میں وقت بھی کم لگتا ہے اور محنت بھی زیادہ نہیں کرنی پڑتی اور اصل مقصد بھی بڑی سہولت سے واضح ہو جاتا ہے، لیکن اس طریقۂ کار کا استعمال مناسب حالات میں اور مناسب افراد کے ساتھ ہی کیا جا سکتا ہے۔

بعض اوقات عالم غلطی پر صراحت سے تنبیہ کرنے سے اجتناب کرتا ہے، جب کہ اس طریقے کے استعمال کے نتیجے میں کوئی بڑی خرابی پیدا ہونے کا خطرہ ہو، یا کوئی بڑا فائدہ ہاتھ سے نکل جانے کا اندیشہ ہو، مثلاً غلطی کرنے والا معاشرے میں ممتاز مقام کا حامل ہے یا کسی بلند عہدے پر فائز ہے جس کی وجہ سے وہ اس اسلوب سے کی ہوئی تنقید برداشت نہیں کرتا، یا خطرہ ہے کہ صراحت کرنے پر غلطی کرنے والا اپنے آپ کو سخت مشکل میں محسوس کرے گا یا وہ اس قدر حساس طبیعت کا مالک ہے کہ اس سے منفی ردعمل سرزد ہونے کا امکان ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ غلطی کرنے والا صراحت کے اسلوب کو پسند نہیں کرتا اور اسے برداشت کرنا مشکل ہوتا ہے کیونکہ اس میں سامنے ہو کر بات کی جاتی ہے اور تنقید کرنے والا گویا استاد جیسے بلند مقام پر فائز محسوس ہوتا ہے جب کہ اس کے مقابلے میں غلطی کرنے والا ایک نقص کا حامل اور کم تر مقام پر نظر آتا ہے، اسی طرح یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ گھما پھرا کر بات کرنے کے بھی منفی پہلو موجود ہیں جو بعض اوقات صراحت کے اسلوب سے بھی زیادہ ہو جاتے ہیں، کیونکہ غلطی کرنے والا یہ محسوس کر سکتا ہے کہ اسے کم عقل سمجھ کر تضحیک کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔

ممکن ہے وہ اشاروں، کنایوں کی وجہ سے پریشانی محسوس کرے کیونکہ وہ انہیں طنز اور ذہنی اذیت سمجھتا ہو، یہ بھی ممکن ہے کہ اسے جو بات سمجھانا مقصود ہے وہ اسے سمجھ ہی نہ سکے، کیونکہ کلام کا اصل مقصد پوشیدہ ہے اور غلطی کرنے والے کا ذہن اس تک نہیں پہنچ سکا، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ غلطی پر قائم رہے گا، ویسے بھی ہر شخص میں قبولیت کی طرف میلان ایک جیسا نہیں ہوتا،

اسلامیات

مزید برآں ایک شخص کے لئے ایک انداز بہتر ہوتا ہے، دوسرے آدمی کے لئے کوئی دوسرا اسلوب بہتر ہوتا ہے، البتہ یہ بات ہر حال میں درست ہے کہ تبلیغ کی کامیابی میں رہنمائی کرتے وقت حسن خلق کا اثر سب سے زیادہ ہے۔

غلطی کرنے والے کو قائل کرنا

غلطی کرنے والے کو قائل کرنے کے لیے اس سے تبادلۂ خیال کی کوشش کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اس طرح اس کی عقل پر سے وہ پردہ ہٹ جاتا ہے جو حق کی قبولیت میں رکاوٹ کا باعث ہوتا ہے، چنانچہ آدمی سیدھی راہ کو قبول کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے، سنت نبوی میں سے اس کی ایک مثال طبرانی کی وہ حدیث ہے جو حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک نوجوان لڑکا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے زنا کی اجازت دیجئے، لوگوں نے بلند آواز سے منع کیا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (حاضرین سے) فرمایا: بس کرو، پھر فرمایا: اسے سکون سے بیٹھنے دو اور اسے فرمایا: قریب آجاؤ، وہ قریب آ گیا حتیٰ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بالکل سامنے آبیٹھا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے مخاطب کر کے فرمایا: کیا تم اپنی والدہ کے لئے یہ چیز پسند کرتے ہو؟ اس نے کہا: جی نہیں! فرمایا: اسی طرح لوگ بھی اپنی ماؤں کے لیے یہ چیز پسند نہیں کرتے، کیا تم اپنی بیٹی کے لیے یہ چیز پسند کرتے ہو؟ اس نے کہا: جی نہیں! فرمایا: اسی طرح لوگ بھی اپنی بیٹیوں کے لیے یہ بات پسند نہیں کرتے، کیا تم اپنی بہن کے لیے یہ چیز پسند کرتے ہو؟ اس نے کہا: جی نہیں! فرمایا: اسی طرح لوگ بھی اپنی بہنوں کے لیے یہ چیز پسند نہیں کرتے، کیا تم اپنی پھوپھی کے لیے یہ چیز پسند کرتے ہو؟ اس نے کہا: جی نہیں! فرمایا: اسی طرح لوگ بھی اپنی پھوپھیوں کے لیے یہ چیز پسند نہیں کرتے، کیا تم اپنی خالہ کے لے یہ چیز پسند کرتے ہو؟ اس نے کہا: جی نہیں! فرمایا: اسی طرح لوگ بھی اپنی خالاؤں کے لیے یہ چیز پسند نہیں کرتے، پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا مبارک ہاتھ اس کے سینے پر رکھا اور فرمایا:

''اَللّٰھُمَّ کَفِّرْ ذَنْبَهٗ وَ طَهِّر قَلْبَهٗ وَ حَصِّنْ فَرْجَهٗ ط یعنی اے اللہ! اس کا گناہ معاف کر دے، اس کے دل کو پاک کر دے اور اسے پاک دامنی عطا فرما۔''

(مسند احمد ۵/ ۲۵۶، ۲۵۷، والمعجم الکبیر الطبرانی)

غلطی کرنے والے کو احساس دلانا

بعض اوقات غلطی کرنے والا من گھڑت اور نا قابل قبول وجوہات تراش کر اپنی غلطی پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے، خصوصاً جب کہ معاملہ اچانک ظاہر ہو جائے اور وہ ذہنی طور پر اس کے لئے تیار نہ ہو، بعض اوقات چھوٹا بہانہ کرتے ہوئے زبان اٹکتی ہے، خاص طور پر جب آدمی صاف دل والا ہو اور اسے جھوٹ بولنا نہ آتا ہو، اگر مربی کے سامنے اس قسم کے آدمی کا کوئی معاملہ آئے تو وہ کون سا طریق کار اختیار کرے؟ مندرجہ ذیل قصہ اگر صحیح سند سے ثابت ہو جائے تو اس سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنے صحابی کے ساتھ بڑا خوبصورت اور مبنی بر حکمت موقوف سامنے آتا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مربی کس طرح غلطی کرنے والے کو ایک تسلسل کے ساتھ غلطی کا احساس دلا سکتا ہے حتیٰ کہ وہ اپنی غلطی سے دستبردار ہو کر اصلاح کر لے۔

حضرت خوات بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہمراہی میں مرا الظہران (مکّہ کے قریب ایک مقام) پر پڑاؤ ڈالا، میں اپنے خیمے سے نکلا، اچانک مجھے کچھ خواتین باتیں کرتی نظر آئیں، مجھے یہ منظر اچھا لگا، میں نے واپس اپنے خیمے میں جا کر اپنا بقچہ نکالا، اس میں سے ایک حلہ (عمدہ جوڑا) نکال کر پہنا اور ان کے پاس آبیٹھا (اچانک) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے آئے (مجھے عورتوں کے پاس بیٹھے دیکھ کر) فرمایا: اے ابو عبداللہ! جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا تو میں خوفزدہ ہو گیا اور مجھ سے کوئی بات نہ بن پائی، میں نے کہا: اللہ کے رسول! میرا ایک اونٹ بھاگ گیا ہے، میں اس کے لیے رسّی کی تلاش میں ہوں، حضور علیہ السلام چل دیئے، میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے

چل پڑا، آپ نے اپنی چادر میرے پاس رکھ دی (مطلب یہ تھا کہ یہیں رکے رہو) اور خود (قضائے حاجت کے لیے) درختوں میں تشریف لے آئے، مجھے درختوں کے سبز رنگ میں سے آپ کی کمر مبارک کی سفیدی نظر آرہی تھی۔

فارغ ہو کر آپ نے وضو کیا اور تشریف لائے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ریش مبارک سے پانی ٹپک ٹپک کر سینے مبارک پر گر رہا تھا، آپ نے فرمایا: ابوعبداللہ! تمہارے بھاگے ہوئے اونٹ کا کیا بنا؟ اس کے بعد ہم روانہ ہو گئے، چلتے چلتے جب بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے ملتے تو فرماتے: السلام علیکم، اے عبداللہ! تمہارے بھاگے ہوئے اونٹ کا کیا بنا؟ یہ کیفیت دیکھ کر میں تیزی سے سفر کر کے مدینہ پہنچ گیا، میں نے مسجد میں آنا اور نبی اکرم صلی اللہ تعاعلیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھنا چھوڑ دیا، جب کافی دن گزر گئے تو میں ایسے وقت مسجد کی طرف چلا جب وہ (نمازیوں سے) خالی ہو، میں وہاں کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا، جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی کسی حجرہ شریف میں سے نکل کر تشریف لے آئے اور ہلکی سی دو رکعتیں پڑھیں، میں نے نماز لمبی کر دی کہ شاید حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے چھوڑ کر تشریف لے جائیں، آپ نے فرمایا: ابوعبداللہ! جتنی لمبی چاہے نماز پڑھو، جب تک نماز سے فارغ نہیں ہو گے میں بھی نہیں اٹھوں گا۔

میں نے دل میں کہا: اللہ کی قسم! میں ضرور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معذرت کرلوں گا اور اپنے بارے میں حضور علیہ السلام کا دل صاف کر دوں گا، جب میں نے نماز سے سلام پھیرا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوعبداللہ! السلام وعلیکم، تمہارے بھاگے ہوئے اونٹ کا کیا بنا؟ میں نے عرض کیا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، وہ اونٹ تو جب سے میں مسلمان ہوا ہوں، کبھی نہیں بھاگا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: اللہ تجھ پر رحمت فرمائے، اس کے بعد آپ نے دوبارہ بات نہیں فرمائی۔ (المعجم الکبیر الطبرانی ۴/ ۳۰۳)

یہ تربیت کا ایک عمدہ درس ہے اور ایسے پُر حکمت طریق کار کی مثال ہے جس سے مطلوبہ نتیجہ حاصل ہو گیا، اس واقع سے مندرجہ ذیل مسائل بھی اخذ کیے جاسکتے ہیں:

☆ مربی کی ایک ہیبت ہے، چنانچہ جب وہ غلطی کے مرتکب کے پاس سے گزرتا ہے تو وہ شرم محسوس کرتا ہے۔

☆ مربی کے سوالات باوجود مختصر ہونے کے اور مربی کی نظریں بہت کچھ سمجھا دیتی ہیں اور ان کا دل پر گہرا اثر ہوتا ہے۔

☆ من گھڑت عذر جس میں واضح خلل اس کو غلط ثابت کر رہا ہے، اسے سن کر بحث نہ کرنا اور عذر کرنے والے سے اعراض کر لینا، یہ احساس دلانے کے لئے کافی ہے کہ اس کا عذر قبول نہیں ہوا اور یہ چیز اسے توبہ اور معذرت کی طرف مائل کرتی ہے، یہ نکتہ اس حدیث کے ان الفاظ سے ظاہر ہے۔

☆ اچھا مربی وہ ہے جو غلطی کرنے والے کے دل میں حیا کا احساس بھی پیدا کر دے جس کی وجہ سے وہ اس سے روپوش رہنا چاہتا ہے اور یہ احساس بھی پیدا کرے کہ اسے اس کے پاس حاضر ہونے کی ضرورت ہے اور آخر کار دوسرا احساس پہلے پر غالب آجائے۔

☆ اس قسم کے حالات میں جب غلطی کا مرتکب اپنا موقف تبدیل کر لیتا ہے تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنی غلطی کا معترف ہے اور اس سے رجوع کر رہا ہے۔

◆◆◆

اسلامیات

گستاخ اور گستاخی

احادیث بخاری کی روشنی میں

از: مفتی جمیل احمد قادری*

اسلامیات

مسلمانوں میں حدیث کی مشہور کتاب "بخاری" نہایت معتبر اور مستند مانی جاتی ہے، اسے "اصح الکتب بعد کتاب اللہ" کہا جاتا ہے، یعنی قرآن کے بعد سب سے صحیح کتاب! امام بخاری نے اپنی اس کتاب میں کچھ گستاخوں کے حالات اور ان کے انجام کے بارے میں تفصیل سے بیان کیا ہے، میں بطور اختصار یہاں صرف چار کے حالات لکھ رہا ہوں:

(۱) ان میں سے ایک ہے "کعب ابن اشرف" یہ اسلام کا ازلی دشمن تھا، اپنی دولت اور طاقت کے غرور میں کسی کو کچھ نہیں سمجھتا تھا، نبی پاک ﷺ کے قلب نازک کو بہت ایذا پہنچایا کرتا تھا، فتح مکہ کے بعد سرکار مدینہ ﷺ نے اس کے قتل کا فرمان جاری کیا اور بالآخر اسے سزائے موت دی گئی۔ (بخاری عربی، جلد ۲، ص ۵۷۶)

(۲) دوسرا شخص ہے "ابورافع یہودی" یہ بہت بڑا تاجر تھا، قلعہ نما محل میں رہتا تھا، اس کے جرم کے بارے میں بخاری میں لکھا ہے کہ: "كان ابو رافع يوذي رسول الله صلى الله عليه وسلم و يعين عليه۔ یعنی ابورافع اللہ کے رسول ﷺ کو تکلیف دیتا تھا اور اسلام اور بانی اسلام کے خلاف دشمنوں کی مالی مدد بھی کرتا تھا۔ (بخاری عربی، جلد ۲، ص ۵۷۸)

عربی زبان سے واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں کہ "کان" جب مضارع پر داخل ہوتا ہے تو "ماضی استمراری" کا معنیٰ دیتا ہے "کان یوذی" اور "کان یعین" کا مطلب ہوا کہ ابورافع نے جو کچھ کیا، وہ ایک آدھ بار نہیں بلکہ مسلسل اور لگاتار ایسی ناپاک حرکتیں وہ کرتا تھا اور چونکہ یہ حدیث صحابی نے بیان کی ہے، اس لیے معلوم ہوا کہ اس کی گستاخیوں کی خبر صحابۂ کرام کو ہوتی رہتی تھی، کون صحابہ وہ جو عرب تہذیب کے مطابق ہمیشہ ہتھیاروں سے لیس رہتے تھے، نبی کے کسی گستاخ کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے انہیں تیاری کی ضرورت نہ تھی۔

جرأت وحوصلہ کا یہ عالم تھا کہ کبھی تعداد کی پرواہ نہیں کرتے، اپنے سے کئی گنی زیادہ تعداد والوں پر چڑھ دوڑنا ان کا معمول تھا، انجام کی فکر نہیں کرتے تھے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کا یہ عالم تھا کہ حضور کے نام پر اپنی گردنیں کٹا دینا، ان کے لیے فخر کی بات تھی، ہند کے حسان اور بھارت کے سحبان، امام احمد رضا خان فرماتے ہیں بع

سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردان عرب

کعب بن اشرف ہو، یا ابورافع تاجر! ان کی گستاخیاں اتنی گھناؤنی اور بار بار ہوتی رہیں، مگر کبھی کسی صحابی نے خود سے پہل نہیں کی، قانون ہاتھ میں نہیں لیا، حاکم اعلیٰ، سرکار مدینہ کے حکم کا انتظار کرتے رہے، یہ سچائی ہے کہ ان کی محبت وغیرت نے انہیں بار بار مجبور کیا ہوگا، شدت غیظ میں ان کی آنکھوں سے خون ٹپکتا ہوگا، اللہ کے حبیب کے خلاف بولنے والی زبان کو کاٹنے کے لئے ان کی تلواریں میانوں میں مچل رہی ہوں گی، مگر قانون کی پاسداری نے انہیں جکڑ رکھا تھا، نظم وضبط کی بحالی کے لئے انھوں نے جذبات کو بھڑکنے نہ دیا، خون کا گھونٹ پیتے، مگر خود کو پرسکون رکھا، بالآخر جب حکم رسول ہوا، تو حضرت عبداللہ بن عتیک نے اس گستاخ ابورافع کا کام تمام کیا۔

(۳) تیسرے صاحب تھے "سہل ابن عمر" یہ شاعر تھے، اپنی شاعری کے ذریعہ عظمت رسول ﷺ سے کھیلا کرتے تھے، لوگوں کے بیچ ہجائیہ اشعار سنا کر توہین رسول ﷺ کیا کرتے، ان کا ہونٹ کٹا ہوا تھا، ایک بار جب گرفتار ہو کر بارگاہ رسول میں لائے گئے، تو جلال فاروقی جوش میں آ گیا، عرض کرتے ہیں: یا رسول اللہ! اجازت دیں تو ان کے اگلے دانت اکھاڑ دیئے جائیں، یعنی

ہونٹ تو پہلے سے ہی کٹے ہوئے ہیں، اگلے دانتوں سے بھی محروم کر دیا جائے (چونکہ یہ روایت بخاری میں نہایت مختصر ہے۔
لہٰذا میں نے بخاری کی شرح "نزھۃ القاری" سے تفصیل نقل کی ہے، جلد ۷ رص ۲۹۶ ؍ اس میں لکھا ہے کہ بعد میں یہ صاحب اسلام قبول کر کے جان نثار صحابی بن گئے، رضی اللہ تعالیٰ عنہ، دشمن جب دور اور نظروں سے اوجھل ہو کر کچھ بکتا پھرے، تو خون کھولتا ہے، مگر ایک حد تک خود پر قابو رہتا ہے، لیکن جب وہی دشمن سامنے آجائے تو خود کو سنبھالنا آسان نہیں ہوتا، فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سہل ابن عمر کو دیکھ کر سر سے پاؤں تک جل اٹھے تھے، خود کو روکنا مشکل ہو گیا، مگر پھر بھی اپنے سے کوئی قدم نہیں اٹھایا بلکہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت مانگی، مطلب یہ کہ قانون کی بالادستی سلامت رکھنے کے لئے فاروق اعظم جیسے جری اور بہادر عاشق نے بھی صبر کا دامن تھامے رکھا، حکم رسالت کا انتظار کیا۔

(۴) یہ کون لوگ تھے، بخاری میں ان کے نام تو مذکور نہیں، مگر انھوں نے شان رسالت میں گستاخی کی تھی، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا جواب دینا چاہا، چونکہ آپ ایک باکمال شاعر تھے، اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کا ہنر جانتے تھے، اس لئے تیار ہو گئے، مگر اس کے لئے بھی اجازت رسول ضروری سمجھا، حالانکہ یہاں تلوار یا خنجر سے نہیں، بلکہ زبانی جواب دینا تھا، بخاری کے الفاظ یہ ہیں: "استاذن النبی فی هجاالمشرکین قال کیف بنسبی قال لاسلنك منهم کماتسل الشعرة من العین" (بخاری، جلد ۲ رص ۵۹۷)

مگر بات وہی قانون اور ضابطے کی تھی، لہٰذا پوچھنا اور اجازت لینا ضروری سمجھا گیا، یہ ایک انمٹ سچائی ہے کہ ایک وفادار امتی اپنے نبی کی شان میں بدکلامی برداشت نہیں کر سکتا، انجام کی پرواہ کیے بغیر آگ کے بھڑکتے شعلوں میں چھلانگ لگانا عشق کا پرانا شیوہ ہے، عشق رسالت کے "معلم اوّل" صحابۂ کرام نے ناموس رسالت کے تحفظ کی خاطر اپنے جسم کے ٹکڑے کرائے، گھر بار، اہل وعیال سب کو چھوڑ دیا، اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا ڈالا، مگر اس بات کا ہمیشہ خیال رکھا کہ قرآن و حدیث کے حکم کی خلاف ورزی نہ ہو، جو کیا اللہ ور سول کی رضا کے لیے کیا۔

لیکن اگر آج ایسا کوئی قدم اٹھایا جاتا ہے تو اس کا وبال ملک بھر کے تمام مسلمانوں پر آتا ہے، اسلام کے دشمنوں کو اسلام کے خلاف زہر افشانی کا موقع فراہم ہوتا ہے، ایک کے بدلے درجنوں مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے، گھروں پر بلڈوزر چلا کر خاندان کے بقیہ افراد کی زندگی جہنم بنا دی جاتی ہے، ایسے میں حکم شریعت یہی ہے کہ صبر سے کام لو، قانونی چارہ جوئی کرو، پرامن مظاہرے کرو، اپنے غم و غصہ کا اظہار اس انداز میں کرو کہ دشمن کی سازشیں کامیاب نہ ہوں۔

آج آر ایس ایس کے غنڈے داڑھی ٹوپی میں ملبوس ہو کر مسلمانوں کو بدنام کرنے اور پھر ان پر انتقامی حملہ کرنے کے لیے کیسی کیسی سازشیں کر رہے ہیں، پوشیدہ نہیں ہے، کہیں داڑھی ٹوپی لگا کر نماز پڑھتے ہیں، کہیں داڑھی ٹوپی میں دوسرے مسلمانوں کے درمیان دنگا فساد کی کوشش کرتے ہیں، کہیں داڑھی ٹوپی میں مسلمانوں سے زکات وفطرہ اور امدادی رقوم وصول کرتے ہیں، ایسے حالات میں جو بھی قدم اٹھائیں، خوب سوچ سمجھ کر اٹھائیں اور اس بات کا خیال رکھیں کہ آپ کا کوئی بھی جذباتی فیصلہ آپ کے بعد دوسرے مسلمانوں کے لئے وبال جان نہ بن جائے۔

بعض لوگ یہ مثال دیتے ہیں کہ امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بے ادب کی گردن مار دی تھی، تو ہم کیوں نہیں ایسا کر سکتے، ان سے عرض ہے کہ فاروق اعظم نے گردن ماری تو اس کے بدلے میں کافروں کی طرف سے دوسرے مسلمانوں کی گردنیں نہیں ماری گئیں، گھروں پر بلڈوزر نہیں چلائے گئے، مذہب اسلام کو گالیاں نہیں دی گئیں مگر آج تو یہ سب ہو رہا ہے، اس لیے چودہ سو سالہ پرانے وقت پر آج کو قیاس کرنا درست نہیں۔

◆◆◆

انتالیسویں قسط

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

ملفوظات تاج الشریعہ

صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات وفرمودات کو "ملفوظات" کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر دور میں صالحین اور اولیائے کاملین کے ارشادات وفرمودات قلم بند کرنے یا انھیں محفوظ کرنے کی روایت رہی ہے تاکہ آنے والی نسلیں ان سے رشد وہدایت کی روشنی حاصل کرسکیں، صوفیائے کرام کے ارشادات وفرمودات اگرچہ سادہ ہوتے ہیں مگر وہ ایسے مؤثر اور معنی خیز ہوتے ہیں کہ ان کا ایک ایک جملہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، ان کا ایک ہی جملہ کسی بھی قوم کی تقدیر بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھا ہے، کسی شاعر نے ان کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔ ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ــــ گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضور تاج الشریعہ نے سوال وجواب کا یہ سلسلہ جنوری ۲۰۰۵ء میں شروع کیا جو مسلسل ۲۰۱۶ء تک جاری رہا، یعنی پورے ۱۲ر سالوں تک یہ زرّیں سلسلہ جاری وساری رہا، اس دوران آپ نے کم وبیش ۷۰۰۰ رہزار سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے جو یقیناً ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں، "ملفوظات تاج الشریعہ" صرف مئی ۲۰۱۰ء سے اکتوبر ۲۰۱۰ء تک کے سوالات وجوابات پر مشتمل ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے گیارہ سالوں کے جواہر پارے ریکارڈنگ کی شکل میں ابھی باقی اور محفوظ ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ بھی کتابی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ کی میز پر ہوں گے، راقم الحروف ارباب علم ودانش سے التماس کرتا ہے کہ "ملفوظات تاج الشریعہ" میں اگر کوئی شرعی خامی یا غلطی نظر آئے تو اسے ناقل ومرتب کی غلطی تصور کرتے ہوئے ادارے کو مطلع فرمائیں تاکہ اس کی اصلاح کی جاسکے، راقم اس کی انتالیسویں قسط قارئین سنی دنیا کی نذر کررہا ہے۔

احقر محمد عبد الرحیم نشترؔ فاروقی

گزشتہ سے پیوستہ

عرض... ۱۰: انٹرنیٹ پر آج کل منہاج القرآن والے ایک سوال کرتے نظر آتے ہیں کہ شیخ ہاشم البدر المدنی جن کے خاندان کے پاس چار سو سال سے آقائے دو جہاں صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کے در اقدس کی چابیاں ہیں وہ مدینہ منورہ سے پاکستان ڈاکٹر طاہر کے ساتھ میلاد منانے آئے اور پھر شیخ ہاشم البدر نے تین بار اللہ عزوجل کی قسم کھا کر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم نے ڈاکٹر طاہر کو سلام بھیجا ہے اور اس کی ویڈیو بھی دکھاتے ہیں تو کیا انہوں نے جھوٹی قسم کھائی اور اگر نہیں تو پھر ڈاکٹر طاہر پر اعتراض کرنے والے کیا ایسے شخص پر اعتراض کرتے ہیں جسے خود سرکار دو جہاں صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم سلام بھیجتے ہیں؟

ارشاد... : یہ تو منہاجیوں کا اپنا خیال ہے انہوں نے ہاشم البدر المدنی سے جو بیان منسوب کیا اس کے بارے میں وہی جان سکتے ہیں اس پر ہم کیا تبصرہ کرسکتے ہیں اور اس کے جو عقائد فرقہ پرستی کا خاتمہ اور دید وشنید وغیرہ میں ہیں ان کی پردہ پوشی کا یہ اچھا ذریعہ ہے کہ اس کے بارے میں اب یہ مشہور کردیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کا سلام آیا اور یہ سب دروغ بے فروغ ہے اور اس ذریعے سے اپنے عقائد پر پردہ ڈالنا اور اصل بات کو چھپانا اور اس سے توجہ ہٹانا ہے یہ قابل

یقین نہیں۔

عرض... ۱۱: رسول اکرم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم نے جو نکاح فرمائے ہیں ان کی مستند ترین معلومات (مثلاً کہ کب کب اور کن کن سے نکاح فرمایا) کے لئے کس کتاب کی طرف رجوع کیا جائے؟

ارشاد...: سیرت کی معتمد کتابوں کی طرف رجوع کیا جائے جن میں سیرت ابن ھشام وغیرہ اور اسعاف الراغبین اور نور الابصار وغیرہ کتابیں ہیں۔

عرض... ۱۲: پیر پھیلا کر ایک پیر کو دوسرے پیر پر رکھ کر بیٹھنے میں کوئی حرج ہے؟

ارشاد...: بظاہر اس میں کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا ہے جب کہ یہ نہ تکبر کی نیت سے ہو اور نہ اس میں کشف عورت اور بے ستری ہو اور نہ یہ متکبرین کا طریقہ ہو۔

عرض... ۱۳: فرض نماز کی تیسری یا چوتھی رکعت میں الحمد شریف کے ساتھ بسم اللہ شریف پڑھ لی مگر کوئی سورت نہیں ملائی تو سجدۂ سہو کرنا ہوگا؟

ارشاد... : سجدۂ سہو اس صورت میں نہیں ہے۔

عرض... ۱۴: ایک شخص ایک شرٹ پہنتا ہے جس پر ایک شیطانی تصویر ہے اور لکھا ہے" خدا مصروف ہے کیا میں مدد کر سکتا ہوں؟" (استغفر اللہ) کیا آپ ہمیں اس کے متعلق حکم بتا سکتے ہیں؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: جس نے ایسی شرٹ پہنی وہ سخت گناہ گار مستوجب نار بلکہ اگر وہ اس کے مندرجات سے واقف ہے اور اس کو سمجھتا ہے اور اس سے راضی ہے معاذ اللہ تو اس پر حکم کفر ہے توبہ کرے تجدید ایمان کرے اور اگر بیوی رکھتا ہے تو تجدید نکاح بھی کرے اور ایسی شرٹ کو پہننے سے احتراز کرے۔

عرض... ۱۵: جب کسی سنی بھائی یا بہن کا انتقال ہو جائے تو اس کے دفنانے تک اور اس کے بعد اس کے کیا حقوق ہیں؟

ارشاد...: دفنانے کے بعد اس کے اعزہ اور اس کے اقارب اور اس کے دوستوں سے تعزیت کریں پسماندگان کو صبر کی تلقین کریں اور ان کے غم میں جائز طور پر شریک ہوں اور ان کو تسلی دیں اور ان کی مدد کریں اور اس کے لئے دنیا سے جانے والے کے لئے ایصال ثواب کریں۔

عرض... ۱۶: سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک لقب "اسد اللہ" مشہور ہے، کیا یہ لقب صحیح ہے اور یہ لقب سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے دیا یا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے یا خود رب تبارک وتعالیٰ نے یہ لقب وحی فرمایا ہے؟

ارشاد...: یہ عجیب سوال ہے کہ پوچھا جاتا ہے کہ کیا یہ لقب صحیح ہے اس میں کیا شک ہے؟ یہ لقب الحمد للہ نہ صرف صحیح بلکہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تبارک وتعالیٰ وجہہ پر خوب منطبق ہے ان پر خوب صادق ہے اور احادیث میں مجاہدین کے لئے اسد من اسود اللہ کا لفظ آیا ہے اس وقت سرِ دست مجھے یہ مستحضر نہیں کہ خاص سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کو یہ لقب عنایت فرمایا البتہ اس لقب پر اہل سنت وجماعت کا اجماع ہے اور جس بات کو اہل سنت وجماعت اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی بات ہے اگر یہ لقب سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے ان کو عطا فرمایا خاص طور پر یا من جملہ صحابہ کرام رضوان اللہ تبارک وتعالیٰ علیہم اجمعین جنہوں نے اپنی جانیں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے دین کی اشاعت کے لئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا اور غزوات اسلامیہ میں شریک ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ ان میں سرِ فہرست ہیں اور ان عمومات احادیث میں جن میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے مجاہدین کو اللہ عزوجل کے شیروں میں سے ایک شیر فرمایا اس کے وہ مستحق ہیں اور اس طور پر ان پر یہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا فرمایا ہوا بے شک اللہ عزوجل کا فرمایا ہوا ہے۔

عرض... ۱۷: آج کل کار (Cars) میں جو سیٹ ہوتی ہے ان پر مختلف جانوروں کی شکل وہ ان کی شکل کا سیٹ کور ہوتے ہیں کیا ان کا استعمال جائز ہے؟

ارشاد...: سیٹ کور (cover) پر اگر جانوروں کی تصویر بنی

ملفوظات

ہوتی ہے تو اس کا استعمال اگر جائے اہانت میں ہے تو اس صورت میں اس تصویر میں کراہت نہیں اور اگر ان کا استعمال جائے تعظیم میں ہے مثلاً وہ سیٹ اوپر کی طرف تصویر لگی ہوئی ہے تو اس صورت میں ناجائز وحرام ہے البتہ ایسے کور کی خرید و فروخت یہ گناہ پر اعانت ہے اور یہ ترویج حرام اور گناہ پر ایک طرح کی اعانت ہے لہٰذا اس سے پرہیز لازم ہے اور کھال کا یہ حکم نہیں ہے کھال اگر جانور کی ہے یا اس کھال کی تصویر ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

عرض...۱۸: ہم اپنی بیٹی کا نام فاطمہ رکھنا چاہتے ہیں کسی نے کہا کہ صرف فاطمہ نہ رکھا جائے کنیز فاطمہ رکھا جائے ،حضور رہنمائی فرمائیں اور یہ بھی ارشاد فرمائیں کہ فاطمہ کو انگلش میں کیسے (Spell) ہجے کیا جائے؟

ارشاد...: فاطمہ بھی رکھ سکتا ہے اور کنیز فاطمہ رکھنا زیادہ بہتر ہے اور فاطمہ کی صحیح اسپیلنگ FATIMAH ہے۔

عرض...۱۹: میرے پیر صاحب تو جامع شرائط پیر تھے مگر اب وہ پردہ فرما گئے ان کے شہزادے جنہیں ان کی خلافت ہے وہ پابند شرع نہیں کیا میں اپنے بیٹوں کو اس نیت سے کہ وہ شہزادے کے ذریعے میرے پیر صاحب سے ہی بیعت ہونگے بیعت کروا سکتا ہوں؟

ارشاد...: نہیں جامع شرائط پیر سے غیر فاسق ہو اس سے مرید ہونے کی اجازت ہے۔

عرض...۲۰: سیدنا معروف کرخی علیہ الرحمۃ کا قول پڑھا کہ اگر کسی نیک بندے کو کوئی خلاف شرع کام کرتے دیکھو تو یہ اس عمل کے جواز کی دلیل نہیں یا وہ عمل صرف اس لئے جائز یا حلال نہیں ہو جائے گا کہ وہ کسی نیک شخص نے کیا ہے عرض یہ ہے کہ جب کوئی نیک شخص وہ خلاف شرع کام کرے گا تو کیا اب وہ نیک رہے گا؟

ارشاد...: خلاف شرع کام کرنا اعلانیہ طور پر ہو اور قصداً ہو اور یہ متعین ہو جائے کہ اس کے اس فعل خلاف شرع میں کوئی پہلو جواز کا نہیں ہے تو اس صورت میں وہ شخص گناہ گار ہے اور وہ نیک کہلانے کا مستحق نہیں ہے اس کو نیک جو کہا گیا وہ باعتبار ماضی کے مجازاً اس کو نیک کہا گیا اور اگر اس کے فعل میں پہلو ہوں اور ہماری نظر میں اس کا ظاہر خلاف شرع ہے تو ہمیں یہ حکم ہے کہ اُس فعل میں اُس کی اتباع نہ کریں اور اُس کی پیروی نہ کریں اور اس کے لئے اچھا گمان کریں اور اس کے فعل کو اچھے پہلو پر محمول کریں: **اتقوا زلة العالم و انتظروا فيئته**

حدیث میں فرمایا عالم کی لغزش سے بچو اور انتظار کرو کہ وہ لوٹے یعنی اس پر حکم لگانے میں جلدی مت کرو بلکہ اس کے فعل کو اچھے محامل پر اور اچھے پہلو پر اس کو ڈھالو یہی حکم ہر مسلمان کے قول و فعل کا ہے کہ اس کی تکفیر یا تفسیق میں جلدی نہیں کی جائے گی اگر اُس کا فعل پہلو دار ہے اور اچھے محامل پر محمول کیا جا سکتا ہے تو ہر ممکن طور پر اس کے فعل کی تصحیح کی جائے گی۔

عرض...۲۱: کیا ٹیشو پیپر سے ناپاکی جیسے پیشاب کے قطرے پاک کرنے سے جسم یا کپڑا پاک ہو جائے گا یا پانی کا بہانا ضروری ہے؟

ارشاد...: ٹشو پیپر کا استعمال ناجائز ہے اور اس سے پیشاب یا کوئی ناپاکی پوچھنا اس سے تلبس ہوگا اور وہ بدن یا کپڑا پاک نہیں ہوگا پانی بہانا ضروری ہے۔

عرض...۲۲: مسلک کسے کہتے ہیں؟

ارشاد...: مسلک کا استعمال عرف عام میں عقیدے کے لئے بھی ہوتا ہے اور مذہب کے لئے بھی ہوتا ہے حنفی مسلک، شافعی مسلک، اس طور پر بھی مسلک مذہب کی جگہ پر استعمال ہوتا ہے اور ابو منصور ماتریدی (علیہ الرحمۃ) کا مسلک ابوالحسن اشعری (علیہ الرحمۃ) کا مسلک اس طور پر بھی مسلک کا استعمال ہوتا ہے عقیدے اور مذہب دونوں میں مسلک کا استعمال ہوتا ہے اور مسلک کا استعمال ایک عرف میں ایک وضع سے اُس ہیئتِ مجموعی پر ہوتا ہے جس کے ذریعے سے لوگوں کی پہچان بدمذہبوں سے ہوتی ہے مثلاً مسلک اہل سنت و جماعت جب ہم کہتے ہیں تو اس اطلاق میں اہل سنت و جماعت کے عقائد بھی آ گئے اور ان کے معمولات بھی آ گئے اور اہل سنت و جماعت جو

آج کل حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، سنی صحیح العقیدہ جو ان چار میں منحصر ہیں تو اس مسلک کا اطلاق ان سب پر ہوتا ہے عقائدِ اہل سنت، معمولاتِ اہل سنت اور اہل سنت وجماعت جو ان مذاہب میں منحصر ہیں اس علامت پر بھی مسلک کا اطلاق ہوتا ہے عام طور پر مسلک اہل سنت وجماعت کی دوسری پہچان آج کل مسلک اعلیٰ حضرت کے نام سے ہوتی ہے مسلک اعلیٰ حضرت کوئی نیا دین، کوئی نیا مسلک یا نیا مذہب نہیں ہے بلکہ عقائدِ اہل سنت وجماعت کا دوسرا نام مسلک اہل سنت ہے اور مسلک اعلیٰ حضرت اہل سنت کے جو معمولات ہیں نیاز فاتحہ بزرگانِ دین قیام میلاد وغیرہ ان کی ترجمانی کا نام اور ان پر سختی سے قائم رہنے کا نام مسلک اعلیٰ حضرت ہے اس کے بعد تقلید ائمۂ مجتہدین اور ائمۂ مجتہدین کی نیازمندی کا اور ان کی تقلید کا اور ان کی تقلید پر سختی سے جمنے کا اور خصوصاً امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کی تقلید کا اور سچی حنفیت کا نام یہ مسلک اعلیٰ حضرت ہے تو مسلک کو اب کچھ لوگ مسلک کے بہانے کچھ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کے مسائل میں اختلاف کا دروازہ کھولنا چاہتے ہیں اور کچھ لوگ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ سے اختلاف کا ایک دروازہ کھولنا چاہتے ہیں تو مسلک اہل سنت وجماعت یہ مسلک اعلیٰ حضرت یہ اس معنیٰ پر تمام عقائد، معمولات اور سچی تقلیدِ امام اعظم رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ سچی حنفیت کا نام مسلک اعلیٰ حضرت ہے ہم کو کیا معلوم تھا کہ سچی حنفیت کیا چیز ہے اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کے قلم فیض رقم اور ان کی طرزِ نگارش سے ہی ہم کو یہ پتا لگا کہ تقلیدِ ائمۂ مجتہدین میں خیریت ہے اور سچی حنفیت ہمارے لئے خیر ہی خیر ہے اور سچی حنفیت میں بھی وہ جو ہمارے ائمۂ کرام نے جس کو صحیح بتایا اس پر قائم رہنا اور اسی پر عمل کرنا اور قولِ ضعیف سے بچنا نہ صرف یہ کہ دوسروں پر فتویٰ دینے سے قولِ ضعیف پر بچے بلکہ اپنے اوپر اپنے لئے قولِ ضعیف پر عمل کرنے سے بھی بچے یہ سب کا سب ہم کو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ نے بتایا جس طرح سے ائمۂ مذہب نے یہ فرمایا کہ: و اما نحن فعلینا اتباع ما رجحوہ وما صححوہ کما لو افتوا فی حیاتھم۔ (درمختار، ۱/۷۷)

ہماری کیا بساط ہے ہمارا تو صرف اتنا معاملہ ہے یہ وہ کہہ رہے ہیں جو بڑے بڑے علما تھے اور وہ علما مقلدین یہ کہہ رہے ہیں کہ مجتہدین میں مجتہدین مطلق ہوئے پھر مجتہدین فی المذہب ہوئے پھر مجتہدین فی المسائل ہوئے پھر مجتہدین کچھ مسائل میں اصحاب تخریج ہوئے پھر کچھ اصحاب ترجیح ہوئے اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ یہ سب کے سب گزر چکے اپنے اپنے زمانے میں اب ہمارا وظیفہ تو یہ ہے کہ انہوں نے جس کو صحیح کہہ دیا ہم اس کو صحیح جانیں جس کو انہوں نے راجح کہہ دیا ہم اس کو راجح جانیں اور اس پر عمل کریں جیسا کہ اپنی زندگی میں وہ ہوتے اور ہم ان سے فتویٰ پوچھتے تو ہمارے اوپر عمل واجب ہوتا تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کا مسلک جو کہا جاتا ہے مسلک اہل سنت وہ تمام عقائد اہل سنت اور معمولات اہل سنت اور تقلید ائمۂ مجتہدین خصوصاً سچی حنفیت کا نام ہے۔

عرض... ۲۳: خوف اور خشیت میں کیا فرق ہے؟

ارشاد...: خوف اور خشیت ایک اعتبار سے یہ مترادف ہیں اور خوف مطلقِ خوف کو کہتے ہیں اور خشیت جو ہے مقرون بالتعظیم ہوتی ہے: اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا ط

(سورۃ الفاطر، جز آیت ۲۸)

اللہ تبارک وتعالیٰ کے بندوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے علما ہی ڈرتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو اپنا سچا خوف جو تعظیم کے ساتھ مقرون ہے وہ عطا فرمایا ہے اس لئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا سچا عرفان علما کو حاصل ہے۔

عرض... ۲۴: سید محمد علوی مالکی کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں کیا آپ کی ان سے کبھی ملاقات رہی ہے؟

ارشاد...: سید محمد ابن علوی مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کے والد حضرت شیخ علوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کے ہم عصر تھے اور غالباً ان کے خلیفہ تھے اور حضرت محمد ابن علوی علیہ الرحمۃ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ جب حج کے لئے

ملفوظات

ملفوظات

تشریف لے گئے تو ان کے والد نے ان کے لیے درخواست کی حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے فرمایا کہ : **اکتب له اجازة خاصه**، آپ ان کے لئے خاص اجازت حدیث کی لکھیں۔

تو حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو اجازت حدیث بھی عطا فرمائی اور اجازت طریقت بھی عطا فرمائی اور محمد ابن علوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے ان سے بیعت تھے آپ نے **الطالع السعید المنتخب من المسلسلات و الاسانید**، ایک رسالہ ان کا ہے جس میں انہوں نے اپنی اسناد اجازت کو ذکر کیا ہے اس میں سلسلہ بیعت کا اپنے ذکر کیا ہے جو مارہرہ کے سادات تک پہنچتا ہے اس میں حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ذکر کیا اور اپنا مرید ہونا بتایا اور حضرت زینی دحلان رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ جو امامِ اہل سنت تھے مکہ معظّمہ میں ان کا بڑا ذکر کرتے تھے حضرت محمد ابن علوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور فرماتے تھے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ اور ان کے درمیان ایک قوی رابطہ تھا اور دونوں نے ایک دوسرے کو اجازت دی اور ان سے اجازت لی اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کے بڑے معتقد اور بڑے مداح تھے اور نقیب اہل سنت و جماعت تھے اور چونکہ وہ حضرت ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید تھے اس لحاظ وہ رضوی تھے اور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ تھے اور میری ان سے ملاقات کئی مرتبہ ہوئی ایک ملاقات میری گرفتاری کا سبب بنی اور اس کے بعد وہ اپنی آخری عمر میں بریلی تشریف لائے اور جامعۃ الرضا جو مرکز الدرسات الاسلامیہ جس کو قائم کرنے کی مجھے توفیق ہوئی وہاں آپ تشریف لائے اور وہاں آپ کا خطاب ہوا۔

جاری ....

ص ۳۰/ کا بقیہ ....

تصنیف ہے اور رویئت ہلال جو در حقیقت 1905/ میں رمضان المبارک میں ۲۹/ تاریخ کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان نے مرتب فرمائی اور حساب لگایا کہ ۲۹/ کو چاند رویت کے قابل ہوگا یا نہیں ہوگا اگر چہ اس پر بنیاد نہیں ہو سکتی لیکن پہلے سے اگر معلوم ہو جائے چاند قابل رویت ہے دیکھنے میں زیادہ توجہ دی جائے اس تعلق سے اعلیٰ حضرت نے تحریر فرمائی، ایک اور کتاب قانون رویئت اہلہ ان تینوں کتابوں کی کمپوزنگ ہو چکی ہے اور ادارہ کنز الایمان فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام کام چل رہا ہے اور انشاء اللہ بہوت جلد زیور طبع سے آراستہ ہو کر ہدیہ ناظرین کی جائیں گی دعا ہے کہ رب تعالی کنز الایمان فاؤنڈیشن کو دین دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور کنز الایمان کے اراکین کو صحت اور سلامتی عطا فرمائے، آمین۔

◆◆◆

ص ۳۵/ کا بقیہ ....

یہ چند جملے نمونے کے طور پر تھے، امام احمد رضا کی تبحر علمی اور شانِ تفقہ دیکھنا ہو تو ان کی تصنیفات کا بلا واسطہ مطالعہ کیجیے اور ان کی شخصیت سے متعلّق اہلِ علم کی تحریریں پڑھئے، عصبیت کے پردے چاک ہو جائیں گے اور حقیقت اور حقانیت آشکارہ ہوتی چلی جائے گی۔ ؎

آنکھیں اگر ہوں بند تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا

◆◆◆

اسلاف واخلاف

از: مولانا محمد ارشد سبحانی*

نورِ ملّت حضرت مولانا ابوالوفا نور محمد بھوروی صدیقی

حیاتِ مُبارکہ کے چند خصوصی گوشے

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

آہ صد ہزار آہ! لرزیدہ بدن ہے، رنجیدہ قلب ہے، شدید رنج والم کے عالم میں کپکپاتے ہاتھوں اور کانپتے قلم سے اپنے مشفق ومحسن اور مربّی عظیم والدگرامی حضور محبّ الٰہی، محبّ النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) محبّ العلماء والمشائخ نازشِ اہلِ سنّت نُورِ ملّت حضرت مولانا ابُوالوفا نور محمد بھوروی صدیقی مجددی نقشبندی قادری نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ کے وصال پُرملال باکمال کے متعلق تحریر کرنا کچھ آسان نہیں ہے، حضور قبلہ والد بزرگوار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مرحوم کہتے اور لکھتے ہوئے اپنے آپ پر یقین نہیں آتا بلکہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ ہم سے کیسے جُدا ہو سکتے ہیں مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ اس دنیائے فانی یعنی دارُالفنا سے دارُالبقا کی طرف رحلت اختیار فرما کر وہ ہم سے جُدا ہو چکے ہیں، آہ صد آہ!

چُن لیا دستِ قضاء نے یہ میرے گلشن کا پھول
کُلُّ نَفسٍ ذَآئِقَۃُ المَوت ہے ربّ کا اصول

حضور نورِ ملّت علیہ الرحمۃ والرضوان میرے صرف والد ہی نہیں بلکہ ایک مُخلص وعظیم رہبر ورہنما اور نہایت مہربان وشفیق اُستاذِ مکرم بھی تھے، وہ ہمیشہ ایک عظیم وشفیق باپ اور ایک دینی ومذہبی قائد کی حیثیت سے فقیر کی تربیّت واصلاح فرماتے رہتے تھے اور جب بھی فقیر احقر النّاس اسفل العباد کی دینی مذہبی مسلکی تقریری وتصنیفی یا کوئی اچھی کاوش کو دیکھتے تو از حد خوش ہوتے اور کئی بار فرطِ مسرّت سے محبّت وخوشی کے آنسو بھی بہاتے اور مجھ نالائق وحقیر فقیر سے پیار فرماتے اور رو رو کر خوب اپنی نیک دعاؤں سے نوازتے رہتے تھے اور اکثر اپنے مُتعلقین کے سامنے بھی فقیر کا ذکر بڑے فخر سے فرماتے تھے۔

ہر حال میں رہا جو تیرا آسرا مجھے
مایوس کر سکا نہ ہجومِ بَلا مجھے

کبھی تنہائی منزل سے جو گھبراتا ہوں
ان کی آواز یہ آتی ہے کہ میں آتا ہوں

آہ صد ہزار آہ! اب وہ شفقتوں محبّتوں عنایتوں اور کرم نوازیوں کی برسات کے پُر بہار موسم کی یادیں تڑپا رہی ہیں، ساون کی رِم جِھم کی طرح آنکھوں سے اشکوں کا اَبر برس رہا ہے، ان کی ایک ایک ادائے وفا کا حسین ورق کھلی کتاب کی مانند فقیر کے پیشِ نظر ہے، ان کی یادوں کے غلبہ نے دل کی دُنیا میں ایک نیا جہان آباد کر رکھا ہے، آہ!

اَہلِ محبّت نے حضور استاذی المکرم ووالدگرامی قدس سرہٗ السّامی کے متعلق حالاتِ زندگی پر لکھنے کی خواہش ظاہر فرمائی ہے، مگر آہ صد آہ! حضور قبلہ والد بزرگوارم قدس سرہٗ العزیز کی رحلت شریف نے تو ہلا کے رکھ دیا ہے، آپ کے سانحہ ارتحال پر اہلِ عقیدت کے جگر خون کے آنسو بہا رہے ہیں، اہلِ محبّت دم بخود ہیں کہ محبّت بانٹنے والے غریبوں سے پیار فرمانے والے بے سہاروں اور یتیموں کے سروں پر دستِ شفقت رکھنے والے ان کے مونس وہمدرد دُنیا سے رحلت فرما گئے ہیں، آہ!

مخدومنا المعظم حضور سیّدی استاذی المکرم ووالد محتشم قدس سرہٗ العزیز کے ساتھ گزرے ہوئے لمحاتِ حیات ایک ایک کر کے نگاہوں کے سامنے جلوہ بار ہوتے چلے آرہے ہیں اور حال یہ ہے، میرے حضور سیّدی والدگرامی واستاذِ مکرم منکسر المزاج سادگی پسند اور حق گو وحق پسند شخصیّت کے مالک تھے، علمائے حق اور مشائخ عظام کے بے حد قدردان وعقیدت مند تھے، دینی طلبا پر بہت مہربان تھے۔

*مضمون نگار ماہنامہ ارشدیہ ممبئی کے بانی وسرپرستِ اعلیٰ ہیں۔

فقیر کی بچپن کی پہلی تصنیف

حضور والد بزرگوار علیہ الرحمہ نے اپنی سرپرستی میں فقیر کے ہاتھ میں قلم تھما کر روحانی وظائف پر ایک رسالہ لکھوایا تھا، جس کا نام فقیر نے ”وظائف سبحانیہ“ تجویز کیا، یہ رسالہ فقیر نے بچپن میں بہت چھوٹی عمر میں حضرت والد بزرگوار نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ کے حکم پر لکھا تھا اور اس قلمی مسوّدہ کو فقیر نے اپنے مرشد طریقت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سراجیہ حسنیہ غفوریہ سجانیہ کے عظیم بزرگ مادزاد ولی اللہ حاجی الحرمین الشریفین مقبول بارگاہِ ربُّ المشرقین والمغربین، عالم ربّانی حضرت خواجہ الحاج ابو الانوار محمد عبدالمعید پیر سبحانی مجددی نقشبندی الحسنی چراغ مرشد آبادی قدس سرہٗ العزیز (سجادہ نشین درگاہِ مُقدس مُرشد آباد شریف) کی بارگاہ ناز میں پیش کیا تو حضور سیّدی مرشد کریم علیہ الرحمہ فقیر حقیر کی کم سنّی کے عالم کی اس کاش کو دیکھ کر بہت حیران ہوئے اور از حد خوشی کا اظہار فرمایا، حاضرین مجلس میں بہت تعریف فرمائی اور دعاؤں سے نوازا۔

حضور والد ماجد علیہ الرحمہ وحضور سیّدی مرشد پاک قبلہ کی زیرنگرانی بچپن میں فقیر جو بھی تصنیف وتالیف کا کام کرتا تھا تو حضور والد گرامی علیہ الرحمہ اور سرکار سیّدی مرشد پاک قبلہ خصوصی طور پر وقت نکال کر خود نظر ثانی فرماتے، فقیر کی قلمی وتحریری خدمات کو بہت سراہتے رہتے اور مجھ حقیر کو اپنے فیضان خاص سے نوازتے رہتے تھے، بچپن میں فقیر اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ کی معیت میں جب بھی بارگاہ حضور مرشد پاک قبلہ میں حاضر ہوتا تھا تو حضور سیّدی مرشد پاک علیہ الرحمہ فقیر کو بھری محفل میں نمایاں جگہ پر بٹھاتے، اپنی ظاہری وباطنی توجہات کرم سے فقیر کے سینے کو مالا مال فرماتے رہتے تھے اور اپنے تمام مریدوں کے سامنے فقیر پر فخر کرتے ہوئے، بہت تعریف فرماتے رہتے اور مجھ حقیر بے توقیر کی خوب خوب حوصلہ افزائی فرماتے رہتے تھے، نیز مہمان نوازی کے طور پر اپنے (گھر) دولت کدے سے سپیشل چائے مٹھائی اور جو اپنے لئے لنگر شریف کا کھانا تیار ہوتا تھا از راہ عنایت وشفقت اسی میں سے حضور والد گرامی علیہ الرحمہ اور مجھ حقیر فقیر کے لئے لنگر شریف عطا فرماتے تھے، الحمدللہ ثم الحمدللہ تب سے فقیر کے دل میں تالیف و تصنیف کا ایک جذبہ وشوق دامن گیر ہوا اور قلمی کام کا آغاز کیا اور یہ سلسلہ تاحال جاری ہے اور ان شاء اللہ العزیز جاری رہے گا۔

حضرت نورملت کا سفرآخرت

16 رشوال المکرم 1441ھ بمطابق 8 رجون 2020ء بروز پیر شریف حسب معمول نماز پنجگانہ کی امامت بھی فرماتے رہے، اچانک رات کو طبیعت مبارکہ ناساز ہوئی، ڈاکٹر سے چیک اپ کرانے کے لئے بار بار عرض گیا مگر آپ نے چیک اپ کرانے سے انکار فرمادیا، دوسرے روز یعنی 17 رشوال المکرم 1441ھ بمطابق 9 رجون 2020ء بروز منگل صبح نماز فجر ادا فرمائی اور حسب معمول قرآن پاک کی تلاوت بھی فرماتے رہے، پھر آپ کی طبیعت مبارکہ ناساز ہوگئی، فقیر کے برادر اکبر حضرت مولانا محمد افضل بھوروی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر سے آپ کا چیک اپ کرایا، ڈاکٹر صاحب نے تسلی دیتے ہوئے دوا دے کر گھر جانے اور آرام کرنے کو کہا، حضرت مولانا محمد افضل بھوروی صاحب قبلہ آپ کو اپنے گھر خانقاہ سراجیہ لے آئے، آپ کی تیمارداری وبیمار پرسی کے لئے قریبی عزیز ورشتہ دار بالخصوص آپ کی بڑی صاحبزادی صاحبہ وداماد جناب محترم محمد اقبال صاحب اور دیگر اہل خانہ حاضر ہوئے، ان سب سے ملاقات فرمائی، اپنے چھوٹے ننھے نواسے عزیزی محمد کمال سلمہ ربہ سے بہت پیار فرماتے رہے اور مجھ حقیر سے بھی گفتگو فرمائی، نیز اس سے قبل فقیر کو نصیحتیں اور وصیتیں بھی فرمارکھی تھیں، آپ نے سیب منگوا کر تھوڑا سا تناول فرمایا اور تبدیل کرنے کے لئے نئے سفید کپڑے طلب فرمائے، تازہ غسل اور وضو فرما کر جب کمرے میں تشریف لائے، ابھی اعضائے وضو تر ہی تھے کہ قبلہ رُخ ہوکر کلمہ شریف پڑھتے ہوئے کم وبیش سوا گیارہ بجے کے لگ بھگ آپ اپنے خالق حقیقی کے حضور حاضری اور دیدار مُصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم سے مشرف ہونے کے لئے دار فانی سے دارالقرار کی طرف رحلت

فرما گئے، اناللہ وانا الیہ رٰجعون۔
جانے والے تجھے روئے گا زمانہ برسوں

آپ کے وصال پُرملال کی خبرِ دُنیا کے مختلف مما لک میں مختلف ذرائع سے پھیل گئی، احباب اہلِ محبّت واہلِ تعلق سوگوار بن کر خانقاہ سراجیہ کی طرف چل پڑے، حضور والد ماجد علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصال مبارک کے بعد دیکھنے والوں نے سر کی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ کا چہرہ مبارک چودھویں کے چاند کی مثل چمک رہا تھا اور ہونٹوں پر آثارِ تبسم نمایاں تھے اور امامُ الصوفیا حضرت سیّدنا شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ان اشعار کا مصداق نظر آرہے تھے۔

یاد داری کم وقت زادن تو
ہمہ خنداں بُودند تو گریاں
آں چُناں زی کہ وقت رفتن تو
ہمہ گریاں بُودند تو خنداں

یعنی اے انسان! تجھے یاد ہے کہ جب تو پیدا ہوا تھا تو سب ہنس رہے تھے اور تو رورہا تھا، لیکن وقت رخصت تیری شان یہ ہونی چاہیے کہ تو ہنس رہا ہو اور سب رو رہے ہوں۔

ہر آنکھ اشکبار تھی، تلاوت قرآن پاک ہوتی رہی، ذکر الٰہی عزجل کلمہ شریف، نعت شریف اور درود وسلام کا مسلسل وِرد ہوتا رہا۔

امامت نماز جنازہ

بحمدللہ تعالیٰ! نماز عصر کی امامت کی سعادت بھی فقیر کو نصیب ہوئی، بعد نماز عصر تقریباً سوا چھ بجے آپ کو آخری غسل کے لئے جب تختہ غسل پر لے جایا گیا تو اس وقت بھی آپ کے چہرے پر نُورانیت کی تازگی اور اک لطیف سی مسکراہٹ تھی، بعد غسل مسنون کفن پہنا کر سفید عمامہ شریف کا نورانی تاج بھی سجایا گیا، فقیر نے دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے خود کفنی بھی لکھی، پیشانی مبارک پر بسم اللہ شریف، سینے مبارک پر کلمہ طیبہ اور درود وسلام اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ الله اورالمدد یارسول الله صلی الله علیه وآله وبارك وسلّم، المدد یاسیّدنا امام اعظم رضی الله عنه، المدد یاسیّدنا غوث اعظم دستگیر رضی الله عنه لکھنے کی سعادت حاصل کی۔

بعدہ آپ کا جسدِ مبارک آخری دیدار کے لئے گھر میں لایا گیا، فقیر حقیر نے بڑی مُشکل سے دل کو قابو میں رکھتے ہوئے اپنے سب اہل خانہ کو صبر وحوصلہ کی تلقین عرض کی، الحمدللہ کلمہ شریف، نعت شریف اور درود وسلام کی گونج ایک عجیب منظر پیش کر تھی، آپ کا چہرہ مبارک دیکھنے والے پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ یہ سچے عاشق رسول ﷺ اور جنتی کا چہرہ ہے، فقیر بھی اشکبار آنکھوں سے بار بار قدم مبارک چومتا رہا اور زیارت کیساتھ ساتھ کلمہ شریف، نعت شریف اور درود وسلام کا بکثرت ورد بھی کرتا رہا، کلمہ شریف، نعت شریف اور درود وسلام کی صداؤں میں جب آپ کی چارپائی شریف کو اُٹھایا گیا تو ایک کہرام مچا ہوا تھا، الحمدللہ نماز مغرب باجماعت مرکزی عیدگاہ چاہ مرزے والا خانقاہ سراجیہ میں ادا کی گئی، گھر سے لے کر عیدگاہ تک جاتے ہوئے ذکر الٰہی عزوجل، کلمہ شریف، نعت شریف اور درود وسلام کی صدائیں اس شعر کی عکاسی کررہی تھیں کہ۔

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دُھوم سے نکلے
محبوب کی گلیوں میں ذرا گھوم کے نکلے

بعد نماز مغرب ذکر الٰہی جل جلالہ کے ساتھ ساتھ خطاب بھی ہوا، حضور سیّدی والد گرامی قدس سرہ العزیز کی نماز جنازہ کی امامت کے لئے اہل علم وصاحبان طریقت کی موجودگی میں خاندان کے صاحبان علم عزیز واقارب بالخصوص فقیر کے برادر اکبر حضرت مولانا محمد افضل بھوروی صدیقی دام ظلہ نے مجھ حقیر (فقیر ابُوالبرکات محمد ارشد سُبحانی عفی عنہ) کا انتخاب فرمایا، الحمدللہ! موسم نہایت خوشگوار تھا، دھیمی دھیمی اور بھینی بھینی ہوا دل و دماغ کو معطر کررہی تھی۔

شب بدھ کو کم وبیش سوا آٹھ 15:8 بجے بے شمار عاشقان رسول، علمائے کرام، اربابِ طریقت اور عزیز واقارب نے مجھ حقیر و پُرتقصیر کی امامت میں حضور والد بزرگوار قدس سرہٗ

العزیز کی نماز جنازہ ادا فرمائی، بعد نماز جنازہ فقیر نے خصوصی طور پر اجتماعی دعا بھی کی۔

عظیم عاشق رسول ﷺ میرے حضور سیّدی والد ماجد حضور نورملّت حضرت ابُوالوفا قدس سرہ العزیز کے عظیم جنازے کا منظر سرکار سیّدنا اعلیٰ حضرت عظیم البرکات امام اَہل سنّت مجدد اعظم دین وملّت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس شعر کا مظہر نظر آرہا تھا کہ۔

عرش پر دُھومیں پر مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اُٹھے وہ طیب وطاہر گیا

آخری آرام گاہ

بعد نماز جنازہ کلمہ شریف ذکر اور درود وسلام کی صداؤں میں آپ کے جسد خاکی کو مرکزی عیدگاہ چاہ مرزے والا خانقاہ سراجیہ سے قبرستان چاہ مرزے والا (جو کہ فقیر کے تلوکر خاندان کے چشم وچراغ اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ دوستیہ سراجیہ کے عظیم پیشوا اور ولی کامل حضرت خواجہ ابُوالسّعد احمد خان تلوکر سراجی عثمانی مجددی نقشبندی قدس سرہ العزیز (بانی خانقاہ سراجیہ) کے مزار پُرانوار شریف سے کم وبیش ڈیڑھ کلومیٹر مشرقی شمالی جانب میں لایا گیا، تدفین کے وقت سب سے پہلے فقیر آپ کی قبر مبارک میں اترا اور مختلف قرآنی سورتوں کی تلاوت کے ساتھ ساتھ، درود ناریہ و درود تُنجینا شریف اور دیگر درود وسلام پڑھ کر حصول برکت کے لئے قبر شریف میں دم کیا، برادر اکبر حضرت قبلہ محمد افضل بھوروی صدیقی حفظہ اللہ تعالیٰ اور پھوپھی زاد بھائی جناب محترم محمد ممتاز بھوروی صدیقی سلمہ ربہ اور فقیر نے کلمہ طیبہ ودرود وسلام کی گونج میں اور خود بھی درود وسلام پڑھتے ہوئے حضور والد گرامی قدس سرہ السامی کے جسد مبارک کو لحد شریف میں اتارا۔

بحمدللہ تعالیٰ! لحد شریف میں اُتارتے ہی حضور والد گرامی نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ کے چہرے مبارک کا رُخ قبلہ شریف کی طرف ہوگیا شاید انہیں شربتِ دیدارِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم کے جام نوش کرنے کی ہی جلدی تھی۔

نُور کی برسات

بوقت تدفین جب کثرت سے درود وسلام پڑھا جارہا تھا اور نعت شریف کی گونجیں بھی پورے قبرستان کے ماحول کو معطر ومنوّر کررہی تھیں تو اس وقت فقیر ایک عجیب سی کیفیت محسوس کررہا تھا گویا آسمان سے انوار وبرکات کی برسات ہورہی ہے۔

مرقد پہ تیری رحمت حق کا نزول ہو
حامی تیرا خدا اور خدا کا رسول ﷺ ہو

◆◆◆

ص ۲۴ر کا بقیہ......................

ماتحت دارالعلوم قادریہ رحمانیہ، دعوہ کالج، طیبہ پبلک اسکول، دارالقضاء و دارالافتاء شاخ ادارہ شرعیہ پٹنہ، مجبی اکیڈمی، محدث عبدالحق لائبریری، تحقیق فی الحدیث والفقہ (برائے شوافع) قادری دارالتصوف کے سرپرستوں میں سے ایک اہم سرپرست ہیں، آپ کی بے لوث شفقت ومحبت انجمن نوراسلام اور اس کے بانی و ناظم اعلی راقم الحروف (ریحان رضا انجم مصباحی) پر زمانہ قیام سے اب تک جاری ہے، ایک موقع پر مشکلات سے دو چار ہوکر راقم الحروف نے عرض کیا لگتا ہے، اب مجھے کسی دوسری جگہ جا کر نوکری کرنی پڑے گی، میری اس بات کو سن کر حضرت قاری صاحب قبلہ دل برداشتہ ہوگئے اور کہنے لگے ہم اپنے علاقہ کی سنیت سے مکمل ناامید ہوگئے تھے، آپ کی کوشش سے اب امید بندھ گئی تو آپ ایسا کہہ رہے ہیں، اللہ شاہد ہے اگر میرے پاس روپیہ ہوتا تو آپ کی ضروریات میں پورا کرتا لیکن یہاں سے کہیں جانے نہیں دیتا، بہر حال آپ جیسے بزرگوں کی دعا شامل حال رہی اور حالات جستہ جستہ بدلنے لگے، حقیقت میں جو کچھ انجمن نوراسلام کے زیر سایہ دیکھا جارہا ہے انہیں جیسے مخلصوں کی دعا کا اثر ہے ورنہ من آنم کہ من دانم! اللہ کریم کی بارگاہِ نازِ رحمت میں دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ حضرت قاری فضل الرحمن نوری کو صحت وتندرستی کے ساتھ عمر طویل عطا فرمائے۔

◆◆◆

استاذ القرآو الحفاظ حضرت قاری فضل الرحمٰن نوری

حیات و خدمات

از: مولانا ریحان انجم مصباحی*

نام ونسب

الحاج قاری محمد فضل الرحمن بن محمد رفیق بن جان محمد بن کریم بخش

جائے پیدائش

آبائی گاؤں موضع بھیروا بسفی مدھوبنی بہار۔

تاریخِ پیدائش

اصل تاریخ یاد نہیں البتہ سرٹیفیکیٹ کے اعتبار سے یکم جنوری 1957ء ہے۔

تعلیمی پڑاؤ

پہلا پڑاؤ: حافظ خورشید صاحب و حافظ اسرار صاحب متوطن بھیروا سے آپ نے اپنے تعلیمی سفر کا آغاز کیا پھر چند ماہ آمد و رفت کے طور پر مدرسہ محمود العلوم دملہ میں تعلیم حاصل کی جبکہ پندرہ پارہ حفظ حافظ خورشید عالم صاحب کے پاس ہی کر چکے تھے۔

دوسرا پڑاؤ: مولانا شمیم عالم مصباحی بھیروی جس سال دورۂ حدیث میں تھے، اس سال شوال میں آپ کی معیت و تحریک پر قاری فضل الرحمن صاحب دارالعلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور اعظم گڑھ (یوپی) گئے، جہاں مکمل سال بھر درس و تدریس کی لطف اندوزی حاصل کرتے رہے، آپ جس دن مبارک پور پہنچے تھے، اسی دن استاذ العلماء علامہ عبدالرؤف صاحب قبلہ بلیاوی کا انتقال پر ملال ہو گیا تھا، پھر تعطیل کلاں کے موقع پر شعبان المعظم میں آپ جب مولانا شمیم عالم مصباحی بھیروی کے ساتھ واپس آئے تو دوبارہ شاید تنہائی کے سبب یا کسی وجہ سے مبارک پور نہ گئے۔

تیسرا پڑاؤ: مدرسہ تجوید القرآن بیسل پور ضلع پیلی بھیت (یوپی) استاذ القراء حضرت قاری رضی اللہ چترویدی کی درس گاہ میں مکمل پانچ سال رہ کر حفظ قرآن اور قرأت کی باضابطہ تکمیل کا شرف حاصل کیا اور اسی مدرسہ کے جلسہ دستار بندی کے موقع پر آپ حفظ و قرأت کی دستار سے نوازے گئے، اس جلسہ دستار بندی میں خصوصیت کے ساتھ خطیب دوراں حضرت علامہ سید مظفر حسین کچھوچھوی علیہ الرحمہ مدعو کیے گئے تھے۔

چوتھا اور آخری پڑاؤ: مدرسہ فیض الرسول براؤں شریف میں ایک سال رہ کر جماعت اعدادیہ کی تکمیل کا شرف حاصل کیا، قاری صاحب کی خوش نصیبی تھی کہ انھوں نے فیض الرسول کی ایک سالہ زندگی میں علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی اور مفتی جلال الدین امجدی علیہما الرحمہ جیسے بلند پایہ علما کا عہد زرین پایا۔

شرف بیعت

تاجدارِ اہلِ سنت، حضور مفتی اعظم ہند علامہ مفتی مصطفیٰ رضا خاں قادری بریلی شریف سے مفتی وجیہ الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دولت کدہ پر بیعت کا شرف حاصل کر کے اپنے آپ کو قادری رضوی نوری غلاموں میں شامل ہو گئے۔

طالب بیعت

جانشین مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری نوری ازہری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دھنباد آمد ہوئی تھی، اس موقع پر جناب یونس رضوی واسع پوری دھنباد کے دولت کدہ پر آپ سے بیعت ہونے کا بھی شرف حاصل کیا، یعنی اپنے مرشد کی وفات کے بعد ان کے جانشین کے دست حق پرست پر ہاتھ دے پھر ایک اپنے کو رضوی غلاموں میں شامل کر لیا۔

رسم مناکحت

موضع تلیا پوکھر جو رہیکا سے متصل ہے ضلع مدھوبنی میں شادی ہوئی، آپ کے قاضی نکاح حضرت مولانا حکیم چمن قادری بھیروی ثم تلیا پوکھر ثم سیوانی تھے، مولانا چمن قادری اب پورے

طور پر میرواسیوان کی بود و باش اختیار کر چکے ہیں۔

اولاد وامجاد

آپ کا گھر اولاد نرینہ والا سے سے بھرا پڑا ہے اللہ رب العزت نے آپ کو تین صاحبزادے اور سات صاحبزادیاں عطا کی ہیں جس میں سے ایک صاحبزادی انتقال کر چکی بقیہ بقید حیات ہیں۔

تدریسی اسفار

اپنے استاذ حضرت قاری رضی اللہ چترویدی کے حکم سے آپ نے سب سے پہلے اپنے مادر علمی مدرسہ تجوید القرآن بیسل پور پیلی بھیت سے درس وتدریس کا آغاز کیا اور استاذ کے حکم سے تقریباً چار سال بحسن وخوبی تدریسی خدمات انجام دیا۔

دوسرا سفر

ادارہ شرعیہ پٹنہ: یہ وہ عہد زرین تھا جب پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت علامہ سید رکن الدین اصدق مصباحی مدظلہ العالی ادارہ شرعیہ پٹنہ کے مہتمم تھے، آپ اسی زمانے میں ادارہ شرعیہ کے شعبہ حفظ کے مدرس منتخب ہوئے، تدریسی خدمات انجام دیتے ہوئے ابھی چار سال ہی ہوا تھا کہ حضرت سید رکن الدین اصدق صاحب ادارہ شرعیہ سے کنارہ کشی اختیار فرمالی، بس آپ بھی ادارہ شرعیہ سے الگ ہو گئے کیونکہ حضرت سید صاحب ہی نے آپ کی تقرری فرمائی تھی اور آپ سے بے پناہ محبت بھی فرماتے تھے اس لیے تقاضائے محبت تھا کہ آپ نے ان کے ساتھ خود بھی ادارہ شرعیہ سے الگ کرلیا، جب آپ ادارہ شرعیہ میں شعبہ حفظ کے مدرس منتخب ہوئے اس کے کچھ دن بعد محلہ باقر گنج میں واقع خیر النساء مسجد کے خطیب وامام منتخب ہو گئے اور دونوں جگہ چار سال تک آپ نے بحسن وخوبی خدمت انجام دی۔

تیسرا سفر

حضرت مولانا سلامت اللہ مصباحی غازی پوری نے ایک مسجد میں نیا مدرسہ بنام جامعہ رضویہ گریڈیہ قائم فرمایا تھا جس میں آپ بحیثیت صدر مدرس مقرر ہوئے اور شعبہ حفظ کے ساتھ اعدادیہ جماعت کے بچوں کو بھی آپ درس دیتے تھے، اس ادارہ میں آپ کا قیام 1980ء سے 1985ء تک تھا، اس نئے مدرسہ سے آپ کے علاوہ مولانا شہاب الدین (ناظم تعلیمات تھے، آپ قریب کسی سرکاری اسکول میں مدرس بھی تھے) مولانا عبد القدوس مصباحی، مولانا مقصود عالم، مولانا محمد یوسف مظفر پوری جیسی شخصیات وابستہ تھیں۔

چوتھا سفر

مدرسہ اصدقیہ مخدوم شرف بہار شریف میں شعبہ حفظ و قراءت کی ذمہ داری 1985ء سے 1996ء تک بحسن وخوبی انجام دیا، وہاں کے شاگردوں میں کسی کسی نے بڑا اعلی مقام حاصل کیا۔

چند قابل ذکر تلامذہ

پیر طریقت حافظ محمد جیلانی صاحب بھاگلپوری مقیم حال بنگلور، حافظ محمد مزمل حسین گریڈیہ مقیم حال اڑیسہ، پروفیسر حافظ محمد جمیل سمستی پوری، حافظ محمد افضل گریڈیہ۔

پانچواں سفر

14/ اگست 1996ء کو نوری مسجد جھریا دھنباد میں بحیثیت خطیب وامام مقرر ہوئے اور اب تک اس خدمت کو اپنے پیر و مرشد کے نقش قدم پر قائم رہتے ہوئے انجام دے رہے۔

زیارتِ حرمین شریفین

فضل الٰہی اور بطفیل سرکار مصطفی ﷺ آپ سن 2010ء میں زیارت حرمین شریفین کی سعادت سے مستفیض ہو چکے ہیں۔

اجازتِ وخلافت

آپ کو تین اہم شخصیات سے اجازت وخلافت کا شرف حاصل ہے: (۱) خلیفہ مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی سلطان رضوی رحمۃ اللہ علیہ ادری ضلع مئو یوپی (۲) مفتی سید احمد رضا برہانی، خانقاہ برہانیہ سانودہ بنگال (۳) نبیرۂ سرکار مجبی محبوب الاولیاء حضرت مولانا الحاج محمد حمید الرحمن قادری رحمۃ اللہ علیہ، خانقاہ قادریہ نوریہ رحمانیہ پوکھریرا شریف۔

دینی اداروں کے سرپرستی

آپ کے آبائی گاؤں سے ایک کیلومیٹر کے فاصلہ پر محلہ پوکھر ٹولہ بسفی میں واقع انجمن نور اسلام جس کے بقیہ ص ۲۲ پر

(از: عالمہ اے رضویہ*

حضور مفسر اعظم ہند علامہ ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ

حیات و خدمات

مفسر اعظم ہند ایک بہت ہی عظیم اور پاکیزہ شخصیت کا نام ہے جو حقیقتاً زبان رضا تھے وہ رضا کے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کے وارث و امین تھے ان کی نیکی ان کے صبر شکر گزاری اور بے لوث دینی خدمات ہی کا ثمرہ ہے کہ آپ کی اولاد خوش وخرم اور شاد و آباد ہے وہ حقیقی معنیٰ میں مبلغ اسلام عالم باعمل سچے نائب رسول اور اصلیت میں پیر طریقت اور مرشد برحق تھے وہ جو بھی کہتے اور بولتے اس پر عمل کرتے انہوں نے اپنا اثاثہ اپنے گھر کے زیورات، اپنا مال و زر، اپنا لہو و پسینہ صرف اور صرف غلبۂ اسلام وسنیت اور تبلیغ دین ومسلک کی خاطر قربان کر دیا اس لئے تو عاشق اعلیٰ حضرت شکیل اثر نورانی کہتے ہیں۔؎

رضا کا نیر تاباں مفسر اعظم
رضا کا ماہ درخشاں مفسر اعظم

مہک رہا ہے گلستان رضویت جس سے
ہے اس کی فصل بہاراں مفسر اعظم

ولادت باسعادت

حضور حجۃ الاسلام کے دولت کدہ پر بحیثیت اولاد نرینہ کوئی اولاد نہ تھی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے دولت کدہ پر بحیثیت نبیرۂ پہلی ولادت باسعادت تھی، آپ کی ولادت باسعادت کے بعد سنت مصطفیٰ کے مطابق داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہی گئی۔

سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے تھوڑا سا چھوہارا چبا کر دولت کدہ میں بھیجا، آپ کی ولادت کی خبر سن کر سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منجھلے بھائی استاذ زمن علامہ حسن رضا خاں قادری قدس سرہٗ نے فی البدیہہ یہ مصرع ارشاد فرمایا ''علم و عمر اقبال وطالع دے خدا'' اللہ کی شان یہی مصرع تاریخ ولادت ہو گیا۔

نام ونسب

حضور مفسر اعظم ہند کا اسم گرامی محمد رکھا گیا مشہور ہے یہ اسم مبارک خود سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رکھا پھر آپ کے والد ماجد حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا خاں صاحب نے دین حنیف کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کا نام ابراہیم رضا خاں تجویز کیا اور جد محترم سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پکارنے کے لئے جیلانی میاں رکھا۔

عقیقہ

سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود آپ کے عقیقہ کا انتظام فرمایا جس میں جملہ عزیز واقارب اور جامعہ رضویہ منظر اسلام کے تمام اساتذہ وطلبا کی حسب خواہش جاگانہ شوق کے مطابق الگ الگ خورد ونوش کا انتظام واہتمام فرمایا۔

رسم بسم اللہ خوانی

جب حضور مفسر اعظم کی عمر شریف چار سال چار ماہ چار دن کی ہوئی تو ۱۴/شعبان المعظم ۱۳۲۹ھ بروز چہارشنبہ سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علما وصلحا، اعزا واقربا اور شہر کے معززین کی موجودگی میں بسم اللہ خوانی کرائی نیز اسی مقدس موقع پر امام اہل سنت نے آپ کو بیعت فرما کر خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا اور علی الاعلان فرمایا یہ میرا پوتا کبھی میری زبان ہوگا۔

تعلیم وتربیت

ابتدائی تعلیم گھر ہی پر والدہ ماجدہ مشفقہ جدہ محترمہ سے حاصل کی یہاں تک کہ ناظرہ قرآن کریم اور اردو کی ابتدائی کتب پڑھیں، سات سال کی عمر مبارک میں دارالعلوم منظر اسلام میں داخل کئے گئے، قدوری، فصول اکبری وغیرہ محدث جلیل حضرت علامہ احسان فیض پوری قدس سرہ سے پڑھیں، عربی ادب کی

اسلاف واخلاف

کتابیں اور مشکوٰۃ شریف خود حضور حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پڑھائیں، حدیث وفقہ کی دیگر کتابیں دوسرے اساتذہ سے پڑھیں، تحصیل علوم ہی کے دوران جد کریم سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سایہ شفقت سر سے اٹھ گیا، تقریباً ۱۹؍سال کی عمر میں ۱۳۴۴ھ میں آپ کی فراغت ہوئی، والد محترم حضور حجۃ الاسلام نے مشاہیر علما ومشائخ کی موجودگی میں دستار بندی فرمائی اور اپنی نیابت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

نکاح مبارک ورخصتی

حضور مفسر اعظم ہند ابھی کم سنی میں تھے، سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دونوں عظیم وجلیل شہزادگان حجۃ الاسلام اور حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کو طلب کیا اور اپنے دونوں پوتے اور پوتی کو رشتۂ ازدواج میں منسلک کردیا، جب حضور مفسر اعظم ہند کی عمر ۱۹؍سال کی ہوئی اور آپ تعلیم سے آراستہ وپیراستہ ہوئے تو سنت کے مطابق رخصتی ہوئی اور اس سعید موقع پر شاندار ضیافت وولیمہ کا اہتمام کیا گیا۔

نیابت اور ابتدائے دین کی تبلیغ واشاعت

حضور حجۃ الاسلام نے اپنے وصال ۱۷؍جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳؍مئی ۱۹۴۳ء سے قبل اپنے دونوں صاحبزادوں کو بلایا اور اپنی خلافت کا اعلان فرمادیا اور اپنی وصیت کے مطابق مفسر اعظم ہند کو اپنے نائب، خانقاہ عالیہ رضویہ کا سجادہ اور دارالعلوم منظر اسلام کا مہتمم نامزد فرمایا، جس وقت دارالعلوم منظر اسلام کا اہتمام قانونی طور سے حضور مفسر اعظم ہند کے قبضے میں آیا تو دارالعلوم کی حالت بڑی خستہ تھی، اس یادگار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ، منظر اسلام کو حیات تازہ دینے کی خاطر سخت جدوجہد کی، محدث اعظم پاکستان مفتی سردار احمد اور دیگر مشاہیر علمائے کرام دارالعلوم کو خیر آباد کہہ چکے تھے، ان کے ساتھ کچھ ذہین وفطین طلبائے عظام بھی دارالعلوم سے رخصت ہوگئے تھے، ایسے وقت میں دارالعلوم کی حالت خزاں رسیدہ چمن کے مانند تھی، آپ نے قابل اساتذہ کو دارالعلوم میں لانا شروع کیا، اپنے استاذ گرامی محدث جلیل احسان علی اور نامور مفتی حضرت علامہ سید افضل حسین صاحب ومفتی محمد احمد جہانگیر خاں صاحب قدس سرہ کو دارالعلوم میں خاص خاص مناصب پر فائز فرمادیا، دیگر ذی استعداد اور قابل اساتذہ کا بھی تقرر فرمایا اور اپنے آپ درس وتدریس میں لگ گئے شروع ہی میں دارالعلوم کی آمدنی نا کے برابر تھی، لہٰذا کئی بار ایسا موقع آیا کہ آپ نے مدرسین اور دیگر عمال کی تنخواہ کی ادائیگی کے لئے گھر کے زیورات تک بیچ دیئے۔

آپ کی علمیت، آپ کی خطابت، خاندانی وجاہت اور تقویٰ نیز تعویذات وغیرہ کے اثر نے مسلمانان اہل سنت کو بہت ہی زیادہ متأثر کرنا شروع کردیا اور لوگ دارالعلوم کی طرف خصوصی توجہ دینے لگے اور جلد ہی یہ دارالعلوم ہندوپاک کا عظیم ادارہ بن گیا اور مرکز اہل سنت تسلیم کیا جانے لگا، آپ دارالعلوم کے کلرکوں سے سختی کے ساتھ حساب کرتے، حساب درست ہونے پر بہت ہی شاد ہوتے اور انہیں مٹھائیاں کھلاتے، آپ نے دارالعلوم کی مالی حالت مضبوط کرنے کی خاطر محصلین مقرر کئے جو دارالعلوم کو مالی امداد فراہم کرتے اور شہر در شہر مسلک حق کی اشاعت وتبلیغ کرتے، آپ نے دارالعلوم کی آمدنی بڑھانے کے لئے کتب ورسائل تصنیف فرما کر نیز سرکار اعلیٰ حضرت کی کتابیں چھپوا کر سنیوں میں تقسیم کرائیں اور ان سے جو آمدنی ہوتی وہ دارالعلوم کو دے دیتے، اسی طرح دارالعلوم کی آمدنی میں کافی اضافہ ہوا ساتھ ہی ساتھ آپ کے علم وقلم میں بھی تابانی بڑھی، یہ تمام امور آپ نے صرف اور صرف دین کی تبلیغ اور علم دین کی ترویج واشاعت کے لئے انجام دئے۔

مفسر اعظم کا لقب

خانوادۂ اشرفیہ کے روشن چراغ سید محمد محدث اعظم ہند کچھوچھوی آپ کی تقریر سے بہت متأثر تھے، ملک کی کئی بڑی سنی کانفرنسوں میں سیدنا آپ کا تعارف کرایا اور آپ کو مفسر اعظم ہند سے یاد فرمایا، سیدنا محدث اعظم نے سب سے پہلے کلکتہ کی ایک عظیم الشان کانفرنس میں آپ کو اس لقب سے یاد فرمایا اور موجودہ علمائے کرام نے اس کی تائید کی علما، سامعین نے تکبیر ورسالت اور مسلک اعلیٰ حضرت، نبیرۂ اعلیٰ حضرت زندہ باد، پائندہ

باد کے نعروں سے خوشی کا اظہار کیا اور اب ہر پوسٹر اور اشتہار میں آپ کے لئے مفسر اعظم ہند چھپنے لگا، آپ کے اس لقب اور شہرت سے کچھ لوگ حسد کرنے لگے لیکن آپ نے نہ تو اس لقب کی عظمت وشہرت پر کبھی اظہار فخر کیا نہ ہی مخالفین ومعاندین کی تنقید ونکتہ چینی کی پرواہ کی، پوسٹر واشتہار میں چھپنے کے بعد عوام وخواص، علما، طلبا ہر کسی نے بجائے جیلانی میاں یا علامہ ابراہیم رضا بریلوی یا بریلی والے مولانا صاحب کے بجائے ''مفسر اعظم ہند'' کہنا شروع کر دیا، آپ کی تفسیر کا ماخذ عموماً روح البیان، نسیم الریاض، شفا قاضی عیاض، خزائن العرفان ہوتے، احادیث مصطفیٰ کے نکات شارح مسلم شریف امام نووی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی مدارج النبوۃ، اشعۃ اللمعات کے اقوال کی روشنی میں بیان کرتے۔

آپ کی خطابت

اپنی تقریر میں آپ قرآن مجید کی تفسیر والہانہ انداز میں کرتے اور خطبہ کے بعد دس دس، بیس بیس آیات قرآنی تلاوت کرتے، کنزالایمان سے ان کے ترجمے پیش کرتے اور دیگر مترجمین کے تراجم کا موازنہ کرتے، ترجمہ کنزالایمان کے نکات بیان کرتے اور احادیث کریمہ سے ان کی توثیق کرتے، وہابیہ، دیابنہ کے رد میں جد کریم سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مختلف تصانیف نیز دیگر محققین کی کتابوں کو حوالہ بناتے، آپ دو دو، تین تین گھنٹے روانی کے ساتھ بولتے رہتے اور پورے مجمع کو اپنے خطابت سے مست ونہال کر دیتے، آپ کے جلسے میں آپ کے ہم عصر ممتاز علما وخطبا بھی شرکت فرماتے اور ہر کوئی آپ کے خطابت کے جمال وکمال سے مست ہو اٹھتا، کلکتہ، کانپور، مظفر پور، شیوہر وغیرہ میں مہینوں آپ کے تقریری وتبلیغی پروگرام چلتے، مفتی اعظم کانپور امیر شریعت مفتی رفاقت حسین علیہ الرحمہ سے بھی ملاقات کی، وہ آپ کی بڑی عزت کرتے تھے، حضرت نے خدمت دین کے لئے جو جانفشانی اٹھائی اور جس طرح کا ایثار پیش کیا وہ صدہا آفریں کے لائق ہے، لیکن ہمیشہ یہی فرمایا کرتے کہ مجھے تبلیغ کا موقع بہت کم ملا، آپ نے بہار ونیپال کے علاقوں میں پیدل، سائیکل اور بیل گاڑی تک سے سفر کیا صرف سنیت کی اشاعت اور دین کی تبلیغ کے خاطر اور اس سے سنیت کو کافی فروغ ملا۔

قبل وفات کے چند واقعات

حضرت مفسر اعظم ہند کے آخری ایام میں زبان بند ہوگئی تھی مگر آپ تحریرا دین اور خدمت خلق انجام دیتے رہے، وصال سے چند ماہ قبل آپ کافی کمزور ہوگئے تھے لیکن اس کے باوجود متعدد مقامات کے دورے کئے اور دین وسنیت کی تبلیغ کا فریضہ انجام دیا، آخری ایام میں جو واقعات قبل وفات رونما ہوئے ان میں مختصراً یہ ہیں:

حضور مفسر اعظم ہند کے وصال سے قبل کلکتہ سے ایک مرید کا خط آیا، انہوں نے حضور مفسر اعظم ہند کو تین مرتبہ سرکار ابد قرار کے ہمراہ دیکھا، حضور مفسر اعظم ہند نے یہ خط دیکھا اور تبسم کیا، یہ خط آپ کی تیسری صاحب زادی نے بھی پڑھا اور انہیں ایسا محسوس ہوا کہ پیارے ابا جان جلد ہی ان سے جدا ہونے والے ہیں اور پردہ فرمانے والے ہیں، مفسر اعظم ہند کے ایک مرید نے خواب میں دیکھا جو بہار بارڈر نیپال سے تعلق رکھتے تھے کہ حضور مفسر اعظم ہند اور حضور مفتی اعظم ہند ایک ساتھ جلوہ گر ہیں، تھوڑے وقفے کے بعد مفسر اعظم ہند اٹھ کر چلنے لگے، اس مرید نے خواب میں کہا حضور پان کھا کر جائیے، حضور مفسر اعظم ہند نے مڑ کر پان لے لیا اور چلے گئے، مرید بہت فکر مند ہوا وہ بریلی شریف آیا تو اسے معلوم ہوا کہ حضور مفسر اعظم ہند وصال کر گئے ہیں، آپ کا وصال ۱۱/صفر المظفر ۱۳۸۵ھ مطابق ۲۲/جون ۱۹۶۹ء بروز ہفتہ کو ہوا، آپ کی نماز جنازہ اسلامیہ کالج گراؤنڈ میں نائب مفتی اعظم ہند سید افضل حسین صاحب مونگری نے پڑھائی، بعد نماز جنازہ خانقاہ عالیہ رضویہ میں تدفین ہوئی، آپ کو قبر اطہر میں مفتی جہانگیر خاں، مرید سرکار اعلیٰ حضرت سید اعجاز حسین بریلوی اور دیگر اصحاب نے اتارا اور رضوی دولہا کو آرام سے لٹا دیا گیا۔

◆◆◆

از: مفتی قاضی شہید عالم رضوی *
ترتیب: ابوالحسن محمد یاسر رضا باندوی

علوم عقلیہ میں امام احمد رضا کا مقام و مرتبہ

رضویات

آیت من آیات اللہ و معجزت من معجزات سید المرسلین اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ کو اللہ عزوجل نے علوم دینیہ میں ایسا کوہ گراں بنایا کہ اس بلندی کو دیکھنے میں بڑے بڑوں کی کلاہ افتخار سر سے نیچے اتر جائے اسی طرح ہیئت و ہندسہ علم مثلث سطحی علم مثلث کروی میں بحر ذخار بنایا جب کسی بھی فن میں قلم اٹھاتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کسی بھی علم کی تحقیق و تدقیق و تنقیح و توضیح میں اپنی عمر کے پورا حصہ نکال دیا ہو یہ علوم و فنون ہیئت و ہندسہ اور زیجات و تکریمات وغیرہ بے شمار اگر چہ علوم دینیہ میں نہیں ہوتا اسکے باوجود امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے ان علوم سے بہت سے دینی اُمور مثلاً نظام الاوقات اور سمت قبلہ کا استخراج وغیرہ میں کام لیکر یہ ثابت کر دیا کہ یہ علوم و فنون بھی خادم فقہ ہیں اور تحقیق و تدقیق پر ایسا کامل اعتماد کہ اس کے خلاف کے احتمال کی اصلاً کوئی گنجائش نظر نہیں آتی اس کا اندازہ اس واقعے سے ہوتا ہے۔

میرٹھ سے حاجی شیخ علاء الدین صاحب نے گیارہ شوال المکرم تیرہ سو تیس ہجری میں امام احمد رضا قدس سرہ کی بارگاہ میں درج ذیل مضمون کا مکتوب بھیجا وہ تحریر فرماتے ہیں:

"بعد تقدیم ہدیہ سلام و مراسم نیاز مندی عرض ہے کہ مولوی عبد اللہ صاحب جنھوں نے قائد استخراج تقویم کواکب از مطالع استوائیہ مرقومہ المنک کمترین اُنسے کمترین نے ان کے قاعدہ کی غلطی کا اظہار کیا اور جناب والا کی تحریر دکھائی اس سے انکو اطمینان نہ ہوا کہتے ہیں یہ قاعدہ بالکل ٹھیک ہے اور میں اپنی ولایتی ستارہ بین میں مشاھدتا کواکب کو دیکھا کر آپکا اطمینان کرا سکتا ہوں چنانچہ کمترین نے اُن سے وعدہ لیا ہے کہ بعد رمضان المبارک چند روز کے واسطے مع ستارہ بین کے یہاں تشریف لا کر اطمینان کر دیں لہذا امید کہ اس وقت تک رسالہ مسفر المطالع میں طبع کرانے میں توقف کیا جائے زیادہ حد ادب"

الغرض کہ انہوں نے یہ سوچا کہ یہ ایک ایسا آلہ ہے جس سے تقویم معلوم کی جاتی ہے اور اعلیٰ حضرت نے تقویم کے استخراج کے لیے ایک معرکۃ الآراء تصنیف فرمائی جس کا نام مصفر المطالع للتقویم والطالع ہے تو کہیں ایسا نہ ہو وہ آلہ کچھ بتائے اور اعلیٰ حضرت نے جن قواعد کو تصنیف فرمایا ہے اس کے خلاف نکلے تو یہ مناسب نہ ہوگا اس لئے اعلیٰ حضرت سے انہوں نے گزارش کی اُس وقت تک اس رسالہ کی اشاعت کو موقوف کر دیا جائے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اس کے بیان کردہ قاعدۂ تقویم کو جانچنے کے لیے چند قواعد تحریر فرمائے جب اعلیٰ حضرت نے اُن کے مکتوب کا جواب ارسال فرمایا تو اس مکتوب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اس کے بیان کردہ قاعدۂ تقویم چند قواعد کا افادہ فرمایا پھر اس کے بعد فرماتے ہیں:

"جناب نے طبع رسالہ کو بھی ملتوی کرنے کو فرمایا ہے وہ خود ملتوی ہے رد وہابیہ خذلہم اللہ تعالی کے دس رسالہ زیر طبع ہیں ایجاب النکیر، سبحان السبوح، الحیۃ الجباریہ، دمان باغِ سبحان السبوح، پیکان جاں گداز، تعالی السبوح، تازہ عطیہ پھر ان کے بعد انشاء اللہ الکریم الدولۃ المکیہ، الفیوض الملکیۃ، ہاشم المفتری، القسم الخاسم، القاری فی العادی والغادی الجسم الثانوی، اشد البعض، ادخال السنان، نور الفرقان کی باری ہے حسبنا اللہ ونعم الوکیل وہابیہ کی خدمت گزاری سے فرصت ہو تو اور طرف توجہ ہو لیکن یہ فرمانا اس

بنا پر ہے شاید ستارہ ہیں قواعد رسالہ کی غلطی ثابت کرے تو کس سے اطمینان فرمائیں؟ قواعد کے فقیر نے استمباط فرمائے۔"

ذرا انداز ملاحظہ فرمائیں، مسفر المطالع میں جو تقویمات استخراج کرنے کے لئے اعلیٰ حضرت نے جن قواعد کا افادہ فرمایا ان قواعد پر کتنا کامل وثوق ہے فرماتے ہیں:

" قواعد کے فقیر نے اسمباط کئے ہیں مبرہن و براہن ہندسیہ ہیں اگر ان کے خلاف بتائے یقینا اعلی غلط ہے نہ کہ وہ براہین بعض اعلی خود ناقص ہوتے ہیں اور بعض کو بنانے والا غلط بناتا ہے صحیح آلہ غلط لگایا جاتا ہے اور بعض وقت مدلول اعلی کو لگانے والا غلط ادراک کرتا ہے آلہ اپنے منتہا بے کے بعد بھی حساب کا محتاج ہوتا ہے اور حساب اکثر محتاج آلہ نہیں آلہ کیسا ہی دقیق ہو تدقیق حساب تک نہیں پہنچ سکتا۔"

یہ جواب بتا رہا ہے اعلیٰ حضرت نے مسفر المطالع میں جن قواعد کا استخراج کیا ہے کہ اس کے خلاف کی عقلا گنجائش ہی نہیں اور یہ پورا واقعہ فتاوی رضویہ جلد ۱۲ صفحہ نمبر ۱۷۲۔۱۷۳ میں مندرج ہے۔

قدیم فلاسفہ اور ہیئت دانوں کا نظریہ یہ ہے کہ زمین ساکن ہے اور سیارہ حرکت مستدیرہ کرتے ہیں یعنی اپنے محور پر گھومتے ہیں اور ان کے گھومنے سے سورج چاند ستارے گردش کرتے ہیں اس طرح یہ تمام زمین کے چکر لگاتے رہتے ہیں۔ اہل سائنس اور ہیئت جدیدہ کا نظریہ اس سے الگ ہے یہ لوگ سورج کو ساکن اور زمین اور چاند اور دگر سیارات کو سورج کے گرد گردش کناں تسلیم کرتے کرتے ہیں اور زمین کے حرکت کے تعلق سے یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ زمین دو حرکت کرتی ہے ایک محوری جو ایک دن اور ایک رات میں اپنے محور پر پورا ایک چکر کرتی ہے جس دن و رات کا تبادلہ ہوتا ہے دوسری حرکت مداری کہ ایک سال میں اپنے بیضوی مدار پر چکر پورا کرتی ہے کیونکہ یہ دونوں نظریات آیات قرآن احادث رسول اللہ کے بالکل خلاف ہے اسلئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے نظریہ حرکت زمین اور نظریہ حرکت آسمان کا رد بلیغ فرمایا ان دونوں نظریات کے رد کے لئے نہایت معرکۃ الآراء کتاب فوز مبین در رد حرکت زمین نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان کے نام سے کتابیں تصنیف فرمائیں ایک سو پانچ دلائل سے زمین کی حرکت کا درس دیا اور نزول آیات فرقان میں قرآن و احادیث رسول اللہ و تفاسیر سے حرکت کا بطلان ثابت کیا ان کے علاوہ بہوت سے فتاوی میں روشن دلائل کے ساتھ حرکت کا رد فرمایا ہے نماز کے شرائط میں سے ایک شرط استقبال قبلہ ہے انسان افریقہ، امریکہ نماز ادا کرتے وقت قبلہ کی طرف رخ کرنا شرط صحت نماز ہے اتنی بات بہوت مشہور ہے جو لوگ مکہ مکرّمہ سے شرق کی جانب ہیں ان کا قبلہ غرب ہے اہل مغرب کا جانب مشرق اور اہل جنوب کا قبلہ جانب شمال ہے اور اہل شمال کا قبلہ جنوب ہے لیکن کیا یا اھل اہل مشرق کے لیے ہر حال میں نکتہ مغرب ہے اسی طرح اہل مغرب کے لیے قبلہ مشرق ہے ایسا نہیں بلکہ بعض کے لئے قبلہ نکتہ مغرب یا نقطہ مشرق نو کیا مغربی اور بعض کے لئے نکتہ مغرب یا مشرق سے شمال یا جنوب کی طرف ہے منحرف ہوتا ہے جب انحراف ہے تو کتنے درجے کا انحراف ہے یہ جاننا ایک مشکل امر ہے لیکن امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے استخراج سمت قبلہ کے لئے دس قاعد خود ایجاد کیے ہیں کتنے تحقیقی اور کتنے آسان ہیں اس کا جواب خود امام احمد رضا قدس سرہ کی بارگاہ حاصل کرتے ہیں امام احمد رضا قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں ہمارے یہ دسوں قاعدے تمام زمین و آسمان زیر و بالا بحر و بر سہل و جبل آبادی و جنگل سب کو محیط ہوئے کہ جس مکان کا عرض و طول یعنی لیٹیٹیوڈ و لونگ یوٹیوڈ معلوم ہو نہایت آسانی سے اس کی سمت قبلہ نکل آئے آسانی اتنی بلکہ ان سے سہل تر اور ان کے برابر بھی اصلا کوئی قاعدہ نہیں اور تحقیق ایسی کہ عرض و طول اگر صحیح ہو اور ان قواعد سے سمت قبلہ نکال کر استقبال کریں تو اگر پردہ اٹھا دیئے جائیں تو کعبہ معظّمہ کو خاص روبرو پائیں اس بات کا افادہ امام احمد رضا قدس سرہٗ نے

کشف العلہ میں صفحہ 116 میں فرمایا بعض قواعد میں حسابی عمل کی حاجت نہیں ان کو ثابت کرنے کے لئے تفسیر ودلائل براہین کی حاجت نہیں جیسا کہ شروع کے چار قاعد ایسے ہیں ان میں حسابی عمل کی حاجت ہی نہیں ہوتی لیکن باقی ماندہ 6 قواعد وہ ہیں جن میں حسابی عمل کی حاجت ہوتی ہے اور علم ریاضی میں معمولی توجہ کے بعد قبلہ کی صحت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے ہیئت و ہندسہ علم مثلث سطحی علم مثلث کروی زیجات تکریمات وغیرہ علوم وفنون میں بیش قیمت تصنیفات یادگار چھوڑے ہیں جیسے معنی المجلی للمغنی وظلی ، رویئت ہلال ، قانون رویئت اہلہ ، برہان القدیم مسفر المطالع للتقویم والطالع ، حاشیہ زیجدید سلطانی ، حاشیہ زیج بہادرخوانی حاشیہ دیج ایل خوانی حاشیہ جامع بہادرخوانی وغیرہ مذکورہ کتب کے علاوہ کتب کی طویل فہرست ہے حیرت بالائے حیرت اس بات پر ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے یہ علوم وفنون کسی کالج یا یونیورسٹی سے نہیں سیکھ کر آئے بلکہ یہ اللہ تعالی کی عطائے خاص ہے ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کشف العلہ عن سمت قبلہ میں خود ارشاد فرماتے ہیں ملاحظہ صفحہ نمبر 29 اس میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں یہ اللہ عزوجل کا فضل اس بندہ پر جس نے یہ علوم اصلا کسی سے نہ سیکھے ان میں صرف ایک کتاب پڑھی پہلی اقلدس دو جز رسالہ تصریح حضرت خاتم المحققین سیدنا الوالد قدس سرہٗ ماجد کے سر چغمینی 15 ورق مولانا عبدالعلی رام پوری مرحومہ موصوفکی خواہش سے اس وقت عمر 19 سال تھی درس مدتوں کا ختم ہو گیا تھا رامپور بوجہ قرابت جانا اور کچھ دن ٹھہرنا ہوا تھا مکان مرحوم کے یہاں حضرت موصوف تشریف لائے مسئلہ امتنائے نظیر کا تذکرہ ہوا فقیر نے اس میں تحریرات بیان کیں کہ مولانا بڑے متعجب ہوئے کہا کیا پڑھتے ہو عرض کی درس کئی سال پیشتر ختم ہو گیا سب کچھ اپنے والد ماجد سے پڑھا فرمایا شرح چغمینی پڑھی ہے فرمایا نہیں اسے ہمسے پڑھ لو کہ اس فن کا جاننے والا سنہ پاؤ گے یہ چند روز قیام میں 15 ورق پڑھے کسی دن ڈھائی ورق ہوتے کہ فقیر صرف عبارت پڑھتا چلا جاتا جہاں حضرت کو خیال ہوتا کہ نہ سمجھا ہوگا عرض کر لیتا کس دن آدھی سطر ہوتی جس دن فقیر کو کوئی شبہ ہوتا اسکی تقریر و بحث میں وقت ختم ہو جاتا مولانا مصوف کی اس نعمت کہ اظہار ضروری تھا کہ ناشکری نہ ہو جب والد قدس سرہٗ ماجد سے جب علم پڑھا تو ارشاد فرمایا تم اپنے علوم دینیہ کی طرف توجہ رکھو ان علوم کو خود حل کر لوگے انکے ارشاد کی برکت تمام علوم ہیئت و ہندسہ ، ریاضی و حساب ، جبر مقابلہ مساحت ، مثلث سطحی و کروی وغیرہ جس فن کی اپنے کام میں ضرورت پڑی اپنے کام میں بفضلہ تعالی کام رکا نہ رہا اُن میں بکثرت رسائلہ رائقہ تصنیف کئے اب اور قواعدِ جدیدہ ایجاد کئے الحمدللہ کشف العلہ صفحہ نمبر 169 میں یہ عبارت موجود ہے ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

افسوس صد افسوس یہ کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے وصال کے بعد بھی ان علوم وفنون کی کتابیں زیبر طبع سے آراستہ نہ ہوسکیں اور بعض کتابیں چھپ تو گئیں ہیں لیکن کتاب کی زبان اور فن کے جان کاروں کی زبان میں بہوت دوری ہے اس وجہ سے کتابوں کی افادیت مجروح ہو رہی ہے یہ کتابیں بعض اردو زبان میں اور بعض فارسی زبان میں مگر افسوس کی بات یہ کہ جو حضرات فارسی اردو زبان سے واقف ہیں وہ ہیئت و ہندسہ جیسے فنون سے واقف نہیں اور جو یہ علوم میں مہارت رکھتے ہیں وہ مصطلحات کو اردو اور فارسی زبان میں نہیں جانتے اس لئے دونوں کے درمیان دوری پائی جاتی ہے اس لئے ان کتابوں کی افادیت مجروح ہو رہی ہے اس کے ساتھ ہی بہوت مسرت کی بات یہ ہے کہ کنز الایمان فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام عزیزم جناب انجینئر یاسر سلمہ جناب انجینئر عامر سلمہ نے اس میدان میں بڑی پیش رفت ظاہر کی ہے انھوں نے کنز الایمان فاؤنڈیشن کے لئے ایک بہترین ٹیم کو جوڑ لیا ہے اور ان کتابوں کی اشاعت کے لیے کام کا آغاز کر دیا ہے۔

الحمد للہ المعنی المجلی للمغنی والظلی علم مثلث کروی میں نہایت ہی معرکۃ الآراء بقیہ ص ۱۸ / پر

از: مولانا محمد انور کاظمی مصباحی *

امام احمد رضا اور مسائلِ جدیدہ

اسلام دینِ فطرت ہے، اس میں حیاتِ انسانی کے ہر شعبے کے لئے جامع قوانین موجود ہیں اور ان کا اصل منبع قرآن و سنّت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام تمام انسانی ضروریات کی تکمیل اور ان کی رہ نمائی کے لیے کافی ہے۔ خواہ وہ معاشرتی ہوں یا معاشی، مذہبی ہوں یا سیاسی، شخصی ہوں یا اجتماعی، صنعت وحرفت سے متعلق ہوں یا تجارت وسرمایہ کاری۔ غرض یہ کہ حیاتِ انسانی کو درپیش مسائل کا حل شریعتِ اسلامیہ میں موجود ہے اور وہ بھی کسی خاص عہد یا زمانے کے لیے نہیں، بلکہ قیامت تک پیش آنے والے مسائل کے لیے ایسے رہ نما خطوط متعین کر دیے گئے ہیں جن کی روشنی میں کسی بھی نو پید مسئلے کی تنقیح وتوضیح فقہائے اسلام کے لیے مشکل نہیں۔ ہر دور میں ایسے ماہرین فقہا پیدا ہوتے رہے ہیں جو امّتِ مسلمہ کو درپیش ایسے نئے مسائل جن کی صراحت قبل کے فقہائے کرام کی تحریروں میں نہیں ملتی ان رہ نما اصولوں کی روشنی میں حل کر کے ان کی رہ نمائی کا فریضہ انجام دیتے رہے ہیں اور قیامت تک ایسے فقیہ پیدا ہوتے رہیں گے جو اپنے دور میں پیش آنے والے مسائل کا حل قرآن وسنّت کے اصولوں کی روشنی میں پیش کرتے رہیں گے۔

چناں چہ فتاوٰی رضویہ میں ہے: ''ہمارے اماموں نے اس دینِ حنیف کا شافی بیان فرما دیا، جس میں اصلاً پوشیدگی نہیں، تو بحمد اللہ یہ شریعت ایسی روشن چمکتی ہوگئی کہ اس کی رات بھی دن کی طرح ہے، تو انہوں نے قواعد مقرر فرمائے اور ہر بات جدا جدا دکھا دی اور ایسے کلّیے ذکر فرمائے کہ بے شمار جزیوں پر منطبق آئیں، تو نئی پیدا ہونے والی باتیں اگر چہ ختم ہونا نہیں مانتیں مگر وہ علم جو ائمہ ہم کو دے گئے ہیں، اس سے کوئی باہر رہتی نہیں معلوم ہوتی اور اللہ نے چاہا تو زمانہ ایسوں سے خالی نہ ہوگا جسے اللہ ان پوشیدہ باتوں کے نکالنے اور بخششوں اور فضیلتوں سے نفع اٹھانے پر قدرت دے۔''

(فتاوٰی رضویہ، قدیم ج ۷، ص ۱۲۷، جدید ج ۱۷، ص ۳۹۷، کفل الفقیہ الفاہم)

ایسی ہی نابغۂ روزگار شخصیات میں سے ایک ممتاز شخصیت فقیہِ اعظم امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان (۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۶ء—۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کی ہے، جنھوں نے چودھویں صدی ہجری میں امّتِ مسلمہ کو درپیش نت نئے مسائل کا شریعتِ اسلامیہ کی روشنی میں مدلل حل پیش فرما کر ان کی رہ نمائی فرمائی۔ علم ودرایت اور فقہی روش کے خلاف آنے والے تمام فتاوٰی کا ردِّ بلیغ فرما کر حکمِ شرع کی تنقیح فرمائی اور گمراہی سے نجات دی۔ امام احمد رضا کے زمانے میں جو جدید مسائل درپیش ہوئے، اُن میں سے منی آرڈر، کرنسی نوٹ، تار سے ثبوتِ ہلال، بیمہ، فوٹو گراف وغیرہ کافی اہمیت کے حامل ہیں۔ ان مسائل کے حل میں جس فقہی بصیرت اور محققانہ شان کی جلوہ نمائی آپ کے فتوؤں سے نمایاں ہے، وہ آپ ہی کا حصّہ ہے۔ جدید وقدیم مسائل کی تحقیقات پر مشتمل آپ کے فتاوٰی بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہیں، جو غیر منقسم ہندوستان میں فتاوٰی عالمگیری کے بعد سب سے اہم فقہی انسائیکلو پیڈیا ہے۔ یہ ''العطایا فی الفتاوی الرضویّۃ'' کے نام سے معروف ہے۔ رضا فاؤنڈیشن لاہور نے ترجمہ وتخریج کے بعد ۳۰؍جلدوں میں اسے شائع کیا ہے۔

آپ نے اپنے عہد کے جن اہم جدید مسائل کا محققانہ و فاضلانہ انداز میں حل پیش فرمایا ہے، ان میں سے کچھ مسائل کا سرسری جائزہ پیش ہے تا کہ مسائلِ جدیدہ میں آپ کی شانِ تحقیق کا ایک عمومی اندازہ لگایا جا سکے۔

رضویات

مسئلۂ منی آرڈر

محکمۂ ڈاک کے ذریعے خطوط، پارسل، رجسٹری، بیمہ وغیرہ کے ساتھ منی آرڈر کا کاروبار بھی شروع ہوا۔ اس میں کوئی دورائے نہیں کہ خطوط، پارسل، رجسٹری وغیرہ کا کاروبار محکمۂ ڈاک اجرت پر کرتا ہے، ان چیزوں کو ان پر لکھے پتے پر پہنچانے کی ذمے داری محکمۂ ڈاک اپنے سر لیتا ہے اور اس کی مزدوری ایک مقررہ شرح کے مطابق وصول کرتا ہے، خواہ وہ ڈاک ٹکٹ کے نام پر ہو یا کسی اور طریقے سے، یہ کاروبار بھی بلا نکیر جاری ہے اور اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں۔ تقریباً یہی صورتِ حال منی آرڈر کی ہے، محکمۂ ڈاک اپنی دیگر خدمات کی طرح روپیہ پہنچانے کا کام بھی مقررہ اجرت پر کرتا ہے اور یہ کاروبار بھی آج تک جاری ہے، پوری دنیا کے مسلم وغیر مسلم سبھی اس خدمت کا فائدہ اٹھا رہے ہیں اور یہ بھی بلاشبہ جائز وحلال ہے۔

مگر مولوی رشید احمد گنگوہی نے اپنے ایک فتوے میں منی آرڈر کو حرام وناجائز قرار دیا ہے۔ ان کی دلیل یہ تھی کہ ڈاک کو جو رقم پہنچانے کو دی جاتی ہے وہ قرض ہے اور منی آرڈر فیس کے نام پر جو پیسے دیے جاتے ہیں وہ سود ہے۔ کیوں کہ ڈاک خانے کو مثلاً ایک سو پانچ دیتے ہیں تو صرف سو روپے پہنچتے ہیں، گویا سو کے بدلے ہمیں ڈاک خانے کو ایک سو پانچ دینے ہوتے ہیں؛ لٰہذا، یہ پانچ روپے جو زائد فیس کے نام پر دیے جاتے ہیں وہ سود کے ہیں۔ اس طرح منی آرڈر کے ذریعے روپے بھیجنا سود پر مشتمل ہوا؛ لہٰذا، منی آرڈر کرنا ناجائز ہے۔

مولوی رشید احمد گنگوہی کے اس فتوے سے وہ لاکھوں مسلمان جو محکمۂ ڈاک سے منی آرڈر کے ذریعے روپے بھیجتے تھے بے چین ہو گئے اور منی آرڈر سے متعلّق سوال امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ میں پیش کیا۔

فقیہِ اعظم امام احمد رضا نے جواب میں ایک مفصّل رسالہ ''المنی والدرر لمن عمد منی آرڈر'' تحریر فرمایا اور قرآن وحدیث اور فقہی جزئیات سے ثابت فرما دیا کہ منی آرڈر کے ذریعے جو روپیہ بھیجا جاتا ہے اس میں منی آرڈر فیس دی جاتی ہے وہ سود نہیں بلکہ روپیہ پہنچانے اور اس کی وصولی کی رسید لانے کی اجرت ہے۔ محکمۂ ڈاک بھی اسے اجرت سمجھ کر لیتا ہے اور منی آرڈر کے ذریعے روپیہ بھیجنے والے بھی اسے اُجرت سمجھ کر دیتے ہیں، امام احمد رضا تحریر فرماتے ہیں:

''وہ فتوائے مطبوعہ فقیر غَفَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَہٗ کی نظر سے گزرا ہے، اس میں مفتی صاحب فرماتے ہیں : 'یہ رِبا (سود) ہے۔ دو آنے دس کے عوض دس ملتے ہیں۔''

مگر یہ بات وہی کہہ سکتا ہے کہ جسے اتنی خبر نہیں کہ دو آنے کاہے کے دیے جاتے ہیں، شاید انہیں معلوم نہیں کہ ڈاک خانہ ایک اجیرِ مشترک کی دکان ہے، جو بغرضِ تحصیلِ اجرت کھولی گئی ہے۔ دو آنے قطعاً وہاں جانے اور روپیہ دینے اور واپس آنے اور رسید لانے ہی کی اجرت ہیں، جیسے لفافے پر اور پارسل پر ۴/ (چار آنے) وغیرہ ذلک، اس کو تو کوئی عاقل رِبا (سود) خیال ہی نہیں کر سکتا۔ یہ ہر گز نہ اس کا معاوضہ، نہ زنہا دینے والوں میں کسی کو اس روپے کے معاوضے میں کمی بیشی مقصود۔ و ھذا من البدیھیات التی لا یتوقف فیھا الا امثال المفتین الذین لا بصرلھم فی الدین۔ (فتاوٰی رضویہ، قدیم ج ۸، ص ۱۹۷؛ جدید ج ۱۹، ص ۵۶۴؛ رسالہ المنٰی والدرر لمن عمد منی آرڈر)

امام احمد رضا نے اس رسالے میں فقہی جزئیات، اقوالِ ائمہ اور عرف وتعامل کی روشنی میں مسئلے کی ایسی توضیح فرمائی کہ مخالفین آج تک حیران ہیں۔ مزید تفصیلات اور فقہی ابحاث کے لیے فتاوٰی رضویہ جلد ہشتم (قدیم جلد ۸، جب کہ جدید جلد ۱۹) میں شامل ''المنٰی والدرر لمن عمد منی آرڈر'' کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ اس مطالعہ سے عیاں ہو جاتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی فقہی بصیرت کس درجہ کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔

تار سے ثبوتِ ہلال کا مسئلہ

جدید مسائل میں ثبوتِ رویتِ ہلال کے لیے تار کے ذریعے آئی خبر بھی ایک اہم مسئلہ ہے، اس کے متعلق علمائے دیو بند نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ دوسری جگہ ثبوتِ رویتِ ہلال کی خبر

تار سے آئے تو اس پر عمل واجب ہوگا۔ جب کہ تمام کتبِ فقہ میں صراحت ہے کہ ایک شہر کی رویت دوسرے شہر کے لیے اس وقت معتبر ہوگی جب وہ بطریقِ موجب ثابت ہو۔ اس کے لیے شہادت علَی الشہادہ یا شہادت علَی القضا ضروری ہے، لیکن ان کی پرواہ کیے بغیر ہی مذکورۂ بالا علما نے تار کی خبر سے ثبوتِ رویت کا فتویٰ دے دیا، امام احمد رضا ان علمائے دیوبند کے فتوائے جواز کو حماقت قرار دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''ان بزرگوں کے اکثر فتاوٰی فقیر نے ایسے ہی عجائب پر مشتمل پائے، ابھی قریبِ زمانہ میں ان کا ایک فتویٰ دربارۂ جوازِ شہادتِ ہلال بہ ذریعۂ تارِ برقی نظر سے گزرا، جس میں تار کو خط پر قیاس کیا۔ جامع یہ کہ لکھنا ایک سا، قلم سے لکھا، خواہ بانسِ طویل سے۔ گویا حضرت کے نزدیک تار کا طریقہ یہ ہے کہ کسی لمبے بانس سے لکھ دیتے ہیں۔ پھر لطف یہ کہ اصل مقیس علیہ (خط) میں حکم غلط، علما تصریح فرما چکے۔ ایسے امورِ شرعیہ میں خطوط کا اعتبار نہیں۔ ظلم پر ظلم یہ کہ وہ بانس طویل ہی کی تحریر سہی، تار بھیجنے والا بے چارہ اس لمبے بانس سے خود نہیں لکھتا، بلکہ تار بابو سے کہتا ہے، وہ ایک واسطہ ہوا، جہاں کو تار دیا گیا وہ دوسرا واسطہ بیچ میں تار موصول نہ ہوا تو وسائط کی گنتی ہی کیا اور یہ اکثر کفّار و فساق و مجہول الحال ہوتے ہیں، اس نفیس سند سے جو خبر آئے اس پر امورِ شرعیہ کی بنا کرنی ان کیفیتوں کا ادنیٰ اجتہاد ہے۔''

(فتاوٰی رضویہ، قدیم ج ۸، ص ۱۹۸؛ جدید ج ۱۹، ص ۵۶۴؛ رسالہ المنیٰ والدرر)

مسئلۂ ہلال میں تار کے عدمِ اعتبار سے متعلّق تفصیل آپ کے رسالہ ''ازکی الاھلال فیما احدث الناس فی امر الھلال'' میں ہے۔ یہ رسالہ فتاوٰی رضویہ جلدِ چہارم (جدید جلدِ دہم) کتاب الصوم میں شاملِ اشاعت ہے۔ قرآن و حدیث اور فقہِ اسلامی کی معتبر کتابوں کے حوالے سے آپ نے ثابت کیا کہ تار شہادتِ شرعیہ کے لیے کافی نہیں؛ اس سے استفاضہ ہوسکتا ہے، نہ ہی کتاب القاضی کے قبیل سے ہے۔ کتاب القاضی پر اس کا قیاس بھی درست نہیں؛ لہٰذا، رویتِ ہلال کے معاملے میں یہ محض نامعتبر ہے۔ مذکورہ رسالے کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

''بالفرض اگر اصل خبر میں کوئی خللِ شرعی نہ ہو، تاہم اس کا جامہ اعتبار تار میں آکر یکسر تار تار کہ وہ بیان ہم تک اصالتاً نہ پہنچا، بلکہ نقل در نقل ہو کر آیا۔ صاحبِ خبر تو وہاں کے تار والے سے کہہ کر الگ ہو گیا، اس نے تار کو جنبش دی اور اس سے کھٹکوں سے جن کے اطوارِ مختلفہ کو اپنی اصطلاحوں میں علامتِ حروف قرار دے رکھا ہے، اشاروں اشاروں میں عبارت بتائی، اب وہ بھی جدا ہو گیا۔ یہاں کے تار والے نے ان کھٹکوں پر نظر کی اور ضروریاتِ معلومہ سے جو فہم میں آیا، نقوشِ معرفہ میں لایا۔ اب یہ بھی الگ رہا، وہ کاغذ کا پرچہ کسی ہرکارے کے سپرد ہوا کہ یہاں پہنچا کر چلتا بن۔ سبحان اللہ! اس نفیس روایت کا سلسلۂ سند تو دیکھیے۔ مجہول عن مجہول عن مجہول۔ نامقبول از نامقبول از نامقبول۔''

پھر ایسی خبر پر امورِ شرعیہ کی بنا کرنا استغفر اللہ علما تو علما، میں نہیں جانتا کہ کسی عاقل کا کام ہو۔''

(فتاوٰی رضویہ، ج ۴، ص ۵۲۵، رسالہ ازکی الاھلال فیما احدث الناس فی امر الھلال)

چوں کہ ان علما نے تار کو خط سمجھتے ہوئے اس کا اعتبار کیا تھا، اس کا رد تحریر کرتے ہوئے امام احمد رضا رقم طراز ہیں:

''علما تصریح فرماتے ہیں کہ دوسرے شہر سے بذریعۂ خط خبر شہادت دینا صرف قاضیِ شرع سے خاص جسے سلطان نے فیصلِ مقدمات پر والی فرمایا ہو، یہاں تک کہ حکم کا خط مقبول نہیں، درِّ مختار میں ہے: **''القاضی یکتب الی القاضی و ھو نقل الشھادۃ حقیقۃً ولا یقبل من محکم بل من قاض مولی من قبل الامام الخ الملتقط''** فتح میں ہے: ''ھذا النقل بمنزلۃ القضاء و لھذا لا یصح الا من القاضی'' غیر قضاۃ تو یہیں سے الگ ہوئے۔ رہے قاضی، ان کی نسبت صریح ارشاد ہے کہ اس بارے میں نامہ قاضی کا قبول بھی اس وجہ سے ہے کہ صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے برخلاف قیاس اس کی اجازت پر اجماع فرما لیا، ورنہ قاعدہ یہی چاہتا تھا کہ اس خط کا بھی انہیں وجوہ سے جو اوپر گزریں مقبول نہ ہو اور پُر ظاہر کہ

رضـویـات

جوحکم خلافِ قیاس مانا جاتا ہے مورد سے آگے تجاوز نہیں کر سکتا اور دوسری جگہ اس کا اجرا محض باطل وفاحش خطا۔ پھر حکم خط سے گزر کر تار تک پہنچنا کیوں کر روا۔‘‘

(فتاوٰی رضویہ، ج ۴،ص ۵۲۵، رسالہ ازکی الاھلال فیما احدث الناس فی امر الھلال)

پھر آگے تحریر فرماتے ہیں :

’’قاضیِ شرع کا نامہ بھی صرف اسی وقت مقبول جب دو مرد ثقہ یا ایک مرد دو عورتیں عادل دار القضاء سے یہاں آ کر شہادتِ شرعیہ دیں کہ یہ خط بالیقین اسی قاضی کا ہے اور اس نے ہمارے سامنے لکھا ہے۔ ورنہ ہر گز قبول نہیں، اگر چہ ہم اس قاضی کا خط بھی پہنچاتے ہوں اور اس کی مہر بھی لگی ہو اور اس نے خاص اپنے آدمی کے ہاتھ بھیجا بھی ہو۔‘‘

مسئلے کی تائید میں ہدایہ، عالمگیری اور عقود الدریّہ سے جزئیات پیش فرمانے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

’’سبحان اللہ! یہ خطوط یا تار جو یہاں آتے ہیں ان کے ساتھ کون سے دو گواہ عادل آ کر گواہی دیتے ہیں کہ فلاں نے ہمارے سامنے لکھا یا تار دیا، مگر ہے یہ کہ ناواقفی کے ساتھ امورِ شرع میں بے جا مداخلت سب کچھ کرا تی ہے۔‘‘

ان جملوں پر رسالے کا اختتام فرماتے ہیں:

’’اے عزیز! اس زمانۂ پُرفتن میں لوگوں کو احکامِ شرع پر سخت جرأت ہے، خصوصاً ان مسائل میں جنہیں حوادثِ جدیدہ سے تعلّق ونسبت ہے، جیسے تارِ برقی وغیرہ۔ سمجھتے ہیں کہ کتبِ ائمۂ دین میں ان کا حکم نہ نکلے گا، جو مخالفت شرع کا ہم پر الزام چلے گا؛ مگر نہ جانا کہ علمائے دین شکر اللہ تعالیٰ مساعیھم الجمیلۃ نے کوئی حرف ان عزیزوں کے اجتہاد کو اٹھا نہیں رکھا ہے۔ تصریحاً، تلویحاً، تفریعاً، تاصیلاً سب کچھ فرما دیا ہے۔ زیادہ علم اسے ہے جسے زیادہ فہم ہے اور ان شاء اللہ العزیز زمانہ ان بندگانِ خدا سے خالی نہ ہو گا جو مشکل کی تسہیل، مفصّل کی تحصیل، صعب کی تذلیل، مجمل کی تفصیل سے ماہر ہوں؛ بحر سے صدف، صدف سے گہر، بذر سے درخت، درخت سے ثمر نکالنے پر باذن اللہ تعالیٰ قادر ہوں۔ ’’لا اخلا الکون عن افضالھم و کثر اللّٰہ فی بلادنا من امثالھم اٰمین اٰمین بر حمتک یا ارحم الراحمین و صلی اللّٰہ تعالٰی علی خاتم النبیین الخ۔‘‘

(فتاوٰی رضویہ، ج ۴،ص ۵۲۶ تا ۵۲۷، رسالہ ازکی الاھلال)

کرنسی نوٹ کا مسئلہ

چاندی کے سکوں کی جگہ کاغذ کے نوٹوں کا رواج ہوا تو علما کے سامنے مختلف قسم کے مسائل آئے۔ علمائے دیوبند نے نوٹ کو مال ماننے سے انکار کر دیا، ان کا کہنا تھا کہ یہ مال کا وثیقہ وسند ہے، مال نہیں۔ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان جب حج کے لیے مکہ معظّمہ حاضر ہوئے تو وہاں کے علما نے بھی نوٹ سے متعلق سوالات پر مشتمل ایک استفتا آپ کی خدمت میں پیش کیا:

۱– کاغذ کے یہ نوٹ مال ہیں یا سندِ مال؟

۲ – جب یہ نوٹ بقدرِ نصاب ہوں تو زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟

۳ –نوٹ کو مہر مقرر کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

٤ – اگر کوئی اسے محفوظ جگہ سے چرالے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے یا نہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔

فقیہِ اعظم امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان نے مذکورہ سوالات کا مفصّل، مدلل اور محقق جواب مکہ معظّمہ ہی میں عربی میں تحریر فرما کر ان علما کے حوالے کیا، علمائے عرب نے آپ کے جواب کی تصدیق فرمائی، اس پر تقریظات تحریر فرمائیں اور اس کی نقلیں حاصل کیں، یہ رسالہ ’’کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم‘‘ سے موسوم ہے، بعد میں اس مسئلے میں مولوی رشید احمد گنگوہی کے رد میں ایک ذیلی رسالہ ’’کاسر السفیۃ الواھم‘‘ کا اضافہ فرمایا، جو اس میں شامل ہے، امام احمد رضا کے فتوے کی بنیاد یہ ہے کہ نوٹ مال ہے اور ثمنِ اصطلاحی ہے، جیسے مختلف دھاتوں کے سکے، اس لیے اس کا بھی حکم وہی ہو گا جو فقہا نے ثمنِ اصطلاحی کا قرار دیا ہے، اعلیٰ حضرت نے رسالے میں اصل دعوے پر دلائل کے انبار لگا دیے ہیں اور مخالفین کے مزعومہ پر کم و بیش ایک سو بیس ایرادات قائم فرمائے ہیں۔

(مقدّمہ فتاوٰی رضویہ ہفتم،ص ۱۰)

رضویات

احمد رضا رقم طراز ہیں:

''نوٹ ایک سب سے زیادہ جدید اور نو پیدا چیز ہے، تالیفاتِ علما میں اصلاً اس کا نشان نہ پائیے گا، یہاں تک کہ علامہ شامی اور ان کے مثل جن کا زمانہ ابھی قریب گزرا؛ مگر ہمارے اماموں نے (اللہ اُن کی کوشش ٹھکانے لگائے) ایسے کلیے ذکر فرمائے کہ بے شمار جزئیوں پر منطبق آئیں۔ آپ کا پہلا سوال سب سوالوں کی اصل ہے اور جب اس کاغذ کی حقیقت معلوم ہو جائے گی تو سب احکام واضح ہو جائیں گے، جن میں کوئی شبہ نہ رہے گا۔ اس کی اصل تو معلوم ہے کہ وہ کاغذ کا ایک ٹکڑا ہے اور کاغذ مالِ متقوم ہے اور اس سکہ (مہر چھپائی) نے اسے کچھ زیادہ نہ کیا مگر یہی کہ لوگوں کی رغبتیں اس کی طرف بڑھ گئیں اور وقتِ حاجت کے لیے اٹھا رکھنے کے لائق ہو گیا اور مال کے یہی معنیٰ ہیں۔ یعنی وہ جس کی طرف طبیعت میل کرے اور حاجت کے لیے اٹھا رکھنے کے قابل ہو جیسا کہ بحر و شامی وغیرہما میں ہے اور معلوم کہ شرعِ مطہر نے کبھی مسلمان کو اس سے نہ روکا کہ اپنے پارۂ کاغذ میں جس طرح چاہے تصرف کرے، جیسا کہ شراب و خوک (خنزیر) کے بارے میں نہی وارد ہوئی اور مال کی قیمت والے (متقوم) ہونے کا اسی پر مدار ہے، جیسا کہ ردّ المحتار، میں ہے اور اسی میں میں تلویح سے نقل فرمایا: المال مامن شانه ان یوخر الانتفاع وقت الحاجة والتقویم یستلزم المالیة۔ ترجمہ: مال وہ چیز ہے جس کی شان یہ ہو کہ وقتِ حاجت اس سے نفع لینے کے لیے اٹھا رکھا جائے اور قیمت والا ہونا مال ہونے کو مستلزم ہے۔ اور اسی میں بحوالۂ بحر الرائق حاوی قدسی سے ہے: ''المال اسم لغیر الادمی واُمکن احرازہ والتصرف فیہ علی وجہ الاختیار'' مال آدمی کے سوا ہر شئے کا نام ہے، جو آدمی کی مصلحتوں کے لیے پیدا کیا گیا اور اس قابل ہو کہ محفوظ رکھیں اور با اختیار خود اس میں تصرف کریں۔''

(الفتاوی الرضویّۃ، ج ۷، ص ۱۲۸، رسالہ کفل الفقیہ الفاہم)

اس کے بعد فتح القدیر سے ایک جزئیہ نقل کرتے ہیں کہ اگر کوئی اپنے کاغذ کے ٹکڑے کو ہزار روپے میں بیچے تو بلا کراہت جائز ہے کہ امام نے پانچ سو برس قبل فرمایا تھا جو آج صادق آرہا ہے، کیوں کہ نوٹ ہی کاغذ کا وہ ٹکڑا ہے جو ہزار کا بکتا ہے، انہیں کے لفظوں میں:

''اور بے شک محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا: لو باع کاغذۃ بالف یجوز ولا یکرہ۔ اگر کوئی اپنے کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپے کو بیچے تو بلا کراہت جائز ہے اور اگر تحقیق کیجیے تو بعَیْنِہٖ نوٹ کا جزئیہ ہے کہ امام نے اس (نوٹ) کی پیدائش سے پانچ سو برس پہلے فرما دیا کہ یہی وہ کاغذ ہے جو ہزار کو بکتا ہے اور کچھ اچنبا نہیں، ایسی کرامتیں ہمارے علمائے کرام سے بکثرت ثابت ہوئیں۔ اللہ ہمیں ان کی برکتوں سے دنیا و آخرت میں نفع پہنچائے۔ آمین۔ تو کوئی شک نہیں کہ نوٹ بذاتِ خود قیمت والا مال ہے کہ بکتا ہے اور مول لیا جاتا ہے اور ہبہ کیا جاتا ہے اور وراثت میں آتا ہے اور جتنی باتیں مال میں جاری ہیں اس میں جاری ہوتی ہیں۔''

(فتاویٰ رضویہ، ج ۷، ص ۱۲۷ تا ۱۲۹، کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم)

امام احمد رضا کی شانِ تفقہ، جزئیات کا استحضار، قرآن و حدیث اور فقہ و فتاویٰ میں تبحر دیکھنا ہو تو ان کے فتاویٰ کا مطالعہ کیجیے جو فتاویٰ رضویہ کے نام سے مشہور ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر اقبال نے کہا تھا:

''ہندوستان کے دورِ آخر میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا، میں نے ان کے فتاویٰ کے مطالعے سے یہ رائے قائم کی ہے اور ان کے فتاویٰ ان کی ذہانت، فطانت اور جودتِ طبع، کمالِ ثقاہت اور علومِ دینیہ میں تبحرِ علمی کے شاہد عدل ہیں۔''

(مقالاتِ یومِ رضا، لاہور، اپریل ۱۹۷۱ء، دبدعات ومنکرات، ص ۹۲)

حافظِ کتب الحرم سیّد اسماعیل بن خلیل مکی تحریر فرماتے ہیں:

''اگر امامِ اعظم نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے فتاویٰ ملاحظہ فرماتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور اس کے مؤلف کو اپنے خاص شاگردوں میں شامل فرماتے۔''

(الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ، ۱۳۲۴ھ، بحوالہ پیغامِ رضا ممبئی، اپریل تا جون ۲۰۰۹ء، ص ۱۴۴ تا ۱۴۸)

بقیہ ص ۱۸ / پر

رضویات

* مترجم جامعۃ الرضا بریلی شریف کے صدر مفتی اور شیخ الحدیث ہیں۔

از: مفتی محمد مقصود عالم فرحت ضیائی *

اعلیٰ حضرت اور رد بدعات وخرافات

رضویات

امام اہل سنت امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی قدس سرہ کی ذات وشخصیت محتاج تعارف نہیں جن کی حیات کا پل پل علم وعرفان کا جوت جگا تا نظر آتا ہے، پانچ سو علوم وفنون پر مشتمل بارہ سو سے زائد کتابیں بطور یادگار لائبریری ودرسگاہ کی زینت بنی ہوئی ہیں، عرب وعجم کا مشام جاں ان کی بھینی بھینی خوشبوؤں سے معطر ومشکبار ہے یہی وجہ ہے کہ ان کی ذات ارفع واعلیٰ اسلام کی حقانیت وصداقت اور باطل کی ضلالت وبدعت کے لیے بطور حد فاصل کے جانی جاتی ہے اور فکر بلیغ ایک کسوٹی کے طور پر مانی جاتی ہے اور اسی لئے مسلک حق کو مسلک اعلیٰ حضرت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ معیار ہندوستان ہی تک محدود نہیں بلکہ عالم اسلام کو محیط ہے کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

وادی رضا کی کوہ ہمالہ رضا کا ہے
جس سمت دیکھئے وہ علاقہ رضا کا ہے

امام احمد رضا کی حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ رد بدعات و خرافات اور واہیات رسومات ومنکرات میں گزری جو جگ ظاہر ہے، مثلاً سجدۂ تعظیمی حرام ہے، کفار ومشرکین ومرتد سے موالات حرام ہے تعزیہ داری حرام ہے غیر عالم کو وعظ کہنا حرام ہے مزامیر کے ساتھ قوالی سننا حرام ہے، بدعتی اور فاسق کی نماز مکروہ ہے حالت جنابت میں قرآن پڑھنا حرام ہے، مسائل شرعیہ کی صراحةً تحقیر کفر ہے، شریعت سے طریقت کو منفرد بتانے والا جاہل ہے، صوفی جاہل شیطان کا مسخرہ ہے، بے علم مفتی کا فتویٰ دینا حرام ہے بدعتی فاسق کی نماز مکروہ ہے فاسق کو تعظیما بیٹھانا اور مجلس پڑھوانا حرام ہے روایات موضوعہ کا پڑھنا سننا حرام ہے بدمذہبوں سے میل جول حرام ہے، داڑھی منڈانے والوں کو رکھنے والوں سے بہتر کہنا حرام ہے، روافض زمانہ علی العموم مرتد ہیں ان سے میل جول حرام ہے کافروں کی مشابہت اختیار کرنا حرام۔

کسی قوم کا شعار مذہبی اختیار کرنا کفر ہے، کسی مسلمان کو بلاوجہ شرعی اذیت پہنچانا حرام ہے، نسب پر فخر کرنا جائز نہیں تعزیہ داری حرام ہے محرم میں سوگ منانا حرام ہے مزامیر بجانا یا سننا یا مزامیر کے ساتھ قوالی سننا حرام ہے بلاوجہ عورتوں کا بے پردہ گھر سے نکلنا حرام ہے غیر محارم، اندھے اور پیر سے پردہ کرنا لازم ہے تصویر کھینچنا اور کھینچوانا حرام ہے عورتوں کا مزارات پر جانا ناجائز ہے اور ان کے علاوہ تمام اسلامی اصول کے خلاف جتنے مراسم ہیں سب کی تردید فرمائی، سنیت کے نام پر خرافات ہوں یا صوفیت نام پر! پیری مریدی کے ذریعہ ہو یا تقریری ووعظ کے ذریعہ! جہاں بھی خرابیاں آئیں اور جس جہت سے آئیں سب کا بخیہ ادھیڑا، اصولیات میں ہو یا فروعیات میں، اس کا علاج کرنے میدان میں آئے، کسی کو نہیں بخشا اور اہل ایمان کے عقائد کا تحفظ فرمایا۔

کارِ تجدید ادا کرتا تھا خامہ تیرا
سر پہ باطل کے اٹھا کرتا تھا تیغا تیرا

قادیانی، وہابی، دیابنہ، روافض، شیعت، نیچریت صلح کلیت جملہ عقائد باطلہ، افکار کاسدہ اور انظار فاسدہ اور ان کے حاملین کا ایسا رد بلیغ فرمایا کہ اس کے نظریات وعقائد کا جنازہ نکال کر رکھ دیا جس کے باعث آج تک کراہتے اور آہیں بھرتے نظر آتے ہیں، سرے دست ایک مرتبہ پھر سارے اہل باطل صف آرا ہیں اور ضمیر فروشوں کی ایک بٹالین کو خرید کر میدان میں اتار رکھا ہے جو مختلف انداز میں اسلام اور حامل اسلام پر حملہ آور ہیں کوئی اہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا نام لے کر شب خون مارنے میں کوشاں ہے تو کوئی سادات سادات کا نعرہ لگا کر اہل سنت کا شیرہ بکھیرنے کے درپے ہے کوئی مسلک اعلیٰ حضرت

* مضمون نگار فخر ازہر دار الافتاء، ہاسپیٹ بلاری کرناٹک کے مفتی ہیں۔

کا نام لے لے کر مسلک کے پہلو میں نشتر بازی کا موقع تلاش کر رہا ہے کوئی صوفیت کا سلو پوائیزن دے کر ایمان سے محروم کرنے کی ناپاک سعی میں سرگرداں ہے مگر صبح قیامت تک اپنے نجس منصوبے کو پائے تکمیل تک نہیں پہنچا پائیں گے کیوں کہ محقق علی الاطلاق فاضل بریلوی قدس سرہ نے بہت پہلے ہی انہیں بے نقاب کر دیا ہے۔

روز آنہ ایک گروہ حضور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں کھلے عام گستاخیاں کر رہا ہے، ایسے دور میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں، جو ٹیوی چینل پر کود کود کر عام صحابی سے تعبیر کر رہے ہیں، تنبیہ کرنے پر علمائے کرام سے ہی الجھ رہے ہیں ذرا اس کا بھی جائزہ لیں گے کہ فاضل بریلوی قدس سرہ نے کیا فرمایا ہے اور اپنے دور کے رافضی اور امراض رافضیت کے شکار لوگوں کی کس طرح خبر لی ہے، فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"ای للامیر معاویة رضی الله تعالی عنه اماعند اهل الحق فاستقامة الخلافة له رضی الله تعالی عنه من یوم صلح السید المجتبی صلی الله تعالی علی جده الکریم و ابیه وعلیه وعلی امه واخیه وسلم (المعتقد المنتقد) بہر حال اہل حق کے نزدیک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے اس دن سے خلافت مستحکم ہوگئی جس دن حضرت امام مجتبیٰ امام حسن صلی اللہ علی جدہ الکریم وابیہ و علیہ وعلی امہ واخیہ وسلم نے صلح کی۔"

اس کے بعد محقق علی الاطلاق فاضل بریلوی قدس سرہ نے صلح سے متعلق صحیح بخاری شریف کی یہ حدیث پاک پیش کی:

"عن الحسن سمع أبا بكرة :سمعت النبی صلی الله علیه وسلم علی المنبر والحسن إلی جنبه ینظر إلی الناس مرة وإلیه مرة ویقول:ابنی هذا سید ولعل الله أن یصلح به بین فئتین من المسلمین۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ منبر شریف پر جلوہ افروز تھے اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو میں تھے، نبی کریم ﷺ کبھی آپ کی طرف دیکھتے اور کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے کہ میرا یہ بچہ سردار ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث نمبر 3536)

اس کے بعد فرماتے ہیں:

"وبه ظهر ان الطعن علی الامیر معاویة طعن علی الامام المجتبی بل علی جده الکریم صلی الله علیه وسلم بل علی ربه عز و جل۔ (المعتقد المنتقد) اسی سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کرنا درحقیقت امام مجتبیٰ پر طعن کرنا ہے بلکہ ان کے جد کریم رسول اللہ ﷺ پر طعن کرنا ہے بلکہ یہ تو اللہ عزوجل پر طعن کرنا ہے۔"

اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں کیوں کہ مسلمانوں کی باگ ڈور کسی غلط آدمی کے ہاتھ دینا اسلام و مسلمین کے ساتھ خیانت ہے اور اگر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غلط تھے جیسا کہ طعن کرنے والے کہہ رہے ہیں تو پھر اس خیانت کے مرتکب معاذ اللہ امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ٹھہریں گے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس خیانت پر رضا لازم آئے گی اور یہ وہ ہستی ہے جس کی شان میں "وماینطق عن الهوی ان هو الا وحی یوحی" وارد ہے، یہ جملے اس شخص کو فائدہ دیں گے جس کیلئے اللہ نے ہدایت کا ارادہ فرمالیا۔ (المستند المعتمد مع المعتقد المنتقد ۱۹۲-۱۹۳)

مقام غور ہے کہ امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صلح کی مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے صلح کی ان دونوں شخصیات کو زیادہ دین سے محبت ہے یا آج کے رافضی یا رافضیت سے متاثرین لوگوں کو ان دونوں حضرات کی نگاہوں میں اہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زیادہ وقعت تھی یا آج کے ضمیر فروشوں کے دلوں میں امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے والد بزرگوار سے زیادہ لگاؤ تھا یا ان بہروپیوں کو کہنا پڑے گا کہ انہیں حضرات عالیہ کو زیادہ محبت تھی اور جب انہوں نے صلح فرمالیا تو اگر ان فریبیوں کے دل میں ان بزرگوار کی تھوڑی بھی اہمیت ہوتی تو اس طرح کلام ہی نہیں فرماتا ان کا کلام بتا رہا

ہے کہ یہ لوگ اہل محبت نہیں بلکہ اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دشمن ہیں۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: سیر جن بالائی باتوں کیلئے ہے اس میں حد سے تجاوز نہیں کر سکتے اس کی روایات مذکورہ کسی حیض و نفاس کے مسئلے میں بھی سننے کی نہیں نہ کہ معاذ اللہ ان واہیات و متضلات و بے سرو پا حکایات سے صحابہ کرام حضور سید الانام علیہ و علی آلہ وعلیہم افضل الصلاۃ والسلام پر طعن کرنا اعتراض نکالنا ان کی شان رفیع میں رخنے ڈالنا کہ اس کا ارتکاب نہ کرے گا مگر گمراہ بد دین مخالف ومضار حق تبیین۔ (فتاویٰ رضویہ مترجم، ۵/ ۵۸۲)

واضح ہوا کہ صحابۂ کرام پہ طعن وہی کرے گا جو گمراہ و بد دین ہوگا اور حضور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم اہل سنت و جماعت کے نزدیک متفقہ طور پر صحابی ہیں تو ان پر بھی جو کلام کرے گا وہ گمراہ و بد دین ہی ہوگا اب معلوم ہوا کہ جو لوگ طعن کر رہے ہیں وہ گمراہ ہیں اور ایسے لوگوں سے دور رہنے کا حکم اسلام نے دیا ہے تا کہ کوئی دوسرا گمرہی کا شکار نہ ہو پائے۔

◆◆◆

ص ۶ ر کا بقیہ..........

پھر اس پر ۱۵ ر دلائل بیان کر کے تحریر فرماتے ہیں: ”پھر یہ تار جس میں خبر بھیجنے والے کے دست و زبان کی کوئی علامت تک نام کو بھی نہیں اور اس میں خط کی بہ نسبت کذب و تزویر نہایت آسان کیوں کہ امور دینیہ کی بنا اس پر حرام قطعی نہ ہوگی، سبحان اللہ! ائمۂ دین کی وہ احتیاط کہ مہری خط کو صرف گنجائش تزویر کے سبب لغو ٹھہرایا حالاں کہ مہر بنانا اور خط میں خط ملا دینا سہل نہیں، شاید ہزار میں دو ایک ایسا کر سکتے ہوں اور یہاں تو اصلاً دشواری نہیں جو چاہے تار گھر میں جائے اور جس کے نام سے چاہے تار دے، وہاں نام ونسب کی کوئی تحقیقات نہیں ہوتی، نہ رجسٹری کی طرح شناخت کے گواہ لیے جاتے ہیں۔“ (فتاویٰ رضویہ قدیم، جلد ۴ ص ۵۲۴-۵۲۵)

اس کے بعد رسالہ کے اخیر میں یوں تحریر فرماتے ہیں: ”اے عزیز! اس زمانۂ پُرفتن میں لوگوں کو احکام شرع پر سخت جرأت ہے، خصوصاً ان مسائل میں جنہیں حوادثِ جدیدہ سے تعلق ونسبت ہے، جیسے تارِ برقی وغیرہ! سمجھتے ہیں کہ کتبِ ائمۂ دین میں ان کا حکم نہ نکلے گا، جو مخالفت شرع کا ہم پر الزام چلے گا؛ مگر نہ جانا کہ علمائے دین شکر اللہ تعالیٰ مساعیہم الجمیلۃ نے کوئی حرف ان عزیزوں کے اجتہاد کو اٹھا نہیں رکھا ہے، تصریحاً، تلویحاً، تفریعاً، تاصیلاً سب کچھ فرما دیا ہے، زیادہ علم اسے ہے جسے زیادہ فہم ہے اور ان شاء اللہ العزیز زمانہ ان بندگانِ خدا سے خالی نہ ہوگا جو مشکل کی تسہیل، مفصّل کی تحصیل، صعب کی تذلیل، مجمل کی تفصیل سے ماہر ہوں؛ بحر سے صدف، صدف سے گہر، بذر سے درخت، درخت سے ثمر نکالنے پر باذن اللہ تعالیٰ قادر ہوں۔“ (فتاویٰ رضویہ قدیم، ج ۴ ص ۵۲۶-تا ۵۲۷ رسالہ ازکی الاہلال)

اسی طرح منی آرڈر اور اس کی اجرت جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں آپ نے اپنی اجتہادی قوتوں کو بروے کار لا کر ایک تحقیقی رسالہ تحریر فرمایا جس کا نام "المنی والدرر لمن عمد منی آرڈر" ہے، ظاہر ہے کہ اس سلسلے میں اصحاب مذہب سے کوئی صراحت موجود نہیں، یہ محض آپ کی مجتہدانہ کاوشوں کا ثمرہ ہے۔

امام احمد رضا کے انھیں محیر العقول کارناموں اور اجتہادی قوتوں کے پیش نظر ارباب فکر وفن اور اصحاب حل وعقد میں سے کسی نے انھیں ”مجتہد فی التمیز“ کہا، کسی نے ”مجتہد فی الترجیح“ تو کسی نے ”مجتہد فی المسائل“ قرار دیا ہے، ان سبھی آرا میں جو بات مشترک ہے وہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے امام احمد رضا کو اجتہادی قوتوں سے بھر پور نوازا تھا، جسے بروئے کار لا کر انھوں نے بہت سارے الجھے ہوئے مسائل کی گتھیاں سلجھائیں اور بہت سے مسائل میں کئی کئی نئی صورتیں بھی متعارف کرائی ہیں۔

مجتہد فی المسائل اس مجتہد کو کہتے ہیں جو اصول وفروع میں اپنے امام کی پیروی کرے اور جن مسائل میں اصحاب مذہب سے کوئی روایت منقول نہیں، اس میں اجتہاد کرے اور یہ خوبی امام احمد رضا میں بدرجۂ اتم موجود تھی، جس کا اعتراف بارہا عالم اسلام کے اہل علم وفن نے کیا ہے۔

◆◆◆

(از: صوفی عبدالصمد قادری رضوی*

مسلک اعلیٰ حضرت سے انحراف! ایک لمحۂ فکریہ

رضویات

آج سے تقریباً ۲۵-۳۰ رسال سے ہر طرف جماعت اہل سنت میں اختلاف وانتشار زور پکڑے ہوا ہے، دور حاضر میں اہل سنت جس کی تعبیر مسلک اعلیٰ حضرت سے کی گئی ہے، اس سچے مسلک سے سادہ لوح خوش عقیدہ مسلمانوں کو برگشتہ کرنے اور اس امتیازی نام کو مٹانے کے لئے فرقہائے باطلہ کے علاوہ سنی کہلانے والے نام نہاد محققین، ایڈیٹرس، آزاد خیال مولوی، مفتی، مجاور وغیرہ صلح کلیت کو فروغ دے رہے ہیں، یہاں تک کہ اب وہابیہ کا ذبیحہ کھانے اور ان سے نکاح کرنے کے لیے بھی ایڑی چوٹی کا زور لگایا جارہا ہے اور یہ کہا جارہا ہے کہ ”جماعت وہابیہ میں پانچ ہی کافر ہیں، باقی جو ان کے پیروکار ہیں وہ صرف گمراہ ہیں، ان کے بارے میں کوئی کرید کرنے کی ضرورت نہیں ہے“ کوئی کہتا ہے: یہ پانچواں مسلک کہاں سے آگیا؟ مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ نہ لگایا جائے، قبر میں مسلک کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا، ایسے لوگوں کے جواب میں چند مشاہیر شخصیات کے ارشادات پیش خدمت ہے، ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ”میرا مسلک شریعت وطریقت میں وہی ہے جو اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے، میرے مسلک پر چلنے کے لئے اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے۔“

(از مکتوبہ ۲۹ رذی الحجہ ۱۳۳۹ھ حضرت شاہ اشرفی میاں کچھوچھہ شریف)

(۲) ”دین اسلام ومذہب اہل سنت کا سچا خلاصہ ”مسلک اعلیٰ حضرت“ ہے یہی وہ مجمع البحار ہے، جس پر آج حنفیت، شافعیت، مالکیت وحنبلیت اور قادریت، چشتیت، شہروردیت، اشرفیت، مجددیت اور برکاتیت وغیرہم سب سمندروں کا سنگم ہے۔“

(شیر بیشۂ اہلسنت پیلی بھیت)

(۳) ”الحمدللہ میں مسلک اہل سنت پر زندہ رہا اور مسلک اہل سنت وہی ہے جو اعلیٰ حضرت کی کتابوں میں مرقوم ہے اور الحمد للہ اسی (مسلک اعلیٰ حضرت) پر میری عمر گزری اور الحمدللہ آخری وقت اسی مسلک پر مدینہ طیبہ میں خاتمہ بالخیر ہو رہا ہے اور مسلک اہل سنت وہی ہے جو مسلک اعلیٰ حضرت ہے“۔

(مبلغ اسلام حضرت علامہ عبدالعلیم میرٹھی علیہ الرحمہ)

(۴) ”میں تمام مسلمانوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ بریلی شریف کے تاجدار اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت مفتی محمد احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا جو مسلک ہے وہی میرا مسلک ہے، مسلمانوں کو اسے مضبوطی سے پکڑے رہنا چاہئے۔“

(حضرت علامہ مفتی وصی احمد محدث سورتی)

(۵) ”جو میرا مرید مسلک اعلیٰ حضرت سے ذرا سا بھی ہٹ جائے تو میں اس کی بیعت سے بیزار ہوں اور میرا کوئی ذمہ نہیں ہے، مزید یہ بھی فرمایا یہ میری زندگی میں نصیحت ہے اور میرے وصال کے بعد میری وصیت ہے، نیز یہ بھی فرمایا: مسلک اعلیٰ حضرت درحقیقت کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ یہی مسلک صاحب البرکات ہے مسلک غوث اعظم ہے، مسلک امام اعظم ہے، مسلک صدیق اکبر ہے۔“

(حضور احسن العلماء مارہرہ شریف، اہلسنت کی آواز ۲۸ رجمادی الاولی ۱۴۱۶ھ)

(۶) ”اس زمانے میں اہل سنت کو تمام فرقہائے باطلہ سے ممتاز کرنے کے لئے سوائے مسلک اعلیٰ حضرت کے کوئی لفظ موزوں ہوتا ہی نہیں، کچھ معاندین اس کے بالمقابل مسلک امام اعظم بولتے ہیں، لیکن یہ لفظ امتیاز کے لئے کافی نہیں، غیر مقلد کو چھوڑ کر سارے وہابی اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں، مثلاً دیوبندی، مودودی، نیچری حتی کہ قادیانی اپنے کو مسلک امام اعظم پر گامزن

* مضمون نگار قریع گنج ضلع اورنگ آباد (بہار) کے متوطن ہیں۔

بتاتے ہیں اور یہی حال اہل سنت کے لفظ کا بھی ہے کہ ان میں کے بہت سے لوگ اپنے آپ کو سنی بتاتے ہیں، اس تفصیل کی روشنی میں میں نے بہت غور کیا، سوائے مسلک اعلیٰ حضرت کے کوئی لفظ ایسا نہیں جو صحیح العقیدہ سنی مسلمانوں کو تمام بدمذہبوں سے ممتاز کردے۔''

(از شارح بخاری مفتی شریف الحق صاحب علیہ الرحمہ، ماہنامہ اشرفیہ اپریل ۱۹۹۹ھ)

(۷) ''سارے فرقہائے باطلہ کے مقابلے میں اپنی دینی جماعتی شناخت کے لئے ہمارے پاس بریلوی یا مسلک اعلیٰ حضرت کے لفظ سے زیادہ جامع کوئی دوسرا لفظ نہیں ہے۔''

(رئیس القلم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ)

(۸) ''مسلک اعلیٰ حضرت واقعتاً مسلک اہل سنت و جماعت کا دوسرا نام ہے اور اس دور میں مذہب حق واہل حق کی پہچان ہے، اس پہچان کو جو مٹانا چاہتا ہے وہ اسلام کی شناخت کو مٹانا چاہتا ہے، گویا کہ وہ اسلام اور غیر اسلام کو ایک کرنا چاہتا ہے، آپ نے اپنے اشعار میں بھی یہی تعلیم دی ہے، فرماتے ہیں۔

عیش کرلو یہاں منکرو! چار دن
مر کے ترسو گے اس زندگی کے لئے

صلح کلی نبی کا نہیں سنیو!
سنی مسلم ہے سچا نبی کے لئے

مسلک اعلیٰ حضرت پہ قائم رہو
زندگی دی گئی ہے اسی کے لئے

نبی سے جو ہو بیگانہ اسے دل سے جدا کردیں
پدر، مادر، برادر، مال وجاں ان پر فدا کردیں

(حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ)

(۹) ''امام احمد رضا بریلوی کی ذات گرامی تو بڑی چیز، ان کے شہر کی طرف منسوب کرنا اہل ایمان اور عاشق رسول ہونے کی دلیل بن گئی ہے۔'' (مدنی میاں کچھوچھہ شریف)

(۱۰) ''مسلک اعلیٰ حضرت حقیقت میں سواد اعظم کے طریقۂ مرضیہ اور متوارثہ کا نام ہے جو عہد رسالت سے آج تک سواد اعظم کا مسلک ہے۔ (مفتیٔ اعظم راجستھان)

پیارے ایمانی دینی بھائیو! امام اہل سنت کا صرف فتاویٰ حسام الحرمین عطا فرمانا، مسلمانان برصغیر پر وہ احسان عظیم ہے جس سے کوئی بھی سنی مسلمان سبکدوش نہیں ہوسکتا، لہٰذا میں نے بہ نیت خیر خواہی اپنے صرف چند اساطین اہل سنت کے زرّیں اقوال اور نصیحتیں پیش کردیں، اسے بغور ملاحظہ فرمائیں اور انھیں عملی جامہ پہنائیں اور اس دور پرفتن اور پرآشوب میں گمراہ و بد مذہب کے جال میں پھنسنے سے خود بچیں اور اپنے عزیز واقارب اور دوست واحباب کو بچائیں اور تمام فرقہائے باطلہ بالخصوص دور حاضر کے صلح کلیوں سے تنکا توڑ جدا رہ کر دین حق یعنی مسلک اعلیٰ حضرت پر مضبوطی کے ساتھ جم جائیں۔

مولیٰ تبارک وتعالیٰ خوش عقیدہ مسلمانوں کو ماضی قریب میں خلیل احمد بجنوری، ظفر ادیبی مبارکپوری اور انتخاب قدیری کی بدانجامی سے عبرت اور سبق حاصل کرنے کی فکر مرحمت فرمائے اور استقامت علی الحق کی توفیق بخشے، آمین۔

کسی زمانے میں خود انتخاب قدیری مرادآبادی نے بھی ان الفاظ میں اس حقیقت کا اعتراف کیا تھا۔

مسلک اعلیٰ حضرت ہی ہے دین حق
اس کی حد سے جو باہر نکل جائے گا

کل بروز قیامت خدا کی قسم
دیکھنا وہ جہنم میں جل جائے گا

مان لے گا انھیں مومن باوفا
اور منافق کا دل ان سے جل جائے گا

انتخابؔ قدیری بروز جزا
تھام کر دامن شاہ احمد رضا

روبروئے جناب حبیب خدا
ان کا دامن پکڑ کر مچل جائے گا

اعلیٰ حضرت کو اللہ نے وہ شان وعظمت عطا فرمائی ہے کہ۔

ایمان پا رہا ہے حلاوت کی نعمتیں
اور کفران کے نام سے لرزاں ہے آج بھی

◆◆◆

دوسری قسط

از: ڈاکٹر محمد احمد نعیمی*

دیوانِ نوری میں ہندی، ہندوستانی اور علاقائی زبانوں کا استعمال

نوریات

گزشتہ سے پیوستہ

نعت ومنقبت میں ہندی اور ہندوستانی زبانوں کا استعمال

زبان فکر اور خیال کو دوسروں پر ظاہر کرنے کا اہم وسیلہ ہوتی ہے۔ انسان اپنی بات کو اشاروں کے ذریعے بھی دوسروں تک پہنچا سکتا ہے مگر اس طرح اظہارِ خیال ممکن نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے اس حقیقت کا اعتراف کرنا ہی پڑے گا کہ تبادلۂ خیال اور اپنی فکر کی ترجمانی کے لیے زبان اشد ضروری ہے۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ مذہب اور علم کو بھی اپنی تبلیغ وترسیل اور ترقی کے لیے زبانوں کی لازمی طور پر ضرورت ہوتی ہے۔ یہاں یہ نکتہ بھی ذہن نشین رہے کہ زبانوں کا کسی خاص دین، خاص مذہب، یا خاص دھرم سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی زبانیں کسی دین یا مذہب کی اجارہ داری یا متابعت قبول کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر عہد اور ہر ملک میں بہت سے صوفیا علما، ادبا اور شعرا نے بلا لحاظ مذہب وملت دنیا کی مختلف زبانوں میں اپنی نگارشات اور ادبی تخلیقات سے کتب ورسائل کو زینت بخشی ہے۔ اگر ہم اپنے وطنِ عزیز ہندوستان کا جائزہ لیں تو پتا چلتا ہے کہ یہاں بھی ہزاروں اہلِ علم وفن اور دانشورانِ شعر وسخن نے بلا امتیاز مذہب وملت فارسی، اردو، ہندی، ہندوستانی اور علاقائی زبانوں میں اپنی علمی صلاحیتوں اور ادبی مہارتوں کے گلدستے سجائے ہیں اور یہ تاثر دیا ہے کہ زبانیں زندہ اقوام کی شناخت و پہچان اور ملک و وطن کی علامت وشان ہوتی ہیں۔

اہلِ علم و دانش اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ جب بھی کوئی زبان یا کوئی قوم کسی دوسری زبان یا دوسری قوم سے قربت اختیار کرتی ہے تو ایک دوسرے کے باہمی اثرات سے ضرور متاثر ہوتی ہے۔ ہندی، اردو اور ہندوستانی زبانیں چونکہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے اتحاد کا عظیم نتیجہ ہیں اس لیے یہ اپنے روزِ اول سے ہی ایک دوسرے کے بہت قریب رہی ہیں اور اس کا یہ اثر ہوا کہ ہندی زبان کے الفاظ، بھجنوں کے اسالیب و رموز، تشبیہات و استعارات اور دلی جذبات و کیفیات کی جلوہ گری نعوت و مناقب میں بھی ہونے لگی اور اس طرح صنفِ نعت ومنقبت کی ہیئت اس جہت سے بھی وسعت سے ہمکنار ہوئی۔ اور پھر ہندی گیت، چھند، دوہے، راگ اور بھجن وغیرہ کے روپ میں بھی دانشورانِ شعر وسخن بارگاہِ رسالت مآب ﷺ اور دیگر اکابرینِ اسلام کے حضور منظوم خراجِ عقیدت پیش کرنے لگے۔ بالخصوص صوفیاء کرام نے اس مشترکہ زبان اور اسلوب کو اپنی تعلیمات کے افہام وتفہیم اور نبیٔ اکرم ﷺ سے قلبی عقیدت ومحبت کے اظہار کے لیے خوب خوب فروغ بخشا اور تعلیماتِ نبوی ﷺ کی تبلیغ واشاعت کے لیے عوامی زبان کا کثرت سے استعمال کیا۔

آئیے اب ان عظیم شخصیات کی طرف چلتے ہیں جو اردو، ہندی، ہندوستانی اور علاقائی زبانوں کے مابین ایک اہم کڑی کی حیثیت رکھتی ہیں، اگر ایک طرف اردو ادب کی تاریخ ان کے ذکرِ جمیل کے بغیر پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچتی ہے تو دوسری طرف ہندی اور ہندوستانی ادب میں بھی ان کی خدمات سے روگردانی نہیں کی جاسکتی ہے، مثلاً حضرت امیر خسرو کا کلام ملاحظہ فرمائیں:

رینی چڑھی رسول کی سو رنگ مولیٰ کے ہاتھ
جس کے کپرے رنگ دئے سو دھن دھن وا کے بھاگ
خسرو باجی پریم کی میں کھیلوں پی کے سنگ
جیت گئی تو پیا مورے ہاری پی کے سنگ

خسرو دریا پریم کا، الٹی باکی دھار
جو اترا سو ڈوب گیا، جو ڈوبا سو پار
گوری سووے سیج پر، مکھ پر ڈارے کیس
چل خسرو گھر آپنے سانجھ بھئی چہو دیس
خسرو مولیٰ کے روٹھتے، پیر کے سرنے جائے
کہے خسرو پیر کے روٹھتے، مولیٰ نہیں ہوت سہائے

شیخ شرف الدین المعروف حضرت بوعلی شاہ قلندر پانی پتی بھی ہندی زبان میں اچھی دسترس رکھتے تھے۔ عربی، فارسی اور علاقائی زبان کے علاوہ ہندی ادب پر بھی آپ کو عبور حاصل تھا۔ آپ کے کئی دہرے آج بھی زبان زدِ خلائق ہیں۔ مثلاً:

گھونگھٹ کھول بدن حسین مکھ دیکھن دے موہے
ناتر نعرہ ماروں جو سب جگ دیکھے تو ہے
پنڈت ریکھا باج کر پوتھی پانی پور
سگرے اچھر میٹ کر من میں سائیں لوڑ
پوتھی بھی تھوتھی پنڈت بھیا نہ کوئے
اکو اچھر پریم کا بڑھے سو پنڈت ہوئے

اسی طرح ایک بار ایک مفتی امام صاحب کو "لا صلوٰۃ الا بحضور القلب" کی نصیحت فرماتے ہوئے کہا:

آنکھیں گھاٹی گوروہاوے
ایہہ نماز شرفا نہیں بھاوے

(شیخ محمد عطا نظامی و شیخ حبیب اللہ مظہر نظامی، مفتاح الغیب شرح دیوان بوعلی قندر، سیالکوٹ، دارالکتب نظامیہ قلندریہ، ۱۹۳۳ء، ص ۲۱—۴۲)

شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۱۲۶۳ء/ ۱۳۷۰ء) طبقۂ صوفیا میں اپنا ایک منفرد و نمایاں مقام رکھتے ہیں، علاوہ ازیں آپ ہندی بھاشا اور پوربی زبان کے بھی کہنہ مشق شاعر تھے، مثلاً ان کا حسب ذیل کلام ملاحظہ فرمائیں:

کالا ہنس نہ ملا بسے سمندر تیر
پنکھ پسارے یکہ ہرے نرمل کرے سریر
درد رہے نہ پیر

(پنجاب میں اردو، ص ۱۴۶)

شرف حرف مائل کہیں درد کچھ نہ بسائے
گرد چھوئیں دربار کی سو درد دور ہوجائے

(ڈاکٹر مولوی عبدالحق، اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیاء کرام کا کام، علی گڑھ، انجمن ترقی اردو ہند، ص ۱۷—۱۸)

حضرت گیسو دراز بندہ نواز صاحبِ علم و فضل اور صاحبِ تصانیف کثیرہ بزرگ ہیں۔ اکثر طلبہ اور مریدوں کو حدیث، تصوف اور سلوک کا درس دیا کرتے تھے اور کبھی کبھی کلام وفقہ کی بھی تعلیم دیا کرتے تھے اور جو لوگ فارسی وغیرہ سے ناواقف تھے ان کی افہام و تفہیم کے لیے ہندی زبان میں تقریر فرمایا کرتے تھے۔

آپ کی ادبی تخلیقات میں ہندی اور علاقائی دونوں زبانوں کی جلوہ گری نظر آتی ہے۔ مثلاً:

او معشوق بے مثال نورِ نبی نہ پایا
اور نورِ نبی رسول کا میرے جیو میں بھایا
ابلیس اپیں دیکھاونے کیسی آرسی لایا
کروسکلا دل گیان کا انعام دے خوش دھیان کا
چارا کھلا ایمان کا رکھ باندھ اپنے دارتوں
شہباز حسینی کھوئے کر ہر دو جہاں دل دھوئیکر
اللہ آپے یک ہوئے کرتب پاوے گا دیدارتوں

(اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیاء کرام کا کام، ص ۲۱—۲۲)

شیخ عبدالقدوس گنگوہی (۱۴۵۵ء/ ۱۵۳۸ء) سلسلۂ صابریہ کے مشہور بزرگ اور صاحبِ تصانیف کثیرہ ہیں، آپ ہندی کے شاعر تھے اور "الکھ داس" تخلص فرمایا کرتے تھے، آپ نے اپنی تصنیف "رشد نامہ" میں تصوف اور وحدت کے وجود کے نکات بیان کرتے ہوئے جگہ جگہ ہندی دوہرے بھی ذکر فرمائے ہیں، جیسے:

یہ جگ ناہیں باج پی بوجھ برہم گیان
سو پانی سو بلبلا سوئی سرور جان
ایکی اوہو ایکی ماں ایکی سرور ایکی ہانس
گرمکھ بوجھ برہم گیان تیں ترلوک ایک کے جان
دھن کارن پی آپ سنوارا
بن دھن سکھی کنست کنہارا

شہ کھیلے دھن ما نہیں ایواں
باس پھول مہنن اچھے جیواں
کیوں نہ کھیلوں تجھ سنگ میتا
مجھ کارن تیں ایتا کیتا
الکھ داس آکھے سن ہوئی
سوئی پاک ارت پہن ہوئی

(اردو کی ابتدائی نشو ونما میں صوفیاے کرام کا کام، ص ۲۸–۲۹، پنجاب میں اردو، ص ۱۶۱)

مذکورہ بالا صوفیاے کرام وعلما کے علاوہ حضرت قطب عالم وحضرت شاہ عالم، حضرت سید محمد جون پوری، شیخ بہاؤالدین باجن، شاہ محمد غوث گوالیاری، سید شاہ ہاشم حسنی العلوی اور شاہ میراجی اور شاہ برہان الدین جانم جیسے بہت سے حضرات نے ہندی اور علاقائی زبان میں بھی بکثرت طبع آزمائی کی ہے۔

(پروفیسر محمود خاں شیرانی، پنجاب میں اردو، لاہور، انجمن ترقی اردو)

مرادآباد کے مشہور ومعروف روحانی درویش، صوفی بزرگ حضرت شاہ بلاقی علیہ الرحمۃ والرضوان کہ جن کا آستانہ آج بھی گنگا جمنی تہذیب اور قومی یکجہتی کے مرکز کی حیثیت رکھتا ہے، اس صاحب دل فقیر نے بھی فارسی اور اردو کے ساتھ خالص ہندوستانی رنگ وآہنگ میں اپنے روحانی خیالات اور قلبی واردات کی دوہوں کی شکل میں ترجمانی کی ہے، شاہ بلاقی فرماتے ہیں۔ ؎

مرنے سے سب جگ ڈرے پنچھی اور سب جیو
بولا سن نہجو بہیو مرے ملت ہیں پیو
بولا بھولا کیا پھرے من کو کیے اداس
سائیں من میں یوں بسیں جیوں پھولن میں باس
بولا بھولا کیا پھرے اب بھی تو ٹک چیت
بن جوتے بن باہ دیئے، بیج نہ بیوت کھیت
سارن برہن موہ ملی کرتے اپنا کاج
اوہ اکھٹ ہوں یوں سنے لیو پی آج پیاج

(مرادآباد کے غیر مسلم شاعر، ص ۲۱–۲۲)

صوفی سنتوں کا کام دراصل خدمت خلق اور انسانی بھائی چارہ اور ہندو مسلم اتحاد تھا، ان کا سندیش تھا کہ تمام مسلم اور غیر مسلم اقوام کو ایک قوم کی حیثیت سے معاشرتی وسماجی زندگی بسر کرنی چاہیے اور انسانیت، محبت اور باہمی ہمدردی کا ایک دوسرے کے تئیں جذبہ رکھنا چاہیے، نیز لسانی وتہذیبی یگانگت، سنجیدہ زبان، شائستگئ بیان اور آپسی میل جول کی متحد ہو کر کوشش کرنی چاہیے کیونکہ یہی صوفیا کی تعلیم کا اصل نصب العین ہے اور یہی انسانیت وروحانیت کا لب لباب ہے، شاعر مشرق علامہ اقبال نے ہندی اور ہندوستانی الفاظ کو شعری جامہ پہناتے ہوئے کیا ہی خوب فلسفیانہ تعلیم دی ہے: ؎

دنیا کے تیرتھوں سے اونچا ہو اپنا تیرتھ
دامانِ آسماں سے اس کا کلس ملادیں
ہر صبح اٹھ کے گائیں منتر وہ میٹھے میٹھے
سارے پجاریوں کو مے پیت کی پلادیں
شکتی بھی شانتی بھی بھکتوں کے گیت میں ہے
دھرتی کے باسیوں کی مکتی پریم میں ہے

(اکیسویں صدی کا ہندوستانی معاشرہ، ص ۱۴۵)

اس تعلق سے محسن کاکوروی کا نام بھی بطورِ خاص قابلِ ذکر ہے، اس لیے کہ انھوں نے اپنے مشہور نعتیہ قصیدے مدیح خیر المرسلین میں نہ صرف یہ کہ ہندی، ہندوستانی اور علاقائی زبان کا برملا استعمال کیا ہے بلکہ ہندو دھرم اور ہندوستانی تہذیب کی بہت سی اصطلاحات کو بھی انتہائی اچھوتے انداز میں نظم کیا ہے، مثلاً ان کے قصیدے کے مندرجہ ذیل اشعار دیکھیں: ؎

سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل
برق کے کاندھے پہ لاتی ہے صبا گنگا جل
خبر اڑتی ہوئی آئی ہے مہابن میں ابھی
کہ چلے آتے ہیں تیرتھ کو ہوا پر بادل
اب کے میلا تھا ہنڈولے بھی گرداب بلا
نہ بچا کوئی محافہ، نہ کوئی رتھ نہ بہل
ڈوبنے جاتے ہیں گنگا میں بنارس والے
نوجوانوں کا سنیچر ہے یہ بڑھوا منگل
دو بالا کیے دیتے ہیں ہوا کے جھونکے

نوریات

بیڑے بھادوں کے نکلتے ہیں بھرے گنگا جل
جو گیا بھیس کیے چرغ لگائے ہے بھبوت
یا کہ بیراگی ہے پربت پہ بچھائے کمبل
راکھیاں لے کے سلونوں کی برہمن نکلیں
تار بارش کا تو ٹوٹے کوئی ساعت کوئی پل
خوب چھایا ہے سرِ گوکل و متھرا بادل
رنگ میں آج کنھیا کے ہے ڈوبا بادل
ہوا مبعوث فقط اس کے مٹانے کے لیے
سیفِ مسلول خدا نورِ نبیٔ مرسل
مہرِ توحید کی ضو اوجِ شرف کا مہ نو
شمعِ ایجاد کو لو بزمِ رسالت کا کنول

یہ قصیدہ اپنی نوعیت کا منفرد قصیدہ ہے کہ جس میں ہندوستانی ماحول وتہذیب کا منظر ہندی الفاظ میں بہت ہی بے تکلفی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے، مختصر یہ کہ اردو، ہندی اور ہندوستانی ادب میں ایسے دانشورانِ شعروسخن کی ایک طویل فہرست ہے کہ جنھوں نے اردو نعتوں اور منقبتوں میں ہندی الفاظ و اصطلاحات، تلازمات و مناسبات اور استعارات وتشبیہات کا بڑے حسین پیرائے میں ذکر کیا ہے، اگرچہ اردو اور ہندی کی بحروں میں کئی حیثیت سے نمایاں فرق ہے لیکن اس کے باوجود ہندی، ہندوستانی اور علاقائی زبانوں کے اثرات اور عکوس واضح طور پر نمایاں نظر آتے ہیں، ان حضرات نے ہندی، ہندوستانی اور علاقائی زبانوں کے الفاظ اور اصطلاحات کو اتنے بہترین سلیقے سے استعمال کیا ہے اور ہندوستانی تہذیب اور ماحول کی اتنی حسین عکاسی کی ہے کہ کلام کا حسن مزید دوبالا اور انتہائی جاذب ودلکش ہو گیا ہے، آپ خود ہی ملاحظہ فرما کر فیصلہ فرمائیں، بابا چھیٹو داس بارگاہِ رسول میں اپنی عقیدت کا خراج پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں:ـ

نام محمد آس بڑی ہے اب تیرے نام کی ٹیک پڑی ہے
جہاں جھرنا وندی گہری اوگاہ اتھاہ میں آن پھنسی ہے
کھیون ہار بنا پتوار کہاں سے کہوں گہنوں کی سری ہے
نام محمد آس بڑی ہے اب تیرے نام کی ٹیک پڑی ہے
چار ہو تو پار اتارو تمرے نلیچ نہ یہ بات بڑی ہے
چھیٹو داس کی عرضی یہی اب پار کرو مری ناؤ اڑی ہے

(دھرمیندر ناتھ آزاد، پروفیسر، ہمارے رسول، نئی دہلی، سفارت جمہوری ایران، ۲۰۱۱ء، ص ۵۹۲)

دھرما، مراوا اپنے دلی جذبات کا یوں اظہار کرتے ہیں:

نین پسارے دیکھا سب جگ
تمھیں ہو دوسر نہیں اور
پیا اِک بار دیکھو نین کی اور
کب دیہو درشن پیا محمد مو ہے
یہ ہی نس دن گور
پیا اِک بار دیکھو نین کی اور
جا کو پیا چاہے تا ہی سہاگن
دھرما کا ہو کیر نہور
پیا اک بار دیکھو نین کی اور

(ماہنامہ خاتون، رسول نمبر، کراچی، پاکستان، ۱۳۸۳ھ، مدیر شفیق بریلوی)

سنت کبیر داس بنارسی محمد ﷺ کی عظمت وانفرادیت کو شعری قالب میں ڈھالتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ ایسی مہان ہستی ہے کہ کائنات کی ہر شئے میں اس کے جلوے نظر آتے ہیں۔

عدد نکالو ہر چیز سے کرلو چوگن وائے
دوملا کے پچگن کرلو بیس کا بھاگ جائے
باقی بچے کے نوگن کرلو دواس میں اور ملائے
کہت کبیر سنو بھئی سادھو نام محمد آئے

(ہمارے رسول، ص ۵۹۳)

ودیانند پرشاد بھی پیغمبر اسلام ﷺ کے حد درجہ گرویدہ تھے، یہی وجہ ہے کہ انھوں نے ہندی الفاظ اور ہندی تلازمات ومناسبات سے بھرپور لطف اٹھاتے ہوئے اس دھرتی پر ان کے آگمن اور وراجمان ہونے کے منظر کی بڑی حسین تصویر کھینچی ہے، میلاد النبی ﷺ سے متعلق ہندی میں یہ ایک طویل نعتیہ نظم ہے، بطورِ خاص چند اشعار پیشِ خدمت ہیں:

سینت، آمنہ کے من میں جا، کھوج رہی ہے ممتا پیار
ماں بنتے ہی چھوٹ پڑے گی، جس کی سرن سدھا میہ دھار

تبھی ہوا مسکا تا بالک، ملا آمنہ کو نسب سنبل
شبھ پانچ سو اکہتر سن، سوموار دن، ربیع الاوّل

ایش کرپا کے ہی کارن تو، جنت مانو ملا گود میں
آلنگن کر چوم اٹھایا، کملا نن کھل اٹھا مود میں

شوہر عبداللہ کے مرنے کے نہ رہے کوئی سنتاپ
ہردِے کوش بھر گیا ہرش سے آنندوں سے اپنے آپ

ہر سکھ شانتی پرمود ہرش کا کیندر وندو کیول وہ بالک
اس نے جان لیا ہے من میں، پربھو ہیں اس کے رکھشک پالک

(ہمارے رسول، ص ۵۹۴)

نعوت و مناقب یا اسلامی تعلیمات و شعائر سے مرصع منظوم کلام میں فارسی، عربی اور اردو کے الفاظ کے ساتھ ہندی الفاظ اور ہندی اصطلاحات کا منفرد انداز میں استعمال صرف ہندو سنت اور ہندو کویوں کے یہاں ہی نہیں ملتا بلکہ ایسے مسلم صوفیا اور شعرا کی بھی ایک بڑی تعداد ہے کہ جن کے کلام میں ہندوستان میں رائج و مستعمل مختلف زبانوں کا حسین سنگم نظر آتا ہے، مثلاً عبدالعزیز خالد کا حسب ذیل کلام ملاحظہ فرمائیں:

میں شبدوں کی پیاسی، میں چرنوں کی داسی
تری جستجو مجھ کو صبح و مسا ہے

میں جوگن بروگن، میں کملی کمینی
تو سرتاج میرا، مرا دیوتا ہے

تو دیپک میں کاجل تو درپن میں سیسہ
میں کالک تو پربھات کی لالما ہے

(ہمارے رسول، ص ۱۴۶)

شمار کرنے چلیں، اس کی خوبیوں کا اگر
تو ساتھ چھوڑ دیں تھک تھک کے نیل سنکھ پدم

ہے جوت جس کی فسوں خیز چاندنی کی طرح
شریر جس کا پوتر اور آتما ہے پرم

اسی کو کہتے ہیں مانے جگت جگاون ہار
اسی کے نور سے تت چھن میں دور رات کا تم

مہا پرش جسے آکار الکھ پرکاش کا کہیں
پسینہ جس کا ہے سونا، سگندھ دہ سستم

(ہمارے رسول، ص ۱۴۷)

اسی طرح ممتاز جہاں گنگوہی (م ۱۹۲۷ء) کے یہ نعتیہ اشعار دیکھیں:

کوئی ایسی سکھی چاترنہ ملی موہے پی کے دوارے بٹھا دیتی
میں تو راہِ مدینہ بھی دیکھی نہیں موری بہیاں پکڑ کے بتا دیتی

واکے دوارے پہ جاتی ہیں سکھیاں سبھی، موری ارج کسی نے نہ اتنی کہی
کبھی اپنی جوگنیا کو بلواؤ تو وہ بھی روجے پہ جان گنوا دیتی

اللّٰھم صل علی محمد یا رب صل علیہ و سلم

(کنور اندر سہائے سکسینہ علم بدایونی، بزم طرب، حصہ اول، ص ۵۷)

اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی شاہ واجد پریشان ہیں، انھوں نے بھی بزبانِ ہندی اور علاقائی بڑے ہی عاجزانہ انداز میں بارگاہِ رسول میں منظوم خراجِ عقیدت پیش کیا ہے: ؎

سدھ لے موری موہے سرتاجا
سدھ کل راجن کے راجا

سدھ لے موری جبریل کے سائیں
ہے بتین کے راج گسائیں

اے صدیق کے راج دلارے
عمر عثماں کے پالن ہارے

سدھ لے بی بی خدیجہ کے بالم

(ہمارے رسول، ص ۱۴۶)

اسی طرح دور حاضر کے مشہور شاعر انیس نیازی جے پوری، ہندی، ہندوستانی اور علاقائی زبانوں پر ید طولی رکھتے ہیں، آپ کے کلام میں ہندی اور علاقائی زبانوں کا برمحل استعمال ہوا ہے، چنانچہ انیس نیازی کہتے ہیں: ؎

دیکھا ہے محبوب کو جب سے کوئی نہیں من بھاوت ہے
بن دیکھے ساجن کو موہے چین کہاں اب آوت ہے

جھک جائے جوان کے قدم پر راہ وہی پا جاوت ہے
ورنہ اس جیون میں لوگو بدھی تو بھٹکاوت ہے

تو ہے انیس ان کا جو جگ میں محبوب اب کہلاوت ہے

لاج انہیں کے ہاتھ تمہاری جن کی شرن میں جاوت ہے

(غلام رسول انیس نیازی، سوز وساز، ہماری طاقت پبلیکیشن، ۲۰۱۹ء، ص ۱۹۹ :)

دنیا ہے یہ آنی جانی ایک دن سب کو جانا ہے
سمرن کر لے نام پیا کا، ورنہ پھر پچھتانا ہے
سکھ دکھ کا تو میل رہا ہے، سکھ دکھ سب کو پانا ہے
سکھ دکھ کا احساس مٹا دے، یہ من کو سمجھانا ہے
دھیرج دھرم دھیان کی کنجی دھیرج مت کھو دیجو رے
دھیرج کھویا تو من مورکھ، جیتے جی مر جانا ہے

(سوز وساز، ص ۲۰۰)

مورے پیا ہیں جگ میں نرالے
نین نشیلے، مد بھرے پیالے
چندر سا مکھڑا جوت جگائے
اب تو من کو کوئی نہ بھائے
مگن ہوئے سب دیکھن والے
مورے پیا ہیں جگ میں نرالے
کیس گھنیرے، جگ مہکائے
منوا مست مگن ہو جائے
سدھ بدھ کھو دیں دیکھن والے
مورے پیا ہیں جگ میں نرالے

(سوز وساز، ص ۲۰۳)

میرے پیا ہیں سب سے نیارے، چندر مکھی نینا کجرارے
جو بھی دیکھے ہوش گنوائے، کیوں جگ کو اسمجھاوت رے
ساج سرنگار کرت بھی ہاری، کروں میں تن من وا پہ واری
لوک لاج سب ہے تج ڈاری پی کب گلوا لگاوت رے
منوا میں بس گئی مورتیا، داس انیسوا کے صورتیا
شرن پیا کے چرنن پاؤں، تو جیون تر جاوت رے

(سوز وساز، ص ۲۰۴)

نور یات

........جاری ■◄

ص ۵۴ کا بقیہ...............

ہے، لہٰذا موجودہ حکومتیں درس عبرت حاصل کریں اور شاہان اسلام کے راستے پر چلتے ہوئے ملک کے اندر امن وامان، عدل و انصاف کی فضا برقرار رکھیں تاکہ ملک کے اندر خوش حالی آئے اور ملک ترقی کرتا رہے۔

الغرض یہ کہ حکومت کی کرسیاں بے وفا نہیں ہوتیں، اکثر ان پر بیٹھنے والے ہی بے وفا اور غدار ہو جاتے ہیں، یہ کرسیاں تو بڑی وفادار ہوتی ہیں جو اپنے چاہنے والوں کو نصیحت بھرا پیغام دیتی ہیں کہ دنیا کی دولت وحکومت، شوکت و دبدبہ دائمی نہیں، عارضی و فانی ہیں، تمہاری یہ کرسی حکومت کب تلک رہے گی؟ اسے دوام و بقا حاصل نہیں، بالآخر ایک نہ ایک دن اسے جانی ہے، اگر تم نے عدل وانصاف اور نیک نامی کے ساتھ حکومتیں کیں تو تمہارے کارنامے تاریخ کے ابواب میں سنہرے حروف سے لکھے جائیں گے اگر تم نے ملک میں سرکشی اور شرانگیزی کی، عدل وانصاف کا گلا گھونٹا، فتنہ وفساد برپا کئے، ظلم و بربریت، قتل وغارت کی ہولی کھیلی تو یاد رکھنا جو حشر نمرود وفرعون وغیرہ کا ہوا تھا وہی حشر تمہارا بھی ہوگا اور ہاں! ایمان واسلام سے بڑھ کر کرسی حکومت نہیں، دینِ حق سے بڑھ کر تخت وتاج سلطنت نہیں، اصل حکومت وسلطنت تو دونوں جہاں میں آقائے کریم، شہنشاہِ کون ومکاں ﷺ کی ہے۔ ؎

تخت ہے ان کا، تاج ہے ان کا
دونوں جہاں میں راج ہے ان کا
جن و ملک سب ان کے سپاہی
رب کی خدائی میں ان کی شاہی
اونچے اونچے یاں جھکتے ہیں
سارے انہیں کا منھ تکتے ہیں
کعبے کی زینت ان کے دم سے
طیبہ کی رونق ان کے قدم سے
کعبہ ہی کیا ہے، سارے جہاں میں
دھوم ہے ان کی، کون و مکاں میں

دو جہاں کی ساری حکومتیں، عظمتیں، رفعتیں، دولتیں، عزتیں سرکار اعظم، شہنشاہِ مدینہ ﷺ کے قدموں پر نثار۔

◆◆◆

تصنیف: امام فقیہ ابو اللیث نصر ابن محمد سمرقندی

ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

آٹھویں قسط

گزشتہ سے پیوستہ

وضاحت:

(مصنف علیہ الرحمہ نے کہا) یعنی تو بعد موت تو عبادت الٰہی کی استطاعت نہیں پائے گا تجھے محنت و کوشش کی قدرت تو صرف اسی زندگی میں حاصل ہے (لہٰذا چاہیے کہ) تو ملک الموت (علیہ السلام) کی پیشوائی کے لئے تیاری میں لگا رہے اور ہر وقت موت کو یاد رکھ (موت اور ملکُ الموت سے غافل مت رہ) کیونکہ وہ تجھ سے غافل نہیں ہیں، تو غافل ہے۔

نبی رحمت اور ملکُ الموت کا ایک اہم مکالمہ

حدیث شریف

(امیر المومنین شیر خدا مشکل کشا سیدنا مولیٰ) علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرمایا: نبی کریم ﷺ نے (ایک بار) ایک انصاری صحابی (رضی اللہ تعالی عنہ) کے سرہانے (وقت نزع) ملکُ الموت کو دیکھ کران سے فرمایا:

''ارفق بصاحبی فانه مؤمن۔ یعنی یہ میرا صحابی ہے ذرا اِس کے ساتھ نرمی برتیئے کیونکہ وہ مومن (کامل) ہے۔'' (نہ مشرک وکافر، نہ منافق وفاجر)

ملک الموت علیہ السلام نے عرض کیا:

''ابشر یا محمد فانی بکل مومن رفیق... (الیٰ آخرہ) یعنی آپ کو خوش خبری ہو یا رسول اللہ! کہ میں بے شک ہر مومن (کامل الایمان) کے ساتھ نرمی ہی برتتا ہوں، اللہ کی قسم یا رسول اللہ! میں بے شک ابن آدم کی روح قبض کرتا ہوں اور جب اس کے متعلقین میں سے کوئی چیخنے والا چیختا (آواز کے ساتھ روتا چلاتا) ہے تو میں کہتا ہوں یہ چیخنا چلانا کیسا؟ بخدا ہم نے اس پر کوئی ظلم تو نہیں کیا، نہ تو ہم اس کی اجل سے پہلے آ گئے ہیں اور نہ ہم نے قضا و قدر میں جلدی کی ہے تو اس کی روح قبض کرنے میں ہمارا کوئی قصور نہیں، الٰہذا اگر تم اللہ کے کئے پر (دل سے) راضی رہو گے تو ثواب پاؤ گے اور اگر ناراض ہو گے (یعنی اس کے فعل کو برا مانو گے) یا جزع فزع (بے صبری کا مظاہرہ) کرو گے تو گنہگار رہو گے اپنے اوپر گناہ کا بوجھ لادو گے، تمہارے لئے ہم پر عتاب کا جواز نہیں ہے اور ہمارے لئے بے شک یہ ہے کہ ہم، تم سے (کسی نہ کسی دن برائے قبض روح) ضرور ملاقات کیا کریں اور تمہارے گھر دوبارہ سہ بارہ یعنی بار بار آئیں۔

فالحذر الحذر تو ہوشیار خبر دار، ہوشیار خبر دار! اور میں برّ و بحر (یعنی خشکی اور پانی) میں سب بسنے رہنے والوں کے چہرے (خواہ وہ عالی شان محلوں میں رہتے ہوں یا جھونپڑیوں میں یا مٹی پتھر کے بنے گھروں میں بستے ہوں) روزانہ پانچ پانچ مرتبہ الٹ پلٹ کر دیکھتا ہوں حتی کہ میں ان کے ہر چھوٹے بڑے کو خوب اچھی طرح پہچانتا ہوں، یہاں تک کہ ان کی ذاتوں کو خود ان سے زیادہ پہچانتا ہوں، بخدا یا رسول اللہ! اگر میں (بالفرض) ایک مچھر کی روح از خود، اللہ کے اذن کے بغیر نکالنا چاہوں تو میں ایسا کرنے پر ہرگز دسترس نہیں پا سکتا، جب تک کہ وہ قبض روح کا امر نہ فرمائے، و هو آمر بالقبض (وہی روح قبض کرنے کا حکم دیتا ہے)

لذتوں کو کاٹنے والی کا، ہر وقت دھیان رکھنا لازم

حدیث شریف

حضرت ابو سعید خدری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت آئی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (ایک بار) کچھ لوگوں کو ہنستے ہوئے دیکھا تو فرمایا:

''أما انكم لو اكثر تم مِنْ ذِكرِ هاذِمِ اللّذّات لشغلكم عن ما ارىٰ، ثم قال: اكثروا ذكر هاذم اللذات يعني ''الموت''ثم قال: انما القبر روضة من رياض الجنة أو حفرة من حفر النيران۔ (ترجمہ) ارے سنو! اگر تم لوگ ہاذمُ اللذات کو بکثرت یاد کرتے تو تم کو اُس کی یاد اِس ہنسنے کی فرصت نہ دیتی جو میں دیکھ رہا ہوں'' اس کے بعد فرمایا لوگو! ہاذمُ اللذات کو زیادہ سے زیادہ یاد کیا کرو' اس لفظ سے حضور کی مراد موت ہے، پھر فرمایا ''قبر یا تو جنت کی پھلواریوں میں سے ایک پھلواری ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں کا ایک گڑھا۔''

کیفیت موت کی ایک تمثیل

روایت

(ایک بار امیر المومنین فاروق اعظم سیدنا) عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت کعب (احبار علیہ الرحمۃ والرضوان) سے فرمائش کی کہ اے کعب! ہمیں کیفیت موت کے بارے میں (کچھ) سنائیے۔ حضرت کعب نے عرض کیا: موت بے شک ایسے خار دار درخت کی طرح ہے جو ابن آدم کے جوف (پیٹ وغیرہ اندرونی اعضاء کے اندر) داخل کر دیا گیا ہو، جس کا ہر کانٹا اس کے رگ پٹھوں وغیرہ کو پکڑ لے پھر اس کو کوئی بڑا طاقتور آدمی زور سے کھینچے تو جو (کانٹوں نے) کاٹا کٹ گیا اور جو باقی چھوڑا وہ کٹنے سے رہ گیا۔'' (یہ ہے موت کی مثال)

موت کا اسلاف کو کس قدر خوف تھا؟

روایت

منقول ہے کہ جب حضرت امام سفیان ثوری کے سامنے موت کا تذکرہ ہوتا تو (آپ اس قدر تازہ غم اور مضمحل ہو جاتے اور کیفیت دگرگوں ہو جاتی کہ) کئی روز تک آپ سے استفادۂ علمی نہیں کیا جا سکتا تھا، جب کوئی سوال کیا جاتا، جواب میں فرماتے لاادری، لاادری، مجھے نہیں معلوم، میں نہیں جانتا۔ (۱)

[۱] عبرت کا مقام ہے کہ جب ربانی عالموں، ولیوں کے خوف آخرت کا یہ عالم تھا تو ہمیں بے خوفی کیوں کر مناسب ہو سکتی ہے؟، ۱۲؍مترجم غفرلہ

تین چیزیں ہر وقت پیش نظر رکھنی چاہئیں

روایت

کسی حکیم کا قول ہے کہ تین چیزیں ایسی (اہم اور واجب الذکر) ہیں کہ جن کو فراموش کر دینا، عقل مند کے لئے زیبا نہیں، پہلی چیز ہے دنیا کا فانی ہونا، نیز احوال دنیا کا بننا بگڑنا، ان کا موجود و معدوم ہونا، متغیر ہونا اور دوسری چیز ہے اپنی موت (۲) اور تیسری چیز ہے آفات وحوادث کا کھٹکا۔ (۳)

قدر نعمت بعد زوال — کیا حاصل بجز حسرت وملال

حکیمانہ نصیحت

(سیدی) حاتم اصم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: چار نعمتیں ایسی (قابل قدر) ہیں جن کی قدر بجز چار لوگوں کے کوئی نہیں جانتا۔ (جیسی جاننی چاہیے)

① جوانی کی قدر صرف بوڑھا جانتا ہے (لیکن اب اس قدر دانی اور حسرت سے کوئی فائدہ نہیں)

② عافیت کی قدر، وہی جانتے ہیں جو (عافیت کھو کر اب) بلاؤں میں مبتلاء ہیں (لیکن اب اس قدر دانی سے کیا نفع؟)

③ اور تندرستی کی قدر وہی جانتے ہیں جو (بعد صحت) اب بیمار ہیں۔ (تو یہ قدر دانی کیا مفید؟)

④ اور چوتھی چیز ہے دنیوی زندگی، اس کی قدر، مردے ہی جانتے ہیں۔ (لیکن بعد موت اب ململانے اور حیات مستعار (۴) کی اہمیت جاننے سے کیا حاصل؟)

انتباہ

[۲] یہ موت کو بھولے رہنے ہی کا تو اثر ہے کہ بندہ ظلم، غصب، خیانت، چوری، ڈکیتی، زنا، اغلام اور قتل ناحق وغیرہ جرائم تک کتنی بے خوفی اور آسانی سے کر گزرتا ہے، گویا پورے یقین پر ہوتا ہے کہ مرنا نہیں ہے اور اخروی سزاؤں کی خبریں یوں ہی ڈرانے دھمکانے کے لئے ہیں، مطلب یہ ہے کہ موت کی فراموشی بڑی خطرناک چیز ہے، اس میں سلب ایمان کا خطرہ ہے اور جو موت کو یاد کرے گا جیسی کرنی چاہیے تو اخروی ضرر سے بچنے کی ضرور فکر کرے گا، اللہ توفیق دے، ۱۲؍مترجم غفرلہ

[۳] کیوں کہ ان سے کسی کو امن وامان کا پروانہ (Certificate) نہیں ملا ہے حتیٰ کہ کوئی بھی کسی وقت کسی حادثہ کا شکار ہو سکتا ہے، اس پر کوئی آسمانی یا زمینی آفت آسکتی ہے، بیمار ہو سکتا ہے، اَنْ کرے میں پھنس سکتا ہے، وغیرہ وغیرہ، ۱۲؍مترجم

[۴] مستعار = عاریۃً ملی ہوئی چیز کہ برتنے کے بعد واپس کرنی لازم ہوتی ہے، ۱۲؍مترجم غفرلہ

(مصنف علیہ الرحمہ نے کہا): حضرت حاتم اصم کی یہ بات اسی حدیث کے موافق ہے جو ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں یعنی پانچ کو پانچ سے قبل، غنیمت جان................الخ۔

کیفیت موت کی آپ بیتی تمثیل

سچی، انوکھی، بڑی اہم خبر

(کتب حدیث میں) مروی ہے کہ حضرت عمرو ابن العاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا (جو بڑے عابد و زاہد اور صاحب علم وفضل، صحابی ہیں) کہ میرے والد صاحب اکثر بیشتر یہ فرماتے تھے کہ مجھے ایسے آدمی پر بڑا تعجب ہوتا ہے جس پر موت کا نزول ہوتا (یعنی روح کا قبض کیا جانا شروع ہو چکتا) ہے اور اس کے ساتھ اس کی عقل اور زبان ہوتی ہے (یعنی ہوش وحواس قائم رہتے ہیں اور گویائی صحیح سلامت ہوتی ہے اس کے باوجود) وہ موت کی صفت (اوپر والوں) سے کیوں کر بیان نہیں کرتا ہے؟

پھر جب خود ان کی وفات کا وقت آیا (موت کا نزول ہونے لگا) اور ان کی عقل بھی صحیح تھی اور زبان بھی اپنا کام کر رہی تھی تو میں نے ان کو ان کی وہ باتیں جو تعجب سے کہا کرتے تھے، یاد دلائیں کہ آپ ایسے ایسے کہا کرتے تھے (تو آپ موت کی صفت کیوں بیان نہیں کر رہے ہیں؟) عمرو ابن عاص نے فرمایا: اے پیارے بیٹے! موت عظیم تر ہے اس سے کہ اس کی پوری صفت بیان کی جا سکے لیکن میں تمہیں موت کا تھوڑا سا وصف بتاتا ہوں، بخدا (میرے بدن پر اتنا بھاری بوجھ پڑا ہوا ہے کہ) گویا رضویٰ پہاڑ کے دونوں پہلو مجھے پچا (دبا) رہے ہیں اور میری روح گویا سوئی کے سوراخ سے کھینچ کر نکالی جا رہی ہے اور گویا میرے جوف (یعنی اندرونی اعضا) میں عوسج (ایک خاردار درخت) کے کانٹے داخل کر دئے گئے ہیں اور گویا آسمان کا پاٹ، میرے اوپر ہے اور زمین کا میرے نیچے ہے اور میں ان دونوں پاٹوں کے بیچ میں دبایا جا رہا ہوں۔۔۔

۔۔۔پھر (مزید) فرمایا: بیٹے میری حالت (اوائل زندگی سے اب تک) تین انواع کی طرف بدلتی رہی ہے، اوّل امر میں، میں محمد (مصطفی) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قتل پر سب لوگوں سے زیادہ حریص وخواہش مند تھا، تو اگر میں اس حالت میں مر گیا ہوتا تو ہائے میری خرابی (یعنی تو میرے لئے کتنی خرابی اور کیسی بد انجامی ہوتی) پھر اللہ تعالیٰ نے (اپنے فضل سے) مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی، تو (نعمت اسلام ملنے پر) محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، میرے دل میں سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہو گئے اور حضور نے (میری اتنی قدر فرمائی، عزت بخشی کہ متعدد بار) لشکروں پر امیر بنایا، تو اے کاش میں اس وقت (حضور کے سامنے) مر گیا ہوتا تا کہ حضور کی دعائیں مجھے مل جاتیں اور حضور میری نماز جنازہ پڑھتے، پھر ہم لوگ حضور کے بعد امور دنیا میں مشتغل ہو گئے (دنیا کے دھندوں اور محبت میں پھنس گئے) تو میں نہیں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک میری یہ حالت کیسی ہے (پسندیدہ یا ناپسندیدہ)؟ پھر میں والد صاحب کے پاس سے نہیں اٹھا (برابر حاضر خدمت رہا) حتی کہ ان کی وفات ہو گئی (۱)

کیا فائدہ اچھی اور سچی باتوں کا؟ جب کہ اُن پر عمل نہیں

حال وقال کا تضاد

حضرت شقیق ابن ابراہیم (بلخی، معروف بزرگ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عام لوگ، چار باتوں کے بولنے میں تو میری موافقت کرتے ہیں اور ان کے کرنے میں (موافقت نہیں کرتے بلکہ) مخالفت کرتے ہیں۔

① سب کہتے ہیں: ہم اللہ تعالیٰ کے عبید ہیں (یعنی وہ ہمارا مالک ومولیٰ ہے اور ہم اس کے (بندے) غلام، (گویا اس کے حکم پر ہر وقت کمر بستہ ہیں) حالانکہ عام لوگوں کا عمل احرار (۲) کا سا ہے۔ (نہ کہ غلاموں جیسا)

② اور کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمارے رزقوں کے لئے کفیل ہے (کافی وضامن ہے) حالانکہ ان کے دل مطمئن نہیں ہوتے جب تک دنیا کی کوئی چیز ان کے پاس نہ ہو۔

---

[۱] یعنی مذکورہ بالا بات سنانے کے بعد اُنہیں زیادہ دیر نہیں لگی، بلکہ جلدی ہی واصل بحق ہو گئے (رضی اللہ عنہما)۔ ۱۲ — مترجم

[۲] احرار (حر کی جمع) = آزاد، خودسر لوگ، جو کسی کے ماتحت نہیں ہوتے، ۱۲ مترجم عفی عنہ

.........جاری

از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی*

کانوڑ یاترا اور مسلمانوں کی مشرک نوازی

احوال قوم وملت

ہندو سماج میں اپنے بھگوانوں کو خوش کرنے کے لیے مختلف یاترائیں (سفر) کرنے کا رواج ہے جیسے امرناتھ یاترا، نرمدا پرِ یکر ما، چوراسی کوس پرِ یکر ما، جگنّاتھ یاترا، پنچ کوشی یاترا، چار دھام یاترا، گووَردَھن یاترا وغیرہ۔ کانوڑ یاترا بھی اسی مذہبی رواج کا ایک حصہ ہے جسے اُتر بھارت کے یوپی، اتراکھنڈ، راجستھان، ہریانہ اور ایم پی وغیرہ میں بسنے والے ہندو افراد مذہبی عقیدت کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔

گذشتہ کچھ سالوں سے اس یاترا کا چلن بڑی تیزی کے ساتھ بڑھا اور بڑھایا گیا ہے جس کی وجہ سے کانوڑ یاترا اب ایک بڑا مذہبی تہوار بن گئی ہے۔

کانوڑ یاترا کیا ہے؟

ہندو بکرمی کیلنڈر کا پانچواں مہینہ ساون کہلاتا ہے۔ اسی مہینے میں ہندو سماج کے لوگ اپنے اپنے علاقوں سے گنگا یا دیگر ندیوں کا سفر کرتے ہیں۔ اس سفر کے لیے ہندو لوگ درمیانی لمبائی کا بانس لیتے ہیں اور باریک لکڑیوں سے اس کے اگلے پچھلے کناروں پر رنگ برنگی کاغذ اور پنّی سے مندر جیسا ہلکا پھلکا نقشہ بناتے ہیں۔ بانس کے دونوں جانب گنگا جل بھرنے کے لیے برتن لٹکایا جاتا ہے۔ بس اسی چیز کو کانوڑ کہا جاتا ہے۔ ہندو عقیدت مند اپنے کندھے پر کانوڑ اٹھا کر ہری دوار جیسے شہروں کا سفر کرتے ہیں۔ اور وہاں سے گنگا ندی کا پانی لا کر مقامی شِو مندروں میں چڑھا کر اپنے بھگوان شِو کی پوجا کرتے ہیں۔

پہلے یہ سفر پیدل کیا جاتا تھا لیکن گذشتہ کچھ وقت سے کانوڑ یاترا کے لیے موٹر سائکل اور کھلی ہوئی four wheeler گاڑیوں کا استعمال کیا جا رہا ہے۔ جس میں ڈی جے سسٹم کے ساتھ شِو کی بڑی سی مورتی نصب کی جاتی ہے۔ کچھ نوجوان اس گاڑی پر سوار ہوتے ہیں جب کہ درجنوں نوجوان موٹر سائیکل پر سوار ہو کر ریلی کی شکل میں ناچتے گاتے نکلتے ہیں۔ آج کل یہی طریقہ سب سے زیادہ ڈیمانڈ میں ہے۔

کانوڑ کا بڑھتا چلن

سن 1990 تک کانوڑ یاترا کا بہت زیادہ چلن اور رواج نہیں تھا۔ چند سادھو سنت اور مذہبی افراد ہی یہ رسم ادا کرتے تھے۔ اس لیے عوام الناس کو زیادہ پتا بھی نہیں چلتا تھا اور عوامی زندگی اس سے متاثر بھی نہیں ہوتی تھی۔ نوّے کی دہائی سے رام مندر تحریک اور شہادت بابری مسجد کے بعد متشدد تنظیموں نے اظہار طاقت کے لیے اس یاترا کو بڑھاوا دینا شروع کیا۔ جس کے تحت مختلف علاقوں میں کانوڑ کیمپوں کا انعقاد کیا جانے لگا۔ جہاں کانوڑیوں کے رہنے/کھانے/پینے/علاج ومعالجہ کا بندوبست کیا جاتا تھا۔ ابتداً یہ کام بڑے شہروں اور چنندہ علاقوں میں شروع ہوا۔ کم وقت میں شہرت کے خواہاں افراد نے اس موقع کو غنیمت جانا اور اپنی اپنی سطح پر کانوڑ کیمپ لگائے اور اسی بہانے اپنی برانڈنگ شروع کردی۔ اس کا نتیجہ بھی ملنے لگا جو بھی کانوڑ کیمپ لگاتا دیکھتے ہی دیکھتے وہ مقامی سطح کا لیڈر بن جاتا، بس پھر کیا تھا جسے دیکھو وہ بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے نکل پڑا اور اب تو نوبت یہاں تک آ گئی ہے کہ ساون کا مہینہ آتے ہی گاؤں، قصبوں اور شہروں کے گلی کوچے کیمپ لگانے والوں کے پوسٹر اور بینروں سے پَٹ جاتے ہیں۔ پیسہ عوامی چندے کا ہوتا ہے مگر نام لیڈر کا ہوتا ہے، دھرم پریمی ہونے کا ٹائٹل الگ ملتا ہے، اب اس سے اچھا کام آج کے زمانے میں بھلا اور کیا ہوسکتا ہے؟

* مضمون نگار ماہنامہ سواد اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

حکومتی نوازشات

کانوڑ یاترا کی تشہیر میں کئی سیاسی و دھارمک تنظیمیں شامل تھیں اس لیے عوامی مقبولیت بڑھتے ہی سیاسی فائدہ اٹھانے کے لیے جا بجا حکومتی سطح پر کیمپوں کا انعقاد ہونے لگا۔ جہاں علاج ومعالجہ کی سہولت اور کھانے پینے کا بہترین نظم کیا جاتا۔حکومت اور عوامی پذیرائی کے احساس سے عام ذہن کا جھکاؤ اس یاترا کی جانب بڑھنے لگا۔ جھانکی اور ڈاک کانوڑ کے چلن نے پیدل مشقت سے بچا دیا جس نے ہندو نوجوانوں کو کانوڑ کی جانب بہت زیادہ راغب کیا۔انھیں وجوہات کی بنا پر آج کانوڑ یاترا اُتّر بھارت کا ایک بڑا دھارمک تہوار بن گئی ہے۔ان دنوں اتر بھارت کے زیادہ تر صوبوں میں بھاجپا کی حکومتیں قائم ہیں اس لیے کانوڑیوں کے لیے نیشنل ہائی وے کو ایک طرف سے مکمل بند کر دیا جاتا ہے۔ہَری دُوار جانے والے راستوں کا سارا ٹریفک دیگر راستوں پر نکالا جاتا ہے تاکہ کانوڑیوں کو کسی طرح کی دقت نہ ہو۔

حکومت کی کانوڑ نوازی کا یہ رُخ بھی بڑا اہم ہے کہ کانوڑ روٹ کے تمام ضلعی افسران کو حکم دیا گیا ہے وہ کانوڑیوں پر پھولوں کی بارش کریں اس لیے ایس پی اور ڈی ایم سطح کے افسران کانوڑیوں کی گُل پوشی اور ان کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔خود یوپی اور اتراکھنڈ کے وزرائے اعلی نے ہیلی کاپٹر کے ذریعے کانوڑیوں پر گُل پاشی کا کارنامہ سرانجام دیا۔

کہتے ہیں افسر شاہی حکومتی مزاج کے تحت اپنا ایجنڈا طے کرتی ہے اس لیے موجودہ حکومتوں کے رویے دیکھتے ہوئے افسر شاہی بھی کانوڑ نوازدکھنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑنا چاہتی اس لیے مارے جوش کے 15 جولائی کو یوپی کے Basic education department نے حکومتی اساتذہ کے نام ایک ہدایت نامہ جاری کیا اور انہیں اسکول جانے کی بجائے کانوڑیوں کی خدمت کرنے کا حکم دیا۔ایک تو معاملہ اسکول کا تھا، دوسرے کانوڑیوں کی خدمت کا، جسے سماجی طور پر خود کو بڑا سمجھنے والا ایک طبقہ بالکل بھی پسند نہیں کرتا اس لیے اس ہدایت نامے پر اعتراضات شروع ہو گئے۔

بالآخر ہنگامے کے بعد یہ حکم نامہ واپس لیا گیا لیکن اس حکم نامے کے اجرا سے یہ بات اچھی طرح ظاہر ہو گئی کہ حکومت جس کام کو اپنی ترجیحات میں شامل کر لے تو افسر شاہی حکومتی خوش نودی کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتی ہے،ساون کے جھلستے/ برستے مہینے میں اس کے نظارے یوپی، ہریانہ اور اتراکھنڈ میں خوب دکھائی دے رہے ہیں۔

مسلمانوں کی مشرک نوازی

ایک زمانے تک عام مسلمان بھی عقیدہ توحید پر اس قدر راسخ تھے کہ شرک کے سائے تک سے پرہیز کرتے تھےلیکن چند مفاد پرست سیاست دانوں اور فلمی اداکاروں کی شرک پرستی سے متاثر ہو کر مسلمانوں کے کچھ طبقات بھی مشرک نوازی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔حالیہ کانوڑ یاترا کے دوران ملک کے مختلف حصوں میں مسلمانوں نے کانوڑ کیمپوں کا اہتمام کیا اور بُت پرستی کے لیے نکلے کانوڑیوں کا مثالی استقبال بھی کیا۔اگر اس تماشے میں بے دین سیاست دان ہی ہوتے تو اتنا افسوس نہ ہوتا مگر یہ امر انتہائی تکلیف دہ ہے کہ مشرک نوازی کے اس کھیل میں جمیعۃ علمائے ہند جیسی مذہبی جماعت پیش پیش ہے۔

جمیعۃ سے وابستہ علما اور داڑھی ٹوپی والے مسلمان نہایت خوش اخلاقی کے ساتھ کانوڑیوں کو کھانا/ پانی پیش کرتے نظر آ رہے ہیں،مشرک نوازی کا یہ عالم ہے کہ کچھ لوگ نہایت اپنائیت کے ساتھ اپنے ہاتھوں سے کانوڑیوں کے پاؤں تک دھو رہے ہیں،کئی جگہوں سے خود کو مسلمان کہلانے والوں کے بھی کانوڑ یاترا پر نکلنے کی خبر ہے،ایک مسلم لڑکی نے اس موقع پر ہَر ہَر شَمبھو نامی بھجن گا کر شرک پرستی کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے۔

موج پور دلّی میں ایک بڑی مسجد کے ٹھیک سامنے کانوڑیوں پر گُل پاشی کی گئی۔مشرک نوازی کی یہ تقریب مقامی کونسلر کی قیادت اور درجنوں نمازیوں کی شرکت میں منعقد ہوئی، آہ! کیسا وقت آ گیا ہے کہ مسجد میں توحید کا مظاہرہ کرنے والا

نمازی، شرک کرنے نکلے کانوڑیے کے پاؤں دھورہا ہے۔ کیا اس سے زیادہ ذلت اور عبرت کا بھی کوئی منظر ہوسکتا ہے؟

جس مسجد کے سامنے یہ ایمان سوز کرتوت انجام دی گئی یہ وہی علاقہ ہے جہاں دو سال قبل ہوئے مسلم کُش فساد میں 40 سے زائد مسلمانوں کا قتل عام ہوا تھا۔ کروڑوں کی جائدادیں نذر آتش کردی گئی تھیں۔ اسی فساد کے نام پر سیکڑوں مسلم نوجوان ابھی تک جیلوں میں قید و بند کی صعوبتیں جھیل رہے ہیں مگر مقامی کونسلر کی قیادت میں اُن بے غیرت لوگوں نے اپنی بے ضمیری کا ثبوت دیتے ہوئے جس بے دینی کا مظاہرہ کیا ہے اسے تاریخ کبھی معاف نہیں کرے گی۔

خوب یادرکھیں! رواداری اپنے عقیدے سے دست بردار ہونے کا نام نہیں ہے۔ اگر کوئی غیر مسلم شخص ضرورت مند یا پریشان حال ہے تو اس کی پریشانی کو حل کیا جائے، انسانی بنیادوں پر اس کی ضرورت پوری کی جائے، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ رواداری کے نام پر عقیدہ توحید کو پامال کریں۔ جن کانوڑیوں کی دیکھ بھال اور میزبانی پر حکومتیں دل و جان سے لگی ہوئی ہیں اُنھیں آپ کی میزبانی کی ضرورت ہے نہ خواہش۔ لیکن مسلمان ہیں کہ زبردستی ان کی خدمت کے لیے مرے جارہے ہیں۔ اس یک — طرفہ بھائی چارگی کو کیا کہا جائے؟

ممکن ہے مشرک نوازی کرنے والے افراد اپنے عمل کو باہمی رواداری اور اخلاق و مروت کا نام دیں مگر اہل ہنود کی نگاہ میں یہ صرف چاپلوسی اور ان کے شدت پسند لیڈروں کا خوف ہے جو ٹوپی والوں سے چوٹی والوں کی خدمت کرا رہا ہے اس لیے براہ کرم اپنے عمل سے اسلام اور مسلمانوں کی رسوائی کا سبب نہ بنیں۔ عزت غلامی اور چاپلوسی میں نہیں غیرت و خود داری سے ملتی ہے۔

ہوڑ سے ہڑبونگ تک

کہتے ہیں وقت پر سلیقے سے کیا گیا کام نوٹ بھی کیا جاتا ہے اور عزت بھی بڑھاتا ہے۔ لیکن تدبر کے فقدان اور کرنے سے زیادہ دکھنے کی چاہت میں جو ہوڑ شروع ہوتی ہے وہ کب ہڑبونگ میں تبدیل ہوجاتی ہے پتا ہی نہیں چلتا۔ اس بار کے یوم آزادی پر علما/ اہل مدارس/تنظیموں اور مسلم عوام کے درمیان ایک ایسی ہی ہڑبونگ مچی ہوئی تھی کہ جیسے بھی ہو، جس طرح بھی ہو بس کسی طور پر حب الوطنی کا اظہار ہوجائے۔ محب وطن دکھنے کی ہوڑ میں عوام تو کیا اچھے خاصے اہل علم وفہم بھی حواس پر قابو نہ رکھ سکے اور خود کو ثابت کرنے کے جنون میں وہ کام تک کر بیٹھے جن سے ان کی دینی حیثیت بھی مجروح ہوئی اور اغیار کی نگاہ میں اپنا وقار بھی کھویا۔

ہڑبونگ کے نمونے

ملک کے تئیں مسلمانوں کی خدمات اور کارناموں سے تاریخ کے صفحات بھرے ہوئے ہیں۔ کوئی انہیں ہزار کوششوں کے باوجود مٹا نہیں سکتا۔ خود کو ثابت وہ کریں جن کا ماضی ان کے حال کے خلاف ہے۔ اگر اسی پہلو پر متانت و سنجیدگی کے ساتھ فوکس کیا جائے تو اس کے مفید نتائج سامنے آتے اور آئیں گے لیکن یہاں تو یہ حال ہے کہ جسے دیکھو وہ اغیار کے بنائے ہوئے ڈھرّے پر ہی چلنے کی کوشش میں لگا ہے تاکہ اس کی حب الوطنی ثابت ہوجائے۔ اس بھاگم بھاگ میں جو حرکات سرزد ہورہی ہیں وہ غیرت و خودداری نہیں بلکہ بے حسی اور بے ضمیری کا اظہار یہ ہیں۔

آزاد مارکیٹ دہلی میں ایک مسجد کے اندر یوم آزادی کی تقریب منعقد کی گئی جس میں باصرار ہندو افراد کو لایا گیا اور مہمان خصوصی بھی ایک پنڈت ہی کو بنایا گیا۔ مدرسے کے طلبہ زمین پر بیٹھے تھے اور ہندو بابا او پر صوفے پر براجمان تھا۔

ایک دینی ادارے میں حب الوطنی کی نظم میں یہ شعر بھی پڑھا گیا:

"وطن جان وایمان سے افضل ہے۔"

(یعنی ترک وطن کی صورت میں ضیاع ایمان کا خطرہ ہے)

مہراج گنج یوپی کے ایک نسواں مدرسے میں ایک لڑکی سے اسٹیج پر ڈانس بھی کرایا گیا۔ ادارے کی معلمات وطالبات کے علاوہ کچھ مرد بھی اس ڈانس پارٹی میں موجود تھے۔

(کہنے کو ادارے کا قیام لڑکیوں کو عالمہ فاضلہ بنانے کے لیے ہوا ہے لیکن اہل ادارہ کی حرکات دیکھ کر لگتا ہے مستقبل کی فلمی ایکٹریس تیار کرنے کا ارادہ ہے)

کئی مقامات پر علما کی دین دارانہ موجودگی وندے ماترم جیسے شرکیہ نعرے بھی لگائے گئے مگر کسی کو روکنے یا ٹوکنے کی توفیق نہ ہوئی۔

ایک روشن خیال مولانا وندے ماترم کی حمایت میں لکھتے ہیں:

" وندنا کا معنی عبادت نہیں بلکہ احترام اور سلام کرنا ہے۔"

(بلفظ دیگر وندے ماترم پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے)

ہریانہ کے ایک مدرسے میں بابا رام دیو کو مہمان خصوصی بنایا گیا۔(یہ وہی بابا ہے جو علانیہ مسلمانوں کی گردن کاٹنے کا اعلان کر چکا ہے)

دیگر کئی مدارس میں بھی ہندو دانش وران کو بطور خاص مہمان خصوصی بنا کر پیش کیا گیا۔

(تا کہ بوقت ضرورت حب الوطنی کی سند رہے)

ہمارے ایک دوست نے بتایا کہ ان کے ایک دین دار رشتہ دار نے یوم آزادی پر شربت کا اسٹال لگایا اور پورے دن دیش بھکتی پر مشتمل فلمی گانے بجائے۔

ایک مدرسے میں یہ شعر بھی پڑھا گیا؛

" وطن کی مٹی کو ہم ناپاک نہیں کرتے"

(ممکن ہے شاعر صاحب بول و براز کرنے پڑوسی ملک جاتے ہوں)

اس کے علاوہ اسکول/ کالج والوں کی نقالی میں وہ کام بھی انجام دئے گئے جو کسی طور پر علما/ طلبہ اور دین دار افراد کے شایان شان نہیں ہیں، لیکن وفاداری ثابت کرنے کے جنون میں شرکیہ نعرے اور دین سیکھنے والی لڑکیوں کو نچانے جیسے ایمان سوز اور بے غیرتی کے کام انجام دئے گئے۔ کیوں کہ جب کوئی چیز اعصاب پر سوار ہو جائے تو دماغ اسے ہر حال میں پورا کرنے میں جٹ جاتا ہے، بھلے ہی غیروں کا اعتبار حاصل کرنے کے چکر میں دینی حمیت اور غیرت کا جنازہ ہی کیوں نہ نکل جائے۔

عزت خودی سے ہے! کیا اب سے چند سال پہلے تک مدارس/ علما اور مذہبی تنظیموں کے درمیان اس طرح کی بھاگم بھاگ اور بے جا کسرتیں نظر آتی تھیں؟

جواب ہے بالکل نہیں! یعنی موجودہ رویوں کی تبدیلی کسی خاص سبب سے ہوئی ہے۔ ہمارا ماننا ہے کہ نہ پہلا رویہ درست تھا اور نہ ہی موجودہ رویہ اچھا ہے۔ پہلے ضرورت سے زیادہ بے اعتنائی برتی گئی اور اب ضرورت سے زیادہ وفاداری دکھانے کی کوشش ہو رہی ہے۔

ایسا نہیں ہے کہ جن لوگوں کو آپ کچھ دکھانے کی کوشش کر رہے ہیں اُنہیں آپ کا ماضی نہیں پتا؟ وہ سب کچھ جانتے ہیں اس لیے آپ کی موجودہ محنتوں کو وہ حب الوطنی نہیں بلکہ گلوخلاصی کی کوشش سمجھ رہے ہیں۔ اس لیے ایسے مواقع پر سنجیدگی اور مومنانہ غیرت کے ساتھ تقریبات کا انعقاد کریں۔ میڈیا ساتھ دے تو بہتر ورنہ سوشل میڈیا کے توسط سے ملک کے تئیں اپنی خدمات اور کارناموں کو تاریخ کی روشنی میں اُجاگر کریں۔ مدارس/علما کی قربانیوں پر سنجیدہ اور مدلل خطابات ہوں۔ انداز معروضی اور اسلوب عام فہم رکھیں۔ کسی بھی طور پر اپنی دینی حمیت اور مومنانہ غیرت کا سودا نہ کریں۔ دنیوی عزت کے لیے دین و ایمان داؤں پر نہ لگائیں کیوں کہ ہماری عزت دنیوی اقتدار سے نہیں مومنانہ کردار سے ہے اگر عزت دنیا کے لیے غیرت ایمانی کا سودا کیا تو سوائے ذلت و رسوائی کے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔

تیری زندگی اسی سے، تیری آبرو اسی سے
جو رہی خودی تو شاہی، نہ رہی تو رُوسیاہی

◆◆◆

قارئین کرام توجہ فرمائیں

ادارہ ہر ماہ پابندی کے ساتھ آپ کو رسالہ بھیجتا ہے مگر ڈاک کی لاپرواہی کی وجہ سے کچھ لوگوں کو رسالہ نہیں پہنچ پاتا، ایسے ممبران سے التماس ہے کہ ہمیں فون کر کے مطلع فرمائیں تا کہ محکمۂ ڈاک میں شکایت کر کے رسالہ پہنچایا جا سکے۔

احوال قوم و ملت

از: مولانا خواجہ ساجد عالم مصباحی*

آہ! حضرت شاہ فرہاد عالم لطیفی ابوالعلائی

سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی محدث بریلوی (۱۲۷۲–۱۳۴۰) کے مخلص معاصر اور نمایاں رفیق کار یعنی صاحب تصانیف جلیلہ قدوۃ العلما، زبدۃ الفضلا، حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین لطیفی ابوالعلائی قدس سرہما النورانی (۱۲۳۳ھ– ۱۳۳۳ھ) کی علمی وروحانی یادگار خانقاہ عالیہ مدرسہ لطیفیہ رحمٰن پور تکیہ شریف، بارسوئی کٹیہار بہار کے صدر اعلیٰ اور مہتمم اوّل قائد ملت ترجمان مسلک اعلیٰ حضرت پیر طریقت حضرت شاہ فرہاد عالم لطیفی ابوالعلائی ۱۹/جون ۲۰۲۲ء شام پانچ بجے راہی عالم بقا ہو گئے اور ملت ومسلک کے جملہ اصحاب وافراد کو سوگوار اور غمزدہ فرما گئے، ۲۰/جون ۲۰۲۲ء کو سہ پہر تین بجے آپ کی نماز جنازہ ماہر علوم وفنون شیخ طریقت حضرت علامہ مولانا مفتی شاہ خواجہ نیر عالم لطیفی نعیمی نے پڑھائی، جنازے میں انبوہ کثیر تھا۔

حضرت موصوف مولانا شاہ حفیظ الدین لطیفی علیہ الرحمہ کے حقیقی حفید اور مرجع خلائق وانام، جہان رشد وہدایت حضرت شاہ خواجہ وحید اصغر لطیفی علیہ الرحمۃ القوی (۱۳۱۹ھ/۱۴۰۷ھ) کے منجھلے صاحبزادے تھے، آپ کی تعلیم اسکول وکالج میں ہوئی تھی، گریجویٹ تھے لیکن ہر مو بن میں خانقاہی رنگ وڈھنگ رچا بسا تھا، ۱۳/سال کی عمر سے جو نماز وروزہ کے پابند ہوئے تو دم واپسیں تک تو یہی حال زندگی وشان بندگی رہا، تعلیم سے فراغت کے بعد والد مکرم وہ مرشد برحق حضرت خواجہ صاحب کی تعمیل حکم میں زراعت کے مشغلے سے جڑ گئے، دو دہائی تک یہی عالم رہا۔

بعض اسباب وعلل کے تحت ۱۹۷۱ء/۱۹۷۲ء میں خانقاہ عالیہ لطیفیہ کا ایک نیا موڑ آیا، اس کی چولیں ہلنے لگیں، ماحول وفضا کشیدگی وتناؤ کے شکار ہو گئے اور حالات وواقعات غم واندوہ اور تشویش وخطرات کی منہ بولتی تصویر بن گئے، ایسی صورتحال میں ہمدرد گروہ علمائے حق وحساس عمائد وصنادید ملت اور دیگر پر جوش خوش عقیدہ وابستگان خانقاہ ہذا نے فی الفور پیش قدمی کی، معاملات ایسے تھے کہ بحث ومباحثہ، تکرار ومناظرہ یہاں تک کہ شیشن کورٹ سے لے کر پٹنہ ہائی کورٹ تک قانونی چارہ جوئی کی نوبت تک آ گئی، خانقاہ ومدرسہ عرصہ تک کے لئے جمود وتعطیل کی بھینٹ چڑھ گئے۔

اس پورے دورانیے میں، خواجۂ علم وفن حضرت علامہ خواجہ مظفر حسین قادری رضوی علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم نور الحق چرہ محمد پور فیض آباد، شہنشاہ علوم ومعارف حضرت علامہ مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث جامعہ جامعہ نعیمیہ مراد آباد، رئیس الفقہا والمتکلمین حضرت علامہ مفتی ایوب مظہر رضوی علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم وارثیہ گومتی نگر لکھنؤ، کنز الدقائق حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ جیسے مردان کار ورجال باکمال پیش پیش رہے اور ان حضرات کے ایما نیز عوام وخواص کی متفقہ رائے کے تناظر میں خانقاہ عالیہ مدرسہ لطیفیہ کی زمام قیادت حضرت شاہ فرہاد عالم لطیفی کو تفویض ہوئی۔

موصوف نے تقریباً ساڑھے چار عشروں تک اپنے جد کریم حضرت لطیفی علیہ الرحمہ کے اس روحانی وعلمی مرکز کی بڑی جاں نفشانی وجگر کاوی کے ساتھ آبیاری ونگہداشت کی، اس کی تعمیر وترقی، فروغ وعروج میں شاہ کلید کا کردار نبھایا، پر شکوہ دو منزلہ لطیفی جامع مسجد، پانچ کمروں پر مشتمل خلوت خانہ، چار کمروں پر مشتمل عالی شان دو منزلہ مہمان خانہ، اساتذہ کی رہائش گاہیں، حضرت خواجہ صاحب کی کوٹھریاں، ایک وسیع وعریض میٹنگ بقیہ ص ۵۸/ پر

* مضمون نگار خانقاہ عالیہ مدرسہ لطیفیہ رحمٰن پور بارسوئی کٹیہار کے سجادہ نشین ہیں۔

فضیلت حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہا

از: محمد اظہر القادری مرکزی
شعبۂ فضیلت جامعۃ الرضا، مرکز نگر، بریلی شریف

ہمارے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے نواسے سے بے حد محبت فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت علامہ مولانا محمد الدین نعیمی ترمذی شریف کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ اس حالت میں تشریف لائے کہ آپ کمبل اوڑھے ہوئے تھے اور اس میں کوئی شے ابھری ہوئی تھی جس سے یہ لگ رہا تھا کہ اس میں ضرور کوئی چیز ہے جسے میں نہیں جانتا تھا۔ جب میں اپنی ضروریات سے فارغ ہوا تو میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ کی آغوش مبارک میں کیا چیز ہے؟ تو آپ نے کمبل مبارک کا کنارہ اٹھایا، تو میں نے دیکھا کہ آپ کی آغوش مبارک میں حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہا جلوہ فگن ہیں۔ پھر آپ نے یہ دعا فرمائی: اللّٰھم انی احبھما فاحبھما و احب من یحبھما۔ ترجمہ دعا: اے اللہ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو ان سے محبت فرما اور ان سے محبت فرما جو ان دونوں سے محبت کرتا ہے۔ (ترمذی، مشکوۃ صفحہ ۵۷۰)

اب آپ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان مبارک سے اندازہ لگائیے کہ آپ اپنے نواسوں سے کس قدر محبت فرماتے تھے چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسین منی و انا من الحسین احب اللّٰہ من احب حسینا۔ ترجمہ: حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں اور اللہ اس سے محبت کرتا ہے جو حسین سے محبت کرتا ہے۔
(ترمذی ج ۲، ص ۲۴۲)

حضور صلی ﷺ نے حضرت امام حسن وحسین کو گل عالم فرمایا چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: الحسن و الحسین ھما ریحانی من الدنیا۔ ترجمہ: حسن اور حسین دونوں میرے دنیا کے پھول ہیں۔ (ترمذی ج ۲، ص ۲۴۱)

اور فرماتے ہیں: ان الحسن و الحسین سیدا شباب اھل الجنۃ۔ ترجمہ: حسن اور حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔
(ترمذی ج ۲، ص ۲۴۲)

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل و کرم ہم سب کو حضرت امام حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سیرت طیبہ پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

◆◆◆

حکومت کی کرسی

از: عرفان رضا قادری چھپروی

حکومت کی کرسی بھی عجب چیز ہے، کوئی اترتا ہے تو کوئی اس پر بیٹھتا ہے، اترنے اور بیٹھنے کا یہ سلسلہ تا قیامت جاری و ساری رہے گا، مگر وہ جو حق کے ساتھ بیٹھا، عدل و انصاف کا پرچم لہرایا، حق کا بول بالا کیا، ظلم وتشدد کا خاتمہ کیا، تو دنیا اسے فراموش نہیں کر پاتی، ہمیشہ دیدہ و دل فرش راہ کئے رہتی ہے، اگرچہ کرسی چلی جاتی ہے، پر کرسی حکومت سے اترنے کے بعد بھی لوگوں کے دلوں پہ اس نیک عادل حکمراں کی حکومت نظر آتی ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادہم، حضرت مخدوم سمناں، حضرت نور الدین جنگی، حضرت محمود غزنوی، حضرت صلاح الدین ایوبی، حضرت اورنگ زیب عالمگیر علیہم الرحمۃ والرضوان جیسے شاہانِ وقت کو کون نہیں جانتا؟ صدیاں گزر گئیں مگر ان کے کارنامے آج بھی روشن اور ان کے نام لیوا آج بھی زندہ ہیں، وہیں کبھی نمرود و شداد، فرعون و یزید جیسے ظالم و جابر بادشاہ بھی کرسی حکومت پر نظر آئے مگر ان ظالموں کی حکومتیں تا دیر نہیں رہیں، چند سالوں بعد ہی وہ صفحۂ دہر سے ہمیشہ کے لئے مٹ گئے اور ایسے مٹے کہ آج کوئی ان کا نام لینے والا روئے زمیں پر نہیں ہے اور نا ہی اپنے بچّوں کا نام کوئی نمرود و شداد، فرعون و یزید رکھنا پسند کرتا بقیہ ص ۶۴ پر

مختصرات

حوض کوثر ترا، باغاتِ اِرَم تیرے ہیں

(از: مولانا سلمان رضا فریدی، مسقط عمان

اے مسلمان! اگر شاہِ اُمم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح وقلم تیرے ہیں
تیری فطرت میں ہیں گر حُبِ نبی کے جوہر
پھر تو ہر ایک بلندی پہ قدم تیرے ہیں
سَرورِ دیں سے وفا، شوکت واعزاز کی روح
اُن کے فرمان پہ چل! جاہ وحَشَم تیرے ہیں
ہے زمانے میں سدا، عشق نبی ہی غالب
اُن کا بَن جا! تو قیادت کے عَلَم تیرے ہیں
نام پر اُن کے لٹا، پہلے مَتاعِ ہستی
پھر ذرا دیکھ! کہ کیا ناز ونِعَم تیرے ہیں
حِفظِ ناموسِ رسالت میں اگر موت آئی
حوض کوثر ترا، باغاتِ اِرَم تیرے ہیں
ان کی سُنَّت کو جو سرمایۂ ہستی کرلے
تخت وتاج وظَفَر ودام ودرم تیرے ہیں
دل کے پیمانے میں بھر! یادِ نبی کے آنسو
سب بدل جائیں گے خوشیوں سے، جو غم تیرے ہیں
تجھ سے راضی ہیں جو اللہ رسول اے مومن
پھر تو دارین کی عزت کے حرم تیرے ہیں
قولِ رب لکھ گیے کیا خوب، فریدیؔ! اقبال
کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

ہم اہل سنن کی ہیں جاں اعلیٰ حضرت

(از: نواسۂ حضور تحسین ملت مولانا محمد حسؔن رضا خان تحسینی

امام صف عالماں اعلیٰ حضرت
سراج روسا کاں اعلیٰ حضرت
برائے محبان ہیں ابر باراں
عدو پر ہیں برق تپاں اعلیٰ حضرت
فزوں تر ہے پرواز مرغ خرد سے
تیرے فضل کا آسماں اعلیٰ حضرت
پلایا ہمیں جام عشق رسالت
ہم اہل سنن کی ہیں جاں اعلیٰ حضرت
رسول وصحابہ کے مسلک کا سچا
ہے مسلک ترا ترجماں اعلیٰ حضرت
بگاڑے کی کیا میرا بادِ مخالف
ہیں کشتی کے جب بادباں اعلیٰ حضرت
حسؔن کیوں نہ ہوں اپنی قسمت پہ نازاں
ہیں میرے بڑے ناناجاں اعلیٰ حضرت

فدائے ساقی کوثر بریلی کے مجدد ہیں

(از: مولانا محمد جسیم اکرم مرکزی

جنون عشق کے خُوگر بریلی کے مجدد ہیں
فدائے ساقِیِ کوثر بریلی کے مجدد ہیں
جمالِ شاہِ بحر وبر بریلی کے مجدد ہیں
جلالِ فاتح خیبر بریلی کے مجدد ہیں
جنھیں کہتی ہے دنیا معجزہ شاہ عرب کا وہ
عطائے حضرت داور بریلی کے مجدد ہیں
کبھی اہل دُوَل کی مدح خوانی وہ نہیں کرتے
گدائے شافعِ محشر بریلی کے مجدد ہیں
چلو دربار میں ان کے ضیائے قلب کی خاطر
زمانے میں ضیا گستر بریلی کے مجدد ہیں
وہ ایسے متّقی ہیں جن پہ تقوی ناز کرتا ہے
مکمل طیّب واطہر بریلی کے مجدد ہیں
سخاوت بردباری میں ریاضت انکساری میں
کمالِ پرتوِ شبر بریلی کے مجدد ہیں
یتیموں بے سہاروں بے کسوں کے واسطے بے شک
شہِ کونین کے مظہر بریلی کے مجدد ہیں
نگاہِ شوق سے حور وملک بھی تکتے ہیں جن کو
وہ قصر خلد کے جھومر بریلی کے مجدد ہیں

منظومات

انوکھی ذات ہے ان کی انوکھی بات ہے ان کی
فَلاح وخیر کے محور بریلی کے محبد دہیں
کبھی بھی مسلک احمد رضا سے پھر نہیں سکتے
وہ جن کے واسطے سرور بریلی کے محبد دہیں
سخن بھی جان دیتا ہے تبسم ریز ہونٹوں پر
بڑے دلکش سخن پرور بریلی کے محبد دہیں
حوالے نوک خامہ پر نہ مچلے کیوں بھلا کاغذ
حوالہ جات کے مصدر بریلی کے محبد دہیں
سخی ابن سخی ہیں وہ ولی ابن ولی ہیں وہ
وہ میری زیست کے رہبر بریلی کے مجدد ہیں
فقیہانِ عرب سرخم کیے رہتے ہیں چوکھٹ پر
علوم دین کے پیکر بریلی کے محبد دہیں
ستائے گا کوئی کیسے ہر اک راہ مصیبت میں
مرے حامی مرے یاور بریلی کے محبد دہیں
جنھیں حِلّ وحَرم نے پیشوائے سنیت مانا
وہ چرخ علم کے نیّر بریلی کے محبد دہیں
بھلا کیسے خریدے کوئی ان کو مال و دولت سے
بکے جب دست مرشد پر بریلی کے محبد دہیں
مصنف بھی مبلغ بھی ہر اک میدان کے غازی
سراپا قاطع ہر شر بریلی کے محبد دہیں
یہ مانا آسماں کا حسن بھی ہے دلنشیں لیکن
زمیں کی گود میں اختر بریلی کے محبد دہیں
وہابی اور نجدی سے بچانے کے لیے ہم کو
ہمارے قلب کے اندر بریلی کے محبد دہیں
وہ اپنے درمیاں ہیں نرم ریشم کی طرح لیکن
وہابی کے لیے نشتر بریلی کے محبد دہیں
بیاں جو کچھ کروں سب ہے سمجھنے کے لیے ورنہ
مری تخئیل سے بڑھ کر بریلی کے محبد دہیں
گلستان نقی ابن علی خاں کے جسیم اکرم
گل لالہ گل احمر بریلی کے محبد دہیں

مفتی اعظم کی ہیں بے شک دعا عسجد میاں

از: مولانا محمد اشرف رضا قادری

ظلمت شب میں عقیدت کی ضیا عسجد میاں
پھول خوشبو رنگ اور باد صبا عسجد میاں
حجۃ الاسلام کا حسن عطا عسجد میاں
مفتی اعظم کی ہیں بیشک دعا عسجد میاں
اہل سنت کے چمن میں آ گئی تازہ بہار
جھوم کر برسے ہیں یوں بنکر گھٹا عسجد میاں
چھا رہے ہیں حضرت اختر رضا خاں کی طرح
جانشین حضرت اختر رضا عسجد میاں
خاندان اعلیٰ حضرت کا لیا جب جائزہ
آپ تو آئے نظر سب سے جدا عسجد میاں
درمیان اہل سنت پھوٹ جو ہیں ڈالتے
ان سے رہتے ہیں ہمیشہ ہی خفا عسجد میاں
یہ مریضان جہاں کے کان میں کہہ دیجئے
روح، دل دونوں کی ہیں اچھی دوا عسجد میاں
درمیان اہل سنت ہے مسائل کا ہجوم
دھیرے دھیرے حل کریں گے مسئلہ عسجد میاں
نسبت احمد رضا ہے کامیابی کی سند
اس کا کرتے ہیں ہمیشہ تذکرہ عسجد میاں
حضرت اختر رضا خاں تک پہنچنے کے لئے
ہیں مکمل ایک سیدھا راستہ عسجد میاں
حق کی ترویج واشاعت اور تحفظ کے لئے
دل میں رکھتے ہیں انوکھا حوصلہ عسجد میاں
سب ہی علمی ہستیاں ہیں خانوادے میں مگر
آبروئے خانقاہ رضویہ عسجد میاں
مفتی اعظم کے گھر میں پرورش ان کی ہوئی
اس لیے رکھتے ہیں اونچا مرتبہ عسجد میاں
دوست اور احباب کی خواہش کی یہ تکمیل ہے
ہیں گُل اشرف یہ سب تجھ پر فدا عسجد میاں

منظومات

الجامعۃ الرضویہ پٹنہ میں عرس صدر الافاضل

پٹنہ 19 ر جولائی (پریس ریلیز) خلیفۂ اعلیٰ حضرت حضور صدر الافاضل حضرت مولانا مفتی سید نعیم الدین مرادآبادی (۱۸۸۳ء/ ۱۹۴۸ء) بھرپور شخصیت کے مالک تھے، ان کا زمانہ اہل علم کا زمانہ تھا، وہ اپنے علم وفضل کے باعث بھیڑ میں تنہا نظر آتے تھے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کے خلفا میں کئی جہتوں سے وہ ممتاز ومنفرد تھے، انہوں نے ملکی حالات کے تحت آل انڈیا سنی کانفرنس کی بنیاد رکھی اور اس کی موثر قیادت کی، بیس ہزار سے زائد علما ومشائخ اس تنظیم کے رکن تھے۔ انہوں نے باطل کو کبھی سر اٹھانے کا موقع نہیں دیا، انہوں نے پادریوں سے بھی کئی کامیاب مناظرے کیے، ان خیالات کا اظہار عرس صدر الافاضل میں جامعہ کے سرپرست اور دار العلوم خیریہ نظامیہ کے سربراہ حضرت مولانا مفتی محمد ملک الظفر سہسرامی نے اپنے آن لائن خطاب میں کیا۔

تقریبات عرس کی صدارت جامعہ کے نائب سرپرست حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صدیقی نے کی، انہوں نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ حضور صدر الافاضل اکیڈمک شخصیت کے مالک تھے، وہ اپنے عہد کے ہر نشیب وفراز کے عارف تھے، انہوں نے مسلمانوں کی ہر شعبۂ زندگی میں نمائندگی کے فرائض انجام دئیے، وہ علم پہ حاوی تھے یا علم ان پہ حاوی تھا یہ کہنا ذرا مشکل ہے، انہوں نے تدریسی اور تحریری دنیا میں بھی اپنی ایک جداگانہ شناخت بنائی تھی، ان کے تلامذہ میں فقہا، مناطقہ، فلاسفہ اور محدثین کی طویل فہرست ہے، ان کی علمی، فکری اور لسانی صلاحیتوں پہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کو کامل اعتماد تھا، یہی وجہ ہے کہ جب ''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن'' پہ تفسیر لکھنے کا مسئلہ سامنے آیا تو آپ نے اپنے خلفا کے ہجوم میں صدر الافاضل کا انتخاب فرمایا، صحافتی دنیا میں بھی صدر الافاضل کا مرتبہ بہت بلند ہے، اس حوالے سے ماہ نامہ ''السواد اعظم'' کی فائلیں دیکھی جاسکتی ہیں۔ ان کی تالیفات وتصنیفات حوالوں کے کام آتی ہیں، وہ مستقبل شناس تھے، ان کی روداد زندگی سے اسے سمجھا جا سکتا ہے، انہوں نے غیر منقسم ہندوستان میں مسلم امہ کی سالمیت کے لیے کئی کامیاب تحریکات کو وجود بخشا، حالات کے گرم تھپیڑوں نے مسلمانوں کو تاش کے پتوں کی طرح بکھیر کر رکھ دیا تھا، ایسے نازک حالات میں آپ نے مسلمانوں کو اجتماعیت کا بھرپور تصور دیا اور اس کے خطوط متعین کیے، انہوں نے ملک میں باوقار زندگی کے لیے جوڑ گر بنائی تھی اگر اس پہ عملی طور پر چل کر دکھایا جاتا تو آج ملک میں مسلمانوں کے حالات مختلف ہوتے۔

حضرت مولانا محبوب گوہر نے نظامت کے فرائض انجام دئیے، حضرت مولانا قاری قیصر رضا رضوی پرنسپل جامعہ ہٰذا نے تلاوت قرآن اور منقبت سے سامعین کو خوب خوب محظوظ کیا جامعہ کے طلبہ نے بھی اپنی پرخلوص عقیدت کا اظہار کیا، جامعہ کے سکریٹری سید محمد ولی الدین رضوی نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور حضرت مولانا محمد سرفراز عالم رضوی کی پر درد دعا پہ محفل عرس اختتام پذیر ہوئی۔

◆◆◆

ص ۵۴ ر کا بقیہ........................

ہال بنام ''وحید منزل'' حضرت لطیفی کے مزار پاک میں سنگ مرمر وٹائلس کی فٹنگ، حضرت خواجہ صاحب کا مزار شریف، آپ کے شوق وجذبۂ تعمیر وتشکیل کے یہ وہ نمونے ہیں جو آپ کو تادیر یادوں کی بارات میں دولہا بنائے رکھیں گے، آپ حضرت علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی، حضرت علامہ غلام مجتبیٰ اشرفی کے محبوب نظر وقرار دل تھے، جب کہ حضرت علامہ مفتی ایوب مظہر رضوی، حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری آپ کے دیرینہ اور مخلص ہم نشینوں میں تھے، آج یہاں آپ کے پاکیزہ خوابوں کی حسین تعبیر کے طور پر سب کچھ موجود ہے مگر یہاں در و دیوار کہہ رہے ہیں۔ ؎

زمانہ بڑے غور سے سن رہا تھا
تم ہی سو گئے داستاں کہتے کہتے

◆◆◆

सुन्नी दुनिया में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	Quarter Page	Half Page	Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	Quarter Page	Half Page	Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	Quarter Page	Half Page	Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

S. No.	Adv. Space	Quarter Page	Half Page	Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोट:-

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।

2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इशाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।

3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2020-2022

SEPTEMBER-2022
PAGES 60 WITH COVER

PER COPY : ₹ 25.00
PER YEAR : 300.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan



ربیع الثانی ۱۴۴۴ھ / نومبر ۲۰۲۲ء
NOVEMBER-2022 Rs. 25/-

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

مدیرِ اعلیٰ — مدظلہ العالی

ماہنامہ سنّی دنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

- شانِ غوث اعظم
- غوث اعظم کی ولادت اور اکابرین کی بشارت
- حضور غوث اعظم اور ان کے ابتدائی حالات

- قبر کی زندگی
- ابلیسی خاندان اپنے مشن پر
- مخدوم بہار اور امام احمد رضا
- شرک کے بڑھتے سائے
- اہل بیت اطہار و صحابۂ کرام کی محبت
- ملّا خواجہ بہاری! ایک عظیم فقیہ و محدث
- اعلیٰ حضرت کے لئے "فاضل بریلوی" کا لقب کتنا صحیح؟
- قادیانی فتنہ! اسلام کے خلاف اہل کلیسا کی سازش
- دیوانِ نوری میں ہندی اور علاقائی زبانوں کا استعمال



مُدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

مرکز الدراسات الإسلامية جامعة الرضا بریلی شریف یوپی، ہند

CENTER OF ISLAMIC STUDIES JAMIATUR RAZA

MARKAZ NAGAR MATHURAPUR, C.B.GANJ, BAREILLY SHARIF (U.P.)





Imam Ahmad Raza Trust

82-Saudagran, Raza Nagar, Bareilly U.P.-243003 (India)

امام احمد رضا ٹرسٹ

۸۲/سوداگران، رضا نگر، بریلی شریف، یوپی (الہند)

E-mail: imamahmadrazatrust@aalaahazrat.com
imamahmadrazatrust@yahoo.co.in
Website: www.aalaahazrat.com, jamiaturraza.com, hazrat.org

Contact No. +91 0581 3291453
+91 9897007120
+91 9897267869

State Bank of India, Bareilly.
A/C No. 030078123009
IFSC Code : SBIN0000597

HDFC Bank, Bareilly
A/c No. 50200004721350
IFSC Code : HDFC0000304

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی

وارثِ علومِ اعلیٰ حضرت عکسِ حجۃ الاسلام ثانی
مفتیٔ اعظم نور دیدۂ مفسرِ اعظم تاج الشریعہ
بدرالطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی

محمد اختر رضا

خاں قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشینِ تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی

محمد عسجد رضا

خاں قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

عقائدِ اہلسنت و جماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

شمارہ نمبر ۱۱
Issue No. 11
Vol. 7 جلد نمبر ۷

۱۴۴۴ھ
ربیع الثانی
نومبر ۲۰۲۲ء

مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

تزئین کار

عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک)
آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

محمد تمہید خان عرشی
فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے

سالانہ ۳۰۰ روپے سادہ ڈاک سے

سالانہ ۵۵۰ روپے رجسٹرڈ ڈاک سے

پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے

امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ

قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح 9 بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 8755096981 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ہدایت

اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

رابطہ کا پتہ

ماہنامہ سنی دنیا
۸۲/ سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

Email:

sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com

Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

Contact Address

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003

Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲/ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مشمولات

مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

غوث اعظم کی ولادت اور اکابرین کی بشارت

اداریہ

آقا سب نبیوں میں افضل تو ہے سب ولیوں سے برتر
ان کا ماہ ربیع الاوّل تیرا ماہ ربیع الثانی

محبوب سبحانی، غوث لاثانی، حضور غوث اعظم جیلانی قدس سرہ الربانی کی ذات گرامی اکناف عالم میں مسلم الثبوت ہے، جس طرح مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات بابرکات انبیا ورسل میں بزرگ و برتر ہے، اسی طرح حضور غوث اعظم کی ذات ستودہ صفات تمام اولیا میں بزرگ و برتر ہے، اللہ رب العزت نے انھیں دین متین کے احیا کے لئے اس دنیائے رنگ وبو میں وجود بخشا، یہی وجہ ہے کہ آپ کا ایک لقب ''محی الدین'' بھی ہے، جب ذات بڑی ہو تو اس کی آمد کا اہتمام بھی بڑا ہوتا ہے، چناں چہ امام الاولیا حضور غوث اعظم کی ولادت باسعادت سے پیشتر ہی آپ کی ولادت کی بشارت امام الانبیا کے ساتھ ساتھ دیگر اکابرین امت نے اہل جہاں کو دے دی تھی، اہل صفا آپ کی ولادت کے شدت سے منتظر تھے۔

غوث اعظم کی ولادت اور رسول اعظم کی بشارت

مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضور غوث اعظم کے والد گرامی حضرت سیدنا ابو صالح سید موسیٰ جنگی دوست قدس سرہ العزیز کو یوم ولادت یوں بشارت دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''یا اباصالح اعطاك الله ابنا وهو ولي ومحبوبي ومحبوب الله تعالیٰ وسيكون له شان في الاولياء والاقطاب كشاني بين الانبياء والرسل۔ یعنی اے ابوصالح! اللہ رب العزت نے تم کو ایسا فرزند عطا فرمایا ہے، جو ولی ہے اور وہ میرا اور اللہ جل شانہ کا محبوب ہے اور اس کی اولیا اور اقطاب میں وہی شان ہوگی جیسی انبیا ورسل علیہم السلام میں میری شان ہے۔'' (سیرت غوث الثقلین، ص ۵۵)

حضرت سیدنا ابو صالح سید موسیٰ جنگی دوست قدس سرہ العزیز بیان فرماتے ہیں کہ عبد القادر کی ولادت کی شب میں نے مشاہدہ کیا کہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابۂ کرام اور اولیائے عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ان کے گھر جلوہ افروز ہیں اور انھیں خطاب فرما کر بشارت سے نواز رہے ہیں۔

دیگر انبیائے کرام کی بشارت

آپ کے والد گرامی مزید فرماتے ہیں کہ انھیں خواب میں مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے یہ بشارت دی کہ ''تمام اولیاء اللہ تمہارے فرزند ارجمند کے مطیع ہوں گے اور ان کی گردنوں پر ان کا قدم مبارک ہوگا۔'' (سیرت غوث الثقلین، ص ۵۵)

جس کی منبر بنی گردن اولیا
اس قدم کی کرامت پہ لاکھوں سلام

حضرت جنید بغدادی قدس سرہ العزیز کی بشارت

حضرت جنید بغدادی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے عالم غیب سے معلوم ہوا کہ پانچویں صدی کے وسط میں مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد اطہار میں سے ایک قطب عالم ہوگا، جس کا لقب ''محی الدین'' اور اسم مبارک سید ''عبد القادر'' ہوا، وہ غوث اعظم ہوگا اور جیلان میں پیدائش ہوگی، اس کو خاتم الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اولاد اطہار میں سے ائمہ کرام اور صحابۂ کرام کے علاوہ اوّلین و آخرین کے ''ہر ولی اور ولیہ کی گردن پر میرا قدم ہے'' کہنے کا حکم ہوگا۔ (سیرت غوث الثقلین، ص ۵۷)

حضرت حسن بصری قدس سرہ العزیز کی بشارت

حضرت سیدنا حسن بصری قدس سرہ العزیز نے اپنے زمانۂ مبارک سے لے کر حضور غوث اعظم شیخ محی الدین بقیہ ص ۵۵ ر پر

از: مفتی محمد اسلم رضا میمن *

قبر کی زندگی

بحیثیت مسلمان ہمارا یہ عقیدہ وایمان ہے، کہ اس دنیا میں ہر شخص ایک مقرّرہ وقت تک رہے گا، اس کی عمر محدود ہے، جس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوگی، اس کے بعد اس کی موت واقع ہوجائے گی اور وہ اس دنیا سے کوچ کر کے عالمِ بَرزخ کی طرف منتقل ہوجائے گا، جسے عام طَور پر قبر کی زندگی کہا جاتا ہے۔

مرنے والے سے قبر کا سلوک

مرنے والا شخص اگر بندۂ مؤمن اور نیک ہے، تو قبر اس کا خوشی سے استقبال کرتی ہے، اس کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آتی ہے، اس کی قبر کو حدِّ نگاہ تک وسیع کر دیا جاتا ہے، اس شخص کو جنّتی لباس پہنایا جاتا ہے، اس کی قبر میں جنّتی فرش بچھایا جاتا ہے، نیز اسے جنتیوں کا سا پروٹوکول (Protocol) اور سہولیات مہیّا کی جاتی ہیں! اس کے برعکس مرنے والا شخص اگر فاسق وفاجر، گنہگار یا کافر ہے، تو اس کی قبر ناپسندیدگی اور بیزاری کا اظہار کرتی ہے، اسے اس قدر زور سے دباتی ہے، کہ اس کی پسلیاں ٹوٹ پھوٹ کر باہم پیوست ہوجاتی ہیں، فرشتے اسے لوہے کی سلاخوں (Iron Rods) سے مارتے ہیں، اس کی قبر میں جہنّم کی ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے اور روزِ حشر تک اسے مختلف قسم کے عذاب میں مبتلا رکھا جاتا ہے۔

قبر کی پکار

آج ہمارے شب وروز غفلت کی نذر ہورہے ہیں، ہم دنیا کی رنگینیوں اور عیش کوشیوں میں پڑے ہیں، ہمیں اپنی موت اور آخرت کی شاید کوئی فکر نہیں! جبکہ ہماری زندگی کا ہر گزرتا لمحہ، ہمیں اپنی موت سے قریب کررہا ہے! جب اس دنیا میں ہمارا وقت پورا ہوجائے گا، ہماری زندگی تمام ہوجائے گی، موت کا فرشتہ فوراً ہماری رُوح قبض کرلے گا اور ہمیں منوں مٹی تلے قبر میں دفن کردیا جائے گا، آج ہم اپنی موت اور قبر کو بھلا بیٹھے ہیں، جبکہ ہماری قبر ہمیں روزانہ یاد کرتی ہے، ہمیں یاددہانی کرواتی ہے کہ اے غافل انسان! ایک دن تمہیں میرے پاس آنا ہے! اور میری تاریکی، وحشت اور ہولناکی کا سامنا کرنا ہے۔

لٰہذا موت سے پہلے زندگی کو غنیمت جانو! اور میرا سامنا کرنے کے لیے تیاری کرو! اگر تم صاحبِ ایمان ہوئے اور تمہارے اعمال اچھے ہوئے، تو میں تمہیں خوش آمدید کہوں گی، اور تمہارے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤں گی! اور اگر تم گنہگار یا کافر ہوئے تو تمہیں میرے اندر عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا، قبر کی اس پکار کے بارے میں حضرت سیّدنا ابوسعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''فَإِنَّهُ لَمْ يَأْتِ عَلَى القَبْرِ يَوْمٌ إِلاَّ تَكَلَّمَ فَيَقُولُ: أَنَا بَيْتُ الغُرْبَةِ، وَأَنَا بَيْتُ الوَحْدَةِ، وَأَنَا بَيْتُ التُّرَابِ، وَأَنَا بَيْتُ الدُّودِ، فَإِذَا دُفِنَ العَبْدُ الْمُؤْمِنُ قَالَ لَهُ القَبْرُ: مَرْحَباً وَأَهْلاً، أَمَا إِنْ كُنْتَ لَأَحَبَّ مَنْ يَمْشِي عَلَى ظَهْرِي إِلَيَّ، فَإِذْ وُلِّيتُكَ اليَوْمَ وَصِرْتَ إِلَيَّ، فَسَتَرَى صَنِيعِي بِكَ! قَالَ: فَيَتَّسِعُ لَهُ مَدَّ بَصَرِهِ، وَ يُفْتَحُ لَهُ بَابٌ إِلَى الجَنَّةِ. وَإِذَا دُفِنَ العَبْدُ الفَاجِرُ أَوِ الكَافِرُ، قَالَ لَهُ القَبْرُ: لَا مَرْحَباً وَلَا أَهْلاً! أَمَا إِنْ كُنْتَ لَأَبْغَضَ مَنْ يَمْشِي عَلَى ظَهْرِي إِلَيَّ، فَإِذْ وُلِّيتُكَ اليَوْمَ وَصِرْتَ إِلَيَّ، فَسَتَرَى صَنِيعِي بِكَ! قَالَ: فَيَلْتَئِمُ عَلَيْهِ حَتَّى يَلْتَقِيَ عَلَيْهِ، وَتَخْتَلِفَ أَضْلَاعُهُ۔ (١) قبر روزانہ کلام کرتی ہے اور کہتی ہے کہ میں غربت اور تنہائی کا گھر ہوں، میں خاک اور کیڑے مکوڑوں کا گھر ہوں، پھر جب کوئی بندۂ مؤمن اس میں دفن ہوتا ہے تو خوشی سے اس کا

استقبال کرتی ہے (اور کہتی ہے) کہ میری پشت پر چلنے والے لوگوں میں تُو مجھے بڑا پیارا تھا، اب تو میری طرف آ گیا ہے، تو میں تیری نگہبان ہوں! تو اپنے ساتھ میرے حسنِ سلوک کو دیکھے گا! پھر قبر حدِّ نگاہ تک وسیع ہو جاتی ہے اور اس کے لیے جنّت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور جب کوئی گنہگار یا کافر شخص قبر میں جاتا ہے، تو قبر اسے کہتی ہے کہ تیرے آنے کی نہ کوئی خوشی ہے نہ استقبال! بلکہ جو لوگ (اپنی زندگی میں) میری پُشت پر چلتے تھے، تُو ان میں مجھے ناپسند تھا، اب تُو میرے حوالے اور میری گود میں ہے، لہٰذا میں تیرا جو حشر کروں گی، تو دیکھے گا، پھر اس گنہگار شخص کو قبر زور سے دباتی ہے، جس کے باعث اس کی پسلیاں ٹوٹ پھوٹ کر خلط ملط اور باہم پیوست ہو جاتی ہیں۔''

قبر! آخرت کی پہلی منزل

حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسی قبر کے پاس آتے، تو اس قدر روتے کہ آپ کی داڑھی شریف آنسوؤں سے تر ہو جاتی، ایک بار آپ سے عرض کی گئی، کہ جنّت اور دوزخ کا ذکر کر کے تو آپ اتنا نہیں روتے، تو پھر قبر کے مُعاملے میں اس قدر گریہ وزاری کیوں؟ سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواباً ارشاد فرمایا، کہ تاجدارِ رسالت ﷺ نے فرمایا:

''إِنَّ الْقَبْرَ أَوَّلُ مَنْزِلٍ مِنْ مَنَازِلِ الآخِرَةِ، فَإِنْ نَجَا مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَيْسَرُ مِنْهُ، وَإِنْ لَمْ يَنْجُ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَشَدُّ مِنْهُ۔ (۲) قبر آخرت کی منازل میں سے پہلی منزل ہے، اگر کوئی اس سے نجات پا گیا تو بعد والا مُعاملہ اس سے آسان ہوگا اور اگر اس سے نجات نہ ہوئی، تو بعد والا مُعاملہ اس سے بھی زیادہ سخت ہوگا۔''

قبر! جنّت کا باغ یا جہنّم کا گڑھا؟

حضرت سیّدنا ابوسعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''إِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ، أَوْ حُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ النَّارِ۔ (۳) یقیناً قبر جنّت کا باغ ہے، یا (بُرے اعمال کی صورت میں) جہنّم کا گڑھا ہے۔''

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ لقمۂ اجل بننے سے پہلے پہلے، اپنی قبر اور آخرت کا ساماں کریں، نیک اعمال کریں، پنجوقتہ نماز باجماعت اور روزوں کا اہتمام کریں، پابندی سے ہر سال زکاۃ ادا کریں، جو صاحبِ استطاعت ہیں وہ فریضۂ حج ادا کریں، ناپ تول میں کمی اور اشیا میں ملاوَٹ سے گریز کریں، جھوٹ، چغلی، غیبت، حسد، وعدہ خلافی، بداَخلاقی اور امانت میں خیانت سے بچیں، نیز شراب نوشی، بدکاری، سُود خوری، نیز ہر قسم کے ظلم و زیادتی سے کوسوں دُور رہیں۔

قبر میں نیک لوگوں کا طرزِ عمل

جب اللہ کے نیک اور پرہیزگار بندے وفات پاتے ہیں، تو انہیں قبر میں غروبِ آفتاب کا وقت نظر آتا ہے، انہیں یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ان کی نمازِ عصر قضا ہونے والی ہے، حضرت سیّدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرورِ دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''إِذَا دَخَلَ الْمَيِّتُ الْقَبْرَ، مُثِّلَتِ الشَّمْسُ عِنْدَ غُرُوبِهَا، فَيَجْلِسُ يَمْسَحُ عَيْنَيْهِ، وَيَقُولُ: دَعُونِي أُصَلِّي۔ (۴) جب میّت قبر میں پہنچتی ہے، تو اُسے سورج غروب ہوتا دکھائی دیتا ہے، وہ آنکھیں ملتا ہوا اٹھ بیٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے چھوڑو، نماز پڑھ لینے دو۔''

ایک طرف اللہ تعالیٰ کے وہ نیک بندے جنہیں مرنے کے بعد بھی اپنی نمازوں کی فکر ہے اور دوسری طرف ہم ہیں کہ دنیا میں رہنے کے باوجود، اپنی قضا ہوتی نمازوں کی پرواہ نہیں کرتے، ہم لوگ دنیاوی مَشاغل اور دنیاداری کے باعث غافل ہو چکے ہیں، اپنے کام دھندوں اور کھیل کود کے باعث ہمیں نماز کے لیے فرصت کے لمحات میسّر نہیں آتے۔ ؎

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

جہاں میں ہیں عبرت کے ہر سُو نمونے
مگر تجھ کو اندھا کیا رنگ و بُو نے

کبھی غور سے بھی یہ دیکھا ہے تُو نے
جو معمور تھے وہ محل اب ہیں سُونے
یہی تجھ کو دُھن ہے رہوں سب سے بالا
ہو زینت نرالی ہو فیشن نرالا
جیا کرتا ہے کیا یونہی مرنے والا
تجھے حُسنِ ظاہر نے دھوکے میں ڈالا
کوئی تیری غفلت کی ہے انتہا
جنوں چھوڑ کر اب ہوش میں آ بھی
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

یاد رکھیے! اگر موت سے پہلے اور تنگ و تاریک اور گہری قبر میں اترنے سے قبل، ہم نے اپنی اِصلاح نہ کی، خود کو پنجوقتہ نماز کا پابند نہ بنایا اور فرائض وواجبات میں سُستی، کاہلی اور غفلت برتنے کا یہ سلسلہ فوری طور پر ختم نہ کیا، تو جہنّم کا "ہَب ہَب" نامی کنواں انتظار میں ہے، نمازوں کی پرواہ نہ کرنے والوں کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا۔(۵)" تو اُن کے بعد اُن کی جگہ وہ ناخلف آئے، جنہوں نے اپنی نمازیں گنوائیں اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے، تو عنقریب وہ دوزخ میں "غَیّ" کا جنگل پائیں گے۔"

صدر الشریعہ بدر الطریقہ، مفتی امجد علی اعظمی "غَیّ" سے متعلق فرماتے ہیں کہ:

"غَیّ" جہنّم میں ایک وادی کا نام ہے، جس کی گرمی اور گہرائی سب سے زیادہ ہے، اس میں ایک کنواں ہے، جس کا نام "ہب ہب" ہے، جب جہنّم کی آگ بجھنے پر آتی ہے، تو اللہ رب العالمین اس کنوئیں کو کھول دیتا ہے، جس سے وہ بدستور (پہلے کی طرح) بھڑکنے لگتی ہے، یہ کنواں بے نمازیوں، زانیوں، شرابیوں، سُود خوروں اور ماں باپ کے نافرمانوں کے لیے ہے۔"(٦)

سوالاتِ قبر کا مرحلہ

تدفین سے فارغ ہو کر جب لوگ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں، تو سوال وجواب کے لیے قبر میں نہایت ڈراؤنی اور ہیبت ناک شکل کے دو فرشتے آتے ہیں، جنہیں منکر نکیر کہا جاتا ہے، اُن کے بدن کی رنگت سیاہ ہے، ان کی آنکھیں سیاہ اور نیلی ہیں، جو سائز میں دیگ کے برابر ہیں اور اُن سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں، ان کے مُہیب وخوفناک بال سر سے پاؤں تک لٹکے ہوئے ہیں، اُن کے دانت کئی ہاتھ لمبے ہیں، وہ اپنے دانتوں سے زمین چیرتے ہوئے قبر میں آئیں گے، مردے کو جھنجھوڑ کر بٹھائیں گے اور نہایت سختی کے ساتھ کرخت آواز میں اس سے تین 3 سوال کریں گے: (1) تیرا رب کون ہے؟ (2) تیرا دین کیا ہے؟ (3) اور تیرا نبی کون ہیں؟" (٧)

حضرت سیدنا بَراء بن عازِب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے آیتِ مبارکہ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ۔ (٨) اللہ ایمان والوں کو دنیا وآخرت کی زندگی میں حق پر ثابت قدم رکھتا ہے" کی تفسیر میں ارشاد فرمایا:

"فِي الْقَبْرِ إِذَا قِيلَ لَهُ: (1) مَنْ رَبُّكَ؟ (2) وَمَا دِينُكَ؟ (3) وَمَنْ نَبِيُّكَ؟ (٩) (اس آیتِ مبارکہ میں) قبر میں (اُس وقت کلمۂ حق پر ثابت قدمی مراد ہے، جب صاحبِ قبر سے یہ) سوالات پوچھے جائیں گے: (1) تیرا رب کون ہے؟ (2) تیرا دین کیا ہے؟ اور (3) تیرا نبی کون ہیں؟"

قبر میں مسلمان اور کافر کے جوابات

مرنے والا شخص اگر نیک، صالح اور مسلمان ہے، تو وہ اَحسن انداز میں سوالاتِ قبر کے جواب دے کر سُرخرو ہوگا، حضرت سیدنا براء بن عازِب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"فَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ، فَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ، فَيُجْلِسَانِهِ، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَنْ رَبُّكَ؟ فَيَقُولُ: رَبِّيَ اللّٰهُ، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا دِينُكَ؟ فَيَقُولُ: دِينِيَ الْإِسْلَامُ، فَيَقُولَانِ لَهُ:

مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ؟ فَيَقُولُ: هُوَ رَسُولُ اللهِ، فَيَقُولَانِ لَهُ: وَمَا عِلْمُكَ؟ فَيَقُولُ: قَرَأْتُ كِتَابَ اللهِ، فَآمَنْتُ بِهِ وَصَدَّقْتُ، فَيُنَادِي مُنَادٍ فِي السَّمَاءِ: أَنْ صَدَقَ عَبْدِي، فَأَفْرِشُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَأَلْبِسُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى الْجَنَّةِ۔ پھر اُس بندۂ مؤمن کی رُوح اس کے جسم میں لَوٹادی جاتی ہے اوراس کے پاس دو فرشتے آتے، اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں: تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: میرا رب اللہ ہے، پھر وہ پوچھتے ہیں: تیرا دین کیا ہے؟ تو وہ جواب دیتا ہے: میرا دین اسلام ہے، (اس کے بعد) فرشتے اس سے پوچھتے ہیں: دنیا میں تم اس شخصیت (نبی کریم ﷺ) کے بارے میں کیا کہتے تھے، جوتم میں بھیجے گئے تھے؟ تو وہ جواب دیتا ہے: یہ اللہ کے رسول ہیں، وہ پوچھتے ہیں: تمہیں کیسے پتا چلا؟ وہ جواب دیتاہے: میں نے قرآنِ حکیم پڑھا، اس پر ایمان لایا اوراس کی تصدیق کی پھر آسمان سے ندا آئے گی کہ میرے بندے نے سچ کہاہے، اس کے لیے جنّت کا بچھونا بچھاؤ، اسے جنّتی لباس پہناؤ اوراس کے لیے جنّت کا دروازہ کھول دو۔‘‘

تاجدارِ رسالت ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا:

’’فَيَأْتِيهِ مِنْ رَوْحِهَا، وَطِيبِهَا، وَيُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ مَدَّ بَصَرِهِ۔ پھر اسے جنّت کی ہوا اور خوشبو آئے گی اور اس کی قبر تاحدِّ نظر وسیع کردی جائے گی۔‘‘

نیز یہ بھی ارشاد فرمایا:

’’وَيَأْتِيهِ رَجُلٌ حَسَنُ الْوَجْهِ، حَسَنُ الثِّيَابِ، طَيِّبُ الرِّيحِ، فَيَقُولُ: أَبْشِرْ بِالَّذِي يَسُرُّكَ! هٰذَا يَوْمُكَ الَّذِي كُنْتَ تُوعَدُ، فَيَقُولُ لَهُ: مَنْ أَنْتَ؟ فَوَجْهُكَ الْوَجْهُ يَجِيءُ بِالْخَيْرِ! فَيَقُولُ: أَنَا عَمَلُكَ الصَّالِحُ، فَيَقُولُ: رَبِّ أَقِمِ السَّاعَةَ-(۱۰) پھر ایک خوبصورت چہرے، اچھے لباس والا، خوشبودار شخص اس کے پاس آکر کہے گا: میں تمہیں ایسی بِشارت دیتا ہوں جو تمہیں خوش کردے گی! یہ وہی دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا! بندۂ مؤمن پوچھتا ہے: آپ کون ہیں؟ آپ کے چہرے سے تو خیر کے آثار ظاہر ہوتے ہیں، تو وہ جواب دیتا ہے: میں تمہارا نیک عمل ہوں (اس پر جنّتی شخص نعمتوں کو دیکھ کر شَوق سے) کہتا ہے: یا رب! قیامت قائم فرما۔‘‘

اور اگر صاحبِ قبر کافر ومشرک ہوا تو وہ جوابات دینے میں ناکام رہے گا، بلکہ عذابِ قبر پائے گا، اس بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’فَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ، وَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ، فَيُجْلِسَانِهِ، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَنْ رَبُّكَ؟ فَيَقُولُ: هَاهْ هَاهْ لَا أَدْرِي، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا دِينُكَ؟ فَيَقُولُ: هَاهْ هَاهْ لَا أَدْرِي، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ؟ فَيَقُولُ: هَاهْ هَاهْ لَا أَدْرِي، فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ أَنْ كَذَبَ، فَأَفْرِشُوا لَهُ مِنَ النَّارِ، وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى النَّارِ، فَيَأْتِيهِ مِنْ حَرِّهَا وَسَمُومِهَا، وَيُضَيَّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهُ حَتَّى تَخْتَلِفَ فِيهِ أَضْلَاعُهُ، وَيَأْتِيهِ رَجُلٌ قَبِيحُ الْوَجْهِ، قَبِيحُ الثِّيَابِ، مُنْتِنُ الرِّيحِ فَيَقُولُ: أَبْشِرْ بِالَّذِي يَسُوءُكَ، هٰذَا يَوْمُكَ الَّذِي كُنْتَ تُوعَدُ، فَيَقُولُ: مَنْ أَنْتَ؟ فَوَجْهُكَ الْوَجْهُ يَجِيءُ بِالشَّرِّ، فَيَقُولُ: أَنَا عَمَلُكَ الْخَبِيثُ، فَيَقُولُ: رَبِّ لَا تُقِمِ السَّاعَةَ-(۱۱) پھر اس کی روح جسم میں لَوٹادی جاتی ہے اور دو فرشتے آکر اسے بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے: ہائے افسوس مجھے نہیں معلوم! پھر وہ پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: ہائے افسوس میں نہیں جانتا! پھر وہ پوچھتے ہیں کہ دنیا میں اس شخصیت کے بارے میں تم کیا کہا کرتے تھے، جو تم میں بھیجے گئے؟ تو وہ جواب میں کہتا ہے: ہائے افسوس میں کچھ نہیں جانتا! پھر آسمان سے ایک مُنادی اعلان کرتا ہے کہ اس نے جھوٹ کہا، اس کے لیے آگ کا بچھونا بچھاؤ اور جہنّم کا دروازہ کھول دو، لہٰذا جہنّم کی سخت گرمی اسے آپہنچتی ہے، اس پر قبر تنگ ہوجاتی ہے، یہاں تک کہ اس کی پسلیاں

بکھر جاتی ہیں، پھر اس کے پاس ایک بدصورت، گندے کپڑوں اور انتہائی ناگوار بدبو والا شخص آ کر کہتا ہے: میں تجھے ایسی خبر دیتا ہوں جو تجھے غمگین کر دے گی (جان لو!) یہ وہی دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا! تو وہ اس سے پوچھتا ہے: تم کون ہو؟ تمہارے چہرے سے تو شر ٹپکتا ہے، وہ جواب دیتے ہوئے کہتا ہے: میں تیرا دنیا میں کیا ہوا خبیث عمل ہوں، تو وہ مُردہ کہتا ہے: اے میرے رب قیامت قائم مت کرنا۔''

مُردوں کی قوّتِ سماعت اور مُشاہدہ

قبر کی زندگی اور سوالاتِ قبر سے متعلق ایک صحیح حدیث میں ہے، کہ موت کے بعد مرنے والے شخص کی قوتِ سماعت اور نظر اس قدر تیز ہو جاتی ہے، کہ وہ منوں مٹی تلے ہونے کے باوجود اپنے عزیز و اَقارب کی جُوتیوں کی آہٹ تک سنتا ہے اور جنّت و دوزخ میں اپنا ٹھکانہ تک دیکھ لیتا ہے، حضرت سیّدنا اَنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلَّى عَنْهُ أَصْحَابُهُ إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ -قَالَ :يَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُقْعِدَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ:مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ؟ قَالَ : فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَقُولُ:أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ- قَالَ:فَيُقَالُ لَهُ:انْظُرْ إِلَى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ، قَدْ أَبْدَلَكَ اللهُ بِهِ مَقْعَداً مِنَ الْجَنَّةِ۔ جب بندے کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے اصحاب (رشتہ دار اور دوست اَحباب وغیرہ تدفین سے فارغ ہو کر) واپس چلے جاتے ہیں، تو وہ بندہ (مرنے والا شخص) ان کی جُوتیوں کی آہٹ سنتا ہے، پھر اس کے پاس دو فرشتے آ کر اسے بٹھاتے ہیں اور (حضور ﷺ کا چہرۂ اقدس دِکھا کر) اس سے کہتے ہیں کہ تو (دنیا) میں اس شخصیت کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا؟ اگر مؤمن ہوگا تو وہ کہے گا، کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں (پھر) اس سے کہا جائے گا، کہ تم دوزخ میں اپنے ٹھکانے کی طرف دیکھو، اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس ٹھکانے کو جنّت کے ٹھکانے سے بدل دیا ہے۔''

نبی کریم ﷺ نے مزید یہ بھی ارشاد فرمایا :

''فَيَرَاهُمَا جَمِيعاً۔ (۱۲) وہ شخص (جنّت اور دوزخ کے) دونوں ٹھکانے دیکھے گا۔''

قبر میں لہرائیں گے تاحشر چشمے نور کے
جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ کی (۱۳)

روزِ قیامت تک اچھے یا بُرے ٹھکانے کا پیش کیا جانا

قبر کی زندگی اور مُعاملات میں سے ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ مرنے والا چاہے جنّتی ہو یا جہنّمی، مسلمان ہو یا کافر، ہر وقت اور ہر روز اس کا ٹھکانہ اسے دکھایا جاتا ہے، حضرت سیّدنا ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''إِذَا مَاتَ الرَّجُلُ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَ الْعَشِيِّ، إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَالْجَنَّةُ، وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَالنَّارُ -قَالَ:ثُمَّ يُقَالُ:هَذَا مَقْعَدُكَ الَّذِي تُبْعَثُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (۱۴) جب کوئی شخص فوت ہوتا ہے، تو اس پر صبح و شام اس کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے، اگر وہ جنّتی ہے تو جنّت میں ٹھکانہ اور دوزخیوں میں سے ہے تو دوزخ میں اس کا ٹھکانہ اسے دکھایا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے، کہ یہ تمہارا وہ ٹھکانہ ہے جس کی طرف قیامت کے دن، تمہیں لے جایا جائے گا۔''

قبر میں مؤمن اور کافر کی زندگی کا فرق

قبر میں مؤمن اور کافر کے طرزِ زندگی میں، زمین و آسمان جیسا فرق ہے، بندۂ مؤمن کی قبر وسیع، کُشادہ، روشن، منوّر اور جنّتی باغ ہوتی ہے، جبکہ کافر کی قبر انتہائی تنگ، تاریک، ہولناک اور جہنّم کا گڑھا ہوتی ہے، جس کی تپش سے وہ دن رات جھلستا رہتا ہے اور اس پر مسلط کیے گئے سانپ بچھو اسے ڈستے رہتے ہیں، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرورِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''إِنَّ الْمُؤْمِنَ فِي قَبْرِهِ لَفِي رَوْضَةٍ خَضْرَاءَ، وَيُرْحَبُ لَهُ قَبْرُهُ سَبْعُونَ ذِرَاعاً، وَيُنَوَّرُ لَهُ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، أَتَدْرُونَ فِيمَا أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: ﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى﴾ (۱۵) أَتَدْرُونَ مَا الْمَعِيشَةُ الضَّنْكَةُ؟ مؤمن کی قبر ایک سبز باغ ہوتا ہے، اس کی قبر ستّر ہاتھ کُشادہ کردی جاتی ہے اور اسے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن کیا جاتا ہے (پھر فرمایا کہ) کیا تم جانتے ہو کہ آیتِ مبارکہ (جس نے میری یاد سے منہ پھیرا) تو یقیناً اس کے لیے تنگ زندگانی ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے، کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟ اور تنگ زندگانی سے کیا مراد ہے؟ صحابۂ کرام نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔''

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

''عَذَابُ الْكَافِرِ فِي قَبْرِهِ! وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! إِنَّهُ يُسَلَّطُ عَلَيْهِ تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ تِنِّيناً، أَتَدْرُونَ مَا التِّنِّينُ؟ سَبْعُونَ حَيَّةً، لِكُلِّ حَيَّةٍ سَبْعُ رُؤُوسٍ يَلْسَعُونَهُ، وَيَخْدِشُونَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ (۱۶) یہ قبر میں کافر کے عذاب کے بارے میں ہے، اس ربِّ ذوالجلال کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! کافر پر قبر میں ننانوے اژدہے، مُسلّط کیے جائیں گے، کیا تم جانتے ہو کہ یہ اژدہا کیسا ہے؟ ان میں سے ہر ایک ستّر سانپوں پر مشتمل ہوگا، جن میں سے ہر سانپ کے سات سَر ہوں گے، جس سے وہ اسے کاٹیں گے اور نوچیں گے اور ایسا اس کے ساتھ قیامت تک ہوتا رہے گا۔''

عذابِ قبر برحق ہے

عذابِ قبر حق ہے اور یہ جسم و رُوح دونوں پر ہوتا ہے، اس کا انکار گمراہی اور ضلالت ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اَلنَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا۔ (۱۷) آگ جس پر صبح و شام پیش کیے جاتے ہیں اور جلائے جاتے ہیں۔''

حضرت سیدنا براء بن عازِب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفٰے جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾ قَالَ: نَزَلَتْ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ۔ (۱۸) اللہ ایمان والوں کو حق پر ثابت قدم رکھتا ہے" یہ آیت عذابِ قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔''

حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''مَا زِلْنَا نَشُكُّ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ حَتَّى نَزَلَتْ ﴿أَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ﴾ (۱۹) پہلے پہل ہمیں عذابِ قبر میں شک تھا، یہاں تک کہ سورۂ تکاثُر نازِل ہوئی، جس کے باعث ہمارے دِلوں میں عذابِ قبر کے مُعاملے میں کوئی شک وشُبہ باقی نہ رہا۔''

حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ سے عذابِ قبر (ہونے یا نہ ہونے) کے بارے میں سوال کیا، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نَعَمْ، عَذَابُ الْقَبْرِ! ہاں عذاب قبر ہوتا ہے" حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے دیکھا، کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تو عذابِ قبر سے پناہ طلب کی۔'' (۲۰)

اگر عذابِ قبر برحق نہ ہوتا، تو حضور نبی کریم ﷺ اس سے اللہ جل جلالہ کی پناہ مانگنے کا حکم ارشاد نہ فرماتے، حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''أَيُّهَا النَّاسُ! اسْتَعِيذُوا بِاللهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، فَإِنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ حَقٌّ! (۲۱) اے لوگو! عذابِ قبر سے اللہ کی پناہ مانگو؛ یقیناً عذابِ قبر برحق ہے۔''

اسی طرح رسولِ اکرم ﷺ کا اپنی سماعت اور چشمانِ نبوت سے یہود کا عذابِ قبر مُلاحظہ فرمانا، بھی عذابِ قبر کی ایک اہم دلیل ہے، ایک صحیح حدیث میں حضرت سیّدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں، کہ سرورِ کونین ﷺ غروبِ آفتاب کے بعد باہر تشریف لائے، آپ ﷺ نے ایک آواز

اسلامیات

سُنی تو ارشاد فرمایا:

''یَھُودُ تُعَذَّبُ فِی قُبُورِھَا۔(۲۲) یہود کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔''

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ عذابِ قبر سے متعلق، اہلِ سنّت وجماعت کا عقیدہ بیان فرماتے ہیں کہ عذابِ قبر حق ہے اور یونہی تنعیم (انعام) قبر حق ہے اور دونوں جسم و رُوح دونوں پر ہیں، جسم اگرچہ گل جائے، جل جائے، خاک ہو جائے، مگر اُس کے اَجزائے اَصلیہ قیامت تک باقی رہیں گے، وہ مُوردِ عذاب وثواب ہوں گے۔(۲۳)

عذابِ قبر سے پناہ مانگتے رہیے

تاجدارِ رسالت ﷺ نے متعدد مقامات پر بار ہا عذابِ قبر سے پناہ مانگی اور اپنے امتیوں کو بھی اس کی تلقین فرمائی، حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں، کہ نبی کریم ﷺ نماز میں یہ دعا کرتے:

''اللّٰھُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ! وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ! وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ۔(۲۴) اے اللہ! میں عذابِ قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں! مسیح دجّال کے فتنہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں! اور زندگی اور موت کے فتنے سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔''

حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رحمتِ عالمیان ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اسْتَعِيذُوا بِاللهِ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَاسْتَعِيذُوا بِاللهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔(۲۵) عذابِ جہنّم اور عذابِ قبر سے اللہ کی پناہ مانگتے رہو۔''

ایک اور مقام پر حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''إِذَا فَرَغَ أَحَدُكُمْ مِنَ التَّشَهُّدِ الْأَخِيرِ، فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللهِ مِنْ أَرْبَعٍ: (1) مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، (2) وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، (3) وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، (4) وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ۔(۲۶) جب تم میں سے کوئی آخری تشہّد سے فارغ ہو، تو چاہیے کہ چار چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگے: (1) جہنّم کے عذاب سے، (2) قبر کے عذاب سے، (3) زندگی اور موت کے فتنے سے، (4) اور مسیح دجّال کے فتنے سے۔''

جو لوگ عذابِ قبر کا انکار کرتے ہیں، انہیں چاہیے کہ اس بات پر خوب غور و فکر کریں اور سوچیں کہ اگر دینِ اسلام میں عذابِ قبر کی کوئی حقیقت نہ ہوتی، تو رحمتِ عالم ﷺ اس سے اللہ جل جلالہ کی پناہ مانگنے کی تلقین کیوں فرماتے؟ یقیناً عذابِ قبر برحق ہے اور اس بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ارشادات بھی حق ہیں، عذابِ قبر سے متعلق اگر ہم یہ عقیدہ نہ رکھیں، تو نبی کریم ﷺ کا عذابِ قبر سے پناہ مانگنے کی تلقین کرنا (معاذ اللہ!) فضول ولغو قرار پائے گا، جبکہ اللہ ربّ العزّت نے تو مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کے بارے میں یہاں تک ارشاد فرمایا:

''وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى، اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔(۲۷) رسولِ اکرم ﷺ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، بلکہ وہی کہتے ہیں جو ان پر وحی کی جاتی ہے۔''

یعنی آپ ﷺ اپنی خواہش سے کوئی بات فرماتے ہی نہیں، بلکہ جو کچھ فرماتے ہیں، وحی الٰہی ہوتی ہے۔(۲۸)

عذابِ قبر سے محفوظ رہنے والے خوش نصیب لوگ

ہماری انتہائی خوش نصیبی ہے، کہ اللہ ربّ العالمین نے ہمیں اپنے حبیب کریم ﷺ کی امّت میں پیدا فرمایا! پھر چھوٹے چھوٹے اور انتہائی آسان اعمال پر بخشش و مغفرت کے پروانے اور عذابِ قبر سے محفوظ و مامون رہنے کی نوید اور خوشخبری سنائی، یہ سب خالق کائنات کا ہم پر احسانِ عظیم ہے، حضرت سیّدنا عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے، سرورِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ، إِلَّا وَقَاهُ اللهُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ۔(۲۹) جس نے جمعہ کے دن یا رات میں وفات پائی، اللہ اُسے فتنۂ قبر (یعنی قبر کے امتحان اور عذاب) سے محفوظ رکھے گا۔''

عذابِ قبر سے بچانے اور نجات دلانے والی سورتِ قرآنی

سورۂ مُلک 30 آیات پر مشتمل قرآنِ پاک کی ایک سورت ہے، اس کی تلاوت، عذابِ قبر سے نجات دلاتی ہے، حضرت سیِّدنا ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نے کسی قبر پر خیمہ نصب کیا، مگر انہیں اس بات کا علم نہیں تھا کہ یہاں قبر ہے، اسی اثنا میں اس قبر سے سورۂ ملک پڑھنے کی آواز آنے لگی، وہ صحابی حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ گوش گزار کیا، (اسے سننے کے بعد) سرورِ دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''هِيَ الْمَانِعَةُ، هِيَ الْمُنْجِيَةُ تُنْجِيهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔ (۳۰) یہ سورت عذاب کو روکنے والی ہے، نَجات دِلانے والی ہے، یہ سورت اپنے پڑھنے والے کو عذابِ قبر سے بچاتی ہے۔''

عذابِ قبر کا باعث بننے والی ایک عُمومی وجہ

بعض لوگ پیشاب کرتے وقت اس کے چھینٹوں یا قطروں سے بچنے کی کوشش نہیں کرتے، اُن کا یہ فعل جہاں کپڑوں کی ناپاکی کا سبب بنتا ہے، وہیں مرنے کے بعد عذابِ قبر کا بھی باعث بنتا ہے، حضرت سیِّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''أَكْثَرُ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنَ الْبَوْلِ۔ (۳۱) عذابِ قبر زیادہ تر پیشاب (کے چھینٹوں سے نہ بچنے کی وجہ) سے ہوتا ہے۔''

پیشاب کے چھینٹوں یا قطروں سے بچنا کوئی دُشوار یا محنت طلب کام نہیں، بس ذرا سی احتیاط برتنے سے ہم اپنے کپڑوں کو ناپاک ہونے اور اپنے جسم و رُوح کو عذابِ قبر کا شکار ہونے سے بچا سکتے ہیں، لہٰذا اس مُعاملے میں ذرا سی بھی غفلت اور کوتاہی نہ برتیں، ورنہ مرنے کے بعد قبر میں عذابِ الٰہی کا سامنا ہوسکتا ہے، اے اللہ! ہماری قبر کو روشن، منوّر اور کشادہ فرما، اسے جنّت کا باغ بنا، ہمیں قبر کی وحشتوں، ہولناکیوں اور تاریکیوں سے بچا، ہمیں عذابِ قبر سے محفوظ رکھ، ہمیں غفلت سے نَجات عطا فرما، قبر کی تیاری کی توفیق مَرحمت فرما، اسے روز یاد کرکے آخرت کا جذبہ و سوچ عنایت فرما، ہمیں نیک بنا، اچھے اعمال کی توفیق عطا فرما، گناہوں سے بچا، فرائض و واجبات کی پابندی کی توفیق عطا فرما، اور اچھا سچّا اور باعمل مسلمان بنا۔

حوالہ جات:

(۱) "سنن الترمذی" أبواب صفة القیامة، ر: ٢٤٦٠، ص٥٦٠، ٥٦١. (۲) المرجع نفسه، أبواب الزہد، ر: ٢٣٠٨، ص٥٢٩. (۳) المرجع السابق، أبواب صفة القیامة، ر: ٢٤٦٠، ص٥٦١. (۴) "سنن ابن ماجه" كتاب الزُہد، ر: ٤٢٧٢، ٢/١٤٢٨. (۵) پ١٦، مریم: ٥٩. (۶) "بہارِ شریعت" نماز کا بیان، حصّہ سوم 3، 1/434۔ (۷) ایضاً، عالَمِ برزخ کا بیان، حصّہ اوّل، 1/106، 107، ملخصاً۔ (۸) پ١٣، إبراهيم: ٢٧. (۹) "سنن الترمذی" أبواب تفسير القرآن، ر: ٣١٢٠، ص٧٠٥. (۱۰) "مسند الإمام أحمد" حديث ...إلخ، ر: 18534، ٣٠/٥٠٠، ٥٠١. (۱۱) المرجع نفسه، ص٥٠٢، ٥٠٣. (۱۲) "صحیح مسلم" كتاب الجنّة وصفة ...إلخ، ر: ٧٢١٦، ص١٢٤٣. (۱۳) "حدائقِ بخشش" حصّہ اوّل، عرشِ حق ہے مسندِ رِفعت رسول اللہ کی، 152۔ (۱۴) "صحیح مسلم" كتاب الجنّة وصفة ...إلخ، ر: 7212، ص١٢٤٢. (۱۵) پ١٦، طه: ١٢٤-١٢٧. (۱۶) "صحیح ابن حِبّان" كتاب الجنائز ...إلخ، ر: ٣١٢٢، ٧/٣٩٢. (۱۷) پ٢٤، غافر: ٤٦. (۱۸) "صحیح مسلم" كتاب الجنّة وصفة ...إلخ، ر: ٧٢١٩، ص١٢٤٤. (۱۹) "سنن الترمذی" أبواب تفسير القرآن، ر: ٣٣٥٥، ص٧٦٦. (۲۰) "صحیح البخاری" كتاب الجنائز، ر: ١٣٧٢، ص٢٢٠. (۲۱) "مسند الإمام أحمد" مسند النساء، ر: ٢٤٥٢٠، ٤١/٦٦، 67. (۲۲) "صحیح مسلم" كتاب الجنّة وصفة ...إلخ، ر: ٧٢١٥، ص١٢٤٣. (۲۳) "بہارِ شریعت" عالَمِ بَرزخ کا بیان، حصّہ اوّل، 1/111، 112۔ (۲۴) "صحیح البخاری" كتاب الأذان، ر: ٨٣٢، ص١٣٥. (۲۵) "سنن الترمذی" باب في الاستعاذة، ر: ٣٦٠٤، ص٨٢١. (۲۶) "سنن ابن ماجه" كتاب إقامة الصلاة والسنّة فيها، ر: ٩٠٩، ١/٢٩٤. (۲۷) پ٢٧، النجم: ٣، ٤. (۲۸) دیکھیے! "تفسیر خزائن العرفان" پ27، النجم، زیرِ آیت: 4، 969۔ (۲۹) "سنن الترمذی" أبواب الجنائز، ر: ١٠٧٤، ص٢٥٩. (۳۰) المرجع نفسه، أبواب فضائل القرآن ...، ر: ٢٨٩٠، ص٦٥٠. (۳۱) "سنن ابن ماجه" كتاب الطهارة وسُننها، ر: ٣٤٨، ١/١٢٥.

◆◆◆

اسلامیات

اکتالیسویں قسط

(از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

ملفوظات تاج الشریعہ

صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات وفرمودات کو"ملفوظات" کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر دور میں صالحین اور اولیائے کاملین کے ارشادات وفرمودات قلم بند کرنے یا انھیں محفوظ کرنے کی روایت رہی ہے تا کہ آنے والی نسلیں ان سے رشدو ہدایت کی روشنی حاصل کرسکیں، صوفیائے کرام کے ارشادات وفرمودات اگرچہ سادہ ہوتے ہیں مگر وہ ایسے مؤثر اور معنی خیز ہوتے ہیں کہ ان کا ایک ایک جملہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، ان کا ایک ہی جملہ کسی بھی قوم کی تقدیر بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھتا ہے، کسی شاعر نے ان کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضور تاج الشریعہ نے سوال وجواب کا یہ سلسلہ جنوری ۲۰۰۵ء میں شروع کیا جو مسلسل ۲۰۱۶ء تک جاری رہا، یعنی پورے ۱۲ر سالوں تک یہ زرّیں سلسلہ جاری وساری رہا، اس دوران آپ نے کم وبیش ۷۰۰۰ رہزار سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے جو یقیناً ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں، "ملفوظات تاج الشریعہ" صرف مئی ۲۰۱۰ء سے اکتوبر ۲۰۱۰ء تک کے سوالات وجوابات پر مشتمل ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے گیارہ سالوں کے جواہر پارے ریکارڈنگ کی شکل میں ابھی باقی اور محفوظ ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ بھی کتابی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ کی میز پر ہوں گے، راقم الحروف ارباب علم ودانش سے التماس کرتا ہے کہ "ملفوظات تاج الشریعہ" میں اگر کوئی شرعی خامی یا غلطی نظر آئے تو اسے ناقل ومرتب کی غلطی تصور کرتے ہوئے ادارے کو مطلع فرمائیں تا کہ اس کی اصلاح کی جاسکے، راقم اس کی اکتالیسویں قسط قارئین سنی دنیا کی نذر کررہا ہے۔

احقر محمد عبد الرحیم نشترؔ فاروقی

گزشتہ سے پیوستہ

۱۰ر اکتوبر ۲۰۱۰ء، بریلی شریف، ہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض... ۲۱: ذیقعدہ حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ کا عرس مبارک ہے دینِ مبین اور مسلک اعلیٰ حضرت کے لئے اُن کی خدمات اور اُن کی سیرتِ مبارکہ پر کچھ ارشاد فرمادیجئے؟

ارشاد...: حضور صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ خانوادۂ رضویہ کے ایک فرد اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ فاضل بریلوی رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ سے خاص قرب اور اُن سے ایسی خصوصیت رکھتے تھے کہ جو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزدگان کے بعد حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ ہی کے لئے وہ خصوصیت تھی اور اس طرح سے وہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روحانی فرزندوں میں سب سے اہم فرزند اور سب سے زیادہ مقربِ بارگاہ اور گویا کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کے ایک فرد تھے اُن کو جب کبھی کوئی دقت یا پریشانی علمی معاملات میں ہوتی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے گھر والوں کو یہ ہدایت تھی کہ ان کے آرام کے وقت میں کسی کے لئے پردہ نہ کرایا جائے مگر مولوی امجد علی (علیہ الرحمہ) جب اجازت چاہیں فوراً پردہ کرایا جائے اور ان کو میرے پاس حاضر کیا جائے اعلیٰ حضرت رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کی بیماری کے اور مرض وفات کے ایام میں بھی حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہت قریب رہے اور ایک مرتبہ کا واقعہ وہ اپنے حالات میں قلم بند کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی مسئلے میں ان کو کافی الجھن تھی اپنے طور پر جو جواب سوچتے تھے اس پر مطمئن نہیں تھے اور اُس مسئلے کا کوئی حل نظر نہیں آرہا تھا بہت کچھ کتابوں کو دیکھا عرق ریزی کی جواب جب نہیں بن پڑا تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر تھے یہ پردہ کرا کر گئے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھنے کی منزل تو بعد میں آئی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مولانا میرا حافظہ کمزور ہو گیا فرمایا کہ آج میری ایک لڑکی میرے سامنے آئی میں دیر تک یہ غور کرتا رہا کہ ان کا کیا نام ہوگا فرماتے ہیں کہ مجھے اپنی صاحبزادی کا نام یاد نہیں آیا اس کے بعد فرمایا کہ مگر بدمذہبوں کے رد میں مجھے سب مستحضر ہے اور بدمذہبوں کو کہاں سے زک پڑسکتی ہے وہ آج بھی مجھے سب یاد ہے سب مستحضر ہے پھر صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے اپنا سوال پیش کیا برجستہ فرمایا کہ بحر الرائق کے فلاں صفحے پر فلاں سطر پر اس کا جواب موجود ہے

اس سے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا استحضار اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حافظہ اور ان کی فقہی دلالت تو معلوم ہوئی اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کو ان سے کتنی قربت تھی اور ان کا مقام اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ان کی بارگاہ میں کیا تھا اور انہوں نے کیسا فیض اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل کیا اُس فیض کا یہ مظاہرہ ہے کہ ہندوستان میں، پاکستان میں آج بکثرت جتنے علما، علمائے نامدار اور ماہرانِ روزگار اور نادر اہلِ علم نظر آتے ہیں وہ سب ان کے شاگرد ہیں اور اب ان کے شاگرد تو ایک ایک کر کے اللہ عز وجل کو پیارے ہو گئے اب ان کے شاگردوں کے شاگردوں کے شاگرد میدانِ علم میں صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کا اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لوہا منوا رہے ہیں، انہوں نے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیضان کو عام کیا اور اُن کو ہمارے خاندان سے کیسا لگاؤ تھا اور کیسی محبت تھی ہمارے خسر گرامی اور ہمارے خاندان کے بزرگ مفتی اعظم ہند نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ کے چچازاد بھائی اُستادِ زمن کے چھوٹے صاحبزادے حضرت مولانا حسنین رضا خان صاحب اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ وہ یہ کہتے تھے کہ ہم اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چار ہیں دو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حجۃ الاسلام اور مفتیٔ اعظم اور تیسرے خود حضرت مولانا حسنین رضا خان صاحب اور چوتھے حضرت مولانا امجد علی صاحب صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب اُن کو معلوم ہوا کہ صاحب نے، ہمارے خسر گرامی کا گھر کا نام صاحب تھا تو انہوں نے کہا کہ ایسے کہا ہے؟ کہا ہاں بے شک یہ لوگ مجھ سے ایسی ہی محبت کرتے ہیں اور مسلک اعلیٰ حضرت کے وہ کیسے نقیب تھے اس سلسلے میں، میں زیادہ کیا کہوں ان کا جو کام اور ان کے جو شاگرد اور ان کی جو اولاد آج موجود ہے وہ سب اس بات کا ثبوت ہے اور اس بات کی گواہی ہے کہ وہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلک پر کیسے کاربند تھے اور اس کے کیسے نقیب تھے اور خود اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے بارے میں یہ فرمایا کہ:

میرا امجد مجد کا پکا
اس سے بہت کچیاتے یہ ہیں

ان کا علمی کارنامہ بہارِ شریعت اور طحاوی پر ان کا حاشیہ کشف الاستار جو دو جلدوں میں چھپ کر منظر عام پر آچکا ہے اور ملک کے طول وعرض میں جو علما پھیلے ہوئے ہیں وہ سب ان کی پیداوار ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی قبر شریف پر رحمت وانوار کی بارش فرمائے۔

عرض... ۲: ہمارے یہاں ہر مہینے ہمارے سلسلے کے مشائخ کے لئے قرآن شریف کے ختم کئے جاتے ہیں پڑھنے والوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے والدین یا رشتہ داروں کے لئے بھی قرآن شریف پڑھ رہے ہوتے ہیں تو کیا وہ انہی سپاروں کو ہمارے ختم شریف میں بھی شامل کر سکتے ہیں یا الگ سے پڑھنا

ملفوظات

ملفوظات

ہوں گے؟

ارشاد... : دونوں باتوں کا اختیار ہے الگ سے پڑھیں یا جو انہوں نے پڑھا ہے اس میں وہ بزرگانِ دین اور آپ کے سلسلے کے جو مشائخ ہیں ان کو ایصال ثواب کرنے کے بعد اپنے اہلِ خاندان کو اور تمام مومنین ومومنات کو اُس کا ثواب پہنچے یوں عرض کردے اللہ تبارک وتعالیٰ کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہے سب کو ثواب پہنچ جائے گا۔

عرض... ۳: کیا کھانا کھاتے وقت اور خصوصاً استنجا کے وقت سر کا ڈھکنا ضروری ہے؟ کیا اس کا حکم کسی حدیث شریف میں ہے یا ہمارے بزرگوں کا طریقہ ہے؟

ارشاد... : بزرگوں کا طریقہ ہے اور صلحا کی وضع ہے اور استنجا کو جاتے وقت سر کا ڈھکنا یہ اور زیادہ مؤکد ہے اور حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کے فعل جمیل سے ثابت ہے۔

عرض... ۴: وضو میں فرض عملی اور فرض اعتقادی کیا ہیں اور ان میں کیا فرق ہے؟

ارشاد... : فرض اعتقادی چار ہیں ہاتھوں کو دھونا اور منہ کا دھونا اور اُس کی جو حد کتب فقہ میں مقرر کی گئی ہے طول وعرض میں ایک ایک پرزے کا دھل جانا اور ہر ہر عضو سے کم سے کم دو قطرے پانی گرجائے اور یہ تمام مفصولات میں جن اعضا کا دھونا فرض ہے ان میں تمام دھونے کی یہ ادنیٰ حد ہے اس کے بغیر وضو نہیں ہوگا اگر پانی کسی عضو پر سے نہ بہا وہ سوکھا رہ گیا یا پانی عضو کے کچھ حصے پر پانی بہایا اور باقی حصے پر چپڑ لیا جیسے تیل وغیرہ چپڑا جاتا ہے تو اصلاً وضو نہیں ہوگا اس کے بعد سر کا مسح کرنا اور چوتھا فرض ہے دونوں پیروں کو ٹخنوں تک کعبین تک دھونا اور ہاتھوں میں یہ ہے کہ انگلیوں کے پوروں سے لے کر کہنی تک اور ہمارے مذہب میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اور دوسرے ائمہ کے نزدیک مذہبِ حنفی کے دوسرے ائمہ کے نزدیک کہنی اس حد میں داخل ہے یعنی کہنی کا بھی دھونا ہاتھوں سے لے کر کہنی تک کہنی کا دھونا یہ فرض ہے اور امام زفر کے نزدیک کہنی غایت میں داخل نہیں ہے اور ہمارے امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے ہم مقلد ہیں ان کا مذہب اس سلسلے میں صحیح اور راجح ہے کہنی کا دھونا یہ فرض عملی ہے اور ہاتھ کا مطلقاً دھونا یہ فرض اعتقادی ہے اسی طرح سے مسح میں اختلاف ہے کہ ایک بال کا مسح کافی ہے یا چوتھائی سر کا مسح ضروری ہے یا پورے سر کا مسح ضروری ہے امام شافعی اور امام اعظم اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اس سلسلے میں اختلاف مشہور ہے ہم امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد ہیں ہمارے یہاں چوتھائی سر کا مسح فرض ہے یہ فرض عملی ہے اور اس کے علاوہ پیروں کا دھونا جو ماسح علی الخفین نہیں ہے اس کو یہ فرض ہے کہ وہ پیروں کو پنجوں سے لے کر ٹخنوں تک ریزہ ریزہ، پرزہ پرزہ اس کا دھوئے اس طور پر طہارت کاملہ جب ہوجائے گی تو اس کی نماز صحیح ہوگی فرض عملی کی تفصیل فتاویٰ رضویہ سے طلب کرے بارہ فرض عملی ہیں اور چار فرض اعتقادی ہیں فرض اعتقادی یہ ہوئے ہاتھوں کو دھونا، منہ کا دھونا، مسح کرنا مطلقاً اور دونوں پیروں کو ٹخنوں تک دھونا۔

عرض... ۵: وضو کے لئے قبلہ رخ بیٹھنا مستحب ہے لیکن کلی یا غرغرہ کرنے کے بعد منہ کا پانی قبلہ کی رخ ڈالنے سے کیسے بچا جا سکتا ہے؟ کیا نیچے کی طرف کلی کریں تو قبلہ رخ نہ ہوگا؟

ارشاد... : جی ہاں نیچے کی طرف کلی کردیں اس صورت میں وہ قبلہ کی طرف کلی نہیں ہوگی۔

عرض... ۶: وضو سے فارغ ہونے کے بعد تولیہ یا تہہ بند سے وضو کا پانی پونچھنا کیسا ہے؟

ارشاد... : اجازت ہے اور اگر نہ پونچھا جائے جب کہ کوئی ضرر نہ ہو تو یہ مستحب ہے۔

عرض... ۷: کیا نمازِ جنازہ، سجدۂ تلاوت اور طواف کے لئے وضو لازمی ہے؟ برائے کرم اردو میں وضاحت فرمادیں۔

(انگریزی سوال)

ارشاد... : سجدۂ تلاوت اور طواف کے لئے وضو ضروری ہے اور نمازِ جنازہ کے لئے بھی دو (آپشن) متابدل ہیں یا تو باوضو ہو اور اگر جنازہ حاضر ہوگیا اور یہ وضو میں مصروف ہوگا تو جنازہ میں شامل نہیں ہوسکتا تو تیمم کرسکتا ہے۔

عرض... ۸: حدیث شریف میں جو علم دین حاصل کرنے پر فرضیت رکھی ہے اس سے کون سا علم مراد ہے؟

ارشاد...: علم دین جب کہہ دیا تو دین کے احکام اور آدمی کو شب و روز جن باتوں کی ضرورت پڑتی ہے عقائد صحیحہ اہل سنت و جماعت جن کا جاننا ہر مسلمان پر فرض عین ہے ان کے بغیر آدمی مسلمان ہو ہی نہیں سکتا سب سے پہلے وہ ہیں پھر اس کے بعد مسائل شرعیہ طہارت، بدن کی طہارت، کپڑے کی طہارت، جائے نماز کی طہارت جہاں نماز پڑھتا ہے اُس مکان کی طہارت اور پھر نماز کے مسائل اور نماز کے لئے جتنی باتیں ضروری ہیں ان سب کا جاننا پھر اگر وہ صاحب نصاب ہے تو زکاۃ کے مسائل جانے اس کے علاوہ روزے کے مسائل جانے کن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے اور کن چیزوں سے وضو جاتا رہتا ہے وہ اور جن باتوں سے غسل فرض ہوتا ہے یہ سب اور اس کے علاوہ اگر وہ صاحب نصاب ہے اور اہل وعیال کے نفقے کا مالک ہے لوٹنے تک تو حج کے مسائل جانے پھر جس پیشے میں جو شخص مبتلا ہے تاجر کو تجارت کے مسائل اور جو اجارے پر کام کرتا ہے اس کو اجارۂ صحیحہ اجارۂ فاسدہ یہ سیکھنا چاہئے اور جو فلّاح ہے کسان ہے اس کو زراعت کے مسائل یہ سب علم دین میں آتا ہے اور آدمی کے اوپر یہ فرض ہے کہ جو اس کی ضرورت کے مسائل ہیں اس کے لئے وہ اگر کتاب دیکھ کر مسئلہ نکال سکتا ہے تو کتاب دیکھ کر مسئلہ نکالے اور اگر اتنی اہلیت نہیں ہے تو علمائے اہل سنت و جماعت سے اپنا رابطہ رکھے اور ان سے اپنی ضرورت کے مسائل پوچھتا رہے ہر مرد و عورت پر یہ فرض ہے:

''**طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة**۔ علم کا سیکھنا ہر مسلمان مرد پر اور ہر مسلمان عورت پر فرض ہے۔''

(سنن ابن ماجۃ، ۱/۱۸۱)

عرض... ۹: حدیث شریف میں ہے کہ عالم کی زیارت کرنا عبادت ہے حدیث میں جو ''عالم'' فرمایا اس کی کیا تشریح ہے؟ وضاحت فرمادیں۔

ارشاد...: تشریح تو ابھی جوابِ گزشتہ سے معلوم ہو گئی ہوگی اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتاویٰ افریقہ میں جو اس کی تشریح کی ہے وہ یہ ہے کہ عقائدِ اہل سنت کا پورا واقف ہو اور ہدایت اور گمراہی کے فرق سے واقف ہو کیا ہدایت ہے اور کیا گمراہی ہے، اس کو جانتا ہو پھر مسائل شرعیہ کی معرفت میں مستقل ہو اور مستقل ہونے کی بات تعریفی ہو کہ کسی سے پوچھنے کا محتاج نہ ہوا بلکہ خود اس کے اندر اتنی اجتہادی صلاحیت ہو کہ مسئلۂ نازلہ میں جو مسئلہ اس کو درپیش ہے اس مسئلے میں شریعت کا اس کے لئے کیا حکم ہے یہ کتابوں سے یا قرآن وسنت اور اجماعِ امت کے مسائل میں غور کر کے اگر اتنی لیاقت اور آج اس لیاقت کے لوگ نظر نہیں آتے جتنے ہیں وہ سب کے سب ائمہ مجتہدین کے مقلد ہیں۔ ؎

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے
سب اسی زلف کے اسیر ہوئے

سب امام اعظم رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ اور ان کے بعد ائمہ مجتہدین امام شافعی، امام مالک، امام احمد ابن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب ان کا صدقہ کھاتے ہیں اور اُن کے مذہب میں جو مجتہدین فی المذہب ہیں انہوں نے مذہب کو مدوّن کیا عوام کی کیا بات ہے آج مفتی کہلانے والے عالم کہلانے والے بڑے بڑے علامہ کہلانے والے سب کے سب انہی کے اوپر منحصر ہیں اور سب ان کے عیال ہیں اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان تو یہ ہے کہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ:

''**الناس فی الفقه عیال علی ابی حنیفة (رضی الله تعالی عنه)** ابوحنیفہ کے دنیا بھر کے لوگ فقہ کے معاملے میں عیال ہیں ان کے محتاج ہیں۔'' (المبسوط للسرخسی، ۱/۳)

عرض... ۱۰: پرفیوم میں دو قسم کے الکحل استعمال ہوتے ہیں میتھائل الکحل اور ایتھائل الکحل:

۱— ایتھائیل الکحل لوگ پی سکتے ہیں اور اس میں نشہ بھی ہے کیا ایسا الکحل ڈالا ہوا پرفیوم بیچ سکتے ہیں اور کیا اس کی کمائی جائز یا مکروہ یا حرام ہے؟

۲— میتھائل الکحل لوگ پی نہیں سکتے یہ زہر ہے اگر اس کو پی

ملفوظات

لے گا تو مر سکتا ہے یا اس کی آنکھوں کی روشنی جاسکتی ہے اور اس میں بھی نشہ ہے کیا ایسا الکحل ڈالا ہوا پرفیوم بیچ سکتے ہیں اور کیا اس کی کمائی جائز، مکروہ یا حرام ہے؟

۳ــ اگر دونوں کی خرید وفروخت حرام وناجائز ہے تو ہم ہندوستان میں رہتے ہوئے اور یہاں غیر مسلم کافر بھی رہتے ہیں تو صرف ان کو فروخت کرنا کیسا ہے؟ اور یہ کمائی ہمارے لئے حلال ہوگی یا حرام؟

ارشاد...: مسلمان کو اگر یہ معلوم ہے کہ خاص اس پرفیوم میں اس قسم کا الکحل ہے مسلمان کو وہ شیشی بیچنا ناجائز وحرام ہے اور اس کی ثمن اس کے حق میں خبیث ہے یہ ایسا ہی ہے جیسے مسلمان سے مردار بیچے یا شراب بیچے یا بد جانور سور بیچے اس کے لئے اس کی ثمن خبیث ہے اور بیع باطل ہے البتہ اگر غیر مسلم کو دیا تو جو اس سے حاصل ہو وہ اس کے حق میں حلال وطیب ہے اگرچہ بیع ناجائز وحرام ہے دوسرے سوال کا بھی یہاں سے جواب ہو گیا۔

عرض...۱۱: کیا عورت اپنے والدین کی قبروں پر جاسکتی ہے قبرستان میں؟ ہم نے آج تک یہی سنا ہے کہ قبرستان میں تو کیا بلکہ مزارات اولیا پر بھی نہیں جاسکتی، ایک مفتی صاحب نے اپنے بیان میں کہا کہ عورتوں کو بھی اپنے والدین کی قبروں پر جانا چاہئے چاہے قبرستان ہی میں کیوں نہ ہو، رہنمائی فرمائیں:

ارشاد...: اگر کسی سفر شرعی پر نکلی ہے اتفاقیہ طور پر وہ زیارت کرلے تو حرج نہیں ہے ویسے قصداً قبر کی زیارت کے لئے وہ والدین کی ہو یا اولیا کی ہو اس کو نکلنا جائز نہیں ہے حضرت امام شعبی سے اس سلسلے میں مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ پوچھتے ہو کہ جائز ہے یا ناجائز ہے یہ پوچھو کہ عورت جب نکلتی ہے قبر کی زیارت کے ارادے سے تو اس پر کتنی لعنت ہوتی ہے پھر سبقت کر کے فرمایا کہ اس کا ارادہ کرتی ہے تو لعنت میں ہوتی ہے جب گھر سے پیر باہر نکالتی ہے تو لعنت میں ہوتی ہے یہاں تک کہ جب قبر پر آتی ہے تو روحِ میت اس پر لعنت کرتی ہے پھر وہ لعنت لے کر پلٹتی ہے اور حدیث میں اس کی تائید ہے کچھ عورتوں کو سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے دیکھا کہ قبرستان میں موجود ہیں تو فرمایا کہ کیا تم قبر کھودتی ہو کہا نہیں فرمایا کہ قبر میں مردے کو لٹکاتی ہو ڈالتی ہو کہا نہیں فرمایا تم یہ کرتی ہو وہ کرتی ہو کہا کچھ نہیں فرمایا:

"ارجعن مازورات غير ماجورات۔ گناہ لے کر پلٹو ثواب سے محروم۔" (سنن ابن ماجۃ، ۱/۵۰۲)

عرض...۱۲: دارالسلام میں جمعہ کی دو فرض کے بعد کی رکعتیں ظہر کی نماز کی نیت سے پڑھیں گے یا جمعہ کی نیت سے؟

ارشاد...: اگر وہ دارالحرب ہے اور وہاں پر اسلامی سلطنت قائم نہیں ہوئی نہ اس وقت سلطنت اسلامی ہے تو وہ دارالحرب ہے وہاں پر جمعہ صحیح نہیں دو رکعت بنام جمعہ پڑھ لینے کے بعد چار رکعت فرض ظہر باجماعت ان پر فرض ہے۔

عرض...۱۳: نئی ادویات کا تجربہ عام طور پر جانوروں پر کیا جاتا ہے جیسے چوہا یہ جاننے کے لئے کہ دوا کے اثرات کیا ہیں؟ ان تجربات میں بعض اوقات اس جانچ کے بغیر ہی کہ دوا کا اثر کیا ہے جانور معذور ہوجاتے ہیں یا مرجاتے ہیں اسلام ادویات کی جانچ کا جانوروں پر تجربے کے بارے میں کیا کہتا ہے؟

(انگریزی سوال)

ارشاد...: یہ بے وجہ کی اذیت ہے، اضاعت مال بھی ہے اگر جانور معذور ہوجاتا ہے یا جانور مرجاتا ہے تو یہ اضاعت مال بھی ہے اور اس کی اجازت نہیں۔

عرض...۱۴: بہت سے ذہنی امراض مثلاً ذہنی دباؤ، الجھن وغیرہ یہاں مغرب میں عام ہیں ان امراض کے لئے ادویات یہاں دستیاب ہیں لیکن ان کے بہت نقصانات بھی ہیں اسلام ان امراض کے بارے میں کیا کہتا ہے اور ان امراض کا بہترین علاج کیا ہے؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: تجربہ کار طبیب سے مشورہ کر کے استعمال کرسکتا ہے، اگر تجربہ کار طبیب ذہنی دباؤ اور دوسری بیماریوں سے بچنے کے لئے اس دوائی کو لینے کا مشورہ دے اور کہے کہ وہ ضمنی اثرات سے محفوظ رہے گا تو اس صورت میں وہ اس پر عمل کرے اور دوائی لے سکتا ہے۔

عرض...۱۵: اگر عورت حاملہ ہو اور اسے طلاق دی تو کیا طلاق واقع ہوجائے گی اور عورت کو عدت گزارنا ہوگی؟

ملفوظات

ارشاد...: وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ۔

(سورۃ الطلاق جز آیت ۴)

اگر وہ حمل سے ہے تو اس کو طلاق دینا غیر شرعی ہے مگر طلاق دی تو طلاق ہوگئی شرعی طلاق یہ ہے کہ غیر حاملہ کو پاکی کی حالت میں جس طہر میں اس سے اس نے جماع نہ کیا ہو طلاق دے حیض والی کو حیض کی حالت میں طلاق دینا یا حاملہ کو حالت حمل میں طلاق دینا ناجائز و گناہ ہے اور اس میں تکمیل عدت ہے عدت حمل والی کی یہ ہے کہ وضع حمل ہوجائے تو عدت گزر جائے گی اور حیض والی کی عدت یہ ہے کہ جس حیض میں اس نے طلاق دی وہ شمار نہیں ہوگا، اس کے بعد تین حیض کامل جب آئیں گے تو عورت نکاح سے باہر ہوگی طلاق واقع ہوجائے گی اور تفسیر قدوری میں یہ فرمایا ہے کہ اگر اس نے شراب، بھنگ، افیون وغیرہ ناجائز چیزوں سے نشہ کیا تو اس کی طلاق واقع ہوگی اور چونکہ اس کی طرف سے تعدی لہٰذا بطور سزا اس پر طلاق واقع ہوجائے گی۔

عرض...۱۶: اگر عورت پاگل ہے اور اس کے شوہر نے اسے طلاق دی تو جب وہ صحیح ہوجائے گی تو وہ طلاق پڑ جائے گی؟

ارشاد...: طلاق اسی وقت پڑ گئی اور اس پر طلاق کے جو احکام ہیں اس کی طرف متوجہ ہیں۔

عرض...۱۷: مرد کا ہتھیلی یا تلوے میں مہندی لگانا اور سر یا داڑھی میں مہندی لگانا کیسا؟ اور سر اور داڑھی میں مہندی لگاتے وقت ہاتھوں میں لگ جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

ارشاد...: ہاتھوں میں اگر لگ جائے تو اس کو دھو لے اس کا رنگ زائل کردے اور سر میں اور داڑھی میں مہندی لگانے کی اجازت ہے یہ مباح ہے اور بعض حالات میں یہ مندوب و مستحب ہے جب کہ سفیدی کی وجہ سے بدصورتی بدنمائی ہوتی ہو تو یہ مستحب ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کے والد ابوقحافہ رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ جو خود بھی صحابی تھے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اسلام لانے کے لئے بہت سفید ان کی داڑھی ان کے بال تھے تو فرمایا سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے:

''غیرو ھذا بشیء۔ اس کو کسی چیز سے اس رنگ کو بدل دو۔''

(سنن ابی داؤد، باب فی الخضاب، ۴/ ۸۵)

تو اس حدیث کا محمل یہی ہے کہ اگر سفیدی نظر میں اچھی نہ لگتی تو اس کو بدل دیا جائے اور اگر شیخ اور اس کی بزرگی کی علامت اور سفیدی نورانی ہے اس میں کوئی بدنمائی نہیں ہے تو بدلنے کی ضرورت نہیں۔

عرض...۱۸: جو چیز قرآن وحدیث سے ناجائز وحرام ثابت ہوجائے تو کیا علما وقت کی نزاکت کے حساب سے اس حکم کو بدل سکتے ہیں یا نہیں؟

ارشاد...: اللہ عزوجل ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام تشہی کے طور پر اور اپنی مرضی سے نہیں بدلے جاسکتے اور ایک مومن کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی ہوا اور اس کا نفس اور اس کی خواہش حضور صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کے دین جو سرکار علیہ الصلاۃ والسلام لے کر آئے اس کے تابع نہ ہو۔

''لا یومن احدکم حتیٰ یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ۔

تم میں سے کوئی مسلمان نہیں ہوگا جب تک کہ اس کی خواہش اس کے تابع نہ ہو جو میں لے کر آیا۔'' (شرح السنۃ للبغوی، ۱/ ۲۱۳)

البتہ بہت سے احکام تبدل زمانہ سے بدل جاتے ہیں تعامل یا ضرورت وغیرہ یہ اسباب ایسے ہیں کہ جن کی وجہ سے بعض احکام میں تبدل اور تغیر آتا ہے جیسے متقدمین نے یہ لکھا تھا کہ امامت پر اور اذان وغیرہ پر اجرت لینا یہ ناجائز و گناہ ہے لیکن اس کے بعد جب دین کے معاملات میں سستی آگئی اور محتسب امام اور مؤذن محتسب جو بغیر اجرت کے امامت کرے اور اذان دے ایسے لوگ ناپید ہوگئے تو علما نے اس کی اجازت دی کہ طاعات پر اجارہ دین کے معاملات کو آگے بڑھانے کے لئے یہ جائز ہے لہٰذا تعامل اس پر ہوگیا اور ضرورت بھی پائی گئی تو ضرورت ہو یا تعامل ہو یا دوسرے اسباب پیدا ہوں تو بعض احکام میں کچھ نرمی اور کچھ تبدل ہوسکتا ہے۔

عرض...۱۹: ایک مقرر نے کہا کہ اللہ (عزوجل) کا کیا ہوا حرام تو اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی حلال نہیں کرسکتا، کیا

یہ قول عقیدۂ اہل سنت کے مطابق ہے؟

ارشاد...: یہ کس پیرائے میں ان مولوی صاحب نے کہا پہلے پورا کلام ان کا نقل کر کے پھر مسئلہ پوچھا جائے۔

عرض...۲۰: کیا نهج البلاغة سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب ہے جو انہوں نے خود لکھی یا یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے؟ کیا یہ کتاب کسی بھی زمانے میں مستند رہی ہے؟

ارشاد...: یہ جہاں تک مجھے معلوم ہے حضرت علی کرم اللہ تبارک وتعالیٰ وجہہ الکریم کی کتاب نہیں ہے اور ان کی طرف منسوب کی جاتی ہے اور اس کا مستند ہونا میرے نزدیک ثابت نہیں ہے۔

عرض... ۲۱: سرکار کریم علیہ الصلاۃ والسلام کو ''صورت اللہ'' کہنا کیسا ہے؟

ارشاد...: اللہ تبارک وتعالیٰ صورت سے پاک ہے اور حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ کا جلوہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا مظہر یہ تو کہہ سکتے ہیں لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کی صورت کہنا یہ جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس میں اُس معنیٰ کا صاف ابہام ہے جس سے اللہ تبارک وتعالیٰ پاک ہے۔

عرض...۲۲: نام مبارک ''مصطفیٰ'' کی انگریزی میں صحیح اسپیلنگ کیا ہے؟ MusTafa یا MusTHafa یا MusTufa یا Musthufa؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: MUSTAFA

عرض... ۲۳: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے ہیں تو کیا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی اولاد سادات کہلائے گی؟ اگر ہاں تو ان کا خطاب کیا ہوگا؟

ارشاد...: نہیں، نہیں یہ حضرت سلمان فارسی تک محدود ہے جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا سلمان اہل بیت سے ہیں اور ایک اور جگہ فرمایا سلمان ہمارے خاندان میں سے ہیں۔

عرض...۲۴: میری عمر پندرہ (۱۵) سال ہے میں نے خواب میں دیکھا اولیا کا مجمع ہے جو مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے اور میں نے ان کے دستِ اقدس، پائے مبارک اور شانۂ اقدس کا بوسہ لیا آپ علیہ الصلاۃ والسلام مسکرائے اور ایک سفید چادر جس سے روشنی نکل رہی تھی اسے میری کمر پر رکھا اور میرے ہاتھوں کو چوما، کیا آپ میرے خواب کی تعبیر بتا سکتے ہیں؟

ارشاد...: اچھا خواب ہے، آپ کو مبارک ہو اس خواب کے لیے، میں اس خواب کی تعبیر کی وضاحت نہیں کر سکتا، لیکن میں یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ آپ کو اپنی رحمتوں سے اور اس خواب کے فوائد سے سرفراز کرے۔

عرض...۲۵: مونچھوں کے حلق کا حکم ہے یا انہیں پست کرنے کا حکم ہے؟ اگر پست کرنے کا حکم ہے تو سنت طریقہ کیا ہے؟ کیوں کہ قینچی کو ایجاد ہوئے ابھی تقریباً ایک سو بیس (۱۲۰) سال ہی ہوئے ہیں اس سے پہلے کیا طریقہ رائج تھا؟ رہنمائی فرمائیں۔

ارشاد...: یہ تو عجیب سوال ہے حدیث میں وارد ہوا:

''قصوا الشوارب۔ مونچھوں کو پست کروان کو کاٹو۔''

(المعجم الکبیر للطبرانی، ۱۱/۱۵۲)

اگر قینچی نہیں تھی تو کیسے کاٹتے تھے؟ اس قسم کے سوالات کا حاصل کچھ نہیں ہے اور حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ فرمایا کہ:

''من افتی الناس بکل مایسألونہٗ فھو مجنون۔ آدمی جو لوگوں کو ان کے ہر سوال کا جواب دے وہ پاگل ہے۔''

(المعجم الکبیر للطبرانی، ۹/۱۸۸)

عرض...۲۶: کیا عالم یا فقیہ کا مرتبہ سید سے زیادہ ہے؟

ارشاد... : دُرِّ مختار میں یہ لکھا ہوا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہا حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کے حرم محترم وہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس لئے افضل ہیں کہ وہ فقہائے خواتین عورتوں میں جو فقہا اور فقاہت سے نوازی گئیں ان میں ان کا سب سے بڑا مرتبہ ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''خذوا نصف دینکم عن ھذہ الحمیراء۔ حمیرا ان کا لقب تھا اس حمیرا سے اپنا آدھا دین لو۔'' (البدایۃ والنہایۃ، ۸/۹۲)

ملفوظات

عرض۔۔۔ ۲۷: غوث اور قطب کن کو کہتے ہیں؟ کیا یہ ایک ہی مرتبے کے دو الگ نام ہیں؟ اگر ایسا ہے تو مختلف شہروں کے مختلف اقطاب جو بتائے جاتے ہیں ان کا کیا مطلب ہے جب کہ غوث کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ اپنے وقت کا صرف ایک ہی ہوتا ہے؟

ارشاد۔۔۔: اس سلسلے میں سرِ دست اصطلاحات تصوف پیش نظر نہیں ہیں جن صاحب کو اس کا ذوق ہے وہ تصوف کی کتابیں پڑھیں لیکن میری رائے یہ ہے کہ نہ پڑھیں اس لئے کہ تصوف جس قدر عمل کے لئے درکار ہے وہ یہ ہے کہ آدمی شریعت کا علم حاصل کرے اور پھر اس پر عمل کرے اور جو باتیں اصلاحِ باطن کے لئے ضروری ہیں تزکیہ نفس ان کو اختیار کرے اور اس کے لئے جو علمائے اہل سنت و جماعت ہیں حضرت امام غزالی رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ اور دیگر جو علما اگر اتنی لیاقت ہے تو احیاء علوم الدین کا مطالعہ کیجئے اور اگر لیاقت نہیں ہے تو علمائے اہل سنت وجماعت سے رابطہ کیجئے اور جو پیرانِ عظام جامع شرائط ہیں ان کی صحبت میں بیٹھئے تا کہ تزکیہ نفس حاصل ہو شریعت پر عمل کرنے کے بعد تزکیۂ نفس کی منزل ہے اور عملی تصوف یہی ہے اس کے بعد یہ ہمارے لئے کچھ مضر نہیں ہے کہ اولیائے کرام کے آپس میں کیا مدارج ہیں اغواث و اقطاب و ابدال و اوتاد و افراد کنہیں کہتے ہیں۔

اگر ہم نہ جانیں اور ان سب سے نیازمندی رکھیں تو ہماری نجات کے لئے یہ نیازمندی بس ہے اور جو فرائض وواجبات اور شریعت کے جو مسائل ضروریہ ہیں آدمی ان کو جاننے میں اپنی محنت صرف کرے اس کی برکت سے ان شاء اللہ وہ بھی معلوم ہو جائے گا جو معلوم نہیں ہے حدیث میں آیا:

"من عمل بما علم اورثه الله علم ما لم يعلم۔ (جامع العلوم والحكم، ۲/۲۹۷) جو اپنے علم کے مطابق جو جانتا ہے اس پر عمل کرے، اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو وہ سب کچھ سکھا دے گا جو وہ نہیں جانتا۔"

.... جاری

ص ۲۴ / کا بقیہ ....

ایک نہیں لاکھوں گردن کاٹنے کی ہمت رکھتے ہیں۔"

اسی بابا نے سی اے اے/ طلاق ثلاثہ/ تنسیخ دفعہ 370 اور تعدد ازدواج پر مسلمانوں کے خلاف خوب زہر اگلا، آچاریہ پرمود کرشنم جنہیں کچھ وقت پہلے تک کوئی ڈھنگ سے جانتا بھی نہیں تھا، مولانا ارشد مدنی کی مہربانیوں کی بدولت شہرت ملی تو موصوف بھی کھلنا شروع ہوئے، پچھلے دنوں آچاریہ جی نے حکومت سے تاج محل/ قطب مینار اور لال قلعہ کو ہندوؤں کو سونپنے کا مطالبہ کیا، آچاریہ جی کے موجودہ تیور دیکھ کر لگتا ہے آنجناب بھی شردھانند کے ہی جانشین نکلیں گے۔

لمحۂ فکریہ

ایک طرف مولانا آزاد کے وارثین ان کی بدعت سیئہ کو پروان چڑھانے میں مصروف ہیں تو دوسری جانب اہل سنت میں بھی یہ جراثیم سرایت کرنے لگے ہیں، پچھلے کچھ وقت میں ایسے کئی معاملے منظر عام پر آئے ہیں جو فکری و اعتقادی طور پر مسلمانوں کے لیے سخت نقصان دہ تھے لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ارباب حل وعقد نے یا تو صرف نظر سے کام لیا یا تاویل کے نام پر لیپا پوتی کی ناکام کوشش کی، اچھی طرح یاد رکھیں!

تاریخ صرف رٹنے کے لیے نہیں ہوتی، رٹ تو طوطے بھی لیتے ہیں، سمجھ دار وہ ہوتا ہے جو صرف پڑھتا نہیں بلکہ اس کے انجام پر بھی نگاہ رکھتا ہے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ حادثہ شردھانند سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا گیا۔ اس لیے اب عام مسلمانوں میں بھی کفر وشرک کے تعلق سے بے راہ روی آتی جا رہی ہے اگر وقت رہتے ہم نے سنجیدہ اقدامات نہیں کیے تو شرک کے سائے اتنا بڑھ جائیں گے جس سے بچ پانا عوام تو کیا خواص کے لیے بھی آسان نہیں ہوگا۔ ◆◆◆

ارشاد غوث اعظم

"عزت رب کی قسم! اچھے برے سب میرے سامنے ہیں، میری نگاہیں لوح محفوظ پر ہیں، میں دریائے علم ومشاہدۂ الٰہی کا تیراک ہوں، میں خداوند قدوس کی حجت اور نائب رسول ہوں۔"

از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی*

شرک کے بڑھتے سائے

احوال قوم وملت

اس بار کی کانوڑ یاترا میں کلمہ گو افراد کی بڑھتی ہوئی تعداد اور مسلمانوں میں غیر محسوس طریقے سے بڑھتے ہوئے شرکیہ رجحانات حد درجہ باعث تشویش ہیں، اگر ہم نے وقت رہتے بدلتے ہوئے رویوں کا نوٹس نہیں لیا اور عقیدہ توحید کی حفاظت کا فریضہ انجام نہیں دیا تو وہ دن دور نہیں ہے کہ جب توحید کے پرستار ملکی تہذیب کے نام پر کفر وشرک کو اپنی جدّی روایات کا حصہ قرار دے کر اس پر فخر کا اظہار کریں گے اور مسجدوں کے منبر سے ہندو میتھالوجی کے فضائل وکمالات بیان کئے جائیں گے۔

ہوسکتا ہے کہ عام ذہن ان خدشات سے اتفاق نہ کرے لیکن ملک کے بدلتے ہوئے حالات اور قوم کے نمائندہ چہروں کی حکومت کے تئیں بدلتی ہوئی ذہنیت اور پالیسی کو دیکھ کر ڈر لگنے لگا ہے کہ جن خدشات کا ہمیں اندیشہ ہے کہیں وہ اس سے زیادہ بھیانک صورت میں سامنے نہ آئیں جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

کیا ایسا ممکن ہے؟

بہت ممکن ہے کہ ایک عام مسلمان کے دماغ میں یہ سوال اٹھے کہ کیا ایسا ممکن ہے کہ مسجدوں کے منبر سے ہندو افکار و نظریات کے خطبے پڑھیں جائیں اور مرکز توحید میں شرکیہ منتر پڑھے جائیں؟ جواب ہے، جی ہاں! یہ صرف ممکن ہی نہیں ہے کچھ ''روشن خیالوں'' کی مشرک نوازی کی بدولت ایک صدی پہلے یہ حادثہ واقع بھی ہو چکا ہے، اب ایک بار پھر سے وہی حالات بنانے کی سازشیں چل رہی ہیں کہ مرکز توحید سے شرک کا خطبہ دیا جائے، سننے والے مسلمان ہوں اور اُنہیں گیتا/ رامائن کے شِلوک سنا کر ہندو تہذیب وثقافت قبول کرنے کی دعوت دی جائے۔

دونوں قوموں کے بنیادی نظریات

ہندو اور مسلمان بھارت کی دو سب سے بڑی قومیں ہیں، دونوں کے بنیادی نظریات اور عقائد ایک دوسرے سے بالکل الگ اور جداگانہ ہیں، ہندو دھرم کی بنیاد بَہُو ایشوَرواد(बहु ईश्वरवाद) پر قائم ہے، جس کا مطلب ہوتا ہے ایک سے زیادہ خداؤں پر ایمان رکھنا، اسی کو انگریزی میں پالیتھزم (Polytheism) کہتے ہیں۔

اسلام کا بنیادی تصور، توحید (एकेश्वरवाद) پر قائم ہے جہاں شرک کے لیے ادنی سی گنجائش بھی موجود نہیں، توحید کا بنیادی پہلو ہی یہی ہے کہ اللہ تعالی کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کیا جائے، اللہ کریم نے قرآن پاک میں واضح فیصلہ سناتے ہوئے فرمایا ہے:

''وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ اور تمہارا معبود ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔'' (البقرۃ:163)

''وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ۔ اور تمہارے رب نے فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو۔'' (اسرا:23)

توحید کا بنیادی مفہوم شرک کا انکار ہے اس لیے قبول اسلام کی شروعات لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے ہوتی ہے جس کا واضح مطلب ہی دوسرے خداؤں کی تردید اور انکار ہے، یعنی شرک کا رد توحید کی پہلی سیڑھی ہے، اس کے بعد ہی اسلام کے دوسرے عقائد کا نمبر آتا ہے، اس ہلکی سی تفصیل سے یہ بات آئینے کی طرح صاف ہوجاتی ہے کہ دونوں قوموں کے بنیادی نظریات میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

بھارت میں مسلمانوں کا اقتدار کم وبیش آٹھ سو سال قائم رہا، عہد اقتدار سے اب تک اہل اسلام نے کبھی بھی طاقت/ دولت/ لالچ کی بنیاد پر کسی کو قبول اسلام پر مجبور نہیں کیا، جب کہ عقیدہ توحید ہمیشہ سے مخالفین کی نگاہوں میں کھٹکتا رہا، تقسیم وطن کے بعد

* مضمون نگار ماہنامہ سواد اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

مسلمانانِ ہند کی کمزور ہوتی پوزیشن نے اغیار کو ہمت دلائی اور وہ منصوبہ بندی اور پوری طاقت کے ساتھ عقیدہ توحید کی جڑیں کھودنے میں مصروف ہوگئے۔

عقیدہ توحید کے متعلق عام مسلمان بھی حد درجہ راسخ رہے ہیں، جس کی بنیاد پر وہ شرک کے سائے سے بھی کوسوں دور رہتے ہیں، مسلمانوں کے درمیان عقیدہ شرک کو ہلکا بنانے میں دو طبقات نے کلیدی کردار ادا کیا ہے، وہ طبقات یہ ہیں:

1– فلمی اداکار/ اداکارائیں

2– مفاد پرست سیاست داں

اپنے اپنے میدانوں میں کامیابی کے لیے مفاد پرست سیاست دانوں اور فلمی اداکاروں نے کفر و شرک سے کسی طرح کا کوئی پرہیز نہیں رکھا، اپنی سیاسی/فلمی امیج کو بنائے رکھنے کے لیے غیر مسلموں سے شادیاں رچائیں، حالانکہ قرآن کا واضح حکم ہے:

’’وَلَا تَنکِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَ لَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتّٰى يُؤْمِنُوا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ۔ ترجمہ: شرک والی عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک مسلمان نہ ہو جائیں اور بیشک مسلمان کنیز مشرکہ عورت سے اچھی ہے اگرچہ وہ تمہیں پسند ہو اور [مسلم عورتوں کو] مشرکوں کے نکاح میں نہ دو جب تک وہ ایمان نہ لائیں۔‘‘ (البقرۃ:221)

اتنے صاف اور واضح حکم کو نظر انداز کرکے سیاست دانوں/ فلمی اداکاروں نے غیر مسلموں سے شادیاں کیں۔ شادی کے بعد ان لوگوں نے ہندو دھرم کے مذہبی عقائد بھی اپنانے سے گریز نہیں کیا اور علانیہ مورتی پوجا بھی شروع کر دی۔

مسجد اور پنڈت کا پروَچن

آج سے تقریباً 103 سال پہلے برطانوی بھارت میں 30 مارچ 1919ء کا دن مسلمانانِ ہند کی روشن تاریخ پر بدنما داغ بن کر آیا، جب گاندھی جی کے محب صادق مولانا ابوالکلام آزاد جیسے مخلص وفاداروں کی جی توڑ محنت اور عوامی ذہن سازی کی بدولت آریہ سماجی رہنما پنڈت شردھانند نے جامع مسجد دہلی کے منبر سے مسلمانوں کو خطاب کیا، عجیب نظارہ تھا مسلمانانِ ہند کی آن بان شان کہلانے والی جامع مسجد میں ایک ہندو پنڈت نہ صرف داخل ہوا بلکہ اسے بصد احترام منبر سجا کر بٹھایا گیا، شردھانند نے اپنے خطاب کی شروعات اس ہندوانہ منتر سے کی:

"ॐ विश्वानि देव सवितर्दुरितानि परासुव। यद् भद्रं तन्न आ सुव।"

’’ترجمہ: اے خوش حالی کے دیوتا، گیان پھیلانے والے، دنیا بنانے والے اور تمام کامیابیوں کے پرمیشور، آپ ہمارے دکھوں، بری عادتوں کو دور کر دیجئے۔‘‘

افسوس صد افسوس!

جس مسجد سے بڑے بڑے صلحا اور فاضلین وقت نے توحید و رسالت کا درس دیا اسی مسجد میں ’’اُوم وِشوَانِی دیوا‘‘ کے شرکیہ منتر پڑھے گئے مگر کسی کو خانہ خدا کی بے حرمتی کا احساس نہیں ہوا، حالانکہ ایک عام مسلمان بھی احترامِ مسجد کے تئیں بہت حساس ہوتا ہے لیکن اُس دن کسی کو بھی احترامِ مسجد کا خیال نہیں آیا، جانتے ہیں کیوں؟

کیوں کہ پرستارِ گاندھی، مولانا آزاد عوام کو اچھی طرح سمجھا چکے تھے کہ ہندو مسلم ایکتا کے لیے ایسا کرنا بے حد ضروری ہے اور شریعت میں اس کی ممانعت نہیں ہے، اپنے فاسد نظریئے کو ثابت کرنے کے لیے آزاد صاحب نے "جامع الشواہد فی دخول غیر المسلم فی المساجد" نامی رسالہ بھی تحریر کیا، جس میں انہوں نے بزعم فاسد شردھانند کو مسجد لے جانے اور خطاب کرانے کو جائز ثابت کرنے کی ناکام کوشش بھی کی، حالانکہ یہ صرف آزاد صاحب اور کانگریسی مسلمانوں کی خود فریبی تھی ورنہ حقیقت حال وہ بھی اچھی طرح جانتے تھے۔

دوستی کا صلہ

ایسا نہیں ہے کہ شردھانند کو محض کانگریسی لیڈر کے طور پر جامع مسجد میں مدعو کیا گیا تھا، پنڈت شردھانند سے آزاد صاحب کے دوستانہ مراسم بھی تھے، اس کا اظہار خود آزاد نے اس وقت کیا جب مقتدر علما و مشائخ نے شردھانند کے دخول مسجد پر سخت

احوال قوم وملت

اعتراض جتایا، تب آزاد صاحب نے شردھانند کا دفاع کرتے ہوئے لکھا تھا:

’’اگر اس چبوترے (خطاب کے لیے بنائے گئے منبر) پر ایک غیر مسلم دوست نے مسلمانوں کی اجازت سے کھڑے ہو کر تقریر کی تو اس میں شرعاً کیا قباحت ہے؟‘‘

(پیش لفظ جامع الشواہد، ص10)

کتنی عجیب بات ہے کہ جس ’’دوست‘‘ کو آزاد صاحب نے مسجد میں اعزاز دلایا اسی نے آزاد صاحب کی قوم کو مرتد بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، خطابِ جامع مسجد کے تین سال بعد ہی 1923ء میں شردھانند نے مسلمانوں کو مرتد بنانے کے لیے ’’شدھی تحریک‘‘ کا آغاز کیا اور لاکھوں مسلمانوں کا ایمان چھین کر انہیں مرتد بنایا، اگر بروقت جماعت رضائے مصطفےٰ جیسی تنظیموں نے فتنہ ارتداد کی روک تھام نہ کی ہوتی تو پتا نہیں شردھانند کا فتنہ کس قدر نقصان پہنچاتا۔

ان معاملات کا تجزیہ کرنے کے بعد یہی لگتا ہے کہ یا تو آزاد صاحب مردم شناسی میں بے حد کمزور تھے یا گاندھی کے سحر نے ان کی فہم و فراست سلب کر لی تھی، یہ بات اس لیے کہنا پڑتی ہے کہ اپنے حلقوں میں امام و قائد کہلانے والے آزاد جیسے دانشوران، گاندھی کے اس فلسفے پر دل و جان سے ایمان لائے ہوئے تھے کہ ہندو مسلم ایکتا کے لیے اس سے اچھا فارمولہ نہیں ہو سکتا کہ مسجد میں پنڈت پروچن سنائے اور مندروں میں مولوی تقریر کرے، اسی لیے ایک طرف شردھانند سے جامع مسجد میں بھاشن دلایا گیا تو مختلف مندروں میں مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا آزاد کی تقریریں کرائی گئیں۔

اب اسے گاندھی جی کی شخصیت کا سحر کہیں یا مذکورہ حضرات کی غیر مشروط وفاداری، بہر حال اس رویے نے اس وقت بھی ملت اسلامیہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا تھا اور آج ایک بار پھر سے وہی تاریخ دہرانے کی سازش پر کام کیا جا رہا ہے جسے وقت رہتے نہ سمجھا گیا تو اس بار ملت اسلامیہ کو پہلے سے کئی گنا زیادہ نقصان اٹھانا پڑے گا۔

تاریخ خود کو دُہرا رہی ہے

ایک صدی قبل جن مذہبی چہروں نے شردھانند جیسے باباؤں کو مذہبی محفلوں میں بلانے کی جو بدعت شروع کی تھی وہ وقت کے ساتھ تھوڑی کمزور تو ہوئی لیکن ان کے فکری وارثین نے اسے مرنے نہیں دیا اور اب اپنی اپنی سطح پر اسے فروغ دینے میں لگے ہوئے ہیں۔

واقعہ شردھانند (30 مارچ 1919ء) کے ٹھیک 90 سال بعد 3 نومبر 2009ء کو مولانا حسین احمد مدنی کے پوتے مولانا محمود مدنی نے دیوبند میں جمیعۃ علمائے ہند کے اسٹیج پر یوگ گرو بابا رام دیو کو بلا کر آزاد کی دفن شدہ بدعت کو پھر سے زندہ کیا، محمود مدنی صاحب نے رام دیو کو آگے بڑھایا تو ان کے چچا مولانا ارشد مدنی نے آچاریہ پرمود کرشنم کو مذہبی جلسوں میں مہمان خصوصی بنانا شروع کیا۔

جس طرح شردھانند نے اپنے بھاشن کی شروعات اُوم وِشوا سے کی، کچھ اُسی انداز میں رام دیو نے بھی سیکڑوں علما وطلبہ کے درمیان آر ایس ایس کی بولی بولتے ہوئے کہا تھا:

’’ہمارے مذہبی طور طریقے الگ الگ ہو سکتے ہیں لیکن ہمارے آبا و اجداد ایک ہی ہیں۔‘‘

دنیا جانتی ہے کہ آر ایس ایس کے اس جملے کا مطلب صرف یہ جتانا ہوتا ہے کہ آٹھ صدی قبل مسلمانوں کے اجداد بھی دیگر بھارتیوں کی طرح بُت پرست تھے اس لیے ہمارے اجداد اوپر جا کر ایک ہی (یعنی بُت پرست) ہو جاتے ہیں، بس بعد والوں نے دھرم پری ورتن (تبدیل) کر لیا ہے، جس کے لیے پہلے شردھانند نے شدھی تحریک چلائی اور اب اس کے وارثین اسی تحریک کو گھر واپسی کے نام سے چلا رہے ہیں۔

جس طرح شردھانند نے عزت افزائی کے بعد ارتدادی مہم چلائی، اُسی طرح رام دیو نے بھی عزت افزائی کے بعد اپنا اصلی رنگ دکھایا، ہریانہ میں آر ایس ایس کے منعقدہ اجلاس (2016ء) میں اس نے مسلمانوں کو دھمکاتے ہوئے کہا:

’’اس دیش میں قانون کا خیال ہے نہیں تو ہم بقیہ ص ۲۱ پر

اعلیٰ حضرت کے لیے ''فاضل بریلوی'' کا لقب کتنا صحیح کتنا غلط؟

از: مولانا شاداب امجدی*

تقــدونظــر

''جہان مفتی اعظم'' میں حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ ناظم تعلیمات الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور نے لکھا کہ سیدی اعلیٰ حضرت کے لیے ''فاضل بریلوی'' کا لقب نہیں استعمال کرنا چاہیے، کیوں کہ جس طرح اس کا مصدر ''فضل'' ہے، اسی طرح اس کا دوسرا مصدر ''فضول ہے'' اور یہ حاسدین کی طرف سے دیا ہوا لقب ہے۔ (مفہوماً از جہان مفتی اعظم)

فرماتے ہیں کہ ''میں نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے رتبہ شناس معاصرین اور ان کے کثیر تلامذہ وخلفا کی تحریریں پڑھیں، ان میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے لیے ''فاضل بریلوی'' کا استعمال کہیں نہ دیکھا پھر یہ استعمال ہم میں کہاں سے در آیا؟ اس کا سراغ لگانے کی ضرورت ہے۔

میں نے جہاں تک سمجھا اور معلوم کیا اس کا استعمال ان لوگوں سے شروع ہوا جو امام اہل سنت کو وہابیوں، دیوبندیوں کی طرح ''خاں صاحب'' یا ''خاں صاحب بریلوی'' علانیہ کہنا پسند نہیں کرتے تھے اور اس زمانے میں ''مولانا احمد رضا خاں کہنے میں بھی خاصی تکریم وتعظیم کا اظہار ہوتا تھا، اس لیے یہ بھی گوارا نہ تھا، لیکن ''فاضل بریلوی'' کہنے میں انہیں یک گونہ راحت نظر آئی، اس لیے کہ فاضل کا مصدر فضل اور فضول دونوں ہے، فضل پر نظر کرتے ہوئے معتقدین کو کچھ بولنے کی گنجائش نہ ملتی اور فضول پر نظر کرتے ہوئے دل کے بغض اور آتش حسد کی تسکین ہوجاتی، اس لیے سب چھوڑ کر اسی کو لکھنا بولنا پسند کیا۔ (جہان مفتی اعظم، ص ۹۸)

لہٰذا ہم نے حضرت کی آواز پہ لبیک کہا اور اس کا سراغ لگایا، تو ہم پر یہ واضح ہوا کہ یہ لقب حاسدین کا دیا ہوا نہیں ہے بلکہ محبین ومعتقدین اور تلامذہ اور خلفا کا دیا ہوا ہے، بلکہ خود اس کا ثبوت تقریراً ہی سہی امام اہل سنت سے بھی ہے۔

اس خاص لقب پر شواہد پیش کرنے سے قبل یہ عرض کرتا چلوں کہ سیدی اعلیٰ حضرت کے لیے ہی صرف ''فاضل'' کا لقب نہیں دیا گیا ہے بلکہ اس سے پہلے بھی علما نے اپنی تصنیفات میں اسلاف ومعاصرین کے لیے کثرت سے فاضل کا لقب استعمال کیا ہے، یہ لقب استعمال کرتے وقت کسی کے وہم وگمان میں بھی اس کا مصدر ثانی (فضول) نہیں آیا ہوگا، اس لیے اس معنی کو اس لقب میں کرید کر نکالنا ہی فضول ہے، بعض معمر علما سے میں نے سنا بھی کہ مصدر ثانی کی طرف توجہ جب تک نہ دلائی گئی تھی تب تک ہر لکھنے، بولنے والا اس کو فضل ہی سے مشتق مان کر لکھ اور بول رہا تھا، فضول کا خواب وخیال بھی کسی کو نہیں تھا۔

یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فتاویٰ رضویہ شریف میں اسلاف ومعاصرین کے لیے اتنی کثرت سے یہ لقب استعمال فرمایا ہے کہ اگر اس کو جمع کیا جائے تو تحریر بہت طویل ہوجائے گی، اس لیے مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر چند شواہد فتاویٰ رضویہ سے پیش کیے جاتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت نے مندرجہ ذیل علما کو ''فاضل'' کے لقب سے یاد کیا ہے:

(۱) تاج الفحول، علامہ عبد القادر بدایونی کو ''فاضل بدایونی''
(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج ۲۲ ص ۳۸۵ مطبع رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(۲) حامی سنت حضرت مولانا ارشاد حسین رامپوری کو ''فاضل رامپوری'' (ج ۱۷ ص ۵۳۲)

(۳) صاحب رد المحتار (فتاویٰ شامی) علامہ ابن عابدین شامی (مشہور بہ علامہ شامی) کو ''فاضل شامی'' (ج ۴ ص ۳۸۷)

(۴) علامہ عبد الحی لکھنوی کو ''فاضل لکھنوی'' (ج ۱۰ ص ۴۰۴)

(۵) علامہ سید احمد طحطاوی مصری کو ''فاضل طحطاوی'' (ج ۲ ص ۲۶۵)

(۶) صاحب جامع الرموز علامہ قہستانی کو''فاضل قہستانی''

(ج۲رص ۲۶۳)

(۷) محشی درر حضرت علامہ عبدالرحیم رومی کو''فاضل رومی''

(ج۳رص ۳۲۵)

(۸) صاحب کشف الظنون شیخ الاسلام امام شہاب الدین چلپی کو''فاضل چلپی'' (ج۳رص ۵۹۱)

(۹) صاحب شرح نقایہ علامہ برجندی کے لیے''فاضل برجندی''

(ج۴رص ۲۷۱)

(۱۰) صاحب شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ علامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی کو''فاضل زرقانی'' (ج۹رص ۲۹۸)

اوران علما کو امام اہل سنت نے ایک جگہ نہیں بلکہ متعدد جگہ اس لقب سے یاد فرمایا ہے اوراس کے علاوہ بھی کثیر علما کو اس لقب سے ملقب کیا ہے جس کی اس مختصر تحریر میں گنجائش نہیں۔

اب ملاحظہ فرمائیں کہ اعلیٰ حضرت کے خلفا، معاصرین اور تلامذہ نے بھی اس لقب کو آپ کے لیے استعمال فرمایا ہے، امام اہل سنت نے نیچریوں کے رد میں رسالہ مبارکہ''الدلائل القاهرة علی الکفر النیاشرة'' تحریر فرمایا، جس کو اس زمانے کے اکابر علمانے اپنی تصدیق وتقریظ سے مزین کیا جن میں آپ کے خلفا بھی ہیں، معاصرین بھی ہیں۔

(۱) خلیفۂ اعلیٰ حضرت، مفسر قرآن، صدرالافاضل علامہ نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ نے تمام القاب وآداب کے ساتھ''فاضل بریلوی'' کے لقب کو بھی تحریر فرمایا ہے۔

(فتاویٰ صدرالافاضل، ص۱۰۶رماخوذ از مجموعہ فتاویٰ اہل سنت ایپ)

(۲) خلیفہ اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ خلیل الرحمٰن بہاری صدیقی رضوی مدرس مدرسہ منظر اسلام نے بایں الفاظ تصدیق فرمائی: اصاب من اجاب وھو مرشدی''الفاضل البریلوی''

(ج۱۵رص ۱۱۰)

(۳) خلیفۂ اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ سید محمد غیاث الدین حسن حنفی بہاری نے (ص ۱۱۸) اور (۴) حضرت علامہ غلام رسول ملتانی نے (ص ۱۳۱)، (۵) حضرت علامہ نور الحسن رامپوری مدرس اوّل مدرسہ عثمانیہ کلکتہ نے بھی (ص ۱۳۶) پر''فاضل بریلوی'' لکھا۔

(۶) خلیفۂ اعلیٰ حضرت، ملک العلماء حضرت علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ نے حیات اعلیٰ حضرت، حصۂ اوّل، ص ۴۴ر پر امام اہل سنت کے لیے''فاضل بریلوی'' تحریر فرمایا۔

(۷) اسی طرح اپنے فتاویٰ''فتاویٰ ملک العلماء، ص ۹۰ ۳ر پر بھی ''فاضل بریلوی'' تحریر فرمایا۔ (ماخوذ از مجموعہ فتاویٰ اہل سنت ایپ)

(۸) حضرت سید مہدی میاں مارہروی علیہ الرحمہ نے اپنے ایک مراسلے میں اعلیٰ حضرت کو دیگر القاب کی بجائے صرف''فاضل بریلوی'' لکھنے کو ہی کافی سمجھا۔

(اخبار ذوالقرنین بدایوں، ۱۴رنومبر ۱۹۱۶ء، ص ۶)

(۹) خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف کا علمی ترجمان سالنامہ''اہل سنت کی آواز'' اکتوبر ۲۰۰۱ء کے شمارے میں حضور احسن العلما سید شاہ مصطفی حیدر حسن میاں مارہروی علیہ الرحمہ کی ایک تقریر شائع ہوئی ہے، جس میں حضرت نے بارہا''فاضل بریلوی'' کے لقب کا استعمال فرمایا ہے۔

(۱۰) بلکہ خود حضرت مصباحی صاحب قبلہ نے ماہنامہ اشرفیہ کے حافظ ملت نمبر میں، صفحہ ۱۸۰ر پر''حافظ ملت کے علمی افادات'' کے تحت محدث اعظم ہند کا ایک واقعہ بروایت حافظ ملت تحریر فرمایا ہے، اس میں خود حضرت نے بھی اپنے قلم سے''اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی'' تحریر فرمایا ہے اور یہی مضمون بلفظہ آپ کے مجموعہ مقالات''مقالات مصباحی'' کے صفحہ ۱۵۱ر پہ بھی موجود ہے۔

حضرت کی صرف اسی تحریر سے تین شخصیات کے حوالے سے اس لقب کے بولنے اور لکھنے کا ثبوت فراہم ہوتا ہے: (۱) مصباحی صاحب (۲) حافظ ملت (۳) محدث اعظم ہند۔

یہ حوالے ایک سرسری نظر میں فراہم ہوگئے، اگر آپ کے خلفا کی تحریروں میں باریک بینی سے تلاش کیا جائے تو مزید شواہد ملیں گے۔

اخیر میں بعض استفتوں میں اس لقب کے استعمال کو ملاحظہ فرمائیں، جس کو اعلیٰ حضرت نے خود بھی پڑھا ہے، اسی کو ہم نے

عرض کیا کہ اس کا ثبوت اعلیٰ حضرت سے تقریراً بھی ہے:

(۱) خلیفۂ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ سید سلیمان اشرف بہاری سابق پروفیسر دینیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے اعلیٰ حضرت سے ایک استفتا کیا، جس میں اعلیٰ حضرت کے لیے دیگر القاب کے ساتھ ''فاضل بریلوی'' بھی رقم فرمایا۔ (کتاب الطلاق، ج ۱۳ ر ص ۱۳ ۳)

(۲) اسی طرح کتاب الصلاۃ، ج ۶ ر ص ۶۱۰ (۳) کتاب الزکوٰۃ، ج ۱۰ ر ص ۶۸۰ (۴) کتاب النکاح، ج ۱۱ ر ص ۱۲۲ (۵) کتاب الشرکۃ، ج ۱۶ ر ص ۳۴۴ (۶) اور کتاب البیوع، ج ۱۷ ر ص ۶۹۷ – ۶۹۸ ر پر موجود استفتوں میں اعلیٰ حضرت کے لیے ''فاضل بریلوی'' کا لقب ملاحظہ کیا جاسکتا ہے جو اس بات کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ اس لقب کی ایجاد اعلیٰ حضرت کے زمانے کے بعد نہیں ہوئی ہے۔

اس پوری تحریر (جس میں ۲۶ ر شواہد حوالے کے ساتھ پیش کیے گئے ہیں) سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ یہ لقب وہابیوں یا حاسدوں کی طرف سے دیا ہوا نہیں ہے بلکہ اکابر اہل سنت کا دیا ہوا ہے۔

اس لیے اس لقب کے استعمال میں کوئی حرج نہیں، اب جو لوگ ''فاضل بریلوی'' کے لقب کو فضول کے احتمال کی بنیاد پر ترک کو بہتر قرار دیتے ہیں انہیں چاہیے کہ سیدنا خواجہ غریب نواز اور دیگر اولیائے کرام رضی اللہ عنہم کے لیے ''خواجہ'' کے لقب کو بھی ترک کا اعلان کر دیں جو ''سردار اور آقا'' کے معانی کے ساتھ ''مخنث اور ہیجڑا'' کا بھی معنیٰ رکھتا ہے۔

◆◆◆

ص ۲۹ ر کا بقیہ......

سے، ایک ہی بات کہنا کہ ربیع الاوّل بالکل منانا جائز نہیں، بس یہ آخری علاج ہے۔

نوٹ: قارئین! آپ نے اندازہ لگایا ہوگا، آج بدعقیدوں کا انداز کچھ ایسا ہی ہے، وہ دلائل و براہین نہیں مانتے، قرآن و حدیث نہیں مانتے، نجدیوں کے قبضہ سے پہلے، اہل عرب کا معمول نہیں مانتے، بس اپنی ہٹ دھرمی پر اڑے رہتے ہیں کہ ناجائز ہے ناجائز ہے۔

◆◆◆

ص ۳۴ ر کا بقیہ......

حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ اپنے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا یہ پہلا گروہ تھا جس نے میرے ہاتھ پر توبہ کی، اس واقعہ سے جہاں دیگر باتیں معلوم ہوتی ہیں وہیں یہ بھی اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ حضور غوثِ اعظم کس درجہ اپنی ماں کے فرماں بردار تھے ایسے وقت میں آدمی ہر بات کو بھول جاتا ہے صرف اور صرف جان و مال کی فکر رہتی ہے۔

آپ نے بغداد شریف پہنچ کر باقی علوم وفنون کی تکمیل فرمائی بہت سے علمائے متبحرین اجلہ محدثین وفقہاے کاملین سے اپنی تشنگی کو بجھایا یہاں تک کہ تاج قطبیت آپ کے سر رکھا گیا جس کا اظہار خود حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا ہے۔

درست العلم حتیٰ صرت قطباً
ونلت السعد من مولی الموالی

فراغت کے بعد آپ نے مکمل طور سے ریاضت ومجاہدہ کا عزم فرمایا اسی اثنا میں آپ جنگل و بیابان میں چلے جاتے مہینوں اور کبھی برسوں صحراؤں میں گشت کرتے درختوں کے پتے مباح گری پڑی چیزیں کھالیا کرتے اس دوران قسم قسم کے شیطانی حملے بھی مسلسل ہوتے رہے لیکن غوثیت کبریٰ کے مالک نے اپنے رب کے فضل وکرم سے ہر شیطانی وار کو ناکام بنا دیا اس کے باوجود حاشا وکلا آپ اوامر ونواہی شرع سے غافل نہ ہوئے کہ ان سے غافل ہونا ہی تو شیطانی وار اور اس کا مقصود ومطلوب۔

◆◆◆

تبصرہ ونظر

از: مفتی جمیل احمد قادری *

ابلیسی خاندان اپنے مشن پر

شام کا دھندلکا چھانے لگا تھا، اداسی پیر پسار رہی تھی، ماحول کی سوگواری میں دھیرے دھیرے اضافہ ہونے لگا تھا، گہرا سناٹا، خاموش فضائیں، دور دور تک کوئی نظر نہیں آرہا تھا، اس ماتمی ماحول میں ابلیس کسی گہری سوچ میں گم تھا، حسرت و یاس میں ڈوبا ہوا، اس کا مکروہ چہرہ کچھ زیادہ ہی بدصورت نظر آنے لگا تھا، چھوٹی چھوٹی آنکھوں کے گرد سیاہ جھریوں سے، جہاں اس کی طویل العمری کا علم ہوتا تھا، وہیں ان آنکھوں میں تیرتے آنسو اس کی ناکامی کی شہادت دے رہے تھے۔

اچانک قدموں کی آہٹ ہوئی، اس نے مڑ کر دیکھا تو کچھ لوگ اس کی طرف آتے نظر آئے، ابلیس نے سر اٹھا کر انھیں بغور دیکھا تو وہ سب اس کے اپنے ہی خاندان کے افراد تھے، ان میں کوئی پرایا نہ تھا، آنے والوں میں کچھ ضدی قسم کے جوان نظر آرہے تھے، گویا سعودیہ سے لوٹے ہوں، کچھ کرتا ٹوپی والے بھی تھے، جو دیوبند، یا ندوہ کے فارغین لگتے تھے، ایک کی صورت انجینئر محمد علی مرزا سے بہت ملتی جلتی تھی، ایک طارق جمیل کا بھی ہم شکل تھا، طاہر گیاوی اور مولوی جرجیس کی شباہت کے بھی کچھ لوگ تھے۔

انجینئر مرزا کے ہم شکل نے اپنی گول گول آنکھیں نچا کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور اشاروں میں پوچھا، کہ معاملہ کیا ہے، دادا جی رو کیوں رہے ہیں؟ ایک بڑی عمر کا، سیاہ داڑھی اور پچکے گال، والا آگے بڑھا جو طارق جمیل کا ہم شکل لگتا تھا، اس نے چاپلوسی بھرے نرم لہجے میں ابلیس کو پکارا:

”دادا جی! میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے، ہر سال دیکھتا ہوں کہ ربیع الاوّل کا چاند دیکھتے ہی آپ کی حالت غیر ہونے لگتی ہے، آج بھی وہی حال ہے، آخر آپ بتاتے کیوں نہیں، اس چاند سے آپ کا کیا تعلق ہے، ابلیس نے چند لمحے خاموش رہ کر ایک سرد آہ بھری اور کچھ دیر اپنے بچوں کو دیکھتا رہا پھر بولا: میرے بچو! اس کا تعلق مجھ سے بہت گہرا ہے، اس چاند نے میری زندگی، میرے کام، میرے مشن اور میری صدیوں کی محنت پر پانی پھیر دیا ہے۔“

ابلیس ابھی کچھ اور بھی کہتا کہ اچانک انجینئر مرزا کے ہم شکل نے بیچ میں بات کاٹ دی اور الو کی طرح آنکھیں گھما کر بولا: دادا جی! چاند تو ایک بے جان سیارہ ہے، وہ بھلا کیا کر سکے گا، اس کے جاہلانہ سوال پر ابلیس کسی قدر جھنجھلایا، کیا مگر پھر تحمل سے بولا: میرے بچے! بات سمجھا کر، تمہاری اس بک بک کی عادت نے بہتوں کو گمراہی سے محروم کر دیا ہے، عموماً لوگ تمہاری باتوں کو بکواس سمجھ کر مسترد کر دیتے ہیں، اس چاند نے میرا کچھ نہیں بگاڑا، اس چاند کی بارہ تاریخ کو پیدا ہونے والے رسول نے میرا سارا کھیل خراب کیا ہے۔“

ابلیس کے اتنا کہتے ہی اس کے پوتوں میں کسی نے زیر لب کہا: اچھا! بارہویں کا چاند، آمنہ کا چاند، شاید اسی کو مسلمان کہتے ہیں" جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند" اسی کو مجدد اعظم نے کہا" تم تو عرب کے چاند ہو پیارے، تم تو عجم کے سورج ہو" اسی کو کہا ہے" چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی"

دادا کی زبان سے چاند کا لفظ سن کر پوتے نے گویا چاند کی گردان شروع کر دی، اچانک طارق جمیل کا ہم شکل آگے بڑھا اور چہرے پر خباثت بھری مسکراہٹ سجا کر بولا: دادا جان! دنیا آپ کو سمجھے نا سمجھے، ہم تو سمجھتے ہیں، وہ آپ ہی ہیں جس نے حضرت آدم کو جنت سے نکالا، وہ آپ ہی ہیں جس نے حضرت زکریا کے سر پر آرا چلوایا، وہ آپ ہی ہیں جس نے حضرت یوسف کو کنویں

میں ڈلوایا، وہ آپ ہی ہیں جس نے حضرت ایوب پر مصائب کے پہاڑ توڑے، وہ آپ ہی ہیں جس نے حضرت اسماعیل کی قربانی میں روڑے اٹکانے کی کوشش کی۔

آپ کے کارناموں سے تاریخ عالم بھری پری ہے، نبی آخرالزماں پر قاتلانہ حملہ کرانے والے بھی تو آپ ہی ہیں، وہ تو وقت نے ساتھ نہیں دیا اور اسلام کی تاریخ میں باب ہجرت کا اضافہ ہو گیا، ورنہ آپ کبھی بھی پیچھے نہ رہے، آپ فکر نہ کریں، زمین پر آپ کی معنوی اولاد کی تعداد کم نہیں، ہم آپ کے مشن کو زندہ رکھنے کے لیے آخری سانس تک لڑیں گے، سانس کا نام لیتے ہی طارق جمیل کا ہم شکل، کھانسنے لگا تھا، آگے کچھ بولنا، اس کے لئے جب مشکل ہو گیا، تو پھولے پھولے گال والا، ایک بیل نما موٹا نوجوان آگے بڑھا۔

اس کے حلیہ سے لگتا تھا، حال ہی میں سعودیہ سے لوٹا ہے، اس نے کہا: دادا جان! ہماری رگوں میں آپ کا ابلیسی خون دوڑ رہا ہے، آپ فکر نہ کریں، بس ہماری رہنمائی کریں، اور بتائیں ہمیں کیا کرنا ہے۔

ابلیس پہلے تو نوجوانوں کی صورت تکتا رہا، پھر قدرے پرسکون ہو کر بولا: شیطانی خون کے پروردہ بچو! اگر اپنے دادا کو خوش کرنا چاہتے ہو، تو" جشن بہاراں" کو روکو، ربیع الاول کے جھنڈے، بارہویں کے جلوس، محافل میلاد، مکانوں اور گلیوں کی سجاوٹ، ان سب کو روکو، یہ چیزیں میرے کلیجے پر برچھی جیسا وار کرتی ہیں، چودہ سو سال پہلے کا زخم تازہ ہو جاتا ہے، اگر تم کچھ کر سکتے ہو، تو ان چیزوں کو بند کرواؤ۔

سعودی ریٹرن جذباتی ہو کر آگے بڑھا اور پر جوش لہجے میں بولا: دادا جان! ہم روکیں گے، مسلمانوں کو خوشیاں منانے سے روکیں گے، چاہے اس کے لئے جو بھی قدم اٹھانا پڑے، شرک وبدعت کا فتویٰ لگا کر یا صحابہ کے عمل کے خلاف بتا کر یا صدیوں پہلے کے بزرگوں کی زندگی میں یہ سب نہ ہونے کا بہانہ بنا کر، ہم طرح طرح کا حیلہ کریں گے، مگر ضرور روکیں گے۔

ایک داڑھی ٹوپی والا سنجیدہ قسم کا نوجوان آگے بڑھا، بولا: دس سال ہم نے مدرسے میں پڑھائی کی ہے، اب زمانہ پہلے والا نہ رہا، بریلی والے مجدد نے جانے کون سا جادو کر دیا ہے کہ مسلمانوں میں کم علم، شخص بھی اب ہمیں ٹکنے نہیں دیتا، بدعت کا نام سنتے ہی ہم پر سوالوں کی بوچھاڑ کر دیتا ہے، جلوس اور جھنڈے کو جب ہم بدعت بتاتے ہیں تو وہ لوگ سیدھا سوال کرنے لگتے ہیں، کہ دیوبند کا سالانہ جلسہ ختم بخاری کی تقریب، سندو دستار کی رسمیں، سیرت کے جلسے، تبلیغی دورے، لاؤڈ اسپیکر میں اذان، کیا یہ سب بدعت نہیں؟ ہماری زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں۔

ہم نے یہاں تک مکر سے کام لیا کہ" جشن بارہویں" کے نام پر جو روپے صرف ہوتے ہیں، انہیں کسی مریض کے علاج، یا غریب بچی کی شادی میں خرچ کر دیا جاتا، تو قوم کا بھلا ہوتا، ثواب بھی ملتا، اس پر ایک دنیا دار نے للکارتے ہوئے کہا کہ لوگ اپنی شادیوں میں لاکھوں روپے اڑاتے ہیں، ولیمہ اور ڈیکوریشن کے نام پر لاکھوں روپے جھونک ڈالتے ہیں، اپنے گھروں کی سجاوٹ اور فرنیچر میں، قیمتی اور مہنگی گاڑیوں میں، فرسٹ جنوری کے دن پکنک میں، بچوں کے برتھ ڈے اور اپنی شادیوں کی سالگرہ میں، لاکھوں لاکھ پھونک ڈالتے ہی، ان مواقع پر غریب بچے اور مریض کیوں نظر نہیں آتے۔

سچ بتاؤں دادا! اب تو ہماری ایک نہیں چلتی، ہمارے اپنے لوگ ہر ہر قدم پر شکست کھا رہے ہیں، ہماری لاکھ کوششوں کے باوجود، بارہویں کی دھوم بڑھتی جا رہی ہے، چھوٹے چھوٹے گاؤں اور دیہاتوں میں جلوس نکلنے لگے، جھنڈے لہرانے لگے، دادا! کچھ کرو، کچھ بتاؤ۔

ابلیس نے اپنی تھوتھنی گھمائی اور کھرکھراتی ہوئی آواز میں کہا: سنو! اب آخری حربہ بتا رہا ہوں، دلیل وثبوت کی باتیں مت کرو، شرک وبدعت کا داو بھی اب پرانا ہو گیا، اب تم لوگ" ہٹ دھرمی" اپنا شعار بنا لو، کوئی کچھ بھی کہے، قرآن وحدیث کھول کر رکھ دے، جشن بارہویں کے ثبوت میں، دیوبند کا ترجمہ اور وہابی علما کی تحریر بھی پیش کرے، تم ہٹ دھرمی کا دامن مت چھوڑنا، بس اسی پر اڑے رہنا، ہر وقت، ہر ایک بقیہ ص ۲۷ / پر

تقدونظر

از: غلام مصطفیٰ رضوی *

قادیانی فتنہ
اسلام کے خلاف اہلِ کلیسا کی سازش

تبصرہ

قادیانی تحریک اسلام مخالف قوتوں کی منظم سازش کا عملی نمونہ ہے، جس نے عقائدِ اسلامی کی فصیل میں شگاف ڈالنے کی کوشش کی اور ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں توہین کی جرأت کی، اس فرقے اور فتنے سے اُمتِ مسلمہ کے ہر فرد کا باخبر ہونا ضروری ہے تاکہ ان کے فتنہ وشر سے عقیدہ وایمان محفوظ رہ سکیں، 1857ء کی جنگِ آزادی میں سب سے نمایاں کردار علما نے ادا کیا، بایں سبب انگریز کو مسلمانوں کی ایمانی حمیت و غیرت کا اندازا ہو گیا، کہ جب تک مسلمان متحد رہیں گے ان کا اقتدار خطرے میں رہے گا، انگریز نے مسلمانوں میں انتشار و افتراق کو پروان چڑھایا، انھیں ایسے افراد مل گئے جو ان کے مشن کو فروغ دینے کا سبب بنے۔

انگریز کی کوششوں سے ''قادیانیت'' جیسے فرقے وجود پائے، قادیانیت کا بانی کذاب مرزا غلام احمد قادیانی تھا، جس نے 1900ء میں انگریز کے زیرِ اثر نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا؛ حالاں کہ مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضور رحمت عالم سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں اور خاتم النبیین، اس پر نصِ قطعی اور احادیث کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے، حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حکم پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے پہلے مدعیِ نبوت مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کی اور جاں فروشی کی مثال قائم کر کے اُمتِ مسلمہ کو درس دے دیا کہ ناموسِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے جانوں کا نذرانہ پیش کر دیا جائے اور کسی کذاب یا قادیانی کو پنپنے نہ دیا جائے؛ گویا اسوۂ صدیقی جھوٹے مدعیِ نبوت کی سرکوبی کے لیے رہنما اور رہبر ہے۔

انگریز نے قادیانیت کی ہر ممکن مدد کی اور آج بھی اس فتنے کو انگریز کی مکمل تائید وسرپرستی حاصل ہے، یہ پوری دنیا میں مال وزر کی بنیاد پر سرگرم ہیں، اور اپنے مکروفریب کے ذریعے ایمان کی دولت قلبِ مومن سے چھین لینا چاہتے ہیں۔

قادیانیت برطانوی حکومت کی سرپرستی میں پروان چڑھ رہی ہے، انھیں سٹیلائیٹ کی قوت مہیا کر دی گئی ہے اور ان کا ٹیلی ویژن 24 گھنٹے اپنے جھوٹے عقائد کی تشہیر کر رہا ہے، یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ یہودی مسلمانوں کے تو خون کے پیاسے ہیں لیکن اسرائیل میں قادیانیوں کو ہر طرح تبلیغ کی چھوٹ دے رکھے ہیں؛ اسی طرح روس میں جہاں کمیونزم کے نام پر مذہب کو پابند سلاسل کر دیا گیا تھا وہاں قادیانیت مستحکم ہے اور یہی کچھ سہولتیں جرمنی وفرانس اور دوسرے خطوں نیز مغربی ملکوں میں انھیں مہیا ہیں، تمام طاغوتی قوتیں قادیانیوں کے ساتھ کھڑی ہیں، بلکہ مشرکین بھی اب قادیانیوں سے ہمدردی جتا رہے ہیں۔

جب اس فتنے نے سر اُٹھایا تو علما نے اس کے سدِ باب میں کمر کس لی اور تصنیف وتقریر کے ذریعے قادیانیت کا ردِ بلیغ فرمایا، اس سلسلے میں علمائے حرمین طیبین نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی (م 1921ء) کی تحریک پر قادیانیوں اور ہم نوا فرقوں پر کفر کا فتویٰ صادر کیا جو 1324ھ میں جاری ہوا، امام احمد رضا نے اس فتنے کے رَد میں کتابیں لکھیں جو مطبوع ہیں، بریلی سے ایک مستقل ماہ نامہ بھی جاری فرمایا، کتابوں کے نام اس طرح ہیں: جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ، المبین ختم النبیین، السوء والعقاب علی المسیح الکذاب، الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی، قہر الدیان علی مرتد بقادیان۔

آپ کے فرزند اکبر علامہ حامد رضا خان قادری نے ''الصارم الربانی علی اسراف القادیانی'' تصنیف کی؛ جو 1315ھ میں مطبع حنفیہ پٹنہ سے اور بعد کو بریلی، لاہور وممبئی سے شائع ہوئی، اس

دور کے دیگر علما و مشائخ نے بھی اس فتنے کو بے نقاب کرنے میں جدو جہد کی، جن میں حضرت پیر مہر علی شاہ چشتی گولڑوی کا نام نمایاں ہے۔

مبلغ اسلام تلمیذ اعلیٰ حضرت علامہ شاہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی نے اسلام کی تبلیغ کے سلسلے میں پوری دنیا کا دورہ فرمایا، آپ نے افریقہ، سیلون، یورپ، انڈونیشیا، ملائیشیا، برما اور بلادِ عرب میں قادیانیت کے خلاف کام کیا اور مسلمانوں کو ان کے مکر و فریب سے آگاہ کیا، قادیانیت کے رد میں آپ کی انگریزی تصنیف The Mirrior بیرون ممالک بہت مقبول ہوئی؛ اس کا عربی ترجمہ "المرآۃ" کے نام سے ہوا، اردو میں ''مرزائی حقیقت کا اظہار'' تحریر فرمائی، جس کا ملائیشیا کی زبان میں جب ترجمہ شائع ہوا تو وہاں کے مسلمانوں میں تحریک اُٹھی اور قادیانیت کا داخلہ ممنوع قرار دیا گیا، علما کی کوششوں سے 1974ء میں پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا جس کے لیے باقاعدہ بل منظور کیا گیا اور آئین کا حصہ بنا دیا گیا، جس کا خلاصہ اس طرح ہے:

''جو شخص محمد ﷺ جو آخری نبی ہیں کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا جو محمد ﷺ کے بعد کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے وہ آئین یا قانون کی اغراض کے لیے مسلمان نہیں ہے۔''

(ماہ نامہ ضیائے حرم لاہور، دسمبر 1974ء، ص 35-36)

قادیانی تحریک کے سدِ باب میں خلیفۂ اعلیٰ حضرت پروفیسر الیاس برنی (پروفیسر معاشیات جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن) کی تصنیف ''قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ'' نے اہم کردار ادا کیا، اس تصنیف نے عالمی شہرت پائی، اس کی جامعیت کی پیر مہر علی شاہ چشتی گولڑوی نے بھی داد دی، آپ نے انگریزی میں بھی اس موضوع پر وقیع کام کیا۔

موجودہ دور میں قادیانیت کو مزید مستحکم کرنے کے لیے اسلام مخالف قوتیں تعاون فراہم کر رہی ہیں اور مادی و جدید ٹکنالوجی کے سہارے قادیانی فتنہ مسلمانوں کی تباہی کے درپے ہے، مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ عقیدۂ ختم نبوت کی نشر و اشاعت کریں اور ہر مسلمان کو اس عقیدے کی اہمیت سے باخبر کریں، اس پر کتابوں کو مختلف زبانوں میں شائع کریں، اخبارات بھی اپنا کردار نبھائیں اور قادیانیت کے رد میں ذہن سازی کر کے اُمتِ مسلمہ کے ایمان و ایقان کے تحفظ کا فریضہ سر انجام دیں۔

قادیانی نت نئے طریقے سے سرگرم ہیں، ہند کی غریب مسلم آبادیوں کا ایمان وہ مالی آسائشوں سے خریدنا چاہتے ہیں، سماجی و فلاحی کاموں کی آڑ میں اپنا دائرہ پھیلانا چاہتے ہیں اور اس سلسلے میں انھیں در پردہ فرقہ پرست تنظیموں کی حمایت بھی حاصل ہے؛ امریکہ نواز حکومتیں ان کی معاون ہیں؛ تو کیا ہماری ذمہ داری نہیں کہ ہم بیدار ہو کر قادیانیت کا رد اور سد باب کریں؟ اس کے سد باب کا کامیاب لائحۂ عمل یہی ہوگا کہ آقا رحمت عالم ﷺ کی ختم نبوت کا موضوع سرفہرست رکھ کر اس کی اشاعت و تبلیغ کی جائے اور یہ ایمانی تقاضا بھی ہے، امید کہ اصحابِ بصیرت اس سمت کوئی مؤثر اور فوری اقدام کریں گے۔

بزمِ آخر کا شمع فروزاں ہوا
نور اول کا جلوہ ہمارا نبی ﷺ

◆◆◆

ص ۵۶ کا بقیہ........................

امام اہل سنت سیدی سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے شاعری کے جس باب میں قدم رکھا ہے، اس میں اپنے سکے جما دیئے ہیں اور بارگاہ رسالت مآب میں نذرانۂ محبت پیش کرنے کے لئے عاشقوں کو افراط و تفریط سے پاک ترانہ عطا فرمایا ہے، سچ کہا ہے۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

مولیٰ تعالیٰ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے حضرت مولانا محمد رفیق رضا صاحب ممبئی کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور حضور سیدی سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مزید فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلوات اللہ وتسلیماتہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

◆◆◆

از: حافظ افتخار احمد قادری*

شانِ حضور غوثِ اعظم

اصلاح و افکار

کہتے ہیں کہ تقویٰ کے تین درجے ہیں، اوّل: شرک و کفر سے بیزار ہوکر دائمی عذاب سے بچنا، دوم: ایسے اقوال وافعال سے بچنا جن سے گناہ لازم آئے، سوم: ہر اس چیز سے بچنا جو آدمی کو حق سے غافل کردے اور کامل طور سے خدا کی طرف متوجہ ہونا، اسی کو کہتے ہیں طاعۃ الابرار سیئات المقربین۔

حضرتِ شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے یوں بیان فرمایا ہے:

عاصیاں از گناہ توبہ کنند
عارفاں از عبادت استغفار

یعنی: گناہ گار لوگ تو اپنے گناہوں سے توبہ کرتے رہتے ہیں مگر عارفین حق اپنی عبادت کو ناقص سمجھتے ہوئے معافی کے طلبگار رہتے ہیں۔

اس سلسلے میں اولین کردار رزق کا ہے، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ جسم جنت میں نہیں داخل ہوگا جس نے حرام غذا استعمال کی ہے، ایک دوسری حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے رزق حلال سے بہتر غذا انسان کے لیے کچھ بھی نہیں ہے، حرام و ناجائز غذا سے قلب انسانی جو تجلیات ربانی کا مسکن ہے وہ مردہ ہوجاتا ہے بے نور و بے سرور ہوجاتا ہے، مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ؎

علم و حکمت زاید از لقمہ حلال
عشق و رقت زاید از لقمہ حلال
چوں از تو حسد بینی دوام
جہل و غفلت زاید آں را داں حرام

”حلال لقمے سے علم و حکمت کا ظہور ہوتا ہے سوز و گداز اکل حلال ہی کا ثمرہ و نتیجہ ہوتا ہے لیکن اس کے برخلاف جب تم دیکھو کہ غذا سے حسد و جلن غفلت و نادانی وغیرہ خبیث افعال کا ظہور ہو رہا ہے تو ایسے لقمے کو حرام سمجھو۔“

یہی وجہ ہے کہ اربابِ طریقت جو آیت کریمہ ”انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء“ اور احادیثِ مبارکہ ”العلماء ورثۃ الانبیاء“ اور ”علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل“ کے صحیح معنی میں مصداق ہیں۔

ان کے یہاں سب سے پہلا درجہ اکل حلال کا ہے پھر صدق مقال چنانچہ ہر سالک خواہ وہ مبتدی ہو یا منتہیٰ سب کے لیے ایسا لازم ہے کہ اس کے بغیر راہ طریقت پر چلنا یا اس کا مدعی ہونا خام خیال ہے۔

دانائے رموزِ شریعت واقف اسرارِ طریقت غواص بحر حقیقت و معرفت مقتدائے جملہ مشائخ حضور سیدی غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ از روئے خاندان ممتاز و منفرد ہیں، کیونکہ جس خاندان عالیشان کو نسبت و قرابت رسول کا شرف حاصل ہو، جس کے حق میں آیہ تطہیر نازل ہو، پھر اس مقدس گھرانے کی مثیل و نظیر کس طرح ممکن ہو سکتی ہے۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

سرکارِ اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی مسلم ہے کہ جو جتنے اہم رتبے اور مقام پر فائز ہوا اس میں ویسے ہی کمالات، علم و حلم، صبر و شکر، تقویٰ و پرہیزگاری، زہد و ورع، امانت و دیانت، سخاوت و قناعت اعلیٰ اخلاق و کردار جیسی دولتِ بے بہا بھی بدرجہ اتم موجود

* مضمون نگار کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت، یوپی کے متوطن ہیں۔

ہو بلکہ یہی باتیں اس کے حق میں اساس وکلید کی حیثیت رکھتی ہیں۔

اسی مذکورہ بالا اصول کی روشنی میں غوث الثقلین نجیب الطرفین شیخ العالم غوث الاعظم محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اوران کے والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زہد وورع اوران کے فضل وکمال کا جائزہ لیں، ہمارے یہاں مشہور ہے کہ جوانی دیوانی ہوتی ہے، سچ ہے انسان سے جوانی میں کبھی لغزشیں واقع ہوتی ہیں اس لیے کہ''الشاب شعبته من الجنون'' جوانی جنون کا ایک حصہ ہے، مگر اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی مسلم ہے کہ جن نفوسِ قدسیہ پر خداوند عالم اپنا فضل فرمائے، وہ ہرگز ہرگز نفس کی شرارتوں کا شکار نہیں ہوسکتے۔

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے والد ماجد حضرتِ شیخ ابو صالح موسیٰ جنگی دوست رحمۃ اللہ علیہ کا عالم شباب ہے، وصول الی اللہ کی راہ پر گامزن ہیں، شب وروز اپنے مقصودِ اصلی کے لیے سرگرداں ہیں ریاضت ومجاہدہ کی کٹھن راہ سے گزر رہے ہیں، فاقے سے کئی دن گزر گئے ہیں، نفس الجوع الجوع کی صدا پیہم لگا رہا ہے، اسی حالت میں دریا کے کنارے سے آپ کا گزر ہوتا ہے اچانک ایک سیب دریا میں بہتا ہوا نظر آیا آپ نے اسے اٹھا کر کھالیا، لیکن فوراً ہی دل میں یہ خیال گزرا کہ جو سیب میں نے کھایا ہے، خدا جانے کس کا تھا، بلا اجازت کھانا اچھا نہیں چلو مالک کو تلاش کر کے اس سے معافی مانگی جائے، دریا کے کنارے جس جانب سے وہ سیب بہتا ہوا آیا تھا، ادھر چل پڑے کچھ دور چلنے کے بعد ایک باغ نظر آیا آپ نے دریافت کیا یہ باغ کس کا ہے؟

بتانے والے نے حضرتِ عبد اللہ صومعی کا نام لیا، یہ حضرتِ عبد اللہ صومعی خود بلند پایہ خدا ترس بزرگ تھے، حضرتِ ابوصالح ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معافی چاہی، حضرتِ عبد اللہ صومعی اپنے نور فراست سے سمجھ گئے کہ یہ نوجوان اور نوجوانوں کی طرح نہیں ہے، انہوں نے پہلے یہ شرط پیش کی کچھ دنوں تک باغ کی رکھوالی منظور کی جائے پھر سیب کی معافی کی بابت کچھ کہا جائے گا، حضرتِ ابوصالح نے پوری امانت ودیانت داری کے ساتھ مدت معینہ تک باغ کی رکھوالی کی اور پھر باغ کے مالک سے معافی کے طلبگار ہوئے، مالک باغ نے کہا میری ایک لڑکی ہے جو لنگڑی، لولی، بہری اور گونگی ہے اس سے تمہیں نکاح کرنا ہوگا، سیب کی معافی کے پیشِ نظر حضرتِ ابوصالح نے بلا چوں چرا قبول فرمالیا۔

یہ ایسی شرط تھی کہ حضرتِ ابوصالح کی جگہ کوئی اور انسان ہوتا تو پاؤں تلے سے زمین کھسک جاتی لیکن قربان جاؤں ان نفوسِ قدسیہ پر جن کے یہاں آخرت کی ذلت ورسوائی کے خوف کے مقابلے ناپائیدار دنیا کی تکلیف ومصیبت آلام ومصائب اور ذلت ورسوائی کی کوئی وقعت ہی نہیں تھی آخرت کی فلاح وبہبودی اور خدا و رسول کی رضامندی وخوشنودی سے زیادہ عزیز کوئی پونجی نہ تھی وہ کب اور کیوں کر اس شرط کو قبول نہ فرماتے۔

شب کو جب حجرہ عروسی میں تشریف لے گئے تو کیا دیکھتے ہیں یہاں تو حسن وجمال کی پیکر بہت ہی حسین وخوبصورت صحیح و تندرست، سلیم الاعضا لڑکی بیٹھی ہے، فوراً ہی الٹے قدم واپس ہو کر مالک باغ حضرتِ عبد اللہ صومعی کی خدمت میں حاضر گزار ہوئے کہ شاید حجرے میں غلطی سے کوئی دوسری لڑکی چلی گئی ہے، حضرت عبد اللہ صومعی نے فرمایا میرے فرزند میں نے اپنی دختر نیک اختر کی جو صفات بیان کی تھیں ان کا مطلب یہ ہے کہ میری لڑکی نے اپنی نگاہوں سے کبھی کسی غیر محرم کو نہیں دیکھا ہے، کبھی ناجائز جگہوں کی طرف اپنا قدم نہ اٹھایا ہے، کسی ممنوع چیز کو اپنے ہاتھ سے نہیں چھوا، کسی ناجائز بات کو اپنے کانوں سے نہیں سنا، حق کے خلاف کبھی اپنی زبان نہیں کھولی۔

لہٰذا وہ اندھی، لولی، لنگڑی، بہری اور گونگی ہے، اب اندازہ کیا جائے کہ جب حضورِ غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے والدین کریمین کے تقویٰ وپرہیزگاری، زہد وورع اور خوف خدا کا یہ عالم تھا پھر اس گلشن سے کھلنے والے پھول کا کیا عالم ہوگا، ڈاکٹر اقبال نے کہا ہے۔ ؎

بتولے باش پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرے بگیری

یہ امر مسلم ہے کہ ماں باپ کا اثر بچوں پر ضرور پڑتا ہے بچہ اپنے ماں باپ کا مجسم نمونہ ہوا کرتا ہے، یہی کچھ اسباب ووجوہ ہیں کہ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پوری زندگی ولادت سے وصال تک شریعت کی آئینہ دار رہی، آپ حیات ناپائیدار کی شب وروز میں ایک لمحہ کے لیے بھی جادہ مستقیم سے ذرہ برابر نہ ہٹے بلکہ آپ نے اتباع سنت کے سلسلے میں جبل استقامت بن کر ہر شیطانی منصوبے کو خاک میں ملا دیا اور اپنے پیش رو کے لیے باعثِ صد افتخار اور قیامت تک آنے والے طالبان حق کے لیے مشعلِ راہ بن گئے اور بطن مادر سے ظہور فرماتے ہی اپنی ولایت وکرامت فضل وشرف کا اعلان فرمایا۔

منقول ہے کہ شعبان المعظم کی انتیس تاریخ تھی سورج اپنی منزل طے کر چکا تھا لوگوں کی نگاہیں افق پر لگی ہوئی تھیں لیکن بادل کے سبب چاند نہیں دیکھا جاسکا ہر طرف چاند کا چرچا تھا، اہل ایمان متردد ہیں کہ چاند ہوا یا نہیں؟ ادھر حضرتِ ابوصالح کے چاند دنیائے ولایت وکرامت کے سلطان نے اگلے روز طلوع صبح صادق سے پستان مادر سے منہ نہیں لگایا ہے، آپ کی یہ بات لوگوں میں پھیلنے لگی حتیٰ کہ شدہ شدہ پورے گیلان میں یہ خبر عام ہوگئی کہ سادات کرام میں ایک بچہ پیدا ہوا ہے جو طلوع صبح صادق سے غروب آفتاب تک ماں کا دودھ نہیں پیتا، یہ ہے حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اتباع شریعت کا حال کہ بحالت شیر خوار ای بھی آپ نے روزہ نہیں چھوڑا، بلکہ دیگر اہلِ ایمان کو اپنے روزے سے چاند کی شہادت عطا فرمائی اور اپنے مادر زاد ولی ہونے کا اعلان کیا، حضرتِ جمیل الرحمٰن قادری بریلوی فرماتے ہیں۔

رہے پابند احکام شریعت ابتدا ہی سے
نہ چھوٹا شیر خواری میں بھی روزہ غوثِ اعظم کا

اسی ایک واقعہ سے اچھی طرح یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کا بچپن کتنا مقدس اور پاکیزہ گزرا ہوگا، آپ ابھی چھوٹے ہی تھے کہ والد ماجد حضرتِ شیخ ابوصالح رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا، والدہ ماجدہ نے تربیت فرمائی اہل گیلان سے علوم دینیہ حاصل کرتے رہے یہاں تک کہ وہ دن بھی آ گیا کہ آپ اپنی والدہ کے سامنے التجائے شوق لیے دست بستہ حاضر ہیں، امی جان اجازت ہو تو بغداد جا کر اپنے جدِ کریم مسیح دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت حاصل کروں، والدہ رحمۃ اللہ علیہا کی عمر اس وقت تقریباً اٹھتر سال تھی لیکن اس کبر سنی کے باوجود خوشی کے ساتھ اجازت عطا کر دی اور چالیس اشرفیاں آپ کی صدری میں سی دیں اور ارشاد فرمایا بیٹا کیسی ہی مصیبت کی گھڑی سر پہ کیوں نہ کھڑی ہو لیکن جھوٹ ہرگز نہ بولنا۔

ایک قافلے کے ہمراہ بغداد شریف کا ارادہ کر کے نکلے جب یہ قافلہ ہمدان سے کچھ آگے نکلا ڈاکوؤں نے قافلے کو لوٹ لیا، ایک ڈاکو حضور غوث الاعظم کی خدمت میں آیا اور پوچھنے لگا لڑکے تمہارے پاس بھی کچھ ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں میرے پاس چالیس اشرفیاں ہیں اس ڈاکو نے سوچا شاید یہ لڑکا مذاق کر رہا ہے اور آگے بڑھ گیا دوسرے ڈاکو سے چرچا کیا وہ لوگ بھی حضور غوث الاعظم کے پاس آئے وہی سوال وجواب ہوا ان ڈاکوؤں نے اپنے سردار کو بتایا ڈاکوؤں کا سردار بھی آپ کے پاس آکر پوچھتا ہے لڑکے سچ سچ بتا کیا تمہارے پاس بھی کچھ ہے؟ آپ نے فرمایا میرے پاس چالیس اشرفیاں ہیں دیکھا گیا تو حقیقتاً چالیس اشرفیاں برآمد ہوئیں، یہ دیکھ کر ڈاکوؤں کے حیرت کی انتہا نہ رہی، سردار نے پوچھا تم جانتے ہو ہم ڈاکو ہیں لوگ ہم سے اپنے مالوں کو چھپاتے ہیں پھر تم نے اپنی اشرفیوں کو کیوں ظاہر کر دیا؟ آپ نے فرمایا گھر سے چلتے وقت والدہ ماجدہ نے مجھ سے فرمایا تھا بیٹا کبھی جھوٹ مت بولنا۔

لہٰذا میں نے تمہیں سچ سچ بتا دیا یہ سن کر ڈاکوؤں کا سردار بہت ہی متاثر ہوا اور کہنے لگا لڑکے تم نے اپنی ماں کی حکم کی خلاف ورزی نہیں کی ہائے افسوس! میں نے برسہا برس سے اپنے خالق ومالک کی نافرمانی کی یہ کہتا ہوا آپ کے قدموں میں گر پڑا اور توبہ کی جب اس کے ساتھیوں نے اپنے سردار کو توبہ کرتے دیکھا تو وہ سب بھی یہی کہ کر تائب ہو گئے کہ جب تم رہزنی میں ہمارے سردار تھے تو اب توبہ میں بھی تم ہمارے سردار ہو، اللہ تعالیٰ نے ان سب کو اپنے صالحین بندوں میں شامل فرمالیا۔ بقیہ ص ۲۷ پر

از: مفتی محمد صابر القادری فیضی*

حضور غوث اعظم کے ابتدائی حالات

حضور سیدنا غوث پاک رضی اللہ عنہ حضور سرور کائنات مخزن موجودات رحمت عالم ﷺ کے اخلاق وعادات کے مظہر کامل، حجۃ اللہ اور نائب رسول اللہ ہیں، اولیاے کرام اور مشائخ عظام نے آپ کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کیا اور آپ کی عظیم الشان عظمت کو یوں بیان کیا ہے کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر غم زدہ اور پریشان حال کی دستگیری فرماتے، ضعیفوں میں بیٹھتے، فقیروں کے ساتھ تواضع سے پیش آتے، بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت فرماتے، سلام میں پہل کرتے، لوگوں کی خطاؤں اور کوتاہیوں کو درگزر فرماتے، نذ ونیاز، ہدیہ و تحفہ قبول کرتے اور اسی وقت راہ خدا میں خرچ کر دیتے، تصرف کا یہ عالم تھا کہ ایک ہی مجلس میں بعض اوقات چار چار سو حاضرین کو ولایت کے منصب پر فائز فرما دیتے، آپ انتہائی رحم دل اور کریم النفس تھے، شجاعت و بہادری ایسی کہ خلیفۂ وقت کو منبر پر بیٹھے للکار کر خلاف شرع امور سے روکتے، صدق وصفا میں درجۂ کمال رکھتے تھے۔

امانت کے پاسبان، عدل وانصاف کے پیکر، عفو و درگزر فرمانے والے، حلم وحیا میں بے مثل وبے مثال، مروت ومؤدت میں بے نظیر اپنی ذات کے لئے کبھی بدلہ نہ لیتے، آپ کی شان میں کوئی بے ادبی کرتا تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو سزا دیتا، بھوکوں کو کھانا کھلانا اور محتاج، یتیم اور بیوہ کی حاجت روائی کرنا آپ کی عادت میں شامل تھا، آپ بیماروں کی عیادت فرماتے، دعوت قبول فرماتے، اثر انگیز نصیحت آمیز وعظ فرماتے، آپ کے وعظ میں بہت سے یہودی، عیسائی غیر مسلم اسلام قبول کرتے اور بے شمار گنہگار تائب ہوتے، اس طرح کے تمام اوصاف واخلاق کی حامل آپ کی ذات باہرکات تھی۔

ایں سادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

نسبی شرافت، خاندانی وجاہت، علمی جلالت وعظمت، کمال ولایت وکثرت کرامت یہ سب آپ کی وہ خصوصیات ہیں جو بہت کم اولیا کو حاصل ہوتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ حضور سیدنا غوث پاک رضی اللہ عنہ کو تقریباً نو سو برس سے زائد کا طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود آپ کی شہرت ومقبولیت کے آفتاب وماہتاب کو کبھی گہن نہیں لگا، ہمیشہ آپ کی ولایت وکرامت کا ڈنکا چہار دانگ عالم میں بجتا رہا، آج بھی آپ کی عظمتوں اور کرامتوں کا سورج اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ چمک رہا ہے اور تا قیام قیامت چمکتا ہی رہے گا، امام عشق ومحبت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کیا ہی خوب فرماتے ہیں۔

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا
سورج اگلوں کے چمکتے تھے چمک کر ڈوبے
افق نور پہ ہے مہر ہمیشہ تیرا

نسب مبارک

اسم گرامی: سید ''عبدالقادر'' رضی اللہ تعالیٰ عنہ کنیت ''ابو محمد'' لقب ''محی الدین، غوث اعظم، محبوب سبحانی، پیران پیر دستگیر۔''

مقام ولادت: ایران کے ایک شہر ''گیلان'' (جیلان)

تاریخ ولادت: یکم رمضان المبارک ۴۷۰ھ۔

تاریخ وصال: ۱۱ر ربیع الآخر ۵۶۱ھ مزار انوار بغداد شریف، عمر شریف اکانوے سال، والد گرامی حضرت ابو صالح موسیٰ جنگی دوست والدہ ماجدہ ام الخیر فاطمہ ثانی۔

قطب ربانی، غوث صمدانی، حضور سیدنا محی الدین شیخ عبدالقادر

اسلاف واخلاف

* مضمون نگار جامعہ عربیہ رحمانیہ، رحمن گنج ضلع بارہ بنکی کے پرنسپل ہیں۔

جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ولادت پاک یکم رمضان المبارک ۴۷۰ھ کو ایران کے ایک شہر گیلان میں ہوئی، آپ کے والد گرامی وقار سید ابوصالح موسیٰ جنگی دوست اور والدہ محترمہ ام الخیر فاطمہ ثانی کا شجرہ نسب اس طور پر ہے کہ حضور سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد گرامی کا سلسلہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے اور والدہ محترمہ کی طرف سے سلسلۂ نسب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے، اس لئے آپ خاندانی شرافت اور نسبی وجاہت کے اعتبار سے نجیب الطرفین یعنی حسنی اور حسینی سید ہیں، اسی کو سرکار اعلیٰ حضرت اس انداز میں بیان فرماتے ہیں۔ ؎

تو حسینی حسنی کیوں نہ محی الدیں ہو
اے خضر مجمع بحرین ہے چشمہ تیرا

آپ کے ماں، باپ کا تقویٰ

حضور سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد گرامی حضرت شیخ ابوصالح موسیٰ جنگی دوست رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولی کامل اور بلند پایہ کے بزرگ تھے، ایک دن رمضان شریف میں آپ کہیں تشریف لے جا رہے تھے، راستے میں دریائے دجلہ پار کرنا پڑا، اس میں ایک سیب بہتا ہوا جب آپ کے قریب آیا تو آپ نے اس سیب کو اٹھا لیا اور اسی سے روزہ افطار کیا، افطار کے بعد خیال آیا، خدا جانے یہ سیب کس کا تھا اور کیسے ندی میں بہہ گیا اور ہم نے مالک کی اجازت کے بغیر کیسے کھالیا، یہ آپ کو تقویٰ کے خلاف محسوس ہوا، خیال آیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن یہ سیب عذاب کا سبب بن جائے اور ہم خدا کی بارگاہ میں مجرم قرار پائیں، یہ سوچ کر آپ وہاں سے اٹھے اور اپنا قصور معاف کرانے کے لئے سیب کے مالک کی تلاش میں دریا کے کنارے کنارے چل دیئے، کافی دیر تک چلنے کے بعد ایک عظیم الشان باغ نظر آیا جس کی کچھ شاخیں پھلوں سے لدی ہوئی پانی کی سطح پر جھکی ہوئی تھیں اور ہوا کے جھونکوں سے پکے ہوئے پھل ٹوٹ ٹوٹ کر پانی میں گر رہے تھے، آپ کو یقین ہو گیا کہ جو پھل میں نے کھایا ہے وہ اسی باغ کا تھا، پھر آپ نے اس باغ کے مالک کی جستجو کی تو معلوم ہوا کہ اس باغ کے مالک ایک خدا رسیدہ بزرگ حضرت سید عبداللہ صومعی ہیں، آپ ان کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔

حضرت سید عبداللہ صومعی رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے عطا فرمودہ روحانی کشف سے جان لیا کہ یہ جوان نیک طینت اور صالح طبیعت کا حامل ہے، فرمایا: اے جوان صالح! اس غلطی کو میں اس وقت معاف کروں گا جب تو دس سال تک میرے باغ کی دیکھ بھال کرے گا، حضرت ابوصالح موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حکم پاتے ہی باغ کی خدمت میں مشغول ہو گئے، جب دس سال کا طویل عرصہ گزر گیا تو حضرت عبداللہ صومعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو بلا کر فرمایا کہ ابھی ایک شرط اور باقی ہے، اسے بھی انجام تک پہنچانے کے بعد معافی ملے گی۔

وہ شرط یہ ہے کہ میری ایک لڑکی ہے جس میں پانچ عیب ہیں: پہلا عیب وہ اندھی ہے، دوسرا عیب وہ بہری ہے، تیسرا عیب وہ گونگی ہے، چوتھا عیب وہ لُولی ہے، پانچواں عیب وہ لنگڑی ہے، اس سے آپ کو نکاح کرنا ہوگا۔

حضرت ابوصالح موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر سوچ میں پڑ گئے، ایک طرف سیب کی معافی کا سوال تھا اور دوسری طرف ایسی عورت سے نکاح کرنا جو اپاہج ہے، ساری زندگی کا مسئلہ تھا، آخر ایسی عورت کے ساتھ ساری زندگی کیسے کٹے گی، اس تصور ہی نے از حد پریشان کر دیا، ان کے ذہن میں طرح طرح کے خیالات ہجوم بن کر آئے، آخر فیصلہ کیا کہ زندگی فانی ہے، جوانی بھی چند دن کی مہمان ہے، چناں چہ حضرت شیخ صالح ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے منظور ہے، میں آپ کی اپاہج بیٹی کے ساتھ نکاح کرنے کو تیار ہوں، یہ سن کر حضرت عبداللہ صومعی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کا نکاح آپ سے کر دیا، جب حضرت ابوصالح موسیٰ رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کے پاس گئے تو دیکھا کہ ایک نہایت ہی خوبصورت تندرست وتوانا لڑکی بیٹھی ہے، جس کے تمام اعضا صحیح وسالم ہیں، اس حسن و جمال کے پیکر کو دیکھ کر خیال کیا شاید میں کسی اور لڑکی کے پاس آ گیا ہوں، جلدی سے باہر نکل آئے،

حضرت سید عبداللہ صومعی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: حضور! حجرے میں کوئی اور لڑکی موجود ہے جس کے سارے اعضا صحیح وسالم ہیں، میں غلطی سے وہاں چلا گیا، حضرت سیدنا عبداللہ صومعی نے فرمایا: جوان صالح! وہی تیری بیوی ہے۔

میں نے اپنی بچی کے جو اوصاف بیان کئے تھے، اس کا مطلب یہ تھا: وہ اندھی ہے یعنی اس نے کبھی کسی نامحرم کو نہیں دیکھا، وہ گونگی ہے یعنی اس نے کبھی بدکلامی نہیں کی، وہ بہری ہے یعنی اس نے آج تک کسی غیر مرد کی آواز نہیں سنی، وہ لُولی ہے یعنی اس نے کبھی کسی بری چیز کو ہاتھ نہیں لگایا، وہ لنگڑی ہے یعنی اس نے کبھی اپنے قدم کو برے راستے پر نہیں رکھا۔

یہ حضرت عبداللہ صومعی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں، جن کا نکاح حضرت شیخ ابوصالح موسیٰ رضی اللہ عنہ سے ہوا، جو ایک ولی کامل کی بیٹی تھیں اور ولی کامل کی بیوی بنیں اور پھر انہیں پاک طبیعت خاتون حضرت ام الخیر فاطمہ ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن پاک سے پیران پیر دستگیر غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے اور اس مقدس ماں کو سردار اولیا سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دودھ پلانے اور گود میں لینے کا شرف حاصل ہوا۔ (بہجۃ الاسرار ص ۲۶۲)

آپ کا بچپن

آپ مادرزاد ولی ہیں، چنانچہ ولادت کے بعد ہی آپ کی یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ آپ رمضان شریف میں طلوع فجر سے غروب آفتاب تک کبھی دودھ نہیں پیتے تھے، یعنی رمضان شریف کے پورے مہینے آپ روزہ رکھتے تھے اور جب افطار کا وقت ہوتا، مغرب کی اذان ہوتی تو آپ دودھ پینے لگتے، آپ کی یہ کرامت اس قدر مشہور ہوئی کہ جیلان کے ہر طرف یہ شہرہ اور چرچا تھا کہ سادات کے گھرانے میں ایک ایسا بچہ پیدا ہوا ہے جو رمضان المبارک میں دن بھر دودھ نہیں پیتا۔ (قلائد الجواہر، ص ۳)

رہے پابند احکام شریعت ابتدا سے ہی
نہ چھوٹا شیر خواری میں بھی روزہ غوث اعظم کا

امام عشق ومحبت سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری فاضل بریلوی علیہ الرحمہ یوں فرماتے ہیں ٭ (از: ڈاکٹر محمد احمد نعیمی)

غوث اعظم امام التقیٰ والنقیٰ
جلوۂ شان قدرت پہ لاکھوں سلام

غیبی آواز

حضور سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بچپن ہی سے لہو لعب سے متنفر اور دور رہے، آپ نے خود اپنے بچپن کے حالات بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جب کبھی میں بچوں کے ساتھ کھیلنے کا ارادہ کرتا تو ایک غیبی آواز آتی، کوئی کہنے والا مجھ سے کہتا ہے کہ اے برکت والے بچے! میری طرف آجا۔ (بہجۃ الاسرار، ص ۵۰)

الیّ یا مبارک آتی تھی آواز خلوت میں
یہ دربار الٰہی میں ہے رتبہ غوث اعظم کا

معلوم ہوا کہ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بارگاہ خداوندی میں کس قدر اونچا مقام ہے۔

آپ کا علم ولایت

حضور سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں عرض کیا گیا کہ آپ کو اپنی ولایت کا علم کب ہوا؟ تو آپ نے فرمایا کہ دس برس کی عمر میں جب میں مکتب میں پڑھنے کے لئے جاتا تھا تو راستے میں میرے پیچھے پیچھے فرشتے چلتے نظر آتے تھے پھر جب میں مکتب میں پہنچتا تو ان کو یہ کہتے ہوئے سنتا کہ ''افسحوا لولی اللہ۔ یعنی اللہ کے ولی کے لئے بیٹھنے کی جگہ دو اور یہ آواز تمام مکتب والے سنتے تھے۔ (قلائد الجواہر، ص ۹)

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا

حضور سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضل وکمال، جود ونوال، علم وادراک بے شمار ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمیں ان کے حالات زندگی، تقویٰ و پرہیزگاری سے عبرت حاصل کر اُن کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرنی چاہیئے، دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب اعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل اپنی توفیق سے ان کے نقش قدم پر چلائے، آمین بجاہ سید المرسلین۔

◆◆◆

اسلاف واخلاف

از: مفتی صابر رضا محب القادری نعیمی*

مخدوم بہار اور امام احمد رضا

دعوت وابلاغ کے بنیادی اسباب و وسائل اور عوامل و محرکات میں زبان وادب ایک اہم عنصر ہے، داعی دین کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے مدعو اور مخاطب ک کے سامنے قابل فہم زبان استعمال کرے؛ یہی وجہ ہے کہ سارے انبیا ورسل علیہم الصلاۃ والسلام اپنی قوم کی زبان میں بھیجے گئے، قرآن حکیم میں ہے:

”وَ مَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ ترجمہ: اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا کہ وہ انہیں صاف بتائے پھر اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور وہ راہ دکھاتا ہے جسے چاہے اور وہی عزت حکمت والا ہے۔“(۱)

خاتم الانبیاء سید المرسلین ﷺ جس زمانے میں اور جہاں بھیجے گئے وہ دنیا کا وسط کہلاتا ہے، اس زمانے کی مرکزی زبان عربی تھی، اس لیے قرآن عربی زبان میں نازل ہوا اور رحمت عالم ﷺ نے دعوت وترسیل کا کام عربی زبان میں انجام دیا، دیگر انبیاو رسل میں سے کسی کی زبان عبرانی تو کسی کی سریانی وغیرہ رہی۔

اس پر پوری امت متفق ہے کہ محمد الرسول ﷺ آخری نبی اور رسول ہیں اور یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے بھی ہے اور ساتھ میں یہ بھی مسلم ہے کہ آپ ﷺ کا دین اور دعوت قیامت تک محتوی ہے، ظاہری حیات سے پردہ فرمانے کے بعد دعوت و تبلیغ اور رشد وہدایت کے حوالے سے اولیا، صوفیا اور علما حضور ﷺ کے وارث وامین ہیں، یہ ان کا منصبی فریضہ ہے کہ وہ اپنی قوم کی زبان میں قرآن وحدیث کی ترجمانی کرے، الحمدللہ اساطین امت اولیا صلحا نے دنیا بھر میں اس دعوتی اسلوب کو اپنایا اور مدعو قوم کی زبانوں میں کتب اور لٹریچرس وغیرہ تحریر کیے اور قرآن و حدیث کی تشریحات فرمائیں اور آج مختلف زبانوں میں اسلامی معلومات وتفہیمات اور رشد ہدایت کا ذخیرہ موجود ہیں۔

اسی منہج پر برصغیر ہندو پاک کی تاریخ عہد وسطیٰ انقلاب سے ماقبل کا دور جو کہ فارسی زبان وادب کے عروج کا دور تھا یہاں تک کہ مغلیہ سلطنت میں بھارت کی سرکاری غیر سرکاری دفاتر اور محکمے کی زبان فارسی رہی ہے، حالات اور تقاضے یہ تھے کہ فارسی زبان میں دین کی آبیاری کی جائے، اسی ضرورت کے پیش نظر صوفیا نے اپنی دعوت وارشاد خلق خدا کی نفع رسائی دستگیری میں فارسی زبان کے ذریعے اہم کردار ادا کیا، خلق کو دین اسلام قرآن فہمی حدیث دانی اس کے بیان ومعانی اور اسرار ورموز سے لوگوں کو آشنا کیا اور بڑی تعداد میں لوگ ان سے قریب ہوگئے اور اس کے یہ جو آج ہم اسلام کی بہاریں دیکھ رہے ہیں، یہ سب اسی کے موثر نتائج اور صوفیا کی کاشت کی ہوئی زمین کی فصلیں ہیں۔

اسلام کی خاطر نمایاں کارنامے انجام دینے والوں میں مخدوم الملک حضرت سیدنا شرف الدین یحییٰ منیری قدس سرہ المتوفیٰ ۷۸۲ھ کی شخصیت ممتاز نظر آتی ہے، حضرت مخدوم بہار کی کل تصانیف کی تعداد ۲۵۰۰ سے زیادہ بتائی جاتی ہے،(۲) آپ عربی فارسی دیگر زبانوں پر کامل عبور اور دسترس رکھتے تھے لیکن آپ کی زیادہ تر کتابیں فارسی زبان میں ہیں اور ان میں چند مشہور کتب ورسائل کے نام یہ ہیں:

مکتوبات صدی، توحید، شریعت وطریقت، روح کی حقیقت، خدمت خلق کی تعلیم، مکتوبات دوصدی، علم کی ضرورت علمی توجیہات، شرف آدم، صبر وشکر کی تعلیم، معوذتین، روح کا گھر میں آنا، خوف ورجا وغیرہ، مکتوبات بست وہشت، علم مکاشفہ، رب تعالیٰ کی معیت، ترک دنیا کی تعلیم، علم قلبی کا درس، مایوسی کے بعد نزول رحمت، علم

* مضمون نگار سورجا پور اتر دیناجپور بنگال میں مقیم ہیں۔

معرفت الٰہی کا ذریعہ، عشق کی تعریف، وغیرہ، معدن المعانی، رب تعالیٰ کی وحدت، عددی نہیں، حقیقی ہے، فرقہ شنویہ کا رد، مومن کی تکفیر میں عجلت نہیں، شرک خفی وجلی کی بحث، جوہر کی تعریف، ذات وصفات باری تعالیٰ، متشابہات کی بحث، وغیرہ، خوان پر نعمت، اقسام وحی اپنی ولایت کا علم، اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا مطلب، ولدان وغلمان کا فرق، ارادت ومشیت، سعید وشقی کی بحث، حضور کا فضل مسلم ہے، شرح آداب المریدین، درود وسلام کا بیان، کلام اللہ غیر مخلوق ہے، انبیائے کرام، سرکار دوعالم ﷺ کا فضل تمام انبیا پر اور خاتم النبیین کی بحث اور بالترتیب خلفائے راشدین عشرہ مبشرہ صحابہ عہد رسالت علم وعلما کے فضائل وغیرہ، فوائد رکنی، طہارت ظاہر وباطن، مشیت ایزدی، مراتب اولیا، فقر وقناعت، زہد وفقر وغیرہ۔

ان کے علاوہ ملفوظات زاد راہ، مونس المریدین، فوائد المریدین، ارشاد السالکین، مغز المعانی، مخ المعانی، رسائل مکیہ، رسائل اجوبہ، رسائل وجودیہ، رسائل وصول، فوائد غیبی، سبیل الرشاد، اسباب النجاۃ، راحت القلوب وغیرہ، یہ تمام کتب ورسائل عقائد ونظریات حقہ اصلاح احوال تزکیہ نفس اور علوم اسلامیہ کی ترویج میں نمایاں مقام رکھتے ہیں، مخدوم بہار کی تصنیفات عقائد اہلسنت کے احیا، باطل نظریات کے حاملین متصوفین کے رد وابطال ساتھ زبان وادب کے اعتبار سے فارسی ادب میں گراں قدر اضافہ ہے، مخدوم بہار کی مندرجہ بالا کتابوں میں مکتوبات کو غیر معمولی شہرت ملی، اپنے تو اپنے غیروں نے بھی اعتراف کیا ہے، مولوی علی میاں ندوی نے دعوت وعزیمت میں لکھا:

"نظم میں حکیم سنائی فرید الدین عطار، مولانا روم نے بہت کچھ فرمایا ہے، لیکن نثر میں مخدوم الملک بہاری شیخ احمد شرف الدین یحییٰ منیری کے مکتوبات سے زیادہ موثر طاقتور اور بلیغ تحریر نظر سے نہیں گزری ہے۔" (۳)

یقیناً آپ کے مکتوبات کا مجموعہ متلاشیان حق کے لیے بہترین رہنما اور قلب وروح کے مریضوں کے لیے موثر علاج اور اکسیر اعظم ہے، آج بھی اہل حق علما اور صوفیا اس سے استفادہ کرتے اور متمتع ہوتے ہیں، مکتوبات کے علاوہ فارسی ملفوظات کا بھی جواب نہیں، علوم وفنون حکمت ودانش اور صلاح وفلاح، تزکیہ وتصفیہ کے باب میں مکتوبات کی طرح آپ کے ملفوظات کو بھی نمایاں مقام حاصل ہے "معدن المعانی" اسم بامسمیٰ ہے۔

یہ صحیح معنوں میں علوم وفنون کا معدن ومخزن اور منبع ہے، علم قرآن وتفسیر، علم حدیث، اصول حدیث، فقہ واصول فقہ اور علم کلام وفلسفہ پر گفتگو کرتے ہوئے محققین کے سلطان ہونے کی حیثیت سے آپ متمکن نظر آتے ہیں، ضخامت کے اعتبار سے یہ کتاب ساڑھے چھ سو صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں پچاس ابواب ہیں اور ہر باب کے تحت علمی تحقیقی مباحث موجود ہیں، مکتوبات وملفوظات میں آپ کے بعد مجدد الف ثانی کے مکتوبات اور امام احمد رضا قدس سرہ کے ملفوظات اور دیگر بزرگ صوفیا کی کاوشات بھی ہیں، لیکن ان سب میں آپ امام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اب آئیے مخدوم بہار کی عظمت اور ان کی خدمات کی تفہیم کے لیے یہ اقتباس ملاحظہ کریں۔

"آٹھویں صدی ہجری میں ہندوستان کے اندر صوفیا کے لبادے میں متصوفین اسلام کا چہرہ مسخ کرنے لگ گئے تھے، اور علما کے لباس میں اہل ظاہر دین سے اس کی روح نکالنے کے درپے تھے، تو اس وقت کے عالم بے بدل اور صوفی زماں حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری علیہ الرحمہ نے نہ تو خانقاہ ومدرسہ کے کنج خمولی میں پناہ لی اور نہ متصوفین اور اہل ظاہر سے صلح کی بلکہ اپنے دربار فیض بار سب کی صلاح وفلاح کے لیے کھلا رکھنے کے ساتھ ساتھ اور عمل کی سپر لے کر میدان جہاد میں کود پڑے، اہل ظاہر کی کم علمی کو واضح اور متصوفین کی بدعملی کو اجاگر کر کے دونوں کو جادہ حق سے ہٹا ہوا بتایا اور اپنے علم وعمل کے ذریعہ قوم کو سیدھی راہ دکھائی اور صحیح منزل کی نشاندہی کی جیسا کہ آپ کی زندگی کا لمحہ لمحہ اور ملفوظات ومکتوبات کا ورق ورق اس پر شاہد عدل ہے۔" (۴)

قارئین مندرجہ بالا سطور مخدوم بہار کے اعتقاد ونظریات،

اور دینی مذہبی لسانی خدمات آپ کے عظیم مقام و مرتبہ کے عرفان کے لیے کافی ہیں، اگر آپ ان کی زندگی کا مطالعہ کریں گے تو سمجھ میں آئے گا کہ وہ ایک بڑے محدث محقق فقیہ صوفی اور انشا پرداز ادیب تھے، آپ کی نگارشات صرف فارسی نہیں بلکہ عربی ادب میں کامل مہارت کا ثبوت فراہم کرتی ہیں، بایں طور کہ اسلام میں ماٰخذ کی حیثیت رکھنے والی قرآن وحدیث سے لے کر تفسیری کتب کی اصل زبان عربی ہے اور آپ نے اس کے معانی ومفہوم کو فارسی زبان کے لباس میں لوگوں تک پہنچایا ہے، آپ کی انفرادی شان یہ بھی ہے کہ ہندوستان میں علم حدیث بخاری ومسلم کی باضابطہ تدریس کے آغاز کا سہرا بھی آپ ہی کے سر جاتا ہے اور آپ کی پوری زندگی احقاق حق ابطال باطل سے عبارت ہے، ایک طرف خدمت خلق اور دوسری جانب تعلق باللہ مخلوق سے ظاہری دوری کا یہ عالم کہ ایک طویل عرصہ تک بیہیا اور راج گیر کے جنگلوں میں جا کر عبادت و بندگی اور ریاضت ومجاہدہ کر رہے ہیں، درخت کے پتوں پر اپنا گذارہ فرما رہے ہیں۔

مخدوم بہار کے عقائد ونظریات قرآن وحدیث کے عین مطابق تھے اور زندگی بھر اسی کے داعی و مبلغ رہے، باوجود اس کے چودھویں صدی کے توہین رسالت کے مرتکب اسماعیلی گروہ نے اپنے مقتدا مولانا اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان کو حق اور درست ثابت کرنے اور باطل نظریات کو جواز فراہم کرنے کے لیے مخدوم بہار کی ذات کو استعمال کرنے کی سعی کی، مخدوم پاک کو مشق ستم بنایا، تو امام احمد رضا سپر بن کر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے دفاع کا مورچہ سنبھالا۔

مجدد اعظم امام احمد رضا فاضل بریلوی المتوفیٰ ۱۳۴۰ھ جو کہ مخدوم جہاں کے مداح اور ان کی علمی روحانی عظمتوں کے معترف ہیں، صرف معترف نہیں بلکہ یہ کہنا صدفی صد درست ہوگا کہ امام احمد رضا ان جیسے صوفیا کے صوفیانہ مشن اور داعیانہ تحریک کے وکیل وترجمان تھے، بظاہر مخدوم بہار اور امام احمد رضا کے درمیان تقریباً چھ سو سال کا عرصہ حائل ہے، لیکن عقائد واعمال اور علم روحانیت کے باب میں یکسانیت اس قدر کہ بال برابر بھی فرق نہیں، مخدوم بہار اور امام احمد رضا لسانیات کے باب میں بھی ایک دوسرے کے شریک وسہیم رہے ہیں، انہوں نے ایک ہزار سے زائد کتب ورسائل میں عربی اردو کے علاوہ فارسی ادب کے بھی جواہر پارے چھوڑے ہیں، راقم کے اس دعویٰ کے ثبوت میں دونوں بزرگوں کے تصانیف دیکھے جا سکتے ہیں، خدمت دین خواہ کسی بھی زبان میں ہو اور وہ مخدوم بہار ہوں یا اعلیٰ حضرت یا پھر دوسرے تمام اولیا ومحدثین ان کی تعلیمات دراصل قرآن واحادیث کا عطر مجموعہ ہے، ان کی تعلیمات سے انحراف کہیں نا کہیں قرآن وحدیث سے انحراف ہے، مخدوم بہار سے امام احمد رضا کی عقیدت ومحبت دیکھیں، اپنے شاگرد وخلیفہ ملک العلما حضرت مولانا سید ظفر الدین بہاری کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

''حضرت سیدنا مخدوم شرف الحق والدین بہاری منیری قدس سرہ کی طرف ایک ملفوظ بنام معدن المعانی بہار میں چھپا ہے یہاں اور لکھنو میں نہ ملا وہاں ملے تو ایک نسخہ مطلوب اور کسی معتمد جگہ اس کا کوئی قلمی نسخہ بھی معلوم کرنا ہے۔''(۵)

معدن المعانی کا ذکر اوپر گزر چکا، دونوں کے درمیان کا روحانی رشتہ دیکھیں! مخدوم بہار سلسلہ فردوسیہ کے مشہور بزرگ حضرت شیخ نجیب الدین فردوسی علیہ الرحمہ سے مرید تھے اور یہ سلسلہ مشہور سلسلہ سہروردیہ کی شاخ ہے، امام احمد رضا کو اس سلسلہ سے بھی خلافت واجازت حاصل تھی، مخدوم بہار کے سجادہ حضرت شاہ امین میاں فردوسی علیہ الرحمہ یہ امام احمد رضا کے معاصر بزرگ ہیں، ان کی سرپرستی میں بہار کی زمین سے آپ نے ندوہ وہابیہ دیابنہ کا رد وابطال فرمایا، عدم تقلید کے قائلین اور بعض نام نہاد مقلدین اسماعیلی تقویۃ الایمان کے توہین آمیز کفریہ عبارات کی تائید وصفائی میں مخدوم بہار کی جانب منسوب ایک متصوفانہ قول کو بطور دلیل پیش کرنے لگے، تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ مخدوم بہار جنہیں مسلمانوں کی اکثریت اپنا مقتدا و پیشوا مانتی ہے، انہوں نے بھی اسی نوعیت کی بات کی ہے جو آج تقویۃ الایمان میں مرقوم ہے، ایسے پرفتن ماحول میں امام احمد رضا نے ایک تحقیقی اور فقہی رسالہ بنام ''حجب العوار عن مخدوم بہار'' تحریر فرما کرامت مسلمہ کو

حقائق سے اشکارا کیا اور اپنے گمراہ کن عقائد کے اثبات و مبنی برحق پر ان کی جانب منسوب قول کا سہارا لینے والوں دندان شکن جواب دیا، یہ رسالہ دراصل ایک استفتا کے جواب میں ہے۔

داناپور پٹنہ سے ۸؍شعبان ۱۳۳۹ھ کو حنیف خان نام سے ایک شخص نے سوال کیا۔ بخدمت فیض درجت جناب اعلیٰ حضرت مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب مدظلہ گزارش یہ ہے کہ اسماعیل نے چمار کے لفظ سے مثال دی، یہاں کے غیر مقلدین کہتے ہیں، کہ مخدوم صاحب نے مینگنی سے مثال دی ہے، اس کا کیا جواب ہے حضور کا کوئی رسالہ یا فتویٰ اس بارے میں ہے یا نہیں۔

امام احمد رضا چاہتے تو مختصر وضاحت کے ساتھ جواب دے کر یا پھر داخل شطحیات بتا کر اپنا دامن چھڑا لیتے، لیکن نہیں انہوں نے اپنے ممدوح جو مخدوم الملک مخدوم بہار سلطان المحققین جیسی ارفع شان کے ساتھ دنیا جہاں میں متعارف تھے اور ان کی علمی روحانی شخصیت مسلم تھی، ایسی مقتدر ہستی کے جناب میں ایسی غلط بات منسوب کرنا جس سے امت گمراہی اور ذلت کی دبیز چادر تلے دب کر اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے، ایک بڑی سازش کا حصہ تھا اور بروقت علمی تحقیقی جواب دینا ضروری تھا، مخدوم پاک سے محبت ان کی عظمت وعقیدت اور روحانیت تقاضا کر رہی تھی، کوئی اٹھے اور جواب لاجواب سے پوری قوم کو گمراہ ہونے سے بچائے، لہٰذا امام احمد رضا نے ایسا ہی کیا، بتایا جاتا ہے کہ مخدوم بہار کی واحد شخصیت ہے، جن کے نام آپ نے یہ ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا۔

رسالہ کو پڑھیں گے تو معلوم ہوگا کہ مخدوم بہار پر لگائے گئے بے بنیاد سنگین الزام کے پرخچے اڑا دیئے گئے ہیں اور باطل ضال مضل طبقہ پر امام قہر الٰہی کی بجلی بن کر گرج رہے ہیں، اہل حق کے لیے مخدوم بہار کا فیضان بن کر برس رہے ہیں اور علما و محققین پر تحقیق تنقید و تنقیح اور استدلال کے دروازے کھلتے نظر آرہے ہیں، عقلی و نقلی دلائل اور منطقی گرفت کہ روشنی میں باطل نظریات کو جواز فراہم کرنے والوں کی قلعی کھلتی نظر آرہی ہے، ان کی مستتر منصوبہ بند ارادی مذموم خیالات کو جس انداز میں آپ نے طشت از بام فرمایا ہے یقیناً یہ آپ ہی کا حق ہے، اس کو پڑھنے والا آپ کی مجددانہ مجتہدانہ محققانہ شان کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا، اصل ونقل لاحق اور غیر لاحق کو پرکھنے کے جو اصول آپ نے بیان کئے ہیں، نہایت عمدہ اور معلوماتی ہیں۔

مخدوم بہار سے منسوب الزام کا جواب دیتے ہوئے آپ نے پہلی دلیل دی ہے، کوئی کتاب یا رسالہ کسی بزرگ کے نام سے منسوب ہونا، اس سے ثبوت قطعی کو مستلزم نہیں، بہت سے رسالے اکابر چشت کے نام منسوب ہیں، جس کا اصلاً ثبوت نہیں۔

دلیل ثانی: میں آپ فرماتے ہیں کسی کتاب کا ثابت ہونا، اس کے ہر فقرے کا ثابت ہونا نہیں ہے، بہت اکابر کی کتابوں میں الحاقات ہیں تفصیل کے لیے عارف باللہ امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمہ کی ''کتاب الیواقیت والجواہر'' کی جانب اشارہ فرمایا درمختار کے حوالے سے حضرت شیخ اکبر رضی للہ تعالیٰ عنہ کے کلام میں درمختار کے حوالے سے الحاقات کے ثابت ہونے پر دلیل دیئے، مخدوم بہار کی ایک فارسی کتاب عقائد ترجمہ عمدۃ الکلام سے ایک ملحقہ عبارت کی نشاندہی کی ہے، عبارت ہے:

''قریش اعلیٰ جد مصطفیٰ بود و او دو پسر داشت یکے را نام ہاشم بود و دوم را نام تیم بود پیغمبر از نسل ہاشم است و ابوبکر از نسل تیم است۔''

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا مخدوم بہار کے تقدس کو سامنے رکھتے ہوئے فرماتے ہیں، کوئی جاہل سے جاہل ایسی بات کہہ سکتا ہے کہ ہاشم کے باپ کا نام قریش تھا اور ان کے دو بیٹے تھے ایک ہاشم دوسرا تیم، ہم ہرگز ایسی نسبت بھی مخدوم صاحب کی طرف نہیں مان سکتے ضرور کسی جاہل کا الحاق ہے۔

دلیل ثالث: میں امام احمد رضا نے کسی مسلمان کی جانب کسی کبیرہ کی نسبت کرنا کتنا بڑا جرم ہے اور اس سے پیدا ہونے والی خرابیوں کو واضح فرمایا ہے اور دلائل میں احیاء العلوم، فتاویٰ حدیثیہ، مقدمہ ابن الصلاح، امام نووی کی تقریب، فتح القدیر، منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر، مجمع الازہر، کے حوالے سے اپنی دلیل کو مزین فرمایا۔

دلیل رابع: میں امام نے مخدوم پاک سے منسوب قول کے غیر الحاقی ہونے کی صورت میں اس عبارت کی شرعی اور نفیس توضیح فرمائی ہے، فرماتے ہیں:

''حقیقت امر یہ ہے کہ مخلوق کی دو قسم ہے، اوّل وہ کہ عظمت دینی رکھتے ہیں، جن کے سرو وسرور مطلق حضور سید المرسلین ﷺ پھر باقی حضرات انبیا و ملائکہ اولیا و اہل بیت وصحابہ پھر دیگر علما وصلحا واتقیا پھر سلاطین اسلام پھر عام مومنین گویا کہ تمام ذوات قدسیہ صحائف دینیہ صفات جمیلہ اعمال صالحہ اخلاق فاضلہ اور اماکن مقدسہ۔۔۔۔۔ کو شامل فرمالیا اور دوسری قسم کی وضاحت میں وہ کہ عظمت دینی سے اصلا بہرہ نہیں رکھتے، مثلاً کفار و مشرکین مرتدین پھر باقی ضالین نیز صفات رذیلہ اعمال خبیثہ اخلاق ازیلہ اور اماکن نجسہ''

دونوں قسموں کو قرآن وحدیث کتب فقہ سے مبرہن کیا اور فرمایا قسم اوّل کی تعظیم تعظیم الٰہی سے جدا نہیں بلکہ بعینہ اسی کی تعظیم تو محل غیر میں غیر اللہ اور خلق سے وہی مراد ہوتا ہے، جسے مولیٰ عزوجل سے علاقہ قرب نہیں علاقہ قرب والے تو جانب خالق میں ہیں نہ کہ جانب غیر ہیں، سبحان اللہ کیا نفیس تحقیق ہے امام احمد رضا کی جسے بھی انشراح صدر حاصل کرنا ہو وہ ضرور پڑھے، آگے لکھتے ہیں:

''صوفی کہ غیر خدا کی تحقیر کرے اور اسے اونٹ کی مینگنی سے حقیر تر جانے قطعاً اسی کی تحقیر کرتا ہے، جس کی تعظیم تعظیم الٰہی نہیں جسے مولیٰ عزوجل سے علاقہ نہیں ورنہ جانب خالق کی تحقیر کرے تو خود رب عزوجل کی تحقیر کریگا یہ صوفی کا کام ہوگا یا ابلیس لعین کا ملعون ملعون ملعون ہے وہ کہ اس سے یہ سمجھے کہ مصحف شریف وانبیائے کرام کو مینگنی سے حقیر بتاتا ہے۔''

اب امام احمد رضا کا اپنے ممدوح سے قلبی وابستگی اور مثبت فکر دیکھیں، فرماتے ہیں:

''حضرت مخدوم صاحب تو معاذ اللہ اس معنی ملعون کے وہم سے بھی پاک ہیں، ہاں یہی کافر اور ملعون ومرتد وشیطان وابلیس ہیں جو ان کے کلام (اگر ان کا کلام ہے) ایسے گندے کفر پر ڈھالتے ہیں''وما کفر سلیمٰن ولٰکنّ الشیطٰن کفروا'' سلیمان نے تو کفر نہ کیا ہاں یہ شیطان ہی کافر ہوئے، دلیل کے اخیر میں فرماتے ہیں، ہاں مخدوم صاحب نے اگر کہا تو دنیا اور دنیا کی چیزوں کو کہا، جن کو للہ سے علاقہ نہیں، بیشک وہ مینگنی سے حقیر تر ہیں۔''

دلیل خامس: میں امام اہل سنت نے اپنے منطقی استدلال اور اعلیٰ ذہانت کا جو منظر پیش کیا ہے وہ بڑا دلچسپ ہے، فرماتے ہیں، اگر حضرت مخدوم نے ایسا فرمایا تو کیا انہوں نے تمام انبیا اولیا بالخصوص حضور سید الانبیا علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والثنا کو مینگنی سے مثال دی، والعیاذ باللہ تو ایسی صورت میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے، کہ یہ قول:

''تمہارے نزدیک حق ہے یا باطل اگر باطل ہے تو باطل سے سند لانے والا عیار ومکار اور اس سے توہین شان رسالت کا ہلکا پن چاہنے والا کافر بے دین فی النار ہے یا نہیں اور اگر کہیں کہ ہاں وہ حق ہے اور حضرات انبیا وسید الانبیا ﷺ معاذ اللہ اس ناپاک مثال کے لائق ہیں تو پردہ کھل گیا۔''

اپنے دعویٰ اور دلیل کی روشنی میں کبھی وہابیہ غور کریں تو وہ تینوں صورتوں میں مجرم ٹھرینگے اور ان میں کی ہر ایک صورت ان کے حق میں زہر قاتل ہے، اس پر بھی آپ نے دلائل دیئے اور اخیر میں صاحب حجب العوار حضرت مخدوم بہار اپنے ممدوح کے متعلق امام احمد رضا دوٹوک انداز میں رقم طراز ہیں:

''ہرگز مخدوم صاحب نے ایسی ملعون بات نہ فرمائی، نہ وہ یا کوئی مسلمان ایسا کہہ سکتا ہے، جن کے غلامان غلام کے غلامان غلام کی کفش برداری سے حضرت مخدوم صاحب حضرت مخدوم صاحب ہوئے، اگر انہیں کو ایسا بتاتے تو خود کہاں رہتے اور اپنے آپ اس سے کتنے لاکھ درجے بدتر گندی گھناونی ذلیل ناپاک مثال کے قابل ہوتے نہ کہ سند لانے کے لائق، مگر حاشا اللہ! بات وہی ہے کہ وما کفر سلیمان لکن الشیاطین کفروا، سلیمان نے کفر نہ کیا ہاں شیطان کافر ہوئے (یعنی) حضرت مخدوم صاحب نے تو کفر نہ کیا شیاطین ہی کفر کر رہے ہیں۔''

امام احمد رضا نے مخدوم بہار کے بدخواہوں کو حجب العوار

میں اپنی انفرادی شان تحقیق وتفہیم سے جومسکت جواب دیئے ہیں، یقیناً دفاع کے ساتھ ساتھ تحقیق کے نیے زاویے بھی وا ہوتے نظر آرہے ہیں اور بڑی بات یہ ہے کہ حجب العوار میں آپ نے مخالفین کو صرف مثبت دلائل نہیں دیئے ہیں، بلکہ ان کی کتاب تفویۃ الایمان سے درجنوں کفریہ تو ہین آمیز عبارات کی بھی نشاندہی فرمائی اور ان کے منفی رذیل فکر کا پردہ چاک فرمایا ہے، اب ایسے عقائدونظریات کا بوجھ اٹھانے والوں سے کبھی نہ ہی تو جواب بن پائے گا اور نا ہی ان دونوں بزرگوں کے اعتقادات سے متعلق لوگوں کو فریب دے سکتے ہیں، بس ایک ہی صورت ہے کہ حق قبول کریں، تفویۃ الایمانی عقائد سے توبہ ورجوع کریں، نہیں تو شامت یہ ہے کہ جس قدر ممکن ہو ماتم کریں للہ جل علا سب کو ہدایت دے آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

مآخذومراجع کتب

(۱) سورۂ ابراہیم آیت ۱۴ (۲) تذکرۂ مخدوم بہار (۳) تاریخ دعوت وعزیمت (۴) سہ ماہی رفاقت ۲۰۰۴ (۵) مکتوبات امام احمد رضا محدث بریلوی (۶) حجب العوار عن مخدوم بہار۔

◆◆◆

ص ۵۱ رکا بقیہ...

موت — مومن کے لئے راحت کا زینہ

حدیث شریف

اورحضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت آئی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''الموت راحة المؤمن۔ یعنی موت مومن کے لئے ذریعۂ راحت ہے۔''(۱)

سب سے افضل واحسن کون؟

حدیث شریف

اورحضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: ''اىُّ المؤمنين افضلُ؟ مومنین میں سب سے افضل

[۱] یعنی جس مومن کا خاتمہ ایمان وتوبہ صحیحہ پر ہوا وہ قبر میں بھی حشر میں بھی ہر جگہ آرام سے رہے گا، پھر جنت تو ہے ہی امن وچین کی جگہ، ۱۲ رمترجم غفرلہ

کون ہے؟ حضور نے فرمایا: اَحسَنُهُم خُلُقاً (وہ ہے جو) ان میں سب سے اچھے اخلاق والا ہو، پھر مزید عرض کیا گیا: أي المومنين اَكيَسُ؟ مومنین میں سب سے زیادہ چالاک چتر کون ہے؟ حضور نے فرمایا: اَكثَرُهم لِلْموتِ ذِكْراً و اَحسَنُهم لهٗ اِستِعْداداً۔ (وہ ہے جو) ان میں موت کو سب سے زیادہ یاد کرنے اور موت کے لئے سب سے اچھی تیاری کرنے والا ہو۔''

بڑا ہوشیار، چالاک کون اور نکمّا کون؟

حدیث شریف

(حدیث میں آیا ہے کہ) نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اَلْكَيِّس مَنْ دَان نَفْسَهٗ و عَمِلَ لِما بعدَ المَوْتِ و العاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهاَ و تَمَنّٰى عَلَى الله۔ (ترجمہ) بڑا ہوشیار، عقلمند (یعنی چالاک چتر) وہ ہے جس نے اپنے نفس کو قابو میں کرلیا (دیندار بنالیا، سدھارلیا) ہو اور موت کے بعد والی زندگی کے لئے کام کئے اور نکما (پھوہڑ) وہ ہے جس نے اپنے نفس کو، اس کی خواہش کا پیرو کیا اور اللہ پر (مغفرت ونجات کی) تمنا کئے رہا۔'' ☆

[☆] یہ باب ''ہول الموت'' پورا ہوا، آگے متصلاً باب عذاب القبر ہے، مترجم غفرلہ

.... جاری

از: مولانا محمد طفیل احمد مصباحی*

ملّا خواجہ بہاری! ایک عظیم فقیہ و محدث

اسلاف و اکابر

محقق حقائق شریعت، مدقق دقائق طریقت، واقفِ اسرارِ ربانی، مرشدِ لاثانی حضرت ملا خواجہ بہاری علیہ الرحمہ (متوفیٰ 1060ھ) عہدِ شاہجہانی کے جلیل القدر بزرگ اور عظیم المرتبت عالم و محدث تھے، علم و حکمت میں یگانہ، فضل و کمال میں ممتاز، زہد و تقویٰ میں کامل اور عبارت و ریاضت میں بے مثال تھے، آپ حاجی پور، بہار کے رہنے والے تھے، تحصیلِ علوم کی غرض سے لاہور تشریف لے گئے اور ملا فاضل لاہوری کی شاگردی اختیار کی اور انہیں کے گھر میں مقیم ہوئے "عملِ صالح موسوم بہ شاہ جہاں نامہ" کے مصنف محمد صالح کنبوہ نے آپ کے فضل و کمال اور مقامِ ولایت و روحانیت کی بڑی تعریف کی ہے اور آپ کو" سر حلقۂ سلسلۃ الذہب احرار و درۃ العقد ابرار و اخیار" سے یاد کیا ہے، تفصیل کے لیے" عملِ صالح" جلد سوم، ص 289 مطبوعہ مجلسِ ترقی ادب، لاہور کا مطالعہ کریں۔

شہنشاہِ ہندشاہ جہاں بن جہاں گیر کے فرزند ارجمند، سلطانِ اورنگ زیب کے برادر، شہزادہ داراشکوہ، ملا خواجہ بہاری کے ہم عصر اور مرید بھائی تھے، انہوں نے اپنی مشہور تصنیف" سکینۃ الاولیاء" میں ملّا خواجہ بہاری کا تذکرہ بڑے آداب و القاب کے ساتھ والہانہ انداز میں کیا ہے اور ان کے فضل و کمال، تقویٰ و طہارت اور تصرفات و کرامات کا حال بیان کیا ہے، چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

’’طریقت و عرفان کی راہ گزاروں کے سالک، حقیقت و وجدان کی معرفت سے آگاہ، توکل و رضا کی کشتی، طریقۂ فقر و غنا کے جواں مرد، اہلِ حقائق کے شیخ، علائق دنیاوی کے تارک، برگزیدۂ حضرت باری تعالی، ملّا خواجہ بہاری ہیں ہیں، حضرت میاں جیو (میاں میر لاہوری) رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے اور ان کے منظورِ نظر ہو گئے، حضرت میاں جیو کے باسعادت دامن کو دستِ ارادت سے تھاما اور ان کی خدمت میں رہ کر علم باطن کی تحصیل کی اور ظاہری علوم کے ساتھ باطنی علوم کے بھی جامع ہو گئے اور حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ کے طریقۂ شریف کے مطابق ریاضت و مجاہدہ کرنے کے لیے جنگلوں میں جا کر ذکر الٰہی میں مشغول رہنے لگے، یہاں تک کہ مرتبۂ کمال کو پہنچے اور صاحبِ حالات و مقامات ہوئے، آپ تجرید اور توکل میں بہت ممتاز ہیں، آپ کی ملاقات متعدد مشائخ سے ہوئی، آپ ہمیشہ فرماتے کہ مجھے جو کچھ ملا، حضرت شیخ میر (میاں میر) کے طفیل ملا، جب حضرت پان کھا کر گراتے تو میں اسے اٹھا کر کھا لیتا اور اس کی برکت سے مجھ پر علوم کشف (منکشف) ہوئے، جو شخص آپ سے قرآنِ کریم، احادیث، فصوص، لمعات اور لوائح اور مثنوی معنوی کے مطالب دریافت کرتا ہے تو آپ (از راہِ تواضع) کہتے ہیں" باوجودے کہ مجھ میں اتنی علمیت نہیں، لیکن سب کا مطلب بیان کر سکتا ہوں اور ایک شعر کے متعدد معنی پیش کر سکتا ہوں، جو چاہے پوچھ کر آزمائش کر لے" یہ حقیقت ہے کہ آپ بعض مشکل مطالب بڑی خوبی سے بیان کرتے ہیں۔

حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ کو قبولِ عام حاصل ہوا اور خواص و عوام گروہ در گروہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے، آپ سے متعدد کرامات اور خوارقِ عادت باتیں ظہور میں آئیں اور اہلِ لاہور میں ان کی عام شہرت ہوئی، شیخ وجیہ الدین نے، جو فاضل اور راست گو تھے، بیان کیا کہ غازی خاں نامی درویش کے ہاں شادی

تھی، ملّاخواجہ بہاری اور بہت سے فقرا وہاں جمع تھے، سب رات بھر بیدار رہے، راوی کہتا ہے کہ میں خود بھی شب بیداری میں شریک تھا، سردی کا موسم تھا، رات بھر خوب آگ جلائی گئی، صبح ہوئی تو مسئلۂ توحید کے بارے میں گفتگو چھڑی، محمود نامی ایک درویش نے، جو لاہور کے مشاہیر میں سے تھا، گفتگو کا آغاز کیا اور ملّاخواجہ بہاری سے خطاب کر کے کہا: آپ کا وحدۃ الوجود کے متعلق کیا خیال ہے؟ حضرت ملّاخواجہ پر اس سوال سے خوشی کی کیفیت طاری ہوئی اور اس کے بعد فرمایا" یہ ہے توحید" یہ کہہ کر اٹھے اور آگ میں کود گئے، تھوڑی دیر تک آگ میں اس طرح بیٹھے رہے کہ ان کے دامن تک بھی آنچ نہ پہنچی اور سلامتی سے باہر آ گئے، لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے اور ان سے ان کا جامہ (کرتا، لباس) حاصل کر کے اس کے ٹکڑے کیے اور تبرک کے طور پر وہ ٹکڑے لے گئے، آپ نے اٹھ کر جنگل کا رخ کیا۔''

(سکینۃ الاولیاء، ص244–245/مطبوعہ ناز پبلیشنگ ہاؤس، دہلی)

ملاخواجہ بہاری کا شمار چوں کہ برصغیر ہندو پاک کے مشہور قادری اولیا و مشائخ اور نام ور محدثین میں ہوتا ہے، اس لیے اکثر تذکرہ نگاروں نے آپ کا ذکرِ جمیل کیا ہے، چند کتب و رسائل کی عبارات ملاحظہ فرمائیں، تذکرہ علمائے ہند (فارسی) میں مرقوم ہے:

''خواجہ بہاری ثم لاہوری فقیہ، محدث، مفسر، واقفِ اسرارِ حقانی بود اوّلاً از مسکنِ خود حاجی پور (صوبۂ بہار) بہ قصبہ گودہ پور بہ نیتِ تحصیل آمدہ بخدمتِ شیخ جمال الاولیا می خواند، پس بہ لاہور آمدہ بخدمتِ ملا محمد فاضل لاہوری دستارِ فضیلت بست و بہ خانۂ وے سکونت اختیار کرد و بالآخر مرید و خلیفۂ حضرت میاں میر گشت، در سال ہزار و شصت ہجری وفات یافتہ بہ لاہور مدفون گردید۔'' (تذکرہ علمائے ہند، ص58/مطبوعہ منشی نول کشور، لکھنؤ)

نزھۃ الخواطر میں ہے:

''الشیخ العالم الکبیر العلامة ملا خواجه الحنفی البهاری ثم اللاهوری أحد الرجال المعروفین بالفضل و الکمال......................و کان قانعا عفیفا دینا مرتاضا مجاهدا ، لا یقبل النذور و الفتوحات أصلا ، لقیه شاهجهان بن جهانگیر الدهلوی سلطان الهند بمدینة لاهور و أراد یجزل علیه العطایا السلطانیة فلم یقبل-''

(الإعلام بمن فی تاریخ الهند من الاعلام، ص651/مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت)

صاحبِ حدیقۃ الاولیاء لکھتے ہیں:

''خواجۂ بہاری قادری لاہوری، میاں میر لاہوری کے خلیفہ، صاحبِ کمال اور اہلِ حال وقال تھے، میاں میر کی وفات کے بعد انہوں نے ہنگامۂ مشیخت گرم کیا، ہزارہا بندگانِ خدا ان کی خدمت میں حاضر ہو کر مراتبِ ولایت کو پہنچے.......... خواجہ بہاری کی وفات سال ایک ہزار ساٹھ ہجری 1060 میں ہوئی، آپ کا مزار میاں میر لاہوری کے روضے سے متصل ہے۔'' (حدیقۃ الاولیاء، ص20/مطبوعہ منشی نول کشور، لکھنؤ)

◆◆◆

از: مولانا محمد میاں قادری مرکزی *

اہل بیت اطہار سے صحابۂ کرام کی محبت

اسلاف و اخلاف

دینِ اسلام کے قیام سے ہی باطل طاقتوں، نفس پرستوں اور بدمذہبوں نے چراغ اسلام کو اپنی تیز آندھیوں کے سہارے بجھانے کی بھرپور کوششیں کیں لیکن کامیاب نہ ہوسکے اور کامیاب نہ ہونے کا ماتم جس طرح وہ کل منارہے تھے، بعینہ اسی طرح ان شاء اللہ صبح قیامت تک مناتے رہیں گے، لیکن چراغ اسلام کو ہرگز بجھا نہ سکیں گے بلکہ چراغ اسلام اسی طرح اپنی ضیائے نور سے قلوب مؤمنین کو منور و مجلّی کرتا رہے گا جس طرح کہ منور کرتا آیا ہے۔

جن باطل نظریات کے پیروکاروں نے اسلام کی بنیاد ہلانے کی اپنی تئیں مکمل سعی پیہم کی، ان میں سے ایک فرقہ روافض کا بھی ہے جس نے مسلمانوں کے درمیان انتشار پھیلانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور نہ ہی کوئی موقع ہاتھ سے جانے دیا، مسلمانوں کو بے چین کرنے اور ان کے درمیان اختلافات و انتشارات پھیلانے کے لئے اس فرقہ نے سب سے زیادہ اپنے جس جھوٹ کو فروغ دیا وہ یہ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اہل بیت نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت نہ تھی۔ (العیاذ باللہ)

قارئین کرام! آپ اسے یوں سمجھ لیں کہ یہ روافض کا ایسا جھوٹ ہے جیسے کہ کوئی دن کے اجالے میں سورج ہی کا انکار کر بیٹھے، یہ تو تھا معاملہ روافض کا جسے انہوں نے موضوع روایات کی تاریکی کو نور کا جامہ پہنا کر خوب رائج کیا اور اسی میں لگے بھی رہے جس کا نتیجہ آج یہ ہوا کہ کچھ سنی کہلانے والے بھی ان کے دام فریب میں آکر انہیں جیسی باتیں کہنے لگے اور اپنی دنیا و آخرت برباد کرنے میں لگ گئے، لیکن ہمارے نزدیک جملہ صحابہ کرام بشمول اہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سب کی عزت کرنا نیز احترام بجالانا اور ان سے محبت رکھنا جزوِ ایمان ہے، ان میں سے کسی کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی بھی سخت محرومی اور بدبختی کا سبب ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے تعلق سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا واضح ارشاد گرامی ہے:

”مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُودِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيلِ۔ (سورہ الفتح: آیت نمبر 29) ترجمہ: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے (یعنی صحابہ کرام وہ) کافروں پر سخت ہیں (اور) آپس میں نرم دل، تو انھیں دیکھے گا رکوع کرتے، سجدے میں گرتے، اللہ کا فضل و رضا چاہتے، ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے، یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں۔“ (کنزالایمان)

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں متعدد مقامات پر صحابہ کرام کی شان بیان فرمائی، چنانچہ ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

”رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے۔“

مذکورہ بالا پہلی آیت کریمہ سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ صحابہ کرام کے درمیان آپس میں کسی بھی طرح کا بغض و عناد جلن و حسد نہیں تھا بلکہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے غایت درجہ محبت فرماتے اور ایک دوسرے کے لئے نرم دل تھے، نیز یہ بات بھی ظاہر و باہر ہے کہ اہل بیت سے حضرت مولائے کائنات امیر المؤمنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، شہزادئ رسول خاتون جنت حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور امامین کریمین رضی اللہ عنہما بھی شرف صحابیت کے بہت ہی اعلیٰ درجہ

پر فائز ہیں، نیز بحیثیت صحابی ہونے کے ان نفوس قدسیہ اور دیگر صحابہ میں کسی بھی طرح کی ظاہری و باطنی دشمنی وعداوت نہیں تھی بلکہ آپ تمام حضرات والا صفات آپس میں ایک دوسرے سے بے حد الفت ومحبت فرماتے تھے۔

غیب داں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم تھا کہ میرے بعد کچھ نفس پرست اور باطل نظریات کو فروغ دینے والے جھوٹی روایات وضع کر کے میرے صحابہ پر دست تعَنُّت دراز کریں گے، اسی لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی اس بات سے باخبر فرمادیا تھا اور ایسے لوگوں کو بھی ایسی قبیح حرکت کے صدور سے باز رہنے کی بھی تلقین فرمائی تھی، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کی عظمت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا جسے امام بخاری نے اپنی صحیح میں نقل فرمایا:

”حَدَّثَنا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، حَدَّثَنا شُعْبَةُ، عَنِ الأَعْمَشِ، قالَ: سَمِعْتُ ذَكْوانَ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ، قالَ: قالَ النَّبِيُّ ﷺ: لاَ تَسُبُّوا أَصْحابِي، فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ، ذَهَبًا ما بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ، ولاَ نَصِيفَهُ تابَعَهُ جَرِيرٌ، وعَبْدُ اللَّهِ بْنُ داوُدَ، وأَبُو مُعاوِيَةَ، ومُحاضِرٌ، عَنِ الأَعْمَشِ۔ ترجمہ: ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے اعمش نے بیان کیا، کہا میں نے ذکوان سے سنا اور ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اصحاب کو برا مت کہو، اگر کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر بھی سونا (اللہ کی راہ میں) خرچ کرڈالے تو ان کے ایک مدغلہ کے برابر بھی نہیں ہوسکتا اور نہ ان کے آدھے مد کے برابر، شعبہ کے ساتھ اس حدیث کو جریر، عبداللہ بن داود، ابومعاویہ اور محاضر نے بھی اعمش سے روایت کیا ہے۔

(بخاری شریف حدیث نمبر ۳۶۷۳)

بلکہ ایک حدیث میں تو یہاں تک فرمایا:

”اللہ اللہ فی اصحابی، اللہ اللہ فی اصحابی، لا تتخذوھم غرضاً بعدی، فمن أحبهم فبحبي أحبهم، ومن أبغضهم فبغضي أبغضهم، ومن أذاهم فقد أذاني ومن أذاني فقد أذى الله، ومن أذى الله فيوشك أن يأخذه۔ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو، میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو، میرے بعد انھیں 'نشانہ' مت بنالینا، کیوں کہ جو شخص ان سے محبت کرے گا، وہ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرے گا، جو ان سے بغض رکھے گا، وہ درحقیقت مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھے گا، جس نے انھیں تکلیف پہنچائی، اس نے مجھے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی، اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی تو اللہ تعالیٰ جلد ہی اسے اپنی گرفت میں لے لے گا۔“

مذکورہ بالا دلائل وبراہین سے یہ بات اظہر من الشّمس ہو گئی کہ صحابہ اور اہل بیت آپس میں نرم دل اور کفار پر سخت تھے اور اُن معاندین کے لئے وعید بھی ذکر کر دی گئی جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر دست تعنت دراز کرتے ہیں، اب یہاں سے چند روایات سپردِ قرطاس کرتا ہوں جن کی روشنی میں روافض اور رافضی زدہ اشخاص کے جھوٹ کا قطب منار زمیں بوس ہوتا ہوا نظر آئے گا اور اوپر کئے گئے میرے دعویٰ کو مزید تقویت بھی ملے گی، ان شاء اللہ!

سیدنا صدیقِ اکبر کی اہلِ بیت سے محبت

ایک دفعہ حضرت سیّدُنا ابوبکر صِدّیق رضی اللہ عنہ کے حضور اہلِ بیت اطہار کا ذِکر ہوا تو آپ نے فرمایا:

”والذی نفسی بیدہ لقرابة رسول الله صلى الله عليه وسلم احب إلى ان اصل من قرابتي۔ یعنی اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قُدرت میں میری جان ہے! رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا مجھے اپنے قرابت داروں سے صِلۂ رحمی کرنے سے زیادہ محبوب وپسندیدہ ہے۔“

(بخاری، جلد2/صفحہ438، حدیث3712)

حضرت امام بخاری نقل فرماتے ہیں:

اسلاف واخلاف

''اخبرنی عبد اللہ بن عبد الوھاب، حدثنا خالد، حدثنا شعبۃ، عن واقد، قال:سمعت ابی یحدث، عن ابن عمر،عن ابی بکر رضی اللہ عنھم،قال:ارقبوا محمدا صلی اللہ علیہ وسلم فی اھل بیتہ۔ ترجمہ: مجھے عبداللہ بن عبدالوہاب نے خبر دی، کہا کہ ہم سے خالد نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے واقد نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد سے سنا، وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے تھے، وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے فرمایا: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے احترام کے پیشِ نظر اہلِ بیت کا احترام کرو۔''

(بخاری، جلد2/صفحہ438، حدیث3712)

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی پھر آپ اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کھڑے ہو کر چل دیئے، راستے میں حضرت حسن کو بچّوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا تو حضرت سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے کندھے پر اُٹھالیا اور فرمایا:

''میرے ماں باپ قربان! حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہم شکل ہو، حضرت علی کے نہیں، اس وقت حضرت علی المرتضیٰ کرمَ اللہ وجہہ الکریم مسکرا رہے تھے۔''

(سنن الکبریٰ للنسائی، ج5، ص48، حدیث8161)

سیّدنا فاروقِ اعظم کی اہلِ بیت سے محبت

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت سیّدتنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ہاں گئے تو فرمایا:

''اے فاطمہ! اللہ کی قسم! آپ سے بڑھ کر میں نے کسی کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا محبوب نہیں دیکھا اور خدا کی قسم! آپ کے والدِ گرامی کے بعد لوگوں میں سے کوئی بھی مجھے آپ سے بڑھ کر عزیز و پیارا نہیں۔''

(مستدرک، ج4/ص139/حدیث4789)

ایک دفعہ حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضراتِ صحابۂ کرام کے بیٹوں کو کپڑے عطا فرمائے مگر ان میں کوئی ایسا لباس نہیں تھا جو حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کی شان کے لائق ہو تو آپ نے ان کے لئے یمن سے خصوصی لباس منگوا کر پہنائے، پھر فرمایا:

''اب میرا دل خوش ہوا ہے۔'' (ریاض النضرۃ، ج1/ص341)

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے وظائف مقرر فرمائے تو حضراتِ حسنین کریمین کے لئے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قرابت داری کی وجہ سے اُن کے والد حضرت علی المرتضیٰ کرّم اللہ وجہہ الکریم کے برابر حصّہ مقرر کیا، دونوں کے لئے پانچ پانچ ہزار دِرہم وظیفہ رکھا۔ (سیر اعلام النبلاء، ج3/ص259)

حضرت امیر مُعاویہ کی اہلِ بیت سے محبت

حضرت امیر مُعاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت علی المرتضیٰ کرمَ اللہ وجہہ الکریم کے چند نقوش بھی آلِ ابوسفیان (یعنی ہم لوگوں) سے بہتر ہیں۔ (الناہیہ، ص59)

ابن عساکر میں ہے کہ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ کرمَ اللہ وجہہ الکریم اور اہلِ بیت کے زبردست فضائل بیان فرمائے۔

(تاریخ ابن عساکر، ج42/ص415)

سنن الکبریٰ میں ہے کہ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ کرمَ اللہ وجہہ الکریم کے فیصلے کو نافذ بھی کیا اور علمی مسئلے میں آپ سے رُجوع بھی کیا۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی، جلد10/صفحہ205)

ایک موقع پر آپ نے حضرت ضَرّار صَدائی سے تقاضا کر کے حضرت علی المرتضیٰ کرمَ اللہ وجہہ الکریم کے فضائل سنے اور روتے ہوئے دُعا کی: اللہ پاک ابوالحسن پر رحم فرمائے۔

(الاستیعاب، ج3، ص209)

یوں ہی ایک بار حضرت امیر مُعاویہ نے حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: یہ آباو اجداد، چچا و پھوپھی اور ماموں و خالہ کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے زیادہ معزز ہیں۔

(العقد الفرید، ج5/ص344)

آپ ہم شکل مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہونے کی وجہ

سے حضرت امام حسن کا احترام کرتے تھے۔

(مرآۃ المناجیح، ج8 رص461)

ایک بار آپ نے امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی مجلس علمی کی تعریف کی اور اُس میں شرکت کی ترغیب دلائی۔ (تاریخ ابن عساکر، ج14 رص179)

حضرت امیر مُعاویہ رضی اللہ عنہ نے سالانہ وظائف کے علاوہ مختلف مواقع پر حضراتِ حسنین کریمین کی خدمت میں بیش بہا نذرانے پیش کئے، یہ بھی محبت کا ایک انداز ہے، آپ نے کبھی پانچ ہزار دینار، کبھی تین لاکھ دِرہم تو کبھی چار لاکھ درہم حتی کہ ایک بار 40 رکروڑ روپے تک کا نذرانہ پیش کیا۔

(معجم الصحابہ، ج4 رص370)

حضرت عبداللہ بن مسعود کی اہلِ بیت سے محبت

حضرت سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دن کی محبت ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ (الشرف المؤبد لآل محمد، صفحہ92)

نیز آپ یہ بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے:

''اہلِ مدینہ میں فیصلوں اور وِراثت کا سب سے زیادہ علم رکھنے والی شخصیت حضرت علی المرتضیٰ کرمَ اللہ وجہہ الکریم کی ہے۔'' (تاریخ الخلفاء، ص135)

حضرت ابوہریرہ کی اہلِ بیت سے محبت

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں جب بھی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھتا ہوں تو فرطِ محبت سے میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے ہیں۔

(مسند امام احمد، ج3 رص632)

حضرت ابومہزم رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ہم ایک جنازے میں تھے تو کیا دیکھا کہ حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے کپڑوں سے حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ کے پاؤں سے مٹی صاف کررہے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء، ج4 رص407)

حضرت عمرو بن عاص کی اہلِ بیت سے محبت

عیزار بن حریث رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ خانۂ کعبہ کے سائے میں تشریف فرما تھے، اتنے میں آپ کی نظر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر پڑی تو فرمایا: اس وقت آسمان والوں کے نزدیک زمین والوں میں سب سے زیادہ محبوب شخص یہی ہیں۔ (تاریخ ابن عساکر، ج14 رص179)

ان تمام روایات سے یہ بات نیم روز کے سورج کی مثل عیاں ہوگئی کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کس پیارے انداز سے اہلِ بیتِ اَطہار سے اپنی محبت کا اظہار کرتے، انہیں اپنی آل سے زیادہ محبوب رکھتے، ان کی ضروریات کا خیال رکھتے، ان کی بارگاہوں میں عمدہ واعلیٰ لباس پیش کرتے، بیش بہا نذرانے اُن کی خدمت میں حاضر کرتے، اُن کو دیکھ کر یا اُن کا ذِکر پاک سُن کر بے اختیار رو پڑتے، ان کی تعریف وتوصیف کرتے اور جاننے والوں سے اُن کی شان وعظمت کا بیان سنتے۔

لہٰذا ان تمام شواہد کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی شخص اہل بیت اطہار کی محبت کا عدم اثبات کا قول صحابہ سے کرے تو اسے اس کی بدبختی اور دوانہ پن کے علاوہ کیا کہیں گے؟ ◆◆◆

غوث اعظم کی ایک کرامت

ایک مرتبہ رات میں شیخ احمد رفاعی اور شیخ عدی بن مسافر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سرکار بغداد حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر انوار کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے، مگر اس وقت اندھیرا بہت زیادہ تھا، حضور غوث اعظم ان کے آگے تھے، آپ جب کسی پتھر، لکڑی، دیوار یا قبر کے پاس سے گزرتے تو اس کے تعارف کے لئے اپنے دست مبارک سے اس کی طرف اشارہ فرماتے، اس وقت آپ کا دست مبارک چاند کی طرح روشن ہوجاتا، جس کی روشنی میں وہ سبھی حضرات حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار اقدس تک بآسانی پہنچ گئے۔

(قلائد الجواہر، ملخصاً ص۷۷)

تصنیف: امام فقیہ ابو اللیث نصر ابن محمد سمرقندی ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

دسویں قسط

گزشتہ سے پیوستہ

ایمان کی سلامتی بڑی سعادت

تنبیہ از مصنف علیہ الرحمہ

(مصنف علیہ الرحمہ کہتے ہیں) اور طوبیٰ (یعنی بڑی سعادت کا مژدہ) ہے ان کے لئے جن کو اخیر وقت میں یہ بشارت ملے، کیونکہ بشارت تو صرف انہیں کو ملتی ہے جو (اخیر وقت تک) مومن رہیں اور عمل میں محسن و مخلص ہوں، جب وقت موت ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں تو وہ فرشتوں سے پوچھتے ہیں تم کون ہو؟ کہ ہم نے اتنے زیادہ خوبصورت اور اتنی اچھی پاکیزہ خوشبو والے آپ لوگوں سے پہلے کبھی نہیں دیکھے، وہ جواب میں کہتے ہیں:

''نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ۔

(ترجمہ) ہم تمہارے دوست ہیں (نگرانی والے فرشتے) جو دنیوی زندگی میں تمہارے اعمال لکھتے تھے اور آخرت میں بھی تمہارے دوست ہیں۔'' [حم السجدۃ:۳۱]

(مصنف علیہ الرحمہ نے کہا) تو عقلمند کو غفلت کی اونگ سے بیدار ہو جانا چاہیے۔

خواب غفلت سے بیدار ہو جانے والے کی شناخت

اور جو غفلت کی نیند سے جاگ چکا ہوگا اس کی چار علامات ہیں:

پہلی علامت: وہ دنیوی کاموں کی تدابیر میں قناعت پسند ہو جائے گا، تسویف (۱) سے کام لے گا۔

دوسری علامت: یہ ہے کہ امور آخرت میں تعجیل (۲) سے کام لے گا اور مزید سے مزید کی حرص اس کے اندر پیدا ہو جائے گی۔

تیسری علامت: یہ ہے کہ دینی کاموں کی انجام دہی کے لئے بقدر ضرورت علم حاصل کر کے عملی محنت و کوشش سے کام لے گا۔

چوتھی علامت: یہ ہے کہ خلق خدا کے معاملہ میں خیر خواہ رہے گا، مُدارات (۳) سے کام لے گا۔

سب سے افضل کون؟

قول اسلاف

کہا جاتا ہے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ فضیلت (و برتری) والا وہ ہے جس کے اندر یہ پانچ خصلتیں ہوں:

پہلی خصلت: رب تعالیٰ کی عبادت و طاعت کی طرف برابر مُقبِل (۱) رہے۔

دوسری خصلت: مخلوق کے لئے نفع رسانی کے جذبہ سے سرشار رہے۔ نفع پہونچانے، خیر خواہی کرنے میں اس کا پیش پیش رہنا کھلا ہوا ہو۔

تیسری خصلت: لوگوں کو اس سے کسی قسم کے شر اور نقصان کا اندیشہ نہ رہے، سب اس سے مامون و بے خوف رہتے ہوں۔

چوتھی خصلت: اور جو چیزیں لوگوں کے ہاتھوں میں ہیں (یعنی دنیوی اموال و املاک وغیرہ) ان سے مایوس ہو جائے (یعنی للچائی نظروں سے نہ دیکھے، طمع نہ کرے)

---

[۱] ''تسویف'' = یعنی یہ کہنا کہ ابھی عنقریب کر لوں گا، ابھی کا کام پھر پر، آج کا کل پر، کل کا پرسوں پر ٹالنا، یعنی امور دنیا میں سے جن میں ٹال مٹول کی گنجائش ہو سکتی ہو ان میں زیادہ چستی۔ جلد بازی سے کام نہ لینا، مطلب یہ ہے کہ جو خواب غفلت سے جاگ چکا ہے دل کی آنکھیں اس کی کھل گئی ہیں، وہ دنیوی امور کو اوّلیت نہیں دے گا، ۱۲ / مترجم غفرلہ۔

[۱] ''مُقبِل'' = یعنی رغبت و محبت کے ساتھ اپنے مطلوب کی طرف برابر متوجہ رہنے والا، ۱۲ / مترجم غفرلہ۔

[۲] یعنی اس کے اندر ثوابی کاموں کا ذوق شوق پیدا ہو جائے گا، پرہیزگار بننے کی کوشش کرنے لگے گا، مطلب یہ ہے کہ نیک کاموں میں (مثلاً توبہ و استغفار، اصلاح حال، ترک معاصی وغیرہ میں) بجائے تسویف، تعجیل سے کام لینے لگے گا اب کا کام پھر پر نہیں ٹالے گا بلکہ جلد سے جلد کرنے کی کوشش کرے گا، اخروی امور کو مقدم رکھے گا، ان میں چست و حریص ہو جائے گا، ۱۲ / مترجم غفرلہ۔

[۳] ''مدارات'' = خوش اخلاقی، شیریں کلامی، خندہ پیشانی اور نیک سلوکی سے پیش آنا، ۱۲ / مترجم غفرلہ

پانچویں خصلت: موت کے لئے تیاری کرنے میں مستعد ہو جائے (کوشش کے ساتھ جُٹا رہے)

موت سے کہیں نہ مفر(۱) ہے نہ چھپ رہنے کی جگہ

تنبیہ

ہم سب پیدا ہوئے ہیں موت کے لئے (کہ کسی نا کسی دن مرنا طے ہے) اس سے بچ کر بھاگ نہیں سکتے اور بھاگ کر کہیں مہرب (یعنی چھپ رہنے کی جگہ) نہیں پا سکتے (آنکھوں دیکھا مشاہدہ بھی اس پر شاہد ہے اور اللہ کا کلام بھی ناطق ہے چنانچہ) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ۔ (ترجمہ) یعنی تمہیں اور انہیں سب کو اپنی اپنی اجل پر مرنا ضرور ہے۔'' [الزمر ۳۰]

اور دوسری جگہ فرماتا ہے:

''قُل لَّن يَنفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِن فَرَرْتُم مِّنَ الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ۔ (الاحزاب ۱۶) یعنی اے پیارے نبی! تم (ان لوگوں سے) کہہ دو (جو جہاد سے راہ فرار اختیار کرنا چاہتے ہوں) تمہیں (جہاد سے) بھاگنا ہرگز کچھ نفع نہیں دے گا، اگر بھاگے موت سے یا قتل سے۔(۲)

لہٰذا نزول موت سے پہلے پہلے، اس کے لئے تیاری میں لگنا (مستعد رہنا) ہر مسلم پر واجب ہے اور فرماتا ہے:

''فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ٥ وَلَن يَتَمَنَّوْهُ أَبَداً بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ۔ (ترجمہ) یعنی (اے وہ لوگو کہ تم اپنے کو اللہ کا پیارا بتاتے ہو) اگر تم (اپنے ادعائے محبت میں) سچے ہو تو موت کی تمنا کرو، حالانکہ (ہم بتائے دیتے ہیں کہ) وہ اپنی بداعمالی کے ڈر سے موت کی تمنا ہرگز نہیں کریں گے۔'' [البقرۃ: ۹۴-۹۵]

لقائے رب کا اشتیاق، مومن کو زیبا

... تو اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیا کہ موت کی تمنا وہ کرے جو صادق الادعا ہو اور جو اپنے ادعا میں کاذب ہے وہ اپنی بداعمالی کی وجہ سے موت سے بھاگتا ہے، یہ اس لئے کہ اگر مومن صادق موت کے لئے تیاری کر چکا تو (اسے ہی زیبا ہے کہ) لقائے رب کے اشتیاق میں موت کی تمنا کرے۔(۱)

تین کٹھن باتوں کی محبت، صادق الایمان کی خصلت

قول ابودرداء

... جیسا کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرمایا:

''اُحِبُّ الفقرَ تواضعاً لِرَبِّي وَاُحِبُّ المرضَ تَكْفِيْراً لِلْخَطايا وَاُحِبُّ المَوتَ اِشْتِياقاً اِلى رَبِّي۔ (ترجمہ) میں فقیری کو اس لئے محبوب رکھتا ہوں کہ اس میں رب کے حضور تواضع وعاجزی میسر ہے اور بیماری کو اس لئے دوست رکھتا ہوں کہ وہ خطاؤں کے لئے کفارہ ہے اور موت کو اس لئے محبوب رکھتا ہوں کہ مجھے لقائے رب کا اشتیاق ہے۔ (اور موت اس کا ذریعہ ہے)

موت (بلحاظ آخرت) نیک و بد ہر ایک کے لئے خیر ہی ہے

قول ابن مسعود

اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرمایا:

موت ہر جان کے لئے خیر ہی ہے خواہ نیکوکار ہو یا بدکار، اگر نیکوکار (بارّہ) ہے تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے:

''وَمَا عِنْدَ اللهِ خَيْرٌ لِّلْأَبْرَارِ۔ (ترجمہ) ابرار کے لئے بہتر ہے وہ جو (ان کے لئے) اللہ کے یہاں (تیار) ہے۔'' [آل عمران: ۱۹۸]

اور اگر بدکار (فاجرہ) ہے تو بدوں کے لئے اللہ نے یہ فرمایا ہے:

''اِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوْا اِثْماً وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْن۔ (ترجمہ) یعنی ہم انہیں جو ڈھیل دیتے ہیں وہ تو اسی (حکمت) سے ہے کہ وہ گناہوں میں اور بڑھیں اور ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔'' [آل عمران: ۱۷۸]

---

[۱] ''مفر'' = جائے فرار، بھاگ نکلنے کی جگہ، ۱۲/ مترجم غفرلہ

[۲] موت جس طرح جس حال میں آنے والی ہے آکے رہے گی، جب ایسا ہے تو موت سے بچنے کی کوئی بھی تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی، ۱۲/ مترجم غفرلہ

[۱] ہاں بیماری یا محتاجی یا کسی مصیبت یا آفت سے گھبرا کے مرنے کی دعا مانگنی جائز نہیں، سخت مذموم وموجب حرج ہے، ۱۲/ مترجم غفرلہ

بقیہ ص ۴۳ / پر

چوتھی اور آخری قسط

از: ڈاکٹر محمد احمد نعیمی*

دیوانِ نوری میں ہندی، ہندوستانی اور علاقائی زبانوں کا استعمال

گزشتہ سے پیوستہ

رب کے پیارے راج دلارے
ہم ہیں تمہارے تم ہو ہمارے

دھوویں گنہ کہ دھبے کالے
ابرِ کرم کے برسیں جھالے

ڈگمگ ڈگمگ نیّا ہالے
جیرا کانپے توئی سنبھالے

بگڑی ناؤ کون سنبھالے
ہائے بھنور سے کون نکالے

راج پرجا آپ کے دوارے
سب ہیں بیٹھے جھولی پسارے

داتا پیارے دولت والے
قوت والے ہمت والے

کھیون ہارے کھیون ہارے
بیّاں پکڑلے مورے پیارے

ہم ہیں بیٹھے تمرے دوارے
اپنی اپنی جھولی پسارے

بھینی بھینی نکہت والے
اچھی اچھی سیرت والے

کوئی نہیں ہے ایسا آقا
پردہ ڈھانپے جو تنگوں کا

سامانِ بخشش میں بعنوان ''تم پر لاکھوں سلام اور اعلیٰ سے اعلیٰ رفعت'' کلام کے تحت پیش کردہ مذکورہ بالا اشعار ہندی، ہندوستانی اور علاقائی زبان کا حسین گلدستہ ہیں۔ ''پیارے، راج دلارے، دھبّہ، جھالے (ایسی بارش جو ایک جگہ برسے مگر اس کے قریب کے دوسرے مقامات پر نہ برسے، ف۔۔۴۹۰) ڈگمگ ڈگمگ، ناؤ، بھنور، راجا، پرجا، داتا، کھیون ہارے (پار لگانے والا، ہ۔۔۱۸۲) اور بھینی بھینی (میٹھی میٹھی، ہ۔۔۵۹۲) ہندی زبان کے الفاظ ہیں اور دھوویں، دھبے کالے، برسیں، نیّا ہلے سے ہالے، جی کانپے سے جیرا کانپے، توئی سنبھالے، بگڑی ناؤ، ہائے بھنور، آپ کے دوارے، جھولی پسارے، داتا پیارے، بیّاں پکڑلے، مورے، پیارے، تمرے داورے اور ڈھانپے جو تنگوں'' کا علاقائی اور ہندوستانی زبان کے لفظوں کا حسین شاہکار ہیں۔

باںٹا تونے نور کا باڑا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
نوری مورت نور کا پتلا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

غم کی کالی گھٹائیں چھائیں
رنج و الم کی بلائیں چھائیں

سر پر بادل کالے کالے
دو دِ عصیاں کے ہیں چھالے

میں ہوں تنہا بن ہے سونا
دم گھٹتا ہے میرے مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ان اشعار میں ''باںٹا، باڑا (خیرات، ف۔۔۱۶۷) مورت، پتلا، گھٹائیں چھائیں، بلائیں چھائیں، کالے کالے، چھالے (آبلہ، پھپھولہ، ف۔۔۵۴۹) اور دم گھٹتا ہے، ہندی الفاظ ہیں، لیکن علاقائی زبان میں بھی بکثرت استعمال ہوتے ہیں۔ ؎

ترے صدقے جاؤں مری لاج رکھ لے
ترے ہاتھ ہے لاج یا غوثِ اعظم

ارے مورے سیاں پڑوں تورے پیاں
پکڑ موری بیاں پیا غوثِ اعظم

کھلا میرے دل کی کلی غوثِ اعظم
مٹا قلب کی بے کلی غوثِ اعظم

مخالف ہوں گو سو پدم غوثِ اعظم
ہمیں کچھ نہیں اس کا غم غوثِ اعظم
گھٹا حوصلہ غم کی کالی گھٹا کا
بڑھی ہے گھٹا دم بدم غوثِ اعظم
کوئی دم کے مہماں ہیں آجاؤ اس دم
کہ سینے میں اٹکا ہے دم غوثِ اعظم

غوثِ اعظم کی شان میں لکھی گئی اس منقبت میں "مری لاج رکھ لے، ترے ہاتھ ہے لاج، ارے، مورے سیاں، پڑوں، تورے پیاں، موری بیاں، پیا، کلی، بےکلی، سو پدم (علم ہندسہ میں سو نیل کا ایک پدم ہوتا ہے۔ف — ۲۸۳)، گھٹا، کالی گھٹا، بڑھی ہے گھٹا اور سینے میں اٹکا ہے" وہ الفاظ ہیں جو ہندی اور علاقائی دونوں زبانوں میں استعمال ہوتے ہیں۔

دہر یہ الجھا ہوا ہے دہر کے پھندوں میں یوں
سارا الجھا سامنے ہے اور سرا ملتا نہیں
جل رہے ہیں پھنک رہے ہیں عاشقانِ سوختہ
دھوپ ہے اور سایۂ زلفِ رسا ملتا نہیں
فرشتے آج جو دھومیں مچانے آئے ہیں
انہیں کے آنے کی شادی رچانے آئے ہیں
فلک کے حور و ملک گیت گانے آئے ہیں
کہ دو جہاں میں یہ ڈنکے بجانے آئے ہیں
یہ بھولے بچھڑوں کو رستے پہ لانے آئے ہیں
یہ بھولے بھٹکوں کو ہادی بنانے آئے ہیں
فقیر آپ کے در کے ہیں ہم کہاں جائیں
تمہارے کوچے میں دھونی رمانے آئے ہیں

الجھا ہوا، پھندوں میں، سارا الجھا سامنے، سرا ملتا نہیں، پھنک (گرنا، بکھرنا، ف — ۳۱۸)، دھوپ، دھومیں مچانے، شادی رچانے، گیت گانے، ڈنکے بجانے، بھولے بچھڑوں، بھولے بھٹکوں اور دھونی رمانے (آگ کا الاؤ جلا کر سادھوؤں کی طرح بیٹھ جانا، ف — ۶۶۹)، جیسے کلمات ہندی اور علاقائی زبان کی فہرست میں شامل ہیں۔

تری کفشِ پا یوں سنوارا کروں میں
کہ پلکوں سے اس کو بہارا کروں میں
جو ہو قلب سونا تو یہ ہے سہاگا
تری یاد سے دل نکھارا کروں میں
یہ اک جان کیا ہے اگر ہوں کروروں
ترے نام پر سب کو وارا کروں میں
تری رحمتیں عام ہیں پھر بھی پیارے
یہ صدماتِ فرقت سہارا کروں میں
ترے در کے ہوتے کہاں جاؤں پیارے
کہاں اپنا دامن پسارا کروں میں

دیوانِ نوری کی یہ مشہور نعت ہے، اس میں بہارنا (جھاڑو دینا، صاف کرنا، ف — ۲۲۶)، سونا، سہاگا (ایک کھار جو سونا چاندی گلانے اور دوا کے کام آتا ہے)، نکھارا، کروروں، وارا (صدقہ، نذر، ف — ۱۴۰۱) پیارے، سہارا (برداشت، ف — ۸۲۳) پسارا اور ان کے علاوہ سدھارا، پکارا، کنارا اور اتارا وہ الفاظ ہیں جو ہندی، ہندوستانی اور علاقائی لغات کے زمرے میں آتے ہیں۔

ڈیوڑھی کا اپنی کتّا بنا لو
قدموں سے اپنے مجھ کو لگا لو
ڈولت ہے نیا موری بھنور میں
مولیٰ تراؤ ایکے نجر میں
موری کبھر یا مورے پیا لو
موکو بچا لو پیا موکو بچا لو
پیارے جلا لو مجھے پیارے جلا لو
ہاں ہاں نبھا لو مرے مولیٰ نبھا لو

"شاہ والا مجھے طیبہ بلا لو" سامانِ بخشش کی بہت ہی عمدہ نعت پاک ہے، عشقِ رسالت مآب ﷺ کے ساتھ اس میں مختلف زبانوں کا حسین سنگم نظر آتا ہے، مثلاً ڈیوڑھی (مکان میں داخل ہونے کا کمرہ، ف — ۶۸۸)، کتا، ڈولت ہے نیا، موری، بھنور، تراؤ، ایکے، نجر، موری، کبھر یا، مورے، پیا لو، موکو بچا لو، پیا موکو، پیارے، جلا لو اور نبھا لو جیسے ہندی، ہندوستانی اور علاقائی الفاظ

جس کا منھ بولتا شاہکار ہیں۔

جو سب سے پچھلا ہو پھر اس کا پچھلا ہو نہیں سکتا
کہ وہ پچھلا نہیں اگلا ہوا اس سے وراتم ہو
گرفتارِ بلا حاضر ہوئے ہیں ٹوٹے دل لے کر
کہ ہر بےکل کی کل ٹوٹے دلوں کا آسرا تم ہو

ہم نے یوں شمعِ رسالت سے لگائی ہے لو
سب کی جھولی میں انہیں کا تو دیا ہوتا ہے
ایسی سرکار ہے بھرپور جہاں سے لینے
روز ایک میلہ نیا در پہ لگا ہوتا ہے

جگمگا ڈالیں گلیاں جدھر آئے وہ
جب چلے وہ تو کوچے بسا کر چلے
کوڑیوں کوڑھیوں کے لیے کوڑھ دور
اچھا چنگا وہ خاصہ بھلا کر چلے
جن کو اپنا نہیں غم ہمارے لیے
دوڑے جھپٹے وہ پاؤں اٹھا کر چلے
دم میں پہنچے وہ حکمِ رہائی دیا
ان کو دوزخ سے پھیرا پھرا کر چلے

دیوانِ نوری کی مختلف نعوت سے ماخوذ ان اشعار میں پچھلا، اگلا، ٹوٹے دل، بےکل، کل (آرام، قرار، ف—۱۰۱۹)، لو، جھولی، بھرپور، میلہ، جگمگا، گلی، کوڑی، کوڑھی، کوڑھ، اچھا، چنگا، بھلا، دوڑے، جھپٹے، پھیرا اور پھرا کر ایسے الفاظ ہیں جو ہندی اور علاقائی زبانوں کی بھرپور ترجمانی کرتے ہیں۔

فوجِ غم کی برابر چڑھائی ہے
دافعِ غم تمہاری دہائی ہے
عمر کھیلوں میں ہم نے گنوائی ہے
عمر بھر کی یہی تو کمائی ہے
تم سے ہر دم امید بھلائی ہے
میٹ دیجئے جو ہم میں برائی ہے
میرا بیڑا کنارے لگے پیارے
نوح کی ناؤ کس نے ترائی ہے
میرے دل کی لگی بھی بجھا دیجیے
نارِ نمرود کس نے بجھائی ہے
مر رہا ہوں تم آ جاؤ جی اٹھوں
شربتِ دید میری دوائی ہے
زندگی میں نے پائی مر مر کے
میں نے جی جی کے موت پائی ہے
موت کا اب نہیں ذرا کھٹکا
زندگی شبھ گھڑی سے پائی ہے
معصیت زہر ہے مگر اوندھے
تو نے سمجھا اسے مٹھائی ہے
چین کی نیند آج سویا ہوں
موت آرام کی سلائی ہے

سامانِ بخشش کی ایک ہی ردیف اور قافیہ کی دو نعتوں سے پیش کیے گئے ان اشعار میں چڑھائی (حملہ، دھاوا، ف—۵۲۷) دہائی (فریاد، التجا، ف—۶۵۸)، کھیل، گنوائی، کمائی، بھلائی، میٹ دیجیے، برائی، بیڑا، کنارے، پیارے، ناؤ، ترائی، دل کی لگی، بجھا دیجیے، بجھائی، جی اٹھوں، دوائی، مر مر کے، جی جی کے، موت پائی، کھٹکا، شبھ گھڑی، اوندھے (بیوقوف، ف—۱۴۱) مٹھائی، چین، نیند اور سلائی وہ الفاظ ہیں جو ہندی اور علاقائی دونوں زبانوں میں بکثرت استعمال ہوتے ہیں، ان کے علاوہ ان نعتوں کے یہ کلمات بھی اسی قبیل سے ہیں، مثلاً: دکھائی، پھرائی، پرائی، بڑھائی، دھونی رمائی، پائی، لگائی، سنگھائی، جلائی، اٹھائی، پھنسنا، پلائی اور گھیرا وغیرہ۔

جہاں ہے بے ٹھکانوں کا ٹھکانہ
جہاں شاہ و گدا سب کا ٹھیا ہے
عطا فرماتے ہو بے مانگے سب کچھ
یہ منگتا تم سے تم کو مانگتا ہے
جلا ایمان سے ہوتی ہے دل پر
وہ اندھا شیشہ ہے جو بے جلا ہے
نہ ٹھہرے مظہرِ حق کی بوند جس پر
وہابی کیا ہے اک چکنا گھڑا ہے

بہت بد فرقے پیدا ہو چکے ہیں
سبھی نے اک نیا مذہب گڑھا ہے
جو مذہب اہل سنت کے علاوہ
بنا ہے وہ جہنم کا گڑھا ہے
یہاں سے بھیک پاتے ہیں سلاطیں
اسی در سے انہیں ٹکڑا ملا ہے

مذکورہ بالا اشعار میں بےٹھکانوں کا ٹھکانہ، ٹھیا، منگتا، مانگتا، اندھا شیشہ، چکنا گھڑا، گڑھا بمعنی بنایا، ساون کے اندھے کا ہرا (محاورہ، یعنی ہر شخص اپنی حالت کے مطابق سب کی حالت خیال کرتا ہے) گڑھا، (گڈھا) بھیک اور ٹکڑا ہندی اور علاقائی زبانوں کے الفاظ ہیں، علاوہ ازیں داتا، پل چکا، دکھ درد، ٹھہرا، لت، بھولا، جنا، گناؤں، گنوں، کیا کیا بکا، گما دے، چھپتا، خدا بھاتی، ہتھیلی، دولہا، گھنگر، کالی بلا، الٹ کر، دل گلے، بھڑ کتا، بھاگتا، ہانپے، کانپے، کراہے، پھنسا، سہا، لکھو کھا، ٹھنڈے، پھل، پھول، دھرا، نہ کھٹکیں اور ڈھارس جیسے ہندی، ہندوستانی اور علاقائی زبانوں کے الفاظ کی جلوہ گری کہیں کہیں پورے دیوانِ نوری میں نظر آتی ہے۔

مختصر یہ کہ حضرت نوریؔ بریلوی کی شاعری ادبی وشعری تنوع اور مختلف زبانوں کی بوقلمونی سے مرصع ومسجع ہے، اردو، عربی، فارسی الفاظ کے ساتھ ہندی، ہندوستانی اور علاقائی زبانوں کا استعمال نہایت برجستگی اور سلیقے سے کیا گیا ہے۔

◆◆◆

ص ۵ رکا بقیہ......................

عبدالقادر جیلانی قدس سرہ الربانی کے زمانۂ مبارک تک تفصیل سے خبر دی کہ جتنے بھی اللہ جل شانہ کے اولیا گزرے ہیں، سب نے آپ کی ولادت باسعادت کی بشارت دی ہے۔
(سیرت غوث الثقلین، ص ۵۸)

حضرت شیخ ابوبکر بن ہوار کی بشارت

حضرت شیخ ابوبکر بن ہوار قدس سرہ العزیز نے ایک روز اپنے مریدین سے فرمایا کہ عنقریب عراق میں ایک عجمی شخص جو کہ اللہ عزوجل اور لوگوں کے نزدیک عالی مرتبت ہوگا، اس کا نام عبدالقادر ہوگا اور بغداد شریف میں سکونت اختیار کرے گا، قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ (یعنی میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے) کا اعلان فرمائے گا اور زمانہ کے تمام اولیاے کرام اس کے فرماں بردار ہوں گے۔ (بہجۃ الاسرار، ص ۱۴)

یوم ولادت ہی کرامت کا ظہور

حضور غوث اعظم کی ولادت ماہ رمضان المبارک میں ہوئی اور آپ نے پہلے دن ہی سے روزہ رکھا، سحری سے لے کر افطاری تک آپ اپنی والدہ محترمہ کا دودھ نہیں پیتے تھے، چنانچہ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت سیدتنا ام الخیر فرماتی ہیں کہ ”جب میرا فرزند ارجمند عبدالقادر پیدا ہوا تو رمضان شریف میں دن بھر دودھ نہ پیتا تھا۔“ (بہجۃ الاسرار، ص ۱۷۲)

توکل اور اخلاص کی حقیقت

حضور غوث اعظم سے توکل کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ دل اللہ جل شانہ کی طرف لو لگائے رہے اور اس کے غیر سے الگ رہے۔ (بہجۃ الاسرار، ص ۲۳۲)

نیز آپ نے توکل کے بارے میں ارشاد فرمایا: توکل کی حقیقت اخلاص کی حقیقت کی طرح ہے اور اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ کوئی بھی عمل بدلہ حاصل کرنے کے لئے نہ کرے اور ایسا ہی توکل ہے کہ اپنی ہمت کو جمع کر کے سکون سے اپنے رب کی طرف نکل جائے۔ (بہجۃ الاسرار، ص ۲۳۳)

آپ نے ارشاد فرمایا کہ خوف کی بہت سی قسمیں ہیں (۱) خوف — یہ گنہگاروں کو ہوتا ہے (۲) رہبہ — یہ عابدین کو ہوتا ہے (۳) خشیت — یہ علما کو ہوتی ہے، نیز ارشاد فرمایا: گنہگار کا خوف عذاب سے، عابد کا خوف عبادت کا ثواب ضائع ہونے سے اور عالم کا خوف طاعات میں شرک خفی سے ہوتا ہے، پھر آپ نے فرمایا: عاشقین کا خوف ملاقات کے فوت ہونے سے ہے اور عارفین کا خوف ہیبت وتعظیم سے ہے اور یہ خوف سب سے بڑھ کر ہے کیونکہ یہ کبھی دور نہیں ہوتا اور ان تمام اقسام کے حاملین جب رحمت ولطف کے مقابل ہو جائیں تو تسکین پا جاتے ہیں۔ (بہجۃ الاسرار، ص ۲۳۶)

◆◆◆

نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھنے کی برکتیں

از: مولانا عبدالمصطفیٰ صدیقی حشمتی
ناظم اعلیٰ دارالعلوم مخدومیہ ردولی شریف

یہ بڑی خوش بختی اور سعادت مندی کی بات ہے کہ عزیز مکرم حضرت مولانا محمد رفیق رضا صاحب ممبئی نے سیدی سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا نعتیہ دیوان حدائق بخشش از اوّل تا آخر اپنی عمدہ اور بہترین آواز میں پڑھنے کی سعادت حاصل کی ہے، موصوف عمدہ آواز کے مالک ہیں، روایتی شعراء سے ہٹ کر ادب واحترام کے ساتھ نعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھتے ہیں، زیادہ تر سیدی سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی لکھی ہوئی نعتیں ہی پڑھتے ہیں، اس لئے سنجیدہ طبقہ آپ کو سنتا اور پسند کرتا ہے۔

نعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھنا اور سننا دونوں بہت بڑی سعادت کی بات ہے، نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنے سے دین اور دنیا دونوں کی برکتیں حاصل ہوتی ہیں، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نعتیں سناتے تو ان کے لئے خصوصی ممبر کا انتظام کیا جاتا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں آپ نعتیں پڑھتے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کے لئے خصوصی عنایتیں ہوتیں، بلکہ حدیث پاک میں وارد ہوا ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لئے خصوصی دعا فرمائی کہ میرے مولیٰ حسان کی جبریل کے ذریعہ مدد فرما۔

"حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى الْفَزَارِيُّ، وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ الْمَعْنَى وَاحِدٌ، قَالاَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ لِحَسَّانَ مِنْبَرًا فِي الْمَسْجِدِ، يَقُومُ عَلَيْهِ قَائِمًا يُفَاخِرُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ قَالَتْ: يُنَافِحُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيَقُولُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِنَّ اللَّهَ يُؤَيِّدُ حَسَّانَ بِرُوحِ الْقُدُسِ مَا يُفَاخِرُ، أَوْ يُنَافِحُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "ورواه الترمذي و قال: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَهُوَ حَدِيثُ ابْنِ أَبِي الزِّنَادِ۔"

صحابی رسول حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ نے اپنا مشہور زمانہ قصیدہ" بانت سعاد" جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھنے کی سعادت حاصل کی تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی کرم فرماتے ہوئے آپ کو اپنی چادر عنایت فرمائی، اسی وجہ سے اس قصیدہ کو قصیدہ بردہ بھی کہا جاتا ہے، اسی طرح امام بوصیری رحمہ اللہ جب سخت بیمار پڑے تو آپ نے بارگاہ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم میں استغاثہ پیش کیا اور مشہور زمانہ قصیدہ" امن تذ کر جیران بذی سلم " آپ کی بارگاہ میں پیش کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کرم فرمایا، آپ کو جسم مبارک پر ہاتھ پھیرا جس کی برکت سے آپ کا مرض جاتا رہا اور ایک چادر مبارک عنایت فرمائی، اسی مناسبت سے اس قصیدہ کو بھی" قصیدہ بردہ" کہا جاتا ہے۔

امام اہل سنت سیدی سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے جہاں نثر میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف میں سیکڑوں کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، وہیں نظم میں آپ کا دیوان ”حدائق بخشش“ پوری دنیا میں مشہور ومعروف ہے" حدائق بخشش" تاریخی نام ہے یعنی اس کے اعداد 1325 بنتے ہیں اور 1325 ہجری (1907ء) میں ہی مرتب کیا گیا، حدائق حدیقہ کی جمع ہے، حدیقہ عربی میں باغ کو کہتے ہیں اور بخشش فارسی زبان کا لفظ ہے جو انعام، عطیہ، معافی، عفو درگزر وغیرہ کے معنی دیتا ہے، بعد میں آنے والے نعت گو حضرات نے اسی نام کی مناسبت سے اپنے نعتیہ مجموعوں کے نام رکھے ہیں، جیسے سفینۂ بخشش، وسائل بخشش وغیرہ۔

حدائق بخشش کی نعتوں کا کئی علاقائی زبانوں وانگریزی، عربی وفارسی میں منظوم ترجمہ کیا گیا ہے، اس کی کئی شروحات لکھی گئی ہیں، بہت سی نعتوں کو مشہور شعرا نے تضمین بھی کیا ہے، حدائق بخشش پڑھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ بقیہ ص ۱۳۱ پر

مصطفیٰ کا نور ہے، جلوہ ہمارے غوث کا

(از: مولانا سلمان رضا فریدیؔ بارہ بنکوی، مسقط عمان

چل رہا ہے آج بھی سِکّہ ہمارے غوث کا
مرتبہ اونچوں سے ہے اونچا ہمارے غوث کا

وہ، صحابی، تابعی کے بعد ہیں سب سے عظیم
کون ہے امت میں ہم پایہ ہمارے غوث کا

روحِ ملت کو عطا فرمائی ہے تازہ حیات
کارنامہ ہے بہت اعلیٰ ہمارے غوث کا

کیوں نہ روشن ہو جَبینِ دہر پر اُن کی حیات
مصطفیٰ کا نور ہے، جلوہ ہمارے غوث کا

بکرامت سَر سے لے کر پاؤں تک سارا وجود
جامۂ اوصاف ہے یکتا ہمارے غوث کا

اُن کے سَر ہے، عالم عرفاں کی سرداری کا تاج
چومتے ہیں اولیا، تلوا ہمارے غوث کا

سرمۂ اہلِ نظر ہے ان کے پیروں کا غبار
ہے طبیبِ روح، نقشِ پا ہمارے غوث کا

ہر قدم پر ہے کمالوں کی نئی اک کہکشاں
نور سے لبریز ہے رستہ ہمارے غوث کا

ان کی ہستی وقت کے آفاق پر مثلِ ہلال
ہے اجالا ہر گھڑی تازہ ہمارے غوث کا

دیکھتے ہیں چشمِ حیرت سے اُسے شمس و قمر
اِس قدر پُرنُور ہے روضہ ہمارے غوث کا

زندگی کا لمحہ لمحہ لازوال و بے مثال
اب بھی ہر کردار ہے زندہ ہمارے غوث کا

فکر و فن، علم و ہنر میں بحرِ ناپیدا کِنار
حکمتوں کی ہے ڈگر، اُسوہ ہمارے غوث کا

گوش بَر آواز ہو جاتی تھی ساری کائنات
ہوتا تھا ایسا حسیں خطبہ ہمارے غوث کا

جھوم جاتے تھے جسے سن کر زمین و آسماں
اِتنا شیریں تھا لب ولہجہ ہمارے غوث کا

قُم بِاِذنِ اللہ سے مُردوں کو زندہ کر دیا
فضلِ رب سے ہے اثر کتنا ہمارے غوث کا

ان کی مدحت، دو جہاں میں سَر بلندی کا سبب
کیسا رفعت ساز ہے نغمہ ہمارے غوث کا

آ کے شامل ہوتے ہیں افلاک سے حور و ملک
جب زمیں پر ہوتا ہے جلسہ ہمارے غوث کا

کون جانے، کون سمجھے، اے فریدیؔ اُن کا اوج
جب فلک ہے، اولیں زینہ ہمارے غوث کا

تری دنیا ہے دیوانی محی الدین جیلانی

(از: قاری محمد رضوان رضوی، رضا مسجد، بریلی شریف

تری باتیں ہیں روحانی محی الدین جیلانی
ترا چہرا ہے نورانی محی الدین جیلانی

ترے انداز عرفانی محی الدین جیلانی
ترا ارشاد قرآنی محی الدین جیلانی

تری جب کی ثنا خوانی محی الدین جیلانی
لبوں نے کی گل افشانی محی الدین جیلانی

قدم تیرا لیا ہے ہر ولی نے اپنی گردن پر
ہے تیری سب پہ سلطانی محی الدین جیلانی

لکھوں اوصاف جب تیرے تو مجھ کو سجدے کرتی ہے
ستاروں کی درخشانی محی الدین جیلانی

جدھر دیکھو اُدھر ہیں محفلیں ہی محفلیں تیری
تری دنیا ہے دیوانی محی الدین جیلانی

سجا ہے خانۂ دل اور بچھی ہیں راہ میں آنکھیں
کرو منظور مہمانی محی الدین جیلانی

تمہیں معلوم ہے اپنے کرم سے دور فرما دو
مجھے جو ہے پریشانی محی الدین جیلانی

عطائے سرورِ کون و مکاں سے ہے تمہیں حاصل
ولایت کی جہاں بانی محی الدین جیلانی

مشامِ جاں کو آئی ہے ترے اجداد کی خوشبو
جو مہکی رات کی رانی محی الدین جیلانی

منظومات

رُخِ حسرت نے تیرے آستاں کی خاک جب پائی
ہوئی تابندہ پیشانی محی الدین جیلانی

عمامے میں خزانے نور و عرفاں کے سمائے ہیں
قبائیں تیری نورانی محی الدین جیلانی

یقیناً دشمنوں کے ہوش اُڑ جاتے تھے سنتے ہی
ترے خطبے کی جولانی محی الدین جیلانی

طلب کا ہاتھ پھیلایا اِسی باعث ترے آگے
عطا ہو فضلِ یزدانی محی الدین جیلانی

میں دھولوں نور کے دریا میں الفاظ و معانی کو
کروں جب بھی ثنا خوانی محی الدین جیلانی

تری مدحت کروں کیا میں نہ پروازِ تخیّل ہے
نہ لفظوں کی فراوانی محی الدین جیلانی

منوّر کر رہی ہے بام و در شہرِ عقیدت کے
ترے جلووں کی تابانی محی الدین جیلانی

نہ ساتھی ہے نہ منزل کا پتہ ہے، کیجئے امداد
ڈگر لگتی ہے انجانی محی الدین جیلانی

لگاتا ہے صدا رضوانؔ جب بھی وقت مشکل میں
تو ہو جاتی ہے آسانی محی الدین جیلانی

توجلوۂ نورِ رحمانی یا عبدَالقادر جیلانی

(از: مولانا محمد جسیم اکرم مرکزی، جامعۃ الرضا بریلی شریف

تری ذاتِ مبارک لاثانی یا عبدَالقادر جیلانی
توجلوۂ نورِ رحمانی یا عبدَالقادر جیلانی

تو حسنِ یوسفِ کنعانی یا عبدَالقادر جیلانی
تو وارثِ علمِ سلیمانی یا عبدَالقادر جیلانی

کیا چہرہ ترا ہے نورانی یا عبدالقادر جیلانی
سورج کی طرح ہے پیشانی یا عبدالقادر جیلانی

اک جام پلا دو عرفانی یا عبدالقادر جیلانی
سب دور ہو دل کی ویرانی یا عبدالقادر جیلانی

کیا حور و ملک کیا جن و بشر کیا شمس و قمر
کیا برگ و شجر جنت بھی تمہاری دیوانی یا عبدالقادر جیلانی

جو بارہ برس سے تھی ڈوبی وہ کشتی پل میں نکل آئی
کیا تیری قوتِ روحانی یا عبدَالقادر جیلانی

مردہ کو کیا زندہ تم نے رہزن کو کیا مولیٰ تم نے
اے آلِ حبیب یزدانی یا عبدَالقادر جیلانی

میں اپنے مقدر پر نازاں تا عمر رہوں گا اے جاناں
مل جائے جو در کی دربانی یا عبدَالقادر جیلانی

حسنین کے گل زہرا کی کلی حیدر کی خوشی ولیوں کے ولی
ہے تم پہ فیضِ ربّانی یا عبدَالقادر جیلانی

ہو وقت کے صدیق اکبر فاروق و حیدر اور غنی
یا غوث اعظم صمدانی یا عبدَالقادر جیلانی

اے قطب زماں اے ابن علی کیا شان بیاں ہو مجھ سے تری
کہ ہے تو محبوب سبحانی یا عبدَالقادر جیلانی

اک چشمِ کرم آقا کر دو مری خالی جھولی کو بھر دو
چوکھٹ ہے تمہاری عثمانی یا عبدالقادر جیلانی

ہر ایک ولی کی گردن پر ہے آپ کا ہی قدم انور
کیا شان ہے شانِ لاثانی یا عبدالقادر جیلانی

کرے تجھ پہ وہ دل جان فدا اک جان ہے کیا سو جان فدا
جو دیکھ لے رخ کی تابانی یا عبدَالقادر جیلانی

اک بار جسیمِ خستہ پر کر چشمِ کرم شہِ بحر و بر
ہو اس کے لیے بھی آسانی یا عبدالقادر جیلانی

◆◆◆

یہ شمارہ آپ کو کیسا لگا؟

قارئین کرام سنی دنیا کا یہ شمارہ آپ کو کیسا لگا؟ ہمیں اپنے تأثرات ضرور لکھیں، آپ کے مرسلہ تأثرات ماہنامہ سنی دنیا کے صفحات کی زینت بنیں گے۔

نیز رسالہ کو مزید بہتر بنانے کے لئے اگر آپ کے ذہن میں کوئی مشورہ ہو تو ہمیں ضرور بتائیں، ہم اسے عمل میں لانے کی کوشش کریں گے، اگر آپ کاروباری ہیں تو رسالہ میں اپنے اشتہار بھی دے سکتے ہیں۔

सुन्नी दुनिया में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोट:-

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।

2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।

3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2020-2022

NOVEMBER-2022
PAGES 60 WITH COVER

PER COPY : ₹25.00
PER YEAR : 300.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan



جمادی الاولیٰ ۱۴۴۴ھ / دسمبر ۲۰۲۲ء
DECEMBER-2022 Rs. 25/-

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسباں

ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

- عشق کے ضابطے
- کسان اور مسائل عشر
- آزاد خیالوں سے چار باتیں
- حجۃ الاسلام کے تبلیغی اسفار
- ایک مصری عالم دین کا دردِ دل
- اسلام تیری نبض نہ ڈوبے گی حشر تک

- تاریخ اسلام کا مطالعہ اور ہمارے شب روز
- مسلمانوں کا تابناک مستقبل اور موجودہ حالات
- تقویۃ الایمان! تیرہویں صدی کا ایک بڑا فتنہ
- موجودہ حکومت اور مدارس اسلامیہ کا مستقبل

- نیاز اور کھانا کھلانا! اسلامی روایات کا آئینہ دار
- عیدمیلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اثبات پر ایک منطقی تحریر

مدیر مفتی محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی

وارثِ علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتیٔ اعظم نور دیدۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خان قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خان قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

شمارہ نمبر ۱۲
Issue No. 12
Vol. 7 جلد نمبر ۷

۱۴۴۴ھ
جمادی الاولیٰ
دسمبر ۲۰۲۲ء

مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

تزئین کار

عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک)
آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

محمد تمہید خان عرشی
فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپئے
سالانہ ۳۰۰ روپئے سادہ ڈاک سے
سالانہ ۵۵۰ روپئے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپئے
امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ

قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 8755096981 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ہدایت

اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

Contact Address

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

Email:
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

رابطہ کا پتہ

ماہنامہ سنی دنیا
۸۲ر سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ر سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مشمولات

مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

حضور حجۃ الاسلام کے تبلیغی اسفار

اداریہ

حجۃ الاسلام تاحیات وقت کی باطل قوتوں سے نبرد آزما رہے، گستاخان رسول سے مناظرے فرمائے، سیاسی بازیگروں کے دام وفریب سے مسلمانوں کو آزاد کیا، تحریک شدھی کے انسداد کے لئے بے پناہ کوششیں کیں، الغرض ہر جہت سے باطل قوتوں کی دل فریبیوں کا سینہ چاک کیا، آپ بے پناہ مسلکی وخانقاہی مصروفیات کے باوجود ہر سال ماہ شوال سے لے کر شعبان تک ہندوستان کے اطراف واکناف میں دینی تبلیغی دورے فرماتے، پھر رمضان المبارک میں بھی، مسلسل سفر کرنا پڑتا۔

آپ کی مصروفیات کا اندازہ اس مکتوب گرامی سے ہوتا ہے جسے آپ نے مولانا ہدایت رسول قادری کے نام ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۴ء میں تحریر فرمایا تھا:

”نیز لاہور میں انجمن حزب الاحناف کے جلسے مقرر ہیں جہاں میری صدارت کی اشاعت کردی گئی اور میں وعدہ شرکت کر چکا ہوں پھر فیروز پور کے احباب نے اصرار کیا کہ میں لاہور سے وہاں آؤں اور ایک شادی چند ماہ سے صرف میرے آنے پر ملتوی رکھی ہے، جب میں وہاں پہنچوں گا تو تقرر تاریخ ہوگا اور تقرر تاریخ میرے ہی ذمہ رکھا ہے، راہ میں امرتسر کے بعض احباب مصر ہیں کہ یہ یہاں بھی قیام ہو، غرض یکسر ہزار سودا۔“ (تذکرۂ جمیل، مطبوعہ سنی رضوی اکیڈمی ماریشش، ص ۱۳۱)

حجۃ الاسلام عظیم آباد میں

ان لاتعداد مصروفیوں کے باوجود بھی کلکتہ، لاہور، راجستھان، یوپی، سی پی اور بہار کے مختلف بلاد جیسے مظفر پور، اودے پور، کانپور، جودھپور، سیتامڑھی، دربھنگہ، پورنیہ، پٹنہ، چتوڑ گڑھ، بنارس کے علاوہ دیگر بلاد ہند اور ان کے قصبات ودیہات حجۃ الاسلام کے تبلیغی دوروں سے روشن وتابناک ہوئے، حجۃ الاسلام نے شاید بہار کا پہلا دورہ اپنے والد ماجد امام احمد رضا خاں قادری فاضل بریلوی کی رکابت میں عظیم آباد پٹنہ کی عظیم الشان تاریخ ساز کانفرنس ”دربار حق وہدایت“ منعقدہ ۷/۸/۹/۱۰/۱۱/ ۱۲/۱۳/رجب المرجب ۱۳۱۸ھ مطابق ۱/۲/۳/۴/۵/۶/ ۷/نومبر ۱۹۰۰ء میں شرکت کے غرض سے فرمایا، یہ کانفرنس تحریک ندوہ کے غیر اسلامی اقوال وافعال کی اصلاح اور اس کے قومی نظریہ پر قرآن وحدیث کی روشنی میں خطابت کے اعتبار سے ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے، اس کانفرنس میں حضرت حجۃ الاسلام کو اپنے والد گرامی امام احمد رضا کی نیابت میں شرکت کا شرف حاصل رہا، تحفۂ حنفیہ پٹنہ اس طرح رقمطراز ہے:

”مجدد ماۃ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ، امام علمائے اہل سنت، والاحضرت جناب مولانا حاجی محمد احمد رضا خاں صاحب سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی دام فیضہ القوی کا بیان حق نشان ہو ہی رہا تھا کہ فاضل نوجوان مولانا مولوی محمد حامد رضا خاں سلمۂ المنان نے آکر کان میں کچھ کہا کہ ندوی حضرات آگئے ہیں، پھر امام احمد رضا نے ندویوں کے غیر اسلامی افکار کا شدید رد فرمایا اور یہ بیان رات بارہ بجے تک جاری رہا۔“

[تحفۂ حنفیہ بابت ماہ جمادی الثانی ورجب المرجب ۱۳۱۹ھ، ص ۱۲۱]

اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور حجۃ الاسلام کو امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی بارگاہ میں نہ صرف دینی امور میں خدمت کی سعادت حاصل تھی، بلکہ مزاج میں بھی خاصا دخل تھا، یہ عظیم الشان کانفرنس قاضی محمد وحید الدین صاحب فردوسی مہتمم مدرسہ ”ابر کرم اہل سنت“ وایڈیٹر ماہنامہ ”تحفۂ حنفیہ“ پٹنہ کے زیر اہتمام منعقد ہوئی تھی جس میں تقریباً سو سے زائد اکابر علما اور اعاظم مشائخ نے شرکت فرمائی، اس ضمن میں تاج الفحول حضرت

علامہ عبدالقادر بدایونی، مجدد دین وملت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی، سید اسماعیل حسن صاحب مارہرہ شریف، استاذ العلما مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب جونپوری، رئیس المحدثین مولانا وصی احمد محدث سورتی، مولانا ظہور الحسن صاحب فاروقی رامپوری، مولانا شاہ فاخر الہ آبادی، مولانا عبدالسلام صاحب جبل پوری وغیرہم کے اسمائے گرامی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ [تذکرۂ جمیل، مطبوعہ سنی رضوی اکیڈمی ماریشس، ص ۱۲۰-۱۱۹]

حجۃ الاسلام لاہور میں

ملت اسلامیہ کے منتشر شیرازہ کو مجتمع کرنے کی خاطر ۱۵ر شوال المکرم ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۴ء میں اہل سنت وجماعت اور دیوبندی جماعت کے سرکردہ لوگوں کے نزاعی مسلے پر غور وغوض کے لئے ایک میٹنگ رکھی گئی جو بعد میں مناظرے کی شکل اختیار کر گئی، طرفین کے ذمہ داروں کی یہ خواہش تھی کہ پرسکون ماحول میں گفت وشنید کے ذریعہ ہی مسئلہ طے ہو جائے اور حق واضح ہو نے کی صورت میں حق کو تسلیم کرتے ہوئے دونوں فرقے ایک ہو جائیں، دیوبندی مکتب فکر کی طرف سے مولوی اشرف علی تھانوی کا انتخاب ہوا جبکہ جماعت اہل سنت کی جانب سے حضور حجۃ الاسلام منتخب ہوئے، آپ بریلی شریف سے لاہور تشریف لے گئے، مگر ادھر سے تھانوی جی نہ دارد! چشم فلک شاہد ہے کہ لاہور کی مشہور مسجد وزیر خاں کا وسیع وعریض صحن حق وباطل کا فیصلہ کن مناظرہ دیکھنے کے لئے ہزاروں فرزندان توحید ورسالت سے اٹا پڑا تھا، عوام کا بے پناہ ہجوم انسانوں کا موجیں لیتا ہوا سمندر سا دکھائی پڑ رہا تھا، لاہور کے اس تاریخی مناظرے میں حضور حجۃ الاسلام کے علاوہ اہل سنت کی طرف سے شیخ طریقت حضرت علامہ سید شاہ علی حسین کچھوچھوی، حضرت صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مرادآبادی، حضرت پیر صدر الدین سجادہ نشین حضرت موسیٰ پاک شہید ملتانی، حضرت فقیہ اعظم کوٹلوی، مولانا شاہ محمد سیالکوٹوی وغیرہم بھی رونق بزم تھے، ہر شخص مناظرے کا بڑی شدت سے منتظر تھا، مناظرے کا وقت آ گیا اور ختم بھی ہو گیا، مگر تھانوی جی کا دور دور تک کوئی پتہ اور نام ونشان نہ تھا، تھانوی جی اور ان کے وکیل کو نہ آنا تھا، نہ آئے مگر ملت اسلامیہ کا وہ ناسور جو ہنوز اہل حق وصداقت کے سینوں کو چھلنی کر رہا ہے، ہمیشہ ہمیشہ کے لئے باقی رہ گیا، لیکن مغلوب ومعتوب رہا اور یہی ہوا کہ حضور حجۃ الاسلام جن کا چہرہ خود ہی برہان تھا، اس تاریخی مناظرے میں علمائے اہل سنت فاتح و غالب اور ظفریاب وکامیاب رہے اور تھانوی جی اپنے تمام تر باطل عقیدوں کے ساتھ مفتوح ومغلوب۔

اہل سنت کی اس عظیم الشان کامیابی وکامرانی پر مرکزی انجمن "حزب الاحناف" لاہور کی جانب سے حضور حجۃ الاسلام کے اعزاز میں ایک شاندار پروقار تہنیتی جلسہ کا انعقاد کیا گیا، حضور حجۃ الاسلام کی خدمت میں خطبا نے نذر عقیدت پیش کئے، شعرا نے منظوم خراج محبت سے اپنے جذبات کا اظہار کیا، عوام دل کی گہرائیوں سے نعرہائے تکبیر ورسالت سے آپ کا خیر مقدم کیا، اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سید ایوب علی صاحب رضوی بریلوی اپنے منظوم تہنیت نامے میں یوں فرماتے ہیں: ؎

ہم سنیوں کے پیشوا حامد رضا حامد رضا
کیا نام ہے پیارا ترا حامد رضا حامد رضا
اعدا پہ ہے تیرے قضا حامد رضا حامد رضا
احباب کی ہے تو بقا حامد رضا حامد رضا
چشم وچراغ اصفیا شمع جمال اتقیا
ممتاز خاصان خدا حامد رضا حامد رضا
گھر گھر ترا افسانہ ہر دل ترا دیوانہ ہے
اے جان عبدالمصطفیٰ حامد رضا حامد رضا
صورت ہے نورانی تری سیرت ہے لاثانی تری
طینت ہے تری مرحبا حامد رضا حامد رضا
بنگال ترا مجرائی مشتاق تیرا بمبئی
پنجاب پروانہ ترا حامد رضا حامد رضا
ہندوستاں میں دھوم ہے کس بات کی معلوم ہے
لاہور میں دولہا بنا حامد رضا حامد رضا
سمجھے کیا اور کیا ہوا ارماں دل میں رہ گیا
تیرے ہی سر سہرا رہا حامد رضا حامد رضا

اداریہ

جلتے رہیں گے حاسدیں تیرے ہمیشہ بالیقیں
پھولے پھلے گا تو سدا حامد رضا حامد رضا
ایوبؔ قصہ مختصر آیا نہ کوئی وقت پر
ترے مقابل منچلا حامد رضا حامد رضا

[تذکرۂ جمیل، مطبوعہ سنی رضوی اکیڈمی، ص ۱۹۹—۲۰۰]

اس موقع پر حضور حجۃ الاسلام نے وہ فقید المثال خطبہ دیا جسے سن کر بڑے بڑے علما عش عش کرنے لگے اور آپ کی فصاحت و بلاغت اور ہمت و حوصلہ اور علم و فضل دیکھ کر حیران و ششدرہ گئے، اس وقت پر لاہور کے خوش قسمت مسلمانوں نے نعرہ لگایا کہ دیوبندی نہ آیا تو چھوڑو ''اِن کے بھی چہرے دیکھ لو'' (حجۃ الاسلام کی طرف اشارہ کر کے) اور اُن کے بھی چہرے دیکھ لو (دیوبندیوں کی جانب اشارہ کر کے) اور فیصلہ کر لو کہ حق کدھر ہے، لاہور کا تاریخ ساز اور فیصلہ کن مناظرہ اہل سنت کے لئے تاریخی حیثیت رکھتا ہے، کیونکہ یہ مناظرہ دیوبندیوں کے بڑے پیشوا، اور ان کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی سے ہونا قرار پایا تھا تا کہ یہ اختلاف و انتشار ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے، جس کے لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی اپنی حیات طیبہ میں بارہا کوشاں رہے، خصوصاً مراد آباد میں تھانوی صاحب کو امام اہل سنت نے آخری دعوت ملاقات بھی دی، جس میں تحریری گفتگو کی شرط تھی اور اس کے لئے ۲۷ ر صفر المظفر ۱۳۳۹ھ کی تاریخ طے کی گئی، جس کا تفصیلی جائزہ رسالۂ ''دافع الفساد عن مراد آباد'' میں پیش کیا گیا ہے۔''

[حجۃ الاسلام، مطبوعہ ادارہ سنی دنیا بریلی شریف، ص ۲۱—۲۰]

اس موقع پر شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال کی بھی ملاقات حضور حجۃ الاسلام سے ہوئی، جس کا ذکر حضرت علامہ تقدیس علی خاں بریلوی نے اپنے ایک مکتوب گرامی میں یوں کیا ہے:

''ڈاکٹر اقبال کو جب حجۃ الاسلام نے دیوبندی مولوی کی گستاخانہ عبارتیں سنائیں تو وہ سن کر حیرت زدہ رہ گئے اور بے ساختہ بولے کہ مولانا ایسی گستاخانہ عبارتیں ہیں کہ ان پر آسماں کیوں نہیں ٹوٹ پڑا، ان پر تو آسمان ٹوٹ پڑنا چاہیے۔''

لاہور میں حجۃ الاسلام کا قیام اکثر حضرت مولانا شاہ غوث قادری کے مزار پرانوار پر رہتا، لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے اور خوب خوب کسب فیض کرتے، بیعت و ارادت کا بھی سلسلہ جاری رہتا، علما آپ سے سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں ماذون و مجاز ہوتے، انہیں ایام میں مولانا ابو الحسنات سید محمد احمد لاہوری کو بھی آپ نے ماذون و مجاز فرمایا، ۱۹۲۳ء میں جامعہ نعمانیہ میں بغرض امتحان اور ۱۹۳۴ء میں مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب محدث الوری امیر انجمن حزب الاحناف کے عرس چہلم میں لاہور کے جلسے کی صدارت فرماتے رہے اور لاہور کے اس تاریخی فیصلہ کن مناظرہ پر آپ کا یہ سفر لاہور حسن اختتام کو پہنچا۔

حجۃ الاسلام اور خادم الحرمین کانفرنس

علمائے فرنگی محلی نے لکھنؤ میں نجدیوں کے خلاف ''خادم الحرمین کانفرنس'' کا انعقاد کیا تھا جس میں ملک کے نامور علمائے کرام نے شرکت فرمائی، یہ کانفرنس نجدیوں کے ذریعہ حرمین شریفین کے قبہ جات کی مسماری و بے حرمتی کے سلسلے میں احتجاجاً منعقد کی گئی تھی، حضرت علامہ خوشتر صدیقی فرماتے ہیں:

''یہ سفر وسیلہ ظفر تاریخ کے صفحات میں ہنوز محفوظ اور الاستقامة فوق الکرامة کا بڑا روشن دستاویز ہے، اندازہ کیجئے فرنگی محل لکھنؤ کا تاجدار علم و فن، مولانا محمد علی جوہر کا مرشد برحق حضرت مولانا شاہ عبد الباری فرنگی محلی قدس سرہ ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۶ء لکھنؤ کے اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر اپنے تدریس خانقاہی اور سیاسی دوستوں کے جم غفیر کے ساتھ استقبال کے لئے تشریف فرما ہیں اور حجۃ الاسلام خادم الحرمین کے جلسہ میں شرکت کے لئے علما کی معیت میں وارد ہوئے، مولانا فرنگی نے بڑھ کر خوش آمدید کہا، مگر چشم فلک یہ نظارہ دیکھتی رہ گئی اور مجمع ششدر رہ گیا کہ حجۃ الاسلام نے مصافحہ کرنے سے انکار کر دیا، حضرت مولانا عبد الحفیظ سابق مفتی آگرہ (۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۵ء مدفون ملتان) نے اپنا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہیں، حضرت مولانا عبد الباری رحمۃ

اللہ علیہ سے زمانۂ خلافت میں کچھ باتیں سرزد ہوگئیں، ان پر اعلیٰ حضرت نے گرفت فرمائی، آخر کار وصال سے کچھ پہلے خادم الحرمین کے جلسہ میں بریلی شریک ہوئے، اس وقت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا عبد الباری رحمۃ اللہ علیہ سے مصافحہ نہ کیا اور ان کے یہاں قیام سے بھی انکار کر دیا اور فرمایا کہ اعلیٰ حضرت نے آپ پر جو اعتراضات کئے ہیں، ان باتوں سے رجوع کیجئے، چنانچہ حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کوشش سے تحریر دی، اس کے بعد حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود فرنگی محل گئے، دونوں میں مصافحہ و معانقہ ہوا، حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب نے حضرت مولانا عبد الباری کے ہاتھ چومے، اس کے لئے کہ وہ صحابی کی اولاد میں ہیں، قیام فرمایا، فقیر اس موقع پر موجود تھا، اسی خوشی میں دار الشفاء کی برفیاں آئیاں اور باقاعدہ فاتحہ ہوئی اور تقسیم ہوئیں۔‘‘

حجۃ الاسلام پیلی بھیت میں

پیلی بھیت حضرت علامہ وصی احمد محدث سورتی کا مسکن تھا، حضرت محدث سورتی سے امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی شہرہ آفاق محبت و مروت ضرب المثال کی حیثیت رکھتی ہے، محدث سورتی کے صاحبزادے مولانا عبد الاحد اعلیٰ حضرت کے شاگرد رشید اور خلیفہ بھی تھے، اعلیٰ حضرت ہی نے آپ کو سلطان الواعظین کا خطاب عطا فرمایا، آپ کو امام احمد رضا اور حجۃ الاسلام کی معیت میں زیارت حرمین شریفین کی سعادت بھی حاصل تھی، حضرت محدث سورتی کی نماز جنازہ حجۃ الاسلام ہی نے پڑھائی، انہیں سارے گہرے مراسم کے پیش نظر حجۃ الاسلام کا پیلی بھیت میں آنا جانا قدرے زیادہ تھا، حضرت مانا میاں قادری رضوی نبیرۂ محدث سورتی فرماتے ہیں:

’’وہ بائیس سال میں دس بارہ مرتبہ پیلی بھیت تشریف لائے اور اپنے والد ماجد کی عادت کے مطابق سب سے پہلے محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر فاتحہ کے لئے تشریف لے جاتے اور دو ہی جگہ قیام فرماتے، سلطان الواعظین مولانا عبد الاحد کے مکان یا مولوی عبد الحق صاحب کر گہنوی، ۱۹۳۲ء/ ۱۳۵۰ھ کے یہاں آخری میں ان دونوں حضرات کے وصال کے بعد آپ کا قیام مولوی محمد ابراہیم صاحب کی کوٹھی میں محدث سورتی کے مزار کے قریب ہوا کرتا تھا، پیلی بھیت میں آپ کی تشریف آوری اور چند روز قیام مسلمانوں کے لئے بڑی خوشی کا باعث ہوتا، اعلیٰ حضرت کی تعلیمات اور رسول اللہ ﷺ، اہل بیت، صحابۂ کرام اور بزرگان دین کے ادب و احترام کے قیام میں آپ ہمیشہ مصروف و منہمک رہے اور اعلیٰ حضرت کے قیام کردہ مدرسہ اور ان کی تصانیف، فتاویٰ کی ترتیب و اشاعت کی جانب خصوصی توجہ فرماتے رہے، آپ کی حیات میں اعلیٰ حضرت کی وفات اور جدائی کا غم بڑی حد تک لوگ محسوس کرتے تھے۔‘‘

[تذکرۂ جمیل، مطبوعہ سنی رضوی اکیڈمی ماریشش، ص ۱۸۸ — ۱۸۷]

حجۃ الاسلام اودے پور میں

راجستھان کو یہ شرف حاصل رہا کہ تقریباً سارا علاقہ حضور حجۃ الاسلام کے گیسوئے ارادت کا اسیر تھا، یہاں آپ مسلسل قیام فرماتے، لوگ شب و روز آپ کی زیارت کرتے اور پروانہ وار نثار ہوتے، زائرین کے سیلاب میں آپ کا روئے تاباں مہر درخشاں کی مانند چمکتا و دمکتا مرکز زیارت و عقیدت ہوتا تھا، اس منظر کے چشم دید حالات جناب قمر الدین احمد انجم صدر نعت کونسل کراچی پاکستان یوں بیان کرتے ہیں:

’’بارہ سال کی عمر میں پہلی بار حجۃ الاسلام کی زیارت کا شرف مجھے حاصل ہوا، اودے پور سلاوٹ واڑی محلہ کی جامع مسجد میں، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ انسانوں کا ایک سیلاب حجۃ الاسلام کی زیارت کے لئے رواں دواں دیکھا اور اتنے عظیم اجتماع میں مجھے بھی حجۃ الاسلام کی ایک جھلک دیکھنے کا موقع نصیب ہوا، اس سے پہلے میری آنکھوں نے ایسا گورا اور نورانی چہرہ نہیں دیکھا تھا، بس ایک ہی جھلک ہر بڑے اور چھوٹے کو مبہوت کر دیتی تھی اور ہر آنے والا حلقۂ ارادت

میں داخل ہوکر (مرید ہوکر) ہی لوٹ پاتا تھا، چونکہ ہزاروں لاکھوں اس فیض سے استفادہ کر رہے تھے، لہٰذا کپڑے کی ململ جو کئی گزوں پر مشتمل ہوتی تھی، وہ لمبی کردی جاتی تھی اور لوگ اس طرح ململ کپڑے کو پکڑ لیتے تھے اور حلقہ ارادت میں داخل ہوجاتے تھے، یہ عمل گھنٹوں جاری رہتا تھا، ایک ایسی کشش آپ کے وجود میں موجود تھی جو نہ صرف مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں کو اسلام کی سعادت حاصل ہونے کا سبب ہوتی اور یہ فیضان جب تک وہ ذات اودے پور میں رہی یہ سلسلہ بڑھتا ہی گیا۔

آپ کے اودے پور دورے کے بعد بیس سال کی عمر تک میں نے دیکھا کہ اودے پور میں ایک بھی وہابی ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل پاتا تھا اور ۱۹۴۸ء میں جب میں پاکستان آ گیا تو پھر تقریباً ہر سال اودے پور اور اجمیر شریف عرس میں حاضری کی سعادت حاصل رہی، ہر گھر میں محفل میلاد اور صلوٰۃ وسلام کی برکتیں آج بھی وہاں موجود ہیں۔''

الغرض ہندو پاک کا بیشتر گوشہ حضور حجۃ الاسلام کے علمی تبلیغی وروحانی فیضان سے مستیز ہوا، آپ رشد وہدایت کے ایک سیل رواں تھے، جس سے انسانوں کی ایک دنیا سیراب وشادکام ہوئی۔

◆◆◆

ص ۱۱ رکا بقیہ........

کسی کو کاشتکاری کے لیے دے دیتا ہے اور سالانہ ایک متعین رقم معین کر دیتا ہے اور کاشتکار اسی کے مطابق کاشت کرتا ہے تو ایسی صورت میں امام اعظم کے نزدیک اس کا عشر زمیندار پر ہے اور صاحبین کے نزدیک کاشتکار پر اور علامہ شامی نے یہ تحقیق فرمائی کہ حالت زمانہ کے اعتبار سے اب قول صاحبین پر عمل ہے (اور اسی پر ہمارے علما کا عمل جاری ہے) اور اگر کسی نے عاریۃً کوئی زمین کسی کو کاشتکاری کے لیے دی تو عشر کاشتکار پر واجب ہے اور کبھی کبھار ایسا ہوتا ہے کہ کھیت بویا مگر پیداوار ماری گئی مثلاً سیلاب کی وجہ سے کھیتی ڈوب گئی یا جل گئی یا لُو سے جاتی رہی تو عشر ساقط ہے جبکہ کل جاتی رہی اور اگر کچھ باقی ہے تو اس باقی کا عشر واجب ہے اور اگر چوپائے یعنی جانور کھا گئے تو عشر ساقط نہیں اور ساقط ہونے کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ اس کے بعد اس سال کے اندر اس میں دوسری زراعت تیار نہ ہو سکے اور یہ بھی شرط ہے کہ توڑنے یا کاٹنے سے پہلے ہلاک ہو، اگر بعد میں ہلاک ہوئی تو عشر ساقط نہیں۔ (منتخب وملخص از بہار شریعت، جلد اوّل حصہ پنجم)

اخیر میں وہ عبارت بطور اقتباس پیش کر دوں جسے مصنف بہار شریعت حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے بطور تنبیہ رقم فرمائی ہے:

"اس زمانے کے مسلمانوں نے عشر کو عموماً چھوڑ رکھا ہے بلکہ جہاں تک میرا خیال ہے بہتیرے (بہت سے) وہ مسلمان ہیں جن کے کان بھی ان لفظوں سے آشنا نہیں، جانتے ہی نہیں کہ کھیت کی پیداوار میں بھی شرع نے کچھ دوسروں کا حق رکھا ہے حالانکہ قرآن مجید میں مولیٰ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

خرچ کرو اپنی پاک کمائیوں سے اور اُس سے کہ ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا۔"

اگر مسلمان ان باتوں سے واقف ہو جائیں تو اب بھی بہتیرے خدا کے بندے وہ ہیں جو اتباع شریعت کی کوشش کرتے ہیں جس طرح زکوٰۃ دیتے ہیں انہیں بھی ادا کریں گے، **واللّٰہُ ہو الموفق۔**

اسی وجہ سے میں نے عشر کے تعلق سے کچھ قلم بند کر دیا تاکہ ہمارے مسلمان کاشتکار قرآن وحدیث کے احکامات پر عمل کریں اور اپنی پیداوار کا عشر نکالیں، اللہ ربّ العزت کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو عمل کی توفیق دے، آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم۔

◆◆◆

یہ شمارہ آپ کو کیسا لگا؟ ہمیں اپنے تأثرات ضرور لکھیں، آپ کے تأثرات ماہنامہ سنی دنیا کے صفحات کی زینت بنیں گے، اگر آپ کاروباری ہیں تو رسالہ میں اپنے اشتہار دے کر اپنے کاروبار کو ترقی بھی دے سکتے ہیں۔

اسلامیات

از: مولانا محمد رضوان عالم مرکزی *

کسان اور مسائل عشر

میرے دینی بھائیو،مسلم کسانو! دھان کٹائی کا وقت آچکا ہے ضرور عشر نکالنا، کیونکہ عشر نکالنے سے پیداوار بڑھتی ہے اور برکت نازل ہوتی ہے جیسے زکوۃ نکالنے سے مال پاک وصاف ہوجاتا ہے اور بڑھتا ہے۔

آج جو ہماری کھیتیاں بارش نہ ہونے کی وجہ سے اور سخت لُو پڑنے کی وجہ سے برباد ہو جاتی ہے، کیوں؟اس لیے کہ ہم کھیتیوں کا حق ادا نہیں کرتے ہیں یعنی ان کا عشر نہیں نکالتے ہیں جو کہ شریعت کا حکم ہے۔

میرے بھائیو ! اللہ تبارک و تعالی نے جس طرح ہر مسلمان مالک نصاب پر زکوۃ واجب قرار دیا ہے اسی طرح ہر مسلمان کاشتکار پر بلاامتیاز امیر وغریب ،عاقل و بالغ عشر واجب قرار دیا ہے اور جس طرح زکوۃ کی فرضیت و واجبیت پر قرآن و حدیث اور اقوال فقہاثبوت ہیں اسی طرح عشر کی واجبیت پر بھی یہ مذکورہ چیزیں ثبوت ہیں ،چنانچہ اللہ ربّ العزت اپنی کتاب حمید قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

"وَاٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ۔ (پ ۸ ؍سورۂ انعام، آیت ۱۴۱) اور اس کا حق دو جس دن کٹے۔" (کنز الایمان)

یعنی کھیتی کٹنے کے دن اس کا حق ادا کرو یعنی عشر نکالو۔

وقال تعالیٰ فی مقام آخر:

"یٰاَیُّھَا الذین آمنوا اَنْفِقوا من طیبٰت ما کسبتم ومما اخرجنالکم من الارض۔ (پ ۳ ؍سورۂ بقرہ، آیت ۲۶۷) اے ایمان والو! اپنی پاک کمائیوں میں سے کچھ دو اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا۔" (کنز الایمان)

خواہ وہ غلے ہوں یا پھل یا معادن وغیرہ۔

صحیح بخاری شریف میں ہے:

"عن سالم بن عبد الله عن ابیه رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: فیما سَقَتِ السماءُ والعیونُ او کان عَثَرِیًّا اَلْعُشرُ وما سُقِیَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس زمین کو آسمان یا چشموں نے سیراب کیا یا عشری ہو یعنی نہر کے پانی سے اسے سیراب کرتے ہوں، اس میں عشر ہے یعنی دسواں حصہ اور جس زمین کے سیراب کرنے کے لیے جانور پر پانی لاد کر لاتے ہوں اس میں نصف عشر ہے یعنی بیسواں حصہ۔" (صحیح البخاری، حدیث نمبر ۱۴۸۳/ جلد اوّل صفحہ ۵۰۱)

کنز العُمّال میں ہے:

"فی کل شیء أخرجت الارضُ ألعشرُ أو نصفُ العشرِ۔ (ابن النجار عن أبان عن انس) ابن نجار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر اس شے میں جسے زمین نے نکالا، عشر یا نصف عشر ہے۔" (جلد ششم، صفحہ ۳۲۷، الحدیث ۱۵۸۷۷)

اسی کے بعد ایک اور حدیث مرقوم ہے:

"فیما سقت السماءُ والأنهارُ والعیونُ ألعشرُ وفیما سقت السانیة نِصفُ العشرِ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس زمین کو آسمان یا نہروں یا چشموں نے سیراب کیا اس میں عشر ہے اور جو زمین اونٹ پر پانی لاد کر کے سیراب کی گئی اس میں نصف عشر ہے۔" (ایضاً، الحدیث ۱۵۸۷۸)

اب یہ جانتے ہیں کہ عشر کا مطلب اور اس کی تعریف کیا

ہے؟ تو عشر کا مطلب دسواں حصہ ہے اور شرعی اصطلاح میں زمین کی پیداوار سے بطور زکوٰۃ کے دسواں حصہ نکالنا عشر کہلاتا ہے اور بہار شریعت میں عشر کی تعریف یوں مکتوب و مذکور ہے:

"عشری زمین سے ایسی چیز پیدا ہوئی جس کی زراعت سے مقصود زمین سے منافع حاصل کرنا ہے تو اس پیداوار کی زکاۃ فرض ہے اور اس زکوٰۃ کا نام عشر ہے یعنی دسواں حصہ کہ اکثر صورتوں میں دسواں حصہ فرض ہے اگرچہ بعض صورتوں میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ لیا جائے گا۔"

(جلد اوّل، حصہ پنجم، صفحہ ۹۱۶/مکتبۃ المدینہ)

عشر، لکڑی بانس گھاس کے سوا زمین کی باقی پیداوار میں مثلاً گیہوں، جو، جوار، باجرا، پاٹ (یعنی پٹوا) دھان، تمبا کو اور ہر قسم کے غلے اور السی، کسم، اخروٹ، بادام، کیلا اور ہر قسم کے میوے روئی، پھول، گنا، خربوزہ، تربوز، کھیرا، ککڑی، بیگن اور ہر قسم کی ترکاری مثلاً آلو، پیاز، مولی، ساگ، ادرک، ہلدی سب میں واجب ہے، ہاں اگر لکڑی، بانس اور گھاس سے زمین کے منافع حاصل کرنا مقصود ہو اور زمین ان کے لئے خالی چھوڑ دی تو ان میں بھی عشر واجب ہے اور ہمارے علاقے میں منافع ہی مقصود ہوتے ہیں، لہٰذا ان میں عشر واجب ہوگا۔

عشر نکلنے کی تین صورتیں ہیں، پہلی صورت: جو کھیت بارش یا نہر نالے کے پانی سے سیراب کیا جائے اس میں عشر یعنی دسواں حصہ واجب ہے، مثلاً یوں سمجھیں جو کھیت بارش کے پانی سے سیراب ہوا اور اس کی پیداوار جیسے دھان دس مَن ہوا تو عشر دسواں حصہ یعنی ایک من نکلے گا۔

دوسری صورت: جس کھیت کی آبپاشی چرسے سے یعنی چمڑے کے بڑے ڈول سے یا کسی دوسرے ڈول سے ہو اس میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ نکلے گا یہی مذکورہ مثال کہ دھان دس مَن ہوا تو نصف عشر (بیسواں حصہ) یعنی آدھا من واجب ہوگا، یوں ہی پانی خرید کر آب پاشی ہو یعنی وہ پانی کسی کی ملک ہے اس سے خرید کر آب پاشی کی جب بھی نصف عشر یعنی بیسواں حصہ نکلے گا، اسی طرح آبپاشی مشین کے ذریعہ کھیت سیراب ہوا یعنی کھیتی کو پانی دیا تو بھی نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب ہوگا۔

تیسری صورت: اگر کھیت کچھ دنوں بارش کے پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور کچھ دنوں ڈول چرسے سے یا پھر مشین کے ذریعے تو اگر اکثر بارش کے پانی سے کام لیا جاتا ہے اور کبھی کبھی ڈول چرسے سے یا مشین سے تو عشر واجب ہے یعنی دسواں حصہ نکلے گا اور اگر اکثر مشین کے پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور کبھی کبھی بارش کے پانی سے تو نصف عشر واجب ہے یعنی بیسواں حصہ نکلے گا۔

ہمارے علاقے میں زیادہ تر یہ تیسری صورت پائی جاتی ہے تو اگر بارش کا پانی زیادہ ہو اور مشین کا پانی کم تو دس من میں ایک من عشر واجب ہوگا یعنی دسواں حصہ ورنہ نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب ہوگا اور یہ بھی جانتے چلیں کہ عشر واجب ہونے کے لیے عاقل بالغ ہونا شرط نہیں مجنون یعنی پاگل اور نابالغ کی زمین میں جو کچھ پیداوار ہوا اس میں بھی عشر واجب ہے اور عشر میں سال گزرنا بھی شرط نہیں بلکہ سال میں چند بار ایک کھیت میں زراعت ہوئی تو ہر بار عشر واجب ہے اسی طرح عشر میں نصاب بھی شرط نہیں ایک صاع یعنی تقریباً چار کلو بھی پیداوار ہو تو بھی عشر واجب ہے اور یہ شرط بھی نہیں کہ وہ پیداوار چیز باقی رہنے والی ہو اور یہ شرط بھی نہیں کہ کاشتکار یعنی کسان زمین کا مالک ہو دوسرے کی زمین میں کھیتی کرنے سے بھی عشر واجب ہے۔

جس چیز میں عشر یا نصف عشر واجب ہوا اس میں کل پیداوار کا عشر یا نصف عشر لیا جائے گا، یہ نہیں ہوسکتا کہ مصارف زراعت یعنی سار کھاد وغیرہ، ہل بیل، حفاظت کرنے والے اور کام کرنے والوں کو اجرت یا بیج وغیرہ نکال کر باقی کا عشر یا نصف عشر دیا جائے اور جو زمین بٹائی پر یعنی آدھی پر دی تو عشر دونوں پر ہے جیسے ہمارے علاقے سیمانچل میں اکثر زمیندار اپنی اپنی زمینوں کو آدھی پر دے دیتے ہیں تو ایسی صورت میں مالکِ زمین اور کاشتکار دونوں پر اپنے اپنے حصوں کا عشر نکالنا واجب ہے اور جو زمین زراعت یعنی کھیتی باڑی کے لئے کسی کو نقدی طور پر دی جاتی ہے جیسے ہمارے ہی علاقے میں یہ رواج ہے کہ زمیندار اپنی زمین بقیہ ص ۹/ پر

اسلامیات

نیاز اور کھانا کھلانا
اسلامی روایات کا آئینہ دار

از: غلام مصطفیٰ رضوی*

اسلامی

اسلامی تعلیمات، روایات، تمدن، تہذیب، کلچر اور اُصول و معارف کا کوئی گوشہ حکمت سے خالی نہیں، ہر پہلو دل پذیر ہے اور اس میں اثر آفرینی کا جہان مستور ہے، یہی سبب ہے کہ بجھی طبیعتیں، مُرجھائے دل تعلیماتِ اسلام کے کسی بھی پہلو سے آشنا ہوتے ہیں تو پھر دامنِ اسلام میں ہی سکون پاتے ہیں۔

ہمہ گیر اثرات

کچھ مدّت قبل ایک انگریزی کتاب پڑھی، جس کا اُردو ترجمہ رضا اسلامک اکیڈمی بریلی شریف نے "میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟" کے عنوان سے شائع کیا، جس کا مواد نومسلم ڈاکٹر محمد ہارون مرحوم (سابق پروفیسر کیمبرج یونیورسٹی) کے قبولِ اسلام سے متعلق مشاہدات واثرات پر مشتمل ہے، موصوف نے اپنے قبولِ اسلام کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بیان کیا کہ (مفہوم): اسلامی مراکز میں مسلمانوں کا باہم جمع ہو کر اکٹھے کھانا کھانے کا عمل مجھے اچھا لگا جب کہ عیسائیوں کے یہاں باہم جملہ طبقوں کو ساتھ کھلانا معیوب ہے، طبقاتی ونسلی امتیاز ہے، ان کے یہاں درجہ بندی ہے۔ (موصوف نے مسلمانوں کے اکٹھے کھانے کا فلسفہ نیازِ غوث اعظم میں باہمی رواداری کے تناظر میں دیکھا)

مساوات کا پیغام

ہم صالح کاموں کی حکمت واثر آفرینی پر غور نہیں کرتے، جب کہ ہر نافع پہلو میں حکمت وفلسفہ کا ایک جہان آباد ہے، جس سے ایک طرف اسلامی حُسن نکھر کر دل وجاں کو مسرت افزا پیغام دیتا ہے تو دوسری طرف نظر انداز انسانی قدروں کو حیاتِ تازہ بخشتا ہے۔

غوث اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان سے منسوب ایک اہم عمل "کھانا کھلانا" ہے، بعض اہلِ نظر نے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد کی نسبت سے مسلمانوں کو کھانا کھلانا ذکر کیا ہے؛ کہ غوث اعظم ۱۲/ویں شب یا ۱۱/تاریخ کو لوگوں کو کھانا کھلا کر خوش ہوتے اور آمدِ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد مناتے، مُسلمانانِ عالم میں یہ عمل اتنا مقبول ہوا کہ حضور غوث اعظم کے حیاتِ ظاہر سے پردہ کیے صدیاں گزر گئیں؛ اب تک کھانا کھلانے کا مبارک عمل برابر رائج ہے، اس میں مساواتِ مسلمین کا پہلو بہت افادیت کا حامل ہے، بنا تفریقِ مراتب ہر امیر، غریب، چھوٹا بڑا ایک صف میں بٹھایا جاتا ہے، ساتھ کھاتے ہیں، یوں نفرتوں کی فضا چھٹتی ہے اور محبتوں کی بادِ بہاری مشامِ جاں کو معطر کرتی ہے:

انھیں کی بو مایۂ سمن ہے، انھیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انھیں سے گلشن مہک رہے ہیں، انھیں کی رنگت گلاب میں ہے
(اعلیٰ حضرت)

رواداری کا فروغ

ہم نے جب سے شعور سنبھالا؛ یہ مشاہدہ کر رہے ہیں کہ ماہِ ربیع الآخر کی آمد ہوتی ہے؛ کھانا کھلانے کی روایت تازہ ہو جاتی ہے، نیازوں کا دَور چلتا ہے، غریبوں کو بھی بُلایا جاتا ہے، اَمیروں کو بھی، کہیں بچوں اور طلبۂ علومِ دینیہ کو خصوصی طور پر یاد کیا جاتا ہے اور یہ عمل زیادہ ستائش کا مستحق ہے، نیازوں میں یہ مشاہدہ بھی لائقِ تقلید ہے کہ اس میں بھید بھاؤ کی منافرت دور ہوتی ہے، فراموش طبقے یاد رکھے جاتے ہیں، شفقت کے معاملات پَروان چڑھتے ہیں، جس کی اِس زمانے میں زیادہ ضرورت ہے۔

چند گزارشات

ایسے وقت میں جب کہ رشتوں کا احترام ختم ہوتا چلا جا رہا ہے، نفرتوں کی آلودگی بڑھ رہی ہے، نیازِ غوث اعظم کے توسط

*مضمون نگار نوری مشن مالے گاؤں مہاراشٹرا کے رکن ہیں۔

سے دلوں کی کدورت ختم کی جاسکتی ہے، معاشرتی تفریق کو دور کر کے قُرب بڑھایا جاسکتا ہے، ہم نے مالیگاؤں میں سیکڑوں نیازوں کے اہتمام دیکھے، یہ مشاہدہ ہے، اس میں مزید فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں، جس پر چند معروضات حیطۂ تحریر میں لائے جاتے ہیں:

١- نیازوں کے ساتھ ہی ابتدا میں علماے کرام کے ذریعے شریعت پر استقامت، نمازوں کی پابندی، حقوق و وراثت کی شرعی تقسیم کا پیغام دیا جائے اور کھانے کے سُنّت طریقے سکھائے جائیں۔

٢- ناموسِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں قادیانیوں، یہودیوں اور عیسائیوں، مشرکوں نیز باطل تحریکوں کی طرف سے گستاخی عام سی بات ہوگئی ہے؛ علماے کرام کے ذریعے یا لٹریچر کی تقسیم سے اس فتنے کی تردید وبیخ کنی کی جائے، اس ضمن میں ہم خود رہنمائی یا لٹریچر کی فراہمی میں معاونت کریں گے۔

٣- غوث اعظم کی دینی خدمات، اصلاحی مشن، تعلیمات پر مشتمل کتاب کے لیے بھی نیاز کا ایک مالی حصہ متعین کریں اس ضمن میں نوری مشن مالیگاؤں کی طرف سے رہنمائی کی جائے گی۔

٤- نیازوں میں ایسا بھی کیا جائے کہ صرف غریبوں، مسکینوں، بیواؤں، یتیموں کو مدعو کیا جائے، اچھے اچھے کھانے کھلائے جائیں، عمدہ نشستوں پر مکمل عزت و احترام سے بٹھایا جائے، انھیں ایسی پذیرائی دی جائے کہ آنکھیں خوشی کے موتیوں سے لبریز ہوجائیں۔

٥- نیازوں کی کبھی شکلیں تبدیل کی جائیں؛ جیسے آمد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نوری مشن راشن کٹ سے غریبوں کی مدد کرتی ہے؛ تو راشن کٹ بنا کر مستحقین کو فیض یاب کیا جائے؛ اناج تقسیم کیا جائے، کبھی تعلیمی کٹ سے طلبہ کو فیض یاب کیا جائے؛ کبھی مدارسِ اسلامیہ کے طلبہ میں تحائف کی نیاز پیش کر کے نیازمندی کا رجحان عام کیا جائے، کبھی طبی معاونت سے غریب مریضوں کی دل جوئی کی جائے۔

بہرکیف! زمانی حالات کے پیشِ نظر دائرۂ شرع میں رہتے ہوئے مسلمانوں کی فوز و فلاح کے کئی کام ماہِ ربیع الآخر کے مبارک عمل "نیاز" کے تناظر میں انجام دیے جاسکتے ہیں، ہمیں چاہیے کہ بامقصد طریقوں سے غوث اعظم و دیگرِ صالحین سے عقیدت کے رشتوں کو مستحکم کریں اور مغربی تہذیب کے مقابل اسلامی روایات کو پروان چڑھائیں۔ ؎

اپنی ملت پہ قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

◆◆◆

ص ۳۵ / کا بقیہ..........

الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہارے پاس حق وہدایت لائے تو تم ہرگز کفار کی خواہشوں کا اتباع نہ کرنا، اگر ایسا کیا تو عذاب الٰہی سے تمہیں کوئی نہیں بچا سکے گا، سنو! یہ خیال مت کرو کہ ''وہ تو ہمیں عید وغیرہ پر مبارک باد دیتے ہیں تو پھر ہم کیوں نہ دیں؟'' اگر اس بات ہی کو معیار بنالیا جائے تو پھر بتاؤ، اگر کوئی ہندو اپنے دھرم پر قائم رہتے ہوئے کسی مسجد میں نماز پڑھے یا عیسائی تمہاری کوئی عبادت بجالائے تو کیا جواب میں تم بھی مندر وگرجا میں پوجا کرنے پہنچ جاؤ گے؟ یاد رکھو! اسلام نے مسلمانوں کے ملکوں میں رہنے والے کفار کے حقوق بیان کیے ہیں اور ساتھ ہی اس کی حدود وقیود بھی بیان فرمادی ہیں۔

تو میرے بھائیو! اسلام کی قائم کردہ حدود اور مقرر کردہ دائرہ کار میں رہتے ہوئے غیر مسلموں سے سلوک کرو، جب ہم کسی کو اپنے گھر، جان، مال اور کاروبار میں حد سے زیادہ تصرف کی اجازت نہیں دیتے تو پھر اسلام میں کیوں؟

◆◆◆

ص ۵۷ / کا بقیہ..........

تیری حق گوئی صداقت کی ہے یہ زندہ مثال
قصر باطل آج بھی لرزاں ہیں تیرے نام سے
جو چھپی ہے جہاں دنیا کے جس کونے میں بھی
ان کو ہے رغبت اگر تو صرف دینی کام سے
ہے کرم نیپال سے پہنچا اڑیسہ ہند میں
نعمت رضوی تمہارے عرس میں آرام سے

اسلامیات

از: پروفیسر ڈاکٹر عبدالملک العلوی

مولد النبی! قرار قلبک

"مولد النبی قرار قلبک" (میلاد النبی! تیرے دل کا فیصلہ) اس تحریر کو ہمارے عربی کے استاد محترم ڈاکٹر مجیب حسن نصیبی صاحب نے اردو میں مترجم کیا، نصیبی صاحب کا کہنا ہے کہ میں نے جب یہ تحریر پڑھی تو اس کا اردو ترجمہ کیے بغیر نا رہ سکا، باقی یہ تحریر کتنی لاجواب ہے پڑھنے کے بعد ہر صاحب علم کو بخوبی و بآسانی اندازا ہو جائے گا۔ بندۂ ناچیز محمد حسنین

طالب علم ایم اے عربی

یہ ہم مسلمانوں کی بدقسمتی ہے حضور کے میلاد کے مسئلے کو ایسے خطرناک اور چالاک طریقے سے الجھایا گیا کہ بظاہر بڑے بڑے پڑھے لکھے نظر آنے والے لوگ بھی وسوسوں کا شکار ہو گئے اور نتیجہ یہ نکلا ہم بطور امت اپنے نبی کے میلاد پر بھی متحد نہ رہے، میں بڑا دعویٰ تو نہیں کرتا لیکن اگر آپ نے یہ تحریر بغور پڑھ لی، مثال نمبر 1 / سے لے کر مثال نمبر 3 / تک سب کچھ سمجھ لیا تو زندگی بھر کبھی کسی وسوسے میں نہیں آئیں گے، ان شاء اللہ یہ تحریر میلاد کے مسئلے پر فیصلہ کن اور حرف آخر ثابت ہو گی۔

سب سے مشہور اعتراض

میلاد کے موقع پر مسلمان جب جب قرآنی آیات اور احادیث بطور دلائل پیش کرتے ہیں جن میں بتایا جاتا ہے کہ فلاں آیت میں اس بات کا حکم ہے نعمت ملنے پر خوشی کرنی چاہیے وغیرہ وغیرہ مثلاً سورۃ یونس کی آیت نمبر 58 / کہ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ۔ یعنی تم فرماؤ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر ہی خوشی منانی چاہیے، یہ اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔

ان جیسی آیات پر میلاد کے منکرین عام لوگوں کے ذہن میں یہ وسوسہ ڈال دیتے ہیں کہ یہ آیات تو صحابہ کو بھی پتا تھیں مگر انہوں نے تو 12 / ربیع الاوّل کو میلاد کا جلوس نہیں نکالا، صحابہ نے تو ربیع الاوّل کے مہینے میں اپنے گھروں پر جھنڈے نہیں لگائے وغیرہ وغیرہ، کیا تمہیں صحابہ سے زیادہ قرآن کی سمجھ ہے؟ کیا تم صحابہ سے بڑے عاشق رسول ہو؟ یہ ہی وہ اعتراض ہے جس کے ذریعے سے کچھ لوگ صدیوں سے سادہ لوح مسلمانوں کو بے وقوف بنانے کی کوشش کرتے آرہے ہیں۔

اعتراض کا جواب

یاد رکھیے ایک چیز ہے جسے انگلش میں culture کلچر اور عربی میں الثقافۃ (ثقافت) کہتے ہیں اور ہر علاقے کی ثقافت دوسرے علاقے سے مختلف ہوتی ہے، اسی طرح خوشی منانے کا انداز ہر زمانے میں بدلتا رہتا ہے یعنی جیسے جیسے زمانہ بدلتا ہے خوشی منانے کے نئے نئے انداز سامنے آتے ہیں جن میں سے کچھ نئے انداز حرام ہوتے ہیں اور کچھ نئے انداز حلال ہوتے ہیں، اب اس کو 4 / مثالوں سے سمجھیں، جن میں سے پہلی 3 / امثلہ ایک قسم کی ہیں جبکہ مثال نمبر 4 / مختلف ہے۔

مثال نمبر 1

مثلاً آج کل کے زمانے میں خوشی منانے کا ایک انداز یہ ہے کہ لائٹنگ اور چراغاں کیا جائے جیسا کہ شادی یا جشن آزادی کے مواقع پر لائٹنگ کی جاتی ہے، اب لائیٹنگ کر کے خوشی کرنا آج کل کے زمانے کا انداز ہے، صحابہ کے زمانے کا نہیں، تو جب خود لائٹنگ اور لائیٹنگ کر کے خوشی کرنے کا انداز صحابہ کے زمانے میں سرے سے تھا ہی نہیں تو پھر یہ اعتراض کرنا سراسر دھوکا ہے۔

مثال نمبر 2

آج کل لوگ برتھ ڈے Birthday کے موقع پر ایک

دوسرے کے لیے Best Wishes یعنی نیک تمناؤں اور دعاؤں کا اظہار کرتے ہیں، بیٹا اپنی ماں کو، بھائی اپنی بہن کو اور دوست دوسرے دوست کو برتھ ڈے پر دعائیں اور مبارکباد دیتا ہے، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب میں 3/سال کے لیے مصر میں نہیں تھا تو مجھے میری بیٹی میرے برتھ ڈے پر ہر سال 12/بجتے ہی نیک تمناؤں و دعاؤوں کے پیغام واٹس ایپ کرتی تھی، الغرض اب یہ رواج بہت عام ہو چکا ہے، اب اگر ہم غور کریں تو صحابہ کے زمانے میں سے کہیں بھی یہ نہیں ملتا کہ انہوں نے جنم دن کے موقع پر یوں کسی دوسرے صحابی کو مبارکباد یا دعا دی ہو۔

اب اگر کل کو کوئی بے وقوف اٹھ کر یہ کہے کہ "یوں تو اپنے کسی مسلمان بھائی کے لیے نیک تمناؤں کا اظہار کرنا اور دعا دینا ثواب کا کام ہے مگر خاص Birthday کے موقع پر دعا دینا صحابہ سے ثابت نہیں، اس لیے یہ حرام ہے۔"

تو ایسے نادان کو یہ ہی کہا جائے گا کہ برتھ ڈے نے آج کل کے زمانے میں اور ہماری ثقافت میں یہ اہمیت اختیار کر چکا ہے، صحابہ کا زمانہ اس زمانے سے مختلف تھا تو آج اگر کوئی بیٹا اپنی ماں، کوئی شوہر اپنی بیوی، کوئی بھائی اپنی بہن یا کوئی باپ اپنی اولاد کے برتھ ڈے پر انہیں تحفے دے دیتا ہے یا ان کے لیے لمبی زندگی کی دعا کرتا ہے اور اس سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے تو اس کو سب جائز سمجھتے ہیں اگرچہ یہ کام صحابہ نے نہیں کیا۔

لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ جس طرح اپنی بہن، بیٹی، بیوی یا ماں کی ولادت کے دن جائز طریقے سے خوشی مناتے ہوئے انہیں تحفے دینا یا ان کے لیے دعائیں کرنا ثواب ہے، اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کے موقع پر خوشی مناتے ہوئے کسی مسلمان بھائی کو کھانا کھلانا بھی ثواب ہے، اگرچہ یہ دونوں کام صحابۂ کرام سے ثابت نہیں ہیں اور وجہ وہ ہی ہے کہ صحابہ کے زمانے اور ہمارے زمانے کے انداز الگ الگ ہیں۔

مثال نمبر 3

ہر سال کسی بھی تاریخی اور خوشی کے دن پر، اس دن یا اس مہینے میں جھنڈے لگا کر خوشی منانا بھی ایسا کام ہے جو صحابہ نے نہیں کیا، مثلاً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے 20/رمضان المبارک 8/ہجری میں فتح مکہ کیا، اس کے بعد فتح مکہ کا یہ دن 2/بار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی میں آیا، 2/بار حضرت ابو بکر کی خلافت میں 11/بار حضرت عمر کے دور خلافت میں 12/بار حضرت عثمان کی خلافت میں 5/بار سیدنا علی کے دور خلافت میں! الغرض کل ملا کر خلفائے راشدین کی زندگی یہ دن تقریباً 30/بار آیا مگر کسی بھی سال صحابہ نے اس دن یا اس مہینے فتح مکہ کی خوشی میں نا تو کبھی خوشی منائی اور نا گھروں کی چھتوں پر کسی قسم کے کوئی جھنڈے لگائے۔

مگر ہم جشن آزادی کے موقع پر ہر سال ایسا کرتے ہیں، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ 23/جولائی کو سارے مصر میں خوشی کا سماں ہوتا ہے، اسی طرح ہمارے دوسرے اسلامی برادر ممالک ترکی، پاکستان وغیرہ بھی اپنے اپنے قومی دنوں پر بھرپور طریقے سے جشن آزادی مناتے ہیں، تو کیا اب جشن آزادی پر جھنڈے لگانا اس لیے حرام ہو جائے گا کہ صحابہ نے تو مکہ فتح کر کے بھی ہر سال جھنڈے نہیں لگائے اور ہم لگاتے ہیں، ہرگز نہیں، فرق اب بھی وہی ہے اور رہے گا کہ ہر زمانے کی ثقافت، کلچر، رسم و رواج اور انداز مختلف ہوتے ہیں۔

مثال نمبر 4

البتہ گزشتہ 3/مثالوں میں کوئی ولیمے کی سنت ادا کرتے وقت میوزک پارٹی کرے یا برتھ ڈے پر ڈانس اور فحاشی کی جائے یا جشن آزادی پر گانے باجے کا اہتمام کیا جائے تو اب یہ وہ نئے کام ہوں گے جو حرام قرار دیئے جائیں گے، کیونکہ شریعت خوشی کے موقع پر بھی حرام کام کی اجازت نہیں دیتی اور یہی وہ بدعتیں ہیں جن کے بارے میں حدیث میں آیا ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

تو خلاصہ یہ نکلا کہ برتھ ڈے آج کل کے دور کی ایجاد ہے، اب اسی برتھ ڈے پر اگر کوئی بیٹا اپنی ماں کے کمرے کو صاف کر کے سجا دے، اس نیت سے کہ اس کی ماں اس سے خوش ہو جائے گی یا اپنی ماں کے لیے کوئی تحفہ لے آئے یا اس خوشی میں سب کو کیک کھلا دے یا اگر گھر سے دور ہے تو واٹس ایپ پر اپنی

ماں کو دعا ہی دے تو اسے ثواب ملے گا، دوسری طرف اپنی ماں کے برتھ ڈے کے موقع پر اگر وہ بیٹا اوپر ذکر کیے گئے سارے کاموں کے ساتھ ساتھ میوزک پروگرام کرے اور ڈانس کرے تو وہ گناہگار ہوگا۔

بس اسی طرح میلاد شریف میں جب نعت خوانی ہو، گھروں کو سجانا ہو، اپنے مسلمان بھائیوں کو کھانا کھلانا ہو تو بہت بڑا ثواب ہے اور اگر ڈانس اور ڈھول ڈھمکا ہو تو بہت بڑا گناہ ہے اور جہاں تک میں نے میلاد دیکھا ہے مصر، ترکی، بنگلا دیش، پاکستان اور ہندوستان کے مسلمانوں کے علاقوں میں ابھی تک میلاد ڈھول اور گانے باجے جیسی خرافات سے بالکل پاک ہے، لیکن اللہ نا کرے آج سے 30/ چالیس سال بعد کہیں 2050 یا 2060 میں بالفرض اگر کبھی ایسی صورت حال پیدا ہو گئی کہ میلاد میں کچھ غلط چیزیں شامل ہوگئیں اور نئے اعتراض شروع ہو گئے تو اس کا جواب بھی ابھی سے دیئے دیتا ہوں۔

جواب یہ ہے کہ میلاد میں کچھ غلط ہو تو اس غلط کو ختم کریں، نا کے میلاد کے خلاف سازش شروع کر دیں، جیسا کہ مسجد میں کوئی شرابی شراب لے آئے تو شرابی کو نکالیں گے نا کہ مسجد کو بند کریں گے، جواب بڑا سیدھا ہے کہ ناک پر مکھی بیٹھ جائے تو مکھی کو اڑایا جاتا ہے، ناک کو کاٹا نہیں جاتا، الغرض یہی وہ اعتراض تھا جس پر منکرین میلاد عوام کو دھوکہ دیتے تھے، باقی چھوٹے موٹے اعتراضات چلتے رہیں گے اور علماے حق اس کا جواب دیتے رہیں گے، مثلاً یہ اعتراض کہ پورا سال گناہ کرتے ہیں اور اس ایک مہینے میں میلاد منا لیتے ہیں۔

یعنی ان فرقہ پرست ملاؤوں کا مقصد یہ ہے کہ سال میں مسلمانوں کو جو ایک بار نبی کریم ﷺ کی یاد سے دل کو تر و تازہ کرنے کا موقع مل رہا ہے، وہ بھی چھن جائے، یہ ایسا ہی ہے کہ جو مسلمان پورے سال نماز میں سستی کا شکار رہتے ہیں، جب وہ رمضان میں باقاعدگی سے نماز و روزہ کی پابندی کریں تو انہیں طعن و تشنیع کی جائے تا کہ وہ جو اس ایک رمضان کے مہینے میں عبادت پر مائل ہوا ہے، اسے بھی دل برداشتہ ہو کر چھوڑ دے۔

اگلے دن مجھے ایک شخص ملا اور کہنے لگا کہ تم لوگ جس دن نبی کا میلاد مناتے ہو، اس تاریخ پر تو نبی کی ولادت ثابت ہی نہیں، اس احمق کا دل تھا کہ مجھے تاریخوں کے چکر میں الجھائے مگر میں نے اسے سادہ سا جواب دیا اور کہا کہ ٹھیک ہے جو تاریخ تمہیں ٹھیک لگتی ہے تم اسی دن اپنے گھر پر میلاد کی محفل منعقد کر کے میلاد منا لیا کرو، اس پر وہ خرافاتی خاموشی سے چلتا بنا۔

آخری پیغام

اس مشہور اعتراض کی تدفین کے بعد میں بس اپنے مسلمان بھائیوں سے اتنا کہوں گا کہ خدارا ان فرقہ پرست ملاؤوں کی باتوں میں آ کر اپنے نبی کریم ﷺ کے ذکر سے دور ہونے سے ہزار درجے بہتر ہے کہ یہ دیکھیں آج کل کے اس مادی دور میں اگر سال بھر بعد ہی سہی ہمیں نبی ﷺ سے محبت کے اظہار کا موقع مل رہا ہے تو اسے غنیمت ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ جب میلاد کا مہینہ آتا ہے تو کیسے ہر خاص و عام نبی کی محبت میں سرشار ہو جاتا ہے۔

بچے خوش ہوتے ہیں، بڑے مسرور ہوتے ہیں، ہر طرف نبی کے ذکر کی صدائیں بلند ہوتی ہیں، جس جگہ لوگ نبی کے میلاد کی خوشی میں کچھ میٹھائی یا کچھ کھانے کی چیز تقسیم کرتے ہیں، وہاں چھوٹے چھوٹے بچوں کا خوشی سے جانا، ان ننھے بچوں کے چہروں پر اس تبسم کا آنا، ان کی آنکھوں میں خوشیوں کی چمک نظر آنا، سوچو تو سہی حضور اکرم ﷺ جب اپنے ذکر پر اپنی امت کے ان ننھے ننھے پھولوں کو خوش دیکھیں گے تو انہیں کتنی فرحت ہوگی، خدارا زندگی میں کبھی اپنے نبی سے تعلق کو مت توڑنا۔ ◆◆◆

قارئین کرام توجہ فرمائیں

ادارہ ہر ماہ پابندی کے ساتھ آپ کو رسالہ بھیجتا ہے مگر ڈاک کی لاپرواہی کی وجہ سے کچھ لوگوں کو رسالہ نہیں پہنچ پاتا، ایسے ممبران سے التماس ہے کہ ہمیں فون کر کے مطلع فرمائیں تا کہ محکمۂ ڈاک میں شکایت کر کے رسالہ پہنچایا جا سکے۔

از: از: مفتی محمد اسلم رضا میمن*

تاریخِ اسلام کا مطالعہ اور ہمارے شب وروز

گزرے ہوئے حالات وواقعات کا ایسا آئینہ، جس میں مصطفیٰ جانِ رحمت اور صحابۂ کرام کی سیرتِ طیّبہ، بزرگانِ دین اور علمائے کرام کے حالات اور مسلم حکمرانوں کے طرزِ حکمرانی، فتوحات اور علوم وفنون میں ترقّی کا عکس نظر آئے، تاریخِ اسلام کہلاتا ہے۔(۱)

اسلامی تاریخ کی اہمیت

اَقوامِ عالم میں اسلامی تاریخ کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اسلامی تاریخ نہایت شاندار، زبردست اور دنیا کی مستند ترین تاریخ ہے، تبلیغ اسلام کے سلسلے میں پیش آنے والی تمام چھوٹی بڑی مشکلات، کفّار کے مظالم اور ظلم وستم، مفلوک الحال مسلمانوں کا صبر واستقلال، ہجرتِ حبشہ، ہجرتِ مدینہ، مؤاخاتِ مدینہ (مہاجرین وانصار کے مابین بھائی چارہ) فتحِ مکّہ، غزوات و سرایا (جنگیں) سیرتِ طیّبہ کے حالات وواقعات، خلفائے راشدین کا مثالی طرزِ حکمرانی، دنیا بھر میں فتوحات کا سلسلہ، دس لاکھ مربع میل تک دائرۂ خلافت کا پھیلاؤ، بلاامتیازِ مذہب عدل وانصاف کی فراہمی، عوامی فلاح وبہبود اور قانون کی حکمرانی کے لیے مختلف اداروں محکموں کا قیام واِقدامات، حاکم ومحکوم کے ساتھ مساویانہ سلوک، غریب ویتیم اور بیوہ ومساکین کی خبرگیری، نیز ان کے معقول وظائف کا انتظام، مذہبی وسائنسی علوم وفنون میں مسلمانوں کی ترقّی وعُروج اور اہم ترین سائنسی اِیجادات، اسلامی تاریخ کے حُسن ودلکشی میں اضافے کا باعث وسبب ہیں۔

اسلامی تاریخ کی اِنفرادیت

اسلامی تاریخ اس اعتبار سے بھی انتہائی اہم اور منفرد اہمیت کی حامل ہے، کہ اس میں بڑے بڑے تاریخی اور مشہور واقعات سے لے کر، باریک اور دقیق نِکات تک، بڑی تفصیل، شرح وبَسط اور مستند ذرائع کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں، یہ شرف، خاصیت اور اِنفرادیت صرف دینِ اسلام اور مسلمانوں کا طرۂ امتیاز رہے۔

فنِ تاریخ کے عُروج وارتقا میں اسلامی تاریخ کا کردار

اسلامی تاریخ اقوامِ عالم کی بہترین تاریخ ہے، یہ قدیم وجدید تاریخ کا ایک حسین امتزاج ہے، فنِ تاریخ کو دینِ اسلام کی بدولت وُسعت اور نئی جہت عطا ہوئی، ہمارے علما اور تاریخ دانوں نے اس فن کو بامِ عُروج تک پہنچایا، نیز اس فن میں ایسی لاجواب کتابیں تحریر فرمائیں، جن سے رَہنمائی لیے بغیر تاریخ کا طالب علم اس فن میں مکمل مہارت حاصل نہیں کرسکتا! یہی وجہ ہے کہ صدیاں گزر جانے کے باوجود مسلم مؤرّخین کی کتابیں، آج بھی دنیا بھر کے کتب خانوں، یونیورسٹیز اور دینی مدارس کی زینت اور نصاب کا حصّہ بنی ہوئی ہیں۔

اسلامی تاریخ سے متعلق تحریر کی گئی کتابوں میں "تاریخِ ابنِ خلدون" ابن جوزی کی "تاریخ بیت المقدس" علّامہ جزری کی "الکامل فی التاریخ" اور علّامہ ابن کثیر کی "البدایۃ والنہایۃ" وغیرہا کا نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔

گزشتہ قوموں کا انجام اور دینِ اسلام کی دعوتِ غور وفکر

تاریخِ اسلام کا مُطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے، کہ یہ صرف پرانے حالات وواقعات اور قصے کہانیوں کا مجموعہ نہیں، بلکہ اس میں رُشد وہدایت کا پیغام اور سوچ وبچار کی ایک دعوتِ عام ہے، کہ سارے جہان کے لوگ، گزشتہ اقوام کی ہلاکت وبربادی اور تباہی کے اَسباب پر غور کریں، ان کے ہولناک انجام سے عبرت حاصل کر کے اللہ ربّ العالمین کی مَعصیت ونافرمانی ترک کریں اور اُس کے عاجز وفرماں بردار بندے بن جائیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

* مضمون نگار وزارت اوقاف ابوظبی کے مفتی ہیں۔

’’وَلَا یُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ. لَقَدْ كَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ، مَا كَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَتَفْصِیْلَ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۔ (۲) ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے پھیرا نہیں جاتا! یقیناً ان (انبیائے کرام اور ان کی اقوام) کی خبروں سے عقلمندوں کی آنکھیں کھلتی ہیں، یہ کوئی بناوٹ کی بات نہیں، لیکن اپنے سے اگلے کاموں کی تصدیق ہے اور ہر چیز کا مُفصَّل بیان اور مسلمانوں کے لیے ہدایت و رحمت۔"

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

’’فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ۔ (۳) تو زمین میں چل پھر کر دیکھو! کیسا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا۔‘‘

" یعنی " جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہلاک کیا اور ان کے شہر ویران کیے، اُجڑی ہوئی بستیاں ان کی ہلاکت کی خبر دیتی ہیں، اسے دیکھ کر سمجھو کہ اگر تم بھی کفر و تکذیب پر مصِر (بضد) رہے، تو تمہارا بھی ایسا ہی انجام ہونا ہے۔‘‘ (۴)

قرآنِ پاک میں پچھلی اُمّتوں کے تاریخی واقعات ذکر کرنے کا مقصد یہی ہے، کہ ہم ان کے راستے پر نہ چلیں، ان طریقوں کو نہ اپنائیں، اللہ کی دی ہوئی مُہلت اور زندگی کو غنیمت جانیں، نفسانی خواہشات اور دُنیوی لذّتوں کی طلب میں، اللہ کے اَحکام کی مخالفت نہ کریں، مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سُنّتوں پر عمل کریں، خلفائے راشدین اور صراطِ مستقیم پر چلنے والوں کے نقشِ قدم کو نشانِ منزل بنائیں اور صالحین کی صحبت اختیار کریں۔

تاریخِ اسلام کا سب سے درخشاں اور رَوشن پہلو

تاریخِ اسلام کا سب سے درخشاں اور رَوشن پہلو سیرتِ طیّبہ کی پیروی ہے، حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ ہمارے لیے بہترین ذریعۂ نَجات و مَشعلِ راہ ہے، ربِّ کریم جَلَّ جَلَالُہٗ کا فرمانِ عالی شان ہے:

’’لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ (۵) یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ کی پیروی ہی بہتر ہے۔‘‘

مفسرینِ کرام فرماتے ہیں کہ اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ طیّبہ سارے انسانوں کے لیے نمونۂ حیات ہے اور زندگی کا کوئی شعبہ اس سے باہر نہیں۔ (۶)

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ سارا دن فلمیں، ڈرامے دیکھنے کے بجائے تاریخِ اسلام کا مُطالعہ کریں، اپنے دینی و دنیوی مُعاملات اور عبادات میں اس سے رَہنمائی حاصل کریں، یہود و نصاریٰ کی تقلید کرنے اور ان کے گُن گانے کے بجائے، اپنے شاندار ماضی پر فخر کریں، اپنے اَجداد اور مسلم فاتحین کے کارناموں کو پڑھ کر اپنا ایمان تازہ کریں، اپنے اندر جوشِ جہاد پیدا کریں، اپنی نسلوں کو کافروں کی بہادُری اور انسانیت کے لیے اُن کی خدمات بتانے کے بجائے، خلفائے راشدین اور دیگر صحابۂ کرام کی شجاعت و بہادُری کے واقعات سنائیں۔

اپنی اولاد کو سیّدنا ابوبکر صدّیق کی صداقت، سیّدنا عمر فاروق کی عدالت، سیّدنا عثمانِ غنی کی سخاوت اور سیّدنا علی المرتضیٰ کی شُجاعت سے آگاہی دیں، دینِ اسلام کے لیے ان کے جذبات اور خدمات سے رُوشناس کرائیں، سیّدنا خالد بن ولید، محمد بن قاسم، صلاح الدین ایوبی، محمود غزنوی اور ٹیپو سلطان کی جرأت و بہادری اور جواں مردی سے اپنی نسلِ نو کو متعارف کرائیں۔

اسکولز اور کالجز میں تعلیمی نصاب کے نام پر، یورپ کی سائنسی ترقّی کا ڈھنڈورا پیٹنے کے بجائے، مسلمانوں کی سائنسی خدمات سے دنیا کو آگاہ کریں، انہیں بابائے کیمسٹری جابر بن حیّان، دو سو سے زائد سرجری آلات کے مُوجد ابو القاسم زَہراوی، دنیا میں سب سے پہلے آنکھ کی فزیالوجی (Physiology) اور اناٹومی (Anatomy) بیان کرنے والے، طبعیات (Physics) کے ماہر ابن سینا (Ibn-e-Sina) ایتھانول (Ethanol) اور الکوحل (Alcohol) جیسی اہم اِیجادات کے مُوجد ابوبکر محمد بن زکریا رازی، آتشی شیشے (Burning

Glass) اور کُرَوی عدسے (Spherical Lenses) بنانے والے اور علمِ بصریات (Optics) میں دنیا کی سب سے اہم اور جامع تصنیف "کتاب المناظر" تحریر کرنے والے مسلم سائنسدان ابن الہیثم (Ibn al-Haytham) دنیا کا سب سے پہلا پلینی ٹیریم (Planetarium) بنانے والے اسپین کے مسلم سائنسداں، عباس ابنِ فرناس، الجبرا (Algebra) پر دنیا کی پہلی کتاب "الکتاب المختصر فی حساب الجبر والمقابلہ" لکھنے والے مشہور عراقی سائنس داں محمد بن موسیٰ خوارزمی، اَندلُس کے مانے ہوئے اسٹرونامیکل آبزرور (Astronomical Observer) ابواسحاق زرقلی، ملٹری ٹیکنالوجی (Military Technology) پر 1280ء میں ایک شاندار کتاب لکھنے والے، اور اس میں راکٹ (Rocket) کا ڈایا گرام (Diagram) بیان کرنے والے محقق شام، حسن الرماہ جیسے مسلم سائنسدانوں کے ناموں اور اِیجادات سے دنیا کو متعارف کروائیں (۷) انہیں بتائیں کہ آج دنیا میں جس ٹیکنالوجی (Technology) اور اِیجادات (Inventions) سے انسانیت مستفید ہو رہی ہے، وہ صرف یورپ (Europe) کی مرہونِ منّت نہیں، بلکہ اس میں مسلمان سائنسدانوں کا بھی، بڑا کلیدی و بنیادی حصّہ ہے۔

تاریخِ اسلام سے آگاہی کے چند فوائد

تاریخِ اسلام سے آگاہی اور اس کا مطالعہ متعدد فوائد کا ذریعہ ہے، اس سے گزشتہ قوموں کے رہن سہن اور عادات واَطوار سے آگاہی ملتی ہے، ان کے عُروج وترقّی اور زوال کے اَسباب جاننے کا موقع ملتا ہے، نافرمان قوموں کے انجام سے نصیحت وعبرت حاصل کر کے، اللہ تعالیٰ کی معصیت ونافرمانی سے بچا جاسکتا ہے، ربّ العالمین کی ناراضگی مول لینے اور برے کاموں سے اجتناب کرنے کی سوچ پیدا ہوتی ہے، نااتفاقی کے باعث مغلوب اور ہلاک ہونے والی قوموں کا حشر دیکھ کر، باہمی اِتفاق واِتحاد کو مضبوط کیا جاسکتا ہے، پچھلے لوگوں نے جن اُمور میں غفلت کی وجہ سے دینی یا دُنیوی طور پر نقصان اٹھایا، ان سے بچ کر دنیا وآخرت میں کامیابی وکامرانی سمیٹی جاسکتی ہے اور علوم وفنون کے ذریعہ انسانیت کی فلاح وبہبود میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا جاسکتا ہے۔

اسلامی تاریخ کے جھروکوں سے پھوٹتی کرنیں

نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج امّتِ مسلمہ کی اکثریت، اپنی شاندار اَور تابناک اسلامی تاریخ سے آگاہ نہیں، تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابۂ کرام نے شجرِ اسلام کی آبیاری کے لیے، کیسی کیسی جانی ومالی قربانیاں دیں، ہمارے نوجوانوں کو اس بارے میں کوئی خاص معلومات نہیں، خلفائے راشدین نے انتہائی مشکل چیلنجز (Challenges) دَرپیش ہونے کے باوجود کیسے حکومت کی اور لوگوں کی فلاح وبہبود کے لیے کام کیا۔

آج ہمارے حکمران ساڑھے چودہ سو سال کا عرصہ گزر جانے کے باوجود، کامیابی کا یہ راز پانے میں ناکام ہیں، ہزاروں میل کی مَسافت طے کر کے محمد بن قاسم نے کیسے مٹھی بھر مجاہدین کے ساتھ راجہ داہر کو دُھول چٹائی اور سندھ کو باب الاسلام بنایا، ہندو صدیاں گزر جانے کے باوجود آج بھی اس شکست کو بھول نہیں پائے، سلطان محمود غزنوی نے ۱۷ر حملے کر کے کیسے ہندوستان کے دَرودِیوار ہلائے اور سومنات کا مندر گرایا، پاک وہند کی مسجدوں سے اٹھنے والی "اللہ اکبر" کی صدائیں اس بات کی گواہ ہیں۔

سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ (استنبول، ترکی) میں کیسے ہزار سالہ بازنطینی (نصرانی) سلطنت کا خاتمہ کیا، ان کے غرور وتکبّر کے بُت کو اوندھا کر کے ہلالی پرچم لہرایا، یہ وہ تاریخی حقائق ہیں جن سے آج ہماری نوجوان نسل بالکل واقف نہیں، لہٰذا اسلامی تاریخ کے ان گوشوں سے پردہ اٹھانے کی اشد ضرورت ہے، ورنہ جرأت وبہادری اور ایمانی قوت کی ان لازوال داستانوں پر، گردشِ زمانہ کی دُھول جم کر مزید گہری ہوتی چلی جائے گی۔

امّتِ مسلمہ کی پستی، زوال اور مغلوبی کا سبب

آج امّتِ مسلمہ پستی وزوال کا شکار ہے، ہم لوگ باہمی خانہ جنگی اور نااتفاقی کے باعث کمزور ومغلوب ہو چکے ہیں، یہود ونصاریٰ بحیثیت قوم ہم پر غالب آچکے ہیں، ہماری سیاست، معیشت، تجارت، تعلیم، خارجہ پالیسی اور دفاعی حکمتِ عملی کیا ہوگی؟

اسلامیات

غیرتِ ایمانی سے عاری ہمارے حکمرانوں کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں، یہ سب بے بسی کی تصویر بنے ہوئے ہیں اور اپنے یورپی آقاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے، ہر حکم پر سرِ تسلیم خم کیے ہوئے ہیں، جبکہ اکثر اسلامی ممالک کے تمام اہم فیصلے اور پالیسیاں، ورلڈ بینک (World Bank) یورپی یونین (European Union) اقوامِ متحدہ (United Nations) اور امریکہ (United States) میں بنائی جا رہی ہیں، آخر ایسا کب تک چلے گا؟ ہم مسلمان اپنی تاریخ سے سبق کیوں نہیں سیکھتے۔ ؎

کیا سناتا ہے مجھے تُرک و عرب کی داستاں
مجھ سے کچھ پنہاں نہیں اسلامیوں کا سوز و ساز
لے گئے تثلیث کے فرزند میراثِ خلیل
خشتِ بنیادِ کلیسا بن گئی خاکِ حجاز
ہوگئی رُسوا زمانے میں کُلاہِ لالہ رنگ
جو سراپا ناز تھے، ہیں آج مجبورِ نیاز
لے رہا ہے مَے فروشانِ فرنگستاں سے پارس
وہ مَے سرکش حرارت جس کی ہے مینا گداز (۸)

کیا تاریخ اسلام نے ہمیں نہیں بتایا، کہ یہود و نصاریٰ سے دوستی ہمارے مفاد میں نہیں، وہ ایک دوسرے کے دوست و مددگار ہیں، لہٰذا ہمیں ان کی دَولت وقوت اور عالمی اثر و رُسوخ سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا، لہٰذا اپنے ملک کی خارجہ پالیسی بناتے وقت ہر مسلمان اور غیرتمند حکمران کو چاہیے، کہ اللہ ربّ العالمین کا یہ فرمانِ ذی شان ہمیشہ پیشِ نظر رکھے:

”یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ۔ (۹) اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔“

یہود و نصاریٰ سے دوستی کا انجام

قرآنِ کریم اور پوری اسلامی تاریخ، اس سلسلے میں واضح طَور پر ہماری رَہنمائی کرتی ہے، کہ اگر خالق کائنات کی نافرمانی کرکے، ہم نے یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست بنایا، تو نصرتِ الٰہی سے محرومی ہمارا مقدّر قرار پائے گی، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ۔ (۱۰) مسلمان مسلمانوں کے سِوا کافروں کو اپنا دوست نہ بنا لیں اور جو ایسا کرے گا اسے اللہ سے کچھ تعلق نہ رہا۔“

اِتحاد و اِتفاق کا فقدان

کیا ہماری تاریخ ہمیں اتحاد و اتفاق کا درس نہیں دیتی؟ کیا ہماری تاریخ نے ہمیں یہ نہیں بتایا، کہ مسلمان ہمیشہ اللہ کی نافرمانی، باہمی جنگوں، آپسی جھگڑوں اور اختلافات کے باعث کمزور و مغلوب ہوئے، ورنہ دوسری اَقوام میں اتنی ہمت و جرأت نہیں تھی کہ وہ ہم پر غالب آتیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِیْحُكُمْ۔ (۱۱) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا حکم مانو! اور آپس میں مت جھگڑو؛ کہ پھر بُزدلی کروگے اور تمہاری بندھی ہوئی ہوا (قوت) جاتی رہے گی۔“

اسلامی تاریخ کا مطالعہ! وقت کا اہم تقاضا

آج ساری دنیا کے کفّار و مشرکین، دینِ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف متحد ہیں، مگر ہم مسلمان آج بھی باہمی اختلافات کا شکار ہیں، لہٰذا ضرورت اس اَمر کی ہے کہ مسلم قوم دینِ اسلام کی شاندار تاریخ کا مطالعہ کرے، اپنا قیمتی وقت اور شب و روز ٹِک ٹاک (Tik Tok) فیس بک (Facebook) یوٹیوب (You Tube) اور انٹرنیٹ (Internet) پر دیگر منفی سرگرمیوں میں ضائع نہ کرے، اپنے بچوں اور نسل نو میں اسلامی تاریخ کے مطالعہ کا ذَوق وشَوق پیدا کرے، کالجز اور یونیورسٹیز (Colleges and Universities) کے لیکچرار اور پروفیسر حضرات (Lecturers and Professors) اپنے طلبا کو بطورِ سبجیکٹ (As a Subject) علمِ تاریخ کی رغبت دلائیں، دینی مدارس کی انتظامیہ اور اساتذۂ کرام، اسلامی تاریخ کو دینی نصاب کا خصوصی حصہ بنائیں، صرف فارمیلٹی (Formality)

پوری نہ کریں؛ کیونکہ ہماری غفلت اور لاپرواہی کے باعث اس فن میں دلچسپی رکھنے والے اور اسے پڑھنے پڑھانے والے کمیاب ہوتے جارہے ہیں! لہٰذا اس سے قبل کہ پانی سروں سے گزر جائے اور غیر مسلم مؤرّخین ہماری تاریخ مسخ کر گزریں، یا اسے تحریر کرتے وقت خُرد برد سے کام لیں، ضروری ہے کہ ہمارے اپنے لوگ اس فن میں مہارت حاصل کرکے، اپنی تصنیفات رقم کریں اور تاریخی نشان چھوڑیں۔

تاریخی حقائق کو مسخ کرنے کی ناکام کوشش

نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اسلامی تاریخ سے عدم آگاہی اور ہماری غفلت اور لاپرواہی کے باعث، آج یورپی تجزیہ نگار، اقوامِ عالم بالخصوص مسلمانوں کو یہ باور کروانے کی کوشش کررہے ہیں، کہ دینِ اسلام کے ماننے والوں کی اپنی کوئی تاریخ نہیں، انہوں نے دنیا کی ترقّی اور انسانیت کی فلاح وبہبود کے لیے کچھ نہیں کیا، ان کا پورا ماضی ظلم وستم، تشدُد، انتہا پسندی اور دہشت گردی سے عبارت ہے، انہوں نے طاقت کے زور پر لوگوں کو مسلمان بنایا وغیرہ وغیرہ۔

حالانکہ خود یورپ والوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کیں، ان کے توہین آمیز خاکے بناکر، ان کی شخصیت کو مجروح کرنے کی ناپاک کوشش کی، ان تنگ نظر یورپی مصنّفین اور سیکولرازم (Secularism) کے حامی تجزیہ نگاروں نے، مسلم فاتحین کو بیرونی حملہ آور اور لٹیرا قرار دیا، ہمارے عادِل ومنصِف مسلم حکمرانوں کو، ظالم، جابر اور غاصب قرار دے کر تاریخی حقائق مسخ کرنے کی ناکام کوشش کی۔

یقیناً یہ امر امت مسلمہ کے لیے لمحۂ فکریہ اور کسی چیلنج سے کم نہیں، لہٰذا وقت کا تقاضا ہے کہ ہم خود بھی اسلامی تاریخ کا مطالعہ کریں اور اپنی نسلوں میں بھی اس فن کو سیکھنے اور اس کے مطالعہ کا رُجحان پیدا کریں؛ تاکہ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا (Electronic and Print Media) نیز سوشل میڈیا (Social Media) سمیت کسی بھی فورم (Forum) پر، ہم دینِ اسلام کا دفاع کرسکیں اور تاریخی حقائق جھٹلانے والوں کو لاجواب کرسکیں، ورنہ یورپی اَفکار ونظریات سے متاثر ہمارا میڈیا اور تجزیہ نگار لوگ، اسلام کے تاریخی حقائق کو مسخ کرکے ہماری نوجوان نسل کو گمراہ کرتے رہیں گے، مسلمان فاتحین کو ان کے سامنے ظالم وجابر، بیرونی حملہ آور اور لیٹرا بنا کر پیش کرتے رہیں گے۔

اے اللہ! ہمیں اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرنے کی توفیق عطا فرما، سیرتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چلنے کا جذبہ عنایت فرما، خلفائے راشدین اور صحابۂ کرام جیسا جوشِ ایمانی نصیب فرما، مسلم فاتحین جیسا جذبۂ جہاد عنایت فرما، مسلمان حکمرانوں جیسا عادِل ومنصف بنا، علوم وفنون میں مسلم سائنسدانوں جیسی مہارت عطا فرما اور اپنی نسلوں کو بھی اسلامی تاریخ سے آگاہ کرنے کی توفیق مَرحمت فرما۔

اے اللہ! ہمارے ظاہر وباطن کو تمام گندگیوں سے پاک صاف فرما، اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِرشادات پر عمل کرتے ہوئے، قرآن وسنّت کے مطابق اپنی زندگی سنوارنے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابۂ کرام کی سچی محبت اور اِخلاص سے بھرپور اِطاعت کی توفیق عطا فرما۔

اے اللہ! ہمیں دینِ اسلام کا وفادار بنائے رکھ، ہمیں سچا پکّا باعمل عاشقِ رسول بنا، ہماری صفوں میں اتحاد کی فضا پیدا فرما، ہمیں پنج وقتہ باجماعت نمازوں کا پابند بنا، سستی وکاہلی سے بچا، ہر نیک کام میں اِخلاص کی دَولت عطا فرما، تمام فرائض وواجبات کی ادائیگی بحُسن وخوبی انجام دینے کی توفیق عطا فرما، بخل وکنجوسی سے محفوظ فرما، خوش دلی سے غریبوں محتاجوں کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرما، آمین یاربّ العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیرِ خلقِه ونورِ عرشِه، سیّدِنا ونبیّنا وحبیبِنا وقرّةِ أعیُنِنا محمّدٍ، وعلی آله وصحبه أجمعین وبارَك وسلَّم، والحمد للہ ربّ العالمین۔

(۱) تاریخ ابن خلدون، المقدّمة فی فضل علم التاریخ... اِلخ، ۱/ ٦، ملخصاً (۲) پ ۱۳، یوسف ۱۱۰–۱۱۱ (۳) پ ۱٤/ النحل ۳٦ (۴) تفسیر خزائن العرفان، پ14/ النحل، زیرِ آیت 36، ص506، ملخّصاً (۵) پ21/ الأحزاب 21 (٦) تفسیر نور العرفان، 671 (۷) دیکھیے: مسلمان سائنسدانوں کی اِیجادات، دنیا نیوز ڈیجیٹل ایڈیشن 8/ ستمبر 2018ء، مسلمان سائنسدانوں کی چند اہم دریافتیں اور ایجادات — ایک جائزہ، 12/ اپریل 2019ء، مُلخّصاً (۸) کلیاتِ اقبال، بانگ درا، دنیائے اسلام، حصّہ سوم 3، ص 290–291 (۹) پ6/ المائدة 51 (۱۰) پ3/ آل عمران 28 (۱۱) پ10/ الأنفال 46-

◆◆◆

از: مفتی جمیل احمد قادری *

عشق کے ضابطے

اسلامیات

کسی پسندیدہ چیز کی طرف دل کا جھکنا، محبت کہلاتا ہے اور جب اس جھکاو میں شدت آجائے تو اسے عشق کہا جاتا ہے، عشق ومحبت گویا ایک ہی چیز ہیں، فرق کمی اور بیشی کا ہے، اس محبت کے کچھ اصول اور ضابطے ہوتے ہیں، مگر یہ ضابطہ کتابوں میں نہیں ملتا، عاشق خود وضع کرتا ہے۔

ہجرت کی رات ہے، دشمنان اسلام ننگی تلواریں لیے کاشانہ نبوت کو گھیر رکھے ہیں، دن میں ہی طے ہوگیا تھا، کہ شب کے کسی حصے میں مکہ کو چھوڑ دینا ہے، صدیق اکبر دبے پاؤں گھر سے باہر نکلتے ہیں، اتنی احتیاط کہ آہٹ تک نہ ہونے دی، لوگوں کی نظروں سے چھپتے چھپاتے ایک مقررجگہ پر پہنچ جاتے ہیں، پرہول سناٹا، سنسناتی فضائیں، چوکنا نظروں سے چاروں طرف دیکھتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں، پکڑے جانے کا خطرہ ہے، اس لئے تمام احتیاطی تدابیر بروئے کارلائے ہیں۔

مگر اس افراتفری میں بھی اپنے محبوب کے لئے ٹھنڈا پانی لانا نہیں بھولے، ان دنوں تھرمس یا فریج نہیں تھا، کہتے ہیں ضرورت ایجاد کی ماں ہوتی ہے، صدیق نے ایک تھرمس بنالیا تھا، ایک برتن میں پانی بھر کر، اس کے اوپر سے کپڑے لپیٹ کر، ان کپڑوں کو پانی سے ترکر کے ٹھنڈا کرنے کی سبیل پیدا کر لی تھی، پتھریلی راہوں پر سفر کرتے کرتے جب دھوپ سر پر آ گئی، تو ایک چٹان کے سائے میں جگہ صاف کی اور چمڑے کا ایک بستر بچھا کر اپنے محبوب سید الکونین ﷺ کو آرام کے لیے کہا، حضور علیہ السلام لیٹ گئے۔

مگر صدیق کے عشق نے انہیں آرام نہیں کرنے دیا، مسلسل پوری رات سفر جاری رہا تھا، دن کا خاصا حصہ بھی سفر کی ہی نذر ہوا تھا، مگر پھر بھی صدیق اکبر آرام کے لئے نہیں لیٹے بلکہ بیٹھے تک نہیں، چمن رسالت کے اس مقدس پھول کو اپنے ساتھ لائے بستر پر لٹا کر خود بستر نبوت کے ارد گرد کی جگہوں کو صاف کرنے لگے تھے، تھکن سے چور جسم نے تھوڑا دم لینے کا مشورہ ضرور دیا ہوگا، مگر محبت عجیب شئے ہوتی ہے، اسے تو محبوب کو خوش کر کے قرار ملتا ہے۔

صدیق اپنے کام میں مگن تھے، کہ اتنے میں ایک چرواہا اپنی بکریاں ہانکتا ہوا اسی چٹان کے نیچے آرام لینے کی غرض سے آپہنچا، چند رسمی گفتگو کے بعد صدیق نے پوچھا، تمہاری بکریوں میں دودھ ہے اور پھر قیمت طے کر کے ایک برتن میں چرواہے سے دودھ دوہوالیا۔

مگر دوہنے سے پہلے بکری کے تھن کو ہاتھوں سے جھاڑ کر صاف کرایا اور پھر اس دودھ کے برتن پر اپنے ساتھ لائے ہوئے پانی کو انڈیل کر دودھ کو ٹھنڈا کیا اور جب حضور علیہ السلام نے اس دودھ کو نوش فرمالیا، تو صدیق اکبر کو سکون ملا۔

(بخاری، جلد اوّل ص ۵۵۷ مجلس البرکات)

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب بیوہ ہوئیں، توان کے والد گرامی، فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا نکاح عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کرنا چاہا، مگر منفی جواب پا کر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ تم حفصہ سے نکاح کرلو، صدیق نے کوئی جواب نہیں دیا، کچھ دنوں بعد رحمت دو جہاں، سید انس وجاں، سرور انبیاء ﷺ نے حضرت حفصہ کو اپنی زوجیت میں قبول فرما کر تمام کائنات کی ماؤں کا سرتاج بنادیا۔

بعد میں جب صدیق کی ملاقات فاروق اعظم سے ہوئی، تو سیدنا صدیق اکبر نے آگے بڑھ کر خود ہی پوچھا کہ عمر! تم تو مجھ سے ناراض ہو گئے، جواب ملا: ہاں عثمان سے بھی زیادہ میں تم سے

* مضمون نگار جامع رضا پٹنہ کے بانی وسرپرست ہیں۔

ناراض تھا، کیونکہ عثمان ابن عفان نے تو چند دنوں بعد جواب دے دیا تھا، مگر تم نے تو ہاں یا ناں! کچھ بھی نہیں کہا، حضرت صدیق اکبر نے جو جواب دیا، امام بخاری لکھتے ہیں:

"انی کنت قد علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم قد ذکرھا فلم اکن لافشی سر رسول اللہ ﷺ۔
یعنی مجھے معلوم تھا، رسول پاک ﷺ نے حفصہ کا ذکر کیا تھا، مگر میں رسول گرامی کا راز کیسے کھولتا۔"

(بخاری، جلد دوم، ص ۶۶۷ مجلس البرکات)

اسی سفر ہجرت میں حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ستر ساتھیوں کے ساتھ جب دامن اسلام میں آئے تو ایک بڑی انوکھی خواہش کا اظہار کیا، عرض کیا" یا رسول اللہ! میری تمنا ہے کہ مدینہ میں حضور کا داخلہ ایک جھنڈے کے ساتھ ہونا چاہیے۔"

اور صرف اظہار پر ہی اکتفا نہیں کیا، بلکہ عمل پیرا بھی ہو گئے، اتنا بھی انتظار نہ کیا کہ شہر میں داخل ہولیں، پھر کسی دکان یا تاجر سے جھنڈے کا اسپیشل کپڑا خریدیں اور مخصوص طرز پر سلوا کر اسے بانس وغیرہ کسی چیز میں لگائیں، بلکہ یوں کیا کہ اپنا عمامہ سر سے اتار کر اپنے نیزہ پر باندھ لیا اور حضور اقدس ﷺ کا علم بردار بن کر آگے آگے چلتے رہے۔ (سیرت المصطفیٰ، ص ۱۷۷ ر پرانا نسخہ)

میں پوچھتا ہوں! صدیق اکبر کو یہ اصول محبت کس نے سکھائے؟ قرآن کی آیت یا حدیث کے کس جملے سے یہ درس ملتا ہے کہ محبوب کی پسند اور خوشی کی خاطر ہر ممکن جتن کرنا چاہیے، کہاں لکھا ہے کہ محبوب کے راز کو افشا کرنا مصلحت اور اداب محبت کے خلاف ہے، خوشی کے اظہار کے لئے جھنڈا لگانا کس کتاب میں لکھا ہے؟ ظاہر ہے کہ ایسا کہیں نہیں لکھا ہے۔

مگر عشق و محبت کے کچھ اپنے اصول ہوتے ہیں، شریعت اگر منع نہ کرے تو وہ سب کچھ کرنا جائز ہے، جس سے محبت کا اظہار ہو، اب چاہے وہ سلام و قیام ہوں یا عرس و چادر کی جائز تقریبات، ربیع الاوّل کے جلوس ہوں یا گلی محلوں کی آرائش و زیبائش! ان باتوں پر روک لگانا اور یہ کہنا کہ فلاں نے نہیں کیا، فلاں نے نہیں کیا، یا تو بغض کی علامت ہے یا ویران دلوں کی وحشت خیزی۔

محبت کو سمجھنا ہے تو ناصح خود محبت کر
کنارے سے کبھی اندازہ طوفاں نہیں ہوتا

ص ۳۷/ کا بقیہ...

کر سکتے ہیں؟ اس سلسلہ میں یہ حقیر اپنی رائے کیا پیش کر سکتا ہے اور اس کی اہمیت کیا ہوگی مگر اتنا تو کہا ہی جا سکتا ہے کہ یہ مسئلہ فرد کا نہیں پوری قوم اور پوری جماعت کا ہے اس لئے انفرادی طور پر کوئی رائے قائم کرنے یا کسی انفرادی فیصلے پہ عمل سے بہتر ہے کہ ہمارے اکابر اس سلسلہ میں سنجیدگی کا مظاہرہ کریں وہ اگر اس سمت پیش رفت کرتے ہیں تو ان شاء اللہ اس کے اچھے اور نمایاں اثرات سامنے آئیں گے ہم جیسے لوگ آہ کر سکتے ہیں مگر اس آہ کی روح اور اس کے تقاضے تک تو ہمارے اکابر ہی پہنچ سکتے ہیں اے کاش کہ ان کا ذہن ہزاروں کاموں کے ساتھ اس کام کی طرف ملتفت ہو جائے۔

◆◆◆

بیالیسویں قسط

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

ملفوظات تاج الشریعہ

صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات وفرمودات کو ''ملفوظات'' کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر دور میں صالحین اور اولیائے کاملین کے ارشادات وفرمودات قلم بند کرنے یا انھیں محفوظ کرنے کی روایت رہی ہے تاکہ آنے والی نسلیں ان سے رشد وہدایت کی روشنی حاصل کرسکیں، صوفیائے کرام کے ارشادات وفرمودات اگرچہ سادہ ہوتے ہیں مگر وہ ایسے مؤثر اور معنی خیز ہوتے ہیں کہ ان کا ایک ایک جملہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، ان کا ایک ہی جملہ کسی بھی قوم کی تقدیر بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھتا ہے، کسی شاعر نے ان کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔ ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود — گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضور تاج الشریعہ نے سوال وجواب کا یہ سلسلہ جنوری ۲۰۰۵ء میں شروع کیا جو مسلسل ۲۰۱۶ء تک جاری رہا، یعنی پورے ۱۲؍ سالوں تک یہ زرّیں سلسلہ جاری وساری رہا، اس دوران آپ نے کم وبیش ۷۰۰۰ ؍ہزار سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے جو یقیناً ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں، ''ملفوظات تاج الشریعہ'' صرف مئی ۲۰۱۰ء سے اکتوبر ۲۰۱۰ء تک کے سوالات وجوابات پر مشتمل ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے گیارہ سالوں کے جواہر پارے ریکارڈنگ کی شکل میں ابھی باقی اور محفوظ ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ بھی کتابی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ کی میز پر ہوں گے، راقم الحروف ارباب علم ودانش سے التماس کرتا ہے کہ ''ملفوظات تاج الشریعہ'' میں اگر کوئی شرعی خامی یا غلطی نظر آئے تو اسے ناقل ومرتب کی غلطی تصور کرتے ہوئے ادارے کو مطلع فرمائیں تاکہ اس کی اصلاح کی جاسکے، راقم اس کی بیالیسویں قسط قارئین سنی دنیا کی نذر کررہا ہے۔

احقر محمد عبد الرحیم نشترؔ فاروقی

۱۷؍ اکتوبر ۲۰۱۰ء، بمبئی، ہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض... ۱: بدمذہب اعتراض کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے ملفوظات شریف میں فرمایا ہے کہ غوث کے بغیر دنیا قائم نہیں رہ سکتی، وضاحت فرمادیجئے؟

ارشاد...: بدمذہبوں کا اعتراض بے جا ہے یہ عالم اسباب ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس دنیا میں یہ عادت جاری فرمائی ہے کہ سبب ومسبب سے جوڑا ہے وہ اگر چاہے تو اپنی قدرت کاملہ سے بغیر کسی سبب کے جو چاہے وہ کرے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ عادت جاری فرمائی کہ کسی چیز میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے کسی کا نفع رکھا ہے اور کسی چیز میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ضرر رکھا ہے اور ایک انسان دوسرے انسان کی پیدائش کا اور اس کی بقا کا سبب بنتا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس عالم کو اسی طور پر رکھا کہ مرد وزن کو پیدا کیا اور ان کے اختلاط اللہ تبارک وتعالیٰ نے بہت سارے مرد اور عورت اس دنیا میں پھیلائے، قرآن کریم کا ارشاد ہے:

''یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّ نِسَآءً۔ اے لوگو! اللہ تبارک وتعالیٰ سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اللہ تبارک وتعالیٰ

نے اس کا جوڑ بنایا اس کی بیوی کو پیدا کیا اور ان دونوں سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی نسل کو پھیلایا اور بہت سارے مرد وزن ان میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے ذریعے سے پیدا کئے۔" (سورۃ النساء، جز آیت ۱)

تو ایک باپ وہ اپنی اولاد کے وجود کا سبب ہے پھر اس کی تربیت ان کو باقی رکھنے کا سبب ہوتی ہے اسی طور پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس طرح سے ابو النطف نطفوں کا باپ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو بنایا کہ اس کے ذریعے سے اس کی اولاد اور اس کی نسل پھیلتی ہے پیدا ہوتی ہے اور باقی رہتی ہے، ماں باپ کے ذریعے سے اسی طور سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے عالم ارواح میں یہ عادت جاری کی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کچھ نفوس کو روح کی تربیت کے لئے اور روح کی صلاح وفلاح کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو کیا ایک استاد، ایک عالم، ایک پیر اس کا منصب یہی ہے کہ وہ روح کی پرورش کرتا ہے اور روح کی صلاح وفلاح اپنی تعلیمات کے ذریعے سے وہ روح کی بلندی اور اس کی صلاح وفلاح کا سبب بنتا ہے اور اسی لئے استاد کا مرتبہ باپ کے مرتبے سے زیادہ ہے۔

"ذاک ابو الروح لا ابو النطف۔ یہ روح کا باپ ہے اور نطفوں کا باپ نہیں ہے۔"

تو اسی طور پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ عادت کریمہ جاری کی کہ لوگوں کی نیکی اور ان کی صلاح حال وہ صلاح عالم میں دخل رکھتی ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے صلاح افراد اور صلاح اوتاد اور صلاح اغواث اور صلاح اولیا کو صلاح عالم کا سبب بنایا ہے جس طور پر لوگوں کی بدی اور ان کی بے حیائی اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانی یہ عالم کے برباد ہونے کا سبب ہے قرآن فرماتا ہے:

"ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ۔ لوگوں کی بدعملیوں کی وجہ سے خشکی میں اور سمندر میں فساد ظاہر ہوا۔" (سورۃ الروم، جز آیت ۴۱)

اور ادھر فرماتا ہے:

"وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الارض۔" (سورۃ البقرۃ، جز آیت ۲۵۱)

اگر اللہ تبارک وتعالیٰ نیک کے ذریعے سے بد کو اور مومن کے ذریعے سے کافر کو اور اولیا کے ذریعے سے ان کے ماننے والوں کے کام اگر نہ چلاتا اور بلائیں دفع نہ فرماتا **لفسدت الارض** زمین فاسد ہوجاتی اور زمین کا نظام بگڑ جاتا اس سے پتا لگا کہ اولیائے کرام اور ان کی صلاح وفلاح اور ان کی نیکی یہ قیام عالم میں ایک دخل رکھتی ہے اور نوشیروان عادل کا ایک واقعہ روح البیان میں عجیب لکھا ہے کہ وہ کافر تھا اور اس کو عادل کہا جاتا ہے اس لئے کہ اس کا انصاف بہت مشہور تھا حالانکہ وہ عادل نہیں تھا کافر تھا اور کفر ظلم عظیم ہے لیکن اس کے باوجود وہ لوگوں کے ساتھ معاملات میں چونکہ ظاہری طور پر انصاف برتتا تھا تو اس کا عادل نام مشہور ہوا ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ وہ ایک جنگل میں شکار کرنے کے لئے گیا پیاس لگی تو وہ ایک باغ میں داخل ہوا اور باغ کا جو وہاں ایک نوجوان لڑکا تھا اس نے اس کو ایک بہت شیریں بہت میٹھا انار پیش کیا تو دل میں اس کے یہ ارادہ آیا کہ یہ انار میٹھا ہے۔

لہٰذا یہ باغ میں لے لوں تو اب اس نے انار کھایا اور اس کے بعد پھر دوسرا انار طلب کیا تو اب جب دوسرا انار اس نے طلب کیا تو وہ دوسرا انار پھیکا بدمزہ کڑوا انار تھا تو اس نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے ابھی جو تو نے انار دیا وہ تو بہت اچھا تھا اور یہ دوسرا انار جو تو نے پیش کیا اس کا مزہ خراب ہے تو اب یہاں پر اولیائے کرام کے کشف پر جو معترض ہوتے ہیں اور جنہیں اپنی خبر نہیں ہے، وہ دیکھیں کہ بچہ وہ کہتا ہے کہ شاید بادشاہ نے ظلم کا ارادہ کیا اس نے معاً ظلم سے توبہ کی دوبارہ اس نے انار پیش کیا تو ویسا ہی میٹھا انار اس کو ملا اس سے پتا لگا کہ آدمی کی نیت خیر اور نیکی کی نیت نیکی اگر کرے تو اس کا معاملہ دوسرا ہے اس کا تو اثر ظاہر ہوتا ہی ہے اگر آدمی نیکی کی نیت کرے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس میں بھی برکت رکھتا ہے تو بد مذہبوں کا اعتراض وہ محض فاسد ہے اور بہت ساری آیات کریمہ سے یہ ثابت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نیکوں کے ذریعے سے ان کی نسل کی اور ان کے ماننے

ملفوظات

والوں کی اوران کے معتقدین کی بلائیں دور کرتا ہے، اب انہوں نے اگر سورۂ کہف ہی میں پڑھ لیا ہوتا تو پتا لگتا کہ حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والتسلیم جب ان کے ساتھ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والتسلیم کو مکلف کیا گیا کہ ان سے کچھ علم وہ سیکھ لیں علم باطن جو ان کے پاس نہیں ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس زمانے میں حضرت خضر علیہ السلام ہی کو اس کے ساتھ خاص کیا تھا تو وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے ان کے ساتھ ہولئے اب دیکھا انہوں نے ایک جگہ وہ گئے اور راستے میں ایک دیوار دیکھی کہ وہ گرنا چاہتی تھی ان کی یہ کرامت یا ان کا معجزہ ایک قول پر وہ ولی ہیں اور ایک قول پر وہ نبی ہیں تو یہ ان کا معجزہ تھا کہ انہوں نے اینٹ گارا مٹی وغیرہ کچھ استعمال نہیں کیا بلکہ انگلی سے اشارہ کیا ہاتھ کا اشارہ کیا تو گرتی ہوئی دیوار جو تھی وہ سیدھی ہوگئی۔

اب یہ حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے عرض کیا آپ چاہتے تو ان لوگوں سے جو آپ نے کام کیا ہے اس بستی والوں سے اس کی اُجرت لے لیتے اس لئے کہ ہم لوگوں کو بتقاضائے بشریت بھوک لگی تھی ہمارے پاس کھانا نہیں تھا ان لوگوں نے ہمیں کھانا نہیں کھلایا اور آپ نے ان لوگوں کو کام اس طریقے سے بغیر اجرت کے کردیا تو آپ نے حضرت خضر علیہ السلام نے جو کچھ کیا تھا اس کی تعبیر اور اس کی مصلحت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتائی اس میں یہ آیا کہ:

''وَ اَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَیْنِ یَتِیْمَیْنِ فِی الْمَدِیْنَةِ وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا-''

(سورۃ الکہف، جز آیت ۸۲)

یہ جو دیوار تھی یہ دو یتیموں کی دیوار تھی اور اس کے نیچے ان کے لئے ایک خزانہ تھا ان کا اور ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا وہ ان کا باپ نہیں تھا کہ ساتویں پشت میں دادا تھا ساتویں پشت میں دادا اس کو انتقال کئے ہوئے دنیا سے گئے ہوئے سینکڑوں برس ہوگئے لیکن اس کی صلاح کا یہ عالم ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے سبب ان لوگوں کے خزانوں کو محفوظ رکھا تو ان سب باتوں سے یہ پتا لگتا ہے کہ دنیا جو آج کل جتنی قائم ہے وہ لوگوں کی صلاح اور فلاح کی وجہ سے دنیا قائم ہے اور اس کی صلاح عالم میں نیکوں کا دخل ہے اور سب سے بڑا دخل محمد رسول اللہ صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کا ہے کہ اگلی امتوں کا معاملہ یہ ہوا کہ اگلی امتوں نے اپنے نبیوں کو جھٹلایا تو ان پر نیستی کا عذاب آیا وہ دنیا ان کی ختم کردی گئی کتنی دنیا اور کتنے عالم ختم ہوگئے کتنی نسلیں ختم ہوگئیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے کتنی سلطنتیں تباہ کردیں اور حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کے یہ نافرمان بلکہ نہ ماننے والے اور نمک حرام آج جو موجود ہیں وہ کیوں موجود ہیں؟ اس لئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ وعدہ فرمالیا ہے۔ ؎

''وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِیْهِمْ۔ اے محبوب! جب تک تم ان میں موجود ہو میں ان کو نیستی و نابودی کا عذاب نہیں دوں گا۔''

(سورۃ الانفال، جز آیت ۳۳)

اور تمہاری بات تو الگ ہے:

''وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ۔''

(سورۃ الانفال، جز آیت ۳۳)

جب تک ان کے اندر ان سے ملے ہوئے تمہاری امت میں نیک لوگ جو استغفار کرتے ہیں جب تک یہ لوگ ہیں میں ان کو نیستی و نابودی کا عذاب نہیں دوں گا دنیا جب تک قائم رہے گی جب تک تمہاری امت کے غوث، قطب و ابدال اور تمہاری امت کے نیک لوگ استغفار کرتے رہیں گے۔

عرض... ۲: عصر کی نماز پڑھ کر طواف کیا اور نفل نہیں پڑھے مغرب کا وقت شروع ہوا تو بکر نے کہا کہ نفل پڑھ لیں جس پر زید نے کہا کہ بہارِ شریعت جلد سوم میں جن بارہ وقتوں میں نوافل منع ہیں ان میں غروب آفتاب سے فرض مغرب کا وقت بھی لکھا ہے جس پر عمرو نے کہا کہ نوافل کی ممانعت ہے جب کہ طواف کی دو رکعتیں واجب ہیں، حضرت رہنمائی فرمائیں کہ کیا اس ممنوع وقت میں واجب اور نفل کا حکم علیحدہ علیحدہ ہے؟

ارشاد...: سوال واضح نہیں ہے اور سوال کے تیور سے یہ لگتا ہے کہ وہ اس وقت غروب آفتاب کے وقت میں وہ نماز کے بارے میں پوچھ رہے ہیں تو غروب آفتاب کے بعد عصر اگر آج

کی عصر ہے اگر اتنی دیر تک عصر میں تاخیر کی کہ آفتاب غروب ہونے پر آ گیا یا جو اس کی آفتاب کا نور اور اس کی روشنی ماند پڑنے لگی اور مائل زردی ہوگئی اب اس میں غروب آفتاب میں محض بیس منٹ رہ گئے تو آج کی عصر پڑھ لے اس لئے کہ وہ جب اس کو پڑھنے کا موقع ملا اس وقت اس کو پڑھنا فرض ہے اگر چہ تاخیر سے وہ گناہ گار ہوا جب کہ بے عذر تاخیر کی ہو اگر ایسے وقت میں کوئی کسی نماز کی اجازت نہیں ہے اور اگر وہ قضا پڑھے یا کوئی اور نماز پڑھے گا تو وہ نماز ادا نہیں ہوگی اور اب یہ جو طواف کی دو رکعتیں ہیں یہ واجب ہیں اب ان میں اس وقت میں پڑھنے لگا تو اس کو مؤخر کر سکتا ہے اور غروب آفتاب کے بعد اس کو پڑھے۔

عرض...: اصل میں یہ دو شخصوں کا مکالمہ ہے اصل سوال یہ ہے کہ عصر کی نماز پڑھ کر کسی شخص نے طواف شروع کیا طواف مکمل ہونے کے بعد مغرب کا وقت شروع ہو گیا اب ایک شخص کہتا ہے کہ طواف کے بعد کی جو دو رکعت نماز ہے اس کو پڑھ لیں دوسرا کہتا ہے کہ نہیں بہارِ شریعت جلد سوم میں جن بارہ وقتوں میں نوافل منع ہیں ان میں غروب آفتاب سے فرض مغرب کا وقت بھی لکھا ہے اس پر دوسرے شخص نے کہا کہ چونکہ یہ واجب ہے لہٰذا پڑھ لینا چاہئے اس بارے میں رہنمائی مانگ رہا ہے۔

ارشاد...: اس کو پڑھ لینا چاہئے جب کہ مغرب کا وقت آ چکا ہے اب اس کو اختیار ہے کہ پہلے فرض میں مصروف ہو اس کے بعد واجب طواف کے بعد کی دو رکعتیں پڑھے اور یہ بھی کر سکتا ہے کہ دو رکعتیں واجب طواف کی پہلے پڑھ لے اس کے بعد فرض پڑھے لیکن اولیٰ یہی ہے کہ پہلے فرض پڑھے اور فرض پڑھنے کے بعد پھر وہ واجب طواف کی رکعتیں پڑھے اس لئے کہ طواف کی دو رکعتیں واجب ہیں وہ علی الفور واجب نہیں ہیں اسی بہارِ شریعت میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس کو اختیار ہے کہ وہ مقام ابراہیم کے پاس پڑھے یا حرم میں کسی اور جگہ پڑھے یا اپنی منزل میں جا کر پڑھ لے اس سے پتہ لگا کہ یہاں وجوب میں علی التراخی ہے اور یہاں وجوب میں فور نہیں ہے برخلاف فرض مغرب کہ اس میں تاخیر مناسب نہیں ہے اور مطلوب یہ ہے کہ جیسے ہی وقت آ گیا اور وقت کا تیقن ہو گیا آدمی فرض میں مصروف ہو اور فرض ادا کرے۔

عرض...۳: ایک گانا جس میں یہ بول ہیں کہ

تجھ میں رب دکھتا ہے میں کیا کروں
سجدے سر جھکتا ہے میں کیا کروں

کیا یہ کلمۂ کفر ہے؟

ارشاد...: یہ بہت مبالغہ ہے اپنے ممدوح کی تعریف میں اور اگر اس کا ممدوح کوئی محبوب مجازی ہے تو اس کے لئے اس قسم کے کلمات بولنا بہت نا زیبا ہے اور کفر کا حکم اس پر نہیں ہو سکتا البتہ ''تجھ میں رب دکھتا ہے'' اس کا ظاہری معنیٰ شنیع اور برا ہے اور اس کے ظاہری معنیٰ ضرور خلاف شرع ہے اس سے اس کو توبہ ضروری ہے اور احتیاطاً تجدید ایمان بھی کرے۔

عرض...۴:

غوث اعظم بمن بے سر و ساماں مددے
قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

حضرت یہ شعر اپنی ہر تقریر سے پہلے پڑھتے ہیں یہ شعر کن کا لکھا ہوا ہے اور اس کا کیا مطلب ہے؟

ارشاد...: حضرت احسن العلما حضور حسن میاں صاحب (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سجادہ نشین خانقاہِ مارہرہ یہ فرماتے تھے کہ یہ شعر حضرت عینیؔ جو مشائخ مارہرہ میں ایک بزرگ گزرے ہیں ان کے لکھے ہوئے ہیں اور انہوں نے یہ اشعار لکھے اور ان کو غوث اعظم رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کی زیارت ہوئی۔

عرض...۵: کیا یہ سچ ہے کہ شبِ معراج حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ مبارکہ سے ایک قطرہ زمین سے مس ہوا اور اس سے گلاب کا پھول بنا؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: میں یہ تصدیق نہیں کر سکتا اور میں نہیں سمجھتا کہ یہ بات مستند ہو البتہ ہر چیز حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے نور سے پیدا کی گئی ہے اور سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ اس مضمون میں فرماتے ہیں۔

انہیں کی بو مایۂ سمن ہے انہیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انہیں سے گلشن مہک رہے ہیں انہیں کی رنگت گلاب میں ہے

ملفوظات

عرض... ۶: پچھلے سیشن میں حضرت نے فرمایا کہ جولوگ ڈاکٹر طاہرالقادری کے اقوال وعمل پرتکفیر کرتے ہیں وہ حق پر ہیں تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ حضرت ان کی تکفیر کی تائید فرماتے ہیں؟

ارشاد...: بے شک طاہر القادری کے بکثرت کلمات اور فرقہ پرستی کا خاتمہ جو کتاب اس نے لکھی اس میں جگہ جگہ اس کے کلمات سے یہ ہی ظاہر ہے کہ بریلویت، دیوبندیت، شیعیت وغیرہ شیعہ اور دیوبندی جن پر اُن کے عقائد کفریہ کی وجہ سے حکم کفر ہے اور علمائے حرمین شریفین نے ان کو کافر کہا اس کے مکرر کلمات سے اور اقراروں سے یہ ثابت ہے کہ وہ ان کی تکفیر کا قائل نہیں ہے اور دیوبندیوں پر حکم کفر ثابت ہو چکا اب اس میں جو ان کے کلمات کفریہ پر مطلع ہو کر ان کو کافر نہ جانے حسام الحرمین کی رو سے وہ انہیں کی طرح جو حکم دیوبندیوں کا ہے وہی حکم اس شخص کا ہے۔

عرض...۷: تیرہ سال کا بچہ اپنی ماں کے ساتھ بحیثیت محرم حج پر جاسکتا ہے؟ یعنی کیا وہ اس کا محرم ہو جائے گا؟

ارشاد...: ہاں ہو جائے گا جا سکتا ہے اگر لڑکا اور لڑکی بارہ سال کے ہوں اور ان کی ظاہری حالت اس بات کی (شاہد ہو) اور وہ یہ کہیں کہ ہم بالغ ہیں اور ظاہری حالت ان کے قول کی تائید کرتی ہو تو ان کو بالغ مانا جائے گا تیرہ سال کا لڑکا مراہق ہے قریب بلوغ ہے۔

عرض... ۸: ایک ہی سورت قصداً یا سہواً دونوں رکعات میں پڑھی تو نماز کا کیا حکم ہے؟

ارشاد...: نماز ہو جائے گی اور ایک ہی سورت کو معین کرنا اگر یہ اعتقاد ہے کہ یہی سورت پڑھنا چاہئے تو یہ اعتقاد منع ہے اور نماز میں اس سے کوئی فرق نہیں آئے گا نماز ہو جائے گی اور اگر یہ اعتقاد نہیں ہے یونہی وہ ایک ہی سورت پڑھ لیتا ہے مثلاً اور سورتیں یاد نہیں ہیں یا کسی اور وجہ سے تو یہ مناسب نہیں ہے لیکن نماز پر اس سے کوئی فرق نہیں۔

عرض... ۹: کیا زم زم شریف کو مسجد نبوی شریف سے اپنے وطن یا ہوٹل لانے کی اجازت ہے؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: ہاں کوئی حرج نہیں ہے زم زم شریف آپ اپنے وطن لاسکتے ہیں یا جہاں آپ چاہتے ہیں وہاں لے جائیں۔

عرض... : اس میں یہ وضاحت فرمادیں کہ سوال یہ ہے کہ مسجد شریف میں رکھا ہوا پانی اپنے ہوٹل یا گھر لے جاسکتے ہیں یا نہیں؟

ارشاد...: اس میں تفصیل یہ ہے کہ مدینہ شریف میں جو پانی رکھا گیا ہے وہ وہاں کے جو مسجد کے حاضر باش ہیں اور مسجد میں جو لوگ ہیں ان کے لئے رکھا گیا ہے اس کا باہر لانا جائز نہیں ہے البتہ تبرک کے طور پر مکہ مکرمہ میں اور اگر یہی انتظام مدینہ شریف میں باہر اس کا نل لگا رہتا ہے اور وہاں سے لوگ بھر کر لے جاتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ باعثِ برکت ہے۔

عرض... ۱۰: ایسی مسجد جہاں لوگ نماز یا تلاوت قرآن میں مشغول رہتے ہیں وہاں نعت خوانی کا اہتمام کیا جاسکتا ہے؟

ارشاد...: نمازیں اگر لوگ رہتے ہیں یا تلاوت میں مصروف ہیں اور تلاوت میں دوصورتیں ہیں اگر تلاوت با آواز بلند ہو رہی ہے اور اس جگہ لوگ سننے کے لئے بیٹھیں ہیں تو خاص اسی جگہ پر نعت خوانی کی محفل قائم کرنا منع ہے اس لئے کہ اس جگہ پر جو سننے کے لئے ان پر استماع قرآن کریم کا سننا اور خاموش رہنا فرض ہے:

''وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْالَهٗ وَاَنْصِتُوْالَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو سنو اور اس کی قراءت کے دوران خاموش رہو تا کہ تمہارے اوپر اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت ہو۔'' (سورۃ الاعراف، آیت ۲۰۴)

اور کسی اور جگہ پر وہ یہ محفل کررہے ہیں یہ لوگ تلاوت میں مصروف ہیں اور لوگ نعت خوانی میں مصروف ہیں اس میں حرج نہیں ہے اور یہ کہ نمازی نماز پڑھ رہے ہیں اگر یہ لوگ اتنی آواز سے نعت خوانی کررہے ہیں کہ ان کی نماز میں خلل نہیں ہوگا تو اس صورت میں بھی حرج نہیں ہے اور جہرِ مفرد کے طور پر وہ تو اس کی اجازت ذکر وغیرہ میں جہر مفرد کہ بہت زیادہ حد سے زیادہ ہو اور اس کے اپنے لئے مضرب ہو اور سننے والوں کے کانوں کے لئے بھی بارِ گراں ہو ایسا جہر مفرد ذکر میں یا نعت میں منع ہے اور قرآن کریم میں ایک جگہ یوں فرمایا:

"وَلَا تَعْتَدُوْا-" (سورۃ البقرۃ، جز آیت ۱۹۰)

اس کی تفسیر میں یہی مراد ہے کہ حد سے آگے نہ بڑھو یعنی جہر میں زیادہ افراط آواز سے کہ دوسروں کو تکلیف پہنچے یا خود تم کو تکلیف پہنچے اتنی آواز سے جہر میں ذکر نہ کرو اور حدیث میں یہ بھی آیا کہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے کچھ لوگوں سے یہ فرمایا جب وہ تکبیر بلند کر رہے تھے اللہ اکبر اللہ اکبر تو فرمایا:

"اربعوا علی انفسکم انکم لا تدعون أصم و لا غائبا۔

اے لوگو! اپنے اوپر رحم کرو تم کسی بہرے کو اور اس کو نہیں پکار رہے ہو جو غیر حاضر ہے غائب ہے۔" (صحیح البخاری، ۵/ ۱۳۳)

تم اس کو پکار رہے ہو جو سنتا ہے اور جو اپنی رحمت سے اور اپنی قدرت سے اور اپنے علم سے جو سب کے قریب ہے اس کو تم پکار رہے ہو لہٰذا زیادہ، بہت زیادہ آواز سے ذکر مت کرو کہ اب اگر اس طور پر ہے تو یہ منع ہے اور اگر درمیانی آواز سے ہے کہ یہ لوگ نعت بھی پڑھ سکتے ہیں اور سننے والے سن سکتے ہیں اور نمازیوں کو کوئی خلل نہیں ہوگا تو اس میں حرج نہیں۔

عرض...۱۱: کیا اولیا سے توسل جائز ہے خاص کر ہمارے شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز سے؟ (عربی سوال)

ارشاد...: جی ہاں! اولیائے صالحین سے توسل جائز، مشروع اور پسندیدہ ہے اور توسل کو منع نہیں کرے گا مگر محروم اور یہ قرآن ہے جو ہمیں توسل کی طرف بلاتا ہے، فرماتا ہے:

"یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔" (مائدہ، آیت ۳۵)

اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں توسل اور وسیلے کا حکم فرمایا اور اولیائے کاملین اور اللہ کے نیک بندوں سے توسل پر سلف الصالحین گزرے اور آج تک سارے مسلمان اسی پر چلے آرہے ہیں اور یہی اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے اور چھٹی صدی ہجری میں ابن تیمیہ ہی نے اس کا انکار کیا، یہاں تک کہ امام سبکی نے فرمایا کہ وہ مخلوق میں مثلہ (بدصورت) ہو گیا، امام سبکی نے توسل کی مشروعیت میں ایک رسالہ لکھا جس کا نام **شفا السقام فی زیارۃ خیر الانام** رکھا اور علمائے کرام کی اس موضوع میں رسائل اور بہت ساری کتابیں ہیں، جو چاہے ان کی طرف رجوع لائے۔

عرض...۱۲: حاجی جوج کے ارادے سے مدینہ منورہ پہنچے ان کے ساتھ کچھ عورتیں ایسی بھی ہیں جو حائضہ ہو جائیں گی اب ان کو مدینہ شریف سے آنا ہے مکہ شریف تو کیا وہ احرام باندھیں گی؟ اور کس طور پر رہیں گی مکہ شریف آنے کے بعد عمرہ کریں گی؟

ارشاد...: عمرہ نہیں کریں گی اور وہ احرام باندھ کر رہیں اور جب اپنی عادت سے وہ فارغ ہو جائیں اور پاک ہو جائیں اس وقت حرم محترم میں داخل ہوں اور طواف کریں۔

عرض...۱۳: ایک شخص کا کہنا ہے کہ اللہ کا ہر نام چاہے وہ کسی بھی مذہب میں ہو لائق احترام ہے اس شرط پر کہ وہ اللہ کے علاوہ کسی اور کے لئے استعمال نا کیا جاتا ہو، جیسے ہندو مذہب میں بھگوان یا ایشور صرف اللہ کے لئے بولا جاتا ہے، ان کا یہ اعتقاد ہے کہ بھگوان کے علاوہ ان کے جو خدا ہیں وہ بھگوان کے نائب ہیں نہ کہ بھگوان، تو اس کا کہنا ہے کہ ان ناموں کے استعمال میں کوئی حرج نہیں، رہنمائی فرمائیں۔ (انگریزی سوال)

ارشاد...: اس کا کہنا قطعاً غلط اور بے سروپا ہے، مجھے اس قول کے بارے میں یہ کہنا ہے کہ یہ لفظ بھگوان کوئی مناسب نام نہیں اور یہ اللہ کا نام شمار نہیں ہو سکتا، لفظ بھگوان ہندی زبان کا لفظ ہے اور اس کے دو حصے ہیں، ایک بھگ جس کے معنی زنانی شرمگاہ اور دوسرا وان یعنی والا یا مالک، تو بھگوان کا مطلب ہوا زنانی شرمگاہ کا مالک۔

اب یہاں سے سوچ لیں کہ کیا یہ لفظ اللہ کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے یا یہ لفظ اللہ کی شان میں گستاخانہ ہے۔

عرض...۱۴: میری عمر ۲۸/ سال ہے، میری اب تک کچھ نمازیں قضا ہیں لیکن مجھے یاد نہیں کہ کب اور کتنی قضا ہوئیں کوئی اندازہ بھی سمجھ میں نہیں آتا اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟

ارشاد...: کرنا یہ چاہئے کہ اندازے سے نمازوں کا حساب لگا لیں اور اندازے میں زیادہ ہو جائیں کم نہ ہوں اور اس کے بعد ایک

ایک کرکے ان کو قضا کرنا شروع کرے اور اس میں جلدی کرے۔

عرض...۱۵: کسی سوفٹ ویر یا کتاب کے حقوق (copyright) کا کیا حکم ہے؟

ارشاد...: اس سلسلے میں ہمارے یہاں جولائی کے مہینے میں سیمینار ہو چکا ہے اس سیمینار کی کاپی آپ لوگ منگوا لیں سرِ دست بحث میں کیا باتیں پیش ہوئیں وہ مجھے اس وقت مستحضر نہیں ہیں اور اس وقت میں سفر میں ہوں میرے پاس اس کی کاپی بھی موجود نہیں ہے اور اس میں جو فیصلہ ہوا تھا وہ یہی ہے کہ یہ نہ تو کوئی حق اصلاً یہ کوئی حق نہیں ہے اور یہ حق شفعہ سے بھی ضعیف تر ہے بعض صورتوں میں اس کی اجازت دی گئی اور بعض صورتوں میں اس سے منع کیا گیا اس کی تفصیل ہمارے سیمینار کے فیصلے میں ہے وہاں سے آپ کاپی منگوا کر اس کا مطالعہ کریں۔

عرض...۱۶: ایک آدمی اپنے گھر سے جائے گا اور اس کی ران یا اس کا کولہا اس کو بتائے گا کہ اس کے پیچھے اس کے گھر میں کیا ہوا، کیا ایسی کوئی حدیث مسند احمد میں روایت ہے؟ اگر ہاں تو کیا اس کا مطلب موبائل فون ہے اس دور میں؟ برائے کرم وضاحت فرمادیں۔ (انگریزی سوال)

ارشاد...: مجھے یاد آرہا ہے، اس کے مماثل سرکار ﷺ سے کچھ احادیث مروی ہیں اور اس کا اطلاق ٹیپ رکارڈر یا موبائل یا کسی بھی آلے پر جو لوگوں کی آواز اور حرکات کو جو گھر میں رہتے ہیں، محفوظ کر لیتا ہو۔

عرض...۱۷: شوہر اپنی بیوی کو مذاق اور بے خیالی میں ماں کہہ دے یا بیوی اپنے شوہر کو بیٹا کہہ دے تو نکاح کا کیا حکم ہے؟

ارشاد...: نکاح اس سے نہیں جائے گا اگر چہ یہ کہنا منع ہے۔

عرض...۱۸: کیا مائکروفون پر خطبہ دے سکتے ہیں؟

(انگریزی سوال)

ارشاد...: اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور خطبہ دیا جا سکتا ہے۔

عرض...۱۹: ہم نے کچھ قرآنی اوراق بکس لگائے ہیں جس میں لوگ عربی، اردو اور پرانے قرآن پاک ڈال دیتے ہیں جس کو پڑھا نہیں جاتا ہم اس کو اکٹھا کرکے کنویں میں دفنا دیتے ہیں کیا ہم ان سب بوسیدہ اوراق کو ری سائیکل (دوبارہ قابل استعمال) کے لئے دے سکتے ہیں جو لوگ اس کے حرف مٹا کر نئی کتابوں کے لئے استعمال کریں اور وہ کمپنی ہمیں اس کے پیسے بھی دے جس کو ہم ادارے میں استعمال کریں؟ رہنمائی فرمادیں۔

ارشاد...: بوسیدہ دینی کتابوں کا اور قرآن کے اوراق جو بوسیدہ ہو جائیں ان کے لئے حکم یہ ہے کہ ان کو دفن کر دیا جائے اور ان کو برباد کرنا یا جلانا یا ضائع کرنے کی اجازت نہیں ہے، اب ری سائیکلنگ کا معاملہ یہ ایک نیا معاملہ ہے بظاہر جو میں نے کہا وہ ری سائیکلنگ سے بظاہر مناسبت نہیں معلوم ہوتی لیکن اس تعلق میں جو میں نے کہا ری سائیکلنگ سے ایک تعلق یہ لگتا ہے کہ ری سائیکلنگ میں ان حروف کو اور جو کچھ اس میں لکھا گیا ہے، اس کو ختم کئے بغیر نہیں ہو سکتی تو یہ بھی ضائع کرنے کی اور اس کو مٹانے کی ایک صورت ہے، اب یہ کہ یہ کس کمپنی کو دیا جائے کمپنیاں غیر مسلم بھی ہوتی ہیں اور مسلم بھی ہوتی ہیں اور کتنے لوگ ان دینی حروف کا ادب اور احترام کر سکتے ہیں اور ان کی حرمت قائم رکھ سکتے ہیں۔

یہ ایک سوال ہے اور جب تک کہ ان سوالوں کا کوئی حل نہیں ہو جاتا تو اس نئے مسئلے پر کوئی مفصل بات نہیں کی جا سکتی کسی غرض صحیح کے طور پر یہ تو اجازت آتی ہے کہ آیاتِ قرآنی کو لکھے اور ان کو پانی وغیرہ سے دھو کر استشفا کے لئے طلب شفا کے لئے پی لے اگر چہ اس میں بھی محو (مٹانا) ہے لیکن غرض صحیح کے لئے اس کی اجازت ہے، یہاں بھی غرض صحیح ہو سکتی ہے لیکن یہ مشروط ہے کہ وہ کمپنی سنی صحیح العقیدہ اور حرمات دینیہ کی اور معظمات دینیہ کی حفاظت کرنے والی اور اس کی حلت اور حرمت کو سمجھنے والی ایسی کمپنی ہو تبھی اجازت ہو سکتی ہے ورنہ سبیل اس سلسلے میں اطلاق منع ہے اور اجازت نہ دینا ہی سبیل ہے۔

.........جاری

قارئین کرام
یہ شمارہ آپ کو کیسا لگا؟
ہم آپ کے تأثرات کے منتظر رہیں گے

احوال قوم وملت

از: محمد افتخار حسین رضوی *

مسلمانوں کا تابناک ماضی اور موجودہ حالات

عروج آدم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہ کامل نہ بن جائے

اگر ماضی کے جھروکے سے جھانک کر دیکھا جائے تو مسلمانوں کا شاندار اور تابناک دور حکومت اور ہمہ جہت عروج و ترقی کے خوشنما مناظر نگاہوں کے سامنے گردش کرنے لگتے ہیں، جہاں مسلمان زندگی کی تمام امنگوں، خواہشوں، اردوں اور حوصلوں کے ساتھ ترقی اور کامیابی کی شاہراہوں پر رواں دواں نظر آتے ہیں، تاریخ کے اوراق اپنے وسیع وعریض دامن میں اعلیٰ صلاحیتوں اور خوبیوں کے حامل مسلمانوں کے زرّین اور تاریخ ساز کارناموں کو سمیٹے ہوئے ہمیں پکار رہے ہیں اور اعلان کر رہے ہیں کہ آؤ اور اپنے اسلاف کی پاکیزہ، روشن اور کامیاب زندگیوں کا مطالعہ کرو، اپنی زنگ آلود، منجمد، پسماندہ، شکست خوردہ اور پامال زندگیوں کا اپنے اسلاف کی زندگیوں سے موازنہ کرو اور اپنی بچی کھچی شعور وآگہی کی مدد سے تاریکیوں کے سمندر میں غرق اور مایوسیوں کے صحرا میں بھٹکتی ہوئی زندگیوں کو ماضی کے روشن میناروں سے منور کرلو۔

مگر ہماری کم نصیبی تو دیکھیے! ہم شیطان اور نفس کے مایا جال میں بری طرح پھنس چکے ہیں، خود فریبی اور غفلت کی دبیز چادر اوڑھ کر گہری نیند کے آغوش میں آرام سے سو رہے ہیں لیکن ذرا غور سے سنیں تاجدارِ بریلی امام اہل سنت کیا فرماتے ہیں ؎

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والوں جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

آہ افسوس! صد ہزار افسوس! ہم نے یہ کیا کیا؟ ہم کیا تھے اور کیا سے کیا ہو گئے، جس مذہب نے ہمیں جنت کا مژدہ سنایا، دنیا کا مہذب ترین اور ترقی یافتہ قوم بنایا، جس نے ہمیں دنیا میں نظام عدل وانصاف قائم کرنا سکھایا، جس نے ہمیں دنیا میں فتح کا پرچم لہرانا سکھایا، جس کی اطاعت واتباع کر کے ہمارے اسلاف نے اپنے پاکیزہ کردار اور عظیم کارناموں سے اہل عالم کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا، آج ہم اسی سچے دین و مذہب پیارے اسلام کی مقدس ومتبرک تعلیمات سے، فکر سے، فرماں برداری اور پیروی سے منحرف ہو کر اور بداعمالیوں کا شکار ہو کر ذلت ورسوائی اور بے بسی ومجبوری کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔

اے پیارے مسلمانو! کیا ہمیں نہیں معلوم کہ اگر آج بھی ہم شیطان ونفس کی غلامی کی زنجیروں کو توڑ کر مکمل طور پر اسلام کے دائرے میں رہ کر زندگی گزارنے لگیں تو آج بھی ہمیں دنیا میں فتح وکامرانی اور ظفر ونصرت کے پرچم نصب کرنے اور ترقی کے بام عروج تک رسائی حاصل کرنے سے کوئی روک نہیں سکتا، ذرا سنیے تو سہی! رب تعالیٰ کیا فرماتا ہے:

”یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً۪ وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ۔ اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔“

(البقرہ، آیت ۲۰۸)

اے کاش! اہل ایمان اپنے اسلاف کے درخشندہ اور تابناک کردار سے ان کی کامیابیوں اور کامرانیوں سے سبق حاصل کریں اور اپنے اوپر سے غفلت وسستی چادر اتار پھینکیں اور رنج والم سے دور ہو کر ہمت وحوصلوں اور قوت ایمانی کے سہارے کارزار حیات میں آگے بڑھنے لگیں تو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فضل وکرم سے ہم ضرور فتح ونصرت سے ہم کنار ہوں گے، ذرا قرآن کریم کی اس عظیم بشارت پر غور کریں اور پروردگار

* مضمون نگار گورنمنٹ اسکول، ٹھاکرگنج، کشن گنج بہار کے ٹیچر ہیں۔

عالم کے اس فرمان عالیشان کو سرمۂ بصیرت بنائیں:
''وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ اور نہ سستی کرو اور نہ غم کھاؤ، تمہیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔'' (آل عمران، آیت ۱۳۹)

یاد رکھیں! ہمیں موجودہ دور میں اپنے اعمال و افعال اور گفتار و کردار کا بار بار اور مسلسل محاسبہ کرنا چاہیے تاکہ ہم خود کو اسلاف کے کردار کے سانچے میں اچھی طرح ڈھال اور سنوار سکیں، تاکہ دین اسلام کے دشمن کبھی ہمیں مغلوب اور مرعوب نہ کر سکے، ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

اس مقصد عظیم کے حصول کے لیے ہمیں مضبوط و مستحکم ہونے اور آخری دم تک متحرک وفعال رہنے کی سخت ضرورت ہے۔

حرکت سے ہے زندگی جہاں کی
یہ رسم قدیم ہے یہاں کی

اور اس حقیقت سے ہم انحراف نہیں کر سکتے کہ جب تک ہم خود ہی اپنے حالات کو بدلنے کی مکمل کوشش نہیں کریں گے، غفلت، کاہلی، بزدلی، بداعمالی، پست ذہنیت، خوف وہراس اور جہالت کے دلدل سے نکل کر بیداری کا ثبوت نہیں دیں گے، ہمیں کامیابی نہیں مل سکتی، ذرا دل تھام کر دیکھیے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں کیا ارشاد فرماتا ہے:

''لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ یَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْؕ وَ اِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗۚ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ۔ (الرعد، آیت ۱۱) آدمی کے لیے بدلی والے فرشتے ہیں اس کے آگے اور پیچھے کہ بحکم خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں بے شک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدل دیں اور جب اللہ کسی قوم سے برائی چاہے تو وہ پھر نہیں سکتی اور اس کے سوا ان کا کوئی حمایتی نہیں۔'' (کنزالایمان)

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے، خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی۔ ع

نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

احوال قوم وملت

ص ۵۶ / کا بقیہ.......................

سنہرا وقت ڈھلتا جا رہا ہے
ہمیں یہ کچھ سبق سکھلا رہا ہے

تکبر وجہ بربادی ہے صاحب
گزرتا وقت یہ سمجھا رہا ہے

نومبر میں تو ہے آغاز سردی
مہینہ اب دسمبر آ رہا ہے

ٹھٹھرتا ہے بدن اب ٹھنڈے پن سے
کہ موسم رنگ نو دکھلا رہا ہے

عبادت میں سدا مصروف رہنا
بزرگوں کا مرے شیوا رہا ہے

نومبر کا شمارہ "سنی دنیا"
ہمیشہ کی طرح عمدہ رہا ہے

یقیناً ہے یہ فیضی فیض مرشد
جو کچھ بھی آج تو لکھ پا رہا ہے

ص ۵۸ / کا بقیہ.......................

حاصل کیا گیا اور روناہی کے لیے واپس ہو گئے، دعا ہے کہ مولائے قدیر اپنے حبیب لبیب علیہ التحیۃ والثنا کے صدقہ وطفیل درس قرآن حکیم کو قبول فرمائے، اس کے محرکین ومعاونین اور سامعین کو اس کی برکتوں سے مالامال فرمائے اور استاذ گرامی مرتبت حضرت علامہ الحاج محمد ایوب رضوی صاحب قبلہ دام ظلہ الاقدس کی اس خدمت قرآن مجید کو شرف قبولیت عطا فرما کر صحت وسلامتی سے سرفراز فرمائے اور آپ کا سایہ کرم ہم پر دراز سے دراز تر فرمائے، آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

رپورٹ: محمد سلمان رضا خان حنفی قادری جامعی ازہری
استاذ جامعہ اسلامیہ، روناہی، فیض آباد، یوپی

◆◆◆

مضمون نگار کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت، یوپی کے متوطن ہیں۔

از: محمد آصف اقبال مدنی*

آزاد خیالوں سے چار باتیں

احوال قوم وملت

کہتے ہیں کہ ”عقل کو آزاد نہیں چھوڑنا چاہیے ورنہ کیا بھروسہ کہ آزاد عقل کب گھاس چرنے چلی جائے“ مگر ہم کہتے ہیں، انسان ہو یا حیوان کسی کو بھی مکمل آزادی نہیں دینی چاہیے ورنہ تباہی ونقصان کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا، اگر بچوں کو آزاد چھوڑ دیا جائے تو وہ بے راہ روی کا شکار ہوجائیں گے، اگر والدین کو اولاد کی پرورش وذمہ داری سے آزاد کر دیا جائے تو ننھے پھولوں کا مستقبل کے خطرے سے دوچار ہونا واضح ہے، اگر چھوٹے بڑے چوروں، ڈاکوؤں کو آزادی دے دی جائے تو معاشرتی انارکی، قانون کا تعطل اور بے نظمی سر چڑھ کر بولے گی، اگر درندوں کو شہر میں گھومنے کی آزادی دے دی جائے تو انسانی جانوں کو درپیش خطرے سے کوئی انکار نہیں کرسکتا، اگر بھیڑوں بکریوں کو آزادی دے دی جائے تو وہ دوسروں کے کھیت کا جو حشر نشر کریں گی وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں، اگر بینکوں، تجوریوں، سناروں کی دکانوں اور بازاروں کو تالوں اور چوکیداروں سے آزاد رکھا جائے تو چوری چکاری اور ڈکیتی کا سد باب ناممکن ہوگا۔

معلوم ہوا کہ آزادی ایک حد تک ہی اچھی ہے اور جسمانی آزادی کی طرح فکری وخیالی آزادی کا بھی ایک دائرہ ہونا ناگزیر ہے، ورنہ آزاد خیالی (لبرل ازم) نے جتنا نقصان اہل ایمان کے مذہب وملت اور اسلامی دنیا کو پہنچایا ہے، وہ سب کے سامنے ہے، بین الاقوامی سطح پر اس آزاد خیالی کو نہ صرف ماضی میں خلافت عثمانیہ کے خلاف استعمال کیا گیا بلکہ سو سال ہونے کو آئے اسلامی آئیڈیالوجی کے سامنے بند باندھنے کے لیے یہ نظریہ ہماری کئی نسلوں کے دل ودماغ میں اتارا جارہا ہے مسلم نوجوانوں کو اس مسحور کن مگر دھوکے پر مبنی ”مغربی ہتھیار“ کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

آج اس باطل نظریے نے اہل ایمان میں ایسے دماغ تیار کرلیے ہیں جو آزاد خیالی کے مکمل حامی بن چکے ہیں، انہیں کوئی سروکار نہیں کہ ہمارے کسی عمل کے متعلق دین وشریعت کیا کہتے ہیں؟ بس انہیں جو اچھا لگتا ہے کر گزرتے ہیں، اغیار کی ذہنی غلامی نے ان کے اذہان اپنے شیطانی پنجوں میں جکڑ رکھے ہیں، صرف اُن کے تہواروں ہی کو لے لیجئے، آج ہمارے نوجوان سوشل میڈیا اور دیگر فورمز پر جس طرح مبارک باد کے پیغامات جاری کرنے میں مگن ہیں، یہ اسی آزاد خیالی کے ”ثمرات“ ہیں۔

سچ تو یہ ہے کہ انسان کے حق میں کیا بھلا ہے اور کیا برا؟ یہ بات حقیقت میں وہی جانتا ہے جس نے اسے پیدا کیا ہے، لہٰذا اُس ذات باری تعالیٰ پر ایمان رکھنے والے کی زندگی اُسی کے احکامات کے مطابق ہونی چاہیے، سردست ہم نے اُن آزاد خیالوں سے چار باتیں کرنی ہیں جو اس قسم کے مواقع پر غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کی پینگیں بڑھانے کے جتن کرتے ہیں، تحائف کا تبادلہ کرتے ہیں اور مبارک باد دیتے یا اس کے پیغامات جاری کرتے ہیں اور پھر اس کے جواز کے لیے بھونڈی دلیلوں اور لایعنی منطق کا سہارا لیتے ہیں، ہمارے جن بھائی، بہنوں کو ”بہت زور سے“ مبارک باد آئی ہوتی ہے اور وہ غیروں سے پیار ودوستی کے لیے بے چین اور ان کی بے جا حمایت کے لیے بے تاب رہتے ہیں، وہ درج ذیل چار باتوں پر انتہائی توجہ کے ساتھ اور ٹھنڈے دل سے کامل غور وفکر کریں، اللہ پاک نے چاہا تو بہت فائدہ ہوگا۔

(1) پہلی بات: اُن کی دوستی سے اللہ پاک نے منع کر دیا، اے

مسلمانو! تمہارا رب فرماتا ہے:

''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِیَآءَ ۘؔ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍؕ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۔ (المائدۃ: 51) اے ایمان والو یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے بے شک اللہ بے انصافوں کو راہ نہیں دیتا۔''

اس آیت میں یہود ونصاریٰ کے ساتھ دوستی وموالات یعنی ان کی مدد کرنا، ان سے مدد چاہنا، ان کے ساتھ محبت کے روابط رکھنا ممنوع فرمایا گیا، یہ آیت حضرت عبادہ بن صامت صحابی اور عبداللہ بن اُبَی بن سلول کے حق میں نازل ہوئی جو منافقین کا سردار تھا، حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہود میں میرے بہت سارے دوست ہیں جو بڑی شوکت وقوت والے ہیں، اب میں ان کی دوستی سے بیزار ہوں اور اللہ ورسول کے سوا میرے دل میں اور کسی کی محبت کی گنجائش نہیں، اس پر عبداللہ بن اُبَی نے کہا کہ میں تو یہود کی دوستی سے بیزاری نہیں کرسکتا، مجھے پیش آنے والے حوادث کا اندیشہ ہے اور مجھے ان کے ساتھ رسم وراہ رکھنی ضرور ہے، حضور سید عالم ﷺ نے اس سے فرمایا کہ یہ یہود کی دوستی کا دم بھرنا تیرا ہی کام ہے، عبادہ کا یہ کام نہیں۔

اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی (تفسیر خازن) معلوم ہوا کہ اُن سے دوستی منافقوں کا کام ہے، اہل ایمان کا شیوا نہیں، اگرچہ وہ مسلمانوں سے دوستی کرنا چاہیں، جیسا کہ فرمایا گیا:

''وَ لَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّا نَصٰرٰى۔ (المائدۃ: 82) اور ضرور تم مسلمانوں کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان کو پاؤ گے جو کہتے تھے ہم نصاریٰ ہیں۔''

اس کے باوجود اہل ایمان کو مذکورہ حکم دیا گیا کہ تم نے انہیں دوست نہیں بنانا، جب تم نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ لیا تو اپنے رب تعالیٰ کی بات مانو، دل ودماغ کی نہیں اور اپنی خواہش کے پیچھے مت چلو، اُن کی طرف مت جاؤ، تمہارا پروردگار فرماتا ہے:

''فَتَرَى الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ یُّسَارِعُوْنَ فِیْهِمْ۔ (المائدۃ: 52) اب تم انہیں دیکھو گے جن کے دلوں میں آزار (نفاق) ہے کہ یہود ونصاریٰ کی طرف دوڑتے ہیں۔''

(2) دوسری بات: تحفہ دینا ہی ہے تو اپنے مسلمان بھائیوں کو دو کیونکہ تحفہ دینے سے محبت بڑھتی ہے، جیسا کہ تمہارے نبی ﷺ نے فرمایا:

''تَهَادَوْا تَحَابُّوا۔ یعنی ایک دوسرے کو تحفہ دو آپس میں محبت بڑھے گی۔'' (معجم اوسط، حدیث 7448)

اور محبت ''میل جول'' کا تقاضا کرتی ہے اور محبت ومیل جول فقط مسلمانوں سے روا ہے، کفار کے ساتھ یہ دونوں چیزیں منع ہیں، یاد رہے کہ حاکم اسلام کسی حکمت کے پیش نظر کفار سے تحائف کا لین دین کرسکتا ہے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے نجاشی بادشاہ کا تحفہ قبول کیا اور بعض سرداران کفار کو تحائف عنایت فرمائے اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ کسی حکمت کے پیش نظر تحفہ رد کرتے ہوئے فرمایا:

''اِنِّیْ نُهِیْتُ عَنْ زَبْدِ الْمُشْرِكِیْنَ۔ یعنی مجھے مشرکین کے تحائف سے منع کیا گیا ہے۔'' (سنن ابوداؤد، حدیث 1502)

اور عام لوگوں کے لیے یہ ہے کہ اگر میل جول اور محبت و دوستی کا معاملہ نہ ہو تو خاص ان کے تہواروں کے ایام کے علاوہ ''مال موذی نصیب غازی'' سمجھ کر تحفہ لیا جاسکتا ہے، البتہ کفار کو اُن کے تہوار پر تحفہ دینے سے بچنا بے حد ضروری ہے کیونکہ اگر اُن کے مذہبی تہوار کی تعظیم کی نیت سے گفٹ دیا تو اس کا حکم انتہائی سخت ہے، دیکھو! قرآن وسنت کا زبردست علم رکھنے والے کیا فرما رہے ہیں:

(۱) نَیروز، مہرگان (آتش پرستوں کے تہوار) کے نام پر تحائف کا دینا حرام اور کافروں کے تہواروں کی تعظیم مقصود ہو تو کُفر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ 14/ 673)

(۲) جس نے نَیروز (یعنی آتش پرستوں کی عید نَو روز) کے

دن مجوسیوں (یعنی آگ کی پوجا کرنے والوں) کی طرف (اس دن کی تعظیم کی نیت سے) کوئی تحفہ مثلاً فقط انڈا بھی اگر بھیجا تو اُس نے کُفر کیا۔ (منح الروض، ص499)

(۳) جس نے کافروں کے تہوار کی تعظیم کے لئے کوئی کام کیا مثلاً کوئی شئے خریدی اُس پر حکم کفر ہے۔ (فتاویٰ قاضی خان، 2/469)

(۴) کُفار کے تہواروں کے دن محض اس وجہ سے چیزیں خریدنا کہ کفار کا تہوار ہے یہ بھی کفر ہے جیسے دیوالی میں کھلونے اور مٹھائیاں خریدی جاتی ہیں کہ آج خریدنا دیوالی منانے کے سِوا کچھ نہیں، یوہیں کوئی چیز خرید کر اس روز مشرکین کے پاس ہدیہ کرنا (یعنی تحفہ دینا) جبکہ مقصود اُس دن کی تعظیم ہو تو کفر ہے۔

(بہار شریعت، حصہ 9/ص 184)

اگر تعظیم کی نیت نہیں تو اب کفر کا حکم نہیں مگر پھر بھی اے اہل ایمان! کیا اتنے خطرات کے پیش نظر بھی تم ان سے تحائف کا لین دین کرو گے کیونکہ ان سے تحفہ لینے میں بھی خطرہ ہے اور انہیں دینے میں بھی! اور جہاں خطرہ ہو وہاں احتیاط کرنے والا ہی عقل مند کہلاتا ہے اور نہ کرنے والا بے وقوف۔

(3) تیسری بات: کیا تم جانتے ہو کہ ان کے نزدیک تم مسلمان جنت سے محروم رہو گے اور جنت میں فقط وہی لوگ جائیں گے، سنو! اس بات کی گواہی تمہارے رب کریم نے دی ہے، تمہارا رب فرماتا ہے:

''وَقَالُوا لَن يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَن كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ۔ (البقرۃ:111) اور اہل کتاب بولے ہرگز جنت میں نہ جائے گا مگر وہ جو یہودی یا نصرانی ہو یہ ان کی خیال بندیاں ہیں تم فرماؤ لاؤ اپنی دلیل اگر سچے ہو۔''

یعنی یہود کہتے ہیں کہ جنت میں صرف یہودی داخل ہوں گے اور عیسائی کہتے ہیں کہ فقط عیسائی داخل ہوں گے اور یہ مسلمانوں کو دین سے منحرف کرنے کے لئے کہتے ہیں جیسے نسخ وغیرہ کے لچر شبہات انہوں نے اس امید پر پیش کئے تھے کہ مسلمانوں کو اپنے دین میں کچھ تردد ہو جائے، اسی طرح ان کو جنت سے مایوس کر کے اسلام سے پھیرنے کی کوشش کرتے ہیں، تبھی تو یہ اہل ایمان سے کہتے تھے:

''كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تَهْتَدُوا۔ (البقرۃ:135) یہودی یا نصرانی ہو جاؤ راہ پاؤ گے۔''

دیکھ لو وہ تمہیں گمراہ جانتے ہیں، جنت سے محروم سمجھتے ہیں اور تمہیں انہی کو خوش کرنے کی پڑی ہے۔

(4) چوتھی بات: قطع نظر اس بات کے کہ انہیں مذہبی تہوار پر مبارک باد دینا جائز ہے یا ناجائز، تم اس حقیقت کو کیوں نہیں سمجھتے کہ کیا ایسا کرنے پر وہ تم سے راضی ہو جائیں گے، اس سے آگے وہ کچھ تقاضا نہیں کریں گے تو یہ تمہاری بھول ہے، یہ تم سے اس وقت تک راضی نہیں ہوں گے، جب تک تم ان کے دین کی پیروی نہ کرو اور یہ بات کسی اور نے نہیں بلکہ تمہارے رب تعالیٰ نے بتائی ہے، وہ فرماتا ہے:

''وَلَن تَرْضَىٰ عَنكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُم بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ۔ (البقرۃ:120) اور ہرگز تم سے یہود اور نصاریٰ راضی نہ ہوں گے جب تک تم ان کے دین کی پیروی نہ کرو، تم فرما دو اللہ ہی کی ہدایت ہدایت ہے اور (اے سننے والے) اگر تو ان کی خواہشوں کا پیرو ہوا بعد اس کے کہ تجھے علم آچکا تو اللہ سے تیرا کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور نہ مددگار۔''

تو اے آزاد خیال مسلمانو! اب کیا کہتے ہو، کیا یہ بد باطن تمہاری مبارک باد کے صلے میں تم سے خوش اور راضی ہو جائیں گے، کیا تم ایسا سوچ سکتے ہو کہ معاذ اللہ دین اسلام سے پھر جاؤ، مرتد ہو جاؤ، اپنا ایمان گنوا دو اور بطالت وضلالت کے ان پرستاروں کا دین اختیار کر لو؟ اس کا تو تصور بھی ایک بندہ مومن کے رونگٹے کھڑے کر دینے کو کافی ہے۔

اے امت محمدیہ! مذکورہ آیت مبارکہ میں تم سے ہی خطاب فرمایا گیا ہے کہ جب تم نے جان لیا کہ حضور خاتم بقیہ ص ۱۹/ پر

احوال قوم وملت

احوال وطن

از: مولانا محمد اشرف رضا قادری*

موجودہ حکومت اور مدارس اسلامیہ کا مستقبل

مدارس اسلامیہ دین کے قلعے ہی نہیں انسان سازی کی تربیت گاہ اور اچھا شہری بنانے کا معتمد اور تجربہ شدہ کارخانہ ہے، یہاں ماضی سے لے کر حال تک کا سفر کرایا جاتا ہے، خدا تک رسائی کی راہیں بتائی جاتی ہیں، پیغمبر اسلام کی سیرت میں ڈھلنے کی تربیت اور مخلوق کو خالق سے ملانے کے ہنر سکھائے جاتے ہیں، یہاں کے اساتذہ و معلّمین انسانیت کی تعمیر، افراد کی تیاری اور تحفظِ دین کے لیے ہمہ وقت مصروف ہیں۔

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ مدارس کی کوکھ میں پلنے والے بچے علم سے لے کر مذہب اور سماج سے لے کر سیاست تک میں نمایاں کردار ادا کرنے والے انسان بن کر ابھرے ہیں، اگر ذہن تعصب کا شکار نہ ہو اور بھید بھاؤ کے بجائے دیانت داری کے ساتھ ہندوستان میں مدارس کے علمی ملی مذہبی سماجی اور سیاسی خدمات کا جائزہ لیا جائے تو یونیورسیٹی سے کم کارآمد اسے نہیں پائیں گے۔

مدارس اسلامیہ کو مسجد نبوی کے مقام صفہ سے نسبت ہے، وہاں تعلیم کے لئے نہ کوئی باضابطہ عمارت تھی، نہ مروجہ نصاب تھا، بس ایک کتاب تھی، قرآن مقدس اور ایک معلم تھے معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، مگر اسی کتاب اور اسی معلم کائنات ﷺ نے ایک حسین علمی مذہبی اور سماجی انقلاب برپا کیا، دلوں کے زنگ صاف کئے، برسوں کے بیماروں کو شفائے قلب کی منزل سے گزارا اور ضلالت کی بیڑیوں میں جکڑی ہوئی انسانیت کو ہدایت کا نور عطا کیا۔ ؏

اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

پھر اس چراغ سے سینکڑوں چراغ جلے، روشنی بڑھتی گئی، اندھیرا چھٹتا گیا، علم کتابی کے ساتھ علم سینہ بھی پروان چڑھتا رہا، چلتے چلتے وہ دن بھی آیا کہ تعلیم کے لئے مدارس کا باضابطہ قیام عمل میں آیا، نصاب مرتب ہوئے اور میکدہ علم وعرفان کے دریا بہنے لگے، اس دریائے علم وفن میں غوطہ زن ہونے والے افراد معلم، مبلغ، مفسر، محدث، مؤرخ، قائد سیاست دان اور سائنٹسٹ بن کر ابھرے اور باد بہاری بن کر دنیا کے نقشے پر چھا گئے، اگر ان شخصیات کی خدمات اور ان کی قربانیوں کی تاریخ مرتب کی جائے تو کئی جلدیں تیار ہو جائیں یہ ہے، مدارس کی خدمات کا پس منظر اور یہ ہے مدارس کی گود میں پلنے والے افراد کی عظمت۔

ہندوستان کی سرزمین میں بزرگوں کی آمد کے ساتھ مدارس کا وجود عمل میں آ گیا، علما و مشائخ کا گھر طالبان علوم نبویہ کے لئے درسگاہ و دانش گاہ بن گئے، گھر گھر نہ رہا یونیورسیٹی ہو گئی، مسندیں سجنے لگیں، علما وفضلا نکلنے لگے، دین کی خدمت وتبلیغ کے ساتھ زمام سیاست سنبھالنے والے نکلنے لگے، علوم عقلیہ کے ماہرین اور سائنسی دنیا میں اپنا مقام بنانے والے افراد نکلنے لگے، پھر یہاں بھی مدارس کا باضابطہ قیام بھی عمل میں آیا اور ملک ہندوستان دینی مدارس کے میناروں سے جگمگانے لگا، عروج وارتقا کا یہ سفر بڑا علمی، پراثر اور تاریخی رہا، مسلم دور اقتدار میں اسے پھولنے پھلنے کے وسیع مواقع ملے مگر مسلم حکمرانوں کی طرح اس کی عمر بھی بہت طویل نہیں ہو پائی اور وہ سیاہ دن بھی آیا کہ انگریزوں کے قدم یہاں جمنے لگے اور مساجد کے مینار، مدارس کے کنگرے اور علما کی پگڑیاں اچھالی جانے لگیں، وہی درسگاہیں جو کل روح کی تسکین کا ذریعہ تھیں آج ذہنوں کی خلش کا ذریعہ سمجھی جانے لگیں اور غالب کی زبان میں ''دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا'' کا منظر ہر جگہ نظر آنے لگا۔

تاہم بوریہ نشینی باقی رہی، کہیں کہیں مدارس بھی زندہ رہے،

* مضمون نگار دوماہی امین شریعت بریلی شریف کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

نئے مدارس کے قیام بھی عمل میں آتے رہے گویا مسلم دور اقتدار میں مدراس کی مثال اگر سورج کی تھی تو انگریزوں کے دور میں تاروں کی طرح ہی سہی مگر اس کا وجود تھا اور وہیں سے دینی، مذہبی، علمی، سیاسی خدمتیں دی جاتی تھیں۔

۱۹۴۷ء میں ملک آزاد ہوا اور آزادی کی خوشی کے ساتھ تقسیم کے درد سے بھی ہمیں گزرنا پڑا، اس تقسیم نے جہاں زندگی کے اور شعبے کو متاثر کیا وہیں مدارس اسلامیہ بھی اس کی زد میں آئے، ان کا معیار متاثر ہوا، ترقیات کی رفتار تھم گئی اور نئی حکومت کے نئے قوانین بھی نافذ ہوئے مگر نئی فضا میں مدارس کو پھولنے پھلنے کے مواقع بھی ملے، اس آزادی کے سبب نئے نئے مدارس قائم ہوئے مکاتب قائم ہوئے بڑی درسگاہیں وجود میں آئیں اسلام کی تبلیغ مذہب کی توسیع اور سنیت کی اشاعت کے لئے کہیں کوئی بڑی رکاوٹ سامنے نہیں آئی۔ یوں یہ کارواں چلتا رہا مگر گزرے ۷۰ رسالوں کے مقابلے میں اب حالات پہلے جیسے نہیں ہیں اور مدارس اسلامیہ کے سامنے کئی بڑے چیلنجز ہیں جس پر سنجیدگی سے سوچنے کی ضرورت ہے۔

ان مسائل میں مدارس کو دہشت گردی سے جوڑنے کی سازش، مدارس کو بند کرنے کا مطالبہ، مدارس کو ملنے والی امداد کے سبب اسے بھگوا کرن سے جوڑنے کا ہنگامہ، نصاب تعلیم پر سوالات، نصاب تعلیم میں ایسے مضامین کی اشاعت جس کا تعلق نہ مذہب سے ہے نہ علوم عصریہ سے، غیر ملحقہ مدارس پہ شکنجہ کسنے کی اندرونی کوشش، جیسے معاملات شامل ہیں۔

جب یہ بات مسلمہ ہے کہ مدارس کے وجود سے ہی یہاں اسلام کی بقا اور مسلمانوں کی اسلامی زندگی کا تحفظ وابستہ ہے تو پھر معاملہ صرف مدارس کے تحفظ کا نہیں اسلام کی بقا و تحفظ کا ہو جاتا ہے اور یہاں پہنچ کر ہمیں سوچنا پڑتا ہے کہ ہم اس سلسلہ میں کتنے حساس و مخلص اور متحرک ہیں، یہ ذہن نشیں رہے کہ مدارس کی تعلیمات کا انحصار بڑی عمارتوں پر نہیں، اچھے مدرسین، مخلصانہ جذبے اور پیہم محنت و مشقت پر ہے، ہمیں یہاں ڈاکٹر اقبال کی ایک بات یاد آرہی ہے جو انہوں نے مدارس کے حوالے سے کہی تھی، ان کے الفاظ ہیں:

''جب میں تمہاری طرح جوان تھا تو میرے قلب کی کیفیت بھی ایسی تھی، میں بھی وہی کچھ چاہتا تھا، جو تم چاہتے ہو، انقلاب، ایک ایسا انقلاب جو ہندوستان کے مسلمانوں کو مغرب کی مہذب اور متمدن قوموں کے دوش بدوش کھڑا کر دے، لیکن یورپ کو دیکھنے کے بعد میری رائے بدل گئی، ان مکتبوں کو اسی حال میں رہنے دو، غریب مسلمانوں کے بچوں کو ان ہی مکتبوں میں پڑھنے دو، اگر یہ ملا اور درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ جو کچھ ہوگا اسے میں اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں، اگر ہندوستان کے مسلمان مکتبوں کے اثر سے محروم ہو گئے تو بالکل اسی طرح جس طرح ہسپانیہ (اسپین) میں مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ حکومت کے باوجود آج غرناطہ اور قرطبہ کے کھنڈر اور الحمراء اور باب الاخوتین کے سوا اسلام کے پیرواں اور اسلامی تہذیب کے آثار کا کوئی نقش نہیں ملتا، ہندوستان میں بھی آگرہ کے تاج محل اور دہلی کے لال قلعہ کے سوا مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ حکومت اور تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا۔

کہنے کی ضرورت نہیں کہ ہمیں آج کے حالات میں مدارس کے بقا و تحفظ کے لئے کتنے سنجیدہ ہونے کی ضرورت ہے، گزشتہ چند سالوں میں مدارس کے خلاف جیسے جیسے بیانات اخبارات اور سوشل میڈیا پہ گردش کرتے رہے ہیں اس سے ہمارے کان کھڑے ہو جانے چاہئے، مگر ایک سرد مہری ہے جو ہم سب پر مسلط ہے کہیں سے کوئی آواز نہیں، کوئی تحریک نہیں، کوئی ہلچل نہیں، یہ خموشی کہیں ہماری اجتماعی موت کا پیغام تو نہیں۔''

مدارس کے حوالے سے یہ چند جملے اس حقیقت کا اعلان ہیں کہ اس ملک میں اسلام کی بقا اور ملکی سالمیت کے لئے مدارس کا وجود انتہائی ضروری ہے مگر یہ سوال اپنی جگہ اہمیت کا حامل ہے کہ آخر نفرت اور تعصب کے ماحول میں مدارس کی بقا کا سامان ہمارے پاس کیا ہے یا اسے کیسے ہم تحفظ فراہم بقیہ ص ۳۲ ر پر

احوال وطن

از: حافظ افتخار احمد قادری*

اسلام تیری نبض نہ ڈوبے گی حشر تک

اسلام و وطن

۶ دسمبر مسلمانانِ ہند کے لیے ناقابلِ فراموش تاریخ ہے، جس میں متعصب قوم ہنود کی جماعت وشو ہندو پریشد، بی جے پی، بجرنگ دل، شیوسینا پارٹیوں کے ساختہ پرداختہ پروگرام سے تقریباً ۵ سو سالہ قدیم عظیم تاریخی بابری مسجد جو سرزمین اجودھیا میں آباد تھی اس کو زمین بوس کر دیا گیا تھا، معتبر ذرائع وشواہد سے واضح ہوتا ہے کہ اس وقت کی برسرِ اقتدار حکومت کانگریس پارٹی کے وزیر اعظم ہند نرسمہا راؤ اور اتر پردیش کے وزیر اعلیٰ کلیان سنگھ بھی خفیہ طور پر ان لوگوں کی اس خبیث سازش میں برابر کے شریک تھے، چونکہ کئی ہزار کے فوجی دستے کی موجودگی میں بابری مسجد کو شہید کیا جاتا رہا اور تمام فوجی دستے نیز ارکان وعملہ تماشائی بنے رہے۔

آخر ان افواج وعساکر کے ارسال کا منشا ومقصد کیا تھا؟ مقام حیرت واستعجاب تو یہ ہے کہ اس وقت کی حکومت سے بابری مسجد کے انہدام اور افواج وعساکر کے بھیجنے کے متعلق دریافت کیا جاتا تو وہ یہی جواب دیتی کہ اگر فرستادہ افواج وعساکر بزورِ بازو ہندوؤں کو روکنے اور مسجد منہدم کرنے اور مندر کی تعمیر سے مانع ہوتے تو کافی خون خرابا ہوتا اور خون خرابا مجھے منظور نہ تھا، بالائے تعجب ہے، ایسی بوالعجبی پر کہ سرزمین اجودھیا میں خون خرابا کی وجہ سے افواج وعساکر کے ہاتھوں میں بیڑیاں اور پاؤں میں زنجیریں ڈالی گئیں تھیں، جس کا نتیجہ اور ثمرہ اظہر من الشّمس اور ابین من الامس یہ نکلا تھا کہ بابری مسجد شہید کر دی گئی تھی اور اس وقت ملک کے طول وعرض میں فرقہ وارانہ آگ بھڑک اٹھی تھی، اسی آتش فشاں ساعات میں متعدد شہروں اور انگنت قصبوں میں افواج کی گولیوں اور اس کے توپ وتفنگ کے ذریعہ ہزاروں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی تھی، ان کی بیویاں بیوگی کی زد میں بلبلا اٹھی تھیں اور بچے یتیمی کی بلا میں مبتلا ہو گئے تھے، دکانیں لوٹ لی گئیں تھیں، مکانات نذرِ آتش کر دیئے گئے تھے۔

عزت وناموس پر حملے ہوئے تو اس وقت کی انتظامیہ اور حکومت کے سروں پر جوں تک نہ رینگی تھی اور نہ غم وافسوس ہوا اور ہوتا بھی کیوں؟ کہ مراد اور مدتوں کی تمنائیں بر آئیں تھیں، اس وقت ان تمام حرکات ونظریات سے بالکل صاف وشفاف بات سامنے آ گئی تھی کہ تمام منصوبے رازہائے سربستہ کے تحت انجام پذیر ہوئے اور آج بھی ہو رہے ہیں۔

اس وقت اجودھیا میں گولیاں چلتیں ہنود مارے جاتے تو غم تھا لیکن پورے ملک میں قوم مسلم کو تہہ تیغ کیا گیا، ظلم واستبداد، تشدد وبربریت کا بازار گرم کیا گیا تو کوئی غم نہیں ہوا، یاد رہے کہ ایسی ناپاک پالیسی وسیاست کسی منصف حکمراں کی نہیں ہوتی بلکہ ایک ظالم وجابر متمرد وسرکش متعصب وحاسد کی ضرور ہوتی ہے۔

بابری مسجد کی شہادت اور قوم مسلم کے کشت وخون سے ہمارے سماج ومعاشرہ پر اس قدر اثر ہوا کہ جس کا اظہار نوکِ قلم رقم کرنے سے عاجز وقاصر ہے، آنکھیں نم ہیں، قلوب مغموم ومتفکر ہیں، زبانوں پر آہ وبکا کی لہریں ہیں، اقدام ڈگمگائے جاتے ہیں، زور بازو سیمیں مضمحل وناتوانی کے شکار ہیں، غرضیکہ کہ اعضائے رئیسہ مجروح ومریض دکھائی پڑ رہے ہیں، صرف مسلمانانِ ہند کے نہیں بلکہ اقوام عالم کی یہی آرزو ہے کہ واقعتاً جو کچھ سرزمین ہند پر بابری مسجد کے متعلق سے ہوا وہ نہایت ہی ظالمانہ، سفاکانہ، وحشیانہ، جاہلانہ، متعصّبانہ، غاصبانہ، بہیمانہ کردار وعمل کا مظاہرہ ہے اور اقلیت کے ساتھ حد درجہ ناانصافی وحق تلفی کی ہے۔

ظالمو! تم اپنے عزائم کے تحت جیسی مہم چلا رہے ہو اور جس میں تم اپنی فتح مندی وکامیابی سمجھ رہے ہو درحقیقت اس میں نہ

*مضمون نگار کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت، یوپی کے متوطن ہیں۔

تمہاری کامیابی ہے نہ شجاعت و دلیری نہ مذہبی کارکردگی ہے، اس لیے کی یہ تمام چیزیں تم نے اپنے دجل وفریب، اپنی کثرت اور حکومت کی نصرت وحمایت سے معرضِ وجود میں لائی ہیں، خوب یادرکھو! دھوکہ فریب، مکاری وعیاری سے غلبہ حاصل کرنا اپنی کثرت کے بل بوتے اقلیت کو پامال کردینا، حکومت وقت کا سہارہ لے کرعوام الناس کو شکست دینا شیوہ جوانمردی اور دستورِسپہ سالاری نہیں۔

مسلمانو! عصر حاضر کے مصائب وآلام اورغم اندوہ کی بارشیں، مذہبی اشیا متبرکہ کی بے حرمتی اور شعار اسلام کی ہتک عزتیں ہمیں جھنجوڑتی ہیں کہ تمہاری غفلت سے اغیار کو مواقع فراہم ہونے لگے ہیں، تمہارے صبر وضبط کے پیمانے لبریز ہو چکے، تم سوسو کر بہت کچھ کھو چکے تمہاری خاموشی اور بے حسی نے غداران وطن کی زبان میں گویائی اعضا میں حرکتیں پیدا کردی ہے، تمہاری مسلمانی شان اور ایمانی آن کو چنوتی دی جارہی ہے، تمہارے مذہبی وقار کو مجروح کیا جارہا ہے، تمہاری دینی حمیت اور غیرت ایمانی کو تہہ وبالا کرنے کے لیے ہر ممکن سعی و کوشش کی جارہی ہے، مسلمانو! اٹھو! جاگو! خواب غفلت کی وادی سے نکل کر ایوان باطل کے درو بام کو زیروزبر کردو، بزدلی کی نحوست سے باہر آکر شجاعت ودلیری کا جوہر دکھا کر ظالموں شرپسندوں کے پنجے مروڑ دو، ایمانی جولانیت سے اپنے شعائر وعلامات کے وقار کو مجروح نہ ہونے دو اپنی شان وشوکت، دبدبہ وسطوت سے مسلم معاشرہ کے کھوئے ہوئے عزائم کو بلندی وہمت کا سبق پڑھا دو، تم اپنے اتحاد واتفاق کی ایسی مثال قائم کردو کہ دنیا کے باشندے تھرا جائیں اوران کے دلوں میں تمہاری عظمت کا سکہ جاگزیں ہوجائے کہ واقعی مومن کی جلالت شان اور ایمانی آن بان کے سامنے اقوام عالم کو سرنگوں وخمیدہ ہونے کے سوا چارہ کار نہیں اس سے مقابلہ مقاتلہ، محاربہ، مجادلہ کرنا تو بڑی بات ہے چھیڑنے کے لیے بھی عظیم ہمت وشوکت کی ضرورت ہے۔ ؎

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

مسلمانو! ہمیں ظالمان وطن کی مادی طاقتوں، ظاہری آلات واسلحوں اور حکومت وقت کی حمایتوں اور کثرتِ افراد کی زور آزمائیوں سے خوف زدہ وہراساں، لرزہ براندام وسرگرداں، مضمحل وناتواں، لاچار وحیران، نادم و پریشان ہونے کی ضرورت نہیں اس لیے کہ ہمارے پاس ایمانی طاقتیں ہیں ہمارے لیے"لاتقنطوا" سرمایہ عظمیٰ اور دولتِ کبریٰ ہیں، ہمارے لیے"لقد کرمنا بنی آدم" کا تاج ہے ہمارے ہی لیے قرآن ناطق ہے"وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین"، ہمیں سہارا ہے فضل ربی کا رحمت مصطفےٰ کا، حمایت اولیاء اللہ کا، ہمیں ہمت ہے حضرتِ ابوبکر صدیق کی صداقت وامانت پر، ہمیں جرآت ہے حضرتِ عمر فاروق اعظم کی عدالت وشجاعت پر، ہمیں طاقت ہے حضرتِ ذوالنورین کی سماحت وسخاوت پر، ہمیں قوت ہے حضرتِ علی شیر خدا کی ولادت پر۔ ؎

اسلام تیری نبض نہ ڈوبے گی حشر تک
تیری رگوں میں خوں ہے رواں چار یار کا

اس فرقہ وارانہ فساد سے دہلی، ممبئی، الہ آباد، بھوپال، سورت، کان پور، بنارس، آسام، کلکتہ، پٹنہ وغیرہ میں شدید جانی و مالی نقصانات ہوئے، بےقصور مسلمانوں کے ہاتھ میں زنجیریں ڈالی گئیں اور قیدی بنائے گئے، زدوکوب کی نوبت بھی آئی، میری دعا ہے کہ اللہ رب العزت بطفیل نبی اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں کو صدق وصفا، عدل ووفا، جود وسخا کا پیکر بنادے، مسلمانوں کے دست وبازو میں شجاعت وبسالت، جرأت وہمت، طاقت وقوت کا جوہر عطا کردے، ان کے قلوب کو مجلی، مطہر ومزکیٰ فرمادے، میدانِ کارزار میں فتح وغلبہ کا سہرہ مرحمت فرما کر غازی ومجاہد کے لقب سے ملقب فرما، اغیار کے اذہان وقلوب میں دہشت و وحشت ڈالدے تاکہ مسلمان فاتح وناصر بنکر پرچم اسلام کو ہر چہار دانگ عالم میں لہراتا رہے، اور چہار سو اعلاء کلمۃ الحق کا چرچہ وغلغلہ رہے اور مسلمانوں کو دیکھتے ہی قرون اولیٰ کی یاد تازہ ہوجائے کہ ؎

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

احوال وطن

انجینئر محمد یاسر رضا باندوی*

انگلینڈ کی یونیورسٹیوں میں رضویات پر تحقیقات ایک جائزہ

امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی آفاقی شخصیت نہ صرف برصغیر میں اہل حق کی ترجمان ہے بلکہ بیرونی ممالک میں بھی سواد اعظم اہل سنت والجماعت کے علامتی نشان کے طور پر جانی و پہچانی جاتی ہے اور صرف اسی پر بس نہیں بلکہ پوری دنیا کی مختلف یونیورسٹیوں میں امام احمد رضا پر متعدد مقالات اکیڈمک سطح پر جمع کر کے بی اے، ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی جیسی اعلیٰ ڈگریاں حاصل کی جا چکی ہیں، پچھلے پانچ سالوں میں زمینی سطح پر سروے کرنے سے یہ معلوم ہوا ہے کہ اس عرصہ میں تحقیقی رجحانات میں کچھ کمی ضرور آئی ،جس کے بعد تحقیق کے معیار کو اونچا کرنے کے لیے برصغیر ہندو پاک نے یو جی سی اور ایچ ای سی کے ذریعہ نئے معیاری اصول بنائے ہیں جس کی پابندی اکیڈمک سطح پر ڈگری حاصل کرنے کے لیے لازمی ہے۔

انہیں تقاضوں سے ہم آہنگی میں کمی کی بنیاد پر اہل سنت و الجماعت کے محققین کے لیے عموماً اور رضویات پر کام کرنے والے اسکالر حضرات کے لیے خصوصاً راہیں پُر خار ہوئی ہیں یعنی رضویات کے میدان میں تحقیق کا گراف گرا ہے، پھر بھی اس دور پر آشوب میں کچھ جیالے ایسے بھی ہیں جو اس محاذ پر ڈٹے ہوئے ہیں، یعنی ایسا محسوس ہو رہا ہو کہ ان کی منزلِ عشق ان کو یہی صدا دے رہی ہو کہ:

انھیں پتھروں پہ چل کر اگر آسکو تو آؤ
مرے گھر کے راستے میں کوئی کہکشاں نہیں ہے

اس عزم کے مسافر محققین کو اپنا مقالے کا عنوان جمع کرنے اور اسے منظور کرانے کے لیے بھی بہت ساری دشوار گزار راہوں سے گزرنا پڑتا ہے کیونکہ مذکورہ تقاضوں میں یہ بات بھی شامل ہے کہ عنوان ایسا جمع کریں جو بالکل تشنہ لب جس پر پہلے کسی بھی زبان میں کسی بھی جہت سے کام نہ ہوا ہو، جس کے پیش نظر رضویات کے میدان میں ایسا عنوان متعین کرنا ہی جوئے شیر لانے کے مترادف ہے کیونکہ اس میدان میں کثرت سے پی ایچ ڈی ہو چکی ہیں، پھر اس پر دستخط کرانے کے لیے مصیبت یہ کہ کوئی عدل پسند پروفیسر ڈھونڈا جائے کیونکہ امام احمد رضا کی مخالفت اور حسد کوئی نئی بات نہیں، جس کی بنیادی وجہ علمی اور مذہبی نہیں بلکہ سراسر مسلکی تعصب ہے کہ سب کچھ جان لینے کے بعد بھی اس ذہن کے پروفیسر حضرات فکر رضا کے حوالے سے ان گوشوں پر کام نہیں کرنے دیتے جن کی روشنی کی وجہ سے ان کے اپنے نام نہاد اکابرین کا چراغ ٹمٹمانے لگے، یعنی امام احمد رضا کے علمی اور قلمی خدمات سے واقفیت ہونے کے باوجود بھی تعصب و عناد نے ان کی عقلوں پر دبیز پردے ڈال دیئے ہیں، رقابت اور عصبیت اچھے اچھوں کو بے بصر کر دیتی ہے اور اُس پست سطح پر لے آتی ہے جہاں خود متعصب و معاند اپنے آپ کو اپنے ضمیر کے سامنے نادم و شرمسار محسوس کرتا ہے اور جو اہل علم ان کے بہکاوے میں غلط نظریہ بنائے ہوئے ہیں ان سے ہونے والی مصیبتوں کا تو ذکر ہی نہیں۔ ؎

ایک طرف اعدائے دیں ایک طرف ہیں حاسدیں
بندہ ہے تنہا شہا تم پہ کروڑوں درود

ان تمام تر صعوبتوں کے باوجود اِن عزیمت پسند مسافروں کا تحقیقی سفر جاری ہے، اگر کچھ راہ کسی ایک ملک میں ہموار ہوئی بھی ہے تو صرف وہیں رضویات پر ٹھیک ٹھاک کام ہو سکا ہے بقیہ دیگر ملکوں میں ان پریشانیوں کے سبب کم ہی کام ہوا ہے، متعدد محققین نے راقم سے رابطہ کر کے کنز الایمان ریسرچ ہیلپ ڈیسک کے ذریعہ قلمی امداد اور دیگر مطبوعہ و غیر مطبوعہ مواد بھی حاصل کئے ہیں اور بعض حضرات نے خود بریلی شریف آ کر ہماری ریسرچ

* مضمون نگار انٹیگرل یونیورسٹی، شاہجہان پور سینٹر کے استاد ہیں۔

لائبریری کی شیلف میں موجود اکیڈمک تھیسس میں سے اپنے متعلقہ موضوع کی تھیسس کو کو پڑھ کر سکون بھی حاصل کیا ہے، مگر جب تک ہمارا یہ تعیناتی دائرہ بڑا نہ ہو تب تک ہم سے اِن مسافروں کو اس طرح کی معمولی راحت ہی مل سکے گی، حق تو ادا تب ہوگا جب تحقیق کا سفر جاری رکھنے والے اِن مسافروں کی راہ عزیمت میں اس طرح کی کئی سبیلیں لگیں ہوں، جن کے چھاؤں میں وہ جام سکون نوش کر کے اطمینان قلب حاصل کر سکیں، خاص کر مدارس کے طلبہ جو ان تقاضوں سے کم واقفیت رکھتے ہیں ان کے لیے الگ سے انتظام ہونا اور ان کا اس کی اہمیت سمجھنا بھی اشد ضروری ہے۔

بین الاقوامی سطح پر رضویات میں کام کرنے کے لیے پانچ زبانوں اُردو، ہندی، عربی، فارسی اور انگریزی کی انفرادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، جن کی مدد سے پانچوں براعظم میں رضویات پر مفید تحقیقات کے ذریعہ اِس اکیڈمک رفتار کو بڑھایا جا سکتا ہے، اِن پانچوں زبانوں میں رضویات کے موضوع پر سب سے زیادہ کام جس زبان میں ہوا ہے، وہ اُردو ہے، جو برصغیر ہندو پاک میں سب سے زیادہ لکھی، پڑھی، بولی اور سمجھی جانے والی زبان ہے، لیکن المیہ یہ ہے کہ اس زبان میں دلچسپی رکھنے والے حضرات کی تعداد برصغیر میں ہی دن بدن کم ہو رہی ہے پھر بیرونی ممالک سے کیا گلہ کیا جائے، اسی طرح ہندی اور فارسی کا حال ہے جو اپنے اپنے محدود علاقائی سرحدوں میں مقید ہونے کی کگار پر ہیں لیکن عربی زبان نے وہ مقام حاصل کیا ہے کہ اسلامی ممالک میں آج بھی اہل زبان وقلم کی پسند بنی ہوئی ہے، لیکن اس فکر کے ضمن میں انگریزی کو جو مقبولیت بین الاقوامی سطح پر آج حاصل ہوئی ہے، وہ ان سب سے منفرد المثال ہے، وجہ کچھ بھی ہو لیکن سچ یہی ہے کہ انگریزی ہی ایک ایسی واحد آفاقی زبان بن چکی ہے جو پوری دنیا کے عرض وطول میں یکساں مقبولیت کے باعث آج بولی پڑھی، لکھی اور سمجھی جا رہی ہے۔

لہٰذا ضرورت یہ محسوس ہوتی ہے کہ انگریزی میں بھی کچھ کام رفتار پکڑے جس کے لیے انگریزی زبان کا قدیم ادبی وثقافتی مرکز کہے جانے والے انگلینڈ کی خشک سال زمین میں رضویات پر کام کچھ ہونا ضروری تھا، جس کے لیے انگلینڈ میں رضوی علما ومشائخ نے دیگر اکابرینِ اہل سنت کے ساتھ مل کر تحریکیں چلائیں، ادارے قائم کیے، مساجد بنوائیں، اب اگر باقی تھا تو اکیڈمک کام! وہ بھی یونیورسٹیوں کے اندر اور وہ بھی انگریزی زبان میں، مذکورہ فکر کے ضمن میں یہ علاقہ سنگلاخ اس لیے تھا کہ یہاں ان عصری اداروں میں نصرانیوں کے بیچ اسلامیات کے نام سے شعبہ جات قائم کرنا ایک مشکل امر تھا مگر اس راہ میں بھی کوششیں کی گئیں اور قلیل کامیابی بھی حاصل ہوئی۔

معلوم ہو کہ یوکے دنیا کا وہ واحد ملک ہے جس کا تعلیمی معیار دنیا میں سب سے اعلیٰ ہے، CEOWORLD میگزین کی حالیہ ۲۰۲۲ء کے تازہ رپورٹ کے مطابق یوکے کا تعلیمی اشاریہ 78.2 فیصد اور روزگار کے مواقع کے اعتبار سے روزگاری اشاریہ 69.79 فیصد درج کیا گیا ہے جو کہ امریکہ سے بھی زیادہ ہے، حالانکہ یونیورسٹی رینکنگ کے معاملے میں اس امریکہ کی میسا چسیٹ یونیورسٹی اوّل بنی ہوئی ہے جبکہ یوکے کی آکسفرڈ اب بھی دوسرے نمبر پر ہے، ان تمام علمی وتجزیاتی مقابلوں سے قطع نظر کرتے ہوئے اگر رضویات پر انگریزی زبان میں ہو رہے اور ہو چکے اکیڈمک کام کا اجمالی خاکہ معیارِ تعلیم کے اشاریہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے ترتیب وار اس مضمون کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔

اس فہرست سے بھی یہی معلوم ہو رہا ہے کہ یوکے (امریکہ) میں واقع نیویارک کی کولمبیا یونیورسٹی میں جو اعلیٰ حضرت پر کام ہوا ہے، اس کی معیاری حیثیت اس فہرست میں سب سے ممتاز ہے، اس اعتبار سے یہ لگ رہا ہے کہ امریکہ کی مذکورہ دونوں یونیورسٹیوں یعنی میسا چسیٹ یونیورسٹی اور کولمبیا یونیورسٹی کا معیار US کی تمام یونیورسٹیوں کے معیار سے اعلیٰ ہے لیکن اگر ان معیاری یونیورسٹیوں کی پوری فہرست پر نظر کریں تو معلوم ہوگا کہ یوکے میں معیاری یونیورسٹیوں کی کل تعداد کافی زیادہ ہے، اگر موجودہ یوکے کی سرحد کو نظر انداز کر دیں پھر بھی صرف انگلینڈ والے حصے میں اب تک کل ایک سو چھ سے زائد ایسی یونیورسٹیز موجود ہیں جو معیار کے معاملے میں دنیا کی ممتاز یونیورسٹیاں ہیں، جن کا

مرکز لندن بنایا گیا اور فقط لندن میں ہی اٹھارہ سے زائد معیاری یونیورسٹیز موجود ہیں۔

مختلف حکومتی وغیر حکومتی تجزیاتی وتجرباتی دستاویزات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہاں کی یونیورسٹیوں کو ان کے علمی معیار کی بنا پر دنیا بھر کے تمام عصری اداروں پر فوقیت حاصل ہے (US کے چند اداروں کو چھوڑ کر) انہیں تمام مذکورہ وغیر مذکورہ معیاری قدروں پر کھرا اترنے اور فکر رضا کی عالمی شناخت کو اکیڈمک سطح پر مزید مضبوط کرنے کے لیے یہ ضروری ہو گیا تھا کہ رضویات پر تحقیق دنیا کے ٹاپ اکیڈمک اداروں میں ہو جس سے یہ موضوع عالمی سطح پر نہ صرف مقبول ہو بلکہ ایک اکیڈمک سبجیکٹ کے طور پر پوری دنیا میں حکومتی سطح پر بھی معترف ہو جائے۔

اسی ضمن میں نیو یارک میں واقع کولمبیا یونیورسٹی سے سال ۱۹۹۰ء میں ڈاکٹر اوشا سانیال کے ذریعہ اس عزم کی شروعات ہوئی، جنہوں نے تاریخ کے شعبے میں باقاعدہ داخلہ لے کر اعلیٰ حضرت پر اپنی پی ایچ ڈی مکمل کی اور اسی کی بنیاد پر ماہر تاریخ کے طور پر متعارف ہوگئیں، کیونکہ یہ کولمبیا یونیورسٹی تعلیمی رینک میں دنیا کے چھٹے نمبر پر شمار کی جاتی ہے، اس اعتبار سے رضویات اکیڈمک دنیا کی چھٹی منزل پر تو فائز ہوا، مگر یہ تو US کا علاقہ ہے، جو دنیا کی ٹاپ یونیورسٹیوں کی کثرت کے معاملے میں UK اور اس میں موجود خطہ انگلینڈ سے کچھ پیچھے ہے، اسی لیے انگلینڈ کے اس بڑے اکیڈمک حلقے میں یہی کام ہونا ضروری تھا جس کے لیے برصغیر ہندو پاک کے اسکالرز نے بہت کوششیں کیں کچھ کو ہی کامیابی حاصل ہوسکی۔

راقم الحروف نے بذات خود اس منزل کے کچھ محققین سے رابطہ کیا اور رضویات پر بریلی شریف سے آن لائن نشر ہونے والی چوتھی سالانہ پنج لسانی اکیڈمک کانفرنس میں اپنی اپنی تحقیق کا تعارف پیش کرنے کے لیے مدعو کیا، اس دعوت پر متعدد اسکالرز نے عرس رضوی کے پر بہار موقع پر بتاریخ ۳ ر اکتوبر ۲۰۲۱ء کے دن اپنی آن لائن حاضری درج کی، ان حضرات میں سے انگلینڈ کی دو الگ الگ یونیورسٹیوں سے منسلک دو اسکالرز بھی موجود تھے، جن کے عناوین کی اکیڈمک تفصیل پہلے ہی فہرست میں درج کی جا چکی ہے، اس کانفرنس میں شرکت کر کے ان حضرات نے نہ صرف اپنی جاری تحقیق کا علمی تعارف پیش کیا بلکہ اس کے متعلق چند غیر مطبوعہ قلمی نوادرات بھی پیش کیے، اس مقالے میں انہیں حضرات کی ان تحقیقات کی مختصر منظر کشی کرنے کی کوشش کی ہے۔

پہلی تحقیق: ٹائمز آف ہایر ایجوکیشن کے حالیہ ۲۰۲۲ء کے سروے کے مطابق انگلینڈ کی لیڈس یونیورسٹی کا نام World University Ranking میں 69 ویں نمبر پر آتا ہے، یہاں سے ماسٹر ڈگری حاصل کرنے والوں کو بعض دیگر اداروں کے پی ایچ ڈی ڈاکٹرز پر بھی فوقیت دی جاتی ہے، اس یونیورسٹی میں محمد علی نعیمی نے ڈاکٹر مصطفیٰ شیخ صاحب کی نگرانی میں اپنے ایم اے کے مقالے میں ترجمہ کنزالایمان کے متعلق انگریزی زبان میں تحقیقی کام کیا جس میں ان کو شیخ اسرار الحق جیسے عالم کی رہنمائی بھی ملی، معلوم ہو کہ اس انگریزی زبان میں مذکورہ عنوان پر اکیڈمک سطح پر یونیورسٹی میں کوئی خاص کام نہیں ہوا اور اگر ہوا بھی ہے تو زیادہ تر اُردو زبان میں اس عنوان پر باقاعدہ اکیڈمک مقالے لکھے گئے ہیں۔

اردو زبان کی مقبولیت وترجیحات کے ضمن میں ایم اے کے لیے لیڈس یونیورسٹی انگلینڈ میں جمع کئے گئے، اس مقالے کو بیشتر اُردو داں حضرات نے صرف اس لیے نہیں پڑھا کہ ان کے گمان میں اُردو کے مختلف مقالے گردش کر رہے تھے، راقم نے بھی اُردو داں کی حیثیت سے یہی سوچا کہ ان کا یہ مقالہ بھی ڈاکٹر مسعود احمد اور پروفیسر مجید اللہ قادری صاحب کے نکات کا ترجمہ ہی ہوگا یا پھر اِس عنوان پر لکھے گئے پروفیسر دلاور صاحب کے مختلف مضامین کی انگریزی میں عکاسی کر کے لکھ دیئے گئے ہوں گے، علاوہ ازیں یہ بھی غالب گمان تھا کہ ان مذکورہ محققین کے اردو میں لکھے وہی concept گھما پھرا کر انگریزی میں لکھے گئے ہوں گے، متزاد یہ کہ ابھی ابھی انگریزی زبان میں اسی عنوان پر دوسری تھیسس پڑھ کر فارغ ہوا تھا، جس کو دار الہدیٰ یونیورسٹی کیرلا کے ہونہار طالب علم احتشام اللہ نے ایم فل مقالے کے طور پر ۲۰۱۹ میں جمع کیا تھا اور اس میں بھی کوئی خاطر خواہ تخلیقی نکات نو نظر نہیں

آئے، جس کی وجہ سے محمد علی نعیمی صاحب کا مذکورہ ایم اے مقالہ پڑھنے کا بھی جی نہیں چاہا۔

جب اہل ذوق سے بہت تعریفیں سنی تب جا کر دوبارہ اس طرف توجہ مبذول ہوئی، اور پھر جب پڑھنے کا اتفاق ہوا تب جا کر معلوم ہوا کہ میرا گمان فقط گمان تھا، حقیقت نہیں جس کی وجہ سے فقیر مطلوبہ علمی چاشنی سے کافی وقت تک محروم رہا اور ساتھ ہی یہ بھی سیکھنے کو ملا کہ ضروری نہیں کہ ہر جام میں مطلوبہ مزہ مل جائے کتابوں کے جنگل میں بہت مشکل سے ہی مطلوبہ خواہش پوری ہوتی ہے، جس کے لیے ہر کتاب کو محنت سے کھنگالنا ضروری ہوتا ہے، اِس مطالعہ میں راقم الحروف کو جو بھی نکاتِ نو پڑھنے اور سمجھنے کا موقعہ ملا وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ تراجم قرآن میں فقط متن کا لفظی ترجمہ پیش کرنے کے بجائے علمائے متقدمین وحدیث مبارکہ کی پیش کردہ قرآنی تفاسیر کو ذہن وفکر میں رکھنا ضروری ہوتا ہے اور اس تحقیقی مقالے میں محقق کے پیش کردہ تمام علمی وتخلیقی نکاتِ نو کو پڑھ کر بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ترجمہ کنزالایمان میں مترجم امام احمد رضا کی ذہن وفکر میں یہ سب نکات بدرجۂ اتم موجود تھے جس کا فکری عکس اس ترجمہ میں نمودار رہا ہے، قرآن شریف کا ترجمہ کرنے کے لیے صرف دونوں زبانوں کا جان لینا کافی نہیں بلکہ عشق وادب دونوں کو ملحوظ رکھنا بے حد ضروری ہے تاکہ بارگاہ خدا اور رسول میں ذرّہ برابر بھی گستاخی کا احتمال نہ ہو، اس بات کو انگریزی ادب میں سمجھانے کے لیے محققین نے کنزالایمان اردو سے کئے گیے دیگر انگریزی تراجم جیسے مولانا عاقب فرید قادری وغیرہم کے تراجم کی مثال دے کر انگریزی داں حضرات کی تشوش کو دور کیا ہے۔

۲۔ متعدد مقامات پر محقق نے ترجمہ کنزالایمان کے نہ صرف اعلیٰ علمی وادبی مقام کی توثیق کی ہے بلکہ ایسے تخلیقی نکات بھی پیش کئے ہیں کہ ترجمہ کنزالایمان کے منفرد المثال فقہی مقام کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے۔

۳۔ اس تھیسس میں تراجم قران کا جو تقابلی جائزہ کیا گیا ہے اس میں اس میں جو نئے نکات زیر بحث لائے گئے ہیں ان میں سے زیادہ تر ایسے ہیں جن پر اردو کے محققین نے بہت کم تبصرہ کیا ہے۔

۴۔ بنا کسی کا نام لیے الیاس گھمن جیسے مختلف مخالفین کا اپنے اکابر علما کے انداز میں رد بلیغ کیا گیا ہے، مثال کے طور پر مولوی امام علی قاسمی رائے پوری کے اعتراض کا رد کرنے کے لیے تاج الشریعہ کی تصنیف" دفاع کنزالایمان" کے نکات کو جدید انداز میں پیش کیا ہے، اسی طرح جمیل الرحمٰن کے بے جا اعتراضات کی علمی سرکوبی کے لیے نواسۂ مفتی اعظم مولانا فوادرضا متعلم مظہر اسلام کے مقالے بعنوان"انوار کنزالایمان علی جواب جمیل الرحمٰن" کے نکات پیش کردئے ہیں، جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ تحقیق کی ابتداء میں Literature Survey کے ذریعہ مضبوط علمی مطالعہ محنت کے ساتھ کیا گیا ہے۔

۵۔ قرآن شریف کے اردو تراجم کے تقابلی جائزہ پر انگریزی میں مقالہ لکھنے والے اکیڈمک قلمکاروں پر ضرب لگاتے ہوئے اُن سے سوال کیا ہے کہ انہوں نے کس وجہ سے اپنے مقالوں میں ترجمہ کنزالایمان کا نام تک نہیں لیا اور پھر محقق نے خود ہی واضح کیا ہے کہ اس کی بنیادی وجہ علمی و مذہبی نہیں بلکہ سراسر فرقہ وارانہ وتعصّبانہ ہے۔

دوسری تحقیق: یہ تحقیق بھی مذکورہ محقق ڈاکٹر محمد علی نعیمی نے اسی لیڈس یونیورسٹی کے اکیڈمک ماحول میں کی جس میں ڈاکٹر مصطفیٰ شیخ کی نگرانی اور شیخ اسرار الحق کی رہنمائی کے علاوہ برصغیر ہندو پاک کے متعدد محققین ومختلف علمی مجالس سے قلمی تعاون اور علمی مواد بھی ملا جس کی بنیاد پر آپ اپنا پی ایچ ڈی مقالہ جمع کرنے میں کامیاب ہوئے اور ابھی حال ہی میں (فروری ۲۰۲۲ میں) آپ کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری سے نوازہ گیا، اِس منفرد المثال مقالے میں محقق نے نام نہاد مسلمانوں کی بدعنوانی سے اختلاف رائے کے ذریعہ انتشار کی کوششوں کی علمی سرکوبی کی ہے، محقق نے بھولے بھالے مسلمانوں کے بیچ امام احمد رضا کے تحریری نقوش کے متعلق بدعنوانی اور اختلاف رائے پیدا کرنے والی تمام اکیڈمک سازشوں کا قلعہ قمع کرنے کے مقصد حسنہ کے تحت اِس کام کو شروع کیا تھا جس میں وہ کامیاب بھی ہوئے، موصوف زیادہ تر

اُنہیں عناوین کو زیر بحث لاتے ہیں جو انگریزی زبان کی ضرورت ومقبولیت اور ادبی شناخت کے مطابق تشنہ لب ہیں اور اُمت مسلمہ کو جن کے متعلق گمراہ کرنے کی منظم سازش ہورہی ہو، جیسا کہ آپ کی پچھلی تحقیق سے واضح ہے اور اس تحقیق میں تو نکات اتنے زیادہ نظر آئے کہ ان کو اس مختصر مقالے میں بیان کرنا ممکن نہیں ہے، ہاں چند ایک نکات جو راقم کو سمجھ آئے یہاں نقل کئے جاتے ہیں:

۱- اِس تحقیق میں مقالہ نگار نے اِس بات پر روشنی ڈالی ہے کہ امام احمد رضا کے موقف کو سمجھنے کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ان کے نظریات کیا تھے اور وہ فتویٰ دیتے وقت کن باتوں کو شامل حال رکھتے تھے؟ اور اُن کے اِن کے نظریات کا اثر برصغیر کے مسلمانوں پر کتنا ہے؟ جس سے امام احمد رضا کے تحریری نقوش کے متعلق بدعنوانی اور اختلاف رائے پیدا کرنے والی تمام اکیڈمک سازشوں کی جڑ پر حملہ ہو۔

۲- امام احمد رضا قادری کے خلاف عالمی سطح پر جاری اکیڈمک پروپیگنڈے کا ایک غیر جانبدارانہ جائزہ لے کر یہ ثابت کیا ہے کہ برصغیر میں آپ کے نظریہ پر عمل کرنے والے حضرات کا عقیدہ کوئی اپنا ایجاد کردہ نیا عقیدہ نہیں ہے بلکہ سلف صالحین کے ذریعہ پہنچایا گیا محمد مصطفیٰ ﷺ کے صحابہ واہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین والا عقیدہ ہے، بس اس کے افکار ونظریات ومعمولات کی تجدید امام احمد رضا نے اپنے قلم حق رقم سے اس صدی میں کردی ہے تاکہ عوام وخواص سب کو استقامت نصیب ہو۔

۳- عالم اسلام کے وہ ممالک جہاں اِن اکیڈمک شرپسندوں نے اہل سنت کے علماومشائخ کو اپنی غلط بیانی وسوچی سمجھی سازشِ بدعنوانی کے ذریعہ اختلاف رائے پیدا کر کے بدظن کرنے کی کوشش کی ہے وہاں بھی اس تحقیق کو پہنچایا گیا ہے، خاص کر اس تحقیقی مقالے میں موجود اُن نکات پر نشان لگا کر مذکورہ علما کی بارگاہ میں پیش کئے گئے ہیں جن کے ذریعہ تمام عوام وخواص کا ذہنی انتشار ختم ہونے کے ساتھ ہی مذکورہ سازش سے بھی پردہ اٹھ جائے۔

۴- امام احمد رضا نے تحقیقی وعلمی دلائل کے ساتھ اہانت رسول کرنے والوں پر شرعی گرفت کی ہے جو آپ کے جمع کردہ فتاویٰ حسام الحرمین میں اور آپ کے رسالہ تمہید ایمان میں خاص طور پر درج ہے، جس کو بنیاد بنا کر اس محقق نے اپنے اِس پی ایچ ڈی مقالے میں اِن لوگوں کے پروپیگنڈہ کا رد بلیغ کیا ہے جو صرف تعصب وعناد کی بنیاد پر امام کے ان تحریری نقوش کی غلط تصور پیش کر کے اپنے گروگھنٹالوں کے اس ناقابل معافی جرم کو چھپانے کے لیے اکیڈمک طور پر اپنی تحریروں میں راہ فرار اختیار کی ہے یعنی موضوع سے ہٹ کر باتیں تحریر کی ہیں۔

۵- عالمی سطح پر امام احمد رضا کے مخالفین بالخصوص وہابی اور دیوبندی نظریات کے حاملین نے اپنی تقیہ بازی سے عالم اسلام میں بالعموم اور عالم عرب میں بالخصوص امام احمد رضا کے خلاف افواہوں کا بازار گرم کر کے جو سازشوں کا جال بنا ہے اُس کی سرکوبی کے لیے محقق نے اپنی تحقیق میں جن بنیادی باتوں پر زور دیا ہے وہ واقعی لائق تحسین ہے۔

تیسری تحقیق: حالیہ ٹائمز آف ہایر ایجوکشن کے ۲۰۲۲ء کے سروے کے مطابق انگلینڈ کی رائل ہولیوڈ یونیورسٹی آف لندن کا نام World University Ranking میں 23/ ویں نمبر پر آتا ہے یہاں کا اپنا ایک الگ معیار ہے، مختلف اداروں سے الگ اِس کی خاص بات یہ ہے کہ یہاں کے Academic Relations دیگر اداروں کے مقابلے زیادہ وسیع ہیں، اسی لیے یہاں تعاوناتی وتعیناتی تحقیقی موقع زیادہ ہیں یہی بات اس یونیورسٹی کو دیگر سے ممتاز کرتی ہے، اس یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کررہے جناب ضیغم سرفراز نے اپنے پی ایچ ڈی مقالے کے لیے ایک منفرد المثال موضوع کا انتخاب کیا ہے، جو نہ صرف آپ کے شعبۂ تاریخ کے اعتبار سے اہم ہے بلکہ رضویات کی ترویج واشاعت کے مرکزی حصہ کا ایک اہم جز ہے، یہ موضوع اتنا اہم ہے کہ آپ کو ایک کے بجائے دو نگراں کی سرپرستی میں کام کرنے کا موقع ملا ہے، یہ دونوں نگراں حضرات ثقافتی ادب میں ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ برصغیر ہندوپاک کی اسلامی تاریخ کے بڑے محقق ہیں، یہ تحقیق امام احمد رضا کی تجدیدی تحریک کے اُس حصہ پر کی

جارہی ہے جو پاکستان میں فکرِ رضا کی ترجمانی کرتی ہے۔
اِس مقصد کے حصول کے لیے محقق نے امام احمد رضا کے مقامی نائب یعنی محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ دو مرکزی اداروں یعنی مرکزی دارالعلوم جامعہ رضویہ مظہر اسلام اور مرکز سنی رضوی مسجد کو موضوع بحث بنایا ہے جو کہ آج بھی خانقاہ عالیہ محدث اعظم لائل پور کے ذریعہ فکرِ رضا کی ترجمانی کررہے ہیں، علاوہ ازیں برصغیر میں محدث اعظم پاکستان کے متعدد خلفا کی خدمات کے ذریعہ نہ صرف ہندوپاک میں بلکہ کل عالم اسلام میں مسلک رضا کی ترویج واشاعت کا باب بھی اس میں شامل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، معلوم ہو کہ ابھی یہ تحقیق مکمل ہونے میں چند سال اور لگ جائیں گے، اسی لیے اس کا مکمل مطالعاتی منظر نامہ پیش کر پانا ممکن نہیں ہے مگر پھر بھی راقم الحروف کو محقق سے جو بھی تحریری مواد ملا یا انٹرنیٹ پر جو باتیں ہوئیں یا پھر ہماری آن لائن چوتھی سالانہ اکیڈمک کانفرنس (بتاریخ ۳/ اکتوبر ۲۰۲۱ء) میں آن لائن حاضر ہو کر محقق نے جو بتایا، اُن تمام باتوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل نکات نقل کئے جاتے ہیں:

۱۔ موجودہ فیصل آباد المعروف لائل پور اس وقت مسلمانوں کی بڑے پیمانے پر نقل مکانی کرنے کی وجہ سے ایک گھنی مسلم آبادی چوالے اور خوشحال شہر کے طور پر ابھر رہا تھا، جس کی بنیاد پر اِس شہر کی آبادی کا ذریعۂ معاش، زراعت سے بدل کر تجارت ہو گیا اور اسی وجہ سے یہ خطہ یہاں کے تجارتی ومذہبی مرکز کے طور پر ابھر کر سامنے آیا، یہاں امام احمد رضا کی فکر کو فروغ ملا جس سے پورے ملک میں فکرِ رضا کو روشناس کرنے کا راستہ ہموار ہوا، انہیں تمام تر وجوہات کے سبب محقق نے اپنی تحقیق کی case study کے لیے اس علاقے کا تعین کیا۔

۲۔ یہاں کی متعدد مرکزی شخصیتوں کی تربیت اِسی فکر کے عالمی مرکز یعنی مرکز اہل سنت بریلی شریف سے ہوئی اور بریلی شریف سے ہی اس علاقے لائل پور کو امام احمد رضا کے فکری ترجمان محدث پاکستان کی شکل میں مل گیا اور ان کی علمی اور عملی کاوشوں سے زمینی سطح پر رضویات کے الم کو پورے ملک میں بلند کیا گیا، انہیں ممتاز وجوہات کی بنا پر محدث اعظم پاکستان کی کاوشوں کو تحقیق کی case study کا علمی موضوع بنا کر کام شروع کیا گیا ہے۔

۳۔ محدث اعظم پاکستان کے تربیت یافتہ حضرات کی ایک لمبی فہرست ہے، اِن میں سے بیشتر ایسے ہیں جنہوں نے اپنی عملی کاوشوں سے امام احمد رضا کے مسلک کی ترجمانی کی ہے جس کی وجہ سے یہ تلامذہ اپنے اپنے علاقوں میں ممتاز ہوئے ہیں جو خود میں ایک دائمی تحریک بن کر ابھرے ہیں، آپ کے تلامذہ کا یہ دائرہ صرف پاکستان تک ہی محدود نہیں بلکہ پوری دنیاں میں بکھرا ہوا ہے، خاص طور پر خاندانِ اعلیٰ حضرت کے متعدد شیوخ آپ کی ہی بارگاہ میں زانوئے ادب طے کر کے محقق ومحدث کہلائے جن میں ریحان ملت حضرت علامہ ریحان رضا خان، امین شریعت حضرت علامہ مفتی سبطین رضا خاں بریلوی، صدر العلماء حضرت علامہ تحسین رضا محدث بریلوی رحمہم اللہ کا نام خاص ہے، جن کی اپنی ایک الگ مرکزی حیثیت ہے، علاوہ ازیں آپ کے عربی خلفا میں خاص طور پر مولانا محمد تیسیر دمشقی مخزومی مدرس جامع مسجد دمشق، مولانا محمد علی حماۃ ملک شام، مولانا حسین فہمی الترکی وغیرہ نے عرب ممالک میں فکرِ رضا کو مضبوط کیا، انہیں تمام تر خصوصیات کے پیش نظر اس تحقیق میں فروغ رضویات کے حوالے سے آپ کے تلامذہ کی مرکزی حیثیت پر الگ سے باب قائم کیا جائے گا۔

۴۔ علاوہ ازیں محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی کے تبلیغی اسفار اور مسلک رضا کی علمی خدمات کی تحریک جو موجودہ ہندوستان کے تناظر میں راقم الحروف کے زیر اہتمام جاری ہے کو ضیغم سرفراز صاحب کی اس تحقیق کے ساتھ ملا کر colllabration research کے ذریعہ اجمالی طور پر پورے برصغیر یعنی ہندوپاک کے ضمن میں اس حوالے سے انگریزی زبان میں ایک تاریخی کام کرنے کا منصوبہ ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے اس طرح کے تمام تشنہ لب وتحقیق طلب موضوعات پر انگریزی زبان میں مزید کام

ہو تا کہ ہمارے پیچھے آنے والے طلبا کے لیے اکیڈمک راہیں آسان ہوں، اس راہ میں جو حضرات کام کر رہے ہیں، رب قدیر ان کے کام کو جلد از جلد پائے تکمیل تک پہنچائے اور جو حضرات کام کر چکے ہیں، ان کو اپنے چھوٹوں کی مدد اور رہنمائی کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس طرح ہم سب مل کر کام کریں تا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے مزید اسلام وسنیت کی خدمت کا کام لے اور اسی ضمن میں لگ کر اکیڈمک سطح پر رضویات کو بھی متعارف کرانے کی سعادت نصیب ہو جائے، آمین۔

چند تحقیق، محقق اور یونیورسٹیز کی تفصیل حسیب ذیل ہے:

شمار	تحقیق کا عنوان	تحقیقی کورس	محقق اور یونیورسٹی	رینک	سن تکمیل
۱	The Path of the Prophet: Maulana Ahmad Riza Khan Barelwi and the Ahl-e Sunnat wa Jamaat Movement in British India, c. 1870–1921	پی. ایچ. ڈی	ڈاکٹر اوشا سانیال کولمبیا یونیورسٹی، نیو یارک امریکہ	۰۶	۱۹۹۰ء
۲	The Qur'anic Hermeneutics ofImâm Ahmad Raza Khân Barêlwî(1856–1921(with special reference to the Qur'an translation Kanz ul-Imân.	ایم. اے	محمد علی نعیمی لیڈس یونیورسٹی، انگلینڈ	۶۹	ستمبر ۲۰۱۰ء
۳	Heresies of Indian Muslims as per the literary footprints of Imam Ahmed Raza Khan Barelwi.	پی ایچ ڈی	محمد علی نعیمی لیڈس یونیورسٹی، انگلینڈ	۶۹	فروری ۲۰۲۲ء
۴	Stablish and Growth of Barelvi Movement in Pakistan: A Case Study of Jamia Razvia Sunni Masjid (1950–2019)	پی. ایچ. ڈی	ڈاکٹر ضیغم سرفراز رائل ہالیووڈ یونیورسٹی آف لندن، انگلینڈ	۲۳۵	جاری
۵	The distinction between most prevailing Schools of thoughts: In Pakistan a Case study of Barelvi Deobandi Sects: A Case Study.	پوسٹ ڈاک	عاطف اسلم راؤ نمی کیٹن یونیورسٹی کونیا ترکی	۱۸۵۶	جاری
۶	CONTRIBUTION OF KANZULIMAN IN QURANIC TRANSLATION.	ایم. فل	احتشام اللہ دار الہدی اسلامی یونیورسٹی کیرلا	۴۵۷۲	۲۰۱۹ء

◆◆◆

تصنیف: امام فقیہ ابواللیث نصر ابن محمد سمرقندی   ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

گیارہویں قسط

ترغیبات

گزشتہ سے پیوستہ

۳-بابُ عذاب القبر و شدتہٖ

عذابِ قبر اور اُس کی کٹھنائی کا بیان

عذاب قبر سے ہمیشہ تعوذ کرتے رہنا چاہیے

حدیث شریف: مصنف علیہ الرحمہ اپنے شیخ خلیل ابن احمد کی تحدیث وسند نقل کر کے بطریق منہال، حضرت براء ابن عازب (صحابی رضی اللہ عنہ) سے راوی ہیں کہا ہم لوگ (ایک بار) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معیت میں ایک انصاری کے جنازہ میں گئے اور قبر تک پہنچے، لحد اَبھی تیار نہیں ہوئی تھی، حضور (قبر سے ہٹ کر) تھوڑی دوری پر بیٹھ گئے، ہم بھی حضور کے آس پاس بیٹھ گئے (سب کی خاموشی و بے حرکتی کا عالم یہ تھا کہ) گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں اور حضور کے دست اقدس میں ایک تنکا تھا جس سے حضور نے زمین کریدی، پھر ناگاہ (ایک دم) سر انور اٹھایا اور (حاضرین سے) ایک یا دو بار فرمایا: عذاب قبر سے اللہ کی پناہ چاہو اور...

بندۂ مومن کی جانکنی کا منظر

حدیث کا بقیہ حصہ: ...پھر (سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے آگے) فرمایا: بندۂ مومن جب (وقت نزع) آخرت کی طرف اقبال کرتا اور دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اس وقت اس کی طرف بہت سے فرشتوں کا نزول ہوتا ہے جن کے چہرے صاف دھوپ کی طرح چٹے سفید ہوتے ہیں وہ فرشتے، اپنے ساتھ جنتی کفن اور جنتی حنوط (ایک مرکب خوشبو کا نام) لے کر اترتے ہیں اور حد نگاہ تک بیٹھ جاتے ہیں، ان کے بعد ملک الموت تشریف لاتے ہیں اور سرہانے بیٹھ کر کہتے ہیں: اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ! اُخْرُجِی اِلٰی مَغْفِرَةِ اللّٰهِ وَرِضْوَانِهٖ۔ اے نفس مطمئنہ (اس قالب سے) باہر آجا اور اللہ کی بخشش ورضوان کی طرف نکل چل، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (آگے) فرمایا: تو روح، مَشک سے پانی کے قطرے رسنے کی طرح رستے ہوئے (بآسانی) نکلتی ہے تو وہ فرشتے اسے ملک الموت کے ہاتھ میں ذرا دیر نہیں چھوڑتے (بلکہ فوراً) اپنے ہاتھوں میں لے لیتے اور اسے اسی کفن وحنوط میں رکھتے ہیں، اس سے ایسی اچھی خوشبو پھوٹتی ہے جو دنیا میں پائے جانے والے اچھے سے اچھے مُشک سے پھوٹتی ہو، پھر وہ اس کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں، ملائکہ کی جس جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں وہ کہتے ہیں یہ کتنی پاکیزہ خوشبودار روح ہے؟ وہ جواب میں کہتے ہیں (ہاں) یہ فلاں ابن فلاں کی روح ہے (اچھے ناموں کے ساتھ بول کر) پھر اس کو لئے ہوئے آسمان دنیا تک پہنچتے اور اس کے لئے دروازہ کھلواتے ہیں ان کے کہنے سے دروازہ کھلتا ہے، تو ہر آسمان کے مقرب فرشتے اس کا استقبال کرتے اور اس کے جلو میں اگلے آسمان تک ساتھ رہتے ہیں (اسی طرح سب آسمانوں سے گزرتے) حتی کہ ساتویں آسمان تک منتہی ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کا نامۂ اعمال علیّین میں لکھو اور اس کو زمین کی طرف لوٹاؤ میں نے انسانوں کو اسی سے پیدا کیا ہے اور اسی میں لوٹاتا ہوں اور اسی سے دوبارہ نکالوں گا تو روح اس کے جسم (مقبور) میں لوٹائی جاتی ہے اور دو فرشتے اس کے پاس قبر میں آکر (تین) سوال کرتے ہیں...

میتِ مومن سے سوالات قبر

(پہلا سوال) من رَبُّک؟ ترا رب کون ہے؟ یہ کہتا ہے:

(جواب) ربی اللّٰہ! میرا رب اللہ ہے، وہ پھر سوال کرتے ہیں:

(دوسرا سوال) وما دینُک؟ اور اب یہ بتا کہ تیرا دین

کیا ہے؟ یہ کہتا ہے:

(جواب) **دینی الاسلام!** میرا دین، اسلام ہے، وہ پھر پوچھتے ہیں:

(تیسرا سوال) **ما تقول فی ھٰذاالرجل الذی بعث فیکم؟** تو اس مرد کے بارے میں کیا کہتا ہے جو تم میں مبعوث ہوا؟ وہ کہتا ہے:

(جواب) **ھو رسول اللہ ﷺ!** وہ اللہ کے رسول ہیں۔

فرشتے کہتے ہیں: تو نے کیسے جانا؟ وہ کہتا ہے: میں نے اللہ تعالیٰ کی (نازل فرمودہ) کتاب پڑھی اس پر ایمان لایا، اس کی تصدیق کی۔

پھر ایک منادی ندا کرتا ہے کہ میرے (اس) بندے نے سچ کہا، تو اب اس کے لئے جنت کا فرش بچھاؤ اور جنتی لباس پہناؤ اور اس کے لئے جنت کی ایک کھڑکی کھولو جس سے اس کو جنت سے ہوا اور خوشبو پہنچتی رہے اور اس کی قبر میں حدنگاہ تک توسیع کر دی جاتی ہے اور اس کے پاس ایک، پاکیزہ خوشبو والا خوبرو مرد آتا اور کہتا ہے لے! خوش ہو جا اُس پر جو تجھے آج مسرور کر دے گا جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا، تو وہ اس حسین وجمیل مرد سے پوچھتا ہے:

من انت؟ آپ کون ہیں؟ وہ (جواب میں) کہتا ہے: **انا عملک الصالح۔** میں تیرا نیک عمل ہوں، اب وہ (بے صبری کے ساتھ، رب تبارک وتعالیٰ سے) عرض کرتا ہے: اے میرے رب! تو جلدی قیامت قائم فرما تا کہ میں اپنے (جنتی) گھروں میں خادموں کے پاس (جلد از جلد) پہنچ جاؤں'' اور...

کافر وفاجر کی جانکنی کا منظر

بقیہ حدیث:

(راوی کا بیان ہے کہ) پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (آگے) فرمایا: اور جب بندۂ کافر (یا فاجر) آخرت کی طرف اقبال اور دنیا سے انقطاع کی حالت میں ہوتا ہے اس وقت آسمان سے اس کی طرف بہت سے فرشتے نازل ہوتے ہیں جن کے چہرے سیاہ ہوتے ہیں (ڈراونی شکل والے) ان کے ہمراہ ٹاٹ (نما) ایک موٹا جھوٹا کپڑا ہوتا ہے، وہ آکے، اس سے کچھ ہٹ کر تا حدنگاہ بیٹھ جاتے ہیں، پھر موت کا فرشتہ اس کے سرہانے بیٹھتا ہے اور کہتا ہے: اے خبیث جان (اس قالب سے) باہر آجا اور اللہ کی ناراضی اور اس کے غضب کی طرف چل اور روح بدن کے سارے اعضا میں متفرق، منتشر ہے، تو فرشتۂ موت اس کو اس طرح کھینچتا ہے جس طرح بھیگی ہوئی اون میں سے نوکیلی سیخ کھینچی جائے، تو نزع روح کے ساتھ اس کے رگ پٹھے کٹ جاتے ہیں (گویا بہت بری طرح اس کی جان نکلتی ہے) پھر فرشتہ اس کو پکڑ لیتا ہے، جب وہ پکڑتا ہے تو ہمراہی فرشتے پلک جھپکتے (یعنی ذرا بھی دیر لگائے بغیر فوراً) ملک الموت کے ہاتھ سے لے لیتے اور ٹاٹ کے چیتھڑوں میں لپیٹ لیتے ہیں اس سے ایسی بدبو نکلتی ہے جیسی سڑی ہوئی لاش کی بدبو۔

یہ فرشتے اس کو ہمراہ لئے ہوئے ملأاعلیٰ کی جس بھی جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں تو وہ ضرور کہتے ہیں یہ کتنی خبیث روح ہے؟ تو ان سے یہ (حاملان روح) برے ناموں کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ یہ فلاں ابن فلاں کی روح ہے حتیٰ کے آسمان دنیا تک وہ اس کو لے کر پہنچتے ہیں اور آسمان کا دروازہ کھولنے کے لئے کہتے ہیں تو اس کے لئے دروازہ نہیں کھلتا ہے (راوی کا بیان ہے) اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیۂ کریمہ پڑھی:

''**لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ۔** (ترجمہ) یعنی کافروں کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں جب تک سوئی کے ناکے اونٹ داخل نہ ہو۔''

[سورۂ اعراف—۴۰/کنز الایمان بتصرف یسیر]

...(حضور نے مزید فرمایا) پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کا عمل سجین میں درج کرو، پھر اس کی روح (نیچے) ڈال دی جاتی ہے، اب حضور نے یہ آیۂ کریمہ تلاوت فرمائی:

''**وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ۔** (ترجمہ)

اور جو اللہ کا (کسی کو) شریک ٹھہرائے اس نے گویا پچھاڑ کھائی آسمان سے، پھر پرندے (گدھ وغیرہ) اس پر جھپٹ پڑتے ہیں، یا (گویا کہ) ہوا اسے اڑا کے لے جا کر کسی ہلاکت خیز دور دراز جگہ پھینک دیتی ہے۔" [سورۂ حج-۳۱]

(مصنف علیہ الرحمہ نے کہا) یعنی روح رد کر دی جاتی اور پھر (قبر میں پڑی ہوئی اس کی لاش میں) دوبارہ لوٹا دی جاتی ہے، پھر اس کے پاس دو فرشتے (منکر نکیر) آتے اور اٹھا کر بیٹھاتے اور سوال کرتے ہیں...

میت کافر یا فاجر سے سوالات قبر

...**حدیث کا اختتام:** پہلا سوال: من ربک؟ تیرا رب کون ہے؟ (جواب میں) کہتا ہے: لا ادری میں نہیں جانتا۔

دوسرا سوال: و ما دینک؟ اور تیرا دین کیا ہے؟ (جواب میں) کہتا ہے: ھاہ! لاأدری۔ ہائے افسوس مجھے کچھ پتہ نہیں۔

تیسرا سوال: **و ما تقول فی ھٰذا الرجل بعث فیکم؟** اور اس مرد کے بارے میں تو کیا کہتا ہے جو تم میں بھیجا گیا؟ (جواب میں) کہتا ہے: ھاہ لا ادری! ہائے افسوس میں کچھ نہیں جانتا اور پھر آسمان سے ایک ندا کرنے والا ندا کرتا ہے، میرے (اس) بندے نے جھوٹ بولا اس کے لئے (قبر میں) آگ کا بچھونا بچھاؤ اور دوزخ کی طرف ایک کھڑکی کھول دو، تو اس پر دوزخ کی تپش اور تیز گرم ہوا داخل ہوگی اور قبر تنگ کر دی جائے گی جس سے اس کی پسلیاں ادھر کی اُدھر ہو جائیں گی اور اس کے پاس (قبر میں) ایک بد صورت، بہت بودے کپڑے پہنے، بدبودار (سڑیندا) آدمی آئے گا اور اس سے کہے گا تجھے خوش خبری ہو اس کی جو تجھے بری لگے، ارے یہ تیرا وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا، تو وہ (قبر میں پڑا ہوا کافر یا منافق یا فاجر) کہے گا (یہ تو بتا دے کہ) تو کون ہے؟ وہ کہے گا میں تیرا عملِ بد ہوں، تو وہ دعا مانگے گا کہ اے میرے رب! قیامت قائم نہ کر، قیامت قائم نہ کر۔ (۱) (حدیث پوری ہوئی)

[۱] یعنی یہ خواہش اسلئے ہوگی تا کہ وہ مزید خرابیوں، سختیوں میں نہ پڑے، دوزخ میں نہ جلے، ۱۲ر مترجم غفرلہ

جانکنی کی کیفیت — روح کا انجام و مقام

حدیث شریف: مصنف علیہ الرحمہ اپنے شیخ ابو جعفر فقیہ سے سن کر ان کی تحدیث و سند نقل کرتے ہوئے، بطریق ابن زہیر، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی ہیں آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"**ان المؤمن اذا احتضر۔۔۔الحدیث**"...

مومن کی موت کا منظر

...یعنی جب مومن پر موت کا وقت قریب آتا ہے اس وقت اس کے پاس (کچھ) فرشتے آتے ہیں جن کے ہمراہ جنتی ریشمی کپڑے کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے اس میں مشک اور ضبائر الریحان (یعنی خوشبودار پھولوں کا مجموعہ) لپٹا ہوا ہوتا ہے اور مومن کی روح (اس طرح بآسانی) کھینچ لی جاتی ہے جیسے گوندھے ہوئے آٹے میں سے بال کھینچ لیا جاتا ہے اور اس سے (اس وقت) کہا جاتا ہے:

"**یٰاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً عَنْکِ اِلیٰ رَحْمَةِ اللہ تعالی وَرِضْوانِهٖ۔**

(ترجمہ) یعنی اے وہ جان! جو (ایمان و اسلام پر) مطمئن رہی! تو اپنے رب کی طرف واپس چل۔ یوں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی (اس قالب سے نکل کر) اللہ کی رحمت و رضوان کی طرف (چل)۔"

روح مومن کے ساتھ سلوک

(آگے فرمایا) اور جب مومن کی روح (بدن سے) نکال لی جاتی ہے تو ان پھولوں اور مشک پر رکھ کر اُسی ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر مقام علّیین پہنچا دی جاتی ہے...

کافر کی موت کا منظر

...(حضور نے مزید فرمایا) اور جب کافر کی موت کا وقت قریب ہوتا ہے تو فرشتے موٹے بالوں کا ٹاٹ نما کپڑا ساتھ لے کر آتے ہیں جس میں آگ کے انگارے بھرے ہوتے ہیں، اس کی روح بڑی سختی کے ساتھ کھینچی جاتی ہے اور (نزع کے وقت) اس سے کہا جاتا ہے اے خبیث جان باہر نکل اس حال میں کہ تو بھی ناخوش اور تجھ پر اللہ بھی ناخوش، تو نکل اللہ کے عذاب و

ھوان(۱) کی طرف...

روح کافر کے ساتھ سلوک

...(اور فرمایا) جب اس کی روح قبض کر لی جاتی ہے تو مذکورہ بالا انگاروں پر رکھ کر ٹاٹ میں لپیٹ لی جاتی ہے۔اور وہ(اس وقت بری طرح) ہچکی لے لے کے روتی ہے،اس کی ہچکی کی آواز ایسی ہوتی ہے جیسے جوش کھاتی ہانڈی کی آواز، پھر مقام سجین لے جائی جاتی ہے۔ (یہ حدیث شریف ختم ہوئی)

مومن کے لئے قبر میں اکرام وآرام

روایت ابن عمر: (مصنف علیہ الرحمہ نے کہا) فقیہ ابوجعفر اپنی اسناد کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے راوی ہیں فرمایا: جب مومن کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس پر قبر میں ستر ہاتھ طویل توسیع کر دی جاتی ہے اور اُس پر خوشبودار پھول بکھیرے جاتے ہیں اور حریر(کی قناتوں) سے آڑھ کر دی جاتی ہے، پھر اگر اس کے پاس کچھ قرآن کا حصہ ہوتا ہے تو اسے قبر میں اسی کا نور کافی ہے ورنہ اس کے لئے ایک اور نور کر دیا جاتا ہے جس کی روشنی سورج کی طرح ہوتی ہے(۲) اور میتِ مومن کی مثال نئی نویلی دلہن کی سی ہے کہ وہ(محبوب کے انتظار میں) سو جاتی ہے، جسے وہی جگاتا ہے جو اس کے نزدیک(آج) سب سے زیادہ پیارا ہے(یعنی شوہر) تو وہ نیند سے بیدار ہوتی ہے گویا ابھی پیٹ بھر کے نہیں سو پائی تھی...

قبر میں کافر یا فاجر کا حال وانجام

...(حضرت ابن عمر نے آگے فرمایا) اور بے شک کافر پر اس کی قبر اس قدر تنگ ہو جاتی ہے کہ پسلیاں پیٹ میں گڑ جاتی ہیں اور اس پر(عظیم الجثہ) اژدہے چھوڑے جاتے ہیں جیسے ڈیل ڈول اونٹوں کی گردنیں، وہ اس کے گوشت کو کھا لیتے حتی کہ اس کی ہڈیوں پر ذرا سا بھی گوشت باقی نہیں رہنے دیتے ہیں، پھر اس پر عذاب کے ایسے فرشتے چھوڑے جاتے ہیں جو نہ سنیں نہ بولیں نہ دیکھیں، ان کے ہاتھوں میں لوہے کے گرز(یعنی ہتھوڑے) ہوتے جن سے وہ اس کی پٹائی کرتے، وہ اس کا نہ رونا چیخنا سنتے ہیں کہ رحم کھائیں نہ دیکھتے ہیں کہ انہیں اس پر ترس آئے۔نیز اس پر صبح وشام دوزخ پیش کی جاتی ہے۔[۱]

[۱] ''ھوان''=ذلت ورسوائی، ۱۲رمترجم غفرلہ۔

[۱] یعنی نیک مومن کی قبر تنگ وتاریک نہیں رہتی ہے، ۱۲رمترجم غفرلہ۔

عذاب قبر سے نجات کے لئے ایک مفید ونفیس نسخہ

تنبیہ: (مصنف یعنی فقیہ ابواللیث سمرقندی علیہ الرحمہ کہتے ہیں) جو بندہ چاہتا ہو کہ اسے عذاب قبر سے نجات ملے تو اس پر لازم ہے کہ چار نیک کام کرنے کا اور چار برائیوں سے بچنے کا التزام کرے۔

وہ چار کام جن کا کرنا لازم:

(۱) پنج گانہ نمازوں کی محافظت (۲) زکاۃ وخیرات کی کثرت (۳) قرآن مجید کی (روزانہ بلاناغہ کچھ نہ کچھ) تلاوت (۴) اور تسبیح کی کثرت۔[۲]

وہ چار کام جن سے پرہیز لازم:

(۱) جھوٹ (۲) خیانت (۳) چغلی (۴) اور پیشاب کی چھینٹوں سے بچنا۔[۳]

پیشاب سے تنزُّہ [۴] کی تاکید

حدیث شریف: حدیث شریف میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تنزھوا عن البول فان عامۃ عذاب القبر منہ۔(ترجمہ) یعنی پیشاب سے(جسم اور کپڑوں کو) خوب پاک صاف رکھو کیونکہ عموماً یہ استحقاق عذاب قبر کا سبب ہے۔''

(مضمون ''تنبیہ مصنف'' پورا ہوا۔)

[۱] کہ قیامت کے دن تجھے اس میں پڑنا ہے، ۱۲رمترجم غفرلہ۔

[۲] تسبیح=سبحان اللہ کہنا، کثرت=خوب زیادہ سے زیادہ پڑھنا، بلکہ بہتر ہے کہ کلمہ تمجید پورا پڑھے، کیونکہ قرآن وحدیث میں اس کلمے کی بڑی فضیلت آئی ہے یہ باقیات صالحات سے ہے، ۱۲رمترجم غفرلہ۔

[۳] یعنی بدن، لباس یا بستر وغیرہ کو اپنے یا پرائے پیشاب کی چھینٹوں سے بھی بچانا لازم ہے، یعنی بے احتیاطی ولاپرواہی سے پرہیز بہت ضروری ہے، ۱۲رمترجم غفرلہ۔

[۴] ''تنزُّہ''=خوب بچنا، پوری طرح احتیاط کرنا، ۱۲رمترجم غفرلہ۔

.........جاری

اختلاط نعت ومنقبت درتناظر حدیث رسالت

(از: محمد جسیم اکرم مرکزی

دور حاضر کے بعض شعرا کے کلام میں دیکھنے کو ملا کہ وہ ایک ہی کلام میں نعت ومنقبت اور مرثیہ وغیرہ کے اشعار بھی شامل کر لیتے ہیں بعض کلام میں شروع کے ایک دوشعر نعت کے رہتے ہیں، اس کے بعد ایک ماں کی شان میں ایک باپ کی شان میں اور ایک پیر صاحب کی شان میں بعض شعرا حضرات باضابطہ مشاعرہ کراتے ہیں اور اس میں قوانین مقرر کرتے ہیں جن قوانین میں سے ایک قانون یہ بھی ہوتا ہے۔

ہر شاعر کا کلام آٹھ شعر پر مشتمل ہونا لازمی ہوگا جس کی ترکیب اس طرح سے ہوگی کہ پہلے کے تین شعر نعت کے دوفلاں پیر صاحب کی شان میں اور ایک ماں کی شان میں اور ایک شعر بزم کے نام پر اور ایک مقطع اس کے برخلاف ہوتو کلام شامل بزم نہیں کیا جائے گا۔

اب یہ کہاں تک درست ہے آئیے ہم حدیث رسالت کے تناظر میں دیکھتے ہیں مشکوٰۃ، باب اعلان النکاح (فصل اوّل صفحہ 271 ر کی پہلی حدیث ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام ایک نکاح میں تشریف لے گئے جہاں انصار کی کچھ بچیاں دف بجا کر جنگ بدر کے مقتولین کے مرثیہ کے گیت گانے لگیں، ان میں سے کسی نے یہ مصرع پڑھا، **وفینا نبی یعلم ما فی غد** ہم میں ایسے نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھوڑ دو، وہی گائے جاؤ جو پہلے گا رہی تھیں۔

اس حدیث شریف کے ماتحت مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح (جلد سوم، باب اعلان النکاح، فصل اول، صفحہ 426) میں الشیخ ملا علی بن سلطان محمد القاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

منع فرمایا علم غیب کی نسبت اپنی طرف کرنے کو کیونکہ علم غیب (ذاتی) خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور رسول وہی جانتے ہیں جو اللہ جل وعلا بتائے یا یہ ناپسند کیا کہ آپ کا ذکر دف بجانے میں یا مقتولین کے مرثیہ کے درمیان کیا جائے کیونکہ آپ کا درجہ اس سے اعلیٰ ہے۔

نیز اسی حدیث کے ماتحت صاحب مرآۃ المناجیح حکیم الامت علامہ مفتی احمد یار خان علیہ الرحمہ جاء الحق حصہ اوّل صفحہ نمبر 107 ر میں فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے **وَفینَا نبیٌّ یعلمُ ما فی غدٍ** اس شعر کو گانے سے کیوں روکا، چار وجہ سے۔

اوّلاً: تو یہ کہ اگر کوئی ہمارے سامنے ہماری تعریف کرے تو بطور انکسار کہتے ہیں، ارے میاں! یہ باتیں چھوڑ و وہی باتیں کرو، یہ بھی انکساراً فرمایا۔

دوم: یہ کہ کھیل، کود گانے بجانے کے درمیان نعت کے اشعار پڑھنے سے ممانعت فرمائی۔ اس کے لیے ادب چاہیے۔

سوم: یہ کہ غیب کی نسبت اپنی طرف کرنے کو ناپسند فرمایا۔

چہارم: یہ کہ مرثیہ کے درمیان نعت ہونا ناپسند فرمایا، جیسا کہ آج کل نعت خواں کرتے ہیں کہ نعت (ومنقبت وحمد) ومرثیہ کو ملا کر پڑھتے ہیں۔

اس سے یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ صاحب مرقات اور صاحب مرآۃ علیہما الرحمہ نے نعت شریف پڑھنے سے حضور کے منع فرمانے کی ایک علت یہ بھی بیان کی ہے کہ جب حضور کا ذکر کیا جائے تو پھر خلوص وللّٰہیت کے ساتھ حضور کا ذکر کیا جائے، اس کے ساتھ مرثیہ یا منقبت وتہنیت نہ ملائے جائیں ایسے ہی اس کے برعکس اگر منقبت کہیں تو خالص منقبت ہی کہیں یا خالص مرثیہ ہی کہیں یا خالص تہنیت ہی پڑھیں اور جو اس کے خلاف کرے تو اس کو روکنا یہ حدیث رسالت سے ثابت ہے۔

لہٰذا میں شعرائے کرام اور نعت خوانوں سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ عوام کو خوش کرنے کے لیے ایک ہی کلام میں اس طرح کا اختلاط نہ کیا کریں کہ نعت پڑھتے پڑھتے اسی نعت میں پیر صاحب یا ماں کی تعریف کرنے لگ جائیں اور اس طرح سے داد وتحسین لوٹیں نعت خوانی میں خلوص ومحبت کا ضرور خیال رکھیں، وہ اللہ ہی ہے جو بندوں کو عزت واحترام اور ذلت و رسوائی عطا فرماتا ہے۔

◆◆◆

مختصر مقالات

حضور مفسر اعظم ہند کا تفسیری انداز بیان

از: محمد فیضان رضا علیمی

مدیر اعلیٰ سہ ماہی پیام بصیرت، سیتامڑھی

حضور مفسر اعظم ہند، لسان اعلیٰ حضرت، جگر گوشہ حجۃ الاسلام، نور دیدہ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ ابراہیم رضا خان جیلانی میاں علیہ الرحمہ کی مفسرانہ خدمات پر جب نظر پڑتی ہے تو زبان حال سے بے ساختہ یہ جملہ نکلتا ہے" یقیناً اعلیٰ حضرت کی زبانِ فیض ترجمان تھے، علامہ ابراہیم رضا اور اپنے وقت کے مفسر اعظم بھی" آئیے زمانہ کے اتنے بڑے مفسر کی تفسیری انداز و بیان کو ذرہ ملاحظہ کرتے ہیں۔

امینِ شریعت ثالث، مفتی اعظم ہالینڈ، فقیہ اہل سنت مفتی عبدالواجد نیر قادری علیہ الرحمہ اپنی کتاب" حیات مفسر اعظم" میں لکھتے ہیں:

”آپ کے تفسیر کرنے کا انداز یہ ہوتا تھا کہ پہلے چند آیات کریمہ کی تلاوت فرماتے، کنزالایمان سے ترجمہ سناتے، بعض دوسرے مترجمین کے ترجموں کا موازنہ ترجمۂ اعلیٰ حضرت سے کرتے پھر آیات متلوہ کی لفظی و معنوی مطابقت قرآن پاک کی جن دوسری آیتوں سے ہوتی، ان آیتوں کی تلاوت و ترجمہ فرما کر کرتے، اگر حضرت امام بخاری نے تلاوت کردہ آیت کریمہ سے متعلق کوئی باب باندھا ہے تو اس میں سے دو ایک حدیث پاک کا متن اور ترجمہ پیش کرتے، اس کے بعد مسلم شریف اور دیگر کتب صحاح کی ان حدیثوں کو پڑھتے جو تلاوت کردہ آیات کریمہ کے مفہوم و معنی کے متعلق ہوتیں اور ان حدیثوں پر امام نووی، قاضی عیاض، ملا علی قاری اور شیخ محدث دہلوی (قدس سرہم) کی تشریحات پیش فرما کر نتیجہ نکالتے اور نہایت شرحِ صدر کے ساتھ عوام کے سامنے بیان کرتے، آپ کے اس طریقۂ استدلال پر حاضرین علما و خطبا عش عش کرنے لگتے، مرحبا اور نعرۂ تکبیر و رسالت سے فضا گونج اٹھتی۔“ (حیات مفسر اعظم ہند، ص ۱۳۳)

آپ علیہ الرحمہ کی وفات ۱۱ صفر المظفر ۱۳۸۵ھ میں ہوئی، آج آپ کا ۵۹ واں عرس مقدس ہے اسی مناسبت سے میں اپنے ایک تفصیلی مضمون" حضور مفسر اعظم ہند ہمہ جہت شخصیت" کا ایک اقتباس نظر قارئین کیا ہوں پڑھیں اور محظوظ ہوں، اللہ پاک حضرت علیہ الرحمہ کا فیضان ہم سب پر نازل فرمائے، آمین۔

◆◆◆

قرآں کو بدل دیتے ہیں

از: مولانا نثار مصباحی

ایک خطیب ہیں جو کافی جارحانہ اصلاح کرتے ہیں، وہ اپنی اسی خصلت اور خصوصی رنگِ خطابت کے سبب اسٹیج کی دنیا میں خاصے مشہور ہیں، ان کی اس عادتِ مستمرہ کے سبب اگر کوئی انھیں" خوں خوار اِصلاح کا رَسیا" کہہ دے تو شاید غیر متوقع نہیں ہوگا۔

ان کی کسی تقریر کا ایک شارٹ ویڈیو کلپ مجھے موصول ہوا جس میں وہ مساجد کے اماموں پر ٹرسٹیوں، متولیوں اور مساجد کمیٹی والوں کے ظلم و ستم وغیرہ کا ذکر کرتے ہوئے اپنے مخصوص انداز میں مساجد کے ذمے داروں کی اصلاح کر رہے ہیں، انھوں نے آیتِ کریمہ:

"یَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ۔ جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔" (کنزالایمان)

میں" امام" کا مطلب" امام نماز" بتا کر میدانِ حشر میں" امامِ مسجد" کے ذریعے بارگاہِ الٰہی میں مقتدیوں کی شکایت اور پھر مقتدیوں کی کُٹائی پٹائی سب کروا دی ہے۔ (1) اور آخر میں دھڑلے کے ساتھ کہا ہے کہ" میں کوئی ہوائی بات نہیں کر رہا ہوں، یہ قرآن کا ججمنٹ (فیصلہ) ہے۔"

جب کہ اس آیت کی تفسیر دیکھیں تو آیت کریمہ میں موجود" اِمام" کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں:

1- "امام" سے انبیائے کرام مراد ہیں۔

2- بندوں کے نامۂ اعمال مراد ہیں۔

3– ان کے لیے اتاری گئی آسمانی کتاب مراد ہے۔

4– ہر وہ امامِ زمانہ جس کی دعوت پر لوگ چلے خواہ وہ حق کا داعی ہو یا باطل کا۔ بلفظ دیگر عقیدہ وعمل میں ہر قوم کا پیشوا۔

5– ایک قول یہ ہے کہ "امام" سے لوگوں کے "مذاہب" مراد ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

6– تفسیر بغوی میں "قِیل" کے ذریعے منقول ایک ضعیف قول یہ ہے کہ "امام" سے لوگوں کے (باطل) معبود مراد ہیں۔

7– ایسا ہی ایک دوسرا ضعیف قول یہ ہے کہ "امام" سے لوگوں کی مائیں مراد ہیں۔ (تفسیر قرطبی وتفسیر بغوی)

((ان اقوال میں سے صاحبِ جلالین جو صرف اصح اقوال پر اکتفا کرتے ہیں، انھوں نے صرف پہلا اور دوسرا قول ذکر کیا ہے، امام طبری نے چوتھے قول کو "اَولی بالصواب" کہا ہے، امام احمد رضا کا ترجمہ پہلے اور چوتھے دونوں اقوال کو شامل ہے۔))

حاصل یہ کہ اس آیت میں "مسجد کے امام/نماز کے امام" مراد ہی نہیں ہیں اور — ہمارے علم اور تلاش کی حد تک — ایسی کوئی تفسیر یا ایسا کوئی ضعیف سے ضعیف تفسیری قول بھی وارد نہیں ہے، تفسیر طبری وقرطبی وبغوی وغیرہ متعدد تفاسیر دیکھیں تو متعدد اقوال ملتے ہیں، مگر کوئی ایک قول بھی "امامِ نماز/ امامِ مسجد" کے بارے میں نہیں ملتا ہے، حتی کہ "قیل" وغیرہ کے ذریعہ کوئی ضعیف قول بھی "امامِ مسجد" کے بارے میں نہیں ملتا ہے۔

ایسی صورت میں بالکل ظاہر ہے کہ خطیب کا اس آیت میں "امام" سے "اِمامِ مسجد" مراد لینا اور اسے قرآن کا ججمنٹ قرار دینا اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرنے کی ایک بڑی جسارت ہے، جو حرام اور قرآن کریم کی معنوی تحریف کے درجے میں ہے۔

حیرت ہوتی ہے کہ اپنی تقریروں کا رنگ چوکھا کرنے اور اپنے جذبات کو تسکین دینے کے لیے خطبا ومقررین کلام الٰہی کی تفسیر اپنے مَن سے کر کے قرآن کریم میں معنوی تحریف کی ایسی جسارت کیسے کر لیتے ہیں۔

نوٹ: اس مقام پر اس خطیب کے انداز اور تعبیرات کی وجہ سے ہی ہم نے یہ اندازِ بیان اپنایا ہے، خطیب کے سارے جملے سننے کے بعد بہت افسوس ہوتا ہے، اللہ رحم فرمائے۔

واضح رہے کہ یہ مضمون لکھنے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ان کے اس خطاب کی وجہ سے کئی بدمذہبوں کو ہم نے دیکھا کہ وہ ہمارے مذہب ومسلک کا مذاق اڑا رہے ہیں، اس لیے بھی براءتِ ذمہ اور ایضاحِ حق ضروری تھا۔

◆◆◆

مختصرات

ایک مصری عالم دین کا دردِ دل

(از: حیدر حسن علیمی

اعلیٰ حضرت اور تعلیمات اعلیٰ حضرت سے واقفیت کے بعد مصری عالم دین "محمد خالد ثابت" نے "من أقطاب الامة" نامی ایک کتاب لکھی، جس میں انہوں نے "تین عبقری شخصیات" کے احوال وافکار اور ان کے بے مثال کارناموں کو ذکر کیا، ان تین شخصیات میں سے ایک سرکار اعلیٰ حضرت بھی ہیں، جبکہ اپنی دوسری تصنیف بنام "انصاف الإمام" میں انہوں نے صرف اعلیٰ حضرت کا تذکرہ کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت اور متبعین اعلیٰ حضرت کے بارے میں ان کا نظریہ کیسے تبدیل ہوا، اور تعلیمات اعلی حضرت تک ان کی رسائی کیسے ہوئی یہ سب انہوں نے اسی کتاب مذکور میں تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔

اسی کتاب "انصاف الإمام" کے اخیر میں وہ لکھتے ہیں:

"امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان تصویر کشی کو ناجائز وحرام قرار دیتے تھے اور آج جبکہ ان کی وفات کے تقریباً نوے سال بعد دنیا میں زبردست تبدیلیاں رونما ہو چکی ہیں؛ فوٹو اور ویڈیو کی وہ حیثیت ہو گئی ہے جو زمین والوں کے لیے ہوا اور پانی کی ہے (آج) کوئی ایسی زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتا جس میں فوٹو اور ویڈیو نہ ہو۔

اس کے باوجود جلیل القدر شیخ محمد اختر رضا (رحمہ اللہ) کی مؤلفات میں مجھے ایک کتاب ملی جو فوٹو اور ویڈیو کی حرمت پر مشتمل ہے، ان کے مریدین ومتوسلین سے مجھے یہ بھی معلوم

ہوا کہ وہ اپنی مجلسوں اور نشستوں میں تصویر کشی کی بالکل اجازت نہیں دیتے، حیرت تو یہ ہے کہ (اس زمانے میں بھی) ان کی ایک بھی متداول تصویر نہیں موجود ہے۔''

اب وہ اپنا درد دل بیان کرتے ہوئے آگے لکھتے ہیں:

''میں اسی مسئلہ پر غور کر رہا تھا اور دل ہی دل میں کہہ رہا تھا:

"کاش کہ علماء امت نے فوٹو اور ویڈیو کے متعلق یہی (حرمت کا) موقف اختیار کیا ہوتا تو دنیا میں اس قدر فحاشی و بے حیائی عام نہ ہوتی جس کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں، ذرا ان حیا سوز برائیوں کے بارے میں غور تو کریں جو سب کی سب اسی فوٹو اور ویڈیو کے ذریعہ دنیا میں عام ہوئیں۔"

غور کریں! تا کہ ان اللہ والوں کی ثابت قدمی اور خدمت دین میں ان کی جدو جہد کی قدر کر سکیں، مجھے اچھی طرح یاد ہے بیسویں صدی میں پہلی بار ٹیلیویژن مصر میں داخل ہوا، اور شراب نوشی، رومانیت اور عریانیت کے مناظر ہر گھر میں عام ہو گئے، حتی کہ ایک فاضل شخص نے نہایت تلخی سے کہا:

"میں نے اپنی پوری زندگی میں کبھی سوچا بھی نہیں کہ میں اپنی بیوی اور بچوں کو تھیٹر میں لے جاؤں گا، لیکن اب ٹیلی ویژن کے بعد تھیٹر خود میرے گھر میں زبردستی داخل ہو گیا وہ بھی ہر وقت۔"

یقیناً یہ سچے اللہ والے اور مخلصین کے فتاویٰ ہیں، جو ہمیشہ حق پر ثابت قدم رہتے ہیں اور اس میں وہ ماسوا اللہ کے کسی کی رعایت نہیں کرتے، وہ ہر زمانے میں ہمیں یہ اہم سبق پڑھاتے ہیں کہ اہل حق کی جانب سے باطل کو مسترد کر دیا جانا چاہیے خواہ کتنا ہی وہ عام ہو اور جو بھی اس کی حیثیت ہو۔

◆◆◆

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کو ''کاکی'' کیوں کہتے ہیں؟

از: محمد فیضان رضا رضوی مرکزی
استاذ جامعۃ الحبیب اڈیشا

محترم قارئین! قطب الاقطاب خلیفہ و منظورِ نظر سرکار خواجہ غریب نواز مرشد بابا فرید الدین حضرت خواجہ قطب الدین بختیار رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ اکابر اولیائے کاملین اور سلسلۂ چشت کے بادشاہوں میں سے ایک ہیں، آپ کو کاکی کیوں کہا جاتا ہے اس لقب کے بارے میں مختلف روایات ہیں، سرکار اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

''حضرت کو ایک مرتبہ چند دن فاقے ہوئے تھے، اس وقت گھر میں کسی کے پاس کھانے پینے کچھ نہیں تھا، تو آپ کے واسطے آسمان سے کاکیں (روٹیاں) آئی تھیں یوں کاکی مشہور ہو گئے۔'' (ملفوظات اعلیٰ حضرت)

اسی طرح سیر الاقطاب میں ہے کہ جب آپ دہلی تشریف لائے تو کسی سے کوئی نذرانہ وغیرہ قبول نہیں کرتے تھے، ایک دوکاندار شرف الدین نامی جو آپ کا ہمسایہ تھا، اس سے قرض لیتے تھے، ایک دن حضرت کے گھر میں کھانے کو کچھ نہیں تھا، دو دن فاقے بھی ہو چکے تھے۔

حضرت کی اہلیہ شرف الدین کی بیوی سے نصف ٹکہ قرض لیا، ایک دن شرف الدین کی بیوی نے طعن آمیز لہجے میں حضرت کی اہلیہ کو کہا کہ اگر ہم تم کو قرض نہ دے تو تم بھوکے مر جاؤ، یہ بات حضرت کی اہلیہ کو ناگوار گزری اور دل میں یہ عہد کر لیا کہ اب کسی سے قرض نہیں لوں گی اور یہ بات حضرت کی بارگاہ میں بھی عرض کر دی، تو حضرت نے کہا جب تمہیں کھانے کی ضرورت ہو تو اس طاق سے بسم اللہ پڑھ کر کاک (روٹی) نکال لیا کرو۔

یہی وجہ ہے کہ آپ ''کاکی'' کے لقب سے مشہور ہو گئے اور دنیا آپ کو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار ''کاکی'' کے نام سے یاد کرتی ہے۔

◆◆◆

تقویۃ الایمان تیرہویں صدی کا ایک بڑا فتنہ

از: سعد حنفی
تحریک اصلاح عقائد

قارئین کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جیسا کہ آپ سبھی لوگ جانتے ہیں کہ تقویۃ الایمان مولوی اسماعیل دہلوی کی وہ کتاب ہے جس میں ان تمام امور کو شرک قرار دیا گیا ہے کہ جن سے مسلمان انبیائے کرام اور اولیائے عزام کی تعظیم ومحبت کا اظہار کیا کرتا ہے، اس کے پیچھے کا اصل مقصد یہی تھا کہ مسلمانوں کے دلوں سے عشق رسول اور تعظیم اولیا کو نکال دیا جائے مطلب جن کا فیض وکرم اور جن کے وسیلے ہماری خوشحال زندگی کا حصہ تھے انہیں ہمارے دل ودماغ سے نکال کر ہمیں یہودیوں کا غلام بنانا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ خلافت عثمانیہ کہ جو انبیا علیہ السلام واولیائے کرام کی تعظیم کی ان پر بزرگوں کا ایسا فیض جاری تھا کہ ساڑھے چھ سوسال آدھی دنیا پر حکومت کی اور مسلمانوں کا چولا پہن کر وہابیوں نے اس میں فتنہ پیدا کرکے اسے توڑ دیا اور جب ان نام نہاد اہل حدیثوں کی حکومت حجاز میں قائم ہوئی تو خود کو توحید پرست بتانے والے آج خود انگریزوں اور یہودیوں کے غلام بنے ہو نظر آتے ہیں، بہرکیف ہم بات کررتے ہیں ''تقویۃ الایمان'' میں درج ان من گھڑت اصولوں کی جنھیں خود اسماعیل دہلوی نے اپنی شیطانی ذہن کے مطابق ایجاد کیا ہے۔

اس کتاب میں سب سے پہلی کوشش اس کی یہی تھی کہ ''شرک'' مطلب وہ گناہ جس کو تمام مسلمان اور علمائے اہل سنت سب سے بڑا گناہ مانتے تھے، اس کا نام لے کر کبھی انبیائے کرام سے اظہار محبت کو شرک بتایا تو کبھی اولیائے کرام کی بارگاہ میں حاضری کو شرک بتایا گیا، اس کتاب میں بہت سی ان آیتوں کو مسلمانوں پر چسپا کیا گیا ہے جو کفار ومشرکین پر نازل ہوئیں تھیں۔

جیسا کہ تقویۃ الایمان کے صفحہ 42 میں عنوان دیا گیا ہے ''دعویٰ ایمان کا اور کام شرک کا'' اس کے تحت اسماعیل دہلوی لکھتا ہے کہ:

''اکثر دعویداران ایمان شرک کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں، اگر کوئی ان سے کہے کہ تم دعویٰ تو ایمان کا کرتے ہو مگر شرک میں گرفتار رہتے ہو، کیوں شرک وایمان کی متضاد راہوں کو ملا رہے ہو، تو وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم شرک نہیں کررہے بلکہ انبیا اور اولیا سے محبت رکھتے ہیں اور ان کے عقیدت مند ہیں، شرک تو تب ہوا جب ہم انہیں اللہ کے برابر سمجھتے، ہم تو انہیں اللہ کے بندے اور مخلوق ہی سمجھتے ہیں اور اللہ نے انہیں تصرف بخشا ہے، یہ اللہ ہی کی مرضی سے دنیا میں تصرف کرتے ہیں، ان کو پکارنا اللہ ہی کو پکارنا ہے (یہاں وسیلہ مراد ہے) ان سے مدد مانگنا اللہ سے مدد مانگنا ہے۔'' [تقویۃ الایمان، صفحہ 42]

اس جواب کا رد کرتے ہوئے اسماعیل دہلوی عنوان لکھتا ہے ''قرآن کا فیصلہ'' اس میں آیت مقدسہ کو نقل کرتا ہے:

''وہ اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو پوجتے ہیں جو انہیں نہ نقصان پہنچا سکیں اور نہ نفع اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے یہاں ہمارے سفارشی ہیں، آپ فرمادیں کہ تم اللہ کو وہ خبر دے رہے ہو جسے وہ آسمان وزمین میں نہیں جانتا، وہ ان کے شریکوں سے پاک وبرتر ہے۔'' (سورۂ یونس: 18، ترجمہ اسماعیل دہلوی)

اب یہاں غور کیجئے کہ خود اسماعیل دہلوی ترجمہ میں لکھتا ہے کہ وہ (جو) اللہ کے سوا دوسری چیزوں کو پوجتے ہیں، چیزوں سے مراد پتھر کے بت، درخت، وغیرہ اور ظاہر سی بات ہے، آیت ان بت پرستوں کے لئے نازل ہوئی ہے اس لئے کہ پوجنے اور انبیائے کرام واولیائے عظام سے محبت کرنے میں فرق ہوتا۔

اب اگر اسماعیل دہلوی کے اصول کے مطابق چلا جائے تو انبیا علیہ السلام، اولیائے کرام سے محبت کی جگہ عداوت کرلی جائے، اس لئے کہ محبت تو شرک ہوجائے گی اور اب بچی عداوت تو بخاری شریف کی حدیث شاہد ہے کہ اللہ رب العزت نے فرمایا کہ جس نے میرے ولی سے عداوت رکھی، میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں۔ (بخاری شریف، جلد چہارم، باب کتاب الرقاق)

اب یہاں حدیث کو مانا جائے اسماعیل دہلوی کو بے شک ہم مسلمان ہیں اور ہمارے نزدیک قرآن وحدیث کافی ہے اور جن لوگوں کو اسماعیل قتیل سے پیار ہے وہ اپنا کوئی اور مذہب بنالے۔

◆◆◆

تاثرات و مکتوبات

اسلام،عورت اور پردہ!ایک نایاب تحفہ

(از: مفتی محمد ارشد نعیمی قادری ککرالوی

آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، آثار صحابہ، نقول ائمہ اربعہ، اقوال شرعیہ اور اجماع امت محمدیہ سے یہ بات اجلی من الامس ہے کہ غیر محارم سے خواتین کے لئے پردہ کرنا ضروری ہے، پردے کی اہمیت وافادیت عظمت و برکت اہل عقل و خرد پر مخفی نہیں۔

خواتین اسلام کی عزت وحرمت اوران کے علوم رتبت میں مزید بالیدگی ونکھار لانے کے لئے پردہ کا اہتمام بیحد ضروری ہو جاتا ہے، جن انکھوں نے شرم وحیا کے سرمۂ پاک کو لگالیا، ان آنکھوں میں عزوشرف کی روشنی بڑھتی چلی گئی، عورت کی زندگی میں عفت و پارسائی ہی وہ امتیازی وصف ہے جس کی بدولت اللہ لم یزل ولم یزال عورت کو عروج وارتقا کے منازل عطا فرماتا ہے، شرم وحیا عورت کا وہ مہکتا پھول ہے جس سے دل کے نہاں خانے معطر ہوتے ہیں اوران کی بھینی بھینی خوشبوؤں سے کائنات کی فضا مہکنے لگتی ہے۔

اللہ جل مجدہ خیر وعافیت کے پھول نچھاور فرمائے ہمارے کرم فرما مُظہر شریعت، مکسّر بدعت، ماہر زبان وقلم، عاشق شفیع امم، معتمد تاج الشریعہ، قانع اقوال نجدیہ، حضرت علامہ مفتی محمد عبدالرحیم نشتؔر فاروقی قادری رضوی تجلی اللہ تعالیٰ علیہ بشان الغفاری پر! جنھوں نے ہم کو بہت ہی نادر ونایاب کتاب ''اسلام، عورت اور پردہ'' عطا فرمائی، جس میں آپ نے عورت کے عزو وقار اور پردے کی پر بہار بہاروں کو بہت اچھے انداز میں قلم بند فرما کر ہم کو مستفیض فرمایا۔

بلاشبہ حضور نشتؔر فاروقی صاحب قبلہ ہزار ہا مبارک باد کے لائق ہیں، آپ کی اس نورانی کاوش کے لئے تشکر امتنان کے جو الفاظ وجمل میرے درون دل چھپے ہیں، ان کو ورد زبان لا کر آپ کی رسمی پزیرائی کرنا یہ بہتر نہیں، اللہ جل مجدہ ہی آپ کو دارین میں اس کا صلۂ جمیل اجر جزیل عطا فرمائے گا، رب ذوالجلال اس کتاب کو نافع خلائق بحر الرائق بنائے، آمین۔ ◆◆◆

ماہِ نومبر کا شمارہ عمدہ اور معلوماتی ہے

(از: مولانا محمد فرقان فیضی

چیئرمین امام احمد رضا لائبریری، برہم پوری سرلاہی نیپال

فخر صحافت معتمد حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی عبدالرحیم نشتؔر فاروقی صاحب قبلہ ایڈیٹر ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف

تسلیمات وافرہ

امید ہے آپ بخیر وعافیت ہوں گے، شہزادۂ مرشد گرامی حضور قائد ملت حضرت علامہ مفتی عسجد رضا خان قادری اطال اللہ عمرہ کی سر پرستی میں چل رہا، مسلک اعلیٰ حضرت کا عالمی نقیب وترجمان ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف کے نومبر کا شمارہ نظر نواز ہوا، دل کو انتہائی سکون ملا، آنکھوں کو ٹھنڈک ملی، خصوصی طور پر ہر سال کی طرح اس سال بھی حضور غوث الاعظم پیران پیر دستگیر محبوب سبحانی قطب ربانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مہینے میں ان کی سیرت وسوانح کے حوالے سے تحریر کردہ آپ کا اداریہ پڑھ کر دل فرط مسرت سے جھوم اٹھا، مولا آپ کو سلامت رکھے۔

بعدۂ اپنے مخلص ومہربان دوست ہم سبق ساتھی محب گرامی مولانا جسیؔم اکرم صاحب کی لکھی خوبصورت منقبت پڑھ کر خوشی ہوئی ہے کہ مادر علمی مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا متھرا پور جو کہ علم وادب کے ساتھ ساتھ شعر وادب کے حوالے سے بھی مرکزی حیثیت کا حامل ہے، وہاں کے پروردہ ہر میدان میں مرکزی حیثیت کے ساتھ اپنا اہم رول ادا کر رہے ہیں، مولیٰ تعالیٰ جامعۃ الرضا اور فارغین جامعۃ الرضا کو روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔

بقیہ جتنے ارباب وعلم دانش کے مقالات ومنظومات شامل رسالہ ہیں، تمام احباب قابل مبارکباد اور لائقِ تحسین وآفرین ہیں رسالہ اپنی سابقہ روایت کے مطابق تمام ترخوبیوں سے مزین ومرصع ہے، اللہ رب العزت مزید ترقیاں نصیب کرے اور ہم سب پر یوں ہی مسلک اعلیٰ حضرت کا فیضان برستا رہے اور ہم سرکارِ تاج الشریعہ کے فیوض وبرکات سے مالا مال ہوتے رہیں، آمین۔

چند اشعار بھی ملاحظہ فرمائیں: ؎

بقیہ ص ۳۲؍ پر

منظومات

جو حبیبی ہے کبھی ڈرتا نہیں انجام سے

از: پھول محمد نعمت رضوی، سرلاہی نیپال

بدعقیدہ کانپتا تھر تھر تھا جس کے نام سے
وہ سعودی میں بھی گھبرایا نہیں الزام سے

وہ کبھی ڈرتے نہیں ہیں گردش ایام سے
پی کے جو بھی مست رہتے ہیں حبیبی جام سے

آپ دے دیجے مجاہد کو خلافت برملا
اعلیٰ حضرت نے کہا تھا حجۃ الاسلام سے

بے رخی اہل سخن کی اس قدر اچھی نہیں
سنئے کچھ نیپال کے بھی شاعر گمنام سے

جو مجاہد کا تھا مرشد اس کے عہد پاک میں
نکلا اک سے ایک فاضل منظر اسلام سے

ڈنکے کی وہ چوٹ پر حق بات کرتا ہے کہیں
جو حبیبی ہے کبھی ڈرتا نہیں انجام سے

جب دھڑکتا دل مجاہد کا تو ملت کے لئے
اس لئے رشتہ نہیں رکھتا تھا وہ آرام سے

تیرہ سو ارسٹھ میں جو قائم مجاہد نے کیا
عمدہ اک تنظیم ہے تبلیغ سیرت نام سے

آج تک خالی نہ اس دربار سے کوئی گیا
پوچھ لیجے آپ بھی یہ بات خاص و عام سے

خاکساروں کو مجاہد نے دیا تھا بیلچہ
تاکہ یہ پیچھے ہٹیں نہ کوئی دینی کام سے

حاضری ہوتے ہی دربار مجاہد میں جناب
ہم کو ہو جاتی ہے فرصت رنج و غم آلام سے

ہے حبیبی در کی نسبت کا جسے حاصل شرف
خوش ہوا کرتے ہیں وہ مرکز کے ہر پیغام سے

جب سے دروازے پہ میں نے آپ کا لکھا ہے نام
ہو گیا محفوظ میرا گھر وبائے عام سے

حق کی خاطر ہے صلیب و دار بھی ہم کو قبول
یہ سبق سیکھا ہے ہم نے شیر دل صدام سے

بقیہ ص ۱۳/ پر

وہ ہے ملت کا قائد جانشیں تاج شریعت کا

از: صوفی عالم رضا نوری، اعظم نگر بریلی شریف

سجا ہے تاج سر جس کے رضا کی اب نیابت کا
وہ ہے ملت کا قائد جانشیں تاج شریعت کا

تیری رفعت سے جلتا ہے کلیجہ اہل بدعت کا
قیادت سے ہوا ٹھنڈا کلیجہ اہل سنت کا

عنایت غوث اعظم کی بنا قضات کا قاضی
عطائے اعلیٰ حضرت سے ہے قائد اہل سنت کا

گلستان رضا کے پھول تجھ میں حامدی خوشبو
گل گلزار مصطفوی ثمر جیلانی رنگت کا

ہو وارث تم رضا کے حجۃ الاسلام کے پیارے
ملا ہے فیض تم کو آل رحمٰں کی قرابت کا

تیری ہیبت سے تھر تھر کانپتا ہے دین کا دشمن
نظر آتا ہے تجھ میں عکس فاروقی جلالت کا

یہی دولہا ہے فضل رب سے ساری سنی دنیا کا
رہے دولہا سلامت میرے مولا اہل سنت کا

دعا ہے رب اکبر میرے قائد کو تو ہمت دے
تو لینا کام ان سے دین و سنت کی اشاعت کا

الٰہی شاد فرما خیر ہو سب آل اختر کی
ہو عامل بچہ بچہ مصطفیٰ کی پیاری سنت کا

عطا ہو کچھ اتارا مجھ کو بھی اجداد کا حضرت
سوالی آپ سے ہوں مفتی اعظم کی نسبت کا

میں سنی قادری مشرب رضا والا میرا مسلک
ہے مجھ کو جان سے پیارا یہ مسلک اعلیٰ حضرت کا

جو ہیں ابن مجدد، خود مجدد مفتی اعظم
ملا مرشد مجھے ایسا دھنی ہوں میں تو قسمت کا

رہے گا فیض تجھ پر مرشدان پاک کا عالمؔ
اگر تو در کا سگ بن کر رہے گا اعلیٰ حضرت کا

اگر کہہ دو کہ عالمؔ تو ہمارا پالتو سگ ہے
سند ہو جائے بخشش کی، ستارہ چمکے قسمت کا

تکمیل درس قرآن کا روح پرور منظر

21 ربیع الآخر 1444ھ مطابق 2022ء بروز جمعرات شہر فیض آباد کی قدیم اور مشہور "مسجد بلال" سبھاش نگر میں "جشن تکمیل درس قرآن کریم" کا انعقاد ہوا، جس میں عوام اہل سنت کے علاوہ علمائے کرام، حفاظ قرآن، قرائے عظام، ائمہ مساجد، دانشوران قوم نے شرکت کی سعادت حاصل کی۔

راقم الحروف جناب طارق رضا قادری (فرزند حضرت علامہ محمد ایوب رضوی صاحب قبلہ) مولوی مشہود رضا قادری (متعلّم جامعہ اسلامیہ روناہی) بھی حاضر ہوئے "بلال مسجد" سبھاش نگر، فیض آباد میں درس قرآن کا سلسلہ جناب حاجی محمد قاسم صاحب کی تحریک وترغیب پر شروع ہوا، ابتدا مرکزی "جامع مسجد ٹاٹ شاہ" کے امام وخطیب حضرت علامہ قاری الحاج قطب الدین قادری حشمتی صاحب قبلہ بلرام پوری (علیہ الرحمہ) نے درس آغاز فرمایا مگر "ٹاٹ شاہ مسجد" کی امامت وخطابت ودیگر کثیر مصروفیات کی وجہ سے آپ اس کے لیے وقت نہ دے سکے، تو پھر حضرت مولانا مشتاق احمد حبیبی صاحب (رحمۃ اللہ) نے سن 1984 میں اس اہم ذمہ داری کو قبول کیا اور چند سالوں میں "درس قرآن" کی تکمیل کی اور جشن کا انعقاد ہوا، موصوف گرامی کی خدمت قرآن کا اعتراف کرتے ہوئے ارکان کمیٹی واہالیان فیض آباد نے ان کو مع اہلیہ کے زیارت حرمین شریفین کی سعادت سے مشرف کرایا۔

دوبارہ درس شروع ہوا اور سترہ اٹھارہ پارے کا درس مکمل ہوا ہی تھا کہ 19 اکتوبر 2009ء میں آپ کا انتقال ہو گیا، پھر مسجد بلال کے ارکان کمیٹی بالخصوص حاجی محمد قاسم، جناب محمد احمد قادری اور جناب محمد شفیق (مرحوم) رسی والے صاحبان نے استاذ گرامی، ادیب شہیر، مفسر قرآن کریم، حضرت علامہ مولانا الحاج محمد ایوب رضوی صاحب قبلہ دام ظلہ العالی (سابق صدر المدرسین الجامعۃ الاسلامیہ، روناہی) کی خدمات حاصل کیں۔

آپ کے کاندھے پر جامعہ روناہی کی صدارت کا بار گراں تھا، تدریسی مصروفیات کے ساتھ آپ خدمت خلق بھی کر رہے تھے، اس سب کے باوجود آپ نے اس کار اہم کی ادائیگی کے لیے کمر ہمت کس لیا اور ہر جمعرات کو اپنی گاڑی سے پابندی کے ساتھ تشریف لے جاتے اور قرآن کریم کا درس دیتے رہے، اللہ تعالیٰ کا لامحدود وشکر احسان ہے اور اس کے پیارے حبیب، روف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت ورافت ہے کہ: آج استاذ گرامی تکمیل درس قرآن کی سعادت بہرہ ہوئے، نماز مغرب سے فارغ ہوتے ہی اس تقریب سعید کا آغاز ہو گیا۔

دار العلوم نیازیہ قادریہ، فیض آباد کے پرنسپل حضرت قاری عبد الوحید صاحب نے نظامت کا فریضہ انجام دیا اور "مسجد بلال" کے امام وخطیب محترم قاری معروف صاحب نے تلاوت کلام ربانی سے پروگرام کا افتتاح کیا اور پھر محترم حافظ وقاری محمد طاہر قادری جامعی صاحب لکھنوی نے نعت حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پیش کر کے سامعین کو محظوظ کیا، اس کے بعد تلاوت قرآن حکیم، درس قرآن اور ختم قرآن کریم کی اہمیت وفضیلت پر نہایت اختصار کے ساتھ دس منٹ اس راقم کا بیان ہوا۔

پھر گرامی مرتبت حضرت علامہ مفتی معین الدین اشرفی مصباحی صاحب استاذ ومفتی دار العلوم بہار شاہ، فیض آباد کا توسیعی و خصوصی خطاب ہوا، جس میں انھوں نے درس قرآن کی اہمیت و افادیت کو خوب خوب اجاگر فرمایا، اس کی خیرات وبرکات سے آشنا کرایا اور اس نورانی سلسلہ کو جاری رکھنے کی ترغیب وتشویق دلائی اور درس کمیٹی ودیگر معاونین کو مبارک باد دیتے ہوئے سب کا شکریہ ادا کیا، اس حسین اور روح پرور موقع پر معززین شہر فیض آباد نے علمائے کرام اور استاذ گرامی وقار حضرت علامہ الحاج محمد ایوب رضوی صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ کی گل پوشی کی اور پھر حضرت نے آخری درس دے کر اپنے "درس قرآن کریم" کی تکمیل فرمائی۔

صلاۃ وسلام، فاتحہ خوانی اور استاذ گرامی کی رقت انگیز دعا پر اس مبارک مجلس کا اختتام ہوا، اس بابرکت موقع پر جناب ڈاکٹر عرفان صاحب کی طرف سے "لنگر غوثیہ" کا انتظام وانصرام تھا، نماز عشا سے فارغ ہونے کے بعد اس سے تبرک بقیہ ص ۳۲ پر

सुन्नी दुनिया में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोट:-

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।

2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।

3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2020-2022

DECEMBER-2022
PAGES 60 WITH COVER

PER COPY : ₹25.00
PER YEAR : 300.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan

